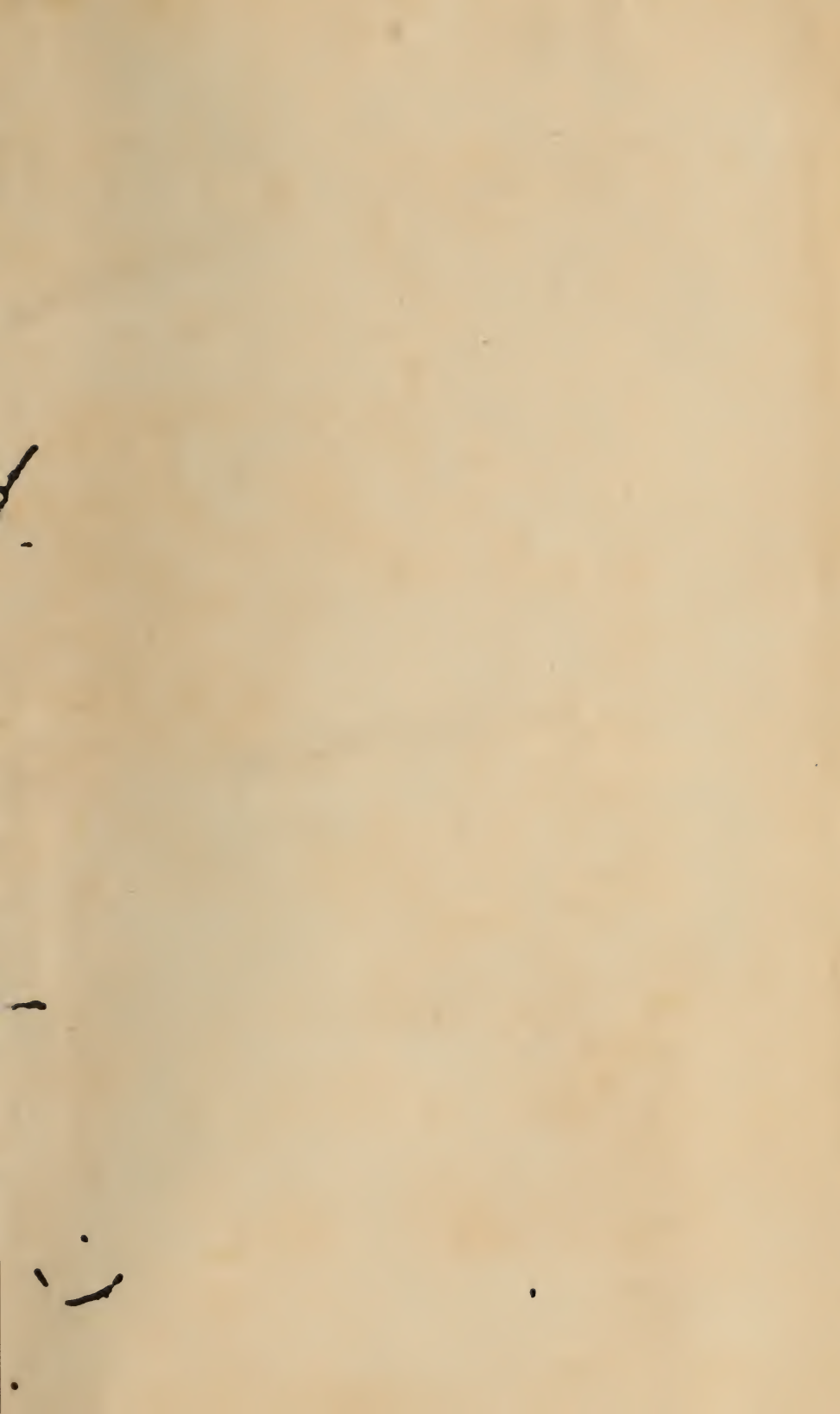


DS Zakā'ullāh, Muḥammad
452 Tārīkh-i Hindustān
Z33 [Tab. 3]
1915
v.5

PLEASE DO NOT REMOVE
CARDS OR SLIPS FROM THIS POCKET

UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY



DS
452
Z33
1915
V.5

تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد پنجم

اقبال نامہ کہری

جس میں

شہنشاہ ابو الغفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کا حال اول سے آخر تک
مستند معبر فارسی اور انگریزی کتابوں سے لکھا گیا ہے

مصنفہ

خان بہادر مس العلامولوی محمد دیکارا اللہ صاحب دہلوی مرحوم

باہتمام محمد مقصدی خاں شروانی

مطبع نسیمی پریس علی گڑھ کالج میں طبع ۱۹۱۸ء
بار سوم دیکارا اللہ صاحب

(جلد حقوق بحق تک ڈپو کالج علی گڑھ محفوظ ہیں)



تہرست کتب موجودہ بک پو

مدرسۃ العلوم علی گڑھ

تاریخ ہندوستان (مضفہ خان بہادر مولوی محمد ذکار اللہ صاحب شمس العلماء مرحوم دہلوی) نوی
مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ ۱۰ جلدوں میں (جن میں سے جلد پنجم کتاب ہذا قیمتی لکھی ہے) تفصیل ذیل
جلد اول (صفحہ ۴۱۲) جس میں یہ مضامین ہیں (۱) تمہید (۲) مقدمہ تاریخ کے باب میں (۳) عرب جاہلیہ
(۴) ایک سواٹھارہ خاندان اسلامیہ کا بیان (۵) تاریخ سندھ (۶) خاندان غزنوی (۷) خاندان غوری -

قیمت - - - - -
جلد دوم (۴۰۶) صفحات ہیں اور مضامین یہ ہیں (۱) خاندان خلجیہ کی تاریخ (۲) خاندان تغلق کی تاریخ
(۳) سلاطین سادات اور لودھی کی تاریخ قیمت - - - - -

جلد سوم - اس جلد کے تین حصے ہیں جن کے نام یہ ہیں - (۱) بابر نامہ اس میں خاندان تیموریہ کے انساب
تیمور کا بالاجمال حال اور ہندوستان کے فتح کرنے کا ذکر بالتفصیل اور ظہیر الدین محمد بابر شاہ غازی فردوس محکا
کا بیان (۲) شگرت نامہ ہمایوں اس میں نصیر الدین محمد ہمایوں جنت آیشانی کا حال روز ولادت سے ایران
کے جانے تک ہے (۳) رزم نامہ شیر شاہی اس میں شیر شاہ کا حال از ابتدا تا اور خاندان سور کے تمام
بادشاہوں کا اور ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنے کا بیان ہے قیمت - - - - -

جلد چہارم - اس کے دو حصے ہیں حصہ اول میں (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات (۴)
نامہ (۵) تاریخ خاندان سلاطین بنگال (۶) تاریخ سلاطین جوینور حصہ دوم میں (۱) تاریخ سلاطین
ہند (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیابور (۳) تاریخ سلاطین نظام شاہیہ لوکنڈہ (۴) تاریخ سلاطین
دیہ ملک برار (۵) تاریخ سلاطین برید شاہیہ ملک بیدر (۶) ضخیمہ تاریخ - - - - -
تاریخ دکن کا ریو فیٹ قیمت - - - - -

تہرست ششم کارنامہ بھاجگیری میں شہنشاہ بھاجگیر کا حال کل لکھا ہے قیمت - - - - -

جلد پنجم

اقبال نامہ اکبری

اس جلد میں ابوالمظفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کا بیان اول سے آخر تک ہے۔ جس میں
میں لکھا ہے۔ اکبر نامہ اور آئین اکبری اور طبقات اکبری اور منتخب التواریخ سے زیادہ تر حالات نقل
کئے گئے ہیں اس کی مذہبی تحقیقات میں دبستان المذاہب کی مدد لی گئی ہے۔ منتخب الباب خانی خاں
کچھ مضامین نقل ہوئے ہیں۔ اس بادشاہ کے امر کا حال تاثر الامرا سے زیادہ تر لکھا ہے۔ بہت کم ہی تاریخی
تاریخیں ہوئی جن کی ورق گردانی اس بادشاہ کے حال کے دریافت کرنے میں نہ کی گئی ہوگی۔ انجیری
تاریخوں میں جو کچھ اس کی نسبت لکھا گیا ہے اکثر اس کو نقل کیا ہے۔ اس بادشاہ کے حالات اور واقعات کو اکثر
لکڑے سن و تالیخ کی قید کے سبب نہیں کیا ہے۔ بلکہ ہر ایک واقعہ کا مسلسل بیان کیا ہے خواہ وہ کسی سلسلے
شروع اور کسی سلسلے میں ختم ہوا اکثر ہم نے سنہ ہجری کو اوپر اور سنہ جلوس کو نیچے لکھا ہے اور سنہ عیسوی کو اکثر
نہیں لکھا اس لئے ہم نے سنہ اتھی و سنہ ہجری و سنہ عیسوی کی فہرست نیچے لکھی ہے۔ جس سے ایک لمحہ کے
ایک لمحہ سے دوسرا سنہ معلوم ہو جائے گا۔

سال	سنہ ہجری	سنہ عیسوی
۱	۹۶۳ ربيع الاول	۱۵۵۵ اپریل ۱۱
۲	۹۶۴ رجب الاول	۱۵۵۶ مئی ۱۱
۳	۹۶۵ رجب الاول	۱۵۵۷ جون ۱۱
۴	۹۶۶ رجب الاول	۱۵۵۸ جولائی ۱۱
۵	۹۶۷ رجب الاول	۱۵۵۹ اگست ۱۱
۶	۹۶۸ رجب الاول	۱۵۶۰ ستمبر ۱۱
۷	۹۶۹ رجب الاول	۱۵۶۱ اکتوبر ۱۱
۸	۹۷۰ رجب الاول	۱۵۶۲ نومبر ۱۱
۹	۹۷۱ رجب الاول	۱۵۶۳ دسمبر ۱۱
۱۰	۹۷۲ رجب الاول	۱۵۶۴ جنوری ۱۲

سال الهی	سنه هجری	سنه عیسوی	سال الهی	سنه هجری	سنه عیسوی
۱۱	۱۸ شعبان ۹۶۳	۱۰۱۱ اپریل ۱۵۶۶	۱۲	۲۹ شعبان ۹۶۴	۱۰۱۲ اپریل ۱۵۶۷
۱۳	۱۱ رمضان ۹۶۵	۱۰۱۳ " " ۱۵۶۸	۱۴	۲۲ رمضان ۹۶۶	۱۰۱۴ " " ۱۵۶۹
۱۵	۲ شوال ۹۶۷	۱۰۱۵ " " ۱۵۷۰	۱۶	۱۴ شوال ۹۶۸	۱۰۱۶ " " ۱۵۷۱
۱۷	۱۴ شوال ۹۶۹	۱۰۱۷ " " ۱۵۷۲	۱۸	۶ ذیقعد ۹۷۰	۱۰۱۸ " " ۱۵۷۳
۱۹	۱۷ شوال ۹۷۱	۱۰۱۹ " " ۱۵۷۴	۲۰	۲۷ ذیقعد ۹۷۲	۱۰۲۰ " " ۱۵۷۵
۲۱	۵ رذی الحجه ۹۷۳	۱۰۲۱ " " ۱۵۷۶	۲۲	۲۰ رذی الحجه ۹۷۴	۱۰۲۲ " " ۱۵۷۷
۲۳	۲ محرم ۹۷۵	۱۰۲۳ " " ۱۵۷۸	۲۴	۱۳ محرم ۹۷۶	۱۰۲۴ " " ۱۵۷۹
۲۵	۲۴ محرم ۹۷۷	۱۰۲۵ " " ۱۵۸۰	۲۶	۵ صفر ۹۷۸	۱۰۲۶ " " ۱۵۸۱
۲۷	۱۵ صفر ۹۷۹	۱۰۲۷ " " ۱۵۸۲	۲۸	۲۸ صفر ۹۸۰	۱۰۲۸ " " ۱۵۸۳
۲۹	۸ ربیع الاول ۹۸۱	۱۰۲۹ " " ۱۵۸۴	۳۰	۹ ربیع الاول ۹۸۲	۱۰۳۰ " " ۱۵۸۵
۳۱	۲۹ " ۹۸۲	۱۰۳۱ " " ۱۵۸۶	۳۲	۱۱ ربیع الثانی ۹۸۳	۱۰۳۲ " " ۱۵۸۷
۳۳	۲۲ ربیع الثانی ۹۸۴	۱۰۳۳ " " ۱۵۸۸	۳۴	۴ جمادی الاول ۹۸۵	۱۰۳۴ " " ۱۵۸۹
۳۵	۴ جمادی الاول ۹۸۶	۱۰۳۵ " " ۱۵۹۰	۳۶	۲۴ " ۹۸۷	۱۰۳۶ " " ۱۵۹۱
۳۷	۵ جمادی الاخری ۹۸۷	۱۰۳۷ " " ۱۵۹۲	۳۸	۱۷ جمادی الاخری ۹۸۸	۱۰۳۸ " " ۱۵۹۳
۳۹	۲۸ رجب ۹۸۸	۱۰۳۹ " " ۱۵۹۴	۴۰	۹ رجب ۹۸۹	۱۰۴۰ " " ۱۵۹۵
۴۱	۲۰ رجب ۹۸۹	۱۰۴۱ " " ۱۵۹۶	۴۲	۲ شعبان ۹۹۰	۱۰۴۲ " " ۱۵۹۷
۴۳	۳ شعبان ۹۹۰	۱۰۴۳ " " ۱۵۹۸	۴۴	۲۳ " ۹۹۱	۱۰۴۴ " " ۱۵۹۹
۴۵	۴ رمضان ۹۹۱	۱۰۴۵ " " ۱۶۰۰	۴۶	۱۵ رمضان ۹۹۲	۱۰۴۶ " " ۱۶۰۱
۴۷	۲۶ " ۹۹۲	۱۰۴۷ " " ۱۶۰۲	۴۸	۶ شوال ۹۹۳	۱۰۴۸ " " ۱۶۰۳
۴۹	۱۷ شوال ۹۹۳	۱۰۴۹ " " ۱۶۰۴	۵۰	۲۸ " ۹۹۴	۱۰۵۰ " " ۱۶۰۵

فہرست مضامین اقبال نامہ اکبری

اکبر کی تخت نشینی کے وقت ہندوستان کی کیا حالت تھی صفحہ ۱۔ ملک کا حال ۱۔ رعایا کا حال ۳۔
 سپاہ کا حال ۳۔ بادشاہ۔ مشیر و وزیر۔ قوانین عدالت ۴۔

ذکر بادشاہی ابوالمظفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی ۶

تمہید ۶۔ اکبر کا پیدا ہونا اور اس کا بالک پن ۷۔ اکبر کا ختنہ ۱۰۔ اکبر کا کتب میں بٹھانا اور
 اس کا نپڑھنا اور کھیل کود میں مشغول رہنا ۱۱۔ اکبر کی تخت نشینی اور پیرام خاں کی وزارت ۱۲۔
 ہجری سنہ جلوس ۱۲۔ جلوس کے وقت ممالک محروسہ میں جو اعظم امرا منتظم تھے ۱۳۔ ابوالمعالی کا
 قید ہونا ۱۴۔ سنہ جلوس ۱۳۔ بادشاہ کا کابل سے بلگات کا بلانا۔ سکندر شاہ سور کو شکست
 دینا ۱۵۔ ہجری جلوس ۱۴۔ حاجی خاں کا نازول کا محاصرہ کرنا ۱۶۔ سنہ جلوس ۱۵۔ مرزا سلیمان کا
 کابل کو محاصرہ کرنا ۱۷۔ سنہ جلوس ۱۶۔ ہیملہ بقال ۱۷۔ پانی پت کی لڑائی ہیملہ سے ۱۸۔
 سنہ جلوس ۲۰۔ پانی پت کی لڑائی کا نتیجہ اعظم ۲۱۔ بادشاہ کا دہلی جانا اور امراء کو خطاب و
 سپاہ کو انعام دینا ۲۲۔ بیوات پر قبضہ ۲۵۔ ہیملہ کے اہل و عیال کی گرفتاری ۲۶۔
 ۲۷۔ بادشاہ کا دہلی سے پنجاب جانا ۲۸۔ سکندر سور کے فتنہ نازد کرنا اور اس کا تعاقب
 ۲۹۔ قلعہ مانکوٹ کا محاصرہ ۳۰۔ ننگرل کا مارا جانا ۳۱۔ قندھار کے معاملہ
 ۳۲۔ سنہ جلوس ۳۰۔ کابل سے مریم مکنی اور بلگات کا آنا ۳۱۔ سنہ جلوس ۳۱۔ منیل
 میں فتوحات ۳۲۔ تروخ کی فتح ۳۳۔ مرزا عبداللہ مغل کی دختر سے
 بادشاہ کا نکاح ۳۴۔

پیرام خاں کے ظلم و ستم۔ بادشاہ کے ساتھ بے لطفی ۳۳

مرزا تروخی بیگ کا قتل ۳۴۔ سنہ جلوس ۳۳۔ مصائب بیگ کا قتل ۳۵۔
 خواجہ جلال الدین مجذوب جو قتل ۳۵۔ ناصر الملک پیر محمد خاں کا قید ہونا ۳۶۔
 ۳۶۔ شیخ مرخان کے ساتھ پیرام خاں کی بدسلوکی ۳۷۔ ہاتھیوں کے بیٹے بادشاہ

۴
اور بیرام خاں کی بے لطفی ۳۹۔

بادشاہ اور بیرام خاں کی باہم ناراضی کا علانیہ اظہار و بادشاہ کی
خود مختاری کا اشتہار سے جلوس ۶۷ ۹۷ء

بادشاہ کا دہلی میں آنا ۹۷ء ۴۱۔ بادشاہ کا اپنے اختیارات کا اشتہار دینا ۹۷ء ۴۵
بیرام خاں کا بیدار ہونا اور اپنا چاچا کا رتلش کرنا ۹۷ء ۴۵۔ بادشاہ کا فرمان خانخانان
کے نام ۴۷۔ باہم انگہ ۴۸۔ دہلی سے بادشاہ کا بیرام خاں کے فتنے کے دفع کرنے کے لئے روانہ
ہونا ۹۷ء ۴۹۔ قصبہ جھجھ سے بادشاہ کا دہلی میں آنا اور لشکر کو بیرام خاں کی راہ روکنے
کے لئے بھیجا ۹۷ء ۵۰۔ بیرام کی کھلی بغاوت پنجاب میں آنا ۹۷ء ۵۱۔ فرمان بادشاہ
۹۷ء ۵۱۔ بیرام خاں سے لڑنے کے لئے خان اعظم شمس الدین محمد خاں اتلہ کا لشکر کے ساتھ
بھیجا ۹۷ء ۵۵۔ بادشاہ کی فتح اور بیرام خاں کی شکست ۹۷ء ۵۶۔ بادشاہ کا کوہ سک
میں جانا اور بیرام خاں کے کار کا تمام پانا ۹۷ء ۵۷۔ بیرام خاں کا بادشاہ پسر آنا
۹۷ء ۵۸۔ بادشاہ اور خانخانان کے معاملات میں مورخوں کے بیانیوں کے اختلافات ۹۷ء
بیرام خاں کی وفات جس نوع سے ابو الفضل نے لکھی ۹۷ء ۶۲۔

بیرام خاں اور شاہ کی رنجشوں کے درمیان جو واقعات

پیش آئے ۶۴۔

شاہم کے ساتھ عشق و عاشقی علی قلی خاں زمان ۶۴۔ شاہ قلی خاں محرم کا جوگی ہونا ۶۷
جلال خاں و مظفر خاں کی عشق بازی ۶۷۔ ہرت کاٹ میں ادہم خاں کا بھیجا۔
نوجوان بادشاہ کی شکلات اور اس کے اصول سلطنت ۶۸
سلطنت کی حالت بیرام خاں کے زمانہ تک ۶۹۔

جو ممالک کہ سلطنت سے نکل گئے تھے اُن کی فتح ۷۲۔

قلعہ گوالیار کی فتح ۹۶۶ھ ۷۲۔ اصول فتوحات اکبری۔ مالوہ کی فتح پر لشکر کشی
 ۹۶۸ھ ۷۲۔ پادشاہ کا مالوہ جانا ۹۶۸ھ ۷۴۔ عبداللہ خاں اوزبک کا مالوہ میں منتظم ہونا
 ۹۶۹ھ ۸۰۔ عبداللہ خاں کا باغی ہونا۔ بادشاہ کا مالوہ جانا راہ میں ہاتھیوں کا شکار کھیلنا
 ۹۷۱ھ ۸۰۔

ممالک شرقیہ کی فتوحات ۷۲۔

جوپور میں خان زماں کی فتح ۹۶۸ھ ۸۲۔ بادشاہ کا ممالک شرقیہ میں جانا خان زماں
 خاں کا قہمبوس ہونا ۹۶۸ھ ۸۳۔ قلعہ چارگڑھ کا ہاتھ آنا ۹۶۹ھ ۸۴۔ خان زماں خاں کا
 فتح پانا خان پٹی پر ۸۵۔

خان زماں علی قلی خاں کی بغاوت دور کرنے کے لئے بادشاہ
 کے لشکر کا یورش کرنا اور اس یورش میں سوانح کا پیش آنا
 ۹۷۲ھ ہجری ۸۶۔

اسکندر خاں اوزبک کے پاس اشرف خاں کا جانا ۸۶۔ باغیوں کی شورش ۹۷۲ھ ۸۷۔
 بادشاہ کا اسکندر خاں کو لکھنؤ سے بھگنا ۹۷۲ھ ۸۸۔ کڑھ مانک پور کی لڑائی ۹۷۲ھ ۸۹۔
 حاجی محمد خاں سیستانی کا سلیمان کرانی پاس بھیجا ۹۷۲ھ ۸۹۔ خان زماں کا اطاعت اختیار
 کرنا ۹۷۲ھ ۸۹۔ لشکر پادشاہی کا بہادر خاں سے شکست پانا ۹۷۲ھ ۹۱۔ علی قلی خاں پر بادشاہ
 کا ایثار ۹۷۳ھ ۹۲۔ جوپور کو بہادر خاں کا تاراج کرنا ۹۳۔ پادشاہ کا مہم پنجاب و کابل
 سے فارغ ہو کر باغیوں کی سزا کے لئے آگرہ آنا ۹۷۴ھ ۹۵۔ آگرہ سے جوپور بادشاہ کا جانا
 اوجیش پانا اور خان زماں اور بہادر خاں کا قتل ہونا ۹۷۴ھ ۹۶۔ اسکندر خاں کے سر پر
 سپاہ بسر کردگی محمد قلی برلاس بھیجی گئی تھی ۹۹۔ اسکندر کے سر پر چوپاہ بسر کردگی ختم قائم

برلاس بھیجی ۹۶۲ھ - ۱۰۰۔ خواجہ عبدالمجید خاں کا ولایت پنہ کا فتح کرنا ۹۶۱ھ - ۱۰۱۔ خواجہ
عبدالمجید آصف خاں کا ولایت، گڈھ کنگہ کا فتح کرنا ۹۶۱ھ - ۱۰۲۔ ممدی قاسم خاں کا ولایت
گڈھ میں مقرر ہونا ۱۰۸۔ ملک لکھرون پر بادشاہ کا فتح پانا ۹۶۹ھ - ۱۰۹۔ جنگ پروندہ کر بادشاہ
خود آپ لڑا ۹۶۹ھ - ۱۱۱۔

کل معاملات و مہمات کابل جو اس بادشاہ کے عہد سلطنت میں واقع ہوئے ۱۱۲

منعم خاں کا کابل میں تعین ہونا ۹۶۱ھ - ۱۱۲۔ کابل سے غنی خاں کا نکالا جانا ۹۶۱ھ - ۱۱۳۔
ابو الفتح اور فیصل بیگ کا قتل ہونا ۹۶۱ھ - ۱۱۵۔ منعم خاں کا کابل کی طرف جانا اور شکست
پانا ۹۶۱ھ - ۱۱۶۔ منعم خاں کا حال ۹۶۱ھ - ۱۱۷۔ ابوالمعالی ۹۶۱ھ - ۱۱۷۔ مرزا اشرف حسین کی
بغاوت اور ابوالمعالی کی بغاوت ۹۶۱ھ - ۱۱۸۔ ابوالمعالی کا کابل میں جانا اور سنا پانا
۹۶۱ھ - ۱۱۹۔ کابل سے مرزا محمد حکیم کا بھاگنا اور بادشاہ سے استمداد چاہنا ۱۲۱۔ مرزا سلیمان کا
پھر کابل آنا اور مرزا محمد حکیم کا بھاگنا ۹۶۳ھ - ۱۲۴۔ مرزا محمد حکیم کی سرکشی ۹۶۳ھ - ۱۲۶۔ بادشاہ
کا اس فساد مٹانے کے لئے پنجاب آنا ۱۲۷۔ مرزا سلیمان کا کابل سے بھاگنا اور مرزا محمد
کا پھر منہ حکومت پر بیٹھنا ۹۶۴ھ - ۱۲۷۔ مرزا محمد حکیم کا نورالدین و شادمان کا بھیجنا اور خود
پنجاب میں آنا ۹۶۵ھ - ۱۲۸۔ بادشاہ کا پنجاب جانا ۱۲۹۔ خواجہ شاہ منصور دیوان کی عمر کا
تمام ہونا ۱۳۰۔ مرزا محمد حکیم کا ناکام کابل جانا ۹۶۹ھ - ۱۳۲۔ بادشاہ کا سفر دیار سندھ کی
طرف ۱۳۲۔ بالٹا تھٹہ کی زیارت ۱۳۲۔ بادشاہ کا حکم مرزا کو سمجھانا اور شاہزادہ مراد کا
لشکر سمیت بھیجنا ۹۶۹ھ - ۱۳۴۔ بادشاہ کے لشکر کا مرتب ہونا اور مرزا پاس عیب اللہ کو بھیجنا
۹۸۹ھ - ۱۳۶۔ کابل کے سفر کے بابہ میں ارکان و دولت کی رائیں ۹۸۹ھ - ۱۳۶۔ قلعہ انک
بنارس کی تعمیر ۹۸۹ھ - ۱۳۹۔

کابل کے واقعات ۱۳۹-

بادشاہ کا ایلغار کر کے کابل جانا ۹۸۹ھ ۱۳۹- سلطان مرزا کا فتح پانا اور مرزا حکیم کا شکست پانا ۱۴۰- مرزا حکیم کا گناہ بخشا جانا ۹۹۰ھ ۱۴۰- مرزا محمد حکیم کی وفات ۹۹۳ھ ۱۴۵- مرزا کے بیٹوں کا بادشاہ پاس آنا ۹۹۳ھ ۱۴۶- ہندوستان و کابلستان کے تعلقات

واقعات متفرقہ جو ۹۶۹ھ سے ۹۷۵ھ یعنی چھ سال جلوسی میں واقع ہوئے ۱۴۷

شاہ ایران کا خط ۹۶۹ھ ۱۴۷- بادشاہ کا اجیر جانا ۹۶۹ھ ۱۴۸- مرزا شرف الدین حسین اور راجہ بہاری مل کے معاملات اور بادشاہ کا راجہ کی لڑکی سے بیاہ کرنا ۹۶۹ھ ۱۴۹- قلعہ میرٹھ کی فتح ۹۶۹ھ ۱۵۰- شمس الدین محمد خان زماں انگہ کا بادشاہ پاس آنا ۹۶۹ھ ۱۵۱- ادبم خاں کا انگہ خاں کو مارنا ۹۶۹ھ ۱۵۲- ادبم خاں کا مارا جانا اور ماہم انگہ کا مرنا ۹۶۹ھ ۱۵۲- منع خاں کا بھاگنا اور پکڑا جانا ۹۶۹ھ ۱۵۳-

بادشاہ کے تیر لگنا اور حالات ۱۵۴-

بادشاہ کے تیر لگنا ۹۷۴ھ ۱۵۴- خواجہ معظ کی بیوی کا قتل ہونا اور دیوانہ ہو کر مرنا ۹۷۵ھ ۱۵۵- تھانیر کے ننان میں کرا اور پوری کی لڑائی کا تماشا دیکھنا ۹۷۴ھ ۱۵۵- فتح خاں کی استمات کے لئے قلیچ خاں کا رہتاس بھیجا ۹۷۴ھ ۱۵۸- بادشاہ کا قلیچ خاں کا دیوانہ فتح خاں پاس بھیجا ۹۷۴ھ ۱۵۸- حد و سامانہ میں شیر محمد کی تاخت و تاراج ۹۷۴ھ ۱۵۹- تیورسی مرزاؤں کا فساد ۹۷۴ھ ۱۶۰- نگر چین بسانا و بنانا ۹۷۴ھ ۱۶۲- قلعہ اگرہ کا بنیاد رکھنا ۱۶۳- بادشاہ کی خدمت میں غیر ملکوں سے سب طرح آدمیوں کا آنا ۱۶۳- امرار کی بنادیں ۹۷۴ھ ۱۶۴-

برگنہ ملکوں پر شہنشاہ اکبر کے متوجہ ہونے کا بیان ۱۶۴-

قلعہ حیدر کے معاملات ۱۶۵

قلعہ حیدر کے فتح کرنے کے لئے بادشاہ کا بانی ۱۶۰۰ء - چنور کا محاصرہ ۱۶۰۰ء - قلعہ حیدر کا بیان ۱۶۰۱ء - بند و قچوں کا قلعہ سے نکلنا ۱۶۰۵ء - بادشاہ کا پیادہ پابگیر جانا ۱۶۰۵ء - قلعہ حیدر کی فتح ۱۶۰۶ء - قلعہ کالجہ کی فتح ۱۶۰۷ء - قلعہ حیدر اور محمد سلطان کے فرزندوں کی بغاوت ۱۶۰۸ء

بادشاہ کا سفر دیار گجرات کی تسخیر کے لئے ۱۶۰۹ء - ستر وہی کے راجہ کا میطع ہونا ۱۶۱۰ء - بادشاہ کا کھنیت میں جانا اور دریائے شور کی سیر کرنا ۱۶۱۳ء - مرزاؤں سے بادشاہ کی لڑائی ۱۶۱۴ء - ابراہیم مرزا پر بادشاہ کا ایلغار کرنا اور لڑنا اور اس کو شکست دینا ۱۶۱۵ء - سورت کی فتح ۱۶۱۶ء - قلعہ سورت ۱۶۱۸ء - بادشاہ پاس گوڑا پر تلگیزوں کا آنا ۱۶۱۸ء - مرزاؤں کا حال ۱۶۱۹ء - پٹن کی فتح ۱۶۱۹ء - بھرجی حاکم بکلا نے بادشاہ کی اطاعت کرنا ۱۶۲۰ء - شرف الدین حسین مرزا کا بادشاہ پاس آنا ۱۶۲۱ء - بادشاہ کا تھورانہ کام سے زخمی ہونا ۱۶۲۱ء - جھار خاں حبشی کا مارا جانا ۱۶۲۲ء - بادشاہ کا احمد آباد میں آنا اور وہاں سے آگرہ روانہ ہونا ۱۶۲۲ء

ابراہیم حسین مرزا کا گرفتار ہونا ۱۶۲۳ء

ابراہیم حسین مرزا کا گرفتار ہونا ۱۶۲۳ء - نگر کوٹ کا فتح ہونا اور راجہ بیہر کا نوکر ہونا ۱۶۲۵ء - بادشاہ کا دوبارہ گجرات جانا اور فتح و نصرت کے ساتھ مراجعت کرنا ۱۶۲۹ء - بادشاہ کی خوش اخلاقی ۲۰۱ - بادشاہ کا خود احمد آباد میں آنا اور تحریہ مرزا پر فتح پانا ۲۰۲ - بادشاہ کا گجرات سے دارالخلافہ کو آنا ۲۰۳ - سیماں حاکم بنگالہ کا شہنشاہ اکبر کا خطبہ پڑھنا ۲۱۰ - سیماں کا مرنا اور بنگالہ میں بادشاہ کا فساد پانا ۲۱۲ - گورکھپور کے معاملات ۲۱۳ - لودی اور دادو اور خانخاں و گورکھپور کے معاملات ۲۱۴ - لودی کا مارا جانا ۲۱۶ - بادشاہ کا دارالخلافہ

کشتیوں میں سوار ہو کر مٹھہ حاجی پور جانا ۹۸۲ھ ۲۱۹- عیسیٰ خاں نیازی کی شکست ۹۸۲ھ ۳۴۲
 حاجی پور پر لشکر کشی ۲۲۲- داؤد کی صلح کے پیغام ۹۸۲ھ ۲۲۳- حاجی پور کی فتح ۹۸۲ھ ۲۲۳
 قلعہ مٹھہ کا بے جنگ ہاتھ آنا ۲۲۴- سپاہ جو بنگالہ کو روانہ ہوئی اُس کی فستوحات
 ۹۸۲ھ ۲۲۵- داؤد کا شکست پانا ۹۸۲ھ ۲۲۶- منعم خاں اور داؤد کی ملاقات
 ۹۸۲ھ ۲۳۲- گھوڑا گھاٹ کی شورش ۹۸۲ھ ۲۳۴- صوبہ بہار کی سوانح اور مظفر خاں
 کی کارافروانی پادشاہ کی یورش ۹۸۳ھ ۲۳۴- افغان اور مظفر خاں کی لڑائیاں ۹۸۲ھ ۲۳۵
 ولایت نگرہ پر تصرف ۹۸۲ھ ۲۴۰- منعم خاں کا مرنا اور خان جہاں کا اپنی جگہ مقتدر ہونا
 اور داؤد کا فتنہ برپا کرنا ۹۸۲ھ ۲۴۰- بہار کی سپاہ کا بنگالہ میں جانا ۹۸۲ھ ۲۴۳
 داؤد کے ساتھ لڑائیاں اور اس کا مارا جانا ۹۸۲ھ ۲۴۴- شہباز خاں اور راجہ گجپتی
 ۹۸۴ھ ۲۴۶- قلعہ شیرگڑھ و رہتاس کا فتح ہونا ۹۸۴ھ ۲۴۸- خان جہاں کی لشکر کشی
 سات گاؤں پر اور اُس کی عوضداشت ۹۸۴ھ ۲۴۹- خان جہاں کا مرنا اور اُس کی جگہ
 مظفر خاں کا مقرر ہونا ۹۸۶ء ۹۸۷ء ۲۴۹، ۲۵۰

امراء بہار و بنگالہ کی سرتابی اور اُن کی منزل کے واسطے
 سپاہ کی روانگی ۲۵۱

تمیہ ۲۵۱- امراء بہار کی سرکشی ۹۸۶ھ ۲۵۲- امراء بنگالہ کی سرتابی ۹۸۸ھ ۲۵۵
 بہار و بنگال کے سرکشوں کا بیان ۹۸۸ھ ۲۶۰- مظفر خاں کا مارا جانا ۹۸۸ھ ۲۶۲- بہار
 کے سرکشوں کا حال ۹۸۸ھ ۲۶۵- سرکشان بنگالہ ۹۸۸ھ ۲۶۶- جو پور کا فساد ۹۸۸ھ ۲۶۶
 لشکر شرتی کو مخالفوں کا نوارہ ہاتھ لگنا ۹۸۸ھ ۲۶۸- شاہ منصور دیواں کا معزز ہونا
 ۹۸۸ھ ۲۶۹- سرکشوں اور بادشاہ کے لشکر کی لڑائی ۹۸۸ھ ۲۷۰- بنگالہ کا حال ۹۸۸ھ ۲۷۰
 معصوم خاں کا بی بی کبشخون مارنا ۹۸۸ھ ۲۷۱- خان اعظم کے لشکر کا شاہی لشکر سے ملنا

۹۸۸ھ ۲۴۲- سعادت علی خاں کا مارا جانا ۹۸۸ھ ۲۰۲- صوبہ بہار کا انتظام و امراء
 شاہی میں بابھی رنجش ۹۸۸ھ ۲۴۳- شرف الدین حسین کا مرنا ۹۸۸ھ ۲۴۴- نیابت خاں کا
 سزا پانا ۹۸۸ھ ۲۴۴- معصوم خاں فرخودی کی بغاوت ۲۴۵- بہادر بک کی کا مارا جانا
 ۹۸۸ھ ۲۴۵- معصوم خاں فرخودی پر شہباز خاں کا دوبارہ فتح پانا ۹۸۹ھ ۲۴۶-
 قیا خاں کا مارا جانا ۹۸۹ھ ۲۴۹- عرب بہادر کی شکست ۹۸۹ھ ۲۴۹- معصوم خاں
 فرخودی کی تقصیرات کی معافی ۹۸۹ھ ۲۸۰- بہادر کا مارا جانا ۹۸۹ھ ۲۸۰- شہباز خاں
 کا سزا پانا ۹۸۹ھ ۲۸۱- معصوم خاں فرخودی کا والد ارگاہ میں آنا ۹۸۹ھ ۲۸۱- جشن
 نوروزی ۹۸۹ھ ۲۸۲- خان اعظم مرزا کو کہ کو بنگالہ کی کشاکش کے لئے بھیجا ۹۸۹ھ ۲۸۳
 نور محمد کا مارا جانا ۹۸۹ھ ۲۸۴- بنگالہ کا تیسری دفعہ فتح ہونا ۹۸۹ھ ۲۰۵- شہباز خاں کو
 بنگالہ بھیجا ۹۸۹ھ ۲۸۸- وزیر خاں کا فتح اور قتل لے لوہانی کا شکست پانا ۹۸۹ھ ۲۸۸
 عرب بہادر کا شکست پانا ۹۸۹ھ ۲۸۹- شہباز خاں کا فتح پانا اور معصوم خاں کا بلی کا
 آورہ ہونا ۹۸۹ھ ۲۹۰- شہباز خاں کا جدا ہونا اور جباری کی شورش ۹۸۹ھ ۲۹۱- خرز
 قاتل اور بنگالہ کے آدمیوں کا پادشاہ پاس آنا ۹۸۹ھ ۲۹۲- ملک بہار کا حال اور
 ترسون خاں کا مارا جانا ۹۸۹ھ ۲۹۳- قتل کرانی کا مطیع ہونا ۹۸۹ھ ۲۹۵- شہباز خاں کا
 ملک بھائی سے ناکام پھرنا اور اس کا چارہ گری کرنا ۹۸۹ھ ۲۹۵- معصوم خاں کا بلی کا
 شکست پانا ۹۸۹ھ ۲۹۸- دستم قاتل کا ہزیمت پانا ۹۸۹ھ ۲۹۹- بادشاہی لشکر کی
 تفریق دو گروہوں میں ہونا ۹۸۹ھ ۲۹۹- معصوم خاں کا بلی کا ذلیل ہونا ۹۸۹ھ ۳۰۰-
 ترخان دیوانہ و طاہر ترکش کا سزا پانا ۹۸۹ھ ۳۰۰- صادق خاں کا بنگالہ میں مقرر ہونا
 ۹۸۹ھ ۳۰۱- عیسیٰ زیندار کا فرمان پزیر ہونا ۹۸۹ھ ۳۰۱- امراء کرانی کی شورش کا
 فرو ہونا ۹۸۹ھ ۳۰۲- دستم قاتل کا مارا جانا ۹۸۹ھ ۳۰۳- صوبہ بنگالہ کا امن و امان
 ۹۸۹ھ ۳۰۴- ملک کو کہہ ۹۸۹ھ ۳۰۴- صوبہ بہار میں راجہ ماننگہ کا انتظام ۹۸۹ھ ۳۰۴

صوبہ بہار میں راجہ مان سنگھ کا انتظام ۹۹۸ھ - ۳۰۵ - اڑیسے صلح کر کے بادشاہ کی
 سپاہ کا واپس آنا ۹۹۸ھ - ۳۰۵ - سرتابان مشرقی کا مطیع ہونا ۹۹۸ھ - ۳۰۸ - افغانوں
 کا بے راہ ہونا ۹۹۸ھ - ۳۰۸ - لچھی نرائن کی فرماں پویری ۹۹۸ھ - ۳۰۹ - پات کنور کا
 شکست پانا اور درجن سنگھ کا مارا جانا ۹۹۸ھ - ۳۱۰ - جیسی زمیندار کا مارا جانا ۹۹۸ھ - ۳۱۱
 بنگالہ کے فقہ اندازوں کا سزا پانا ۹۹۸ھ - ۳۱۱ - بنگالہ کی خوشخبریاں ۹۹۸ھ - ۳۱۱ - بنگالہ
 میں ایک فتح ۹۹۸ھ - ۳۱۳ - ان سب لڑائیوں کا انجام اور نتیجہ ۳۱۳ -

مہمات و معاملات گجرات ۳۱۴

منظفر حسین مرزا کی شورش افزائی ۹۹۸ھ - ۳۱۴ - وزیر خاں اور راجہ توڈل کی
 شمشیر سے منظفر حسین کا شکست پانا ۹۹۸ھ - ۳۱۴ - دو بان مرزا حسین کا شورش مچانا اور
 ناکام رہنا ۹۹۸ھ - ۳۱۶ - منظفر حسین مرزا کا گرفتار ہونا ۹۹۸ھ - ۳۱۶ - اعتماد خاں
 گجراتی کا اعتبار بڑھانا ۹۹۸ھ - ۳۱۸ - مرزا خان کا سورت سے ناکام پھرنا ۳۱۸ - شورش
 گجرات ۹۹۸ھ - ۳۱۸ - شیر خاں فولادی کا ہزیمت پانا ۹۹۸ھ - ۳۲۳ - قطب الدین خاں
 کا مارا جانا اور قلعہ بروج دشمنوں کے ہاتھ آنا ۹۹۸ھ - ۳۲۵ - سلطان منظفر گجراتی کا شکست
 پانا ۹۹۸ھ - ۳۲۶ - منظفر خاں گجراتی کا دوبارہ شکست پانا ۹۹۸ھ - ۳۲۸ - سید دولت کی
 آبرو کا جانا ۹۹۸ھ - ۳۳۰ - سلطان منظفر پر لشکر کشی کا نتیجہ ۹۹۸ھ - ۳۳۰ - قلعہ بروج کی
 فتح ۹۹۸ھ - ۳۳۱ - سلطان منظفر کی بے آبروئی تیسری دفعہ ۹۹۸ھ - ۳۳۱ - سلطان منظفر
 گجراتی کی شورش کا اٹھنا ۹۹۸ھ - ۳۳۲ - سلطان منظفر گجراتی کی حیلہ کاری و تباہ ہونا
 ۹۹۸ھ - ۳۳۵ - کچھ کی شورش ۹۹۸ھ - ۳۳۶ - خان اعظم مرزا کو کہ کا فتح پانا اور منظفر
 گجراتی کا بے آبرو ہونا ۹۹۸ھ - ۳۳۷ - جوئے گڈہ میں امرا کا جانا ۹۹۸ھ - ۳۳۹ - جوئے گڈہ
 و سونمات کی فتح اور ولایت سورت پر غالب ہونا ۹۹۸ھ - ۳۴۰ - منظفر گجراتی کا گرفتار

کشمیر میں آنا ۹۹۳ھ - ۴۳۲ھ - بادشاہ کے اغدوق کا آنا ۴۳۳ھ - بادشاہ کی فراست کے
 لطفے ۴۳۳ھ - بادشاہ کا مہراج میں کشتی میں جانا ۹۹۴ھ - ۴۳۴ھ - بادشاہ پاس یعقوب کے
 بھائی کا آنا ۹۹۵ھ - ۴۳۵ھ - بادشاہ کا کابل کی طرف جانا اور یعقوب کشمیری کا بادشاہ
 پاس آنا ۹۹۶ھ - بار برداری کشمیر و سفر ۹۹۷ھ - ۴۳۵ھ - کشمیر کے کچ گرا سرکشوں کا سزا پانا
 یعقوب کا گرفتار ہونا ۹۹۹ھ - ۴۳۶ھ - بادشاہ کا دوسری دفعہ کشمیر کا جانا ۱۰۰۰ھ - ۴۳۷ھ -
 شورش کشمیر ۱۰۰۱ھ - ۴۳۷ھ - قاضی علی کا مارا جانا اور حین بیگ کا بچ جانا ۱۰۰۲ھ - ۴۳۸ھ - کشمیر
 کی شورش کا مٹنا ۱۰۰۳ھ - ۴۳۹ھ - یادگار کل کا سر آنا ۱۰۰۴ھ - ۴۴۰ھ - فتوحات شاہی ۱۰۰۵ھ - ۴۴۱ھ -
 بادشاہ کا سری نگر آنا ۱۰۰۶ھ - ۴۴۲ھ - زعفران زار کی سیر و دیوالی ۱۰۰۷ھ - ۴۴۳ھ - بادشاہ کی بازگشت
 ہندوستان کو ۱۰۰۸ھ - ۴۴۴ھ

کشمیر کی سیر کو بادشاہ کا تیسری دفعہ جانا ۱۰۰۹ھ - ۴۴۵ھ -
 جیل کی شورش ۱۰۱۰ھ - ۴۴۶ھ - سری نگر کے پاس ایک شہر کا آباد کرنا ۱۰۱۱ھ - ۴۴۷ھ - انتظام کشمیر
 قحط ۱۰۱۲ھ - ۴۴۸ھ - بادشاہ کا سفر ۱۰۱۳ھ - ۴۴۹ھ - روشنی ۱۰۱۴ھ - ۴۵۰ھ - موجودہ جو کی سرکشاں ۱۰۱۵ھ - ۴۵۱ھ -
 کشمیر کی شورش کا مٹنا ۱۰۱۶ھ - ۴۵۲ھ - مرزبان کشمیر کی سزا پانا ۱۰۱۷ھ - ۴۵۳ھ -
 معاملات ثبت ۴۵۰ھ -

حاکم تبت کی بیٹی سے سلیم کا نکاح ہونا ۱۰۱۸ھ - ۴۵۴ھ - تبت میں المچوں کا بھیجا ۱۰۱۹ھ - ۴۵۵ھ -
 علی زاد کی شورش کا ہونا ۱۰۲۰ھ - ۴۵۶ھ - جمع کشمیر و زعفران کا حصول ۱۰۲۱ھ - ۴۵۷ھ -
 بھکر اور ملک سندھ کے معاملات ۴۵۲ھ -
 ٹھٹھ کے ارغونیوں کا شکست پانا ۱۰۲۲ھ - ۴۵۸ھ - آمر کوٹ کی فتح ۱۰۲۳ھ - ۴۵۹ھ -
 رائے رائے سنگھ کا ٹھٹھ بھیجا ۱۰۲۴ھ - ۴۶۰ھ - مرزا جانی بیگ کا شکست پانا ۱۰۲۵ھ - ۴۶۱ھ -
 مرزا جانی بیگ کا صلح کرنا اور سیوستان کا سپرد کرنا ۱۰۲۶ھ - ۴۶۲ھ - مرزا جانی بیگ کا اور خان
 خاناں کا بادشاہ کی خدمت میں آنا ۱۰۲۷ھ - ۴۶۳ھ - مرزا جانی بیگ کے خاندان کا بیان خطاب و

ترخان کا بیان ۴۶۳۔ مرزا جانی بیگ کا مرنا ۴۶۳۔ قلعہ باندھو کی فتح ۴۶۳۔

قندھار کے معاملات ۴۶۵۔

قندھار کی فتح کے لئے لشکر کا بھیجا ۴۶۵۔ رستم مرزا کا بادشاہ پاس آنا ۴۶۶۔ مظفر حسین مرزا کی معذرت ۴۶۸۔ اور شاہ بیگ کا قبضہ قندھار پر اور داور اور ملک گرم سیر کی فتح ۴۶۸۔ قلعہ سیوی کی فتح ۴۶۹۔ بلوچستان کی تبنیہ ۴۷۰۔ آلوں کا کرکا سزا پانا ۴۷۰۔

معاملات و مہمات دکن ۴۷۱۔

راجہ کجلی کا ایچی آنا ۴۷۱۔ میر محسن رضوی مشدی کا برسم رسالت دکن جانا اور آنا ۴۷۱۔ وکیل بجپور ۴۷۲۔ وکیل گلگڑ ۴۷۲۔ برہان الملک کا بادشاہ پاس آنا ۴۷۲۔ بادشاہ کا دکن میں سپاہ بھیجا ۴۷۴۔ لشکر کی تخت برار پر اور اور سرگزشت ۴۷۴۔ برہان الملک کا فتح دکن کے لئے بادشاہ کا بھیجا ۴۷۴۔ برہان الملک کا دکن میں جانا اور ناکام پھر آنا ۴۷۸۔ برہان الملک دکن پر چہرہ دست ہونا ۴۷۸۔ بادشاہ کا شاہان دکن پاس ایچیوں کا بھیجا ۴۸۰۔ بادشاہ کا دکن کی فتح کے ارادہ سے سلطان مراد کا مالوہ بھیجا ۴۸۲۔ برہان الملک اور اس کے جانشینوں کی سرگزشت ۴۸۳۔ سلطان دانیال کا برہان الملک کی مالش کے واسطے دکن کو جانا ۴۸۴۔ راجہ علی خاں کا بادشاہ کے لشکر سے ملنا ۴۸۵۔ پادشاہی سپاہ کا دکن آنا اور قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کرنا ۴۸۵۔ سپاہ دکن کی چہرہ دکن ۴۸۸۔ صادق خاں کا فتح پانا ۴۸۹۔ پادشاہی سپاہ کا فتح اور دکنیوں کا شکست پانا ۴۸۹۔ قلعہ کاویل کی فتح ۴۹۱۔ بادشاہ کا احمد نگر کی فتح کے لئے چلنا ۴۹۱۔ برار کے قلعوں کی فتح ۴۹۱۔ ابو الفضل کا دکن جانا ۴۹۲۔ قلعہ کھیر ونا سک کی فتح و ابو الفضل ۴۹۲۔ شاہزادہ مراد کا مرنا ۴۹۳۔ سپاہ

دکن کا انتظام پاناسٹنہ ۴۹۳- شاہزادہ دانیال کا دارائی دکن کے لئے مقرر ہونا ۴۹۴
 و ابو الفضل ۴۹۴- بیر کا فتح ہونا ۴۹۵- خزانہ کا گجرات سے آنا ۴۹۸- پادشاہ کا مالوہ
 دکن کے ارادہ سے آنا ۴۹۸- پادشاہ کا آسیر کی فتح کے لئے جانا ۴۹۹- ابو الفضل کا
 بادشاہ کی خدمت میں جانا ۵۰۱- ناسک کا فتح ہونا ۵۰۳- شاہزادہ دانیال کی
 بیودہ حرکات ۵۰۳- قلعہ احمد نگر کی فتح ۵۰۴- مائی گدھ کی فتح ۵۰۶- پادشاہ
 پاس بہادر خاں کا آنا ۵۰۷- قلعہ آسیر کا فتح ہونا ۵۰۷- والیان دکن پاس
 بادشاہ کا ایچیوں کو بھیجا ۵۰۹- دکن میں فتنہ کا اٹھنا ۵۰۹- مرزا دانیال کا
 بادشاہ پاس آنا ۵۱۰- علی پسرولی خاں کا فساد اٹھنا ۵۱۰- پسر شاہ علی کے علاج
 کے لئے ابو الفضل کا روانہ ہونا ۵۱۰- بادشاہ کی بازگشت دارالخلافہ آگرہ کی طرف
 ۵۱۱- تلنگانہ کے معاملات و شیخ عبدالرحمن کا فتح پانا ۵۱۲- علی پسر شاہ علی کی
 لایہ گری ۵۱۴- راجو کی شورش ۵۱۵- دکنوزمیندار کے بیٹوں کا گرفتار ہونا
 ۵۱۵- آگرہ میں بادشاہ کا آنا ۵۱۶- ابو الفضل اور راجو کی لڑائیاں ۵۱۶
 شورش تلنگانہ کی سوانح ۵۱۷- راجو کی شکست ۵۱۷- راجو وغیرہ کے معاملات
 ۵۱۸- قرباد خاں کا شیخون مارنا اور ناکام پھرنا ۵۱۹- قلعہ انبہ چوکا کی فتح
 و علی پسر شاہ علی کے معاملات ۵۱۹- سپاہ کی بازگشت صلح کے ساتھ ۵۲۰- شاہزادہ
 دانیال کی عرصہ اشتیاق ۵۲۱- غنیمت جو کی شکست اور ایرج پسر خانناں کی فتح ۵۲۱
 ابو الفضل کا مارا جانا ۵۲۳- شاہزادہ دانیال کی شادی عادل خاں بجا پوری کی بیٹی
 سے اور شاہزادہ کامرنا ۵۲۶- خاتمہ مہمات دکن ۵۲۷

شمال مشرقی افغانوں کے ساتھ لڑائیاں ۵۲۷-

افغانوں کے ساتھ لڑائی ۵۳۴- کنوزمان سنگھ کی فتح ۵۳۴- ان قوموں کا

اور ان کے ملک کا حال جو الفسٹن صاحب نے لکھا ہے۔ ۵۳۵۔ ابو الفضل کا بیان ۵۳۷ سپاہ یوسف زئی
 سے لڑنے کے لئے اور سواد اور پچور کی فتح کرنے کے لئے روانہ ہونا ۹۹۲ھ۔ ۵۳۸۔ سواد
 کو بیربر کا جانا ۹۹۲ھ۔ ۵۳۹۔ حکیم ابو الفتح کا جانا۔ ۵۳۹۔ زین خان کا شکست پانا ۹۹۲ھ۔
 ۵۴۰۔ یوسف زئی سے بادشاہ کی لڑائیاں اور معاملات ۹۹۲ھ۔ ۵۴۲۔ کنورمان سنگھ کا
 زابلستان بھیجنا ۹۹۲ھ۔ ۵۴۵۔ توران کے ایچی کا باریاب ہونا ۹۹۲ھ۔ ۵۴۶۔ بادشاہ کی
 مراجعت دار الخلافت فتح پور میں ۹۹۲ھ۔ ۵۴۶۔ اوس یوسف زئی کی دشواریاں ۹۹۲ھ۔ ۵۴۷۔
 ایچی توران کا واپس بھیجنا۔ ۹۹۲ھ۔ ۵۴۷۔ زین خان کو کلتاش کا روشنائی افغانوں کی لش
 کے لئے جانا اور ان کا سزا پانا ۹۹۲ھ۔ ۵۴۷۔ اوس غوریہ۔ ۵۵۰۔ مطلب خاں کی سمرکندگی میں
 سپاہ کا روانہ ہونا اور جلالہ کا شکست پانا ۹۹۵ھ۔ ۵۵۰۔ تجور و سواد کی فتح کے لئے زین خان
 کو کہ کا بھیجنا۔ ۹۹۶ھ۔ ۵۵۱۔ روشنائیوں کا آوارہ ہونا۔ ۵۵۲۔ سواد کا فتح ہونا ۹۹۶ھ۔ ۵۵۲۔
 کالو خاں کا سزا پانا ۹۹۷ھ کی ۵۵۳۔ بادشاہ کا زابلستان میں جانا ۹۹۷ھ۔ ۵۵۳۔ بنیر کی فتح
 ۹۹۸ھ۔ ۵۵۳۔ زین خان کو کلتاش کا درگاہ والا میں آنا ۹۹۵ھ۔ ۵۵۳۔ قاسم خاں کا
 روشنائی افغانوں سے لڑنے کے لئے مقرر ہونا ۹۹۵ھ۔ ۵۵۵۔ زین خان کی فتوحات
 ۹۹۵ھ۔ ۵۵۵۔ کشان کا فتح ہونا۔ ۹۹۵ھ۔ ۵۵۶۔ بادشاہی لشکر کا تیرہ میں آنا ۹۹۵ھ۔
 ۵۵۸۔ جلالہ روشنائی کا مرنا ۹۹۵ھ۔ ۵۵۹۔ الفسٹن صاحب کا بیان ان مصائب کی
 نصف۔ ۵۵۹۔

معاملات بدخشان و توران و خراسان ۵۶۰

عبد اللہ خاں والی توران کا حال: ۵۶۱

بعض حوادث بدخشان

خاتم کا آنا اور خرم بیگم اور اس کے درمیان نفاق ہونا ۹۹۸ھ۔ ۵۶۳۔ بدخشان کا

سلسلہ انتظام ٹوٹنا ۹۸۳ھ - ۵۶۳ - بدخشاں کی اور پریشانیوں ۹۸۳ھ - ۵۶۵ - مرزا شاہ رخ کو
 قتلہ اندوزوں کا دستہ پز شورش بنانا ۹۸۳ھ - ۵۶۵ - بادشاہ پاس مرزا شاہ رخ کے ایچیوں
 کا آنا ۹۸۵ھ - ۵۶۷ - بدخشاں کی شورش اور مرزا محمد حکیم کی پوزش ۹۹۲ھ - ۵۶۹ - سلیمان مرزا و
 شاہ رخ مرزا کی ملاقات کا ہونا ۹۹۳ھ - ۵۷۰ - مرزا شاہ رخ کا بادشاہ پاس آنا ۹۹۳ھ - ۵۷۲
 شہنشاہ اکبر پاس مرزا سلیمان کا آنا ۹۹۵ھ - ۵۷۲ - مرزا سلیمان کا مرزا ۹۹۷ھ - اور بدخشاں کے
 فسادوں کے نتائج - ۵۷۷ - زابلستان کی راہ کا امن و امان ۹۹۷ھ - ۵۷۷ - محمد زمان کی نیایش
 گری کرنی ۹۹۸ھ - ۵۷۸ - محمد زمان کا عبدالمومن سپر عبد اللہ خاں فرماں روا سے توران پر غالب
 ہونا ۹۹۸ھ - ۵۷۹ - ایچی توران کا آنا ۹۹۹ھ - ۵۷۹ - قاسم خاں اور محمد زمان کا مارا جانا
 ۱۰۰۰ھ - ۵۷۹ - بدخشاں میں شہنشاہ کا خطبہ پڑھا جانا ۱۰۰۰ھ - ۵۸۱

معاملات توران ۵۸۱

عبد اللہ خاں والی توران کا مرزا اور اس کے بیٹے عبدالمومن کا جانشین ہونا ۱۰۰۰ھ - ۵۸۱
 بادشاہ کا ارادہ توران کی فتح کا و عبدالمومن ۱۰۰۰ھ - ۵۸۲ عبدالمومن فرمان فرما سے توران کا
 ایچی آنا ۱۰۰۰ھ - ۵۸۳ -

شہنشاہ اکبر اور عبد اللہ خاں والی توران کے درمیان مرسلت

اور سفیروں کا آنا جانا ۵۸۳

۵۸۳
 بادشاہ توران کا ایچی بھیجنا ۱۰۰۰ھ - ۵۸۳ - بادشاہ کے ناہے والی توران کے نام
 دوسرا مکتوب بنام فرماں روا سے توران - ۵۸۸ - شہنشاہ ایران کے ساتھ مرسلت - ۵۹۱

شاہزادہ سلیم کی پیدائش اور اس کی ناہنجاریاں

شاہزادہ سلیم کی ناہنجاریاں ۵۹۳۔ شاہزادہ کا اٹاواہ میں آنا جانا ۵۹۶۔ باپ بیٹوں کا ملاپ ۱۰۰۲ھ۔ ۵۹۸۔ شہزادہ کا ہم رانا کے لئے حکم ہونا اور اس کا عذر قبول ہونا ۱۰۰۲ھ۔ ۵۹۹۔ شاہزادہ کی بد چلنیاں اور بادشاہ کا قصد الہ آباد جانے کا ۱۰۱۳ھ۔ ۶۰۰۔ بادشاہ کا الہ آباد روانہ ہونا اور مریم مکانی کا انتقال۔ شاہزادہ سلیم کا بادشاہ پاس آنا۔ ۶۰۲۔ ہاتھیوں کی لڑائی ۱۰۱۳ھ۔ ۶۰۳۔ بادشاہ کا بیمار ہونا ۶۰۴۔ جانشینی کے واسطے سازشوں کا ہونا اور موت ہونا۔ ۱۰۱۳ھ۔ ۶۰۴۔ بادشاہ کی وفات ۱۰۱۴ھ۔ ۶۰۵

انتظام سلطنت اکبری ۶۰۶

دفتر اول منزل آبادی ۶۱۳

- (۱) آئین منزل آبادی ۶۱۳ (۲) آئین خزانہ آبادی۔ ۶۱۵ (۳) آئین جواہر ۶۱۶
- (۴) آئین دارالضرب (محکمات) ۶۲۱ (۵) سونے کے صاف کرنے کا آئین ۶۲۱ (۱۰) آئین نقد و شاہی ۶۲۱ (۱۱) سونے کے سکے ۶۲۱
- (۱۲) چاندی کے سکے (۱۱) آئین درم و دینار ۶۲۸ (۱۵) آئین شہستان اقبال ۶۳۱
- (۱۶) آئین منزل یورشون (سفر) میں ۶۳۲ (۱۷) آئین شکر کے ادا کرنے کا ۶۳۲
- (۱۸) آئین چراغ افروزی ۶۳۵ (۱۹) آئین شکوہ سلطنت۔ ۶۳۷ (۲۰) آئین بادشاہ کی شاہی نگین ۶۳۹ (۲۱) فراش خانہ ۶۳۹ (۲۲) آئین آبدار خانہ ۶۴۱ (۲۳) آئین مطبع ۶۴۲ (۲۴) آئین مصالح ۶۴۴ (۲۵) آئین نمان ۶۴۴ (۲۶) آئین صوفیانہ ۶۴۴
- (۲۷) آئین اجناس ۶۴۴ (۲۸) آئین میوہ خانہ۔ ۶۴۴ (۲۹) آئین چیدائش طعم (مذہب) ۶۴۵

(۳۰) آئین خوشبو خانہ ۶۴۵ (۳۱) کرکرات و توشک خانہ ۶۴۵ (۳۲) آئین شال ۶۴۶
 (۳۳) آئین رنگوں کا و رنگوں کی پیدائش ۶۴۶ (۳۴) آئین تصویر خانہ ۶۴۷ خط ۶۴۷
 کتاب خانہ ۶۴۹ ترجمہ کتب ۶۴۹ - تھریں ہید ۶۵۱ - مہا بھارت ۶۴۷ راتائن ۶۵۳
 تاریخ کشمیر ۶۵۳ جامع رشیدی ۶۵۳ - تاریخ الفی ۶۵۴ نلدمن ۶۵۴ - سنگاس تپتی ۶۵۴
 لکڑ طر صاحب کا بیان ۶۵۵ - شبیہ کشتی ۶۵۵ (۳۵) آئین قور خانہ ۶۵۷ (۳۶) آئین توپ ۶۵۸
 (۳۷) آئین بندوق ۶۵۸ (۳۹) آئین برغو کرنے کا یعنی بندوقوں کے صاف کرنے کا - ۶۵۹ -
 (۴۰) بندوقوں کے درجے مقرر ہونے کا ۶۵۹ - (۴۱) ماہوارہ بندوقچی ۶۵۹ - (۴۱) آئین فیل خانہ ۶۵۹
 (۴۲) آئین مراتب فیل ۶۶۳ (۴۳) آئین خوراک (۴۴) آئین خدمت گزاری فیل ۶۶۳ (۴۵)
 آئین رخت ۶۶۳ (۴۶) آئین خلاصہ فیضان - ۶۶۴ - (۴۷) آئین بادشاہ خاصہ سواری - ۶۶۴ -
 آئین جہانہ (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) آئین گھوڑوں کے باب میں ۶۶۵ (۵۴) آئین باگیر
 (۵۵) آئین داغ ۶۶۷ (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) آئین گھوڑوں کے باب میں ۶۶۷ (۶۰) (۶۱) آئین
 اونٹوں کے - ۶۶۸ (۶۸) آئین گاؤ خانہ ۶۶۹ - استرخانہ ۶۷۰ - آئین شبان روزی بادشاہ ۶۷۰
 (۷۳) آئین دربار ۶۷۳ (۷۴) آئین کورنش و تسلیم - ۶۷۴ - آئین استاد و نشست - ۶۷۵
 (۷۶) آئین آدمیوں کے دیکھنے کا ۶۷۵ - آئین رہنمائی ۶۷۶ - احکام دین الہی ۶۷۹ (۷۸)
 (۸۳) آئین ہاتھی - گھوڑے - اونٹ - گاؤ - استر (نچر) دیکھنے کا پاؤ گوشت - ۶۸۰ (۸۴) آئین
 جانوروں کی کشتی کا اور اس پر شرطوں کے مقرر ہونے کا - ۶۸۱ (۸۵) (۹۰) آئین دریاب
 عمارت - ۶۸۱

دفتر دوم سپاہ آبادی ۶۸۲

(۱) سپاہ کی تقسیم ۶۸۲ - آئین جانداران ۶۸۳ - (۳) آئین منصب دار - ۷۸۷ -
 (۴) آئین احدی ۶۹۳ (۵) آئین سوار ۶۹۳ (۶) پیادوں کے آئین ۶۹۴ - بندوقچی ۶۹۴

دربان ۶۹۳ - خدمتہ ۶۹۵ - میوڑہ ۶۹۵ - تمشیر باز ۶۹۵ - بہکوان ۶۹۶ - چلیہ ۶۹۶ - کمار ۶۹۷
 داخلی پیادے ۶۹۷ (۷) جانوہن پر نقش پذیر یعنی داغ لگانے کا آئین (۸) داغ مکر کا آئین ۶۹۹
 (۹) آئین کشک یعنی چوکی ۶۹۹ - (۱۰) آئین واقعہ نویسی ۷۰۲ - (۱۱) آئین اسناد ۷۰۳

فرمان شہتی

(۱۲) آئین پایہ نگینہ ۷۰۴ (۱۳) فرمان بیاضی ۷۰۴ (۱۴) مواجب تنخواہ لینے کا قاعدہ ۷۰۴
 آئین مساعت ۷۰۵ (۲۶) آئین انعام ۷۰۶ (۲۷) آئین خیرات ۷۰۶ (۲۸) آئین وزن مقدس
 (تلاوان) ۷۰۶ - (۱۹) آئین سیورغال ۷۰۷ (۲۰) آئین گردن گردان ۷۱۳ (۲۱) آئین دہیر
 (۲۲) آئین جشن آرائی ۷۱۳ (۲۳) آئین خوش روز (زنانہ بازار) ۷۱۵ (۲۴) آئین کہ خدائی ۷۱۶
 (۲۵) آئین تعلیم ۷۱۷ (۲۶) آئین میربحری ۷۱۷ (۲۷) آئین شکار ۷۲۱ - شیر کا شکار ۷۲۲ - ہاتھیوں
 کا پکڑنا ۷۲۳ - چیتہ کا شکار ۷۲۵ - چیتے کے عجیب کام ۷۲۷ - سیاہ گوش ۷۲۸ - آہو کا شکار
 آہو سے ۷۲۸ - شکار نرگا و میش (بھینسے) ۷۳۱ - شکار پرندہ ۷۳۱ - مرغابی ۷۳۲ - دراج کا
 شکار ۷۳۳ - پودنہ کا شکار ۷۳۳ - لکڑ کا شکار - غوغائی ۷۳۳ - نوک و عنکبوت ۷۳۳ - (۲۹)
 آئین نشاط بازی و چوگان بازی ۷۳۳ - عشق بازی یعنی کبوتر بازی ۷۳۴ - چوڑ ۷۳۴ - چنل
 مندل ۷۳۴ -

دفتر سوم ملک آبادی

(۱) آئین تاریخ الہی ۷۳۷ - (۲) آئین سپہ سالار ۷۳۷ - (۳) آئین فوج دار ۷۴۰
 (۴) آئین میر عدل و قاضی ۷۴۱ (۵) آئین کوتوال ۷۴۱ (۶) آئین عمل گزار ۷۴۴ (۷) آئین
 نیکی ۷۴۴ (۸) آئین خزانچی ۷۴۹ - (۹) آئین دانے روزی ۷۴۹ (۱۰) آئین گز ۷۵۶
 (۱۱) آئین طناب ۷۵۸ (۱۲) آئین سبکہ ۷۵۸ (۱۳) آئین زمین اس کے درجے و فرماں دہی کا

پانچ یعنی (محصول) ۷۵۹ (۱۴) آئین چچ ۷۶۳ (۱۵) آئین نجر ۷۶۳ (۱۶) آئین نوزدہ سالہ ۷۶۳
(۱۷) آئین دہ سالہ ۷۶۳

بادشاہ کے باقی حالات ۷۶۷

بادشاہ کی بیویاں ۷۶۷ - بادشاہ کے بیٹے ۷۶۷ - بادشاہ کی بیٹیاں - ۷۰۷
حلیہ شہنشاہ اکبر ۷۶۷ - بادشاہ کے قوائے جہانی ۷۷۱ - بادشاہ کا علم ۷۷۱ - دلاویز مقولات
شہنشاہ اکبر ۷۷۲

نصائح اکبری ۷۹۶

شہنشاہ اکبر کی رشتہ مندیان رجپوتوں کے ساتھ اور رجپوتوں کے مناصب ۷۹۸
مسلمان بادشاہوں اور راجپوت راجاؤں کے درمیان بیاہ ہونے کے نتائج - ۸۰۱

بادشاہ کے شوق کی چیزیں ۸۰۲

ہاتھی اونٹ - ۸۰۲ - زبان کی تحقیقات ۸۰۳ - تمباکو - ۸۰۵ - تفتیش حال رعایا ۸۰۷
ہمدردی رعایا ۸۰۸

شہنشاہ اکبر کے مذہبی خیالات ۸۰۸

شہنشاہ اکبر سے ابوالفضل کی دوسری ملاقات ۸۰۹ - عبادت خانہ و مباحثہ کا آغاز ۸۱۱
مباحثہ کا نتیجہ ۸۱۲ - علماء پر ایک صدمہ عظیم کا واقع ہونا ۸۱۴ - حکیم ابوالفتح و حکیم مہابوں کا بادشاہ
پاس آنا - ۸۱۶ - شریف آملی کا بادشاہ پاس آنا ۸۱۸ - علماء کی تکفیر و تضلیل ۸۲۰ - حج کا
حال ۸۲۰ - بادشاہ کے بے دین ہونے کے دلائل جو بدایونی نے لکھے ہیں ۸۲۱

عیسائی پادری ۸۲۵۔ آفتاب پرستی۔ ۸۲۵۔ آتش پرستی و ہوم ۸۲۵۔ اکبر کی مخالفت ۸۲۵۔
 بادشاہ کا خلیفہ پڑھنا۔ ۸۲۷۔ کتابوں کے خطبوں میں نعت کا موقوف ہونا ۸۲۸۔ بادشاہ کا
 مجتہد ہونا ۸۲۸۔ نوشتہ محضر ۸۲۹۔ بادشاہ کی منہی اجیر میں ننگے پاؤں جانے پر۔ ۸۳۰۔
 قطب الدین خاں و شہباز خاں کا مقابلہ مذہب کے باب میں ۸۳۱۔ تمغا و جزیہ و جون پور کے
 معاملات۔ ۸۳۲۔ حاجی ابراہیم سرہندی کا ایک جعلی کتاب کا پیش کرنا۔ ۸۳۳۔ علماء و مشائخ
 پاس فرمانوں کا جانا۔ ۸۳۳۔ بادشاہ کا امام ہمدی بنانا۔ ۸۳۳۔ بادشاہ کا مذہب کے باب میں
 کھل کھیلنا۔ ۸۳۵۔ شیعہ سنی۔ ۸۴۱۔ قاضیوں کی شراب نوشی ۸۴۲۔ قدم رسول ۸۴۲۔
 خازن چنگانہ کا دربار میں موقوف ہونا۔ ۸۴۳۔ میر فتح اللہ شیرازی۔ ۸۴۳۔ گوشت کی مخالفت و
 آفتاب پرستی ۸۴۴۔ جوگیوں کی ملاقات اور اور بدعات ۸۴۵۔ چیلہ و جھروکہ درشن ۸۴۶۔
 بادشاہ کا اوتار ہونا ۸۴۶۔ شہنوی ہزار شعل و بادشاہ کا دین اختیار کرنا ۸۴۷۔ احکام دین الہی
 ۹۹۹۔ ۸۵۰۔ صدر جہان ۸۵۲۔ ۸۵۲۔ ۸۵۲۔ ۸۵۲۔ ۸۵۲۔ ۸۵۲۔ ۸۵۲۔ ۸۵۲۔ ۸۵۲۔
 بادشاہ کا مجتہد ہونا۔ ۸۶۰۔ اشاعت دین الہی۔ ۸۶۵۔ پرتگیزیوں نے جس طرح سے دربار
 اکبری میں اپنا آنا لکھا ہے اور وہ اکثر انگریزی تاریخوں میں نقل ہوتا ہے ۸۶۶۔

امراء دربار اکبری ۸۷۲

ہشت ہزاری ۸۷۲۔	ہفت ہزاری ۸۷۲۔	پنج ہزاری ۸۷۲۔	چار ہزاری ۸۷۲۔	تین ہزاری ۸۷۲۔	دو ہزاری ۸۷۲۔	ایک ہزاری ۸۷۲۔	۸۷۲۔
امراء چار ہزاری و پانصدی	امراء چار ہزاری و پانصدی	امراء چار ہزاری و پانصدی	امراء چار ہزاری و پانصدی	امراء چار ہزاری و پانصدی	امراء چار ہزاری و پانصدی	امراء چار ہزاری و پانصدی	امراء چار ہزاری و پانصدی
چار ہزاری منصب دار	چار ہزاری منصب دار	چار ہزاری منصب دار	چار ہزاری منصب دار	چار ہزاری منصب دار	چار ہزاری منصب دار	چار ہزاری منصب دار	چار ہزاری منصب دار
منصب دار	منصب دار	منصب دار	منصب دار	منصب دار	منصب دار	منصب دار	منصب دار
منصب داران	منصب داران	منصب داران	منصب داران	منصب داران	منصب داران	منصب داران	منصب داران
منصب داران دو ہزاری و پانصدی	منصب داران دو ہزاری و پانصدی	منصب داران دو ہزاری و پانصدی	منصب داران دو ہزاری و پانصدی	منصب داران دو ہزاری و پانصدی	منصب داران دو ہزاری و پانصدی	منصب داران دو ہزاری و پانصدی	منصب داران دو ہزاری و پانصدی
دو ہزاری منصب دار	دو ہزاری منصب دار	دو ہزاری منصب دار	دو ہزاری منصب دار	دو ہزاری منصب دار	دو ہزاری منصب دار	دو ہزاری منصب دار	دو ہزاری منصب دار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اقبال نامہ اکبری

اکبر کی تخت نشینی کے وقت ہندوستان کی کیا حالت تھی

چونکہ مسلمانوں کی سلطنت ہند کا زمانہ اکبر کے عہدِ دولت سے ایک اور ہی طور کا شروع ہوتا ہے اور اس سلطنت کے تعلقات اور سلطنتوں کیساتھ بدلتے ہیں اس لیے مناسب لوم ہوتا ہے کہ جو وقت سینہ شاہ اکبر تخت پر بیٹھا اس وقت کا حال بتائیں کہ ہندوستان میں کیا ہو رہا تھا۔ اس شہنشاہ کی وقت سے یہ کہنا درست ہے کہ مسلمانوں کی سلطنت ہندوستان میں ہوئی ورنہ پہلی سلطنتوں کو دہلی کی سلطنت کہنا درست ہے جس میں ممالک مفصلہ ذیل داخل تھے وہ ملک جسکو ۱۸۵۰ء میں ممالک مغربی و شمالی کہتے تھے۔ بنگال، برہمن، کاوہ حصہ جسکو مغربی بہار اب کہتے ہیں۔ ممالک متوسطہ کے بعض اضلاع۔ راجپوتانہ کے بعض اضلاع۔ پنجاب، سلاطین سلق کچھ عرصہ تک دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ بنگال اور دکن پر بھی فرمان روا تھے۔ مگر شمال سے ہندوستان پر ایسے حملے ہوئے کہ دکن کے ہندو راجاؤں نے اپنے نہیں آزاد کر لیا۔ اور دہلی کی سلطنت سے کچھ تعلق نہ رکھا۔ تلنگانہ۔ کرناٹک کر راجہ خود مختار ہو گئے۔ دکن کی تاریخ کو جلد ششم میں پڑھ لو کہ جس سے تم کو معلوم ہو کہ دکن میں کون کونسی سلطنتیں قائم ہوئیں۔

بڑی مملکت اڑیسہ ہمیشہ اندر ہی سلطنت دہلی کی کبھی مطیع نہیں ہوئی۔ اس ملک میں بڑے بڑے جنگل تھے۔ اس کا طول گنگا کے دہانے سے گووا دوری کے دہانے تک پانچ سو میل تھا اور اس کا عرض کمین تین سو میل اور کمین چار سو میل تھا۔ مغربی ہندوستان نے بنگانہ حملہ آور کی اطاعت کو کر

کر دیتا اور بعض یاتیں اس میں خود مختار ہو گئیں تھیں۔ اکبر کی تخت نشینی کی وقت غایت مغربی حصہ ہند
 میں مملکت گجرات میں ایک مسلمان افغان بادشاہ آزاد تھا اس نے جہ پناہ میں نے اسے تاخت و تاراج کیا تھا۔
 مگر ہندوستان سے اس کے خارج ہونے کے بعد پھر یہ ملک آزاد ہو گیا اور پھر کسی نے اس پر دست درازی نہیں
 کی۔ اس نے خود مالوہ پر کامیابی کیساتھ حملہ کیا اور اس میں زیادہ تر حصہ شامل ہو گیا کہ جس کو اب
 سنٹرل انڈیا (ممالک متوسطہ ہند) کہتے ہیں۔ یہ مملکت اکبر کی تخت نشینی کی وقت آزاد تھی۔ یہی حال اٹاک
 کا تھا۔ یہی کیفیت اجپوتانہ کی تھی جس کا مفصل حال لکھتے ہیں۔ مہات آنا سنگا کا حال بابر کے عہدِ ولایت
 میں بیان ہو چکا ہے۔ رانا کو جو بابر نے شکست دی اس کا بڑا اثر میواڑ پر ہوا۔ اور جب تہائیوں کو شیر شاہ نے
 خارج کر دیا تو راجا ویکو شیر شاہ کی اطاعت کرنی پڑی مگر شیر شاہ کی وفات کے بعد سلطنت میں جو
 خرابیاں پیدا ہوئیں تو پھر ریاست میواڑ آزاد ہو گئی۔ وہ اکبر کی تخت نشینی کی وقت اجپوتانہ کی بڑی
 ریاستوں میں سے گنی جاتی تھی اور اور راجپوتانہ کی یا ستون کا حال یہ تھا کہ جیور کے راجاؤں نے بابر
 کی عظمت کو قبول کیا تھا۔ راجہ بہاریہ نے اپنی سپاہ سے بابر کی مدد کی تھی۔ شیر شاہ سے شکست پانے
 سے پہلے ہمایوں نے اس کو خطابِ امیر کا دیا تھا۔ جب اکبر نے پانی پت کی لڑائی میں فتح پائی
 تو جیور میں جہ پناہ ریا کا بٹیا بھگوان اس آج کرتا تھا۔ اس زمانہ میں جو دھپور کا راجہ جیور کے راجہ
 بڑی فوقیت رکھتا تھا۔ اسکے راجہ مال دیو نے جیسی شیر شاہ کو تکالیف پہنچائیں ایسی کسی اور دشمن نے
 اس کو نہیں پہنچائیں۔ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ ہندوستان سے جب ہمایوں بھاگا ہے تو راجہ جو دھپور نے اپنے ملک
 میں اسے پناہ نہیں دی۔ جب شہنشاہ اکبر دہلی میں تخت نشین ہوا ہے تو یہ راجہ بالکل آزاد تھا اور راجپوتانہ
 میں سب آجوں سے زیادہ غلطی نام انسانِ جلیل القدر سمجھا جاتا تھا جیسلمیر اور بیکانیر۔ رگستان کے کنارہ
 کی ریاستیں آزاد تھیں۔ راجپوتانہ کی اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا حال بھی ایسا ہی تھا اور سندھ و بلوچستان
 کا حال بھی راجپوتانہ کا تھا۔ میوات بھیل کھنڈ کسی غیر کے تابع نہ تھے۔ لیکن گوالیار۔ اور چھ چندیر
 نزد ار میں ناؤ۔ اگرہ کے قریب سب بادشاہ کی حالت کے منظر ہتے تھے اس کے موافق کبھی زیادہ
 کبھی کم اطاعت کرتے تھے اور خراج دیتے تھے۔

بادشاہ۔ سلطان شہنشاہ۔ جو چاہو کہ وہ فقط اُن امراء کا بادشاہ ہوتا تھا۔ جسکو وہ ضلع اور صوبوں کی حکومت سپرد کرتا تھا۔ یہ امر اپنے اپنے علاقوں میں خد و خوار بادشاہ ہوتے تھے۔ بادشاہ اُن ضلع و صوبوں کے اندر دینی انتظام میں دخل نہیں دیتا تھا۔ ہاں اُن امراء کو جو نائب السلطنت ہوتے تھے بدلتے کا اختیار رکھتا تھا۔ یہ سب صوبے اصل میں نائب السلطنت کی ماتحتی میں آزاد ہوتے تھے۔ برائے نام بادشاہ کی اطاعت کرتے تھے۔ اگر نیری مورخ لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں جو ممالک مسلمانوں کے زیر حکومت تھے ان کی سلطنت ملی الاتصال نہیں تھی۔ بادشاہ فقط اپنے دربار اور میدان جنگ میں حکمراں ہوتا تھا۔ مگر ان کا یہ بادشاہ کی نسبت سے مسلمانوں کی نسبت کہنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ وہ تو سلطنت کرتے ہی تھے خواہ بادشاہ کے زیر حکم ہوں یا نہ ہوں۔

ہندوستان کا جو حصہ مسلمانوں کے زیر حکومت تھا۔ اس کی آبادی میں سات آٹھویں حصہ ہندو تھے۔ اس لیے کہ یہ مسلمانوں کی حکمرانی سے ارضی خوش رہتے تھے۔ یہ جزیرہ دیتے تھے۔ مگر اپنے تمام مراسم مذہبی کے ادا کرنے میں آزاد تھے۔ کوئی روک ٹوک ان کو اس باب میں نہ تھی۔ مسلمانوں کی گورنمنٹ کے تمام کارخانوں میں ہندوؤں کا عنصر بڑا قوی تھا۔ اکثر صوبوں میں بعض مناصب عہدہ ہائے جلیل ایسے تھے کہ وہ عالی نسب ہندوؤں کیساتھ مخصوص تھے۔ وہ فقط صوبے کے نائب السلطنت کو ماتحت تھے۔ لڑائی کے زمانہ میں ہندو اپنے حصہ کے موافق بقدر تعلق مسلمانوں کے مدد سپاہ سے کرتے تھے اور میدان جنگ میں اپنی فوج کو بھیجتے تھے۔

ہر صوبے میں ایک مقامی سپاہ رہتی تھی جو صوبے کے حاکم کے زیر فرمان ہوتی جہاں اس کی ضرورت سمجھتا وہاں بھیجا اگر اسکے سوائے ماتحت ایک اور سپاہ ہوتی جو اس مقامی سپاہ سے تعلق نہیں رکھتی تھی وہ بادشاہی سپاہ کہلاتی تھی اور خاص تعداد اس کی ہر صوبے میں ہوتی تھی وہ خزانہ شاہی سے تنخواہاتی تھی اور کچھ فوج ایسی بھی بادشاہوں کی ہوتی تھی کہ اسکو گھوڑے اور دی اور ساز و سامان بادشاہوں کی سرکار سے ملتا تھا مگر زیادہ تر سپاہ ایسی ہوتی تھی کہ وہ اپنے ہتھیار اور گھوڑے اپنے گھریلواتی اور چھوٹے بڑے گروہ ان کے سرداروں سمیت آتے۔ الگ الگ سپاہی نوکر نہیں ہوتا تھا۔

جب کسی صوبے میں شور و فساد برپا ہوتا تھا تو بادشاہی سپاہ کھمکے لیے بھیجی جاتی تھی اور اس

سایا کمال

سایا کمال

سپاہ کا ایک اعلیٰ افسر رہتا تھا۔ اگر یہ سپاہ بہت ہوتی تو اس کا افسر صوبے کے حاکم کا ہمسر و برابر سمجھا جاتا تھا وہ خاص بادشاہ سے اپنے کاموں کی جوابدہی کرتا۔

کبھی کبھی ضرورت کی وقت بادشاہ صوبوں کے حاکموں کے نام فراہمی سپاہ کا فرمان صادر کرتا۔

صوبہ دار اپنے علاقہ کے زمینداروں سے مدد لیتا اور اپنے خاص صوبہ کی سپاہ سے مدد کرتا اور اگر خزانہ میں وسیع ہوتا تو نئی بھرتی کرتا۔

یورپ کے تمام شائستہ قوموں کا اصولِ اعظم یہ ہے کہ اول خدا۔ پھر قانون۔ بعد از ان بادشاہ یہی اصولِ قدیم سے مسلمانوں کے ہاں چلا آتا ہے کہ اول خدا۔ پھر شریعت (قانون) بعد از ان بادشاہ یہ اصولِ مسلمہ ہے جس کے موافق امورِ سلطنت کے احکام اور انتظام میں۔ امام۔ خلیفہ۔ سلطان (پادشاہ) پابند قانون تھا اور وہ خود مختار شرع ہمارے تھا۔ شریعت کا پابند رہنا اس کے فرائض منصبی میں تھا ہندوستان میں جن بادشاہوں نے اپنے تئیں مطلق العنان بنایا اور رعایا کی جان و مال و اسبابِ آزادی کا خود اپنے تئیں مختار بنایا۔ تمام ملک کی زمین کا اپنے تئیں مالک بنایا۔ محصول و خراج گھٹانے بڑھانے اور مقرر اور موقوف کرنے کا اختیار لیا۔ سپاہ کی پرورش اور جنگی اور ملکی منصب اور عہدہ داروں کے موقوف و بحال مقرر کرنے کا اقتدار ایسا اپنے ہاتھ میں لیا کہ جس دنیا سے ادنیٰ کو چاہیں آسمان پر چڑھائیں اور جس اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے آدمی کو چاہیں خاک میں ملائیں۔ جس کو چاہیں رعایا میں سخت سے سخت سزا دیں۔ قید کر دیں۔ جبرمانہ مصادروہ لیں۔ تھپاؤ ناک کا ٹکڑا دیں۔ اور چپ چلا دیں۔ اپنے غصہ میں یا کسی جرم کے شبہ میں جوبی میں آ کر کر بیٹھیں انھوں نے اسلام کے مسئلہ مسئلہ کے خلاف کام کیا۔ بہت ہی کم بادشاہ مسلمان ہند میں ایسے ہوئے ہونگے جو ان اوپر کے اختیارات کو وہ کام میں لاسکے ہوں اختیار کے موافق عمل کرینگے یوانے بہت تھوڑے مسلمان تھوڑے ہند بہت تھے۔ ہندوؤں میں بعض قومیں بڑی شجاع و دلیہ لڑائی والی موجود تھیں جب ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام ہوتا تو وہ تلوار لیکر سامنے کھڑی ہوتیں۔ سوائے اسکے مسلمانوں کی سلطنت کے ارب کا کوئی قانون نہ تھا۔ اس کو بادشاہ کے مرنے پر لڑائی جھگڑا ایسا کھڑا ہوتا کہ

بادشاہ۔ شیر وزیر۔ قوانین الد

بادشاہوں کو اپنے اختیارات پر پورا عمل کرنا موقع نہیں ملتا۔ اور اگر وہ کسی کام میں اپنی مرضی کو کام
 لاتا تو جابجا بغاوتیں برپا ہو جاتیں مگر بادشاہ اپنے ارادے پر اصرار کرتا تھا تو یہ موانع ایسے پیش
 آتے تھے کہ اسکو بڑی مشکل میں لاتے تھے مسلمانوں کے ہاں شریعت کے موافق رعایا ایسی آزاد ہوتی
 ہے کہ سوائے شریعت کے احکام کے کسی حکم کی بادشاہ کے پابندی نہیں ہوتی اور جب تک قانون شرعی
 اجازت نہ دے بادشاہ کو کسی رعایا پر کچھ اختیار نہ تھا جس قوم میں کہ ذاتی معاملات میں بادشاہ مدعی اور
 مدعا علیہ ہو سکتا ہو اس میں مشکل ہے کہ کوئی بادشاہ خود مختار شریعہ پر ہو کہ جو جی میں آئے وہ کہے اور پھر جسکے
 ساتھ یہ موانع پیش ہوں جو اوپر بیان ہوئے جس بادشاہ نے اپنی خواہشات نفسانی اور ارادوں کو
 بغیر پابندی شریعت ظاہر کیا وہ برباد ہوا۔ مہذب قوموں میں مجلس شوریٰ جسکو کونسل کہتے ہیں ہوتی
 ہے اس کا ہونا مسلمانوں کے ہاں مذہب واجب تھا کہ جو ہمیشہ آئے انہیں صلاح و مشورہ سے اہتمام کیا جاوے اور
 اس میں جو بات ٹھیک رہے اس پر عمل مہتمم کیا جاوے اور خدا پر توکل کر کے اس کا آغاز کیا جاوے۔
 ہندوستان میں بادشاہوں کے ہاں مجالس شوریٰ تھیں۔ مگر مستشار مومنین کم ملتے تھے اس لیے ان مجالس
 کے نیک نتیجے کا محقق ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ بادشاہ کے ہاں ایک وزیر اعظم ہوتا تھا۔ اسکی حسن و قیامت
 پر اسکی کار پر داری موقوف ہوتی۔ کبھی کبھی ان وزراء کے اختیارات ایسے بڑھ جاتے تھے کہ بادشاہ
 اختیارات بھی دعویٰ میں لاتے تھے اور بادشاہ یونہی محل میں بڑے عیش و طرب میں مصروف رہتا
 تھا۔ ان وزیروں کی کچھ مہیاں جدا جدا ہوتی تھیں۔ مگر انکی خدمات کے حدود ٹھیک ٹھیک معین نہیں کبھی
 بادشاہ خود انکے کام کرنے لگتا تھا۔ بادشاہوں کے دربار میں مستغیث خود آتے انکی عرضیاں خود بادشاہ
 پڑھتا اور تحقیقات حال کرتا۔ جسکے سبب اس کی انصاف کا دور و دور شرہ ہوتا تھا۔ اور خود
 اسکو بھی اپنی رعایا کا حال طرح طرح کا معلوم ہوتا رہتا تھا۔

مہذب قوموں کی طرح مسلمانوں کے ہاں قانون شریعت کے ماتحت حکومت ہے۔ حکومت کے ماتحت قوانین
 شریعت نہ تھا۔ انکے ہاں قرآن و حدیث کے موافق علم فقہ مدون ہوا ہے جس میں سارے اُصول و
 قوانین پائے جاتے ہیں جن پر اس زمانہ میں مہذب قوموں کو فخر و ناز ہے۔ اکثر ایک عدالت مفتیوں اور

قاضیوں کی تھی۔ اس کا قانون صرف شریعت تھا وہ اس شریعت کے موافق انفصال مقدمات کرتے تھے۔ بہت سی کتابیں فتوؤں کی ہیں۔ جو مسلمانوں کی عدالت کے نظائر اور فیصلجات کی کتابیں ایسی ہی ہیں جیسی کہ انجیل ہائی کورٹ عدالت کے نظائر کی کتابیں ہیں۔ یہ قاضی دیوانی کے مقدمات فیصلہ کرتے جیسے وراثت۔ حقیقت۔ ملکیت۔ منکاح۔ طلاق وغیرہ۔ اور تمام مقدمات جو سلطنت کے امن و عافیت پر کچھ اثر نہیں کرتے تھے مگر ایک اور عدالت پادشاہی کارکنوں کی تھی جس میں فوجداری کے مقدمات فیصلہ ہوتے تھے اس عدالت میں گو کبھی کبھی قاضی سے بھی استفسار و استفتاء کیا جاتا مگر اسکے قوانین کی حدود معین نہ تھی۔ یہ کارکن پادشاہ کی طرف سے مقرر ہوتے۔ غرض جو کچھ قانونی عمل کیا اس سے رعایا رضامند اور خوش تھی۔ اور تمام عدالتوں کا انتظام قابل الطمینان تھا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کی اغراض ایسی شامل ہو گئیں تھیں کہ مسلمان جو یہاں مکر بے تھے اور ہندو جو پہلے سے بستے تھے عدالت دونوں کو ایک انگڑے سے دیکھتی تھی اور قانون ان دونوں کی یکساں حمایت کرتا تھا۔ جس میں مسلمانوں کی شریعت اور اس ملک کا رسم و راہ دونوں شامل تھے۔ ملک ایسا سرسبز و شاداب آباد رہتا تھا کہ باوجودیکہ سلسلہ جنگ جاری رہتا تھا اور اس کا تارنیں ٹوٹتا تھا مگر رعایا سب خوشحال رہتی تھی۔

ذکر پادشاہی ابوالمظفر حلال الدین محمد اکبر پادشاہ غازی

دنیا میں اکبر جیسے بشر کتر پیدا ہوئے ہیں کہ جسکی قبل از ولادت اور بعد از ولادت وہ تعظیم و تکریم ہوئی ہو جو اولیاء کرام اور سلطان عظام کی ہوتی ہو۔ قاعدہ ہے کہ جو دنیا میں اولاً رتبہ بزرگ گئے ہیں ان کے پیدا ہونے سے پہلے انکی ولادت کی بشارت غیبی معرض تحریر میں آتی ہیں۔ گو وہ اکثر قصداً پر مبنی نہیں ہوتیں مگر عقیدت انکو منواتی ہو۔ چنانچہ اکبر کے لکھنوی ایسی بشارت غیبی بیان کی جاتی ہیں کہ وہ نور جو ہے وسیلہ بشری و باباطہ صلی حضرت انقوا کے لطف میں ظاہر ہوا تھا وہی چند قرون کی تربیت بعد اس اکبر کے عنصر پاک میں نمودار ہوا۔ قاجولی بہادر کے رویا جو ہم نے پہلے بیان کیے ہیں کہ

سات سائے دیکھے تھے اسکی تعمیر بھی مولود والا عفت کی ذات سمجھی جاتی ہے بہت خواب جو ماں اور
 اتانے دیکھے کہ نعل میں تیری ماہ کیا تمہیں مکان میں کہیں پشانی میں نوچکا۔ غرض ایسے نورانی
 کرشموں سے اسی شہزادے کو مراد لی جاتی ہے جیسی بشارت کہ کسی قدر سی صفات کے ولادت کو
 پہلے بیان ہوتی ہیں وہ اس حمیدہ اوصاف کی نسبت بھی ذکر کی جاتی ہیں۔ یہ حال تو قبل از ولادت
 تھا۔ اور بعد رحلت ہندوؤں نے اس قدرت الہی کو اپنے معبود کی طرح پوجا بعض مسلمانوں نے بھی
 اسکو ولی جانا۔ اب تک اسکی قبر میں تقرر موجود ہے کہ قیصر ہند کا نائب السلطنت الادودمان فیاض
 لارڈ نور تھ بردک جب اسکی قبر کی زیارت کو آیا تو اسنے اپنی حبیب خاص سے اسکی قبر پر دس ہزار روپیہ
 غلات چڑھایا۔ پس اس سے زیادہ کوئی معیار انسان کی عزت کا نہیں ہے کہ حیات و وفات کے بعد
 خلائق کے عوام و خواص کا مخالف موافق کامقبول ہو۔ مہذبہ میں جس تعظیم و تکریم سے اس شہنشاہ
 کا نام لیتی ہیں ایسی کسی اور ایشیائی پادشاہ کا نہیں لیتیں۔ بالاتفاق سب تختستانی مورخ یہ کہتے ہیں کہ
 اکبری نے ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت کی جڑ بھائی۔ پہلے مسلمانوں کی سلطنت کا حال اکاش بل کا
 ساتھ تھا کہ اندھی کے جھوکوں میں دھڑ دھڑا رہی پھرتی تھی۔ سلطنت کی جڑ پکڑانیکے یہ معنی ہیں کہ پادشاہ
 کی سمیت کے دل میں محبت ہو۔ اور زبان پر اس کے لیے ہر وقت دعا ہو۔ بعض انگریزی مورخوں نے لکھا
 ہے کہ اکبر سلطنت ہند کا ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کا محسن تھا۔

ہمایوں شہنشاہ کی سلطنت کو ذکر میں منے بیان کیا کہ کس طرح مریم مکانی حمیدہ بانو یگم کے مرض
 عشق میں یوں مبتلا ہوا جسکا علاج سوائے نکاح کے کچھ اور نہوسکا۔ اس یونہی مبارک کا نتیجہ یہ ہوا کہ
 اول شب دریکشنبہ ۱۹ ماہ رجب ۹۶۹ عیس میں بجے ۲۰ منٹ پر شہزادہ والا گھر اکبر امر کوٹ میں پیدا ہوا۔
 اس کا عرض خط استوا سے ۲۵ درجہ ہے اور جزائر خالات سے طول ۱۰۵ درجہ ہے۔ باپ سو قوت امر کوٹ
 سے چار فرسخ پر دکشاؤ خوش ہوا سہرزمین میں اتر اہوا تھا۔ قاصدوں نے بہت جلد جا کر باپ کو یہ فرد
 سنا۔ باپ نے اس فرید کے سنتے ہی رگاہ خداوندگار میں جبین نیاز کو خانہ ساری کیسا تھ خاک پر ملا بعد
 ازاں نصرت شادی بلند آواز ہوا۔ ایک جشن بائیں یوں مرتب ہوا۔ مٹروں بے دستان سرائی او

اکبر کا پیدا ہونا اس کا بالکین

مغنیوں نے جادو نوائی کی۔ نظریوں نے طرافت کی۔ گنگ آمیزی کی۔ ندیموں نے دہ بندہ گوئی کی۔ گنگ
اہل مجلس کے پیٹ میں ماہی کی طرح پھرتے۔ سہ سالاروں و صفا کاروں نے مبارکباد دی طوائف
اعظم و اہل افاضل موالی نے مراسم تہنیت و تعظیم ادا کیں۔ منجھوں نے مولود مسعود کا زائچہ طالع بنایا جس کے
خانہ کے احکام سے طول بقا۔ مداح سلطنت تفاعرو معارج خلافت پر ارتقاء بتلایا۔ مولانا چاند پند
جوت گرامی۔ امیر فتح اللہ شیرازی نے اٹھ زائچے بنائے۔ گو اس سبب کہ فلک الافلاک کی حرکت سکون
میں منجھوں کا اختلاف ہے۔ اسلئے ان زائچوں کے خانوں میں اختلاف تھا مگر طالع کے سیدھے ہونے میں سب کا
اتفاق تھا۔ یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ جناب ملکہ معظمہ قیسرہ شہنشاہ اکبر کے زائچے ملتے جلتے ہیں۔ گواہی
اسکے ان چہرہ و رنگی قدر چلی جاتی ہے اور معلوم نہیں کتنی چلی جائیگی۔ مگر فرخستان میں تو وہ صرف ایک لک
رہ گئی ہے۔ ان چہرہ و رنگی تفصیل کو پڑھنے والا کو بڑی دلچسپی ملے گی مگر اسکا تاریخیں کھنا معیوب
سمجھا جاتا ہے۔ اسلئے اسکو قلم انداز کرتا ہوں۔ اکبر نامہ کی طرح چند صفحے سیاہ نہیں کرتا۔ نام میں بھی اسے
بڑی لطیفہ سنجیاں ہیں۔ میں کہ ہایوں کو یہ نام خواب میں غیب سے بتلایا گیا تھا۔ اکبر کے حروف کو عدھی
آفتاب کے عدد کی برابر دو سو تیس ہیں۔ جس میں اشارہ ہے کہ جیسے مہر سے نور عالم آرا پیدا ہے۔ ایسی ہی
شہنشاہ والا کی جسم سے نور پیدا ہے اس نام میں ایک در یہ لطیفہ نکالا ہے کہ ابجد کے اٹھائیس حروف
میں سو سات سات حرفوں کا ایک ایک عنصر سے منسوب کیا ہے۔ اکبر میں جو چار حروف ہیں انہیں الف
آتش و کاف آبی و با بادی۔ و ر خاکی و جیم کیمی ہے کہ اس نام میں عناصر کا کمال اعتدال ہے کہ نہ
کوئی عنصر ایسا ہے کہ سمیں اور نہ کوئی عنصر مکر ہے۔ بس اس کا اعتدال مسمیٰ کی حسن سیرت و صحت بدن
طول عمر ارتقاء دولت و دام مسرت میں دخل رکھتا ہے۔ پھر ایک در لطیفہ یہ ہے کہ بیچ میں جو دو حرف
کاف اور بے ہیں۔ انہیں کاف آبی ہے جو اپنے دشمن بال آتش کو فنا کر رہا ہے۔ اور با کہ بادی ہے وہ اپنے
دشمن پانی خاں کو برباد کر رہا ہے۔ جیسے منجھوں نے زائچے بنائے ایسے شاعروں نے ولادت کی تاریخیں
یہ کہیں مصرعے یا رباعی شہنشاہ کا گزشتہ شب و درود مہ سال میلاد شب بختیہ و پنج رجب
اس میں آدھین پڑھی جاتی اسکے عدد میں کٹانے چاہئیں۔ اکبر نے سات تا دہماد و دہ پانچیس سے بعض

اولاد و خاندان کو اپنے عہد سلطنت میں مناسب عہدہ ملے جلیلہ پسر فرار کیا جسکا ذکر آگے آویگا۔

تعم نے پہلے لکھا ہے کہ جب ہمایوں مجبور ہو کر سندھ سے بھاگا اور قندھار کا قصد کیا اور شال میں رہنے لگا تو اُس نے سنا کہ مرزا عسکری قندھار سے آتا ہے اسیلے یہاں سے بھی جلدی فرار کرنا ضرور ہوا۔ میاں بیوی تو چلنے کو تیار ہو گئے مگر مشکل بچے کی تھی۔ موسم نہایت سخت تھا۔ گھوڑے کی سواری تھی۔ جلدی کا سفر تھا۔ ایک بس کا بچہ کبان مصائب کا تحمل ہو سکتا تھا۔ یہ سمجھ کر کہ چچا اس ننھے بچے سے کیا لڑائیگا اور بدسلوکی کرے گا۔ مع پرتل اور خرگاہ اور اسکے ملازموں کے ہمیں چھوڑ کر ہمایوں واندہ ہوا۔ ایران کی سرحد پر وہ پہنچے ہی کو تھا کہ مرزا عسکری ہمایوں کے لشکر میں آیا۔ اُس کو بھائی کے بھائی نے کاسخت افسوس ہوا۔ مگر وہ بچے کو دیکھ کر خوش ہوا اور بہت پیار کیا اور اپنے ساتھ ۱۸ رمضان ۹۵ھ کو قندھار لے گیا اور اپنی بیوی سلطان بیگم کو اسکی پرورش سپرد کی اور اپنے محل کے قریب اسکو ایک محل میں رکھا۔ باہم آغا۔ یہی جی انکہ واندہ خاں ہمیشہ اسکی خدمت میں رہتے تھے۔ اُس وقت اس بچے کی عمر اکیس سال تین مہینے کی تھی۔ ایک دن باہم انکہ والدہ ادھم خاں نے جو اکیبر کی خدمت میں تھی تھیں مرزا عسکری سے عرض کیا کہ بزرگوں کی رسم یہ ہے کہ فرزند پاؤں چلنا شروع کرے تاہی تو باپ دادا یا کوئی اور بزرگ جو عرف میں بچا باپ کے ہو اپنے سر پر سے تاج اتار کے اُسکے پاؤں میں رتہی تو وہ فونہال زمین پر گر پڑتاہی۔ اب اس فرزند کا باپ بھیاں نہیں ہوا اور اب باپ کی جگہ میں اس شگون کو آپ بجالائیں مرزا نے اُسی وقت اپنی تاج اتار کر گریبے پاؤں میں ڈالی کہ وہ گر پڑا۔ انھیں نوں میں تبرک و تین کے لیے حُسن ابدال میں اُس کا سر نوڈن ہوا۔

چچا کی قید میں یہ بچہ ایک سال تک ہاکہ اسکے باپ کے دن چپے کہ وہ شاہ طہماسپ لشکر لے کر مغربی افغانستان میں داخل ہوا۔ جب مرزا کامران کو کابل میں اس کی خبر ہوئی تو اُس نے کابل سے اپنے معتد بھیجے کہ اکبر کو قندھار سے کابل میں لے آئیں جب قندھار میں مرزا عسکری پاکستان معتد آئے تو مرزا کے صلح کا رجم ہوئے اور آپس میں صلح مشورہ ہوا کہ شہزادہ کو کابل بھیجا جائے یا نہیں بعض نے یہ صلح دی کہ ہمایوں کا اقبال پھر چمکا ہی اسکو باپ پاس نہایت احترام و اعزاز کے ساتھ بھیجا جائے

اور اسکے ذریعہ سے استغناء جراثیم کرنا چاہیے بعض نے کہا کہ مرزا کامراں کی خاطر کوہا تھ سے نہیں دیا چاہئے
مرزا عسکری نے ایسے جرم نہیں کیے ہیں کہ ہمایوں کو اپنا منہ بھی نہ لگا سکے۔ غرض یہ آخر بات مہنگا پند
آئی۔ گو جاٹے کا موسم نہایت سخت تھا۔ اکبر کو اور اس کی بہن بخشی بانو بیگم کو مع انکے ملازمین کے کابل
روانہ کیا۔ اس لحاظ سے کہ کوئی راہ میں اسکو نہ پہچانے۔ اکبر کو میرک اور اس کی بہن کو بھیجے گئے تھے۔
غرض وہ میں پہچان گیا مگر بخیر و عافیت وہ کابل میں مع اپنے ملازمین کے پہنچا۔ مرزا کامراں نے بھیجے
کو اپنی بھوپھی خانزادہ بیگم کے حوالہ کیا جس نے اس کی پرورش و انانہ کی۔ یہ حال ہمیں شگرف نامہ
میں لکھا ہے۔ مرزا کامراں ایک دن جن کر رہا تھا اور اس نے شاہزادہ اکبر کو بھی بلایا تھا۔ اتفاقاً مرزا
کامراں۔ کبھیٹے مرزا ابرہیم کے لیے ایک نقارہ منقش شب بات کی تقریب کے سبب تیار ہوا تھا اس کے
لینے کی طرف اکبر کو میلان ہوا مرزا کامراں نے کہا کہ دونوں شاہزادے کشتی لڑیں جو پھاڑے وہ نقارہ
لے لے۔ ابرہیم عمر میں ایک برس اکبر سے بڑا تھا اور بظاہر قوی معلوم ہوتا تھا۔ غرض دونوں کشتی
ہوئی۔ اکبر نے ابرہیم کو پھاڑ دیا اور نقارہ لے لیا جس سے مرزا کامراں بخجیدہ خاطر ہوا اور اس کو
اپنے لیے بڈسگوئی سمجھا۔ کچھ دنوں کے بعد ہمایوں نے کابل کو تسخیر کر لیا۔ اور وہ اپنے نونال کو دیکھ کر
ننال ننال ہوا۔

رسم عادت کے موافق اسکے ختنہ کی مراسیم ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ اوائل بہار میں وہ ارتر باغ
میں کہ نہایت دلکش و دلکش تھا آیا اور حکم دیا کہ بیگیاں اپنے اپنے درجے کے موافق اس باغ کی آئین
بندی کریں اور چار باغ کی آئین بندی امراء اور اعیان شہر کریں۔ غرض امراء نے بڑی دھوم دھام
آئین بندی کی اور ارباب صنائع اور طوائف محترفہ نے آرائش دکان اور گرمی بازار میں نہایت بجا
کیا۔ بادشاہ یہاں وزون کو جشن کرتا کہ اس عرصہ میں حضرت مریم مکانی بھی تشریف لائیں۔ بیگیاں
کا جھگمٹ گھاناں میں اکبر نے اپنی ماں کو پہچان لیا اور اسکے گلے چمٹ گیا۔ رسم ختنہ ادا ہوئی۔ بادشاہ
ریگ دہاں میں گیا اور وہاں خوشی میں انور امام علی قوری سے خود کشتی لڑا اور مرزا ہندال اور
ناصر مرزا کو اسپین کشتی لڑوائی اور امراء کی جوڑیں بندھوائیں۔

پھر ہمایوں بنجاش کی تسخیر ہو گیا کہ مرزا کامراں نے کابل پر تسلط کو لیا اور شہزادہ اکبر پھر اس کی قید میں آیا۔ ہمایوں نے بدخشاں سے پھر انکر کابل کا محاصرہ کیا اور مرزا کامراں نے اکبر کو توپ کے برابر رکھا جس کا بیان مفصل ہم ہمایوں کی سلطنت میں کر چکے ہیں۔ غرض کابل پھر فتح ہوا۔ اور ہمایوں نے اپنے بیٹے کو صحیح و سالم دیکھا۔ اب اس سال کی ساتویں شوال کو اکبر کی عمر چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تھی کہ رسم عادت کو موافق پادشاہ نے اکبر کی مکتب نشینی کی رسم ادا کرنے کا ارادہ کیا جب ست اس مکتب نشینی کی آئی تو اکبر کہیں جا کر چھپ گیا ہر چند اس کی جستجو میں نکالو کی مگر وہ ہاتھ نہ آیا ہر چند اسکی تعلیم میں کوشش کی گئی اور کئی معلم بدلے گئے مگر اس نے مکتب میں معلم سے کچھ علم نہ حاصل کیا امی ہی ہا جو استاد سے نہیں بلکہ اپنی ہی طبع خدا داد سے استعداد حاصل کی کہ جس کو اب باب حکمت اصحاب ریاضت و صاحبان علوم ظاہری و دوزبان صنایع کلی و حبندی دیکھ کر دنگ ہوتے تھے۔

پھر ہمایوں کابل سے بدخشاں گیا اور وہاں سے کابل میں آیا اور بیاں سے بلخ فتح کرنے گیا کہ مرزا کامراں نے پھر اس سے دغا کی۔ ہمایوں نے کابل کی حکومت اکبر کے سپرد کی جس کی عمر وقت آٹھ سال کی تھی۔ اور محمد قاسم خاں برلاس کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔ مرزا کامراں نے کابل پر قبضہ کر لیا اور اکبر پر تیسری دفعہ حجاز کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ مگر ہمایوں نے کابل کو فتح کر لیا۔ اور بیٹا صحیح سلامت اس پاس آگیا۔ اس فتح نمایاں کے جلد میں جو اس نے انعام و جاگیریں تقسیم کیں تو اس نے اپنے بیٹے کو محروم نہیں کھا خراج کے ضلع میں اس کو جاگیر عطا کی اور حاجی محمد ظفر سیستانی کو اس کا وزیر مقرر کیا۔ اب ہمایوں کی مصیبت کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ روز بروز بہتری ہوتی جاتی تھی۔ پھر ہمایوں نے ولایت غزنین اکبر کو حوالہ کی اس وقت دس سال کی عمر تھی۔ ہمایوں کو اکبر کی تربیت و تعلیم کا بڑا خیال تھا اس کو کھیل کود کا بڑا شوق تھا۔ ایک دفعہ ہمایوں نے تنبیہ کے طور پر ایک منشور لکھا جس میں حضرت نظامی کی بیت پیشانی پر لکھی۔ غافل نشین نہ وقت بازی ست + وقت نہرست و کار بازی پہ اول ملازادہ عصام الدین سے درس لیا تھا۔ مگر اخوند صاحب کبوتر بازی کے عشق میں گرفتار تھے۔ اس لیے وہ معزول ہوئے۔ ان کی جگہ مولانا بابر نے مقرر ہوا۔ کئی ملاؤں کے

اکبر کا مکتب میرزا بھاجا اور اس کا بڑا بھائی کھیل کود میں مشغول رہتا

نام کے قرعہ ڈالے گئے تو مولانا عبدالقادر کے نام قرعہ نکلا۔ وہ استاد مقرر ہوئے۔ رسوم و عادات کے موافق معلم مقرر ہوتے رہے۔ مگر شاہزادہ اپنے کھیلوں میں مصروف ہوا۔ اول سرزمینِ کابل میں سب جانوروں میں بزرگ تر شتر کو دیکھا اسی کے تاشوں میں وہ مصروف ہوا۔ پھر اسپ تازی کا شوق ہوا چونکہ باری میں کمال پیدا کیا۔ پھر کبوتر بازی کی دھت ہوئی پھر سگ وانی کی طرف میلان خاطر ہوا ایک دن سفید رنگ میں کتوں کے شکار میں کچھ آدمیوں کو کوہ پر مقرر کیا کہ وہ ہرنوں کو گھیر کر سیان میں لائیں اور کچھ آدمیوں کو شکاری کے حوالہ کیے۔ مگر یہ شاہزادہ کو لڑکا سمجھ کر اپنے کھانے میں مشغول ہوئے۔ ہرن نکل گئے۔ اور ان پر کتے نہ چھوڑے گئے تو وہ آدمیوں پر خفا ہوا اور یہ حکم دیا کہ کتوں کی طرح ان کے گلے میں پٹھا ڈال کر سارے لشکر میں پھرائیں۔ جب ہمایوں نے یہ حال سنا تو وہ بہت خوش ہوا اور فرمایا کہ غریب سلطنتِ عظیم پر وہ کامیاب ہوگا۔ اس کی طبیعت میں سیاست شاہانہ اور ایجاد آئین کے اصول ہیں۔ اکبر کی عمر بارہ سال اٹھ مہینے کی تھی کہ وہ دہلی ۹۶۱ھ میں باپ کے ساتھ ہندوستان کی یورش کے لیے کابل سے روانہ ہوا۔ جب ہمایوں پنجا وغیرہ کو فتح کر کے سرہند میں پہنچا تو ایک لشکر کا حصہ اس شہزادہ کے نام پر مقرر ہوا۔ اس شہزادہ کو جیتے کی شکار کی لت تھی۔ دلی بیگ بدخاں جہاں کو ماچھیوارہ کی جنگ میں افغانوں کا ایک چتیا ہاتھ لگ گیا تھا اس نے اس پیکر پر بیع و عجب کو حیدر گاہ اقبال کے شیر شکار کی شکار میں دیا یہ پہلی دفعہ تھی کہ اس نے جیتے کو دیکھا اس جیتے کا گھبانہ دند و دتھا جس کو خطاب فتح خاں کا ملا ابہ ہ قراولوں میں نوکر تھا۔

تم حضرت ہمایوں کی تاریخ میں لکھ آئے ہیں کہ جب سلطان سکندر شاہ شورسکت کما کر کوہ سواک کی طرف بھاگا تو پادشاہ نے ایک سپاہ اس کے دفع کرنے کے لیے روانہ کی برام خاں کو اس کا سپہ سالار بنایا اور اس کے ساتھ اکبر کو اس کا شاگرد بنا کر دشمن شکاری کی شکار کے لیے ساتھ کر دیا۔ پنجا کے دامن کوہ میں یکایک ہمایوں کے مرنے کی خبر آئی، اکبر کو باپ سے بہت محبت تھی وہ جب کہہ کر نہ بھرتا ہوا۔ اور باپ کی طرح کے نواب کے لیے بہت صدقات دئے اس وقت

اکبر کی تخت نشینی اور برام خاں کی بے عزت

۹۶۳ھ
سیرتِ طبری

اکبر کو لیکر بیرام خاں کلانور میں آیا۔ جمعہ کے دن ۲ ربیع الثانی ۹۶۳ھ مطابق ۱۵۵۶ء کو ٹبری
 دہوم دھام سے کلانور کے باغ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ یہ اس کی تخت نشینی کی تاریخیں میں
 جلوس خداوند عالم نیاہ ۴ کام بخش ۴ اس وقت باوشاہ کی عمر ترہ برس نو مہینہ کی تھی اگرچہ اس عمر میں
 بھی عقل کی صفائی اور ذہن کی رسائی دہ رکھتا تھا کہ کب کسی کو اس سن میں نصیب ہوئی ہو۔ مگر پھر بھی
 اس کی نازک عقل میں سلطنت کو بار اٹھانے کی تاب تو اس نہ تھی۔ تمام مالی و ملکی مہات کا اختیار بیرام خاں
 کے ہاتھ میں ہا۔ اگر غور سے دیکھیں تو بیرام خاں خانان حبیباً آتالیق و سپہ سالار اور وزیر مشیر عقیدت شعار
 خیر خواہ بادشاہ کو نہ ملتا اور حل و عقد امور خلافت تمام لشکر کا انتظام اس کی رائے وانی و رایت اور کف
 کافی کفایت میں دیا جاتا تو ہندوستان میں خاندان مغلیہ کا جنم و شواہد ہوتا اگر محبت کے سبب اسکو خاں یا باگما
 اس جلوس کی وقت ممالک محروسہ میں اعظم منتظم یہ تھے۔ مرزا سلیمان بخشاں میں آرایش و آسائش
 کے ساتھ حکمران مقرر تھا۔ کابل غزنی اور انکی تمام حدود میں ہونہندہ کاروان منظم تھا اور
 محمد حکیم مرزا مع مستورات کے پاس آسودہ حالی سے ہوتا تھا۔ قندھار مع توابع و لواحق کے کہ بیرام خاں
 کی جاگیر میں تھا وہ شاہ محمد قلانی کے سپرد تھا دار الملک ہلی کے داد و ہوں کا نام پہلے بیان کر چکے
 ہیں ۲ از خلافت اگرہ اور اس کے نواح اسکندریہ خاں و زبک کی حکومت رونق پاتے تھے سرکار
 سنبل کا انتظام علی قلی خاں شیبانی کی تدبیر سے ہوتا تھا۔ سرکار کابل میں عبداللہ خاں و زبک کی سرکار
 انتظام کرتی تھی۔ میوات میں ترمذی بیگ خاں کے ملازم امن رکھتے تھے۔ بیانہ اور کول جلالی اور
 اس کے حدود میں قبا خاں لوازم خدمت بجالاتا تھا۔ بیانہ میں حیدر محمد خاں بادشاہ کے احکام
 کو جاری کرتا تھا ان سب کے نام بادشاہ نے احکام بھیج دیئے کہ وہ اپنی اپنی جاگیر میں برقرار رہیں۔
 پہلے بیان کیا ہے کہ شاہ ابو المعالی حسین تیز فہم و شجاع ہمایوں کا بڑا لڑا و لڑا متبنی تھا اور
 اس کو اپنی دانش کے بھر و سپہ پر بیرام خاں کی ہمسری کا خیال پیدا ہوا۔ بادشاہ کو لڑا کا سمجھا گستاخا
 اور سرکار میں کرنے لگا۔ بادشاہ نے اپنے جلوس کے جشن میں اسکو بلایا تو وہ یہ چند عذر بدتر از گناہ
 نہ آنے کے درمیان لایا کہ ابھی میں ہمایوں کی تعزیت فارغ نہیں ہوا۔ اگر آیا تو حضرت شہنشاہ کا سلو

جلوس کے وقت ممالک محروسہ میں جو اعظم امر و نظام

ابو المعالی حسین تیز فہم و شجاع ہمایوں کا بڑا لڑا و لڑا متبنی تھا اور

میرے ساتھ کس طرح ہوگا۔ مجلس میں کہاں بیٹھو گنا۔ امرا مجھے کس طرح پیش آئینگے جب اس کو بلانے میں مبالغہ کیا گیا تو وہ آیا۔ اور سو جتیں ساتھ لایا۔ حضرت شہنشاہ کے داہنی طرف انکر بیٹھا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو دسترخوان بچھا۔ وہ بھی کھانا کھانے کے لیے بلایا گیا۔ جب اس نے ہاتھ دھونے کے لیے پھیلانے تو لکھاں قوچین نے جو بڑا چابک دست قوی بازو تھا تیز دستی کر کے پیچھے سے انکو اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کے دستگیر کر لیا اور آوروں کو اس نے بھی اسکی ہدستی کی۔ ابوالمعالی فرط حیرت بہت پاپہوا۔ آدمی جو اس کے ساتھ تھے وہ خاندان شاہی کے نمک پر درود تھے ان سب نے اسے چھوڑ دیا اور پادشاہ کا دامن پکڑا۔ اسین سلطنت و قانون نصف میں بند و زندان کو اس سب مستحسن جاتے ہیں کہ اس میں فتنہ انگیز امتحان کی کسوٹی پر کئے جاتے ہیں اور بند سے بند پاتے ہیں۔ آدمی ایک طلسم بدیع نما اور معنائے مشکل کشا ہی۔ ایک جرم کے ظہور میں اسکو عد خانہ میں نہیں بھیجا چاہیے اس لیے کہ اس عالی نہاد کی بنیاد کو سوائے قدرت ایزدی کے کوئی تعمیر نہیں کر سکتا اس لیے دانش پیشہ منظموں نے اس کاخ والا اساس کے ڈھانے کو مستحسن نہیں جانا سچ کہ تو اس کمرشتہ ہونڈ کر دے مگر جس آدمی کی بدگوہری۔ بد درونی۔ شور انگیزی۔ فتنہ اندوزی بارہا تجربہ میں آگئی ہو اس کو زندان میں بھیجا کارا کا ہو گنا کام نہیں ہے۔ اشرار کی نستی میں کوشش کرنا جمہور انام کے ساتھ لطف کرنا ہی اس لیے بیہوشی نے اس قیدی کا کام تمام کرنا چاہا تھا مگر اکبر نے رحم دلی کے سبب منع کیا اور کہا کہ یہ میری جلوس کا اول سال ہے اس کو سید کے خون سے آلودہ نہ کرو۔ اس فتنہ انگیز کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر لا پھوڑا یا اور یہاں اسکو پہلوان کلکز عس لاہور کے سپرد کیا اس نے بے پردائی سے یابد اندیشی سے اس کی نگاہ میں اقیانانہ کی۔ وہ بندی خانہ سے بھاگ گیا۔ لاہور میں مرزا شاہ اور ایک جماعت نے پہلوان کلکز کو قید کیا۔ پہلوان نے بیہوشی کے خوف سے زہر کھا کر اپنے تئیں زندان جہانی سے خلاص کیا۔ منعم خان فاروق کا بلستان نے خوش ہو کر ابوالمعالی کے جانی مرزا ہاشم کو بہ لطائف الحیل طلب کیے کے مقید کیا۔ اس کی جاگیر میں کھم و دو و غور بند و خفاک وغیرہ تھے۔

بادشاہ کو سلطان سکند شاہ سور کا اتصال منظور تھا لیکن اسکو گیمات بہت یاد آتی تھیں اور

بادشاہ کا قابل سے گیمات کا بلانا سکند شاہ سور کا شکر دینا چاہتے تھے

بہت سی جاں سپار ملازم ہندوستان میں تازہ آئے تھے وہ بھی اپنے بال بچوں کو یاد کرتے تھے اور کابل جانے کا قصد رکھتے تھے۔ اس لیے بادشاہ نے اپنے مقصد اولیائے دولت کو کابل بھیج کر بیگیت اور تمام ملازموں کے اہل و عیال کو یہاں لانیکے لیے بھیجا کہ ملازم یہاں ثابت قدم ہو کر اپنی ولایت کے جانین کا قصد نہ کریں۔ خود جلوس کے پانچویں دن کو ہستان سواکت جس کو ہما چل بھی کہتے ہیں کوچ کیا۔

بادشاہ قصبہ دھری کے قریب آیا۔ پیر محمد خاں آگے لشکر لیکر کوہستان سواکت کے حوالی میں غنیمت پاس جا پہنچا۔ اور کچھ لڑکر سکندر شاہ کو شکست دی وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں بھاگ گیا بادشاہی لشکر بادشاہ سے آن ملا۔ چونکہ برسات کا موسم لگیا تھا۔ بادشاہ قصبہ جالندھر میں سایش خلاق کی خاطر سے آگیا اور یہاں باغ میں ٹہر گیا۔

جب بادشاہ ہمایوں کے مرنے کی خبر پھیلی تو حاجی خاں نے جو شیر شاہ کے غلاموں سے تھا اس نے ایک جمعیت فراواں کو لیکر نارول کا محاصرہ کیا۔ جہاں کا مجنوں خاں قاتل جاگیر دار تھا وہ قلعہ میں محصور ہوا۔ راجہ باری مل کچھوایہ حاجی خاں کے ہمراہ تھا۔ جب اہل قلعہ کا قافیہ تنگ ہوا تو راجہ مذکور نے دریا میں گر کر قلعہ لے لیا۔ مجنوں خاں کو بادشاہ پاس بھیج دیا۔ آئندہ بیان ہوگا کہ اس اجد کو شہنشاہ اکبر نے انجمنیات سے مہاراجہ بنا دیا۔ اور اسکے سائے بیٹوں اور پوتوں اور نواسوں کو مراتب و مناصب اور جہد و حرمت کی۔ اس وقت تروی بیگ دہلی میں حاکم تھا وہ حاجی خاں کے سرپر گیا۔ نارول کو اسکے ہاتھ سے چھٹایا۔ اور سرکشوں کو تادیب و تنبیہ کر کے دارالملک دہلی کو واپس چلا آیا۔

بادشاہ جالندھر میں تھا کہ اس پاس خبر آئی کہ مرزا سلیمان خان کم بدخشاں نے بغاوت اختیار کی۔ بادشاہ نے محکم کا اہتمام کیا۔ اس اہمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت ہمایوں کی رحلت کی خبر کابل بدخشاں میں پھیلی تو مرزا سلیمان در اس کے بیٹے ابراہیم نے کوہستان بدخشاں سے لشکر جمع کر کے کابل پر دست و پا کرنے کی اسکے کئی سبب ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ اہل بدخشاں میں خلاص کم نشان ہے۔ دوم مرزاؤں نے اپنے معاملہ نامی اور نادانی سے سوداگری کو چھوڑ کر اپنے نقصان کا معاملہ اختیار کیا۔ سوم بد ذاتی بددینی سے اپنا فائدہ اور اس کے نقصان میں دیکھا۔ چہارم تیرہ باطن کو تہ اندیشوں کے اغما نے ان کی

حاجی خاں کا نارول کا محاصرہ کرنا ۹۶۳ھ

مرزا سلیمان کا کابل کا محاصرہ کرنا ۹۶۳ھ

نظر کج کو سوئے اپنے نقد و سود کے کسی اور طرف نہیں دیکھنے دیا۔ پنجم خرم سلیم نے مرزا کو انکا دیا وہ مرزا
 کی کوچ (بیوہ منکوحہ) تھی اور مرزا نے اپنی کوچکٹی سے اپنے بھائی اور مالی قہات کا مدد بھیڑایا تھا۔
 وہ مرزا ہندال کی تعزیکے لیے کابل میں آئی تھی۔ مگر حقیقت میں وہ مرزا سلیمان مرزا ابراہیم سے نجد
 ہو کر اور حج کا بہانہ بنا کر یہاں آئی تھی۔ اور رنجیدگی کا باعث یہ تھا کہ جب اس سلیم کو اپنی رائے تدبیر
 کے سبب بدخشان مالکی کا اختیار حاصل ہوا اور اس نے کسی گروہ پر نوادش اور کسی گروہ سے
 کاوش شروع کی تو حسد پیشوں نے اپنی بد ذاتی سے ناشائستہ باتیں اسکی نسبت کہنی شروع کیں اور اسکے چھوٹے
 بھائی حیدریگ کے ساتھ تمکیم کیا تو فوراً ابراہیم نے آزدہ ہو کر حیدریگ کو مار ڈالا۔ سلیم رنجیدہ ہو کر کابل
 میں آئی بعد ازاں مرزاؤں کو اپنے اس کام سے پشیمانی ہوئی اور اپنے آدمیوں کو بھیج کر اس کو بلالیا۔ اس
 سلیم نے کابل کا ظاہری حال دیکھ کر مرزا سلیمان کو بھکایا کہ ولایت کابل کالے لینا نہایت آسان ہے مگر ہمایو
 کے خوف سے مرزا چپکارا اور جب حادثہ ناگزیر پیش آیا تو کابل پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ منعم خاں کو جب
 حقیقت حال پر اطلاع ہوئی تو اس نے میدان میں جنگ صف کرنا مناسب نہ جانا۔ اسباب قلعہ داری کا
 ہتیار کے قلعہ نشینی اختیار کی۔ قلعہ کابل کی شکست سخت بڑبڑ بارہ کی مرمت کرائی۔ پہلے اس سے
 کہ مرزا کابل میں آئے۔ پادشاہ کو اس حال کی عرضداشت لکھی۔ مرزا کی نگاہ اپنی کثرت سپاہ اور بادشاہ
 کے قلت لشکر پر تھی اس لیے وہ کوچ پر کوچ کرتا ہوا سال اول الہی میں کابل میں آیا اور قلعہ کابل کا محاصرہ
 کیا مرزا کے آدمی قلعہ کے باہر سے حملہ کرنے اور پادشاہ کی سپاہ قلعہ کو اندر توپ تفنگ سے انگو پرے ہٹاتی۔
 جب بادشاہ کے پاس منعم خاں کی عرضداشت پہنچی تو اس نے لشکر بھیجے کا ارادہ کیا۔ مگر
 ایک جماعت نے عرض کیا کہ آدمی جو بیگیت کو لینے گئے ہیں ملک کے لیے کافی ہونگے۔ یہ گروہ اگرچہ
 لڑائی میں شرمیک نہیں ہوا۔ مگر ہندوستان سے پادشاہ کے لشکر آنے کی خبر نے متحصبوں کی دلنوازی
 اور مخالفوں کی خاطر شکنجی کی۔ مرزا نے یہ تدبیر کی کہ قاضی خاں بخشی کو کہ اس کے مخصوصوں میں
 سے تھا اور علم و عقل میں ممتاز تھا۔ جو سہ سال مت منعم خاں کے پاس بھیجا۔ منعم خاں نے اس کے
 ساتھ اسے سلوک کیا کہ اس کو یقین ہو گیا کہ اہل حصار پاس ذوق بہت ہے اور انکی تعداد زیادہ ہے

منعم خاں کی تبریر البتہ قابل ششس ہو کہ باوجود کمال تنگی و بے سامانی کے ایسے دور میں ایچی کہ غلام
واقع کمال استعداد اور فراخی احوال کا یقین دلایا۔ بعد اس کے منعم خاں نے فرستادہ کو واپس کیا اور
یہ پیغام کہلا بھیجا کہ حصار کے اندر اس قدر آدمی ہیں کہ میں باہر آن کر لڑ سکتا ہوں مگر احتیاطاً ہمیں لڑنا
برسوں کا سامان قلعہ داری اور آذوقہ موجود ہے۔ سوائے اس کے ہندوستان کا شکر مور و بلخ سے
زیادہ چلا آتا ہے تو اپنے اندیشہ ناصواب سے دو گرا اور کافر نعمتی میں اپنے تئیں خاص و عام میں انگشت خا
نہ کر۔ مرزا کو یہ خیال تھا کہ قلعہ میں آذوقہ کم ہو اور یہاں کے آدمی بادشاہ سے کہ لڑنا کہو بے وفائی کرینگے
مگر ایچی کی زبانی یہ حال سنکر اس کو ناامیدی ہوئی۔ قاضی خاں کو پھر قلعہ میں بھیجا اور ان شرائط پر صلح
کی۔ اول اس کو نام کا خطبہ پڑھایا جائے۔ دوم یہ کہ آب باراں سے بد نشان تک اس سے متعلق ہو۔
منعم خاں نے شرائط کو قبول کر لیا۔ اس کا خطبہ پڑھا۔ اوریوں اپنا پیچھا اس سے چھڑایا۔ مرزا نے مقدم
کو آب باراں کا منتظم مقرر کیا خود بد نشان چلا گیا۔

کابل کو جب مرزا سے نجات ہوئی تو بیگمات ہندوستان کو روانہ ہوئیں اور بادشاہ کی خدمت میں آگئیں۔
خردسال بادشاہ کو تخت نشینی کی ابتدا میں چند روز تک میدان جنگ میں صرف ایک ہی اپنا دشمن بکنڈو
معلوم ہوتا تھا جس کے برباد کرنے کے لئے بادشاہ نے اسے بھیجا تھا۔ پھر اس نے خود اس کے ہتھیار
کے واسطے اپنا لشکر بھیجا پنجاب کا قبضہ میں رکھنا مقدم تھا پھر کابل میں ہنگامہ برپا ہونے کی خبر آئی۔
ایک شہ دودشہ۔ ابھی بادشاہ کی خاطر حبسی کہ چاہتے تھے مہات سکندر سے فارغ نہیں ہوئی اور کابل کی طرف
نگراں تھی کہ وہ ذی الحجہ کو جالندھر میں اس پاس خبر آئی کہ دارالملک دہلی کو سپہ نے لے لیا۔ اس کا محمل
بیان یہ ہے کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ ہیمو نے ابراہیم کو کہ مدعی سلطنت تھا لڑائیاں لڑا کر شکست دی
اور سب جگہ غالب آیا سلطان محمد کو جس نے اپنے تئیں سردار بنایا تھا شکست دیکر ملک عدم کو روانہ کیا تا ج
کرانی اور بکن خاں کو جالندھر میں تہریت دی۔ غرض بائیں لڑائیوں میں سلطان عدلی شاہ کے
مخالفوں پر یہ یکتا بنیا فتحیاب ہوا اور غالب ہوا۔ ان کامیابیوں سے اس کے دل میں سلطنت کی ہوس
پیدا ہو گئی۔ جب ہمایوں نے ہندوستان کو فتح کیا تو وہ اور مشاغل میں مشغول تھا مگر حبیب شنشاہ اکبر

تخت پر بیٹا تو شاہ عدلی کو چنا اگر کھ میں اُس نے پھوڑا اور خود اگر کو بے محاصرہ جنگ کے لیتا ہوا دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ اگر وہ میں سکدر خاں حاکم تھا وہ جدا ہو کر اپنے آدمیوں کے ساتھ دہلی میں آیا وہ یہاں سے لڑ نہیں سکتا تھا اس لئے قلعہ سے بھاگا۔ یہو کے فوج نے تعاقب کر کے اُسکی فوج کے دو تین ہزار آدمی رنجی و قتل کئے کچھ بھاگے کچھ دریا میں ڈوبے۔ اور اٹاواہ سے میاں خاں۔ کالہی سے عبد اللہ خاں اور بربیانہ سے حیدر محمد خاں دہلی میں آ گئے۔ صلاح وقت دیکھ کر تمام سرکاروں اور صوبوں سے امرا دہلی میں مجتمع ہوئے۔ دہلی میں تزدی بیگ نظم تھا اُس نے سامان پیکار تیار کیا۔ اور جانفشانوں کو ملک کی سب طرفوں سے اکٹھا کیا۔ علی قلی شیبانی کے سوا سب ہی امرا اسیں شریک ہوئے۔ علی قلی کے شریک نہ ہونے کا یہ سبب تھا کہ شادی خاں نے جو شاہ عدلی کے امرا بزرگ ہیں سے تھا اور سرکار سنبل کے اکثر پر گئے اس کے تصرف میں تھے اسکے دفع کرنے کے لئے وہ متوجہ ہوا تھا اور اُس نے اپنے ملازموں محبت خاں لطیف خاں غیاث الدین کو اپنے سے پہلے بھیجا تھا کہ آج بہت گزر کر اسکے آنے کے منتظر رہیں مگر یہ جماعت اپنی مردانگی کے نشہ میں ایسی مست تھی کہ تدبیر و احتیاط سے ہاتھ اٹھایا۔ مگر ناگہاں شادی خاں نے اُن پر حملہ کیا۔ ان معاملہ مانفوں نے بے ڈھنگی جنگ کی اور شکست پا کر بھاگے لطیف خاں مع ایک جماعت کے دریا میں ڈوب مرا۔ علی قلی خاں نے اس سانحہ کی خبر سکر بادشاہ کے امرا کے ساتھ جو اسکی لگی کے ساتھ مشورہ کر کے شائستہ امین کے ساتھ شادی خاں سے لڑنے کو روانہ ہوا۔ جس روز کی صبح کو لڑنے کا اُس نے ارادہ کیا تھا اُس کی شبکے تزدی بیگ کا نوشتہ آیا کہ یہو چلا آتا ہے اسکے ساتھ سارو سامان جنگ بہت ہی مناسب وقت یہی ہے کہ اول اسکے آئوب کو دور کریں۔ یہ امر سب ہمت میں اہم ہے فوراً یہاں چلے آؤ۔ علی قلی خاں نے اپنے کام کو چھوڑ دہلی کی طرف چلا۔ پہلے اس سے کہ وہ دہلی پہنچے۔ پیر محمد شروانی اندیشہ رتبہ ساتھ لے کر دہلی میں آیا۔ یہو کے پاس پچاس ہزار سوار۔ ہزار فیل۔ اکاون کمان۔ پانسو توپیں تھیں۔ اسکو اپنی کامیابیوں کے سبب اپنی بزرگی پر گھمنڈ تھا۔ بادشاہ کو لڑکا سمجھا تھا۔ سہ شنبہ غرہ شہر ذی الحجہ ۹۶۳ھ کو یہو دہلی کے نزدیک آیا۔ اور قلعہ آباد کے حوالی میں اُتر آ تزدی بیگ نے بھی دہلی میں ثبات قدمی کی سب طرح کی مستحسن تدبیریں کیں اور امرا و خاں کو باہم جمع کر کے بزم مشورہ آراستہ کی۔ شیر مرد تو احتیاط کے سبب

اور شتر دل بیل کی وجہ سے جنگ پر راضی نہ تھے وہ یہ کہتے تھے کہ یہ کم مناسب ہے کہ جیکٹ شاہنشاہ کے
 جس طرح سے ہونے کے قلعہ کو استحکام دیں اور شتر دل کے مارنے کی گھات میں بیٹھے رہیں۔ ایک گروہ یہ کہتا
 تھا کہ علی قلی خاں اور اس حدود کے امرا کے آنے تک جنگ کو موقوف رکھنا چاہیے۔ ایک گروہ بہادر
 کا جن کو معرکہ رزم عشرت گاہ بزم سے زیادہ تر خوش معلوم ہوتی ہے کہتا تھا کہ کارزار کرنے میں زیادہ تو
 کرنا نہیں چاہیے۔ زمانہ ازاں کس تیرا کند؟ کہ اوکار امروز فردا کند۔ آخر یہی رائے قرار پائی اور
 سب جنگ پر دل نہاد ہوئے۔ چار شبنہ دوم ذی الحجہ دونوں طرف کی فوجیں آہستہ ہوئیں۔ قول نے
 تردی بیگ کی شہامت سے انتظام پایا اور اسی قول میں یہ امر ابھی شریک ہوئے فضل خاں اور شتر
 و مولنا پیر محمد شردانی کہ برسم و کالت بیرام خاں کی جانب سے انتظام مہام کے لیے آیا تھا یا اس شتر کے
 ارادہ سے کہ تردی بیگ کے ہنگامہ آراستہ کو برہمزدہ کرے اور بنے بنائے کام کو بگاڑے۔ حیدر محمد خاں و
 قاسم مخلص۔ حیدر بخشی و علی دوست خاں بارہیلی اور ایک اور جماعت نے برانفار کو استحکام دیا تھا اور اس کے رخاں
 اور ایک اور جماعت نے برانفار کو زینت دی تھی۔ عبداللہ اوزبک و قیا خان۔ لعل خان اور ایک اور جماعت
 ہراول میں معرکہ آرائی کرتی تھی۔ ہیو کی جانب بھی سپاہ جیسی کہ نبرد کے لئے آراستہ ہونی چاہیے آراستہ
 تھی۔ طرفین کے بہادر کارزار میں جان لڑاتے تھے۔ تردی بیگ کے لشکر ہراول اور جرانفار نے اپنی
 مردانگی سے غنیم کے ہراول اور برانفار کو اپنے آگے سے ہٹا دیا۔ اور بہت کچھ غنائم کو حاصل کیا۔ چار سو باہی
 چھین لئے حسین خاں جلوئی کو کہ مخالف کے امراء عظام میں سے تھا فنا کیا۔ تین ہزار سے زیادہ مخالفوں کے
 آدمی مارے۔ ہیو نے سو باہی منتخب کر کے ایک بہادر لشکر لیا اور حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہی لشکر
 کا ایک گروہ بھگورڈوں کے پیچھے گیا اور ایک گروہ لوٹ پر جھک پڑا۔ تردی بیگ خاں پاس مقوڑے
 آدمی تھے۔ وہ یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ ہیو نے اُس پر بہادرانہ حملہ کیا اُس کے ساتھیوں نے یاوری نہیں
 کی مولنا پیر محمد خاں شردانی نے بھی اس لئے کہ سپہ سالار تردی بیگ کو شکست ہو فرار اختیار کیا۔
 تردی بیگ نے بھی جان کو عزیز رکھ کر ہلکے سے عار نہ کیا۔ فتح کی صورت بگڑ گئی شکست ہوئی۔ راجا شورو
 کے اس تجربہ پر کسی نے نظر نہ کی کہ ان شیر دلوں کی نسبت جو پیکار کی تلاش میں رہتے ہیں۔ گریزندہ زیادہ

زخمی ہوتے ہیں۔ بہشت ان جو اپنے دلوں کی جو حلیص مرگ ہوتے ہیں اور بیک جنگ کرتے ہیں وہ
 لوگ جلد ہلاک ہوتے ہیں کہ جان کو غریب سمجھتے ہیں اور موت سے بھاگتے ہیں۔ ہیو نے تروی بیگہ کا تعاقب
 نہیں کیا کہ وہ اس کے بھاگنے کو خلع عظیم جانتا تھا جو بہادر کہ ہیو کے لشکر مفرور کے تعاقب میں گئے تھے
 وہ بھی تروی بیگ کی راہ پر دوڑے۔ ہیو دارالملک دہلی میں داخل ہوا اور اپنا لشکر دہلی میں جمایا۔ اور راجہ
 بکر باجیت لقب رکھا۔ اور ہندوستان سے مغلوں کے بالکل استیصال کرنے کا غم جزم کیا تروی بیگ او
 امرازیہ کر سکتے تھے کہ علی قلی خاں شیبانی اور امراء و سرداروں کو متفق کر کے شکست کا تدارک کرتے یا
 حوالی دہلی میں کہہ کر بادشاہ کی کمک کا انتظار کھینچتے۔ مگر ان کاموں میں سے کوئی کام نہ کیا۔ سیدھے سرہند
 کو بھاگے اور ملک کو دشمن کے لئے خالی چھوڑ گئے جس کو اس نے بے تکلف لے لیا۔ میرٹھ میں علی قلی
 شیبانی کو یہ خبر ہوئی وہ تنہا ہیو سے نہیں لڑ سکتا تھا اس لئے وہ بھی سرہند میں چلا آیا۔ جب جالندہر
 میں بادشاہ پاس اس حادثہ کی خبر پہنچی تو وہ لشکر گھبراہٹ اور کیوں نہ گھبراہٹ آخر کم عمر تھا۔ تمام امیروں کے
 آنکھوں کے سامنے ہمایوں کا زمانہ آگیا۔ اور جب یہ اور سنا کہ ہیو کے پاس لاکھ سپاہیوں کی فوج اور ہزار
 ہاتھی ہیں اور یہاں ساری کرامات میں ہزار سپاہ ہو تو اور بھی جان بھگ گئی۔ سب امراء کہنے لگے کہ ایسی
 حالت میں مقابلہ کرنا اپنی جان سے ہاتھ دھونے ہیں۔ بہتر یہ کہ جنت مکانی کی طرح کابل کو ہم سب جائیں
 اور وہاں سے دوسرے سال سب سامان درست کر کے آئیں اور ہیو سے بدلہ لیں جب اکبر نے یہ حال دیکھا
 کہ سوائے پنجاب کے سارا ملک افغانوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے اور اب امیروں کے دل مارنے سے پنجاب
 بھی ہاتھ سے چلا تو وہ بڑا دیکھ بھرا اور بہرام خان کو خان بابا کہہ کے کہنے لگا کہ میں نے اپنے تمام ملکی مالی
 مہمات کا مدار آپ کی صلاح و مشورہ پر رکھا ہے جو کچھ صلاح و دولت ہو وہ عمل میں لائیں۔ اور میرے حکم پر موت
 نہ رکھیں۔ خان بابا نے کہا کہ حضور کا سارا دار و بار میرے دشمنوں نے بھڑپڑا ہے بھلا میری کون سے گاؤں
 اس معرکہ کا بھٹال لینا کون بڑی بات ہے اس پر اکبر نے ہمایوں کی روح کی اور اپنے سر کی قسم دی کہ
 آپ کسی دشمن سے نہ ڈریں اور پھر مصعب پڑھایا۔ دوست گرد و دست بود ہر دو جہاں دشمن باش۔ پشنگر
 بیرام خاں نے انجن امرا جمع کی۔ یہ مقولہ سچ ہو کہ ضرور نہیں کہ مشورہ کاروں کے مجمع میں ہمیشہ غلطی ہو۔

پانی پت لڑائی ہیو سے لڑا گیا

اکثروں نے بالاتفاق کہا کہ اس اجنبی ملک میں اپنے تئیں ہاتھوں کے پاؤں سے کچلوانا اور اپنا گوشت
چیل کوں کو کھانا کیا عقل کی بات ہے۔ بہتر یہ کہ کابل چلیں۔ سال آئندہ میں آنکر ہیو سے لڑیں بھڑکیا
اس پر پیرام خاں نے کہا کہ جس ملک کو دو دفعہ لاکھوں جاین دیکر لیا ہو۔ اس کو نامردی سے چھوڑ کر
چلے جانا ڈوب مرنے کی جگہ ہے۔ بادشاہ تو ہنوز بچہ ہی اس پر کون الزام لگائے گا۔ مگر سفید بالوں پر روئے
کا وسمہ لگے گا۔ دہلی کو ہم نے دو دفعہ کھویا اور لیا۔ خواہ کچھ ہی جان جو کھوں کیوں نہ ہو اسکو لینا ضرور ہے اصل
دہلی ہے۔ کابل اسکے آگے بے اصل ہے۔ دہلی اگر پاس ہو تو کابل کا لے لینا کیا بات ہے۔ خاقان اکبر نے
باوجود صغر سنی کے زبان سے فرمایا کہ ہاں ہاں وہی کرنا چاہئے کہ خان بابا کہتا ہے۔ اب ہم کہاں جائینگے
بغیر لڑے بھڑے مرے مارے ہندوستان نہیں چھوڑینگے۔ غرض اس نوعر بادشاہ کی باتوں نے کہند
سال امیروں کے دلوں پر ایسی تاثیر کی کہ انکی رگوں میں شجاعت وغیرت کا خون جوش میں آیا اور
سب تلواریں ٹیک کر کھڑے ہو گئے۔ پیرام خان اور اکبر نے اس وقت ہندوستان کی سلطنت کے
آگے کابل کی ریاست کو ہج جانا۔ اسکو معلوم تھا کہ ہیو دہلی میں سلطنت جانے کے لئے ضرور ہی کہ پنجاب
کو فتح کریگا۔ اسلئے انہوں نے دہلی کے فتح کے لئے پیش قدمی کی۔ سلطان سکندر کی طرف سے بادشاہ
کی خاطر جمع نہ تھی اسلئے خضر خواجہ خاں کو کہ سلاطین مغل کی نسل سے تھا اور بابر بادشاہ کی دختر گلبدن بیگم
سے اس کا نکاح ہوا تھا پنجاب کی پرانہ گلیوں کے دور کر نیکے لئے اور سکندر شاہ کے دفع کر نیکے واسطے
متعین کیا۔ اور بادشاہ نے خود ہیو کے قلع قمع کا قصد کیا۔ اسلئے تردی بیگ خاں اور امرا کے
کے نام فرمان جاری کیا کہ وہ قصبہ تھانیر میں اس سے ملیں اور انکی دلہی بھی کی کہ ایسے واقعات
کے پیش آنے سے بیدل نہیں ہونا چاہئے اور خود دسویں ذی الحج یعنی عید قربان کے روز جالندھر
سے چلا۔ سبیل سے عبور کر کے ۱۸ کو سرہند (سرہند) میں آیا۔ یہاں علی قلی شیبانی اور امرا شکست یافتہ
فرمان بھیجنے سے سرہند میں آگئے۔ اس وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ تردی بیگ کو بہرام خاں نے مار ڈالا
اس کا حامل ہم پیچھے لکھینگے اس عرصہ میں ہیو دہلی میں اپنی بکر باجیتی کرتا رہا۔ اور سپاہ کو جمع کرتا
رہا۔ جب کو خبر پہنچی کہ اکبر سرہند میں آگیا ہے تو اس نے اپنے توپخانہ کو پانی پیت بھیجا جو دہلی سے

سے شمال میں تیس کوس کے (۵۳ میل) فاصلہ پر پہنچے اور خود مع سواروں پیادوں کے پیچھے جانے کا ارادہ کیا۔ مگر اکبر بھی پانی پت کی طرف سر ہند سے چلا آتا تھا۔ اقیانوس نے علی قلی خاں شیبانی کو دس ہزار سواروں کے ساتھ پہلے روانہ کیا تھا۔ علی قلی خاں پانی پت میں آیا اور جب اسکو خبر ہوئی کہ ہیو کا توپخانہ وہاں آگیا ہو اور سپاہ بھی اُسکے ساتھ نہیں ہو تو وہ اُس پر چڑھ گیا اور توپ خانہ چھین لیا اسکے ساتھ جو آدمی تھے وہ بے جنگ بھاگ گئے ہیو کو اس واقعہ سے بڑا افسوس ہوا۔ یہ توپیں اس پاس ترکی سے آئی تھیں اور وہ بڑی غفلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ اکبر اور بیرام روز پنجشنبہ دوم محرم ۹۷۷ مطابق ۵ نومبر ۱۵۷۷ء کو پانی پت کے میدانوں میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ہیو کی سپاہ انکی طرف حرکت کر رہی ہے۔ ہیو نے اپنی سپاہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ دست راست کی سپاہ شادی خاں کا کر کو اور دست چپ کی اپنے بھائی رمن کو جو بڑا تیز چالاک بہادر تھا حوالہ کی اور تیسرے حصہ کا اہتمام خود کیا۔ بادشاہ کی سپاہ کے مقابلہ میں پانسو ہاتھی آئیں جنگ کے موافق کھڑے کئے۔ یہ وہ ہاتھی تھے کہ ہندوستان کے بادشاہوں نے جمع کئے تھے۔ تیز پائی اور چرب دستی انکی مشہور تھی۔ وہ عمارات عالی کو اپنی ایک جنبش میں ویران کرتے تھے۔ اپنی کھلاڑیوں میں مضبوط درختوں کو جڑ سے اکھڑ کر پھینک دیتے تھے۔ میدان جنگ میں سواروں کو گھوڑوں سمیت سونڈ میں اٹھالیتے تھے وہ ہتھیاروں سے سجے ہوئے تھے انکی سونڈوں پر دشنے اور حربے لگے ہوئے تھے۔ انکی پیٹھ پر رعد انداز اور تحش افکن بیٹھے ہوئے تھے۔ رجوت افغان تیس ہزار سوار ہیو کے ساتھ تھے۔ شیر شاہ و سلیم شاہ کے وقت کے بڑے بڑے بہادر اپنے نامور ہاتھیوں پر سوار تھے اور ہیو خود اپنے ایک بھاری ہاتھی پر جس کا ہوائی نام تھا سوار تھا اس نے اول بادشاہ کے ہراول کے میسرہ پر حملہ کیا اور اسکو پرانگندہ کر دیا۔ اسکے ہاتھیوں سے بادشاہ کے میمنہ اور میسرہ کے قدم اکھڑے اور بعض بڑے بڑے نامور بہادر قتل ہوئے۔ مثل محمد قاسم خاں نیشاپوری حسین قلی خاں شاہ قلی خاں محرم۔ اصل خاں بخشی۔ بادشاہ کے لشکر نے جب دیکھا کہ ان کے گھوڑے ہاتھیوں کے سامنے نہیں کھڑے رہتے تو وہ پیادہ پاہو کر تلواریں ہاتھ میں لیکر دشمن پر پہلے ہیو کے افسران کو روک نہ سکے وہ خود قلب سپاہ پر جس میں بیرام خاں افسر تھا جھکا۔ اس جو انمرد جنگ آزمودہ سپہ سالار کی

سپاہ نے تیر اندازی کر کے سواروں کو گرایا۔ علی قلی خاں شیبانی کا لشکر ایسی جگہ مقیم تھا کہ وہاں ہاتھیوں کا
 گزر نہیں ہو سکتا تھا اس نے پیچھے جا کر تیر اندازی اور تیغ زنی کی۔ ہیو قومی حملے کرتا تھا اور بادشاہ کے
 بڑے بڑے بہادروں کو پست پا کرتا تھا اسکی طرف سے بھی جھگڑا نہ اس جو بڑا تیز دست بہادر تھا اور دیکھا
 دونوں ہلاک ہوئے۔ ناگاہ اس گرو دارین ہیو کے ایک تیرایا لگا کہ اسکی آنکھ کو پھوڑ کر سر سے پار کر گیا۔
 اسکی سپاہ جو جنگ تازہ کر رہی تھی جب اُس نے دیکھا کہ دشمن کا تیر نشانہ پر لگا تو اسکی ہمت شکستہ ہو گئی
 پرانہ ہوئی۔ اسی ہنگامہ میں شاہ قلی خاں محرم چند سپاہیوں کے ساتھ اس ہاتھی کے پاس پہنچا کہ جس پر
 ہیو سوار تھا مگر اسکو معلوم نہ تھا کہ وہ اس پر سوار ہے۔ اس نے فیلبان کے مارنے کا قصد کیا کہ ہاتھی کو پکڑے
 سو فیلبان بیچارہ اپنی جان کے خوف کے مارے بچھا کہ ہیو اسی ہاتھی پر سوار ہے۔ شاہ قلی خاں نے فیلبان کو
 امان دی اور انعام بادشاہی کا امیدوار کیا۔ اس ہاتھی کو اور چند ہاتھیوں کے ساتھ لیکر میدان جنگ سے
 جدا ہوا۔ بعض لکھتے ہیں کہ ہیو بیہوش تھا۔ ہاتھی کا فیلبان مار گیا تھا بے سہرا ہاتھی جھگڑا جاتا تھا کہ شاہ قلی نے
 پکڑ لیا۔ جب ہیو کے لشکر کو شکست ہوئی تو فیلبانوں کو تیروں سے بادشاہ کا لشکر مارتا تھا اور ہاتھی ہوا
 کی طرح بھاگتے تھے۔ اس لڑائی میں میدان جنگ میں پانچ سو آدمی ہیو کے قتل ہوئے اور جو بھاگ کر
 مارے گئے انکا شمار معلوم نہیں۔ پندرہ سو ہاتھی بادشاہ کے ہاتھ لگے۔ اس عرصہ میں شاہ قلی خاں محرم ہیو کو
 کو باز نہ کرنا بادشاہ کے روبرو دلایا۔ ہر چند اُس سے باتیں کیں مگر اس نے کسی بات کا جواب نہ دیا۔ معلوم
 نہیں کہ جانکر جواب نہیں دیا یا اس میں جواب دینے کی توانائی نہیں تھی یا شرم کے مارے بات کرنی پسند
 نہ کی۔ بیرام خان خانخانا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اس کافر کو تلوار سے قتل کیجئے تاکہ مہر کے طغر میں اسم
 مبارک کے ساتھ غازی کا لفظ زیادہ کیا جائے اور ثواب عظیم حاصل ہو۔ مگر اس رحم دل کم عمر بادشاہ نے فرمایا
 کہ اس بندھے ہوئے مردہ کافر کو مار کر غازی نہیں بن سکتا۔ غرض اس ثواب و مہم کی امید میں بیرام خان
 نے ہیو کا ستر تلوار سے جدا کیا۔ بادشاہ نے اسکا سر کابل کے درپردہ ڈھریں کو دروازہ پر لٹکانے کے لئے بھیج دیا۔
 جہانگیر نے توڑک جہانگیری میں اور ابو الفضل نے اکبر نامہ میں یہ ایک لطیفہ لکھا ہے کہ جب ہمایوں دارالسلطنت
 دہلی میں اسکندر کی فتح کے بعد آیا ہے تو باپ کے اشارہ سے اکبر تصویر خانہ میں تصویر کی مشق کرتا تھا میر

سید علی مصور اسکو اس برقع طعنت کی راہ روشن بناتا تھا۔ ایک دن اُس نے آدمی کی تصویر بنائی جس
اسکے سب عضو عضو بند بندہ بنائے۔ ایک شخص نے اکبر سے پوچھا حضور نے یہ کسکی تصویر بنائی ہے اس نے
جواب دیا کہ ہیمو کی حال آنکہ اس وقت ہیمو کا نام و نشان بھی وہ نہیں جانتا تھا جو وقت بیرام خاں نے اصرار
کیا کہ بادشاہ ہیمو کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دو تو اس وقت اس نے اس تصویر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں پہلے ہی
ہیمو کو بند بندہ جدا کر چکا ہوں۔

ابوالفضل نے ایک اور لطیفہ لکھا ہے کہ جب بادشاہ جالند سے ہیمو کے ہتھیار کے لئے چلا ہے تو ایک دن میر
کو حکم دیا کہ مسرت خاطر اور آدمیوں کے تماشہ کے لئے اقسام آتھازی کو سراخام دے اور ہیمو کی صورت کی
آتش بازی بنائے آگ لگائے تھوڑی دیر میں یہ گلزار آتش تیار ہوا۔ ہیمو کی صورت بھی آئی جس میں آگ
لگائی گئی اس بزم بازی میں اس نے پہلے ہی اپنے کشتی بدخواہ کو سوختی بنایا۔

پانی پت پتیس برس پہلے اکبر کے دادا بابر کو یہاں فتح حاصل ہوئی تھی اور اس سے پہلے اس کو جہانگیر
امیر تیمور صاحبقران کو اسی میدان میں نظر نمایاں حاصل ہوئی تھی مگر نتیجہ ان دونوں لڑائیوں کا سو اُسکے
نہ تھا کہ ایک فتح حاصل ہوئی۔ مگر اکبر کو جو یہ فتح حاصل ہوئی تو اسکا نتیجہ عظیم یہ پیدا ہوا کہ اسکے خاندان نے ساری
ہندوستان میں دوسو برس تک بڑی شان و شوکت سے سلطنت کی جب سے اسکا تزلزل شروع ہوا کہ اسی
پانی پت کے میدان میں شمال سے ایک حملہ آور نے ان کو اسی خاندان کو بادشاہ کو شکست دی اور بعد
ایک بیگانہ قوم نے بحر اطلانتک کے جزیرہ سے نکل کر اسکا کام تمام کر دیا قطع نظر اسکے اکبر کی اس فتح کو
اسکے باپ دادا کی فتوح پانی پت پر اور طرح سے بھی فضیلت ہے اس وقت ہیمو پاس وہ اسباب جمع تھا کہ
ہندوستان کے فرمان فرماؤں کو میسر نہ تھا۔ سپاہیان کا مطلب کا هجوم مبارزان کا رزار کی فراوانی سب
توپ خانہ کی افزودنی۔ فیضان زبردست کی کثرت۔ امراء افغان کو جس میں مقدم شادی خاں میواتی
تھا۔ ہیمو نے مناصب اضافہ کا اُمیدوار کیا تھا اور خزانہ کا منہ کھول دیا تھا۔ بہت انعام دیئے اور سپاہ
کی تسلی کی۔ اس کی سپاہ میں تیس ہزار افغان اور راجپوت تھے۔ شیر شاہ اور سلیم شاہ کے
وقت کے بڑے بڑے بہادر اپنے ہاتھوں پر بیٹھے ہوئے تھے پادشاہ کی سپاہ میں

پانی پت کی لڑائی کا نتیجہ عظیم

کل دس ہزار آدمی تھے جن میں پانچزار قابل ہندو تھے اس قلیل سپاہ سے بادشاہ نے ہیملو کی کثیر سپاہ پر فتح پائی۔ امیر تغور کو تو سلطان ابراہیم سے پانی پت کی لڑائی میں ۱۲۰ ہاتھی ہاتھ آئے۔ شہنشاہ اکبر کو چند رٹا سواوا اسی پر اور غلام کا قیاس کرنا چاہیے پڑا خزانہ اور جواہر خانہ ہاتھ لگا جو سپاہ کو تقسیم کیا۔ اور ہاتھی اور توپ خانہ سرکار شاہی میں داخل ہوا۔ یہ لڑائی جمعہ کے دن صبح کو ۱۰ ماہ محرم ۹۶۲ء کو موضع کمر وندہ میں واقع ہوئی جو پانی پت کی پائس ہے اور پھر وہاں ایک مشہور سراسے بنائی گئی۔ بگرفت ہیملو۔ اس فتح کی تبلیغ ہوئی۔

اسی فتح کے روز سکندر خاں اوزبک کو ہزیمت یافتوں کے تعاقب کے لئے اور دارالملک دہلی کی حرا واسطے روانہ کیا اس نے کچھ شہر ریاد مغل آدمیوں کو زندان زندگی سے خلاصی دی اور ملک کی پرانگی کی منتظم ہوا دوسرے روز بادشاہ ایک دن میں بغیر کسی مقام کے پانی پت سے دہلی میں آیا جہاں اس کا دادا تیس برس پہلے آیا تھا اور باپ اسکو چھوڑ کر بھاگا تھا۔ مگر اس طفل چار دہ سالہ نے وہ اپنا کر شہدہ لکھیا کہ اپنے باپ دادا پر بیعت لیگیا۔ دہلی میں ہر طبقہ کے آدمیوں نے آن کر شکر یہ ادا کیا بخون خاں قاضی نے راجہ بہاری مل کا خلاص جو اسے نارنول کے محاصرہ میں مشاہدہ کیا تھا بادشاہ سے عرض کیا۔ بادشاہ نے اسکو طلب کیا جس روز کہ اور اس کے قریب بادشاہ سے خلعت رخصت لینے بارگاہ بادشاہی میں آئے تھے۔ بادشاہ مست ہاتھی پر سوار تھا شورش مستی میں ہاتھی جب طرف دوڑ جاتا تھا۔ آدمی ہٹ جاتے تھے مگر جب وہ ان راجپوتوں کی طرف گیا تو وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے جیسے کھڑے تھے دیسے ہی کھڑے رہے انکا اس طرح کھڑا رہنا اسکو بہت بھایا۔ راجہ سے اس نے فرمایا کہ تم تھکوا نال کرینگے چنانچہ ایسا ہی اسنے کیا جس کا ذکر آگے آئیگا فتح کی خوشی میں جشن ہونا شروع ہوا۔ انعام میں خزانہ دیے گئے جس جس گروہ نے کہ جاں پار میں ہمت دکھائی تھی ان پر طرح طرح کی نوازش کی گئی۔ شریف ضعیف و خرد و بزرگ کو عطایا دی گئیں۔ انیس سے خان زماں خاں کے خطاب سے علی قلی خاں شیبانی سرفراز ہوا اور سرکار بہنل معہ میاں دوات کے کل پرگنات کے اسکو جاگیر میں دیے گئے ان حدود کے انتظام کے واسطے اسکو خدمت کیا۔ عبداللہ خاں اوزبک کو شجاعت خاں کا خطاب ملا و سرکار کاپلی اسکو محرمت ہوئی اسکند خاں کو خان عالم کا خطاب ملا۔ پیر محمد خاں شروانی کو ناصر الملک کا خطاب عنایت ہوا اور اسکو اپنی خدمت میں رکھا۔ میاں خاں کو دارالخلافہ آگرہ کی حدود کا انتظام سپرد ہوا۔ غرض بہرناحیہ کا ایک منتظم بادشاہ نے مقرر کیا۔

بادشاہ کا دہلی جانا اور حرا کو خطاب و سپاہ کو انعام دینا ۹۶۲ء

برسات برتھ
آہو کے اہل عیال کی گرفتاری

اس اثنا میں خبر آئی کہ شہر شاہ کے غلام حاجی خاں نے الوراہ تمام میوات میں فساد مچا رکھا ہے بادشاہ نے مولانا پیر محمد ناصر الملک کو فوج دیکر اُس کی تادیب کے واسطے روانہ کیا ہے حاجی فقط اس لشکر کی ہدایت سے بھاگ گیا ساری میوات پر بادشاہ کا قبضہ ہو گیا۔ یہاں کی حدود میں ایک قصبہ دیونی ماچاری (ماچاری) نہایت مشہور تھا۔ اس قصبہ میں ہیمو کا مال و اسباب اندوختہ کیا ہوا موجود تھا۔ وہیں اس کے اہل و عیال تھے۔ اس کا باپ اسی برس کا بوڑھا زندہ تھا اس بٹے نے بھی بادشاہ کے لشکر سے ایک کارزار کی جہیں وہ گرفتار ہوا ناصر الملک نے اُس سے کہا بڑے میل لب سلمان ہو جاؤ اُس نے کہا کہ جس مذہب کی اطاعت میں میرے اسی برس گزری ہوں اس آخر وقت میں اُس سے مخالفت اور نئے دین سے موافقت نہیں کر سکتا اور فقط جان کے خوف سے بے سچے ہمارے طریقہ کو نہیں اختیار کر سکتا۔ اس جواب کا جواب مولانا پیر محمد تیغ زبان سے دیا اور اس کا سارا مال اسباب اور اہل و عیال و پچاس ہاتھی ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حاجی خاں اجمیر کو اپنا نامن سمجھا اور وہاں چلا گیا یہاں رانا کو جو اس رانا کا بیٹا تھا کہ بار سے لڑتا طرح طرح سے تنگ کیا۔ آخر کو ان دونوں میں اجمیر کے نواح میں ہنگامہ کا زرارہ گرم ہوا جس میں حاجی خاں اور اس کے دو کل مظفر خاں نے کارہائی نمایاں دکھائی۔ رانا کی کثرت سپاہ جس پر اس کو بڑا گمنا تھا کچھ کام نہ آئی اُس نے تخت پائی اجمیر اور ناگوار اور اسکو مصافات پر حاجی خاں کا قبضہ ہو گیا وہ بڑا صاحبِ قہار ہو گیا اسکے استیلا کی خبر سنکر محمد قاسم خاں شیاپوری و سید محمود بارہ شاہ قلی خاں محرم اور ایک جماعت کو دفع کرنے کے لئے بادشاہ نے تعین کیا اب دوا بہ تو دشمنوں سے خالی ہو گیا میوات مطیع ہوا۔ زمینداروں کی تسلی بخشی کے واسطے بادشاہ نے میواتوں سے نانہ رشتہ کرنا شروع کیا حسن خاں میواتی کے چچا زاد بہائی لہل خاں کی دو لڑکیاں تھیں ایک کے ساتھ بادشاہ نے خود شادی کی اور دوسری کے ساتھ بیرم خاں کی شادی کرائی۔ اسوقت یہ نانہ رشتہ کرنا بھی انتظام کی کے حق میں اکیس حکم رکھتا تھا بادشاہ کا ارادہ تھا کہ ممالک شرقیہ ہندوستان کی طرف توجہ کرے کہ اُس اثنا میں خبر آئی کہ فوجی لاہور میں فقیر خواجہ خاں اور سکندر سوہکے مابین لڑائی ہوئی اور خواجہ کو شکست ہوئی وہ لاہور میں آگیا اس اجل کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے لکھا ہے کہ پیر محمد خاں سے سلطان سکندر شکست پانچ جگہوں اور بہاروں میں چلا گیا تھا اور خضر خاں خاں سکندر شاہ کی مدافعت کے لئے مقرر ہوا تھا وہ مع امرا و نظام کے جا کر لاہور میں رہتا تھا جب یہ خبر آئی کہ ہیمو نے دہلی فتح کر لی تو بادشاہ دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ ملا عبداللہ سلطان پوری نے سکندر شاہ کو یہ امداد لکھنے بھیجے کہ بہاروں سے کھو چناب کو لیلو

بادشاہ کا دہلی سے چناب جانا

یہ خوب موقع ہے اُس ملا کو افغانوں نے توشیح الاسلام کا خطاب دیا تھا اور حضرت ہمایوں نے اُس کو
 محمد دوم الملک بنایا تھا وہ ظاہر میں پادشاہ کی محبت کا دم بہرنا تھا اور دل میں افغانوں سے الفت رکھتا
 تھا اُس کے کہنے سے سلطان سکندر نے پنجاب کے کوہستانی زمینداروں کو اپنے ساتھ لیا۔ پنجاب سے
 روپیہ خوب وصول کیا۔ خضر خواجہ خاں لاہور کو حاجی محمد خاں شیبانی کو سپرد کر کے خود سکندر سے لڑنے
 گیا۔ دو ہزار منتخب سپاہی ساتھ لیکر موضع جیناری میں کہ لاہور سے دس کوس پر ہے سکندر کے لشکر کشیر
 سے جا بھر انکر میدان جنگ میں اُس کے آگے نہ ٹھہر سکا شکست پا کر اٹلا لاہور میں آیا اس اشار میں بلا
 عبداللہ کی رو بہ بازی کا حال حاجی محمد خاں شیبانی کو معلوم ہو گیا تو اُس نے ملا کو شکستجی میں دھرا اور تین
 میں آدھا گاڑ کر ساری عمر کا جمع کیا ہوا روپیہ اُس سے اوگھوایا غرض بری تعذیب سے اُس کی جان کو جسم
 سے نکالا جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے بہت جلدیا لکھوٹ اور اُس کے حدود میں سکندر خاں عالم
 کو خضر خواجہ کے اعتقاد کے لئے بھیجا مگر پنجاب سے امرا جو یہاں وارد و صادر ہوئے انکی زبان بی متواتر
 پادشاہ نے سنا کہ سکندر خاں سور نے بڑا لشکر جمع کیا ہے اور مان کوٹ کو اپنا ما من بنایا ہے جہاں وہ
 میدان میں شکست پا کر محفوظ رہ سکتا ہے فتح مذکور پائے سے اس کے ہمراہیوں کی غرت بڑھ گئی ہے
 جب تک پادشاہ وہاں بن جائیگا یہ شکل کام آسان نہیں ہوگا اس لئے پادشاہ نے ممالک شرقیہ
 ہندوستان کی غریت موقوف کی یورش پنجاب کا ارادہ مصمم کیا پادشاہ کے آدمیوں نے یوان لسان تعذیب
 میں فال دیکھی یہ میت کلی سے سکندر راہی بخشید آئے۔ بہر زور و زور میسریت این کار۔ اس سے پادشاہ
 کے غلطوں کو ایک اعتقاد ڈھوا۔ بالغ نظر تو فال کو کب معتبر جانتے ہیں مگر ایسے اوقات میں کہ خاطر مضرب
 ہوتی ہے ایسے غفاذلات پریشان ذلول کو اطمینان دیکر خوش کرتے ہیں پادشاہ کا تو اس مقولہ پر جو اسکی
 سلطنت کی جان تھی عمل تھا کہ جو کام کیا جائے وہ پورا کمال طور پر کیا جائے۔ غرض چارم شہر صفہ ۱۱ کو
 مہدی قاسم کو دہلی سپرد کی اور خود پنجاب کی طرف روانہ ہوا منزل بمنزل آہستہ شکار کیلئے ہوا چلا۔ ترک جیک
 فوج اسکی خدمت میں چلے آتے تھے خصوصاً کابل و قندھار و بدخشان سے جدید و قدیم ہوا خواہوں کی جمع
 کثیر اُس کی درگاہ میں آئی جب جالندہر کی حدود میں پادشاہ آیا تو سکندر نے اس نواح میں قبضہ فساد برپا
 کر رکھا تھا وہ کہہ سوا کہ میں چلا گیا۔ بادشاہ کو اس کے قیدیہ کا منٹا مانٹا بلور تھا اُس کے لئے راہگی دشواری کی پڑا
 نہ کی وہ سکندر کے پیچھے کوہ سوا کہ میں چلا گیا یہاں کا عالم ہی تھا وہ ہندوستان کے خود سردوں اور

گردن کشوں کی گریز گاہ تھا قصبہ دس سوھ میں پہنچا اور پھر قصبہ دھرمی میں آیا یہاں خشن نوروزی تھا جس سے سال دوم الہی شروع ہوا (سال الہی ہر شین نوروز سے شروع ہوتا ہے) یہاں پادشاہ پاس یہ خبر پائی کہ سلطان سکندر کو وہ سوالک میں اسٹے بھاگ آیا ہے کہ اس کا خیال یہ ہے کہ پادشاہی لشکر کو پہاڑ کی تنگ راہوں سے چکروں میں لاکر شکار کروں مگر پادشاہ نے اس بات کی کچھ پروا نہ کی اور ناصر راہ کو بہادروں کی جماعت کثیر کے ساتھ روانہ کیا کہ اس پہاڑ کے زمینداروں کو تاخت و تاراج کرے اس نے تھوڑے عرصہ میں پہاڑ کے بہت سے راجاؤں کی تنبیہ و تادیب کی اور سب ان کا مال و اسباب لوٹ لیا سکندر پاس جو کوہستان کی جمعیت تھی وہ پریشان اور بے جنگ فرار ہو گئی پادشاہ ان بھگوروں کے پیچھے روانہ ہوا قلعہ مال کوٹ میں سکندر چلا گیا۔ مال کوٹ کا قلعہ چار استوار قلعوں سے بنا ہے سلیم خاں فی اسوقت کہ لگھروں کا استیصال اسکو منظور تھا ان کو قریب قریب پہاڑیوں پر عجیب و غریب طرح سے بنایا ہی ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک قلعہ سنگ و ساروج سے بنایا ہے یہ سب قلعے دیکھنے والے کو ایک ہی قلعہ معلوم دیتا ہے اصل وہ جگہ جہاں قلعہ بنائے ہیں ایسی محکم ہے کہ اسکو قلعہ خدا وادکنا چاہئے اور اس پر یہ محکم قلعہ بنائے ہیں وہ دشمن کو اپنی بڑی ہولناکی شکل دکھاتے ہیں اس پر لشکر کا ہیجانا شکل اور اگر ہونچ بھی جائے تو وہاں کے رہنے والوں کو زیر دست بنانا بہت دشوار میٹھا پانی وہاں کثرت سے آؤ و قلعہ چاہئے آسانی سے میسر۔ ان قلاع عظیمہ کے بنانے سے سلیم شاہ کا اصلی مطلب یہ تھا کہ جب ہمایوں ہندستان کو جائے تو وہ لشکر پنجاب کے لئے اسے مفروض بنائے اور لاہور اجاڑ کر وہاں بسائے اور وہاں بڑا لشکر رکھ کر پنجاب کی حدود پر فراں روانی کرے اور لاہور کے خراب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ شہر اقسام تجارت و اصناف مردم کا مسکن تھا تھوڑی وجہ سے وہاں لشکر عظیم اور اس کا سارا ساز و سامان میسر ہو سکتا تھا اسکو خوف رہتا تھا کہ خاندان تیمور کا لشکر وہاں استعداد فراں بہم نہ پہنچائے جبکہ علاج کچھ ہو کر مگر یہ ارادہ اس کا موت نے پورا نہ ہونے دیا۔

جب شہنشاہ اکبر کو یہ مضمون ہوا کہ اس قلعہ میں سکندر مختص ہے تو اس نے اس قلعہ کے محاصرہ کا حکم دیا پادشاہ کی فوج نے قلعہ کو گھیر کر اپنا دائرہ کار مگر نہ بنالیا اور آداب قلعہ گیری کے موافق اپنے

سکندر سے قلعہ کا زور کرنا اور اس کا تائب کرنا

قلعہ مال کوٹ کا محاصرہ

مورچل بنائے۔ پہلے ہی دن قلعہ سے افغان باہر نکلے تھے کہ ادھم خاں نے اُن پر حملہ کر کے شکست دی
 غرض ہر روز جنگ دوست سردار اور کار طلب زبردست پادشاہ کے مورچوں سے ٹکڑے پیشہ سستی میں
 دست بردی کرتے تھے اور اہل قلعہ توپ و تفنگ کی مار سے کسی شخص کو قلعہ کے گرد نہ پھرنے دیتے تھے
 محاصرہ کے لوازم بوجہ حسن سہرا انجام پائے تھے اور مورچل اور سرکوب آگے بڑھتے جاتے تھے ناصر الملک کا
 مورچہ سب سے آگے بڑھا ہوا تھا اُس نے کارہائے نمایاں کئے تھے آٹھ مہینے تک لشکر شاہی اُس پر خوراک کیا
 اور کچہرے کا سکندر خاں کو یہ امید بتی کہ سلطان عدلی ضرور مشرق سے ساز و سامان مہیا کر کے دہلی اور آگرہ پر چھاپا
 مارے گا۔ پادشاہ کا لشکر اس طرف جائیگا یوں قلعہ مان کوٹ بچ جائیگا۔ مگر جب اُس نے سنا کہ سلطان عدلی حاکم بنگالہ
 کے ساتھ لڑا کہ اس جہاں سے گذر گیا اور ہمیں بقال کا حال بھی ہو تو اسکو ناامیدی پر ناامیدی ہوئی اور مچھتا
 قلعہ پریشان خاطر و پرانگندہ دل ہوئے۔ اس حالت یاس میں مجبور ہو کر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اپنے کاروان
 معتقد بھکر التماس کی کہ پادشاہ سلامت اپنے معتمدوں میں سے کسی کو قلعہ کے اندر بھیجے کہ میری خاطر بقیرا کو تسلی
 پذیر کرے مجھے لشکر پادشاہی کا غمیمہ بنا ہے پادشاہ نے آنگر خاں کو قلعہ کے اندر بھیجا اسکے سامنے سکندر نے بجاالت سی
 یہ نظر کیا کہ میں عقل عاقبت اندیش نہیں رکھتا تھا۔ کوتاہ بینی کی۔ میرا منہ نہیں ہے کہ پادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوں
 میں اپنے بیٹے کو بندگی کے لیے بھیجا ہوں اور امید دار ہوں کہ کوئی جگہ میرے لئے نامزد ہو جائے کہ میں وہاں چند
 روز رہ کر پھر پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں میں خدا کی قسم کہتا ہوں کہ تازندہ ام بندہ ام اس فرستادہ فی ملامت
 کے ساتھ خدمت کی اور ناصر الملک کے لیے جو خاندانوں کی وکالت رکھتا تھا بلکہ رکن سلطنت تھا نقد و حسن بھیجے
 اسے مشارالہ نے سکندر کی دولت خواہی سے اسکی التماس کا خلاصہ میرا م خاں سے عرض کیا۔ میرا م خاں نے اسکو
 پادشاہ سے عرض کیا پادشاہ نے اسکے لئے خرید اور بہار جاگیر میں دیے اس نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو امراء
 معتقد میں سے غازی خاں کی عہدہ بھیج دیا اور پیشکش اور چند ہاتھی برگزیدہ اس پاس بھیجے ۲۷ رمضان شنبہ کو قلعہ کی
 بھینچاں اولیاء دولت کو سپرد ہوئیں وہ ہتھیار کے زندان سے نکل کر خرید و بہار میں گیا اور یہاں سی و دو سال بعد جہاں سے
 گیا قلعہ مان کوٹ کی حراست ابوالقاسم برادر محمد قاسم موچی کو سپرد ہوئی چھ مہینے کچھ دنوں بعد کوہ سواک ۲۷ شوال
 کو پادشاہ لاہور میں آیا۔ یہاں کے ایام توقف میرے یہ نسخہ پیش آیا کہ تھل زمیندار قتل ہوا یہ زمیندار اپنی کمبختی سے

سکندر شاہ کی ہمراہ ہوا۔ زمینداروں کی اکثر یہ دستور رسم ہے کہ وہ کسی کے ساتھ یہ نجات نہیں ہوتے سب طرف دیکھتے رہتے ہیں جس جانب کو غالب اور شورا فرما جاتے ہیں اسکی ہمراہ ہوتے ہیں جب جنت آشیانی کا انتقال ہوا سکندر شاہ سورنے ہنگامہ برپا کیا تو یہ اُس کے ساتھ ہو گیا اور اُس کے ہنگامہ کو آرائش دی جب بادشاہ کے لشکر کو دیکھا کہ وہ قلعہ مان کوٹ کا محاصرہ کر رہا ہے اور اہل قلعہ پر بری بنی ہوئی تو زمیندارانہ حیلے بنا کر لشکر شاہی سے آن ملا۔ بیرام خاں کو جب اس کے فساد برپا کرنے کی حقیقت معلوم ہوئی تو اُسکو مار ڈالا اور اس کی بجائے اُس کے بہائی بھجن کو مقرر کیا۔

بہادر خاں برادر زماں خاں جس نے زمین واد میں فتنہ و فساد اٹھایا تھا شہر مندہ و سرنگندہ زمین واد سے آن کر بادشاہ کا زمین بوس ہوا بیرام خاں کی سفارش سے بادشاہ نے اس کے اعمال ناشائستہ کی سزا دی مگر اس سفارش سے اس کی سخت اور بدکاری اور بڑھ گئی عطاوت صلی یہی کہ آدمی کو بدکاری کی سزا دیکر سطح پر نیست کرے کہ پہریدی کے گرد نہ پھرے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت ہمایوں نے ہندوستان کی طرف توجہ کی تو بیرام خاں کی جاگیر میں قندہار مقرر تھا وہ شاہ محمد قلاتی کے اہتمام سے آراستہ تھا۔ زمین واد رہا خاں کی داوری کے لئے تفویض ہوئی تھی جب ہندوستان میں ہمایوں بادشاہ ہو گیا تو بہادر خاں نے قندہار کے لینے کا ارادہ کیا اول مکر و فریب سے چاہا کہ کافر نعمتی کر کے قندہار کو اپنے تصرف میں کر لوں مگر حرام کی سے کار کشائی نہ ہوئی اس سرگزشت کی شرح یہ ہے کہ بہادر خاں نے اپنا راز سر بہستہ فرخ ضعیف سپہر خواجہ قاسم ہزارہ پر کھولا اور کسی مسلح آدمیوں کو اس کے گہر میں جو شہر قندہار کے اندر تھا چھپایا اور ایک دن مقرر کیا کہ دروازے کھگیاؤں کا کام تمام کریں اور بہادر خاں بھی دروازہ ماشورہ سے آئے اور باہم اتفاق کر کے شاہ محمد کو مار کر قندہار پر قبضہ کر لیں مگر جس روز یہ کام ہونے کو تھا جاسوسوں نے اسکی خبر خراسان قلعہ کو پہنچا دی اسوقت اس آدمیوں کی گرفتاری کے لئے آدمی متعین ہوئے سازش کر نیوالے سر اسیمہ ہو کر دروازہ ماشورہ پر دوڑے وہاں دروازہ لٹا قفل کو توڑنے کے کچھ خندق میں گرے کچھ دیوار سے اپنے پاؤں سے بل گرے کچھ بہاگ کر مٹا قفل کے گہر میں چھپ چکو تلاش کر کے شاہ محمد نے مار ڈالا جب بہادر خاں کا یہ داؤ نہ چلا تو وہ زمین واد میں آیا اور لشکر تیار کیا اور قندہار پر آکر اپنا شروع کیا شاہ محمد نے سوچا کہ ہندوستان کی کمک تو بہت دور ہے فرمان روائی ایران سے ملتی ہو کہ حضرت ہمایوں نے یہ قرار دیا تھا کہ فتح ہندوستان کے بعد قندہار شاہ ایران کی ملازمت کو حوالہ کیا جائیگا اگر آپ مناسب جائیں تو ایک جماعت کو بھیجیں کہ وہ بہادر خاں کا بھی علاج کرے اور قندہار بھی

قندہار کے معاملات سلطنت کے لئے

آن کرے لے شاہ ایران نے سیستان و ذرہ و گرم سیر سے تین ہزار ترکمان سپہ داری علی یار بیگ فشار بھجوا دیے
 بہادر خاں کو اس لشکر کی خبر نہ تھی اس کے سر پر یہ بلا سے ناگمانی آئی تو وہ اس سے سخت لڑائی لڑا دو دفعہ
 وہ گھوڑے سے گرا آخر کو بھاگا زمین داہرا و اس حدود میں بٹیر نہیں سکتا تھا شہر مندگی کا مارا بادشاہ کی خدمت میں
 مان کوٹ میں آیا اس کو بادشاہ نے نٹان جاگیر میں دیا اور محاصرہ میں ایک سو چل اسکے سپرد کیا اس نے
 کام خوب کیا اسی طرح شاہ ملاقاتی نے شاہ ایران سے کمک لیکر اور عہدہ سپاہی کر کے بہادر خاں کو بھرتی دی مگر وہ
 اپنے عہدہ سپاہی پر قائم نہ رہا پہلے شاہ ایران نے اپنی بہائی سلطان حسین مرزا کو ایک لشکر کے ساتھ تھہر لینے کیلئے بھیجا شاہ محمد لوارم
 داری میں سعی کی اور قلعہ کے محاصرہ میں امتداد ہوا ایک دن بہادروں نے قلعہ سے نکل کے قلیفہ ساہو کے
 مورچہ پر حملہ کیا اسکو زخمی اور جمع کثیر کو قتل کیا سلطان حسین مرزا سے کچھ کام نہ بنا وہ قلعہ چھوڑ گیا۔ بادشاہ
 ایران نے اور لشکر بہت سا بھیجا کہ کسی نہ کسی طرح قلعہ فتح ہو علی قلی خاں نے اس کا بیڑا اٹھایا تھا اس نے
 قلعہ کے لئے لینے میں سخت کوشش کی مگر تیرہ بندوق نے اسکو ملک عدم میں پہونچایا۔ ایران کے لشکر میں
 تفرقہ پڑا سلطان حسین مرزا جو سر اسیمہ قلعہ کے گرد بیٹھا تھا کہ اس اتنا میں شاہ محمد قلاتی نے بادشاہ پاس
 اپنی عرضداشت بھیجی اور حقیقت حال پراگاہ کیا بادشاہ نے جواب میں یہ حکم بھیجا کہ جنت آشنائی نے نسخہ
 ہندوستان کے بعد شاہ ایران کو قذہار حوالہ کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا جائے اور تو تاحی ایران کی
 سپاہ سے لڑا اس کی عذرخواہی کر کے ہمارے پاس جلد آئی اس لئے کیا سلطان حسین مرزا کو قلعہ حوالہ کیا۔
 اسی محاصرہ کے اتنا میں یہ خوش خبری آئی کہ مریم مکانی معہ اور بیگمات کے لاہور میں آگئیں ہیں اور
 بادشاہ کے اشارہ کی منتظر ہیں ہم نے پہلے لکھا ہے کہ بادشاہ نے ان کے لینے کے واسطے اپنے معتد بھیجے
 تھے مگر اس آئے میں کچھ اس سبب سے توقف ہوا کہ کابل میں مرزا سلیمان کی شورش شروع ہوئی اور کچھ
 اس وجہ سے کہ ہیمو کے ہنگامہ کی کابل میں بری خبریں اڑ رہی تھیں کابل کے دہلی دروازہ پر ہیمو کا سر
 لٹکا تو سب طرح سے اطمینان ہوا یہ بیگمات کابل سے روانہ ہوئیں مخم خاں بھی انکے ساتھ ہوا اور محمد قلی خاں
 برلاس کو کابل سپرد کیا مگر جب وہ جلال آباد میں آیا تو اسکو تروزی بیگ کا حال معلوم ہوا کہ بیرام خاں نے
 اُسے قتل کیا اس لئے وہ اُلٹا کابل گیا اور محمد قلی خاں برلاس کو ہندوستان روانہ کیا راہ میں بادشاہ کی دو
 اعمیانی ہنوں کا انتقال ہوا بادشاہ ماہم انگہ کو جو اس کی آسائش گوارہ منے آرائش تخت تک ہمیشہ ملازمت
 میں رہی تھی اور نیک خدمتیں کرتی تھی استقبالیہ کے لئے لاہور بھیجا وہ لاہور جا کر ان بیگمات کو بادشاہ کے

کابل سے مریم مکانی کا آنا بادشاہ کے پاس

لشکر کی طرف لائی۔ پادشاہ بھی محاصرہ سیرام خاں کو سپرد کر کے ایک منزل استقبال کو گیا۔ مریم کانی نے اپنے فریصر کو دیکھ کے آنکھوں کو روشن کیا۔ بڑی خرمی و خوش دلی ہوئی پھر پادشاہ لشکر میں آیا جہاں امتداد و محاصرہ سے پناہ دل تنگ ہو رہی تھی مگر بہت سی نئی سپاہ کے آنے سے اور اہل عیال کے ہندوستان میں پہنچنے سے وہ تازہ دم ہو کر زیادہ قلعہ کشائی میں اہتمام کرنے لگے۔

خان زماں خاں نے رکن خاں کو جو شاہ عدلی کے امرا و بزرگ میں سے تھا شکست دی اور حدود سنبھل میں گردن کشوں کو لکھنؤ تک مطیع کیا پھر حسن خاں چکوتی کو دفعہ کیا۔ اس سرگشت کا محل بیان یہ ہے کہ ہندوستان کے مشہور زمینداروں میں سے حسن خاں تھا اور وہ اپنی برادری اور خوشینوں اور پادشاہی نوکروں میں ممتاز تھا اور ہندوستان کے فرماں رواؤں کے عہد میں مستحکم مقاموں میں رہ کر غارت و تباہ کرنے کے منصوبے باندھا کرتا تھا۔ جب پادشاہ قلعہ ماکوٹ کے محاصرہ میں مصروف ہوا تو وہ ایک لشکر گراں جمع کر کے سنبھل کو غارت و تباہ کرنے لگا اور جلال خاں سور کو کہ افغانوں کے بڑے سرداروں میں تھا اپنا ساتھی بنا لیا۔ خاں زماں جب اس کا حال معلوم ہوا تو یہاں کے امرا و پادشاہی کو ساتھ لے کر لکھنؤ سے باہر اس سے لڑا۔ حسن خاں پاس میں ہزار سوار جنگی تھے۔ اور خاں زماں پاس چار ہزار۔ مگر پادشاہ کی سپاہ کو فتح ہوئی۔ بہت غنیمت ہاتھ لگی اس نے دو ہاتھی جو بڑے نامی تھے وہ پادشاہ کی نذر میں بھیجے۔

اس وقت میں جب پادشاہ دارالخلافہ آگرہ میں تھا تو اس نے سنا کہ افغانوں کی ایک ایک قوم ہے جس کو میانہ کہتے ہیں اس نے سر و پنج کی حدود میں فتنہ فساد اٹھا کے شورش و آشوب کا ارادہ رکھتی ہے پادشاہ نے کمال خاں لکھ کو جو اس خدمت کی لیاقت رکھتا تھا بھیجا۔ اس نے جا کر ان افغانوں کو ٹھیک بنایا اور فتح و ظفر کے ساتھ پادشاہ کی خدمت میں جلد آیا۔

مرزا عبدالغنی غل کی بیٹی سے کہ اصل نسل کی شہزادہ تھی پادشاہ کا نکاح ہوا۔ سیرام خاں کو

نیل میں فوجات

سورج کی فتح

اس نکاح میں تامل اس سبب سے تھا کہ اسکی بہن مرزا کا مران کی بیوی تھی اس لیے وہ اسکو کامرانیہ سمجھا تھا۔ مگر ناصر الملک نے اس کو سمجھایا کہ ایسے کاموں میں توقف نہایت ناخوش ہے اس سمجھانے سے بیرام خان نے پادشاہ کے نکاح کا اہتمام خود کیا اور جشن شادمانہ مرتب کیا ہم نے پہلے لکھا ہے کہ مانکوٹ فتح کر کے ۲ شوال کو لاہور میں پادشاہ آیا کہ پنجاب کا شائستہ انتظام کرے وہ یہاں چار مہینے چودہ روز رہا۔ ۵ اصفہر ۱۰۱۹ھ دارالملک دہلی کو روانہ ہوا جب جالندہر میں آیا تو ہمایوں کی بھانجی سلیطہ سلطان بیگم سے بیرام خان کا انقصاد کیا۔ ہمایوں نے یہ نسبت ٹھہرائی تھی اور قسم دیا تھا کہ ہندوستان کی فتح کے بعد یہ عقد نکاح ہوگا۔ اب بیرام خان نے نکاح کی درخواست پادشاہ سے کی اس نے نکاح کر دیا۔ ماہم آنگہ نے اس کا سارا اہتمام کیا۔ مجھ ۲۵ جمادی الثانی پادشاہ دہلی میں دوبارہ آیا خانخانان کہ نہات و معاملات مالی و ملکی کا مالک تھا اور آئندہ اور دو سال تک رہا۔ اب ہم وہ تمام حالات لکھتے ہیں جس سے بیرام خان کا زوال آیا۔


بیرام خان کے ظلم و ستم۔ پادشاہ کے ساتھ لطفی

معلوم نہیں کہ بیرام خان جیسے قاتل و دزدانہ و فرزانہ کے دماغ میں اختیارات شادمانہ نے کیوں فتور ڈالا کہ وہ ایسا غرور میں آگیا کہ اپنے سب سے کسی کو نہیں دیکھ سکتا جس کسی کو دیکھتا کہ وہ میری ہمسری کا دعویٰ رکھتا اس کا سر تن پر تر رکھتا۔ اب ہم ان امیرون کا حال لکھتے ہیں جنکو اس نے قید کیا۔ یا کسی طرح ذلیل کیا یا مار ڈالا ابوالمعالی کے قیدیہ کا حال ۹۶۳ھ میں ہم نے لکھا ہے اب تروی بیگ کے قتل کا بیان لکھتے ہیں جسکے لکھنے کا وعدہ کیا تھا وہ بھی اسی سنہ کا واقعہ ہے۔

تروی بیگ خان کو بیرام خان اپنا ہمسر سمجھ کر ہمیشہ اسکی طرف سے اندیشہ میں رہتا تھا تروی بیگ بھی اپنے تین لشکر شاہی کا سپہ سالار سمجھ کر بیرام خان کے برابر کرنے کی تدبیر کے سوچ بچار میں اور وقت فرصت کے انتظار میں رہتا تھا۔ ہر ایک نے تعصب مذہب جو دین براہ راستی تمام دین فقہ ایک دوسرے کو پائمال کر لیا ضمیمہ بنایا رکھا تھا اور فرصت کی تلاش میں رہتا تھا۔ باوجود اس مخالفت کے جس کا مشابہ نافرہیب کی تاوان بینی

مرزا محمد افضل کی خدمت سے پادشاہ کا نکاح

مرزا تروی بیگ کا قتل ۹۶۳ھ

دوسرا ایک دوسرے کو کمزور و زیر سے تو قان کہنا تھا تو قان کے معنی ترکی زبان میں ہزار (براد
 بزرگ) کے ہیں تروی بیگ ہلی میں شکست کھا کر پادشاہ سے ہندوستان میں ملا وہ اپنے نزدیک تو یہ سمجھا تھا کہ
 بھائی گئے سے جان بچ گئی۔ مگر یہ معلوم نہ تھا کہ خندق نے نکل کر گنوئین میں گزرا پڑے گا اور بیرام خان اسکی
 جان کے لیے عزرائیل بنے گا۔ اس شکست سے مرزا کی وقعت میں فرق آگیا تھا۔ رقیب کو یہ موقع خوب
 ہاتھ آیا۔ اس نے مرزا سے دوستی اور محبت کو اور بڑھایا اور مولانا پیر محمد خان مشردانی کی سعی سے اپنے
 گھڑین بلایا اور طہارت کا بہانہ بنا کے خود تو تفرگاہ سے باہر گیا اور مرزا کو یہاں چھوڑ دیا۔ فرمان بہون نے
 اس کا کام تمام کیا اور مرزا کے رازداروں خواجہ سلطان و میرنشی کو اور اسکے قریبی قرابت دار خجری بیگ کو
 پکڑ کر قید کیا۔ پادشاہ اس وقت شکار میں مصروف تھا جب پادشاہ کو صورت واقعہ پر اطلاع ہوئی تو وہ
 ظاہر میں تو صیغہ چین نہ ہوا لیکن دل میں اس نے کہا کہ اس کا بدلہ خلیفہ بیرام خان سے لیا جائے پادشاہ شکار
 سے واپس آیا تو بیرام خان نے پیر محمد کی زبانی عرض کر دیا کہ میں نے جو یہ دلیری کی کہ بغیر حضور کے حکم کے
 تروی بیگ کو قتل کیا تو اس میں سواحد دولت خواہی درگاہ عالی کے کوئی امر اور نہ تھا۔ تروی بیگ
 دیدہ و دانستہ فریب و دینیتی سے فساد کے عار کو اختیار کیا اسکی بے اخلاصی اور نفاق سب پر ظاہر ہے
 کہ اول سے آخر تک اس سے جیسے ناپسندیدہ حرکات صادر ہوئی ہیں اگر ایسی تفصیلات کی سزا میں تغافل کیا
 جائے تو مہات میں خلل پڑتا ہو اس گستاخی سے کہ میں نے حضور سے اجازت نہیں لی شرمندہ ہوں۔ اس
 جرات کا سبب یہ کہ میں جانتا تھا کہ حضور اپنے لطف و عطوفت کے سبب اسکے مارنے پر راضی نہیں ہوں گے
 اس صورت میں اس ضروری کام سے منع فرماتے پھر اسکے خلاف کرنا گستاخی کو اندازہ سے بڑھا دیتا اور اشتعال
 امر موجب خلل ملک و فساد لشکر ہوتا امید ہے کہ نظر عقو سے یہ میر کام منظور ہو کہ اور بدردون عبرت پکڑ کر نقص
 پر ولیر نہوں۔ پادشاہ نے بیرام خان کی معذرت کو قبول کر لیا اور اس کو بلا کر گلے لگایا اور کہا کہ بار بار
 میں نے یہ کہا ہے کہ اختیار مہاراجے مگر خانمان کی یہ جرات پادشاہی امر اور مقتدرین کو خصوصاً ہاتھ لگے
 کو نہایت ناگوار گذری اور وہ اس سے حسد کرنے لگے۔ فرستہ نے لکھا کہ ثقات سے یہ بات سنی گئی کہ اگر تروی بیگ
 کو بیرام خان نہ مارتا تو لشکر خجانی کا انتظام نہ رہتا۔ پھر شیر شلا کا زمانہ آگیا ہوتا سچ ہے۔  کے راکہ

دید تھی و جنگ پشت و بکش گر عدد در مصافش نہ کشت و یارخ بر ایونی میں لکھا ہے کہ تروی بیگ کے نفاق کو خان زمان اور گواہوں کی شہادت سے پیرام خان نے پادشاہ کی خاطر نشان کر کے ایک طرح کی اجازت اسکے قتل کے لیے حاصل کر لی تھی تو قتل کیا۔ مصاحب بیگ پسر خواجہ کلان جو پادشاہ کی خدمت میں تیر موروثی رکھتا تھا اور اپنے حقوق سابقین کے ادعا کے سبب سے خاندان کی اطاعت میں سر نہ جھکاتا تھا اور کسی ساعد کچ ادا ہی کرتا تھا یہ وہ اچھا نہ کرتا تھا۔ خان خانان اس کا قتل نہ ہو سکتا تھا اس نے مصاحب بیگ کے پانوں میں پیر یارن ڈال کر میت اللہ بھیجنا چاہا۔ مگر ناصر الملک اس کے قتل پر مصر ہوا۔ آخر کاریہ قرار پایا کہ کاغذ کے پرچہ پر ایک طرف قتل دوسری طرف نجات لکھائی جائے اور وہ اوجھال کر پھینک دیا جائے جو نہ ادر آؤ وہ حکم غیب سمجھا جائے۔ اس کے موافق عمل کیا جائے۔ جب یہ کاغذ پھینکا گیا تو قتل اوپر آیا۔ اس پر عمل ہوا۔ واہ کیا انصاف ہوا۔ ایک بے گناہ کی جان لینا اگر کون کا کھیل جونی کی چٹ پٹ کرنے کا ہو گیا۔ اس سے بھی اور املو ناراض ہوئے۔ پادشاہ کو بھی ناگوار گذرا۔ خطر ہاست در قربان ہاں ہے کہ بادشاہ خوشی نہ دارو کسے۔

مصاحب بیگ کے بعد اس خواجہ کی موت آئی۔ وہ بادشاہ قلی تھا عزاج کا بیگ تھا کسی کی تواضع۔ بے تقریب خوشامد چالو سی نہیں کرتا تھا۔ بزرگان دنیا اپنے کام کی رونق کے لیے سب کو اپنی درگاہ کا چالو بنانا چاہتے ہیں اس سبب اکثر امرا اس کو دوست نہیں رکھتے تھے۔ ظرافت و مسخر اپن اسکی عادت میں داخل تھا۔ یہ عیب بزرگوں کے لیے سب سے بدتر ہے۔ سب سرداروں سے ہنسی کرتا تھا لباس ظرافت میں جسکو نادان خوش طبعی کہتے ہیں۔ دروازہ کار با تین کمرے زندگی بسر کرتا تھا۔ کوئی شخص نہیں چا تھا کہ پہلو میں اسے ظرافت کا خار نہ لگایا ہو محمد قلی خان برلاس نے اسکو غزنین کی حکومت دی تھی۔ ارباب غرض کو موقع ملا کہ منعم خان کی خاطر کو اس سے برا شقہ کیا۔ اس نے کسی انتقام دیرینہ کا فکرتا زہ کیا۔ ہندوستان میں پیرام خان کی خاطر کو اس نے برہمزدہ کر دیا اور اسکے قتل کے درپے کیا وہ دور بینی اور نیک ذاتی کہاں ہو کر اپنے منہ کی دو گونٹوں کو منظر درکھ کر پسند ہو کار آماہنی اغراض نفسانی کے واسطے تیرا انتقام کا پوتہ بنائیں اور اپنے سو و زبان کو نظر نہ کر کے ارباب مستعد کی برآمد کار کا ملاحظہ کریں۔ اب خواجہ حیران تھا کہ کیا کروں ہندوستان میں یوں ماننے پر و

مصاحب بیگ کا قتل ۹۶۵ھ

خواجہ حیران الدین محمد جو بوقت قتل

بیرام خان کا استیلا۔ نہ ہندوستان میں آسکتا تھا نہ کابل میں رہ سکتا تھا۔ یوسفانی کو وہ اپنا غلام تھا
 تھا کہ کسی اور پاس چلا جاتا منع خان نے اسکی تسلی کے واسطے آدمی بھیجے۔ عہدہ بیان کر کے اس کو بلایا
 اور مقید کیا۔ پھر اشارہ کر کے اسکی آنکھوں میں نشتر لگوائے۔ مگر تقدیر سے ان نشتروں سے اسکی آنکھوں
 کی مینائی نہ لگی۔ وہ ہندوستان کو جاتا تھا کہ منع خان نے آدمیوں کو بھیجا کہ اس کو اور اس کے چھوٹے بھائی
 جلال الدین کو گرفتار کر لیا اور قید خانہ میں مقید کیا۔ اور اس دولت خواہ پادشاہ کا خون اپنی غرض کے
 لئے لے لیا۔ بیرام خان نے بھی اس کے قتل کا فرمان درست کر کے یہاں سے بھیج دیا۔ پادشاہ نے اس
 بے گناہ کے انتقام کو منتقم حقیقی کے سپرد کیا۔

فتنہ اندوز۔ ناتوان ہیں۔ حسب پیشہ۔ بے سعادت۔ کہ حقیقت میں قضا سے دلنگ اور خدا سے
 جنگ ہوتے ہیں اور کوئے تروی سے اوروں کی شادی سے اندوہ گین ہوتے ہیں اور اور آدمیوں کی مینائی
 اور اندوہ سے شادمانی کرتے ہیں۔ ایسے آدمیوں نے بیرام خان کی خاطر کو پیر محمد خان سے متغیر کر دیا۔
 ناصر الملک فرط عقیدت و اخلاص سے دولتخواہی و کار کشائی کی مر اسہم بجالاتا اور مہات ملی و مالی کو
 انجام دیتا۔ خدمت گزاری میں چین چین ہوتا۔ نہ دل میں کوئی گروہ و الت۔ اپنی دوستی اور
 راستی پر اعتقاد رکھتا حضور ایسا شخص مرجع خواص و عوام اور محل از دام طوائف نام ہمیشہ ہوتا ہے
 اس سبب سے بے حوصلہ حسد آلودہ دل اس سے خون ہوتا ہے۔ تیرہ راتے افرا اور بتان اسپر لگا
 کا شکنی کرتے ہیں۔ بزرگون کی خاطر تو بسبب افسرونی مشعل و عدم فرصت کے ان گس طبعیتوں
 کی تشخص سے پریشان ہوتی ہے۔ پیر محمد خان خلی کا ملاز و معاذ بن گیا جسد پیشوں کا خون جوش میں آیا
 انھوں نے سخن سازی اور فتنہ اندازی میں اہتمام کرنا شروع کر دیا۔ بیرام خان کے اخطا کا زمانہ وہ
 تھا۔ اس کا پیانہ دولت عنقریب پڑھنے کو تھا۔ اسے مرثیہ تدبیر کہ انسان کا میر سامان ہے ہاتھ کو
 چھڑ دیا۔ اور اپنے تین اہل حسد کے ہاتھ میں حوالہ کیا۔ ناصر الملک کی بلند ہمتی کے کاموں سے فخر
 میں پڑا جسد پیشوں۔ ناتوان بیون و غرض گو یوں کی حرت و حکایات سے اسے اپنے نخلص کو جھیکو
 خود معبر کیا تھا بیکسی ایسے امر کے جس سے وہ مستوجب عزل ہوتا معزول کیا۔ تقریب اس طرح

ناصر الملک پیر محمد خان کا مقید ہونا ۹۵۹ھ ۱۵۵۲ء

ہوئی کہ ناصر الملک بیمار ہوا۔ بیرام خان اسکی عیادت کو گیا۔ غلام ترک نے جو دربان تھا نادانستی کے سبب
 بیرام خان سے کہا کہ میں آپکے آنے کی خبر کرتا ہوں یہ سن کر غلام خان نے متغیر ہوا اور کہا کہ میں نے خود کو دربار
 و دربان نہ باشد ملا میر محمد اس واقعہ سے واقف ہو کر گھر سے باہر روانہ ہو کر آیا۔ نہایت تواضع اور
 نجاست سے عذر خواہی کرنے لگا کہ دربان نے حضور کو پہچانا نہ میں اس کے جواب میں بیرام خان نے
 کہا کہ آپ نے تو مجھے پہچانا نہ میں آپ کا دربان مجھے کیا پہچاننا وہ گھر میں آیا۔ کچھ آدمی اس کے ساتھ
 داخل ہوئے کچھ وہاں ٹھیکر کر تیوری پر بل ڈالے ہوئے باہر آیا ناصر الملک کی فکرمین لگا۔ یاروں کو
 موقع ہاتھ لگا انھوں نے بہت باتیں بنائیں۔ خاص کر شیخ گدائی نے چند روز بعد اپنے نوکروں کے ہاتھ
 ناصر الملک پاس بیرام خان نے پیغام بھیجا کہ تو طالب علمی اور فقیر کے لباس میں قندھار میں آیا تھا چونکہ
 آداب اخلاص میں تو اپنے زمین صادق دکھانا تھا اور ہمیشہ حرمت پسندیدہ بجالاتا تھا۔ تجھ کو مرتب
 و مناصب بزرگ پر رسد ملے کیا۔ ملائی کے پایہ سے سپہ رانی کے درجہ پر پہنچا یا مگر تو تنگ حوصلہ
 تھا کہ ایک ہی ساغرین بدست ہو گیا۔ ہم کو خطرہ ہے کہ تجھ سے مفاسد غیلوں میں آئیں گے جس کا
 علاج دشوار ہوگا بہتر یہی ہے کہ پھر اپنے فقیری گڈرون میں گوشہ گزینی اختیار کر دو علم و تقارہ
 اور اسباب جاہ و جلال اور اپنے تکبر اور ترفع کے مواد حوالہ کر دو اور اپنی اصلاح فراج میں مشغول
 ہونا کہ اس کے بعد جو ہماری رے میں آئے وہ ہم تیرے لئے تجویز کریں پیر محمد ایک آزاد مرد تھا اس نے
 کچھ پروانہ کی خوشی خوشی اسباب امارت واپس بھیج دی اور شکستہ خاطر ہو کر عزت اختیار کی۔ پھر
 برائے یثیوں کی کوشش سے بیرام خان سے اس کے ساتھ ایک جماعت کو ہمراہ کر کے قلعہ سیانہ میں بھیجا
 وہاں اس نے بعض آدمیوں کی معرفت جو شہادت و غیرت میں متوسط الحال تھے سفر حجاز کی راہ
 حاصل کی اور وہ گجرات کو روانہ ہوا وہ راہ میں پور میں پہنچا تھا کہ مرزا شرف الدین حسین واد ہم خان کا
 خط پہنچا کہ جہان ہو وہاں ٹھیکر جاؤ۔ آگے نہ جاؤ۔ دیکھو پردہ غیب کیا ظہور میں آتا ہے وہ الٹا پھر کتب خانہ
 میں مقیم ہوا جب بیرام خان کو یہ حال معلوم ہوا شاہ قلی خان محمد و قوم خان کو ایک جماعت کے ساتھ بھیجا
 کہ اس کو گرفتار کریں جب یہ جماعت وہاں پہنچی تو طرفین میں جنگ ہوئی اتنے میں رات ہو گئی۔

پیر محمد خان چند آدمیوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ سارا مال و اسباب اُس کو دشمنوں کے ہاتھ آیا۔
 القصد یہ کہ پیر محمد خان نے اپنی بے پروائی سے حسد پیشوں کے اغواء سے اس فطس کا روانہ کو ہاتھ سے کھٹو
 اور اپنے اپنوں میں آپ کھٹاڑی ماری۔ پادشاہ اس قضیہ کو اغراض فاسدہ پر مبنی سمجھا اور اس کے
 بھی مکافات ایزد کار ساز کے سپرد کی۔ پیر محمد خان پر اپنا بلال ظاہر نہیں کیا۔ پیر محمد خان کے بعد
 پیر محمد خان نے حاجی محمد خان شیبانی کو کہ قدیم نوکروں میں سے تھا منصب کالت تفویض کیا۔ اگرچہ اس
 وکالت کا اطلاق پیر کیا جاتا تھا مگر اس کے شیخ گدائی تھا۔ جو شیخ جہالی کینوہ شاعر و ہلوی صاحبزادہ
 تھا۔ بہاؤن کی شکست ثانی کے بعد جب پیر محمد خان گجرات میں گیا تھا تو شیخ نے اُسکے ساتھ ان ایام عزت
 میں سلوک کیا تھا اسکے عوض میں پیر محمد خان نے بھی شیخ کو ہندوستان کے تمام اکابر پر تقدیم و تکریم منصب
 جلیل القدر صدارت کا اس کو دیا تھا۔ اسکے گھر سماع میں جو بڑی پر تکلف دکان تزیین ہوتی تھی خان خانان
 اور خود شاہ ہند شاہ جایا کرتے تھے۔ دنیا عجب مردانگن بادہ ہے اسے شیخ کو بھی چت کیا۔ مساکین وضعفاء
 کے ساتھ توجہ کرنی چھوڑی۔ قدیم خاندانوں کی آراضی معاش و اوقات پر قلم مارنا شروع کیا۔ تکبر کہ قدیم
 دولتوں کا بنیاد انگن ہے توئی التون کا ذکر تو کیا ہے وہ اخصیار کیا اور اپنے تئیں اور اپنے مرنے کو پایہ
 والا سے نیچے گرایا اس کا حال آگے پڑھو۔

پادشاہ شکار کیلئے گویا ریادہاں اُس سے شکاریوں نے عرض کیا کہ شیخ مرغوث کے ہمراہ شکار
 بت گائیں اگر وہ میں لائے ہیں پادشاہ نے حکم دیا کہ قیمت دیکر گائیں سودا گروں سے خریدی جائیں۔ پھر لوگو
 نے کہا کہ شیخ محمد اور اسکے عزیزوں پاس سودا گروں کی گایوں سے بھی بہتر گائیں ہیں۔ اگر مراجعت کے وقت
 اسکے گھر حضور شریف فرما ہوں تو وہ ان گایوں کو حضور کی نذر کرے گا۔ اگر وہ میں پادشاہ اُس کے
 گھر گیا۔ شیخ نے اس کے قدموں کو پیر محمد خان کی آفت کا حزر جانا۔ اور کل اپنی گائیں اور گجرات کے بہت سے
 تحفے تحائف پیش کش میں دیئے اور حلوے اور عطریات حاضر کیئے۔ آخر مجلس میں پادشاہ سے شیخ نے
 پوچھا کہ آپ نے کسی کے ہاتھ پر بیعت بھی کی ہے پادشاہ نے جواب دیا کہ نہیں۔ شیخ نے اپنا ہاتھ دراز
 کر کے پادشاہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ مادست شمار کرتا ہوں اس وقت پادشاہ نے مروت فیجا کے سبب سے

شیخ محمد خان کے ساتھ پیر محمد خان کی بدسلوکی ۱۵۵۹ھ

کچھ نہ کہا مسکرا کر چلا آیا مگر رات کو جب بزم جام و بادہ مرتب ہوئی تو گایوں کے لینے پر اور شہنشاہ کی
 دراز دستی پر بڑے تھقے اڑے۔ بزریر و لوق طبع کس نہ باد از بد دراز دستی این کوتاہ استینان
 بین ہشخ کا بڑا بھائی بھلول (گچھول) تھا جس کا ذکر پہلے ہوا ہے کہ مرزا ہندال نے اس کا
 خون اپنی گرون پر لیا تھا۔ دونوں بھائی اگرچہ فضائل و کمالات علمی سے عاری تھے مگر بعض اوقات
 پہاڑوں میں جا کر ریاضات و دعوات اسماء کرتے تھے اور اس کو اپنے جاہ و جلال کی دستاویز
 بناتے تھے۔ امر اسادہ لوح و زود فریکے و ساطت سے سلاطین کی صحبت میں جاتے تھے اور اپنی
 ولایت کی متاع بیچتے تھے۔ برادر کلان ساری عمر پادشاہ ہمایوں کی خدمت میں رہا جب شیرشاہ کا
 زمانہ آیا تو وہ ہمایوں کے خاندان کا دولت مند ہوا۔ محمد غوث افغانوں کے خوف سے گجرات چلا
 گیا۔ کہتے ہیں کہ صحرا و جنگل میں بارہ برس تک میں ہتی کھا کر زندگی بسر کی غرض وہ بڑا مشایخ
 ہند مشہور تھا۔ جب شہنشاہ اکبر کی سلطنت ہندوستان میں ہوئی تو درالخلافتہ اگرہ میں وہ خود
 مع عیال و اطفال کے آیا۔ شہنشاہ خود اس کے گھر گیا ہندوستان میں ائمہ میں نفاق و حسد باہم لازمہ
 ذاتی ہے شیخ گدائی کو اپنی دوکان پر اسکی دوکان کھلتی گوارا نہ ہوئی۔ بہ نزد خرد این سخن روشن
 است کہ ہم پیشہ ہم پیشہ را دشمن است۔ شیخ گدائی بیرام خان کا نفس ناطق بن رہا تھا۔ اس نے
 اس کو ایسا ہکا دیا کہ وہ شیخ سے آشنا نہوا بلکہ مجالس متعدد منعقد کر کے وہ رسالہ پڑھوایا جس میں
 شیخ نے معراج کا حال لکھا تھا کہ معراج میں مجالست و مکالمت خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوئی اور اسی
 قسم کے عجیب و غریب دعویٰ سادہ لوحوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے کیے۔ یہ باتیں عقلاً
 و نقلاً مذموم و مہوم تھیں۔ اس سبب شیخ لعنت ملائمت کے تیروں کا چاند ماری بنا۔ وہ ان گستاخوں
 کا تحمل نہ بنا۔ گواہیار میں جا کر گوشہ نشین ہوا۔ ۷۷ رمضان ۹۷۰ کو حسین انتقال کیا۔ کہتے ہیں ایک لکھ
 ٹک اسکی تنخواہ مقرر ہوئی تھی۔ شہنشاہ اکبر اپنے امراء کے قتل اور مقتید اور ذیل ہونے کو بیرام خان کے ہاتھ
 سے دیکھتا تھا اور اس کے مکافات کو خدا کے سپرد کرتا تھا مگر اس کا ذل روز بروز اپنے اہل حق کی طرف منتہا جاتا
 تھا۔ آدمیوں نے تو ان دنوں میں بے لطفی کر دہی تھی مگر بھیدوں اور بھی اس بے لطفی کو اپنی قد کی حد سے بڑھایا۔ ان

ہمایوں کے بھائی شہنشاہ اکبر اور امیر افغان کی بے لطفی

ہاتھیوں کا پہلا واقعہ یہ ہے کہ بادشاہ کو ہاتھیوں کی کشتی کا بڑا شوق تھا۔ ایک دفعہ مالکوٹ کے محاصرے کی دقتوں میں بادشاہ
 ہاتھیوں کی کشتی کا تماشا دیکھتا تھا دو ہاتھیوں میں لڑائی بڑی دیر تک رہی اور یہ دونوں
 حصے سمیٹ لڑتے ہوئے خانخانان کے خیمہ کے پاس گئے خلافت کا ہجوم اور ناشائیوں کا ازدحام عوام کا
 غوغا ہوا۔ اس ہل چل میں کچھ خیمے اکٹھے گئے اس سے خانخانان کو توجس ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ خیمہ گاگا بازار
 لٹ گیا۔ بیرام خان کو بادشاہ کی طرف سے وہم ہوا کہ شاید یہ کام بادشاہ کے اشارہ سے ہو کہ میری جا
 جائے بعض فتنہ انگیزوں نے اسکی نصیحت کر کے اسکی پریشانی طری کو اور بڑھایا کہتے ہیں کہ خانخانان ان
 دنوں کچھ بیمار تھا کئی ذہل نکل آئے تھے صریح جہانی پر آیت روحانی اور آئی اس نے اپنے محبوب کی مفت
 ماہم انگہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے بادشاہ کی کوئی تقصیر نہیں کی۔ دلخواہی کے سوا کوئی اثر طور
 میں نہیں آئی یا فتنہ سازوں نے کس طرح کوئی میرا گناہ ثابت کیا جو اس بے عنایتی کا سبب ہو کہ مست
 ہاتھیوں کو میرے خیمہ میں گھسوا دیا۔ ماہم انگہ نے اس کو اسی باتیں تسلی بخش لکھیں کہ جس سے اسکی شور و غلظت
 کم ہوئی۔ خانی خان لکھتا ہے کہ بادشاہ نے امیر کبیر شمس الدین خان کو خانخانان کے تسلی کے واسطے بھیجا اور
 بہت قسمیں کھا کر کہا کہ ہاتھی اس طرف اتفاقہ چلے گئے تھے۔ فیلبانوں کو بھیج دیا کہ جو وہ چاہے ان کو سزا
 بیرام خان کی جو کم بختی کے دن آئے ہوئے تھے اس نے ہاتھیوں کو جو بادشاہ کے شوق کی چیز تھی خواہ مخواہ
 امیروں میں تقسیم کر کے فیلبانہ خالی کرنا شروع کیا جس سے بادشاہ آزدہ خاطر ہوا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے
 کہ ایک دفعہ بادشاہ کا ہاتھی بدست ہو کر فیلبان کے بس کا نہ رہا۔ اس نے بیرام خان کے ہاتھی کو جا کر لیا
 مارا کہ اسکی آنتیں نکل پڑیں۔ بیرام خان نے غصہ میں ان کو فیلبان کو مار ڈالا۔ یہ دہل خلاص سے بچتا
 اسپر ارباب نصرت نے بڑی نصرت کی اور اس سے زیادہ عجیب واقعہ یہ ہے کہ بادشاہ کا ایک ہاتھی بدست
 ہو کر دریائے جمن میں چلا گیا وہاں بیرام خان کشتی میں بیٹھا ہوا سیر کر رہا تھا۔ یہ ہاتھی کہ فیلبان کے بس میں
 نہیں رہا تھا بیرام خان کی کشتی کی طرف پکا جس سے خانخانان پر حالت غریب طاری ہوئی۔ پھر فیلبان
 قیل پر غالب ہوا اور بیرام خان کو اس حیوان کے آسیب سے بچایا۔ جب بادشاہ کو یہ خیال معلوم ہوا تو باوجود
 یگنا ہی کے فیلبان کو باندھ کر بیرام خان کی دھوئی دودھ ہی کے لئے اس پاس بھیج دیا۔ بیرام خان نے

کہ ادبار اگیس تھا اس فیلیان کو قتل کیا۔ کچھ خیال نہیں کیا کہ یہ پادشاہ کا فیلیان ہے اور پادشاہ نے اپنی مرمی کے سبب اسے بھیجا ہے قطع نظر اس سے اس نے یہ نہ جانا کہ ہر مست چہ گرفت خصوصاً اس حیوان بدست پر۔ یہ حیوان غلیم جب بدست ہوتا ہے تو کسی کے بس کا نہیں ہوتا۔

پادشاہ اور سرام خان کی باہم ناراضی کا علامہ اظہار و پادشاہ کی خود مختاری کا اشتہار جلوس ۹۶۷ھ

سیرام خان کی مردانگی اور فرزانی میں کس کو کلام ہے۔ پادشاہ کے ساتھ جو عقیدت اور اخلاص اس کو تھا اس میں کون شبہ کر سکتا ہے مگر اسکے ادبار کا زمانہ جو آیا تو ایسی ناستخبر حرکات اس سے سرزد ہونے لگیں کہ پادشاہ بھی اس کی تن مزاجی اور خود مختاری سے عاجز ہو گیا۔ امر اچھا یہ بھی اسکے حکم کے قتل ہوئے اور اُس کے مصاحب ملی بیگ اور شیخ گدائی کنبوہ پادشاہ کے مخالف ہوئے اور پادشاہ اور بعض اسکے مصاحب سیرام خان کے زوال کی تدابیر سوچنے لگے۔

خدا تعالیٰ کی حکمتیں تو خدا ہی جانتا ہو مگر اس کی مصلحتیں تھوڑی سی عاقل بھی پہچانتا ہے۔ یہ قدیم سے رسم حلی آتی ہے کہ جب کوئی شخص اندوہ دراز میں گرفتار ہوتا ہے تو اس سے پہلے چند امر ایسے صادر ہوتے ہیں کہ ان میں خدا تعالیٰ کی رضامندی نہیں پائی جاتی۔ آدمی جب عالم اسباب میں اپنے جلال کا جلوہ دکھائے تو خود کی کہ سب سے زیادہ بزرگ عطیہ الہی ہے پیروی کر کے ایسے کام کرے کہ جس سے استرضاء الہی ہو اور ہرگز اس کو مبطل و ہرزہ نہ کرے۔ اول ان آدمیوں کو کہ مشغلے بہت رکھتے ہیں یہ اہتمام کرنا چاہئے کہ اپنی صحبت میں خوشامد گویوں کو کمتر قتل دے اگر زمانہ کی وضع احترام رکھتی ہو تو ناگزیر از روی بصیرت و بصارت ایک دو ملازمین اور آشناؤں کو چن لے کہ وہ خلوت میں کلمہ حق کو سناتے رہیں یہی بات تو بہت تلخ ہوتی ہے اور اکثر طبیعتوں اور مزاجوں کو ناگوار گذرتی ہے۔ خوشامد گویوں کی کثرت نہ ہوتی ہے اور ان سے زون مشغلہ کو حق و باطل کی اور صواب و غلط کی تمیز کے لیے فرصت کم ہوتی ہے اور بادہ کامروائی ہوش ریا ہوتا ہے۔ ہزاروں کامروائوں میں ایک ایسا پتلا ہو کہ فراخ صلی

کے سب سے مایہ ہوش کو بجا رکھے۔ زمانہ گذشتہ کو دیکھئے کہ فرمانروایوں کی بے توجہی سے خوشامد گویوں نے کس قدر گھر اور خاندان خراب کئے ہیں۔ کارخانہ انتظام عالم میں خوشامد ناگزیر ہے لیکن اس قدر عقل کے نزدیک مستحسن ہو اور یہ سپر منحصر ہے کہ اصول معاملات میں کوئی امر فرد گذاشت نہ ہو اور عقل گرہن کو یکبارگی ہاتھ سے نہ دے کہ خواہش و غضب کے ٹوکے فرمان برہونے چاہئیں بی پروائی سے فرمان چھوڑیں۔

قطرہ

چاہ است و راہ و دیدہ بینا و آفتاب	با آدمی نگاہ کنند پیش پائے خویش
چندین چراغ دارد و بے راہ می رود	یکزار تانیقند و بیند سزا و خویش
دشمن بدشمن آن نہ پسندد کہ بخیر	با نفس خود کشتد بہ مراد ہوا می خویش

بیرام خان اپنے تئیں معاملہ دانی و عقیدت و اخلاص بادشاہی میں لگا رہا روزگار جانتا تھا اور خوشامد گویوں کا ہجوم نے یہ عقیدہ اپنی ذات کی نسبت پیدا کر دیا تھا کہ بغیر اسکے ہالت ہندوستان کا انتظام نہیں ہو سکتا اس لئے وہ تیرہ لاکھ کوتاہ بین ہم صحبتین کے سب سے بیراہہ جاتا تھا اور اپنی اعمال سے نجات نہ ہوتا تھا۔

ہمایوں نے بیرام خان کو شہنشاہ اکبر کا تالیف بنایا تھا یہ نوجوان سعادتمند اس کو اپنی محبت کے سب سے خان بابا کہتا تھا اس سب سے اسکی حرکات ناشائستہ بہت درگزر کرتا تھا۔ مگر جب یہ کام اندازہ سے باہر ہو گیا اور ولی بیگ ذوالقدر شیخ گدانی کینوہ کی خوشامد گوی سے بیرام خان نے خیالات خام پکانے شروع کیے۔ بادشاہ اپنے مطلع ہوا تو اس نے یکجہت اخلاص مشیون میں جیسے کہ ماہم انگہ۔ کہ عقل و تدبیر و اخلاص میں کیا تھی داد ہم خان و مرزا شرف الدین حسین اور اپنے قریب کے آستان نشینوں کی جماعت میں راز سرب سے کہ کھولا کہ بیرام خان کو اور اسکے خوشامد گویوں کی مجلس کو سزا محال لایق دے اور خواب غفلت سے بیدار کرے اور خود اور نگ آرائی کرے ہول پیشورہ بیانہ میں ہوا جہاں وہ شکا ہو گیا تھا۔ ہر نوجوان بادشاہ کے گرد ایسے آدمی ہوتے ہیں کہ جگہ ہمیشہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر شہنشاہ تخت یارات سوائے بادشاہ کے کسی اور کے ہاتھ میں ہوں گے تو وہ

پادشاہ کے اور ان کے اپنے حق میں زہر ہوں گے۔ ان آدمیوں کے اسی خیال کے وجود کی تحقیق کی ضرورت نہیں اکثر وہ اپنی خود غرضی پر مبنی ہوتے ہیں اور شاخ و نادر وہ بغیر اپنی کسی خود غرضی کے نوجوان پادشاہ کے خاص اخلاص کے سبب سے ہوتے ہیں جن کو وہ چاہتے ہیں کہ اپنے اختیار سے انہیں کو جس کا وہ مستحق ہے کام میں لائے۔ شہنشاہ الکبر کے پاس بھی ایسے آدمی تھے جنہیں اس نے اپنا راز کہا۔ ان پادشاہ قلیوں کا زمانہ بھی بیرام خان کے ہاتھ سے ایسا ہی تنگ تھا جیسا کہ خود پادشاہ کا تھا۔

اس وقت میں کہنے اخلاص کی بادیسموم کا طوفان چل رہا تھا تھوڑا سا اخلاص بھی بہت معلوم ہوتا وہ اس اندیشہ صواب میں اہتمام کرنے لگے۔ ماہم آنگہ نے یہ راز سب سے شہاب الدین احمد خان کو لکھا وہ دہلی کا حاکم تھا اور راسے و تدبیر و حق شناسی میں ممتاز تھا۔

اس کام کے ارادہ سے دارالخلافہ اگرہ سے ارجا دی الاشریٰ شہ کو پادشاہ نے کوچ کیا اور ظہر یہ کیا کہ میں گول شکار کھیلنے جانا ہوں۔ دریا سے جہن سے عبور کیا تو مرزا ابوالقاسم پسر مرزا کا مران کو اس شکار میں کہ صید مقصود ہاتھ لگے بلایا اسکی طرف ہمیشہ بیرام خان کو تعلق خاطر اور توجہ باطنی تھی اسکی مجلس میں بانیٹش اسکو پادشاہ بنانے کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یہ اس کا بلا با عقل دور بین کا کام تھا کہ گور باہتوں کے ہاتھ میں عناد و فساد کا عصا نہ رہے۔

پادشاہ جلیستہ میں آیا اور سکندرہ کی طرف کوچ کیا کہ محمد باقی بقلانی سے کہ اور ہم خان کا خسر تھا ماہم آنگہ نے بلا کر محرم راز کیا۔ مگر اس فرود ماہ نے اس خبر کو بیرام خان تک پہنچایا مگر بیرام خان نے اسکی بات کو بے وقت جان کر کچھ خیال نہ کیا۔ پادشاہ شکار کھیلتا ہوا کول میں آیا ماہم آنگہ نے ارادہ کیا کہ پادشاہ کو دہلی لے چلون وہاں پادشاہ کی والدہ مریم مانی اور اس کا رشتہ دار شہاب الدین احمد بھی وہاں جو صلح و مشورہ ماہم ہوا اس پر عمل ہو۔ غرض یہ سوچ سمجھ کر اسنے پادشاہ سے عرض کیا کہ دہلی میں جنصو کی والدہ کی و مٹھنوں کی طبیعت خراب ہو اور آپ کے دیدار کے لیے بیتاب ہیں۔ یہ سنکر پادشاہ کو تاب نہ رہی وہ فوراً دہلی کو روانہ ہوا۔ خورشید میں شہاب الدین احمد خان مع اپنے بھائیوں اور خواہشوں کے

پادشاہ کا دہلی میں آنا

استقبال کے لیے حاضر ہوا۔ اب ماہم آنگہ اولوں کا داما د شہاب الدین احمد ایک سے دو ہوئے
پادشاہ ۲۸ جمادی الاخری ۹۶۹ کو دہلی میں آیا۔ ماہم آنگہ پادشاہ کو سمجھاتی تھی کہ پادشاہ پادشاہ
نہیں۔ سارے پادشاہی اختیارات بیرام خان کے ہاتھ میں ہیں۔ کوئی پادشاہ بغیر اختیار کے نہیں
ہوتا۔ یہاں یہ غصے کے پادشاہ بھی بیرام خان کے اختیار میں ہے۔ ایک دن ماہم آنگہ اور اس کے
ہمدون کی جماعت ترسان لرزان اشک ریزان پادشاہ سے عرض کرنے لگی کہ جس وقت بیرام خان کو
معلوم ہو گیا کہ ہم دہلی میں حضور کو لے گئے تو وہ ہم کو زندہ نہیں چھوڑے گا پیسہ پر رکھ کر بوٹیاں
اڑائیگا۔ پھر پادشاہ بھی اس کا کچھ نہ کر سکے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ حضور ہم کو حج جانے کی اجازت
دیں۔ یہاں ہم حضور کی بہت خدمت کر چکے ہیں اب وہاں خدا کے گھر میں آپ کے لئے دعا مانگیں گے
پادشاہ بھلا اس اپنی پیاری انا کی جدائی کو کب گوارا کر سکتا تھا۔ مگر خان بابا کے حقوق کو بھی کلفت
دل سے نہیں مٹا سکتا تھا اور معز دل نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے بیرام خان کو اس معذور
کا خط لکھا کہ میں دہلی میں اپنے ارادہ سے اپنی ماں کی عیادت کو آیا ہوں اس میں شہاب الدین احمد
اوراد ہم خان اور ماہم آنگہ کا دخل کچھ نہیں ہے۔ ان کو تمہاری طرف سے اندیشہ ہے۔ ایک
استالت کا خط لکھ بھیجو کہ خاطر ان کی مطمئن ہو اس فرمان کا بھیجنا تھا کہ خانخانان کے دشمنوں کی بنائی
آنکھوں نے اوپر اوپر چھوٹی پسپی خبریں اڑائیں۔ اور دوعوی اور غیر دوعوی باتوں سے طرح طرح کی
قتبین کھا کر اور شہادتیں دیگر پادشاہ کی طبیعت کو خانخانان سے بالکل منحرف کیا۔ جب بیرام خان
پاس پادشاہ کا پیغام پہنچا تو وہ بہت سٹ پٹایا۔ اُسکے جواب میں بہت معذرت قسم مغالطہ
کے ساتھ کی اور اپنے دودوستوں اور حاجی محمد خان کے ساتھ قرآن شریف بھیجا اور عرضداشت
لکھی کہ خدامیرامنہ کالا کرے اگر کبھی مجھ خیر خواہ کے دل میں پادشاہ کے دلی نیک خواہوں کی طرف سے
بسی آئی ہو مگر اس کا کام بگڑ چکا تھا۔ پادشاہ نے یہ قسم کو نہ مغذرت کو سنا نہ قرآن شریف کا خیال کیا
بلکہ حاکمان عریضہ کو بھی واپس جانے کی اجازت نہ دی۔ پادشاہ نے اپنی عقل سے اور غصے کی ترغیب سے
اپنے مخصوصوں اور قیدی متعلقین کو مناسبہ بھیج دیا کہ بیرام خان نے ہجوم شاعرانہ نیوچی کے سبب سے

راہ سدا سے انحراف اختیار کیا اس لیے وہ ہماوی نظر سے گر گیا۔ ہندوئی مین چلے آئے جو شخص کہ ہم سے اخلاص رکھتا ہے یا معاملہ فہم ہے اور نجات اپنی چاہتا ہو اور اپنا مقصد حاصل کرنے کا ارادہ کہتا اس فرمان کے پہنچتے ہی ہماری خدمت میں حاضر ہو کہ ہر شخص کو مراتب والا اور منصب گرامی۔ سیم سرفراز کریں کہ یہ ہمارے زمانہ اختیار کا آغاز ہے۔

شمس الدین خان الگہ کو جو بیہوش تھا لکھا کہ جب فرمان کے مضمون سے مطلع ہو تو لاہور پر آن کر متصرف ہو اور شہر کو میرخان محلہ کلان کو سپرد کر کے بہت جلد ہمارے پاس حاضر ہو۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اب منعم خان کو کابل میں بھی روانہ کیا۔

شمس الدین خان محلہ الگہ جب پادشاہ کی خدمت میں آیا تو اس کو پیرام خان کا حکم و تقارہ و متن و نوع عنایت ہوا اور پنجاب کی حکومت و حراست تفویض ہوئی۔ تھوڑے زمانہ میں دور و نزدیک کے کان میں پیرام خان سے پادشاہ کے تغیر مزاج کا آواز پہنچ گیا تو تمام امیر و منصب دار پیرام خان کو چھوڑ چھوڑ کر پادشاہ کی خدمت میں آئے۔ پادشاہ کی بھلائی کو تو کیا بُرائی کو بھی پیرام خان کی بھلائی سے اچھا جاننے لگے اس کی سخت گیری اور ناخدا ترسی کے آگے پادشاہ کی بُرائی کی کچھ اصل نہ سمجھتے تھے۔ سب سے اول اس سے قیام خان گنگا جدا ہوا۔ پادشاہ کی ناراضی کے آثار کے ظاہر ہوتے ہی کوئی پایہ کا آدمی پیرام خان کا طرفدار نہ رہا۔

پیرام خان کو بڑا عقل تھا مگر ایسا غافل ہوا کہ دار الخلافہ آگرہ سے دار السلطنت دہلی تک پادشاہ شکار کھیلتا گیا اور یہ نہ سمجھا کہ وہ مجھے شکار کر رہا ہو میرے اقبال کو عکس کر کے لایا بنا رہا ہو وہ اس فراع دلی و آواز خاطر سے اپنے استقلال کا دم مارتا تھا اور غرور کے نشہ میں مست ایسا تھا کہ اگر اس قسم کی باتیں سنتا تو وہ باور نہ کرتا۔ اگر ان کے سچے ہونیکہ خیال میں کچھ آتا تو اپنے پندار میں ایسا گرفتار تھا کہ انکی کچھ وقت نہیں کرتا تھا۔ اب تک وہ پادشاہ کو لڑکا اور شاگرد اور اپنے تئیں خان بابا الیق سمجھتا تھا۔ یقین جانتا تھا کہ شاگرد اس کا استاد ہو گیا۔

کس نیام نہت علم تیز از من کہ مر عاقبت نشانہ تہ کر د۔ اس کا وہ آقا بنا چاہتا ہے۔

جس وقت کہ پادشاہ کے فرمان امر اس پہنچے اور نزدیک و دور خبر ہو گئی کہ پادشاہ پیرام خان سے ناراض

پادشاہ کا اپنے اختیارات کا اشتہار دینا

پیرام خان کا بہت بڑا اور اپنا چاہتا تھا کہ اس کا نام

ہو گیا تو اس کو یقین ہوا کہ اس بار پادشاہ کا شکار دوسری طرز پر ہوا ہے کہ مجھے نظر سے لگا کر خود کا رفاہت
 کے انتظام ہر متوجہ ہوا ہے۔ اس نے مرزا قاسم خان کی خبر کو بھی مگر وہ بیان کمان تھا پادشاہ پاس تھا۔
 ناگزیر جیلہ و نذیر کرنے لگا۔ پادشاہ کی خدمت میں محمد خان و حاجی محمد خان سیستانی و خواجہ امین الدین محمود
 کو روانہ کیا کہ اس کی نہایت لوازم فروتنی و نیاز مندی کو بجا لائیں اور تقصیرات کا عذر کریں اور چرب
 زبانی سے کام بنائیں جب پادشاہ پاس یہ لوگ آئے تو پادشاہ کی باتیں وہ ہوش افزا سنیں کہ
 نہایت شرمندہ و سرافکندہ ہوئے اور ان کے جواب دینے میں اپنی مصلحت نہ سمجھی۔ پادشاہ نے
 ان کو رخصت بھی نہ کیا۔ ان لوگوں کے لکھنے سے اور اپنے متعلقین کے متفرق ہونے سے بیرام خان
 سر اسیمہ ہوا۔ سر شہ نذیر اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ دل میں بہت سی تدبیریں سوچیں ان میں اس
 تدبیر کو مقدم جانا کہ چل کر بادشاہ کے قدموں میں گرے اور روئے پیٹے اس طرح اپنا علاج کرے۔
 جب اس حقیقت حال کو ہوشمٹ و خواروں نے پادشاہ کے کانوں میں پہنچایا تو ایک جماعت نے
 یہ رائے دی کہ خواہ کسی طرح بیرام خان آئے اسکا آنا خدشہ و فریب سے خالی نہ ہوگا پہلے اس سے کہ وہ بیان
 دہلی میں آئے پادشاہ کو لاہور لے چلے اور اسکی ملاقات پادشاہ سے ہوئے دیجئے ابھی جنگ ظاہری کا
 اسباب مہیا نہیں ہے معلوم نہیں ملاقات کے بعد کیا صورت پیش آئے مگر بیرام خان لاہور میں آئے
 تو کابل میں پادشاہ کو لے جائے دوسری جماعت کہتی تھی کہ کہیں نہ جاکر خوب جنگ کیجئے۔ پادشاہ نے بھی
 سوچ بچار کر کے بنزد کارزار پر اپنی رائے کو قرار دیا۔ ترسون محمد خان و میر حبیب اللہ کو بھیجا کہ بیرام خان کو آکر
 منع کریں اور لکھ دین کہ ابکی دفعہ اس سے میں نہیں ملونگا خواہ کیسے ہی دوستی کے لباس میں وہ آئے۔ جب یہ
 تدبیر نہ چلی تو بڑا تردد و اندیشہ ہوا۔ اگرچہ دلی بیگ و شیخ گدائی اس کو صلاح دیتے تھے کہ پہلے اس سے ہجومِ عام
 ہوا پنا کام نہ خواہ کر لینا چاہیے لیکن کبھی اسنے یہ ارادہ نہیں کیا کہ اپنے آقا کے فرزند پر تلوار اٹھائی اسکو شرم آتی
 تھی کہ جسکی ہوا خواہی کا اظہار زبان سے ساری عمر کیا ہوا بس سے پیکار کیجئے اب تک اس کو خیال چلا جاتا
 تھا کہ بغیر اسکے مالک ہندوستان کا انتظام نہیں ہوگا اس لیے بہتر ہے کہ دوستی کے لباس میں دشمنی کیجئے
 کہ دفعۃً بنامی جاوہانی کا داغ پیشانی پر نہ لگے کبھی اسکو یہ سمجھتی تھی کہ مالوہ کی تسخیر کے لیے بہادر خان کو بھیجا ہے

اس کو خود شکر ہے جا کر فتح کیجئے اور وہاں آرام کو کے فرصت کار کی طلب میں رہئے۔ بعض اوقات اس کا اندیشہ یہ جولا نیان کرتا تھا کہ دارالخلافہ اگرہ کو چھوڑیے اور سنبل کی راہ علی قلیخان کو اپنے ساتھ متفق کیجئے اور افغانوں کے ملک میں آن کر چند روز رہئے اسباب جمعیت وہاں سرانجام دیجئے کبھی تخر کو اپنے ساتھ انتساب کر کے کہتا تھا کہ مدت سے میرا ارادہ تھا کہ ترک و تخر کو اختیار کر کے باقی عمر کو امان شریفہ و عتبات علیہ میں بسر کیجئے۔ اندون میں بادشاہ خود انتظام ممالک میں مشغول ہوا ہے اس سے بہتر کیا توفیق ہوگی کہ اپنی نیت کو قوت سے فعل میں لاؤں اور پادشاہ سے اسکی درخواست کروں۔ اسنے اپنے اسی ارادہ کو مصلحت جانا اور بہادر خان کو جو مالوہ کی طرف متوجہ تھا اٹھا کر پادشاہ پاس بھیجا کہ آہنگ تخر داس کا سب کے نشان خاطر ہو جائے۔ ظاہر میں یہ حج کی نیت تھی مگر باطن میں کج اندیشی تھی۔ اول اسکندر خان کے بیٹے کو غازی خان کے ہمراہ رخصت کیا کہ وہاں ممالک محروسہ میں شورش برپا کرے اور اطراف میں مکاتبات پہنائی بھیجے خود الور گیا کہ وہاں سے اہل عیال کو لیکر پنجاب کی جانب جاوے اگر کام نہ دیکھیں بن پڑی تو ریاست کامیان درست کرے کہ وقت نزعت کام آئے ہو۔ جب بیرام خان کے اس اندیشہ نادرست کی خبر پادشاہ کو ہوئی تو اس نے یہ فرمان جو پند نامہ ہوش افزا ہو بیرام خان کو لکھا کہ تم نے ایک جماعت سے جو اس تمہاری بخش و آزار کا سبب ہوئی ہے مشورہ کر کے مال و حال کا ملاحظہ نہ کیا اور ان کے بہکانے سے دلائقون کے برہم کرنے کے درپے ہوئے۔ اسکندر کے بیٹے اور غازی خان کو روانہ کیا کہ ملک میں شورش چاہیں۔ ہمدی قاسم خان کو مکتوب لکھا کہ اسکے دیوان مبارک کے ہاتھ بھیجا کہ لاہور کی طرف ہم آئے ہیں۔ قلعہ کو نگاہداشت کرو اور کسی اد کو نہ دے دینا۔ تاناخا پنج بھتیہ کو بھی پیغام دیا ہے اور اطراف و جوانب میں خبریں بھیجی ہیں کہ ہر طرف سے حملہ پیدا ہوا خود الور گئے ہو کہ وہاں سے لاہور جاوے۔ اگرچہ ہم کو یقین ہے کہ ان امور کی ابتدا تم سے خود نہیں ہوئی کسی اغوا و زلا کے باعث ہوئی ہوگی جس سے ہمت کی نوبت یہاں تک پہنچی ہے اب تم آپ ہی کہو کہ یہ کیا صورت ہو کہ تم نے چانیس برس تک مطرغہ خلاص و ارادت کی اور طرح طرح کی عنایت و رعایت حاصل کر کے عزت و دولت کی منتہا پر پہنچے۔ مختار نام ہمارے دو دمان عالی شان کے اکرام و احسان کے سبب سے

بادشاہ کا فرمان خانخانان کے نام

اکثر مسمورہ عالم میں کمال صدق و اخلاص سے مشہور ہوا اس آخر عمر میں بغاوت کرتے ہوئے اپنے خدا سے اس
 معاملہ میں نہیں شرم کرتے باوجود اس رنجش و آزار اور امور نامناسب ہمارے ہم اینک تمھاری خاطر
 کو عزیز رکھتے ہیں اور تمھاری غیرت چاہتے ہیں۔ ہماری اور تمھاری ملاقات میں تاخیر و توقف واقع
 ہو گیا ہے۔ اگر تمھارے لئے ان حدود میں کوئی مسدود و ولایت ہم مقرر کر دیں تو اب باب غرض پھر
 اس طرح کی باتیں کریں گے کہ جن سے تمھاری خاطر آزرده ہو اس لئے ہمارے نزدیک مناسب یہ ہے کہ
 جیسا تم نے عرضداشت میں درخواست کی ہے کہ حرمین شریفین کے طواف کا ارادہ ہے پس اس نیت پر
 عاجز م لازم ہو کر متوجہ ہو۔ اپنے آدمی بھیج دو کہ جو کچھ ہم کو نذر کرنا ہو وہ اگر سہرند و لاہور سے لے جائیں اور
 تمھارے پاس پہنچا دیں جب حج کر کے ہمارے پاس آؤ گے تو ہم تم سے بہت اچھی طرح ملین گے اور جو تم
 چاہو گے اس میں ہم مضائقہ نہیں کریں گے اور تمھاری خدایات سابقہ کو ملاحظہ کر کے بیشتر سے بیشتر خاطر جوئی
 کریں گے۔ اب باب غرض کے کہنے سے تم منحرف ہو کر بدنام نہ ہو۔ ہماری بدولت مقاصد دنیوی کی نہایت پر
 پہونچے ہو۔ ہماری دلالت سے سعادت اخروی بھی بہرہ ور ہو۔ مگر پیرام خان نے اس فرمان پر کچھ کافرانہ
 کیا۔ ماہم انگہ اپنی عقل سے مہات کا انتظام کرتی تھی۔ اس نے شہاب الدین احمد خان و خواجہ جہان کو اپنا
 پیش دست بنایا تھا جو امراء بادشاہی اس پاس آتے تھے ان کو دلاسا دیتی تھی اور جہوں خلائق کی ولد ہی کا
 سامان کرتی تھی۔ روز بروز اطراف مملکت سے امراء اور دیگر جوانان چلے آتے تھے اسے مصلحت ملتی اور
 تاہم ظاہر پرستوں کے لئے بہادر خان برادر علی قلی خان منصب بزرگ و کالت کا پادشاہ سے دلا دیا اس پر
 فہم پیشہ معاملہ دان کام کی کسر کو تو پہونچے نہیں تھے زبان درازی کرنے لگے کہ اس وکالت کے فہم ظہر
 و امر عظیم کے واسطے دقت کامل و تجربہ تمام و دیانت و انصاف و حوصلہ فراخ و کدہ فراوان درکار ہے اور ان صفات
 کے ساتھ کمال آزادی بھی ہونی چاہیے کہ اپنے سود و زیان سے دہر گذر کر کے اپنی ہمت اپنے صاحب کی
 مزید کار میں مصروف ہو۔ اگر اپنے ولی نعمت کا کام اس شخص نے نکلتا ہو کہ جس نے اسکے باپ کو مارا ہو تو
 اس کے دل و جان کا رین کو شہنشاہ کرے غیبت کے ساتھ اس کا طریقہ صلح کل ہو پادشاہ جو ہونا ہے خدا اس کو
 ہزاروں آئینوں میں سے منتخب کر کے اہل عالم کو اس کے سپرد کرتا ہو۔ طوائف متلو بہ و طبقات مل و غل

۱۰۰

اسکی رائے زرین کے مفوض کرتا ہے۔ اگر اس پادشاہ کا وکیل ایسے خدیو کا نشان نہ ہو تو نظام عالم کے سے ہو سکتا ہے۔ مزاحمت مختلفہ وادیان منوعین کے اختلاف و افتراق میں حکمت بالغہ الہی ہی کیسے رفاہیت پاسکتے ہیں۔ مگر نفس امر میں یہ بات آدنیوں کی نافرمانی سے تھی۔ کیونکہ یہ امر متناظر ظاہر بینوں کی مصلحت پر مبنی تھا اور اس سے اس شورش کا دفع کرنا مقصود تھا کہ ترکان سادہ لوح کی ایک جماعت نے قیاخان گنگ و سلطان حسین جلائی و محمد امین دیوانہ کے ساتھ اتفاق کر کے شہاب الدین احمد خان و خواجہ بہان اور اس قسم کے آدمیوں کا مقصد کیا تھا اس سبب پادشاہ نے ان فتنہ اندوزوں کی آشوب کی آگ بجھانے کے لیے منصب و کالت بہادرخان کو دیدیا۔ قیاخان کو قدیم خدمات مستحق کے سبب بھڑاچ اور اسکی حدود و دیدین ملحقین دیوانہ بھاگ کر صحرائیں آوارہ ہو گیا۔ جب ان بداندیشوں کے ہنگامہ میں سنگ تفرقہ پڑا تو بہا خان کو اٹاواہ جاگیر میں دے کر رخصت کیا۔ ان دنوں میں بہادرخان پر رسم و کالت کا اطلاق ہوتا تھا مگر معنی اس خدمت کے ماہم انگہ پر صادق آتے تھے وہی و کالت کرتی تھی۔ اسے ظاہر پرست تصور کو کیا دیکھتا ہے اس کا رشک و غرور و حوصلہ کی ضرورت ہے یہ دونوں صفت باہم انگہ پر ختم نہیں ہوتے۔

اسے بسا زن کہ ہند گام خسرو مردانہ

بیرام خان کی کوئی تدبیر درست نہ بیٹھتی تھی وہ شنبہ ۱۲ رجب کو دارالخلافہ آگرہ سے الوری طرف چلا راستہ میں بیانہ میں اسے شاہ ابوالمعالی و محمد امین دیوانہ کو کہ فتنہ و فساد کے دور کرنے کے لیے قلعہ بیانہ میں مقید کیے گئے تھے چھوڑ دیا۔ ظاہر میں تو ان سے یہ کہا کہ پادشاہ پاس جاؤ مگر رہائی سے مقصود اصلی یہ تھا کہ فتنہ برپا کرین جب پادشاہ کو بیرام خان کی آگرہ سے الوری طرف روانہ ہونے کی اور وہاں سے پنجاب کی طرف جانے کی خبر ہوئی تو پادشاہ کی یہ رائے ہوئی کہ دارالملک زمینی سے چکر حدود ناگور میں قیام کیجئے کہ بیرام خان کے اس حدود میں ہارن نہ ہوں اور اگر مالک پنجاب میں جائے کا قصد کرے تو سیراہ رو کا پاس۔ جمعہ ۲۲ رجب کو پادشاہ نے زمینی سے کوئی کیا۔ پھر حنیاط امیر علیہ الخیر قزوینی کی معرفت یہ موافقا اپنی طرف سے لکھ کر بیرام خان کو دے دے کہ اسے میر بہ خان بابا تھا دے

دہلی سے پادشاہ کا بیرام خان کے فتنہ کے دور کیسے اور آواز پانچواں

حقوق خدمت و تقاضی عقیدت سب میرے دل پر منقش ہیں اور جہان میں وہ مشہور ہیں میں لڑکا تھا
 لڑکپن کا مقتضا تھا کہ میں سپرد شکار میں مصروف رہتا تھا اور سارے ہمت سلطنت اور نظام
 تم کو سپرد کر رکھا تھا جواب تاک تم نے چاہا وہ کہا۔ میں نے اس میں کچھ دخل نہیں دیا۔ اب میرا ارادہ
 ہے کہ خود کار و بار جابنائی اور معدلت گستری کروں۔ اب تم جیسے غیر خواہ خردمند کو چاہیے کہ اس
 بات کو عطیات الہی سے سمجھ کر خدا کا شکر کرو اور کچھ عرصہ کے لیے ہمت دنیا کے شغل سے دل
 اٹھا کر حج کو جاؤ۔ خلا و ملا میں تم ہمیشہ سعادت حج کا شوق ظاہر کیا کرتے تھے۔ ہندوستان
 میں جنگل اور صہر چاہو جاگیر لے کر اور اسکے حاصل کو اپنے آدمیوں کی معرفت اٹھوا کے فصل فصیل
 سال بہ سال اپنی سسکار میں منگاؤ۔

جب بادشاہ بھجپور میں ۱۲ برس کو آیا تو بیرام خان کی رہ گزرو گئے کے لئے خود اپنا جانا بادشاہ نے
 مناسب نہ جانا۔ ادھر ہم خان رشید الدین حسین مرزا۔ بیرام خان۔ شاہ بدیع خان و مجنون خان اور ایک
 جماعت کو ناگواری طر ف روانہ کیا کہ اگر بیرام خان واقع میں سفر حجاز کا قصد نہ کرے اور اس سفر کی بہت
 دینے سے یہی غرض ہو کہ دھوکہ دے کر پنجاب چلا جائوں اور وہاں شورش برپا کروں تو اسکو یہ لشکر سزا
 اور نہیں تو اہتمام کر کے اس کو ممالک محروسہ سے باہر نکال دیں۔ ناگواری اس کے حد و مرزا شرف الدین
 حسین کو جو الہ کیئے۔ امر و عظام اس خدمت کے اہتمام میں آئیں شائعہ کے ساتھ مصروف ہوئے
 اور خود بادشاہ چار شنبہ الرشیدان کو دہلی میں آگیا۔ بیرام خان سرکار میوات میں تھا کہ بادشاہ کی
 فوج کے آنے کی خبر اس کے لشکر میں منتشر ہوئی دفعۃً اسکے ہنگامہ کی رونق دور ہوئی سواروں کی بیگ
 اور اسکے دو بیٹوں حسین قلی بیگ و اسماعیل قلی بیگ کے کہ بیرام خان کے خویش تھے و شاہ قلی خان
 محرم حسین خان اور چند اور آدمیوں کے کوئی آس پاس نہ رہا۔ ساری سپاہ اسکی فوج فوج بن کر
 بادشاہ پاس جانی مشروع ہوئی۔

بادشاہ کا لشکر اسکی طرف جب فوج فوج چلا تو اُس نے دیکھا کہ ابخاں تو قوت نہیں ہو دل سے ریاست کا خیال دور
 کر کے ایک عرصہ امتحان بھیجی کہ حسین طرح طرح سے نیا و مندی اور غزوا ہی کی اور جہانی کا افسوس ظاہر کیا

فصل پنجم سے بادشاہ کا دہلی میں آنا اور لشکر کو بیرام خان کی راہ روکنے کے لیے بھیجا۔ ۹۶۷

اور زمین شریفین کی زیارت کے لیے رخصت مانگی (چند فیل و تومن و توغ و علم نقارہ و سائر اداوات امارت کو حسین قلی بیگ کے ہمراہ بھیجا اور امر کو لکھ دیا کہ آپ میری طرف کس لیے تعین فرماتے ہیں میرا خود دل دنیا اور اس کے کاروبار سے سرد ہو گیا ہے۔ اسباب ریاست پادشاہ پاس بھیج دیا ہے۔ امر اس دم میں آن کر چھر گئے حسین قلی قہلی میں پادشاہ پاس آیا اور خلق میں مشہور ہو گیا کہ بیرام خان حج کو گیا شج گدائی پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ اگرچہ لائق سیاست تھا مگر پادشاہ نے اس پر رحمت فرمائی اس عرصہ میں ناگاہ یہ شہرت و افواہ ہوئی کہ بیرام خان پنجاب کے صوبہ کی طرف آیا نہیں کہ ایک شے رش برہوئی پادشاہ کی سپاہ کے بھیجنے کے سبب وہ ممالک محروسہ سے نکل کر بیکانیر میں آیا راہ کیلین اور اس کا بیٹا راجو سنگ جو اس سرزمین میں سب سے بڑا رتبہ رکھتے تھے وہ بیرام خان سے ملے آئے۔ بیرام خان کو یہ مقام دلپذیر معلوم ہوا۔ وہ یہاں چند روز رہا۔ پھر وہ یہاں سے پنجاب کی طرف گیا اور پادشاہ سے کھلی بغاوت اختیار کی اور سرحد کے امر کو لکھا کہ میں سفر حجاز پر متوجہ تھا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ پادشاہ ایک جماعت نے جھوٹ موٹ کی باتیں لگا کر مجھے آوارہ کیا ہے اور پادشاہ کا حراج میری طرف سے متغیر کر دیا ہے خصوصاً ماہم انگہ نے کہ وہ اپنے تئیں مستقل سمجھتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے بیرام خان کو نکلوا دیا۔ اس لیے میں نے ارادہ کیا ہے کہ ایک دفعہ ان بدکرداروں کو سزا دیکر پادشاہ سے سفر مبارک کی تازہ رخصت لون اور اس طرح اور مقدمات لکھ کر بھیجے اور خواجہ درویش اوزبک جو پنجاب کے اعلیٰ عظام میں سے تھا اس پاس منظر علی بھیجا کہ اس کو لے آئے۔ جب پادشاہ کو یہ اخبار معلوم ہوئے تو اس نے فرمان جو ایک نصیحت نامہ ہے بھیجا۔

خان خانان کو معلوم ہو کہ ہمارے خاندان کے پروردہ نعمت اور تربیت کردہ عنایت ہو اور تمھارے حقوق خدمات ہماری درگاہ میں ثابت ہیں حضرت والد ماجد نے اعظم القدر ہماری تالیفی کا تم کو اس کی سپرد کیا تھا کہ صدق حمت و اخلاص تمھارا دیکھا تھا جب لکھا انتقال ہوا تو اخلاص اور دلتخواہی میں کم صدق و جان سپاری باندہ کرمات و کالت کے تم متہدد ہوئے۔ ہم نے بھی خدمات کی مشقت اور نیک نیتی تمھاری دیکھ کر دل و عقد رقی و فتنہ امور کو ایسا تمھارے قبضہ اختیار میں چھوڑ دیا کہ اس سے

بیرام خان کی کھلی بغاوت و پنجاب میں آنا

فرمان پادشاہ

متصور نہیں ہو سکتا۔ بڑا جلا جوتھارے دل میں آیا وہ تم نے کیا ہم نے کچھ دخل نہیں دیا تم سے اس
پانچ سال کے عرصہ میں چند امور ناشائستہ ایسے ظہور میں آئے کہ خاطر جمہور کو تم سے نفور ہوا۔ اسکی مثال شیخ گدائی
کی تربیت ہو کہ تم نے باین ہمہ زیر کی و دانائی فاضل و قابل باجبت و نسب آدمیوں کو چھوڑ کر اپنی مصفا
و آشنائی کے لیے اسکو انتخاب کیا باوجودیکہ وہ منصب صدارت کا مستحق تھا و ظہور ناشائستہ پر ہر کرتا تھا
ہم نے اسکو تسلیم سے معاف کیا تھا۔ باوجود اسکی کہاں جہل و نادانی کے محافل میں جمیع سادات صحیح النسب
علماء و اعیان بحسب پرچہ ہم عظمت و شان و حالت کا ملاحظہ کر کے مراستم تعظیم و احترام بجالاتے تھے ہم نے
اسکو تقدیم دی باوجودیکہ وہ خاندان سادات کی محبت و دوستداری کی شیخیان مارا تھا۔ اسنے عدالت و
شریفی مذمت و خواری کو ترجیح دیا۔ تم نے اس اپنے تربیت کردہ کو جو دلوں کا مرد و دلوں کا مروت و دھما
اس طاقت پر ترجیح دی۔ اور ان بزرگوں کی ارواح مقدسہ سے کسی طرح شرم و آرم نہ رکھی اسکو اس مرتبہ پر
پہنچایا کہ وہ سوار ہار ہو سامنے آتا اور ہم اس سے مصافحہ کرتے تم نے اپنے ماتحت نوکروں کو جنگی حالت لیاقت
معلوم خطاب سلطانی و خانی و علم و تقارہ سمجھا لکیرین اور سیر حاصل لائون سے متاثر کیا اور حضرت جنت
آشیانی (ہایون) کے وقت کے خواتین و سلاطین کے امراء و معتدون کو جنگی اصالت و حالت و استحقاق پر
روشن تھا کمال بلکہ اعتباری کے ساتھ خشاک روٹیوں سے مٹایا گیا۔ ان سب کے خون کا قصد کیا۔ بامری
ملازمین اور خدمتگاران کو جنھوں نے برسوں امید داری اور خدمت کی تھی اور وہ رعایت و عنایت کے مستحق
تھے انکے لیے اقل محبت بھی تجویز نہیں کی۔ وہ جماعت کہ شکار اور سواری میں میری ملازمت میں ہوتے تھے
اور ہزار محنت و مشقت خدمت کرتے تھے۔ انکے خون بیگنہ کے تم پیاسے تھے۔ طرح طرح کی بے اعتدالیان انکے
ساتھ تم کرتے تھے اور اگر آپ نوکروں میں سونگاہ مثل قتل چوری۔ راہ زنی۔ تاراج اور طرح کے فسق و
نجور ظہور میں آتے تو سب معاف تھے۔ اور اگر ہمارے ملازمین میں سے کچھ ذرا قصور ہوتا یا کوئی بھڑا بہنناں اپنے
باندہ دینا تو ان کے قتل جس تاراج میں تابخ نہوتی۔ ہمارے خبر ہوئے تک انکی بے ابروی ہوتی۔ اور طرح طرح کی
اپڑھا ہوتی۔ بعض آدمی نہایت کیمنے اور سفلے ہماری خدمت میں رہتے تھے اور خود شاد کرتے تھے۔ جیسے کہ
شاہ قلی نارنجی۔ محمد طاہر۔ لنگ ساربان اور تم اپنی مادی سے اس طاقت کو راست گوجا کر تربیت کرتے تھے

اور ان کو تقویت دیتے تھے۔ شاہ قلی نے بی جانی کر کے سلطان سے سنا محمد طاہر نے ایسا جواب دشت دیا کہ وہ
 اس کا سختی تھا کہ زبان اسکی کاٹی جاتی بلکہ قتل کیا جانا۔ لنگ ساربان نے مختار و حضور میں ایک جماعت کی
 رو بردار دشت لفظ کہا کہ وہ بھی سیاست کا سختی تھا۔ ولی بیگ کو تم خود جانتے ہو کہ وہ قریباً شش میں
 کیا عورت و اعتبار رکھتا تھا بغیر کسی خدمت و احسان و محنت کے اس کو تم نے اپنا داماد بنا کر زمر اعظام سے
 بڑا بنا دیا۔ یہاں تک کہ سید قلی مرزا پر کہ علو سیادت و انتساب سلطنت میں ممتاز تھا۔ تقدیم دی حسین قلی کو جس
 اب تک ایک مرغی پر بھی بیچ نہیں لگایا تھا۔ اسکندر خان عبدالسزخان و بہادر خان کے برابر تم نے رعایت کی
 اور آباد جاگیر میں اس کو دین و اخواتین عظام کو ویران جاگیر میں دیکر ناخوش کیا۔ ان دنوں میں اکثر مجالس میں
 ایسی حرکات تم سے سرزد ہوتی تھیں کہ وہ ہماری خاطر کی باعث بخش و آزار ہوتی تھیں چونکہ ہم کو مختاری خاطر
 عزیز مسمی اور تم کو دوست خواہ اپنے خاندان کا ہم سمجھتے تھے اور تمہارے قول و فعل پر اعتماد رکھتے تھے ان تمام ہوا
 اعمال و کردار کو تم میں خیر خواہی و محض نیک اندیشی تصور کرتے تھے۔ دیرہ و دار۔ یہ اپنے کرم حلیم سے آج
 و گزر کرتے تھے۔ ان دنوں میں ہم کو معلوم ہوا کہ تم نے اس جماعت باغینہ کی باتوں میں آکر یہ قصد کیا ہے کہ
 معدودے چند کہ ہمارے ہمراہ ہیں انکو علیحدہ کر کے ہم کو تنہا کر دیں۔ اس سبب دارالخلافت
 اگر سے دارالملک ملی کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اور تم کو لکھا کہ بعض امور تم سے بیہوش ظہور میں آئی ہیں کہ ہم نہیں
 چاہتے کہ تم ہماری ملازمت کرو۔ اگرچہ تم نے ہم کو بہت آزار پہنچاؤں ہیں مگر بدستور تم کو خان خانان جانتے ہیں۔
 اور کہتے ہیں۔ مختاری خاطر سے ہم نے سخت قسمیں کھا کر کہا کہ ہم تمہارے جان و مال و ناموس کا قصہ نہیں کہتے
 ہیں۔ ہم نے خود مہات جہان بانی کو اپنے اختیار میں لیا ہے جو تم چاہتے ہو عرضداشت میں لکھ کر عرض کرو۔ جو ہمارے
 نزدیک مناسب ہوگا اس پر حکم دیں گے۔ ہم کو خیال تھا کہ جس وقت تم پر خبر بشنو گے کہ ہم خود مہات سلطنت میں مشغول
 ہوؤ تو تم مسرور ہو گے اور تسلیم و رضا میں اسخ دم و ثبات قدم رہو گے۔ یہاں خاندان کے حقوق نعمت و تربیت چاہنے والے
 سال سے تمہارے دوست پر ہیں اور تم نے سن المہدالی العہد اس سے پرورش پائی ہے بالکل فراموش خاطر کر کے
 اس جماعت معتمد و مفتن کے کہنے میں آگئے کہ وہ اپنی اغراض نفسانی کے سبب چاہتے ہیں کہ اہل لغات کے
 جریدہ میں نکولاؤ اور اس خرم مرین سعادت انجروی سے محروم کرے۔ شقاوت ابدی میں مبتلا کر دو چنا پنچا س نے

اپنی کمال شیطنت اور خساست و خود پسندی سے تم کو گمراہ کر دیا۔ ولد اسکنر کو تم نے پیغام دیا کہ مخالفت و مناز
 کر تو تارخان پہنچ بھیجے پاس آدمی بھیجا کہ دامن کوہ میں آنکر خرابی و دست اندازی ان حدود میں کرے تو دلا ہوور کا
 خیال کر کے چلے ہو کہ وہاں جا کر فتنہ و فساد کی بنیاد قائم کرو اور مخالفت کا طریقہ اختیار کرو اور مالک محروس کے
 اطراف میں خلل ڈال کر ہمارے دودمان کے چراغ کو اپنے دم سر سے ٹھنڈا کر دو۔ چرائے را کہ ایزد بفرورزد وہ ہر آنکس
 تفت کند ریشیش بسوزد و پر دہ غرور و پندار نے تمہارے دیدہ اعتبار کو کو کر دیا ہے۔

ہم کو تمہارے اخلاص و اعتقاد پر کہ تمہاری وجہ احوال و تہذیب اعال سے واضح ہو اب تک ایسا اعتبار چلا آتا ہے
 کہ ایسی شرارتوں کے کام کرتے تم سے دور معلوم ہوتے ہیں اور ہم کو اپنی یقین بنیں ہوتا اس لیے کہ تم ہمارے خاندان
 پر ورہ نعمت و تربیت کر دے ہو۔ تم پر ہمارے حکم کی اطاعت واجب و لازم ہے ہم سبیل محبت فرماتے ہیں کہ اپنا ان
 افعال و اعمال قبیحہ سے درگزر کرو اور اس جماعت مخدول و عاقت کو جسے تمہاری دولت و عزت کو نقصان پہنچا
 ہے اور وہ اپنی اغراض کے سبب باغی بنا پا چاہتی ہے مقید کر کے ہمارے پاس بھیج دو جیسے ہم نے اس پانچ سال
 میں تمہاری خاطر کی ہے جو کچھ تم نے کیا اس میں ناقص نہیں کیا جو کچھ تم نے عرض کیا خواہ معقول یا نامعقول سمجھا
 صواب و بد سے عدول نہیں کیا اس لیے تم کو بھی چاہیے کہ ہمارے حکم کو سمع و طاعت و انقیاد کر کے بخلات نہ کرو جب
 تم اس حکم پر عمل کرو گے ہمارا دل تم سے صاف ہو جائیگا اور تمہارے جرائم و تقصیرات کو بالکل عیاف کر دیں گے
 جسوقت ہماری ملازمت کو چاہو گے اور وقت بھیجی اس کا اقتضا کر لیا تو تم کو بلا لیں گے کہ تمہارا حجاب رفع ہو۔

اب تک ہم کو تمہاری خدمات ملحوظ و منظور ہیں گوان خدمات کی عوض میں بھی برابر رعایتیں ہو چکی ہیں ہم نہیں
 چاہتے کہ تمہارا نام کہ مدتوں خلاص و ارادت و انقیاد و اعتقاد کے ساتھ امصار و بلاد میں مشہور تھا۔ اب وہ بغاوت
 و عناد و فساد کے ساتھ منتشر ہوا و اکثر عمر میں تراچہ فوجت کے زمرہ میں تمہارا شہر ہو۔ تمہارے عیوب و گنہگاروں کے حقوق کے
 سبب سے ہم نے تم کو آگاہ کیا۔ زہر مار کچھ اور خیال نہ کرنا اور عیوب یقین رکھو کہ اگر از روئے جہل و کوتاہ اندیشی کے بے راہ ہو گے
 اور نخوت و پندار سے اپنا دماغ پریشان کر کے اہل اوبار کی سلک میں آؤ گے تو ہمارا شک تمہارے سر پر بگڑا دیتا
 اقبال کا عفو ان اور تمہارے اوبار کا آغا نہ ہے اس لیے یقین ہوتا ہے کہ ہم کو فتح عظیم ہو اور تم ہر مسار گرفتار ہو
 میدان و تھی اس معنی پر استدلال نہیں کرنے دیتی کہ ان پانچ سال میں تم نے اپنے آدمیوں کے ساتھ کیسی رعایت کی

ہے وہ اس واقعہ کے دن کام آئیں۔ کونہ اندیشہ نہ ڈانی کے سبب آدمی نہیں جانتا کہ دولت عنایت الہی کے ساتھ۔ ہر مصلحت یہ عنایت بہنو کوئی بے دولت کام میں نہیں آتا۔ چنانچہ تم نے اپنی نگاہوں کو دیکھ لینا کہ جن آدمیوں کو تم فرزند و برادر کہتے تھے اور کبھی انکی جہانی کا گمان نہ کرتے تھے وہ اب میر جہا ہو گئے اور جو رہ گئے ہیں وہ بھی ایک ایک کر کے علیحدہ ہو جائیں گے اور ہماری درگاہ میں آجائیں گے اور رفتہ رفتہ تم کو تنہا چھوڑ دیں گے ایسی جگہ سوا محمد سلیم و رضا کے کوئی اور چیز فائدہ نہیں دیتی۔ سر نیزا بیا بہنا و گردن طوع کہ ہر چہ حاکم عادل کند ہمہ داد است۔

خانخانان اس دستور العمل سعادت پسند پر ہوا بلکہ اور شورش پر زیادہ آمادہ ہوا۔ وہ بیکانیر سے پنجاب کی طرف متوجہ ہوا۔ جب قلعہ تبر بندہ میں پہنچا۔ یہ شیر محمد دیوانہ کی جاگیر تین مغل شاہ اس کے محصوروں میں سے تھا کوئی کہتا ہے کہ متبنی تھا اپنے بیٹے عبدالرحیم کو مع اہل و عیال و احوال و اطفال کے اس قلعہ میں شیر محمد کو حاکم کیا اور خود وہاں سے چلا شیر محمد نے اپنے اصلی ولی نعمت کے حق میں بہتر سمجھ کر اس سے فرار کیا۔ اسکے تمام اسباب و اشیاء پر کہ تبر بندہ میں چھوڑ گیا تھا متصرف ہوا اور اہل و عیال کو ملازمت میں لایا۔ یہ بیرام خان نے جو درویش خواہزہ منظر علی کو اپنے مال و عیال کی طلب میں شیر محمد پاس بھیجا تو اس نے مفید کر کے پادشاہ پاس بھیج دیا اور پادشاہ کو اپنا صاحب حقیقی سمجھ کر ولی نعمت مجازی کو چھوڑ دیا اور سچ پادشاہ کا خیر خواہ بن گیا۔ جب بیرام خان ہتارہ کے نزدیک پہنچا تو مرزا عبدالملک نے قلعہ کو مضبوط کیا۔ ولی بیگ نے اس سے لڑ کر شکست پائی۔

پادشاہ دہلی میں تھا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ بیکانیر سے بیرام خان پنجاب کی طرف گیا تو پادشاہ نے اول لشکر شمس الدین محمد خان کو دیکر اس لیے بھیجا کہ خانخانان کو پنجاب میں نہ گھسنے دے اور پھر خود پادشاہ سامان وورش تیار کر کے پنجاب روانہ ہوا اور خواجہ عبدالجید خطاب بہ آصف خان کو دہلی سپرد کی اور اسکو یہ نصیحتیں کیں کہ لینے جاہ و خرد پر مغرور نہ ہونا۔ نعمت رسیدگی کا پاس ہمیشہ رکھ کر اپنی سر بلندی کو فروتنی پر منحصر سمجھنا اور اپنی فروختاریت ہماری عنایت و تربیت کو سمجھنا چہشم دل و دست زبان کو آدمیوں کے مال سے کوتاہ رکھنا۔

بیرام خان کی بغاوت کی شورش ہوئی تو مصلحت احتیاط کے لئے رحیم قلی بیگ کو قید کر کے ادھم خان کو سپرد کیا اور اسے کہدیا کہ اگر حسین قلی بیگ کو کوئی گزند پہنچی گی تو تجھ سے باز خواست ہوگی۔

بیرام خان نے اپنے لئے خان سلطان محمد علی بن محمد خان آگرا کا لشکر کے ساتھ بھیجا۔

ہندی قعدہ کو دارالملک دہلی سے اس فتنہ کے دور کرکٹے کے لئے روانہ ہوا پادشاہ نے جو لشکر پہلے روانہ کیا
تھا وہ پرگنہ دکندارین جو نواحی پرگنہ جان بھر میں ستلج و بیاہ کے درمیان واقع ہے پہونچا۔ اور گوناچور پر جو دکندار
متعلق ہے بیرام خان کو جا کر اس نے روکا۔ بیرام خان جان بھر کے لینے میں اہتمام کر رہا تھا کہ انکھ خان کے
لشکر کے آنے کی خبر سنی۔ وہ ان انکھ خان کو کیا سمجھا۔ اس سے لڑنے کو تیار ہوا۔ طریقین سے بکھین جنگ
لشکر تیار ہوئے۔ بیرام خان پاس لشکر بہت نہیں تھا مگر کیفیت کے اعتبار سے زیادتی رکھتا تھا اور لشکر
پادشاہی سے زیادہ اعتماد کے لائق تھا۔ پادشاہ کے لشکر میں سے اکثر نے اپنی بدنامی و بددلی و دوزبانی
سے بیرام خان کو نوشتے بھیجے تھے غرض موضع گوناچور میں اوائل ذی الحجہ ۷۷۳ء عین طریقین سے کوشش
ولیرانہ طور میں آئیں۔ پادشاہ کا لشکر اول بھاگا۔ دشمن کا لشکر اسکے پیچھے پڑا۔ اور بیرام خان خوش خوش
جاتا تھا کہ انکھ خان کی فوج ایک پشتہ کی پناہ میں کھڑی تھی کہ وہ اسکے سامنے آئی۔ بیرام خان ہاتھیوں کو آگ
لے کر اسکے مدافعت کے لئے کھڑا ہوا مگر آخر کار شکست پائی۔ پادشاہی لشکر نے مخالف کی سپاہ کو پر گنہ کر دیا
اسمعیل قلی خان کو زندہ گرفتار کیا۔ ولی بیگ زخمی ہو کر پکڑا گیا اور ایمان مخالف گرفتار ہوئے اور شہیت
پادشاہ کے لشکر کے ہاتھ آئی۔ انکھ خان نے ہنگامہ رٹوں کا دوزخ دوراندیشی کے سبب تقاب نہیں کیا۔
پادشاہ شکار کھیلتا ہوا نواحی سہرندین تھا کہ خبر داروں نے اس منہج کی خبر سنائی۔ لوازم لشکر و سپاس
دفعہ میں آئے مگر نشاط و شادمانی کی تقدیم ہوئی۔ تمام سلطنت نے انتظام تازہ پایا۔ کوتر و مصلوں کو
فراخی مشرب و نصیب ہوئی۔ یہچران سادہ لوحوں کی سرشتہ دلش ہاتھ لگا۔ دولٹے مغروروں کے ہاتھ
خلاصی پائی۔ پادشاہ وقت کو ناحی شہنشاہوں کی ستم شہری سے نجات ہوئی غرور مندوں کو افراط
ور یافت نصیب ہوئی۔ دولٹے منہ دکھایا۔ اقبال نے چہرہ کشادہ کیا۔ عالم نے ظراوت تازہ پائی یہیں
زمان کو از مسرور تازی ہوئی۔ کور باطن حسیہ بہت خاکساری کے گڑھے میں گرے۔ اور بادشاہ کی خاک اپنے
سے بچھڑے۔ انصاف پیدا اور بدلتا آشکارا ہوئی۔ یہ پادشاہ کے زمانہ اختیار کی فسخ اول تھی۔
پادشاہ سہرندین مقیم تھا کہ شہنشاہ خان غیب الہک از اور کی ساتھ دو شنبہ ۱۸ ذی الحجہ ۷۷۳ء کو پادشاہ کی خدمت میں
آیا اس کو منصب عالی و کالت اور خطاب خانخانی کا اور طبعیت محبت تھا اور شہر لدرین انکھ خان بھی یہیں آیا۔

پادشاہ کی نسخ اور بیرام خان کی شکست

اس کو جامہ دار و جامہ فتاحی بیرام خان اور اعظم خانی کا خطاب ملا وہ اپنے معتمد مراد ولی بیگ اور بڑی بڑی سرداروں کو پائون میں زنجیر اور گھنٹے میں طوق ڈال کر اور یہ سبک عنان لایا تھا۔ ولی بیگ نے زندان میں زندگانی سے نجات پائی۔ اس کا سر ممالک شریفین عبرت کے لیے بھیجا گیا مگر جب یہ سر پرگنہ ٹاؤ پر پہنچا تو یہاں کے جاگیردار بہادر خان نے سرے جانے والے کو مار ڈالا مگر یہ حال پادشاہ پر نہ کھلنے دیا۔

یہاں سے پادشاہ سترہ ستمبر ۱۶۹۷ء کو شکار کھیلتا ہوا لاہور میں گیا اور منجم خان نے یہاں کا سارا اہتمام اگے کر لیا اور جب پادشاہ کو یقین ہوا کہ تلوار و مین راج گنیش پاس بیرام خان ہے تو وہ سترہ ستمبر ۱۶۹۷ء کو کوہ سوالک کی طرف چلا۔ اس نواح میں تلوار و ایک جاسے مستحکم دریائے بیاس کے کنارہ پر پادشاہ نے یہاں ہمارے باب عرض کے مکر و تزویر بغیر اس ہم کو خود انجام دے۔ پچھوٹاڑہ میں پادشاہ کا منظر لشکر تھا کہ وہ یہاں آیا اور منجم خان جس کو اس نواح کا انتظام سپرد تھا وہ پادشاہ پاس آیا۔ حوالی سوالک میں اس لشکر نے ٹھکانا ہے کوہستان میں جا کر کوہی رلیوں اور راجاؤں کو شکست دی اور ملک کو تاخت مار لیا اور جانبین سے بڑے بڑے حملے ہوئے خوب لڑائیاں ہوئیں۔ پادشاہی لشکر میں سلطان حسین خان جلاڑی ایک جوان بہت خوش قامت و متناسب الاعضاء شجاع و محاذائی میں مارا گیا جب اس کا سر جدا کر کے بیرام خان پاس مبارکباد کہتے ہوئے لوگ لائے تو اس نے اپنی آنکھوں پر رومال رکھا اور اس کی حسن خدمات کو یاد کیا اور ہائے کر کے رونے لگا۔ اور کہنے لگا کہ میری زندگی پر سو نفرین کہ جسکے لئے میری شامت نفس کے سبب سے ایسے جوان ضائع ہوں۔ جب بیرام خان نے نواحی کوہستان میں پادشاہ کے خود آنے کا حال سنا تو عاقبت اندیشی یہ کہ حال خان اپنے معتمد غلام کو پادشاہ کی خدمت میں بھیجا جس نے بیرام خان کی طرف سے پادشاہ سے عرض کیا کہ مجھ سے بعض امور بطریق منظر ارد برسمیل اختیار رسرزد ہوئے ہیں۔ جس سے مجھے نہایت ندامت ہو۔ میرے قصود و موافقات ہوں۔ پادشاہ نے اپنے لطف و کرم سے اسکی ساری تقصیرات معاف کر دیں اور اسکی تسلی خاطر کے لئے مولانا عبدالمکرر سلطان پوری کو اور اپنے مقرربوں کے ساتھ بھیجا کہ اس کو مطلبی کر کے ہمارے پاس لے آؤ۔ ان آدمیوں نے بیرام خان کی تسلی نہ ہوئی اور اس نے کہا کہ میں اپنے کیے سے خود غفل ہوں اور ہر طرح کی سیاست کا متبع ہوں۔ پادشاہ کے مکارم و اخلاق سے خاطر جمع ہوئی مگر

کل ارکان چغتائی اور امراء اولیاء و دولت سے ملکر ہوں اگر منعم خان ان کو میری تسلی اور پیمان دیتے
 اور عہد کر کے تو میں پادشاہ کی درگاہ میں سجدہ کر کے کہہ دوں کہ پادشاہ سے اجازت لے کر باقی عمر مکہ
 شریف میں گزاروں گا اور اپنے گناہوں کی تلافی کروں گا۔ پادشاہ نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔
 جب پادشاہ خدو و قصبہ حاجی پور میں آیا جو دامن کوہ تسلج و بیاہ کے درمیان واقع ہے تو اس نے منعم خان
 اور امراء کو بھیجا کہ بیرام خان کو ہماری عنایتوں کا وعدہ کر کے مطمئن کر کے ہمارے پاس لے آؤ جب یہ امر
 تنگنائے وحشت میں کہ جہان بیرام خان نے پناہ لی تھی گئے تو زمینداروں کا ہجوم ہوا اور مالک ہستان
 میں زمینداروں کی جمعیت کا جو قاعدہ مقررہ ہے اس کے موافق لڑنے کو تیار تھے۔ تنگ راہوں کو
 طے کر کے یہ بادشاہی امراء اس قلعہ میں پہنچے جہاں بیرام خان تھا۔ منعم خان کو دیکھتے ہی بیرام خان کا
 دل بجال ہو گیا کہ پادشاہ کا زبانی جو پیغام آیا تھا وہ بیان واقع تھا آگے بڑھ کر وہ آیا اور اس سے ملا
 اور نہایت رقت کی منعم خان اس کی استمالت کر کے پاؤں پاس لایا۔ بابا زبور اور شاہ فیلیخان مخرم
 نے بیرام خان کا دامن پکڑ کر بڑی گریہ اور زاری کی کہ ہرگز نہ جاسمین عذر دو کر ہے۔ ہر چند منعم خان نے انکو
 دلاسا دیا مگر سود منہ ہوا تو اس نے ان سے کہا کہ تم رات کو یہیں مقیم ہو کر خبر کے منتظر رہو۔ جب خاطر
 ہو تو ملازمت پر متوجہ ہونا۔ یہ خوف زدہ بیرام خان کو چھوڑ کر چلے گئے اس کے ہمراہ نہ گئے۔ بیرام خان پادشاہ
 کی خدمت میں محرم شہنشاہین آیا۔ روپاک گردن میں ڈالے ہوئے سجدہ بجا لایا اور پادشاہ کے قدموں پر
 سر رکھ کر رو دیا شرم گناہ یا شوق عفو سے خوب چلا چلا کر دیا۔ پادشاہ نے اپنے ہاتھوں سے اسکا
 سر اٹھایا اور اپنے رومال سے اس کے آنسوؤں کو پوچھا پرسش احوال زبان عذر پذیر سے فرمائی اور
 اس قانون کے موافق کہ ایام و کالت میں بیرام خان کی جائے پادشاہ کے دست راست پر مقرر تھے
 بٹھایا اور منعم خان کو اس کے پہلو میں جگہ دی اور امراء اور ارکان سلطنت و اعیان مملکت اپنی اپنی
 جگہ بیٹھے اور محرمت اور مکرمت کی زبان سے اس قدر انبساط اور اتفاقات گزرایا کہ گرد حجاب و غبار حجاب
 بیرام خان کی پیشانی سے زائل ہو گیا مگر اصل بات یہ ہے۔

مصرعہ

اگر گناہ بخشش مہر سار سی ہست ۴۴

بیرام خان کا پادشاہ پاس آنا ۹۱۵

پھر پادشاہ نے اٹھ کر اپنے ہاتھ سے خلعتِ فاخہ جو اسکی نعل میں مٹھا محبت کیا۔ اور خوشی خاطر سے اس کو سفر خجارت کی رخصت دی حرم دوراندیشی کی راہ سے ترمون محمد خان و حاجی محمد خان سیستانی کو ہمراہ کیا کہ ممالک محروسہ کی افہات تک اسکے ساتھ جائیں۔ اور اس کو خوفِ مسالک سے باہر نکال دیں۔ یہ دونوں حدودِ ناگور سے واپس آگئے کہتے ہیں کہ میرام خان نے حاجی محمد خان سیستانی سے شکایت کی کہ توکل حقوقِ قدیم کو فراموش کر گیا اور تیری بیوفائی اور مخالفت سے جسنی کوفت مجھے پہنچی ہے ایسی کسی اور سے نہیں پہنچی حاجی محمد خان نے جواب میں کہا کہ تم نے باوجود دعویٰ اخلاص اور فروغی تربیت حضرت جنتِ آشیانی اور مرام و اشتفاق شاہنشاہی باغی ہو کر تلوارِ باغیہ میں لی اور اس سے جو کچھ ظہور میں آیا وہ کیا۔ میرا تہاری ترکِ صحبت کرنا کیا اور تمہا میں کیا کرتا۔ اس سے میرام خان شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا۔

ہم نے جو پادشاہ اور خانانان کے درمیان رنجشوں کے معاملات بیان کیے ہیں وہ زیادہ تر ابو الفضل کے اکبر نامہ سے نقل کیے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میرام خان کی ذات سے پادشاہ کے دل میں عداوت کا خیال کبھی نہیں آیا مگر اس کے ساتھ ایک جماعتِ شریرون کی تھی جسکی جوشا گوئی سے خانانان سے حرکاتِ ناپسندیدہ سرزد ہوتی تھیں اور بغاوت پر آمادہ کراتی تھیں وہ ان کو سزا دینی چاہتا تھا۔ اب اور مورخ خصوصاً خانی خان اپنی تاریخ منتخب الیاب میں یہ لکھتا ہے کہ میرام خان کے دل میں پادشاہ سے کبھی بغاوت کا خیال نہیں آیا۔ ایک گروہ ایسے آدمیوں کا پادشاہ کے ساتھ ہو گیا جو میرام خان کی طرف سے حقِ ناحق باتیں لگا کر بھڑکاتے تھے وہ اس بدکردار فروغی کے کیفِ کردار کے مضروبے میں رہتا تھا مجبوری اس کو پادشاہ سے لڑنا پڑا جب میرام خان نے بیتِ الصد کی راہ لی تو جس منزل میں وہ پہنچا وہاں کے زمیندار اور حاکم کے اسکے دشمنوں کے مقول تھے تصدیع دیتے اس کو متواتر خبر پہنچی کہ بدبختوں کے اشارے سے خالفون کا ارادہ ہے کہ اسکو ہلاک کر دیں۔ اکثر ہمارے ہی اس کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو اس دوسرے کے سبب سے ساگا نیر سے کہ درخلافہ اگر سے تیس کوں ہے اس نے مراجعت کی اور حج کے ارادہ کو فسخ کر کے دنیا کے ساتھ چھوڑ بیستگی کر

کرنے سے بڑی بدنامی اٹھائی اس عرصہ میں مولانا امیر محمد خان اپنے ہمدون کی تحریر سے پھر بادشاہ کی
 خدمت میں آئے اور از سر نو ان کو خطاب عطا ہوا اور اضافہ منصب ہوا اور قبل و نقارہ ملا اور امیر
 کی رفاقت کے ساتھ بیرام خان کی تنبیہ کے لئے نامزد ہوا۔ بیرام خان جس نے دوبارہ بیت اللہ کے
 سفر کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اسکی راہیں ایسی رکی ہوئی تھیں کہ وہ جانہیں سکتا تھا۔ گزشتگی ایام کے
 سبب وہ پنجاب کی طرف متوجہ ہوا کہ قندھار و مشهد مقدس کی راہ سے زیارت مرقد حضرت امام
 رضا و نجف اشرف کی کر کے عازم بیت اللہ ہو جب اسے سننا کہ ملا امیر محمد اسکی تنبیہ کے لئے مقرر
 ہوا ہے تو ناچار جان و آبرو کی حفاظت کے لئے اسنے سپاہ کی نگاہداشت اور جمعیت میں کوشش کی
 اور قندھار جانے کے قصد سے پنجاب کی راہ اختیار کی جب امیر محمد سرسند کے قریب آیا تو اسنے
 بیرام خان کی شکایتیں اور اسکی بغاوت کے ارادے ایسے شد و مد کے ساتھ یاد شاہ کو لکھے کہ پادشاہ
 بیرام خان سے پہلے کی نسبت دو گنا آزر و دہ خاطر ہو گیا جب بیرام خان کے لئے میدان ایسا تنگ
 ہوا تو پادشاہ سے اسنے یہ عرض کیا کہ میرے حامدون کے اعتبار اور آرزو کے موافق حضور کی تین
 پشت کی خدمت دیرینہ میری پامال ہمت کفران نعمت ہوئیں اور میرے دشمنوں نے رافضی کے
 خون کو حلال سمجھ کر اس کا فتویٰ دے دیا میں اپنی جان کی محافظت کے واسطے جو سب مذہبوں میں
 واجب ہے چاہتا ہوں کہ چند آدمیوں کی مدد و رفاقت سے اسے اپنے تئیں نجات دوں
 اور اس ہوش سے کہ اہل غرض کے اظہار کے موافق مجھے اسباب بغاوت پر حضور آمادہ جانتے ہیں تو اس
 خداوند کی خدمت میں حاضر ہونے کو اگر وہ نفس الامر میں بیت اللہ ہی کا ارادہ ہو کفر جانتا ہوں۔
 سارا عالم جانتا ہے کہ ہم ترکوں کے خاندان میں نیک حرامی کبھی نہیں ہوتی اس واسطے میں نے مشہد
 راہ اختیار کی ہے کہ روضہ امام رضا و عباس نجف اشرف و کربلا کے طواف کے بعد اپنے ولی نعمت
 کی بقاع عمر و سلطنت کے لیے از سر نو کعبۃ اللہ کا احرام کر دوں۔ التماس یہ ہے کہ اگر بندہ کو حضور نیک حرام
 واجب القتل جانتے ہیں تو کسی پہ نام و نشان کو یقین کیجئے کہ بیرام کا سر کاٹ کے نیزہ پر لٹکائی
 کہ حضور کے اور بندہ ہوں تو تنبیہ اور عبرت ہو مگر بعد ازیں قبول افتد زہے عرض شرف۔

اگر یہ نہیں تو فوج کا سردار سوائے بلائے خارجی (ملا پیر محمد) کوئی اور مقرر ہو۔ یہ نمک حرام میرا
 نمک پروردہ ہے اور فردوسی کا احسان بھی ہے۔ جب پادشاہ پاس یہ عرضداشت پہنچی
 تو اس نے پیر محمد کو بلالیا اور شمس الدین انکہ کو بھیج دیا۔ جس سے اسکی لڑائی ہوئی۔ اور وہ
 نے یہ لکھا ہے کہ بیرام خان کو شکست ہوئی مگر خانی خان نے یہ لکھا ہے کہ انکہ خان کو شکست ہوئی۔
 پھر بیرام خان نے اپنے ولی نعمت کی سپاہ سے لڑنا مناسب نہیں جانا۔ کوہ سواک میں چلا گیا اور
 پادشاہ اس شکست کی خبر سنکر لاہور میں آیا۔ منعم خان جب کابل سے آیا تو بیرام خان کی تنبیہ کے لڑو
 لکھی جنگل کی طرف متوجہ ہوا۔ جب کوہستان میں داخل ہوا تو میان کے زمیندار بیرام خان کی تھان
 کے لیے جمع ہوئے مگر بیرام خان نے دیکھا کہ دلی نعمت کے ساتھ سوائے اطاعت کے دونوں صورتوں
 میں مرد و دجہان ہوتا ہے اس لیے زمینداروں کو قصد فاسد سے منع کیا اور ان چاہی۔

دونوں ہاتھ باندھ کر اور دستار گلے میں ڈال کر پادشاہ کی خدمت میں آن کر قدموں میں گرا اور
 خوب رویا۔ پادشاہ نے اپنے دست مبارک سے سر اٹھایا اور دست شفقت سینہ پر رکھ کر طاعت
 خاصہ رحمت کیا۔ زبان سے فرمایا کہ حق موروٹی تیرا ہم پر ہے۔ اگر ارادہ نوکری کا ہو تو سر کا کاپلی
 و چنیری تیری اقطاع میں مقرر کیجاتی ہے اور اگر ہماری مضاجبت کا شوق ہو تو اپنی مجلس میں مضاجبت
 مقرر کرتا ہوں۔ سب طرح سے تیری غمخواری کروں گا۔ اگر بیت اللہ کا ارادہ ہو تو عزت و آبرو کے ساتھ
 روانہ کروں گا۔ بیرام خان نے جواب میں عرض کیا کہ اچھو لہ جو انسان کی آرزو کی انتہا ہوتی ہے وہ چھتر
 فردوس مکانی و جنت اشیائی اور حضور کی رکاب سعادت میں ظہور میں آئی۔ اب میرے دل کی مراد تھی
 کہ قدیم جوی کی سعادت از سر نو حاصل کر کے اور عفو جبرائیم کر کے کعبۃ الدجاؤن وہ حاصل ہوئی میں
 نہیں جانتا کہ اس نعمت کا شکر کتنا ادلی حاصل ہوئی کس زبان سے ادا کروں اور کس طرح بحال ادا

اور اس بیت کا مضمون پڑھا

زبانجا کہ طیف شامل خلق کریم تست	بحرم نہ کردہ عفو کن و ماجرا پسر سر
امیدوار ہوں کہ اپنے فضل بے پایان سے عفو جبرائیم کر کے بدرفتہ فاتحہ بیت اللہ رحمت فرمائیں۔	

پچاس ہزار روپیہ اور لوازم سفر از روئے لطف و کرم کائنات ہوئے اور وہ خست ہوا۔ بیرام خان لکھنؤ ۹۴۵
 میں مع فرزندوں و چند ہمراہیوں کے روانہ ہوا۔ بندر کھنابت مغلطہ احمد آباد میں آیا یہاں چند مقام کیے مبارک
 لوح جس کے باپ کو جنگ یرموین بیرام خان نے اپنے ہاتھ سے مارا تھا وہ دشمنوں کی رہنمائی سے رفیق راہ
 ہوا اور فرصت کا منظر رہا۔ ایک دن ایک زخم کاری سے بیرام خان کا کام تمام کیا اور افغانوں نے کڑا
 مددگار گوشہ و کنار میں تھے اس کے خیمہ و خانہ پر آن پڑے اور لوٹ لیا وقت واپسین کوئی کہتا ہو کہ
 شہادت جاری تھا اور کہتا تھا کہ صدر شکر ولی نعمت کی راہ میں سفر بیت الدین درجہ شہادت پر پہنچا
 شہید شد محمد بدیرام۔ اسکی تابخ ہوئی مرزا عبدالرحیم اس کا چار سال کا لڑکا اور سیلہ سلطان
 بیگم اور متعلق احمد آباد میں آئے۔ یہاں سے بادشاہ نے ان کو بلا لیا۔ سیلہ سلطان بیگم سے کہ حسن و جمال کی مثال
 رکھتی تھی اور شاعر تھی اس سے پادشاہ نے نکاح کیا۔

بعض مورخوں کے نزدیک بیرام خان بغاوت اور نیک حرامی کی تہمت سے بری اور پاک تھا اور بعض کے
 نزدیک وہ اہل نبی میں تھا۔ ابو الفضل نے بیرام خان کی وفات کا حال اس طرح لکھا ہے بیرام خان
 اصل میں نیک ذات و خجہ نہ صفات تھا مگر بد مصاحبی سے جو سب سے زیادہ بدتر آدمی زاد کے واسطے ہو
 اُس نے اول اپنے حسنات دیکھے اسپر خوشامدی افزونی سے سستی کا اضافہ ہوا قاعدہ ہے کہ جو شخص
 اپنی نیکیوں اور ہمنو نظر رکھتا ہے تو اُسکی پیش گاہ میں خوشامدیوں کا بازار گرم ہوتا ہے خوشامد کو بیان اُقع
 سمجھ کر خود پرست و خود آرا ہوتا ہے۔ بیرام خان کو بھی یہ واقعہ پیش آیا کہ اور دن کے عیوب دیکھنے میں
 ایسا مصروف ہوا کہ اپنے عیب کے دیکھنے میں نہ مشغول ہوا اور پادشاہ کی صغریٰ عدم اشتغال بہات ملکی
 کے پردہ میں پادشاہ کے حسن معنوی کو نہ دیکھ سکا۔ خوشامدیوں سے اس کا خانہ ایسا خراب بنیں ہوا جیسا
 کہ راستہ کروار معاملہ ناہم سے جو اس کے کوہ عقل و دست تھے۔ یہ انکی بڑی سعادت تھی کہ وہ پادشاہ کو رضی
 کر کے اور خود خوش ہو کر عزت و ناموس و اہل و عیال و اسباب اموال کے ساتھ امانت ریفی کی زیارت
 کو گیا وہ اول شہر گجرات میں پہنچا کہ پہلے نہروالہ مشہور تھا اُس نے چند روز آرام کے لیے قیام کیا ان ایام
 میں اس شہر کی ریاست خوشی خان فولادی سے تعلق رکھتی تھی اور طوائف افغان اس کے مشیر و شورافرا کو

بیرام خان کی زناست جس نے اسے ابو الفضل نے لکھی ہے

ان میں مبارک خان لوحانی بھی تھا کہ اس کا باپ بچک ماجھوٹہ مین بیزم خان کی امیری میں مارا گیا تھا۔ اس دیوانہ افغان نے انتقام کا ارادہ کیا اور بیرام خان کا قصد کیا۔ سوائے اسکے سید شاہ پسر شیر شاہ کی کشمیری بیوی اور اس بیوی سے امکی بیٹی دونوں بیرام خان کے قافلہ کے ساتھ تھیں اور اس کا حجاز کا مقصد تھا اور پتہ مارا گیا تھا کہ اس لڑکی سے پسر بیرام خان کی نسبت ہوگی اس سبب سے بھی افغانوں میں شورش تھی۔ بیرام خان پٹن کے باغوں اور مکانات کی سیر کیا کرتا تھا۔ ایک دن دل کش سیر گاہ کولاب بزرگ کے نشیمن میں کشتی پر بیٹھ کر سیر کرنے گیا تھا کہ کشتی سے اتر کر سوار ہونا تھا کہ مبارک خان اور چالیس اور افغان کولاب کے کنارہ پر بیرام خان کے مارنے کے قصد سے بیٹھے تھے یہ معلوم ہوتے تھے کہ اُس سے ملنے آئے ہیں بیرام خان نے اس جماعت کو طلب کیا۔ جب مبارک خان گیا تو اس نے ایسا خنجر مارا کہ اسکے سینہ سے پار ہو گیا۔ دوسرے افغانوں نے تلوار مار کر بالکل کام تمام کیا اس حال میں کلمہ اللہ کہہ کر اسکی زبان پر تھایوں اسے درجہ شہادت پایا اس کی حکومت میں ایک سادہ لوح سید نے اسکی مجلس میں اٹھ کر کہا تھا کہ نواب کی شہادت کی نیت سے فاتح ہم پڑھتے ہیں تو بیرام خان نے مسکرا کر کہا تھا کہ میں شہادت چاہتا ہوں مگر نہ اس قدر جلد۔ اس کے ہمراہی متحیر و متوحش ہو کر تو کہیں پہنچ گئے۔ بیرام خان خاک و خون میں پڑا تھا کہ قعر اور مساکین کی ایک جماعت نے اسکے قالب خونین کو شیخ حسام کے مقبرہ کے گرد خاک کے حوالہ کیا۔ روز جمعہ ۱۴ جمادی الاول ۱۰۹۷ کو یہ واقعہ پیش ہوا۔ تاریخ اس واقعہ کی یہ ہوئی۔

قطعہ

بیرام بطوف مکہ جو بر سبت احترام	در راہ شہد از شہادتش کام تمام
در واقعہ ہاتھ پے تار کش	گفتا کہ شہید شد محمدیہ

پھر وہ حسین قلی خان خان جہان کی سعی سے مشہد مقدس میں مدفون ہوا اس حادثہ میں پٹن کے اوباشوں وقت پر دازوں نے بیرام خان کے لشکر پر دست دراز کیا۔ اور کوئی چیز نہیں چھوڑی اس مرحوم مظلوم کے گھر میں اس حادثہ سے ایک آشوب عظیم ہوا محمد امین دیوانہ و بابائے زبور و خواجہ

ایک عبدالرحیم کہ بیرام خان کا خلف الصدق لکھا اور اس وقت چار سال کا تھا اپنی والدہ اور بعض خدمتگاروں کے ساتھ احمد آباد کو روانہ ہوئے۔ اسکے پیچھے بھی افغان پڑے۔ مگر یہ مصیبت لڑتے ہوئے احمد آباد میں پہنچ گئے۔ چار ہفتے بیان توقف کیا محمد امین دیوانہ اور بعض خدمتگار عبدالرحیم کو لے کر پادشاہ پاس چلے۔ پہلے اس سے کہ وہ پہنچیں پادشاہ نے بیرام خان کی وفات کی خبر سن کر عبدالرحیم کو بلانے کا فرمان لکھا تھا وہ حدود جالور میں ان کو ملا۔ اس فرمان کا حاصل تھا کہ عبدالرحیم ہمارے پاس آکر تربیت پائے ۱۹۹۹ کے اوائل میں وہ پادشاہ پاس آکر وہ میں آگیا باوجودیکہ بہت لوگوں نے بدگوئی و بداندیشی کی مگر پادشاہ نے اس کو تربیت کیا۔ لڑکپن میں اس کو مرزا خانی کا خطاب دیا پھر تدریج و تربیت مدارج عالی پر پہنچایا اور پھر مرتبہ اعلیٰ خان خانی کا پایا

بیرام خان اور پادشاہ کی رنجشوں کے درمیان جو واقعات پیش آئے

ہم ہر واقعہ کو مسلسل بیان کرتے ہیں جس سے وہ بخوبی سمجھ میں آئے۔ اس کو سنہ کی قید سے ہم حصہ کر کے نہیں بیان کرتے۔ جو واقعات بیچ میں چھوٹ جاتے ہیں ان کو اس واقعہ کے تمام و کمال بیان کے بعد لکھ دیتے ہیں۔

علی قلی خان زمان کی عشق و عاشقی کی داستان بھی عجیب ہے۔ ہم اس داستان کے ناپاک بیان سے اپنی تاریخ کے اوراق کا منہ کالا اس سبب کرتے ہیں کہ بعض چھوٹے چھوٹے واقعات بھی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بیان کرنے سے تاریخ میں نتائج عظیم پیدا ہوتے ہیں۔ یہ واقعہ ایسا ہی ہے۔ جنت اشیانی کے عہد میں شاہم بیگ سپہ سالار بان ایک نوجوان سادہ رو تھا جس صورتی حال ظاہر ہی میں اسکی شہرت تھی وہ پادشاہ کے قوچیوں میں یعنی خواصوں میں نوکر تھا حضرت جنت اشیانی کا منظور نظر تھا بعد واقعہ ناگزیر کے وہ بدستور شاہی قوچیوں میں منسلک باعلی قلی خان زمان جس کو اپنے شیعہ مذہب میں ایسا غلو تھا کہ معلوم ہوتا تھا تقیہ اسکے مذہب میں نہیں ہے وہ سپہ عاشق ہوا۔ اسے شاہم بیگ کو جو جان و دھرم پادشاہ کے پاس تھا بلالیا۔ اس نے بیان آنکراپی جن فرما

شاہم کے ساتھ عشق و عاشقی علی قلی خان زمان

کا بازار ایسا گرم کیا کہ خان زمان کی عقل و ہوش بکھر پڑ گیا۔ وہ اس کے ساتھ وہ سلوک کرتا تھا جو سلاطین کے لیے مخصوص ہے۔ اس کو سند پر بٹھاتا اور اس کے آگے خود دست بستہ کھڑا ہوتا اور شاہم شاہم کہتا جو اس راز سے محرم تھے انھوں نے مولانا بزرگ محمد کی معرفت پادشاہ کو اس امر سے اطلاع دی۔ پادشاہ نے خان زمان کو لکھا کہ آدمی زاد تو شام کو بد ذاتوں کی صحبت اور فرما ہزار آرزو سے سلطان شہوت و غضب کا مغلوب ہوتا ہے اور طرح طرح کے بُرے کام کرتا ہے۔ اب تو اپنے کیے سے پشیمان ہو کر اس کردار ناشائستہ کا تدارک نیکو خد متی سے کر۔ اور شاہم بیگ کو ہمارے پاس بھیج دے۔ ہم تیرا قصور معاف کر دیں گے۔ اگر بخیر دی اور بے شرمی سے احکام پادشاہی مانفرمانی کرے گا تو تیری سزا میری بغل میں موجود ہے۔ علی قلی خان کو معشوق کا فراق طبیعت پر شاق تھا اس میں گفتگو شروع کی۔ پادشاہ نے سلطان حسین خان جلالت کو قصبہ سندیلہ اس نظر سے عنایت کیا کہ وہ خان زمان کو زیادہ سرکش ہونے سے خان زمان نے یہ قصبہ پہلے اسماعیل خان پھر ابراہیم خان اور بابک کو اپنی طرف سے جاگیر میں دیا تھا قاعدہ ہے کہ کسی جماعت کا سردار بد عملی و حرام نکی سے موصوف ہوتا ہے تو اسکے پیرو بھی ناگزیر بے بہرہ ہوتے ہیں اس لیے اسماعیل خان نے پرگنہ مذکور نہ دیا اور لڑنے کے لیے کھڑا ہوا۔ سلطان حسین خان کو پادشاہ کی تمنا پر بھروسہ تھا اس نے بزور پرگنہ کو لے لیا اسماعیل خان علی قلی کے پٹھوں میں گھس کر ایک لشکر کثیر ابراہیم پھر چڑھالایا سلطان حسین خان اس سے لڑا۔ اور خجائب ہوا۔ سب بدتر مزارحام نکی میں مرنے لے۔ سو ایک جماعت کثیر کا مرنایا ہوا۔ علی قلی خان کا خود ارادہ ہوا کہ لشکر کے سلطان حسین خان کے رو بہ فر جائے۔ لیکن عقل و دان نے اس اندیشہ نادرست کی رو سیاہی سے باز رکھا۔ وہ بھی نصیحت پذیر ہو کر اپنا چارہ کار کرنے لگا۔ ناصر الملک کی فلیہ کے احوال کی تلویش کرنا اور اسکے سپر لشکر بھیجنے کا اہتمام کرنا۔ میرام خان کو علی قلی خان کی خاطر ایسی منظور تھی کہ اپنے بزرگ منشی سے اسکے ناہنجار کاموں کو یہ جہتا کہ وہ ہرے ہی نہیں۔ علی قلی خان کو گھر میں وہ نصیحتیں کرتا مگر عشق کب الہ کو سننے دیتا اور اپنے کام سے باز رکھنے دیتا تھا۔ اب کو حیل کرنے لگا۔ اس وقت ناصر الملک بالکل صاحب اختیار تھا اور

مہات ملکی دمانی اسی کی رائے زرین کے حوالہ تختین پر وہ اپنی نیک دلی سے پادشاہ کی بغیر خواہی کے لیے
 بیرام خان کا پاس و محافظت میں کرتا تھا۔ اس کے پاس اپنے ایک معتد نوکر برج علی کو بھیجا۔ اس نے وہاں
 جا کر اسے بیڈول بائین کہیں کہ ناصر الملک نے اسے خوب پٹوایا اور پھر قلعہ دہلی کے برج سے گرا کر بستی
 کے خندق میں گرایا اور اس کو اپنے نام کا مظہر بنایا۔ بیرام خان اس سے نہایت آزرده ہوا اور دل
 میں اس کے کینہ ناصر الملک کے ساتھ پیدا ہو جس کا اتمام اس نے کیا جس کا بیان پہلے ہم نے کیا بھوری
 علی قلی خان کو آخسر پادشاہ کے حکم کی اطاعت کرنی پڑی۔ شاہم بیگ کو اپنے سے دور کرنا پڑا وہ اس
 جہاد کو قصبہ رہر پور میں گیا کہ عبدالرحمن سپر موئدیگ کی جاگیر میں تھا وہ عبدالرحمن سے معشوقی کا
 علاقہ رکھتا تھا۔ اسکے گھر میں رہنے لگا۔ آرام جان کو یاد کیا۔

آرام جان کا قصبہ یہو کہ وہ ایک کسی سختی علی قلی خان اس کو چہرہ پر بھی عاشق تھا اور اس سے کل کر لیا
 تھا۔ مگر یہاں کی اور بے آرمی سے اپنی مجلس خاص میں کہ شاہم بیگ تھیں ہونا اور بزم شراب ہوتی وہ اس
 عورت کو بلاتا۔ وہ گاتی اور سرمایہ فساد و فساد ہوتی شاہم بیگ کو اس سے تعلق خاطر پیدا ہوا۔

علی قلی خان ہوا دوس کا مغلوب تھا۔ اس نے اپنی وسیع آمدنی کے تین حصے کیے۔ ایک حصہ بے خرچ
 میں لاتا اور دوسرے شاہم بیگ کو دیتا۔ یہاں تک کہ اس آرام جان اپنی نکاحی بیوی کو شاہم بیگ
 کے حوالہ کیا۔ کچھ دنوں اسکے ساتھ اس نے مزے اڑائے۔ پھر جس طرح یہ عورت اس کو ہاتھ لگی تھی سلیط
 اس نے عبدالرحمن کے حوالے کر دی۔ اس نے اس سے نکاح کر لیا۔ شاہم بیگ اس کے بیان مہمان تھا
 عین مستی و بیہوشی میں وہ اس آرام جان کی یاد میں بے آرام ہوا۔ عبدالرحمن کو بھی وہ علی قلی خان سمجھا
 مگر اس میں حیمت تھی اس نے اس درجہ است کو نامنظور کیا۔ اسپر شاہم بیگ کو غصہ آیا اور تمام حقوق آشنا
 اور دوستی کو یکبارگی چھوڑا جس رابطہ کی ہوا دوس پر بنا ہوتی ہے وہ اس قدر ثبات رکھتا ہے...
 شاہم بیگ نے شورش میں آکر عبدالرحمن بیگ کو باندھ لیا۔ موید بیگ براؤن یا پد عبدالرحمن بیگ کو
 جب اس سرگزشت کی خبر ہوئی وہ مسلح ہو کر شاہم بیگ پر چڑھ گیا۔ وہ ان اسکے آدمیوں سے لڑائی ہوئی
 جمین شاہم بیگ کے ایک نیر لگا جس سے اس کی جان پر راز کی۔ عبدالرحمن بیگ نے نجات پائی اور سیدھا بھاگ کر

پاس آیا۔ اور مورد عنایات شاہی ہوا جب یہ واقعہ علی قلی خان نے سنا تو اس نے عبدالرحمن خان بیگ کا تعاقب کیا مگر گنگا کے کنارہ تک آگے نہ امید بچھ گیا۔ شاہم بیگ کی لاش کو کولاب جو نیوہ کے کنارہ پر دفن کیا اور قبر پر ایک عمارت عالی شان تعمیر کی۔

تجربہ گزینی کا بیچیب ساتھ ہے کہ قبول خان ناچنے کا فن خوب جانتا تھا اس سے شاہ قلی خان محرم تعلق خاطر رکھتا تھا۔ پادشاہ کو اپنے امر اور ملازمن کا یہ طور و طریقت پسند نہ تھا۔ خواہ اس میں پاکبازی کیوں نہ ہو کیونکہ اس میں بھی ناخوشی ہوتی ہے جس کو اہل ہوش خوب جانتے ہیں۔ پادشاہ کو مطلق ایسے کام پسند نہ تھے شاہ قلی اپنی طبیعت کا مغلوب تھا وہ اس کام سے باز نہیں آتا تھا پادشاہ نے اس لڑکے کو اس سے جدا کر کے اپنے پاس بانوں کے حوالہ کیا۔ شاہ قلی نے اپنے گھر بار کو لگاؤ لگائی۔ اور جھبوت بدن کو ل کر جوگی بنگیا بیرام خان نے اس کے دلاسے کے لئے غزل کہی۔ پھر وہ اپنے اس کام سے منفعیل ہوا پادشاہ فرانسکو بجال کر پادشاہ پاک نہاد تھا۔ وہ جمیع خلائق کو خصوصاً اپنے مقربوں کو چاہتا تھا کہ وہ عفت اختیار کریں وہ اپنے آدمیوں کی اصلاح اطوار و اوضاع میں عطف و تدبیر فرمائی رفتاریا لیتی کرتا تھا اور ناشائستہ حرکت نہیں کرنے دیتا تھا اس کو دلی نفرت اس عشق بازی سے تھی جس کا بیان ہوتا ہو۔ پادشاہ نے جب تک جلال خان اس کے ندیون میں سے ایک جوان صاحب حسن کے ساتھ بے اعتدالیان کرتا ہے تو اس کو نہایت ناگوار ہوا۔ اس نے اس معشوق کو جب اس سے علیحدہ کر لیا تو وہ دیوانہ ہو گیا۔ اور رات کو اپنے معشوق کو ہمو لیکر راہ فرار اختیار کی۔ مرزا یوسف اور ایک جماعت کے ساتھ اسکے تعاقب میں پادشاہ نے بھیجی وہ اس گرفتار ہو ہو ہوس کو مع جوان کے مقید کر کے لاؤ۔ اسکے مناسب حال تا دیکھائی کہ جلد خانہ میں مدتوں تک لکد کو ب میں رہا۔ مگر پھر پادشاہ نے قصور و کوتاہی اور اپنا مذہم بنالیا۔ وہ اس ندیمی کے کام میں بے بدل تھا۔

مظفر خان پر یافت آئی کہ سب کو حیرت نہونی کہ اس نے ایک سادہ و وقطب خان سے علاقہ خاطر ایسا پیدا کیا کہ عقل و ہوش اسکے گم ہو گئے۔ پادشاہ نے قطب خان کو طلب کر کے نگہبانوں کے حوالہ کیا کہ مظفر خان کے فریب میں آکر بلا عظیم میں مبتلا نہ ہو۔ مظفر خان نے ناہمی سے لباس فقیر سپن کر صحرا کی راہ لی۔ پادشاہ نے اس کی نادانی اور بے تمیزی پر نظر کر کے پھر مہرہ بانی کی کہ اس کا یار خدمت گار اس پاس بھیجا دیا

شاہ قلی خان محرم کا جوگی ہونا

جلال خان و مظفر خان کی عشق بازی

اور بہت سی نصیحتیں کیں۔

۴۱

اگرہ کے قریب صحت (حادثہ) کا نشانہ ایک بڑا مستحکم مقام ہے یہاں کے زمیندار بھدروید قوم کے تھے وہ ہوشیاری اور مردانگی میں مشہور تھے۔ سلاطین ہند سے ہمیشہ کشمشی کرتے رہتے تھے بیرام خان نے اذم خان کو یہاں کا جاگیردار مقرر کیا۔ وہ ہمیشہ اس سے متوہم رہتا تھا۔ اس لیے جاگیر مقرر کی کہ وہ گھر سے دور ہو جائے گا۔ اور تھوڑے دن کو بھی ٹھیک بنادیکھا۔ چن خوش بود کہ برآید بیک کر شدہ دوکا۔ اذم خان نے یہاں آکر سرکشوں کو درست کیا۔

بست کاٹھ مین اور مہر خان کا بیٹا

نوجوان پادشاہ کی مشکلات اور اس کے اصول سلطنت

اٹھارہ برس کی عمر اور یہ سلطنت کا بھاری بوجھ اٹھانا اسی کا کام تھا۔ خدانے عجیب عقل و فہم دیا مین اور نوجوان دلیں اور زور و قوت چستی و چالاکی جسم میں اسکو عطا کی تھیں۔ اگر اسکی سوانح عمری اول سے آخر تک خیال کیجئے تو ہر ایک بات انوکھی معلوم ہوتی ہے پیدا ہوا تو اس وقت کہ باپ کن بلاؤں اور آفتوں میں مبتلا تھا۔ پلا تو چچی کی قید میں جو باپ کی جان کا دشمن تھا۔ لڑکپن میں کھیل کھیلا تو کیہ بدست ہاتھوں کو سدا تا اور ان کو لٹا تا اور اگر کرتا تو بھی چڑھنے سے نہ ڈرتا۔ شیردن کے شکار تلوار سے کرتا پھر دس بارہ برس کی عمر میں باپ کے ساتھ جاکر لڑائیوں میں نام پیدا کیا۔ اب بیرام خان جیسے وزیر سے سب اختیار سلطنت کو چھین لیا غرض خواہ اس کے سپاہیانہ کام دیکھئے خواہ اس کے انتظام ملکی کی تدابیر ہر خیال کیجئے ایک شان کبریائی نظر آتی ہے۔ اگر اکبر کی ذات میں یہ سب صفات جمع نہ ہوتیں تو ہندوستان میں خاندان تیمور کی سلطنت جہی نامکن ہوتی اس کو بعض مشکلات بہ نسبت اور مسلمان خاندانوں کے زیادہ تر تھیں پہلے جن مسلمان خاندانوں نے یہاں حکومت کی انھوں نے اپنے وطن مالوہ سے تعلق ہتیں چھڑائے کی آمد و رفت اپنی زبردست قوموں کے ساتھ برابر رہی۔ غزنین و غور کے خاندانوں ملک اور دار السلطنت ہندوستان میں متصل تھا۔ غلاموں کے خاندانوں کی سلطنت میں برابر انکی قوموں کی آمد و رفت باری رہی مگر اس اعتبار سے خاندان تیمور ضعیف اور کمزور تھا اور اسکی بنیاد کو

استحکام نہ تھا۔ نہ تو وہ کوئی اپنا وطن رکھتا تھا۔ کبھی زبردست قوم کے ساتھ رشتہ اتحاد رکھتا تھا۔ غرض کوئی امید اس بات کی نہ تھی کہ اگر ہندوستان میں جبراً وقت آئے گا تو ہموطن اسکی امداد کریں گے۔ یا کوئی اور زبردست قوم اسکے ہمراہ ہو کر اس کا قدم آگے بڑھوائے گی۔ کوئی خزانہ سپاہ اسکے پاس ایسا نہ تھا کہ مصیبت کے وقت کام آتا۔ اس خاندان کی سپاہ میں جو سپاہی تھے وہ مختلف ممالک متوسطہ ایشیا کے رہنے والے تھے فقط فہیت کی امید پر جمع ہو گئے تھے اور جو سپاہ کے سردار اور افسر تھے وہ کچھ آپس میں ناتہ رشتہ نہ رکھتے تھے نہ ایک خاندان کے تھے فقط ملکوں کے فتح کرنے اور اپنی قسمت آزمائی کے لیے ساتھ تھے۔ جب کوئی ملک فتح ہوتا تو وہ اس کے ٹکڑے کر کے آپس میں تقسیم کرنا چاہتے تھے اس خاندان کی سلطنت کے قیام اور استحکام میں کوشش نہیں کرتے تھے چنانچہ اس کا تجربہ ہایوں کے حمید میں ہو چکا تھا کہ اس کے ساتھ سے یہ سردار کیسے جلد جلد جدا ہو گئے اور بات کی بات میں وہ ہندوستان سے نکال گیا اور پھر کوئی اپنے وطن سے اہل وطن کی جماعت ایسی نہ لاسکا کہ ہندوستان کو بے لینا۔

اکبر نے اپنے خاندان کی اس تنہائی کو سمجھتا تھا۔ یہ تو برا فرمان ہی کے ہاتھ کو خدا نے قدرت دی تھی کہ اس نے ان سب مختلف سرداروں کو ایسی بندش میں جکڑ رکھا تھا کہ ان کا نگلنا دشوار تھا جس وقت وہ نہ رہا یہ بندش ڈھیلی ہوئی اور اکبر کو افسروں کی معاملات کی دقتیں وہ پیش آئیں جو اس کے باپ کو آئیں تھیں مگر اپنی تدابیر صاحب سے سبکا علاج کر لیا۔ ملکوں کی فتح میں سرداروں کی بغاوت کا بھی بیان کرینگے جس سے یہ مضمون طالب علم سمجھ جائینگے۔ مگر ہم سرداروں کی بغاوت کا جدا مضمون نہیں لکھیں گے۔

اکبر کی سلطنت کا زمانہ اسکی خود مختار رہی سے پہلے جو چھ برس کا پانی پت کی لڑائی کے بعد گذرا اسکے اندر ہندوستان میں اسکی ملک کی کیفیت یہ تھی کہ پنجاب اور ضلع ممالک شمالی مغربی جو اس زمانہ میں کہلاتے ہیں اس پر تھے اس میں گوالیار و جمیر بھی مغربی لکھنؤ تک اور باقی ملک اور دہلی و الہ آباد جون پور تک مشرق میں شامل تھے۔ بنارس چار ضلع بنگال و بہار میں خاندان سورا اور افغان فرمان رعایا کرتے تھے

کھل دکن اور مغربی ہندوستان کا بڑا حصہ اس کی ملایہ سلطنت سے باہر تھے۔

اسین شہ نہین اپنے تالیق پر ام خان کی بیچ سالا حکومت میں اکبر نے اس مسئلہ پر خوب غور کر لی تھی کہ ہندوستان پر کس طرح سلطنت کرنی چاہیے کہ کل امرا و غر بار اور رعیت و روساء کے دلوں کا پادشاہ مالک ہو جائے اور وہ اس کو اپنی قوم کا پادشاہ سمجھنے لگیں۔ اس مسئلہ میں بڑی دشواریاں تھیں۔

سلاطین اسلام کی چار سو برس کی سلطنت میں کبھی یہ کوشش نہین کی گئی کہ ہندوستان میں جو مختلف قومیں اور یا شندے رہتے ہیں ان میں ایک دلی پادشاہ کے ساتھ پیدا کی جائے۔ رعایا اور پادشاہ کے اغراض آپس میں وابستہ اور پیوستہ ہو جائیں ہر بادشاہ اپنی قوت اور عظمت کے سبب اس مدت تک سلطنت کرتا تھا کہ کوئی قوی اس سے زیادہ پیدا ہوا بار بار خاندانوں کے تغیر نے سلطنتوں کے سر بیع الزوال ہونے کا اصول قائم کر دیا تھا۔ ہر خاندان کی سلطنت زود زوال سمجھی جاتی تھی بنگالہ سے گجرات تک ان خاندانوں کی شاخیں تھیں جو سلطنت کی مدعی تھیں ان میں سے ہر ایک یہ جانتا تھا کہ ان مغلوں کی سلطنت چند روزہ ہے ابھی کوئی نیا حملہ آور آئے گا اس کا کام تمام کر دے گا ہایوں نے سلطنت کے سر بیع الزوال ہونے کے اصول کو اور بھی قائم کر دیا تھا قنوج میں شکست پاکر جو وہ بھاگا تو مغلوں کی سلطنت کا نشان کوئی باقی نہ بچا۔ یہاں کی ساری سرزمین میں اس کی ایک شاخ کا بھی پتہ نہ تھا۔

ان واقعات نفس الامری کو اکبر خوب سمجھتا تھا اور اپنے دل میں یہ سوال سوچتا تھا کہ میں کیا عمل کروں کہ امرا و روساء و غر بار و رعیت پرانی باتوں کو بھول جائیں۔ میرا فتح کرنے سے یہ مقصد ہو کہ سب کو متی کروں اور جب فتح کروں تو وہ اصول قائم کروں کہ تقسیم کے آدمیوں کو وہ مملوے و مزرعوں ہوں جیسے ان کو روسا پسند کرین دیئے ہی رعایا پسند کرے اور دونوں متفق ہو کر اس کو یہ سمجھیں کہ وہ ہمارا مائی باپ ہے جو سب طرح سے ہماری محافظت کرتا ہے وہ ہر ملا کو ہم سے دور رہتا ہو مگر ہم کو یقین دلاتا ہے کہ قدیمی حقوق اور استحقاق سب قائم رہیں گے ان میں کچھ خلل نہین واقع ہوگا جو شخص سب سے زیادہ قابل و لائق ہوگا وہ اس کے حق کو دیکھے گا خواہ وہ کسی مذہب کا کسی قوم کا کسی ذات

ہوگا۔ وہ انہیں قوانین کو عمل میں لائے گا جس میں سب قسم کے آدمیوں کے لیے انصاف و عدل
 ہو۔ یہ اصول اکبر کے دل میں تھے کہ میں قائم کروں۔ اکبر کا دل خدا نے پاک و صاف بنایا تھا
 کہ وہ اسکے سبب سے ہمہ تن اس میں مسرور ہوا کہ اس وسیع ملک کی سب قوموں کو متحد
 کر دوں اور خود ان کا سرگروہ بنادوں۔ اس لیے اس نے صلح کل کا مذہب اختیار کیا۔
 شیعہ۔ سنی۔ ہندو۔ مسلمان۔ یہود و نصاریٰ سب اسکے نزدیک برابر تھے۔ کوئی عمدہ عہدہ
 بڑے سے بڑا ایسا نہ تھا کہ جیسے ہندو ممتاز نہ تھے۔ مسلمانوں کے ہر فرقے کے آدمی بقدر لیاقت
 چھوٹے بڑے عہدے رکھتے تھے۔ اس کو مذہب و نسل خاندان کا کچھ خیال نہ تھا۔ اسکے ہاں گور
 کالے نہ تھے۔ اس صلح کل کے مذہب نے رعایا کو ایسی خیر خواہی میں متفق کرایا۔ بغض متعصب
 مسنفون نے اس پر یہ الزام لگایا کہ اس نے اوصاف الہی کا دعویٰ کیا۔ ہاں یہ بات انکی اس
 معنی کر سچ ہے کہ اس زمانہ میں اور اس ملک میں جہاں زور ہم سے حق تھا وہ خدا کا رسول
 ایسا پیدا ہوا کہ اس نے خدا تعالیٰ کے اوصاف و قدرت کو اس پیرایہ میں زمین پر ظاہر کیا
 کہ ہندوستان کے آدمیوں میں وادست۔ مسالمت مذہبی۔ عدل و رحمت سب کے حقوق مساوا
 داخل کیے۔ جو منصوبے اس نے باندھے تھے انکی تکمیل کے لیے ایک عرصہ دراز کی ضرورت تھی
 مگر سروسٹ اس نے استیجاب سلطنت کے لیے جو منصوبے ضروری تھے وہ اختیار کیے۔
 اول کل ہندوستان کی سلطنت ایک ہاتھ تلے اس طرح لائی جائے کہ کل روسا و رعیت پر اقتدار
 اور ان کے دل میں اس کا وقار ایسا پیدا ہو کہ وہ سب اسکے دل و جان سے وفادار ہو جائیں۔
 دوم جو ملک پہلی سلطنت کے قبضہ و تصرف سے باہر نکل گئے ہیں ان کو دوبارہ حاصل کر کے
 سوم ملک کے نظم و نسق میں انقلابات عظیم سے غل پڑ گئے ہیں ان کو درست کرے۔
 اب آئندہ ہم شہنشاہ اکبر کی تاریخ کے دو حصے کو دیکھیں۔ پہلے حصے میں ممالک کی فتوح کا
 بیان کر کے دوسرے حصے میں اسکے انتظام و اخلاق وغیرہ کا بیان لکھیں گے۔

جو مالک کہ سلطنت سے نکل گئے تھے ان کی تسبیح پڑھا

جب بادشاہ قلعہ مان کوٹ کے محاصرہ میں مصروف تھا تو یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ قلعہ گواہیسا راجہ ہندوستان کے مشہور قلعوں میں تھا۔ اور استحکام میں اپنی نظیر کمتر رکھتا تھا وہ بہارز شاہ عدلی کے قبضہ میں تھا۔ جیسٹل خان دہسہیل خان راجہ سلیم شاہ کا غلام تھا وہ پیمان قلعہ دار تھا۔ راجہ رام ساہ نے جسکے بابا دادا اس قلعہ کے حاکم تھے بہت سے راجپوتوں کو ساتھ لے کر قلعہ کا محاصرہ کیا اور اہل قلعہ کو ہتھیار تنگ کیا۔ اگر وہ سے قیا خان گواہیسا راجہ کی طرف متوجہ ہوا۔ رام ساہ نے قلعہ کا چھچھا چھڑا۔ اور قیا خان کے روبرو لڑنے کے لیے ہوا۔ مگر اس کو شکست ہوئی اور قیا خان نے قلعہ گواہیسا راجہ کا محاصرہ کیا۔ یہ مضبوط قلعہ استواری و محکمہ میں پہلے زمانے کے فرزانوں کا ایک کارنامہ اور قدیم کارناموں کا ایک ایسا اثر بدیع ہے کہ یرودی بازو سے اس کا تسخیر کرنا دشوار ہے جب شاہ میں بادشاہ اگرہ میں آیا تو حبیب علی خان و مراد علی سلطان اور ایک جماعت کثیر کو قیا خان کی کمک کے لیے بھیجا۔ جیسٹل خان نے قلعہ داری کے اہتمام میں کسی بات کو اٹھا نہیں رکھا اسکے غیر خواہوں نے اسے سمجھا یا کہ اگرچہ قلعہ مستحکم ہے اور اسباب قلعہ داری تیار ہے مگر بادشاہ کے لشکر سے مقابلہ مشکل۔ اسکی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی۔ اس لیے ربیع الآخر ۱۰۷۵ کو حاجی محمد خان سیستانی کو بھلایا۔ اسنے اسکی خاطر پریشان کو مطمئن کیا اور بادشاہ پاس لے آیا۔ اس نے قلعہ کی گنجیان اولیسا دولت کو سپرد کیں وہ اسکے مقاصد ابواب کی منقحہ میں جاکر نے اپنی کل فتوحات میں جو اصول اختیار کیے ان کو ابوالفضل اسطرح بیان کرتا ہے۔ نبی نزع آدم کے انہ ارد کے ہر طبقہ کے لیے ایک عبادت لازم اور ایک طاعت واجب ہے سلاطین پر بھی یہ عبادت لازم ہے کہ وہ آسودگی رعایا کے اندر رشہ میں رہیں اپنی ساری ہمت شہر و کوزیر و دستوں و شکستہ یا بون کی ترغیبہ حال میں صرف کریں۔ سونہ گان کے ہر چہ سے ستمکاروں و فتنہ سازوں کا بھاری بوجھ اٹھائیں اول تدابیرات لائق کے ساتھ

قلمی اس کی فتح پڑھا

اصول فتوحات الہری

منہیان درست کرو اور ادنیٰ اندیش مقرر کریں اگر ایسا گروہ دیرین بہم پہنچے تو امر و مصلحت
جو آپس میں تعارف رکھتے ہوں اپنی خرد و ورہین کی نیرو سے تعین کرے تاکہ اس طریقہ سے
خلق کے چھوٹے بڑوں کے حالات معلوم ہوتے رہیں۔ دوم اپنے تفرس کی نظر کو کام میں لائے
کہ وہ سرور و غائبی رکھتا ہے اور لطف و قہر میں ملاحظہ درست کرے۔ سوم ہر روش سے
اپنی خرد و الٰہ کو نظر و ورہین اور سرانح حوصلہ کی قوت کے ساتھ کام میں لائے۔ ارباب
استعداد کو کہ وہ مشرب اخلاص رکھتے ہوں قوت و قدرت دے اور ان کے اعتبار کے پایہ کو
بڑھائے اور اپنے اعتبار کی پاسبانی کرے اور اپنی بزرگی کے وقت میں خردی کی آنکھ سے
نہ دیکھے اور بے اخلاص گروہ میں سے ہر ایک ساتھ اسکی حالت کے مناسب پیش آئے اور
ارباب فتنہ و فساد کو کہ وہ شور و شس کر کے اپنی ہوا و ہوس سے افساد کو اصلاح جانتے ہیں اور
از نصیحت مناسب وقت نادید کرے۔ اور فرمان دہان والا جیسی کہ اپنے ملک کی معموری
میں اپنی خصلت عالی کو مصروف رکھتے ہیں اسی طور سے اور وکی دلائتوں میں ہمت و محنت
پشروہ کو مشغول رکھیں تسخیر ملک اور جہان کشائی کو اپنی بساط آگاہی پر مبنی کریں تاکہ روز
بروز ان ملکات کے نتائج سے عمر و دولت و نشاط و فراخی ملک میں آنسو و فی ہو۔ یہ سب
صفات پادشاہ میں فطری ہیں نہ کسی۔ انگریزی مورخ انھیں اصول کو اپنے طرز پر اس طرح ادا
کرتے ہیں کہ اکبر نے اپنے دشمنوں کو دوست بنانے کا طریقہ یہ اختیار کیا تھا کہ وہ ان کو یقین
دلا دیتا تھا کہ میں تم کو مایوس نہیں کروں گا۔ بلکہ ان کو جاہ و حشمت و دنیا اور عزت زیادہ کروں گا
اس کا مقصد اصلی یہ تھا کہ میں سب کو متحد کروں اپنے مغلوب شاہ شدون پر ہمیشہ زیادہ سخاوت
و فیاضی کرتا۔ بجائے اسکے کہ انکی قوت و قدرت اس سے باہر علیحدہ رہتی وہ اس کو اپنی قوت میں شامل
کر لیتا۔ جو مخالفین ابست یا میں اسکی مخالفت کرتے تو وہ ان کے دل میں یہ بات بٹھا دیتا کہ
میری فتح سے اور تمہاری اطاعت سے تمہاری عزت و جاہ میں کچھ بٹا نہیں لگے گا۔ بلکہ انکی
اور ترقی ہو جائیگی۔ سب جگہ ان اصولوں کو جو ابوالفضل نے بیان کیے یا انگریزی میں بیان کرتے ہیں

اسکی ساری فتوحات اور شیرمالک میں توضیح و تشریح کے ساتھ دیکھو گے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ شیرشاہ نے اپنے عہد سلطنت میں مالوہ کی حکومت شجاعت خان کو سپرد کی تھی۔ یہ سردار خاص اسکی خیل کا تھاجب وہ مر گیا تو بازہار اُس کا بیٹا جانشین ہوا اب پادشاہ کو معلوم ہوا کہ مالک مالوہ میں بہادر کے ظلم سے رعایا پر بڑا ستم ہو رہا ہے تو پادشاہ نے یہ چاہا کہ وہاں لشکر بھیج کر دیار کے طبقات خلایق کو آسیب حوادث سے بچائے اس لیے ۹۶۶ھ میں مالوہ کی فتح کے لیے بہادر خان کو بھیجا تھا۔ مگر بیچ میں بیرام خان کا جھگڑا اٹھ اٹھ گیا اس لیے خانخانان نے اسے سپہری سے اٹا بلایا مگر اب پھر پادشاہ نے ۹۶۸ھ میں پہلے سے بہت زیادہ لشکر بڑے زور و شور کے ساتھ مالوہ کی فتح کے لیے بھیجا۔ اور ادھم خان کو اسکا سپہ سالار مقرر کیا کہ جنوب کی جانب یورش کرے اور مالوہ کے ستم سپرد کے زخموں کا مرہم بنے۔ اور داد و دہش کرے۔ اگر دالئی مالوہ اپنی بیخیزی کے خواب گران سے بیدار ہو کر اطاعت کرے اور اپنے ایام بیہوشی کا تدارک۔ تو اسکو راجم خسروانی کا امیر وار کرے۔ آستان بوسی لینے بھیجے ہم اسکی لیاقت کے موافق صلہ انعام دیں گے۔ اگر وہ اطاعت و خدمت پر راضی نہ ہو تو اسکو لہسی سزا دی کہ جس سے اوروں کو عبرت ہو۔ یہ لشکر آئین شائستہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ نایاں تاجا تھا کہ اردو بازار اُس کے ساتھ نہ چل سکے نایاں شست چلتا تھا کہ کسی کو گمان اُسپر خوشن داری کا ہوسیت رہروآن نیست کہ گشتندوگہ آہستہ رود بہروآن ہست کہ آہستہ و پستہ رود

جب یہ لشکر مالوہ کے قریب پہنچا تو بازہار کی مدہوشی و بدستی تحقیق معلوم ہوئی کہ وہ تغلب تسلط کے ساتھ ہنگامہ حکومت کو گرم کر رہا ہے تو ترتیب صفوف و تزیین افواج و غلاچھی طرح ہوئی بازہار ذاتی بیخود اور فطری بے جوہر تھا وہ ہمت ملکی پر توجہ نہ کرتا تھا۔ شراب سبکی حکیموں نے ایک قدر معین اور وقت مختص قرار دیا ہے اور ترتیب و ترکیب عنصری کے لحاظ سے اسکی بعض طبائع و امزجہ کے ساتھ نسبت تجویز کی ہے وہ ہمیشہ رات دن اس سے اشتغال رکھتا اور اپنے غفلت کے اسباب کو بڑھاتا اور غفہ و اسباب طرب جن کو دانشمندان نے اس وقت کے لیے تجویز کیا ہے کہ کار و بار خلایق کے فرط مشاغل سے طبیعت کو فلاکت ہو تو انتفاش طبیعت و انبساط حال کے لیے توجہ کرے یہ مفید

مہربان کو مقصد ملی سمجھ کر اس میں ہمیشہ اوقات گرامی کو جس کا بدلہ نہیں ہے صرف کرتا۔ نوحہ مٹی
 و کبرستانہ میں اپنا زمانہ بسر کرتا اس سے غافل تھا بدیت

دیرین مجلس چنان کن پردہ سازی کہ نایب شمعہ در شمشیر بازی

سازنگ پور میں جہاں اسکی غفلت سراسی تھی جب لشکر پہنچا تو وہ اپنی مدہوشی سے قاری بیدار ہوا۔
 تھارا لودہ سازنگ پور سے نکل کر تین کوس پر منزل کی اور لشکر جمع کر کے لڑنے کا ارادہ کیا۔

طرفین کے لشکروں میں دو تین کوس کا فاصلہ تھا۔ فریقین سے ہمیشہ دلاور و لازم نبرد کو بجالاتے۔ پادشاہ
 کے لشکر نے فائدہ غلہ کی جسکو ہندی میں بنجارہ کہتے ہیں راہیں بند کر دیں۔ ایک دن جنگ عظیم ہوئی۔

ادھم خان کو فتح ہوئی۔ باز بہادر بھاگ گیا۔ خاندیس کی طرف جا کر برہان پور میں آیا۔ اس کا تمام مال
 اسباب و حرم خانہ جہین اسکی سرمایہ نشاۃ و سیرایہ حیات پاترین دولوی زنانہ تھیں اٹھائے جب لڑائی

ہو رہی تھی تو ہندوستان کی رسم کے موافق چند اپنے معتاد می عورتوں اور پاتروں کے ساتھ
 مقرر کیے تھے کہ اگر اسکی شکست کی خبر تحقیق ان کو معلوم ہو جائے تو تمام عورتوں اور پاتروں کو تیغ سے

بے دریغ مار ڈالیں کہ وہ بیگانوں کے ہاتھ میں نہ پڑیں۔ جب باز بہادر کی شکست کی خبر ان کو پڑی تو
 کو معلوم ہوئی تو انھوں نے ان پر سی پکروں کا نقش ہستی آب تیغ سے مٹایا۔ بعض کو زخمی کیا۔

جن میں کچھ متقی حیات باقی تھی۔ ایک جماعت کی جان باقی تھی کہ پادشاہی لشکر پہنچ گیا جس سے
 انکی جان بچ گئی۔ ان عورتوں کی سر و دستروپ مٹی ایک نازین پدمنی تھی اس کا حسن عالم میں مشہور

تھا۔ باز بہادر اسے عاشق تھا اور ہمیشہ ہندی اشعار اس کے عشق میں کہتا ایک بیداو گرنے چند زخم
 کاری لگائے تھے کہ لشکر آنے سے یہ طاؤس نیم بیل نیجان باہر نکل گیا۔

جب باز بہادر بھاگ گیا تو ادھم خان اسے سیران سازنگ پور میں گیا کہ وہاں دفائن و خزان پر قبضہ کر کے
 و حرم خانہ و پاتروں و گایون پر متصرف ہو چکا نہ تھے حسن و حسن شہرہ آفاق تھا اور حسن کے ناز و کرشمے

کی داستانیں کوچہ و بازار میں بیان کی جاتی تھیں۔ ان سب چیزوں پر ذوق قابض ہوا۔ اس نے مٹی کی جو
 مین آدمی بھیجے جب نیزہ اس کے کان میں پہنچی تو خون قابوش میں آیا۔ زہر ملا لپکا پیالہ و دستکامی باز بہادر

مردانہ پیا۔ اپنے ناموس کو اپنے ساتھ قبر میں لے گئے، بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ وہ ادھم خان کی قید میں
 آئی۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ منت ساجت سے اسکی عفت نہیں بچ سکتی تو اس نے ادھم خان ایک
 وقت کا وعدہ کیا۔ اسوقت وہ خوب بن سوز کر ہلنگ پر بیٹھی۔ نہر کا پیالہ پی لیا۔ ادھم خان جب تک
 کے پاس آیا تو اس نے اس نازنین کو بستر مرگ پر آرام کرتے ہوئے دیکھا۔

جب ادھم خان کو فتح ہوئی تو اس کو مستی لگی۔ پیر محمد خان اسکے داعظ بغرض تھے لیکن اسنے
 کچھ نصیحت نہ سنی۔ جو ملک فتح ہوا تھا وہ اس طرح تقسیم ہوا کہ سارنگ پور اور چند پر گئے ادھم خان
 کو کہ اس مہم کا ظاہر سردار تھا اور منڈوا جین پیر محمد خان کو جو حقیقی سردار تھا۔ سب کار ہند قیام خان
 اور منڈو سوراورسکی حدود و صاوق خان کو ملی۔ ادھم خان جمیع ٹرائٹ نفائس ایشیا و ذخائر و دفائن کو
 جو ایک زمانہ دراز کے جمع کیے ہوئے تھے اور مشہور پاترون و کامل سازندوں کو لے کر عیش و عشرت
 میں مشغول ہوئے۔ اور چند زنجیر فیصل غنائم میں سے اور عرائض فتح پادشاہ پاس بھیجے۔

جب مالوہ میں ادھم خان کی فتح سے فساد پیدا ہوا تو پادشاہ نے اسکے احوال کی اصلاح اہم جانی۔
 اور وہاں کا ارادہ مصمم کیا۔ پادشاہانہ حسن تدابیر اسے کہتے ہیں کہ مبادی سال میں نظر ہر کار کے خاتمہ پر
 ہو۔ اور نظر دور بین ہدایت فکر میں حسن خاتمت و نقش نہایت پر نظر کرے۔ پادشاہ یکشنبہ الشنباء
 ۹۶۸ء کو اگر وہ سے مالوہ کی یورش و کش کے لیے چلا۔

جب پادشاہ قلعہ زرتنجھو پر پہنچا تو اس جگہ کے حاکم راجہ حسن نے پیشکش لایا کہ اپنے آدمیوں کے ہاتھ بھیجے پادشاہ
 نے اس قلعہ کی تسخیر کا ارادہ نہیں کیا۔ پھر وہ قلعہ کا گردن کے حوالی میں آیا۔ وہ بھی مالوہ کے مضبوط قلعوں میں تھا۔ مگر
 معلوم ہوا کہ باز بہادر نے اپنے معتمدوں میں سے کسی کے حوالہ یہ قلعہ کر رکھا ہے اور پادشاہ کے لشکر نے اسے
 فتح نہیں کیا۔ پادشاہ نے اس کا محاصرہ لشکر سے کرایا کہ قلعہ دار نے قلعہ کی گنجیاں حوالہ کر دیں اور پادشاہ کی خدمت
 میں چلا آیا۔ اور یہاں سے پادشاہ سازنگپور کی طرف چلا۔ اتفاق زمانہ سازنگپور سے لاکرون کی تسخیر کے ارادہ سے
 ادھم خان آتا تھا اسکو پادشاہ کے آنے کی خبر نہ تھی۔ اسکی مان ماہم انگہ نے قاصد تیز رو بھیجا کہ اس کو پادشاہ
 آنے کی خبر کر دیں مگر وہ پادشاہ کی تیز روی کو نہ پہنچ سکا ادھم خان نے جب پادشاہ کو دفعہ دیکھا تو ہچک

رہ گیا۔ اسکی رکاب پر بوسہ دیا۔ پادشاہ نے اپنی ناراضی کا اظہار کچھ نہیں کیا۔ سازنگ پور میں آیا
 ادھم خان کے گھر میں اترے۔ ادھم خان نفائس و لطافت پادشاہ کے سامنے لایا مگر پادشاہ اس سے
 خوش نہیں ہوا۔ اس لیے کہ آئین اخلاص یہ ہے کہ غیبت صوزی کے زمانہ میں حاضر معنوی روحانی بہر
 اپنے صاحب کے اکرام اور احترام میں اہتمام لازم جانے اور اپنی خواہش کو ولی نعمت کی رضا میں بخور دے
 مگر اخلاص نہ ہر سہیج تہے نہ ہر دل میں۔ پادشاہ کی تربیت و عاطفت کے برابر نزدیک و تلبیس کی
 دکان آراستہ کرنی کیا معاملہ گذاری ہے۔ حساب دانی۔ سوداگری بھی اس کو نہ آئی۔ وہ پاکبازی کی بساط
 پر نرد و خاکھیلتا تھا اور پنا منہ کا لا کرتا تھا۔ وہ ریا کے ساتھ پادشاہ کا تعلق کرتا تھا اس لیے پادشاہ
 خوش نہ ہوتا تھا۔ ہر کار اس کا پسندیدہ خاطر نہ ہوتا تھا۔ ابھی پادشاہ کے اہل خانہ نہیں آئے تھے اس لیے
 وہ ادھم خان کے گھر کے کوٹھ پر رات کو سویا۔ یہ بے سعادت بدنیت اس گھات میں منتظر فرصت تھا
 کہ شاید پادشاہ کی نظر اسکے حرم خانہ پر پڑے تو وہ اس کا بہانہ کر کے پادشاہ کا کام تمام کرے۔ مگر
 پادشاہ کا دل اس ناپاک خیال سے خالی تھا وہ آرام سے رات بھر سویا۔ اور ادھم خان کو قدرت
 اور فرصت اپنے کام کے کرنے کی نہیں ملی۔

دوسری روز ماہم انگلی۔ اب اس نے پادشاہ کی ضیافت اور پیشکش کا سامان کیا۔ اور باز بہادر کا سارا مال و سب
 اور تمام حرمین و پاترین جو ماتھے لگا تھا وہ پادشاہ کی نذرین دیا۔ جس میں سے کچھ پادشاہ نے ادھم خان کو دیدیا۔ سدا
 یکن پادشاہ چار روز رہا۔ ۲۲ رمضان ۹۷۹ء کو اگرہ کو روانہ ہوا۔ ادھم خان نے پادشاہ کی پہلی منزل میں
 یہ شہادت کی کہ باز بہادر کی دو فاد جیلہ حرمین کہ پادشاہ کی نذر کی تھیں ان کو بھگا کر لے گیا جب پادشاہ
 کو خبر ہوئی تو اس نے کوچ موقوف کیا اور انکی تلاش میں آدمی بھیجائے۔ دونوں گرفتار ہو کر آئیں۔ مگر ماہم انگلی
 نے یہ خیال کر کے کہ ان عورتوں کی زبانی اسکے بیٹے کا بھانڈا پھوٹے گا۔ دونوں بگینا ہون کو مار ڈالا۔ سترہ
 آواز کند۔ پادشاہ نے چشم پوشی کی راہ میں پادشاہ نے ایک شیر کو اپنے ماتھے سے شمشیر سے مار ڈالا۔
 ۱۹ رمضان ۹۷۹ء کو اپنے دار الخلافہ میں داخل ہوا۔ اب اس یورش میں ایک مہینہ سات روز لگے
 چار روز سا رنگپور میں توقف ہوا۔ سولہ روز نکلتے میں اور سترہ روز آتے میں صرف ہوئی پادشاہ

جب اگرہ میں آیا تو اس نے ادھم خان کو اپنے پاس بلایا اور اسکی جگہ پر محمد خان شہروانی کو ریاست
 مالوہ مستقل طور پر عطا کی۔ پہلچ ماہم آنگلہ اپنے بیٹے کے آنے سے خوش ہوئی اور صوبہ بلوہ کی جمہور عایا
 ادھم خان کے ستم سے نجات پا کر امن و آمان میں کامروا ہوئی۔ پیر محمد خان کو ایک شہکار کی شرکت سے
 خلاص ہوئی۔ باز بہادر دودا اس میں جا کر اپنی جمعیت سرانجام کر رہا تھا یہ خبر سنکر پیر محمد خان نے
 ایک فوج آراستہ کی اور اس طرف کی عزیمت کی۔ اس کو اپنی تہور کا نشانہ تھا۔ اس میں عقل و
 تدبیر پر شجاعت غالب تھی۔ وہ قلعہ بیجا گڈہ کی تسخیر پر متوجہ ہوا یہاں باز بہادر کی طرف سے قلعہ
 قلعہ کا منتظم تھا۔ اس نے قلعہ کو مستحکم کیا۔ وہ بذاتہ رفعت و متانت میں مشہور تھا۔ محاصرہ میں آ
 ہوا۔ روز بہادر دن نے اس قلعہ کے لیے کوشش کی۔ ایک دن سحر کو خسرو شاہ چند کھنڈ لگا کر
 قلعہ کے اندر دو سو جوانوں کو لے گیا۔ جب صبح ہوئی تو اہل قلعہ خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور لڑنے پر
 تیار نہ خوب لڑے۔ مگر آخر کار زہار الامان کی فریاد کرتے ہوئے پریشان ہوئے۔ اعتماد خان
 ایک آدمی کو ہمراہ لے کر پیر محمد خان پاس آمان کے لیے آتا تھا کہ ایک تیر اس کے ایسا لگا کہ جان گئی
 اسکے ہمراہی نے جہان تک ہوسکا شمشیر بازی کی۔ مردانگی سے جان دی۔ کچھ آدمی تلوار پکچے تھے کہ
 آنکھوں نے امان مانگ کر جان بچائی۔ پیر محمد خان نے چند روز یہاں رہ کر قلعہ کا انتظام کیا۔ پھر سلطان
 میں گیا۔ تھوڑی سی لڑائی سے اس کو مالک محروسہ میں داخل کیا۔ وہ قلعہ بیجا گڈہ میں واپس آیا یہاں سکوا
 خبر لگی کہ میران مبارک شاہ والی خاندیس پاس باز بہادر پناہ گزین ہوا سو۔ میران نے اسکے ساتھ اپنا
 لشکر کیا ہے۔ پیر محمد خان نے اپنا زائد اسباب قلعہ میں چھوڑا۔ ہزار جوان ساتھ لیے اور یارادہ کیا کہ
 کر کے ناگاہ آسیر و برہان پور میں پہنچ کر خالفوں کی جماعت کا کام تمام کرے۔ دریا رزیدہ سے گذر کر چالیس
 کوں ایک رات میں چلا۔ آسیر سے دو کوں ایک چھوٹا سا قلعہ تھا۔ اس کو ایک ساعت میں فتح کر لیا
 میران نے قلعہ آسیر سے اس قلعہ کی محافظت کے لیے آدمی بھیجے تھے۔ اس وقت کہ پیر محمد خان قلعہ کو
 فتح کر کے خاندیس کے دارالحکومت برہان پور کی طرف جاتا تھا۔ ناگاہ لشکر غلیم کے سپاہی دور سے
 دکھائی دیے۔ پیر محمد خان نے خسرو شاہ اور یار علی بلوچ کو بھیجا کہ اس لشکر کو دفع کر کے آنکھوں

جاکر قلعہ عرصہ میں اس جمعیت کو پریشان کر دیا اور اٹے چلے آئے صبح کو وہ شہر برہان پور میں آئے
 اور اس شہر عظیم کو غارت اور تاراج کیا۔ بہت نقد و جنس اور خون کو ہاتھ آئی۔ میران قلعہ آسیر میں
 بیٹھا تھا۔ پیر محمد خان نے صلاح وقت دیکھ کر معاہدت کی کہ اس پاس خبر آئی کہ باز بہادر
 خاندیس کے لشکر لیے ہوئے نزدیک آگیا ہے۔ وہ اس لشکر کو لے کر بیجا گڑھ میں لڑنے کو گیا تھا مگر جب
 اس نے سنا کہ پیر محمد خان کچھ آدمیوں کے ساتھ آسیر و برہان پور کو تسخیر کرنے گیا ہے تو وہ سوچ سمجھ کر
 اس طرف آیا۔ ایسے وقت میں کہ مخالف کا لشکر غنیمت کے مال سے لدا ہوا متفرق ہو کر اٹا جاتا تھا
 باز بہادر کے قریب آنے کی خبر لشکر میں پھیلی۔ پیر محمد خان نے اہل دانش کو بلا کر مشورہ کیا
 اکثر آدمیوں نے متفق ہو کر کہا کہ اس وقت جنگ مناسب نہیں ہے۔ لشکر نے بہت سفر کیا ہے اور فتوحات
 حاصل کی ہیں اور ہر شخص غنیمت سے گرا بنا رہا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ جنگ کو طرح و دیکر اب زبردہ
 سے اتریں۔ ہنڈیہ میں آرام کریں اور تازہ۔ سپاہ لے کر لڑنے پر متوجہ ہوں۔ مگر پیر محمد خان نے
 یہ صلاح نہ مانی اور لڑنے پر متوجہ ہوا۔ ہمراہیوں نے پہلو ہتی کی۔ لوازم ہمراہی بجا نہ لائے۔ قلعہ
 سی لڑائی سے بھاگ گئے۔ پیر محمد خان کو بار علی باوجود بہ عنف لے آیا کہ اب توقف کی کیا جگہ ہے
 وہ زبردہ کے کنارہ پر شام کو پہنچا۔ ہر چند لوگوں نے سمجھا یا کہ غنیم دور ہے رات کو یہیں آرام کر
 بلکہ اس نے یہ ارادہ کیا کہ دریا میں گھوڑے پر سوار ہو کر پار چلا جاؤں مگر سہمہ ہو کر دیا زبردہ میں گھوڑے
 پر سوار ہو کر وہ چلا۔ دریا میں ایک قطار چرخوں کی تیر کر جاتی تھی کہ اُسکے گھوڑے کے پہلو سے وہ لگی گھوڑا بھی
 سوار کی عقل کی طرح اپنی جگہ پر نہ رہا۔ پیر محمد خان پانی میں گرا جماعت اسکی نزدیک تھی اسنے بددلتی
 اسکے بچانے میں کوشش نہیں کی۔ وہ ہاتھ پاؤں مار کر ہلاک ہوا۔ یار لوگوں نے لطفہ کے طور پر کہا کہ دآب
 فی النار شد۔ غرض ایسا فخلص کا روانہ جو ان مردِ حالی ہمت مفت جان سے گیا۔ پادشاہی اور جوہیا
 جاگیر دار تھے وہ اپنی جاگیر میں چھوڑ چھوڑ کر پادشاہ پاس آگئے اور باز بہادر کا مالوہ پر پھر تصرف ہو گیا
 پادشاہ نے عبداللہ اور بابک کو جو جان سپار بزرگ نشن اور اس ملک سے خوب واقف تھا مالوہ
 کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ امور سیاست و دار و گزیر اس کے سپرد کیے اور خواجہ معین الدین احمد خونی

حضور کی موظمت کو خدایت سمجھا۔ پادشاہ نے ہراول سے لڑائی شروع کی۔ پادشاہ المیغار کر کے اپنے لشکر کی ملک کو گیا۔ رطائی مین ایسی جگہ پہنچا کہ تیرا سکے سر پر گذرتے تھے۔ پادشاہ کی آس جنبش سے اس کے لشکر کو دشمن پر فتح عظیم ہوئی باوجودیکہ پادشاہ ہی لشکر دشمن کے لشکر سے بہت کم تھا۔ اس نواح کے کل زمینداروں اور رئیسوں نے پادشاہ کی اطاعت اختیار کی۔ عبدالمدخان بھاگا۔ پادشاہی لشکر نے اس کے پیچھے جا کر حملہ کیا۔ وہ سب اپنے بال بچوں کو جنگل میں چھوڑ کر اور اپنے بیٹے کو ساتھ لیکر بھاگ گیا۔ اور سرحد گجرات میں پہنچا۔ پادشاہ ۲۲ محرم ۹۲۷ کو منڈوین آیا اور تمام ممالک محروسہ میں فتح نامے بھیجے۔ ایک ہینے بیان توقف کیا۔ یہاں سنا کہ جنگیر خان حاکم گجرات کے پاس عبدالمدخان گیا ہو۔ پادشاہ نے اس کے نام فرمان منعم الملک کے ساتھ بھیجا کہ وہ عبدالمدخان کو باندھ کر ہمارے پاس بھیجے یا اپنے ملک سے اسکو باہر نکال دے۔ جنگیر خان نے اس فرمان کے جواب میں لکھا کہ میں بندہ پادشاہ ہوں فرمان پذیری ناگزیر ہے حضرت خطا پوش و عطا پاش ہیں۔ اگر اس مرتبہ س کا گناہ بخش کر نوازش کریں تو اس کو حضور کی خدمت میں بھیج دیں۔ یہ بندہ نوازی سے دور نہ ہوگا۔ اگر یہ التماس قبول نہو تو میں اس کو اس ولایت سے دور نکال دوں گا۔

پادشاہ نے اس صوبہ کا ایسا عمدہ جدید انتظام کیا کہ تمام سردار اور رئیس اس سرزمین کے اسکے آگے سجدہ کرنے لگے اور آخر محرم ۹۲۷ میں آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ قراہادر خان کو اور امرار کے ساتھ منڈوین میں حاکم مقرر کیا۔ راہ میں ہتھیوں کا شکار کھیلتا ہوا ۳۱ ربیع الاول ۹۲۷ کو دارالخلافہ آگرہ میں آیا۔ یہاں منعم الملک جنگیر خان کی عرضداشت مذکور اور پیش کش لایا۔

ممالک شرقیہ کی فتوحات

ان چند برسوں میں علی قلیخان خان زمان خان نے ممالک شرقیہ میں افغانوں پر فتوحات عظیم حاصل کیں۔ پہلے لکھ چکے ہیں کہ حدود سنبل میں خان زمان منظم مقرر ہوا تھا تو اس نے لکھنؤ تک ملک پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب بگرام خان کا جو بگڑ انعام ہوا تو افغانوں نے جانا کہ ہم کو نصرت ہو انھوں نے مبارز خان عدلی کے بیٹے کو

۹۲۷
بزمینہ

اپنا سردار بنایا۔ اور شیرخان اس کا نام رکھا اور سب نے متفق ہو کر یہ راہ دہ کیا کہ چکرخان زبان خان کو ٹھکانے لگائیے۔ خان زبان نے بغیر ہرچہ جو نوپ کے علم کو مستحکم کیا۔ سوائے اسکندر خان اور بک کے اس نواح کے تمام سرداروں کو جمع کیا۔ افغانوں کا لشکر بڑا زور کوڑھٹا۔ بیس ہزار سوار اور پچاس ہزار پیدل اور پانسو ہاتھی تھے۔ اس سے آگے جا کر لڑنا صلیحت وقت نہیں معلوم ہوتا تھا۔ افغان ایک لشکر گران لیکر گومتی کے کنارہ پر جو نیور کے پاس آگئے۔ یہ سترہ سی ندی کے کنارہ پر واقع ہوا اور تیس سو روز ندی سے پار اترے سپاہ کو لڑنے کیلئے تیار کیا۔ خان زبان بھی لشکر آراستہ کر کے لایا۔ شانستہ آئین کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی۔ خان زبان کے لشکر نے حسن خان بچکوتی کے لشکر کو تیروں کی مار سے بھگا دیا مگر شیرشاہ نے لشکر شاہی کو بھگا کر شہر کے کوچوں تک پہنچا دیا۔ پھر خان زبان نے اس لشکر کے پیچھے آنکر تیروں کی بوچھار سے دشمن کے لشکر کو پریشان کر دیا اور بڑی فتح حاصل کی اور بہت سی غنیمت اور بہت سے ہاتھی اس کے ہاتھ آکر اس فتح سے خان زبان کا ایسا مغر چلا کہ وہ پادشاہ کو ایک لڑکا سمجھا اور اس کی قوت و قدرت کو بے حقیقت جانا۔ ساری غنیمت کو خود ہی ہضم کرنا چاہا گستاخ بیباک ایسا ہو گیا کہ پادشاہ کو خود گوشمالی کے لیے آنا پڑا عقلیں جانتے ہیں کہ جو شخص نیک ذاتی خیر اندیشی کے صفات سے موصوف ہوتا ہے اور اپنے احوال کے روزنامہ کو مطالعہ کرتا ہو جب وہ مخالفوں پر نصرت پاتا ہو اور کاروان معاون اس پاس جمع ہوتے ہیں اور اسباب دنیا میں سترتا ہے تو وہ نیاز مند زیادہ ہو جاتا ہے اور اپنے دلی نعمت کے شکر کے لوازم کو بجا لاتا ہے اور اس شکر کا تہمت حسن عقیدت اور لطیف خدمت کو بناتا ہے اور مراسم کجمنی کو بڑھاتا ہے اور خالق کے سامنے زیادہ غرت اور خلوق سے بہت تواضع کرتا ہے اپنے صاحب کی بندگی و اخلاص میں زیادہ کوشش کرتا ہے اپنے نوکروں کی قدر دانی کر کے ان کے ساتھ حسن سلوک زیادہ کرتا ہے لیکن وہ ان سب کے خلاف کام کرتا ہے جو سوائے صورت کے آدمیت سے بہرہ ور نہیں رکھتا سوائے نام کے اصالت اس کو نصیب نہیں ہوتی۔ وہ تھوڑے سے اعتبار اور برآمد کار سے اپنے پایہ کو بھول جاتا ہے اول خدا کے ساتھ اس کا طریقہ کچھ اور چلتا ہے و دم اپنے دلی نعمت صاحب کے ساتھ کبر و ترفع کی طرز اختیار کر کے کچھ اذیتیں دین میں سمجھنے لگتا ہے سوچ اپنے ہمراہیوں اور ہم بستوں کے ساتھ اترتے لگتا ہے چارم بہو انام کے ساتھ ستم و عنف سے سلوک کرتا ہے

وہ یہ جانتا ہے کہ میں اپنی نزدیکی کا اسباب مرتب کرتا ہوں۔ دانا جانتا ہو کہ وہ اپنے ادبار اور ہلاکت کے لیے معرکہ کر رہا ہو۔ اس بیان کا مصداق علی قلیخان زمانہ حال ہے کہ ان دنوں جو اُسے شیخشاہ سپہسلمان عدلی کو لے کر شکست دی تو اُس کا دماغ آسمان پر پڑ گیا۔ ترتیب تھا کہ اُس کا بھانڈا پھوٹ جا کر کہ پادشاہ کی عقل کل کا یہ اقتضا ہوا کہ برہم شکار اس حدود کی طرف چلے۔ اُس نے زبان سے کہا کہ اگر اس بدہشت کو سعادت سے کچھ بہرہ ہوگا تو خواب غفلت سے بیدار ہو کر ہماری قدیموس کے لیے حاضر ہوگا ہم اُسکی تعصیرا معاف کر کے موفقت کریں گے وہ ہمارا ہی لگایا ہوا درخت ہو نہ ہو کوئی گزیدہ تر صفت یہی ہو کہ عذر کو قبول کریں اور گناہ بخشیں کہ آدمی ہشیاری اور ہستی کی محزون مرکب ہے۔ اگر وہ ملازمت کے لیے نہ حاضر ہو تو پہلے اس سے کہ مرض فرمن ہو اور اُس کا معالجہ دشوار ہو اس کا کام تمام کیا جائے اور اس مرض بوم کو شتم کار کے ہاتھ سے خلاصی دی جائے غرض پچھنبہ ۹۶۸ کو وہ بلا دشر قیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ دارالخلافہ اگرہ کی حراست میں الدین احمد خان فرخزادی کو سپہر کی جب حدود کا پی مین پادشاہ کا گذر ہوا عبدالمذخان ازبک کے گھر میں آکر اسکی عورت کو بڑھایا۔ پھر بیان سے کرٹہ گیا۔ بیان شکار کھیلنا تو خان زمان خان اور اُس کا بھائی بہادر خان خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور پادشاہ کی خدمت میں آئے انکے بھلے دن کچھ باقی تھے غیبت کا سبب اسباب اور نامور ہاتھی پادشاہ کی پیشکش میں دیئے۔ پادشاہ نے انکی تعصیرات معاف کیں اور فرمایا کہ پھلدار درختوں کے کاٹنے سے جب آدمی ناخوش ہوتا ہو تو انسان کو کہ ایک برومند شجر ازیدی ہے قطع کرنے سے کیا فائدہ ملتا ہوگا اس لیے ہم تمہاری خجالت و ضراعت کے سبب قصو معاف کرتے ہیں۔ کرٹہ میں پادشاہ بین روز رہا۔ یہاں انتظام بخوبی کر کے اگرہ کو روانہ ہوا اور دس روز میں بحر ذی الحجہ ۹۶۸ دارالخلافہ اگرہ میں داخل ہوا۔ اس سفر میں ایک مہینہ چودہ روز لگے۔ جانے میں چودہ روز آنے میں دس روز ٹھہرنے میں تیس روز۔

اس سفر میں چار گدھ اولیا پادشاہی کے ہاتھ آیا۔ ایک حصن حصین ہو کہ اور پادشاہ ہونے اسکو شہر اور لشکر اور فرونی تہذیب سے تسخیر کیا ہو اسلئے کہ باہر کے آدمی تو اس کے ارتقاء و استحکام کے سبب سے اندر خل نہیں دیکھتے اور اندر کے آدمیوں کو باہر کے آدمیوں کی ضرورت اس سبب سے نہیں ہوتی کہ کھاتے پینے

۹۶۹
درخت شکار کا گدھ اولیا کا ہاتھ آیا

کاسمان افراط سے موجود ہوتا ہے بجل بیان اتنی واقعہ کا یہ ہو کہ جب شیر شاہ پسر سلطان عدلی کو شکست ہوئی تو یہ قلعہ فتو کو جو اسکی خیل کے خواص میں تھا ہاتھ آگیا وہ اس حصار کو اپنا ماں سمجھ کر اس کا استحکام کرتا تھا کہ پادشاہ نے خواجہ عبدالغنیہ آصف خان کو اسکی تسخیر کے لیے نامزد کیا مگر فتو کی دلاشتیں میں سعادتمندی تھی کہ وہ یہ سمجھا کہ افغانوں کے ادبار کے دن آگئے ہیں لڑنے سے سوا اور ذلت کے کچھ اور نہیں حاصل ہوگا۔ اُسے پادشاہ سے درخواست کی کہ فتح محمد کئے اور میرا ہاتھ پکا کر حضور کے دربار لے جائی۔ پادشاہ نے اسکی درخواست کو قبول کر لیا۔ شیخ محمد اسکو پادشاہ کے سامنے لایا اس نے مرتبہ امارت اس کو مرحمت فرمایا۔

فتح خان پٹنی اور اُسکے بھائی حسن خان اور ملو خان اور ایک جماعت کثیر نے قلعہ رہتاس میں ایک لشکر آراستہ کیا اور وہاں سے آکر ولایت بہار اور بعض بعض محال پر کہ خان زمان سے متعلق تھیں اپنے تصرف میں کر لیا اور سلیم شاہ کے بیٹے اواز خان کو اپنا سردار بنا کر شورش و فساد برپا کیا۔ اس ہفتہ کے شٹانے کے لیے خان زمان اور اس حدود کے امرامند توجہ ہوئے۔ مگر افغانوں کا لشکر پرزور تھا۔ خان زمان نے لڑنے میں مصلحت نہ جانی۔ سون ندی کے کنارہ پر اندھیاری (اندھاری) کے مقام پر قلعہ بنا کر اقامت کی۔ اندون میں مولانا علاء الدین لاری و ملا عبداللہ سلطان پوری و شہاب الدین خان وزیر خان پادشاہ کے طرف سے یہاں اس لیے آئے ہوئے تھے کہ خان زمان کو نصائح ارجح کر کے اس کا عقیدہ تبدیل کریں اور سلیمان کرانی حاکم بنگال جو خان زمان سے ملا تھا اور اسے خطبہ شاہنشاہی پڑھوایا تھا اس پر پادشاہ کے الطاف کا اظہار کریں اور اگر ہو سکے تو اس کو پادشاہ پاس لائیں ان امیر و فتح خان زمان کے قلعہ میں پہنچا پادشاہ کی عنایت کی نوید اس کو پہنچائی۔ یہ سب خان زمان پاس پیٹھ ہوئے تھے کہ افغانوں نے لشکر آراستہ کر کے اور فیضان مست کو لیکر خان زمان کے قلعہ پر حملہ کیا خان زمان نے بھی لشکر لے کر لڑنا شروع کیا۔ مگر افغانوں نے خان زمان کو فوراً شکست دی اور اس کا سارا لشکر بھاگ گیا اور اسکے منازل اور محل کو افغانوں نے لوٹنا شروع کیا۔

خان زمان اپنے قلعہ کی دیوار کے نیچے کمین میں بیٹھا ہوا تھا کہ کچھ کام کرے یا گوشہ گہری کرے حسن خان

پٹنی ہاتھی پر سوار ایک جماعت کو لے کر درو آیا۔ خان زمان کے آدمی بھاگے۔ تھوڑے آدمی مارنے کا ارادہ کر کے قلعہ کے ایک برج پر چڑھ گئے۔ وہاں دیگ (توپ) لگی ہوئی تھی۔ اسکو بھر کر افغانوں کی فوج پر چلائی اس کے چھوٹتے ہی گوڑہ حسن خان کے ہاتھی پر لگا جس سے ہاتھی مر گیا اور فوج بھاگی۔ یہ تائید یزدی تھی کہ خان زمان کے لشکر میں کوہ پارہ ایک ہاتھی تھا جو مست ہو رہا تھا اور بزنجیروں سے بندھا ہوا تھا۔ جب وقت کہ خان زمان خان کا لشکر بھاگ رہا ہے۔ یہ افغان فیلوں کو کھول کر لے گئے تھے اس ہاتھی نے اپنی برستی میں افغانوں کے ایک ہاتھی کو مار ڈالا جس سے وہ شور مچا کہ افغانوں کے لشکر نے جانا کہ پادشاہی لشکر داخل ہوا اس خوف سے وہ بھاگنے لگا تو پادشاہی لشکر نے اس کا تعاقب کیا اور ایک فتح عظیم اسکو حاصل ہوئی اور بہت غنیمت اور ہاتھی ہاتھ آئے۔ خان زمان نے جو ٹوکڑ کو مراجعت کی اور زمانہ سے پادشاہ کے امیر دن کو جو آئے تھے واپس بھیجا۔

خان زمان علی قلی خان کی بغاوت دور کرنے کے لیے پادشاہ کے لشکر کا یورش کرنا اور اس یورش میں سوانح کا پیش آنا ۹۷۲ھ ہجری

اہل ہوش دنیا کو کہتے ہیں کہ وہ شراب کا حکم رکھتی ہے مصرعہ کا پنخان را پنخان پری کندی یعنی جیسا آدمی ہوتا ہے ویسا ہی سکونباتی ہے اگر آدمی سعادت مند ہے تو وہ اسباب دنیوی کو ہزار نیکیوں کا سرمایہ بناتا ہے۔ اپنی سعادت کو بڑھاتا ہے اپنی ذات کو آرائش دیتا ہے دین و دنیا دونوں سنوارتا ہو اگر وہ فطرت میں بدگو ہو دیرہ درون و سیاہ بخت ہے تو ہمیشہ ذخائر دنیا کو ہزار وبال کا سرمایہ بناتا ہے۔ اپنی ترفع صدری سے خلق کو صدمہ طرح کے آزار پہنچاتا ہے۔ روز بروز اس کا تاریک دل اور زیادہ سیاہ ہوتا جاتا ہے نہ وہ قدر نعمت جانتا ہے نہ اپنے دلی نعمت کو پہچانتا ہے

ہندوستان کے ایک ایسے شرف خان کا جانا

اپنی حالت کے موافق کروندویر کرتا ہے۔ کبھی اپنے کام سے پردہ اٹھا کر ظاہر و باطن میں بغاوت کرتا ہے۔ اس حال کا مصداق علی قلی خان کا احوال ہے جسکی تفصیل آگے لکھی جاتی ہے۔

جب پادشاہ نے سنا کہ اسکندر خان اوزبک سرکشی کا خیال رکھتا ہے تو وہ اغماض کر کے ہاتھی کا شکار کھیلنے چلا گیا۔ اور اسکندر خان پاس اس مضمون کا فرمان اشرف خان کے ہاتھ بھیجا کہ تم بغاوت کے خیال سے باز آؤ اور میرے پاس چلے آؤ میں تمھارے قصور کو معاف کر دوں گا۔

اسکندر خان کی جاگیر میں ملک اودہ تھا جب یہاں اشرف خان آیا تو اسکی تعظیم کی اور فرمان کی ظاہری فرمانبرداری کی اور پادشاہ پاس جانے کے لیے مدتوں تک ایسے حیلے کرتا رہا کہ اب سامان حیار ہو چکے تو چلتا ہوں۔ مگر در پردہ وہ اور اہل نفاق کے ساتھ سازش رکھتا تھا اور

کچھ اور ہی خیالات پکاتا تھا۔ آخر کار اسنے اشرف خان سے کہا کہ ابراہیم خان نیاز سیفی متعال یعنی ریش سفید ہے اور ہم سب یہاں رہتا ہے۔ ہم تم اس سے چل کر مین۔ اس ارادہ سے وہ اوڈو سے سر ہر پور میں جو ابراہیم خان کی جاگیر تھی گئے۔ پھر وہاں سے علی قلیخان پاس دوڑے گئے۔

جب ان جماعتوں کا مجموعہ ہوا تو سب نے بغاوت کے اظہار میں جرات کی۔ آپس میں یہ مشورہ کھینچا کہ پادشاہ تو بہت دور رہا تھی کہ شکار میں مشغول ہے۔ ہم دو جوت ہو جائیں۔ اسکندر خان اور ابراہیم خان لکھنؤ کی راہ قنوج پر دوڑے اور اسکے حدود میں خلل پیدا کرے اور علی قلیخان اس کا

بھائی بہادر خان مانک پور کی جانب سے مجنون قاتل پر جو بیان کا جاگیر دار ہے چڑھ جائیں اور شرارت برپا کریں۔ اشرف خان کو بطور قیدیوں کے رکھا۔ ابراہیم خان و سکندر خان لکھنؤ کی طرف اور علی قلیخان و بہادر خان کٹرہ مانک پور کی طرف چلے گئے۔

جب ان حدود کے املا و سازے مثل شاہم خان جلائے شاہ بلخ خان محمد امین وغیرہ نے ان نمک حراموں کے اتفاق کرنے کا اور فتنہ انگیزی برپا کرنے کا حال سنا تو انھوں نے جمعیت کا سامان کر کے ان باغیوں کو روکنا چاہا۔ ان اور اور اسکندر خان و ابراہیم خان کے ساتھ قصبہ نیمکار میں پیکار ہوئی۔ محمد امین دیوانہ نے برسی طرح دشمن پر حملہ کیا۔ اسکے گھوڑے۔ لہٹکے کھائی

وہ اُس سے گرا اور قید ہوا۔ شاہم خان اور شاہ بدایح خان نے جب محمد امین کا حال یہ دیکھا تھا تو ان کو چاہئے تھا کہ وہ اس کا چارہ کار کرتے اور بہادری دکھاتے مگر وہ دشمن کی کثرت سپاہ کے خوف سے قلعہ میں بھاگ کر رہ گئے اور پادشاہ کو اس حال سے اطلاع دی۔ علی قلیخان اور بہادر خان مانک پور وڑے گئے اور اسکی حدود میں تاخت و تاراج کرنے لگے کہ مجنون قاتل مرد معرکہ دیدہ تجربہ کار تھا صفدر جنگ کو مناسب نہ جانا۔ قلعہ مانک پور میں مقصود ہوا۔ آصف خان پاس قاصد بھیجا کہ اس کو بلایا۔ آصف خان کو جب اطلاع ہوئی تو وہ ولایت گدہ کچھ سپاہ کو سپرد کر کے بہت سپاہ لیکر گدہ میں آیا۔ مجنون خان کو آصف خان کے آنے سے تقویت ہوئی وہ قلعہ میں سے اپنی سپاہ کو باہر علی قلیخان کی فوج سے لڑنے کے لیے بھیجنے لگا۔ ان دونوں نے پادشاہ کو حقیقت ماجرا لکھ بھیجی۔

پادشاہ شکار سے فارغ ہو کر آگرہ میں آگیا تھا کہ اُس کو متواتر غزالٹن سے اہل بغاوت کا حال معلوم ہوا تو اُس نے ارادہ کیا کہ باغیوں کے خاردار درخت کو پہلے اس سے کہ وہ ہوا میں سر بلند کرے اور پھر کو قلم کرے اپنے طیش و غضب کی تند باد سے بیج و بن سے اکھڑ کر پھینک دے اس لیے اُس نے لشکر کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ اسکے جمع ہونے سے پہلے منعم خان کو بہت سے بہادروں کے ساتھ برہم نہ نقل بھیجا اور بعد اسکے خود اپنے چلنے کا سامان درست کیا۔ تھوڑے دنوں میں بڑا لشکر تیار ہوا اور دو ہزار زخمی فیل اسکی ہمراہ ہوئے۔

آگرہ ترسوں خان کو حوالہ کر کے پادشاہ خجستہ ۲۳ شوال ۱۰۸۰ کو دیار جنم سے پار ہوا۔ گرمی کا موسم تھا۔ رات کو سفر ہوتا تھا۔ منزل بمنزل چل کر قنوج کی سوا دین پہنچا۔ منعم خان خانان آگے بھیجا گیا تھا وہ بیان آئلا۔ قیاخان بھی باغیوں کے گروہ میں تھا۔ خان خانان کی سفارش سے پادشاہ نے اُس کا قصود معاف کیا اور وہ پادشاہ پاس گیا۔ پادشاہ کو معلوم ہوا کہ اسکندر خان لکھنؤ میں ہر پادشاہ اور حواریات کو گھوڑے پر سوار ہو کر بطور ایغا ایک شبانہ روز میں لکھنؤ میں جا پہنچا یوسف محمد خان کو کلتاش و شجاعت اور کچھ اور بہادروں کو ہراول بنا کے بھیجا۔ اسکندر خان لشکر شاہی کے خوف سے لکھنؤ سے بھاگ گیا۔ پادشاہ نے بیان آرام لیا۔ لشکر اسکے پیچھے روانہ کیا۔ اسکے جو کوئی باغیوں

پادشاہ کا اسکندر خان کو لکھنؤ سے بھاگنا

مین سے ہاتھ لگا اس نے آب شمشیر سے اسکے لباس سرین خاک بھری اسکندر خان جان بچا کر
 علی قلیخان سے جا ملا۔ پادشاہ کے لشکر کے گھوڑے تھک گئے تھے اس لیے اور زیادہ تعاقب نہیں کیا
 علی قلیخان اور بہادر خان جو بجنون خان اور آصف خان سے مقابلہ کر رہے تھے یہ حال سن کر متحیر
 ہوئے اور کٹرہ سے جو پور چلے گئے اور ہندو بار کو چھوڑ کر گزر نرہن سے دریا رنگا کو عبور کیا
 دریا کے پار جا کر قلب زمینوں میں پناہ لی۔ پادشاہ جون پور میں آیا راہ میں آصف خان و
 بجنون خان اس سے ملے۔ آصف خان نے جو گدہ کو فتح کیا تھا تو اپنی سپاہ کو آراستہ کیا تھا
 اس سپاہ رزخوہ کو جو پانچ ہزار تھی پادشاہ کو ملاحظہ کرایا جس سے پادشاہ بہت خوش ہوا۔
 پادشاہ جمعہ کے روز ۱۴ فروری الحجہ کو جو پور میں آیا۔ ان ممالک کی اصلاح میں مصروف ہوا و اعتدال
 مفسدون کے ظلم سے وہ خراب ہو رہا تھا۔

پادشاہ نے علی قلیخان اور اور اہل عصیان کے تعاقب میں آصف خان کو بھیجا۔ یہ اہل بغاوت طبعی پور
 کے نزدیک رو برو آئے قلب جگہ میں مقیم ہوئے اور سلیمان کرانی جو بنگالہ میں حکمران تھا اور فتح خان
 پٹنی اور اس کا بھائی حسن خان رہتاس میں ریاست رکھتا تھا۔ ان افغانوں سے علی قلیخان نے
 کمک مانگی یہ افغان استمداد پر مستعد ہو گئے۔ پادشاہ نے حاجی محمد خان سیستانی کو سلیمان کو دانی
 پاس بنگالہ بھیجا کہ وہ اس کو علی قلیخان کی معاضدت و نظارت سے ڈرائے۔ حاجی محمد خان رہتاس پہنچا
 خود سرفغانوں کی ایک جماعت نے اس کو بنگالہ نہ جانے دیا اور علی قلی پاس بھیجا جب وہ علی قلیخان
 کے پاس آیا تو اس سبب سے کہ وہ روابط اسکے ساتھ رکھتا تھا اور اس طمع سے کہ وہ اسکے موافق ہو جاؤ
 بہت عزت و حرمت سے پیش آیا مگر مقید طور پر اس کو رکھا۔ حاجی محمد خان ہمیشہ اس کو سنو نصیحتیں کرتا رہتا
 تھا۔ انصاف یہ کہ باغیوں کی تحویل و تحذیر کر لینے اس کا رہنما بہت کام آیا کہ اسکی ہدایت سے باغی طاعت
 کی راہ پر آئے۔

پادشاہ کے لشکر کی برابر علی قلیخان چلتا رہا مگر کچھ اس کو فائدہ نہ ہوا اب اس نے سکندر خان اور بہادر خان
 کو ایک جا جمع کے ساتھ ولایت سرائین بھیجا کہ وہ ان لوٹ چائیں جب پادشاہ کو خبر ہوئی تو شہر بلخ و

کروہ مالک پوری رانی پور

حاجی محمد خان سیستانی کا بیٹا کرانی پاس میں بھیجا گیا

خان رانی کا طاعت اختیار کرنا

وسعد خان و قباخان اور امرا کو بسر کردگی امیر معز الملک کو حکم ہوا کہ باغیوں کو سرسراور بکین کے اس
 حدود میں جا کر دہشتہ پر پکریں یہ لکھنؤ آباؤ تک دوڑا گیا۔ پادشاہ علی قلیخان کا یہ علاج کر کے چلے
 کے ساتھ الہ آباد میں آیا۔ علی قلیخان نے اب مکر و تزویر کی راہ اختیار کی۔ سر و قد نامی عورت کو کہ جو
 پہلے جنت مکانی کی خدمتگار تھی منعم خان پاس بھیجا اور اسکی معرفت منعم خان کو یاد دلایا کہ ہم تم بھی
 قدیمی دوست آشنا ہیں اور پھر اور اپنے معتد آدمیوں کو بھیجا کہ اس سے یہ درخواست کی کہ صلح کرادی
 منعم خان نے کہ نہ عملہ کی صلاح سے دشمنوں کے استیصال سے دست کشی کی تھی اس نے علی قلیخان
 کی تمسک کو پادشاہ سے عرض کر کے سفارش کی اس نے قبول کی اور غیاث علی قزوینی کو بھیجا کہ وہ
 علی قلیخان کو مراحم خسروانی کا یقین دلاوے اور وہ ان کی صحبت کے اسرار پر واقف ہو کر ان کے دفا
 پر پادشاہ کو مطلع کرے۔

منعم خان نے علی قلیخان کو لکھا کہ مناسب یہ ہے کہ ہم تم قاصد و پیغام انیر مکر عقیدت و خدمت کے
 استحکام میں ہر کام کریں اندون شہرت ہو رہی تھی کہ علی قلیخان کے قتل کے لئے عادل خان و جمال خان
 بلوچ مقرر ہوئے ہیں اس لئے اس کو منعم خان پاس آنے میں توقف ہو اوہ بھی چاہتا تھا کہ معاملہ مصا
 بذریعہ رسالت و مکاتبت انجام پائے منعم خان اس بات کو نہیں قبول کرتا تھا آخر کو یہ تدار پامانہ
 دریا کے درمیان دونوں میں ملاقات ہو ہر ایک کے ساتھ چند آدمی ہوں یوں ان دونوں میں کشتی
 کے اندر ملاقات ہوئی اور گلے ملے۔ اگلی پھلی محبت کی جھوٹی ٹپسی بائیں ہوئیں۔ پھر عہد و پیمان بانی
 مقرر ہوئے۔ مرزا غیاث الدین علی نے پادشاہ سے سارا حال عرض کیا۔ اس نے خواجہ جہان کو
 علی قلیخان پاس اور زیادہ اطمینان کے لیے بھیج دیا۔ خواجہ نے علی قلیخان سے ملکر محبوبان خان
 قاتشال و بابا خان اور بعض امرا کی اس سے آشتی کرائی۔ اس باب میں بڑی گفتگو ہوئی کہ وہ
 پادشاہ کے پاس جاؤ اسنے کہا کہ میں نے پادشاہ کی ایسی ناسپاسی کی ہو کہ اس کے روبرو جانے کی دیکر
 یکبارگی نہیں کر سکتا اب میں اپنی والدہ کو اور براہیم خان کو جو ہماری ریش سفید ہے پادشاہ
 پاس بھیجتا ہوں پھر خود حاضر ہوں گا۔

دوسرے روز علی قلیخان کی والدہ اور ابراہیم خان اور بعض اور مراد پیش کش کے لیے بڑی بڑی نامی ہاتھی لیکر پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابراہیم خان کی گردن میں تین و کفن ڈال کر پادشاہ کے روبرو خانخانان آیا۔ پادشاہ نے قصور معاف کیا اور خانخانان سے یہ منہ مایا کہ اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ یہ بے نصیب اپنے عہد کی وفا نہیں کرتے مگر تیری خاطر سے ان کے قصور معاف کرتا ہوں اور جاگیر انکی بدستور برقرار رکھتا ہوں۔ خانخانان اس عنایت مثابہ سے بہت خوش ہوا۔ ابراہیم خان کی گردن سے تلوار اور کفن جدا کیا اس مردہ عقو کو والدہ علی قلی کو سوا یا وہ محل میں بیٹھی گرہ نواری کرتی تھی اور نوید خشایا کی منتظر تھی۔

چند روز کے بعد پادشاہ پاس یغبرانی کہ میر معز الملک اور بہادر خان کی لڑائی ہوئی اس سرگزشت کی تفصیل یہ ہے کہ علی قلیخان نے سرکار سردارین بہادر خان و سکندر خان کو بھیجا تھا کہ وہ ان شورشیں کریں ناگاہ پادشاہ کی سپاہ انکے مقابلہ کے لیے سامنے آئی تو ان کے اوسان گئے جب مرد میدان اپنے تئیں نہ سمجھے تو یہ لک گیا کہ ظاہر میں میر معز الملک کو کہلا بھیجا کہ ہمارا کیا مقدمہ ہے کہ ہم پادشاہ کے لشکر کا مقابلہ کر سکیں اب ہمارے جرائم کے معاف کرانے کا واسطہ بنیں تو ہم بڑے بڑے ہاتھی پادشاہ کی پیشکش کے لیے بھیجیں جب ہمارے گناہ پادشاہ معاف کر دیو تو ہم خود اسکی ملازمت میں حاضر ہوں۔ میر معز الملک نے لکھا کہ تمہارے گناہ و جرائم اس منتہی نہیں ہیں کہ وہ معاف کیے جائیں وہ تو آب شمشیر سے دھوئے جائیں گے۔ بہادر خان نے میر معز الملک کو لکھا کہ آؤ ہم تم بالمشافہ اس امر کا فیصلہ کرنا اسکو معز الملک نے قبول کیا۔ دونوں نے اپنے اپنے مقدمات پیش کیے مگر صلح ہوئی اور باتوں میں کچھ زیادہ گندرا جب پادشاہ کو اس سرگزشت کا حال معلوم ہوا تو اسے شک نہ ہوا اور راجہ ٹوڈل کو حکم دیا کہ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ لشکر سے جا ملین اگر صلاح حال جنگ میں دیکھیں تو لشکر کے فیروز بنیں اور اگر اس جماعت کی اتناں کے قبول میں صلاح دیکھیں تو ہمارے فضل و رحمت سے ان کو مایوس نہ کریں ان اور دونوں ہوں نے جب مخالفوں سے کہا کہ تم جو عقیدت و اخلاص زبانی ظاہر کرتے ہو اگر وہ بچا ہے تو عزم درست و خاطر مطمئن کے ساتھ پادشاہ کے آستانہ پہنچو مگر نہ جیل و نہ باند بنانا مرنے کا

لشکر پادشاہی کا یہاں درخان سے شکست پانا

کام نہیں ہے۔ مگر زبان سے اُن کا دل موافق نہ تھا اس لیے مصاحبت نہ ہوئی۔ نواحی خیر آباد میں غلیون نے اپنے پاؤں جمائے۔ پادشاہ کے لشکر کو اس کی خبر نہ تھی کہ علی قلی کے قصور پادشاہ نے معاف کر دیے ہیں۔ راجہ اور لشکر خان نے جنگ کو تیار دیکر ترتیب صفوں و تسویر افواج کیا۔ دوسری طرف بھی فوج آراستہ ہو کر کھڑی ہوئی۔ پادشاہ کے لشکر کو شکست فاحش ہوئی۔ کچھ امیر مخالف سے جا ملے کچھ اپنے مال کی حفاظت میں لگے۔ کچھ غلیون و نمک حرامی کے سبب سے نہ لڑے۔ راجہ ٹوٹ کر قیام خان و اعتماد خان لشکر کے میدان میں کھڑے ہوئے مگر شکست یافتہ لشکر کو نہ لڑا اسکے غرض یہ پرانگہ سپاہ جمع ہو کر قنوج میں چلی آئی اور پادشاہ کو حقائق سے رگدشت پر مطلع کیا۔

پادشاہ ان کے عفرہ جبرام کر چکا تھا اس لیے اُس نے اس شکست کی کچھ پروا نہ کی۔ امرا کو طلب کر لیا اس جنگ کے سبب سے اہل نفاق کو نریش سے محروم ہوئے اور خلاص منہ عنایت خاص کے ساتھ مخصوص ہوئے۔

جب پادشاہ نے منعم خان کی اسندہ سے علی قلی خان کے جبرام معاف کیے تھے اور اُس کو اور بہادر خان کو جاگیر کرمت کی تھی تو اس کی التماس کا قبول ہونا اس شرط پر مشروط تھا کہ پادشاہ کا لشکر جب تک ان کی حدود میں ہے۔ خان زمان دریا سے عبور نہ کرے اور جب پادشاہ اگرہ میں جائے تو وہ اپنے وکیل پادشاہ کو پاس بھیج کر مناشیر جاگیر دفتر شاہی سے حاصل کریں اور اپنی جاگیروں پر متصرف ہوں مگر جب پادشاہ چنار اور بنارس کی سیر کو گیا تو علی قلی خان دریا سے عبور کر کے محمد آباد میں آیا اور اپنے آدمیوں کو غازی پور اور جو نپور روانہ کیا۔ پادشاہ شکار کھیل کر بنارس میں آیا کہ علی قلی نے غلاف مشروط کا دم کیا کہ اب گنگا سے عبور کیا۔ خواجہ جہان و مظفر خان و راجہ بھگونت داس کو آہستہ آہستہ منزل بمنزل روانہ کیا اور جو شب یکٹ نہ جب سہ کو بطور ایغا کے روانہ ہوا جعفر خان لکھنؤ و قاسم علی خان کو غازی پور میں مقرر کیا۔ جب وہ قلعہ غازی پور کے دروازہ پر پہنچے تو ایک برج سے مخالفین کو در علی قلی پاس دھڑو گئے اور اس کو مطلع کیا۔ وہ نیز خیر شکر سراغیمہ ہوا اور کشتی میں سوار ہو کر دریا پار بھاگ گیا۔ پادشاہ دریا چنپور (گومتی) سے ہاتھی پر سوار ہو کر پادگیاں اور آخر شب آرام کر کے سحر کو بھر سوار ہوا۔ کچھ دن

چڑھا تھا کہ اپنے لشکر سے ملا۔ علی قلیخان اپنا اسباب و خیمہ چھوڑ کر جھاگ گیا تھا۔ خبر آئی کہ وہ آب سترار
 سے پار ترے کو ہے۔ پادشاہ کا لشکر اُس کے پیچھے گیا۔ ہشیا و اموال سے بھری ہوئی کشتیاں اُس نے
 پکڑ لیں اور ارمنخان فتح آسکو سمجھے۔ کہتے ہیں کہ محمدخان بے خیر محمد آباد میں تھا۔ پادشاہ کا لشکر اس کو
 گرفتار کر لیتا۔ مگر منعم خان نے اپنے رونق کار کے لیے اس کا گرفتار ہونا نہ چاہا۔ اور یہ دغلی کہ اول
 اُس نے اس رات کو اس پر حملہ نہیں کیا کہ لشکر پہنچا تھا۔ دو قہ آدمی بھیج کر اُس کو بھگا دیا جب پادشاہ اُن
 میں آیا تو اسکو معلوم ہوا کہ بہادر خان جو پور میں آکر اپنی ماں کو لے گیا اور اشرف خان کو مفید کر لیا
 اس کا ارادہ ہے کہ پادشاہ کے لشکر سے لڑے۔ اس لیے پادشاہ آب سترار سے پار تر کر اپنے
 لشکر سے آئے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب علی قلیخان کے تعاقب میں پادشاہ کے ایلغار
 کی خبر سکندر خان اور بہادر خان کو پہنچی اور ان کو معلوم ہوا کہ والدہ علی قلیخان اشرف خان کے پاس
 گرفتار ہو اور اُس پاس چند ان لشکر نہیں ہے۔ چونہو کے قلعہ کا لے لینا نہایت آسان ہے تو وہ بہت
 جلد چل کر جو پور میں پہنچے۔ اشرف خان نے قلعہ داری کا سامان کچھ تیار نہیں کیا تھا وہ قلعہ کے دروازہ
 کو جلا کر اندر داخل ہوئے اور اشرف خان کو مفید کر لیا اور اپنی والدہ کو مخلصی کر کے ہمراہ لیا۔
 باوجودیکہ عمر بھر سے اسکی اور اسکے بھائی کی جاگیر میں جو پور تھا اور اہل شہر سے بہت سے روابط و
 انکی خدمات کے حقوق تھے مگر اسے سب پر دست اندازی کر کے پائمال کیا اور ان کو غریب بنا دیا۔ بہت سے
 مہاجرین کو لوٹ کر بنارس میں وہ گیا اور یہاں بھی کچھ لوٹا مارا۔ پھر نہایت عین گیا۔ وہاں خبر معلوم ہوئی
 کہ علی قلی خان کے تعاقب سے پادشاہ ہی لشکر بھیج آیا سکندر خان اور بہادر خان گذر نرھن سے دریا
 گنگ سے پار ترے۔ پادشاہ جو پور میں آیا۔ اُس نے یہاں اقامت کا ارادہ کیا کہ جب تک علی قلیخان
 دستگیر نہ ہو یہاں سے وہ نہ جائے۔ جب علی قلیخان کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو اس نے مرزا میر
 رضوی کہ اس کے خاص ہم نشینوں میں تھا پادشاہ پاس بھیجا اور اپنے عجز و درنازی کا اظہار کیا۔ اپنے
 شہزادوں میں سے ہر ایک کی تقصیر کا عذر کیا اور منعم خان نے ہزار زبان سے چالوسی کی کہ وہ
 مقصور معاف کرادے۔ خانخانان پادشاہ کا فرما جان تھا وہ خود اس امر عظیم پر حیرت نہیں کر سکتا

اس لیے اس نے ارباب عزت کی ایک جماعت کو جسکی خدا پرستی کے سبب پادشاہ اہتمام کرتا تھا
 شریک کیا۔ اس نے پادشاہ کے روبرو بخشش و بخشائیش کی دواست تائین بنائیں۔ پادشاہ نے ارباب
 بلیغ کے تصور معاف اس شرط سے کر دیئے کہ وہ اپنی متاع اعمال و دائم افعال سے تو بے نصیب
 کر کے پادشاہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں اور دولتخواہی اور جان سپاری میں ثابت
 قدم رہیں جب ان باتوں کے آثار ایسے ظاہر ہوں گے تو ان کو جاگیریں بدستور سابق ملینگی
 خانخانان اور اس جماعت نے پادشاہ کی اس عنایت کا شکر یہ ادا کیا۔ پادشاہ نے اپنے
 معتمدوں کو علی قلی پاس بھیج دیا کہ اسکی ندامت کو تو بہ سے استحکام دین۔ بخشش و بخشائیش
 کی توبہ سے اطمینان بخشیں۔ خود جو توبہ سے اگر وہ کی طرف دو شنبہ الارشعبان ۱۰۳۶ھ کو مرادت
 کی مظفرخان و منعم خان کٹرہ میں گھر گئے کہ وہ آدمی بوعلی خان پاس گئے تھے واپس آئے۔
 جب علی قلیخان پاس پادشاہ کے معتمد گئے اور اسکی تسلی کی تو اس نے دوام عہدیت کے
 لیے عہدہ قسم کے ساتھ کیا۔ پہلے پادشاہ نے بہادر خان کو بھائی کہا تھا اور علی قلیخان کو بہت دوست
 سمجھا تھا۔

جب سمجھانے والے واپس آئے تو مظفرخان و منعم خان کٹرہ سے روانہ ہوئے۔ مظفرخان کو
 منعم خان کی طرف سے تو ہم ہوا و پادشاہ پاس ایٹھا کر کے پہلے آیا اور بزرگان زمان کی دوروی کا
 حال خوب بیان کر کے پادشاہ کی خاطر نشان کیا۔ جس سے مظفرخان کا پایہ اعتبار بلند ہوا بعض
 امیروں کو جو پادشاہ نے سزا دی تو منعم خان بھی ہشیار ہوا۔ جس وقت پادشاہ ہرات پنجاب کی
 تنظیم سے فارغ ہو کر مراجعت کر رہا تھا تو منعم خان خانخانان کی عرض دو تھو امانہ اگر وہ سے پادشاہ
 پاس آئیں کہ علی قلیخان و بہادر خان و اسکندرخان نے پھر خط بندگی سے سزا کلاہے اور مرزا
 حکیم کے نام کا خطیہ پڑھوایا ہے۔ مرزا کو اپنے اغراض فاسد کے واسطے مصیبت میں ڈالتے ہیں۔ نہیں
 جانتے تھے کہ پادشاہ ہی ایک خطیہ ہوتا ہے کہ اسکی ہزاروں شرطیں ہیں جب تک وہ کسی میں فراہم
 نہیں ہوتیں وہ پادشاہی کے لائق نہیں ہوتا محض نسب اور مال کا جمع ہونا۔ لشکر کا فراہم ہونا پادشاہ

کے لئے کافی نہیں ہوا۔ پادشاہ مین یہ صفات ہوتی چاہیے کہ وہ لافطرت عالی عظمت۔ فرائض صلہ
فسراوان تحمل۔ دریافت بلند۔ دانی کرم۔ اعلیٰ شجاعت۔ عدل و انصاف۔ نیت درست۔ جد غلیظ۔
عل شائستہ۔ فکر عمیق۔ تغافل مستحسن۔ لائق عذر پذیر ہو۔ یہ سب صفات قدیمی کتابوں میں حکما و
نے لکھی ہیں۔ سوئے اسکے وہ اپنی خواہش نابالستہ و غضب ناشائستہ کو دانش پر غالب کر کے
صلح کل اس کا مذہب ہو طوائف نام و طبقات ملل پر قادر ہو اور ان کو ایک نظر تربیت و عاطفت
سے دیکھے۔ یہ سب صفات شہنشاہی ہیں اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پادشاہی کسے
کہتے ہیں اور سلطنت کے معنی کیا ہیں۔

غرض اس گردہ کی بغاوت پادشاہ کو ناگوار معلوم ہوئی اس لیے مرزا میرک رضوی کو جو علی قلیخان کی کسر
آیا تھا۔ خان باقی خان کے سپرد کیا۔ اور خود دار الخلافہ کی طرف چلا کہ اگر باب بھی و فساد کو سزا دے
پنجاب کا خود ہی نظام کر کے فارغ ہوا۔ جب پادشاہ دہلی میں آیا باقی خان کے پاس سے مرزا میرک
رضوی بھاگ گیا۔ اور خانخانان نے تمام ممالک محروسہ کا حال سنایا۔ علی قلیخان و بہادر خان اور
غافلوی عصیان کا طواری پڑھا۔ قاعدہ ہے جو مبارک فطرت میں بد نہاد و بے جوہر ہوتا ہے اس کو
مرحمت و نصیحت سودمند نہیں ہوتی بلکہ اس کو زیان پہنچاتی ہے۔ مدارا و معذرت کو ضعیف سمجھ کر
اور شور و رش زیادہ کرتا ہے۔ دانش منش بزرگوں کو کوئی اور چارہ نہ تھا کہ بدرون بدکاروں کا
علاج حبس و ضرب کے سوا کچھ اور کرتے۔ جب یہ علاج بھی ان خراب باطنوں پر اثر نہ کرتا تو ان کا
عدم خانہ میں بھیجا خلق کے حال پر بلکہ خود ان کے احوال پر رحم کرنا تھا۔ اشتغال سلطنت کے متکفل اس
مرزیاست کو نہ سمجھے انھوں نے اول ہی مرتبہ ان باغیوں کا علاج نہ کرایا مدارا کر کے یہ فساد پھیل دیا۔
علی قلیخان کو جب یہ خبر ہوئی کہ پادشاہ مرزا محمد حکیم کے فساد مٹانے میں مصروف ہے
جس کا بیان آگے آئے گا تو اس وقت باغیوں نے فرصت کو غنیمت گنا اور بی خیالات فاسد
کرنے لگے کہ علی قلی خان اپنی جمیعت کے ساتھ راہ لکھنؤ سے گنگا کے کنارہ تک تمام ولایات
پر تصرف کرے۔ بہادر خان۔ کرہ و مانپور میں آصف خان و مجنوں خان کی برابر جاکو۔

پادشاہ پنجاب کا بل سے فارغ ہو کر باغیوں کی سزا کے لئے آگے آنا۔

اسکندر خان و ابراہیم خان سرکار اودہ اور اسکے حدود پر متصرف ہو۔ پس یہ قرار دیکر وہ اس سے جدا ہوئے۔ سرکار قنوج میں شور و شہ پیدا کرنے کے لیے علی قلی خان روانہ ہوا۔ ان حدود میں کئی سردار ایسا نہ تھا کہ اسکے ساتھ جاگیردار یہاں کے متفق ہو کر فتنہ انگیزوں کا مقابلہ کرتے اس لیے یہ جاگیردار قنوج میں چلے گئے۔ جب علی قلی خان نے قنوج میں گرد و حادث اڑائی تو مرزا یوسف خان یہاں جاگیردار قلعہ شیر گدہ میں مختصن ہوا۔ خلافت پریشان ہوئی اس نے عرائض متواتر بادشاہ پاس بھیجی شروع کین۔

بادشاہ ایسا حق شناس تھا کہ رعیت کی آسودگی کو اپنی آسائش خیال کرتا تھا اور اپنی شادمانی خلافت کی رفاہیت سمجھتا تھا۔ پس جو شخص ایسے بادشاہ کی فرمانبرداری نہیں کرتا تھا وہ اپنی ہلاکت میں اہتمام کرتا تھا۔ خصوصاً وہ شخص کہ اس خاندان کا پروردہ نعمت ہو۔ اور اسی کے ذریعہ سے اسباب دنیوی و بزرگی ظاہری فراہم کیا ہو اس سے زیادہ کیا نامردی و نامردانگی و نامعاملہ فہمی ہوگی۔ کہ اپنے اسباب بزرگی کو ولی نعمت سے سرکشی میں صرف کرے۔ اسکی مثال علی قلی خان کا احوال ہے کہ جب بادشاہ نے آگرہ میں اسکی عصیان و طغیان کا حال سنا تو منعم خان خانمناں کو آگرہ اور اسکے حدود کی حراست سپرد کی اور دو ہزار ہاتھی اپنے ساتھ لیجانے کے لیے منتخب کیے۔ قباخان مظفر خان مرزا قلی قبیچ خان اور امر کو حکم دیا کہ جلد جا کر مرزا یوسف کی معاونت کریں جو قنوج میں گھر رہا ہو۔

سہ شنبہ ۲۶ شوال ۱۱۹۹ کو خود کوچ کیا۔

جب بادشاہ قصبہ سکنتیہ میں آیا تو علی قلی خان قنوج سے بھاگ کر اپنے بھائی بہادر خان پاس کٹرہ چلا گیا وہ آصف خان اور محبوب خان کی برافروختہ انگیزی کرتا تھا۔ بادشاہ لنگاپار قصبہ پونان میں آیا تو محمد قلی برلاس کو سردار بنا کر اور اسکے ساتھ نامور بہادر اور کارگزار دلاور کے ہم ذریعہ کٹرہ کو اسکندر خان سے لڑنے کے لیے بھیجا کہ وہ اودہ میں فتنہ برپا کر رہا تھا اور خود کٹرہ مانک پور کی طرف چلا۔ جب رائے بریلی میں آیا تو آصف خان اور محبوب خان کی عرائض آئیں کہ علی قلی خان اور اس کا بھائی گوالیار کے حدود میں گئے سے پار ہو کر جانا چاہتے ہیں۔ بجز اس خبر کے سننے کے بادشاہ

آگرہ سے جو پرمیادشاہ کا جائزہ لے کر آیا اور خان زمان اور بہادر خان کا قتل ہونا سیکھ کر

نے ایٹھار کا ارادہ کیا۔ امراج پادشاہ پاس تھے معلوم نہیں پست فطرتی سے یا کسالت سے یا تن پرستی سے یا اس لئے کہ باغیوں کا کام انجام پانے سے انکی خود فروشی کی کساد بازاری ہو اس ایٹھا پر راضی ہوئے۔ مگر پادشاہ نے ۹ ذیقعد کو قصبہ مذکور سے ایٹھا کیا۔ ایک رات اور آدھے دن میں وہ ماتک پور میں آیا۔ محب علیخان یہاں کا جاگیردار لازم خدمت بجالایا۔ لشکر پادشاہ کے ساتھ بہت تھوڑا بچہ سکا۔ آصف خان پادشاہ سے آملا۔ اس کو حکم ہوا کہ وہ اپنے لشکر میں جائے جو خان زمان کی برابر پڑا ہے۔ کچھ دیر نہ ہونی تھی کہ ہتھوڑا بیورہ کہ بڑا معتبر قاصد تیز رو تھا خبر لایا کہ علی قلیخان و بہادر خان پر گنہ سنگدور میں لنگا کا پل بانڈہ کرا تر گئے۔ پادشاہ نے اس خبر کے سنتے ہی راجہ بھگونت داس اور خواجہ جہان کو یہاں لشکر میں چھوڑا اور خود اتوار کے دن لنگا سے ہاتھی پر بٹھکر پار آترا۔ صرف گیارہ آدمی ساتھ تھے اور دو نامی ہاتھی تھے رات کو پادشاہ نے آرام کیا۔ قصبہ گرونگا لشکر ایک کوس پر تھا۔ اس وقت مجنون نان اور آصف خان بھی آگئے۔ مجنون خان تو رات ہی کو حملہ کرنے کو کہتا تھا۔ مگر آصف خان نے کہا کہ دن میں آدمی شرم چشم اور آرم رو کے سبب اچھی طرح کام کرتے ہیں پادشاہ کو یہ رائے پسند آئی۔

علی قلی خان اور بہادر خان اپنی خود کامی میں ایسے مغرور تھے کہ رات بھر شراب میں اڑائیں اور ناز و میکتے رہے اور بازی لٹک لٹک کھیلتے رہے۔ عجب یہ ہو کہ ان مستوں کے خیمہ میں ایک آدمی نے غل چاکر کہا کہ بادشاہ دریا سے عبور کر کے بیہمار لشکر لے کر آگیا ہے مگر انھوں نے جانا کہ آصف خان اور مجنون خان کے لشکر کی خبر دیتا ہے۔

سردی ایچہ میں جو پادشاہی فتح کا غرہ اور باغیوں کی عمر کا سلج تھا پادشاہ لڑنے کو تیار ہوا۔ اول پادشاہ ہاتھی پر سوار ہوا مگر ہوا گرم بہت تھی تو گھوڑے پر سوار ہوا۔ علی قلیخان اور بہادر خان بھی جنگ کے لئے تیار ہوئے۔ لڑائی ہوئی۔ باغیوں کو شکست ہوئی۔ وہ ایسے بے اوسان بھاگے کہ ان کو آگ چھچھ نہ دکھائی دیتا تھا۔ نہ تن کی خبر تھی نہ سر کی۔ بہادر خان کا گھوڑا چرنچ پا ہوا وہ زندہ گرفتار ہوا علی قلیخان کے تیر پر تیر لگا وہ ہاتھی سے گرا۔ ایک فیلبان نے اپنے ہاتھی کے پاؤں سے کچل ڈالا۔

اسی فیلیبان سے علی قلیخان نے کہا کہ میں بڑا آدمی ہوں اگر زندہ مجھے پادشاہ پاس لے جایگا تو بڑا
 انعام پائیگا۔ مگر اس نے مکار سمجھ کر کچھ خیال نہ کیا۔ پادشاہ علی قلیخان کا حال پوچھتا تھا کہ بہادر خان کو نظر
 بہادر پڑ کر پادشاہ کے رو برو لایا اسے پادشاہ نے کہا میں نے تیرا کیا کیا تھا جو یہ ملو اچھپرتو نے کھینچی۔
 نزامت اور نجات کے سبب سے اس کو کچھ اور جواب نہ بن آیا سو اے اسکے کہ اس نے کہا کہ احمد مد اس
 آخری وقت میں اس پادشاہ کا دیدار نصیب ہو اسکی ذات گناہوں کی عفو کرنے والی ہے۔ پادشاہ
 ہمیں چاہتا تھا کہ اس کو نیست کرے۔ مگر اولیاء و دولتمند نے بہت کہہ کر پادشاہ سے حکم دلایا کہ اس کے
 تن کو سر سے ملوار نہ ہلکا کیا۔ پادشاہ کو علی قلیخان کے حال دریافت کرنے کی طبری جستجو تھی۔ کوئی کہتا
 بھاگ گیا کوئی کہتا کہ لڑائی میں مارا گیا۔ جب اس کا فوجدار باغوان آیا تو اس نے کہا کہ اس کو باغی
 نے مار ڈالا۔ تو پادشاہ نے حکم دیا کہ ان تک حرام مغلوں کا سر جو لائے۔ تو وہ ایک مہر ظلا پائے۔
 اور جو ہندوستانیوں کا ایک سر لائے وہ ایک روپیہ انعام پائے۔ عوام سرون کے پیچھے
 دوڑے۔ علی قلیخان کا سر ایک شخص لایا اسکے خواجہ سرانے اسے پہچانا اور بتایا کہ وہ ہمیشہ پان
 بائیں دانتوں سے کھاتا تھا دیکھ لو کہ اسطرف کے دانت اس کے سیاہ ہوں گے اس کیکھنے سے
 یقین ہو کہ یہ اُسی کا سر ہے۔ پادشاہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور اولیاء و دولت جنھوں نے جان بچا
 اور حق گزاری کی تھی ان کو از یاد مناصب اور اعزاز سے مراتب سے سزا قرار کیا۔ فوجیاہوں کے ساتھ
 علی قلیخان و بہادر کے سرون کو اگرہ۔ دہلی۔ ملتان اور مالک محمد دہ میں بھیجا۔ یہ فتح حالہ پاس کے
 پاس قصبہ سکر اول میں ہوئی تھی وہاں ایک شہر آباد کر کے اس کا نام فتحپور رکھا۔ پھر پادشاہ آگیا اس
 گیا۔ راہ میں اور باغیوں کے جرم عفو کترایا۔ بہادر خان کی عورتیں اور پاترین پادشاہ کے ہاتھ آئیں
 بنارس میں پادشاہ گیا تو نادانی سے شہر کا دروازہ لوگوں نے بند کر دیا۔ اس لیے پادشاہ نے شہر کو
 کچھ لٹوایا تھا پھر منع کر دیا۔ شہاب خان کو جو نیو کی حراست کے لیے اور قلیچ خان کو سر ہر پور بھیجا۔
 یعنیہ اوزبک وہاں تھے۔ بنارس میں تین روز رہ کر پادشاہ جون پور میں آیا۔ یہاں کی رعایا
 کہ بہت دنوں سے لکھ کوپ میں آ رہی تھی انکے حال پر عنایت کی۔ پھر کڑہ میں وہ آیا پادشاہ نے

جاگیرداروں کو اپنی اپنی جاگیروں میں بھیجا۔ اور تمام خان خانانوں کو اگرہ سے بلایا بعض نامی باغی
پکڑے آئے وہ ہاتھیوں کے پیروں سے پکچلے گئے۔ بعد ازاں سب باغیوں کے معافی جرائم کا اہتمام دیا
اگرہ سے جب منٹخ خان کٹرہ کے قریب پادشاہ پاس آگیا تو اس کو تمام محال جاگیر علی قلیخان بہادر خان
اور جو پور و بنارس وغازی پور سے لے کر آب خوشاب تک تفویض ہوئے خود شاہ اگرہ میں انحراف
کو آگیا۔ فتح اکبر مبارک اسکی تاریخ ہوئی۔

اسکندر خان کے سر پر جو سپاہ سپرد کر دی محمد قلیخان برلاس بھیج گئی تھی اس کا احوال یہ ہے
کہ وہ کوچ کوچ یکشنبہ روزی الحجہ شہر اودہ کے میدان میں پہونچی اس لشکر کے آنے سے اسکندر خان
قطعہ اودہ میں متحصن ہوا۔ امر آنے اس کا محاصرہ کیا اور اپنے مورچل قائم کئے اور لڑنا شروع کیا
شہر کے پہلو میں ایک تل (ٹیلہ) بلند تھا جس کا نام سرگ دواڑی تھا اور وہ قلعہ و شہر دونوں کا
سرکوب تھا۔ اسکندر اپنے ہمراہیوں کی ایک جماعت کو اس مقام پر لے گیا اور وہاں توپ اور
سندوق سے لڑنا شروع کیا۔ اول اس مقام کو محمد قلیخان برلاس نے بڑی دیر سے اور جو انہری
سے چھین لیا جب اور بیک اس ٹیلہ سے نیچے گرے تو بڑے سرا سیمہ ہوئے۔ اس اثناء میں پادشاہ
کے لشکر کے فتح کی اور علی قلیخان اور بہادر کے قتل کی خبر اندراور باہر مشہور ہوئی جس سے
اولیاء دولت کا استظہار ہوا اور اعدا کی کمر ٹوٹی۔ اسکندر خان نے اس خبر کو غمی کیا گیا اس کا
اشتہار ہو گیا تھا۔ اور امر ارشاد ہی سے صلح کی گفتگو شروع کی اور اس میں رد و بدل ہوتی
رہی۔ اسکندر نے متذنب ہو کر اولیاء دولت کو حرف و حکایت میں لگایا اور خود رات کو
قلعہ کے ایک دروازہ سے نکل کر کشتی میں بیٹھ دریا سے عبور کیا اور گرداب خطر سے نیم جان
نکل گیا۔ جب اولیاء شاہی کو اس کے بھاگنے کی خبر ہوئی تو انھوں نے شہر پر قبضہ کیا۔ اسکندر
نے دریا میں اسطرن کشتیاں بہنیں چھوڑی تھیں۔ اس لیے پادشاہی لشکر کو تو ان کشتیوں کے
جمع کرنے میں دو تین روز کا توقف ہوا اس اثناء میں اسکندر نے اہل و عیال کی طرف سے خاطر
جمع کر کے پیغام بھیجا کہ میں اپنے عہد پر قائم ہوں۔ راجہ ٹوڈر مل کی اور اسکی ملاقات کشتی میں

اسکندر خان کے سر پر جو سپاہ سپرد کر دی محمد قلیخان برلاس بھیج گئی تھی

ہوئی مگر اس ملاقات کا نتیجہ نقشِ بر آب اور گرہ بر باد تھا۔ اولیسا دولت نے قسین کھانن اور لوازم استمال کو بجالائے مگر اسکندر اپنے قول پر نہ قائم رہا اور کہنے لگا کہ مجھ سے ایسی تعہد لیت سرزد ہونی چاہیے کہ پادشاہ کی درگاہ میں جانے کی دیر سی نہیں کر سکتا۔ مناسب یہ ہے کہ بوسیدہ استغفار جہرام کے میری جاگیر کو بحال کرادو اور کوئی خدمت اس صوبہ میں نامزد کرو۔ تاکہ نیک خدمتی کی دست آویز پر پادشاہ کی سعادت ملازمت حاصل کروں۔ غرض یوں ہی باتیں بنا کر وہ گورکھ پور چلا گیا۔ پادشاہ نے بھی یہ سمجھ کر کہ وہ ممالک محروسہ سے باہر چلا گیا اس کا کچھ بغرض نہ کیا اور اس کی تمام جاگیر محمد قلی برلاس کو عنایت کی۔

اسکندر خان اوزبک سلیمان کرانی حاکم بنگالہ پاس گیا۔ کچھ دنوں وہاں رہا۔ افغانوں نے اس کا اپنے پاس رکھنا مناسب نہ جانا اسکی گھات میں لگے کہ اسکندر خان نے منعم خان سے التجا کی جو کچھ مجھ سے ہونا دستگی میں ہوا۔ میں اس سے منجھل ہوں۔ اگر اس حاصی کی درگاہ والا میں غایت کرادیجئے تو اس دنیا میں میری زندگی ہو جائیو اور زندگانی باقی بھی ہاتھ آئے۔ منعم خان نے اس کے نوشتہ کو اپنی عرضداشت کے ساتھ پادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ پادشاہ نے فرمان اس کے امید ہونے کا بھیج دیا وہ خود اور یوسف ولد سلیمان اوزبک کو ہمراہ لیکر بلنار کر کے پادشاہ پاس چلا آیا۔ افغانوں کو خبر بھی نہ ہوئی۔ اسکی تعظیم معاف ہوئی۔ تھوڑے زمانہ میں ممالک مشرقیہ میں سرکا لکھنؤ سکندر خان کو عنایت ہوئی۔

سال دہم ۱۱۹۹ کے واقعات میں سے یہ ہے کہ پادشاہ نے حسن خان خزانچی کو ولایت اٹلیسہ میں کہ ہندوستان کے شرقی اور جنوبی سمت میں واقع ہے اور جس زمانہ سے کہ ہندوستان فتح ہوا ہے کسی سلاطین اسلام کا پر تو بھی سپر نہیں پڑا اور ولایت اٹلیسہ کے فرمان روا ہمیشہ باعتبار اقتدار کے ممتاز رہے خصوصاً راجہ کندو بال فعل یہاں فرمان روا کی کرتا تھا افغانوں کا تسلط جب سے کہ بنگالہ پر ہوا تھا ان کے دل میں اس ملک کے فتح کرنے کی تمنا تھی لیکن یلیسہ کی بُرائی۔ اس لیے کہ اسکے گرد بڑے بڑے عقبات خطرناک اور سخت و بلند پہاڑ اور جبل سخت دشوار

اسکندر کے پاس پادشاہ کے دربار میں قیام کرنا بھی دشوار

گزارتے کہ پادشاہ مون کو اس مملکت پر دست تصرف پہنچنا مشکل تھا اور اس سرزمین شکر لے جانا
 متعسر تھا جو شخص ولایت بنگالہ سے بھاگ کر گھلتا تھا کے راجہ پاس چلا جاتا پھر والی بنگالہ کے ہاتھ
 وہ نہ آتا پچانچہ راجہ کی پناہ میں ابراہیم سو گیا راجہ نے اٹریہ میں کچھ ملک اسکو دے دیا۔ ہر چند سلیمان
 کرانی نے اسپر تسلط پانے کے لیے سر ہٹا کر کچھ نہ کر سکا بلکہ اس سے ڈرنا رہا۔ جب پادشاہ جو نو
 میں تھا تو اسے حسن خان خزانچی کو اور مہا پاتر کہ فنون شاعری سے ماہر اور موسیقی میں بے مثل تھی ایسا
 راجہ پاس بھیجا کہ وہ اختیار کرے۔ راجہ نے ان دونوں کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور پادشاہ کی بندگی
 اختیار کی۔ اور بعینہ بھیجا کہ اگر سلیمان پادشاہ کی اطاعت نہ اختیار کرے اور علی قلیخان سے ارتباط
 پیدا کرے تو میں ابراہیم جو اس کا خصم و حویدا سلطنت ہے ساتھ لے کر بنگالہ میں جاؤں اور سلیمان کے
 لیے وہ کارپردازی کروں کہ اور فتنہ انگیزوں کو عبرت ہو۔ راجہ نے تین ہیستے کے بعد حسن خان اور
 مہا پاتر کے ساتھ اپنا ایچی اور باغی پیشکش بھیجی۔

خواجہ عبدالحمید خان دیوان قوم کا تاجیک تھا۔ اہل قلم کے طبقہ میں داخل تھا۔ مگر قلم سے سیف پر تھکا
 کیا تھا اور سیف و قلم کا جامع اور طبل و ظم کا صاحب ہوا تھا۔ خطاب آصف خانی رکھتا تھا۔ تیغ زنی میں
 ترک اس کا لوہا مانتے تھے وہ کٹرہ میں کہ ایک ولایت وسیع ہے جاگیر رکھتا تھا تو اس نے اپنی لڑائی
 اور کار طلبی کے سبب سے خود یہ ارادہ کیا کہ وسیع مملکت پہنچنے کو اپنے تصرف میں لائے۔ راجہ رہبان کا
 راجہ تھا مازنوں سے اسکے باپ دادا یہاں راج کرتے چلے آتے تھے۔ آصف خان نے اسکو نصائح احمد
 کے ساتھ یہ پیغام دیا کہ اب آپ کلاہ سہری کو سر سے اتاریے اور حلقہ عبودیت گوش اطاعت میں پہنچو
 مالک محروسہ کے خراج گزاروں میں اگر امن و امان سے کامیاب ہو جائے۔ غازی خان سوری کو جو
 پادشاہ سے باغی ہو کر آپ سے ملا ہے بھیج دیجئے۔ مگر راجہ اس اطاعت و عبودیت کی درخواست سے اور
 زیادہ مغرور ہو گیا اور جنگ پر آمادہ ہوا۔ آصف خان شاہ نہ سامان کے ساتھ اسکے سر پر
 چڑھ گیا۔ راجہ نے بھی غازی خان سوری کو ساتھ لیا اور زچہوت و افغانوں کا لشکر لے کر لڑنے کو
 کھڑا ہوا۔ طرفین کے لشکروں نے جنگ میں جان لڑائی بے اندازہ رد و گیر کے بعد آصف خان

خواجہ عبدالحمید خان دیوان قوم کا تاجیک تھا۔ اہل قلم کے طبقہ میں داخل تھا۔ مگر قلم سے سیف پر تھکا

غالب آیا۔ راجہ راجندر سنگست پاکر قلعہ باندھوین کہ بیان کے قلعوں میں سب سے زیادہ مستحکم ہے مختصر ہوا
بہت غنیمت پادشاہ کے لشکر کے ہاتھ لگی اور نامور راجاؤں کی استمداد اور استفسار سے پادشاہ
کافرمان صادر ہوا کہ راجہ راجندر نے ہماری اطاعت اختیار کی ہے اور وہ ہمارے پاس آئے کوہ
اس لیے اسکے ملک پر کوئی تاحخت نہ کرے اس فرمان کے مطابق آصف خان وہاں سے مراجعت
کر کے اپنی جاگیر میں آیا۔

خواجہ عبدالحمید آصف خان نے اپنی حسن خدمت سے ولایت گڈہ کو تھوڑے اہتمام سے فتح کر لیا
ہندوستان میں ممالک وسیع ہیں ان میں ایک ملک گوگڑوانہ کہتے ہیں جس میں قوم گوگڑ
بستی ہے۔ اس قوم میں آدمیوں کی تعداد کثیر ہے۔ اکثر وہ جنگوں میں رہتے ہیں۔ یہیں وہ توطن
اختیار کر کے اہل و مشارب و مناکح میں سرگرم رہتے ہیں۔ یہ قوم ہندوؤں کی ردیل قوموں میں
ہے۔ ہندو اس قوم کو دین و دنیا کے قوانین اور آداب سے باہر جانتے ہیں اور کین ذات سمجھتے
ہیں۔ اس ولایت کے مشرق میں رتن پور کہ ولایت جھاڑکھنڈ میں سے ہے متصل ہے
اس کے مغرب کو اتصال رائے سین سے ہے جو عوبہ مالوہ کے مضافات میں سے ہے اس کا
طول ڈیڑھ سو کوس ہے اسکے شمال میں ولایت پٹنہ ہے اور جنوب میں دیاردکن عرض اسی
کوس۔ اس ملک کو ولایت گڈہ کہتے ہیں۔ ایک ملک وسیع ہے جس میں بڑے بڑے قلعے و
حصن بلند واقع ہیں اور شہر و قصبات آباد ہیں۔ ستر ہزار دھات اس میں بستے تھے۔ سب شہروں
میں بڑا شہر گڈہ ہے اور کنگ گ ایک گاؤں کا نام ہے۔ ان دونوں اسموں کے ساتھ ملکر یہ ملک
موسوم ہوا ہے اس کا دار الحکومت قلعہ چول گڈہ ہے۔ پہلے زمانہ میں بیان راجہ ایک نہیں ہوتا تھا
بلکہ بہت سے راجا دارے راج کرتے تھے۔ اب بھی گو نظرم نسق سابق درہم و برہم ہو گیا ہے اترو
راجہ ہیں۔ گڈہ کا راجہ۔ کرولا کا راجہ۔ ہریا کا راجہ۔ سلوانی کا راجہ۔ دانکی کا راجہ۔ کھولا کا راجہ۔ گڈہ
کا راجہ۔ مندلا کا راجہ۔ دیوہار کا راجہ۔ لانجی کا راجہ۔ سپاہ اس ملک میں زیادہ تر پیادہ ہوتی ہے
اور سوار کم۔ ہندوستان میں جب سے مسلمانوں کی حکومت ہوئی تو انھوں نے ان راجاؤں کے

خواجہ عبدالحمید آصف خان کا ولایت گڈہ فتح کرنا چاہا

مستحکم قلعوں کے منسوخ کا ارادہ کیا۔ خیال تک نہیں کیا ان دنوں میں کہ آصف خان جاگیردار کی طرح
 ہوا ولایت پنہ کو فتح کیا۔ تو اس ملک میں رانی درگاؤتی راج کرتی تھی۔ شجاعت و سخاوت و
 تدبیر میں نامور تھی اور اپنی صفات برگزیدہ کے عیب سے سارے ملک کو اپنی قلمرو میں رکھتی تھی۔
 ۲۳ ہزار آباد موضع اسکے تصرف میں تھے۔ بارہ ہزار موصوعوں میں اسکے شہدار (تحصیلدار) رہتے
 تھے اور باقی موضع آباد تھے جن کے راجہ سب اسکے مطیع تھے۔ اس کا شوہر بیان کاراجہ دلپت تھا
 جب وہ مر گیا تو اس کا بیٹا میر نازین پانچ برس کا جانشین ہوا۔ اور رانی درگاؤتی نے راجہ اھارنگا
 اور راجہ مان برہن کو اپنے ساتھ مشرک کر کے راج کے سارے کاروبار کا اہتمام اپنے ذمہ لیا
 جنہیں وہی غالب رہی۔

لوازم شجاعت میں وہ کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتی تھی اپنی عقل دورانہ پیش سے عیب عیب کام
 کرتی تھی۔ باز باد سے بہت دفعہ ٹری ٹری لڑا بیان لڑی اور ہر ایک حرب میں غالب رہی۔
 میں ہزار سوار ایک ہزار تھی اپنے پاس جمع کر لیے سارے راجاؤں کے خزانہ اسکے ہاتھ آئے تھو
 بندوق خوب لگاتی تھی۔ ہمیشہ شکار کو جاتی تھی اور جانوروں کو بندوق سے شکار کرتی تھی یہ اسکی
 عادت تھی کہ جب وہ سنتی کہ کہیں شیر آیا ہے تو جب تک اس کو بندوق سے نہ مار لیتی پانی نہ پیتی
 غرض اسکی بزم اور رزم دونوں کی داستانیں ہندوستان میں بہت مشہور ہیں خوشامد گویوں کے سبب
 اس کو اپنی ظاہری کامروائی پر غرور ہو گیا تھا۔

جب آصف خان نے پنہ کو فتح کیا تو درگاؤتی کو اپنے لشکر و شجاعت و عقل پر ایسا بھروسہ تھا
 کہ وہ اپنے زبردست ہمسایہ سے ذرا خوف نہیں کرتی تھی۔ آصف خان نے اس ہمسائیگی کی حالت
 میں ملائت و ملائت کا طریقہ جاری رکھا۔ جاسوسوں اور ہوشیار تاجروں کو بھیج کر اسکے مدخل
 و مخارج کا واقعی حال دریافت کر لیا کہ اس رانی کے پاس بہت خزانہ اور دھنیں ہیں تو اس پر بلا در
 عروں کے ہم آغوش کرنے کا اور اس کے ساتھ کہ خدا ہوئے کا خیال وہ دل میں ملایا اول لہو
 و لعب کے طور پر اس شہاد کے خط و خال پر دست اندازی شروع کی اور سرحد کے موضع و قریات کو تاخت

و تاراج کرنا آغاز کیا۔ اسی سال ۹۸۰ء میں پادشاہ کے حکم سے دس ہزار پیادے اور سوارے گزگڑہ کی تسخیر
 کا ارادہ کیا۔ اور حدود کے جاگیرداروں، محل خان و مرادخان و وزیرخان و بابائے قشقال وغیرہ اور ایک عت
 کثیر کو جمع کیا۔ رانی کامرانی کے ساتھ بے خبر راج کر رہی تھی کہ اس کو خبر لگی کہ لشکر شاہی دموہ میں پہنچا
 اسکی علمداری میں یہ بڑا شہر تھا۔ اس سے اسکی کلول میں غلہ... لگا لشکر اس کا گرد آوری کے لئے
 اور اپنے اہل و عیال کو کسی یامن میں پہنچانے کے لئے متفرق ہوا۔ رانی پاس پانچ سو آدمی رہ گئے۔ اسپر
 بھی رانی اپنی جرات پر اعتماد کر کے پادشاہ کے لشکر کے مقابل لڑنے لکھری ہوئی غور کا قاعدہ ہو کہ
 تھوڑا پیداکر دیتا ہے۔ راجا و دھار نے جو اشغال حکومت کا تکفل تھا خیر اندیشی سے رانی سے اپنے لشکر
 کے متفرق ہونے کا اور شاہی لشکر کے متفرق ہونے کا اور شاہی لشکر کے زیادہ ہونے کا حال بیان
 کیا تو رانی نے جواب دیا کہ اس لشکر کا برہم زدہ ہونا تو تیری بیوقوفی کے سبب سے ہے۔ میں نے مدتوں
 اس دیار میں ریاست کی ہے۔ بھلا میری طبیعت میں بھاگنے کا خیال کب آ سکتا ہے بعزت جینے
 سے باعزت مرنا خوشتر ہے۔ اگر پادشاہ وادگر بیان ہوتا تو میں اس پاس جاتی۔ یہ لوگ میری قدر
 کیا جانیں۔ یہی بہتر ہے کہ جو ائمہ و مراد و نہ چار منزل وہ پادشاہ کے لشکر سے لڑنے چلی تو دو ہزار آدمی
 اس پاس جمع ہوئے۔ آصف خان نے دموہ میں توقف کیا۔ اعیان دولت نے رانی سے متفق ہو کر کہا
 کہ جنگ کرنا مستحسن ہے۔ مگر مشرتہ تدبیر کو ہاتھ سے دینا شجاعت و فزرائگی کا بین نہیں ہے۔ چند روز
 مضبوط مقاموں میں ٹھہر کر انتظار کرنا چاہیے کہ متفرق ان کے جمع ہو جاوے۔ رانی یہ بات سُکر گڑھ کے
 مغرب رو یہ ایک درخت زار میں چلی گئی۔ شمال رو یہ اسکے ایک اور درخت زار تھا اس میں وہ آہستہ آہستہ
 روانہ ہوئی اور موضع نری میں کہ گڑھ کے مشرق رو یہ ہو پہنچی وہاں آدمیوں کی درآمد و برد و شوار قبی۔ چار و نظرت
 اسکے اونچے اونچے پہاڑ تھے ندی گوار اسکے آگے تھی ایک جانب اسکے دریاؤں زیادہ بہتا تھا۔ نہایت تنگ و لٹاک
 ایک گریوہ تھا جس کو دریا پار جا کر طے کرنا پڑتا تھا تو اس وضع پر ساری ہوتی تھی آصف خان دموہ میں رانی کے آنے
 کی خبر سُکر ٹھہرا۔ اسکو نہ معلوم ہوا کہ رانی کہاں غائب ہو گئی یہ ملک ایسا تھا کہ سب میں کسی کا پتہ لگانا دشوار تھا
 آخر وہ گڑھ میں آیا موضع و قریات پر عمل دخل شروع کیا۔ رانی کی خبر پا کر اسکے پیچھے گیا۔ اسکی رانی کو خبر ہوئی

تو اس نے اپنے لشکر کے سرداروں کو بلا کر مشورہ کیا کہ اگر کسی اور جگہ جانا مصلحت ہو تو بتاؤ کہ لشکر کے جمع ہونے تک وہاں بس کر دوں۔ میرے دل میں تو یہ ارادہ ہو کہ تب تک دینتوں کی پناہ میں بسر کر دوں۔ میدان جنگ میں چل کر بسر کروں جس کا جی چاہے میرے ساتھ چلے اور نہیں اپنی راہ لے میری طرف سے اس کو اجازت ہو۔ لڑائی میں ان دو صورتوں کے سوا کہ مرنا ہے یا فتح پانی کوئی اور تیسری صورت نہیں ہے آخر سب آدمیوں نے اس کا ساتھ دیا۔ پانچ ہزار آدمی اس پاس جمع تھے۔ نظر نچھاور آتی محمد نے اور بہادر وں کی جمع کثیر نے سرگرویہ کو کہنے کی جگہ تھی بزور لے لیا۔ رانی سلاح و ہتھیار معذور برسر ہاتھی پر سوار اپنے بہادر وں کے ساتھ جنگ پر مستعد ہوئی۔ شالستہ طور پر آہستہ آہستہ روانہ ہوئی۔ دلیروں اور دلاور وں سے کہتی تھی آگے بہت تیز نہ پڑھو۔ دشمن کو آگے آنے دو۔ غرض ایک جنگ عظیم ہوئی۔ بہت آدمی مارے گئے تین سوغل قید ہوئے۔ اور رانی قلبہ کر بھگور وں کا تعاقب کیا۔ اور گڑھ سے باہر آئی۔ دن ختم ہونے کو تختار رانی لے پوچھا کہ کیا صلاح ہے۔ ہر شخص نے اپنی مردانگی کے موافق بات کہی۔ رانی نے کہا کہ آج ہی کی رات شب خون مار کر دشمن کا کام تمام کرنا چاہیے۔ اگر یہ نہیں منظور تو رات کو آرام کر کے صبح کو آدھ جنگ ہوں۔ مگر اس میں بیخوف ہے کہ اس گرویہ کے سر پر آصف خان قبضہ کر لے گا۔ تو چالاکا دے گا۔ پھر آسان کام مشکل ہو جائے گا۔ کوئی اسکی صلاح سے متفق نہوا۔ وہ رات کو ٹھیرے۔ رانی نے ماتم رسید وں کو پرسیہ دیا گھڑائی تو بعض اپنے دلی دوستوں سے شجون مارنے کے لیے کہا۔ مگر کسی نے اس کا کہنا مانا صبح کو وہی ہوا جو اس نے کہا تھا۔ رانی یا تھی پر سوار ہوئی اور ہاتھیوں کو اپنے اپنے مقام پر کھڑا کیا اور لڑنا شروع کیا مروانہ حملے کیے عجیب کا زانے دیکھائے تیسرے پہر تک ہنگامہ جنگ گرم رہا۔ رانی کے بیٹے راجہ بیرساہ نے تین دفعہ پادشاہ کے لشکر کو بھگا دیا۔ مگر آخر کو وہ زخمی ہوا جب رانی کو بیٹے کا یہ حال معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ اسکو میدان جنگ سے لے جا کر کسی مامن میں بھیج دین۔ اس حکم کی تعمیل سے لشکر دین سے ایک جماعت کثیر میدان جنگ سے نکل گئی اور لشکر فتنہ پڑا۔ تین سو آدمی اس پاس رہ گئے مگر اسکے عزم میں کچھ سستی نہیں ہوئی اپنے بہادر وں کو جنگ میں سرگرم کر کے اہتمام کرتی

تھی کہ آگاہ کمان کے فضا خانہ سے ایک تیرا سکی کینٹی میں لگا۔ اسے حرکت کر کے اس تیر کو زور سے کھینچ کر نکال لیا مگر اس کا پیکان اندر رہا وہ نہ نکلا۔ دوسرا تیر آن کر گردن میں لگا۔ اس کو بھی اپنی ہمت سے نکال لیا۔ مگر در کی افراط سے غشی نے غلبہ پایا جب رفتہ رفتہ ہوش میں آئی تو ادھار کو کہ جو قوم سے بگیلا تھا اور شجاعت اور کھیتی میں امتیاز رکھتا تھا اور اسکے آگے ہاتھی پر بیٹھا تھا اس نے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے اسلئے تجھے تربیت کیا تھا کہ کسی دن کام آئے آج وہ دن ہو کہ جب تک میں غلبہ ہوئی ہوں مبادا ناموس و ننگ میں مغلوب ہوں اور مخالفت کے ہاتھ لگوں حتیٰ تک ادا کر۔ اور اس خیر آبدار سے میرا کام تمام کر۔ ادھار نے کہا کہ مجھ میں کمان تو انانی ہے کہ اس کام کو کروں جس ہاتھ نے عطیہ لئے ہوں وہ ایسا کار و دراز کا رکب کر سکتا ہے۔ مگر ہاں مجھ سے یہ ہو سکتا ہے کہ اس معرکہ جانکاہ سے باہر لے جاؤں۔ اس فیصلہ باورفتار پر مجھے بھروسہ ہے۔ جب ادھار کی نرم بولی کی یہ بات سنی تو اسے دشنام اس کو دی کہ بھپھر یہ عار تو گوارا کرتا ہے اور خنجر لے کر اپنا کام تمام کیا مگر وہ اس دنیا سے رخصت ہوئی اور اس کے وفادار دوستوں نے بھی وفاداری کر کے اپنی تقدحیات کو اس کے کام میں صرف کیا۔ آصف خان کو ایک فتح بزرگ حاصل ہوئی ہزار ہاتھی اور بہت سامان ہاتھ آیا۔ ملک وسیع ممالک محروسہ میں داخل ہوا رانی کی مدت حکومت سولہ برس تھی۔ جب رانی کی حکومت رانی ٹھنڈی ہوئی آصف خان نے دو مہینے کے بعد قلعہ چوگا گڑھ کی تیغ کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ۔ دفائن۔ نفاس جو اہر سے بھرا ہوا تھا۔ پہلے راجاؤں کے زمانہ درازی کی کمائی بہان اندوختہ تھی جسکو وہ اپنی سلامتی کا سبب سمجھتے تھے اب وہ ہلاکت کا سبب ہوئی پادشاہ کی سپاہ نے ان خزانوں کی طمع میں قلعہ کے فتح کرنے میں جان لڑا دی۔ رانی کا بیٹا کہ جنگ گاہ سے یہاں قلعہ میں آیا تھا کچھ تھوڑا سا لڑا تھا کہ قلعہ فتح ہو گیا۔ اور راجہ مر گیا۔ بھوج کا تہلہ اور میان بھکاری رومی کو ہندوستان کے راجاؤں کی رسم کے موافق جو برہمنوں کی رسم کا اہتم مقرر کیا۔ چوتھے مہینہ خوش و رون اور اس قسم کی چیزیں جمع کیں اور خواہی خواہی عورتوں کو اس میں دھکیل خاکستر کیا جس کسی عورت نے اس میں تقا دیکھا اسکو بھوج نے مار ڈالا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جب یہ خبر من گھ سب

خاکستر ہو گیا اور اس کو ٹھوٹا نو دوا دی زندہ نکلے۔ لکڑیاں اُن پر ایسی جاہل ہوئیں کہ آگ سے بچا دیا۔ ایک اُن میں رانی کی بہن کملادتی اور دوسرے پر اگڑہ کے راجہ کی بیٹی تھی یہ دونوں عورتیں کھٹوان آتش سے زندہ بچیں پادشاہ کی خدمت میں بھیج گئیں۔

القصد جب قلعہ فتح ہوا تو سونا چاندی زر مسکوک وغیر مسکوک و مرصع آلات و جواہر و لالی و سیاہ کل و مثیل و اصنام مرصع مکمل۔ جانوروں کی صورتیں ساری سونے کی بنی ہوئیں۔ اور اور نفائس و اجناس کھانا آصف خان اور اسکے آدمیوں کے ہاتھ آئے۔ کہتے ہیں کہ آصف خان کے فقط حصے میں نہوا دیں۔ اشرفیوں کی سوار اور بہت اسباب کے ہاتھ آئیں۔ جب آصف خان کو ایسی دولت ہاتھ لگی کہ جس سے وہ صاحب خزان و جواہر ہو گیا تو اس کا اعتبار بہت بڑھ گیا۔ مگر اسکی عقل درست نہ تھی اس بادہ ہوش ربانے اسکا حوصلہ ظاہر کر دیا کہ ان نفائس اجناس و شرف جواہر میں سے پادشاہ پاس کچھ نہ بھیجا۔ اس میں نہ احلاص تھا نہ انصاف نہ یہ سمجھا کہ اس حرکت سے میرا دبا آئینہ گارزار ہاتھ نہیں سے دو سو پادشاہ پاس بھیجے۔ باقی ہاتھیوں کو ہضم کر گیا اور ساری دولت و جواہر کو خاک پوش کیا۔ اور کرٹہ اور گرٹہ میں کیہ لگا کے حکومت کرنے لگا۔

جب پادشاہ تیسری دفعہ علی قلیخان زمان کی تادیب کے لئے جونپور کی جانب گیا تو اس نے صفیان کو بلایا وہ پادشاہ سے آن کر جونپور میں ملا۔ پادشاہ نے اسکو سپاہ میں منصب اجنبہ و پایہ عالی دیا۔ مگر خیانت گزین کو ہمیشہ خوف و اندیشہ رہتا ہے وہ فتنہ اندوزوں کی باتوں میں آنکر گڑھ کو بھاگ گیا اس نے اپنی کوتاہ خردی اور خست نفس و کفران نعمت کے سبب سے چوڑا گڑھ کے خزانوں کو چھپایا تھا۔ ہر چند اہلکاران سلطنت کو وہ رشوت دیتا تھا۔ مگر ان حریصوں کا پیٹ تو خاک سے بھی نہیں بھرتا اس لئے یہ رشوت کام نہ آئی۔ یہ رشوت خوار ہیشہ اس کو رمز و ایام میں ایسی باتیں سناتے رہتے تھے جس سے اس کو تو ہر دم رہتا۔ اندون میں کہ لشکر شائستہ پادشاہ نے اسے عنایت کیا تو بڑے بڑے آدمیوں کو اسپر ہر خوا۔ تسویات و تذویات میں کوشش کرنا ان کا کام ہی ہوتا ہے۔ اسکے ناقص درک میں تا فہم فتنہ اندوز دوستوں نے ایک بات کی ہزار باتیں دو رو بہ بنائیں کہ جن سے وہ بے دل ہوا

روز یکشنبہ ۲۰ صفر ۹۶۹ کو اپنے بھائی وزیر خان کے ولایت گڈہ کی طرف چلا اور سب اسباب و
خیمہ ہمیں چھوڑ دیا۔ پادشاہ کو جب یہ خبر ہوئی تو شجاعت خان کو مع اور بہادران کے اسکے تعاقب میں
بھیجا۔ لنگا کے کنارہ پر اسکی آصف خان سے خوب بندوبست چلی۔ گزرات ہو گئی تھی اس کو آدم خان
گڈہ کو بھاگ گیا اور شجاعت خان اس کا تعاقب مشکل سمجھا وہ پادشاہ پاس چلا آیا۔

جب پادشاہ اگرہ میں آیا تو اس نے آصف خان کی جو پور سے بھاگ جانے کے سبب مہدی قاسم خان
کو ملا گڈہ کی حراست کے لیے متعین کیا کہ وہ جا کر وہاں بندوبست کرے اور آصف خان کو کچھ کر بھیجے
مہدی قاسم خان شاکستہ آئین کے ساتھ شکرے کر کے چلا تھا اور ہنوز گڈہ میں نہ پہنچا تھا کہ آصف خان
خبردار ہو کر تختہ و تاسف کے ساتھ ولایت گڈہ کو چھوڑ کر حشیوں کی طرح جنگل کو چلا گیا۔ مہدی قاسم خان
گڈہ پر باسنتلال متصرف ہوا اور آصف خان کے پیچھے پڑا۔ علی قلی خان ہمیشہ اس تیسیر میں رہتا تھا
کہ آصف خان کو اپنا دوست بنائے رکھے اس نے اس حالت میں اسکو خطوط لکھے۔ وہ مع اپنے

بھائی وزیر خان کے جو پور میں علی قلی خان سے جا ملا۔ مہدی قاسم نے ولایت گڈہ کا انتظام کر لیا
جب علی قلی خان کی کمند خدایت اور دام صحبت میں آصف خان پھنس گیا تو اس کو یہ صحبت خوش آئی
اور علی قلی خان کے تکبر بجا اور ترغیب سے وہ ریبہ خاطر ہوا۔ علی قلی خان طمع سے اسکے اموال
کی تاک میں لگا۔ آصف خان بھاگنے کی فرصت پانے کا منظر رہتا تھا۔ اس اثنا میں علی قلی خان
آصف خان کو بہادر خان کے ہمراہ بھیجا۔ وزیر خان کو اپنے پاس رکھا۔ وزیر خان نے حقیقت حال
اپنے بھائی کو لکھی اور دونوں بھائیوں نے مل کر ٹھیکر لیا کہ کب فرار کریں گے۔ ایک رات بہادر خان سے
آصف خان نے جدا ہو کر کڑھ مانا پور کی راہ لی۔ اور وزیر خان بھی اسی راہ پر جو پور سے بھاگا۔ بہادر خان
کو جب آصف خان کا حال معلوم ہوا تو اس نے تعاقب کیا اور قلعہ چنادرہ پر اسے جالیا۔ دونوں بین لڑائی
ہوئی۔ آصف خان شکست پا کر فرار ہوا۔ بہادر خان نے اس کو عماری دار فیل پر سوار کر کے روانہ
کیا۔ بہادر خان کے آدمی تو لوٹنے میں لگے کہ وزیر خان اور اس کا بیٹا بہادر خان ان مہینچے اور انھوں
نے مستعد ہو کر بہادر خان کے آدمیوں کو پریشان کر دیا۔ بہادر خان نے حکم بھیجا کہ ہاتھی پر آصف خان کا

مہدی قاسم خان کا ولایت گڈہ میں مقیم ہونا

آصف خان کا تصور مسافرت ہونا

کام تمام کرین۔ دو تین تلواریں اُسکے گین اور تین انگلیاں اسکی اور گین اور ناک پر زخم یا کہ اسکے بھائی اور بیٹے نے ایسی بہادری کی کہ اس کو چھڑا لیا اس کا رزار میں بہادر سپہر وزیر خان نے بڑے کاغیاں کئے۔ یہ سب حدود و کٹرہ میں آگئے آصف خان نے پادشاہ کی خیر خواہی کا سچے دل سے ارادہ کر کے اپنے بھائی وزیر خان کو مظفر خان پاس اس وقت بھیجا کہ پادشاہ پنجاب کو جاتا تھا مظفر خان نے پادشاہ سے عرض معروض کر کے اسکی تعصیرات کو معاف کرایا۔ اور آصف خان کے نام فرمان بھجوا یا۔ کہ وہ بالفعل حدود پاکپور میں مجنون خان قاتل کے ساتھ رہے اور جب ہم آگرہ میں آئیں تو وہ ہماری خدمت میں حاضر ہو۔

پادشاہ کی نیت درست و اندیشہ راست سے ہبات ملکی و مالی مربوط ہوتے ہیں۔ جو پادشاہ صاحب اقبال ہوتے ہیں وہ شوکت ظاہری اور عظمت معنوی سے اپنے تئیں بھول نہیں جاتے وہ دلوں کے آباد کرنے میں سعی کرتے ہیں خود و بزرگی کی رفاہیت میں اپنی ہمت لگاتے ہیں۔ اور ذاتی دولت مند سے بقدر گنجائش مطابق اپنی نیت کے عمل کر کے اہل جہان کے پاس بان ہوتے ہیں۔ ایز و دانا ایسے پادشاہوں کے کام بناتا ہے اور دولت اور عظمت انکی بڑھاتا ہے اور ان کے مخالفوں کو دہشت سے آزار پہنچا کر اور اقسام نکبت اور انواع نکبت میں گرفتار کر کے معدوم کرتا ہے جن کا باطن دنیا کی ہوا و بوس سے خراب ہوتا ہے ان کے لیے برخلاف نتیجے پیدا ہوتے ہیں اس کا چرلغ دولت شدہ نفس کی طرح کم بقا۔ نہال اقبال اس کا سایہ درخت کی طرح زود زوال ہوتا ہے۔ اسکی مثل ہم آگے بیان کرتے ہیں۔

لکھنؤ کا ملک دریا سند اور دیار بہت کے درمیان پہاڑوں کے غاروں و گھاٹیوں اور شعاب و قلال کے درمیان واقع ہے۔ کوہ سواک سے لیکر کشمیر کی حدود تک انھیں کا ملک گنا جاتا ہے اس ملک میں ہمیشہ انھیں کا تسلط رہا۔ گوسلاطین ہند نے لشکر گران اور استغداد و فراوان سے مددوں تک اس ملک کی اہمیت میں صرف کیا ہے اس کا حال پہلے بہت دفعہ لکھا گیا ہے مگر اس زمانہ میں پادشاہ کی حسب وخواہ یہ کام ہو گیا اور ملک اُسکے تصرف میں آگیا جس کا بیان آگے ہوتا ہے کہ

ملک لکھنؤ کا پادشاہ کا فریضہ

قوم گھمڑ ہیشہ سے خاندان تیموری کی دولتخواہی اور یکجہتی کا دم بھرتی تھی۔ اس لیے بادشاہ کی توجہ اس ملک کی تسخیر کی طرف نہ ہوتی تھی۔ سلطان آدم پادشاہ کی خدمت میں ۹۶۲ء میں حاضر ہوا تھا اور اپنے ملک کی حکمرانی کا فرمان لکھا کر لے گیا تھا۔ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ سلطان آدم کا بھتیجا کمال خان کسی طرح سے گوالیار کے قیدیوں میں سے بچا تھا اور حضرت جنت مکانی کی خدمات بجالاتا تھا اور خان زمان خان جسوقت پسر عدلی سے لڑا تھا تو وہ سرکار لکھنؤ اور پرگنہ ہسودہ اور فتحپور اور اورنگال جاگیر میں رکھتا تھا حکم پادشاہی سے جمعیت شائستہ ہمراہ لے کر وہ شریک خدمت ہوا اور اس جنگ مرد آزار میں اس سے کارنامے ظہور میں آئے۔ جب پادشاہ کو اس کا سچا حال معلوم ہوا تو پادشاہ نے کمال عنایت سے فرمایا کہ جو اس کا مقصد ہوا پناہ عرض کرے ہم اسے پورا کر دیں گے تو اس نے عرض کیا کہ مجھے میری حیثیت سے زیادہ حضرت شہنشاہ نے عافیت فرمائی۔ اب جب وطن کے سبب سے یہ آرزو ہے کہ مجھے میرے باپ کا ملک ملجاوے جب سے میں ناکام ہوا اور سلیم شاہ کی قید میں پڑا۔ میرے ملک موروثی پر میرا چچا آدم متصرف ہوا۔ اس غم سے ہزاروں غم میرے دل میں ہیں۔ پہلے خاندان سور کی تاریخ میں ہم نے اس قوم اور سور افغانوں کی معاملات بیان کر دیے ہیں۔

جب کمال خان نے اپنی ناکامی کو معروض کیا اور اپنے توطن قدیم کے لیے اتنا س کیا تو پادشاہ نے یہ حکم جاری کیا کہ گھمڑوں کی جو ولایت سارنگ خان کے تصرف میں تھی اور اب وہ سلطان آدم سے ہے اس کے دو حصے کیے جائیں اور ایک حصہ اس کو حوالہ کیا جائے دوسرے حصے پر کمال خان متصرف ہو پنجاب کے جاگیرداروں کو حکم ہوا کہ اگر سلطان آدم اس حکم سے سرتابی کرے تو اس ولایت میں پنجاب کے افواج جا کر اسکی نافرمانی کا پاداش کرے ہر اسکی گود میں رکھے کہ اور وحشی سرشت صحرا پروردن کو عبرت ہو۔ کمال خان اپنے مقصد حاصل کرنے کے لئے پنجاب میں آیا۔ پادشاہ کے فرمان کے مطابق امرا عظام نے سلطان آدم سے حکم شاہی گذارش کیا۔ اس نے پادشاہ کے حکم کو نہ مانا اور غدر بنترازگنہ پیش کئے اور اپنے تسلط مستعار سے ہاتھ نہ اٹھایا کہ کمال خان اپنے ملک موروثی پر کامیاب ہوتا۔ امرا نے فرط احتیاط سے پادشاہ سے یہ حال عرض کیا تو از سر نو حکم شاہی صادر

ہوا کہ گو سلطان آدم نے اول مرتبہ رابطہ عہدایت کو توڑا مگر اس سبب سے کہ عنایت پادشاہی
اس پر چلی جاتی ہے اگر اپنا آدم ملک اپنے برادر زادہ کو دیدے تو آدم ملک اس پاس رہنے دو۔ اگر
وہ ایسا ہی اپنی نافرمانی پر ثابت قدم رہے تو اسکی تادیب کے لئے کمال خان کو سارا ملک
دلا دو۔ سلطان آدم نے پھر سرکشی کی۔ افواج شاہی اس کے سر پر چڑھی۔ قصبہ ہیلان میں ایک
جنگ عظیم ہوئی گکھرون کی سرشت میں جرات و جلالت داخل ہے۔ جلال و قتال واقع ہوا۔ مگر
آخر کو پادشاہی شکست کھوئی۔ اور ان صحرائی وحشی نژادوں کو ہزیمت ہوئی۔ سلطان آدم دستگیر
ہوا اور اس کا بیٹا لشکر می خان بھاگ کر کشمیر گیا اور کچھ دنوں گننام رہا۔ تھوڑے دنوں بعد وہ بھی
اسیر ہوا۔ گکھرون کا تمام ملک پادشاہ کے قصبہ میں آیا۔ وہ کمال خان کو بلا استقلال دیا گیا۔ سلطان
آدم اور اس کا بیٹا اس کے حوالہ ہوا۔ اس نے بیٹے کو تو وہاں بھیجا جہاں سے کوئی آئینہ سکتا اور باپ
جہنک نہ مراقبہ سے نہ چھوٹا۔ اگر وہ پادشاہ کے حکم کی اطاعت کر کے آدھے ملک پر قناعت کرتا
تو کل ملک سے محروم نہ ہوتا۔ اس نافرمانی نے اس کو اور اس کے خاندان کو برباد کر دیا۔

دارالخلافہ آگرہ سے تیس کروہ پر ایک قصبہ سکینہ تھا اسکے دہات کے باشندے بڑے سرکش خصوصاً
پرگنہ ٹھکینہ کے آٹھ موضعوں کے باشندے سرکشی۔ زردی۔ آدم کشی۔ بے باکی و بے اعتدالی میں
اپنا جواب نہیں رکھتے تھے وہ خود کھوٹے تھے اور ان کے خال و مساکن قلعہ تھے۔ تہو جسکو نادان
مرداگی کہتے ہیں وہ ان میں تھا۔ ہمیشہ حکام و عمال ان کے بیدار کے ہاتھ سے فریاد کرتے تھے ۹۶۹
میں پادشاہ بہان شکار کھیلنے آیا۔ تو ایک برہمن حاکم نامی فریادی آیا کہ یہاں کے آدمیوں نے
میرے بیٹے کو مار ڈالا ہے اور اس کا اسباب لوٹ لیا ہے۔ اس مظلوم کی نالائش سنکر اس فرقہ
متمردہ کی تادیب کے لئے جھکو خود پادشاہ گیا تو وہ سرکش بھاگ کر موضع پر وکھ میں پہنچے یہاں پادشاہ
نے پہلے اپنے آدمی بھیج کر نہائش کرائی کہ راہ راست اختیار کریں مگر انھوں نے نہ مانا اور موضع
کو مستحکم کر کے جنگ کے لیے کھڑے ہوئے۔ انکی جمعیت چار ہزار آدمیوں کی تھی اور پادشاہ کے پاس
دو ہزار آدمی تھے۔ طرفین میں ہنگامہ زدہ خورد گرم ہوا۔ پادشاہ نے دیکھا کہ ہوا کی شدت سے

جنگ پر وکھ کہ پادشاہ خود اپنے اڑا رہا ہے

اور آگ کی گرمی سے جو ان موضع کے اطراف بن لگ رہی تھی۔ کچھ آدمی اس کے درختوں کو
 سایہ میں بیٹھے تھے۔ ان سے چشم پوشی کر کے پادشاہ خود لڑائی میں مصروف ہوا۔ پادشاہ نے دیکھا
 کہ ایک حبیبہ پوش مقل خان ایک کوٹھے پر ایک دشمن کے کشتی لڑ رہا ہے اور اس کو کوٹھے
 سے پھینکنا چاہتا ہے کہ دشمن کے اور آدمی آگئے اور اس کا کام تمام کرنے کو ہیں تو اسے ہاتھی
 لپکایا اور کوٹھے کے نیچے آن کر اپنے آدمیوں کو اوپر چڑھایا۔ ایک آدمی خود پادشاہ کے اوپر سے
 چڑھا اور مقل خان کو بچایا۔ دشمن کا کام تمام کیا۔ سرکش ایک مضبوط حویلی میں تھے پادشاہ نے
 خود جا کر اس حویلی کی دیواروں کو ہاتھیوں سے ڈھویا اور ایک ہزار سرکشوں کو قتل کرایا۔ پادشاہ
 کی سپرہر جو پوتوں کے سات تیر لگے جس میں پانچ پانچ انگل اسکے اندر گھس گئے اور دوبارہ لٹکتے
 رہے۔ عادل خان نے پادشاہ کو بچانا نہیں۔ اسکی یہ بہادری دیکھ کر کہا کہ تو اپنا نام بتا کہ میں پادشاہ
 سے تیری اس بہادری کا ذکر کر کے سفارش کروں۔ پادشاہ نے اپنی صورت اس کو دکھائی
 اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر دن باقی تھا کہ پادشاہ اس کام سے فارغ ہوا۔ اس سے
 سرکشوں کو بڑی عبرت ہوئی۔

کل معاملات و مہات کابل جو اس پادشاہ کے عہد سلطنت میں واقع ہوئے

ہم اول کابل کا بیان وہاں تک بیان کر چکے ہیں کہ مرزا سلیمان کا خطبہ کابل میں منعقد ہوا اور مرزا
 سلیمان بخشان چلا گیا اب آگے داستان سنو۔ جب پادشاہ نے منعقد خان کو بلایا تو اس نے کابل اپنے سپر غنی خان کے
 سپر دیا۔ حیدر محمد خان اختہ بگی کو اس کا مساعد و معاون بنایا کہ حدود کابل کی مہات کا انتظام دونوں ملکر
 کریں مگر دونوں کو نہ حوصلہ اور طفل مشر تھے آپس میں نبی بگاڑ ہو تو پادشاہ پاس ملی میں غنی خان کی عرضداشت آئی
 جس سے معلوم ہوا کہ حیدر محمد اختہ سے یکم ناراض ہے۔ پادشاہ نے منعقد خان سے مشورہ لے کر حیدر محمد کو بلایا اور

منعم خان کا کابل میں تعین ہونا شروع

غنی خاں کی اعانت اور ملک کے لیے بہت سے امیر اور ایک جماعت کثیر مسر کر دی ابولفتح بھیری
یہ ابولفتح منعم خاں کا سگا بھتیجا اور فیصل بیگ کا بیٹا تھا۔ چند روز غنی خاں اور ابولفتح نے معاونت
و موافقت سے کام کیا اور ملک میں امن و امان رہا۔

پادشاہ کو ہمیشہ کابل اور اسکے حدود کے انتظام کی اور وہاں کے سوانح کے انتخاب کی طرف
توجہ رہتی تھی۔ اس نے سنا کہ ماہ چوچک بیگ والدہ مرزا محمد حکیم نے غنی خاں کو اسکی بے اعتدالیوں
سبب سے عشرت سرے کابل سے باہر نکال دیا۔ پادشاہ نے منعم خاں کو مرزا محمد حکیم کا تابع مقرر
کر کے کابل کو رخصت کیا۔ اس سرگزشت کی تفصیل یہ ہے کہ اگرچہ فیصل بیگ انھوں سے اندھا تھا مگر
گر نری و شرارت میں بہت تن چٹیم تھا اور اپنے بھتیجے غنی خاں کی حکومت سے ہمیشہ بیچ و تاب کھاتا
تھا۔ غنی خاں اصل میں ہوشمند دی و سعادتمندی سے بے نصیب تھا۔ پھر اسپر ریاست کی سرستی نے
اسے اور بھی پایہ اعتدالی سے گرا دیا تھا اور بد مصاحبی نے کہ آدمی زاد کی بدترین آفات ہیں اور
بھی اسکو شقاوت کے گڑھے میں ڈھکیلا تھا اس نے ماہ چوچک بیگ اور اسکی جماعت کو اپنے ساتھ متفق
کیا۔ شہر پورہ میں غنی خاں ایک ن خالینہ پرزہ کی طرف گیا تھا کہ اس نے شہر کو محکم کر کے قلعہ کے
دروانے بند کر دیے اور لشکر آراستہ کر کے کھڑا کر دیا کہ غنی خاں کو شہر میں آنے نہ دے وہ سیاہ سنگ کے
پشتہ پر دروازے سامنے آیا مگر کچھ نہ کر سکا اور پہلوان عیدی کو تو ال کو پلجی بنا کے بھیجا کہ مکر و تدبیر سے
کام چلائے اس نے جا کر غنی خاں سے کہا کہ تو پادشاہ کے حکم سے یہاں کی حکومت کے لیے نہیں مقرر
ہوا۔ تیری ستمگاری اور بے اعتدالی سے یہاں کے آدمی تنگ آ گئے ہیں اس لیے مناسب
یہ ہے کہ صحیح سلامت پادشاہ کی خدمت میں جائے اور وہاں اپنے اطوار کو درست کرے اور
پادشاہ کا فرماں یہاں کی حکومت کے لیے لائے تو اسپر عمل کیا جائے۔

اسی گفتگو میں غنی خاں سے آدمی جدا ہونے شروع ہوئے۔ وہ ایک عرصہ تک پڑا رہا۔
مگر شہر میں جانے کی کوئی صورت نہ ہوئی اور قریب تھا کہ گرفتار ہو جائے کہ حمزہ عرب اور
میر ستیغ الدین نیشاپوری کی ہدایت سے وہ جلال آباد میں آ گیا۔ اور شہر میں اسکا تاج مال و

کابل سے غنی خاں کا نکالا جانا ۹

اسباب غارت ہوا۔ کابلوں کو یہ دلیری اس سبب ہوئی کہ اس نے تولک خاں توچین سے بدسلوکی کی تھی جسکی سرگذشت یہ ہے کہ غنی خاں کو جوانی اور ریاست کی شہتی نے شقی بنا دیا تھا وہ اپنا فائدہ اور لو کے نقصان میں دیکھتا تھا ستیزہ کاری اور ہرزہ درانی میں بسر کرتا تھا کسی کے پایہ قدر کو جانتا نہ تھا بدستانہ سلوک کرتا تھا۔ تولک خاں توچین نامور دلاوروں اور جنت آشیانی کے مقربوں میں سے تھا اس سبب اسکو مع اسکے عزیزوں کے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ بد با تو نے کہ دہر کہ بد کردہ آں بد بقیں بجائے خود کردہ بعض ارباب صلاح نے پیچ میں پڑ کر اس کو قید سے خلاص کر لیا تولک خاں نے اس بے ابر دنی کے سبب سے یہاں کارہنہ چھوڑا۔

بابا خاتون کے موضع میں صبر کی منتظر بیٹھا رہا۔ کہ کب موقع ملے کہ انتقام لوں۔ اندنوں میں بلخ سے ایک قافلہ آیا تھا۔ اس کا اسباب تنخاب کرنے کے لیے غنی خاں چاریکان میں کچھ تھوڑے آدمیوں کو ساتھ لیکر آیا۔ یہاں آنکر بزم بدستی ترتیب دی اور ترانہ خود پرستی ساز کیا۔ تولک خاں تو گاہ و بیگاہ انتقام کی گھات میں لگا رہتا تھا۔ اس کو خوب یہ موقع ہاتھ لگا۔ آدھی رات کو وہ غنی خاں پر چڑھ گیا۔ وہ شراب پیے خواب میں تھا اسکو پکڑ لیا۔ اور زبانی سرزنش میں اپنی بھڑاس نکال کر دل کو ٹھنڈا کیا۔ یہ سمجھ کر کہ جب حاکم کو گرفتار کر لیا تو شہرے لینا کیا بڑی بات ہے۔ وہ لشکر لیکر شہر پر گیا۔ مگر ناکام رہا۔ صلح اس طرح ہو گئی کہ کابل کا پانچواں حصہ تار سے حد فتحاک تک اس پاس ہے اور غنی خاں خلاص ہوئے۔ ایسا در اندیش اسے حکیم ازکرا یام کہ پاداش علیا بی سر انجام و سلامت باندہ ت کس رامیازار و ادب را در عوض تیزست بازار۔

غنی خاں نے کابل میں آنکر اپنی جگہ اچھی گرم مہین کی تھی کہ اُس نے عہد و بچاں کے دفتر کو چھتر پر رکھا اور جمعیت تمام کے ساتھ تولک خاں سے انتقام لینے کے لیے اس کے سر پر چڑھ گیا۔ تولک خاں اس سے لڑنے لگا۔ کوئی لکھتا ہے کہ وہ پادشاہ پاس ہندو بھاگا۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ غنی خاں سے لڑا اور اس کا سارا کینہ مار گیا۔

غنی خاں فحیاب ہو کر کابل میں آیا۔ حکم و ترغیب خود رانی و خود آرائی میں مصروف ہوا۔ اور سرکار
 محمد حکیم کو بے حقیقت سمجھ کر اسکی پر دافہ کی۔ اس سبب مرزا کے آدمی اور کل اہل کابل اس سے تنگدلی
 ہوئے۔ دو فیصل بیگ دُر اسکے بیٹے ابو الفتح کے ساتھ شریک ہو کر اسکے دفع کے درپے ہوئے
 غنی خاں ایک ن فائیز پر گیا۔ تو خربوزہ خور تر ابغالیز چہ کار۔ کو نہ سمجھا۔ رات کو یہیں آرام
 کیا۔ ابو الفتح بیگ و شہر کے ناموروں نے مرزا محمد حکیم کو قلعہ کابل کے آہنیں و دروازہ پر لا کر نذرانہ
 اور نفیر کا آوازہ بلند کیا اور ایک غلغلہ عظیم شہر والوں نے مچایا۔ غنی خاں یُسکندر سر سیمہ ہوا۔ شہر
 کی طرف دوڑا جب اسکے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ ابواب موافقت مسدود اور مدخل مخالفت
 مفتوح۔ تو پچانہ سے ایک گولہ بھی اسکے شامیانہ پر لگا۔ غرض یہ حال دیکھ وہ ہراسانِ حسرت
 و حرمان کا داغ دل کی آرزو اور ارمان کا درد لیکر اور خان و مان و حکومت کابل سے دل
 برکنہ ہو کر ہندوستان کو چلا۔ جانے کے بعد ماہِ چوچک بیگم نے مرزا محمد حکیم کی وکالت فیصل بیگ
 کو دی۔ مگر وہ ناپسند تھا اس لیے اس کا بیٹا ابو الفتح بیگ باپ کی نیابت میں مہمات و معاملات
 فیصل کرتا تھا۔ باپ تو آنکھوں کا اندھا تھا۔ مگر بیٹا عقل کا اندھا تھا۔ اس نے جاگیریں اندھاؤ
 تقسیم کیں۔ بُری بُری جاگیریں سرکار مرزا کے ملازموں اور اچھی اچھی جاگیریں چنگر اپنے
 یگانوں کے واسطے تجویز کیں مرزا خضر خاں کو کہ سرداران ہزارہ میں تھاغرین آیا اور بابوس بیگ
 کو مقید کر کے اس کے حوالہ کیا۔ اس نے اس بیچارہ کا تمام اموال اور اسباب باقی ماندہ لیکر اسکو مار
 ڈالا۔ جس شخص کو نہ عقل صلاح بین ہو کہ اُسکی روشنی سے سالکِ اعمال میں چلے۔ نہ دیدہ بنیا ہو
 کہ اوروں کے احوال کو دیکھ کر عبرت پکڑے۔ نہ مصاحب غیر اندیش و ورین ہو کہ اُسکے سخن پر
 اعتماد کرے تو وہ اس سرانے مکافات میں اپنے یکے کی سزا پاتا ہوا بھی دو مہینے بھی نہ گزرے
 تھے کہ مرزا کی والدہ اور قدیمی ملازم اسکی ستم کی برداشت نہ کر سکے انھوں نے ایک
 دن دغوت میں اپنے خیمے میں بلایا اور اُس کو خوب بشارت پٹا کر مست کیا۔ جب نشہ کا
 زور ہوا اور وہ سو گیا تو اس کو اس جماعت نے کہ خونریزی سے نمر ہو رہی تھی مار ڈالا۔

ابو الفتح و فیصل بیگ کا قتل ہونا

سرکاشت نیزہ پر لگایا۔ دیکھ کر کھینک دیا۔

جب بولاستیخ کی سرگزشت فغیل بیگ نے سنی وہ سب اپنا اسباب لاو لو کر اپنے دامد مرزا سنجر پسر خضر خاں پاس جانا چاہتا تھا کہ اہل کابل نے اُسے بھاگنے کی فرصت نہ دی۔ اور بیٹے پاس جلد پہنچا دیا اس واقعہ کے بعد بیگ نے دلی بیگ کو کسل سلطنت مقرر کیا۔ یہ بھی عقل کے پورے تھے اپنا لقب ول شاہ رکھا۔ بادشاہ سے اپنے تئیں کم نہ سمجھا۔ جو خطاب بادشاہ دیتے ہیں وہ اُس نے عطا کرنے شروع کیے۔ تھوڑے دنوں میں بیگ نے اسکی نیت کے فساد کو سمجھ کر اس کو عدم آباد میں بھیج دیا۔ خود آپ کابل کا انتظام کرنا شروع کیا اور مصلحت وقت سمجھ کر حیدر قاسم کو ہر کوجس کے باپ دادا بابر و ہمایوں کے وقت سے امیر چلے آتے تھے مرزا کا وکیل مقرر کیا۔

جب بادشاہ کو معات کابل کی پریشانیوں پر علم ہوا تو اُس نے مرزا محمد حکیم کا تالیق منعم خاں کو مقرر کیا کہ وہاں جا کر اپنے بیٹے کا انتقام وہ لے اور کابلیوں کے احوال کی پریشانیوں کا تذکرہ کرے اُسکے ساتھ ادرا امر بھی گئے۔ منعم خاں دوڑا دوڑ جلال آباد میں آیا اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چلنے کی بھی پروا نہ کی۔ ماہ چوہک بیگ نے جب سنا کہ منعم خاں آتا ہے تو وہ ڈر سی کہ معلوم نہیں منعم اپنے برادر و پسر و برادر زادہ کے لیے کیا کیا ستم برپا کرے گا۔ اس نے اپنے امرار سے مشورہ لیکر ایک سپاہ کو اور اسکے ساتھ مرزا محمد حکیم کو کابل سے روانہ کیا کہ تمہاریاں میں جا کر منعم خاں سے لڑیں۔ اس نے کہا کہ اگر مصاف میں ہم غالب ہوئے تو اس سے بہتر کیا ہے اور اگر مغلوب ہوئے تو بادشاہ پاس بھاگ جائیگے۔

وہ غلامان میں منعم خاں پہنچا تھا کہ اس پاس خبر آئی کہ عیدی سرست جلال آباد میں آیا اور اُس نے قلعہ کو مستحکم کیا۔ دوسرے روز خانخانان نے جلال آباد کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اسی اثنائیں اس پاس خبر آئی کہ مرزا محمد حکیم اور لشکر کابل کا آپہنچا۔ چار باغ کے

منعم خاں کابل کی طرف چلا اور لشکرستان بانی

قریب تمام خواجہ رستم میں منع خاں اور لشکر کابل میں لڑائی ہوئی اور منع خاں کو شکست
فاخس ہوئی۔ تیس لاکھ لشکر کا اسباب اس کا غارت ہوا۔ گر سپاہ لوٹ پر نہ جھک پڑی
تو منع خاں بھی گرفتار ہو جاتا۔

اب منع خاں کبرام میں آیا۔ پادشاہ پاس اپنے حال کی عرضداشت بھیج کر درخواست کی
کہ حج کی اجازت پائے۔ اور اگر یہ اجازت نہ تو پنجاب میں جاگیر رعایت کیجئے۔ پادشاہ نے
اسے لکھا کہ جو تمہاری پہلے جاگیر تھی وہ بدستور تمہارے لیے مقرر ہوئی۔ یہاں ہمارے پاس چلے
آؤ۔ وہ ادا خرنشہ میں پادشاہ پاس چلا آیا۔ مگر نہایت شرمندہ و خجالت زدہ رہتا تھا۔
تہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ابوالمعالی اپنے رنگ یوکر و تزدیر سے یا نگہبانوں کی بدینتی
و گرسنہ خشمی سے اول سال جلوس میں لاہور سے کلکتہ کو توال کی بند سے بھاگا تھا۔ باقی
آئندہ حال اس کا بطریق اجمال لکھتے ہیں۔ وہ کابل کی حمات سے بھی کچھ تعلق رکھتا ہے۔
یوسف کشمیری اس کا خدمت گار تھا۔ اسکے توسل سے وہ لکھنؤ کی ولایت میں گیا۔ کابل
زمیندار نے اسے مقید کیا۔ حیدر سازی کر کے یہاں سے بھی بھاگا اور نوشہرہ میں کہ بھجھر اور
راجوری کے درمیان ایک قصبہ ہو گیا۔ اندون میں حاکم کشمیر غازی خاں سے کشمیر میں
شوریدہ خاطر ہوئے تھے۔ یہاں ابوالمعالی پاس آٹھ سات سو کشمیری اور تین سو مغل اور
فراہم ہو گئے۔ شمس ملک چار ورہ اور خواجہ حاجی ملازمان جنت مکانی نے آنکر اور اسکے
ہنگامہ کو رونق دیدی۔ دولتخان ملک حاکم کشمیر جبکہ غازی خاں مذکور نے کور کیا تھا اور کشمیر کے
اور بڑے بڑے امیر اس پاس مجتمع ہوئے۔ اس جماعت کر کے کہ وہ پٹن میں غازیخان سے لڑا
مگر ناکام رہا۔ آدرہ ہو کر پھر ہندوستان میں آیا۔ آشفہ و پریشان تغیر وضع کر کے گانوں
گاؤں پھر تاجپور تادیبال پور میں آیا۔ جو بہار خاں کے برادر علی قلیخان کی جاگیر میں تھا۔
بہادر خاں کے ایک نوکر تو لک کے گھر میں چھپا پڑا رہا۔ تو لک بھی بیوی اپنے خاوند سے نازش تھی
اس نے بہادر خاں سے جا کر کہدیا کہ ابوالمعالی میرے گھر میں چھپا ہوا ہے اور تیرے مائے کا

منع خاں کا حال

ابوالمعالی

ارادہ رکھتا ہے۔ بہادر خاں نے فوراً آنکر ابوالمعالی کو گرفتار کر لیا اور مقید کر کے بیرام خاں پاس
 بھجوا دیا۔ اس نے اپنے بھنوئی دلی بیگ کو سپرد کیا کہ بکری براہ سے گجرات لے سبے کچے کہ وہاں
 سے وہ حج کو جائے۔ شاہ ابوالمعالی جب گجرات میں آیا تو یہاں ایک خون کر کے دیا رشتہ
 میں علی قلی خاں کے پاس بھاگا۔ اس نے پھر اسکو مقید کر کے بیرام خاں پاس بھجوا دیا۔ بیرام خاں
 نے بیان میں اسکو مقید کیا۔ مگر جب اسکے کام میں تذبذب واقع ہوا اور وہ الور گیا تو راہ میں بیان
 میں اُسے قید سے رہا کر دیا۔ پھر وہ پادشاہ پاس آیا۔ پادشاہ نے اسکو حج کے لیے بھجوا دیا۔

۹۱۰ء میں وہ حج سے فارغ ہو کر ہندوستان میں آیا۔ حاجی ہونے سے اور زیادہ
 حاجی ہو گیا۔ نہ وہ اپنے مرتبہ کی حد کو پہچانتا۔ نہ پادشاہ کے عفو کی قدر کرتا۔ نہ اخلاص گری
 دل میں رکھتا۔ نہ عقل معاملہ دان۔ وہ گجرات سے جالور میں آیا۔ مرزا شرف الدین حسین سے
 ملا وہ پادشاہ سے بگڑا ہوا بیٹھا تھا۔ اس مرزا کا حال سنو۔

مرزا شرف الدین حسین بڑا اشرف زادہ خواجہ احرار کی اولاد میں تھا۔ پادشاہ نے اس
 اشرف خاندانی کے سبب اپنی بہن بخشی بیگم کا نکاح اس سے کیا تھا وہ بڑا اعتبار اور
 امیر الامراء کا خطاب رکھتا تھا۔ اسلئے جاگیر سرکار ناگور اور اس کی حدود مقرر ہوئی تھی۔
 معلوم نہیں کہ مرزا کو کس سواد ہوا کہ پادشاہ کی درگاہ سے صفر ۹۱۰ء کو اجیر دنا گور کی
 طرف بھاگ گیا۔ شش صفر اسکی تیاری ہوئی۔ پادشاہ کو اس حرکت پر بڑا تعجب ہوا۔ اس کا
 سبب سوار یا لخوا کے کچھ اور نہ معلوم ہوا۔ پادشاہ نے حسین قلی بیگ سپرد دلی بیگ ذوالقادر
 ناگور میں بجائے مرزا کے مقرر کیا اور حکم دیا کہ اگر مرزا اپنے کردار ناہنجار سے باز آئے تو
 اسکو ہمارے پاس مجید و اور اگر کافر نعمتی کرے تو اس کو ایسی سزا دو کہ اوروں کو عبرت
 ہو حسین قلی حاجی پور میں اہل و عیال کو چھوڑ کر ناگور اس طرح گیا کہ فتنہ پردازی کا منصوبہ
 مرزا کا بن پڑا۔ وہ اجیر میں اپنے معتدبر خاں دیوانہ کو حاکم مقرر کر کے جالور گیا جس نے
 اسپر قبضہ کیا تھا۔ جب پادشاہ کا لشکر اجیر گیا تو اس دیوانہ نے عاقلاً نہ کام یہ کہ قلعہ

مرزا شرف حسین کی بغاوت اور اسکی ابوالمعالی کی بغاوت ۹۱۰ء

عہد و پیمان کر کے حسین قلی کو حوالہ کیا۔ حسین قلی نے قلعہ اپنے معتمد کو حوالہ کیا اور مرزا کا پیچھا کیا۔
اس کو مالک محروسہ سے باہر نکال دیا۔

جالور میں ابوالمعالی اور مرزا اشرف حسین میں ملاقات ہو کر یہ عہد و پیمان ہوئے کہ ابوالمعالی تو
کابل جائے اور وہاں سے مرزا محمد حکیم کو لاکر ہندوستان کا پادشاہ بنائے اور یہاں جب قدر ہو سکے
بقاوت پر لوگوں کو مرزا آمادہ کرے۔ ابوالمعالی مرزا کے تین سو آدمی لیکر حاجی پور کی طرف
گیا۔ جہاں حسین قلی خاں اور اورامراء کے اہل و عیال تھے۔ مگر یہاں پہلے پادشاہی لشکر آ گیا تھا۔
کچھ کام اُسکا نہ بنا۔ مایوس ہو کر نارنول گیا۔ نارنول سے کچھ خزانہ پادشاہ پاس جاتا تھا کہ ابوالمعالی
نے اسے لوٹ لیا۔ اور شہر کو بھی غارت کیا۔ جب پادشاہی لشکر وہاں بھیجا گیا۔ احمد بیگ اسکندریگ
نے نارنول سے بارہ کوس پر ابوالمعالی کے بھائی خانزادہ محمد کو گرفتار کیا۔ پادشاہی لشکر کے
آنے کی خبر سنکر نارنول کو ابوالمعالی بھاگا۔ لشکر شاہی نے بھی اسکا پیچھا کیا۔ دھرسو کے مقام میں
احمد بیگ اسماعیل علی قلی خاں کے آدمیوں کو دو شتر بازار رہا تھا آئے زرد دست آدمیوں میں ایسا
نزاع ہوا جس سے انکے صاحبوں میں کچھ گفتگو درخش ہوئی۔ اس سبب اسماعیل قلی دھرسو میں
رہا اور احمد بیگ اسکندریگ کے ایک منزل گئے بدخشیوں اور مارا ہنریوں نے بھی غدر بچایا
دانا قلی ایک نمک حرام ان سے جدا ہو کر ابوالمعالی پاس گیا اور کیفیت حال پر مطلع کیا وہ ایک
درخت زاریں کین میں بیٹھا جب احمد بیگ اسکندریگ نکلے تو اس نے کین سے نکل کر اپنے حملہ کیا۔
جب ابوالمعالی کو پادشاہ کے لشکر کے آمد کی خبر ہوئی تو وہ بھاگ کر کابل کی طرف بے راہ چلا
پادشاہ اُس وقت متھرا میں شکار کھیل رہا تھا کہ اس نے ابوالمعالی کے تعاقب میں بدراغ خاں
اور سرداروں کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ جب تک ابوالمعالی ہاتھ نہ آئے تنگاپور سے وہ باز نہ
آئیں جب ابوالمعالی ملک سندھ میں پہنچا تو اُس نے ماہ چوک بیگم والدہ مرزا محمد حکیم کو ایک عرصہ
بیچھی اور اُنکی پیشانی پر یہ شعر لکھا: ماہرین رتہ دینے عزت و جاہ آمدہ ایم + از بد حادثہ اینجا
بر پناہ آمدہ ایم + بیگم نے بھی اس عرضداشت کے جواب میں یہ مصرع لکھا: عرم مایوف و داکا بظانہ فائدہ

ابوالمعالی کابل میں جا نا اور سنہ پانچا

اُس کو اعزاز و احترام کے ساتھ کابل میں بلایا۔ بیگم کو بعض آدمیوں نے یہ سمجھا دیا تھا تہ زند
سادات کرام میں سے ابو المعالی ہی۔ بلوچستان و کاشغر کے سلاطین سے وہ سلسلہ پیوند
رکھتا ہی جب وہ یہاں آجائیگا تو اس کو گران تدر بنا کے اپنی بیٹی ہمیشہ مرزا محمد حکیم کی شادی
اس سے کر دینا جس سے سب اندیشے رفع ہو جائینگے اور سب طرف کے کھٹکے اٹھ جائینگے
یہ بیگم بڑی لیاقت رکھتی تھی اور اپنے خاص وزیروں اور اہلکاروں سے جس قدر خائف رہتی
تھی۔ ویسی بیگانہ دشمنوں اور اجنبی غنیوں سے نہیں ڈرتی تھی۔ مگر اس کے اہلکاروں نے
ایسی بیٹی پڑھائی کہ اُس نے ابو المعالی جیسے خبیث باطن کو کاروبار ریاست سپرد کر دیا۔ اول
یہ بد باطن ایسی چالیں چلا کہ جس سے بیگم کو کچھ شبہ نہ رہا کہ یہ وزیر بڑے کام کا تھا آیا۔
اس نے اپنی بیٹی خیر النساء بیگم کا نکاح اس سے کر دیا۔ جب ابو المعالی کو گھر میں یہ اختیار ملا
تو اُس نے بیگم کو اور اُسکے بڑے بڑے ملازموں کو نہ بوجھا کہ تم کون ہو۔ اب شکون سپر
قراضہ خاں اور شادمان جو بیگم سے پہلے رنجیدہ خاطر ہوئے تھے ابو المعالی سے جا کر گھٹھے اور
اس کو سمجھایا کہ بیگم جب تک قید حیات میں ہو تم کو امور ملکی میں استقلال نہیں ہوگا۔ فیصل بیگ و
ابو اسخ اور شاہ بیگ کی طرح تم بھی جلد مائے جاؤ گے بہتر ہوگا کہ تم پیش دستی کر کے بیگم کا کام
تمام کرو۔ مرزا محمد حکیم تو خرد سال ہوا اُس کو جس اہ پر چاہو گے لگا لو گے۔ ابو المعالی کی سمجھ میں
یہ بات آگئی۔ اُس نے وسط شعبان ۱۱۹۹ میں بیگم کو عدم کارستہ بتایا اس وقت وکالت کا منصب
پیشینی حیدر قاسم رکھتا تھا۔ دوسرے دن اُس کو قتل کیا اور اُسکے بھائی محمد قاسم کو قید کیا تو
چند امیروں نے متفق ہو کر ابو المعالی کے قتل کا قصد کیا۔ مگر انکا بھانڈا پھوٹ گیا۔ ابو المعالی کو
سارا حال معلوم ہو گیا تو ان امیروں سے لڑائی ہوئی۔ ابو المعالی کا پہلہ بھاری رہا۔ اس ہنگامے
میں محمد حیدر قاسم کے بھائی محمد قاسم کو قید سے رہائی ہوئی وہ بدخشاں میں مرزا سلیمان
پاس گیا اور ابو المعالی کی فتنہ انگیزی کا حال بیان کیا اور کابل چلنے پر اُس کو براہِ انگختہ
کیا۔ مرزا محمد حکیم نے باوجود خرد سالی کے اپنی والدہ کے واقعہ سے غمناک ہو کر دو لتوازیوں

ہو کر دو تلو اہوں کی تعلیم سے پوشیدہ اپنے آدمی مرزا سیلمان کے پاس بھیجے اور اُس کے لئے
کی اور انتقام کی چارہ چوٹی کی بستہ عالی

مرزا سیلمان کو جب اس حال کی اطلاع ہوئی تو وہ کابل پر اُدھار کھائے ہوئے بیٹھا تھا
فوراً خرم سلیم کو ساتھ لیکر کابل کو روانہ ہوا۔ ابو المعالی اپنی بیخودی سے مرزا محمد حکیم کو اپنے
ساتھ متفق جانتا تھا۔ ادھر یہ اسکو اور کابل شکر کو لیکر آب غور بند کے پُل پر پہنچا اور اُدھر
مرزا سیلمان کا لشکر بھی یہاں پُل پر آیا دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی کابلیوں کو شکست
ہوئی۔ مرزا محمد حکیم کو لوگ لشکر کا فسر بنائے گئے اور اس بہانہ سے مرزا سیلمان کے پاس
لے آئے اب حقیقت حال سے ابو المعالی کو اطلاع ہوئی تو آنکھیں کھلیں اُس نے لڑنے کے دل برداشتہ
ہو کر بھاگنے کی ٹھیرائی مگر دشمنوں نے بھاگنے نہ دیا۔ اسکو پکڑ کر مرزا سیلمان کے پاس لائے اس
مرزا محمد حکیم پاس سے بھیج دیا اس نے عید رمضان ۹۷۱ھ کو اُسے پھانسی دی۔

چوبد کردی مباشرت امین زافات کہ واجب شد طبیعت رامکافات

مرزا سیلمان ہرات کابل کی سرانجام کرنے میں اور مرزا محمد حکیم کی تربیت میں مصروف ہوا۔
بدخشاں سے اپنی لڑائی کو بٹا کر مرزا سے نکل کر دیا۔ امید علی کو کہ اس کے امرا و متمدین تھا مرزا کا
وکیل بنایا اور خود بدخشاں چلا گیا خرم سلیم بجد تھی کہ کابل کو بدخشاں میں مرزا سیلمان ملائے
مگر اس نے یہ بات نہ مانی اور کہا کہ اس کام کے جلد کرنے میں نیکنامی نہیں ہے کچھ دنوں بعد یہی
صورت ہو جائیگی۔ بالفضل اس نے کابل پر قبضہ رکھنے کی بسم اللہ یہی کہ ولایت کابل کا تین
چوتھائی حصہ جو عہدہ تھا بدخشاہیوں کو جاگیر بنایا اور ایک چوتھائی حصہ جو بڑا تھا وہ کابل کو جاگیر بنایا
مرزا سیلمان کو بڑا ارمان تھا کہ وہ کابل پر متصرف ہو۔ اور بدخشاں کے کسی محال میں
مرزا محمد حکیم کو رکھے اس لیے وہ دوستی کے لباس میں دشمنی کا کام کر گیا کہ بدخشاہیوں
کو کابل میں جاگیر دار بنائے خود بدخشاں چلا گیا۔ جو کابلی عاقل تھے وہ کچھ سمجھے کہ مرزا
سیلمان کا کیا اصل مقصد ہے مگر یہ مقصد ان کے نزدیک ایسا مشکل تھا کہ اُس کے پورا ہونے کا

کابل سے مرزا محمد حکیم کا بھاگنا اور بادشاہ سے استمداد چاہنا

یقیناً ان کو نہ تھا مرزا سلیمان نے اس پر اکتفا نہیں کیا کہ کابل میں جن بدخشاہیوں کو جاگیر دار مقرر کر چکا تھا انہیں پرپس کرتا بلکہ اُس نے اور بدخشی عبدالرحمن بیگ سپر توکک و رنگری بردی قوش بیگی کو ایک جماعت کے ساتھ داخل کیا تو پھر کابل میں کو مرزا سلیمان کے ارادہ کا پورا حال کھلا وہ اسکے معالجہ کے درپے ہوئے۔ خواجہ حسن نقشبندی و باقی قاتل سیوندک بیگ علی محمد اسپ و رندہ علی میدانی نے مع تمام میدانوں خواجہ نصیریوں کے ویا مرزا آخوند و فیروز و خلیفہ عبداللہ نے بدخشاہیوں کے نکلنے کا عمدہ اہتمام کیا حقیقت معاملہ مرزا محمد حکیم سے جواب سن تمیز کو پہنچ گیا تھا عرض کیا اور مرزا بختی تنگی معاش بدخشاہیوں کی بدسلوکی سے تنگ ہو گیا تھا۔ وہ بھی اُنکے نکالنے کے درپے ہو اُس نے ولایت غزنین جو مرزا سلیمان نے قرا تیم و ابن حسین کابلی کو دی تھی اُس نے اُن کو بدل کر قاسم بیگ پروانچی کو دیدی اور جلال آباد اور اُس کے حدودینا تک جو مرزا سلیمان نے قاضی خاں وغیرہ کو دیدی تھی وہ اُس سے لیکر خالصہ بنایا۔ غرض یوں بتدیج اُس نے بدخشاہیوں کے تسلط کو اٹھٹ کر ان کو نکال دیا۔ اہل بدخشاہی یہاں سے ذلیل ہو کر مرزا سلیمان پاس گئے اور غازی خاں نے ہندو کوہ میں مرزا سلیمان سے ملاقات کر کے شرح و بسط کے ساتھ تمام حالات جو گزے تھے عرض کیے مرزا سلیمان جلدی سے کابل کی طرف متوجہ ہوا۔ جب اس کے آنے کی خبر مرزا محمد حکیم کو ہوئی تو اُس نے کابل کے قلعہ کو باقی قاتل اور اپنے تجربہ کار معتمدوں کو سپرد کیا اور خود اپنے ہوا خواہوں کی جماعت کو ساتھ لیکر جلال آباد اور پشاور کی طرف چلا۔ جب مرزا سلیمان کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ مرزا کے گرفتار کرنے کے لیے کابل کو چھوڑ کر جلال آباد کی طرف چل دیا۔ مرزا جلدی سے پشاور میں نواحی قبیلہ حبیب میں چلا آیا اسکو خاکی گلہ بان نے خبر دی کہ مرزا سلیمان جلال آباد میں آگیا اور یہاں حرم سلیم کو چھوڑ کر خود ان حدود کی طرف چلا۔ مرزا نے آب سند سے عبور کر کے ایک عہدداشت اپنے بھائی پاس بھیجی جس میں کابل کی سرگزشت اور اپنی مستندی معدن کر کے ہر طرح کی استعداد اور استعانت چاہی۔ اور آپ سند ساگر پر توقف کیا۔ اندھوں میں ولایت

پنجاب میر محمد خاں پرادر کلاں اٹک خاں کو تفویض ہوئی تھی۔ مرزا نے اپنے دیوان
 خواجہ بیگ محمود کو اس پاس بھیجا کہ امداد طلب کی میر محمد خاں اور امرا پنجاب نے
 قاضی عیاد کے ساتھ مرزا کی خدمت میں بہت تحفے تحائف بھیجے۔ مرزا سلیمان نے
 جب سنا کہ مرزا محمد حکیم آب سند سے پار چلا گیا ہے تو وہ پشاور میں آنکراں جلال آباد
 میں چلا گیا۔ اثناء راہ میں شنواری افغانوں سے لڑائی ہوئی۔ بدخشیوں کا بازار لٹا۔
 لارون شنواری جو سب میں بڑا سردار تھا وہ قتل ہوا۔ جلال آباد میں قبر اور ایک
 جماعت کو چھوڑ کر مرزا سلیمان کابل کی طرف متوجہ ہوا۔ اور آنکراں کابل کا محاصرہ کر لیا۔
 اہل قلعہ نے قلعہ داری میں اہتمام کیا پادشاہ پاس نگر چین میں مرزا کی عرضداشت
 پہونچی۔ پادشاہ نے قطب الدین خاں کو مرزا کا اتالیق مقرر کیا اور میر محمد خاں
 کو حکم ہوا کہ پنجاب کا لشکر لیجا کر مرزا حکیم کو کابل میں مستند حکومت پر بٹھا دے۔
 خزانہ عامرہ سے نقد دانی اور اسباب شوکت اور اجناس فراغت ساتھ لیجائے
 حسب حکم یہ سارا لشکر مرزا کے ساتھ گزرا اور انک بنارس سے گذر کر کابل کی طرف
 چلا۔ مرزا پاس وہ اب سامان جمع ہو گیا کہ اس کے خواب و خیال میں نہ تھا۔ جب
 لشکر جلال آباد میں آیا تو قبر پاس جس کو مرزا سلیمان نے یہاں چھوڑا تھا نصیحت کی
 گئی کہ قلعہ حوالہ کرے مگر جب اس نے قلعہ نہ دیا تو اسپر پادشاہی لشکر نے حملہ کیا
 اور نردیا میں لگا کر قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ بدخشیوں نے اپنی قوت و توانائی
 کے موافق دشمنوں کی مدافعت کی۔ قبر اور تین سو آدمی جو اس کے ہمراہ تھے
 سب ہلاک ہوئے۔ صرف دو آدمی بچے جنہوں نے مرزا سلیمان کو یہ ساری
 بکٹ کہانی سنائی۔ ادھر مرزا سلیمان نے یہ حال سنا اور ہر پادشاہی لشکر
 کی آمد آمد کی خبر ہوئی تو وہ کابل کا محاصرہ چھوڑ کر بدخشاں بھاگ گیا راہ میں
 آب پر داں پر ایک سیل میں اس کا انبار پر تال ڈوب گیا۔ کابل میں مرزا محمد حکیم

آیا۔ لشکر شاہی کے افسروں نے اپنے وطن میں جا کر سیریں کیں۔ اور پھر ہندوستان کو
 معاودت کی اور مرزا حکیم کی چھوٹی بہن سکینہ بانو بیگم شکر کے ساتھ بھائی سے ملنے یہاں
 آئی۔ ہمت کابل کے انتظام کے واسطے خان کلاں وہاں آیا۔ مرزا محمد حکیم کی طبیعت میں
 سعادت ذاتی نہ تھی۔ اس لیے نہ عقل مصلحت میں اس میں بڑھتی تھی۔ نہ اخلاص مند سعادت نش
 ملازم اُس کو بہم پہنچتے تھے۔ جب حضرت شہنشاہی کی توجہ سے ہم کابل کا انتظام ہو گیا۔
 اور خواجہ کلاں وہاں کے مہام کا سربراہ ہوا تو کابل کے فتنہ پردازوں نے اپنی بد خوئی
 سے فتنہ انگیزی شروع کی۔ محمد حکیم باوجود حدیث سن کے عقل معاملہ رس سے بہرہ وافر
 نہیں رکھتا تھا۔ ہمیشہ وہی باتوں پر دل لگاتا تھا۔ میر محمد خاں درست اخلاص و تیز مزاج
 تھا۔ ذرا سی بات سے اس کا مزاج متغیر ہو جاتا تھا اور کام میں سختی کرنے لگتا تھا۔ ایسے
 مرزا سے اور کابلیوں سے اس کی نہ بنتی۔ مرزا اگرچہ طبیعت کا اظہار یک گو نہ کرتا تھا مگر بڑے
 بڑے کام وہ بغیر استصواب خاں کلاں کے کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی بہن کا نکاح
 خواجہ حسین نقشبندی سے کر دیا جسکی پہلی شادی ماں نے ابو المعالی سے کی تھی نہ اُس نے
 حضرت شہنشاہی سے استصواب لیا اور نہ خان کلاں سے صلاح لی۔ جب خواجہ کو
 اس نسبت عالی کا افتخار حاصل ہوا تو وہ مرزا کے گھر کا بندوبست کرنے لگا۔ اور جن کاموں
 سے اُس کو مناسبت نہ تھی اُن میں دخل دینے لگا اور مرزا کے اکثر آدمی ایسی حرکتیں کرنے لگے
 کہ خواجہ کلاں کو ناگوار تھیں اس لیے وہ وہاں سے چلا آیا۔ میر محمد خاں نے بھی کابل کو
 سلام کیا اور پادشاہ اور مرزا کے گھر کا اور کابل کا حال شرح و بسط سے لکھ بھیجا۔
 اب پھر کابل کا میدان خالی ہوا امرا و شاہی میں سے وہاں کوئی باقی نہیں رہا۔
 مرزا یسلمان ہمیشہ کابل کی تاب میں لگا رہتا تھا۔ اب سننے دیکھا کہ کابل پادشاہی امرا سے خالی
 ہو چکے خوف سے بھاگا تھا وہ چوتھی دفعہ ۱۰۵۶ھ میں شکر فراہم کر کے اور اپنی بیوی
 حرم بیگم کو لیکر کابل کی جانب روانہ ہوا۔ جب مرزا محمد حکیم کو اسکے آنے کی خبر ہوئی تو

مرزا یسلمان کا پھر کابل آنا اور مرزا محمد حکیم کا بھائی

اُس نے قلعہ کابل معصوم کو کہہ کر سپرد کیا وہ اُسکے متعددوں میں مردانگی و فرزانگی میں ممتاز تھا اور خود خواجہ حسن نقشبندی کو جو اس کا وکیل کل تھا ساتھ لیکر شکر درہ اور غور بند میں گیا مرزا سلیمان نے کابل کا محاصرہ کیا۔ مگر اپنی کمند قدرت کو تیغ قلعہ کے کنگرہ تک پہنچنے میں کوتاہ دیکھا اور مرزا کے حال سے اطلاع پائی کہ غور بند اول کے نواح میں ہی تو حرم بیگم کے تلبیس سے کام نہ لانا چاہا۔ یہ بیگم غور بند کو روانہ ہوئی اور مرزا سلیمان کو حوالی کابل میں چھوڑا۔ سخن سنج آدمیوں کو مرزا حکیم پاس ایچی بنا کے بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میں نے تجھ کو ہمیشہ سبک بیٹے سے زیادہ عزیز سمجھا خصوصاً جب سے کہ میرے اور تیرے درمیان رشتہ ہوا میرا دل چاہتا ہے کہ مجھ میں اور تجھ میں یک جہتی ہے۔ اس دفعہ میرے آنے کی کچھ غرض سوار اسکے بہن کے تجھ سے ملوں۔ اور بار بار تباہ استحکام کروں۔ بیگم کے دم میں مرزا محمد حکیم آگیا۔ اور یہ قرار پایا کہ قریہ قریباغ میں کہ کابل سے بارہ کوس پر ہو وہ بیگم سے ملاقات کر کے قواعد رتبا کو مستحکم کرے۔ بیگم پاس اپنے اپنے معتد بھیجے کہ عہد و شرط بغیر کسی مکرو فریب کے قرار پائیں۔ جب یہ آدمی بیگم پاس آئے تو اُس نے سخت قیسم کھائیں کہ کوئی فریب نہ ہو گا زبان اور دل ایک ہونگے قول کے موافق عمل ہو گا۔ مرزا کے آدمیوں کے واپس جا کر اسکو قریباغ میں آنے پر برا بیگم نے کہا کہ بیگم سے ملاقات کر کے عقد فرزند کی اور عہد یگانگی کمال ثنوق کے ساتھ باندھا جائے بیگم نے یہ سمجھ کر کہ میرا فریب چل گیا مرزا سلیمان پاس قاصد بھیجا کہ قریباغ میں مرزا سے ملاقات کی بھڑی ہو تم قلعہ کے کنارہ پر سپاہ کو چھوڑ کر تھوٹے آدمیوں کے ساتھ قریباغ کے حوالی چلے آؤ اور پستہ کے پیچھے کین گاہ میں بیٹھے رہو۔ جب آئے تو اُسے دستگیر کر لو مرزا سلیمان اُس خبر کو سنکر محمد قلی شغلی کو کابل کا محاصرہ حوالہ کر کے راتوں رات قریباغ میں اس پستہ کے پیچھے کین میں بیٹھا مرزا کو ہر چند باقی قاتل نے سمجھا یا کہ بیگم تم کو اس بہانہ سے مرزا کے پنجہ میں پھنسا نا اور جھوٹی قسموں کا جال ڈال کر دشمن کے کند میں ڈالنا چاہتی ہو تم ہرگز نہ جاؤ جاؤ گے تو پچھاؤ گے۔ مگر مرزا حکیم نے کچھ نہ سنا اور چند آدمیوں کے ساتھ قریباغ روانہ

ہوا انتشار راہ میں ایک کابلی نے جو مرزا سلیمان کے لشکر کے ساتھ آیا تھا اس نے مرزا کے آدمیوں سے کہا کہ میں رات کو مرزا سلیمان کے ساتھ آیا ہوں۔ اس پشتہ کی پناہ میں کین گاہ میں مرزا کی امیدیں وہ بیٹھا ہے۔ جب مرزا نے یہ سنا تو اُسکے کان کھڑے ہوئے۔ کابل کی طرف متوجہ ہوا۔ جب مرزا سلیمان کو اسکی خبر ہوئی تو اس نے مرزا کا تعاقب کیا اور اسکے چند آدمیوں کو گرفتار کیا۔ خدا خدا کر کے باقی قاتل اور اسکے بھائی مرزا کو دشمنوں کے ہاتھ سے بچا کہ غور بند میں لینگے۔ خوب محمد حسن کا ارادہ ہوا کہ مرزا کو حاکم بلخ پاس لیجائے۔ مگر باقی قاتل اسکو پادشاہ کی خدمت میں مشرف ہونے کے لیے آب نیلاب پر لائے اور مرزا سے پادشاہ کی خدمت میں عرضداشت بھجوائی۔ پادشاہ کو کابل کا حال پہلے سے معلوم ہو گیا تھا۔ اس لیے مرزا کے خال فریدوں کو وہاں جانے کے لیے حکم دیا تھا کہ مرزا خرد سال دبے پر واہ ہے۔ وہ وہاں جا کر اسکی مہات کا منتظم ہو اور اس کی محافظت کرے کہ فتنہ اندوز آدمی مرزا کی صحبت میں نہ آنے پائیں۔ یہ مرزا فریدوں وہاں پہنچنے پہنچانے تھا کہ مرزا سلیمان کابل میں آگیا اور یہ واقعہ پیش آیا۔ جب مرزا محمد حکیم کے ایلچی عرضداشت لائے تو اُس نے خوشخبر خاں کو فتوہ اور اجناس دانی اور خلعت واسب خاص دیکر مرزا کے پاس بھیجا اور امیر پنجاب کو حکم دیا کہ کابل کی یورش کا سامان کر کے مرزا سلیمان کو دفع کریں خوشخبر خاں جب مرزا پاس گیا تو اُس نے پادشاہ کے فرمان کو سر آنکھوں پر رکھا۔

خوشخبر خاں سے پہلے فریدوں مرزا محمد حکیم پاس آگیا تھا۔ اس نے مرزا کو یہ بتکایا کہ کابل میں جو نقصان ہوا ہے بہت آسانی سے اس کا معاوضہ دیوں ہلکتا ہے کہ پنجاب اور لاہور پر قبضہ کر لیجے اور خوشخبر خاں کو گرفتار کیجے۔ مرزا نے اپنی بیوقوفی سے فریدوں کی اور باتیں مان لیں۔ مگر اتنی بات عقل کی کی کہ خوشخبر خاں کے قید کرنے پر راضی نہ ہوا اور اُس کو رخصت کر دیا۔ سلطان علی الخاں بہت شکر خاں اور حسن خاں جو درگاہ شاہنشاہی کے مرد و دہتھے وہ اور فریدوں کے ساتھ فساد میں شریک ہو گئے۔

اور اس کے بعد

غرض مرزا میں تو نہ عقل دوہین تھی نہ دل حقیقت گزین تھا وہ آب نیلاب سے گزر کر لاہور کی سمت میں آیا اور اسکے آدمیوں نے بھیرہ میں دست اندازی کی۔ جب مرار پنجاب کو یہ خبر ہوئی تو میر محمد خاں حاکم پنجاب نے لاہور کے قلعہ کو مستحکم کیا اور ضرورت حال پر پادشاہ کو مطلع کیا۔ پادشاہ اس خبر کو سنکر آگ بگولا ہوا۔ مرزا محمد حکیم کو یہ خیال تھا کہ فریب نبھوں سے اہرار پنجاب میری جانب ہو جائینگے وہ لاہور میں ہندی قاسم کے باغ میں اُترا۔ دوسرے روز قلعہ کے کنارہ پر پہنچ کر لشکر کی صف بندی کی۔ مگر قلعہ کی توپ تفنگ زنی نے کسی آدمی کو قلعہ کے پاس پھٹکنے نہ دیا۔ اگر وہ کوئٹہ خاں کو اور دیوانی مظفر خاں کو دیکر پادشاہ سرجمادی الاولیٰ ۹۷۴ھ کو پنجاب کی طرف روانہ ہوا دس روز میں وہلی میں آیا یہاں بزرگوں کے مقدور کی زیارت کی اور ان کے مجاوروں اور متکفوں کو بہت کچھ نذر کیا اور حضرت جنت آشیانی کے روضہ کی زیارت کی پنجاب کو روانہ ہوا۔ جب ریاسے ستلج کے کنارہ پر پہنچا تو اُس کو معلوم ہوا کہ مرزا اُسکے آنے کی خبر سنکر بھاگ گیا۔ اوسط رجب میں پادشاہ لاہور میں آیا یہاں سب مرار اور غریبا کو خوش دل کیا۔ مرزا محمد حکیم بھاگ کر کابل گیا تو اُسکو مرزا سلیمان خاں پایا۔ اسکی سرگزشت اس طرح ہو کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ محمد قلی شخالی اور ایک جماعت کثیر کو قلعہ کابل کے محاصرہ میں چھوڑ کر مرزا سلیمان مرزا حکیم کی گرفتاری کیے گیا تھا معصوم کو کہ نے محمد قلی کو شکست پر شکست دی اور بدخشیوں کا سارا اسباب چھین لیا محمد سلیمان مرزا کی دو بیٹیوں کو محمد قلی ایک باغ کی چار دیواری میں چھوڑ گیا۔ کابل میں نے ان کو گرفتار کرنا چاہا۔ مگر معصوم کو کہ نے ان کو اس حرکت ناشائستہ سے باز رکھا مرزا حکیم کو مرزا سلیمان گرفتار نہ کر سکا تو کابل کے قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ ادھر اہل قلعہ نے بدخشیوں کو اپنے بہادرانہ جلوں سے تنگ کیا ادھر دبانے بھی اسکے لشکر میں قدم رکھا اس لیے مرزا سلیمان نے صلح کر لی۔ اول بدخشان بیوی کو روانہ کیا اور پھر آپ چلا۔ مرزا محمد حکیم کی تابنچاریاں پادشاہ بستا تھا مگر گوشمالی سنیں کہ تا

پادشاہ کا اس فساد مٹانے لیے پنجاب آنا

مرزا سلیمان کا کابل سے بھاگنا

ادھر مرزا محمد حکیم کو بدخشاہوں نے گرفتار کیا

تھا وہ اکثر اپنے نوکر دس سے کما کر تا تھا کہ یہ مرزا والد ماجد کی نشانی ہو مٹا اور پیدا ہو سکتا
 ہو۔ مگر بھائی نہیں پیدا ہو سکتا۔ مگر یہ بھائی بادہ پیمانی اور بہ نانی کی بدستی اور خوشامد گویوں
 کی دمسازی سے باز نہیں آتا تھا۔ کوئی ناصح قائل اس پاس ایسا نہیں تھا کہ وہ اس کو بادشاہ کی
 بد سگالی سے باز رکھتا اور سمجھاتا کہ آتش بلند کو توڑا سا پانی نہیں بجھا سکتا ناسور کن کا مرہم خارش
 نہیں بن سکتی۔ مرزا نے پہلے سالوں میں چاہا تھا کہ ہندوستان کی عافیت گاہ میں حکومت
 کرے اور پنجاب کا کابل پر اور اضافہ کرے۔

مگر مرزا سلیمان اس کو بدخشاں کی طرف لے گیا۔ اس چیرہ دستی سے وہ اور دلیر ہوا۔
 اور جب ہند میں ۹۸۸ھ میں دیا دشرتی میں شورشش پیدا ہوئی تو یہاں کے فتنہ پر داروں
 نے اُسے بھکایا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ آپ کے نام کا خلیفہ پڑھوائیں اور سکے چلائیں۔ کچھ
 اہل کابل نے اغوا کیا۔ اس نے ادا سٹا آذر ۹۸۸ھ میں حاجی نور الدین کو بھجوا کہ وہ آئندہ
 سے اُتر اس نواح میں مرزا یوسف خاں قطع دار تھا اس نے ایک فوج کو بسر کر دگی
 حسن بیگ روانہ کیا سعید خاں گلگھر اور مجاہدین اس سے راہ میں ملے۔ جلدی میں لشکر کمتر
 روانہ ہوا تھا اسلئے ارادہ یہ تھا کہ چند روز بعد لڑائی ہو۔ لشکر جمع ہو جانے۔ مگر لڑائی جلد ہو گئی
 اور پادشاہی لشکر کو فتح ہوئی۔ ناگاہ ہرنوں کا ریوڑ نظر آیا جن بیگے شکار کا شوق بہت
 تھا وہ اسکے پیچھے دوڑا۔ ایک ہرن کو تیر مار کر زخمی کیا۔ اتفاقاً نور الدین بھی اس طرف سیر کرتا
 کو آیا تھا۔ دونوں آمنے سامنے آئے۔ ہرنوں کے شکار سے آپس میں ایک دوسرے کے شکار کرنے
 کو آمادہ ہوئے۔ ان دونوں میں خوب دیندیش ہوئی۔ دونوں کو شش مردانہ کام میں
 لائے نور الدین زخمی ہو کر بھاگ گیا اسکے ساتھی کچھ اسیر ہوئے۔ بہت سے ڈوب مرے
 وہ خود حد و پش دریں مارا گیا۔ اس ہنگامہ میں یہ معلوم ہوا کہ مرزا یوسف خاں نے
 سرحد پر دو بھینی و خرم سگانی میں کی۔ پادشاہ نے اسے دہاں سے بدل دیا اور کنور سنگ
 کو حوashi سند کی حکومت سپرد کی۔ وہ اس ملک کے انتظام کے لیے سیالکوٹ سے روانہ

مرزا محمد علی خان کا نور الدین و شادمان کا بھین اور خوجا بیاب میں آنا ۹۸۸ھ

ہوا اور اندیشی کے سبب ایک فوج بسر کر دی زمین لدین علی آگے روانہ کی۔ حدود راو پنڈی میں
 ساحل سمندر پر شادمان کے پہنچنے کی خبر اس پاس آئی وہ جلد لڑنے کو چلا۔ نور الدین کے ساتھ سنہ
 مرزا اپنی غنودگی خرد سے واقف نہ ہوا۔ اُس نے شادمان کو بہت ابنوہ کے ساتھ روانہ کیا مرزا
 اس کو اپنے لشکر کی سپر سمجھا تھا۔ ۶ رومی کو وہ مغرور آب سندھ سے گزرا۔ قلعہ نیلا بک محاصرہ پر پاؤں
 جائے۔ زمین لدین علی اور کنور مان سنگھ اور گماشتوں نے استحکام حصار میں ہمت و حوصلہ کو صرف کیا
 تب کنور نزدیک آیا۔ تو ابو خاں کچھواہ کو ہراول اور اپنے بھائی سورج سنگھ کو التمش بنایا
 مخالف بے خبر تھا تیرہ کی آواز سے بیدار ہو کر پیکار کے درپے ہوا۔ میدان جنگ کو رونق دی
 ناموس دست ہستی دشمن آپس میں خوب لڑے۔ اس جنگ میں راجہ سورج سنگھ زخمی
 ہوا مگر شادمان نیت ہوا۔ شادمان سلیمان بیگانہ جانی کا بیٹا تھا۔ اس کا دادا
 لقمان بیگ جنت مکانی کا منظور نظر تھا۔ اسکی ماں مرزا کے گھوارہ کی خدمت میں رہتی تھی
 اس نے مرزا ہی کے ساتھ نشو و نما پایا تھا۔ پادشاہ نے یہ خبر سنکر فرمایا کہ مرزا شادمان
 کے مرنے کی خبر سنکر بتیا باہ ہندوستان کو آئیگا۔ ہماری پنجاب کے سفر کی بھی تیاری
 کرو پیش بینی و معاملہ شناسی کے سبب سے رلے رلے سنگھ و جگناتھ و راجہ گوپال
 اور بہت سے اخلاص پیشہ امیروں کو بہت سے لائقوں کے ساتھ روانہ کیا۔
 امرے سند پاس حکم بھیجا کہ اگر مرزا دریائے سندھ کے عبور کرنے کا ارادہ کرے
 تو اُس کو سر راہ روکنا نہیں۔ مگر لڑائی میں توقف کرنا۔ ہم خود عقربٹ ہاں آئیگے اور
 جو ہمارے دل میں ہر وہ طور پائیگا۔ ہم ارہمن کو پادشاہ پاس خبر آئی کہ مرزا پنجاب کی طرف
 آیا ہے۔ پادشاہ کے اشارہ سے منجھوں کی جماعت نے ساعت نیک بتانے کے لیے
 مشورہ کیا۔ پادشاہ کو دریائے شترتی کی نگرانی کا اندیشہ تھا۔ آسائش و ملک خلق
 کے نیلے پادشاہوں نے یہ چاہا کہ سلطان سلیم کو اغراض کے قاتلہ دار اختلاف میں چھوڑ جائے
 اور خود پنجاب میں آئے۔ مگر شہزادہ نے مریم مکانی کے وسیلہ سے ہمراہ جانے کی

پادشاہ کا پنجاب جانے

درخواست کی۔ پادشاہ نے اُس کی ملتس کو قبول کیا اور مرزا دانیال کو دارالخلافہ میں چھوڑا۔
 دوم محرم ۹۸۹ھ کو اس ساعت میں کہ منجوں نے تباہی پنجاب کی طرف روانہ ہوا تھا۔
 خرم و احتیاط سے جنگ کا سامان کیا اور پنجشنبہ و جمعہ کے کشکداروں کو تو اپنے پاس
 رکھا۔ اور شنبہ و چہار شنبہ کے امرا سے برانغار کو آرائش دی اور دو شنبہ
 و شنبہ کے امیروں کو برانغار اور یک شنبہ کے مبارزوں کو ہراول بنایا۔ ارکو تھا نیر
 میں پادشاہ آیا۔ شیخ جلال سے ملا۔ شیخ پیر خدا پرست تھا۔ اس ولایت کے آدمی
 اس کے معتقد تھے۔ پادشاہ کے اشارہ سے ابو الفضل نے شیخ سے پوچھا کہ آپ کی
 ساری عمر نیکوئی کی صحبت میں گزری۔ روحانی مرض کا علاج آپ بتلائے کہ دل
 سراسیمہ کو اختلاف کے تفرقہ سے نجات ہو۔ اول شیخ نے آنکھوں کے آنسوؤں سے
 جواب دیا اور پھر یہ بیت زباں پر لایا۔

آہ زاستغافے دلبر آہ آہ
 کہ تغم بست بر کونین راہ

سکندر ذوالقرنین ہمیشہ اپنی بزم سلطنت کے خاصوں سے کہا کرتا تھا کہ ندیم اور
 بزرگوں اور ہوتے ہیں اور ارکان دولت و بزرگان درگاہ اور ہوتے ہیں۔ اول کا کام
 یہ ہے کہ کسی شاداب نکتہ اور نادر حکایت سے گوجھوٹی ہو وہ شگفتگی پیدا کرتے ہیں۔ چراغ
 طب میں روغن ڈالتے ہیں۔ اور خوشحالی کو گزند دل شکنی کی حالت میں برقرار کرتے ہیں۔
 عروس نشاط کو شگرت کاری سے آراستہ رکھتے ہیں۔ اور دوم بمنزلہ دست بازو کے ہوتے
 ہیں۔ سارا مقصد ان کا یہ ہوتا ہے کہ فساد عالم کا علاج کریں۔ شکستہ کاروں کا تریاک و زمانہ
 کے کہن زخموں کے مرہم بنیں۔ زبان سے وہ بات کہیں کہ پراگندگی زمانہ دور ہو۔ کار برہم شدہ
 فراہم ہو جہاں میں آسودگی بڑھے۔ شادمانی ایمنی کے ساتھ ہمدوش ہو۔ اگر خریدار اس کا نایاب
 ہو تو خوشی و نیک اندیشی سے پکارہ کار کریں۔ بارگاہ دولت کو جو آسیب پہنچتا ہے زیادہ تر
 اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ یہ دونوں گروہ اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ہمیشہ وہ اپنے کارپردازان

خواص ہا مصفوریہ و ان کی عمر کا تمام ہونا

دولت سے فرماتا کہ جو شخص ہماری خوشنودی کے خیال سے رہتی کو چھوڑتا ہے اور درست عیا
 نہیں رہتا اور سپاہ و رعیت کو تنگ گیری سے ہماری کشائش طلب کرتا ہے اُس سے تھوڑے
 دنوں میں ہمارا دل پھر جاتا ہے اور ہماری سیاست سے وہ ٹھیک بنایا جاتا ہے۔ اس حال کا
 مصداق خواجہ منصور شاہ کی حالت ہے کہ وہ ہمیشہ جاہلی و آزمندی سے محاسبات یوانی
 میں خردہ گیری و سخت گیری کرتا۔ آدمیوں کی غوارگی اس کے دل ہی میں نہیں آتی تھی
 وہ اپنا گھر ہی بھرنا چاہتا تھا۔ ایک دفعہ میں وہ ناستودہ کردار نیست ہو گیا۔ جب کنورمان سنگھ
 نے شادمان کو کشتہ کیا تو اُسکی رخت گاہ میں سے چند پروانے مرزا محمد حکیم کے منشی کے ہاتھ
 کے لکھے ہوئے برآمد ہوئے کنورمان سنگھ نے ان کو پادشاہ پاس بھیج دیا۔ ان میں سے ایک
 خواجہ کے نام تھا جسے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ یک جہتی و نیک اندیشی کی عارضہ تمھاری سہم
 پہنچیں اس سے ہماری توجہ تمھارے حال پر زیادہ ہوئی۔ اب قریب سکے نتائج سے ہم متمتع
 ہو گے۔ پادشاہ نے اس کو بدکاروں کی سازش سمجھ کر خواجہ کے منہ پر کچھ نہ کہا۔ نواحی سبقت
 میں ملک مانی (ثانی) جو مرزا کے قدیمی نوکروں میں تھا بنہ دبار کے ساتھ درگاہ میں آیا۔ شہرت
 ہوئی کہ مرزا نے اُسکو اسیلے بھیجا ہے کہ رنجش کو اپنا پیش و بنائے اور چالپوسی کے لوازم بجالائے۔
 سادہ لوحوں کو ہکا کر اپنے بس میں لائے اور بدکاروں کو زیادہ تر بنائے۔ دورانہ نشی
 و احتیاط گزینی سے اس کو تصرف سے باز رکھا تو خواجہ سے بہت سی باتیں اسکی جانب لاری
 کی طور میں آئیں طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے کہ ملک مانی جو مرزا کا وزیر تھا اور جسکا لقب
 وزیر خاں تھا۔ خواجہ کی منزل میں اُترا اور خواجہ کی معرفت وہ پادشاہ کی خدمت
 میں جانا چاہتا تھا۔ خواجہ نے پادشاہ سے اس کے ملنے کی تقریب کی پادشاہ
 نے خواجہ کو خلوت میں طلب کر کے اس نامہ کو اُس سے پڑھوایا اُس نے ایسے
 جواب دیئے کہ جس سے بدگمانی اور زیادہ ہوئی پادشاہ نے اس کو احتلاط سے باز
 رکھا اور دو برسینی کو کار فرمایا۔ ۱۹ کو ملک علی کو توال شہر کچھ نوشتہ پادشاہ کے

روبر دلایا جس نے خواجہ کی تباہ سگالی تازہ ہوئی۔ ان نوشتوں سے معلوم ہوا کہ فیروز پور
 جو خواجہ کی جاگیر میں تھا وہاں کی سپاہ مرزا سے یکتائی رکھتی ہو اور عنقریب پاس سے
 ملنے کو ہے۔ اس سے پادشاہ کو غصہ آیا۔ اس نے حکم دیا کہ اگر خواجہ کسی رستی منش کو خان
 دے تو بدستور زندان میں ہے ورنہ وہ ٹھکانے لگایا جائے جس سے کوتاہ اندیشوں کی
 گوشمالی ہو۔ اور بدگوہروں کی تنبیہ۔ خواجہ نے جواب میں بیوہ باتیں بنائیں مگر صاف من
 اس کو میسر نہ ہوا۔ ناگزیر حکم سیاست ہوا۔ سرای کوٹ بھجوانہ میں درخت سے لٹکا کے
 اس کو پھانسی دی گئی۔ اس سے لشکر کو بڑی خوشی ہوئی حقیقت میں صوداں سخن ساز
 اور بادسرایاں غرض گزار نے اسکو یہ دکھایا۔ خواجہ جیسا امارہ نوپس خردہ گیر نکتہ سنج
 بار بردار شیوا زبان مشغف گو کمتر پایا جاتا ہے۔ پادشاہ نے بارہا فرمایا کہ اس کے مرنے
 سے حساب کے بازار کی رونق گئی اور سرسشتہ محاسبہ ہاتھ سے نکل گیا۔ خواجہ کے حالات کو
 طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے کہ ملک علی کے قاصدوں کو گذر لدھیانہ کی سرے میں
 ایک پیادہ ملا۔ جسکے پاؤں سوچ رہے تھے اس نے اُن سے کہا کہ میں خواجہ کے شق دار
 شرف بیگ کا ملازم ہوں میں نے یہ خطوط خواجہ پاس بھیجے ہیں۔ میرے پاؤں کا حال دیکھتے
 ہو کیا ہو رہا ہے۔ تم ان خطوں کو لیکر جلد خواجہ پاس پہنچا دو۔ جب مہر توڑ کر اُن خطوں کو نکالا
 تو انہیں ایک عرضداشت شرف بیگ کی تھی جس میں پرگنہ فیروز پور کا حال لکھا تھا دوسرا
 خط ایک شخص نے دوسرے شخص کے نام اس مضمون کا لکھا تھا کہ میں نے فریدون خان سے ملاقات
 کی وہ مجھے مرزا محمد حکیم پاس لگیا۔ باوجودیکہ اور سارے پرگنوں میں اپنے اعمال اس نے بھیج دیے
 ہیں مگر ہمارے پرگنوں میں نہیں بھیجے ہیں صاف رکھا ہے۔ پادشاہ نے اس خط کو شرف بیگ کا خط
 خواجہ کے نام خیال کیا۔ خواجہ سے ارکان دولت ناراض تھے بنے مفت پر کر اسکو پھانسی لگوائی۔
 ہندوستان میں کچھ شور و شش بڑیا تھی اور کچھ قرون سے آشوب کی آتش گاہ بن رہا تھا
 تو اس دیار کے آدمیوں نے اور کچھ کابل کے فتنہ پردازوں نے اس آشفٹ رائے جو ان مرزا سے

مرزا محمد حکیم کا نام کابل جانا ۹۸۹
 ۲۵

حرکات ناشائستہ سرزد کرائیں اس نے کچھ سپاہ پہلے بھیجی کہ فتنہ برپا کریں مگر وہ سپاہ سرنگوں ہوئی۔ اب اس کو چاہیے تھا کہ اپنے پندار سے باز رہتا مگر اسکے برخلاف وہ پیکا کے دیے ہوا۔ جب ہ دریائے سندھ سے پار اُترا تو اس نواح کے امراء فرمان شاہی کے کار بند ہو کر دار الملک لاہور میں جمع ہو کر قلعہ داری کے لیے آمادہ ہوئے۔ مرزا یوسف خاں نے رہتاس کی پاسبانی کی۔ مرزا سے کوئی پادشاہ ناشائسا بھی جا کر نہیں ملا۔ روستناسوں کا تو کیا ذکر ہے۔ وہ سپاہ ناکام رہا۔ رعیت کا دل اپنی طرف نہ دیکھا۔ ہر خطہ ناامیدی اسکے اندوہ کو بڑھاتی تھی۔ مگر ہرزہ گویوں کی جھوٹی باتیں اس کا دل خوش کرتی تھیں پریشان خیالی میں وہ اپنا وقت کاٹتا تھا۔ ہوا کو بادوں میں کوٹتا تھا اور پانی کو جھلنی میں چھانتا تھا یاں تک کہ لاہور کے محاصرہ میں مشغول ہوا۔ شاہی مبارزوں کی کنارہ کشی نے اسکے دل کو کچھ دنوں خوش رکھا۔ وہ انکے کارنامے بہت سُن چکا تھا۔ اس وقت اس کا دل لڑائی پر نہیں لگا تھا۔ اسکے ارادوں کی یادری کرتا تھا۔ پادشاہ کے نہ آنے کی خبر سُننے سے اسکے دل کو تقویت ہوتی تھی۔ جب پادشاہ پنجاب کو دار الخلافہ سے چلا تو مرزا لاہور کے قریب بڑی غور و خروش مچا رہا تھا۔ حمدی قاسم کے باغ میں میں تک خوشامدانی کرتا رہا اور شیخ چلی کے سے خیالات کرتا تھا۔ سعید خاں راجہ بھگونت داس و کنور مان سنگھ سید حامد و محمد زماں اور جاگیر داران نے قلعہ کو کسی قدر استحکام دیا تھا۔ وہ کارزائے لیے آمادہ ہوتے تھے پادشاہ کا حکم پیکا کے ہنگامہ برپا کرنا نہ تھا۔ بہادر اپنے مورچوں میں ہوشیار رہتے تھے علامہ بند یادہ گویوں کے اختلاط سے شہر کو باز رکھتے تھے۔ دروازے کھلے رکھتے تھے۔ مرزا کی طرف سے بارہا بشیر خواجہ و ناد علی و قربان علی و مرزا سکندر جو شش مردانگی کرتے تھے مگر منہ کی کھاتے تھے۔ مرزا اپنے کارکن کی ناز وانی سے زیادہ آشفہ ہو رہا تھا کہ ناگاہ لشکر شاہنشاہی کے آئیکا آوازہ اسکے کان میں پہنچا۔ تو وہ حیران پریشان ہو کر آب و سی سے عبور کر کے کابل کو بھاگا۔ بہیز کے نواح میں دریائے بہت سے عبور کرنے میں کچھ اسکے آدھی سیل فانیں ڈوبے۔ اُس نے کیمب کی رائے سے آب سندھ کو عبور کیا اور اپنے گھر پہنچ گیا۔ جب پادشاہ نے اس کا یہ حال سنا تو اُس نے

حکم بھیجا کہ مرزا کے تعاقب سے ہمارا لشکر باز رہے مباد اور پاؤں کی شورش میں مرزا کی
کشتی ڈوب جائے کہ پھر اس سلیم دل کا علاج کچھ نہ ہو سکے۔ ہم عاقل ہو کر کب کسی نقش ہستی
کو اس طرح مٹانا چاہتے ہیں امید ہے کہ وہ سعادت پذیر ہو۔ اور نیز میران قدر دانی میں
بیٹے سے زیادہ بھائی ہوتا ہے۔

پادشاہ ۲۴ فروری کو سہرنہ میں پہنچا۔ ۲۸ جولائی ماچھوارہ کی حوالی میں دریائے ستلج کا پل
باندھ کے عبور کیا۔ امرالپنجاب یہاں آنکر ملازمت سے مشرف ہوئے۔

اب پادشاہ نے پنجاب کے ساحل سندھ کی طرف سفر کیا۔ یہاں اسکا ارادہ ایک قلعہ بنانے
کا تھا۔ کہ وہ سرکشوں کو راہ پر لائے۔ اور بندگان خدمت گزار کی بزرگ پناہ بنائے۔ اس نے
راہ میں نگر کوٹ کی سیر کا ارادہ کیا اور اس راہ سے ۱۷۔ کوکلانور میں آیا۔ دھم اردی بہشت کو
ایک پانچ کی بنیاد یہاں رکھی۔ نند نہ میں شکار کھیلا۔ بالنا تھ نلہ کی زیارت کے لیے متوجہ ہوا۔
یہ ایک بڑا ادنیٰ پناہ رہتاس کے قریب ہے۔ وہ بالنا تھ جوگی کا نیا نش گڑھ ہے۔ اسکو لوگ بزرگ
سمجھتے ہیں اور بہت آدمی یہاں آتے ہیں۔ ہندوستان میں طرح طرح سے آزادی کی راہ چلی ہوئی ہے۔
ایک گروہ کا نام جوگی ہے۔ پاتنجی کے قانون پر چلتے ہیں۔ فنا میں اپنی بقا جانتے ہیں۔

بہت خلاف عادات ان سے ظہور میں آتے ہیں۔ اکثر انہیں خرسندھی و کم آزاری میں نامور ہیں
اور عرصہ آگہی میں تیز رو ہیں۔ بالنا تھ اس گروہ کا سر آمد ہے۔ پادشاہ کو تو پیر و ہش الہی منظور تھی
ہر طائفہ اور ہر جانب میں متوجہ ہونے کو ایند دی پرستش جانتا تھا۔ اس سبب وہ ایند پرستوں
کی خلو نگاہ میں جاتا تھا۔ اس جوگی کے بھی پاس گیا۔ یہاں سے ۱۳ رخصداد کو ساحل سند ساگر
پر پہنچا۔ یہاں سے اس نے اپنی شیریں گفتار عقیدت گزنیوں کو مرزا پاس بھیجا کہ سخاوت لاؤ
اس کو سنائیں ۵۔ تو اس ساخت دلہائے فولاد نرم ۶۔ بہ نیرے پیوند گفتار گرم ملے۔
پادشاہ نے جو فرمان بھیجا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہر والا شکوہ باوجود توانائی اور قوت
بالشس سے باز رہ کر نصیحت کرتا ہے اس کا مطلب سوائے خیر سگالی اور خلوص کے کوئی امر اور نہیں ہوتا

پادشاہ کا سفر دربار سندھ کی طرف

بالنا تھ ملکہ کی زیارت

۵۰۰
پادشاہ کو مرزا کے بھیجا اور مرزا کا لشکر سیرت میں تھا

سعادت پذیر نیک خراسانی بیدار ہو کر شرمندہ چہرہ اور حق پذیر دل لیکر اس کی
انجن میں آتے ہیں اور ظاہری اور باطنی نیایش کر کے چارہ گری اپنی کرتے ہیں۔ اور جو بدگوہ
تیرہ لئے ہوتے ہیں وہ حیلہ و بہانہ بناتے ہیں اور یہود و مجتہد گھڑتے ہیں جسے تباہ ہو جاتے
ہیں۔ اے میرے بھائی تو مجھے بیٹے سے زیادہ پیارا ہی آگاہ ہو کہ اور سلاطین شرا و الا تبار
ہر سرزمین کے بزرگ میری عنایت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ تو میرا بھائی ہو کر کب تکنا پاس
رہیگا اور باجی ہمنشینوں کی صحبت سے اپنا نقصان کرے گیگا۔ ان مگس طینتوں کی باتوں پر
کان نہ لگا۔ اور اندیشہ درست۔ دل پشیمان و اعتقاد شائستہ و خاطر امید دار لیکر میرے
پاس چلا آ کہ آئندہ زندگی تیری عزت و آبرو سے بسر ہو۔ نیک نامی ہو۔ دنیا اور عقبی درست
ہو۔ اگر تو اپنی شرمندگی اور بدکاری کے سبب ہمارے پاس نہیں آتا اور خوف کے مارے
ہماری خدمت گاری پر دل نہا دینے ہوتا تو ہماری بخشش و بخشش مشہور ہی سبب دیک
دور کو اس کا یقین ہے۔ وہ پادشاہ ان نصلح کو افسانہ سمجھا۔ اور اس کا جواب گفتار بفرغ
میں لکھا۔ پھر پادشاہ نے اپنی محبت کے سبب مرزا کو اشارہ کیا کہ اگر دل و زبان دونوں ایک
ہیں اور وہوں کی زیادتی کے سبب چند روز تک ملازمت میں نہیں آتا تو کسی اپنے بیٹے کو اپنی بہن
نخت نسایم کے ساتھ روانہ کر دے اور اگر یہ بھی منظور نہیں ہے تو خواجہ حسن نقشبندی کو اس سرزمین
کے اعیان کے ساتھ بھیج کہ رسوم پیمان و سوگند کو بجالائے جب ہم اسکو قبول کر لیں تو بخشش
اور بازگشت کو دست آور نہ بنائے۔ مگر بندہ ہائے ہوش افزا کو خوابیدہ بخت۔ شوریدہ رائے
سنے ہیں۔ ناچار پادشاہ نے حکم دیا کہ راجہ مان سنگھ دلاوروں کو ساتھ لیکر آب سندھ سے گزر کر
پشاور میں جائے اور وہاں کے سرکشوں کو نیکو خدمت نہائے۔ اور تیر کو شاہزادہ سلطان مرزا
کو بہت امداد کے ساتھ دریائے غور کر کے ولایت پشاور کو روانہ کیا اور کہہ دیا کہ اگر مرزا ابیداً
ہو کر فرمان پذیری اختیار کرے تو اسکو بہت سی نوازشوں کا امیدوار کرے۔ اور بہن کابلت
میں دوڑ جائے۔ پھر پادشاہ نے فوجوں کو اس طرح ترتیب یا کہ قول کو خود ریت دی مرزا

یوسف خاں رائے رائے سنگھ۔ رائے دُرگا و گوجر خاں و سورج سنگھ۔ دہن چوہان۔ و
 شیخ عبدالرحیم و بانکار رائے۔ وراچند و ٹھاکر سین۔ و سلیم خاں کا کر علی و سید محمد موجی و کرم اللہ
 کنبو و یرختی راج و مراد اس چوہان و متھرا داس و سونول داس ککھ کچھواہ اسکر و کچھوہ و
 جہارہ بیگ شیخ ولی جلال و میر حسن و ایک جماعت کثیر اس سپاہ میں افسر مقرر ہوئے جو انفا
 کی سپاہ داری سید حامد بخاری و مخصوص خاں و سید مہدی قاسم و ابوالقاسم علی بن عرب و انعام
 و سید حسین حسن قلی بیگ عبداللہ بلوچ اور نامور جو انمردوں کے سپہرہ بنی۔ برانڈار کو قلیچ خاں
 و جلال خاں و شیخ جمال بختیار و نور ملیح و مرزا نولاد و جمال خاں بلوچ و شیخ گل محمد و ملک رویش
 جالونہ و عالم لوحانی و مولانا الہداد احمد و شہباز خاں لودھی نے رونق دی و راجہ مان سنگھ
 و نورنگ خاں و شیر بہ خاں مادھو سنگھ و محمد بیگ تھکڑو مان سنگھ و ربانی و جلال سہلدار و بہادر خاں
 قوردار و سرجن پہوان علی و سکت سنگھ و جگت رائے وراچند و جگوانداس شیخ کبیر و جبار قلی و نقیب یونہ
 اور ایک گروہ اور ہر اول کی آرائش میں مشغول ہوئے۔ پادشاہ نے پھر اپنی عاطفت فطری و رافت
 ذاتی کے سبب زاکیم پاشا شہزادہ حاجی حبیب کاس کے ہاتھ بھیجا۔ یورش کا موسم نکلا جاتا تھا اور لشکر کثیر
 کو تنگناؤں میں کسی قدر دشواری تھی۔ اسکو لکھا کہ تجھکو چاہیے کہ فرمان پذیری کی طرزوں میں سے
 کسی طرز کو قبول کرے تاکہ لشکر حد و بکرا م سے واپس چلا جائے۔ اور تیرا کام نیکنامی کے ساتھ اور بادشاہ
 کی نوازش کی دستاویز سرانجام پائے۔ پادشاہ کو یہ خوف تھا کہ مبادا لشکر شاہی کے شکوہ و خوس
 مرزا فصحت جو بیگانوں میں چلا جائے۔ اور کارگر اردوں کو حکم ہوا کہ دیا کا پل بنائیں۔ انھوں نے
 کشتیاں جمع کرنے میں تگابو کی اور کشتی کے ان ہفت روزے منازل دریائی کے بنانے
 میں سعی کی۔ پادشاہ نے ارادہ کیا تھا کہ اگر مرزا فرمان نہ مانے تو خود جائے۔

جن دنوں میں بادشاہ ساحل دریائے سندھ پر مقیم تھا۔ اور دریائے یار زابلستان جانیکا قصد تھا
 تو اکثر لشکر کے مخصوص مراد اس یورش سے باز رکھنے میں کچھ نارسائی کے سبب ایک گروہ تنگ
 حوصلگی کی وجہ سے ایک طائفہ ولایت سرحد کے خوف کے ماتے ایک طبقہ تن پرستی

پادشاہ کے لشکر کا مرتب ہونا اور مرزا پاشا حبیب اللہ کو بھیجا۔ ۹۸۹

۲۵

دہند دوستی کے بہت کچھ سفر کے نقصانوں کی وجہ سے بعض مرزا کی ہوا خواہی کی وجہ سے دستا فرمایا کرتے تھے مگر بادشاہ
 کب اپنے ارادے باز رہتا تھا۔ ابو الفضل کو حکم دیا کہ ان سبکیاں اور وجوہ کلمہ ہمارے سامنے پیش کرے۔ وہ چائیں
 دیر سیلے کرتا تھا کہ عقل مصلحت میں مرزا کی یادوری اور سعادت اندوزی دستگیری کرے مگر وہ اس میر سے روز
 بروز زیادہ مغرور ہوتا جاتا تھا۔ دشمنان اور سخن نرم تو مغرور شدند، وقت بات کہ زیاں کار بود خوش سخنی
 بادشاہ اکثر کہا کرتا کہ جس عضو میں فساد ہو جائے تو عاقلوں نے اسے قطع کرنے کا آئین مقرر کیا ہے
 کہ اور اعضا میں گزند نہ پہنچے۔ اس طرح اگر افراد انسانی میں کسی کے جوہر سعادت میں ایسا غلغلہ پڑے
 کہ وہ اوروں کو برا گندہ کرے تو اس کا نقش ہستی صفحہ جہان سے مٹانا چاہیے۔ لیکن بادشاہ اپنی
 مرورافت کے سبب سے اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ بادشاہ کو دریا سے عبور کرنے میں یہ خوف تھا کہ گیس
 مرزا کی زندگی نہ ختم ہو جائے۔ اس لیے اس میں توقف کرتا تھا جب عاقلیت اپنے انداز سے گزری اور
 مدار ادا صحت ہو گئی تو اس نے یکم تیر کو دریا سے عبور کیا اور جہاں دریا رسندھا اور دیا ر
 کابل ملتے ہیں وہاں فرودکش ہوا اور اُدے بزرگ اور بہت سے پرتال کو سندھ کے کنارہ پر چھوڑا اور
 اس سرزمین کی حکومت قائم تھاں کو سپرد کی کہ یہاں کے سرکشوں کو مطلع کرے اور عمدہ چل بنائے۔
 ۸ امرداد کو حاجی حبیب اللہ مرزا کی عرضداشت لایا جس میں مرزا نے کچھ پیشیاتی و شرمندگی کا اظہار
 اور فرمان پذیری کا بیان سو گند کے ساتھ کیا تھا لیکن بادشاہ کے فرمان کو نہ مانا۔ اس لیے
 اُسکی گفتار سچی نہ معلوم ہوئی۔ عذر اس وقت مقبول ہوتا ہے کہ گفتار و کردار ایک ہوں۔ وگرنہ
 دستان سرفریب رازبان سے نیائش گری اور عمل میں بیکاری کرتے ہیں۔ پہلے بہت سے
 سادہ لوحوں نے کار کرد اور گفتار کی ناشناسائی سے بہت نقصان اٹھائے ہیں۔ مدار
 کے لیے شائستہ یہ ہے کہ گلشن سرے لسانی سے علحانہ نگارین تر نہ ہو تو کتر بھی نہ دور نہ گریزی
 وابلہ طرازی کو باز اریں لانا ہے۔ اس لیے بادشاہ نے اس کے عذر کو نہ مانا۔ اور شاہزادہ مراد
 کو بلداہم سے آگے جانے کا حکم دیا اور خود بھی کوچ کر کے آپ کا بل کے کنارہ پر پہنچا۔
 خواجہ محمد علی اور ایک جماعت کو پھر مرزا پاس بھجا کہ وہ کہا مان جائے۔ خود بادشاہ

دولت آباد میں آیا اس منزل میں ایک طر مزرا کی عرضداشت لایا جس میں کردار گذشتہ سے پشیمانی اور
آئندہ پیمان نیکو خدمتی کو عرض کیا تھا۔ مگر بادشاہ نے اسے جھوٹا سمجھ کر نہ مانا۔ اور مجلس مشورہ مار
کو بلا کر منعقد کی اور حکم دیا کہ ہر ایک اس عرضداشت کا جواب اپنی کارشناسی سے لکھے۔

اور ابو الفضل کو حکم دیا کہ ہر ایک کی صوابدید کو دلنشین کر کے عرض کرے۔ بادشاہ کے حکم کی
تعمیل ہوئی۔ ہر شخص نے وہی کیا جو پہلے کیا تھا کسی کا ارادہ جانے کا نہ ہوتا تھا۔ اس لیے
سب اپنے اس مطلب کو کہ مرزا کی خطائیں معاف ہوں اور شکر داپس مختلف روشوں سے
ادا کیا۔ ابو الفضل نے کہا کہ جب شاہزادہ مرزا مراد کی سرکردگی میں ایک لشکر دور دست
راہ پر روانہ کیا گیا ہے اور یہاں سے منزل مقصود تک پہنچنا آٹھ سات روز کی راہ ہے ہر ہجر و گنہام
فرستادوں کی گفتار اور جھوٹے نوشتوں پر اعتبار کر کے مراجعت کرنا سزاوار نہیں ہے
ہندوستان میں بارش کا موسم ہے۔ حدود سندھ میں برسات کے ختم ہونے تک توقف
کرنا پڑے گا۔ اگر کوچ کیا جائیگا تو بارش میں اسباب سپاہ گری کا نقصان ہوگا اور کچھ فائدہ
نہ ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ جو کام قریب لاختتام ہے وہ پورا کیا جائے پھر مالش سبزی یا بخشش
نمایاں کی جائے۔ اس کئے پر ابو الفضل سے اہل مشورہ ناراض ہوئے۔ ایک سلامت
رودنے دوستانہ ابو الفضل سے یہ کہا کہ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس تیری صلاح سے
شناسائی اور حق گوئی ظہور میں آئی ہے لیکن آشوب گاہ تعلق میں اہل زمانہ اور بارگاہ
کے سلطنت کے چہرہ دستوں کے ساتھ سازش و موافقت ناگزیر ہے ابو الفضل نے
جواب دیا کہ راز گوئی کی انجمن میں اور مشورہ کے صفوت کدہ میں جو وقت کے مناسب
بات ہو اسکے چھپانے سے اور اسکے خلاف پر مائل ہونے سے ناخوشی پیدا ہوتی ہے
اور دین و دنیا کا زیان ہوتا ہے صورت گاہ زود زوال کے لیے جان فرسائے
منعوی ہونا کیوں آدمی قبول کرنے جو راہ فضول میں آوارہ نہیں ہوتا اسکے دامن پر
گر و نہیں بیٹھتی۔ مجھے جب تک بادشاہ پوچھ گچھ میں کچھ نہیں کہو نہ گناہ اور صلاح کار

اپنی صلاح گزارش کریں سب نے متفق ہو کر کہدیا کہ حکیم مرزا کی بخشائش کی جائے اور جھوٹ موٹ یہ بھی کہدیا کہ ابو الفضل کی بھی پھر رائے ہے۔ وہ اس وقت درود سروتپ کے سبب موجود نہ تھا پادشاہ اس صلاح سے نہایت ناراض ہوا۔ ابو الفضل سے بھی خفا ہو گیا۔ پھر جب ابو الفضل نے ساری حقیقت حال عرض کی تو خفگی جاتی رہی۔ عرض پادشاہ منزل بمنزل زابلستان میں چلا کر کھتری میں پہنچا۔ یہاں ایک غار بڑا گہرا ہے کہ اُس کے اندر مرقضان باستانی کے خلو تکبرہ کی راہ ہے۔ راہ کی دشواری اور تاریکی اور پیچیدگی سے وہاں رسائی مشکل ہے۔ مگر پادشاہ تنہا بسکے اندر گیا۔ پھر پادشاہ حصار بکرام میں آیا۔ یہاں کے عوام اس لایت کو پرشاد رکھتے ہیں اور اس شہر کا نام بھی یہی لیتے ہیں۔ یہاں کی حکومت یار علی ناطر کے سپرد ہوئی۔

انہیں ایام کے سوا انہیں سے ہے کہ ہارخرد کو اقصائے شرقی ممالک میں ایک قلعہ کی بنیاد کی اور کنگ بنارس اس کا نام رکھا اور خواجہ شمس الدین خانی کو اس کی تعمیر کا اہتمام سپرد کیا۔ تھوڑے دنوں میں وہ بند ہو گیا۔ ہندوستان و کابلستان کے درمیان ایک عجیب برزخ بن گیا۔ گردن کشوں کی فرمانبرداری کا ستارہ ہوا بے مایہ آزد مند و کئی روزی کا دستاویز بنا۔ مالداروں کی بضاعت کا اطمینان ہوا۔ مسافروں کے لیے ایمنی کا مقرر تھا

کابل کے واقعات

پادشاہ کی نیت میں یہ تھا کہ مرزا کسی طرح راہ پر آجائے۔ اس لیے وہ آہستہ جاتا تھا۔ اور ہر منزل میں چند مقام کرتا تھا۔ شاہزادہ مراد کو بھی حکم بھیج دیا تھا کہ رفتار میں سرعت نہ کرے۔ مگر مرزا خوشامد گو بدگوہروں کی ہمنشینی کے سبب کسی طرح پادشاہ پاس آنے پر راضی نہ ہوتا تھا ہر چند اس کی بہن نے چاہا کہ میں پادشاہ پاس جا کر ملاقات کروں مگر اسپر راضی نہ ہوا۔ کچھ گرائی سے خواجہ حسن بدخشاں کی طرف چلا گیا۔ مرزا نے اپنے بند و بار کو مستحکم مقامات میں بھیجا اور قرأتی کے ارادہ پر آمادہ ہوا۔ جب سکون معلوم ہوا کہ پادشاہ حدود بکرام میں مقیم ہے اور لشکر بکرام کی شاہزادہ مراد آتا ہے تو اس نے کارزار کا ارادہ کیا۔ پادشاہ نے آپ جریدہ تیز روی کو خست یار کیا۔ سلطان سلیم کو لشکر عظیم کی نگہبانی سپرد کی۔ اور حکم دیا کہ لشکر منزل بمنزل آہستہ روانہ ہوا

قلعہ انک بنارس کی تعمیر ۹۹۹ھ

پادشاہ کا ایثار کے کابل جان ۹۹۹ھ

اور خود گرم رفتار ہوا اور خیبر کے سخت گریووں کو طے کر کے حاشی دیکھ میں دریا کے کنارہ کچھ آرام
 کیا جلال آباد میں خان درویش خاں شمس الدین کروری کو شکر کے آرام کے لیے متعین کیا
 پادشاہ پاس مرزا کی خبر روز آتی تھی کہ وہ کیا کرتا ہے۔ پادشاہ باغ صفائیں تھا کہ کوئی شخص
 مرزا کی خبر نہ لایا اور قراول بھی آدمی راہ سے پھرتے۔ افغانوں نے راہ بند کر کے اُنہیں آگے
 نہیں جانے دیا جب پادشاہ گندماک میں آیا تو حاجی محمد احدی جس کو پادشاہ نے بلانے کے لیے بھیجا
 تھا وہ خبر لایا کہ شکر شاہی کو گزند پہنچی ہے۔ پادشاہ نے رازگوئی کی مجلس جمع کی۔ ہر ایک سے
 پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے بعض نے کہا کہ جب تک لشکر آنکر ملے توقف کرنا چاہیے بعض نے کہا
 کہ ہم اتنے کم آدمی ہیں کہ توقف کرنا مناسب نہیں۔ واپس جا کر لشکر سے ملنا چاہیے بعض نے کہا
 کہ آگے بڑھنا چاہیے پادشاہ کے خوف سے مخالف پرانڈہ ہو جائینگے غرض شہر یار اپنی شجاعت خدا داد
 اور خاطر ہمیشہ بہار کے سبب آگے بڑھا۔ لشکر آہستہ کیا۔ قول میں خود رہا۔ اور برافغانین میں خال
 کو کھلتا ش۔ جو افغان میں مطلب خاں متحد تگجی واحدی ہراول میں نامزد ہوئے۔ پھر پادشاہ پاس ختم
 کی خوشخبری آئی۔ مگر یہ عرضداشت کہ م اللہ کنہوہ کی مٹی اور قاصد افغان تھے۔ ایسے اسپرطینان خاطر وہ
 نہ ہوا۔ مگر جب پادشاہ سرخاب میں آیا تو شاہزادہ کی عرضداشت آئی جس میں فتح کا بیان لکھا ہوا تھا۔
 حکیم مرزا فرومایہ بدگوہروں کی دسمازی سے کہ خانہ برباد کر نیوالی ہوتی ہے۔ پادشاہ کے
 فرمان پذیری کی راہ سے باہر نکل گیا اور ہندوستان کی شرقی دیار کی شورش سے پادشاہ
 کے برخلاف ہو گیا۔ مگر جب یہاں ہندوستان میں آنکر ناکام اُلٹا گیا تو کبھی وہ اپنے نصیبوں کو
 روتا۔ کبھی اپنی کج گرائی پر ہنستا۔ کبھی اپنے اہل مجلس کو سزائیں کرتا۔ اس پریشانی میں تھا کہ پادشاہ
 کی آمد آمد کا شہرہ ہوا۔ اب نہ رائے برون نہ رائے آونختن۔ نہ گوہر عقل کی صفائی تھی کہ پادشاہ
 کی خدمت میں آتا۔ نہ اُسکے ہمراہیوں میں ہوشمندی تھی کہ اسکے بیٹوں میں سے کسی کو پادشاہ
 کی خدمت میں لاتے اسکی ہمیشہ اور خواجہ حسن دونوں خوف کے ماتے بدخشاں کو چلے گئے
 فریدون اور کچھ اور امرار کہ سرمایہ شورش تھے ان کا کبھی یہ ارادہ ہوتا تھا کہ خیبر کے درہ کی

سلطان مرزا کا فتح پانا اور مرزا حکیم کا شکست پانا

استواری کو اپنی پناہ بنائیے کبھی یہ ارادہ ہوتا تھا کہ شنگش کی راہ سے ہندوستان میں جا کر
فساد مچائے۔ بعض کا یہ ارادہ تھا کہ حصارِ کابل کو استحکام دیکر کوہستان کی تنگنائے میں زاویہ
نشین ہوں۔ مگر بادشاہ کے لشکر کی خبر سنکر سب بے اوسان تھے کچھ سامان نہیں کرتے تھے
کابل کی رعایا کو پسند نہ تھا کہ وہ اپنے شہر کے دروازوں کو بند کریں کہ اپنے ولی نعمت کو آنے
نہ دیں۔ مرزا نے قلعہ کی کنجیاں ارباب شہر کے حوالہ کیں کہ بادشاہ کی نذر کریں اور خود قرا باغ میں
چلا گیا۔ ہر شخص نے اپنا اسبابِ درد و بے بھیدی یا مرزا کو یہ خیال تھا کہ اگر بادشاہ کا لشکر زور
کرے تو توران میں بھاگ جائے اور نہیں تو یہیں کوہ و صحرا نور دی کرے جس شخص کے اندر خود
خرد نہ ہوا اور کوئی دوست تلخ گو نہ ہو تو وہ ہمیشہ ناکام رہتا ہے۔ مرزا غور بند کے کن رہ پرست
و پریشان پڑا تھا کہ کیا کرنا چاہیے۔ یاروں نے سمجھایا کہ بادشاہ کا لشکر پشاور سے آگے قدم نہیں
بڑھائیگا۔ اسکے لشکر میں یکتا دلی نہیں ہے۔ غرض اسکو ایسی پٹیاں پڑھائیں کہ وہ کارزار کے لیے
سرگرم ہوا اسکے ساتھ ان دوستوں نے دشمنوں کا کام کیا۔ مرزا نے فریدوں کو بہت ہمارا ہیوں
کے ساتھ بھجوا کر آق سرا میں رہ کر سپاہ و رعیت کے فراہم کرنے میں بہتمام کرے۔ اسکے پیچھے خود بھی
جا کر لڑنے کے لیے تیار ہوا۔ جب بادشاہ کا لشکر قریب آیا تو اسکا لشکر پرانڈہ تھا مرزا نے ارادہ کیا
جب تک لشکر جمع ہو ورنہ سجد میں بٹھے۔ اور فریدوں کیمن گاہوں میں ٹھیکر کہ بادشاہی لشکر
کو گزند پہنچائے۔ حیدر علی کو کابل روانہ کیا کہ وہاں سے فارغ ہو کر نبرد گاہ میں آئے۔ جب بادشاہی
سپاہ کیمن گاہ سے گزری اور سید حامد بخاری و مخصوص خاں کہ لشکر کے چند راول تھے۔ دوراندیشی
کو چھوڑ کر بہت آگے چلے گئے۔ سولے سید بہاؤ الدین اور چند اور امیروں کے کوئی پیچھے نہ رہا۔ ارادہ
کو دشمنوں نے پرتال شاہی پر دراز دستی کی اور بہت سا اسبابِ جنگ وہ لے گئے۔ جب چند راول سپاہ کو خبر
ہوئی تو وہ دوڑے گئے۔ دشمن بھاگ گئے امدادی نے جو بادشاہ کو ناخوش خبر سنائی تھی جبکا اوپر
ذکر ہوا وہ یہی شورش تھی جس نے اسکو بُری طرح بیان کیا۔ شیخ جمال بختیار ایک طاغہ کو ساتھ
لیکر یہ چاہتا تھا کہ چار تو کی راہ سے اپنی منزل گاہ پر پہنچے۔ اگر غنیم دو چار ہوں تو اسپر دستبرد

کہے۔ اس روز مرزا چار توپیں آیا تھا۔ اور فریدون کے حال کا جو یا تھا۔ ناگاہ ایک فوج کی دور
 سے سیاہی نظر آئی۔ معلوم ہوا کہ لشکر پادشاہی کچھ آتا ہے۔ علی مہد اسپ کی سرکردگی میں مرزا کی
 سپاہ روانہ ہوئی۔ شیخ فایز پریم تھا۔ اس نے جنگ گاہ کو خوب رست کیا۔ اس دو غور میں
 فریدون عقب سے آیا غنیم یہ سمجھا کہ لشکر شاہی ملک کو آیا۔ وہ لڑائی چھوڑ کر دور کھڑا رہا۔ شیخ نے
 اسکو بیگانہ لشکر جانا اور اس طرح لڑنے لگا۔ طرفین سے دلاور و دشمنی خوب دنگی دکھائی۔ پادشاہی
 لشکر لڑتا بھڑتا خردکابل میں شاہزادہ کے لشکر سے جا ملا۔ اُسی روز شگونی قراول جان نثار ہوا۔
 اور کئی سردار پادشاہی کام آئے۔ اس سے دشمنوں کی نخوت بڑھی۔ میر عبد اللہ کے ہاتھ لشکر
 کے لیے خزانہ جاتا تھا وہ بھی سب لٹ گیا۔ حکم مرزا ایک بلندی پر جو لشکر گاہ شاہی کے
 قریب تھا اُترا۔ اس آوینش و تاراج سے اسکی سپاہ کا دل بڑھا۔ وہ سپاہ و رعیت کے
 فراہم کرنے میں ایک ات دن لگا رہا۔ ایک قدیمی دستور یہاں کے فتنہ اندوزوں اور مکراندیشوں
 کا چلا آتا ہے وہ اپنے دشمن کے اُمراء و افسران کے نام جعلی خط بھیجتے ہیں جسے معلوم ہو کہ وہ
 ہم سے سازش رکھتے ہیں تاکہ انکی نسبت بدگمانی ہو۔ چنانچہ مرزا کے آدمیوں نے بھی ایک جل گرفت کے
 ہاتھ خطوط تلچ خاں و مرزا یوسف خاں و نورنگ خاں علی مراد خاں و بعض اور اُمراء چغتائی کے نام
 بھیجے۔ اور انکے ساتھ یک جہتی کا بیان ان میں کیا۔ مرزا یوسف خاں نے آشفہ ہو کر ان خطوں کو
 معرکہ میں پھاڑ کر بھینک یا اور علی مراد نے جو خط لایا تھا اسکو بھی مار ڈالا۔ مخالفوں پر مرزا کی یہ تدبیر نہ چلی۔
 ۲۰۔ اُمراء کی رات کو پہاڑ پر آگ روشن کر کے کایلیوں نے شورش مچائی اور شیخوں مارنے
 کا قصد کیا۔ قزاق دامیر خاں اسلام آبادی اور افضل توپچی کو دائیں طرف سے اور نور محمد
 و خواجہ نصری اور ہزارہ کے پیادوں کو بائیں طرف سے روانہ کیا کہ اندھیری رات میں
 پادشاہ کے لشکر کو گزند پہنچائیں۔ شاہی لشکر ہوشیار تھا آمادہ پیکار ہوا۔ ۲۰۔ اُمراء
 چار شبہ غہ جب کو مرزا تنگ سے نکلا۔ ہر دگاہ کو آراستہ کیا۔ لڑائی شروع ہوتی۔ بھی
 ہراول کے سب دلیر نہ لڑے تھے کہ مرزا بھاگ گیا پھر فریدون لڑنے آیا اُمراء ہراول میں

سے نوزنگ خاں سے لڑ کر اس کو پسپا کیا۔ نوز کم بیگ اور مردان بیگ و شیخ مبارک پادشاہی
 لشکر میں کام آئے۔ مرزا کو اس سے دلیری ہوئی جب لشکر میں شمشیر زنی خوب ہونے لگی
 تو زابلوں کو کچھ غلبہ ہوا اس وقت راجہ مان سنگھ نے جنش کی اس طرح سے افسروں کو
 ہاتھوں پر بٹھا کر لشکر کو آراستہ کر کے لڑایا۔ اور توپوں کو چلایا کہ اس نے دشمنوں کی
 دشمنی کی۔ غرض اس ہراول سے کہ چند دیوار آہنی کا حکم رکھتی تھی کابلیوں کو شکست ہوئی
 علی محمد اسپا در چند اور ہوا خواہ مرزا کے بھاگ گئے ان کا تعاقب اس سبب سے نہ ہوا کہ خبر مشہور
 تھی کہ مرزا عقب سے حملہ کرینگے۔ یوں یہ فتح بزرگ آسانی سے حاصل ہوئی۔ اس بھاگنے میں
 دشمن کے بہت سپاہی کام آئے۔ مرزا کے آدمی شیخی بگھار کرتے تھے کہ پادشاہ کے لشکر میں
 جتنے آدمی ایرانی تورانی ہیں وہ بے جنگ مرزا سے ملجائینگے۔ رچو توں اور افغانوں کو ہم مار لینگے
 اور ہندی نژادوں کو گرفتار کر لینگے۔ اس افسانہ طرازی سے غنودہ خرد مرزا کا خواب پیدا
 زیادہ ہو گیا تھا۔ یہ ظاہری باتیں بھی وہ نہیں سمجھتا تھا کہ ایرانیوں اور تورانیوں کا اخلاص پادشاہ
 کے ساتھ مشہور تھا رچو توں کی بہادری اور ہندی شیخ زادوں کی نادرہ کاری اور ہندوستانی
 زمینداروں کی جو انفرادی کے کارنامے پوشیدہ نہیں تھے۔ مرزا محمد حکیم کا ارادہ تھا کہ تاخت
 کر کے مرجائے مگر علی محمد اسپا نے اس سے کہا کہ پہلے مجھے فراشناہ نیستی میں بھیجئے پھر آپ تاخت
 تازی کیجئے۔ غرض اس کے کہنے سے پادشاہ جنگ گاہ سے باہر گیا پھر اپنے بیٹے کو ہمراہ لیکر غور بند میں پہنچا۔
 شاہزادہ مراد ۲۱ مرداد کو سیاہ سنگ میں آیا اور جشن فتح آراستہ کیا۔ پادشاہ
 سرخاب سے جگد لک کو جاتا تھا کہ اس فتح کی نوید شاہزادہ مراد نے اس پاس بھیجی۔
 پادشاہ بھی سیاہ سنگ میں آیا۔ راجہ مان سنگھ اور شاہزادہ اس سرائے میں ملے۔
 ترک و تاجیک جوق جوق اس سرزمین میں پادشاہ کی کورنش بجالائے۔ یہاں چند روز
 رہ کر اس نے تمام سیرگاہیں دیکھیں۔ اور ان مقاموں کا ملاحظہ کیا جہاں وہ اپنی خود ملی
 میں جایا کرتا تھا۔ پادشاہ نے یہاں رہ کر چاہا کہ زمینداروں کے زخموں پر مرہم رکھے

جلال آباد کو ہاتھی روانہ کیے اور سید حامد و سید بار الدین کو اسکے ہمراہ کیا۔ انھیں نوں میں پادشاہ کو معلوم ہوا کہ مرزا دیوانہ دار سرسیمہ غور بند میں ہے اور اُس کو یہ خیال ہے کہ اگر لشکر شاہی اسکا جو یا ہو تو قلعہ رنکر توران چلا جائے اس سے پادشاہ کو اندیشہ تھا کہ اگر ایسا ہو گا تو عبد اللہ خاں حاکم توران پادشاہ کو دق کرے گا۔ اس نے لطیف خواجہ و قاضی عبداللطیف کو اندرز گوئی کے لیے بھیجا کہ اطاعت شاہنشاہی اسکے دانشین کر کے یہاں لے آئیں۔ ۲۹ رکو ارک کابل میں پادشاہ آیا جشن عالی ترتیب دیا۔

پادشاہ ایسا خدا شناس نیردان پرست تھا کہ جہان اور اہل جہاں کی آرائش میں بزم و رزم کے آراستہ کرنے میں وادار جان آفریں کی رضامندی کا طلب گار رہتا وہ اپنے کاموں کو خوشن داری سے آلودہ نہ کرتا۔ وہ اپنی نیک نیتی سے دشمنوں کو دوست بنا لیتا۔ بڑے بڑے جرموں کا معاف کر دینا اور ملکوں کا دیدینا اس کے آگے کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ندامت گزنیوں کی پہلی ناہنجاریاں اس کی مہربانی میں محل نہ ہوتی تھیں۔ جب کسی کی پیشانی کی زبان پشیمانی کی گویائی کرتی تو فوراً قہر سے لطف پر وہ مائل ہو جاتا۔ بعض جان نثار مخلصوں کی رائے یہ تھی کہ وہ کسی آدمی کو کین گاہ میں لگا کر حکیم مرزا کو ٹھکانے لگائے۔ مگر اسکی رائے یہ تھی کہ کیوں اپنے نفس نیزنگ ساز کی خواہشوں کی برآمد کے لیے تائید و ترویج کی نیزہ کو چھوڑ دے اور اپنی آسائش کے واسطے اپنے بھائی کی جانکاہی میں کوشش کرے۔ اگر کوئی شخص اپنی نیک اندیشی سے ہمارے خلاف کام کرتا ہے تو وہ عبادت کرتا ہے ورنہ بیمار نادانی ہے۔ نادانی کے رنجوروں کو آزار دینا روا نہیں ہے جب پادشاہ کابل کے ملک میں تھا تو مرزا مرہی گیا ہوتا مگر اس جانکاہی کی حالت میں پادشاہ کے فرستادوں نے بخشش و بخشائش کا مزدہ اس کو سنایا جس سے اس میں جان آگئی۔ اول اس کو وہ خواب و خیال سمجھا پھر اسکو فریب کاری جان کر باور نہ کیا۔ جب حقیقت حال پر اس کو اطلاع ہوئی تو اُس نے مغذرت کا دروازہ کھلا ہوا دیکھ کر یہ وہ

مرزا حکیم گل خان

زاری کی اپنی نارسائی خرد و نامساعدی بخت و ہزاہیوں کی بیوفالی اور اپنی شرمساری کی داستان
 پڑی اور کہا کہ مجھے اول پادشاہ کی آستان بوسی کرنی چاہئے تھی اب میرا یہ حال ہے کہ ہول ل ساتھ ہے
 کس دل سے کس دستاویز سے پادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں۔ کیا منہ دکھاؤں اور کیا آرزو لیاؤں
 ہمیشہ و خواجہ جن سے ہر چند کہا کہ پادشاہ کے پاس جا کر عذر خواہی کریں مگر میری
 بد نصیبی سے وہ بد خشاں چلے گئے اب پادشاہ کو پیغام روح افزا سے میری جان میں جان آئی البتہ
 ہوں کہ اس مرتبہ حاضری سے مجھے معاف کریں۔ اپنے بیٹے کو پادشاہ کی خدمت میں بھیجا ہوں جب
 میری خاطر کو آرام ملے گا۔ تو میں پادشاہ کی کونش کے لئے حاضر ہوں گا۔ اس مضمون کی عرضداشت کو
 علی محمد اس کے ساتھ بھیجی۔ غرہ شہر پور لطیف خواجہ وقاضی عبداللطیف نے پادشاہ سے مرزا کی پریشانی
 کا حال عرض کیا پادشاہ کو وہ گراں گذرا۔ حکم ہوا کہ ابھی ہمارے کمر مرزا کوئے آئیں کہ آئے میں علی محمد
 پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ وہ اس خاندان کا قدیمی رفیق تھا اس نے ایسی باتیں بنائیں کہ پادشاہ نے
 مرزا کا قصور معاف کیا۔ اور از سر نو از بلستان اس کو عنایت کیا۔ پادشاہ کے یہاں رہنے سے
 مرزا سرا سیمہ ہوتا۔ اس لئے وہ ہندوستان کو رہ نورد ہوا۔ اور سلطان مراد اور امر کو حکم ہوا کہ مرزا
 بمنزل راہ سپر ہوں۔ اور خود جلال آباد کو جہاں اردو کے بزرگ تھا ایلیغا فرمائی۔

پادشاہ فقیر سیکری میں تھا اور پنجاب میں سیر و شکار کا ارادہ رکھتا تھا کہ اس پاس خبر
 آئی کہ مرزا حکیم مرزا بن کابل ۶۔ مرداد کو دنیا سے رخصت ہوا اور از بلستان میں شورش برپا
 ہوئی۔ پادشاہ نے اس اپنے بھائی کے ساتھ بہت نیک سلوک کئے۔ جب اس نے ابتدا
 میں ناسپاسی کی تو اس کو خرد سال اور ناویدہ کا رنجھ کر کوئی لگزن نہیں پنچائی اس کے ہمراہیوں کو
 جنھوں نے اس کو دستاویز شورش بنایا تھا مناسب سزائیں دیں۔ جب اس نے ہندوستان
 میں فتنہ پردازی کی اور بعد ازاں لاہی اسکی خطائیں معاف کیں اور کابلستان اسکو پھر عطا
 کیا۔ لیکن اس پر بھی اس بھائی نے پادشاہ کی رضا جوئی نہیں کی۔ بدکرداری اور کج گرائی کو
 باز نہ آیا۔ باد و بیابانی میں گرفتار ہوا اور ایسی بیماریوں کا چشمہ سار بنا۔ جن کا علاج و شواہ تھا

ساغز زندگی اس کا لیریز ہوا۔ نا بکار پاجیوں کی صحبت سے اور احمق بد ذاتوں کی ہمدانی سے اپنی
 نکل حیات کا اثر چکھنا تھا۔ دولت دیکھی نہ گل مراد چٹا۔ اس دنیا سے چل دیا۔ پادشاہ کو بھائی کا غم ہوا
 اس کی اولاد کی پرورش کا خیال ہوا بعض کا بی اس کے بیٹوں کو توران میں لیجانا چاہتے تھے۔ اور
 اس سے اپنا کام نکالنا چاہتے تھے۔ سپاہ کو بھی توران کا خیال تھا۔ پادشاہ نے ولی بیگ و القدر و
 فتح اللہ کو بہت جلد کابل بھیجا کہ وہ ان بیم زدہ من گرا کا بلیوں کو اپنے ارادہ سے باز رکھیں و کونان سنگہ
 کو حکم ہوا کہ تھوڑا لشکر لیکر بہت جلد کابل جائے مرزا کے پس ماندوں کو اور آدمیوں کو جو ترک تاجیک ہو
 ہمارے پاس لے آئے فریبوں مرزا یہ نہیں چاہتا تھا کہ مرزا کے کم عمر بیٹے اور توڑک پادشاہ کی خدمت
 میں جائیں اس فکر میں تھا کہ ان کو اور ابتر لے جائے۔ کونان سنگہ آن پہونچا۔ شاہ بیگ پرشاور
 سے کابل میں آگیا۔ ساحل سندھ سے دریا پار خواجہ شمس الدین اور بہادر لشکر کے پہلے سے چلے
 پشاور میں لشکر جمع ہو گیا۔ خواجہ شمس الدین اس کو ساتھ لے کر چلا۔ کابل میں نے درہ خیبر کی راہ بند
 کر دی تھی اسے کھول لیا۔ راہ زن اور قنہ اندوزوں کو کونوں میں بٹھا دیا۔ یہ لشکر جلال آباد
 میں آیا۔ مرزا نے اپنی زندگی میں بخت نسا بیگم کے ساتھ اپنے بیٹے افراسیاب کو روانہ کیا تھا مرزا
 شہر خ کے بیٹوں جن حسین کو پادشاہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ باپ کے مرنے کی خبر سنکر
 افراسیاب تو کابل چلا گیا تھا۔ مگر باقی اور سب جلال آباد میں موجود تھے وہ لشکر سے ملے
 ۲۴۔ آبان ۹۹۳ھ کو مان سنگہ بختال میں تھا۔ مرزا کی قباد اور افراسیاب دونوں شکر سمیت
 کونان سنگہ سے ملے اور پادشاہ کی نوازش کے امیدوار ہوئے۔ صبح کو وہ کابل میں آئے
 کشادہ دہتی اور شیریں زبانی سے گروہا گروہ آدمیوں کے دلوں کو ہاتھ میں لائے
 چہارم آذر کو کونان سنگہ نے ملک کی پاسبانی اپنے بیٹے بیگم سنگہ اور خواجہ شمس الدین کو
 حوالہ کی۔ اور خود مرزا حکیم کے اہلخانہ اور ملک کے سرداروں کے ساتھ مراجعت کی
 ۲۵۔ کو قصبہ راولپنڈی میں پادشاہ پاس آیا۔ اوس وقت افراسیاب کی عمر چوبہ برس کی
 اور قباد کی عمر پندرہ برس کی تھی ان پر پادشاہ نے سب طرح کی عنایت کی

مرزا کے بیٹوں کا پادشاہ پاس آنا ۹۹۳ھ

فریدوں کو جو قنہ گری کا خوگر تھا اسکو زین خاں کو کہ کے حوالہ کیا۔

مرزا اکراماں کے عہد سے ہندوستان کے پادشاہ سے کابلستان کا عجیب تعلق ہو گیا تھا کہ اگر ہندوستان پر کوئی مصیبت اور آفت آن پڑے تو کابلستان سے اس کو اعانت و ہمتا کی کوئی امید نہ تھی اور اگر کابل میں زبردست حاکم ہو جائے تو اندیشہ تھا کہ وہ ہندوستان چھین لے گا ورنہ کوئی کمزور و ضعیف حاکم ہو تو اس خوف سے اسکی امداد کرنی پڑتی تھی کہ مبادا کوئی اور زبردست پادشاہ اس پر غلبہ تسلط کرے اور ہندوستان سے ڈانڈا ملائے جس سے ہمیشہ خطرہ رہے ہمیشہ زبردست ہمتا خوفناک ہو تا ہے اور زبردست ہمسایہ کو کھلے بغیر چھوڑتا نہیں۔ ایسا تعلق ان دونوں ملکوں میں برٹش گورنمنٹ میں بھی چلا آتا ہے۔

واقعات متفرقہ جولہ ۱۶۹۷ء سے ۱۷۰۱ء یعنی چھ سال

جلوسی میں واقع ہوئے

۱۶۹۷ء کا ایک واقعہ یہ ہے کہ پادشاہ پاس شاہ طہاسب نازو اے ایران کا اپنی آیا یہ ایک رسم قدیم چلی آتی ہے کہ بزرگان دانش منس دینی و دنیوی میامن کی تحصیل کے لئے اور صوری و معنوی مقاصد کے حصول کے لئے اقبال مند بزرگوں کے ساتھ کتاب پیدا کرتے ہیں اور ایک ولی و یک جہتی کی بنا کو مستحکم کرتے ہیں اور اس طرز سے نظام دولت کو سرانجام دیتے ہیں اس لئے شاہ طہاسب نے اپنے چچا کے بیٹے سید بیگ بن مصوم بیگ کو اپنی کے طرز پر بنایا یہیجا کہ وہ حضرت جنت نشانی (ہایوں) کی تعزیت کرے اور جلوس شاہنشاہی کی تمنیت دے۔ وہ عربی عراقی گھوڑے اور نفاس و اقمشہ ویدائع اشیاء تحفہ کے طور پر ایک مکتوب کے ساتھ لایا جسکا مضمون یہ تھا کہ سب جانتے ہیں کہ ہمارے اور پادشاہ غفران دست گاہ

ہندوستان کا ہندوستان کے تعلقات

شاہ ایران کا خط ۱۶۹۷ء

دہایوں کے ساتھ خصوصیت ذاتی اور نہایت رابطہ صوری ثابت و محقق تھا اور ہم میں محبت و دوستی کا عہد اور یک جہتی و برادری کا عقد ہوا تھا۔ اس پادشاہ عالی شان کے اعتلا و شان کی طرف ہمیشہ ہماری توجہ رہی۔ اب اس محبت موروثی کی تجدید کی جاتی ہے کہ جس سے مراسم خالصت و موافقت کی تقدیم ہو۔ پادشاہ نے اس ایلچی کو دو لاکھ روپیے دیکر رخصت کیا۔ اور مکتوب کا جواب باصواب لکھا۔

شہنشاہ نے اگرہ کے دار الخلافہ سے قجقور کی طرف جائیکا قصد شکار کے ارادہ سے کیا جب ہمارے گانوں کے قریب آیا تو خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین سرہ کے تباخرو مناقب الوں کے اس کے رو برو گئے۔ خواجہ کے جلال کمالات خوارق عادات بار بار اسکی مجلس میں پہلے بھی مذکور ہو چکے تھے وہ ہمیشہ حق اور حقیقت کا جو یار رہتا تھا اور فرط طلب سے وہ ملک تقدس کے مسافروں سے توسل اور امتداد ہمت چاہتا تھا۔ اس سبب سے خواجہ کے مرقد کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ عین شکار گاہ میں صید منوی کا غزم مصمم ہوا۔ چار شنبہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۶۹ء کو چند ہمراہیوں کے ساتھ اجمیر کی طرف روانہ ہوا جب موضع کلاولی میں وہ آیا تو چغتئی خاں نے عرض کیا کہ راجہ بہاری ل کچواہ چوتوں کا بڑا راجہ ہے وہ ہمیشہ حضور کے خاندان کا دولت خواہ رہا ہے وہ ایک مدت سے شرف الدین حسین مرزا کی بدسلوکی سے پہاڑوں میں متحصن ہے اگر ارشاد ہو تو اس کو یلا لوں۔ اس راجہ کے ستم زدہ ہونے کی کیفیت یہ ہے کہ میوات اور اس کے حدود مرزا شرف الدین کو جاگیر میں دی گئیں تو مرزا نے یہ کہا کہ قبضہ انیس پر قبضہ کر لوں۔ یہ قبضہ لایبت مارواڑ میں راجہ بہاری ل کے بزرگوں کا دارالریاست تھا اس آئنا میں راجہ بہاری ل کے بڑے بھائی کے بیٹے سو جال نے جو ریاست اپنی یعنی چاہتا تھا مرزا سے مل کر لشکر کشی کرادی۔ مرزا پاس جمعیت زیادہ نہ تھی اس طرح صلح کر لی کہ کچر پوہ راجہ نے مقرر کیا اور بہاری ل کے بیٹے جگن ناتھ کو اور بھتیجوں راج سنگہ سپر اسکن اور کنگار سپر جگمال کو گرد کیا جس کو ہندی میں کہتے ہیں کہ اول لیا۔ اور اجمیر کی طرف مرزا چلا گیا اس سال میں اس کا ارادہ مصمم تھا کہ لشکر

پادشاہ کا اجمیر جانے والا ہے

فرہم کے اس خاندان کا نام و نشان باقی نہ رکھے۔

شہنشاہ اکبر نے چختے خاں کو اجازت دی کہ راجہ کو بلالے جیب وہ قصبہ دیوس میں آیا تو یہاں کے آدمی فرار ہو گئے اس پر شہنشاہ نے ارشاد کیا کہ ہم تو سوار عنایت رافت کے کوئی اور امر جمہور خلق کے ساتھ کرتے تھیں۔ کوئی وجہ اس گروہ کے ملک کے ویران کرنے کی نہیں ہو سکتی۔ مگر ان صحرائین خسرو نے جو مرزا اشرف حسین سے آزار کینچا ہے اس پر ہم کو قیاس کر کے وہ ہراساں ہوئے ہیں۔ راجہ بہاری مل کے بھائی روپسی کا بیٹا ہے شہنشاہ کی خدمت سے شرف ہوا۔ روپسی اس قصبہ میں راجہ تھا۔ اسکو شہنشاہ نے بلایا وہ بھی آیا۔ دوسرے دن قصبہ سانگانیہ میں چختے خاں راجہ بہاری مل کو لایا اور بیسٹا بوس کرایا۔ راجہ نے اپنی بیٹی کی شہنشاہ سے بیاہ کرنے کی درخواست کی اس نے منظور فرمائی اور اس کو اس بیاہ کی تیاری کے لئے رخصت کر دیا۔ قصبہ سانجھ میں جب شہنشاہ آیا تو مرزا اشرف الدین حسین مرزا اس پاس آیا۔ شہنشاہ نے راجہ بہاری مل کی خاطر داری کے لئے اس سے بگن ناتھ دراج سنگہ و کنکار کو جو مرزا کے گرو میں تھے مانگے۔ مرزا نے اس کو قبول کیا مگر وقت کو ٹالتا رہا۔ شہنشاہ اس کو سچا جان کر اون کے آنے کا مترصد رہا۔ پھر شہنشاہ نے اجیر میں جا کر حضرت خواجہ کے روضہ منورہ کی زیارت کی۔ اسکا ارادہ ہوا کہ یہاں سے جلد معاودت کروں۔ اس لئے شرف الدین حسین کو میرتھہ دمیر تھا کی تسخیر کا حکم دیا اور اس کی کمک کے واسطے اور امراء مقرر کئے۔ اور دار الخلافہ کو روانہ ہوا اور مرزا کو حکم دیا کہ اگر گرفتہ کو حاضر کرے سانجھ میں مرزا ان آدمیوں کو لایا۔ راجہ بہاری مل نے اپنی بیٹی کی شادی شہنشاہ سے بڑی دھوم دھام سے کی۔ یہ پہلا ہی راجپوت راجہ ہے جس نے شہنشاہ کی اطاعت قبول کی اور اپنی بیٹی بیاہی۔ اس کے چار بھائی تھے۔ جن کے نام پورن مل۔ روپسی۔ اسکن۔ بگل تھے۔ اس خاندان نے رتبہ والا پایا۔ اس کی اولاد کی خیر خواہی اور والا جاہی کا بیان اپنے اپنے موقع پر ہو گا۔ جب شہنشاہ رتنپور کے سوا دیں آیا تو راجہ بہاری مل مع فرزندوں اور خویشوں کے خدمت شاہی میں آیا اور مان سنگہ غلف راجہ بھگونت داس غلف

۹۱۹
مرزا اشرف الدین حسین اور راجہ بہاری مل کے واقعات اور شاہ کا راجہ کی لڑائی سے بیاہ کرنا ہے

راجہ بہاری ل اول دفعہ شہنشاہ کی نظر عنایت سے سرفراز ہوا۔ راجہ بیس سے رخصت ہوا۔ اور راجہ بھگونت داس اور مان سنگ اور معزز رچوتوں کو وہ اپنی ساتھ لیکر دارالخلافہ میں روز جمعہ ۸۔ جمادی الاخریٰ ۱۰۹۹ھ کو داخل ہوا۔

اس زمانہ میں قلعہ میرتھ (میرتھا) مالدیور راجہ مارواڑ کے قبضہ میں تھا۔ ہندوستان کی رسم و رسم کے اعتبار سے یہ راجہ اور راجوں اور راجاؤں میں مزید اعتبار اور وفور اقتدار میں امتیاز رکھتا تھا اس نے اس قلعہ کو جگ مل کو جو اسکے بزرگ مزاران میں سے تھا حوالہ کیا تھا۔ اور پانچویں چوت اسکی ملک کے واسطے مقرر کر کے تھے جن کا شراردیو اس تھا۔ وہ جرات و بہمت میں اس گروہ میں پیش دست تھا۔ حکم شاہی کے مطابق شرف الدین حسین افواج کے ساتھ اس قصبہ میں آیا اور بے محابا توڑ کے لشکر کو قلعہ کے نیچے لے آیا۔ ابھی سپاہیوں نے اپنے چہرہ کی گرد نہ جھاڑی تھی۔ گھوڑے آہ آتش میں غرق تھے۔ چار سو اڑھائی جا کر قلعہ کے دروازہ پر تیر لگائے۔ رچوتوں نے اپنی خشت و سنگ تیر و تفنگ چلائے۔ دو سو اڑھائی مار کر کما۔ دو کو زخمی کر کے ہر گایا۔ پھر مرزا شرف الدین نے آہستہ کام کرنا اور قلعہ گیری کا اسباب اہم کرنا شروع کیا۔ شہر میں قیام کیا۔ قلعہ نشین روز رٹتے۔ قلعہ کے ایک برج کی تہ تک منگ لگائی گئی اور بارود سے بھری گئی اور اڑائی گئی جس سے برج دھنسے کی روئی کی طرح اڑ گیا۔ حصار میں ایک بھنبیا قاپڑ گیا۔ پادشاہی لشکر اندر گسا۔ راجپوت جان سے ہاتھ دھو کر دن بر خوب لڑتے رہے۔ رات کو دونوں لشکر اپنے اپنے مورچوں پر گئے رچوتوں نے راتوں رات قلعہ کے زخموں کو بہر کر مستحکم کر لیا۔ مگر آخر کار اہل قلعہ کا قافیہ ایسا تنگ ہوا کہ قلعہ ان کے لہو زنداں بن گیا۔ اہل قلعہ پناہ مانگتے تھے اور باہر جانا چاہتے تھے مگر مرزا رضی نہیں ہوتا تھا آخر کو یہ قرار پایا کہ اہل قلعہ تمام اسباب چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔ ملک گیری کے آداب میں داخل ہے کہ زہناریوں کا عجز قبول کیا جائے۔ اس لئے لشکر شاہی نے انکو راہ دی۔ جگ مل تو باہر چلا گیا۔ دیوی داس سے مرنے کا ارادہ کیا۔ اور سارا اسباب اپنا جلا دیا۔ چار پانچ سو سوارے کر لشکر شاہی کے روبرو آیا۔ ایک رچوتوں کی جماعت جنیس جی مل اور لون کرن مزار

میرتھ کی فتح ۱۰۹۹ھ

پادشاہی لشکر میں تھے۔ اور وہ اہل قلعہ سے قید و نزع رکھتے تھے۔ اس نے مرزا شرف الدین حسین سے کہا کہ آدمیوں نے انھیں عہد کیا کہ اپنے اسباب کو بچلایا اور قرارداد یہ تھی کہ اسباب کو چھوڑ کر باہر جائینگے جبہ اپنے پیمان پر ثابت نہیں ہو تو ان کو سلامت جانے دینا ایسے حال میں کہ وہ مغلوب ہو کر دو روز اندیشی کر دوں۔ مرزا نے بھی یہ رے انکی پسند کی۔ لڑائی کی تیاری کی۔ دیوی داس بھی پر کر پادشاہی لشکر سی ایسی مردانہ لڑائی لڑا کہ داستان رستم کو دکھایا۔ بلکہ اس کو بھلا دیا۔ آخر کار وہ گھوڑے سے گر کر اور ایک گروہ نے اسکو پارہ پارہ کیا۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ زخمی ہو کر بھاگ گیا۔ پادشاہی لشکر فتح ہوا۔ اور تمام لاییت میرتھ اور قلعہ میرتھ۔ اولیائے دولت کے قبضہ میں آئے۔ جو چوت زندہ باقی ہے وہ مال دیو پاس چلے گئے۔ اس قلعہ نے میواڑ کے راجہ اور شہنشاہ کے درمیان چھیڑ چھاڑ شروع کرادی۔

اول ربیع الاول ۹۳۵ میں شمس الدین محمد خاں اننگہ جس کو اعظم خان کا خطاب ملا تھا پنجاب شہنشاہ کی خدمت میں آیا۔ شہنشاہ نے اپنی عنایت سے معاقد مالی و ملکی کی تنظیم اور سپاہی و رعیت کی مہام کا انعام اس کو سپرد کیا۔ ماہم اننگہ حسن خدمات اور فزونی خرد و فراوانی عقیدت کے اپنے نہیں وکیل السلطنت بالاستقلال سمجھتی تھی وہ اس بات سے آزرده ہوئی۔ منعم خاں خانجاناں کے بھائی کیل ہو کر سند و کالت کو آرایش دیتا تھا۔ وہ بھی آزرده دل ہوا۔ وہ انصاف و فارغی خاطر و ناچسپانی مشاغل دنیوی کہاں میں۔ بلکہ ایسے شخص کو کہ مشاغل گیتی کا بوجھ اپنے سر پر اٹھائے۔ اور شغال مہمت کا تکفل ہو اس کو اعظم عطیات الہی جا کر شکر بجالائیں کہ اس زمانہ میں اعظم خان کو منعم خاں ماہم اننگہ امداد غیبی سے شمار کرتے۔ اور سچے دل سے آداب شکر بجالاتے اور نہ اس کو انگار دروں اور آزرده دل ہوتے۔ انصاف کی پیشگاہ میں حقیقت کا ریبہ ہے۔ جب کوئی خدمت گزار کاموں کو اچھی طرح کرے تو اس سے آزرده ہونا بیراہہ جانا ہے۔ اور خواہش نفس کا مغلوب ہونا۔ بلکہ اپنی مایوں سے آپ گرانہ اور اپنے ماتھے سے خراب کرنا ہو۔ ادہم خاں چھوٹا بیٹا ماہم اننگہ کا جسکی عقل و دست تھی جوانی میں مست و دولت میں بدھوش تھا۔ عہد سے مغزول تھا ہمیشہ شمس الدین اننگہ پر حسد کرتا تھا منعم خاں خانجاناں بھی اس بیماری سے ذرہ مند تھا مگر وہ دور کی سوچتا تھا۔ بیٹھی چہری تھا

شمس الدین محمد خاں زمانہ اننگہ کا پادشاہی پاس آنا

ادہم خاں قسند وغیر پر تحریک کرتا تھا۔ سنہ ۱۲- رمضان ۱۱۹۹ء میں ایک عجیب امر یہ واقع ہوا کہ دولتانہ کے دیوان میں منم خاں وانگہ خاں شہاب الدین احمد خاں اور بیٹے آدمی بیٹھے ہوئے مہاراجہ کی خدمت میں مشغول تھے۔ کہ ادہم خاں بے اعتدالانہ ایک جماعت کے ساتھ جو اس سے زیادہ بے اعتدال تھی بارگاہ دولت میں آیا۔ حاضرین مجلس اسکی تعظیم کو سر و قد کھڑے ہوئے۔ مگر انگہ خاں بھی نیم قد سے تعظیم کی۔ سر و قد تعظیم نہ دینے کا بہانہ بنا کے خیر کینچل اور اسکی طرف دہ گیا اور اپنی آدمیوں کو کہا کہ کیا دیکھتے ہو۔ ہاتھ صاف کر غرض اس بزرگ کو دولتانہ کے صحن میں شہید کیا۔ پھر اس بیباکی کو دیکھنے کہ یہ خون کر کے بھاگائیں۔ سرور کیطرت متوجہ ہوا۔ دولتانہ سے صفہ پر گیا جو چاروں طرف آدمی کے آدھ قد کی برابر اونچا تھا۔ تلوار ہاتھ میں تھی اندر جانیکا ارادہ تھا۔ حاضرین مجلس پر ایسی بیہوشی چھانی کہ نہ انہوں نے اسے مارا نہ سبے ٹکڑا کر اسکو پکڑا نہ وہ اسکے معنی سمجھے کہ تلوار ہاتھ میں لیکر اس ارادہ سے وہ مجلس کے اندر جاتا ہی۔ جیسا قتل سے غوغا مچا تو پادشاہ نے قہر کی دیوار پر ہانک کر حال پوچھا۔ رفیق نے سارا ماجرا سنایا۔ تعجب کر کے اس سے دوبارہ پوچھا تو اسے لاش کو دکھایا۔ پادشاہ غصہ میں بھر کر دوسرے دروازے سے تلوار ہاتھ میں لیکر آیا۔ ادہم خاں کو دیکھ کر کہا اے لاشے بچے تو نے میرے انگہ کو کیوں مارا۔ اس گستاخ نے پادشاہ کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ اور کہا کہ آپ لقمہ کھیتے غور سی فرمائے۔ کچھ تلاش کیجئے۔ پادشاہ نے تلوار کو چھوڑ کر دونوں ہاتھ اپنے چھٹائے اور اسکی تلوار کی طرف ہاتھ پھیلائے کہ اس اشارے میں وہ بھی اپنی تلوار کی طرف متوجہ ہوا۔ شہنشاہ نے ایک گھونسا اسکے منہ پر مارا کہ وہ گرا۔ اس گھونسہ کا نشان اسکے چہرہ پر گر گئے کا نشان معلوم ہوتا تھا۔ فرحت خاں سنگرام و ماں کھڑے تھے۔ انکو شہنشاہ نے غصہ سے کہا کہ کیا تمنا ہے دیکھتے ہو اس دیوانہ کو باندھو۔ انہوں نے اسے باندھ لیا۔ حکم دیا کہ صفہ کے اوپر سوزا بندھا منہ کے نیچے پھینکو۔ لوگوں نے اسکا ملاحظہ کر کے اس طرح پھینکا کہ اسکی نیچیاں باقی رہی تو پادشاہ نے پیرا کو اوپر گھسٹا کر نیچے پھینکا تو جان نکل گئی۔ منم خاں خانخاناں و شہاب الدین احمد خاں بھی غصہ شہنشاہی کے خوف کے مارے بھاگ گئے۔ یوسف محمد خاں پسر بزرگ انگہ خاں نے اپنی باپ کے وقفہ کا حال سنا تو انگہ خیل کو مسلح ساتھ لیا اور ادہم خاں اور ماہم انگہ کی طرف متوجہ ہوا مگر جب اسے

ادہم خاں کا انگہ خاں کو مارنا دیکھا

ادہم خاں کا مارا جانا اور باہم انگہ کا مارنا دیکھا

یہاں آنکر دیکھا کہ خود شہنشاہ نے انصاف کر دیا تو وہ پھر کچھ نہ بولا۔ شہنشاہ نے حرم سرا میں جا کر ماہم انگہ سے کہدیا کہ ادہم نے ہمارے انگہ کو مارا ہم نے اسے مارا۔ وہ بیسکر پادشاہ کے ادب کے سببے ظاہر میں روٹی بیٹی نہیں۔ مگر دل اسکا زخم جائستان سے مجروح ہوا۔ چہرہ کارنگ فنی ہو گیا۔ بیٹے کو دیکھنا چاہتی تھی۔ مگر پادشاہ نے اسکی تسلی تشفی باتیں لکھ روک لیا۔ اسی روز پادشاہ نے دونو نعشیں ڈی پی بھج دیں ماہم انگہ پہلے سے بیمار تھی۔ اب بیٹے کی سوگاری میں اور زیادہ مرہین ہوئی اور بیٹے کے چہلم کے دن شوال میں جاں بحق ہو گئی۔ پادشاہ کو اس اپنی انگہ کا منایت غم ہوا وہ رویا اور اسکا جنازہ دہلی روانہ کیا۔ کچھ قدم خود بھی اس کے ساتھ گیا۔ ان ماں بیٹوں کے مقبرہ پر ایک عمارت عالیشان تعمیر کرا دی جو اب تک تین سو برس گزرنے پر پادشاہ کی شان شوکت نیک سیر ہونے پر شہادت دیتی ہے

آدی زاد کی ندادیں دو امر غریب ہیں۔ اول طبیعت کہ نہ اس میں تیر ہے نہ اسکی آنکھیں ہیں دوم عقل کہ دور بین کا شناس ہے۔ اکثر آدمی بے پردائی سے تباہ اندیشوں میں گرفتار ہو کر خرد کو کہ کار فرما صلاح اندیش ہے معزول کرتا ہے اور طبیعت کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ اور جو کام اسکے لئے کہ دشمن سو فکر و تدویر سے نہیں کر سکتا۔ وہ بے فکری سے اپنے لئے آپ سامان کر لیتا ہے اسکی مثال خانخانان شمع خاں کا حال ہے۔ کہ پادشاہ نے اسکو اس اغزاز و احترام سے کابل سے بلایا۔ اور منصب و کالت حکومت کل عنایت کیا۔ ان نعمتوں کی قدر اسنے کچھ نہ کی۔ اس خوشی کہ واقعہ خان عظیم و ہم خاں میں وہ بھی اس آتش کی شعلہ افروزی میں متہم تھا۔ اسی روز بھاگ گیا۔ وہ اپنی نامعاملہ فہمی سے یہ سمجھتا تھا کہ بعد اس واقعہ کے اس خاندان کی کارگاہ صل و عقد اور جمیع مہمات ملکی مالی کا بندوبست اسی کے اختیار و اقتدار میں بغیر کسی دوسرے آدمی کی شرکت کے ہو گا۔ مگر یہ بات بنی نہیں تو اسکو یہ سودائے خام ہوا کہ پادشاہ کی درگاہ سے بھاگ کر کابل اپنے بیٹے یعنی خان عالم کابل پاس جاں۔ اس راہ سے دار الخلافہ سے بھاگ کر دہلی کوہ کی راہ لی محمد قاسم میزبھر اس کے ساتھ تھا۔ جب پادشاہ نے سنا تو فرمایا کہ شمع خاں کہیں جانے کا نہیں جلد آ جائیگا۔ فرصت جو امیروں نے ہر چند پادشاہ سے تقریر کیا و کسائیٹا عرض کیا کہ اس کا اسباب اموال ضبط کیا جائے مگر اس فراخ حوصلہ قدردان

شمع خاں کا بھاگنا اور پھر کابل آنا

پادشاہ نے فرمایا کہ اگر بالفرض وہ کابل میں چلا جائیگا تو وہ بھی ہمارا ملک ہے اس حال میں بھی وہ ہمارا ملازم ہے۔ وہ تنگ لی کے سبب بھاگا ہے یہ نہیں ہے کہ وہ ہمارا دونخواہ نہیں ہے۔ اگر وہ نہ آئیگا تو اسکا مال و اسباب اس پاس ہم روہنہ کر دیں گے۔ کوئی شخص اس کے سبب اچھی نہ لگائے چھر روز کی آوارہ گردی کے بعد حوالیہ پر گئے سوات میں منعم خاں پہنچا۔ یہ پرگنہ میر محمد نسی کی جاگیر میں تھا اس کے نوکر قاسم علی سینٹانی کو جو یہاں شہدار تھا خبر ہوئی۔ کہ دوشاہی امیر جلتے ہیں اسے جا کر دونوں کو گرفتار کر لیا۔ سید محمود بارہ نے منعم خاں کو پہچان کر بڑی خاطر داری کی۔ اور پادشاہ پاس لے آیا جسے سرپرستہ سیاست چلائیں کی جگہ تاج ریاست رکھا۔ وہی منصب کالت اور خطاب خانخانی عنایت کیا۔

پادشاہ کے تیر لگنا اور اور حالات

۲۵۔ جمادی الاول ۱۰۹۹ھ کو دہلی میں پادشاہ آیا تھا۔ ۲۷۔ کو شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے مریدوں پر زیارت کو گیا تھا۔ وہاں سے اول اپنے خیمہ گاہ کو آتا تھا۔ ماہم انگہ کے در سے قریب ایک کافر نعمت کھڑا تھا۔ اس نے پادشاہ کو نشانہ بنا کر تیر مارا وہ اس کے داہنے شانہ میں لگا اور ایک جب آتر گیا۔ تیر کے لگنے سے اس خطا دار کو گرفتار کیا۔ پادشاہ کے خیر خواہوں نے عرض کیا کہ اول اس کے حال کی تشخیص کریں۔ پھر اسکو خاک میں ملائیں۔ مگر شہنشاہ نے فرمایا کہ فوراً اسکو نشانہ جل بناؤ توقت میں یہ اندیشہ ہے کہ معلوم نہیں وہ ہمارے اخلاص مندوں میں سے کس کس کو متم کرے اسی وقت اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ پادشاہ نے اپنا تیر نہایت استقلال سے نکلوایا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر گھر آیا۔ تھوڑے دنوں میں زخم اچھا ہوا۔ اگرچہ پادشاہ نے اس نابکار کے تشخیص حال سے بقصائے دور بینی پر پردہ پوشی کی۔ مگر اس قدر شخص ہوا کہ یہ شخص شرف الدین حسین کے باپ کے غلاموں میں تھا اور تعلق فولاد اسکا نام تھا۔ مرزا نے پادشاہ کے قتل کے لئے شاہ ابوالمعالی کے ساتھ اس کو کیا تھا۔ جب ہندوستان سے کابل کی طرف شاہ ابوالمعالی بھاگ گیا تو وہ اسی سبب سے یہاں پڑا کہ پادشاہ کی جان نکالوں۔ پادشاہ کی کتیا کا نام مہوہ تھا اس نے پادشاہ کے زخمی ہونے کے غم میں سات روز تک نہ کچھ کما یا نہ پیادیا وانی ہو گئی

پادشاہ کے تیر لگنا

کتیا کا نام مہوہ

کتابھی کیا اپنی وفادار کہا ہے۔

سلطنت کے منصب والا کامیاب انتقادی معاملات کی باز پرس میں دوست دشمن خویش و بیگانہ کو منظور نظر نہ رکھے اور مظلوم کی داد دے اور ظالم سے مظالم کی عوض سزا دی اور دولت عظمیٰ کے مخصوص اپنی خصوصیت کی نسبت سرمایہ ستم و ستیزہ نہ بنائے۔ اور اگر کوئی ناہنجاری اُن سے ظہور میں آئے تو راستہ کو دار بے خوف خطر اس مظلمہ کی اطلاع دیں۔ اور ستم رسیدوں کے عرض احوال میں دلیری کریں۔ اس وقت شہنشاہ نے اپنے میں اسی خصلت کو خواجہ معظم کے معاملہ میں دکھایا۔ خواجہ معظم مریم مکانی کا برابر دراجیا فی (سوتیلابھائی) جسکا باپ اور ہو، تھا وہ اس نسبت کے سب سے بے اعتدالیاں کرتا تھا بار ماہ جنت آشیانی (دہلیوں) کے زمانہ میں حرکات ناشائستہ کر چکا تھا مگر پادشاہ اپنی بیوی کے خاطر سے چشم پوشی کرتا تھا۔ یورش بدخشاں جس سال میں ہوئی تھی اُسے خواجہ رشیدی دیوان جنت آشیانی کو مار کر کابل بھاگ گیا۔ مقررین شاہی نے اس کا قصور معاف کرایا۔ مگر پھر وہی اعمال ناپسندیدہ اس سے سرزد ہوئے جسکے سبب سے نکالا گیا۔ جہاز گیا وہاں جج کر کے اپنی شرارتوں پر اور شرارتیں بڑھا کر ہندوستان میں آیا۔ ایک دفعہ دولت سرے شاہنشاہی میں اعیان اور ارکان سلطنت جمع تھے مرزا عبداللہ مغل کو بیوجہ گھونٹے مارے اور لڑتیں خوب لگائیں۔ دوسری دفعہ بیرام خاں سے بدشتی پیش آیا اور خنجر پر ہاتھ دوڑایا۔ پھر وہ خارج ہوا۔ گجرات میں گیا اپنی بدخوئی کے ہاتھ میں گرفتار تھا وہاں سے شہنشاہ پاس اول مرتبہ آگرہ میں آیا۔ اس کے ساتھ رعایت و عنایت کی گئی بی بی فاطمہ جنت آشیانی کی اُردو دیکھنی تھی۔ اور شہنشاہ کبیر کے محل میں یہ اعتبار رکھتی تھی۔ اس کی بیٹی آغا و خنجر خواجہ کی بیوی تھی ہمیشہ اس کی ناجنس بدخوئی کے سبب زندان بلا میں گرفتار رہتی تھی۔ اور طرح طرح کے آزار اُٹھاتی تھی۔ ایک دن مضطربانہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ استغاثہ پیش کیا کہ خواجہ اپنے پرگتہ کو جاتا ہے اور میرے بیٹی کو ہمراہ لیجاتا ہے۔ اپنی بدخوئی اور بدگمانی سے باریبار وہ کہہ چکا ہے کہ میں

خواجہ معظم کی بیوی کا قتل ہونا اور دیوانہ ہو کر ہمارے پاس

تیری بیٹی کو مار ڈالو نگا۔ مگر یہاں دارالخلافہ میں حضور کے خوف سے اس امر کا ترک نہیں ہوتا
 معلوم نہیں اپنی جاگیر میں لیجا کر اسکا حال کیا کرے۔ شہنشاہ نے اس قدیم خدمت عورت کی گرفتاری
 پر رحم فرما کر ارشاد کیا کہ اب میں شکار کو جاتا ہوں۔ تیری خاطر سے میں خواجہ عظیم کے گھر کی طرف جاؤنگا
 وہ میرا راہ مجھے سلام کرتے آئیگا۔ میں اُسے سمجھا کر منع کر دوںگا کہ وہ تیری لڑکی کو ساتھ نہ لیجائے۔ جب
 پادشاہ اسکے گھر کی طرف چلا تو اس نے دسٹم خاں مقبول خاں کو بھیجا کہ خواجہ کو اپنے آنے کی اطلاع دی
 پادشاہ کا مطلب جو اس اطلاع سے تھا وہ سمجھ گیا۔ اس نے جھنجھلا کر پادشاہ کے آدمیوں سے کہہ دیا کہ تم جا کر
 حضور سے کہو کہ وہ نہیں آتا۔ اور غصہ میں لال پیلا ہو کر اپنی حرم سرا میں گیا۔ وہاں زہرہ آغا حاتم میں نہا
 کپڑے پہن رہی تھی کہ اس سفاک نے خنجر سے اسکا کام تمام کیا۔ روزن خانہ سے سر نکال کے جس جگہ
 دسٹم خاں کھڑا تھا خون سے بھرا ہوا خنجر ڈال دیا۔ اور چلایا کہ میں نے خون کیا خون کیا جا کر کہہ دو۔ دسٹم خاں
 نے اس خبر کو حضور میں پیش کیا۔ یہ دیکھ کر شہنشاہ قہر و غضب میں بہر کر خواجہ کے گھر میں آیا۔ خواجہ بھی تو
 کے قبضہ پر ہاتھ دہر سنے آیا۔ شہنشاہ نے لٹکار کر کہا کہ یہ کیا وضع ہے کہ شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ دہرا
 ہے۔ اگر تو نے اس کو ذرا حرکت دی تو تیرا سرا ہی تلوار سے اڑا دوںگا۔ خواجہ کے ہاتھ پاؤں بدبہ
 شاہی سے پھول گئے۔ آدمیوں نے اُسے مقید کر لیا۔ اسکا ایک گجراتی غلام تلوار لئے خواجہ کے پیچھے کھڑا
 ہوا تھا اور اسکے پیور بگڑے ہوئے شہنشاہ نے دیکھ کر قتل قدم خاں سے فرمایا کہ بزن۔ یہ حکم جوتے ہی
 قدم نے اس صفائی سے اسکا سر اڑایا کہ بن سرا کچھ دیر تک کھڑا رہا۔ اس کی گردن سے خون بتارنا
 دیوانہ خواجہ سے پوچھا گیا کہ تو نے اس عاجزہ کو کس گناہ کے سبب مارا۔ تو یہ سفاک بیباک بیہودہ
 بکو اس کرنے لگا۔ لات گھونسو ک خاموش کیا گیا۔ پیر دریا پر اسکو لائیں مارتے ہوئے بال کنچہ سو لائے
 اسکے لئے اور اسکے ملازموں کی واسطے جو اسکی بدستی و آشفہ و ماغنی میں ہم کا سہ تھے حکم ہوا کہ ہاتھ
 اور گردن باندھ کر جہان میں غوطے دے جائیں۔ ہر چند خواجہ کو بہت غوطے دئے گئے مگر وہ اپنی
 سخت جانی سے ہرزہ گولی سے باز نہ آیا۔ اور نیرنگان دین کو گالیاں دیتا رہا جس سے
 جانتا تھا کہ پادشاہ کو سخت رنج ہوتا ہے۔ سب کو یقین تھا کہ ان غوطوں میں موج فنا کی تھیر نہیں

مر جاویگا۔ مگر وہ سنگ ولی اور سخت جانی سے زندہ رہا تو شہنشاہ نے اسکو قیل خاں کے حوالہ کیا اور قید کر کے قلعہ گوالیار بھیج دیا۔ یہاں دیوانہ ہو کر قید میں مر گیا۔

نٹانیس میں ایک ایسا بڑا تالاب ہے جسکو چھوٹا دریا کہنا چاہئے۔ وہاں ایک قضا وسیع ہے جسکو کوکبیت (کھچیر) کہتے ہیں۔ گرجن کے دن یہاں ہندوؤں کا بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ سونا۔ چاندی۔ جواہر۔ قمشہ۔ مستقیمہ ظاہر و پوشیدہ پن ہوتے ہیں۔ زر کو پنہاں پانی میں ڈالتے ہیں جس سے کہ گھفتہ آست کی کنج و آب انداز۔ کا ضمنون سمجھیں آتا ہے۔ اس سال میں پادشاہ کے آتے سے پہلے بہت سے سنا سی یہاں جمع ہو گئے تھے۔ اسکے دو گروہ تھے ایک کا نام کرتھا۔ دوسرے کا نام پوری۔ ایک جگہ پر دو نو کا جگر اہوا۔ ہر ایک کتا تھا کہ ہم وہاں اُترینگے۔ ان لوگوں کی تجر و گزینی اس وجہ سے نہیں ہو سکتی تھی کہ دل دنیا سے سرور ہے۔ اگر نفس الامر میں تارک دینا ہوتے تو ہمیشہ آزمند ہو کر شہوت غصہ کے مغلوب اور حرص و قہر کے مقہور نہیں ہوتے۔ ان میں نزلع کا باعث یہ تھا کہ تالاب کے کنارہ پر ایک مکان متعین تھا کہ وہاں گروہ پوری بیٹھ کر دام گدالی پکاتے تھے۔ ہزاروں ہندو ان کو پن دیتے تھے۔ ان دنوں میں گروہ کرتے غلبہ کر کے پوریوں کی جگہ چین لی۔ یہ کروں سے لڑنیں سکتے تھے کہ اپنی جگہ ان سے چٹائی لیتے ان کے گرو کیس پوری نام قصبہ ابدالہ میں شہنشاہ کی خدمت میں داد خواہ آئے کہ ہماری جگہ کروں نے زبردستی چین لی ہے۔ اگرچہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے مگر بہت کر کے ان سے لڑینگے اپنا خون خاک میں گرایینگے۔ یا اس قطعہ خاک کو ان سے لینگے۔ کروں کے گرو نے ان کو یہ عرض کیا کہ یہ جگہ موروثی ہماری ہے پوریوں نے چند مدت سے چین لی ہے۔ اب ہم یہاں آنکر بیٹھے ہیں۔ جیتک بدسج جان کا تعلق ہے ہم کو اس زمین سے تعلق ہے جب پادشاہ تھانیس میں آیا تو ان کے گروہ میں گیا۔ دونو گروہ ایسے اپنے اپنے جوش میں برسے ہوئے تھے کہ شہنشاہ نے ہر چند انکو سمجھایا کہ لڑو بڑو نہیں۔ مگر اس سمجھانے سے اور زیادہ بگڑے تو پادشاہ نے ان کو لڑنے کی اجازت دیدی کہ وہ اپنے کئے کی سزا پائیں۔ اتفاقاً اُن دن ان سنا سیوں کا ہجوم بہت زیادہ آگیا تھا چنانچہ بے صفیں آراستہ ہوئیں۔ اولی ہر طرف سے ایک مہم لاف زن آئے کیا اور تلواروں اور لڑ

نٹانیس کے سنا سیوں کی گرا پوری کی لڑائی کا نشانہ دیکھنا

پیر تیر و کمان سے۔ اسپس خوب تیر باران ہوا۔ پوریوں کے گروہ نے کروں پر تیر مارنے شروع کئے پوری کم تھے اس لئے پادشاہ نے چند نفر کہ جنگ سنگ خوب جانتے تھے۔ اور نیمہائے توران اور چروٹ ہندوستان کو اشارہ ہوا کہ پوریوں کی کمک کرو۔ اس کمک شاہی سے پوریوں کا پلہ بباری ہوا۔ انہوں نے کروں کے گرد آئندہ کو مار کر ان کو پیرا گندہ کر دیا۔ پادشاہ نے یہ تماشہ دیکھ کر اپنی سپاہ سے ایسا انتظام کر دیا کہ پیر و نگہ فساد کوچہ نہیں ہوا۔ لاہور سے پادشاہ دہلی کو آتا تھا کہ راہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ سال نم جلوس شہ کے واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ صوبہ بہار میں ہندوستان کے قلع والہ ارتفاع میں سے ایک قلعہ رہتا ہے جو ایک پہاڑ پر نہایت بلند ہے اور عرض طول اسکا پانچ کوس سے زیادہ ہے زمین ہموار سے اس قلعہ کی سطح کا ایک کوس کا ارتفاع ہے اس میں ب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس بلندی کے اس میں جس جگہ چاہو دو دو گز نیچے کودو تو بیٹھا پانی نکل آتا ہے۔ اس قلعہ کی بنا کی ابتدا سے کسی فرمانروا نے سوا شیر شاہ کے اس پر استیلا نہیں پایا۔ ہم آئندہ لکھیں گے کہ شیر خاں نے اس کو کس فریب سے لیا تھا۔ یہ قلعہ فتح خاں پٹنی کے ماتھا آیا۔ وہ شیر خاں کے بڑے سرداروں میں تھا۔ اس قلعہ کی پشت گرمی سے وہ سلیمان گمرانی حاکم بنگالہ سے خوب منازعت کرتا تھا اور دور بینی کے سبب شہنشاہ اکبر اس میں ہمیشہ عرضداشت بھیجتا رہتا تھا اور اس میں اپنی دولتوں ہی کا اظہار کرتا تھا جن دنوں میں علی قلی خاں کی بغاوت نے شہرت پائی تو پادشاہ نے قلعہ خاں کو فتح خاں پاس بھیجا کہ اس کے احوال سے آگاہ ہو کر اس کو اطاعت اور خدشیں ایسا پختہ کرے کہ جب ہم جو پورس آئیں تو وہ وہاں آجائے۔ قلعہ خاں بہت جلد جا کر فتح خاں کو اطاعت شاہی میں پختہ بنایا اور اس کے چھوٹے بھائی احسن خاں پٹنی کو دار الخلافہ میں پادشاہ کی خدمت میں لایا۔

جب پادشاہ جو پورس سال دہم شہ میں آیا تو قلعہ خاں کو پادشاہ نے دوبارہ فتح خاں پاس اس نظر سے بھیجا کہ سلیمان حاکم بنگالہ نے قلعہ رہتا ہے پر فوج بھیج رکھی تھی کہ علی قلی خاں کی مساعدت و معاضدت سے اس کو فتح کرے۔ سلیمان کے لشکر نے علی قلی خاں کے استہوار سے

فتح خاں کی استقامت کے لئے فتح خاں کو پٹنی میں بھیجا

پادشاہ کا قلعہ خاں کا دوبارہ فتح خاں پاس بھیجا

فتح خاں کو تنگ کر رکھا تھا۔ مگر اس اثناء میں جب اس پاس خبر آئی کہ پادشاہی لشکر اس کے سر پر چلا آتا ہے تو اس نے محاصرہ سے ہاتھ اڑھٹھا کر قلعہ گیرمی کے دائرہ سے قدم باہر رکھا۔ فتح خاں دور ولی اور ترویر سے اپنا کام چلاتا تھا جب سلیمان کے لشکر کی مزاحمت کے حوالی قلعہ خالی ہوا تو اس نے ذخیرہ و آذوقہ کی گردآوری میں اہتمام کیا اور اپنے بھائی حسن خاں پاس جبکو قلعہ خاں اپنی ہمراہ پادشاہ پاس لایا تھا۔ مخفی پیغام بھیجا کہ آذوقہ و ذخیرہ کی طرف سے میرا دل بیفکر ہے تو جس طرح ہو سکے یہاں قلعہ میں چلا آ۔ حسن خاں کا اعلان یہ جانا تو دشوار تھا اس نے یہ بہانہ بنایا کہ پادشاہ کسی خاص آدمی کو میری ہمراہ کر دے کہ وہاں جا کر میں اپنے بھائی کو استمالت شاہی سے یہاں لے آؤں کہ وہ قلعہ کی کنجیاں حضور میں نذر دے۔ اس لئے پادشاہ نے یہ خدمت قلعہ خاں کے حوالہ کی وہ فتح خاں پاس گیا۔ اس نے ظاہری ملائت منافقانہ بہت کی اور جوئے وعدے کر کے وقت کو ٹالا۔ قلعہ خاں نے یہ حال دیکھ کر مراجعت کی۔ اور پادشاہ سے یہ سارا حال عرض کیا۔ پادشاہ نے اس قلعہ کی فتح کو ولایت شرقیہ کی فتح کے ساتھ موقوف کرکھا۔

سال دہم جلوس شہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ حدود سامانہ میں شیر محمد نے تاخت تاراج کر لی مشرعی کی۔ خواجہ غلام محمد کا خدمت گزار وہ تھا۔ پھر بیرم خاں پاس وہ آیا اس نے حسن صورت کی وجہ سے اپنا مقرب بنایا۔ اور اس کے اقبال کے زمانہ میں اس نے اعتبار پایا اس کے ادبار کے زمانہ میں وہ سامانہ گیا تھا۔ ان دنوں میں کہ پادشاہ علی قلی کی بغاوت مٹانے کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے فساد برپا کیا۔ ملا نور محمد ترخاں نے کہ ان حدود میں فوجدار تھا میر دوست محمد کو سامانہ میں مقرر کیا تھا۔ شیر محمد نے اس کو اپنے گہر مہمان بلایا اور اپنی مجلس میں ناگاہ ایک تیر اس کے سینہ میں لگایا اور کام تمام کیا۔ اس پر گنتہ میں اس کا مال و اسباب جو تھالے لیا اور پھر مالیر کی طرف گیا اس پر گنتہ میں خالصہ کی مقدار کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور آدمی جمع کر کے ولایت محروسہ میں تاخت کرنے لگا۔ ملا نور الدین نے ایک جماعت کو ساتھ لیا۔ اور موضع دہنوری میں کہ سامانہ کی حدود میں ہے پہنچا

حدود سامانہ میں شیر محمد کی تاخت تاراج

شیر محمد اپنی عشرت میں مشغول تھا۔ ملا نور الدین فی الحقیقتہ کچھ نہ سمجھا۔ چند آدمیوں کو لیکر مقابلہ کو آیا کہ اس کے گھوڑے نے درخت کے تنہ سے ٹکر کرائی وہ گر کر پیادوں کی جماعت نے اسے قید کر لیا۔ ملا نے اسے قتل کیا۔

سال یازدہم ۱۱۹۹ء کے واقعات میں سے یہ واقعہ ہے کہ خاندان تیمور کے شہزادوں نے غدر مچایا جسکی تفصیل یہ ہے محمد سلطان فرزند شید سلطان دس مرزا بن باقرا بن مقصور بن باقرا بن عمر شیخ بن امیر تیمور تھا۔ والدہ محمد سلطان مرزا کی سلطان علی مرزا کی بیٹی تھی۔ اس مرزا نے اپنی فرماز والی کے عہد میں محمد سلطان مرزا اپنے نواسے کو خود تربیت کیا تھا جب ہمر گیا اور خراسان میں تفرقہ عظیم برپا ہوا تو محمد سلطان مرزا خضر فردوس مکانی (بابر) کی خدمت میں آیا۔ جسے اسپر بہت عنایت کی۔ اور جب بخت آشیانی (ہمایوں) کی سلطنت ہوئی تو بدستور سابق ان پر مہربانی شاہی ہی۔ اسکے دو بیٹے بھی ایک الن مرزا اور دوسرا شاہ مرزا یہ دونو پادشاہ کے ملازم رہے۔ انکے معاملات جو ہمایوں کے ساتھ ہوئے وہ ہمایوں کی سلطنت کے تاریخ میں بیان ہو چکے ہیں۔ الن مرزا کو اپنے اعمال کی مکافات لشکر ہزارہ کی تاخت میں ملی اس کے دو بیٹے تھے سکندر مرزا اور محمد سلطان مرزا الن مرزا کے کشتہ ہونے کے بعد شہنشاہ ہمایوں نے ان لڑکوں کی تربیت کی اور اسکندر مرزا کو الن مرزا کا اور محمد سلطان مرزا کو شاہ مرزا کا خطاب دیا شہنشاہ اکبر کی سلطنت ہوئی تو اس نے محمد سلطان مرزا کو مع بیار و عشار کے اپنی عنایت سے سرماز کیا۔ محمد سلطان مرزا بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔ اس کو سپاہ گری سے معاف رکھ کر پرگنہ اعظم پور کہ سرکار سنیل میں تھا۔ خراج معیشت کے لئے مرحمت کیا۔ کہ یہاں آرام کر کے اشغال دعائیں مشغول ہو بڑھاپے میں اس کے کئی بیٹے ہوئے۔ اول ابراہیم حسین مرزا۔ دوم محمد حسین مرزا سوم مسعود حسین مرزا چارم عاقل حسین مرزا۔ شہنشاہ نے ان مرزاؤں میں سے ہر مرزا کو لایق جاگیریں سرکار سنیل میں دیں۔ اکثر شہات میں وہ پادشاہ کے ساتھ رہتے تھے۔ جب اس سے فارغ ہوتے تھے تو اپنی جاگیروں میں چلے جاتے تھے۔ ان دنوں میں کہ پادشاہ مرزا حکیم کی شورش کے مٹانے کے لئے دابر الخلافہ اگرہ سے پنجاب کو روانہ ہوا تو الن مرزا اور شاہ مرزا اور ابراہیم حسین مرزا۔ و

تیموری مرزاؤں کا سلسلہ

محمد حسین مرزا نے علم بغاوت بلند کیا۔ اپنی ساتھ آدمیوں کو جمع کر کے ولایت سنبل اور اسکے نواح میں
 تاخت تاراج شروع کیا۔ جب اس نواح کے سب حاکم دار اس سے لڑنے کے لئے کھڑے ہوئے تو ان
 میں اتنے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اس لئے وہ خان مال سکندر خاں پاس چلے گئے مگر ان کو خود
 سروں کی ان شورش طلب بدناموں کے ساتھ صحبت نہ تھی۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو سری اور مرزاری کا
 دعویٰ تھا۔ وہاں سے پھر کدو آہ میں آن کر اور فساد مچایا یہ کار دیکھا رہیں گے۔ کہ یہاں کا جاگیردار
 یار شاہی خواہر زادہ حاجی خاں سیستانی تھا وہ ان کی مدافعت کے لئے کھڑا ہوا۔ مگر اس نے لشکر کست
 پائی اور ان شہزادوں کو بیت اسباب اور باقی زر نقد اور اشیاء ہاتھ لگے۔ اس طرح لوٹے تارے دہلی کی
 حدود میں آئے۔ تا تا ر خاں دہلی کو مستحکم کر کے اور منم خاں آگرے سے چل کر ان کے مدافعت کے لئے آئے تو مالوہ
 کو خالی سمجھ کر اس طرف چلے۔ قصبہ سیت میں میر مغز الملک سے جو پادشاہ پاس پنجاب جاتا تھا دو چار
 ہوئے۔ اسکا اسباب لوٹ لیا۔ منم خاں نے انکا تعاقب مصلح وقت نہ دیکھا وہ آگرہ چلا آیا۔ اس عجات
 نے جا کر مالوہ کو قصبہ میں کر لیا۔ اس وقت مالوہ میں محمد قلی برلاس حاکم تھا اور وہ بعض مہمات کی ضرورت کے سبب
 پادشاہ پاس گیا ہوا تھا۔ اس کے داماد خواجہ ہادی معروف بہ خواجہ کلاں نے اس کو مستحکم کیا۔ مگر اسکے
 جو ہمراہی تھے وہ اسے ذلیل و ذلیل تھے کہ وہ مرزاؤں سے جا ملے۔ خواجہ کی بساط میں جو کچھ
 تھا وہ انہوں نے لوٹ لیا۔ ہندوستان میں قدم خاں برادر مقرب خاں دکنی تھا۔ محمد حسین مرزا نے
 جا کر اس کا محاصرہ کیا۔ مقرب خاں دکنی قلعہ سنتو اس میں تھا۔ ممدی قاسم خاں راج کو جاتا تھا اس کا
 بھانجا حسین خاں اس کے ساتھ کچھ دور گیا تھا کہ وہ پھر کسنتو اس میں آیا تھا کہ مرزاؤں کا غوغا
 سنتو اس نے بھی قلعہ سنتو اس میں پناہ لی۔ ابراہیم حسین خاں نے اس کا محاصرہ کیا۔ اس اثنا میں
 محمد حسین مرزا ہندوستان پر متصرف ہوا۔ قدم خاں کو مارا۔ اسکے سر کو قلعہ سنتو اس میں لائے تو
 مقرب خاں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ مرزا پاس آنکر بلا حسین خاں بھی باہر آیا۔ مرزا
 نے ہر چند اسے نوکری کو کہا۔ مگر اس نے اسے قبول نہ کیا۔ جیہ پادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اسے
 حکم دیا کہ محمد سلطان مرزا کو اعظم پور سے قلعہ میانہ میں پہنچا دو۔

جب پادشاہ چوڑے قلعہ کو خود گیا تو اس نے سبیل دوازہ ہفتہ میں شہاب الدین احمد خاں کو ان
مرزاؤں کے مالوہ سے نکالنے کی خدمت حوالہ کی۔ شاہ بدایع خاں مراد خاں حاجی محمد خاں سیستانی اور
ایسے ہی اور امیروں کو مالوہ میں جاگیریں دے کر انکے ذمہ اس کام کو کیا۔ وہ قلعہ گارگوں سے رخصت
ہو کر عداہین میں پہنچے۔ مرزا پہلے اس سے کہ پادشاہی لشکر پہنچے گجرات بھاگ گئے۔ جسکی تفصیل یہ ہے کہ
انے مرزا جو سب میں بڑا تھا وہ پادشاہی لشکر کی خیر نگر ابراہیم حسین مرزا اور محمد حسین مرزا پاس اہین
میں گیا۔ تاکہ سب یہاں متفق ہو کر اپنے لئے کوئی تدبیر نکالیں۔ جب ان کو یہ خبر ہوئی کہ لشکر شاہی قلعہ
گارگوں کے قریب ہو گیا تو وہ سب منڈویں آئے۔ پادشاہی لشکر کا خون ان پر ایسا طاری ہوا کہ ان
کے قدم یہاں بھی تھے۔ وہ گجرات کی جانب بھاگے۔ اور چنگیز خاں کا دامن پکڑا۔ وہ سلطان محمود
گجراتی کا غلام تھا اور اب یہاں فرمانروائی کرتا تھا۔ اب آگے ہم حال لکھیں گے کہ گجرات کے فتح ہوئے
ان مرزاؤں کا کیا ستیاناس ملا۔

سال نہم ۷۷۶ کی سوانح میں سے نگرچین کا بسا نا ہے۔ ایک موضع لگوالی تھا۔ اس گل زمین
کی آب ہوا دلکش۔ اور زمین و صحرائی طراوت بڑی دلکش تھی۔ اس میں اور دار الخلافہ میں ایک سنگ کا
فرق تھا۔ پادشاہ نے اس حصار دولت افزا میں دلکش عمارت بنائیں اور جان پرور باغ لگائے
تھوڑے دنوں میں چابکدست معماروں نے ان کو تیار کر دیا۔ اور اعیان ملکیت اور ارکان خلافت نے
اپنے حسب حال یہاں مکانات تعمیر کرائے اور باغ لگائے۔ پادشاہ نے اس جگہ کا نام نگرچین
یعنی مکان آرامش و آسودگی رکھا۔ یہاں پادشاہ چوگان بازی اور سیہ و شکار سے دل اپنا
خوش کیا کرتا تھا۔ نگرچین اس پادشاہی کے عہد میں بالکل ویران ہو کر بے نام و نشان ہو گیا۔

پادشاہ کبھی جانداروں کی جیات کے لئے زراعت و تخم ریزی و آیدہی سے زمین کی
اصلاح کرتا کہ اسباب امیری میسر ہوں۔ کبھی حفظ اموال و اقوات و حراست نام و ناموس اور
افراد انسانی کی بقا کی نگہبانی کے لئے مستحکم قلعے بناتا کہ دولت و صوری و منوی کی مراد حاصل
کرے ان دنوں دار الخلافہ آگرہ میں کہ ہندوستان کا مرکز تھا۔ ملکی و مالی مصالح کے لئے

نگرچین بسا دینا نا ہے

قلعہ آگرہ کا بنیاد رکھنا

ایک ایسے قلعہ عالی کی تعمیر کا حکم دیا کہ وہ اس سلطنت کے لائق ہو۔ پہلے ایک قلعہ شہر کی مشرقی سمت میں جہان کے کنارہ پر تھا۔ حوادث و زلزلہ کے تصادم سے اسکے ارکان میں اختلال آگیا تھا۔ اسکو بائبلن اوکریڈالا اور اسکی جگہ حصین حصین بنایا۔ بنیاد اسکی ایسی گہری کہ وہ پانی سے بھی نیچے کی احاطہ اسکا ڈیڑھ میل تھا۔ دیوار کا عرض تین گز پادشاہی اور ارتفاع بیس گز تھا۔ (مذہبیت) ہر روز تین چار معمار۔ چابکدست اور قوی باز و مزدور اور عملہ پہنچے کام کرتا تھا۔ بنیاد سے کنگرہ تک وہ سنگ مرمر سے بنا یا گیا۔ پتھروں کو آہنی حلقوں سے ایسا وصل کیا کہ اسکے اندر بال برابر بھی در نہ رہی۔ آٹھ سال میں یہ قلعہ مع کنگروں و فصل و سنگ اندازوں کے تیار ہوا اور ۳ لاکھ روپیہ اس میں خرچ ہوا۔ قاسم جان میر مخدوم براسکی تعمیر کا متمم تھا۔ وہ نہایت لائق و قابل افروختہ (میر عمارت) تھا۔ یہ قلعہ اب تک جوہر و زنگینی سیاح اسکو دیکھ کر بہت تعریف کرتے ہیں۔ اس زمانہ میں وہ حقیقت میں ایسا عظیم نہیں جیسا وہ یہ ظاہر کمالی دیتا ہے اس زمانہ کی سائٹنگ انجیری اس میں بہت نہیں خرچ ہوئی۔ مگر پھر بھی وہ سلسلے شہر اور دربار پر اپنی فراز و بالا کی شان دکھاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ پادشاہ کا ارادہ فخر و سیکری میں اپنے دار الخلافہ بنانے کا تھا اور وہاں قلعہ کی بنیاد کے نشان بھی ہیں۔ مگر حضرت سلیم چشتی نے اس سے فرمایا کہ یہ مقام فقیر کے حوالہ کرو۔ اور اپنا قلعہ اگر میں بناؤ۔ فخر و سیکری کی آفت ہوا خراب تھی۔ کوئی دریا وہاں نہ تھا اس لئے یہاں جہان کے کنارہ پر جس میں کشتیاں و جہاز چل سکے ہیں یہ قلعہ تعمیر کرایا۔ شاہجہاں اور عمارت بنوائے اسکو اور زیادہ رونق و لالی جبکہ بیان اسکی سلطنت میں ہوگا۔

پادشاہ کا اقبال سال بسال دماہ بامہ و ہفتہ ہفتہ و روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ ملکوں کی فتوح۔ ولایتوں کی معموری۔ راہوں کی یمنی۔ اور نرخ اشیاء کی ارزانی نے ترک و تاجیک و سپاہی و سوداگر و ملا و درویش اور تمام اقسام کی خلق کو چاروں طرف سے پادشاہ کی خدمت میں بلایا۔ سال ہشتم ۱۶۰۷ء میں کاشغر سے خواجہ حصین خاوند محمود سے یہ خواجہ عبد اللہ معروف خواجگان خواجہ کی اولاد میں سے تھے۔ جب وہ حوالی آگے آئے تو اکثر امرا و ان کے استقبال کو گئے۔ اور شہنشاہ نے بھی درویش تواری کی مراہم کو ادا کیا وہ

پادشاہ نے حضرت سلیم چشتی کے احوال کا آئینہ

پیشوا لگو گیا۔ مرزا شرف الدین حسین جبکا ذکر اوپر ہوا انہیں کے صاحبزادہ تھے۔

سال نہم ۱۱۹۵ میں سید اجل امیر قاضی جو علامہ جرجانی کی اولاد میں سے تھے۔ اور فنون معقول و منقول میں بیدہ طولی رکھتے تھے۔ حرمین شریفین کا طواف کر کے پادشاہ پاس آئے۔ پادشاہ نے بھی انکے آنے کو بہت ختم جانا۔ امرا کی بغاوتیں سات سال تک ہیں۔ جب عید اللہ خاں اور بیک بالوہ سے شکست پا کر گجرات بہاگاپہ تے تو اور اور بیک سرداروں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ نوجوان پادشاہ یا بیک کی اولاد ہے جو اور بیک کے خون کی پیاسی تھی وہ اپنے باپ ادا کا بعض ہم سے نکال لگا اور بہکود لیل و خوار کر لگا ۱۱۹۵ میں اکثر اور بیک سردار باغی ہوئے خانزماں اور آصف خاں۔ سکندر خاں وغیرہ نے سرکشی اختیار کی۔ پادشاہ نے ان باغیوں کی لڑائیوں کا خاتمہ اس خوبی سے کیا کہ وہ اسکی عقل و دانش کا کارنامہ ہے۔ ان باغیوں کی لڑائیوں کی صورتیں مختلف رہیں۔ ان میں پادشاہ کی فتح اکثر رہی۔ مگر کبھی کبھی باغیوں کو بھی فتح ہوئی۔ ان سب صورتوں میں پادشاہ نے اپنی اطاعت کے لئے انہیں بلکہ انہیں کے فائدہ کے لئے انکو اپنا دوست بنایا۔ بعض باغیوں نے اطاعت اختیار کر کے اپنی حالت پہلے سے بہتر کر لی بعض نے اپنے قصور بار بار معاف کرائے۔ مگر اپنی شرارت سے باز نہ آئے۔ آخر کو پادشاہ نے اپنی ذاتی کوشش و سعی سے سب بغاوتوں کو خاتمہ پہنچایا۔

بیگانہ ملکوں پر شہنشاہ اکبر کے متوجہ ہونے کا بیان

اب تم نے دیکھ لیا کہ کن پادشاہی سرداروں نے بغاوت کی اور ان سرکشوں کے دفع کرنے میں پادشاہ کو کیا کیا دشواریاں پیش آئیں۔ ادھر ان اپنے سرداروں سے کارزار کرتا و دہر شیر شاہ کے جانشینوں سے برسر پیکار رہتا۔ اسے اپنے بدخواہوں کو خواہ اپنی زور اور قوت سے غارت غول کیا۔ خواہ اپنی عنایت و مروت سے غیر خواہ بنایا۔ وہ اپنی پچیس برس کی عمر میں خیمت ہو گیا تو اب اسکو فرصت ملی۔ کہ بیگانہ ملکوں پر وہ متوجہ ہو۔ اول وہ ریچھ توں لک پر متوجہ ہوا۔

امرا کی بغاوتیں

قلعہ چتوڑ کے معاملات

شہنشاہ اکبر ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ گردن ازاز سرکشوں کو پائمال کروں۔ تمام ہندوستان کی وحدت انتظامی یعنی سب جگہ ایک ہی پادشاہی انتظام قائم کروں۔ آسودگی و آسائش خلق کو پہنچاؤں۔ رعیت کے سکھ چین میں اپنی راحت سمجھوں۔ جن فاسد و ملع گردن کشوں کے دماغ میں سرداری کا مایخولیا پیدا ہوتا تھا معاملہ وہ خوب کرتا تھا۔ جب وہ اپنے دارالخلافہ میں پنجاب کے آیا تو اس کو محمد سلطان مرزا کے بیٹوں کے فساد اٹھانے کا حال معلوم ہوا جن کا علاج اس نے بخوبی کیا۔ اس کا آگے بیاں آئیگا۔

مالوہ کو پادشاہ لشکر لے جاتا تھا۔ جب وہ دہول پور میں آیا۔ رانا اے سنگھ کا بیٹا سنگت سنگھ شہنشاہ کی ہمراہ تھا۔ اس سے پادشاہ نے خطاب کر کے فرمایا کہ ہند کے اکثر زمیندار اور بزرگ ہمارے آستانہ بوسی سے سرفراز ہوئے۔ مگر تمہارا رانا ہماری پائے بوسی کو نہیں آیا۔ اگر ہم ایسا سپر کریں تو ہماری خدمت تو کیا کریگا۔ پادشاہ نے یہ بات خوش طبعی سے اس سے کہی تھی کہ مالوہ کے فتنہ انداز غافل ہوں کہ پادشاہ کا قصد اور طرف ہی۔ مگر یہ راجہ کا لڑکا اس مذکور نہیں سمجھا۔ بلکہ اس نے یہ جانا کہ حقیقت میں پادشاہ میرے باپ کو سزا دینے جاتا ہی۔ اس کو اپنی اس بدنامی کا خوف ہوا کہ لوگ کہیں گے کہ وہ خود جا کر پادشاہ کو باپ پر چڑھا لایا ہے۔ ان دہموں کے سبب وہ بھاگ گیا۔ ہنسی کی پھٹی ہوئی۔ مغربی ہندستان کے حصہ اعظم میں رانا اے سنگھ چتوڑ کا راجہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ قدیمی راجہ تھا۔ وہ اپنے خاندان کا افتخار اور گوبہستان محکم اور تین قلعے ملک مال رجپوتوں کی سپاہ جاں نثار۔ غرض سارے سامان دنیا کے جن کسی انسان کو سخت ہوتی ہے رکھتا تھا۔ اس کا باپ رانا سنگا بابر سے لڑا تھا۔ اس نے اپنے غرور اور خودداری کے سبب یہ نہ جانا کہ اکبر کون ہے۔

اب پادشاہ نے رانا سے لڑنے کا ارادہ مصمم کیا۔ او اسطریع الاول ۹۵۵ھ کو وہ اس کام کے لئے چلا۔ اول ولایت ہندوہ میں قلعہ سیوی پور میں آیا۔ یہ رانا کا قلعہ اگرہ سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب میں میواڑ کے تھا۔ رتھمور کے راتے سہرجن ہاڈا کی سپاہ کو کچھ

آدمی نہیں تھے۔ وہ پادشاہی لشکر کے قریب آتے سے بھاگ گئے۔ پادشاہ دو روز یہاں ٹھہرا اور
 یہاں کی نواح و حوالی سے آذوقہ کا سامان قلعہ میں فراہم کر کے نظر بہادر کو اسکی حرمت سپرد کی۔ یہاں
 سے چھ کوس سفر کر کے وہ کوٹہ میں آیا۔ یہ بھی ان حدود میں ایک محکم جگہ تھی۔ یہ ولایت شاہ محمد قندھاری
 کو سپرد ہوئی۔ پھر وہ مالوہ کی سرحد پر گاکرون میں آیا۔ کوٹہ کی طرح یہاں بھی قیام کیا۔ یہاں سے لشکر
 بسر کر کے شہاب الدین احمد خاں مالوہ میں محمد سلطان مرزا کے بیٹوں کی بغاوت کے دور کرنے کے لئے
 بھیجا گیا۔ وہ پادشاہی لشکر کے ہرنے کی خبر سنکر امین سے منڈویں چلا گئے۔ جب یہاں بھی انکے کان
 میں پادشاہی لشکر کے تقاروں کی آواز آنے لگی تو ان مرزا کی جان بکھل گئی۔ اویاتی مرزا گجرات میں
 چنگیز خاں پاس چلے گئے اسکے ساتھ ہی پادشاہ نے آصف خاں اور اسکے بھائی وزیر خاں کو حکم دیا
 تھا کہ قلعہ مانڈل کو فتح کرے۔ وہ رانا کے مستحکم قلعوں میں سے تھا۔ اور رات یلوی سولنگی یہاں
 قلعہ دار تھا۔ اسے سخت مقابلہ کیا۔ مگر پادشاہی لشکر نے اسے فتح کر لیا۔

شہنشاہ اکبر پاس تین چار ہزار سوار تھے کہ وہ چوڑ کی طرف چلا کہ شاید رانا لشکر کی کمی کا خیال کر کے
 پہاڑوں میں سے میدان میں باہر آئے۔ اور اس کا کام آسانی سے تمام ہو جائے۔ مگر اوسے سنگہ
 بہادر رانا سنگا کا نامہ و وارث تھا۔ اس میں یہ کہاں جرات تھی کہ وہ اپنی جان نثار سپاہ کے ساتھ
 آنکر اکبر کی برابر مد میدان ہوتا۔ وہ جانتا تھا کہ پادشاہ پاس قلعہ گیری کا سامان اس قدر
 کم ہے کہ وہ قلعوں کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔ اس گمان سے قلعہ چوڑ کو مستحکم کر کے چند سال کا آذوقہ
 وہاں جمع کیا۔ اور میر تھا کے جواں مرد بے مل کو اسے حوالہ کیا اور پانچزار اچوت نامو ناموس سپرست
 اس قلعہ میں متعین کئے اور اطراف و نواح کو ایسا دیران کیا کہ دشمنوں کو صحرائیں گھاس کا پتا
 بھی نہ ملے اور خود تنگنا و اردلی پر بہت میں دور چلا گیا کہ عاقبت میں اس خوف سے رہی جو اسکے
 ملک پر چارہا ہے۔ پادشاہ نے یہ سوچا کہ رانا کے پیچھے پہاڑوں میں سرگردان پھرنے سے قلعہ
 چوڑ کا فتح کرنا بہتر ہوگا۔

پنجشنبہ ۱۹۔ ربیع الاول ۹۵۷ھ کو اس نے قلعہ چوڑ کے سامنے خیمہ ڈال دیا۔ اسی روز

قلعہ چوڑ کے فتح کرنے کے لئے پادشاہ کا جان سپرد

کالی گٹھاؤں نے پھاڑوں کو گھیر لیا۔ اور قلعہ پر تاریک نقاب الہی۔ عوصت بیاح کی شدت نے
 اور بوارق و صواعق کے صدمات نے زمین و زماں کو متزلزل کیا۔ اور ابراہم اور عبد کے شور نے کون مکان میں
 جوش و خروش مچایا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ انسان کے معاملات میں نیچر حصہ لینا چاہتا ہی۔ اور یہ شدید طوفان
 آئندہ طوفان کا چہرہ اتار رہا ہی۔ ایک سچا ہندو تو ان بادلوں کی گنج کا ترجمان یہ ہو گا کہ وہ اندر کی آواز
 ہے اور یہ یقین کر لیا کہ چوڑا کا محافظ جو سوچ ہی غصہ سے بول رہا ہی۔ اور بیچ و دم کی پیشین گوئی کر
 رہا ہے۔ غرض مسلمانوں کو باد و باران کے طوفان سے اذیت ہوئی۔ ایک گمنام میں ہوا
 صاف ہوئی تو قلعہ دور سے نظر پڑا۔ دوسرے روز پادشاہ نے پھاڑ کے گرد دورہ کیا
 اور ارباب مساحت کو حکم دیا کہ وہ مساحت اور حساب صحیح کریں کہ اس کے موافق حملہ کی تیاری
 اور سپاہ کی تقسیم ہو۔ دورہ کوہ دورہ اور مابین کوہ آمد و رفت خلائی کی راہ پانچ کردہ پیش
 ہوئی۔ اس کی تسخیر کے لئے بخشیاں عظام کو حکم ہوا کہ مورچوں کی تقسیم کریں۔ جو پادشاہ کی
 ہمراہ سپاہ تھی اس نے اپنے مورچے جملے۔ اور جو سپاہ نئی آتی جاتی تھی وہ جدا اپنے
 مورچے بناتی تھی۔ اس طور سے ایک مہینے میں قلعہ کے تمام دور کو لشکر شاہی نے گھیر لیا۔ اسی زمانہ
 میں پادشاہ نے اپنے امراء کو بھیجا کہ وہ پاس کے ملک کو ناخت تاراج کریں اور اس حدود کے
 سرکشوں کی تادیب متنبہ کریں۔ شہر راہپورہ کے لئے نصف خاں کو ایک جماعت لہرائے کہ متعین
 کیا۔ اس نے جاتے ہی تلوار کی گنجی سے فتح حاصل کی۔ لوگ بتاتے تھے کہ اودے پورہ کو بیلہ (گوہیر)
 کی طرف رانا ہے۔ اس لئے وہاں حسین قلی خاں کو روانہ کیا کہ رانا کو گرفتار کرے۔ حسین قلی خاں
 شہر اودے پورہ میں جو رانا کی دارالایالت تھی آیا۔ یہاں کے گردوں کشوں کو مارا دھاڑا۔ اور
 جہاں رانا کے آدمیوں کے گروہوں کو دیکھا ان کو تہ تیغ کیا۔ اور بہت کچھ لوٹ کا مال حاصل کیا
 اور رانا کی جستجو میں تنگاپور کی مگر اوس کا پتہ نہ پایا تو پادشاہ نے اوس کو اپنے پاس بلا لیا
 اس عرصہ میں لشکر کے ہمارے چوڑے کے قلعہ پر حملہ آوری کرتے اور دیرری اور دلاوری کی
 داد دیتے خاص کر عالم خاں و عادل خاں لیکن کچھ سو دست نہ ہوا۔ اہل زمین کا

بلکہ آسمان پر یک پہنچا ہے کہ اس قلعہ پر انکی دسترس ہوئی۔ اکبر ہمیشہ تاکید کر کے تیز حلیو بہادر و نکو فرماتا کہ اس طرح کی تاخت کو شجاعت نہیں کہتے ہیں۔ بلکہ وہ نہور میں داخل ہر کہ ارباب دانش اس کو اعتدال سے باہر جانتے ہیں۔ اور اخلاق ذمیمہ میں سے کہتے ہیں۔ ان آدمیوں کو تو ہونے ایسا مغلوب کر رکھا تھا کہ پادشاہ کی نسل خ ہوش افزا کو نہ سنتے تھے اور ہمیشہ قلعہ کے گرد و ڈری جاتے تھے اور بہتے مردان نبرد اپنے شجاعت کے چہرہ پر زخموں کا گلگوڑہ ملتے۔ اور اس انجمن مرد آزمانی میں شہادت کا خوش مزہ جام پیتے۔ اسلئے کہ یہ صفدر جو تیر و تفنگ پہنکتے وہ بیچ و کنارہ کے سطح کو چیلے ہوئے گزرتے اور کچھ کام نہ کرتے۔ اور اس طرف سے جو وہ آتے تو گھوڑوں اور آدمیوں کا کام تمام کرتے اس واسطے پادشاہ نے ان سب باتوں پر خیال کر کے حملہ کی نہایت مناسب تدبیر یہ سوچی کہ وہ اپنی تمام سعی اور کوشش کو تین مورچوں پر جمع کرے۔ اول مورچہ لاکھوٹہ کے دروازہ کے محاذی۔ یہاں کا اہتمام اسنے خود کیا اور حسن خاں چغتیا اور راجہ تیر داس قاضی علی بندادی اور اختیار خاں فوجدار و کیر خاں کو اپنے ساتھ شریک کیا۔ اس طرف خارا تراش نقابوں نے نقب لگانے میں باز نہ ہمت ہوئی۔ دوسرا مورچہ شجاعت خاں راجہ ٹوڈرل و قاسم خاں میر بر و بکر کو سپرد ہوا اس مورچہ میں ایک تیر کے فاصلہ سے عین بارش میں کمر کوہ سے جس کے قلعہ پر قلعہ تھا سا باط کی بنیاد رکھی گئی۔ مورچہ سوم کا اہتمام خواجہ عبد المجید آصف خاں و وزیر خاں اور اورنگو سپرد ہوا۔ بڑی بڑی توپوں کو اپنی جگہ سے یہاں لانے میں کام کو طول ہوتا تھا۔ اس لئے پادشاہ نے خود نہیں اپنے سامنے توپیں ڈھلوائیں۔ مگر انہوں نے کچھ کام نہ دیا۔ پادشاہ کے پاس ایک بزرگ دھڑی توپ (آئی جو آدھ من (۱۹ سیر) کا گولہ پھینکتی تھی۔

جب اہل قلعہ کو اس حال پر جانے لگے وہم و خیال میں تھیں گزرتا تھا اطلاع ہوئی تو ہوش اُڑے کہ روریز اس کے استیصال کا سامان زیادہ ہوتا جاتا ہے ناچار حیلہ و تزویر کے دے دیے ہوئے ایک دفعہ سائڈ اسلحہ دار کو اور دوسری دفعہ صاحب خاں کو بھیجا کہ پادشاہ سے عرض کریں کہ وہ پادشاہ کی اطاعت کرتے ہیں اور ہر سال پیشکش دینے کا اقرار کرتے ہیں۔ بعض اولیا دولت نے

اس سخن کو محسن جان کر عرض کیا کہ اس قرار داد پر اس شغل کو چھوڑنا عین صلاح ہے لیکن سلطنت کی غیرت سے اس بات کو نہ مانا۔ اور پادشاہ نے فرمایا کہ خلاصی جیب ہی ان کو ہوگی کہ رانا اپنے تئیں حوالہ دے گا۔ پادشاہی آدمی ایسے بہتنگ ہو رہے تھے کہ اس ہملکہ سے نکلنے میں کوشش کرتے تھے مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا۔

فتح کے یقینی حاصل کرنے کے لئے اور اپنی سپاہ کے جان بچانے کے لئے پادشاہ نے سابطا بنے کا حکم دیا۔ یہ سابطا بیچدرا سلامت کو چے تھے جو قلعہ سے ایک تیر انداز کے فاصلہ سے شروع ہوئے تھو اور وہ دو دیواروں کے بیچ میں تھو۔ اور یہ دیواریں اوٹھا کر قلعہ کے قریب اٹھ لیگے تھو کہ ٹوکری کی بناوٹ کے بڑے بڑے پیلن یعنی اسطوانہ کی شکل اندر سے خالی بنائے تھو اور ان کے اندر بیڑی تھی۔ انہیں باہر سے بھینس کی کھالوں سے منڈا تھا۔ اور بیلدار انکو اپنی سپر متحرک بناتے تھو۔ اور انکو آگے آگے لڑکاتے لیجاتے تھو اور انکی آڑ میں اپنا کام بناتے تھو جبہ قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچے تو وہاں کوٹیاں اٹلیں اور بیڑیاں بنا کے زمین کے اندر نقیض لگائیں جن میں بارود بھری گئی اور پھر وہ اڑائیں گئیں۔ ان کاموں کے کرنے میں وقت اور روپیہ بہت صرف ہوا۔ باوجود احتیاطوں کے جانیں بہت تلف ہوئیں پانچزرگل کار و بخار و سنگتراش و آہنگر و نقاب رات دن کام کرتے تھے۔ ان میں سے بحساب اوسط ہر روز سو دو سو آدمیوں کو اہل قلعہ کے چابکدست توپچی آڑ دیتے تھے۔ یہ سب کاریگر اپنی خوشی سے آتے تھے۔ پادشاہ نے ان کو بیگاریں پکڑنے کی ممانعت کر دی تھی۔ اور اس کام کے عملہ قلعہ کو انعام دینے میں پادشاہ نے روپیہ کوٹیکری کر دیا تھا۔ اس لئے اس خطرناک کام میں جو کاریگر مارے جاتے تھے ان کی جگہ اور آجاتے تھے۔ اور سابطا آگے بڑھتے چلے جاتے تھے مردوں پر کچھ خیال تئیں کیا جاتا تھا ان کے جسم اینٹوں کی جگہ دیواروں میں چخے جاتے تھے۔ غرض باوجود ان سب موانع کے کام بہت ہوتا تھا۔ پادشاہ کے مورچل خاص سے جو سابطا بنا تھا وہ ایسا وسیع تھا کہ دس سواری برابر برابر اس کے اندر چلے جاتے تھے اور بلند ایسا تھا کہ فیل نشین نیزہ کو ہاتھ میں لیکر اس کے نیچے چلا جاتا تھا۔ ان تیار یونین

تین ہفتے صرف ہوئے۔ قلعہ کہ دو جگہ سے محوٹ کیا تھا۔ ایک محوڈ میں ایک سو بیس من بارود اور
 دوسرے محوڈ میں اسی من بارود بھری تھی۔ پادشاہ نے حکم دیدیا تھا کہ سپاہی مسلح و مکمل ترصد میں کئی ننگ
 کے اڑتے ہی جب دیوار پھٹے تو وہ اس میں سے قلعہ کے اندر جا کر مقرب ہوں۔ اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ ہر
 نقب میں جدا جدا قتیلے لگائے جائیں اور الگ الگ اڑائی جائیں۔ لیکن کبیر خاں نے جو اس کام کا ہمت
 تھا ایسی تدبیر کی کہ دونوں ایک ہی دفعہ ایک شتاب سے اڑائی جائیں نتیجہ سے یہ معلوم ہوا کہ شہنشاہ کی رائے
 درست تھی۔ چار شنبہ ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۰۷۵ کو باروت میں آگ لگائی گئی۔ ایک برج پنج بنیاد سے اکثر اڑا
 اس پر جو مخالف کی سپاہ لڑ رہی تھی اس کو ہوا میں لے اڑا۔ اور اس کو پرانگندہ و پریشان کر دیا۔ دیوار کے
 پھٹنے ہی اس پر پادشاہ کی سپاہ بے ترتیبی ملاحظہ چڑھ گئی کہ قلعہ کے اندر چلے۔ کہ ناگاہ دوسرا محوڈ اڑا
 اس سے وہ لشکر جو قلعہ کے اندر گھسے کو تھا۔ اور دشمنوں کا وہ گروہ جو اسکی مدافعت کے لئے آیا تھا
 دونوں اڑ گئے۔ جسموں سے ان کی جانیں جدا ہوئیں۔ ان کے اعضا کی پیوستگی میں شگلی آئی۔ سنگ
 و سنگوں پر جا کر گرے۔ پچاس کوس کے گروہ میں اسکی مہیب آواز گئی۔ جس سے لوگوں کو تعجب ہوا
 یہ خطا اس سبب سے ہوئی کہ ان دونوں محوٹ جاؤں میں قتیلہ کو ایک ہی جگہ سے روشن کیا تھا
 ایک جگہ بارود میں جا لگا۔ اور دوسرا دیر میں پہنچا۔ چاہئے یہ تھا جیسا کہ پادشاہ نے ارشاد کیا
 تھا۔ کہ جدا جدا شتاب لگائے الگ الگ ننگیں اڑائی جائیں۔ پادشاہی دوسو آدمی مرے۔
 جن میں سے بیس پادشاہ شناس تھے۔ سید جمال الدین پسر سید احمد سادات بارہ۔ میرک بہادر بوجوان
 محمد صلح پسر میرک خاں کولابی اور بعض اور نامور کام آئے۔ ورنہ مار کوہ میں چالیس آدمی عافیت
 کے لئے بیٹھے۔ ان پر قلعہ کے اینٹ پتھر ایسے گرے کہ وہ مرے کے مرے رہ گئے۔ دشمنوں کے
 بھی چالیس آدمی مرے۔ جب پادشاہی بہادروں کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ اہل قلعہ سے لڑنے
 لگے اہل قلعہ بھی ایک طرف لڑنے میں جان لڑتے اور دوسری طرف اپنی شکستہ دیوار کی مرمت کرتے
 تھوڑے عرصہ میں انہوں نے اپنی دیوار پہلی سی عربین و بلند بنائی۔ اس روز آصف خاں
 مورچوں کی سرنگ میں شتاب لگایا گیا۔ مگر وہ خوب نہیں اڑی۔ مخالفوں کے مرتے تیس آدمی

اس سے مرے۔ پادشاہی لشکر کو اگرچہ کوئی آسیب نہیں پہنچا۔ مگر اس نے کچھ کام بھی نہیں کیا۔ ان
 سرنگوں کے اڑنے نے پادشاہ کے لشکر کی شہادت اہل قلعہ سے کرائی اور انکی نجات بڑائی۔ مگر پادشاہ کی
 توجہ پیشتر سے پیشتر ہوئی۔ پادشاہ نے لشکر کو سمجھایا کہ تیر و قتی ایسے کاموں میں کچھ کام نہیں کرتی جس
 سے کام کو سر انجام دینا چاہئے۔ پادشاہ سامان کو قلعہ گیری کی بہتر روش جانتا تھا۔ ایسے انتظام میں استہام
 زیادہ کرتا تھا۔ بار بار وہ سباباط میں قلعہ کے نزدیک جاتا اور بندوق اندازی کرتا۔ ایک دن ہصار کے
 گرد پھرتا تھا۔ مورچل لاکھوٹ کے نزدیک آیا۔ پادشاہی لشکر پناہ میں بنا کر لوازم محارمہ کی تقدیم کرتے تھے
 ایک یوار کی پناہ میں پادشاہ کھڑا ہوا اور دیوار کے روزن میں سے بندوق اندازی کرنے لگا۔ قلعہ میں
 ایک قدر انداز کم خطا ایسا تھا کہ اہل لشکر نے اسکی شکایت پادشاہ سے کی کہ اس نے مورچل میں
 ایک آفت بچا رکھی ہے کہ ناگاہ اسی بندو قچی نے جلال خاں کے سر کو تاک کر بندوق لگائی
 گولی اس کے کان میں لگتی ہوئی چلی گئی۔ کچھ بڑا آسیب نہیں پہنچا۔ پادشاہ نے کہا کہ جلال خاں
 قدر انداز مجھے نظر نہیں آتا۔ اگر وہ دکھائی دے تو تیرا انتقام لوں۔ اب جلدی میں اس بندو قچی
 کی بندوق سے انتقام لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی بندوق اس کی بندوق کی طرف ماری
 اس کی گولی روزن سے نکل کر بندو قچی کے ایسی لگی کہ وہ مر گیا۔ اس وقت تو یقین نہیں ہوا کہ بندوق
 اس بندو قچی کے لگی۔ مگر اسکی بندوق کے نیچے ہونے سے یہ قیاس اس پر ہوتا تھا اگر احوال تحقیق کر نیسے
 معلوم ہوا کہ اس بندو قچی کا نام اسماعیل تھا اور وہ پادشاہ کی اس گولی سے مر گیا۔ اسی طرح
 اہل ہصار کے نامدار پادشاہ کی گولیوں سے فنا ہوتے تھے۔ چوڑی ایک پہاڑی قلعہ کے نزدیک ہے
 اس کی جانب کے مورچل پر پادشاہ گیا۔ تمام کاریں خود اہتمام کرتا تھا۔ دیاں گولے
 گولیاں آتے تھے وہ کچھ پروا نہ کرتا تھا۔ الا آہستہ آہستہ وہاں جاتا تھا۔ کہ ایک گولا ایسا
 آئے کہ پڑا کہ بیس آدمی اس سے مر گئے۔ ایک دن خان عالم اسکے پاس کھڑا تھا کہ ایک گولی
 آئے کہ اس کو لگی۔ اس کے جیب سے گدز کر نیچے کے کپڑوں میں آئی اور پسینے سے ٹنڈی ہوئی۔ اس
 ہی مہر خاں کے ایک بندو قچی اور خیر دہی۔ یہ سب باتیں لوگ پادشاہ کے قدموں کی

برکت کے سبب سمجھتے تھے بہت شاہنشاہی سے راجہ ٹوڈرل اور قاسم خاں میزخوہر نے موچل کے کام کو
 بہت اچھی طرح انجام دیا۔ سایا ط کے اوپر منازل و موافق و لکشا بنائے گئے۔ ان کے تمام ہونے سے پہلے و
 رات اور ایک دن پادشاہ یہاں اہتمام کرتا رہا۔ اسکی سپاہ نے قلعہ کشانی پر لنگار کھاتھا۔ اور قلعہ کی دیوار کو وہ
 ویران کرتے تھے۔ دشمن بھی خوب لڑتے تھے۔ اور پادشاہ خود بندوق اندازی کی داد دیتا تھا اور سطح
 سا باطلے نشین میں مقام کے اپنے پرول دیوں اور زنجیر گسل شیروں کا تماشا دیکھتا تھا۔ ان ایک دن و رات میں
 اسکی سپاہ لڑنے میں ایسی مہارت رہی کہ خواب و خور کا خیال کچھ نہیں کیا۔ ۲۵ شعبان مہج ششہ کو یہ قلعہ مفتوح ہوا
 اس سانحہ کی شرح یہ ہے کہ شب گذشتہ سے قلعہ کے اطراف و جوانب لشکر نے ہجوم کر کے جنگ شروع کی۔ اور کئی
 جگہ دیوار میں رخنہ ڈال دیا۔ سایا ط کے نزدیک پادشاہی سپاہ نے پیشہ سی کر کے قلعہ کی دیوار ہتھوڑا کر بہت گرا دیا
 اور جانفشانی اور جانتانی کی داد دی۔ آدھی رات گئی ہوگی کہ اہل قلعہ شگاف دیوار میں ہجوم کر کے ایک طرف
 جان کو فنا کرتے تھے اور دوسری طرف کر پاس مینیہ رخونہ بنیم سے اس لئے پڑھتے تھے کہ اگر پادشاہی سپاہ
 اس میں آئے تو اس میں آگ لگا کر کسی کو نہ آنے دیں۔ اسی اثنا میں پادشاہ نے دیکھا کہ ایک شخص حیمہ ہڑا
 مینی جو سرداری کی نشانی ہے پہنچے ہوئے اس شگاف گاہ میں آن کر اہتمام کر رہا ہے مگر معلوم نہ ہوا
 کہ کون ہے۔ پادشاہ نے اپنی خاص بندوق سنگ ام کو بیکر اس کی طرف چھوڑا۔ شجاعت خاں اور
 راجہ بیگونت داس سے کہا کہ میں سادی و سبکی کے سبب جو شکار کرنے کے وقت نمود میں آئی ہو یقین
 کرتا ہوں کہ میری گولی اس آدمی کے لگی ہوگی۔ جا بجاں نے کہا کہ یہ شخص ہر رات کو آنکر اہتمام کرتا ہے
 اگر پھر وہ نہ آئے تو غالباً اس آدمی کو بندوق لگی ہوگی۔ اس واقعہ پر ایک ساعت گزری تھی
 کہ جبار قلی دیوانہ بفر لایا کہ اس شکار گاہ میں مخالفوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا جو اسی حال میں قلعہ کے
 اندر کئی جگہ آگ لگی ہوئی نظر آئی۔ امراء شاہی اس پر خیال کر رہے تھے کہ راجہ بیگونت داس نے معرکہ
 کیا کہ یہ آتش جو سردار جوہر ہے کہ ہندوستان کی رسم ہے کہ جب ایسی حالت پیش آتی ہے تو صندل و عود
 وغیرہ کا خرمن اپنی کمند کے موافق جمع کرتے ہیں اور طرح طرح کی خشک لکڑیاں اور روغن مہیا کرتے
 ہیں۔ حکم پر دراز سنگ دل معتمدوں کو عورات پر متعین کرتے ہیں۔ جس وقت شکست متعین ہوتی ہے اور در

مارے جاتے ہیں۔ نویہ سنگ ل ان بے گناہ عورتوں کو آتشکدہ کی آگ میں ڈال کر خاکستر کرتے ہیں
(فارسی میں امکو جوہر کہتے ہیں۔ اور حقیقت میں وہ جوہر ہے یعنی جانوں کا کھونے والا) تحقیق ہو گیا کہ
پادشاہ کی بدوق نے شیر دل جیل کو ہلاک کیا و جس سے قلعہ کا کام تمام ہوا۔ یہ آگ بھی جوہر کی
تھی۔ قوم سیسیویہ ٹھکانا کے غانہ پتیاں ہیں۔ اور راتھوروں کے گھر میں۔ اور چوہانوں کے گھر
میں ایسرواس کے اہتمام سے یہ جوہر ہوئے۔ تین سو عورتیں ان میں جلیں۔

جیل کے مرنے سے ہر راجپوت بیدل ہو گیا۔ جب اسکی لاش شہر کو چلی تو سب پر مایوسی چھا گئی۔ قلعہ کی دیوار
پر کوئی نہ ٹھہرا۔ جب عورتیں جل چکیں تو مردوں نے زعفرانی لباس پہنا اور پان کا بیڑا کھایا کہ ابراہن کرنا چاہو
جب صبح ہوئی تو اکبر شہنشاہ نے حکم قلعہ کے اندر جانے کا دیا اور آسمان شکوہ مانتھی پر بیٹھا اور اپنی سپاہ
کو قلعہ کے اندر لیگیا۔ کئی ہزار پیادے ہمراہ تھے جنگی ہاتھیوں نے بڑی بڑی کام کئے۔ اول فتح میں
پچاس ہاتھی اور آخر میں تین سو ہاتھیوں نے قلعہ کے اندر دشمنوں کو پاؤں مال کیا۔ یوں تو ہر جگہ کشنوں کے
پشتے لگے۔ مگر ان تین مقاموں پر بڑی خونریزی ہو گئی رانا کے محل پر۔ مہادیو کے مندر پر۔ اور رامپور کے دروازہ
پر۔ قلعہ کے ہر محلہ پر حملہ ہوا۔ ہر قدم پر خونریزی ہوئی ہر بازار و گلی دہر گھر ایک قلعہ تھا جسکو حملہ کر کے لیا۔ اس کے
پچھلے پھر سے دن کے دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی۔ راجپوت شیروں کی طرح لڑے۔ سو دس چوہان نے
ایک ہاتھی کا دانت اپنے ایک ہاتھ میں پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے جھہر مارا اور کہا کہ یہ میرا مجھرا
پادشاہ سے کدینا۔ جی پادشاہ گو بند سیام کے مندر پاس آیا تو جسم لرزاں ایک لڑکے کا جسکا
نام پٹا تھا۔ ہاتھی کے پانوں تلے کچلا گیا۔ اگرچہ اس لڑکے کی عمر سولہ برس کی تھی۔ مگر وہ
سویج دروازہ کا محافظ تھا۔ اس نے بڑے بڑے بہادری کے کام کئے۔

نور انبیاں پانچ ان کی لڑکیاں۔ دو چھوٹے لڑکے اور سولہ لاروں دیر بڑی بڑی راجپوتوں کی بیویاں جوہر میں
جلیں۔ اور اس قلعہ میں آٹھ ہزار جنگ جو راجپوت تھے۔ رعایا جو اس لڑائی میں انکے ساتھ کھاتی
اور خدمت گزاری میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتی تھی۔ چالیس ہزار زبانتیس ہزار سے زیادہ تھی۔ یہ قلعہ
پہلے ۱۰۔ محرم سنہ کو سلطان علاؤ الدین نے چھ ماہ سات روز میں فتح کیا تھا۔ سلطان رعایا لڑی

نہ تھی اس لئے اس کو انہیں لایا گیا تھا۔ مگر پادشاہی لشکر سے وہ خوب کلمہ یہ کلمہ لڑی۔ اس لئے قتل
عام کا حکم ہوا اور ایک جماعت کثیر اتر ہوئی۔

مہم قلعہ چٹوڑ کے بیان جس طرح سے رجحوت بیان کرتے ہیں ہم آگے لکھیں گے جس سے معلوم ہو کہ سلطان
علاء الدین اور شہنشاہ اکبر کی آئین فتح میں کیا کیا کار نمایان کئے۔ زمانہ دراز سے یہ قلعہ مہاراجہ اپنی مناسبت میں
مشہور ہے اور تاریخ و افسانہ دونوں کی مناسبت اور استواری کی تعریف کرتے ہیں۔ ایک قزوینی سے جنوب مغرب کے
پھرتی دفعہ ندی بناس کی چک پھیر یوں میں پرتا ہوا اور بہت سے قلعوں کے ڈھیر دیکھتا ہوا ایک مینہ ناکٹل پر پہنچا
جو دریا بناس کے شری کنارہ پر کھڑا ہوا ہے۔ اس کو قلعہ چٹوڑ کہتے ہیں وہ ایک اتر کی شکل کا ہے جس کا محیط تین میل
ہے۔ وہ ایک بڑا کتل ہے جس کو ٹیٹان نے اپنے ہاتھوں سے پہاڑ سے کینچ لیا ہے۔ اس کا ارتفاع ۵۰۰ فٹ ہے
اور اس کا محیط قاعدہ پر قریب آٹھ میل ہے۔ اس کو سب طرف سے خوفناک بلان اور دندانہ دار کندھانے
حفاظت کرتے ہیں۔ صرف اس کے جنوبی رخ پر آدمی چڑھ سکتا ہے اس پہاڑ کی چوٹی پر قلعہ کا
حصار ہے جسکی جابجائی نہ خود حفاظت کرتا ہے اور اس کے ضعیف مقامات جنوب میں ہیں جن کو قلعہ
بنانیوالوں نے پھر سے بھی زیادہ دہشت ناک متین کر دیا ہے۔ حصاروں کی دوسری فصیلیں ہیں
جس کے باہر کی فصیل بلندی کوہ کے کنارہ پر ہے۔ اول تو پہاڑی خود فصیل بنا ہوا ہے جس میں آدمی کا
گزر ناوشوار ہے اور پھر اس میں جہاں پانی کے چشمے یا کسی اور طرح کی بستی ہے۔ وہاں بڑی
بڑی اونچی دیواریں بنا دی ہیں اور ان پر برج اور کنگورے بنائے ہیں۔ جنوبی سرے پر تنگ
نصف چاند کی شکل کی پہاڑی ہے جس کو چٹوڑی کہتے ہیں وہ قلعہ سے ۵۰ گز سے زیادہ
فاصلہ پر نہ ہوگی وہ چٹوڑ سے ملی ہوئی ہے لیکن اس سے نیچی ہے اس کو دانائی کے ساتھ قلعہ کے احاطہ
سے باہر رکھا ہے مگر یہ ایک ضعیف مقام ہے جس سے حملہ آوروں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ اس کے ہمایہ
میں قلعہ کی بلندی پر ایک رستہ پہاڑ میں کھدایا ہوا ہے جو اول شمال کی طرف جاتا ہے اور پھر پھیر کر
ہو کر اوپر جاتا ہے جس میں متواتر سیلت دروازے آتے ہیں جن میں سے ہر ایک میں گزنا پڑتا ہے
تو اس کی بلندی پر رسائی ہوتی ہے رامپول اور رامپور اور دروازے سب سے زیادہ اونچے ہیں

قلعہ چٹوڑ کا بیان

کمان رس میں (یہ ایک کتاب ہے جس میں رانا کمان کی داستان لکھی ہے) لکھا ہے کہ میواڑ کے
 چور اسی مضبوط قلعوں میں پتھر کوٹ (چٹور کا قلعہ) سب سے زیادہ مستحکم و متین ہے۔ وہ زمین کے
 سطح مسطح سے اوپر نکلا ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین نے اپنی پیشانی پر قشقہ لگایا ہے۔
 کسی دشمن کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ وہاں کے رئیس کو خوف کا خیال دل میں آتا ہی
 اس کی چوٹی پر سے لنگا سکتی ہے۔ اس کی بلندی پر جانے کے راستے ایسے پتھر ہیں کہ اگر تم وہاں
 کسی طرح پہنچ بھی جاؤ تو پھر وہاں سے آنے کی امید نہیں۔ پہاڑ پر برج اسکی حفاظت کے لئے بنے
 ہوئے ہیں۔ ان میں جو لوگ رہتے ہیں وہ کبھی خواب میں بھی خوف سے نہیں چونکتے۔ ہلکو ٹھار میں
 غلے بھرے ہوئے ہیں۔ اسکے تالاب خوش اور کنوئیں بھرے اور جھلکتے رہتے ہیں۔ رام چندر
 یہاں خود آنکر بارہ برس رہے ہیں۔ یہاں چور اسی بازار ہیں۔ لڑکوں کے لئے مدارس
 ہر قسم کے علم کی تعلیم کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ قوم نندر کی بہت منشی ہیں۔ اور اٹھارہ قسم کے
 اہل حرفہ رہتے ہیں۔ پھر اس کتاب میں قلعہ کے اندر اور گرد کے ہر ایک درخت اور جھاڑی
 اور پھول کا حال لکھا ہے۔ سب اقوام کے راجہ گیسوت میں سوار اور پیادے بکثرت ان کی ہمراہ
 ہیں اور راجپوتوں کی کل چھتیس قومیں ان کی باجگزار ہیں۔ وہ چھتیس کلیاں سنگمار ہیں
 ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ پادشاہ کو اس قلعہ کے قدر اندازہ کم خطا بند و چھوٹی تلاش تھی
 وہ اس طرح قلعہ سے نکل گئے کہ پادشاہی لشکر تو لوٹ میں مصروف تھا۔ انہوں نے بیوی
 بچوں کو اسیروں کی طرح مفید کیا۔ ان کی شکلیں باندھیں۔ اور بیچ میں رکھا اور باہر اور ہر پہرہ دا
 تھے گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ پادشاہی پیادہ قیدیوں کو لئے جاتے ہیں اس تدبیر سے ہزار بند و چھی
 باہر چلے گئے۔ غرض یہ قلعہ ۲۵ شعبان ۸۵۵ کو فتح ہو گیا۔ اور یہاں پادشاہ نے قیام کیا۔ ۱۱۔ شنبہ
 ۲۹ شعبان کو نصارہ مراجعت بلند آوازہ ہوا۔ خواجہ عید المجید آصف خاں کو ساری سرکار مرحمت
 ہوئی۔ رانا نے اپنے تئیں حوالہ نہیں کیا۔ وہ کچھ دنوں چپا رہا اور سب آفتوں سے بچا رہا۔ اس کے
 پاس دو قلعے رہتے تھے اور کالنجرتھے۔ جنکی فتح کا ذکر آگے آتا ہے۔

ہندو قوموں کا قلعہ ہے

اور ایسا محاصرہ کیا کہ اہل قلعہ کسی طرح آجائیں نہ سکتے تھے۔ اہل قلعہ توپ اندازی اور آتشباری میں سرگرم ہوئے۔ پادشاہ نے ساہیا پاکہ دشمنوں کے سرکوب ہوں بنائے۔ قاسم خاں میر بدو بھدر اور اچھوٹو ریل نے اس کام کا اہتمام نہایت خوبی و شتابی سے کیا۔ درہ رن میں چابکدست معاروں اور سخت بازو خارا تراشوں اور آہنگروں اور بخاروں اور حملہ فعلہ عمارت نے ایک ایسا ساہیا پاکہ بنایا کہ وہ حصار کی بلندی کا دست و گریبان ہوا۔ ایسی بڑی بڑی توپیں کہ جنکو دوسو جوڑیاں سیلوں کی کھینچی تھیں۔ ہزار جرقیل سے بڑی شکل سے ان پہاڑوں کی نشیب فراز اور مار پیچ راہوں میں آہنیں بازو دکھاروں اور سنگین دوش خاتوں نے کوہ پیچ رن پر چڑھائیں۔ وہ توپیں قلعہ ڈھانے کے لیے چلائیں گئیں۔ جنگی گونج پہاڑوں کے اندر کانوں کے پردے پھاڑتی تھیں جن کے گولے ہر دفعہ دیوار میں ایک خنہ ڈالتے رہتے تھے۔ غرض اس آتش زنی سے سورجن کی آتش نپاڑ ٹھنڈی ہوئی۔ اُس نے محاصرہ کی یہ کیفیت دیکھ کر پادشاہ کی خدمت میں اپنے دو بیٹے اودھ سنگھ و بھوج سنگھ بھیجے۔ اُنھوں نے باپ کا جرم پادشاہ سے معاف کرایا۔ پادشاہ نے حسین علی خاں کو سورجن سنگھ کے پاس بھیج دیا۔ وہ اس کو ششہ بنہ سوم شوال کو قلعہ سے پادشاہ پاس لایا۔ اس نے قلعہ کی چاندی سونے کی کینچیاں پادشاہ کی نذر کیں۔ اور تین روز کی اجازت مانگی کہ میں اپنا اسباب مال قلعہ سے باہر نکال کر قلعہ کو بندگان حضور کو سپرد کر دوں گا۔ پادشاہ نے اُسے اجازت دیدی اور اُس نے تین روز بعد اپنا اسباب مال نکال کر قلعہ کو مع انباروں اور جمیع آلات ادوات قلعہ داری کے پادشاہ کے حکم سے ہتر خاں کو حوالہ کیا جس قلعہ کو سلطان علاء الدین نے ایک سال میں فتح کیا تھا۔ پادشاہ ایک مہینہ میں فتح کر لیا۔ پادشاہ اجیمیر میں رگاہ کی زیارت کر کے چار شنبہ ۲۴ ذی قعدہ کو دارالخلافہ آگرہ میں آگیا۔ یہ قلعہ کالنج دیہی جو جسکی تیسرین شیر شاہ کی جان گئی تھی۔ وہ پہاڑ پر نہایت بلند و مضبوط قلعہ ہے۔ اس قلعہ پر راجہ راجندر دالی ولایت پٹہ متصرف تھا۔ جب افغانوں کا دوبار آیا تو اُس نے قلعہ کو بجلی خاں سپہر خواندہ بہار خاں سے نہایت گران قیمت نقد دیکر خرید لیا تھا اور اُس پر اپنا قبضہ و تسلط جایا تھا۔ جن دونوں میں پادشاہ قلعہ رن بنہور کی فتح کو گیا تھا تو اس نے

مجنون خاں قاتل اور شاہم خاں جلائے کو اور امرد کو جو شرقتی سمت میں جاگیریں رکھتے تھے حکم دیا تھا کہ قلعہ کا بھر کو فوج کر لیں۔ ان پادشاہی امراء نے جا کر اسکا محاصرہ کیا اور کسی اہل قلعہ کو باہر نکلنے کے لیے جانے باقی نہیں رکھی۔ قلعہ چوراہہ منتہی کی فتح کی شہرت نے یہاں اہل قلعہ کا دل سرد کیا۔ راجہ راجپوت نے امان طلب کی اور قلعہ پادشاہی ملازموں کے سپرد کر دیا۔ پادشاہ پاس اس فتح کی خبر آگہ میں چار شنبہ ۲۴ ذی القعدہ ۹۷۷ھ میں آئی۔ مجنوں خاں قاتل کو یہاں کی قلعہ داری مرحمت ہوئی۔

فتح گجرات اور محمد سلطان کے فرزندوں کی بغاوت

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ محمد سلطان کے فرزندوں نے بغاوت اختیار کی اور مالوہ میں جا کر اپنے پاؤں جمائے۔ اور جب شکر شاہی مالوہ میں آیا تو وہ گجرات میں بھاگ گئے۔ سلطان محمود کی شہادت کے بعد اس کا غلام چنگیز خاں قلعہ جانپانیر و سورت و بروج پر مسلط ہو گیا تھا۔ اور اس وقت وہ احمد آباد پر قبضہ کرنے کا قصد رکھتا تھا۔ ایسے وقت میں مرزاؤں کے آنے کو منتقم سمجھا۔ اور خوب جمعیت لیکر احمد آباد پر چڑھا۔ حوالی شہر میں موکہ نبرد گرم ہوا۔ اور اعتماد خاں کو شکست یکر احمد آباد پر تصرف ہوا۔ وہی یہاں کا حکمراں ہوا۔ مرزاؤں نے اس پیکار میں کارہائے نمایاں دکھائے تھے چنگیز خاں نے اُن پر مہربانی کر کے حوالی بروج میں انکو جاگیریں دیدی تھیں۔ مگر یہ جاگیریں ان شاہزادوں کی شاہ خرچی کے لیے کافی نہ تھیں۔ اسلئے انھوں نے چنگیز خاں کی اجازت بغیر اوروں کی جاگیر و سپہ قبضہ کرنا شروع کیا اور ناحق کے حق اپنے جتانے اور شیخیاں بگھارنی شروع کیں چنگیز خاں نے اُن کے رفع کرنے کے لیے لشکر بھیجا۔ اس سے تاب مقابلہ نہ لاسکے۔ خاندیس میں بھاگے وہاں بھی دنگا و فساد کر کے اُجین میں مالوہ کے قصد سے آئے۔ مراد خاں جاگیر دار اُجین اور مرزا عزیز اللہ دیوان سرکار مالوہ کو دور در پہلے اہل فتنہ کا حال معلوم ہو گیا تھا انھوں نے قلعہ اُجین کی تاسیس و تعمیر کر لی تھی۔ جب پادشاہ کو اس فتنہ و فساد کی خبر آئی تو قلعہ

رستخوار کی تسخیر کے لیے جو سپاہ جاتی تھی اسکو مالوہ میں بھجکرا اس فتنہ کا دفع کرنا مقدم جانا۔ حسب حکم
 بادشاہی لشکر مالوہ کی طرف عنان تاب در بر سات کی شدت میں منزل پہنچا ہوا۔ بادشاہ نے
 قلعہ خاں دخواجہ غیاث الدین عینی تفریزی کو اس لشکر کی کمک کے لیے اور بھیجا یا جب سرخ میں
 لشکر شاہی آیا تو شہاب الدین احمد خاں کہ یہاں کا جاگیردار تھا۔ ان امرار سے سامان شائستہ کے
 ساتھ ملا۔ اور سارنگ پور میں شاہ بدایع خاں جو یہاں کا حاکم تھا وہ بھی آنکر شریک ہوا مرزاؤں
 نے جب اس لشکر کا حال سنا تو وہ منڈو کی طرف بھاگے۔ مراد خاں اور میر عزیز اللہ دیوان
 اور تمام امرار عظام نے ان کا تعاقب کیا۔ مرزا اسراہیم ہو کر دریا رنربدا کے پار گئے۔ بہت سے
 آدمی انکے اس دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ اس نواح میں جھار خاں حبشی نے گجرات میں تفرقہ
 برپا کر کے چنگیز خاں کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس لیے مرزا گجرات کو اپنا مقیم سمجھ کر چلے گئے۔ بادشاہی
 لشکر نے آگے تعاقب نہیں کیا۔ ان مرزاؤں نے گجرات کو حاکم سے خالی پایا۔ قلعہ جانیپور و سورت کو بے جنگ
 جدال لے لیا اور براہیم حسین قلعہ بروج میں پہنچا۔ رستم خاں ترک کی غلام جو چنگیز خاں کا بھتیجا تھا
 اُس نے قلعہ کو مضبوط کیا اور اُس میں مقیم ہوا۔ دو سال تک یہ مرزا قلعہ پر جھو لایا۔ مگر کچھ نہ
 کر سکا۔ رستم خاں ہمیشہ قلعہ سے ٹھکران سے لڑتا اور اپنی رستمی دکھاتا۔ مگر بیسرا تھا۔ امداد اور اعانت
 نا امید تھا اس لیے صلح کر لی۔ فندو مکر سے ارباب شہرارت نے اسکی جان تن کے حصار سے باہر نکال لی
 یہ خدا پرست بادشاہ بغیر اپنی اغراض کے خلق کی آسودگی میں اپنی آسائش جانتا اور ہمیشہ
 اہم اور ہم میں تمیز کرتا۔ زمانہ کی پراگندگیوں و پریشانیوں کے دور کرنے میں توجہ کرتا۔
 شہروں کی فسخ اور ممالک کی تسخیر میں دل فکرو اندیشہ اسکو یہ ہوتا کہ زمانہ کے ستم رسیدوں کی
 غجاری اور اور غوررسی کرے۔ ایسا واسطے جس ملک میں فرمانروا ہشیار دل اور رعیت پروری کے
 ساتھ فرمانروائی کرتا بادجو داسباب تسخیر کے اس ملک کی طرف وہ نگاہ طبع نہیں کرتا۔ اسکے دلیں یہ بات
 جمی ہوئی تھی کہ حقدار ملک میں وسعت بڑھیکی تو ہندوستان میں سلطنتوں کی کثرت ایک فرمان
 دادگر کی وحدت میں آئیگی۔ اور اس نے عموم رعایا اور خصوص خلایق کا حال اچھا ہوگا۔

بادشاہ کا سفیر بادشاہ کی تسخیر کے لیے

اسلئے وہ اُن ہی دلیات پر توجہ کرتا کہ جو عدالت دوست فرمانروایوں سے خالی ہوتیں اور
 ان کو اپنی عدالت کی روشنی سے روشن کرتا۔ رعایا کو حوادث کی تہنیدگی سے بچا کر اپنے سایہ طہمت
 میں لاتا۔ اور وحدت قہری کی وحدت آزادی کے ساتھ دلخواہ صورت پیدا کرتا۔ قدرت ایزدی
 نے طبقہ انام کی استعدادوں میں تفاوت عظیم رکھا ہے۔ ایک طائفہ تو ایسا ہے کہ وہ پادشاہ کی
 خرد مندی و طرز نشست و برخاست و بخشش و بخشش اور خلق کی خطاؤں کے اغماص نظر کو دیکھ کر
 اُس کو بزرگ جانتا ہے۔ اور یگانہ درگاہ الہی شمار کرتا ہے اور اسکی خدمت کو عبادت ایزدی جانتا ہے اور
 اپنے عقیدت و اخلاص کو بڑھاتا ہے۔ ایک گروہ ایسا ہے کہ وہ ان کاموں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ سطوت صوری
 اور افزائش ملک ظاہری کو دیکھ کر پادشاہ کی بزرگی معنوی کا گرویدہ ہو کر کمندارات کو گلے میں
 ڈالتا ہے۔ اور اپنے تئیں مخلصان جان سپار کے زمرہ میں داخل کرتا ہے۔ لہذا اس زمانہ میں کہ
 ملک ملی شورا انگیز مجلس طینتوں سے پاک ہوا اور فتنہ اندوز کوردل فستی و ناکامی کے گرٹھ سے گرے
 تو پادشاہ نے ملک گجرات کی طرف توجہ کی۔ وہاں کی رعایا حد سے زیادہ ستمزدہ ہو رہی تھی۔
 سلطان محمود دلی گجرات نے اپنی بے پردائی سے چربے بان دشمنوں کو دوست بنایا۔ اور اُسکے
 تیرہ دروں ملازموں نے اپنے صاحب منعم کے زیان میں اپنے فائدہ کو دیکھا تو اس نیا سے وہ رخصت
 ہوا۔ جس کا حال صوبہ گجرات کی تاریخ میں مفصل بیان ہو گا۔ اس دیکے امرائے خصوصاً سید مبارک
 اور اعتماد خاں اور عماد الملک نے خود کامی اختیار کی۔ اُنھوں نے سلطان احمد کے فرزندوں میں سے
 کسی کو پیدا کر کے برائے نام اُس کو پادشاہ بنایا اور درپردہ خود حکمرانی کرنے لگے۔ اور جب
 پادشاہ سن رشد کو پہنچا تو اُسکا بھی کام تمام کیا۔ اور ارادہ میں سے کسی کا چھوٹا سا لڑکا لے لیا۔
 جس کا نام تو تھا۔ اور یہ مشہور کیا کہ وہ سلطان محمود کا بیٹا ہے اُسکو تخت پر بٹھایا اور مظفر شاہ اسکا لقب
 رکھا اور مملکت کو اس طرح آپس میں تقسیم کر لیا کہ گجرات کا دار الحکومت احمد آباد اور کنبات اور اکثر حصہ
 اس لایت کا عماد خاں کے تصرف میں آیا۔ سرکار میں موسیٰ خان شیر خاں فولادی کے حصہ
 میں آئی اور سورت۔ برج۔ و بڑودہ و جانا نیر عماد الملک کے بیٹے چنگیز خاں کے حصہ میں آئے۔

دندوۃ و دولقہ وغیرہ سید حامد بنیرہ سید مبارک کو ملے جو نہ گڈھ دلایت سورتھ میں خان غوری
 کے لیے معین ہوئے۔ اعتماد خاں اپنی گزرت سے اس سفلہ خرد سال کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ ان
 بے سرے سرداروں میں آپس میں جھگڑا شروع ہوا چونکہ خاں کو جھجھاواں جشی نے مار ڈالا
 اور شیر خاں فولادی کے بھکانے سے نوا احدا آباد سے بھاگ کر پٹن میں آیا۔ اور شیر خاں فولادی
 احدا آباد پر لشکر کشی کی۔ اعتماد خاں احدا آباد میں مقیم ہوا۔ اور اُس نے مرزاؤں سے التجائی ایک
 ہنگامہ شورش برپا ہوا اور بازار فتنہ و فساد گرم ہوا۔ پادشاہ نے تسخیر گجرات کو اہم جہام میں
 جانکر اس شورش کے اسباب کا انتظام کیا۔ اور شنبہ ۲۰ صفر ۹۸۸ھ کو دارالخلافہ میں فوجوں سے
 گجرات کے تسخیر کے ارادے سے سفر کیا۔ اور اجمیر میں پہنچ کر بہت سے امیر و نیکو بدسم منقلا گجرات کی طرف
 روانہ کیا اور خود دوشنبہ ۲۲ ربیع الثانی کو اجمیر سے سفر کیا کہ خود شکا رکھیل کر خوش ہو اور
 اُمرار جو آگے آگے ہیں وہ کارطلبی میں اپنا جو ہر ہنر دکھائیں۔ اور گجرات کو جلد تر تصرف میں لا کر
 ستم رسیدہ رعایا کا تدارک کریں جب پادشاہ ناگو سے دو منزل تھا کہ شانہ راہ سلیم کی ولادت کا
 مژدہ اس پاس پہنچا جسکا حال ہم بھیجے بیان کر نیگے۔ پادشاہ چار شنبہ ۹ جمادی الاولیٰ کو قصبہ گوریں آگیا۔
 اُمرار عظام جو پہلے سے بھیجے گئے تھے وہ قصبہ بھاؤ راجن (بھار و راجن) میں کہ سروہی کے
 نزدیک ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ سروہی کے راجہ رائے رائے سنگ دیوہرہ نے راجپوتوں کو
 برسم رسالت بھیجا اور اطاعت کا دم بھرا۔ خان کلاں ان راجپوتوں میں سے ہر ایک کو پان
 دسے دیکر رخصت کرتا تھا کہ ایک اچوت نے اس کے جدھر مارا کہ تین انگل اُس کے شانہ سے
 نکلے گا مہر آیا۔ اس اچوت کو اور آدمیوں نے مار ڈالا جب پادشاہ کو خبر ہوئی تو وہ یہاں آیا اس نے
 سروہی میں فوج کو بھیجا کہ میانکے سرکشوں کو ہلاک کرے یہاں کے آدمی شتاب جہال میں بھاگ گئے۔ بہادر
 راجپوت اپنے معمول کے موافق جمادی کے مندر پر جو سروہی سے ایک کوس پر تھا خوب جان لڑا کر
 لڑے۔ یہ مرٹے مگر ہٹے نہیں۔

پادشاہ نے رائے رائے سنگ کو حذب و جدہ پورا در سروہی میں مقرر کیا کہ اگر کوئی گروہ

سروہی کے راجہ کا مطعون ہونا ۹۸۸ھ

باغیوں کا گجرات سے نکل کر مالک محروسہ میں فساد پچائے تو اسکو جانے نہ دے۔ جب پادشاہ گجرات کی حدودہ میں پہنچا تو یہاں سے شاہ فخر الدین کو منشور دیکر اعتماد خاں پاس بھیجا کہ اُس کو سمجھا کر پاس لے آئے۔ وہ ہمیشہ عرضہ شہن بھیجا کرتا۔ اور پادشاہ پاس خبر آئی کہ شیر خاں فولادی نے حضور کے لشکر کے آمد کا حال سنکر احمد آباد کا محاصرہ چھوڑ دیا اور سورت اور جونا گڑھ کی طرف بھاگ گیا۔ اپنے بیٹوں محمد خاں و بدر خاں کو ٹپن بھیج دیا کہ اہل عیال و اسباب کو وہاں سے لیکر محکم مقاموں میں پہنچا دیں اور اب وہ سب اپنا اسباب لیکر باپ پاس جاتے ہیں۔ اور ابراہیم حسین مرزا کے اعتماد خاں کی ملک کو آیا تھا وہ بھی اپنی محال میں گھر جاتا ہے۔ اعتماد خاں حضور کی خدمت میں آتا ہے۔ پادشاہ نے راجہ مان سنگھ کو بھیجا کہ شیر خاں کے بیٹوں کو پکڑ لائے ان لڑکوں کو ساتھ کی جماعت نے بھاگ کر ننگناؤں میں پناہ لی۔ اور پادشاہ کی سپاہ نے اُنکے اشیاء و اسباب پر دستبرد کی۔ پادشاہ غرہ رجب ۹۸۸ کو شہر ٹپن میں کہ پہلے نردالہ مشہور تھا آیا۔ یہاں سے احمد آباد کی طرف چلا۔ موضع جوتانہ میں اس نے آدمی بھیج کر نو مظفر شاہ کو پکڑوایا اور اس کو کرم علی کے حوالہ کیا۔ گجرات کے عمدہ امراء میر ابو تراب اعتماد اختیار الملک مشرقی جھجار خاں حبشی و وجیہ الملک مجاہد خاں پادشاہ کی خدمت میں آئے۔ ۴ رجب ۹۸۸ کو پادشاہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ جب پادشاہ قبضہ کرمی میں پہنچا تو یہاں امراء گجرات کو بلا کر فرمایا کہ اس ملک کو ہم نے اعتماد خاں کے سپرد کیا اور وہ جن امیروں کو کہے گا ہم چھوڑ دینگے۔ مناسب یہ ہے کہ ہر امیر اپنا ضامن لے تاکہ مراہم خرم و دوا ندیشی میں فتور نہ ہو اور لو از م فتوت میں قصور نہ ہو۔ اعتماد خاں کا ضامن میر ابو تراب ہوا سب امیروں کا سوائے حبشیوں کے اعتماد خاں ضامن ہوا۔ پادشاہ نے فرمایا کہ حبشی جس طور سے کہ سلطان محمود کے غلام تھے۔ ہمارے غلام رہیں گے اُن کو امراء عظام کے حوالہ کیا۔

تہر ملک میں ہزاروں رند و اوباش و مفسد آدمی رہتے ہیں انہوں نے مشہور کیا کہ پادشاہ نے حکم دیا ہے کہ گجراتیوں کے لشکر کو خلق لوٹ لے۔ یہ سنتے ہی بد معاش و باش لوگ اُن پر جھک پڑے۔ پادشاہ نے خود آکر اس کا یہ بندوبست کیا کہ غارتگروں سے مال چھین کر

مالکوں کو دلویا۔ اور اُن کو فیضانِ مست سے پائمال کرایا۔ ۱۳۱ رجب کو پادشاہ احمد آباد میں آیا
منظوموں پر نوازش کی۔ ظالموں کی گزارش کی۔ آرزو مندوں کا کام نکلا۔ نیاز مندوں کی دعائیں
قبول ہوئیں۔ جشن ہوا جس میں شادی پر شادی اور خرمی پر خرمی ہوئی۔ احمد آباد مصر جامع
ہر تین سو اسی پوسے یعنی محلے اُس میں آباد ہیں۔ ہر محلہ بمنزلہ شہر کے ہے۔

جب گجرات میں امن آمان ہو گیا۔ تو احمد آباد اور دریا مہندر کی طرف کا ملک خانِ اعظم
مرزا کو کہہ کو عنایت ہوا۔ اور جانپانیر و سورت اور اسکے حواشی و حوالی جن پر مرزا مطلق و متصرف
تھے۔ ان امرات گجرات کو عنایت کیے کہ ابھی تازہ میطیع ہوئے تھے۔ ان کا سرگروہ اعتماد خاں گجراتی
کو مقرر کیا۔ ان امرات قدیم و جدید نے اس مملکت کی مہمت کے انتظام کا عہدہ دیا لیا۔ اور
خود پادشاہ نے مرزاؤں کے امتیصال کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اب پادشاہ کا ارادہ ہوا کہ
دریا شور کی سیر کر کے دارالخلافہ کو مراجعت کرے ۲۲ شعبان ۹۸۸ھ کو وہ کنباٹ کی طرف
جوا احمد آباد سے تیس کوس ہر چلا۔ امرات گجرات نے چند روز کی رخصت لی۔ کہ شہر میں جا کر اپنے کاموں
کا سرانجام کریں۔ پادشاہ نے ان خود آریوں کے ایلاف کے لیے حکیم عین الملک کو یہاں چھوڑا۔
انصار راہ میں پادشاہ نے سنا کہ اختیار الملک بھاگ گیا۔ اعتماد خاں اور امرات
گجرات سرکش ہونے کو ہیں۔ پادشاہ نے شہباز خاں کو بھیجا کہ اس خائف و خائن گروہ
پاس چلا جائے اور اسکا علاج کرے۔ پادشاہ کنباٹ میں آیا۔ روم و شام و ایران کے
تاج اسکی خدمت میں آئے۔ اُن پر اس نے بہت مہربانی کی۔ پھر اس نے ہزار میں سوار ہو کر
سمندر کی سیر کی۔ اعتماد خاں اور بعض اور امرات گجرات کو شہباز خاں گرفتار کر کے پادشاہ
کے روبرو دلایا۔ اُنھوں نے پیمان بندگی کو توڑا تھا۔ اس لیے اس جماعت میں سے ہر ایک کو
پادشاہ نے اپنے امرات کے حوالہ کیا۔ یہ جماعت گجراتی ایک مجموعہ مرکب ہراس فریب و زنا و رستی
کی تھی جنہیں قدسے رستی و سادگی و فرد تنی بھی تھی۔ انکا سرگروہ اعتماد خاں بنا۔ جب ان امرات
نے پادشاہ کی آمد سنی تو سرشتہ تہہ پرانے ہاتھ سے نکل کیا۔ جیلہ اندازی کر کے پادشاہ

پادشاہ کا کنفایت میں جانا اور دریا شور کی سیر کرنا

کے پابوس ہوئے۔ سب یہ سوچتے تھے کہ کسی طرح پھر ان کو اس ملک کی ایالت بدستور سابق بلجئے
مگر وہ یہ جانتے تھے کہ جب تک پادشاہ اس ملک میں ہر حکومت ملنی دشوار ہے۔ ایسے اُنھوں نے
ارادہ کیا کہ الگ الگ ہو کر شورش برپا کیجیے۔ اختیار الملک تو فرضت پاکر بھاگ گیا۔ اور اعتماد خاں
اور اسکے ساتھ اور بھاگنے کو تھے کہ میر ابو تراب و حکیم عین الملک انکو باتیں بنا کر روکا کہ شہباز خاں پہنچ
وہ اختیار الملک کے پیچھے نہیں پڑا کہ اعتماد خاں وغیرہ ہاتھ تلے سے کھینچا نینگے۔ ایسے وہ انکو پکڑ کر پادشاہ
کے پاس لایا۔ اگر پادشاہ انکو پہلے سے قید کر لیتا تو خلقت پر پادشاہ کی خیر اندیشی اور بزرگ منشی ایسی
ظاہر نہ ہوتی اب نکی گرفتاری کی وجہ معقول تھی۔ خلقت اس سے نہایت مسرور تھی۔

جب پادشاہ کو ان نامعقول امیروں کی ہم سے فراغت ملی تو اس نے مرزاؤں کے استیصال پر
کمر باندھی۔ یہ مرزا مالوہ سے بھاگ کر گجرات میں آئے تھے تو بڑا دودھ اور اسکے حدود میں مرزا ابیر حسین
کا غلہ اور سورت اور اسکے نواح میں محمد حسین مرزا کا تصرف اور جانیپانیر اور اسکے مصافات میں شاہ مرزا
کا تعلق تھا۔ پادشاہ نے بندر کھنایت کا انتظام حسن خاں خزاہی کو تفویض کیا۔ اور خود بردہ کی طرف
روانہ ہوا۔ اور شہباز خاں قاسم خاں و باز بہادر خاں کو جانیپانیر کو روانہ کیا کہ اس قلعہ کو دشمنوں
خلاص کرے۔ خان اعظم مرزا کو کہ کو احمد آباد کی ایالت اور اس حدود کی حراست عنایت کی۔ ان سب
امیروں کو پادشاہ کی رعیت پروری کے رموز و فراتحی حوصلہ و دوستداری معدلت دوام آگاہی
و طبقات مردم کا حفظ مراتب و رسوم خلافت کی عرض ناموس کی حمایت و عاطفت عام و صلح کل
خوب سمجھائیے اور فرمایا کہ مجھے خیال ہے کہ جو ہم نے تم میں جو ہر کار دانی سمجھ رکھے ہیں اس کا
یقین تم و لا دوگے۔ پادشاہ قبضہ بڑودہ میں آیا۔ دوسرے روز اس نے سنا کہ مرزاؤں نے
قلعہ سورت کو مستحکم کیا ہے اور وہ حدود جانیپانیر میں جمع ہوئے۔ پادشاہ نے خان عام و
سید محمود خاں بارہ و راجہ بھگونت سنگھ و مان سنگھ اور بعض امیروں کو ان مرزاؤں کی
سرزنش کے لئے روانہ کیا۔ آدھی رات کو پادشاہ کو خبر ہوئی کہ پادشاہ کے آمد کی خبر
مرزا ابیر حسین نے سنگھ قلعہ ہرج میں رستم خاں رومی کو اس سبب سے باز دالا کہ اس کا

مرزاؤں سے پادشاہ کی لڑائی

قصد پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا تھا۔ پہلے تو پادشاہ نے امیرزوں کو ان میرزاؤں سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا۔ مگر اب اس کا خدو ارادہ ان سے جا کر لڑنے کا ہوا۔

پادشاہ نے جو لشکر پہلے مرزاؤں کے لیے بھیجا تھا اس کو اٹا بلالیا۔ اور اپنے ساتھ تھوڑا سا لشکر اس نے لیا۔ اس کو خوف تھا کہ ابراہیم حسین مرزا لشکر کی کثرت سے شکست کھیں اور نہ چلا جائے رات دو گھنٹے باقی تھی کہ پادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ ملک اشرف گجراتی راہ بتانے کے لیے ساتھ ہوا۔ مگر تیز روی میں راہ بھولا۔ اسلئے دشمن تک پہنچنے میں کچھ توقف ہوا۔ دشمن بھاگ کر دیار بیکانیر سے گذر کر قصبہ سرنال میں بہت سی جمعیت کے ساتھ چلا گیا۔ پادشاہ سے وہ چار گوس پر تھا۔ پادشاہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ انھوں نے یہ عرض کیا کہ لشکر بھی آیا نہیں اور غنیم پاس جمعیت بہت ہی دن کو لڑنا نہیں چاہیے رات کو شب خون مارنا چاہیے پادشاہ نے کہا کہ مجھے شب خون پسند نہیں۔ وہ تلبیس و ترویج کی صورت رکھتا ہے۔ یہی بہتر ہے کہ دن کے کام کو رات پر نہ ٹالیں۔ پادشاہ تیز روی کر کے قصبہ سرنال میں کہ ایک ٹیلہ پر واقع ہے پہنچا۔ اس وقت پادشاہ کے ساتھ چالیس آدمی تھے کہ رات بیکانیر ارادہ کیا۔ پادشاہ کا لشکر رستہ بھول گیا تھا۔ اسلئے اسکے آنے میں توقف ہوا۔ غرض پادشاہ دو سو آدمیوں کو ساتھ لیکر لڑنے گیا۔ دریا میں گھوڑا ڈال کر پار اترا۔ دریا کا کنارہ ایسا ٹیڑھا تھا کہ پادشاہ کا لشکر اس کنارہ کی کچیوں کے سبب جدا جدا ہو گیا۔ ابراہیم مرزا لڑنے کھڑا ہوا۔ پادشاہ تھوڑے آدمیوں کے ساتھ دروازہ سرنال پر گیا تھا۔ کچھ آدمیوں نے اُسے روکا۔ ان سب کو مار ڈالا جب وہ شہر میں آیا تو معلوم ہوا کہ ابراہیم حسین دوسری طرف سے نکل کر لڑ رہا ہے۔ پادشاہ شہر سے نکل کر اس طرف گیا دوستوں کی دلہی اور دشمنوں کی جان ستانی میں کوشش کی۔ بھوپت سنگھ برادر راجہ بھگونت سنگھ اس لڑائی میں کام آیا۔ یہاں زمینیں لیکروں سے خارستان بن رہی تھیں۔ دوسوا ابراہیم پہلو نہیں گزر سکتے تھے۔ ان تنگناؤں میں پادشاہ آہستہ آہستہ جاتا۔ راجہ بھگونت اس کے ساتھ تھا۔ ہر طرف ہنگامہ جانفشانی اور جاں ستانی گرم تھا۔ مخالفوں میں ستین آدمی دلیر شہر یار شیردل کی طرف آئے۔ انہیں سے ایک نے راجہ بھگونت سنگھ کے تیز و بارہ مگر وہ خالی گیا۔

ابراہیم مرزا پر پادشاہ کا یہ طعنہ کرنا اور لڑنا اس کو شکست دینا چاہیے۔

راجہ نے اس کے برچھا ایسا مارا کہ اُس کا حال دگرگوں ہوا۔ باقی دو آدمیوں نے پادشاہ پر حملہ کیا۔
 کانٹوں کے تھانڈے جھنکار درمیان میں تھے۔ پادشاہ نے جہاں کو دیکھا تو گھوٹے کو اُس جھاڑی
 سے گدایا تو وہ دونوں ڈر کر بھاگ گئے۔ ابراہیم مرزا کا دل لڑائی سے ہار گیا۔ اور دفعہ وہ
 سراسیمہ ہو کر بھاگ گیا۔ پادشاہی لشکر نے اس کا تعاقب کیا اور اُس کے بہت آدمیوں کو مارا۔
 پادشاہ نے سرنال میں آکر شکرانہ ادا کیا۔ اور چار شہنشاہ ۸ اشعبان کو اپنے لشکر سے آن ملا۔
 پادشاہ نے شاہ قنجاں محرم و صادق کو بھیجا کہ قلعہ سورت کی حدود میں جا کر کسی اہل قلعہ کو باہر
 نہ جانے دیں۔ مرزا کامران کی بیٹی گل رخ بیگم کو چاہیم حسین مرزا اپنے بیٹے مظفر حسین مرزا کو
 نکال کر دکن میں چلی گئی۔ پادشاہی آدمی ہر خند اس کے پیچھے پڑے۔ مگر یہ فرزانہ عورت ایسی
 مردانہ لگی کہ کسی کے ہاتھ نہیں آئی۔ پادشاہ کو تحقیق ہو گیا کہ مرزاؤں نے قلعہ سورت کو اپنی
 پناہ گاہ سمجھ کر مستحکم کیا ہے۔ اور تمام فوج جمع کر کے اُسکی حراست ہم زبان کو سپرد کی۔ جو پہلے
 جنت تیشانی کے قورچوں میں تھا مگر باغی ہو کر ان مرزاؤں سے مل گیا تھا۔ پادشاہ نے جب اسکی تسخیر پر توجہ
 کی اور راجہ ٹوڈرمل کو بھیجا کہ اس حصن حصین کے مدخل و مخرج کو ملاحظہ کر کے اطلاع کرے کہ اسکی تسخیر آسان
 طور پر کیجائے۔ یہ امر قرار پایا گیا تھا کہ پادشاہ خود اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ راجہ نے اس دشوار کار کو
 آسان بنا دیا۔ اس نے اقبال شہنشاہی پر نظر کی اگر زمانہ کے مزاج کا ملاحظہ کرنا تو عرض مطلب میں
 یہ جرات نہ کرتا۔ اُس وقت ایک نیا وسیع ملک ہاتھ آیا تھا جہاں ہزار ہا ملک سے دور تھا چند مہینے
 سے لشکر پر ابتر فر کر رہا تھا۔ واقعہ طلب شورا فراہم کر گشت میں بھرہے تھے۔ کچھ اس دیا کے فتنہ اندوز
 کچھ دیار مشرق کے مناسب نہ تھا کہ پادشاہ خود اس قلعہ کو فتح کرتا۔ مگر پادشاہ جانتا تھا کہ اگر میں خود
 اپنی ذات سے اس قلعہ کی فتح میں نہیں مصروف ہوں گا تو ان سرکشوں کی جڑ نہیں کٹے گی وہ پھر
 بحال ہو جائیں گے۔ ناحق طول ہو گا۔ اس لیے اُس نے اس دشوار کار کو آسان اس طرح کیا کہ خود اُس پر
 متوجہ ہوا۔ اس نے شاہم خاں جلالت کو حکم دیا کہ فوج کو قلعہ جاپنا سیر پرے جائے۔ قاسم خاں میر برہم
 کو جو وہاں ہے یہاں سابط و نقب لگانے کے لیے بھیج دے۔ جب پادشاہ نے احمد آباد اور اس نواح کا

اور
 راجہ
 نے
 اس
 کو
 مارا

سب طرح سے بند و بست کر دیا تو وہ خود دو شنبہ ۷ رمضان سنہ ۸۸۸ کو اہل قلعہ میں ایک کس پیر بنی
 اور اس روز داخل و خارج کو دیکھ کر مورچوں کو امر میں تقسیم کیا۔ دو تین روز بعد دو لختانہ عالی ایسا قلعہ
 کے نزدیک یا کہ وہاں توپ تفنگ کے گولے دگولیاں آتی تھیں۔ داروغہ فرشتانہ نے عرض کیا کہ
 پاس یہاں ایک کولاب (تال) ہے جسکو بلاب کہتے ہیں اگرچہ وہ دیوار قلعہ سے متصل ہے لیکن بہین کی
 پستی و بلندی اور بعض درخت ایسے حامل ہیں کہ وہ توپ تفنگ کے مانع ہیں۔ پادشاہ وہاں اپنا
 دو لختانہ لے گیا۔ غرض ایک مہینہ سترہ روز محاصرہ رہا۔ پادشاہ کے لشکر نے اہل قلعہ کا پانی کھینچنا بند
 کر دیا۔ اور سرنگ لگانوالوں نے دیوار تک سرنگوں کو پہنچا دیا۔ ددے ایسے اونچے بنائے کہ اہل قلعہ
 کو تیر اندوز کرنے لگے۔ توپ اندازوں نے کارپردازی نمایاں کی۔ بہت گولہ بارود خرچ کیا۔
 اہل قلعہ کا آنا جانا بالکل بند کر دیا تو انکا غور ڈھا۔ ہم زبان نے اپنے خسر ملا نظام الدین لاری کو باؤشا
 پاس بھیجا۔ اس زبان آور کاروان کی تقریر نے پادشاہ عجز و دست عاجز پر در پرتا تشری۔ اگرچہ
 امرار نے عرض کیا کہ اہل قلعہ میں جب تک قوت و طاقت جگہ میں تھی تمر و عصیاں کیا اور اب جو دیکھا
 کہ پادشاہ کی فتح آجکل میں ہوئی تو الی ہر توان مان مانگے ہیں۔ انکو امان دینے کی جگہ قتل کرنا چاہیے۔
 مگر پادشاہ نے فرمایا **۵** بدی را سگافات کردن بدی ۶ بر اہل صورت بود بخردی ۷ بمعنی کسلے
 کہ پے بُردہ اند ۸ بدی دیدہ و نیکی کردہ اند ۹ مولوی نظام لاری پادشاہ سے رخصت ہوا۔
 اہل قلعہ کو خردہ امان سنا دیا۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ مولانا نظام الدین کے ساتھ قاسم علیاں و
 خواجہ دولت ناصر جائیں اور ہمزبان اور تمام قلعہ کے آدمیوں کو ولساد مکر اپنے ہمراہ لائیں۔
 دیانت مند مقرر جاکر تمام صامت و مطلق اموال قلعہ کو ضبط کر کے ہمارے سامنے پیش کریں۔ اور تمام
 آدمیوں کے نام نویسی کر کے ہماری نظر سے گذاریں۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ ہمزبان باوجودیکہ پادشاہ
 کو گالیوں دینے میں ہزار زبان زور تھا اسکی زبان کافی گئی۔ بعض اور قصد بعد تادیب کے موکلوں
 کو سپرد کیے گئے۔ یہ فتح ۲۳ شوال سنہ ۸۸۸ کو ہوئی تھی جسکی تاریخ ہمزبان داد قلعہ سورت ہوئی
 دوسرے روز پادشاہ قلعہ کو دیکھنے گیا۔ وہاں کی بڑی بڑی بجاری بجاری توپیں نظر پڑیں۔

جن کو سلیمانی اس وجہ سے کہتے تھے کہ سلطان روم نے جس سال میں کہ فرنگیوں سے بنادرہندوستان کے لئے لینے کا ارادہ کیا تھا تو اُس نے اُن توپوں کو جو ناگدھ میں اپنے لشکر کے ساتھ جہازوں میں لایا تھا بھیجا تھا۔ مگر کچھ موانع ایسے عارض ہوئے کہ لشکر سے کچھ کام نہو سکا تو توپوں کو قلعہ جو ناگدھ میں وہ چھوڑ گیا اور خود اپنے ملک کو چلا گیا۔ سمندر کے کنارہ پر یہ توپیں پڑی رہیں۔ جب خداوند خاں نے قلعہ سورت بنایا تو اُن توپوں کو قلعہ پر لگایا۔ بادشاہ نے ان توپوں کو دار الخلافہ آگرہ میں بھیجوا یا۔ اس قلعہ کی حکومت و حراست قلعہ خاں کو سپرد ہوئی۔

سورت کے قلعہ کا حال یہ ہے کہ وہ چھوٹا سا ہے۔ مگر جدید قلعوں میں نہایت تین استوار ہے۔ کہتے ہیں کہ صفحہ قانام غلام سلطان محمود گجراتی مخاطب خداوند خاں نے ۱۲۷۱ھ میں دیا تاجپتی کے کنارہ پر سنگو بنایا جو سمندر سے ۲۰ میل ہے کہ فرنگیوں کے حملوں کو دفع کرے۔ جب تک یہ نہ بناتا فرنگی مسلمانوں کے ساتھ ہر طرح کی شرارت کرتے تھے۔ جب قلعہ بن رہا تھا تو کئی دفعہ جہاز تیار کر کے حملہ کرنے کے لئے فرنگی آئے مگر کچھ نہ کر سکے۔ خداوند خاں نے ہوشیار محاروں کو جو اس وقت میں دستیاب ہوئے بلا کر استحکام حصار میں اہتمام کیا۔ دقیقہ رس محاروں نے اس طرح قلعہ کو تعمیر کیا کہ قلعہ کی دو طرفیں خوشکی کے متصل تھیں ایک خندق ۲۰ گز عرض ایسی گھری کھودی کہ پانی نکل آیا اور پانی کے اندر سے چونہ و خشتہ پختہ و سنگ سے وہ بنائی۔ پتھروں کو لوہے کے قلابوں سے جوڑ کر زمین پارہ پلایا۔ کہ کوئی دروازہ نہیں باقی نہیں رہی۔ بنگرے اور سنگ انداز نہایت ہیبت ناک ہوئے۔ اور ہر برج پر چوکنڈی بنائی جس کو اہل فرنگ پرنگیزوں کا ایجاد بتاتے ہیں۔ جب اہل فرنگ اس قلعہ کی تعمیر کو زور سے نہ روک سکے تو زور سے ان کو روکنا چاہا اور بہت روپیہ پیش کیا کہ قلعہ نہ بنایا جائے مگر خداوند خاں نے انکی اس درخواست کو نہ مانا اور قلعہ بنا لیا۔ جسکی دیواریں بیس بیس گز بلند تھیں اور دو دیواروں کا آثار پانچ پانچ گز کا تھا۔ اور چاروں طرف کی دیواروں کے آثار ملکر پندرہ گز مٹی۔

بندرگوہ سے ایک جماعت نصاریٰ بادشاہ کی خدمت میں آئی۔ اصل میں اس گروہ کو اہل سورت نے اپنی حمایت کے لئے بلایا تھا کہ قلعہ ان کو سپرد کر کے آپ سلامت رہیں جب اس گروہ نے بادشاہ

قلعہ سورت

کلاں
بادشاہ کی خدمت میں

کے سامان قلعہ گیری اور لشکر کو دیکھا تو اپنے تئیں ایچی بنا کر پادشاہ کی بارگاہ میں آئے اور کونش بجالائے اور اپنے ملک کی طرح کی نفیس سنکاریاں پادشاہ کو دکھائیں۔ پادشاہ نے انہیں سے ہر ایک کو اپنی تخت سے مخصوص کیا۔ اور پرتگال کے عجائب غرائب کا اوردہاں کے اوضاع کا حال پوچھا۔ غرض اس وحشی گردہ سے ایسی باتیں کہیں کہ ان کو موافقت پادشاہ سے ہو گئی۔

محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا توٹپن کی حدود میں شورش کے کمین میں بیٹھے تھے۔ ابراہیم مرزا شمال میں شکست پاکران مرزاؤں سے اید میں ملا۔ ابراہیم حسین مرزا کو جو شکست ہوئی تھی اسکے باب میں ان تینوں بھائیوں میں گفتگو ہوئی۔ نکتہ گیری سے دشتی پر اور دشتی سے رنجش پر نوبت آئی جسکا انجام یہ ہوا کہ ابراہیم حسین مرزا جو شمشیر زنی میں مشہور تھا۔ گردماغ عقل سے خالی رکھتا تھا۔ اپنے بھائیوں سے بوجہ ہوا کہ اگر وہ کی طرف چلا۔ (طبقات کبریٰ میں اس بخش کا ذکر نہیں ہوا) اسیں لکھا ہے کہ وہ بھائیوں کی صلاح سے گیا، ان دو بھائیوں نے اسکی کچھ پروا نہ کی۔ پادشاہ نے یہ حال سنکر سید محمود خاں بارہ اور شاہ قلیخان محرم دراجہ بھگوت سنگھ داس کو دار الخلافہ کی طرف تعین کیا۔ کہ وہ ابراہیم مرزا کا تعاقب کریں۔ اس تعاقب سے مرزا ابراہیم کی شورش نے تسکین پائی جس کا آگے بیان ہوگا۔ محمد حسین مرزا و شاہ مرزا دونوں نے جو کوہستان میں پڑے پھرتے تھے ٹپن میں ڈیرے ڈالے۔ سید احمد خاں باہ نے قلعہ کی حراست میں مکرہمت چست کی۔ جب خان اعظم مرزا عزیز کو کلاتش کو اسکی خبر ہوئی تو اس نے سپاہ جمع کی اور مالوہ کا لشکر جو گجرات کو آتا تھا وہ بھی اس پاس آگیا۔ شیخ محمد بخاری کو بھی دولقہ سے خان اعظم نے بلالیا۔ خان اعظم اس لشکر کو لیکر ٹپن کی طرف چلا ۱۸ رمضان سنہ ۹۸۰ کو حدود ٹپن میں آیا۔ طرفین کے لشکر مرتب ہو کر لڑنے کے لئے میدان جنگ میں آئے شیر خاں فولادی نے حیلہ سازی سے خان اعظم پاس آدمی مصاحبت کے لئے بھیجے خان اعظم نے اس کو جواب دیا کہ اگر حرف صلح پہنچے تو تم اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ جاؤ۔ ہم تمھاری جگہ پر آجائیں۔ ہمارے آئین میں پھر ناجائز نہیں ہے۔ اس بات کو مخالفوں نے نہ مانا۔ وہ ان کا صلح کا پیغام جھوٹا تھا۔

دونوں طرف کی فوجیں مرتب ہو کر میدان نہرو میں آئیں۔ مرزاؤں کی پہاڑوں کی فوج نے پادشاہ

مرزاؤں کا حال

مرزاؤں کا حال

سہرا دل کو شکست دی۔ اور خان اعظم دست راست پر قطب لدین محمد خاں تھا۔ اسکو بھی پریشان کیا
 شاہ محمد اتکا زخمی ہو کر بھاگ گیا۔ جب فتح کے ان دوحصوں نے شکست پائی تو وہ احمد آباد کی طرف
 بھاگے۔ قطب لدین احمد کا خیمہ گاہ اکھر گیا۔ شیخ محمد بخاری جاگیر دار دولقہ مارا گیا۔ جب اعظم خاں نے
 یہ حال معائنہ کیا تو اُس نے ارادہ کیا کہ خود اس کا انتقام لے اور جب لڑے کہ بدائع خاں نے جو جو
 مرد معہ کرے تھا۔ اعظم خاں کی باگ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر پھیر لی اور جانے نہ دیا بغیرم کا لشکر لوٹ کی تلاش
 میں متفرق ہوا اور اسکے غول میں تھوٹے آدمی رہ گئے۔ اعظم خاں بدائع خاں کے ساتھ اتفاق کر کے
 میدان جنگ میں آنکر غنیم کے قلب لشکر پر حملہ کر کے شکست دی اور پادشاہی لشکر کو فتح ہو گئی اور
 اسکے مخالف اطراف میں پھلے گئے۔ شیر خاں فولادی نہایت عجز و ناتوانی کے ساتھ امین خاں حاکم
 جونا گڑھ پاس گیا اور وہاں سائیش سے رہا۔ اور محمد حسین مرزا اور امرا دکن کو گئے۔ یہ فتح ۱۸ رمضان
 ۹۸۵ھ کو ہوئی۔ ابوالفضل نے قطب لدین کو لکھا کہ اُس نے حملہ کر کے فتح پائی۔ اعظم خاں اور
 امرا نے مرزاؤں کا تعاقب کیا۔ مگر پادشاہ نے اسکو اپنے پاس سورت میں بلایا۔ اور امرا کو
 تعاقب میں بھیجا۔ اعظم خاں نے پٹن کا انتظام کر کے بدستور سابق سید احمد خاں بارہ کو حوالہ کیا اور
 ۲۰ شوال کو سورت میں پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام امرا اور نوکروں کی جاں سپاری
 کا فردا فردا بیان کیا۔ اتنا راہ میں قطب لدین محمد خاں اور امرا کو معمور آباد میں بھیجا کہ اختیار الملک
 اور لشکر مفرد کی تنبیہ کرے وہ جنگوں کے حصار میں متحصن ہوا ہے۔ قصبہ معمور آباد میں قطب لدین جا
 پہنچا تو اور افواج کو بھیجا کہ اختیار الملک و جیشوں کو جنگل سے نکال کر قلعوں پر متصرف ہوا اور اپنے
 تھانے وہاں بٹھائے اور قصبہ محمود آباد میں پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

بکلا نہ ایک لایت ہے کہ جب کا طول سو کوس اور عرض تیس کوس ہے ہمیشہ دو ہزار سوار اور دس ہزار
 پیادے اس میں رہتے ہیں جمع اسکی ساڑھے چھ کروڑ دام ہے۔ اس ملک میں جو حاکم ہوتا ہے اسکو جرجی
 کہتے ہیں۔ ساہیر و موہیر دونوں قطع قلعہ کوہ پر واقع ہیں۔ دو بڑے شہر انتالپور۔ اور جنتا پور
 اس میں ہیں۔ یہ ملک گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہے اسکے حاکموں کی یہ عادت ہمیشہ رہی کہ

بہی حاکم بکلا نہ کا پادشاہ کی اطاعت کرنا چاہیے

جس جانب کو غالب سمجھتے ہیں اسکی ہر ایک طرح کی وہ اطاعت کرتے ہیں اس زمانہ میں کہ شہنشاہ گجرات کو فتح کیا تو بھرجی نے پادشاہ کی درگاہ میں حاضر ہو کر اور خدمات شائستہ بجالا کر سرخروئی حاصل کی۔

شرف الدین جس پہلے حال بیان ہوا کہ وہ پادشاہ سے باغی ہو گیا تھا وہ فولادیوں سے مل گیا اور جالور انکو دیدیا جس کو اس نے خود فتح کیا تھا۔ کچھ دنوں میں رہ کر چنگیز خاں سے التجا کی پھر مرزاؤں سے مل گیا۔ اس وقت کہ حاکم خاندیس گجرات کی فتح میں ناکام رہا اسکا ہمراہ ہوا پھر تباہ حال ہو کر محمد حسین مرزا سے ملا۔ جب مرزاؤں میں تفرقہ پڑا تو دکن کو بھاگا۔ یہاں کے زمیندار نے اسکو دو لٹوا ہی پادشاہ کی نظر سے یا اپنے فرائض کی وجہ سے اسے گرفتار کیا اور مال اسبٹ لیا۔ ابراہیم حسین کی بیوی بھاگی تھی اسکی گرفتاری کے دپے یہ زندہ رہا۔ مگر ناکام رہا۔ مرزا کی دو برس کی لڑکی اسکو ماٹھ لگی۔ پادشاہ نے اس لڑکی اور اور قیدیوں کو اپنے آدمی بھجکے بلایا۔ لڑکی کو مجلس میں دیدیا۔ اور اس خواجہ زادہ کو ماتحتی سے کہ مست نہ تھا ڈرایا اور پھر قید خانہ میں بھیج دیا۔

سال سیزہم ۹۹۹ء کا ایک سانحہ یہ ہے کہ پادشاہ کی مجلس میں ہندوستان کے شجاعوں کا ذکر ہوتا تھا کہ وہ اپنی جان کی قدر کچھ نہیں کرتے۔ چنانچہ بعض راجپوت ایک برچھ کو دوستانہ رکھتا ہر لیکر کھڑے ہوتے ہیں اور دو مردانہ ہمسرہ دور سے ان دونوں ستانوں (ایتوں) کے محاذی دوڑتے ہیں کہ یہ ستان انکی پیٹوں سے گزر جاتے ہیں۔ یہ سنکر اس پہلو ان الہی کے دل میں یہ آئی کہ شمشیر خاصہ کا قبضہ دیوار میں مضبوط گاڑا اور پھر تلوار کے سر پر سینہ رکھ کر کہا کہ اگر راجپوت اس طور پر اپنی شجاعت ظاہر کرتے ہیں تو ہم اس شمشیر پر حملہ کرتے ہیں۔ سب دیکھنے والے یہ دیکھ کر سکتے کے عالم میں تھے کہ مان سنگھ نے دوڑ کر ایسی سبکدستی کی کہ اس شمشیر کو دو پھینک دیا۔ پادشاہ کی گھائی میں کچھ زخم لگا۔ اور نوکر شمشیر کو دورے گئے۔ پادشاہ نے غصہ ہو کر مان سنگھ کو زمین پر بٹے مارا اور رگڑنے لگا کہ سید منظر نے پادشاہ کی زخمی انگلیوں کو مڑا کر مان سنگھ کو جھڑایا۔ جس سے زخم بڑھ گیا مگر تھوٹے دنوں میں اچھا ہو گیا بعض نے لکھا ہے کہ اہل مجلس میں سے کسی نے شراب نشہ میں راجپوتوں کی شجاعت کی یہ تعریف

شرف الدین حسین مرزا کا پادشاہ سے آنا ۹۹۹ء

پادشاہ کا تھوڑا سا کام سے زخمی ہونا ۹۹۹ء

کی تھی جب پادشاہ سورت سے چلکر بروج میں آیا تو والدہ چنگیز خاں دادخواہ پادشاہ پاس آئی کہ اس جھجار خاں حبشی زرمست نے براہ دوستی میرے بیٹے کو بلکا کر اس کا ساغر زندگانی بسر نہ کیا۔ اگرچہ یہ بات مشہور تھی۔ مگر پھر بھی پادشاہ نے اس معاملہ کی خوب تحقیق و تحقیق کرائی۔ اور اسیں سوال و جواب ہوئے تو خوب جرح ہوئی۔ مدعی کا دعویٰ سب طرح سے سچ ثابت ہوا تو پادشاہ نے عدالت سے خاص و عام کے رو برو اس حبشی کو ہاتھ کی پاؤں تلے مسلوایا جس سے اس بیچارے بڑھیا کے دل میں ٹھنڈک پڑی جھجار خاں حبشی گجرات کے امرا بزرگ میں سے تھا۔ اور جمعیت اور قوت میں ممتاز تھا ایسے قوی دست کو سزا دینے سے پادشاہ کی عدالت کی شہرت ہو گئی۔

۲۔ رذی القعدہ کو احمد آباد کے باہر پادشاہ کے خیمے لگے اور پادشاہ نے دس روزہ کر یہاں کیا یہ انتظام کیا کہ اس سرزمین کو ایک سلطنت کبریٰ تھی۔ خان اعظم کو تفویض کی اور سرکار پٹن خاں کلاں کو عنایت ہوئی۔ سرکار بروج اور اسکی حدود قطب لدین خاں عمر خاں اعظم کو دو لقمہ و دندوقہ سید حامد بخاری کو اور ایسے ہی اور محال اور امرار کو مرحمت ہوئیں اگرچہ خان کلاں و قطب لدین محمد خاں عم خاں اعظم عمر میں بڑے تھے مگر پادشاہ کے نزدیک آئین سلطنت میں عدالت یہی ہے کہ مدار عنایت عقل پر ہونہ سال پر و مع بزرگی بعقل است نہ یہ سال ۴۰ اور اعتماد فردنی اخلاص پر ہونہ درازی عمر پر۔ و ذہنی عمدہ ہوتی ہے۔ نہ بزرگی جتنہ اہل جوہر معقول ہوتے ہیں۔ نہ عظیم ہیکل محسوس۔ اساس فرماندہی شامل و اخلاق پر موقوف ہے۔

دو شنبہ۔ ارذی الحجہ ۹۸۰ھ کو پادشاہ اگرہ کو روانہ ہوا جب سدھ پور میں آیا تو خان معظم کو یہ نصیحت لکھیں کہ فردنی آگاہی۔ فراخی حوصلہ۔ آدمیوں کی خطاؤں سے اغراض نظر گنہگاروں کا غدر قبول کرنا۔ فصل خصومات میں غور عظیم کرنا۔ اور جان و انجان کو یکساں جاننا۔ اس کو اور امرار کو اپنی اپنی جاگیروں میں رخصت کیا۔ اور راجہ علی خاں حاکم خاندیس جو آیا تھا وہ بھی رخصت ہوا۔ اور مظفر خاں کو چوایام محاصرہ سورت میں حاضر ہوا تھا اور اس کی ہاموار پور

جھجار خاں حبشی کا مارا جانا

پادشاہ کا احمد آباد میں آنا اور وہاں سے اگرہ روانہ ہونا ۹۸۰ھ

کو پادشاہ نے معاف کر دیا تھا۔ صوبہ مالوہ غنایت ہوا۔ مان سنگھ شاہ قلی خاں محرم کو اور بعض بعض امرا کو حکم ہوا کہ ایدر کی طرف سے ڈونگر پورا اور اس کے حدود میں جائیں اور پھر دار الخلافہ میں آئیں +

ابراہیم حسین مرزا کا گرفتار ہونا

۱۰۔ ارمحرم کو اجمیر میں پادشاہ آیا اور زیارت سے مشرف ہو کر اپنے دار الخلافہ فتحپور میں دوم صفر ۹۸۱ کو آگیا۔ اس سفر میں پادشاہ سروہی میں تھا کہ اس پاس امرار پنجاب کی عرضداشت آئی کہ مرزا ابراہیم گرفتار ہو گیا اور مرگیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہم نے پہلے لکھا تھا کہ وہ ایدر سے اپنے بھائیوں سے جدا ہو کر دار الخلافہ کی طرف چلا ہے۔ اُس نے اپنے چھوٹے بھائی مسعود مرزا کو بھی ہمراہ لے لیا تھا۔ وہ گجرات سے ایلغار کے میرتھ (میرتھا) کی نواح میں آیا۔ اور ایک قافلہ کو کہ گجرات سے آگرہ کو آتا تھا۔ اس قلعے سے گیارہ کوس پر لوٹ لیا اور ناگور میں آیا۔ فرخ خاں پسر خاں کلاں جو پادشاہ کی طرف سے یہاں حاکم تھا وہ قلعے میں متحصن ہوا۔ مرزا ابراہیم نے چند غریبوں اور فقیروں کے گھر جو شہر سے باہر تھے لوٹے اور نار نول گیا۔ راتیں رام سنگھ اور ارمار جو پادشاہ نے گجرات کے جانے کے وقت ہزاروں سواروں کو ساتھ جوہر میں تعین کیے تھے۔ وہ ایلغار کر کے ناگور میں آئے اور فرخ خاں کو ساتھ لیا۔ اور مرزا کے تعاقب میں چلے۔ موضع کھتولی میں کہ ناگور سے بیس کوس پر ہجرات کو پہونچے۔ مرزا ہوشیار ہو کر بھاگنے کا انتظام کرتا تھا۔ ۲۰ رمضان ۹۸۱ کو لشکر کے آدمی ایک بزرگ حوض پر افطار کو آئے۔ مرزا کچھ تھوڑی دور گیا تھا۔ اُٹھا آیا۔ اور اُس نے اس سپاہ پر جو اسکے تعاقب میں تھی حملہ کیا۔ اس جماعت نے ثبات قدمی کر کے اپنی حفاظت کی۔ مرزا نے تین دفعہ اپنی سپاہ کی توپ بنا کے دو طرف سے شاہی لشکر پر تیروں کا مینہ برسایا جب دیکھا کہ کچھ کام نہیں نکلتا تو وہ بھاگ گیا۔ ایک توپ سپاہ کا رات کو اس سے جدا ہو گیا تھا وہ اس نواح کے موضع و قریات میں گرفتار ہوا۔ اکثر آدمی ان میں ماسے گئے۔ ان میں سے

ابراہیم حسین مرزا کا گرفتار ہونا

سو آدمی زندہ فرخ خاں کے ہاتھ سے گرفتار ہوئے۔ مرزا ابراہیم خاں تین سو آدمیوں کو ساتھ لیکر چلا۔ اور راہ میں جو قصبے آئے۔ اُن کو لوٹتا مارتا جھانگتا لگا سے پار اُتر کر برگنہ سرکار سنبل اعظم پور میں جو اسکی جاگیر میں تھا آیا۔ اُس کو یقین تھا کہ سرکار سنبل اور اس کا قلعہ مثل کوہ کیا یوں جس کی خندق دریا رنگ ہر ہاتھ آجائیں گے۔ اور بہت جمعیت اس پاس جمع ہو جائیگی۔ مگر یہ صورت نہ ہوئی۔ حسین خاں حمدی قاسم خاں کانٹ گولہ کے جاگیردار اسکے رفع کرنے کے لیے مستعد ہوئے۔ پانچ چھ روز یہاں رہ کر وہ پنجاب کی طرف بھاگا۔ قصبہ پانی پت اور کرناں کو کہ سر راہ تھے غارت کر تا ہوا آگے چلا۔ راہ میں ادباش واقعہ طلب بہت اس کے ساتھ ہوئے اور خلق خدا کو آزار پہنچانے لگے۔ مرزا دیبال پور میں آیا۔ تو اس نے سنا کہ نگر کوٹ کے فتح میں جو امرار اور لشکر مصروف تھا وہ اسکے پیچھے آتا ہے۔ تو اس نے لاہور کا ارادہ ترک کیا۔ اور ملتان کی طرف چلا جب شکر شاہی تلبنہ کے قریب آیا تو معلوم ہوا کہ مرزا کل اس قصبہ میں آیا تھا۔ اور آج مقیم ہے۔ ترتیب افواج میں افسران سپاہ مشغول ہوئے حسین قلی خاں و اسماعیل قلی خاں اور ایک اور جماعت قول نبی۔ محب علی خاں و مرزا یوسف خاں برانغار میں مقرر ہوئے۔ خرم خاں و دولت خاں سہمی و مشاہد غازی خاں تبریزی جبرانغار میں قرار پائے۔ جعفر خاں۔ فتو۔ اور بعض اور دلاور ہر اہل مقرر ہوئے۔ اس طرح انتظام کر کے رواں ہوئے۔ اس روز ابراہیم حسین مرزا کچھ آدمیوں کے ساتھ شکار کو گیا ہوا تھا۔ مسعود مرزا نے جب شکر شاہی کے آنے کا حال سنا تو خود جنگ کے لیے مستعد ہوا اور سپاہ کو بلایا اور فوج کے قریب گیا۔ اور لڑائی میں مشغول ہوا مگر وہ گرفتار ہو گیا۔ اور بہت آدمی اُسکے مارے گئے۔ امیر اسیم مرزا بہت مٹکا پوکر کے بھاگا اور ملتان کے قریب آیا۔ بلوچوں نے اسکی راہ روکی۔ دریا گار سے جو اس دریا کا نام ہے جو بیاس اور ستلج کے ملنے سے بنتا ہے اُترنا چاہتا تھا۔ مگر رات بھئی کشتیاں نہ تھیں اُسکے کنارہ پر سوراخا۔ قوم جھیل نے جو مچھلیاں بیچا کرتے تھے۔ اس پر شیخ مارا مرزا کے ساتھ آدمی بعض مجروح و بعض مغلوب بے حال تھے وہ اس گروہ کو لیکر لڑنے

کھڑا ہوا۔ صبح صاف مغلوب رہا ہوا۔ بسند استہ پھیل غالب ہوئے۔ مرزا کی گردن میں سر کے پیچھے ایسا تیر لگا کہ وہ منہ کی برائے نکل گیا۔ اب مرزا نے اپنا حال دگرگوں پایا تو وہ لباس بدل کر اپنے آدمیوں سے جدا ہوا۔ اسکے دو ایک قدیمی غلام قلندروں کا لباس پہنا کہ باہر لیجانا چاہتے تھے۔ مگر مرزا کو ضعف اس قدر تھا کہ ناچار ایک درویش گوشہ نشین شیخ زکریا کے گھر میں مقام کرنا پڑا۔ شیخ نے بظاہر تو مرزا کے جراحات پر ملائمت کے مہم رکھے۔ مگر ملتان کے حاکم سعید خاں کو خفیہ اطلاع دی۔ صبح ہر کجا گوشہ نشین است در و در کے بہت سعید خاں نے اپنے غلام دولت خاں کو بھیجا۔ وہ مرزا کو مقید کر کے لے آیا۔ پادشاہ کو اس کی اطلاع دی۔ پادشاہ نے قیدی کو اپنے پاس بلایا۔ مگر پادشاہ کے پاس روانہ ہونے سے پہلے اُس جہاں کو روانہ ہوا۔ جب حسین قلیخان پادشاہ پاس فقور سیکری میں آیا۔ مسعود حسین مرزا کو اور اُسکے تین سو آدمیوں کو قید کر کے اس طرح لایا کہ مرزا کی آنکھیں سی ہوئی تھیں۔ اور قیدیوں کے منہ گائے کی کھالوں میں جکے مینگ لگ نہیں کیے گئے تھے پٹے ہوئے تھے۔ بدایونی لکھتا ہے انکے منہ گدھے۔ سوڑ کی کھالوں میں پٹے ہوئے تھے۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ چرمہانے گاؤں درگلو انداختے۔ جسکے معنی یہ ہیں۔ گلوں میں تھے گائے کے چمڑے کے ٹیرے ہوئے تھے۔ غرض ان قیدیوں کی ایک عجیب ہیئت تھی پادشاہ نے دیکھتے ہی فوراً مسعود حسین کی آنکھیں کھولیں اور چند سرغون کو تو بڑی طرح مارا باقی سب کو رہا کر دیا۔ سو آدمی مرزاؤں کے ساتھ ایسے بھی تھے۔ کہ خانی کا خطاب رکھتے تھے۔ انکو حسین خاں جو سنبل سے چلک اس لڑائی میں شریک ہوا تھا۔ اپنے گھر جاکر اجازت دی اور اس نے حسین قلیخان سے کہدیا کہ پادشاہ کی اجازت نہیں ہے کہ کوئی قیدی مارا جائے اسلئے میں نے ان قیدیوں کو پادشاہ کے صدقہ میں چھوڑ دیا۔ اسی روز سعید خاں ابراہیم حسین مرزا کو پادشاہ کے روبرو لایا۔ انھیں نوں میں پادشاہ نے حسین قلیخان کو خان جہاں کا خطاب دیا۔

اس سنہ کے واقعات میں سے ایک یہ ہے

ابوالفضل نے اکبر نامہ میں یہ لکھا ہے کہ راجہ جے چند راجہ نگر کوٹ پادشاہ کی خدمت میں

نکاح کا رشتہ ہونا اور راجہ جے چند کوٹ پادشاہ کی خدمت میں

اس نے اپنی مال اندیشی سے اپنے خرد سال بیٹے ہری چند کو راجہ گوبند چند جہوال کے حوالہ کیا تھا اس زمانہ میں گوبند چند نے قلعہ میں آنکر لوازم قلعہ داری کا اہتمام کیا۔ مگر تاریخ بدایونی میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا۔ پادشاہ کو ایام طفلی سے کل اصناف ہنود کی طرف رغبت دلی تھی۔ خاصکر برہمنوں اور کبیوں (شاعروں) کی طرف ایک برہمن کی برہمنی نامی کاپی کارہنے والا ہنود کی مداحی میں نامور۔ فہم و ادراک میں بلند پایہ پادشاہ کا ملازم ہوا۔ پادشاہ کی ہنوبانی سے اس نے مزاج میں دخل پیدا کیا۔ روز بروز اسکی تربیت سے منصب حالی پر پہنچا۔ شرف ندیمی سے مشرف ہوا۔ اول کب رانے (ملک شعرا) کا خطاب ہوا۔ بعد ازاں راجہ بیربل (یعنی بہادر نامور) کا خطاب ملا۔ راجہ چند حاکم نگر کوٹ سے پادشاہ کا مزاج برہم ہوا۔ جو چند کو مقید کیا۔ اور ولایت نگر کوٹ راجہ بیربل کو جاگیر میں عنایت کی۔ اور حسین قلیاں کو حکم ہوا کہ مرزا یوسف خاں و جعفر خاں و فتح خاں چاری و مبارک خاں گلہر و غازی خاں اور امرائے پنجاب کو لیکر ہری چند سے نگر کوٹ لیکر راجہ بیربل کو دلاوی۔ راجہ بیربل لاہور میں آیا۔ حسین قلیاں مع اور امرائے پنجاب کے نگر کوٹ پر متوجہ ہوا۔ جب یہ سپاہ دہری کے قریب پہنچی تو یہاں کا ناظم چھوٹا نام جو بے چند کا رشتہ دار تھا اور اپنے قلعہ کی استواری پر مغرور تھا۔ خود تو ایک گوشہ میں چھپ گیا۔ اور اس نے دکلار کو پیشکش دیکر بھیجا اور عرض کیا کہ میں خوف کے سبب قلعہ میں حاضر نہیں ہوا۔ مگر اہداری کا کفیل ہوں جسین قلیاں نے دکلار کو غفلت دیکر رخصت کیا اور ایک قریہ میں کہ سر راہ تھا اپنا تھانہ مقرر کیا اور آگے چلا۔

جب قلعہ کو ٹلہ میں پہنچا تو یہاں مقام کیا۔ یہ قلعہ بہت بلند ہی۔ وہ پہلے گوالیار (پہاڑوں میں ہے) کے راجہ راجندر سے متعلق تھا۔ مگر راجہ دھرم چند اور راجہ بے چند نے بزور اس سے چھین لیا تھا۔ راجہ بے چند کی طرف وہاں جو افسر محافظ مقرر تھے انہوں نے اس لشکر پر کہ لوٹنے گیا تھا تیر و تفنگ چلائے جب حسین قلیاں خان جہاں نے یہ حال سنا تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اطراف قلعہ کو ملاحظہ کرنے گیا۔ قلعہ کے محاذی اس نے ایک پہاڑ

دیکھا کہ وہ قلعہ کا سرکوب ہو سکتا تھا۔ اس پہاڑ پر نہایت مشقت سے توپیں چڑھائیں اور وہاں سے اُنھیں قلعہ پر چلایا۔ لوگوں۔ یہ قلعہ کی عمارات شوق ہونی شروع ہوئیں۔ اور بہت سے آدمی اسکی دیوار کے نیچے دگ مہ گئے۔ اور قلعہ میں بڑی کھلبلی مچی۔ جب عصر کا وقت آیا تو حسین قلیخان اپنے خیمہ میں آیا۔ اور مورچے پر لشکر کو چھوڑا۔ توپوں کے صدروں سے راجپوت جو قلعہ کے اندر تھے رات کو سب بھاگ گئے۔ جب صبح کو حسین قلیخان کو خبر ہوئی تو وہ ڈنکا بجاتا ہوا قلعہ کے اندر گیا۔ اور راجہ گویا کو یہ قلعہ دیدیا۔ اسی کے باپ ادا کا وہ تھا۔ مگر یہاں اپنا تھا نہ بھی مقرر کیا۔

اب حسین قلیخان آگے چلا تو ایک جنگلستان ایسا آیا کہ درختوں کی کثرت سے وہاں مور و مار کا گزر نامشکل تھا۔ ایک گردہ جنگل کو کاٹ کر راستہ بناتا تھا تو لشکر چلتا تھا متواتر کوچ کر کے اول رجب سنہ ۹۸۰ کو راجہ راجندر کے باغ چوگان میں کہ نگر کوٹ کے قریب تھا پہنچا۔ لشکریوں نے اپنے زور بازو و شجاعت سے پہلے ہی حملہ میں حصار پھول کو جو ہمانی کا مندر تھا لے لیا۔ یہاں سوار پجاریوں کے اور کوئی نہیں رہ سکتا تھا۔ راجپوتوں کی ایک جماعت جنھوں نے اپنا مرنا ٹھان لیا تھا خوب بہادری سے لڑی اور مری۔ وہ برسین جو ایک لمحہ اُس تختانہ سے جدا نہ ہوتے تھے اور چند سال سے اس کی خدمت کرتے تھے اُنھوں نے بھی لڑ کر اپنی جان اسپر سے قربان کی۔ اس ہنگامہ فساد میں تختانہ کو دارالامن سمجھ کر ہندوؤں کی دوسو کالی گائیں چلی آئیں تھیں۔ بعض سادہ لوح ترکوں نے اُن کو ایسے وقت میں کہ تیر و تفنگ بیٹھ کی بوندیوں کی طرح برس ہے تھے ذبح کیا اور اُنکے خون کو اپنے موزوں میں بھر کر تختانہ کی دیواروں اور چھتوں پر پھینکا۔ نگر کوٹ کا شہر بند بیرونی ان کے قبضہ میں آگیا۔ ان کی عمارات کو ڈھا کر لشکر کے اُترنے کے لیے میدان بھان کیا۔ پھر قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوئے۔ سا باطو سرکوب تیار سی کے چند بھاری توپیں اس پہاڑ پر کہ قلعہ کے محاذی تھا چڑھائیں۔ ہر روز چند توپیں قلعہ اور راجہ کے مکانات پر ماری جاتیں۔ اٹھنا قایک دن کا دفرائے توپ خانہ سے اس

مکان پر توپ لگائی جس کو مستحکم سمجھ کر راجہ دہلیاں کھانا کھانے آیا تھا۔ اسی آدمیوں کے قریب اس مکان پر دھب کر رہ گئے۔ ان میں سے ایک بھوج دیو دلد راجہ بھگل راجہ ہو تھا۔ اوائل شوال ۹۸۰ھ میں خطوط سے معلوم ہوا کہ مرزا ابراہیم نے ملک میں شورش برپا کی ہے اس لیے بعض امار کی یہ صلاح ہوئی کہ قلعہ کا صلح سے معاملہ طے کر کے اس کو ہستان سے نکلے مرزا کی شوافر افرائی کا علاج پہلے اس کے آنے سے کرنا چاہیے۔ بعض امیروں کی یہ رائے تھی کہ بہت محنت اٹھا کر قلعہ کا کام اختتام کے قریب پہنچا ہے صلح نہیں کرنی چاہیے۔ امار نے کہا کہ اس قلعہ کے لینے اور نہ لینے کے ضرر و نفع کی مقدار معلوم۔ مگر مرزا کی فتنہ افرائی کا ایک سانحہ عظیم ہے۔ خانجہاں نے کہا کہ میں صلح اس شرط سے کرتا ہوں کہ ہر ایک اہل مجلس صورت مجلس کو لکھکر اپنی ہر کرے۔ اگر اس محاصرہ کا اٹھا دینا پادشاہ کی مرضی کے خلاف ہو تو ہر ایک جو ابھی اپنی آپ کرے امار نے خط لکھ دیے اور صلح ان شرائط پر پھری جس سے راجہ بہت خوش ہوا اول راجہ اپنی لڑکی پادشاہ سے بیاہنے کے لیے بھیج دیے۔ دوم پیشکش لائق تیار کرے۔ سوم اپنے آدمی معتبر جیسے فرزند و خویش ہیں ہماری جمع خاطر کے لیے ہمراہ کرے کہ اگر شہر یا کو یہ صلح نہ پسند ہو تو جب تک قلعہ حوالہ کرے یہ آدمی گرد (اول) میں رہیں چہاں یہ ولایت راجہ بیر بر کو ملی ہے بہت سے مباح اسکو دیے۔ راجہ نے چاروں شرطوں کو قبول کر لیا۔ خان جہاں نے پانچویں یہ شہر پیش کی۔ راجہ گوپی چند ان کمالات کرے۔ راجہ کی تسلی کے واسطے مرزا یوسف خاں کو قلعہ کے اندر بھیجا کہ وہ راجہ کے آنے تک وہیں رہے۔ راجہ ان کے ساتھ چلا آیا۔ خان جہاں نے راجہ کو رخصت کیا۔ مگر راجہ نے کہا کہ اب تم غنیمت سے لڑنے جاتے ہو میں تمہارے لشکر کے ساتھ چلتا ہوں۔ بلقاٹ اکبری میں لکھا ہے کہ اہل قلعہ نے پانچ من سونا بوزن اکبر شاہی اور اجناس قاش پادشاہ کی پیشکش کے لیے دیے۔ راجہ جو چند کے محل کے سامنے ایک مسجد (پیش طاقت) بنایا گیا روز جمعہ ادا سنط شوال ۹۸۰ھ میں منبر پر حافظ محمد باقر نے پادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ خطیب نے پادشاہ کا نام عتیقی وقفہ لیا اس کے سر پر سونا

نثار کیا گیا۔ سکہ جاری کیا گیا۔ اس لیے ماحیر قلیخاں یہاں سے روانہ ہوا۔

ہمت سے کام لیتے ہوئے ہیں کہ جو نگدل حسد اندوزوں کے لیے سرمایہ خوشدلی اور یراگندہ خاطر
نفاق اندیشوں کے واسطے باعث نشاط۔ مگر حقیقت میں وہ افزائش اقبال شنشہا ہی کے مقدمہ
اور آمال و آمانی کی کنجی اور فتنہ فساد کے دروازہ کا قفل اور مواد اخلاص کی افزونی اور
اہل نفاق کے لیے خمیر مایہ ہلاکت ہوتے ہیں۔

اسی قلیل سے گجرات میں شورشوں کا برپا ہونا اور پادشاہ کا اسکے مٹانے کے لیے جانا
تھا جس کی شرح یہ ہے کہ جب پادشاہ خان اعظم کو کہ گجرات کے سب اختیارات دیکر دارالخلافہ
کو روانہ ہوا تو خان نے دیکھا کہ ایدر کی حدود میں رائے نرائن یہاں کے زمیندار اور شیر خاں
فلا دی کے بیٹوں کے ساتھ اختیار الملک متفق ہو کر فساد برپا کر رہا ہے تو اس نے حمایت ملکی میں تاخیر
کو مناسب سمجھا۔ وہ احمد آباد نہ گیا اور ایدر کی طرف روانہ ہوا۔ مرزا میقیم اس نواح میں جاگیردار
تھا وہ فتنہ اندوزوں کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ خان سے آن ملا۔

خان اعظم اس گروہ کے استیصال میں مصروف تھا کہ محمد حسین مرزا نے تازہ فتنہ برپا کیا اسکی
تفصیل یہ ہے کہ محمد حسین مرزا کو دولت آباد دکن کی حدود کی طرف سے خبر پہنچی کہ سورت سے
پادشاہ اپنے دارالخلافہ کو روانہ ہوا۔ تو اس نے سورت کے لیے اپنے کار ارادہ کیا اور اس کی حدود
میں ہکر شورش برپا کی۔ مگر قلعہ خاں نے اپنے قلعہ کو لڑائی کے لیے تیار کیا تو مرزا نے اسکے
لینے کا منصوبہ چھوڑ دیا۔ برفج میں آیا اور قطب الدین خاں کے ملازموں سے ملکر اُسے لے لیا
اور وہاں سے کھنایت میں آیا جس خاں یہاں کا مشہور اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا تھا وہ ہلاک
احمد آباد چلا گیا۔ مرزا کو بے جنگ کھنایت ہاتھ آگیا۔ خان اعظم نے سید حامد و سید بہار الدین و
شیخ محمد بونگیری کو قطب الدین خاں کی مدد کو بھیجا۔ ان دنوں میں اختیار الملک دروہ جماعت کہ
پھاڑوں کی تنگنائی میں چلے گئے تھے باہر آئے۔ خان اعظم نے ایک دستہ حکم جا اپنی پناہ گاہ بنائی
تھی۔ مخافو نکا کہ وہ اس پر دست اندازی نہیں کر سکتا تھا۔ اب اس گروہ نے یہ ارادہ کیا کہ احمد آباد

پادشاہ کا دوبارہ گجرات جانا اور شیخ و فتنہ کے ساتھ مراجعت کرنا ۹۸۱ھ

پر چڑھے۔ اگر اعظم خاں اپنی پناہ گاہ سے یا ہرنیکے تو اس سے لڑے نہیں احمد آباد پر قبضہ کیجئے
جب خان اعظم کو ان مخالفوں کی احمد آباد کی طرف جانے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ جلدی سے اس
شہر میں آگیا۔ اسی رات کو محمد حسین مرزا کو کھنڈایت میں شکست ہوئی تو خان اعظم کے لشکر
سے دور دور جا کر اختیار الملک درپیران شیر خاں فولادی سے مرزا ملا۔ اس شکست کا حال
یہ ہی کہ خان اعظم کے ملازموں اور قطب الدین و سید حامد بخاری اور نورنگ خاں سے جو کھنڈایت
میں پہنچے مرزا لڑا۔ باوجودیکہ اس پاس کم آدمی تھے مگر بہت ہاتھ پاؤں مائے اور شکست پائی
سید بہار الدین مارا گیا۔ امرائے اس فتح کو غنیمت جانا۔ اس کا تعاقب نہیں کیا۔

خان اعظم نے احمد آباد میں آکر اسکے مداخل و مخرج کو مستحکم کیا۔ چند روز بعد مخالف ہی احمد آباد
میں آئے۔ دونوں میں روز لڑائیاں شروع ہوئیں۔ اگرچہ بادشاہی لشکر اس قدر تھا
کہ اگر وہ صفت آرا ہوتا تو فتح کرتا۔ مگر خان اعظم کو اپنے ملازموں اور قطب خاں پر اعتماد
نہ تھا۔ اس لیے وہ اس کام میں مبادرت نہیں کرتا تھا۔ بادشاہ کی نصیحت اُسکو یاد تھی کہ اگر
مخالف جمع ہو کر ہنگامہ شورش گرم کریں تو جنگ میں نہایت خرم و احمیاء چاہیے۔ ایک ن
فاضل بیگ خاں نکل کر مخالفوں سے لڑا اور زخمی ہوا جس سے وہ مر گیا اور سلطان خواجہ گھوٹے
سے گر کر خندق میں جا پڑا۔ اس کو رسیوں سے نکالا۔ سب کی یہ رائے ہوئی کہ ان مخالفوں
سے لڑنا نہیں چاہیے۔ خان اعظم نے ایک عرضداشت تمام حال کی لکھ کر سلطان خواجہ کے
ہاتھ بادشاہ پاس بھیجی۔ بادشاہ کو اس عرضداشت سے جب سارا حال معلوم ہوا تو ارادہ ہوا کہ
ایلیغار کر کے وہاں جائے۔ لشکر شاہی ابھی ایک برس لڑ کر گجرات سے آیا تھا اس نے
اپنی جاگیروں سے روپیہ نہیں وصول کیا تھا۔ ایسے بادشاہ نے خزانہ شاہی سے روپیہ نکو دیدیا
اور بہت سا لشکر کا سامان تیار کیا۔ بادشاہ جانتا تھا کہ سارا لشکر بھیرنگاہ سمیت جلد نہیں
جاسکتا۔ اس لیے اس نے دو ہزار کارآزمودہ منجیلے بہادر چنے جنہائے دلاور سپاہی
رہتے تھے اور اسے کے حاکموں کو حکم بھیجا کہ جتنی کوتل سائڈنیاں ہوں تیار کر کے اپنی انتخابی فوج

ساتھ سر راہ حاضر ہوئے۔ شجاعت خاں۔ راجہ بھگونت سنگہ۔ سید محمود بارہہ۔ رائے رائے سنگہ کو پہلے سے روانہ کیا۔ مگر زبان سے یہ فرمایا کہ ہم سے پہلے سرکار پر کوئی نہیں پہنچے گا۔ دہلی کی حراست راجہ ٹوڈرمل اور امیر ذل کو سپرد کر کے ۲۸ ربیع الآخر ۹۸۱ھ کو سوار ہوا۔ تین چار جان نثار اور نامی سردار اور منصب دار اس کے ساتھ تھے۔ سانڈھینوں پر بھیکر کو تل گھوڑا لگانے دن دیکھانہ رات جنگل اور بہاڑ کاٹ ساڑھے چار سو میل سفر کو نو دن میں ختم کیا۔ شبکو قافلہ دو تین ماہ میں طر کر تاسی۔ پادشاہ کبھی گھوٹے پر کبھی سانڈھنی پر سوار ہوتا۔ کبھی گاڑی میں بٹھیتا۔ گاڑی بان سے وہ کہدیتا کہ خواہ کیسا ہی تجھ کو آہستہ روی کے لیے لوگ کہیں۔ مگر تو کچھ نہ سنا۔ اپنے آرام کی فکر اس سفر میں وہ نہیں کرتا تھا۔ راہ میں جالور کی نواح میں ایک کاروان سے گھوٹے خریدے۔ پٹن سے لشکر کو تائبستہ طور پر مرتب کیا۔ راہ میں لشکر اس کے ساتھ جا بجاسے ہوتا گیا یہاں سے خود سو سوار لیکر چلا۔ جب وہ موضع مالینہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ مخالف یہاں قلعہ کو مشحکم کر کے جنگ کے لیے تیار ہیں۔ پادشاہ نے اپنے لشکر کو بھیکر ان شخصوں کو بھگایا اور مارا وہ قلعہ میں داخل ہوئے۔ پادشاہ نے محقر قلعہ کو اس لائق نہ جانا کہ خود اُس پر متوجہ ہوتا بعد ازاں مرزا یوسف خاں اور قاسم خاں لشکر کے لیے آتے تھے۔ اُن کو دیکھ کر اہل قلعہ بھاگ گئے۔ قلعہ فتح ہو گیا۔ پادشاہ جب احمد آباد سے تین کوس پر پہنچا تو آصف خاں کو احمد آباد میں بھیکر سب مراد کو بلایا۔

جب پادشاہ کا لشکر غنیم کے قریب آیا تو یہ واقعہ عجیب پیش آیا کہ پادشاہ نے خود حبیبہ (زر بکتر) پہنا اور اپنے خاص ملازمین کو حبیبہ میں کر رہا تھا کہ جیل سپر روپی کو دیکھا کہ وہ باپ کا حبیبہ ایسا بھاری پہنے ہوئے کھڑا ہے کہ اُس کے بوجھ سے دبا جاتا ہے پادشاہ نے دیا کر کے اُس کو خاص اپنا ہلکا چھلکا زر بکتر حبیبہ خانہ سے منگا کر عنایت کیا اور اُس کا بھاری زر بکتر بال دیو کے پوتے کرن کو دیدیا اس پابس حبیبہ نہ تھا۔ جب روپی جیل کے پاس گیا تو اُس نے اپنی زر بکتر کو بوجھا کہ کیا ہوا تو اُس نے تمام حال عرض کیا۔ روپی اور مال دیو کے خاندان میں قدیم سے عداوت چلی آتی تھی۔ اس لیے وہ ایسا خفا ہوا کہ۔۔۔

پادشاہ کی خوش اعلانی

..... اس نے پادشاہ پاس آدنی بھگیز رہ بکتر اپنا منگایا۔ اس گستاخی پر بادشاہ
خفا میں ہوا۔ بلکہ نہایت خوش اخلاقی سے جواب دیا کہ: رہ بکتر کے عوض میں ہم نے
اپنا خاص زرہ بکتر دیدیا ہے۔ یہ جواب سنکر روپسی نے اپنا زرہ بکتر اتار کر پھینک دیا
اور کہا کہ اب ہم بغیر زرہ بکتر کے لڑینگے۔ پادشاہ نے اس معاملہ نافہم کو بجائے تادیب
کرنے کے خود اپنا زرہ بکتر اتار کر پھینک دیا۔ اور فرمایا کہ مجھ کو یہ گوارا نہیں کہ میرے سردار
مجھ سے زیادہ جان جو کھوں میں پڑیں۔ یہ مردی نہیں ہے کہ میں اسے ہوں اور وہ
بے سلاح ہوں۔ پیچھے پادشاہ سے روپسی کی طرف سے معذرت ہوئی کہ اس نے
جنگ کے نشہ میں یہ حرکت کی ہے۔ پادشاہ نے اس کی معذرت قبول کر لی۔

پادشاہ نے ۹۸۱ھ کو لڑائی میں فیروزی پانی جکی تفصیل یہ ہے
کہ جب پادشاہ کا لشکر غنیم کے قریب آیا تو غنیم سامنے نہ آیا بعض مقربین پادشاہ نے عرض کیا
کہ شب خون مارنا چاہیے۔ پادشاہ نے کہا کہ اس میں خدعہ ہے۔ شب خون بودیشہ بیدار
ازیں سنگ دارنخیل میاں: پادشاہ نے تقارہ جنگ بجایا۔ مخالفوں کو اپنی کثرت پر
غور تھا۔ محاصرہ ننگ کر رکھا تھا اور شیرخاں فولادی کے آنے کے منتظر تھے۔ جب پادشاہ
کا لشکر سابرستی کی ندی پر آیا تو پادشاہ نے حکم دیا کہ فوج آئین کے ساتھ مرتب ہو کر دیر
کو عبور کرے۔ امراء لشکر گجرات کے منتظر تھے کہ اس اثناء میں تین سو سوار گجراتیوں کے
جو مقام سرکچ سے پھرے تھے نمایاں ہوئے۔ پادشاہ نے اپنی بند قہچوں کو حکم ان سے لڑنے
کا دیا۔ سوار بھاگ کر اپنے مورچل میں چلے گئے۔ جب پادشاہ کے تقارہ اور کرنا کا آواز
دشن کے لشکر کے کان میں پہنچا تو محمد حسین مرزا سرسیمہ ہو کر برسم قراولی آیا۔ سبحان قلی ترک
اور کئی بہادر اس دریا کے کنارہ پر کھڑے مخالف کا نقص حال کر رہے تھے۔ مرزا نے
بہ آواز بلند اس فوج کا حال استفسار کیا۔ سبحان قلی نے مرزا کے ڈرنے کو جواب دیا۔ اے بیخبر تجھے
خبر نہیں کہ یہ شاہی لشکر ہے اور لشکر میں شنشاہ ہے۔ کیا کھڑا پوچھتا ہے جا اپنی جماعت کو

پادشاہ کا فوجا بادیں آنا اور محمد حسین مرزا پر منتظر
۹۸۱ھ

رہبری کر محمد حین مرزا نے کہا کہ اے برادر تو مجھے ڈراتا ہے اور اپنی طرف سے باتیں بناتا ہے۔
 چودھواں دن ہی کہ میرے چاسوئوں نے ایک خبر دی کہ پادشاہ فوج میں ہے۔ اس پر
 سبحان خاں نے مقدمہ مارا۔ مرزا نے کہا کہ اگر تم سچ کہتا ہو شہنشاہ یہاں آیا ہے تو اسکے نشان
 کے ہاتھی کہاں ہیں جو اسکے ساتھ ہتے ہیں۔ سبحان خاں نے اسکا جواب دیا کہ پادشاہ کو نوں
 دن ہی کہ فوج سے چلا ہے۔ ہاتھیوں کو کیا ہاتھ پراٹھا لانا۔ تو مرزا کو یقین پادشاہ کے آنے کا
 ہوا اور وہ اپنے لشکر میں دوڑا گیا اور تسویہ صفوف میں مصروف ہوا۔ جب پادشاہ کو معلوم
 ہوا کہ غنیم اسکے آنے سے بے خبر تھا۔ تو اپنی مردانگی اور فتوت کے سبب لڑائی میں اتنا توقف
 کیا کہ اسکو خبر ہو جائے۔ تقارہ بجا کر اپنے آنے کی اسکو اطلاع کی کہ قراول خبر لائے کہ غنیم
 جلیہ پوشی و صف آرائی کر رہا ہے۔ حکم شاہی صادر ہوا کہ دریا سے عبور ہو۔ ہر چند امرار نے
 سمجھا یا کہ خاں کلاں کے لشکر کو آنے دیجئے۔ مگر اس نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ دریا
 پایاب تھا لشکر اتر گیا۔

مرزا نے ولی خاں سپہرچھاہ خاں حبشی کو دست راست کی فوج کا سردار بنایا اور حبشیوں
 اور گجراتیوں کی ایک جماعت اسکے ساتھ کی محمد خاں سپہر شیر خاں فولادی کو افغانوں کے
 انہو کے ساتھ دست چپ سپرد کیا۔ شاہ مرزا بہت سے بدخشی ماوراء النہر کی جنکے خود استخراں
 حرام نکی سے پرورش پائے تھے اپنے ہمراہیلے اور پادشاہ سے لڑنے کو تیار ہوا۔ میں ہزار سپاہ
 کی جمیعت اسکے ساتھ تھی۔ پادشاہ دریا سے ایک کوس پر بلندی پر بیٹھا لشکر کا تماشہ دیکھ رہا
 تھا۔ کہ آصفخان نے آنکر عرض کی۔ مرزا کو کہ کو کہ حضور کے آئینی خبر نہیں ہوئی۔ جب کوئی
 حضور کی تشریف آوری کی خبر دیتا تھا تو اسکو وہ میرا بوتراب در تمام دو تخواہوں کے لطافت بحال
 سمجھتا تھا جب اسکو قیس دیکر خاطر نشان کیا کہ حضور تشریف لے آئے ہیں تو اب ہ لشکر گجرات کو آراستہ
 کر کے آنے پر مستعد ہوا ہے۔ ابھی اس نے اپنی سرگدشت پورنی نہیں کی تھی کہ غنیم کا لشکر درختوں
 میں سے نمودار ہوا۔ ہراول پادشاہی ہڑنے گیا۔ مگر شکست پا کر اٹلا چلا آیا۔ پادشاہ بنے راجہ

بھگونت داس سے کہا کہ اگرچہ غنیم کا لشکر بظاہر بہت ہی مگر عنایتاً بزدلی بہائے ساتھ زیادہ ہی
 آؤ ہم تم یکدل و یک رویہ دیکھ راہ ہو کر اُس فوج سے ہلکے لڑیں جس لشکر کی سیر قیں سرخ
 ہیں وہ محمد حسین مرزا کا لشکر ہی اگر اس کا کام تمام کر دیا تو بیڑا پار ہی۔ محمد حسین مرزا اپنے لشکر میں
 سب آگے بڑھ کر آتا تھا۔ شاہ قلی خاں محرم و حسین خاں نے عرض کیا کہ تاخت کا وقت ہے۔
 پادشاہ نے فرمایا کہ عقل و دریں معاملہ داں ہمیشہ داغ و نگہبان و کار فرمائے آدمی زاد کی ہے۔
 ابھی پلہ دور کا ہے اور ہم بظاہر کم ہیں دور جا کر تاخت اور آوینش کرنے میں جمعیت لشکر میں پڑ گئی
 ہوگی اور کوئی شائبہ کام نہیں ہوگا۔ جو ہر مدانگی ظاہر نہ ہوگا اور مسکات حلیا ہاتھ سے جانے گا
 سے اسکی توضیح کی کہ ہاتھ کی انگلیوں کو باندھ کر گھونٹہ مائیے تو وہ زیادہ اتر کر لگے گا اور کارگر ہوگا۔
 بہ نسبت اسکے کہ پانچوں انگلیوں کو کھول کر ماریے۔ وہ دانستہ آہستہ آہستہ پُردلی و
 مردانگی سے خراماں خراماں چلا۔ اپنے لشکر کو مدارج خرد سکھاتا۔ مراتب دیرری سبتلاتا۔
 جس سے وہ یک دل سے ہزار دل ہوتے ان کا اخلاص بڑھتا۔ معاملہ دانی رونق پاتی۔
 پادشاہ کی فوج دشمن کے نزدیک ہوئی۔ مگر اس میں نظم و نسق نہ رہا۔ برانفار کی فوج شکست
 پا کر الٹی پھری۔ جب مخالف بہت نزدیک ہوا تو اُس پر تاخت کی۔ اللہ اکبر کے غلغلہ کا اور
 سورن کے زمرہ کا شور ہوا چپقلش عظیم ہوئی۔ ایک دو تلواروں کے ہاتھوں کی رد و بدل
 میں پادشاہ کے دست راست کی فوج کو غنیم نے پسپا کیا۔ محمد حسین مرزا نے پادشاہ کی
 جانب چپ کی سپاہ کو مار ہٹایا۔ وہ یہ جانکر کہ کھیت میرے ہاتھ آیا کچھ آگے گیا تھا کہ پادشاہ
 کی فوج قول نے مرزا کے پیرائے اور برانفار کو مار کر تباہ کر دیا جسکی تفصیل آگے ہوتی ہے۔
 مان سنگھ درباری اور گھوڑا داس کچھ اہمہ و فادکر نیرہ مال دیونے بڑی بڑی جوانمرد
 کیں۔ راگھو داس کی جان گئی اور محمد و فادر خنی ہوا۔ اس زرد و خور دیں ایک جوان مزد
 نے پادشاہ پر شمشیر کا ہاتھ چلایا جو اسکے گھوڑے پر پڑا جس سے وہ چسپاں ہو گیا۔
 مگر اس شبہوار شہر یار نے گھوڑے کو سنبھال کر شمشیر زن کو برچھ مارا کہ اس کے اندر

بیٹھ گیا۔ جب اس کو کھینچا تو سنان اسکی ٹوٹ گئی کہ دوسرے آدمی نے آنکر پادشاہ کی ران میں تلوار
 ماری مگر پادشاہ بچ گیا۔ ایک دن ورا آدمی نے آنکر نیزہ مارا۔ مگر چلیہ گوجر نے برچھ سے اُس کو مار ڈالا
 اُسی وقت قول پادشاہی دردمند ہو کر پادشاہ سے نزدیک ہوئی۔ اس فوج میں میر بخش نے
 اپنی بد ذاتی و بھیری سے پادشاہ کی خبر ناخوش اڑادی تھی۔ پادشاہ نے جب اس قول کی فوج
 میں جا کر اپنی آواز اُس کو سنائی تو اسکی جان میں جان آئی۔ اور دشمن کے دفعہ کرنے میں وہ
 متوجہ ہوئی۔ سید محمود خاں بارہ اور رے رائے سنگھ دفرحت خاں قول سے جدا ہو کر لڑے اور فتح پائی
 پادشاہ آہستہ آہستہ احمد آباد کی طرف جاتا تھا اور مرزا کو کہ اورشکر گجرات کے دیر لگانے کا
 سبب پوچھتا تھا کہ مغل کلاوت نے آنکر کہا کہ یوسف خاں کو کلتاش مارا گیا۔ پادشاہ اسکے
 مرنے کے افسوس میں تھا کہ مراد فتح پینچا کہ محمد حسین مرزا گرفتار ہوا۔ قول شاہی سے لڑنے
 میں اسکے چہرہ پر زخم لگا تھا وہ بھاگا جاتا تھا کہ گھوڑا اُس کا بیولوں کے کانٹوں سے گرا۔
 گدا علی جو کہ پادشاہی تھا وہ اس پاس گیا اس سے کہا کہ تو آئین تجھے بچاؤنگا۔ اس نے
 قبول کیا۔ اس کو اپنے آگے گھوڑے پر بٹھا کر پادشاہ پاس لے چلا۔ خان کلاں کا ملازم
 ساتھ ہوا۔ جب وہ حضور والا میں آیا تو دونوں میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں مرزا
 کو پکڑا ہوں۔ پادشاہ نے مرزا سے پوچھا کہ تم بتاؤ کس نے تم کو پکڑا ہے تو اُس نے جواب دیا
 کہ مجھے کسی نے نہیں پکڑا۔ حضور کے نمکسے گرفتار کیا ہے۔ پادشاہ نے مرزا کے ہاتھ جو پیچھے
 بندھے ہوئے تھے کھلوا کر مانسنگہ درباری کے حوالہ کیے۔ شاہ بد کو کہ مرزا کا کہو کہ تھا پادشاہ
 کے رو برو لانے اسکو پادشاہ نے اپنے نیزہ سے مار ڈالا اُس نے سنان کی لڑائی میں بھت بڑا ہرجا ہو گیا اس کو مارا تھا
 محمد حسین مرزا نے مانسنگہ درباری سے پانی مانگا۔ فرحت خاں چلیہ نے اُسکے سر پر دستار
 ماری کہ ایسے شورا انگیز بدخواہ دولت کو پانی پلانا کس آئین میں درست ہے۔ پادشاہ نے جب انکا
 شور سنا تو فرحت خاں پر اعتراض کیا اور آب خاصہ طلب کر کے اسکو پلا کر اپنی عنایت سے
 سیراب کیا۔ ابر دھت برسیا۔ برق مہربانی چمکائی۔ جو صند کار در بازار دکھایا۔ قردانی کی

آرائش پدید کی جرم بخشی و مجرم نوازی کا رتبہ بلند کیا۔ اپنی دالافطرتی و فتوت و اہلیت مردانگی کی داد دی۔

ابھی پادشاہ پاس کو کہ مرزا اسیں آیا تھا کہ پادشاہ آگے بڑھا جاتا تھا۔ اُس نے رے راستہ کو حکم دیا کہ محمد حسین مرزا کو ہاتھی پر ڈال کر ساتھ لے چلو۔ اس وقت اکثر آدمی پادشاہ کی استرحات کے لیے گوشوں میں چلے گئے تھے۔ سو آدمیوں کے قریب پادشاہ کے پاس تھے کہ سامنے سے ایک فوج نمودار ہوئی جس میں پانچزار آدمیوں سے زیادہ معلوم ہوتے تھے بعض یہ سمجھے کہ فوج گجرات مرزا کو کہی ہے۔ بعض نے کہا کہ شاہ مرزا کا لشکر ہے۔ جو محمود آباد کو ابتدا جنگ میں بھاگ گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ اختیار الملک اس لشکر کو لیے چلا آتا ہے۔ پادشاہ کا لشکر اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کے سبب ڈر اٹھا۔ جنگ کا حکم ہوا۔ مگر نقارچی کے خوف کے مارے لیے ہوش اُٹے ہوئے تھے کہ اُسے پادشاہ کا حکم سُنانی نہیں دیا۔ برچھے سے ہوشیار کیا گیا۔ تو اُس نے نقارہ پر چوب لگائی شجاعت خاں اور راجہ جگونت سنگھ نے آگے بڑھ کر مخالفوں پر تیر چلے۔ اس ہنگامہ میں پادشاہ کے حکم سے محمد حسین مرزا کا سر جدا کیا گیا۔ یہ فوج کہ پرشکوہ معلوم ہوتی تھی جتنی لشکر شاہی کے قریب آتی جاتی تھی۔ پراگندہ ہوتی جاتی تھی۔ اختیار الملک کچھ آدمیوں کو ساتھ لیکر اس سے جدا ہوا کہ مملکہ سے نکل جائے۔ کہ خرابست ز قوم کے صدمہ سے زمین سے زمین پر گرا۔ سہراب ترکمان جو پادشاہی یکن میں تھا۔ اسکے پیچھے جاتا تھا۔ اس کا سرتن سے جدا کیا۔ یہ لشکر احمد آباد کا محاصرہ کر رہا تھا جب اس نے سُنا کہ پادشاہ آتا ہے اور محمد حسین مرزا گرفتار ہو گیا ہے تو وہ حواس باخت ہو کر گریزان ہوا۔ اختیار الملک دو سو آدمیوں کے ساتھ پادشاہ کے لشکر کی دست راست کی طرف سے اور فوج کلاں فیلاں آراستہ کے ساتھ بائیں طرف سے بھاگ گئی۔ پادشاہ کو فتح حاصل ہوئی۔ نو دن میں پادشاہ نے وہ کام کیا جو برسوں میں ہوتا ہے۔ میدان جنگ میں دشمنوں کے بارہ سو آدمی مارے گئے۔ اور زخمی جو اُدھر اُدھر بھاگے انہیں پانچ سو جنگلوں میں مہر گئے۔ اور پانچو

بچیاں نکل گئے۔ غرض ان مرزاؤں کا حال یہ ہوا کہ ابراہیم حسین مرزا تو سید خاں کی قید میں ہلاک ہوا
 محمد حسین مرزا اس لڑائی میں تلوار سے قتل ہوا۔ شاہ مرزا کیس بھاگ گیا۔ پادشاہ کی طرف سواتی
 ماے گئے جنہیں نامور آدمی یہ تھے سیف خاں کو کہ نہر شاہ لڑا و صادق خاں راگوداس عمر علی جلائے۔
 جب پادشاہ کو اختیار الملک سے فراغت ہوئی کچھ دن باقی تھا کہ ایک فوج آ رہی تہ
 نمودار ہوئی۔ قریب تھا کہ لشکر شاہی سے ایک مٹ بھڑ ہو کہ شیخ محمود غزنوی نے اطلاع دی
 کہ مرزا کو کہ کا لشکر آتا ہے۔ پادشاہ اس سے خوش ہوا اور کہ مرزا پر ایسی عنایت و شفقت
 کی جیسے کہ باپ بیٹے پر کرتا ہے۔ اختیار الملک کا سر پادشاہ پاس سہرا ب لایا۔ پادشاہ سجدہ
 شکریہ میں جبہ سا ہوا۔ عبرت عوام کے لئے اس نے باغیوں کے سروں کا منٹ ر بنایا۔
 کوئی لکھتا ہے کہ آخر روز میں پادشاہ احمد آباد میں آیا منازل سلاطین گجرات میں گیا۔ اور
 فتح نامے تیز رو قاصدوں کے ہاتھ چاروں طرف روانہ کیے اور اپنے جان نشت رخصتوں
 کو انعام اکرام دیا۔ اپنے دار الخلافہ اگرہ کی طرف مراجعت کا غزم نصمم کیا۔ مرزا کو کہ نے بعض
 ارباب عام اور اصحاب گوشہ نشین کا شکوہ کیا کہ وہ ان فتنہ اندوزوں کے ہمراہ تھے
 ان میں سے ایک شیخ وجیہ الدین کہ علم معقول و منقول میں متصف تھے اور آداب قناعت
 و عزلت و اصلاح نفس میں اشتغال رکھتے تھے۔ انھوں نے حرام خوروں کا مال اپنے گھر میں بہت
 کچھ جمع کر رکھا تھا۔ جب شیخ سے پوچھا کہ آپ کو ان امور سے کیا مناسبت تھی۔ مولوی نے عرض کیا
 کہ آستانہ فی اور انھوں کی شرم اسکا سبب ہوئی۔ کہ میں نے اپنے گھروں میں سے ایک گھر
 ان کو دیدیا۔ وہ سچا معلوم ہوتا تھا اس لیے پادشاہ نے چھوڑ دیا۔ میر غیاث الدین قادری کے
 فرزندوں کے گھر میں سے اختیار الملک کے اموال برآمد ہوئے۔ ان کو بھی پادشاہ کی
 دور بینی اور غیب پروری سے نجات ہوئی۔ شیخ مظفر خورشید شیخ عبدالبنی کہ صدر گجرات
 تھے اور رشوت ستانی کے سبب سے مردانے ان کے سسر پر چوتیاں لگوائیں تھیں۔
 ان کو بھی پادشاہ نے معاف کر دیا بہت سے مخالفین نے زخمی پادشاہ کے رہبر و آئے انکو بھی نجات دی

آجہ آباد میں پادشاہ اعتماد خاں گجراتی کے مکانات میں اُتر اہوا تھا کہ شجاعت خاں منعم خان بابا
 کی نسبت کلمات ناشائستہ زبان سے نکالے اور مجلسِ معسی کا ادب مرعی نہ رکھا اور
 دولت شاہی کے اس تورہ کا لحاظ نہیں کیا کہ وہ حافظِ حدود اور مرتبِ مراتب ہے
 اس لیے ادب کی تادیب ضرور تھی۔ اس کو قاسم خاں کے حوالہ کیا کہ اسکو خانانِ پاس
 لے جائے۔ اُس کا جوجی چاہے وہ اسکا حال کرے۔ قطب الدین اور نورنگ خاں کو بروج
 کی طرف بھیجا کہ شاہ مرزا اس طرف بھاگا ہو اس کا علاج کرے۔ راجہ بھگونت داس اور
 شاہ قلی خاں محرم اور شکر خاں کو رخصت کیا کہ وہ ایدر کی راہ سے رانا کی ولایت میں
 جائیں۔ اور ان حدود کے سائے گردن کشوں کو تابع بنائیں۔ اور جو سرکشی کرے اس کی
 تہنیہ و تادیب شائستہ کر کے خوابِ غفلت سے بیدار کریں۔ شہرِ ٹن کی حکومت بدستور
 خاں کلاں کو عنایت ہوئی۔ دندو قہ و دولقہ اور بعض اور محالِ فزیر خاں کو مرحمت ہوئے۔
 گیا رہ روز میں مملکتِ گجرات کی مہات سے پادشاہ نے انفرانغ پایا۔ یکشنبہ ۱۶
 جمادی الاولیٰ ۹۸۱ھ کو دار الخلافہ کے قصد سے چلا۔ محمود آباد میں اول منزل ہوئی۔ مرزا
 کو کہہ کر رخصت کیا۔ خواجہ غیاث الدین علی قزوینی کو گجرات کی بخشگیری عنایت کی کہ وہ
 با منصوب مرزا کو کہہ کے اپنے کام کو رونق دیا کرے اور آصف خاں کا خطاب دیا۔
 چار دن بعد جب ست پوز میں پادشاہ آیا تو معلوم ہوا کہ راجہ بھگونت داس جو ایدر
 کی راہ سے بھیجا گیا تھا اس سے قصبہ بدھنگر میں شیر خاں فولادی کے غلام راویا نے قلعہ کو
 استحکام دیکر لڑنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر وہ لڑا نہیں۔ جوگیوں کے لباس میں قلعہ سے بھاگا
 جاتا تھا کہ گرفتار ہو گیا۔ پادشاہ اجمیر میں آیا اور شہرِ لٹریارت روضہ خواجہ معین الدین
 کی بجالایا۔ اور حکم دیا کہ بشکر آہستہ آہستہ چلے اور خود بطور ایلتار دار الخلافہ کو روانہ ہوا
 مگر یہیں آیا تھا کہ راجہ ٹوڈر مل جسکو دار الخلافہ سے بلایا تھا وہ یہاں آیا۔ اسکو جمع گجرات
 کی تحقیقات اور بعض مہات کی تنفیج کے لیے گجرات روانہ کیا۔ کہ بمقتنار و خور کار روانی

پادشاہ کا گجرات سے دار الخلافہ کو آنا

عدالت و نصیحت کے موافق بغیر اغراض بشری و دنیوی طمع متعہ مقرر کرے اور اس کی نقل پادشاہ پاس
بیحدے کہ مقصد بیان کا نگاہ سلطنت اسکے موافق سپاہ و رعیت کے ساتھ عمل کریں۔ جمادی الاخریٰ
کو پادشاہ دار الخلافہ میں داخل ہوا تینتالیس دن اس نے جلسے میں لگے۔ پادشاہ کے کارنامہ عظیم
میں سب سے بڑا کام مهم گجرات کا انصرام دینا سمجھا جاتا ہے سپاہ جو ایدر کی طرف بھیجی گئی تھی اس نے قلعہ بدہ
پر قبضہ کیا۔ ایدر کا زمیندار نرائن داس تھا وہ خدمات شائستہ بجالایا چٹکیش پادشاہ کے لئے روانہ کی
گوگندہ میں جہاں رانا ہوتا تھا اس نے پادشاہ کو اس نہ حاضر ہونے کے بہتے عذر کئے اور اجابہ
بہگوت داس کو اپنا شفیع بنایا۔ اور چھوٹا بیٹا ساتھ کیا۔ اور عرض کیا کہ میں خود خوف کے لئے حاضر نہیں ہو سکتا
یہ خوف دور کر کے حاضر ہوں گا۔ کچھ دنوں بعد راجہ ٹوڈرل جو گجرات کی جمع مقرر کر کے پادشاہ
پاس آتا تھا تو اس سے بھی رانا نے یہی عذر پیش کیا۔ پادشاہ نے مظفر خاں کو کابل سلطنت مقرر
کیا۔ جب اسے داغ سپاہی کا سخن درمیان آیا۔ تو وہ حقیقت معاملہ پر نہ پہنچا۔ بیہودہ باتیں
بنانے لگا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آقا اور نوکروں میں مخالفتوں کا ہونا پادشاہ کو ناگوار نظر
تھا۔ دون ہمت زربندہ ملازم جو عقل و اخلاص سے کچھ فروغ نہیں رکھتے۔ اوروں کے
نقصان میں اپنا فائدہ سمجھتے ہیں۔ بہت بے انصافی و بے تمیزی و قدر تارشناسی عمل میں آتی
ہے۔ اس سب سے نوکر تمغہ بڑی سی ناملاتی میں بے وفا ہو کر دوسرا صاحب قبول کر لیتا ہے
اور تیرہ رائی سے اپنی بیوفائی کی برائی پر خیال نہیں کرتا۔ آقا اور سردار بھی مغلوب آرزو کر
جمع مال میں کوشش کرتے ہیں۔ ناموس کی بقا کا خیال نہیں کرتے۔ کچھ نوکروں کو دیتے ہیں اور
ناموس کی عوض میں درہم و دینار جمع کرتے ہیں اس لئے پادشاہ نے ارادہ کیا کہ معاملہ قانون
داغ اور ممالک محروسہ کا خالص بنانا۔ اعیان دولت کا پایہ مقدر کرنا۔ اور جمعیت
و خدمت و اخلاص و بے غرضی و کارٹسلی کی رعایت کرنی اور رواتب و وظائف
و ادراوات مقرر کرنا یہ سب کام اپنی خرد و زمین سے عدالت کے موافق مقرر کرے
اس کا ذکر راجہ ٹوڈرل سے بھی کیا تو اس نے یہی عرض کیا کہ یہ اندیشہ حواب ہے لیکن

ظن غالب یہ کہ منعم خاں و مظفر خاں اس معاملہ پر راضی نہ ہوں۔ پادشاہ نے جب یہ باتیں مظفر خاں سے کہیں۔ اس نے خود آرائی اور معاملہ نشناسی سے اس آئین کے رواج میں تساہل کیا اس لئے اکبر پادشاہ کی نظر عاطفت سے گر گیا۔ اب اکبر کا دوسرا بڑا کام یہ تھا کہ اس نے بنگالہ و بہار کو فتح کیا۔

جب مبارز خاں عرف شاہ عدلی فرمانروائی اور پادشاہی کا مدعی تھا تو بیچ خاں کرانی اپنے بھائیوں سمیت بہار میں آیا۔ محمد خاں حاکم بنگالہ کے حمیدین شورش برپا کرتا رہا اور بہادر شاہ کے زمانہ میں گزرتے تغلق کو رواج دیتا رہا جب بہادر شاہ اپنی موت مر گیا۔ اور اسکے بھائی جلال الدین نے بہار و بنگال کی ریاست کا دعویٰ کیا تو ان دونوں بھائیوں تاج خاں و جلال الدین میں کبھی مخالفت سے کبھی موافقت سے بے رہ ہوتی تھی۔ بہت سے واقعات کے بعد جلال خاں مر گیا۔ اور تاج خاں ریاست بنگالہ اور بہار کا مالک ہو گیا اور یہ بھی تھوڑے دنوں میں ملک عدم کو روانہ ہوا۔ اس کا چھوٹا بھائی سلیمان کرانی بنگالہ و بہار اور اس کے مدو و پرستقل حاکم ہوا۔ خان زمان سے دوستی پیدا کر کے اپنے تئیں مستقل کر لیا۔ بے سرے افغان سب اس کے گرد جمع ہو گئے اس نے خزانے اور ہاتھی بہت سے جمع کئے۔ جب خان زمان اپنی بدافہالی کی سزا میں گرفتار ہوا اور شہنشاہ اکبر نے منعم خاں خان خانان کو جو نیپور اور اس کے نواح کی حکومت حوالہ کی جس کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔ زمانہ جس کو خان زمان نے آباد کیا تھا اس میں خان زمان کی طرف سے اسد اللہ خاں حاکم تھا۔ جب خان زمان مر گیا تو اسد اللہ خاں نے سلیمان پاس آدمی بھیج کر ایک حاکم طلب کیا کہ زمانہ اس کو سپرد کر کے نمک حرام بنے۔ مگر خان خانان کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو اس نے آدمی بھیج کر اسد اللہ خاں کو سمجھایا وہ نصیحت پذیر ہوا اور خان خانان کے گماشتہ قاسم بشکی کو زمانہ سپرد کر کے خود خان خانان پاس چلا آیا۔ افغانوں کا لشکر جو زمانہ کے خیال سے آیا تھا وہ بے برہہ پھر گیا۔ لودھی کہ عقل و تدبیر میں افغانوں کے اندر ممتاز تھا وہ سون ندی کے کنارہ پر سلیمان شاہ کا وکیل مطلق تھا اس نے

بنگلہ میں سلیمان حاکم بنگالہ کا شہنشاہ اکبر کا خطیٹ ہوانا

یہ دیکھ کر کہ خانخاناں صلاح جو اور مصالح طلب ہے اس امر سے دوستی پیدا کر لی اور اس طرح افواج شاہی کے
 صدقات اپنے ملک کو امین کر لیا۔ ان کے اور منعم خاں کے درمیان تحفہ ہدایا و رسل و رسائل بھیجے
 جاتے تھے جس سے رابطہ رسمی کو ہر ایک طرح کا استحکام ہوتا تھا۔ جس وقت کہ پادشاہ قلعہ چٹوڑ کی فتح کو روانہ
 ہوا تو راجہ اڈلیہ اور ابراہیم کے استیصال کے ورپے سلیمان تھانم خانخاناں سے اسکو اطمینان نہ تھا
 اسلئے وہ لودی کے وسیلہ سے سلسلہ یک جہتی کا محرک ہوا کہ اس سے خاطر جمع ہو۔ دوستانہ خط و کتابت کے
 بعد یہ امر قرار پایا کہ منعم خانخاناں اسکی ملاقات کو آئے۔ خانخاناں یہ سوچا کہ سلیمان سے ملنے سے ظاہری
 انتظام ہو جاوے گا اگرچہ دورین خیر خواہ اس اندیشہ ناصواب کے مانع ہوئے۔ مگر وہ سوچنے چنے امیر ہمایوں
 پٹنہ چلا۔ راہ ہی میں لودی نے آنکر تعظیم و احترام کی رسم کو ادا کیا۔ بعد ازاں سلیمان کا بڑا بیٹا
 بایزید آیا جب پٹنہ پانچ چھ کوس رہا تو سلیمان استقبال کو آیا۔ اول خانخاناں نے سلیمان کو
 اپنی منزل میں بلا کر جشن کیا۔ دوسرے روز سلیمان نے خانخاناں کی مہمانی کی اور منسبر پر
 شہنشاہ اکبر کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلایا اور لائق پیشکش دیں۔ اس کے اعیان میں سے
 ایک جماعت نے شورش انگیز ہو کر یہ چاہا کہ منعم خاں کو گرفتار کر لیجے لیکن لودی نے سمجھایا کہ
 اس شہنشاہ کے خانخاناں کو گرفتار کرنے سے کیا فائدہ اٹھاؤ گے۔ جو ہر سکین کو تربیت
 کر کے خانخاناں بنا سکتا ہے۔ سو اس کے ابراہیم شاہ ہمارا مخالف کین میں بیٹھا ہوا ہے
 سلیمان نے تو لودی کا کما مان لیا۔ مگر اور افغان غل مچاتے رہے۔ منعم خاں یہ خبر سنکر بظالمت غل
 اپنے لشکر سے جدا ہوا۔ اور لودی کی صلاح سے جریدہ چلا۔ بہت دور جا چکا تھا کہ افغانوں
 کو خبر ہوئی۔ مگر اب وہ کیا کر سکتے تھے ناچار ملائمت اختیار کرنی پڑی۔ بایزید لودی
 جریدہ خانخاناں کے رو برو آئے۔ اعزاز اور اکرام کر کے واپس گئے۔ خانخاناں گنگا
 سے دو تین منزل چلا تھا کہ قلعہ چٹوڑ کی فتح کی خبر اس پاس آئی جس سے اولیاء دولت کو
 تقویت ہوئی۔ اور سلیمان دہلی کے ساتھ ہنگالہ میں آیا۔ اور اپنے مہمات کے انصرام میں مشغول
 ہوا۔ ملک اڈلیہ کو جس میں جگناتھ کامنڈر ہے اس نے فریب سے لے لیا۔ اور وہاں کے

راجہ کو بدھ ہی کر کے مار ڈالا۔ اور ابراہیم کو بڑھکی عقل درست تھی نہ نصیبیہ ملے تھا۔ اور گزراں
 ہو کر راجہ اڈیسہ پاس کیا تھا اور سروری کا اندیشہ اپنی ساتھ رکھتا تھا۔ اسکو قسم اور ترور سے اس نے
 ہاتھ تلے لاکر عدم خانہ کو رخصت کیا۔ سلیمان کر راتی اڈیسہ ونگالہ و بیمار کا مستقل فرمانروا کیا۔ اس نے
 یہ عمل منافقانہ جاری رکھا کہ ہمیشہ عرائض اور شکایتیں پادشاہ پاس بھیجتا تھا اس سبب اسکے نفاق دلی کا
 پروہ فاش نہیں ہوتا تھا۔ وہ شہر میں مر گیا۔ اور سوقت پادشاہ خود مہم گجرات میں مصروف تھا منعم خان خانان
 کو حکم بھیجا کہ وہ بیمار ونگالہ و اڈیسہ کو تسخیر کرے۔ سلیمان کا بیڑا بیٹا بایزید باپ کا جانشین ہوا۔ اس کی
 بیخودی کا ضمیر زیادہ سری ہوئی اس نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ باپ مفور سرکشوں کو اپنی مداراسی
 مطیع رکھتا تھا۔ اس نے اسے چھوڑ دیا۔ خود رانی سے تنگ گیری اور کینہ کشی اختیار کی اور اپنے باپ کے
 اعیان کا ذیل کرنا اپنا پیشہ بنایا۔ حماد اس کے چچا اور بھائی کا بیٹا مانسوی تھا وہ اس کا
 داماد بھی تھا۔ اور یک جہتی اور دوستی بھی اسکے ساتھ رکھتا تھا۔ اس کی بدسلوکی سے رنجیدہ
 ہوا۔ اس حدود کے فتنہ جویوں نے اس کو ملک کی طمع دلائی اور اسکو سمجھایا کہ بایزید کو ٹھکانے
 لگائے۔ اس بدخیت نے ان سب نسبتوں کو جو اس کے ساتھ تھیں چھپ سے پر رکھا اور بایزید کو
 مار ڈالا۔ یہ شہنشاہ اکبر کی اقبال مندی تھی کہ یہ کام وہ ہوا کہ اس کے اولیاء دولت ہزار رنگا پو
 کرتے تو نہ ہوتا۔ لودی اس ملک کا نفس ناطقہ تھا اس نے اس دیار کے اعیان سے اتفاق
 کر کے سلیمان کے چھوٹے بیٹے کو پادشاہ بنایا اور مانسوی کو قید کر کے قتل کیا۔ گو جرخاں
 کرانی نے جو اس ملک کی شمشیر تھا بر خلافت لودی کی رائے کے بلینید کے بیٹے کو صوبہ
 بہار میں فرمانروا بنایا۔ بنگالہ سے لودی بہت سا لشکر لے کر بہار کے قصد سے چلا۔ اور
 منعم خان خانان کی بے توجہی اور لودی کے فتنوں و فسانہ نے گو جرخاں کو مطیع بنایا
 اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب سلیمان کے مرنے کی شہرت ہوئی تو منعم خان خانان
 چنار گڑھ سے صوبہ بہار کی طرف متوجہ ہوا اس نے تنگری قلی و فرخ بر خلیق و پایستہ
 محمد تقی سگ کش اور ایک جماعت کو حاجی پور بھیجا اور طالعی اور مرزا علی اور ندیم بیگ کو

سلیمان کام نام اور بنگالہ و بیمار میں فساد ہو رہا تھا

پٹہ بھجا۔ گوجر خاں میں ان سے لڑنے کی قوت نہ تھی۔ اس نے تختے و ہڈے بیچ کر ایک جتنی کا دم بھرا۔ اور یہ قرار دیا کہ پادشاہ کے ملازموں میں داخل ہوتا ہوں اور بنگالہ کی فتح میں شائستہ خدمات بجالاؤں گا۔ میری ملتیں یہ ہیں کہ پادشاہ کے ملازموں کے زمرہ میں داخل کر کے گورکھ پور میں لے آئے۔ اہل خیال جاگیر میں آیا۔ جملے اور صوبہ بہار اور شاہی اپنی جاگیر میں لے لیں۔ یہاں یہ کہہ کر حاجی پورا اور بہار اس سال مجھے دیدیں کہیں اس کا حاصل نقد سرکار اعلیٰ میں داخل کروں۔ اور دوسرے سال مجھے بنگالہ میں جاگیر دیدیں۔ منعم خان خاناں نے اس کی درخواست قبول کی اور یہ ارادہ کیا کہ گورکھ پور اس کو دیدے۔ اس اثناء میں لودی کہ اس دیار کی رو باہ تھی حقیقت حال سے واقف ہو کر ہاشم خاں سے کہ ہمیشہ دورنگی رکھتا تھا۔ اتفاق کر کے اس منعم کو اس نے درہم و برہم کر دیا۔ گوجر خاں جب خان خاناں سے مایوس ہوا تو وہ لودی سے جا کر ملا۔ لودی کو یقین تھا کہ افغان خراب ہونگے یا وجودیکہ وہ داؤد سے مخالفت رکھتا تھا۔ اس نے خان خاناں کے ساتھ صلح کا ڈول ڈالا۔ انہی اتفاقات اور آشنائی قدیم کو یاد دلایا۔ جو سلیمان کے ساتھ خان خاناں رکھتا تھا۔ اور یہ قرار دیا کہ دو لاکھ روپیہ نقد اور ایک لاکھ روپیہ کا قماش پیشکش لیکر افواج پادشاہی ابھی چلی جائے۔ منعم خاں نے پیشکش لیکر مراجعت کی۔

ان دنوں میں خیرآئی کہ گورکھ پور کو یوسف محمد نے لے لیا اور فساد مچایا۔ اس سرگزشت کی شرح یہ ہے کہ یوسف محمد پسر سلیمان اوزبک کو منعم خاں پادشاہ پاس لے گیا تھا۔ پادشاہ نے نصیحت پذیری اور اصلاح مندی کے واسطے دار الخلافہ آگرہ میں مقید کیا تھا۔ جب پادشاہ نے منعم گجرات کے بے سفر کیا تو بندی خانہ آگرہ سے کسی طرح نکل بھاگا اور آدمیوں کو جمع کر کے گورکھ پور کو پانیندہ محمد سگ کش سے لے لیا۔ جب خان خاناں کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے اس فتنہ کے دور کرنے کے لئے خان محمد ہسودی اور پانیندہ محمد سگ کش اور تنگری قلی کو بھیجا اور خود بھی قصبہ محمد آباد سے محمد قلی خاں یرلا س اور مجنوں خاں قاتال اور اور امیروں کے ساتھ روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں مجنوں خاں

قاتل سبقتاؤں کو ہمراہ لیکر خانان کے لشکر سے بھاگ گیا۔ اس کے بھاگنے کا سبب یہ تھا کہ یار لوگوں نے جھوٹی خبر آدی تھی کہ ہم گجرات میں بابا خان جباری خاں وغیرہ شہنشاہ کو مار کر مرزاؤں کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اس سبب مجنوں خاں قاتل کی گرفتاری کا حکم بادشاہ نے بھیج دیا۔ منعم خاں نے ہر چند اسکو تسلی دی مگر اس نے نہ مانا جب اس پاس بابا خان جباری خاں کے خط آئے جن میں عنایت شاہی کا بیان لکھا ہوا تھا تو اس کی خاطر جمع ہوئی۔ منعم خاں گورکھ پور کو فتح کر کے واپس آیا تو مجنوں خاں اس کے لشکر میں غل ہو کر آیا۔ خانخانان نے اسکی دیوئی کی۔ اس اثنا میں داؤد لشکر گراں لیکر چونپور پر متوجہ ہوا۔ اپنے سے آگے لودی کو منتخب لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس نے زمانہ پر قبضہ کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکو ویران کیا محمد قاسم خاں سردار امان لیکر نکل آیا۔ خانخانان نے بھی سزا دل میںج کر امرا کو چاروں طرف سے جمع کیا۔ محمد قلی خاں برلاس مجنوں خاں قیا خاں وراجہ گچیتی اور ایک جمع کثیر کو آگے روانہ کیا اور خود آہستہ آہستہ چلا۔ خانخانان نے لسان انجیب میں فال دیکھی تو یہ شعر نکلا۔

اے پادشہ خوباں داد از غم تنہائی
دل بے تو بجان آمد وقت است کہ باز آئی

اس غزل کو اپنے علیحدہ میں محفوظ کر کے درگاہ والا میں بھیج دیا۔ لودی نے زمانہ کو لے کر پانچ چھ ہزار سپاہ بھر داری یوسف محمد گنگا پار بھیجے۔ یہ یوسف محمد گورکھ پور سے بھاگ کر انھوں میں سے مل گیا تھا۔ مرزا جبین خاں وراجہ گچیتی وغیرہ ملازمان شاہی اس لشکر سے لڑے اور اس کو شکست دی اور بہت آدمی مارے۔ اس کے بعد محمد قلی خاں برلاس اور امرا بھی آگے بڑھ دیے۔ سپاہ آب (کالی ندی) اور آب گنگ کے درمیان قلعہ بنایا اور بھاری لشکر لے کر اس میں ہو بیٹھا ہر روز اس کے اور پادشاہی لشکروں میں لڑائی ہوتی۔ اگرچہ پادشاہی لشکر دل نہاد ہو کر لڑتا مگر غنیمت پاس لشکر وفیل و توپخانہ بہت تھا۔ پادشاہ سورت کے قلعہ کی فتح میں مصروف تھا اس لئے منعم خاں صلح چاہتا تھا۔ لودی اس کو قبول نہیں کرتا تھا۔ امرا شاہی کا عجیب حال تھا۔ نہ راتے جنگ کر دن نہ روئے برگشتن کہ ناگاہ یہ واقعہ پیش آیا کہ داؤد شاہ نیگالہ سے موگیہ میں آیا۔ یہاں یوسف خاں کو مار ڈالا۔ وہ اس کے چچا زاد بھائی تاج خاں کا بیٹا

لودی اور داؤد اور خانان کو جبر خاں کے حملات

تھا۔ اسکی طرف سے اسکو یہ اندیشہ تھا کہ لودی اسکو بلند پایہ کرے گا۔ لودی تاج خاں کا نوکر تھا اور اپنی بیٹی کو اس لڑکے کے ساتھ نامزد کر چکا تھا۔ داؤد سے لودی کے بد اندیشوں نے جو کچھ کہا اسکو سچ جانا جب لودی کو یہ خبر ہوئی تو وہ داؤد سے برگشتہ ہو گیا۔ اور منم خاں سے بڑی نیاز مندی کے ساتھ مصالحت کا طالب ہوا۔ اور لائق پیشکش درگاہ والا میں بھیجے۔ داؤد نے جب لودی کے برگشتہ ہونے کی اور اس کے آنے کی خبر سنی تو سر اسیمہ ہو کر گدھی کو مضبوط کیا۔ اور سپاہیوں میں باپ کا خزانہ تقسیم کر دیا۔ لودی۔ جلال خاں سدھوری اور کالا پھاڑ راجہ پھر گئے۔ جب اسکی جمعیت میں تفرقہ پڑا۔ ناگریز لودی جو داؤد کے قصد سے جاتا تھا وہ قلعہ رہتاس میں متحصن ہوا۔ منم خاں سے استمداد چاہی۔ صریح لکھا کہ میں درگاہ والا کا ملازم ہوں اور جلد آپ سے ملونگا اور آپ کے وسیلہ سے پادشاہ کی پلے بوسی سے مشرف ہونگا۔ منم خاں نے ہاشم خاں و تنگری قلی وغیرہ کو کمک کے لئے بھیجا۔ پادشاہ کی آمد کا مترصد تھا۔ پادشاہ جب گجرات کی مہمات سے فارغ ہو کر دار الخلافہ میں آیا تو وہ ممالک شرقیہ کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا کہ مغرور گردن کشوں کو ان حدود سے نکالے۔ نوارہ کا حملہ اور انتظام پر مانند خویش راجہ ٹوڈل سے متعلق تھا۔ اس نوارہ میں جنگی کشتیاں ہوتی تھیں۔ جن میں توپ خانہ ہوتا تھا۔ پر مانند اور لشکر خاں میر بجٹی کو نوارہ کے ساتھ روانہ کیا۔ اور ان حدود کے امرا کیار اور جاگیر داروں کے نام حکم بھیجا کہ بجٹی اور اتفاق کو اپنا رویہ بنا کر منم خاں خان خاناں کی صلاح سے باہر نہ جانا۔ اگرچہ پادشاہ نے بہت سا لشکر ان مہمات کے لئے نامزد کیا۔ مگر سب آدمیوں کی یہ حالت نہیں ہوئی کہ مراسم خدمت کو غالبانہ حاضریہ کی برابر بجالائیں۔ اکثر ضعیف اعتقاد اور سوداگر طبیعت ہوتے ہیں کہ خدمت بے بہا اور تردد بے مجرا کو اکارت جانتے ہیں۔ اور منفعت نقد پر مرتے ہیں۔ راجہ ٹوڈل کو کہ امانت و دیانت و عنایت و محرمیت میں امتیاز رکھتا تھا پادشاہ نے مقرر کیا کہ وہ آدمیوں کے حاضر کرنے میں اور شکر کی شان دیکھنے میں اہتمام کرے زربندہ گروہ اس کو یا سوس خدمت سمجھ کر کابلی اور فتنہ اندوزی کی طبیعت مائل نہ ہوں

بندگان اخلاص مند کے شعار کے موافق وہ خدمتہ آکر ہوں اور ہماری غیبت میں جیتی و چالاک لپی کریں
 جیسی ہماری حاضری میں منعم خانخانان تزیینی کے کنارہ پر جہاں گنگا چنادر سوتی ملتے ہیں پہنچا تھا کہ راہم
 ٹوڈرل آکر اس سے مل گیا۔ ان پاس تھوڑے عرصہ میں لشکر گراں جمع ہو گیا۔ لشکر شاہی کی ترتیب اس
 طرح ہوئی کہ قول سپاہ نے خانخانان کی شمشیر و تدبیر سے ہنوکام پایا اور جرنال غار کا ناظم محمد قلی خاں برلاس
 مقرر ہوا۔ ہر اولی میں خاں عالم کا مطلب ہوا۔ کچھ لشکر شاہی دریائے پار گیا تو وہ انہوہ افغانوں کا بھاگ گیا
 جو اس قلعہ میں تھا کہ افغانوں نے ابھی بنایا تھا۔ اسی اثنا میں تنگری قلی خاں کی تحریر آئی کہ داؤد خاں
 سے لودی مل گیا اور ہم کو رخصت کیا۔ اور اب یہ برسر پر غاش ہے۔ قلو خاں گوجر خاں کے مہوں میں لودی
 آگیا۔ داؤد نے اسکو پیغام دیا کہ تو بجائے سلیمان کے ہے۔ اگر اس خاندان کی محبت کے سبب سے
 تو مجھ سے خفا ہو گیا ہے۔ حق دولت تو نے ادا کیا اور میں اس سے ناخوش نہیں ہوا۔ اور
 تجھ ہی سے مجمع امور میں مجھے استعفاء ہے۔ اس وقت سے کہ لشکر والا شکوہ سر پر آیا ہے۔ تو ہمیشہ
 خیر اندیش رہا ہے۔ غریمت پیکار کے لئے چست کر۔ لشکر خزانہ و توپ خانہ تیرے ہمراہ کرنا ہوں
 غرض گوجر خاں کے وسیلہ سے داؤد خاں اور لودی میں صلح ہو گئی۔ اور داؤد نے لودی کو اپنے سے
 پہلے لڑنے کو بھیجا۔ لودی نے لشکر شاہی کے روبرو قلعہ بنایا اور جنگ و ستیزہ سے پیش آیا دریا نے
 سون کے کنارہ پر لڑائیاں کشتیوں پر ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ لعل خاں نے تیز دستی کر کے خالقوں
 کی چودہ کشتیاں چھین لیں۔ اس میں لعل خاں کا بیٹا جان دیدینے سے سرخرو ہوا۔ دشمن بہت ہلاک
 ہوئے۔ اسی زمانہ میں لودی کا مارا جانا مشہور ہوا۔

اس قصیدہ کی حقیقت اکبر نامہ میں یہ لکھی ہے کہ لودی مطمئن خاطر ہو کر منگامہ نیرد کو گرم رکست تھا
 کہ داؤد اس کے بعد بیاں آیا۔ جلال خاں کہ ہو یہ کے گھر میں اترا اور آدمی بھیجا کہ لودی اور اسکو
 وکیل کالو اور بھول کو بلا لائے۔ ان سے بعض باتوں کا مشورہ کرنا ہے۔ لودی دلچسپی کے ساتھ
 بھول کے ساتھ آیا۔ کالو ساتھ نہ آیا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس کام میں خیر نہیں معلوم ہوتی۔ داؤد
 اول لودی کے لوازم تو طبیم بجالایا۔ اور پر خود چلا گیا۔ قتلوا اور ایک اور جماعت آئی لودی کو

گرفتار کرنے لگے کہ اسکے ملازم نے قتلہ کے ایک تلوار ماری مگر لوگوں نے اس نوکر کو مار کر لٹکا
 لٹکے کر دیا۔ لودی کو مقید کر لیا۔ افغانوں میں ایک شورش برپا ہوئی سب اعیان نے اسکے
 مارنے پر اتفاق کیا۔ داؤد نے اس سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیے۔ لودی نے کہا کہ میری عرض و
 ناموس میں دست درازی نہ کرنی چاہیے۔ کوئٹہ اندیشوں کے اغوا سے اس بلا میں پڑا ہوں صلاح
 حال یہی ہے کہ خلوت کدہ عدم میں آرام کروں۔ ان احمقوں نے اسکو اور بھول کو ہنا خانہ عدم
 میں بھیجا۔ یہ بھی شہنشاہ اکبر کی اقبال مندی تھی کہ لودی افغان جسکو ہزار تدبیر سے دور کرنا دشوار تھا
 وہ مخالفوں کے ہاتھ سے دنیا سے اٹھ گیا۔ اسماعیل سپر لودی کو کہ بہت ہی چھوٹا تھا منعم خاں پاس لگا۔
 طبقات اکبری میں اس واقعہ کو یوں تحریر کیا ہے کہ لودی نے
 جلال خاں کو روری کو بھیجا کہ داؤد سے صلح کر لی۔ مگر داؤد ایک لوندا و باش تھا۔ اور سلطنت کے
 کاموں سے محض نا آشنا۔ اور قتلہ خاں نے جس پاس مدتوں سے ولایت جگناتھ تھی
 پر کیا۔ اور سرسید بھنگالی نے اسکو آگیا۔ خود وہ عقل کا پورا ہی تھا۔ لودی کو کہ امیر الزام
 اور مدار الملک تھا گرفتار کر کے مقید کر لیا اور سرسید بھنگالی کو حوالہ کیا۔ وی نے بندی خانہ
 میں قتلہ اور سری دھر کو بلایا اور انکی زبانی داؤد کو پیغام بھیجا کہ اگر تو اپنے ملک کی اصلاح میرے
 مارنے میں سمجھتا ہو تو مار ڈال۔ اگرچہ میری ماریکے بعد تو بہت پشیمان ہوگا۔ تجھے ہمیشہ خیر خواہانہ
 نصیحت کرتا رہتا ہوں۔ اب بھی یہ نصیحت کرتا ہوں کہ مجھے مار کر تو بے ستا شا مغلوں سے لڑے۔
 تجھے فتح ہوگی مگر اگر شست پشین را بدل میت : اور اگر تو یہ کام نہیں کرے گا تو نفل تجھ پر چڑھ
 آئیگے اور تو انکو نہ ہٹا سیکے گا۔ مغلوں کی مصالحت پر مت بھولنا وہ اپنی وقت پر کبھی نہیں چھوڑتے
 ہیں افغانوں کا دوبارہ آچکا تھا۔ خدا انکا زوال چاہتا تھا۔ اور شہنشاہ کے عدل و انصاف کا آفتاب
 متمدن پر چمکانا منظور آہی تھا۔ داؤد نے یہ قرار دیا کہ لودی کو مار ڈالنا چاہیے کہ میری حکومت
 بالاستقلال خاطر جمعی کے ساتھ ہو۔ لودی سے قتلہ و سری دھر عداوت رکھتے تھے جانتے تھے
 کہ اگر لودی زندہ نہ رہے گا تو ان کو رکائب اور وزارت مل جائے گی۔ انکو یہ موقع خوب ملا بے غرضانہ

بناوٹے داؤد سے انہوں نے لودی کے قتل کے مقدمات خوب گھڑے۔ داؤد بے بادہ
 ارغوانی میں مست اور جوانی میں مغرور تھا۔ اس نے لودی کو قتل کروادیا۔ ہاتھیوں و رخنوں
 اور سب چیزوں پر قبضہ کر لیا۔ وہ حماقت اور نادانی سے بہوش تھا۔ دفع غنیم کی طرف اصلا
 متوجہ نہ ہوا اور اس صلح نامہ پر کہ لودی نے کی تھی اعتماد کر کے کچھ پروا نہ کی۔ لودی اپنے
 حسن تدبیر و اصابت رائے و جدت فہم سے ملک بنگالہ کو آشوب سے بچاتا تھا اسکے قتل کرنے کا
 داؤد کو دلی افسوس تھا۔ باوجودیکہ اس پاس اتنا لشکر اور سامان جنگ تھا۔ مگر بغیر اس کے
 کہ شمشیر میان سے نکالے۔ یا تیر کمان میں لگائے۔ پیٹھ میں آن کر متحصن ہوا۔ اور اس کی
 مرمت کر کے مورچے جمائے۔ خانخانان ان حالات کو سن کر خوش ہوا اور دربار سونے شائستہ
 آئین سے پار اتر اہم مراسم احتیاط کے برتنے سے آسان کام مشکل ہو گیا۔ افغانوں کا لشکر ایسا
 متفرق ہو گیا تھا کہ اگر لشکر پار شاہی ہمت کر کے تیز دستی کرتا تو آسانی سے کام انجام پاتا چاہکی
 وحشی کی مگہ تاخیر کی لشکر تمام زرہ و بکتر پہن کر سوار ہوتا۔ راجہ تو ڈرل آگے جاتا لشکر کے اترنے
 کی جگہ تجویز کرتا اور اس زمین کو آدمیوں میں تقسیم کرتا۔ وہ جلدی سے قلعہ بناتے۔ گہری خندق
 کھودتے۔ غرض پیٹھ تک بھی حزم احتیاط جاری رہیں افواج شاہی نے یہاں آنکر مورچوں کو
 قسمت کیا اور محاصرہ کر لیا۔

برسات شروع ہونے کو تھی کہ منعم خان خانان کی متواتر عرضیاں پادشاہ پاس آئیں کہ حصا
 پیٹھ کے محاصرہ پر مدت گزر گئی ہے۔ قلعہ کے ایک جانب دریا ہے۔ قلعہ کے اندر آذوق
 خوب پہنچتا رہتا ہے اسکے پاس سامان قلعہ داری دلخواہ ہی۔ لشکر و توپ خانہ خزانہ
 اور ہاتھی بہت ہیں۔ ابرو باران کے موسم کے آنے نے اور آب و باد کی طوفان خیزی
 نے لشکر شاہی کو متزلزل اور مضطرب کر رکھا ہے۔ اگر حضور تشریف لائیں تو یہ مشکل آسان
 ہو جائے۔ اکبر علی خاں اور اسکے بیٹے نے بہادرانہ لڑکر جان دی۔ عالم خاں نے بچ بھاری
 پیر گرم رومی کر کے بڑے بڑے ہاتھی اور غنائم حاصل کیئے۔ حسن خاں پٹنی اس زمانہ کے

ہنایت شجاع اور دلیروں میں تھا۔ وہ مخالفوں کے لشکر سے جدا ہو کر بادشاہی لشکر میں آگیا تھا۔ منعم خاں نے اسکو عواطف شاہی سے متال کیا۔ اور سرکار سارن اسکی جاگیر مقرر کی۔ وہ اولیاء دولت کی دلجمی اور اپنے گرمی ہنگامہ کیلئے ہمیشہ دشمنوں کے استیصال کے لئے دشمنیں بائیں کیا کرتا تھا۔ اس نے یہ دو کام بنائے جن سے یہ عقد مشکل نما آسانی سے حل ہو جائیگا۔ اول دریائے بن پن (یہ دریا پٹنہ سے ۶۰ میل پر مشرق میں گنگا کے داہیں کنارہ پر ہے) کا بند توڑ دینا چاہئے کہ اس موسم میں جو پانی ہر روز بڑھتا جاتا ہے وہ گنگا میں جا ملیگا اور نہیں تو قلعہ کو جار و غفلت پانی کھڑا ہو جائیگا جس سے محاصرین پر کام دشوار ہو جائیگا۔ دویم تدبیر کی کار فرمائی اور تیرہ کشتی کے زور سے حاجی پور کو غنیم کے ماتھے سے نکالنا چاہئے کہ قلعہ میں آذوق اس شہر سے پہنچتا ہے۔ منعم خان خانان نے حاجی پور کی تسخیر کے لئے خان عالم کو حکم دیا مگر اسنے عذر کیا کہ میں شہنشاہ کے حکم سے ہراول میں افسر مقرر ہوا۔ اسلئے یہ معاملہ التوا میں پڑ گیا۔ مجنوں خاں بند توڑنے کیلئے مقرر ہوا اسنے راتوں رات جا کر اس کام کو بخوبی سر انجام دیا۔ سلیمان اور بابو منگلی غنیم کے امراء کبار اس رات کو خواب غفلت میں سوتے تھے شرمندگی کے مارے گھوڑا گھاٹ کو وہ چلے گئے۔

جب محاصرہ کو امتداد ہوا اور منعم خاں کی یہ عرائض آئیں تو بادشاہ نے خود یورش کا ارادہ کیا۔ اور بڑی بڑی کشتیوں کے تیار کرنے کا حکم دیا اور یہ قرار دیا کہ حضرت شہنشاہ اور شاہزادے اور بعض بیگمات اور بساترزم و بزم کے مقرب تو کشتیوں میں جائیں اور باقی لشکر خشکی کی راہ سے روانہ ہو۔ سب طرف لشکر بہت جلد جمع ہو گیا اسباب یورش میں کشتیاں عجیب غریب تھیں۔ انبی طرح طرح کے منازل و لکٹ اور مناظر فرخ بخش بنائے گئے اور وہ بانغ اور چین جن کا زمین پر لگنا مشکل تھا وہ لگائے گئے ان خانہ آبی (کشتی) کے سر پر ایک جانور کی شکل بنائی گئی کہ جب وہ دیکھ کر لوگ حیران ہوتے تھے۔ ایک بڑی کشتی کا رخانہ کے واسطے تھیں ہر ایک کے لئے حسب مراتب

بادشاہ کا دارالخلافت سے کشتیوں میں سوار ہوا کہ بیٹہ حاجی پور جانا

کشتی میں منزل تیار کی گئی اس لشکر کی سربراہی مرزا یوسف خاں رضوی کو سپرد ہوئی۔

ابو الفضل لکھتا ہے کہ سلطنت کرنیوالوں کا اور فرمان دہان دادگر کی آئیں کا اقتضایہ ہے کہ فرمان پذیروں کو تو قناعت اسپر کرنی چاہئے جو ان پاس ہو کہ وہ ان چیزوں کی گردآوری میں جو انکے ہاتھ میں نہیں ہیں پراگندہ دل نہ ہوں۔ اس طرح فرمانروایان انصاف گزیر لیتے دوست کو لازم فطرت اور فرض وقت ہے کہ جن ملکوں کو تصرف میں رکھتے ہیں کتنا کریں اور ملکوں کی تسخیر میں دل لگا لے کر عبادت جانیں۔ اس میں منصف دانش پروروں نے زمانہ کی مزاج شناسی کر کے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ مسمورہ عالم نے عالی فطرتوں کی بے توجہی سے انعام پایا ہے۔ ایک فراخ حوصلہ کار دان دادگر کو قرار ہو تو اختلاف کا غبار نہ پیدا ہو اور اہل جہان کو آسائش ہو اس سبب سے شہنشاہ اکبر اور ملکوں کے تسخیر کی فکر کرتا تھا۔ اس مضمون کا حاصل انگریزی مورخ اس طرح بیان کر رہے ہیں کہ اکبر کی یہ رائے تھی کہ جب تک ساری ہندوستان کا ایک پادشاہ نہ ہو اس میں امن و امان نہیں رہ سکتا۔ اسی اصول کو برٹش گورنمنٹ نے اختیار کر کے کل ہندوستان پر اپنی فرمان روائی جمائی ہے۔ انکے مدبروں کی بھی یہ رائے تھی کہ جب تک ہندوستان میں پیرے مونڈے پادے یعنی ایک قوت سب پر غالب نہ ہو ہندوستان میں امن و امان نہیں قائم رہ سکتا پادشاہ نے جب سامان یورش تیار کیا تو شہاب الدین احمد کیل دیوان خالصہ کو اگرہ تفویض کیا۔ اور شنبہ و صفر ۹۲۰ کو مع شاہزادوں اور بیگیات کے کشتی میں بیٹھا ساختہ از حکمت کار آگہان پہ خانہ گردندہ بگود۔ جہاں نہادرہ حکم خدا نے حکیم پہ خانہ رواں خانگیانش مقیم پہ اہل سفر را ہمہ بروے گزیرہ ہمرہ او ساکن داد در سفر پہ ایک کشتی میں ایک منزل میں ایک ہاتھی نامی بال سندر مع دو ہتینوں کے سوار تھا اور ایک دوسری منزل میں فیل سمن۔ یہ عجیب تماشا تھا کہ دریا میں طرح طرح کی کشتیاں چل رہی ہیں ان کے اونچے اونچے بادبان لگے ہوئے ہیں انکے نقش و نگار و پوششیں طرفہ نگار بہار دکھا رہی ہیں۔ دریا کی موجوں کا تلاطم ہی

ہوا شدت سے چل رہی یا گھنگور گھٹائیں اٹھ رہی ہیں۔ موسلا دھار بیچھ برس رہا ہے۔ بجلی کو نندی چلتی کرکڑاتی ہے۔ بادل گر جتے ہیں۔ قصبہ ٹاؤں کے قریب جنما کی طغیانی نے چند کشتیاں ڈبو دیں قصبہ کالی میں ایک دن تو قف کیا۔ ایک برس میں کو اس قصور میں کہ اسنے دختر کو زود بنایا تھا پھانسی دی۔ گو بعض نے یہ صلاح دی کہ اس برس میں کو مارنا نہیں چاہیے۔ جس سے معلوم ہو کہ ہندوؤں کے مذہب میں ایسی نامعقول حرکتیں ہوتی ہیں جسکے سبب سے مسلمانوں کو اتنے نفرت ہو۔ الہا بپاس پہنچنے تک گیارہ کشتیاں غرق ہوئیں۔ نقار خانہ کو بھی آسیب پہنچا۔ مگر کشتیاں سلامت باہر نکل آئیں۔ جب پارشاہ چنار گڑھ میں پہنچا تو دریا کے چڑھاؤ اور ہوا کی شدت کو دیکھ کر اکثر آدمیوں نے خشکی کی راہ اختیار کی۔ مگر پارشاہ بے خوف و خطر کشتی میں سوار چلا۔ بنارس میں تین روز تو قف کیا۔ ہر روز کشتی سے اتر کر پارشاہ شکار بھی کھیلتا تھا۔ جو پور میں پارشاہ تھا۔ پارشاہ نے دل لگی سے عوام کی شوریدگی خاطر کے دور کرنے لئے۔ میر عبد الکریم جفری سے اس یورش کی استخراج احوال کے لئے فرمایا تو اسنے علم جفر کے آئین ضوابط کے موافق مفردات حروف سے استنباط کر کے اس بیت کو ترتیب و تالیف کیا۔ ہرودی اکبر از بخت ہایوں بہ برد ملک از کف داؤد بیروں احمقوں نے یہ واقعہ دستاویز تکین بنایا۔ جب پارشاہ آگرہ میں تھا تو میر جفر دان نے یہ حکم لگا یا تھا کہ گرجہ یا شکرے جرابید و شمار بہ لیک باشد فتح و نصرت در قدم شہریار جب پارشاہ جو پور میں واپس آیا تو اس نے فال جفر یہ نکالی۔

مزدہ فتح بنا گاہ رس	سرداؤد بدر گاہ رس
---------------------	-------------------

کہتے ہیں یہ علم اہل بیت کا حصہ ہے اور اسکی تحصیل کے لئے چند شرائط موقوف علیہ ہیں غرض یہ بات اہل شیخ نے گھر رکھی ہیں۔ جفر کی فالیں بھی مثل اور فالوں کے جعلی اور خترعی ہیں۔ جس کی کو تھوڑی سی بھی قوت عقل ہو تو مثل انکی فالیں ایجاد کر سکتا ہے۔ علم جفر کی بابت عارف جامی کے اس قول کو یاد رکھنا چاہیے۔

چند جہرے نوشتہ پہلو بہ ہم	وزعد و زبیر شان نہادہ رقم
---------------------------	---------------------------

بستہ با خود تختے باطل	یک سوز علیہ خرد عاقل
مرد را وقت اہل دل رادق	چہیت ایں جعفر جعفر صادق
جعفر صادق از تو بیزار است	صادق اں راز کا ذباں عار است
طرف تر آنکہ ایں جاہ و جلال	کہ نہ اندر زمانہ مثال
بخسہد گرچہ در جہاں سحرند	ایں زعارف از اں خراں بخرند
ایں جو اہر کہ فاضلاں سفند	واں معارف کہ عارفان گفتند
ہمہ در گوش ہوش نشان باد است	طبع شان ز اجنبان شان شاد است

پادشاہ کی کشتیوں نے جب گزر چوں پر نگر ڈالے تو اس فتح کا مژدہ اسکو پہنچا کہ افغان
 سرکردگی عیسیٰ خاں نیازی قیا خاں کے مورچل پر حملہ آور ہوا اور جنگ عظیم ہوئی۔ عیسیٰ خاں
 کارزار کرنے اور کارسیر کرنے میں مشہور تھا۔ مورچل سے شاہی لشکر ٹکڑا ٹکڑا ہوا اور راجہ توڈرل
 اسکی کمک کو آیا تو لشکر خان کے غلام کے ہاتھ سے عیسیٰ خاں مارا گیا اور فتح ہوئی پادشاہ اس فتح
 بہت خوش ہوا اور شاہزادوں کو یہ مژدہ سنا کر انکے دل سے فکر دور کیا۔ غرض شہنشاہ ایسے پرشور ہوئے
 میں کہ ہمیشہ میٹھہ برستا اوسیل سیلابوں کا زور تھا۔ چار شنبہ ۵ اربیع الثانی ۱۰۲۷ کو پٹنہ کے قریب آیا
 منعم خان خانان نے اسکے آئینی خوشی میں آتش بازی اور توپوں کی دھواں دھون کی وہ دھوم دھام کی
 کہ مخالفوں کو خوف پیدا ہوا۔ دوسرے روز پادشاہ نے قلعہ کا معائنہ کیا حاجی پور قلعہ کے محاذی
 تھا اور ان دونوں شہروں کے درمیان گنگا کا دو کوس کا پاٹ تھا اور بڑے زور شور
 سے بہتا تھا۔ اس کی فتح کو قلعہ کے فتح ہونے کے لئے ضروری جانا۔ دوسرے
 روز مرزا علی علم شاہی اور شمس الدین بخاری اور راجہ گجپتی اور سپاہ کو عالم خاں کی
 سرکردگی میں بھیجا۔ وہ کشتیوں میں سوار ہوا۔ اور توپ خانہ ساتھ لے کر روانہ ہوئے
 انہیں دنوں میں داؤد کا ایلچی پادشاہ پاس آیا۔ خان خانان نے خالدین خان کو داؤد پاس
 بھیجکر نصیحتیں کی تھیں کہ ابھی ہر شتہ کا رتیرے ہاتھ میں ہی اپنے روزنامچہ کو پڑھ

عیسیٰ خاں نیازی کی کشتیوں کا
 حاجی پور پر لشکر کشی

پادشاہ کے اقبال پر نظر کر۔ اپنے اوپر رحم کر۔ اور جانداروں کے خون اور آدمیوں کے مال ناموس کی ویرانی کا سبب نہ ہو۔ دنیا کی مستی کا بھی ایک اندازہ ہوتا ہی۔ کس لئے تو ہوش میں نہیں آتا اور پادشاہ کے فتراک کا وابستہ نہیں ہوتا۔ داؤد خاں نے بہت تامل کر کے خال دین کے ساتھ اپنے اعیان میں سے ایک شخص کو بھیجا اور بہت سی نیاز مندی کی باتیں بنائیں کہ میں سروری اپنے لئے نہیں چاہتا۔ لودھی نے مجھے اس پسند میں ڈالا اور وہ اپنے سزا کو دار کو پہنچا۔ میں اب اطاعت شایہ شاہی کے لئے تیار ہوں۔ کچھ جگہ مجھے ملجاسے۔ اسکو میں سرمایہ سعادت جانوں لگا۔ خرد سالی اور سستی شاہ کے سبب مجھے خطائیں ظہور میں آئیں۔ جب تک میں انکی تلافی خدمات شائستہ سے نہیں کروں گا۔ آستان ہوس نہیں ہو سکتا۔

پادشاہ اسکے دل کی باتوں کو خوب سمجھا اور یہ جواب دیا کہ ہم ملل اللہ ہیں۔ اندک پذیر اور بسیار بخش ہیں اگر داؤد سچا ہے تو ہمارے پاس چلا آئے۔ سارا ادب اور اسکا ہم دور کر دینگے وگرنہ ان تین باتوں میں سے ایک بات قبول کرے کہ ہزاروں آدمیوں کی جان و نان تلف نہ ہوں۔ اول ایک آدمی اپنا ہمارے لشکر میں اور ہم اپنا ایک آدمی اسکے لشکر میں بھیج دیں کہ وہ نبرد گاہ میں لشکر میں سے کسی آدمی کو نہ جانے دے پھر میں اور تو دو نو آنکر جس ہتھیار سے تو کپے لڑیں جو کوئی فیروز مند ہو اسکا ملک اگر یہ تیری ہمت نہ ہو تو اور میں ایک ایک اپنے سردار کو لڑنے کے لئے بھیجیں کہ انیس سے جسے نصرت ہو اسی کے لشکر کی ظفر سمجھی جائے اور اگر کوئی شیر مرد ایسا اس پاس نہ ہو تو ہاتھیوں کو انتخاب کر کے لڑائیں جو غالب ہو۔ اسی کی فتح ہو پادشاہ کی یہ باتیں سنکر اس افغان کے ہوش اڑے کسی بات پر راضی نہ ہوا پادشاہ بیچ نہ لڑی تھی بر سوار ہو کر گیا۔ یہ بیچ پہاڑی پانچ گنبد اینٹ کے ٹھوس قدیمی زمانہ کے بنے ہوئی ہیں اور ایسی بلند ہیں کہ پہاڑیاں معلوم ہوتی ہیں۔ یہاں پادشاہ پر افغانوں نے تو نہیں چلائیں۔ مگر وہ محفوظ رہا۔

پادشاہ شاہم خاں کے مورچل میں گیا یہاں سے حاجی پور نظر آتا تھا۔ پادشاہ کے لشکر اور افغانوں کے لشکر میں لڑائی شروع ہوئی۔ لڑائی ترازو تھی۔ پادشاہ نے چند اپنی

داؤد کی قطع کے بیخام

حاجی پور کی فتح

جنگی کشتیاں کمک کو بھیجنیں۔ قلعہ نشیوں نے بھی اپنے جنگی جہاز لڑنیکوانسے بھیجے۔ لڑائی ہوئی پادشاہی لشکر نے انکو بھگا دیا۔ حاجی پور کی فتح ہوئی نگاہ ال یہ ہر کہ یہ مہم عالم خاں کی سپرد ہوئی تھی۔ وہ کشتیوں میں سوار ہو کر رود بانوں کی ہدایت سے اوپر کمریٹ چلا اور رات کو اس طرح کہ غنیم کو خبر نہ ہوئی اُس نہر میں پہنچا کہ دریا رنگ سے جدا ہوئی تھی اور حاجی پور تک جاتی تھی قلعہ نشیوں نے بھی کشتیوں میں بیٹھ کر مبارزت پر مبادرت کی۔ اول لشکروں کے درمیان کشتیوں ہی میں ضرب زنی۔ بندوق بازی ہوئی۔ غالب یہ معلوم ہوتا تھا کہ افغانوں کو فتح ہو مگر پھر غراب شاہنشاہی نے جو اپنا زور ڈالا تو دشمن سامنے نہ ٹھہر سکے۔ پادشاہ کی کشتیاں چڑھاؤ پر شکل سے جاتی تھیں اسلئے مخالفوں کا کام انجام کو نہ پہنچا سکیں۔ پھر یہ دریا نور دیندک نہری میں جا کر حاجی پور کی طرف مڑے۔ قلعہ کے اوپر سے انہر تو پونکے گولے برسے لگے گرد کشتیوں سے اتر کر گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ فتح خاں سپہر عادل خاں و ابراہیم خاں اللہ دیا سرروانی کوچہ بند ہو کر سرگرم پیکار ہوئے۔ فتح خاں مرد آزمائی کر کے مارا گیا۔ بعض اوباشوں نے شہر میں آگ لگا کر لوٹنا شروع کیا۔ پادشاہی لشکر کو قلعہ ہاتھ آیا۔ راجہ گجی و مرزا علی بیگ اور سید شمس الدین بخاری اور اسکے بیٹوں نے خان عالم کی ہمسایہ میں خدمت نمایاں کیں۔ جب حاجی پور فتح ہوا اور داؤد خاں پاس پیغام شاہی جسکا اوپر مذکور ہوا پہنچا تو غفلت سے ہوش میں آیا۔ اب اسکی تدبیر میں نہ نور تھا نہ ضمیر میں فروغ۔ وہ قلعہ سے نکل کر کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگ گیا۔ گوجر خاں جو اس گردہ کا پیشہ مشیر تھا ہاتھیں اور سپاہیوں کو لے کر خشکی کی راہ سے بھاگا۔ اب انکے ایسے ہوش اُڑے اور اوسان گئے۔ کہ کشتی میں بیٹھنے والوں نے قلت اور کثرت پر کچھ خیال نہیں کیا۔ آدمیوں کے زیادہ بیٹھنے سے کچھ کشتیاں ڈوب گئیں۔ نشیب کو سمجھے نہ فراز کو نہ کشتی کو نہ دریا کو۔ خندق اتنے جاندار مرے کہ وہ بھر گئی۔ دریا میں بھی بہت آدمی غرق ہوئے۔ قلعہ پٹنہ یوں بے جنگ ہاتھ آگیا۔ پادشاہ قلعہ کے اندر گیا اور سپاہ کو داؤد کے تعاقب میں بطور

پادشاہ کی کشتیاں ڈوب گئیں اور وہ بھاگ گیا۔

بطور ایثار کے روانہ کیا۔ مگر دشمن ایسے گریز پاتھے کہ یہ لشکر اس نکتہ نہ پہنچ سکا۔ اس فتح میں دوسرو
 سینٹھ ہاتھی لگے اور بہت سی غنیمت حاصل ہوئی۔ دشمنوں کے آدمی جو دریا رنگنگ اور پن پن
 اور نہر میں ڈوبے تھے انکی لاشیں نکال کر ان کی کمر میں بے اشرافیوں کی ہیمائیاں پادشاہی لشکر
 نے نکال لیں۔ حسین خاں سپہر سلطان عدلی لٹہ آیا اسکو خان خانان نے قتل کرایا۔ اس فتح
 کی تاریخ یہ ہوئی ۶ ملک سلیمان زدا^{۹۳} اور رفت۔ اب بعض امیروں کی رائے یہ تھی کہ برسات میں بہار
 کے مخالفوں کو نیست و نابود کرنا چاہیئے اور بعد برسات کے بنگالہ کو تیغ کرنا چاہیئے۔ بعض کی رائے
 یہ تھی کہ ابھی بنگالہ پر لشکر کشی نہ کرنی چاہئے۔ پادشاہ نے اس دوسری رائے کو پسند کیا۔ وہ خود
 اس ہم پر جاتا۔ لیکن عقلمندوں کے اس قول کو جانتا تھا کہ جس خدمت کو ادنیٰ امیر سرانجام دے سکتے
 ہوں وہ طبقہ اوسط کو سپرد کرنی نہیں چاہیئے اور جس خدمت کو طائفہ اوسط سرانجام دے سکے
 وہ نوینان بزرگ کو حوالہ نہیں کرنی چاہئے اور جو کام اس گروہ والا سے صورت اتمام پائے۔
 فرزندوں اور خویشوں کو نہ دینا چاہیئے اور جو مقاصد اس گروہ سے سرانجام
 پاسکیں اسکو خود پادشاہ کو نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لئے اس نے بنگالہ کی
 فتح کا اہتمام منعم خان خانان کے سپرد کیا۔ اور بیس ہزار لشکر اور بہت اسباب ملک گیری
 کا اسکو حوالہ کیا اور آسانی کار کے لئے حدود بہار میں اسکی جاگیر مقرر کی۔ جو پنپور کو خالصہ
 بنایا۔ اسکی وزارت رضوی خان کو سپرد ہوئی۔ راجہ تو ڈرمل کو علم و تقارہ مرحمت ہوا
 اور لشکر کے ساتھ بھیجا۔ غرض حسن خدمات کے جلد میں امرا کو بزرگ منصب اور سیر حاصل
 جاگیریں عطا کیں خود جو پنپور کی طرف روانہ ہوا۔ اس شہر میں آنکر اس نے مقام کیا کہ بہار
 کے مفسدوں کو تنبیہ کرے۔ قاسم خاں جبکو کالو کہتے تھے اور محمود خاں اور افغانوں کی ایک
 اور جماعت نے حدود بہار میں فساد مچایا۔ میر زادہ علی خاں و شاہ غازی خاں
 تبریزی اور جاگیرداروں نے بہار کے تمام مفسدوں کو برباد کر دیا۔
 پادشاہ نے جو سپاہ بنگالہ کی فتح کے لئے بھیجی تھی اسکی فتوحات کی

۹۸۲
 جو بنگالہ کی فتحات تھیں اسکی فتوحات ۹۸۲

تفصیل یہ ہے کہ اس نے قصبہ سوبج گڈھ کو فتح کیا۔ یہاں سے افغانوں کو بھاگایا پھر قصبہ شکر پر تصرف کیا راجہ سنگرام زمیندار گورکھپور اور پورنل راجہ کیدھور اور اس نواح کے بہت زمینداروں نے اطاعت اختیار کی۔ خانخانان اس موسم باراں میں لشکر گراں دریا کی اور خشکی کی راہ سے اپنی کاردانی کے سبب کے نہایت شائستہ طریقہ سے لیگیا۔ اور فیروز مندھی میں اہتمام کیا بھاگلپور اور اکھیل گانڈی میں افغان ٹھہرے ہوئے تھے وہ بے جنگ ہاتھ آیا جب موضع کونہ میں لشکر شاہی پہنچا تو یہاں تحقیق معلوم ہوا کہ اسماعیل خاں لحدار حبکو داؤد نے خانخانان کا خطاب دیا تھا اسے گڈھے کے حصن حصین کو بڑے اہتمام سے استحکام دیا ہے۔ بڑی شکل یہ آنکر پڑی کہ پادشاہ کے لشکر گاہ سے گڈھی تک پانی ہی پانی بھرا ہوا تھا لشکر کا گزر نہیں ہو سکتا۔ گڈھی کو دروازہ بنگالہ کہتے ہیں۔ اُس کے ایک طرف بڑے اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ جن پر پیادہ کا چڑھنا دشوار ہے۔ سوار تو کیا چڑھ سکتا۔ اس طرف گنگا میں بہت دریا ملے ہیں اور وہ بہت زور سے بہتی ہیں اس مرحلہ میں مجلس شورہ منعقد ہوئی اور یہ قرار پایا کہ ہمیں اس عقدہ کی کشائش کا طلبکار ہونا چاہیے۔ اس نواح کے زمینداروں نے بتلایا کہ ولایت تیلی راہ (پتلی یا پتلی) میں ایک پوشیدہ راہ ہے جس میں باربر دریا چوایہ تو نہیں جاسکتا مگر تیز سوار جاسکتے ہیں۔ پس اس راہ سے گڈھی کی فتح کا ارادہ کیا۔ منجون خاں قاقشال اور قیا خاں دونوں الگ الگ لشکر لیکر اس طرف روانہ ہوئے یہاں دونوں فوجوں کے آنے سے گڈھی میں غنیمت ایسا ڈرا کہ وہ بے لڑ بے بھاگ گیا۔ اس طرح گڈھی جو لڑنے سے بھی کمتر ہاتھ آتی ہے بہ آسانی ہاتھ آگئی۔ گڈھی کے فتح ہونے سے داؤد بھاگنا نڈھ پر دریا گنگا کے دو شقیں ہو گئی ہیں۔ ایک شعبہ ساہتگام کو جا کر ملک اڈیہ پر منتہی ہوتا ہے اور دوسرا محمود آباد و فتح آباد و سنار کا ٹوچٹ گاؤں کو جاتا ہے۔ داؤد دریا کی راہ سے ساہتگام کی طرف بھاگا۔ کالا پہاڑ و سلیمان و بابو شگل گھوڑا گھاٹ کو بھاگے۔ منجم خاں ٹانڈہ میں کہ مرکز بنگالہ ہے پہنچا۔ اور راجہ تو ڈرل بھی یہاں آیا۔ انتظام ایسا کیا کہ سب جگہ بنگالہ میں انتظام ہو جائے۔ چاروں طرف سپاہ بھیجی۔ محمد قسلی خاں برلاس کو ساہتگام کی

طرف بھیجا کہ وہ داؤد کو سامان جنگ کرنے کی فرصت نہ دے: اور مجنوں خاں قاقشال کو گھوڑے
 گھاٹ کی طرف روانہ کیا کہ اس طرف کے فساد کو مٹائے اور مراد خاں کو فتح آباد و بکھلے کھٹ
 روانہ کیا کہ اس میں اسن قائم کرنے۔ اعتماد خاں کو سارگانو میں بھیجا کہ ظالموں کے ہاتھ سے اس ملک چھینا
 جنید کرالی کہ درگاہ شاہی سے فرار ہوا تھا اور داؤد کا چچا زاد بھائی تھا۔ گجرات
 اور دکن سے مایوس ہو کر جھاڑ کھنڈ میں فتنہ اندوزی اور شرانگیزی کی گھات میں بیٹھا۔ راجہ
 توڈرل نے جاگڑا اس فساد کو مٹا دیا۔ قاقشال جب گھوڑا گھاٹ میں آئے تو سلیمان منگلی کہ یہاں
 کا جاگیردار تھا۔ اور امرارافاغنہ میں شجاعت میں ممتاز تھا جمعیت کر کے دشمن کی ممانعت و
 مدافعت کے لئے آیا۔ سخت محاربہ ہوا۔ مجنوں خاں کو فتح ہوئی۔ سلیمان منگلی مارا گیا سب
 اہل عیال اسکے اسیر و دستگیر ہوئے۔ قاقشالوں کو بہت غنیمت ہاتھ لگی۔ سلیمان منگلی
 کی لڑکی سے مجنوں خاں نے اپنے بیٹے جباری کا نکاح کیا اور کل ولایت کو قاقشالوں نے
 آپس میں تقسیم کر لیا۔ یہ سارا حال خانخاناں کو لکھ بھیجا۔ یہ سیر آباد ملک اولیاء دولت کے
 تصرف میں آیا جنید جھاڑ کھنڈ سے پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا اور فوج شاہی
 پھر کر بردوان میں آئی۔

اس زمانہ میں محمود خاں پسرکندر خاں و محمد خاں اور جنید اور خود سروں نے قصبہ پور میں
 شورش برپا کی۔ راجہ توڈرل نے شانتہ فوج بھیج کر معرکہ جنگ آراستہ کیا اور اس گروہ
 کو پھر خاک میں ملایا پسرکندر خاں بھاگ گیا جنید نے پہاڑوں سے نکل کر شورش برپا کی راجہ
 توڈرل نے اس طرف توجہ کی جنید جھاڑ کھنڈ سے داؤد پاس گیا تھا۔ خود سری اور زیادہ
 طلبی کے سبب اس سے صحبت نہ بنی وہاں بغاوت کی اور نظر بہادر و ابو القاسم
 تمکین اور امرار آگے لشکر سے جاتے تھے۔ وہ اس سے دور دور رہے مگر جنید نے
 ان پر حملہ کیا۔ راجہ توڈرل نے لشکر شاہی کو شکست سے بچایا۔ جنید تاب مقاومت نہ
 لایا جھاڑ کھنڈ کی جانب بھاگا۔ اس کا فتنہ بھی فرو ہوا۔

یار محمد ارغون قراول موہیر کے نزدیک آیا اور تاخت و تاراج کی اور اسباب اموال بہت
 تصرف میں لایا۔ اور اپار بڑے نامور ہاتھی کو اس نے لے لیا۔ ہر چند منعم خاں نے اسے طلب کیا
 مگر اسے معذرت کر کے نہ بھیجا اور جھار کھنڈ کی حدود میں جا کر مال جمع کیا اور یہاں سے شہر بلکھتہ
 تک لوٹتا مارتا جنگل لونی و کنکر میں جہاں افغاں اپنا بنہ و بار رکھتے تھے پہنچا وہاں دست برد
 کر کے خوب مال مارے۔ اسکی نیت میں یہ تھا کہ جھار کھنڈ سے بھاگ کر پادشاہ پاس چلا جاؤں
 اور اپنا جمع کیا ہوا مال مامن میں پہنچاؤں۔ جب وہ تارہ میں آیا تو بھوپت چوہان کی رہنمائی سے
 جنید نے اس پر شب خون مارا اور سارا اسکا اندوختہ اور مال سوداگری اور اس قافلہ بزرگ کا
 اسباب لوٹ لیا۔ چوروں پر مور پڑے تو وہ لشکر شاہی میں راجہ توڈرمل پاس آیا۔

محمد قلی خاں برلاس ہوشمندانہ داؤد کی طرف مرحلہ پیا ہوا۔ جب ساتھ کام بیس کو س
 رہا تو داؤد بھاگ کر اڈیس میں چلا گیا۔ لشکر شاہی بندر ساتھ کام میں آیا اس نواح کا
 انتظام کیا سرعان راست گو نے اطلاع دی کہ سرحد میں کہ داؤد کا نفس ناطقہ ہے
 نفائس خزانہ کو چھتر میں لیے جاتا ہے۔ محمد قلی خاں نے ہر چند سرعت کی کہ اس کو لوٹے۔ مگر
 سود مند ہوئی۔ دشمن اپنی سبک پائی سے مامن میں پہنچ گیا۔ اس لشکر کے تمام اعیان کی
 رائی یہ تھی کہ انہی حدود میں آسائش سے رہیں۔ اس اشار میں راجہ توڈرمل اس فوج سے
 آن ملا۔ اس نے اڈیسہ کے فتح کرنے اور داؤد کے استیصال کے لیے لشکر کو سختی سے
 ہمت افزا اور اخلاص طراز باتیں سمجھائیں اور اپنی دانش اور بردباری سے محمد قلی خاں
 برلاس کو چلنے پر آمادہ کیا۔ مگر جب قصبہ مندل پور میں لشکر آیا تو محمد قلی خاں کا آخر وقت
 آگیا۔ پان کھانے سے ایسی حرارت ہوئی کہ وہ بالکل سرد ہو گیا۔ کوئی اور سبب نیکانہیں
 معلوم ہوا ایک خواجہ سرا غلام کی بداندیشی پر لوگوں کو گمان ہوا۔ اس سانحہ ناگزیر سے
 لشکر میں بے انتظامی ہوئی۔ زمانہ کے واقعہ طلبوں کا بازار گرم ہوا۔ اکثر آدمیوں نے
 قیاخاں کو جو خانخانان سے رنجیدہ رہتا تھا۔ سردار بننے کے یہ ارادہ کیا کہ جھار کھنڈ سے

پادشاہ پاس چلے جائیں۔ جنید کے دفعہ کرنے کو دست آویز کو برتن بنائیں۔ راجہ تو ڈر مل اپنے عقل و اخلاص کو بہت کام میں لایا مگر وہ اسود مند نہ ہوا۔ خانخانان پاس آدمی بھیج کر روپیہ منگایا۔ اور ان نو در بندوں کو بقدر آرامش روپیہ دیا۔ منعم خاں و شاہم خاں و خواجہ عبد اللہ اس لشکر سے آنکر لے تو کچھ انتظام ہو گیا۔ داؤد کے استیصال کے واسطے یہ لشکر ناخوش راہ نور دہوا۔

داؤد جو اقصا ہندوستان میں بھاگ گیا تھا۔ جب اس نے سنا کہ پادشاہ کے لشکر میں ختلان اور جہاں خاں نے جو اسکی دلہی کی تو اس نے لڑنے کے ارادہ سے بغاوت کی۔ امرا شاہی بردوان سے نکلکر مدائن کی راہ سے کوچ کوچ چتوہ میں آئے مگر اعیان لشکر کی پیشانی سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ لڑنے سے دل چراتے ہیں۔ راجہ نے دور بینی کر کے یہ خیال کیا کہ لشکر کا حال یہ رہا تو لڑائی کے دن کہ عقیدت اور شجاعت کی جوشش کا زمانہ ہوتا ہے۔ کام کیونکر چلیگا۔ اسلئے اس نے خانخانان کو لکھا کہ اگر آپ اس لشکر سے بلجائینگے تو لشکر کی بددی کر چلیگی خانخانان پاس پادشاہ کا حکم بھی آیا تھا کہ دیدہ وری اور دوینی سے ہم کی زبونی کو آسان نہ شمار کرنا۔ داؤد کے استیصال کی بھی ہمت کرنا تاکہ ایک ہی دفعہ میں اس ملک کے رہنے والے اسکی شورش سے آسودہ ہو جائیں۔ پادشاہ کے حکم کے موافق وہ چتوہ میں لشکر شاہی سے آ ملا۔ داؤد بہت سا لشکر لے کر ہر پور میں آیا۔ جونگالے اور اڈیسہ کا برنخ ہے۔ اس نے داخل کا استحکام کیا۔ پادشاہ کے لشکر میں بہت سے اعیان لشکر اور عموماً سپاہی کو ہتی حوصلہ و لپتی فطرت و ناشناسائی کا روبرو اندیشی باطن اور کابلی سے اپنی خدمات پر دل نہا نہیں ہوتے تھے اور جب یہ چاہتے تھے کہ صلح ہو جائے۔ خانخانان نے کار آگاہوں کی انجمن جمع کر کے اول اقبال شاہنشاہی کا دفتر کھول کر ذلہ ہی اور جگر بخشی میں استاد می کی اور بعد ازاں اس عقدہ شکل نما کی کشائش میں اور ناموس اور دولت کی پانسبانی میں سخن سرا ہوا۔ ہر ایک نے

اپنی شناسائی و مردانگی کے اندازہ اور عقیدہ تندی فراخی حوصلہ کے مقدار کے موافق جواب دیا۔ بعض نے صلح کو جنگ پر مقدم رکھ کر سلامت جوئی کی۔ بعض نے محاربت کو مصالحت پر ترجیح دیکر جوہر مردانگی کو دکھایا۔ بعض نے جنگ کو پسند کیا۔ مگر راہونکی صعوبت کے سبب سے تامل کیا۔ بعض نے اپنی شجاعت کے سبب سے شکل اور آسان کو یکساں سمجھ کر پیکار کا شوق ظاہر کیا غرض راجہ تو ڈرل کی سسی اور نعم خاں کی ثبات پائی سے لڑائی کی ٹھہری۔ مگر راہ اور تلاش کی رو برو جانے سے کام مشکل ہوتا تھا۔ ایساں خاں لنگاہ اس ملک کی راہوں سے خوب واقف تھا اس نے ایک آسان رستہ بتلایا۔ اور کار طلب ملازموں نے اس رستہ کو صاف کر کے آسان گزار بنایا۔ اس راہ سے چستی و چالاکی سے لشکر ملک اڈیسیہ میں آیا۔ داؤد کی ساری تدبیریں جو آخر کام راہ کیلئے تھیں وہ بیکار تھیں۔ وہ پھر کر پیکار پر آمادہ ہوا اور مقام نکر دہی میں دونوں لشکروں کا آمناسا منا ہوا۔ طرفین سے دلاوروں اور نام آوروں میں تلوار چلنے لگی۔ جمہو ۲۰ رومی قعدہ ۸۲۰ کو داؤد کو شکست ہوئی جسکی تفصیل یہ ہے کہ نعم خاں نے لشکر اس طرح مرتب کیا کہ قول کا انتظام خود لیا۔ لشکر خاں و ہاشم خاں و محسن خاں کو اپنا شریک بنایا۔ شجاعت خاں خان زادہ خاں التمش کو ورنہ دی (التمش ایک ترکی لفظ ہے جسکے معنی ساٹھ کے ہیں مگر اس فوج کو کہتے ہیں جو ہراول اور سپہ سالار لشکر کے درمیان ہوتی ہے) فوج ہراول خاں عالم کو اور برانغا شاہم خاں جلائر اور جبرانغا شرف خاں و راجہ ٹوڈرل کو سپرد کی۔ سپاہ مخالفین۔ قلب لشکر میں داؤد اور سیمند میں سکندر برادر خاں جہاں اور میرہ میں اسمعیل خاں اور مقدمہ میں گوجر خاں منتظم تھے۔ خان عالم (اپنی نوجوانی سے میدان جنگ میں سب سے آگے بڑھ کر تلوار چلاتا تھا وہ اب بھی بہت آگے بڑھ گیا۔ خانخانان نے درشت گوئی کر کے اسکو واپس بلایا۔ ابھی بادشاہ کے لشکر میں انتظام نہیں ہوا تھا کہ گوجر خاں اپنے سبک پاتیزرو ہاتھیوں کو آگے اور سپاہ کو پیچھے رکھ کر لڑنے آیا۔ ان ہاتھیوں کے دانتوں اور سرگروں میں درندے جانوروں کے سپاہ اور ڈراوٹے پوست لگا دئے تھے جس سے انکی شکل عجیب ہر گئی تھی۔ بادشاہ کے ہراول کو گھوڑے

ان کے سامنے نہ ٹھہرے اور شکست ہوئی۔ شاہم خاں کا گھوڑا تلوار کے زخم سے چراغ پا ہوا۔ وہ زمین سے زمین پر گرا۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر لڑا۔ مگر ایک ہاتھی نے اسکو زمین پر دے پٹکا اور زمین کا پیوند بنا دیا۔ جب ناظم فوج کا یہ حال ہو تو گوجر خاں نے اسکی ساری فوج کو مار کر ہٹا دیا اور التمش پر جمع کیا۔ اسکے سردار خان زادہ محمد خاں کو ملک بقا کا مسافر بنایا۔ اس سپاہ کو بھی اپنی جگہ سے مار کر ہٹایا۔ قول پر متوجہ ہوا اور اُس میں بل چل ڈال دی منعم خان خاں شکر کی دلہی کرتا تھا۔ اسکے خود تین زخم لگے لشکر خاں اور حاجی خاں سیستانی اور اشتم بھی زخمی ہوئے۔ منعم خاں ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ اگرچہ سر کا زخم اچھا ہو گیا مگر بنیائی میں فرق آگیا۔ گردن کے زخم نے اندال پایا۔ مگر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ سکتا کندھے کے زخم سے ہاتھ متک نہیں پہنچ سکتا غرض گوجر خاں نے پادشاہی لشکر کا خستہ حال کیا اور اسکو بالکل تاراج کیا۔ اور پکار پکار کر اپنے لشکر کی دلہی اس طرح کرنے لگا کہ میں نے منعم خاں کو زخمی کیا اب امتداد جنگ کس لئے ہی کوشش کرو اور کام ختم کرو۔ اب اسکا لشکر لوٹ پر جھجک پڑا اور پریشان ہو گیا کہ اس اثنا میں میا خاں اور اس کا بیٹا جو بھاگ گئے تھے پھر کمرے پر تیار ہوئے اور خواجہ عبداللہ اور سردار آپس میں ملکر آب رفتہ را بجوری آوردند۔ یہ لشکر شاہی لڑ رہا تھا کہ ایک تیر گوجر خاں کے ایسا لگا کہ وہ سفیر مرگ ناگہانی ہوا اسکے مرنے ہی اسکے ہمسرا و رہم باز و دل شکستہ ہو کر بھاگے منعم خاں بھی جہین کو سبھاگ کر چلا گیا تھا اٹا میدان جنگ میں آنکر لڑنے لگا۔ راجہ تو ڈریل اور داؤد کے لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ ایک شخص نے راجہ کو منعم خاں اور عالم خاں کی خبر ناخوش سنائی تو راجہ نے مستقل ہو کر یہ کہا کہ شاہنشاہی اقبال ہمارا یاد رہے۔ اگر ایک مرگیا دوسرا زخمی ہوا تو اس سے لشکر شاہی کو کچھ گزند نہیں پہنچا اب عنقریب فتح ہوتی ہے شاہم خاں بھی شکست پا کر آتا تھا اسکو سید شمس الدین نے تلخ و شیریں باتیں کہہ کر آمادہ جنگ کیا۔ غرض پادشاہ کے لشکر شکست یافتہ تھے پھر ہنگامہ کار دراز خوب گرم کیا۔ اور داؤد کو بھگا دیا اسکے لشکر کو پریشان کر دیا۔ بہت آدمیوں کا کشت و خون

تین روز تک ہوا اور خون سے صحرا لالہ زار بنا۔ رزم کی بزم میں بہتے دیر ایسے ست پڑے تھے کہ کبھی ہوشیار نہ ہوئے لشکر شاہی کو بہت غنیمت ملے گی۔ خانخانان کو نا اُمیدی کے بعد ارجمندی حاصل ہوئی۔ اس کے زخمِ شہرت کے مرہم سے بھر گئے۔ اگرچہ بنگالہ پہلے ہی بادشاہ کے تصرف میں آگیا تھا مگر حقیقت میں آج کے روز سے سمجھنا چاہیے کہ یہ وسیع ملک فتح ہوا۔ منعم خاں اسیروں کے جمع کرنے میں غصے کو کام میں لایا اور ان کو قتل کیا اور ان کے سروں کے آٹھ مینار اونچے اونچے بنائے۔ لشکر خاں نے جو لڑائی میں زخمی ہوا تھا اس کی بے پروائی سے نقابست اسپر غالب ہوئی اس نے قالب خالی کیا۔ یار محمد ارغون جس کا پہلے حال لکھا ہے کہ قیل اپار اسکو ہاتھ لگا تھا جسکو منعم خاں نے طلب کیا وہ اس نے دیا تھا اور اپنی نیکو کاری کو خود رائی سے برباد کیا تھا اس لڑائی میں بھی اس نے بعض بلانزوں سے غنائم کے چھیننے میں یادی کی۔ اس گروہ نے اپنی داد طلب کی۔ منعم خاں کے دل میں پہلے ہی اس سے کینہ تھا اسکو ایسا پٹوایا کہ اسکا دم کل گیا۔ اسپر بہ ظلم ہوا۔

منعم خاں نے داؤد کے تعاقب میں شاہم خاں جلائی اور راجہ توڈرل کو بھیجا جب وہ قصبہ بھدرک میں پہنچا تو اسکو معلوم ہوا کہ جب داؤد بھاگا جاتا تھا تو جہاں خان مدارا دلہی کر کے اسکو کلک میں لگیا جو اس دیار میں بڑا مضبوط قلعہ ہے اس ملک کے آدمی اسکے گرد جمع ہوئے اور ان لوگوں کو یہ خیال تھا کہ اگر بادشاہ لشکر اُدھر آئے تو اس سے میدانِ رزم گرم کیجئے اور جو شکست پہلے ناگہانی ہو گئی ہے اسکا عوض لیجئے اس خبر کو سنکر لشکر شاہی میں سراپگی پھیلی ہر چند راجہ توڈرل نے لشکر کو تسلی و تسکین دی مگر کارگر نہ ہوئی اس لئے راجہ نے خان خانان کو لکھا کہ اگر یہ سپاہ لڑائی میں کام نہ کرے گی تو بڑی دشواری پیش آئیگی اس لئے آپ اس کام کا اہتمام اپنے ذمہ لازم جانیں۔ بے توقف یہاں تشریف لائے خانخانان کے زخمِ باوجودیکہ ہرے تھے مگر وہ سنگاسن میں بیٹھ کر اس شہر میں آیا۔ کچھ اپنی بخشش و بخشائش سے کچھ غصہ کی نگاہ سے لشکر کو جنگ پر آمادہ کیا جس سے حصار حصین میں افغانوں کو نفرت ہوئی۔ نہ سامانِ قلعہ داری تھا

منعم خاں اور داؤد کی ملاقات

نہ اسباب پیکاز نہ جائے گریز۔ داؤد کو ستوا تر شکستیں ہو چکی تھیں۔ گو برخاں اسکا وزیر ارگیا تھا۔
 اسلئے اس نے کرو فریب سے عجز و زاری کے ساتھ صلح کی درخواست کی فتوشیخ نظام کو بھیجا۔
 یہ فریب کار و جاد و نش لشکر منصور کے سرداروں کو زور و سخن سے صلح پر لائے۔ ان کجخت ہزاروں
 نے داستان مصالحت کو غنیمت جانا اور اسکو اپنے مزید اعتبار کا ذریعہ جاننا راجہ تو دلچسپ
 کار سے آگاہ تھا اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے کہ صلح نہ ہو مگر غرض مندوں نے اسکی ایک نہ سنی
 داؤد کے پیغام کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانوں کا تباہ کرنا اچھا نہیں ہے۔ بندوں اور نوکروں
 کی طرح پادشاہ کی خدمتگاری کے لئے بندہ حاضر ہے۔ مگر التماس یہ ہے کہ مملکت وسیع
 بنگالہ میں کچھ جگہ جسے بھی ملجائے اوقات گذاری اپنی جماعت کے ساتھ ہو جائے
 میں اس پر قانع ہو کر کبھی سرکشی نہیں کرونگا۔ اُمرا نے ان شرائط کو خانخانان
 سے عرض کیا۔ اس نے اُمرا کی ملتس کو اس شرائط سے منظور کیا کہ داؤد میرے پاس
 آئے اور میرے پاس اپنے عہد و پیمان کو سو گند سے موکد کرے۔ داؤد نے اس شرائط کو
 قبول کیا۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ خانخانان نے ہاشم خاں کو بھیج کر شرائط صلح کی تنفیج
 کرائی۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اول داؤد پادشاہ کی نوکری تسلیم کرے اور نامور ہاتھی
 اور پیشکش درگاہ والا میں بھیجے اور کچھ دنوں کے بعد خدمات پسندیدہ کر کے پادشاہ
 کی خدمت میں حاضر ہو اور بالفعل اپنے معتمد خلیفہ کو درگاہ والا میں بھیج دے
 داؤد نے شرائط منظور کر لیں۔ غرہ محرم ۸۸۳ھ کو داؤد مع اپنے اُمرا کے خانخانان
 کے خیمہ میں آیا۔ اسکا استقبال اور اعزاز و احترام کیا گیا۔ داؤد نے مکر سے تلوار کھول کر
 خانخانان کے آگے رکھ دی۔ جسکے معنی یہ تھے کہ میں سپہ گری کو چھوڑا اور اپنے
 تئیں پادشاہ کے حوالہ کیا۔ جو پادشاہ کا دل چاہے اسکے ساتھ سلوک کرے
 طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ اسنے یہ کہا کہ آپ جیسے عزیزوں کو زخم پہنچتا ہے
 اس لئے میں سپاہ گری پر تیار ہوں۔ خانخانان نے تلوار لیکر اپنے خواص کو

سپر دکی اور داؤد کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھایا۔ دونوں نے کھانا بڑے کھٹ ساتھ بیٹھ کر کھایا۔ غرض
 عہد و پیمان قسم کے ساتھ ہوئے۔ صلح نامہ لکھا گیا۔ بعد اسکے خانخانان نے پادشاہ کی طرف سے ایک
 خلعت و شمشیر و کمر مرصع اسکو پہنایا۔ داؤد نے اپنی فروتنی دکھانے کیلئے دارالخلافہ کی طرف سجدہ
 کیا۔ اس دیار کے نفائس امتعہ و شرافت اسباب اور نامور ہاتھی اور بہت سا خزانہ پیشکش کے طور پر
 دیا۔ شیخ محمد پسر بایزید کو جو اسکا بھتیجا تھا۔ پادشاہ کی خدمت کے لئے ہمراہ کیا۔ غرض اس
 روز جو جشن ہوا اور جب وہ رخصت ہوا تو بعض محال اونیہ اسکو تیل میں دئے گئے۔ راجہ دودھل
 اس صلح کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس نے نہ اس صلح نامہ پر دستخط کئے نہ وہ اس مجلس میں حاضر
 ہوا وہ فکر مند ہی رہا۔

گھوڑ گھاٹ کی سوانح سورش کا حال یہ ہے کہ جب خانخانان کنگ کو روانہ ہوا تو جمال الدین سوری کی ولاد
 کا لاہیاڑ و بابو ملگلی نے زمینداروں کے ساتھ اتفاق کر کے سورش برپا کر کے قاتلاؤں پر گرے
 قاتلاں کچھ لڑے مگر ذلیل ہو کر وہاں سے نکالے گئے اور گھوڑا گھاٹ کی ولایت پر افغان متصرف
 ہوئے اور قاتلاں کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑے کہیں انکا پانچونے نہ دیا وہ حوالی ٹانڈہ میں
 رہے خانخانان جلد غنیم کے روبرو آیا۔ دربار گنگ کے دو بجے ہوتے ہیں۔ وہاں ایک پل باندھا اور
 دو کھیل کے باندھنے کی تیاری تھی کہ غنیم کے پیر اکھڑے اور بھاگے خانخانان حدود ٹانڈہ تک آیا۔
 یہاں سے لشکر کو لبر کر دی مجنون خاں ولایت گھوڑا گھاٹ میں بھیجا اس نے اس ملک کو فتنہ پردازوں سے
 خالی کر کے لے لیا مخالف پریشان ہو کر جنگلوں میں ناپید ہوئے۔

پادشاہ کو قلعہ رہتاس کی تسخیر منظور تھی۔ یہ قلعہ مٹانت میں بے نظیر تھا۔ اسکے اوپر
 بہت سے دہات آباد تھے وہاں زراعت ہوتی تھی جس سے قلعہ کے نگہبانوں کو کافی آؤد
 ملتا تھا۔ خوشگوار چشے اس میں جاری رہتے تھے۔ باوجودیکہ وہ پہاڑ پر تھا مگر اس میں
 پانی تھوڑی دور پر کاوش سے نکل آتا تھا۔ اس قلعہ کو بہت خاں کرانی اور اس کے
 بیٹے بہادر خاں استحکام دے کر خواب غفلت میں پڑے سوتے تھے کہ پادشاہ نے

دارالخلافہ کی سورش

صوبہ بہار کی سوانح
 کارا زانی - پادشاہ کی پوری سوانح

اس خدمت پر فرحت خاں کو نامزد کیا اور مظفر خاں کو ہمراہ کیا اور بڑے بڑے امیر و نیکو لکھا کہ اسکی ملک کریں۔ مظفر خاں نے اپنے اند وختہ سے لشکر کا سامان درست کیا۔ جو نڈہ اور سپہرام کو کہ پادشاہ نے اب تک کسی کو جاگیر میں نہیں دئے تھے۔ اپنی شجاعت سے اُنپر قبضہ کیا اور اپنا سامان ہتیا کیا۔ بہادر خاں پر سمیت خاں قلعہ رہتاس سے نکل کر شور افراہوا مظفر خاں نے تیز دستی کر کے اسکے مال و مال اور ہاتھی چھین لئے۔ اس زمانہ میں اور امر قلعہ رہتاس کے محاصرہ میں مصروف ہوئے۔ کچھ عرصہ گزرا تھا کہ پادشاہ کا فرمان مظفر خاں پاس آیا کہ اگر وہ اور ملازموں کے ساتھ اتفاق کر کے قلعہ کے تسخیر کی میعاد مقرر کر سکے تو اس کام میں مصروف ہو۔ اور اگر اسکا تعہد نہ کر سکے اور اسکی تسخیر میں زمانہ دراز لگے تو صوبہ بہار کے تمام متمردوں کی سزائیں تگاپو کر کے ہمارے پاس چلا آئے جو سرکش تجھ سے التجا کرے اسکو بخشش و بخشایش سے سربلند کرے اور جو نہ کرے تو اسکو ایسی مالش دے کہ اوروں کو عبرت ہو۔ مظفر خاں نے اس فرمان کی جواب میں عرض کیا کہ قلعہ گیری کا اسباب لشکر میں موجود نہیں ہی اس لئے میں کوئی تعہد نہیں کر سکتا۔ مناسب یہی ہے کہ اس عرصہ دلکشا کو ناسپاسوں کے فار و خس پاک کروں۔ بعد ازاں لشکر کر لے کر اس خدمت پر مستعد ہوا۔ پادشاہ جو لشکر چھوڑ گیا تھا اسکو ساتھ لیا۔ محسن خاں و آفاق و عرب بہادر جو نعم خاں کی جاگیر کا اہتمام رکھتے تھے اسکے ساتھ شریک ہوئے۔ اور انہوں نے شالستہ کام کئے اور سارے صوبے میں متعردوں کو تتر بتر کر دیا۔ ابراہیم پور سے آدم خاں بیٹی اور چرکان (جرکان) سے دریا خاں کاشی بے جنگ بھاگ کر جھارکھنڈے میں چلے گئے۔

جب اس ملک میں کوئی کام باقی نہیں رہا تو نعم خاں کے گماشتوں کو مظفر خاں کی اوپ بھی پر حسد ہوا۔ اسلئے بے آزر می سے اُسے رخصت کیا اس کی جاگیر کوئی معین نہ تھی اسلئے جو نڈہ اور سپہرام کو معاودت کی۔ خداداد ہر لاس اور خواجہ

شمس الدین نے اس کی رفاقت کی۔ اثنار راہ میں اُسے معلوم ہوا کہ ان دونوں قصبوں پر
اہل رہتاس نے قبضہ کر لیا ہے۔ اپنی شمشیر و تدبیر سے ان قصبوں کو دشمنوں سے چھین لیا
کچھ اپنے اندر خستہ کچھ اوجھڑا دھڑلہ مار رہے اپنا کام چلایا کہ ناگاہ بہار میں سورش
برپا ہوئی اور اس ملک کے ناظروں نے مظفر خاں کو بلایا۔ اس نے اُنکے پہلے سلوک پر نظر نہ کی
ولان دوڑ کر خدمات شائستہ بجالایا جسکی تفصیل یہ ہے کہ خانخانان نے بنہیر میں کہ ولایت بہار
اور جھارکھنڈ کے درمیان میں ہی عرب بہادر کو معظّم مقرر کیا تھا۔ حد و جھارکھنڈ سے حاجی
خاں و غازی خاں دو بھائی افغانوں کو ساتھ لے کر نکلے اور قلعہ بنہیر پر قبضہ کر لیا اور اہل قلعہ کو
شربت و اسپین چکھایا۔ عرب بہادر بھاگ گیا اس صوبہ کے امرا جمع ہو کر سورش کے مٹانے
کے درپے ہوئے۔ افغان کوہستان کی تنگناؤں میں چلے گئے اُمرانے انکی برابر
جا کر توقف کیا۔ اب نہ اُلٹے جانے کو نہ آگے بڑھنے کو مصلحت سمجھتے تھے۔ ایک دن
افغانوں نے گریوہ میں راجہ بھگونت داس کے ملازم تین سورا جپوت اور انکے سوا
اور جوان فرد و مردانہ وار گھس گئے یہ احمقانہ کام انکا سرسبز نہ ہوا۔ ہزیمت اٹھائی تین
بڑے سردار اور سو آدمی اس لڑائی میں کام آئے اس واقعہ سے اُمرانے کے استقلال
میں بھی خلل آیا۔ ناگزیر اپنے پہلے ناہموار سلوک سے شرکیں ہو کر کاروانوں کو بھیجا اور
مظفر خاں سے استدعا چاہی۔ یہ عالی ہمت لشکر کو لے کر آ موجود ہوا اعیان لشکر کی عزیمتوں
میں منعم خاں کی تحریر کے سبب سے فتور آ گیا تھا۔ اس تحریر کا خلاصہ یہ تھا کہ جھارکھنڈ کی راہ
سے جینہ بہار کی طرف جاتا ہے۔ تنگروی بردی بہت سے لشکر کے ساتھ اس کام کے
لئے مقرر ہوا ہے مگر جب تک کمک نہ پہنچے۔ وہ جنگ پر مبادرت نہ کرے اور محمد خاں
گلکھ کے مارے جانے کا اور یار محمد قراول کے لٹ جانے کا حال اسیں لکھا ہوا تھا۔

مظفر خاں نے ثبات پائی اور دلہنی میں کوشش کر کے اس تحریر کا جواب لکھا
کہ عقلی دور میں کا مقتضایہ ہے کہ جو سرگزشت گزری ہے وہ پکار میں مزید دلیری

اور افزونی اہتمام کا سبب ہو۔ پہلے اس نے کہ ان خود سروں سے جنید نے ان کا کام تمام کیا جاوے۔ یہ تو معلوم نہیں کہ دس روز میں اس نواح میں جنید آئیگا۔ مگر یہ اُمید ہے کہ ایک وز میں دشمن پر اگندہ کر دئے جائینگے اس سے لشکر کی شکست ہمت میں توانائی آئی۔ وہ اس ملک کے راہ شناسوں سے راہ پوچھ کر گریوہ میں لشکر کو مرتب کر کے لیگیا اور خواجہ شمس الدین کو سپاہ کے ساتھ دشمن کے عقب میں بھیجا۔ دشمن نے جب دیکھا کہ غنیم کی سپاہ نے آگے اور پیچھے ان کر گھیر لیا تو وہ بھاگا لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ لگی اُمرار نے تعاقب کیا۔ دشمن نے گریوہ آراپور میں جو چھار کھنڈ کی اعمال میں سے ہر جا کر لشکر کو مرتب کیا اور وہاں سے وہ پھرا۔ ان میں عمدہ سردار آدم خاں پٹنی پسر فتح خاں و دریا خاں کا کر اور جلال خاں سور و حسین خاں و یوسف پٹنی و عمر خاں کا کر اور محمود کا سوکھے مظفر خاں نے بھی میدان کارزار کو آرائش دی۔ جنگ عظیم ہوئی۔ حسین خاں و غازی خاں و جلال خاں سور ہلاک ہوئے۔ آخر کو جب افغانوں کا ہاتھ نہ چل سکا تو پیاؤں سے کام لیا۔ بھاگ نکلے۔ پادشاہی فوج کو فتح ہوئی اور وہ اپنی جگہ پر چلے گئے۔

جنید جسے بہار کا قصد کیا تھا جب اس واقعہ کا حال سنا تو اس نے کچھ توقف کیا پھر بہار میں جا کر سورشس مچائی۔ اس دیار کے اُمرار پٹنہ میں جمع ہوئے اور مظفر خاں سے دوستانہ خط و کتابت کر کے اُس سے امداد چاہی۔ ان دنوں پادشاہ نے اس کو جاگیر میں غازی پور مرحمت کیا تھا اس سے اور بھی اس کا دل بڑھ گیا تھا۔ فتنہ انگیزوں کی استیصال میں اور زیادہ کوشش کرنے لگا۔ اور پن پن کاہل باندھ کر بار گیا۔

اس اثناء میں خاں خاناں کا پیغام مظفر پاس آیا کہ جنید سے لڑنے میں شتابی نہ کرے میں خود آتا ہوں۔ اُمرار نے اپنی عزیمت کو فتح کیا۔ مظفر خاں نے داستان موعظت اور کارستان معاملت کی نتیجہ تفصیل کے ساتھ کی مگر سودمند نہ ہوئی۔ یہاں تک پھر جانے سے آزرہ خاطر تھا وہ ایسا کار طلب تھا کہ جنید سے تنہا لڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ مگر

حاجی پور کی سورش برپا ہونیکا آواز بلند ہوا۔ اسطرح اُسکو جانا پڑا۔ یہاں اسکی طرف سے
 میر محمد شوکتی انتظام کرتا تھا اسکو اور سو آدمیوں کو تاجخان بنوار و فتح خاں موسیٰ زئی و شہباز خاں
 بحری و سلیمان بنوار اور بھان راسے نے مار ڈالا وہ خدا داد برلاس اور عرب اور خواجہ شمس الدین
 کیساتھ حاجی پور کی طرف گیا۔ دشمن کے سامنے سے دشوار تھا اس لئے وہ قصبہ سوانہ میں گنگا سے
 اتر گیا اور حاجی پور اور اُسکے درمیان دریا رگندک طغیانی پر تھا۔ ادھی کرن زمیندار چنپارن
 اسکے دوستوں میں ہو گیا۔ اسنے اپنے برادری کے آدمیوں سے کشتیاں دلوائیں اور آسان راہ
 بتائی۔ مظفر خاں نے تین سو سپاہی بسر کر دگی قاسم علی سیتانی اور عرب بہادر کے اس راہ
 سے بھیجے۔ جب اسکے پہونچنے کی خبر آگئی تو وہ کشتیوں میں لشکر کو خود سوار کر کے غنیم کی
 برابر آیا۔ افغانوں نے تیروں بند و قوں سے بہت کچھ زور مارا مگر آخر کو بھاگنا پڑا۔
 حاجی پور فتح ہوا اور بہت سی غنیمت مظفر خاں کو حاصل ہوئی۔ اس کو معلوم ہوا کہ نہر
 مدھ گندک کے اسطرح فتح خاں موسیٰ زئی و جلال خاں عربی و سلیم برمیہ اور ستری
 اور جسری اور بہت سے افغان سورش برپا کرنے کے لئے جمع ہیں۔ مظفر خاں اپنی کا طلبی
 اور دور بینی کے سبب سے اس گروہ کے دفع کرنے کے درپے ہوا۔ وہ خود چند آدمیوں کو لیکر
 ندی پر گذر گاہ کی تجویز کرنے گیا۔ اس ندی کا عرض بہت کم اور عمق بہت زیادہ تھا سامنے
 دو سو سوار نظر آئے۔ ان سے لڑنے کے لئے خواجہ شمس الدین و عرب بہادر کو اشارہ کیا وہ
 گئے کہ دشمن نے ملک طلب کی مگر اس فوج کو دیکھ کر اپنے لشکر گاہ میں وہ چلا گیا۔ مگر جب
 ملک ان پاس گئی تو وہ پھر لڑنے کے لئے آیا۔ مظفر خاں بھی اپنے لشکر سے جا ملا۔ مگر اسکی
 سپاہ تھوڑی سی لڑ کر بھاگی اور بہت سی دریا میں غرق ہوئی۔ مظفر خاں بھی دریائی فوج
 خیزی میں جانا چاہتا تھا کہ خواجہ شمس الدین اسکی باگ پکڑ کر کوہستان کی طرف لے گیا غرض
 مظفر خاں کا حال نہایت تنگ ہو گیا پچاس آدمیوں کے ساتھ دامن کوہ میں وہ پڑا تھا۔
 شکر شاہی میں مظفر خاں کے مارے جانے کی شہرت ہو گئی مگر اس کا ایک قاصد

لشکر میں جا پہنچا جسے تردد و ورکیا۔ خداداد برلاس و مہر علی تین سو سپاہ کے ساتھ دریا سے پار ہو کر ویراہ ہوئے۔ دشمن سے لڑائی شام تک ہوئی رات کو دشمن بھاگ گیا شکست کے بعد فتح سے لشکر شاہی میں غوغا و جوش ہوا۔ افغان بھاگ کر تاج خاں بنواریاس گئے اسکی تدبیر کے موافق فتنہ انگیز ہوئے مال اور سپاہ کی افزونی سے اور عقل کی کمی سے لڑنے پر تیار ہوئے مظفر خاں نہایت احتیاط سے آب مدھ گندک سے پار گیا۔ اور اسباب نبرد کو فراہم کرنے لگا۔ وہ ایسی جگہ اُترا کہ جسکے تین طرف پانی تھا اور ایک طرف دلدل افغانوں نے اسکے لشکر کے گرد دائرہ بنایا۔ مگر یہ جگہ ایسی قلب تھئی کہ وہ ناکام رہے۔ یعنی کوشش ہوتی تھی اتنی ناامیدی بڑھتی تھی اب مظفر خاں کا لشکر ایسا بڑھتا گیا کہ اس تواج کے زمیندار اسکے طرفدار ہوتے گئے۔ پل بنایا خندق کھود کر ایک پناہ بنائی۔ اسکی آڑ میں لشکر کو مرتب کیا پل پر سے لشکر گذرنے لگا۔ تو افغانوں کے لشکر نے اس پر حملہ کیا۔ پاؤں ہی پیادے بھاگے۔ تو سواروں کا دل بھی چھوٹا۔ بھاگنے والوں کے صدموں سے پل ٹوٹا۔ تین سو پیادے و سوار دریا میں ڈوبے۔ خواجہ شمس الدین و خداداد برلاس و دشمنوں پر تیر اندازی کرتے تھے کہ ایک تیر حسین خاں کے گھوڑے لگا دی سپاہ کا سردار تھا وہ گھوڑے سے گر کر افغانوں کی جمعیت میں تفرقہ پڑا۔ پھر شیر مردوں نے پل بنایا اور اُس سے لشکر کو اتارا۔ افغان بھاگ کر تاج خاں کی قلعہ گاہ میں گئے مظفر خاں نے انکا تعاقب کیا انکے قریب پہنچا۔ اکثر اعیان افغان خندق کی جا کو تلاش کرتے تھے۔ اُن کو خبر نہ تھی کہ دشمن کا لشکر قریب آگیا ہے۔ ناگاہ مظفر خاں کے آدمی ان کے سر پر پہنچے وہ بھاگے بہت سے مارے گئے۔ ان میں سے تاج خاں بنواریاس کا سر حاجی خاں پہلوان کاٹ کر لایا۔ اور جمال خاں غلزی زندہ گرفتار ہوا۔ اور بہت سے اسیر مشیر اور گرفتار کمند ہوئے۔ رات کی تاریکی اور درختوں کے جھنڈوں نے لشکر شاہی کو انکے منازل پر جانے نہ دیا۔ مگر بہت سے بہادروں نے اس سب زمیں میں

غینت پانی صبح کو لشکر اپنی منازل پر آیا وہ لشکر کے آنے سے پہلے دریا پر بھاگ کر چلے گئے تھے اس دریا کو وہ اپنی پناہ سمجھتے تھے مگر اس نے انکو ہلاک کیا۔ بہت دقت سے غرقا بسے وہ نکل کر ساحل نجات پر پہنچے وہ پریشان و پراگندہ ہو گئے کچھ دریا میں ڈوبے کچھ ادھر ادھر پراگندہ ہوئے۔ انکا سارا گھر بار لٹا۔

جب اس یورش سے تسکین ہوئی تو ستری و چتری نے افغانوں سے اتفاق کر کے ولایت بگرہ (نگرہ) پر تصرف کیا۔ اس ملک کا طول تیس کوس اور عرض بیس کوس منگیر کے مہادی ہے۔ دریا میں گنگا موج خیز تھی۔ مظفر خاں نے وزیر جمیل و خداداد برلاس و خواجہ شمس الدین اور بعض امرا کو انکے استیصال کے لئے بھیجا۔ لڑائی ہوئی فتح خاں کے مخالف گروہ کے اعیان کا سردار تھا مارا گیا اور اناسی آدمی اور مارے گئے اور اس ملک پر قبضہ شاہی ہو گیا۔

منعم خاں جب مظفر خاں کی فیروز مندی دیکھی تو اس نے یہ چاہا کہ وہ یہاں پر نہ رہے پادشاہ پاس چلا جائے۔ اس پاس حکم تھا کہ جب جائے مظفر خاں کو پادشاہ پاس بھیج دے۔ اب اس نے لکھا کہ یہاں سے پادشاہ پاس چلے جاؤ۔ مگر اس وقت اس پاس پادشاہ کا یہ حکم آگیا کہ وہ ان حدود کی خدمات میں سرگرمی کرے۔ اور جب تک ہم نہ بلائیں وہ نہ آئے۔ گو منعم خاں اسکو ہمارے پاس آنے کو کہے جیسا وہ خانخانان کی تحریر سے پڑ مردہ خاطر ہوا تھا۔ ایسا ہی وہ پادشاہ کے فرمان سے شادمان و شگفتہ خاطر ہوا۔ حاجی پور میں جا کر باط انباط بچھا یا پادشاہ نے اس ملک وسیع کی حراست گزرچوسرے گڈھی تک اسکی تدبیر و شجاعت کو تفویض کی اور حکم دیدیا کہ سپاہ میں سب چھوٹے بڑے اسکی صلاح پر چلیں وہ تو انین سلطنت اور احکام خلافت کا پابند ہو کر عدالت پیرا ہوا۔

داؤد کے ساتھ منعم خاں صلح کر کے گھوڑا گھاٹ دوڑا گیا اور اسطرف کے فتنہ کو فرو کر کے وہ شہر گوریں آیا۔ یہ شہر پہلے زمانہ میں

ولایت بگرہ

منعم خاں کا مرزا اور خاں بہان کا ابن جہنم مرزا۔ اور داؤد کا فتنہ برپا کرنا

دارالملک تھا۔ اس کو افغانوں نے اسیلے کہ اسکی آہٹ ہوا ان کو ناموافق تھی چھوڑ کر خواص پور ٹانڈہ کو اپنا دارسلطنت بنایا تھا۔ منعم خان نے اس نظر سے کہ گھوڑا گھاٹ خود فتنہ اندوزوں کا حشر ہے لشکر کے قریب ہو جائیگا۔ اور ان حدود کی شورش بالکل فرو ہو جائیگی اور اس دلتکٹ جگہ میں عمدہ قلعہ موجود ہے اور بڑی بڑی عمارات بنی کھڑی ہیں حکم دیدیا کہ تمام آدمی اور سپاہ اور رعیت خواص پور ٹانڈہ کو چھوڑ کر گوریں آباد ہوں۔ مگر اس سے وہ غافل تھا کہ تداول روزگار و خرابی عمارات سے اس جگہ کی ہوا میں خواص سمیت آگیا ہے۔ خصوصاً یہ سمیت اور زیادہ ہو جاتی ہے کہ برسات کا موسم ختم ہوتا ہے۔ اور بنگالہ کے اکثر حصہ پر پانی بھر جاتا ہے ہر چند حقائق شناسوں نے اس کو سمجھایا۔ مگر اُس نے عام پسند توکل اختیار کر کے شہر گوریں ایک خلق کو گوریں سلایا۔ توکل کے معنی یہ ہیں مراتب تدبیر و فروغ خود کو کہ عالم اسباب کے بگ بان میں ملحوظ کر کے اسکی کار سازی کو خدا کے حوالہ کرے۔ نہ عقل صواب اندیش و اسباب ظاہر کو ترک کرے اسی سبب بہت امیر کہ جنہیں سے ہر ایک معرکہ آرائی کے لائق تھا بستر خواب پر ہم آغوش نیستی ہوئے اور عالم دیوں میں موت کا بازار گرم ہوا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ مردوں کے دفن کرنے سے آدمی عاجز ہو گئے اور پانی میں بہانے لگے۔ اگرچہ اس سال میں تمام دیا و مشرق میں تند باد فاجل رہی تھی۔ مگر اس شہر میں اس کا طوفان اٹھ رہا تھا۔

خانخانان اپنی بات پر ایسا اڑا کہ اس مرگ عام سے خبر نہ ہو کہ اس اثنائے میں خبر مشہور ہوئی کہ جنید نے بہار میں فتنہ برپا کیا۔ اس بہانہ سے گور کے گورستان سے آدمیوں کو نجات ہوئی۔ تعجب ہے کہ اس طوفان و بامیں منعم خان تندرست رہا۔ مگر ٹانڈہ میں جا کر رجب المرجب ۹۸۳ھ کو تھوڑی بیماری سے پیمانہ حیات اُس کا بریز ہوا۔ اسے لشکر کی جمعیت میں خلل عظیم واقع ہوا۔ اگرچہ اولیاء و دولت نے شاہم خاں کو سردار بنایا۔ اور اعتماد خاں خواجہ سرا کو کار ساز بنایا۔ مگر عیان لشکر کی بے اتفاقی اور اکثر کی دہم گرائی اور عام مصلحت مینوں کی کوتاہی حوصلہ اور ارباب نفاق کی شعلہ افزونی نے کسی ایک بات پر مشورہ نہ دیا۔ خیر اندیشوں کی شمع افروزی سے نور یک جھتی نہ چمکا۔ جب داؤد نے

یہ قیصے سُنے تو اُس نے صلح کے پردہ کو اٹھا دیا اور شکست عہد کیا۔ نظر بہادر کو جو قبضہ بھدرک میں تھا محاصرہ کر لیا۔ عہد و پیمان کر کے اس کو مارڈالا۔ مراد خاں جلیسر سے ہمت ہار کے بے آویزش کے ٹانڈہ میں آیا۔ شاہ بردی اس صوبہ کے کارخانہ کشتی اور توپ خانہ کا سربراہ تھا اُس سے عیسیٰ خاں زمیندار لڑا۔ اگرچہ شاہ بردی کو فتح ہوئی۔ مگر توہم کے دوفر سے اس سرزمین کو چھوڑ کر توپ خانہ اور نوارہ سمیت امرار سے آن ملا۔ غرض امرار پادشاہی کے ٹانڈہ میں تھے اُن کا کوئی معتبر سردار نہ تھا وہ اس ملک کو خالی چھوڑ کر حاجی پور میں چلے آئے۔ سپاہ کے افسر اس دیار سے ایسے دل گرفتہ ہوئے کہ گنگا پار شہر گور میں آئے۔ اصل میں سب کی نیت میں یہ تھا کہ اس طرح اپنے اند و ختوں کو اس دیار سے نکال لیں اُس لیے بات اُنھوں نے یہ بنائی کہ دریا کو بیچ میں ڈالکر ہم جنگ پر دل ہننا ہوتے ہیں اور حد و گھوڑا گھاٹ کے آدمی بھی ہم سے بلجائیگے۔ جب دریا سے عبور کیا تو قتل قدم نے ایک اور نامہ بنائے پادشاہ کی طرف سے یہ خبریں شہور کیں۔ اسکو آزمینشوں اور ناموس دشمنوں نے دست آویز بنا کر پرینہ اور تربہت کی راہ سے بہار کی طرف راہ لی۔ تعجب یہ ہو کہ اس زمانہ میں کہ آدم تاج بند جو پادشاہ کے فرامیں خانخانان اور امرار بنگالہ کے نام لے گیا تھا۔ شرارت ذاتی سے اس شورش میں منعم خاں کے فیلیخانہ اور اموال کو اپنے تصرف میں لایا۔ اور مہزاروں ابواب خذ و جبر کے کھول کر یہ ظاہر کیا کہ پادشاہ کے حکم والا سے حراست اموال میں کوشش کرتا ہوں۔ مگر حقیقت میں آزمند ہو کر اپنے زعم میں اپنے گھر کو آباد کرتا۔ اور اپنے لیے اسباب نکال ہمیشہ کے لیے سرانجام دیتا تھا خانخانان کے اولاد کوئی نہ تھی اس لیے اس کا سارا مال صامت و مناطق دیوان اعلیٰ کی سرکاریں ضبط ہوا اور اس کی تفصیل پادشاہ پاس بھی گئی۔ جب امرار کی عرضداشت ان واقعات کی یاد شاہ کے سامنے پیش ہوئی تو اُس نے خانبخاں کو جو پنجاب کا حاکم خود مختار تھا اور اب بدخشاں کو لشکر لیجانے کو تیار تھا اس کو بنگالہ کی فتح اور اس ناحیہ کے تصفیہ کے لیے مقرر کیا اور وہ بنگالہ کو روانہ ہوا۔ راجہ ٹوڈر مل بسکے ہمراہ گیا۔ حکم نافذ ہوا کہ بنگالہ کے کل امرار اور زمیندار خان جہان کو احکام خلافت کا کارفرما تھا

اور اسکی صلاح دید کو بہار کی مرضی انھیں۔ اور ملک کی فتح اور آبادانی میں لگا پڑیں۔ امرار بنگالہ
صوبہ بہار میں بھاگل پور کے حوالی میں پہنچے تھے کہ خان جہاں شکر لیکر وہاں آگیا۔ یہ اہل حق
سراسیمہ ہوئے کہ نہ رستے برگشتن و ہمراہی گزیدہ نہ روئے تافتن و عنایت درگاہ نمودن۔ اکثر
نے شرم کے ساتھ خوب توضیح سے کہا کہ ہم کو یہ ملک ناسازگار ہے۔ اور اس دیار کی ہوا
مسموم ہے۔ ہزاروں آدمیوں کی جان لے چکی ہے۔ ہم معاودت نہیں کرینگے بعض نے یہ
فتنہ اٹھایا کہ مذہب کو چھیڑا کہ خان جہاں قزلباش ہے اور ہم اس کی سرداری نہیں
قبول کرینگے۔ راجہ ٹوڈل کی تدبیر افزائی اور خان جہاں کی منہ رخ جو صلی نے سب کو
خاموش کر دیا۔ اور سب نے اسکی ہمراہی کو قبول کیا۔ اسماعیل قلیجاں نے پیش دستی کی کہ
وہ گڈھی کے فتح کرنے کو روانہ ہوا۔ داؤد نے یہاں تین ہزار آدمی معین کیے تھے۔ اور
ایاز خاصہ خیل کو یہاں کا منتظم بنایا تھا۔ اس شکر شاہی نے زندہ گرفتار کر لیا اور
مار ڈالا۔ داؤد کو یہ خیال نہ تھا کہ پادشاہی شکر امیا جلد آجائے گا اب وہ اپنی چارہ گری
میں مصروف ہے آکھل کو اپنا معرکہ بنایا جسکے ایک طرف دربار حصار بنا ہوا تھا۔ اور
دوسری طرف پہاڑ تھا جو کسی کو جانے نہ دیتا تھا۔ آگے دلدل تھی جس نے رستہ بند کر رکھا
تھا قطع نظر اس سے کہ وہ اپنا استوار تھی ولایت بنگالہ کی پیش گاہ تھی چنانچہ اس مرحلہ
دشوار گزار کے بٹھنے والے جیسے حوادث سے محفوظ ہے ایسے ہی بالفعل یہ ملک لشکر کی
بے سپری سے عموماً محفوظ رہی۔ خانبھان نے دشمن کی برابر صفوں بند کو آمادہ کیا لیکن
عوائق مکانی اور زمانی نے عرصہ مہارزت کو آراستہ نہ ہونے دیا۔ ہر طرف سے جو انبرد
آکر سرفشانی اور جانستانی کرتے جس سے انکی مردانگی ظاہر ہوتی پادشاہ پاس یہ پیغام
آیا کہ اگر کوئی تازہ فوج لگ کو جلد بھیجی جائے تو بنگالہ کی فتح دلخواہ ہو جائے۔ ورنہ
پھر برسات کا موسم آتا ہے جو بنگال میں طوفان مچاتا ہے۔

پادشاہ نے مظفر خاں اور تمام امرار صوبہ بہار کے نام حکم بھیج دیا کہ اس ملک کی سپاہ

بڑی قیمت پر خرید کر کے اپنے جواہر خدمت کو قابل تحسین بناتے تھے۔ غرض اس لشکر کی صورت کے دیتی تھی کہ اس سے کچھ کام نہ ہو گا۔ لشکر لہار کا انتظار تھا جس کو پادشاہ بنگالہ میں جانیگا حکم دے چکا تھا۔ مظفر خاں اس کو ٹال رہا تھا کہ پادشاہ کے سزا دل اس پاس متواتر آئے۔ وہ لشکر تیار کر کے کابل پور (بگل پور) میں لایا اور یہیں اقامت کا ارادہ کیا۔ اکثر بزرگان لشکر سے وہ سخن آرائی اور نکتہ گوئی کرتا کہ موسم باراں نے طوفان مچا رکھا ہے اس ملک میں جانا اور کام کا نہ بنانا دل کا توڑنا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ جب تک برسات ختم ہو نہیں قیام کریں۔ خانجہاں امتداد مقابلہ اور اشتداد عسرت سے تنگ ہو گیا ہے معاودت کرے۔ طلوع سہیل کے شروع میں کہ ہوائیں اچھی چلتی ہوں گی۔ پانی کم ہو گیا ہو گا اُس وقت یکتا دلی کے ساتھ بنگالہ کی تخیر اور افغانوں کا استیصال مناسب ہو گا۔ اس اشار میں محب علی خاں آیا اس مظفر خاں سے کہا کہ جب پادشاہ کا حکم جرم ہو کہ بنگالہ میں جا کر پیکار آرا ہو تو یہ مصلحت بینی اور تدبیر اندیشی و توقف گوئی ناشائستگی نہیں رکھتیں وہ عقیدت اور معاملت سے بعید ہیں۔ پادشاہی حکم کی اطاعت کر کے ایک دل دیکھت ہو کر خدمت کے لیے جانا چاہیے۔ اور جس کام کا طول کھچ گیا ہے اسے سرانجام دینا چاہیے۔ یہ بات محب علی خاں نے ایسی سچی عقیدہ و اخلاص سے کہی کہ سب کے دل نشین ہو گئی۔ اُس طائفہ نے بھی جو تاخیر کے درپے تھا خواہی نہ خواہی اسے قبول کر کے ایک یہ شاخسانہ نکالا۔ کہ کارشناس آدمیوں کو بھیج کر پہلے لشکر بنگالہ سے عہد و پیمان استوار کرنے چاہئیں۔ کہ جب دو لشکر مل جائیں تو کارزار کو تاخیر میں نہ ڈالیں اور اس بزرگ کام کو انجام دیں مبادا اعیان لشکر جنگ پر دل نہاد ہو کہ یہ بہانہ بنائیں کہ حضرت شہنشاہی کو آجائے دیں۔

(پادشاہ بنگالہ کے قصد سے ۲۵ ربیع الاول ۹۸۳ھ کو فچور سے چل چکا تھا) جس سے موسم کی خرابی میں یہ لشکر بھی پھنس جائے۔ میرزا الملک درویر جمیل کو بھیج کر خاطر جمع کی گئی پھر یہ دونوں لشکر ۲۹ تیر ماہ آئی ۹۸۴ھ کو مل گئے اور آپس میں خوب عیش و طرب کی مجلس اور جشن ہوئے۔ خانجہاں اور مظفر خاں کے درمیان مشورہ ہو کر ترتیب فوج اور تہیہ صفوف

فرحت خاں اس سے لڑ نہ سکا۔ نہ چار متخصن ہوا۔ راجہ نے اسے گھیر لیا۔ اور داؤد سے مل گیا۔ بادشاہی
 ملازموں کی راہ روکنے لگا۔ پیشرو خاں کشتی میں سوار ہو کر دریا اٹلا۔ اسے بنگالہ کو ایٹار کر کے جاتا تھا
 اسکو پکڑ کر قید کر لیا۔ فرہنگ خاں سپر فرحت خاں نے سنا کہ گجپتی نے اس کے باپ کو گھیر رکھا ہے تو وہ
 تیول سے اس طرف متوجہ ہوا قراطاق خاں بھی اس نواح میں تھا وہ اس کے ساتھ گیا جب تک ہنگ خاں
 کے راجہ کے نواڑہ سے لڑائی ہوئی اور اسکو وہ شکست دیکر دریا رسون سے گزر گیا۔ پھر راجہ
 اس سے لڑنے کھڑا ہوا فرہنگ خاں نے گجپتی پر تلوار کے دو وار کیے۔ قریب تھا کہ اسکو مار ڈالتا۔ مگر شمشیر
 بازوں نے فرہنگ خاں کے گھوڑے کے پے کاٹ دیے۔ وہ پیادہ ہو کر لڑا اور مارا گیا۔ پھر قراطاق خاں
 اپنی مردانگی دکھا کر نیت ہوا۔ فرحت خاں مہر بدری کے سبب قلعہ سے باہر آیا اور جان سے گیا۔
 گجپتی غازی پور کی غارتگری کے فکر میں ہوا کہ شہباز خاں لشکر سمیت وہاں جا پہنچا گجپتی ڈر کر
 گزر چونسہ پر بھاگا لشکر شاہی نے کشتیوں کو جمع کر کے دریا کو عبور کیا۔ اور گجپتی کے وہ پیچھے پڑا۔
 اسکا کچھ اسباب تو پٹ کشتیاں چھین لیں۔ اٹار راہ میں قلعہ کا محاصرہ کیا۔ یہاں کے قلعہ دار سنگرام
 نے قلعہ کی کنجیاں حوالہ کیں۔ شہباز خاں قلعہ اپنے آدمیوں کو سپرد کیا۔ اور گجپتی کے پیچھے پڑا۔
 ہاتھ نہ آیا۔ لشکر شاہی نے معاودت کر کے ایک در راہ لی۔ دوسرے روز دریا کے کنارہ پر گجپتی
 آنکرات تک لڑا۔ اور اپنے سامنے سے لشکر کو عبور نہ ہونے دیا۔ سنگرام کی رہنمائی سے لشکر اسکی
 بنگاہ کے لوٹنے کے لیے گیا۔ کئی جگہ بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں گجپتی نے لشکر شاہی پر شیخون مارا
 مگر ناکام رہا اور جگدیس پور میں چلا گیا۔ یہ جگہ نہایت استحکم ہے۔ دو مہینے تک جنگ کو لشکر شاہی نے
 کاٹا پھر قلعہ کو فتح کیا اور گجپتی کے زہ و زار پر قبضہ کیا۔ گجپتی بھاگ کر کوہستان رہتاس میں چلا
 گیا۔ یہاں اسکا بھائی میری سال بہت سے بہادروں کے ساتھ رہتا تھا کہ لشکر شاہی نے
 دفعہ جاکر اسکا کام تمام کیا جب گجپتی پامال حادثہ ہوا تو اسکا بیٹا سریرام قلعہ شیر گڑھ کی
 قلعہ داری کے لوازم میں مصروف ہوا شہباز خاں مع لشکر کے وہاں آیا اور سامان قلعہ گیری
 کامیا کیا۔ اس سرزمین کے اکثر سرکش اس کے مطیع ہو گئے۔ اتفاق سے یہ نیا گلی کھلا کہ یہ قلعہ

فرہنگ خاں نے دریا رسون کاغذ ہونا لکھا۔

رہتا جس جید کے ہاتھ آیا۔ اس نے اپنے کھتہ سید محمد کو سپرد کیا۔ اور جب جید مر گیا اور مظفر خاں نے اس صاحب
کی تہذیب کا اراد کیا تو اہل قلعہ نے اپنے مقتدروں کو شہباز خاں پاس بھیجا کہ ان طلب کی اس نے کشادہ پیشانی
سے قبول کی۔ قلعہ یوں ہاتھ آگیا مظفر خاں بھی اس واقع کو شکست خوش ہوا۔ جب قلعہ رہتا جس
ہاتھ آیا شیر گدھ کو سریرام نے حوالہ کر دیا۔ ان نیک خدمتوں کو بجالا کر شہباز خاں پادشاہ پاس گیا
پادشاہ نے قلعہ رہتا جس کی حراست محب علی خاں کو سپرد کی

سات گاؤں میں داؤد کا زہ و زاد تھا۔ اور متی و جمشید خاصہ خیل اور بہت افغانوں نے
یہاں شورش برپا کر رکھی تھی جب میانہ ولایت بنگالہ مقتدروں سے صاف ہوا تو خانجہاں اس خطر
موجود ہوا۔ متی نے داؤد کا اندوختہ گزیدہ جمع کیا تھا اور نیک بختی سے چاہتا تھا کہ بندگان پادشاہی
میں داخل ہو جمشید نے تمام افغانوں کو اپنے ساتھ بلا کر اس لڑائی ٹھانی۔ متی اس سے لڑا مگر آخر کو
کہیں چھپ گیا۔ اس کا سارا مال اسباب افغانوں کے ہاتھ آیا۔ یوسف بلوچ و سرست افغان اور متی
کے کچھ دوست جمشید سے عوض لینے پر آمادہ ہوئے۔ وہ ایک ن ان لوگوں کی دلہنی کرنے گیا تھا
کہ اس کا پیاناہ زندگی آب خجرات انھوں نے بسر کیا۔ پادشاہی لشکر کی انگلی بھی نہ ملی کہ وہ
شورش مہٹ گئی۔ داؤد کی ماں نے مع سب اپنے متعلقین کے پیاناہ لگی اور یہ قرار پایا کہ جب لشکر
حدود مانڈہ میں جائے تو وہ مع اپنے بیٹوں کے خانجہاں کی خدمت میں حاضر ہو خانجہاں نے
اسکی نیاز مندی کو قبول کیا۔ اور سات گاؤں سے پھر اپنی قرار گاہ پر چلا آیا۔ اس گروہ نے اپنے
پیمان کا پاس کیا اور خان جہاں پاس چلا آیا ۹۸۵ھ میں خانجہاں کی عرضداشت اس مضمون
کی آئی کہ ملک بنگالہ قبضہ میں آیا ولایت بھائی میں ابراہیم نرل و موسیٰ زئی فتنہ و فساد کے گھمٹ
میں بیٹھے ہوئے ہیں یہاں کا زمیندار عیسیٰ باتیں بنا کر اپنا وقت گزارتا ہے۔ شاہ بردی میر نوارہ
بھی اپنے گھمنڈ میں پھول رہا ہے۔ خانجہاں نے سپاہ آراستہ کر کے اس طرف بھیج دی۔ قصبہ
کو اس میں نو لکھا داؤد نے مع اپنے متعلقین کے اور محمود خاں خاصہ خیل مشہور بہ متی اور بہت
سرکش افغان خان جہاں کی پیاناہ میں آئے۔ بہت مال ہاتھ لگا اور بہت عمدہ اندوختے لیے گئے

خانجہاں کی لشکر کشی سات گاؤں پر اور اس کی عرضداشت ۹۸۵ھ

نولکا اور متی میں دشمنی ہوئی۔ خانبھان نے متی کو مار ڈالا۔ تاکہ مال جو لیا گیا ہو پوشیدہ
 رہے۔ شاہ بردی سمجھانے سے راہ پر آگیا ہو۔ حصہ بھوال میں لشکر شاہی آیا۔ ابراہیم نرل و
 کریم داد اور اس سرزمین کے اور افغانوں نے فرمان پذیری کی داستان درمیان
 میں لا کر کجبتی میں سخن سرائی کی عیسیٰ نے جو گریوہ نشین تھا ایک لشکر گران بھیجا جس کے
 سردار شاہ بردی اور محمد قلی تھے وہ دریا کنارہ سندھ سے گزر کر حدو کتل میں آیا۔
 یہاں سخت لڑائی ہوئی۔ عیسیٰ بھاگ گیا۔ اور بہت سے نفاس غنائم لشکر شاہی کو ہاتھ
 لگے۔ مگر عیسیٰ کے نامدار امراء میں سے مجلس دلاور و مجلس پرتابندیوں اور دریائوں
 سے نوارہ لائے۔ اور مار دھاڑ کی آگ کو بھڑکایا۔ پادشاہی لشکر میں لغزش آئی
 اور اس نے پیٹھ دکھائی۔ اس حقیقت میں کچھ دریا نور دوں میں سے کشتیاں چھوڑ کر
 بھاگے تھے۔ محمد قلی نے تیز دستی اور مردانگی سے مخالفوں کی کشتیوں پر قبضہ کر کے
 لٹا کر شروع کیا۔ مگر وہ گرفتار ہو گیا کہ اس عرصہ میں تیلہ غازی زمیندار آگیا اور اس نے
 ایسی جرات اور بہادری کی کہ پادشاہ کے لشکر کو ناامیدی کی حالت میں فتح نہ کیا اور
 دشمنوں کو بھگا دیا اور بہت غنیمت ہاتھ آئی اس حال میں ابراہیم نرل نے اپنے بیٹے کو
 مع تحائف کے بھیج کر پناہ مانگی۔ سپہ آراخان جہاں نے اس کو پناہ دیکر معاودت
 کی صحت پور میں کہ حوالی ٹانڈہ میں ہے۔ عشرت و کامرانی سے وہ اوقات بسر
 کرنے لگا ۹۸۶ء میں اسی معتم پر تابش تب اور بستگی شکم کے امراض میں ڈیڑھ
 مہینہ مبتلا رہا اور مر گیا۔ اس کی جگہ ایالت بنگالہ پر مظفر خاں مقرر ہوا۔

۳۳ فروردین ماہ النی ۹۸۷ء کو بنگالہ کی طرف روانہ ہوا۔ سپاہ کی بخشگیری
 رضوی خاں سے متعلق ہوئی اور شغل دیوانی میرادھم درائے پیرداس کی کاردانی
 کو مفوض ہوئی اور حکیم ابوالفتح صدارت اور اینی پر مقرر ہوا۔ اور اور امراء کو
 بھی لکھا گیا کہ اسکے ہمراہ جائیں۔ سب کو خلعت فاخرہ اور اسپ عنایت ہوئے اور

خانبھان کامرنا اور اس کی جگہ مظفر خاں کا مقرر ہونا
 ۱۳۵۳
 ۹۸۷ء

اسمعیل قلیخان یعنی سپہ خانجہاں کو حکم دیا گیا کہ جب نیا مرزبان اس سرزمین میں آئے تو کشتہ پیشانی سے ملک پاس کے حوالہ کر کے ہمارے پاس جلد آئے کہ اسکی سوگواروں کے زخم پر نوازش شاہ کامرہم لگے۔ بقیا خاں اور بابا خاں جباری اور کل امرابنگالہ کے نام فرمان صادر ہوا کہ وہ سپہ آرا کی صوابدید سے باہر کوئی کام نہ کریں۔

امرابہار و بنگالہ کی سترابی اور انکی ستر کی واسطے سپاہ کی روانگی

منصف پادشاہوں کا بڑا فرض یہ ہے کہ وہ شہروں اور ملکوں میں جنہیں طوائف نامہ اور گوناگوں جانور فراہم ہوتے ہیں۔ دور میں معدلت اندوز فراخ حوصلہ ملازموں کے سپرد کریں۔ تاکہ فروغ بیش سے آدمیوں کا جو ہر ردشن ہو۔ اور راستی کی ترازو میں تلے۔ داد دہی اور دولت افزائی اپنی شائستہ جگہ پکڑے اور کشت دگی ہمت بار بردار اور ناملائم کش ہو۔ اور خوی گزیدہ کی قوت ناکامی کے وقت اپنی پاسبانی کرے اور پیش بینی کو اپنا یار بنائے۔ تاکہ روزگار کی پریشانی کا انتظام ہو۔ اور آسودگی اور شادمانی ہو۔ اگرچہ انھیں باتوں پر خیال کر کے پادشاہ نے امراندکوز کو بنگالہ میں مقرر کیا تھا مگر روزگار بوقلموں کی نیزگی اور دیر کمن کی شگرت کاری بیان نہیں ہو سکتی۔ اسکی سب سے بدتر خویہ ہے کہ وہ بدسیرت فتنہ اندوزوں کی پرورش کرتا ہے اور باطل ستیزوں کے گردہ کے ہنگامہ کو رونق دیتا ہے اور نیک سگال سعادت گزینوں کی غم افزائی اور خرد پیر و حقیقت منشوں کی جان گزائی کرتا ہے۔ دور میں ہشیار خرام اس نقش بدیع کی پردہ کشی نہیں کرتے اور چون دچرا کرنے میں خاموش رہتے ہیں۔

بے اندیشہ کردم پیش و پس را + بکھتا براورہ نیست کس را

دوریں بستان زبان باید درو کرد + خموشی را بجزیرت پیش رو کرد

اس دشوار مجھے کی گرہ کشائی دشوار ہے۔ سواغ روزگار کے پکھنے والے کم ہیں اور

کوتاہ جوصلہ ہیں اور انکی آنکھ تمام نشیب فراز کو نہیں دیکھتی ہر وہ پاؤں میں کنا چھنے کو آشوب جہاں
 اور ایک شخص کے گزند پہنچنے کو بلاے عام سمجھتے ہیں مگر تیز نگاہ و حقیقت پر وہ جانتا ہے کہ
 زہر گیا اور تریاق دونوں نشوونما پاتے ہیں اور جانوروں میں دل صیدکن اور جان شکر نشا ط
 کرتا ہے آدمیوں میں بھی نیک بد کا ظہور اور خفا ہوتا ہے اور جس طرح ادویہ جسمانی میں دونوں زہر
 اور تریاق کام میں آتے ہیں ایسے ہی معالجہ روحانی میں دونوں گہ وہ نیک بد زمانہ شناس
 پر ظاہر ہے کہ نیک خرد والا گوہروں کی کارروائی اور بدکیش لیوں کی تباہی سے ہستی کو فروغ
 ہوتا ہے اور اسباب پاداش سر انجام پاتا ہے۔ آسائش خلق میں فتنہ اندوزوں کی سرافازی
 اسی کے لیے ہوتی ہے کہ وہ زیان و نقصان کے گڑھے میں گونہ رکھے جائیں۔
 ایں بادہ کہ روزگار دارد۔ + یک مستی و صد خار دارد۔
 گر برد فراز از نشیبیت۔ + ہمدار کہ میدہد فریت۔

اسی سے چارچمن بہت کی خار پیرائی اور نونالان شہادت کی طراوت افزوری
 ہوتی ہے۔ طرز تعلق کا دانا جانتا ہے کہ حق پرست دولت مندوں کی کامیابی آرائش
 جہاں ہے اور بطلان نشی شقاوت اندوزوں کی برآمد زیب و زینت جلال ہے۔ غرض
 ان دونوں میں لطف ایزدی و جمال الہی جلوہ دکھاتا ہے۔ اس تمیز کی تفصیل یہ ہے کہ امدار
 بہار پادشاہ سے پھر گئے۔ ہر ایک اپنی اپنی آرزو کے پورا ہونے سے خوش ہو گئے۔ ۹۸۷
 کے شروع میں پادشاہ نے پرکھوتم و مولانا طیب و شیخ نجم الدین و شمشیر خاں خواجہ سرا
 کو بہار کی طرف روانہ کیا کہ اس صوبہ معمورہ کے انتظام میں اپنی کارروائی کام میں
 لائیں ملک کی آبادی میں سپاہ کی تیمارداری میں زیر دستوں کی غنچاری
 میں کوشش کریں مگر فرد بایہ تنگ حوصلوں نے پٹنہ میں جا کر ڈیڑے ڈال دیئے۔
 اور اپنی حرص کا دامن دراز کیا۔ کار و لغ میں سخت گیری اور خیرہ روئی اختیار کی اور
 اپنے اندھے پن سے مدار اور پوزش پذیری کو کہ جسکے بغیر دار و گیر جہاں انتظام نہیں پاتا

امدادی کی سرکشی

چھوڑ دیا۔ ایک دوسرے تو اخلاص کے سبب اپنی طبیعت خود دوست کا عقیدت سے علاج کیا۔
 اور کئی ایک نے معاملہ پر نظر کر کے پہلی نعمتوں کی فراہمی کو اپنے حال کی ناکامی سمجھ کر کوئی شکوہ
 نہیں کیا۔ اور بعض نے سوداگری سمجھ کر محنت کی اور ظاہر میں اپنا کچھ نہ بگاڑا۔ مگر بہت سے
 بذوات ایسے ملع کے امیر تھے کہ وہ اپنے پادشاہ سے برگشتہ ہوئے اور شورش میں سر اٹھایا
 اور مخالفت میں اگر دن بلند کی۔ نہ ان کے دل میں اخلاص تھا اور نہ ان کو اپنے معاملہ میں سود
 و زیان کی شناخت تھی نہ عقل صواب اندیشی نہ رائے ظاہر میں تھی۔ نہ کوئی دانا ان کا
 ہم نشین نہ دل بہت گز میں تھا۔ پٹنہ اور اسکے نواح میں معصوم علی کابلی کے اقطاع تھے۔
 وسیع دیگ بخشی (عرب جاگیر دار سرداروں کے تھے سعادت علی کے پاس پرگنہ نمودائن (نموداری)
 کے تھے۔ حاجی کولابی اور بعض اور کی تیول میں دیوارہ تھا سید بخشی اور اس کا بیٹا بہادر اور درویش علی
 سحر تربت اور اسکے نواح میں خوان نعمت پر بیٹھے تھے۔ انھوں نے اور آدمیوں نے کارپرداروں
 کی سخت گیری سے بغاوت اختیار کی اور قسم دوم کے آدمیوں کو اس نے اپنی حزب بانی اور سخن سرائی
 سے بھکایا جیسے کہ شاہم خاں جاگیر دار حاجی پور اور میر مغر الملک میر اکبر و ساجی خاں پرگنہ دار
 آہ اور اسکے نواح کے تھے یہ سب ملکر شورا فرما ہوئے۔ پادشاہ کا اخلاص چھوڑا۔ اور یہ نہ سمجھے
 کہ آدمی دیوارہ سے گر کر خاک کی برابر ہوتا ہے۔ ہم جو پادشاہ کی اخلاص بلندی سے گرتے ہیں
 ہمارا کیا حال ہوگا۔ کتنی بلی کو نہ دیکھا کہ وہ کیسے انسان کے بندہ احسان ہوتے ہیں اور کیسے اسکے
 ساتھ دوستی و موافقت کرتے ہیں اور ہمیں ان معنی میں کیسی مواسا اور مدارا ہوتی ہے۔ آشنائوں
 اور یکجانشینوں اور احسان و نوازش کے امیروں پر کون سے امر ناگزیر ہوتے ہیں ان سب
 معاملہ شناس آزمندوں نے ملکر اپنی خواہش کا دروازہ کھول دیا اور عوم شکری
 پر کار دشوار کر دیا وہ لوگ کہ زربندگی کے سبب سے بجائے سپاہ کے زرجع کرتے وہ رشوت
 دینے سے عاجز ہوئے اور جو لوگ کہ سپاہ میں روپیہ صرف کرتے وہ ان حربیوں کے
 پیٹ بھرنے سے متحیر ہوئے ایسے دونوں گروہوں نے اس کو فتنہ اندوزی کا سامنا بنایا اور

شورش کا خیال کیا۔ محب علیخان سب کو پٹنہ سے محب علی پور میں جو رہتا اس کے قریب تھا لے گیا۔ اور داغ کے کام میں مصروف ہوا فقط وہی کام ردائی کرتا۔ اور اور امرار سیاہ ردائی اور خیرہ چشمی کرتے اس اثنائے میں کہ محب علی داغ میں سرگرم تھا بنگالہ سے ایک بڑا قافلہ آیا جس کی سیاہ وردنی بر ملا تھی مظفر خاں نے خانجہاں کے اندوختوں اور منتخب ہاتھیوں کو اور داؤد کی مانو لکا کو مع سائے خاندان اور سامان کے قح چند منگلی کے ہمراہ پادشاہ کے پاس روانہ کیا تھا اسکے ساتھ بہت سی سپاہ تھی اور سوداگر پر تال لے ہوئے ہمراہ تھے۔ فرصت جو ناسپاس لوٹنے کی گھاٹ میں لگے۔ اور آپس میں عہد و پیمان کرنے میں لگا پوکرنے لگے۔ محب علیخان نے انکو نصیحت کر کے اس ناشائستہ حرکت سے باز رکھا اور اس سبب کہ عموم اہل کار وادان فتنہ اندوزوں کی چیرہ دستی سے ہراساں تھے اسلئے سپاہ بسر کردگی حبش خاں اسکے ہمراہ کردی اس میں فتنہ پردازوں نے شہر ٹپنہ کو لوٹ لیا۔ محب علیخان قلعہ رہتا اس میں قلعہ داری کے لیے چلا گیا۔ رات پر کھوٹم اس خیال سے کہ معصوم خاں فرخزادی کو لڑائی کے لیے لائے غازی پور گیا شمشیر خاں نیار میں اس خیال سے گیا کہ راجہ ٹوڈرل کی سپاہ کو جا کر آمادہ پیکار کرے۔ عرب عہدہ جوئے ارادہ کیا کہ قافلہ مذکور کو لوٹ لے مگر وہ گذر چونسہ سے گذر گیا اور اسکو سولے چند ہاتھیوں کے جو پیچھے رہ گئے تھے کچھ اور ہاتھ نہ آیا۔ حبش خاں نے مرد آزمائی میں کارپردازی کی مگر گرفتار ہو گیا۔ عرب نے یہ چاہا کہ محب علیخان کے ساتھ حبش خاں ایسی ردیہ بازی کرے کہ وہ اس کا ہداستاں ہو جائے۔ مگر حبش خاں نے کہا کہ محب علیخان میری باتوں میں سنیں آئیگا اور وہ کسی طرح آپکے ساتھ یکدل نہیں ہوگا۔ اگر آپ لدھی کا بیان استوار کریں اور میری خواہش کو قبول فرمائیں تو میں ہتاس میں جا کر اہل قلعہ کو آپکا طرفدار بناؤں پھر یہ آسانی اس مرزبان کے پیمانہ حیات کو بسر نہ کروں اس طرح سے یہ بلند قلعہ ہاتھ آجائیگا اور پناہ حوادث ہوگا۔ غرض یہ دوست دشمن نمایاں چرب زبانی اور افسانہ گوئی سے اس خطر گاہ سے نکلا اور اپنے خداوند پاس گیا اور یہ ہساری باتیں کہیں اسی اثنائے میں رات پر کھوٹم کا واقعہ ناگزیر پیش آیا۔ جب وہ غازی پور میں گیا معصوم خاں فرخزادی نے

بہانہ سازی اور جیلہ اندوزی اختیار کی اور اس کو گزر چونسہ پردہ اٹھایا کہ میں وہاں آنکھ سے
 ملوں گا۔ یہ سادہ لوح اسکے دماغ میں آگیا اور نگہ میں اور اس لایت کی سپاہ جمع کی اور
 کئی جاگیردار اس کے ساتھ متفق ہوئے۔ ایک دن وہ گنگا کے کنارہ پر اٹھنا کر رہا تھا اور
 ایشور کی پوجا میں لگ رہا تھا کہ ناگمانی عجب بہت سی سپاہ لیکر اس حدود میں آیا۔ قابو پا کر
 چیرہ دستی کی رٹے کے بیدل ساتھیوں نے آمادگی کا بہانہ کر کے کنارہ کیا۔ وہ خود لڑائی میں گرم
 ہوا۔ زخمی ہوا۔ ہمارے ہستی میں ڈال کر اس کو غازی پور میں لائے۔ دو روز بعد یہ نیک نام دنیا
 سے سدھارا۔ محب علیاں میدان جنگ میں آیا۔ جٹ خاں نے شربت جانفشانی پیایا۔ عجب
 بھاگا۔ جب پادشاہ کو ان واقعات پر اطلاع ہوئی تو راجہ ٹوڈرل و شیخ فرید بخش و ہرن علیاں
 سلد و زوراجہ اسکرن و رائے لوئکرن و نقیب خاں و قمر خاں و شاہ خواجہ ابوالقاسم
 و ابوالعالی و باقر سفرچی اور ایک گروہ انبوه کو فرمان ہوا کہ اس ملک میں جا کر ناسپاس
 بد سگالوں کو سزا دیں۔ ترسون خاں و معصوم خاں و فرخزادی و غازی خاں بدخشی و گنہگار
 اور اور جاگیرداران صوبہ الہ آباد و دودھ کو فرمان بھیجا گیا کہ جب لشکر شاہی اس دیار
 میں آئے تو اسکے ساتھ ساز و سامان پسندیدہ لیکر لکھنؤ ویک جہتی اسکے ساتھ کریں۔ اور
 ترسون خاں اور راجہ کی صوابدید سے باہر نہ ہوں۔ یہ بھی اشارہ ہوا کہ صادق خاں و
 باقی خاں و الخ خاں جٹشی و طیب خاں و میر ابوالظفر چندیری و تدر سے اسطفت جائیں۔
 جن اقبال مند پادشاہوں کی خدا تائید کرتا ہوں وہ اپنی ہمت کو ان دو کاموں کے
 آراستہ کرنے میں لگاتے ہیں۔ اول فرومایہ بداندیشوں کو جو رویاہ بازی و جیلہ سازی
 سے نیک سگالوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں انکے کار پر سے پردہ اٹھا کر اپنی سلطنت
 کو انکے خن خاشاک سے پاک کرتے ہیں اور سعادت مند حقیقت اندوزوں کو جو نارسیدگی و لبت
 اور بندگانوں کی پیش آمد کے سبب ناشناسانی میں رہتے ہیں۔ شناخت کر کے عشرت سے
 کامیاب کر کے اپنی دولت کو بڑھاتے ہیں۔ زیادہ تر روزی کے قرائع کرنے کو اسباب شادمانی

آراء و خیالات کی سرکاری و سرکاری
 ۹۸۸

جمع کرنے کو۔ نالام کے پیش لانے کو۔ اور آدمیوں کو شنگھ غم میں گھسیٹنے کو انعام سے انعام پہنچانے
 میں جو شخص کہ درستی دریافت کو شائستگی کر دار کے ساتھ ہم آہنگش کھتا ہو وہ آفرینش
 سے بے آرمی میں نہیں جاتا اور افزونی جاہ اور فراوانی مال سے اپنی آگاہی کو گزرا نہیں بچاتا
 آزمائش کے دن دونوں زمانوں میں فرمان پذیر می اور خدا شکر داری کو سر پر رکھتا ہو اور
 خوش ہوتا ہو اور اپنے نفس کی بیوقوفی کو روکتا ہو مگر جسکی اہل سرشت بدگوہر ہوتی ہو وہ شناخت
 کی شاخ سے پھل نہیں دھکتا ہو اور اگر کچھ اس سے فائدہ اٹھاتا ہو تو کر دار کی گاہن کے نسیم
 اس کو نہیں پہنچے اور وہ اپنی معیشت کی افزونی میں اپنا چراغ بھوس دیکھ دیتا ہو اور بدست
 ہو جاتا ہو اور ناکامی میں سعادت سے کنارہ کر کے بے اعتدالی کرتا ہو یہی حال امراء بگارا کا
 ہو۔ ایسی روزگار اور آبادی اقطاع اور افزائش مال سے انکی بنیادی زمان زمان تازیک
 ہوتی گئی۔ اور بیدارشی اور کج گرائی سے اپنے فائدے زیان کاری میں سوچ کر رد پید جمع کرتے
 اور سپاہ پزنگاہ کمتر رکھتے اور شورش کے دانوں گھات میں لگے رہتے۔ ان دنوں میں
 مظفر خاں یہاں آیا۔ اس نے اپنے بزرگ عمدہ کی قدر نہ کی اور ملک و لشکر کے انتظام
 میں کوشش نہ کی حساب دانی کو جو اسکے اعتبار کا سرمایہ تھا چھوڑ دیا اور ہمیشہ اس
 سے چھین بہ جیس رہنے لگا اور زیان کوشکایت اور آزر دگی سے آلودہ کرنے لگا ہم
 نے کھا ہو جس وقت وہ ریاست بنگالہ پر مقرر ہوا ہو تو اسکی امداد کے لیے دیوان
 اور بخشی اور امین بھی مقرر ہوئے تھے۔ کوتاہ بینی سے اس نے انکو اپنا حریف جانا اور
 ان آزر وہ ہوا اور کام سے ہاتھ اٹھالیا اور شکوہ فروش ہو گیا اور اس گردہ کو ہمت
 پیرد کر کے خود رعیت اور سپاہ کی تیار داری کو چھوڑ بیٹھا۔ یہ نہ سمجھا کہ ملک اردو گیر میں
 جتنے یار ویاور زیادہ ہوتے ہیں اتنا ہی انجام کار شائستگی کے ساتھ ہوتا ہو مان
 لیا جائے کہ اس سودے میں اس کو زیان ہوا۔ پایہ جاہ اسکا پستی کی طرف مائل ہوا۔
 مگر ان کو ایسے فتنہ زار میں اس طرح جینا کیونکر سزاوار ہو سکتا تھا۔ اور تعلق کی

حالت میں عدارانہ رکھنے سے کیلئے منزل مقصود پر پہنچ سکتا تھا۔

دیار بنگالہ ایسی سرزمین ہے کہ اُس کی آب و ہوا کا اثر سفلہ پروری جس سے ہمیشہ فتنے برپا ہوتے
خاندان کے خاندان تباہ ہوتے ہیں۔ دولتیں، وال پاتی ہیں۔ اس واسطے پہلے زمانہ کی کتابوں
میں اس ملک کا نام بلغاک خانہ لیا جاتا ہے۔ ابن بطوطہ نے اس کو لکھا ہے کہ وہ ایک جہنم ہے جو نعمتوں
سے بھرا ہوا ہے۔ یا پوں کو کہ ایک تشناک جنت ہے پہ آراپنے جام کے پند میں ایسا آیا کہ آشنا و بیگنا
کو دلاسانہ دیتا۔ اور اس کے کارپردار رشوت ستانی پر پل پڑے۔ زور سے زر کو لیکر اپنے لیے جمع
کرنے لگے۔ کاش یہ آزمندی تری ہوتی اور راہ آزر م سے سیرا ہی نہ ہوتی اور سرشتہ معاملہ
دانی کو ناہنجاری سے نہ توڑتے جو کوئی زیر دستوں کا خانہ خراب کر کے اپنے مکان کو نگارین بناتا
ہے وہ تھوڑے دنوں میں اپنی آبر و کھوتا ہے اور اپنی زندگی کی بنیاد اُکھیرتا ہے۔ اول یہ ہوا کہ خاں خاں
کے اندوختوں کے وہ دیپے ہوئے۔ اسمعیل قلیاں اور تمام ترکمانوں سے پر خاش شروع کی
ترکمانوں نے انکے معدہ حرص کو ناشتا دیکر گرگ آشتی کی اور پادشاہ پاس چلے گئے۔
پھر علی العموم اس ناحیہ کے ترکمانوں کے زربلہ و سخت گیری اس طح کرنی شروع کی
جیسے کہ صوبہ بہار میں کار گزار کر رہے تھے۔ بابا خاں اپنی دُکھڑا دیا کرتا تھا کہ ستر ہزار روپیہ
خرچ کر چکا ہوں مگر ابھی سو سوار داغ نہیں ہوئے ہیں اور تپول داروں کا حال اس سے بھی
زیادہ بدتر تھا۔ غرض ناظم اپنی آبادی کے لیے اوروں کی حسرت بانی کے دیپے ہوئے۔
زرد دست شوریدہ مغزوں نے آزار پاک فرماں پذیر سے گردن نکال لی اور گنگا پاجا کر
دارالملک ٹانڈہ کے گرد چلے گئے۔ اور یکم ذی الحجہ ۹۸۸ھ میں فتنہ برپا کیا۔ انھوں نے مودت
حقوق نعمت رسیدگی فراموش کئے۔ نمک شناسی کو نظر سے پنہاں کیا۔ بنگالہ میں بابا خاں
جباری۔ وزیر جمیل سرغنہ فتنہ تھے اور باقی اور سعید تو قبائی۔ و مرزا حاجی بیگ۔ و عرب بخشی
و صلح و شیر کی خان و مرضی قلی ترکمان و فرخ بھی فساد کی ہیزم میں چنگاری ڈال کر دور
کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور قیا خاں حاکم اڈیہ و مراد خاں حاکم فتح آباد و مرشد و تروڈی

حاکم سارگاؤں کو نیکو خدمتی کی توفیق نہ ہوئی۔ ایک جہتی کر کے اپنی موت نہ دکھائی بے راہ جانے کے اسباب بہت سے ہیں۔ اول عقل کی کج لگائی ہو کہ وہ سیدھی راہ سے باہر نکلتی ہو اور سود کو زیان میں مبتلا کرتی ہو دوم بد ذاتی ہو کہ دل کو سیاہ کرتی ہو اور چہرہ راغ احسان سے روشنی نہیں لیتی سوم افزائش مال جو نیک سرشت خردمندوں کو گمراہ کرتا ہو پیچیدہ بندہوں کا ذکر تو کیا ہو چہارم حاشی جو پور میں معاملہ داغ میں رضوی خاں کی دغا بازی ہو خطاب بخشی گری کا اُس کے نام پر تھا۔ وہ طمع کر کے گدا طبع بنا۔ پہلے داغوں کی تصحیح نہیں کی اور از سر نو کام شروع کیا جس سے زربندہ تنک چشموں پر کار دشوار ہوا اور وہ اندیشہ تباہ سے سراپیمہ ہوئے پنجم کوئی مروخیر سگال ایسا نہ تھا کہ اپنی دانادلی دیر چشمی و کار دانی دینک نشی سے اس ہنگامہ شورش کو فرو کرتا۔ زمرست غافل نہ ایسے گمراہی کو ہر گئی جستجو کرتے تھے۔

ششم خالدین خاں کی آبروریزی اسکی تیول داری سے جلیسر کو نکال کر میر جمیل الدین حین انجو کے حوالہ کیا اور چونکہ اُس نے روپیہ تحصیل کیا تھا۔ اسلئے مظفر خاں نے مدارا کو چھوڑ کر شکنجہ میں ایک ہاتھ اسکا رکھ لیا۔ اس سے اور زرد دوستوں کو خوف پیدا ہوا جب خانبہاں مر گیا تھا تو اسمعیل قلیخان نے بعض آدمیوں کی جاگیریں بے حکم شاہی کے بڑھا دیں۔ پہلے مظفر خاں نے انکی بازخواست کو مصلحت وقت نہ دیکھا ہفتم روشن بیگ کو قتل کرنا۔ وہ پہلے خالصہ کا عمل گزار تھا۔ خیانت کے سبب کابل بھاگ گیا تھا۔ وہاں سے فتنہ اندیشوں کے اشارے سے بنگالہ میں آیا۔ شورش افزائی اور بدآموزی پر مستعد ہوا۔ پادشاہ نے یہ حال سُنکر اسکی نسبت حکم فرمایا کہ وہ ٹھکانے لگایا جائے۔ مظفر خاں نے زمانہ کو نہ دیکھا اُس کے قتل کرنے سے یہ جانا تھا کہ اور سرکش اسکے نیازمند ہونگے۔ برخلاف اس کے وہ اور سرکش ہو گئے۔ اور زرد دوستی اور خویشستن داری اور کین توزی پر آمادہ ہوئے۔ ہشتم شاہ منصور دیوان کی کفایت اندوڑی جب بہار و بنگالہ فتح ہوئے تو پادشاہ نے اس سبب سے کہ اس ولایت کی آب ہوا گھوڑوں کو ناساز ہو اور آدمیوں کے لیے بھی بعض خاں

جان گز اہیں تو اُس نے بنگالہ میں لکھنپاہ کا وظیفہ دس ہزار دس سو پندرہ روپیہ کر دیا تھا۔
خواجہ نے وقت کو نہ دیکھ کر بنگالہ میں دس پندرہ اور ہزار میں دس بارہ وظیفہ کا فرمان بھیج دیا۔
منظرف خاں حکم کا پابند ہوا۔ اور امارہ تو سی سرسوال سے کی۔ اور بہت مال ان سے طلب کیا۔
فتنہ اندوز زردو ستوں کو بدکاری کے لیے یہ بہانہ ہاتھ آیا۔ اگر وہ انصاف کرتا۔ پادشاہ
کے حکم پر عمل کرتا تو یہ ناسپاسی اور گردن تابانی ظہور میں نہیں آتی۔ بنم پادشاہ کا مذہب
صلح کل کا اختیار کرنا جس کا ذکر پادشاہ کے مذہب کی باب میں بیان کرینگے۔ لوگوں نے
جانا کہ پادشاہ مذہب اسلام سے پھر گیا اسکو بھی انھوں نے اپنی آزمندی اور حرص کا بہانہ
بنایا۔ مظرف خاں نے مع اور بہت سے سرداروں کے لنگا کے کنارہ پر ان فتنہ اندوزوں سے
معرکہ نبرد آراستہ کیا۔ نجات خاں آیا نہیں۔ وزیر جمیل آیا۔ مگر دوروی اختیار کی۔ اس
سرکش گروہ نے اپنا نقصان دیکھ کر مصاحت کے لیے سلسلہ جنبانی کی۔ اعیان دولت نے
اُس سے بے اعتنائی کی۔ وہ اسکے منتظر تھے کہ کوئی بندہ خیر سگال تنگ گیر یوں کو پادشاہ کو
سنا کر فرمان عاطفت لے آئے۔ پادشاہ کا فرمان بھی مظرف خاں کی نگوہش میں آیا اور
ان کو بخشش و نجاتش سے شاد کیا۔ لڑائی پھر ہی تھی کہ قاسم نوچہ گھوڑے کی ڈاک میں ادیا
دولت پاس پہنچا تو ادیا رو دولت کی آنکھیں کھلیں۔ خوشامد و معذرت گزاری کرنے لگے۔ پادشاہ
کے حکم سے خود سردون نے تازہ جان پائی انھوں نے جشن کیا اور یہ چاہا کہ بعض اعیان لشکر
کے ذریعے سے مظرف خاں پیمان نیک اندیشی استوار کرے تاکہ خوف ہمارا دور ہو اور ہم بندگی
اختیار کریں۔ مظرف خاں نے اپنے اہلکار کو اُن پاس بھیجا۔ اور اس گروہ کے سرداروں نے
خلوت کدہ میں اُن سے خالکاری کے ساتھ اتحاد و اتفاق کی باتیں کیں۔ مگر یہ
اتحاد کو منظور نہ تھا اس لیے دوستی میں کدورت پیدا ہوئی اور گروہ فتنہ اٹھئی۔
نرائن داس گھلوت اور رالے پتیمیر داس کے بعض رجوتوں کے دل میں آئی کہ ان تھوڑے
ایک ناسپاسوں کے مار ڈالنے کا موقع اس سے زیادہ اچھا نہیں لگے گا۔ ان میں سے

ایک نے رائے سے کان میں چپکے سے یہ کہہ دیا۔ اُس نے سادہ لوحی سے اور آدم شناسی سے رضوی خاں سے گزارش کی اُس نے رمز و اشارے سے اس گروہ کے سرداروں کو مطلع کیا۔ ان میں سے ہر ایک بہانہ بنا کے مجلس اتحاد سے باہر آیا اور فتنہ و فساد برپا کیا۔ ابواسحاق نے رضوی خاں کو جس نے بیوقوفی سے پردہ درمی کے دستگیر کیا۔ غرض ہر طرف سے ایک طرف فتنہ اُٹھا اور اس میں جو افرادوں نے میدان جنگ میں خواب واپس میں آرام کیا عقلمندوں نے اس واقعہ سے جان لیا کہ پان توننا اور بیدلی کی راہ پر چلنا اور فرمان پذیری سے سبھپنا اور رازگوئی کی جگہ کو نہ پہچانتا۔ زیان و ہلاکت کو سر پر بلانا ہی۔ جب پادشاہ کو ان حالات پر اطلاع ہوئی تو وہ خود بنگالہ جاتا۔ مگر مرزا حکیم کا اندیشہ ہندوستان میں آنے کا لگا ہوا تھا اسلئے اس نے مرکز سلطنت سے سرکنا مناسب نہ جانا۔ وادیس سے کام چلایا۔

پادشاہی لشکر و سرکشوں میں دریائے گنگ کے کنارہ پر تیرد فنگ رداں رہتے گو مخالفوں کا ایوہ زیادہ تھا۔ مگر وہ لشکر شاہی سے ہزیمت پاتا۔ اس سبب سے پادشاہ کے کار پر دازوں کو سخت گیری پر اور جرات ہوئی۔ مزایا بیک قاتل لشکر کو ساتھ لیکر گنگا پار گیا اور ناندہ کی طرف چلا کہ پادشاہ کے لشکر کو دودلہ کرے۔ مظفر خاں اور خواجہ جس لدین اور امرائے اس سے لڑ کر شکست دی۔ گردنہ فرازوں نے پناہ مانگی اس عذر پذیری کے زمانہ میں بزرگان دولت کا تکبر اور بڑھا اور لا بہ گرمی اور نیاز گزاری کام میں نہ آئی۔ اگرچہ بہار کی آشوب کی خبریں سنتے تھے مگر اسکی پرواہ کچھ نہ کرتے تھے اور اس کا خیال بھی نہ کرتے۔ بہار و بنگالہ کے سرکش آپس میں ملجائیں گے۔ سستی غور کے درپے خمار ناکامی ضرور ہوتا ہی۔ بہار کے فتنہ اندوز بنگالہ کے سرکشوں سے یوں ملے کہ جب بہار کے سرکشوں نے سنا کہ پادشاہ کی سپاہ آئیوالی ہی تو وہ حیرت میں ہوئے کہ اب نہ رائے آویزشیں ہی نہ راہ گزیر تو اس سرسملی میں اُنھوں نے اپنے آدمیوں کو بھیج کر بنگالہ کے سرکشوں کے ساتھ یک جہتی کا پیمان

بھارت بنگال کے سرکشوں کا ایک ہندو

کر لیا۔ جب بہار کے سرکشوں کے گم آنے کی خبر آئی تو مظفر خاں نے قمر خاں و خواجہ شمس الدین کو بھیجا
 کہ وہ گڈھی کی جو بنگالہ کا دروازہ ہے پاس بانی کریں مگر ان کے پہنچنے سے ایک دن پہلے سرکشوں
 نے اس گڑھی پر قبضہ کر لیا تھا۔ اگرچہ لڑائی ہوئی۔ مگر قمر خاں کے ہمراہیوں نے بیدلی کی اور
 خواجہ شمس الدین زخمی ہوا۔ دونوں ایسے چلے آئے۔ اس زمانہ میں بابا جان قاتل بہت سے
 آدمیوں کو ساتھ لیکر آگ محل میں دریا رنگ سے پار جا کر بہار کے سرکشوں کے ساتھ مل گیا۔ مظفر خاں
 حسین بیگ غنہ علی (عزیز علی) کو سپاہ کے ساتھ بھیجا کہ کھاری گنگ (گڈھی گنگ) پر مخاںوں کو
 روکے۔ مگر دشمن دریا پار چلے آئے مظفر خاں کے پاس اور آدمی بھاگ کر ان سے جا ملے۔ ہر روز
 پادشاہی لشکر سے لڑائی ہوئی۔ ناموس کی پاس بانی میں جانیں جاتیں۔ تیر و خدنگ کے
 مرغ ہو ایں اڑ کر خون پینے کے لیے چونچ کھولتے۔ جام کی طرح ہاتھیں شمشیر خون سے بھری ہوئی
 رہتی اور اپنے جگر سے خاک کو مست کرتی۔ سرداروں کے سراپاؤں میں روندتے جاتے۔
 خواجہ شمس الدین نے نسخ پائی۔ مگر حسین بیگ کی جان گئی۔ دس روز تک لڑائی رہی
 سرکشوں کو ایسی شکستیں پے در پے ہوئیں کہ ان کے دانت کھٹے ہو گئے تو انھوں نے اس میں
 ایک مجلس راج جمع کی اور یہ کہا کہ ابھی یہ حال ہے۔ جب لشکر شاہی آجائیگا تو معلوم نہیں کیا
 حال ہوگا۔ ایسے بہتر ہوگا کہ ندی کی راہ سے گنگا میں جائیں اور وہاں سے اڈیسہ میں پناہ
 لیں اور اگر کہیں قابو پائیں تو پادشاہی مورچل پر دست جرات در انداز کریں۔ عنبرض
 انھوں نے ندی میں کشتی کا لنگر اٹھایا اور قاتل اور بہت سے اوفتنہ اندوز گنگا
 میں آپس میں مل گئے۔ راہ میں پادشاہی مورچل پر توپ چلائی جس سے سپاہیوں کے
 پاؤں اکھڑے اور بے لڑے بھاگے اور زلف علی بدخشی اور کوچک قندوزی کہ اس گروہ
 میں عمدہ تجربہ بہت سے آدمیوں کو ہمراہ لیکر مخالف سے جا ملے۔ مظفر خاں کو جب اطلاع
 ہوئی تو وہ سٹ پٹایا۔ بدگمانی اور بیدلی سے دیوانہ ہو گیا۔ نہ عقل چارہ گر اس کی رہ نما
 تھی نہ کسی فریاد رس کی بات سننے کی طاقت تھی ہر چند کار شمشیر اس خیر ہنگاموں نے

گزارش کی کہ اس گروہ کے دیرانی سے کیا بگڑا ہے۔ لشکر کو شائستہ آئین کے ساتھ بھیجا گیا۔ مگر یہ پسند سودمند نہ ہوئی۔ اس کا حال روز بروز زیادہ آشفتمن ہوتا گیا۔ اختلاف رائے تذبذب عقل و توہم بجا و دشمن نشناسی اور دوست داری جان سے انتظام اس کے ہاتھ سے گیا۔ نہ خود افواج شاہی کو لڑنے کے لیے بھیجنا نہ اور امرار کو جو ہر جگہ پر اس کے حکم کے انتظار میں بیٹھے تھے لڑنے کی اجازت دیتا۔ بہت سی گفتگو کے بعد خواجہ شمس الدین کو کچھ لشکر کے ساتھ بھیجا کہ وہاں جا کر قابو کی تلاش میں بیٹھے اور حقیقت حال سے اطلاع دی ایک جماعت اپنے عیال کے اندیشہ سے اسکے ساتھ نہ گئی۔ ایک جماعت کو شتر دلی سے ہمراہی کی توصیف نہیں ہوئی۔ جب کار فرما کا دل برقرار نہ ہو تو فرمان پذیر کی گرفت کیا ہو سکتی ہے جو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند سلمانی ہ۔ خواجہ شمس الدین نے گزارش کی کہ میں نے کچھ راہ طے کی تھی کہ کیا دیکھتا ہوں گروہ کے گروہ آدمی غنیمت پاس چلے آتے ہیں۔ اور اس کے ہمراہی اس سے روز بروز جدا ہوتے جاتے ہیں تھوڑے دنوں میں کوئی اس پاس سوائے مطلب مصاحب کے پاس نہ رہا۔ ناچار وہ میدان کارزار میں آیا اور زخم کھا کر زندگانی کو نیک نامی کی عوض میں بیجا۔ اس اثنا میں محمد علی ارلات آیا جس کو اس نے جانا کہ ایک دوست آیا مگر اس نے ایک نیزہ اسکے مارا جس سے وہ گر پڑا۔ مرنے کے قریب ہوا کہ ناگاہ مرزا محمد کہ جس سے کچھ امید ادا نہ تھی آیا۔ مہربانی کر کے معصوم خاں پاس اس کو لے گیا۔ اس نے دلہی کر کے قاضی زادہ کو حوالہ کیا۔ ہاتھی پر سوار ہو کر جاتا تھا زمانہ کی نیرنگی سے نصیحت کا سبق پڑھتا تھا۔ اگرچہ لڑائی نہ تھی اور سرکشوں کا گروہ بڑھتا جاتا تھا مگر ان کو عجب طمع کا خوف و خطر تھا۔ ناگاہ ایک بڑا لشکر نظر آیا جو معلوم ہوتا تھا کہ سرکشوں کے گروہ کو پراگندہ کر بیگا۔ مگر اس کا سردار وزیر جمیل دشمنوں سے دوستی کے قصد سے آیا تھا لڑنے کے لیے نہیں آیا۔ وہ پادشاہی حقوق کو فراموش کر کے جمیل سے جاملے۔

مظفر خاں کا مارا جانا

مگر پھر بھی دشمنوں کو خوف تھا کہ مظفر خاں سے لڑائی میں معلوم نہیں کہ کیا حال ہوگا۔ اسی اثنا میں
 ان پاس خبر آئی کہ مظفر خاں قلعہ نشین ہو گیا ہے جس سے وہ دلیر ہوئے اور جلد اسکو جا گھیرا۔
 مظفر خاں کے پاس سولے میر جال الدین آنجو دھیم ابو الفتح و جعفر بیگ باقر انصاری و
 تردی بیگ یکہ اویز و عیسیٰ ترکمان اور چند اور ملازموں و خیلہ تماشوں کے کوئی پاس نہیں رہا تھا
 ناچار وہ شہر بند ٹانڈہ میں بیٹھ رہا تھا۔ اور اندوختہ کو پرانگندہ کر رہا تھا۔ مگر بے ہنگام خوش خونی
 و گرم خونی سے کیا فائدہ ہوتا ہے اور بے وقت زرفشانی اور کالا دہی سے کیا ہنگامہ کو وقت
 ہو سکتی ہے۔ جو دشمنند فرزانہ ہوتے ہیں وہ بیکاری کے زمانہ میں شیر مردوں پر بخش و حطفت
 کرتے ہیں اور ناکامی کی جا نگزائی سے پہلے واقف ہو کر اسکی چارہ گری کرتے ہیں سرکشوں
 نے مظفر خاں سے کہا کہ اگر وہ ہمارا طریقہ اختیار کرے تو ہم اُس کو سب سے زیادہ پایہ دلاویز
 اختصاص دینگے اور اگر اس کو یہ منظور ہوگا تو ہم اس کو حجاز جانے کی اجازت دیں گے۔
 مظفر خاں نے اس کا جواب یہ دیا کہ ناسپاہی دبیرانہ روی تو دین و دنیا کی زیان آفرینی
 ہے۔ پاسبانی ناموس کے ساتھ مجھے دریا کی راہ سے پادشاہ پاس جانے کی اجازت نہ بجائے
 سرکشوں نے اس کی درخواست کو قبول کر لیا اور اقرار کیا کہ اس کو اپنا تہائی مال لیجانے
 دینگے۔ مگر اس گردہ کی باتوں پر اس کو اعتبار نہ تھا اس لیے اس نے معصوم خاں پاس
 میں ہزار اشرفیاں محجبین اور پرانی دوستی یاد دلائی کہ اس کے ناموس کی پاسبانی
 کرے۔ معصوم خاں نے بھی اسکو جواب لہی کے ساتھ دیا۔ مرزا شرف الدین حسین خاں
 قلعہ سے بھاگ کر معصوم خاں پاس آیا۔ یہ شرف الدین حسین خاں وہی ہے جو واجب القتل
 تھا۔ مگر پادشاہ نے اس کو چند روز قید کر کے ہنگامہ ۹۸۷ھ میں بھیج دیا تھا کہ اگر اُس کے
 اطوار درست ہوں تو اس ملک میں جاگیر دیدی جائے۔ اور نہیں حجاز بھیج دیا جائے۔
 اس خواجہ زادہ میں کوئی مذمت کا اثر نہ تھا۔ مظفر خاں نے فرمان پذیری اور
 خیر اندیشی سے قلعہ ٹانڈہ میں زندانی اس کو نبایا اور موسم کشتی کا منتظر تھا کہ یہ

طوفان آشوبُ ٹھا۔ اُس نے قلعہ کے نگہبانوں کے ساتھ سازش کر کے باہر جانے کی تدبیر کی وہ قلعہ سے نیچے اترتا تھا کہ ایک جماعت کو اُس پر اطلاع ہوئی تیر اس پر چلائے مگر وہ زخمی ہو کر مخالفوں سے جا کر مل گیا۔ اور مخالفوں کو اُس نے یہ بتا کر کہ اہل قلعہ بڑے خوف زدہ ہوئے ہیں ان کو اور دلیہ کیا۔ دوسرے دن سحر کو سرکشوں نے اپنے پیمان استوار کو توڑ کر شورش برپا کی۔ قاضیوں نے تاراج کرنے میں پیش دستی کی۔ ہر جانب سے ایک گردہ قلعہ پر چڑھ آیا اور اس مصرعور کو لاٹ لیا۔ معصوم خاں نے اپنے قرار کے موافق بنگاہ مظفر خاں پر آرام کیا تاکہ اسکے ناموس میں سرکش خلل انداز نہ ہوں اور بہت سامان خود اس کے ہاتھ آئے۔ مظفر خاں اپنے چند غلاموں کے ساتھ ہتیار لگا کر حیران تھا کہ کیا کروں نہ رہے پیکار نہ روئے گریز۔ معصوم خاں ایک دو آدمیوں کے ساتھ آیا۔ اور منافقوں کی طرح باتیں کرنے لگا کہ مظفر خاں کے حرم سرے میں غوغا ہوا۔ معصوم خاں دہاں بھاگا گیا اور قلعہ سے باہر جان سلامت لے گیا۔ سب سرکشوں کو بہت دولت ہاتھ آئی۔ خاص کر مرزا شرف الدین حسین کو بہت روپیہ اس طرح ملا کہ اس پر ہم زدگی میں مظفر خاں نے آٹھ لاکھ روپیہ صندوقوں میں بھر کر ایک کولاب میں ڈال دیا تھا کہ عافیت کے زمانہ میں کام آئے مگر مرزا کو اس سے اطلاع ہوئی اس نے اس روپیہ کو صندوقوں سے نکال لیا اس میں ہتھ بھر دیئے اس روپیہ کے ذریعہ مدتوں تک وہ شورش برپا کرتا رہا۔ سرکشوں نے بعض اُمراء کو قید کیا۔ بہت سے اُمراء سے مل گئے۔ حکیم ابوالفتح اور رہے پتر داس ل کر کے تدبیر سے بھاگ کر بادشاہ پاس چلے گئے۔ خواجہ شمس الدین کو سعید بیگ نے آشنائی کا پاس کر کے اپنی پناہ میں رکھا۔ اس طرح جان کاہی کے آسیب سے رستگاری ہوئی۔ مگر زرطلبی کے شکبہ میں گرفتار ہوا۔ جعفر بیگ نے بذلہ گومی و نکتہ سرائی سے اس بازخواست سے رہائی پائی۔ مظفر خاں کو سرکشوں نے مار ڈالا اور منصبوں کے مقرر کرنے کے لیے اور ولایت کی تقسیم کے واسطے اور مرزا حکیم کے نام کا

خطبہ پڑھنے کے لیے انھوں نے ہمیں منعقد کیں۔ خانجماں کی بارگاہ کو لگایا اور راستہ کیا اور اس میں سب کھٹے ہوئے۔ خان جہاں خان وکیل بنا۔ خاندوران خان کا خطاب ملا۔ بابا قاسم خان ٹان بنا۔ اور ریاست بنگالہ سپرد ہوئی۔ جباری خانجماں خان ہوا اور دس ہزار سپاہ کا سردار ہوا۔ وزیر جمیل خان زمان ہوا۔ اور تونزک بگی کا منصب ملا۔ خالین خان نے عظم خانی کا اور خان محمد ہسود نے خان عالمی کا اور عبدالباقی نے خداوند خانی کا اور مرزا بیگ نے بہادر خانی کا خطاب پایا۔ خواجہ شمس الدین کو لشکر خانی کا اور جعفر بیگ کو آصف خانی کا خطاب ملا تھا۔ مگر انھوں کی تدبیر سے اسکے قبول کرنے کو اور وقت پر ٹالا۔ عرب یہاں موجود نہ تھا مگر اس کو شجاعت خانی کا خطاب ملا۔ اسی طرح اور امرار کو مناصب اور خطاب عنایت ہوئے۔ جب مناصب اور اقطاع کا فیصلہ ہوا تو یہ قصد ہوا کہ مرزا حکیم کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ مگر مینہ کا وہ طوفان آیا کہ بارگاہ کے ٹکڑے ہو گئے اور تمام خیمے اور شامیانے کچرے پڑ ہو گئے اور ہر ایک میرافقان و خیزدان اپنے گھر چلا گیا کہ اس اتنا میں پادشاہ کی سپاہ کی آمد کا آواز ہوا۔ جس سے وہ منبر پر خطبہ پڑھونے کو بھول گئے اور کچھ اور یہی فکریں ہوئے۔ زمرستی کو چھوڑ کر میدان جنگ میں آنا پڑا۔ اب ہم یہ لکھتے ہیں کہ اس عرصہ میں بہار کے سرکشوں کا حال کیا ہوا۔

اُس زمانہ میں کہ بہار کی سرزمین میں سرکشوں نے سر اٹھایا بہادر سپر سعید بخشی تربہت میں عمل گزار تھا اس نے شورش و فساد پر پایا اپنے بیٹے کو یہاں چھوڑ کر وہ سرکشوں کے ساتھ مل گیا اور مال خالصہ کو سپاہیوں میں تقسیم کر کے خود بڑا سردار بن گیا۔ معصوم خاں نے سعید بخشی کو بھیجا کہ پدرانہ نصیحت کر کے اپنے بیٹے کو اس حرکت سے روکے مگر بیٹے نے باپ کی نصیحت کو کچھ نہ سنا اور اپنے خدے مجازی کو قید کیا۔ اسی کشاکش میں پادشاہ کا لشکر آ گیا۔ معصوم خاں بہت سے سرکشوں کو ساتھ لیکر بنگالہ چلا گیا۔ اور پٹنہ میں عرب کو مقرر کیا۔ شاہم خاں نے سرکشوں سے اپنا پیمانہ توڑا اور حاجی پوہیں چلا گیا۔

کے ساتھ گیا تھا۔ لیکن دور اندیشی کر کے ان سے جدا ہو گیا۔ اس زمانہ میں کہ سرکشوں کا ہنگامہ شکست ہو رہا ہے۔ تعجب ہے کہ اس نے آدمیوں کو جمع کر کے جوہد میں فساد بجا رکھا ہے۔ اور مولانا محمد تبریزی فتنہ اندوزی میں اس کے ساتھ کندھا ملا کے چلتا ہے۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن اس نے اس حد و میں جا کر ان زیادہ سہروں کو پادشاہ پاس حاضر کرے۔ وہ پادشاہ کے فرمان کا کار بند ہوا اور سرکشوں کو پکڑ کر پادشاہ پاس لے چلا۔ راہ میں اٹاؤہ کے قریب تھی ڈوب گئی جس میں یہ سرکش تھے۔ خان اعظم کے نام خرم اندوزی کے بستے پادشاہ نے حکم دیا کہ مغل ملک کے چھوٹے بھائی علی اکبر کو مسلسل کر کے زمانہ سے ہمارے پاس بھیجے۔ اگرچہ وہ سرکشوں میں شریک نہ ہوتا تھا۔ مگر آتش فساد میں پھونکیں مارتا تھا۔ پادشاہ پاس دہ آیا اور زندان میں بھیجا گیا۔

قلعہ نشین لشکر شاہی پاس آذوق بھر دیا۔ مرزا شرف الدین حین اور معصوم خاں نے پلٹنے کی راہ سے خشکی کی گذر گاہ کو بند کیا اور ایک نوارہ دریائی بن کر دوسری راہ روکنے کا ارادہ کیا۔ جب لشکر شاہی کو اطلاع ہوئی کہ کشتیاں دشمنوں کی نوکوں کے فاصلہ پر آگئی ہیں۔ تو صادق خاں۔ الغ خاں۔ نصیب خاں۔ و باقر سفرچی خشکی کی راہ سے دوڑے۔ رائے پتر داس دریائی راہ روانہ ہوا۔ مہر خاں دریائے پار گئی۔ غرض اس خوبی سے یہ تیز دست بہادر چلے کہ دشمن کی تین سو کشتیاں کو کہ ساز پیکار سے پرتھیں۔ صرف میں لائے جس سے لشکر کو بڑی تقویت ہوئی۔ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جب مظفر خاں جان سے گیا تو معصوم خاں نے خواجہ شمس الدین کو مالدار سمجھ کر اپنی حمایت میں لے لیا تھا۔ مگر جب روپیہ خوشخونی سے نہ وصول ہوا تو خیرہ رودی شروع ہوئی۔ قریب تھا کہ اس شکنجہ منہ رسانی میں قاب ہتی ہو کہ عجب بہادر نے اس کی دوستی سابق کا بدلہ کرنا چاہا اور اس خیال سے کہ اس کے اندوختہ کو نصیحت کر کے لے لے اپنے پاس بلا لیا۔ اس کے پاؤں کو زنجیروں سے بٹکانا اور اسکی لایہ گری شروع کی۔ خواجہ نے فرصت پا کر ان

لشکر شاہی کو مخالفوں کا نوارہ مارتا تھا۔ ۹۸۸

سیتزہ کاروں کی انجن سے کنارہ کیا اور قبضہ کھرک پور میں راجہ سنگرام سے ملگیا۔ راجہ کے بند ہونے سے لشکر سے تو نہ مل سکا لیکن دشمن کی سرنگی کا سبب اس طرح ہوا کہ لشکر مخالف میں جو سوداگروں کا کارواں جاتا تھا اس کو لوٹ لیتا اور جو اس گروہ کے مویشی چرنے آتے انکو دستبردار کرتا۔ تھوڑے دنوں میں حسن علی عجب آفاق دیوانہ و فرزند حسین نیشاپوری و علی قلی وغیرہ اور بہت سے آدمی جو بیچارگی کے سبب غنیمت سے ملے تھے اس سے آں ملے اور بارہ سو آدمیوں کے قریب اس پاس جمع ہو گئے جس سے بدکاروں کے کاموں کے رونق کم ہو گئی۔

یہ شاہ منصور دیوان آوارہ نویسی اور کفایت اندوزی سے سپاہ کی داد و دستد میں باریک بنیاں کرتا۔ اور وزارت کے کام کو چھوڑ دیا۔ آئین استیفا کو اختیار کیا۔ وزیر اسے کہتے ہیں کہ دیدہ درمی اور راستی سے مال کی پاس بانی کرے۔ بندگان پادشاہی کی نگاہداشت میں بہت لگائے۔ داد و دہش نرمی و درستی میں میانہ روی کرے۔ دوست و دشمن کے ساتھ یکساں رہنے کو راست میرانی جانے۔ بائست وقت اور سزاوار حال کو ہاتھ سے نیسے۔ زرا اندوزی کو سب سے بہتر کام نہ جانے۔ کشادہ پیشانی و شیریں زبانی اور دل تو انگریز و خاطر مہربانی اور انصاف ہمیشہ کرے۔ ناتواں بینی مشکل پسندی و سخت گیری نہ کرے فراخ جھلگی کرے۔ اور خلقت کی خدمت کو نرنج گداں سے خریدے۔ تاکہ گروہا گروہ سودوڑیاں کے بازار سے نکل کر عقیدہ مند ہو جائیں خواجہ نے اپنی حد سے پرے پاؤں نکالے۔ کفایت اندوزی شروع کی۔ اور نہ زمانہ کی شورش کا خیال کیا نہ دستبردار و زرکار کو منظور رکھا۔ بقایا کی بازخواست کی۔ راجہ تو ڈول نے پادشاہ پاس عرضداشت بھیجی کہ اولیاء دولت ہنگامہ بندوگرم رکھتے ہیں۔ اور سر بازی کا بازار تیز نہی۔ کارپردازان سلطنت بے تاملی اور وقت نشناسی سے ایسے معرکہ زد و گیر میں آویرش جانفشانی و دل شکری کے درمیان داد و دہش کے کیسے گام نہ بند کر کے مال برگرفتہ کو طلب کرتے ہیں۔ اس باز یافت کا نام کیا رکھنا چاہیے اور طلبکار ہنگام کو کس گروہ میں سے شمار کرنا چاہیے۔ شہر یار نے شاہ متصور کو

موقوف کر کے اس کا کام شاہ قلی محرم کو سپرد کیا اور وزارت کا منصب الازیر خان کے حوالہ کیا۔ اس سے شرقی دیار کی سپاہ نے پادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور لڑنے پر کمر بستہ چست کی اور بہت سے سرکشوں نے اطاعت کی۔

ترسون خاں دراجہ تو ڈرمل و محب علیخاں و معصوم خاں فرخودی سرداری کا پاس کر کے حصار سے باہر آنکر نہ لڑتے۔ مگر صادق خاں و شیخ فرید و بالغ خاں جانوں کی داد و ستد کا ہنگامہ گرم رکھتے۔ اس دو جینے کے عرصہ میں کہ سرکشوں سے جنگ ہی پادشاہ خزانے اور لشکر سے برابر مدد کرتا رہا پیشرو خاں و صالح و زین الدین و تارا چند کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ اگرچہ خان اعظم اور شہباز خاں اور اورامرا پادشاہی لشکر سے ہنوز آنکر نہیں ملے ان کے آئینکی شہرت نے سرکشوں کے لشکر میں ہل چل ڈال دی اور وہ بھاگ کر چلے گئے۔ پادشاہی لشکر نے یہ سمجھ کر کہ اس بھاگنے میں انکی کوئی تزدیر ہو۔ حصار سے باہر آنکر انکے پیچھے پڑے مگر بعض عاقلوں نے بہت کی اور محب علیخاں و مہر علیخاں کو ہراول بنا کے بھیجا مگر وہ احتیاط اور ناشناسائی کے سبب دودلی کے ساتھ قدم اٹھاتے تھے۔ کہ خواجہ شمس الدین بارہ سو سواروں کو لیکر ان سے آن ملا۔ اور اس نے دشمن کی برہمزدگی اور تباہ حالی کو عام لشکر پر روشن کیا۔ اور افزونی بد سگالی اور کمی خیر اندیشی اور گرم بازاری و دوروی کو دور کیا۔ اب بنگالہ میں اڈیہ میں قیا خاں اور فتح آباد میں مراد خاں اور ساٹنگاؤں مرزا نجات زبان سے باتیں تو نیک خدمتی کی نہاتے مگر گفتار سے کردار میں آدھا قدم بھی نہیں اٹھاتے۔ مراد خاں تو عمر طبعی پر پہنچ کر مر گیا۔ اور اس ناحیہ کے زمیندار مکندے اسکے بیٹوں کو بھی مہمان بلا کر طعمہ اجل چکھایا۔ قیا خاں کی بھی حیات ختم ہوئی۔ اس نواح کے بومیوں (دیسیوں) نے چہرہ دستی کی۔ مرزا نجات پرقت و چڑھک گیا۔ حدود سلیم پور میں مرزا بڑی طرح لڑ کر بھاگ گیا۔ اور پرتاب بار فرنگی کی پناہ میں گیا۔ بابا قاتل سخت بیمار ہوا۔ مگر اس جان کنی میں بھی تہم زبان کو مرزا نجات کے سر پر

سرکشوں اور پادشاہ کے لشکر کی لڑائی

بنگلہ کا حال

بھجا۔ اس نے راہ کے درمیان جب قتلو کی چیرہ دستی سنی تو اُس سے بنگلوٹ میں لڑا اور
 شکست پائی۔ تو بابا نے کین توڑی کا ہنگامہ اُڑھتے کیا۔ قتلو نے آشتی کے لیے افسانہ
 سرائی کی۔ مرزا شرف الدین حسین و جبار می بنگالہ کی طرف گئے۔ معصوم خاں کا بلی کیدھور
 کے زمیندار کی رہنمائی سے بہار کی طرف گیا۔ عوب بہادر و کورم سپر تر خاں قزاقی کرنے
 لگے۔ چودہری کشتہ پادشاہی لشکر کے لیے خزانہ لیے جاتا تھا کہ عوب بہادر و کورم
 نے اسکے لوٹنے کو قدم اٹھائے۔ مگر وہ چالاکی کر کے خزانہ کو حصار پٹنہ میں لے گیا۔ انھوں
 قلعہ کو گھیرا۔ بہادر خاں نے قلعہ کی حفاظت خوب کی۔ پادشاہی لشکر دشمن کے پیچھے
 آہستہ آہستہ جاتا تھا۔ اُس نے معصوم خاں کا بلی کی طرف جانے سے منہ موڑا۔ اور
 پٹنہ کی طرف چلا۔ آئین یہ قرار پایا کہ افواج تو منزل بمنزل کوچ کرے اور بعض تیز دست
 دلاوری کر کے آگے جائیں۔ معصوم خاں فرخوادی نے اس خدمت کی درخواست کی۔
 راجہ تو ڈرل اس سے عاجز آ رہا تھا اس کو رخصت کیا اور احتیاطاً اسکے پیچھے محب علی خاں
 اور عمر علی خاں کو روانہ کیا۔ ان سب نے ملکر پٹنہ کے اہل قلعہ کو بچایا۔ جن کو دشمن گھیر کر ستارہ
 تھا۔ دشمن کچھ لڑ کر بھاگ گئے۔ قلعہ اور خزانہ انکے ہاتھ سے بچ گیا۔ اگرچہ معصوم خاں فرخوادی
 شائستہ خدمت بجالایا۔ مگر بے صلاح و مشورہ پادشاہ کے لشکر سے جدا ہو کر جو پور
 چلا گیا۔ اور راہ میں بہادر خاں کے گماشتوں سے حاجی پور چھین لیا۔ اور حوالی تربت
 سے نکل کر بہت سالک دبا بیٹھا اور سرکار حاجی پور کا مالک بن گیا۔

شورش عوب فرو ہوئی تھی اور لشکر شاہی سرے رانی سے بہار کو جاتا تھا
 کہ معصوم علی خاں کا کام تمام کرے۔ مگر بارش کی شدت کے سبب دریا پر پن
 پر اس کو توقف کرنا پڑا۔ جب ہوا میں اعتدال ہوا تو لشکر چلا۔ معصوم خاں بہار سے
 نکل کر کوہستان شمالی کے دامنہ میں آیا۔ لشکر شاہی قبضہ گیا میں پہنچا۔ غنیم شہر بیرہ
 میں آیا اور چار کوس چکر اس نے حلقہ باندھا۔ پانی کی کثرت سے لشکر شاہی کا

معصوم خاں کی کاغذی خانہ مارنا ۹۸۵

سلسلہ انتظام ٹوٹ گیا۔ دو فرسنگ پر غنیم تھا۔ پادشاہی لشکر اپنی کثرت کی نوبت سے اور دشمنوں کی قلت کے سبب خواب غفلت میں ہوا۔ لیکن راجہ تو ڈرل اور صادق خاں خوب ہوشیار تھے اور پیکار کے لیے تیار تھے۔ رات کو خان بیگ۔ اور الف بیگ جیٹی کی قزاقی تھی۔ سرگزده خواب غفلت میں خود سوتے تھے۔ اور خواب آلودہ نوکر کارا لگی کے لیے بھیجے تھے۔ غنیم نے دن کو اپنے میں لڑائی کی توانائی نہیں دیکھی۔ رات کو آٹو کی طرح دست برد کارادہ کیا۔ ایک پہر گزری تھی کہ بہت سے سپاہیوں کو لیکر جنگ کا آہنگ کیا۔ اور غافلوں پر غالب ہوا۔ ماہ بیگ در چند جشیوں کو مارا اور لشکر شاہی صادق خاں کے لشکر پر گرا۔ وہ بہادری سے لڑا کہ کمال خاں فوجدار دو فیل بادر قار لایا۔ جس سے لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ اور دشمنوں کے سواروں کو اُنھوں سوڈوں میں پکڑ پکڑ کر گرانہ شروع کیا۔ ان ہاتھیوں پر جو تیر لگا انکو اور زیادہ تیز دست بنا ایک ٹاٹھی کے بیاسی اور دوسرے کے پچپن تیر لگے پادشاہی سپاہ کے بہت آدمی زخمی ہوئے مگر کوئی مرا نہیں اس کو فتح حاصل ہوئی اور معصوم خاں بنگال کو بھاگا۔ اور گڈھی پر پادشاہی لشکر کا قبضہ ہو گیا۔

خان اعظم کے لشکر پہنچنے سے پہلے بہت سی سرکشی فرو ہو گئی تھی۔ خان اعظم کے لشکر کے آنے میں دیر اس سبب لگی کہ جب لشکر گزر چوسا سے گذرا تو رجنہ کے زمیندار دلپت نے سرکشی اور مردم آزاری کے لیے سراٹھایا۔ خان اعظم اس سرکشی کے سزا کے درپے ہوا۔ شہباز خاں بھی آن پہنچا اس نے دلپت کی بنگاہ جگھ پس پور کو غارت کیا۔ دخت زاروں میں سرکش چلے گئے اور لڑائی ہوتی رہی۔ اس اثنا میں خان اعظم اور شہباز خاں میں بخش ہو گئی۔ خان اعظم یہاں سے جا کر اس لشکر شاہی سے جا ملا جس پر ایک ناپیلے معصوم خاں کابلی نے شیخون مارا تھا۔ اس سے لشکر میں رونق ہی اور ہو گئی۔

عوب بہادر لشکر کے شہباز خاں سے لڑنے آیا۔ شاہی لشکر میں سے

خان اعظم کے لشکر کا شہباز خاں سے لڑنے آیا۔ شاہی لشکر میں سے

سعادت علی خاں اُس سے لڑنے گیا اُس نے دشمنوں کو ہرا گندہ کر دیا۔ رہتاس کے متصل قلعہ کنت
میں سعادت علی خاں کو شہباز خاں نے مقرر کیا۔ دلپت اور عرب بہادر نے اُس پر حملہ کیا۔ اور قلعہ
لے لیا اور سعادت علی خاں کو مار ڈالا۔

جب لشکر شاہی سے خانِ اعظم مل گیا تو سرکشوں نے بنگالہ کی طرف رخ کیا۔ لشکر شاہی میں
بعض ایسے باندیشہ تھے کہ انھوں نے سرکشوں کا تعاقب کر کے ایک ہی دفعہ میں سارے سرکشی
کو فرو نہ کیا۔ مگر ہاں ملک بہار کے انتظام میں خوب بہت صرف کی۔ بھیرے رہتاس تک کی
دید بانی محب علی خاں کو سپرد ہوئی۔ یہ لشکر شاہی گیا میں آیا۔ راجہ گڑھ کے پاس دوست محمد بابا
دو سو آدمیوں سے آئے ملا۔ وہ باغی ہو گیا تھا جب لشکر شاہی غیاث پور میں آیا تو معلوم ہوا کہ شہباز
سے عرب بہادر شکست پا کر سارنگ پور کی طرف جاتا ہے ضعیف کشتی اور زبردست آزاری میں
دست درازی کرتا ہے۔ شاہم خاں کو اس نواح میں جاگیر دیکر روانہ کیا کہ اس سرکشی کا علاج کرے
انھیں دونوں میں بہار میں غازی خاں بخشی کو متعین کیا۔ معصوم علی خاں فرخو دی کی قلعہ پردازی
کی ٹہری شہرت ہو رہی تھی ایسے ترسون خاں کو چونہو ر جلنے کی اجازت ہوئی۔ صادق خاں
و شیخ فرید بخاری دکن خاں حبشی و طیب خاں کو منگیر کی طرف روانہ کیا کہ اس نواح کو مخالفوں
مکے خس و خاشاک سے پاک و صاف کریں۔ خانِ اعظم دراجہ تو ڈرمل اور اور سپاہ پٹنہ و
حاجی پور کو روانہ ہوئی۔ مگر اس سے پہلے کہ یہ پٹنہ میں امرابٹیں۔ شہباز خاں نے وہاں
آنکر اپنی اور ہی دکان جمار کھی تھی۔ اُس نے دلپت اور عرب کی مالش کی تھی اور بہادر کے
ہاتھوں سے حاجی پور کو چھایا تھا۔ ایسے وہ اپنے تئیں کچھ اور ہی سمجھنے لگا تھا۔ معصوم خاں
فرخو دی چونہو ر آیا۔ خانِ اعظم دراجہ تو ڈرمل نے حاجی پور میں اقامت کی۔ شہباز خاں نے
پٹنہ میں اپنے کاموں کو رونق دی۔ امرار کو منصب درجاگیر میں دیکر اپنا اقتدار خوب
بڑھالیا۔ خانِ اعظم سب سے دل گرفتہ ہوا۔ راجہ نے بھی طرح دینی اس طرف کی تمام حمایت
شہباز خاں کے ہاتھ میں آئیں۔ نیک اندیشوں اور سچے کارگزاروں نے چاہا کہ اُن کے

درمیان یک جہتی ہے اور دو تائی نہ ہو مگر مدارانہ ہے۔ لشکر شاہی کے دو حصے ہو گئے آپس
اغراض نفسانی کے سبب یہ بات بھی قرار نہ پائی کہ ایک گروہ خدمت بنگالہ کو اپنے ذمہ لیتا۔
اور دوسرا ہمت بہار سے دار الخلافہ تک پاسبانی کو اپنے اہتمام میں لیتا خان اعظم و
راجہ تھوڑا لشکر لیکر ترمہت کو روانہ ہوئے۔ منافقانہ شہباز خاں کو بھی بلایا مگر وہ بہت سا
لشکر لیکر چنور گیا اور ظاہر یہ کیا کہ میں معصوم خاں فرخو دی کو مطیع کرنے جاتا ہوں۔ اصل
مطلب اس کا یہ تھا کہ اس ہنگامہ سے اور ہر روز کی گفتگو سے نجات ہو جائے۔

جب معصوم خاں کا بلی بھاگ کر بنگالہ میں گیا تو مرزا شرف الدین حسین اور اسکے درمیان
بگاڑ ہو گیا۔ اور ایک دوسرے کی گھات میں لگا۔ مرزا پاس لوٹ کا مال بہت جمع تھا اسکے
پاس آدمی بہت تھے معصوم خاں نے وہ بازی کر کے چالوسی اور لالہ گری کی اور اس کو
اس طرح مسموم کیا کہ ایک پسر ہندی مرزا محمود نام اس کا دوست تھا معصوم نے اس کو روپیہ
کا لالچ دیا اس نے خشتاں میں نہر ملا کر مرزا کو دیا تھوڑی دیر میں وہ مر گیا۔

میر شام نیشاپوری کا بیٹا نیابت خاں تھا۔ چھوٹی عمر میں پادشاہ نے اسکی پرورش
کی تھی اور اس کا اعتبار بڑھایا تھا وہ خالصہ کا عمل پر دار تھا۔ خردہ گیر آوارہ نویسوں نے
باقی نکالی تھی۔ اُس زربندہ نے حق گزاری سے سرکشی کو بہتر جانا اور فتنہ اٹھایا قبضہ
کر ڈھ کا محاصرہ کیا۔ الیاس خاں لنگاہ اسماعیل قلیجاں کے تھوڑے نوکر دن کو ساتھ لیکر ان سے
لڑا۔ اور مارا گیا۔ پادشاہ نے اسماعیل قلیجاں و عبدالمطلب خاں و شیخ جمال بختیار اور اور
اخلاص مند بہادروں کو اجازت دی اور وزیر خاں کو جس کو پادشاہ نے اودھ کا
جاگیر دار مقرر کیا تھا اور امرار کو لکھا کہ یک جہتی کر کے اس سرکش کو سزا دیں جب لشکر
آیا تو وہ بعض قلعوں کو مستحکم کر کے اریل میں چلا گیا۔ وزیر خاں نے اُس قلعہ کی فتح کرنے سے
پہلے آہا باس کے لینے کا قصد کیا۔ نیابت خاں کے پیچھے اسماعیل قلیجاں گیا۔ غرض دونوں
میں خوب لڑائی ہوئی۔ دوست دشمن نے ایک دوسرے کے لڑنے کی تعریف کی اسماعیل قلیجاں

شرف الدین حسین کا مرنا ۹۸۵ھ

نیابت خاں کا مرنا ۹۸۵ھ

کی مردانگی سے فتح ہوئی نیابت خاں بھاگ کر کہیں چھپ گیا۔ لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ لگی۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ معصوم خاں فرخزادی لشکر شاہی سے جدا ہو کر اپنی خود سری سے جوپور چلا گیا تھا۔ بہت آدمیوں کو اس نے یہاں جمع کر لیا جب اس نے سنا کہ بادشاہ پنجاب میں مرزا حکیم کے آنے کی خبر سُن کر گیا ہے تو اس کے باطن میں جو خست بھرا ہوا تھا وہ اس نے باہر اُگلا۔ اور ترسون خاں کے گاشتوں سے اُس نے جوپور کو بند کرنے لیا۔ کھلی بغاوت اختیار کی۔ بادشاہ کو اسکے باغی ہونے کا یقین نہیں ہوتا تھا۔ اس نے چند عاقل صلاح اندیش اس پاس بھیجے کہ اس کو راہ پر لائیں اور کہیں کہ کیا وہ لشکر شاہی سے جا ملے یا ہمارے پاس چلا آئے۔ مگر بادشاہ کے اس کمنے سننے پر کامیاب نہ ہوا اور بڑھایا اس نے نامعقول غدر کر کے اپنی فتنہ اندوزی کو اور بڑھایا۔ پھر بادشاہ نے فرمان بھیجا کہ اگر وہ ان دو کاموں سے کوئی ایک کام نہیں اختیار کرتا تو جوپور کو چھوڑ کر وہ اودھ میں چلا جائے یہ صوبہ اُس کی جاگیر میں دیا جاتا ہے اس کا انتظام کرے۔ وہ اودھ میں چلا گیا۔ ظاہر میں فرمان پذیر ہوا۔ مگر حقیقت میں وہ یہاں اس لیے آیا کہ اسباب شورش کے تیار کرنے کی فرصت پائے۔ بادشاہ نے شکوہ قراول اور آدمیوں کو اس کا حال دریافت کرنے کو بھیجا انھوں نے اپنی کوتاہ عقلی اور حرص درازی سے بادشاہ کو اسکے مخلص اور خدمت گزار ہونے کا یقین دلانے کے لیے عرض کیا کہ اگر وہ اپنے مقربین سے ایک کو اسکے پاس بھیجے تو وہ حضور کی آنکر قدمبوسی کرے۔ بادشاہ نے شاہ قلی محرم و راجہ سریر کو اس خدمت پر رخصت کیا جب وہ اسکے قریب آئے اور نامہ یک جہتی بھیجا تو وہ ناشائستہ کلمات زبان پر لایا اس لیے یہ دونوں اٹے چلے آئے۔ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ خان اعظم اور راجہ تو ڈرل ترہٹ کی جانب منزل پیمایا ہوئے اور شہناز بہت سا لشکر لیکر جوپور کی طرف آیا اس سبب سے بنگالہ کے سرکشوں کی سزا دہی کا کام کٹائی میں پڑا جب شہناز خاں حوالی قصبہ بھیجے میں آیا تو اسے معلوم ہوا کہ ترسون خاں سے عہد ہمارے

معصوم خاں فرخزادی کی نیابت

پا کر یہاں ٹھہر رہا ہے اور زیر دستوں کو تکلیف دیتا ہے اس نے بعض اپنے بہادروں کو بھیج کر
 اس کو خوب سزا دی اور خود جنگ میں پورے آیا یہاں گردان کتوں کی مالش میں مصروف
 ہوا۔ اس کو یقین ہو گیا کہ معصوم فراخ دہی ہر نکل باغی ہو گیا۔ نیابت خاں اور عرب بہادر
 اس کے ہنگامہ کو رونق دیتے ہیں۔ تو وہ اودھو کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک نامہ اس کو اس
 مضمون کا لکھا۔ نیابت خاں و شاہ دانہ کو گر فائر کر کے عرب بہادر یا شاہ پاس دانہ ہو
 یا پہلے ان کو بھیجے تاکہ اس کے کام پر سے پردہ اٹھے مگر اس نامہ کو وہ افسانہ سمجھا اور آب سر
 پار اپنا بنہ دبار قلب جاس بھیج دیا اور خود ترکوں کو آمادہ جنگ ہوا۔ شہباز خاں بھی کارزار پر
 آمادہ ہوا اور لشکر کو اس طرح مرتب کیا۔ قول کا اہتمام خود لیا۔ برات فار ترسون خاں کو دیا۔
 جرات فار ہتر خاں و بہار خاں و سعید عبداللہ خاں و قمر خاں کو دیا۔ ہراول میں صر علیخان
 سلدوز و جیون خاں کو کہ مرزا ابوالقاسم و میر ابوالمعالی کے حوالہ ہوا مفاخر محمد ککین
 میں بٹھایا۔ مخالف نے اپنے لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ دست راست میں عرب بہادر کو
 دست چپ میں شاہ دانہ و عابد کو مقدمہ میں۔ مرزائی تو قبا کو اور التمش میں نیابت خاں کو
 مقرر کیا۔ قلب گاہ میں خود رہا۔ ۱۳۔ بہمن ۹۸۵ھ کو اودھ سے پچیس کوس پر سلطان پور بلری
 پر دونوں لشکر ملے۔ اول پادشاہی ہراول نے دشمن کو شکست دی مرزائی مارا گیا۔
 پادشاہی برات فار نے بھی اپنے مقابل کی سپاہ کو ہٹایا۔ معصوم خاں نے قول میں آنکھ پیکار
 شروع کی۔ شہباز خاں کے دل میں ہول اٹھا اور وہ بھاگا مگر جب برات فار اور ہراول کو
 اس کی خبر ہوئی تو وہ اس کی مدد کو آئے مخالف کے لشکر میں یہ افواہ اڑ گئی کہ معصوم خاں
 مارا گیا جس سے ہنگامہ مخالف پر لگندہ ہو گیا جب معصوم خاں کچھ چکر میدان میں آیا تو اس نے
 اپنے لشکر کو نہ پایا سامنے اس کے ایک لشکر نمودار ہوا جس کو وہ اپنا سمجھ کر خوش ہوا مگر
 طرف گیا تو معلوم ہوا کہ وہ برات فار شاہی ہے وہ اور زیادہ ہراسیمہ ہوا لشکر شاہی نے اس کے
 خیمہ گاہ پر ہتھیار لوٹنا شروع کیا۔ لوٹ کے مال لشکر لیکر خیموں میں لائے تھے کہ معصوم پھر

لڑنے آیا اور زخمی ہو کر ایک بلدی پر چڑھ گیا۔ میدان جنگ پادشاہ کے لشکر کے ہاتھ آیا
مگر اس کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ آگے بڑھ کر دشمن کا کام تمام کرتے دہ او دھ کو چلا گیا۔ پادشاہی
لشکر اکبر پور میں او دھ سے بارہ کوس پر آکر ٹھہرا۔ شہباز خاں و ہم کے ماتے جو بنور میں میدان
جنگ سے میں کوس پر چلا آیا۔ غرض پادشاہی لشکر کو ایک فتح بزرگ حاصل ہو گئی۔

بنگالہ کے ناسپاسوں میں بہادر بسکی بھی سربر آوردہ تھا۔ اس نے اقتصادی بہا
میں خان محمود ہسودی سے اتفاق کر کے ظلم کرنا شروع کیا۔ پادشاہی امرا میں دورنگی
کی ہوا چل رہی تھی اور بنگالہ کی طرف لشکر کی روانگی میں تاخیر ہو رہی تھی۔ صادق خاں
مفکر میں دلخ خاں حبشی و بابو منگل بھاگل پور میں غافل پڑے تھے ان سرکشوں نے
ان کو ستایا۔ اور ایسے غالب ہوئے کہ وہ بھاگ کر منگی میں آئے۔ صادق خاں نے
بعض سرداروں کو بھیجا۔ اُن سے لڑائی ہوئی اور بہادر مارا گیا۔ اور سب کے ساتھی بنگالہ
کو بھاگ گئے۔ بہار اب بالکل سرکشوں کے خض و خاشاک سے پاک ہوا۔

شہباز خاں کی پہلی کام روایتی اور ناکامی اوپر بیان ہوئی۔ اب تیز دستی اور
کار دانی سے پھر ہنگامہ آرا اور تھوڑے عرصہ میں آمادہ کارزار ہوا۔ معصوم خاں شکست
پاکر لشکر کے جمع کرنے میں مصروف ہوا اور پادشاہی دولت کو جو اس پاس جمع تھی
خریج کرنے لگا۔ پادشاہی فوج بھی دشمن سے لڑنے کے لیے روانہ ہوئی معصوم خاں
بھی اُن سے لڑنے نکلا۔ اسکی فوج میں دست راست پر عوب بہادر تھا۔ اور دست چپ
پر نیابت خاں اور مقدمہ میں شاہ دانہ تھا اور خود کین میں بیٹھا تھا۔ ۲۴ مہینہ ۹۸۸
کو دونوں لشکروں نے میدان جنگ آراستہ کیا۔ معصوم خاں نے کچھ توقف کیا۔
پادشاہی لشکر نے خندق کو کھودیا۔ دوسرے روز جنگ شروع ہوئی پادشاہی
ہراول اور ہاتھیوں نے غنیم کے ہراول کو شکست دی۔ مخالف کے ہر انفار نے لشکر
شاہی جرنیل پروز و رڈال اور اس کے کام کو دشوار کیا۔ مگر پادشاہی ہراول

بہادر بسکی کا بار اجانا ۹۸۸

معصوم خاں فرخ پوری شہباز خاں کا دوبارہ فتح پانا ۹۸۹

اور التمش نے آنکرا سے بے گھل لیا۔ اور دشمن کو سب طرح سے میدان جنگ سے بھگا دیا۔ اور
 بہت مال اسباب اس کا لوٹ لیا۔ شہباز خاں نے فیروز زندی کو غنیمت جانا بنر دگاہ سے
 اُس نے آدھا قدم نہ بڑھایا۔ لشکر نے جا کر شہر کا گناہ لوٹا۔ عرب بہادر نے اُن کو مار کر
 بھگایا۔ مشہور یہ ہوا کہ شہباز خاں بھگا معصوم خاں تھوڑی دیر سُکر خوش ہوا شہر کے اندر اور
 باہر بھگا بداشت کی اور برج و بارہ درست کیا۔ ایک توپ دروازہ پر لگائی لڑنے پر آمادہ ہوا
 مگر یہ توپ پھٹ گئی جس سے جھوٹے دوست زر بندے پر اگندہ ہو گئے۔ اب معصوم خاں کو
 شہر بندہ اوت سے نکلنے کو جانہ تھی نہ بٹھنے کی جاتنگنائے آشوب میں تھی بنہ و بار اس کثرت
 سے تھا کہ اُس کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا اس اندیشہ جانگاہ میں عرب نیابت خاں
 و شاہ دانہ جنے اس کا سارا کام بتا ہوا تھا اس سے جدا ہو گئے اور اپنا اندوختہ ہمیں چھوڑ گئے۔
 معصوم خاں سات آدمیوں کو لیکر پوشیدہ بھگا۔ اس بری حالت میں زمیندار کو مرج
 اس سے ملا اور اپنے گھر لے گیا اور سارا مال اسباب اس کا سگوایا۔ دوستی کے لباس
 میں قزاقی کر کے اس کو باہر نکال دیا۔ وہ نہایت تباہ حال ہو کر دریا رسرو سے پار اترا۔
 راجہ مان زمیندار نے اسکی دستگیری اپنے گھر لے جا کر کی۔ شہباز خاں نے امید و بیم کی
 داستان راجہ کو لکھ کر بھیجی کہ وہ معصوم خاں کو حوالہ کرے یا مار ڈالے مگر اس نے انکار
 کیا اور پوشیدہ معصوم خاں کو اپنے آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا وہ کہیں جا کر چھپ گیا
 شہباز خاں قصبہ اودھ میں آیا اور تمام معصوم خاں کے زہ و زاد و بنہ و بار پر قبضہ کیا
 ڈیڑھ سو ہاتھی ہاتھ آئے۔ پادشاہ پاس سختیامی بھیجا گیا۔ پادشاہ نے شہباز خاں کو
 لکھ بھیجا کہ معصوم خاں زہ و زاد اپنے پاس رکھے لوگوں میں مشہور تھا کہ معصوم خاں دامنه
 شمالی کوہ سے کابل جانا چاہتا ہی۔ پادشاہ نے اس کے روکنے کے لیے قلعہ خاں
 کو اس طرف روانہ کیا۔ اُس نے واپس آنکر پادشاہ کا اطمینان کر دیا کہ وہ
 اودھ نہیں گیا۔

جب سے بنگال میں ہنگامہ شورش برپا تھا قیا خاں ملک ڈیس میں اپنا زمانہ گزارتا تھا اگرچہ اسکی بہت نے یاوری بہن کی کہ اسباب شورش کو تسکین دیتا۔ مگر اس سرزمین کو مخالفوں کی گرد سے پاک و صاف رکھتا تھا۔ ان دنوں ملک بنگالہ پادشاہی سپاہ سے خالی ہوا تو قتلواں نے غلبہ پایا۔ قیا خاں اس سے لڑ کر حصار نشین ہوا امتداد پیکار اور ہمارا ہیوں کی جدائی سے ناکام رہا اور مردانہ لڑ کر جان اپنی دیدی۔

عرب بہادر دنیا بت خاں و شاہ دانہ معصوم خاں سے جدا ہو کر حد و سنبل میں فتنہ پچانے گئے کہ اس ملک سے دولت لوٹ کر سامان فتنہ سازی بہم پہنچائیں۔ اور اگر یہ نہ تو مرزا حکیم پاس راتوں کو سفر کر کے چلے جائیں۔ اس حد و کے فوجدارین ملک نے قلعہ بریلی کو مستحکم کر کے سپاہ کو جمع کیا۔ نام بردوں نے اول یہ خیال کیا کہ امید ہم کی داستان گزارش کر کے حکیم کو اپنا یار و یار بنائیں جس کام میں ان کو ناامیدی ہوئی تو حصار کے گرد آئے اور آدمے شہر کے گردہ میں آگ لگائی حکیم استقلال سے قائم رہا۔ اس شورش میں رات ہو گئی تو سرکشوں نے دن کو لڑنے کا ارادہ کیا۔ زمین شکستہ متقی اور لشکر کے آنے کی بھی ان کو خبر تھی اس لیے وہ قلعہ سے زیادہ دور جا کر ٹھہرے حکیم کو ایک ہوشیار مغرور جاسوس بنا کر غنیم کے لشکر میں بھیجا کہ وہ خود غنیم کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے اور جب اس کو وہ بہت تکلیف دیں تو یہ ان سے کہے کہ لشکر شاہی چاروں طرف سے جمع ہو گیا ہے ان کا ارادہ شیخون مارنے کا ہے اور مجھے اُسی کی خبر گیری کے لیے بھیجا ہے یہ بدیر چل گئی آدمی رات کو دشمن بھاگ گیا ناامید حصار یوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ تھوڑے عرصہ میں مختار بیگ بدائوں سے شیخ محمد غوثی شمس آباد سے شیخ منظم و میر ابو الحسن امر وہہ سے غلام حسین سلیم پور سے وقاسم کھنوسے و مولانا محمود اور ابوالقاسم سنبل سے آنکر مل گئے اولیاء دولت کو ایک نفع تازہ ہوئی۔ سرکش اس توجہ سے بہت دور چلے گئے لیکن اس ملک کے اطراف میں لوٹ مار کرتے رہے وہ غریبوں کے مارنے کو مردانگی جانتے رہے راجہ کاؤں و

قیاض کا مارا جانا پسند

عرب بہادر کی شکست

درام شاہ و مکت سین را جہ اور بہت سے سرکش زمیندار انکے ساتھ ہو گئے اور بڑی شورش
مچائی۔ حکیم نے انہیں تفرقہ ڈال لایا بت خاں کو اپنے ساتھ بلا لیا ان سب کو ہرا دل نہا کے
شاہ دانہ سے لڑایا۔ غرض پادشاہی لشکر کو سب طرف فرستج ہوئی۔

شہباز خاں سے معصوم خاں شکست پا کر پیردخت صحرائیں چلا گیا اور ہر روز
خارزار میں پھر کر اپنے پاؤں کو زخمی کرتا اس سرگردانی میں اس کے ملازموں میں سے
مقصود اس پاس آیا جبکہ پاس مدتوں کی دولتیں جمع تھیں وہ سب اس نے اپنے آقا پر
نثار کیں۔ پھر اس شورہ پشت نے آدمیوں کو جمع کر شہر بڑاچ کو لوٹ لیا۔ قمر علی وزیر خاں
اس سے کچھ لڑے مگر اپنے ہمراہیوں کی نالائقی سے کچھ کام نہ کر سکے یہ آباد شہر مع تولج
اسکے قبضہ میں آیا۔ وزیر خاں و ہتر خاں اور اقطاع داروں نے یک جہتی کی اور اس سے لڑنے
کو آمادہ ہوئے دریا سرکو درمیان میں رکھ کر توپ بندوق سے لڑنا شروع کیا معصوم خاں
دن کو رات رات کو لشکر سے باہر کینج تنہائی میں چلا جاتا تھوڑے عرصہ میں اس سرزمین کے
رہنے والے لشکر شاہی کے خدمت گزین ہوئے جس سے لشکر کو بڑی قوت حاصل ہوئی
ایک رات کو معصوم خاں اپنا بہنہ و بار چھوڑ کر فرار ہوا بکلیان پور تک لشکر نے اس کا تعاقب
کیا۔ وہ سارے رستہ لوٹ مار کرتا ہوا اور محو آباد کو ویران کرتا ہوا چونور لوٹنے کے ارادہ
کیا۔ تربہت سے شاہم خاں۔ غازی پور سے پہاڑ خاں چاند پور سے قاسم خاں آئے تو
معصوم خاں گھبرا یا اس کے ساتھیوں نے ساتھ چھوڑا اپنے اند و ختوں کو چھوڑ کر آب ستر
سے گذر ہلدی سے پار گیا۔ فتنہ اندیشی سے بس کی حاجی پور میں مرزا کو کہ پاس نیاز نامہ
بھیجا اس نے پرانی آشنائی کا پاس کر کے مردمی کی اور نقد و جنس و جاگیر سے یادری کی
اور پادشاہ سے التماس بخشش کی شہر یار نے بخش کر کے سفارش سے اسکی تقصیریں
معاف کیں جس سے ایک غنق شگفتہ خاطر ہو گئی۔

بہادر خاں سعید بخشی کا بیٹا تھا اس نے جو رعیت آزاری اور سرکشی کی اس کا بیان اوپر

معصوم خاں فرخ زادی کی تقصیرات کی صفائی

جلد ۱۱

ہوا ہر کوہستان ترہٹ کو اپنی شورش گاہ اُس نے تبارکھا تھا ہنگام فرصت میں لوٹ مار کرتا یہ نواح غازی خاں بدخشی کی جاگیریں آئی خان اعظم نے اسکی یادری کی۔ اس نے کاروانی کو مردانگی کے ساتھ پیوند دیا۔ اور خدمت گزینی کو آگاہ دلی کے ساتھ ہمدوش کیا تو بہادر نے اُس سے دل شکن شکستیں پائیں۔ بنہ و بار اس کا تاراج میں گیا اس لیے اُس نے گربزت و لاپہ گری اختیار کی غازی خاں پاس آکر ملاقات کی اسکی گفتار و کردار سے فتنہ اندوزی و شور و فزائی کے آثار نمودار تھے اس لیے اُسکو غازی خاں نے مقید کر کے خان اعظم پاس حاجی پور بھیج دیا اس نے پادشاہ پاس روانہ کیا۔ زنجیر گردن میں اور کندہ پاؤں میں تھا پادشاہ نے اُس کو قتل کر دیا۔

شہباز خاں پادشاہ پاس حدود پانی پت میں آیا وہ معصوم خاں فرخزادی کو شکست دیکر دارالخلافہ فچور کی پاسبانی کرتا تھا لیکن وہ حوصلہ سے زیادہ بادہ دینا پی گیا تھا اسلئے پرش کے وقت خود آرائی اور خوشن شدن فردشی اور خود سری کرتا تھا۔ ۲۴ رزدی قعدہ ۹۸۸ھ کو تسلیم چوکی میں بخشیاں بارگاہ نے مرزا خاں کو جو خطاب عالی خان خانان کا رکھتا تھا اسپر تقدیم دی شہباز نے حکم کے ماننے میں سربازی کی۔ کچھ بڑ بڑانے لگا۔ پادشاہ نے پند پیری و سعادت آموزی کے لیے اُس کو رے سال درباری کے حوالہ کیا کہ معاملہ دانی کے مکتب میں سبق پڑھے۔

اور سبھن ۹۹۸ھ میں معصوم خاں فرخزادی فچور میں آیا ابھی مستی اُسکی بالکل چھڑی نہ تھی دارالخلافہ سے باہر ٹھہرا۔ اس کا منتظر تھا کہ پادشاہ اسکی پرش کرے خان اعظم کی سفارش نے اُسکی یادری کی تھی اور دامنہ کو بھی ولایت میں اس کو دی تھی اور یہ قرار پایا تھا کہ جب پادشاہ کابل سے دارالخلافہ میں آئے تو وہ اس کی خدمت میں جائے۔ وہ خان زماں سے رخصت لیکر اپنے اقطاع میں گیا۔ بہت سے آدمی اس پاس جمع ہوئے خان اعظم اسکے بھیجنے سے پشیمان تھا۔ چارہ گری کے ذریعے ہوا اس سے معصوم خاں راہ میں سکتا تھا اس لیے وہ پادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا اس کے دل میں ارادہ

شہباز خاں کا سزا پانا ۹۸۹ھ

معصوم خاں فرخزادی کا دارالادب میں آنا ۹۹۸ھ

تھا کہ اگر قابو ملے تو شورش مچائے۔ بیتیں درگاہ والا میں جائیں۔ اس نے سارے رستہ میں
 فتنہ پردازی کے لیے بہانے ڈھونڈے۔ مگر اس پاس سامان جنگ نہ تھا اسکی ماں وہیں و
 بیوی قید میں تھیں۔ اس لیے ناچار اس نے پادشاہ کی قدمبوسی سے اپنا پندار بڑھانا چاہا۔
 دارالخلافہ کے پاس عشوہ فردشی کرتا رہا حضرت مریم مکانی کی سفارش کے کیے ڈھنگ یا
 اور زہنا نامہ محل کیا عین الملک سے ملکہ شورش کا ارادہ کیا مگر کچھ کام نہ بنا۔ شہباز خاں
 کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا لیکن مریم مکانی کا زہنا نامہ اس پاس تھا کون اس سے
 بول سکتا تھا پادشاہ پاس اسے بھیج دیا اس نے اسکی تقصیرات معاف کر دیں خان اعظم اور بہت
 امرا دیار بہار کے پادشاہ کے جشن نوروزی ۹۹۹ھ میں مبارک آباد کے لیے پادشاہ
 پاس آگئے تھے خلیفہ و جاری اور ترخان دیوانہ نے بنگالہ سے بہار میں آکر رعیت آزاری اور
 زبردستوں پر دراز دستی شروع کی۔

۵ اے صفر ۹۹۹ھ کو نوروز کا جشن ہوا محفل آراستہ ہوئی۔ پادشاہ نے اہل مجلس سے
 ارشاد کیا کہ ان میں سے ہر ایک کسی پسندیدہ کار کو عرض کرے اول اس نے خود فرمایا
 کہ حقیقت میں سوار ایزد بے بہاں کے کسی کو خداوندی سزاوار نہیں اور مردم زاد کو بندگی
 لائق ہے مجھ مشت ضعیف کی کیا مجال ہے کہ اپنے تئیں صاحب کموں اور بنی نوع سے
 بندگی چاہوں اُسی وقت کئی ہزار غلام آزاد کر دیئے اور زبان سے فرمایا کہ جو آدمی
 بزور گرفتار ہوں ان کو بندہ (غلام) بنانا۔ اور ان سے پرستاری چاہنا شائستگی
 سے بعید ہے آج سے اس گروہ کا نام چلیہ اس لیے رکھا کہ چلیہ کے معنی ہندی میں مرید کے
 ہیں شاہزادہ سلطان سلیم نے عرض کیا کہ زنا شوقی بارہ برس کی عمر سے کم نہیں ہونی
 چاہیے۔ اس سے نقصان بہت ہوتے ہیں اور فائدے کم خان اعظم مرزا کو کہ
 نے عرض کیا کہ ممالک محدودہ کے مرزا بن کسی کی جان لینے میں دلیری نہ کریں
 اور جب تک پادشاہ کی منظوری نہ ملے گی اس بنا پر ایزدی کی خرابی میں ہاتھ

۹۹۹ھ

نہ لگائیں۔ مرزا خان خانان نے التماس کیا کہ چھوٹے چھوٹے جانوروں کا پکڑنا جیسے کہ چڑیاں اور
 پھلیاں ہیں ناشائستگی میں داخل ہی تھوٹے فائدہ کے لیے بہت جانوں کا نقصان ہوتا ہے
 وہ موقوف کیا جائے۔ راجہ تو ڈرل نے کہا کہ بارگاہ دولت میں روز خیرات ہوتی ہے ایسے
 ایک قانون مرتب کیا جائے کہ ہر ہفتہ یا ہر ماہ یا ہر سال مغلوں کے حال پر امرار متوجہ ہوں
 مرزا یوسف خاں نے استدعا کی کہ تمام شہروں اور قصبوں سے سوانح کار و زنا منجہ آیا
 کرے۔ راجہ بیربر نے یہ خواہش کی کہ ہدیشہ سب طرف راستی نش حد گزریں جاسوسی میں
 تنگاد و کریں۔ اور دادخواہ مظلوموں کا حال اور ضروری کاموں کو پادشاہ سے عرض کریں
 قاسم خاں کی مکتبہ یحییٰ کہ قلمرو کی رہ گزروں پر سرائے آباد کی جائیں کہ جن سے مسافروں
 کو آسائش ہو شیخ جال نے عرض کیا کہ مردم شناس بے غرض آدمی کچھ مقرر کیے جائیں کہ
 کم مایہ مغلوں کو بارگاہ حضور میں لائیں شیخ فیضی نے یہ آرزو کی کہ شہروں و بازاروں میں کچھ
 کار شناس مقرر ہوں کہ وہ ہر چیز کا نرخ دیدہ و درمی سے مقرر کریں۔ حکیم ابوالفتح نے
 دارالشفائے مقرر کرنے کے لیے درخواست کی۔ ابوالفضل نے عرض کیا کہ ہر شہر قصبہ کے داروغوں
 کو حکم ہو کہ اپنے اپنے علاقہ کے بنہ داروں کے نام بنام اور حرفہ بحرفہ لکھ کر بھیج دیں اور ہمیشہ ان کی
 آمد و خروج کو غور سے دیکھتے رہیں۔ بیکاد ہرزہ گرد اور بدوشوں کو برباد کرتے ہیں یہ وہی باتیں
 تھیں جو پادشاہی گفتار سے امرار نے درپوزہ کی تھیں وہ سب منظور ہوئیں جس سے
 افسردہ جہاں نے تازہ رونی پائی۔

جب نوروز کی عشرت ختم ہوئی تو ملک کے کام میں پادشاہ مشغول ہوا۔ اس نوروز
 کی نیت کے لیے خان اعظم اور ہینت سے امرار آئے تھے۔ ۲۷ روز درمی کو خان اعظم کو شکر
 کے ساتھ بنگالہ روانہ کیا ترسون خان۔ شاہم خاں شاہ قلیخاں محرم شیخ فرید اور بہت
 سے امرار کو اس شکر میں شامل کیا صادق خاں و محبوب علی خاں اور صوبہ بہار و اودھ
 کی سپاہ کو فرمان ہوا کہ آمادہ پیکار ہو کر اس شکر سے ملیں ان اندوں خبر آئی کہ بنگالہ

خان اعظم نوروز کا بنگالہ کی طرف سے پیکار کے لیے آمادہ ہوئے

میں باغیوں نے شورش برپا کی ہے۔ جباری و خلیطہ و ترخان دیوانہ نے اور بہت سے بدو اتوں نے صوبہ بہار میں آکر رعیت آزاری شروع کی ہے۔ حاجی پور اور کچھ اور بلاد پر قبضہ کر لیا ہے۔ خان اعظم کے آدمی انکو نہ بچا سکے۔ صادق خاں و محب علی خاں ان کے علاج کے درپے ہوئے۔ معصوم خاں کا بیٹا نے ان شورہ پیشتوں کی یاوری سے سر اٹھایا تھا۔ بہادر کو روہ قتل کے افتخاروں کی فوج لیکر شہر ٹاٹہ کے حوالی میں آیا۔ صادق خاں پٹنہ میں ثابت قدم رہا۔ اور اس نے اس طرف کو اقطاع داروں کو جمع کیا اور آپس میں لڑائی پیدا کی اور فوج یوں آراستہ کی کہ قول میں خود رہا۔ برانغار میں محب علی۔ اور جرانغار میں رفیع خاں حبشی اور ہراول میں پہاڑ خاں۔ و ابوالمعالی۔ توپ خانہ محمد علی بیگ کو سپرد ہوا۔ جانب مخالف میں یوں صف آرائی ہوئی کہ خلیطہ جو سرکشوں کی شمشیر تھا۔ قلب گاہ میں۔ دست راست میں جباری۔ اور دست چپ میں خلیطہ کے بھانجے دستم و دستم مقدم میں ترخان دیوانہ و سعید بیگ کچھ پادشاہی لشکر اور توپ خانہ گنگا کے پار گیا۔ اور گنگا کے کنارہ پر ایک حصار بنایا۔ ہمیشہ دونوں طرف سے خوب جنگ ہوئی۔ چالینس روز تک لڑائی ہوتی رہی۔ سرکشوں نے شہنشاہی مارا جس میں صادق خاں کا عمر اعلیٰ یار بیگ مارا گیا مگر سرکش ناکام رہے۔ امراء شاہی دریا سے گزر کر صف آرا ہوئے۔ خوب لڑائی ہوئی۔ استا زکریا و قادر علی نے توپ خانہ شاہی کو خوب چلایا۔ لڑائی کا پلڑا کبھی ادھر جھکتا تھا۔ کبھی اُدھر۔ ناگاہ میرک حسین برادر عرف خانبخانی خلیطہ کا سر کاٹ کر لایا توپ سے وہ مارا گیا تھا۔ خواہ اسکے تن بچاں کو لیکر چلے مگر سر اسکی سے رستہ میں اسکو پھینک دیا۔ غلام کا لشکر پانچزار تھا اور پادشاہی لشکر صرف دو ہزار۔ مگر اس قلیل لشکر نے اس کثیر سپاہ پر فتح کمال پائی اور دشمنوں کو پراگندہ کر دیا۔ مشرقی دیار کے ناپاسوں میں نود محمد بھی نامور تھا۔ رعیت کی دل آزاری کی راہ میں ڈوگس بھرتا تھا۔ جب خان اعظم مرزا کو کہ پادشاہ سے رخصت ہو کر حوالی جوینور میں آیا تو یہ

نور محمد کا راجا تھا

ناخن شیرنگالہ سے تربہت کی راہ سے آیا اور خواجہ عبدالغفور نقشبندی سے ہمدستان ہو کر سارن کی حدود میں لوٹ چائی۔ ان تباہ کاریوں نے پادشاہی لشکر کی آمدنی اس سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ سو اگر دن کا بڑا قافلہ جاتا تھا اسکے لوٹنے کو وہ آئے۔ سو اگر لوں جواہوں (مٹی بھرے بوتے) کو پناہ بنایا اور ان سے لڑے۔ اور انکو بھگایا۔ پھر وہ تربہت سے بارہ کوں پر پچکر زیر دستوں کو آزار دینے لگے۔ کہ پادشاہی لشکر ان پہنچا۔ اس نے باہر جانے کے لیے بل باندھا تو وہ بھاگ کر کلیا پور کے زمیندار پاس پناہ لے گئے مگر وہاں سے ناکام آئے پادشاہی لشکر کے کچھ آدمی انکے پیچھے ہو گئے۔ عبدالغفور کا ارادہ ہوا کہ تربہت کی راہ سے بنگالہ جائے۔ مگر اس کو مع ستر آدمیوں کے گردہ کھینٹنے مار ڈالا کھیتہ کی قوم کو ہستان میں بہت رہتی ہر وہ صورت و سیرت میں قلاق ہیں۔ نور محمد پور ترخان گیا کو جاتا تھا کہ وہ چنپارن کے پاس خان اعظم کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ گردن میں طوق اور ہاتھوں میں کدہ ڈالا گیا اور گردن مارا گیا جس سے اور بدگوہروں کی آنکھیں کھلیں۔

۲۸ سالہ جلوس روز دوشنبہ ۲۶ صفر ۹۹۱ھ کو جشن نوروزی ہوا۔ اس سال آغاز بنگالہ کی تیسری دفع فتح ہونے سے ہوا۔ پہلے سال میں بہار کے فتنہ اندوزوں کی سزا کے لیے اور بنگالہ کی تسخیر کے لیے خان اعظم مرزا کو کہ کوٹشکر کے ساتھ پادشاہ نے بھیجا تھا۔ مگر اس لشکر کے پہنچنے سے پہلے بہار کے سرکشوں کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ صادق خاں گھوڑے کی ڈاک میں پادشاہ پاس آیا موسم بارش نے لشکر کو روکا اور اس سال میں ارادہ مذکور پورا نہ ہوا۔ جب یورش ابراہیم پوریش باران موقوف ہوئی۔ شاہ قلیاں محمد صادق خاں شیخ ابراہیم شیخ فرید کو پادشاہ نے رخصت کیا۔ تمام اور صوبہ لہا پاس وادود بہار کے تمام تیول داروں کے پاس پادشاہ نے لائق سزاؤں بھیجے تھوٹے دونوں بڑا لشکر حاجی پور میں جمع ہوا اور کشائش کار میں سمیتیں طلبگار ہوئیں۔ خان اعظم لشکر لیکر گدھی کی طرف چلا۔ ترسون خاں و شیخ ابراہیم و میرزادہ علی خاں و سید

بنگلہ کا تیسری دفع فتح ہونا ۹۹۱ھ

عبداللہ خاں ویکچک خواجہ و سبحان قلی ترک دریا سے گزرا اس طرف کے فتح کرنے میں
مصروف ہوئے۔ راہ میں درخت زار اور ندیاں اور گل آب بہت تھے سب کو طے کیا
منگیر کے قریب لشکر آپس ملے۔ اور حدود کل گاؤں (کل گاؤں) سے ترسون خاں
شاہ قلی خاں محرم و محب علی خاں و میرزادہ علی خاں و شیخ ابراہیم و رے پتر و اس ایک دو
منزل آگے گئے۔ سرکشوں نے کالی گنگ کے پاس لڑنے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے
مرزا شرف الدین حسین و بابا قاتل اور بہت سے فتنہ اندوز مرچکے تھے۔ اب معصوم علی خاں
کابلی ناپاسوں کے ہنگامہ آرا تھے و قتل و لوہانی ولایت ڈیس میں چیرہ دستی رکھتا تھا اور
بنگالہ کے کچھ حصہ پر اس نے قبضہ کر لیا تھا معصوم خاں کابلی نے قتل سے بچان بکتا فی
کر لیا تھا کہ امرا شاہی سے بڑے سامان کے ساتھ لڑینگے وہ گھوڑا گھاٹ میں آیا اور جاری
و مرزا بیگ و تمام اوس قاتل کو اپنے ہمراہ لیا اور ان کی خاطر جمع کے لیے اپنا زہ و زراہ
کی بنگالہ میں چھوڑا اور خود لشکر لیکر کالی گنگ پر آیا اور اتواری جان و آما دگی بیکار میں بہت جیت کی
۹۹۱ء کو لشکر شاہی نے گڑھی کو کہ دروازہ ملک بنگالہ ہجے لیا
۱۶ کو دشمنوں کے ساتھ صف آرا ہوئے کالی گنگ کے کنارے پر مورچل جانے اور پیکار
کے واسطے کشتیاں تیار کیں اولیاء دولت کو قتل کی طرف سے تردد تھا اس لیے سید
عبداللہ خاں و میرزادہ علی خاں و خواجہ عبدالحی و شیخ محمد غزنوی کو بسرکردگی وزیر خاں
چارہر اسوار دیکر بلکھنہ کو روانہ کیا۔ یہ فوج معشر شاہی سے بارہا کوس پر دید بانی و
چارہ جونی کے لیے بیٹھی ہر روز تیر و تفنگ سے بڑی لڑائی ہوئی۔ پادشاہی لشکر میں کوچک
دلوں کی بیہودگی سے لشکر کے بزرگوں کی عزیمت میں خلل پڑا۔ لشکر خفیم بڑا گراں وزن
ان کو معلوم ہوا۔ پادشاہ سے ملک طلب کی شیر بیگ نوچی باشی کو گھوڑے کی ڈاک میں
بھیجکر پادشاہ کو مطلع کیا جس پر پادشاہ کو تعجب ہوا۔ ۱۳ رُرد می بہشت ۹۹۱ء کو مرزا خاں
وزیر خاں کو کہ اسماعیل قلی خاں و مخصوص خاں اور بہت سے امرا کو شہر قی و یار کی

طرف روانہ کیا۔ مگر یہ لشکر نہ پہنچنے پایا تھا کہ پادشاہی لشکر کو فتح ہوئی اور دشمن اس طرح
پامال ہوئے کہ قاضی زائدہ جوید اندیشوں میں بڑا نامور تھا اور فتح آباد سے لڑائی کے
یہ بہت سی کشتیاں شائستہ سامان کے ساتھ لایا تھا وہ توپ سے اڑ گیا معصوم خاں
کالا پہاڑ کہ جنگ بحری میں یکتا تھا اس کا جانشین ہوا وہ بھی توپ سے مارا گیا معصوم خاں
کابلی سے اوس قاتل خالیدین کا بگاڑ ہوا پادشاہی سخن سراکار داتوں نے
دلادیز گرفتار انکی دستاویز بنائی بہت سے فرمان پذیر ہوئے اول خالیدین سے سو گند
و پیمان ہوئے پھر مرزا قاتل و جباری سے بہت سے آدمیوں سے غائبانہ وعدہ و پیمان
ہوئے یہ امر قرار پایا کہ وہ کارزار سے ہاتھ اٹھائیں اور اپنے بنگاہ کو چلے جائیں اور چند روز
بعد شکر گاہ میں انکر خدمات پسندیدہ بجلائیں۔ گفتار کے موافق کردار میں۔ مخالف سرسیمہ
ہو کر آرزوہ خاطر ہو کر بھاگ گئے۔ خان اعظم نے ہر خدائے تعاقب کیا۔ مگر ایک جماعت کی
ہرزہ گوئی اور بیدلی سے کچھ پیش نہ گئی جب اس فتح کی نوید پادشاہ پاس پہنچی تو اس نے
جو شکر ملک کے لیے بھیجا تھا واپس بلایا۔

جب معصوم خاں بھاگا تو وہ قاتلاؤں کی بنگاہ پر پہنچا کہ اُسکے زہ و زار د پر گزند نہ
پہنچے اور وہاں سے اپنے بکنے کو نکالے۔ کابلی کی دوست داری کے سبب مرزا
محمد قاتل اس کے کہنے کو سلامت گاہ میں لے گیا تھا۔ قاتلاؤں نے گھوڑا
گھاٹ کی نواح میں ایک جگہ کو استوار کیا اور آمادہ پیکار ہوئے معصوم خاں
گھوڑا گھاٹ کو لوٹا اور اس گروہ سے لڑنا شروع کیا خان اعظم
نے محب علی حنا و شیخ ابراہیم فچوری و بابوی منگی و سکندر چکنی کو
چار ہزار سوار دیکر سب کر دگی ترسون خاں اس ناحیہ میں روانہ کیا جس وقت کہ
قاتلاؤں کا حال تنگ ہو رہا تھا یہ لشکر انکے پاس آیا سرکش بھاگے۔ پادشاہی
لشکر نے ان کا تعاقب کیا اور گھوڑا گھاٹ میں وہ آیا۔ مرزا ابلیٹ خالیدین و وزیر جمیل

اور آدمیوں نے اپنے وعدہ کے موافق پادشاہی اطاعت کی اور شکر سے اس لیے جدا ہوئے کہ معصوم خاں کو ٹھکانے لگائیں۔

جب معصوم خاں یوں ناکام ہوا تو اب ہشکر شاہی قتلو کے دفع کرنے کے درپے ہوا۔ اور اس کی طرف چلا۔ خان اعظم پاس دیار کی ہوا سے دل گرفتہ تھا اور ناجیہ کی خدمت چاہتا تھا۔ اُس نے پادشاہ سے اپنی بدلی کی درخواست کی۔ شہریار مہربان دل نے فرمان بھیجا کہ اگر کوئی امر اریں سے لشکر کے انتظام کو اور آبادی ملک کو چند روز کے لیے اپنے ذمہ لے تو خان اعظم اس کو حوالہ کرے اور اپنے اقطاع میں جا کر آسائش کرے اور نہیں چند روز توقف کرے کہ شہباز خاں و ماں پہنچے۔ اس کو ہم نے خور داد ۹۹۱ء کو اس خدمت پر مقرر کر کے بھیجا ہے۔

پس ہم نے لکھا ہے کہ خان اعظم اور کل امرار کی توجہ قتلو کے علاج کرنے کی طرف تھی۔ اس لیے صلح کی درخواست کی جن کا جواب یہ دیا گیا کہ اگر اُسکی گفتار کے موافق کردار کو کار گزاران شرقی دیار دیکھیں گے تو اسکو ملک ڈیسیہ دیدینگے۔ اس اثنا میں صادق خان کو خان اعظم اپنا کام سپرد کر کے چلا گیا تو قتلو نے نہ درخواستیں کیں اور وزیر خاں کی طرف رجوع کی اس نے کٹہہ پیشانی سے قبول کیں اور خود حاجی پور کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے چلے جانے سے قتلو نے کوتاہ بینی اور تنگ حوصلگی سے نخوت بڑھائی اور ناجیہ خاتون پیش کیں جسے وزیر خاں شفقہ ہوا۔ اور حدود شیر پور سے قتلو سے لڑنے کو آیا۔ دسمبر ۹۹۱ء کو ہردوان میں لشکر آیا۔ پھر قتلو شکر سے چھ کوس پر آیا اور نیاز مندی کو اپنا پیشرو بنایا جسے ڈیسیہ پرمدارن اور مدی پور کا اور اضافہ امرار شاہی نے کر دیا اور اسے بیان کیا کہ پادشاہ کی میں اطاعت کرونگا۔ اور اپنے بھتیجے کو بہت سے تحائف کے ساتھ درگاہ والا میں بھیجوں گا۔ جب یہ شرط منظور ہوئیں تو اُس نے اور پاؤں پھیلانے اور ارادہ کیا کہ باتیں بنا کر شکر کے سرداروں میں سے ایک کو اپنے ہاتھ میں لائے اور پھر اپنا کام

شہباز خاں کو بنگالہ بھیجا ۹۹۱ء

وزیر خاں کا شکر اور شکر سے لوانی کا شکست پانا ۹۹۱ء

دخواہ بنائے۔ اسنے درخواست کی کہ میں اپنے بیٹے کو درگاہ والا میں بھیجتا ہوں۔ صادقوں
 جرمہ اپنے لشکر سے اور میں بھی چند آدمیوں کے ساتھ آؤں اور نکر اپنا دل خوش کروں اور
 اپنی خلاصہ زندگی کو اس کے حوالہ کروں۔ صادق خاں نے دور بینی کے سبب اس
 امر کو قبول نہیں کیا۔ شیخ فریخیش کو یہ خدمت سپرد ہوئی وہ چند ہمراہیوں کے ساتھ روانہ
 ہوا۔ جو جگہ قرار پائی تھی وہاں آیا۔ قتلوا خاں کا نشان نہ پایا تو لوگ باتیں بنا کر قتلوا کی منزل گاہ
 میں شیخ کو لے گئے۔ قتلوا بڑی نیاز مندی کے ساتھ پیش آیا۔ مگر اس کی نیت میں یہ بات
 تھی کہ جب آدمی اپنی اپنی جگہ چلے جائیں تو شیخ کو ایک کونہ میں بٹھاؤں اور اس کو
 گرو کر کے اپنا کام بناؤں۔ شیخ کو جب حال کھلا تو اسنے اول شب بھاگنے کا ارادہ کیا
 جلوخانہ میں کوئی گھوڑا نہ تھا۔ چند جگہ راہ میں اسکی آدمیوں سے مٹ بھیڑ ہوئی اور کئی آدمی
 مارے گئے۔ شیخ اپنے ہاتھی پر سوار ہوا۔ مگر تقدیر سے فیل فرمان پذیر نہ تھا میراہ چلا رات
 اندھیر ہو گئی۔ اسنے اسکے پیچھے آدمی نہیں بڑھ سکتے تھے۔ شیخ نے ندی سے عبور کیا۔ کہ چند
 تیر اندازوں نے اسے آلیا اور زخمی کیا۔ وہ ہاتھی سے اتر کر بھاگا۔ دشمنوں نے جانا کہ وہ ہاتھی
 کی عاری میں بیٹھا ہے۔ اس روارو ہی میں ایک ملازم شیخ کا گھوڑا لے آیا۔ وہ لشکر میں آیا تو
 امرؤ بنے خبر باخبر ہوئے اور آب و مود پر سے گذر کر دو کوس پر اس سڑک لے گئے اس نے قلعہ
 بنا کر لڑنا شروع کیا۔ حصار میں قتلوا نے پناہ لی۔ اور دوسرے مقام پر بہادر کو روہ آیا۔
 جنگ ہوئی۔ غرہ امرداد اسنے کو صادق خاں و شاہ قلی محرم نے بہادر سے لڑ کر
 اسکا قلعہ لے لیا وہ بھاگ کر قتلوا پاس چلا گیا۔ دوسرے روز پادشاہی لشکر نے توپیں
 بلند جگہ پر لگا کر قتلوا کو بھگا دیا۔

عرب بہادر حد و سبل سے بہار میں آیا اور لوٹ مار شروع کی۔ جب خان اعظم بنگالہ
 سے اس نواح میں آیا تو اسنے سہماں قلی کے ہمراہ لشکر بھیجا کہ اس سرکش کو ٹھیک
 بنائے۔ ترصہ و چنپارن کے درمیان وہ لڑا اور شکست پا کر جون پور میں چلا گیا

یہاں سے راجہ تو ڈرل کے بیٹے گوردھن نے اسکو پہاڑوں میں بھگا دیا۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ معصوم خان کا بی کو شکر شکست دیکر اڈیہ کی طرف گیا اور قتلواں کرانی کو شکست دیکر وہ دریائے دامودر کے کنارہ پر مقیم ہوا۔ لشکر کا ایک حصہ گھوڑا گھاٹ میں قاتلاؤں کے بچانے کے لئے گیا۔ تھوڑے دنوں میں معصوم خان نے بہت سا لشکر جمع کیا۔ اور ملک بھائی سے مرزا بیگ قاتلاؤں سے لڑنے آیا وہ ترسوں خان پاس تاجپور کی حدود میں چلا گیا۔ ترسوں خان قلعہ نشین ہوا۔ سرکش شہر ٹانڈہ سے سات کوس پر پہنچے۔ اور انہوں نے اس ملک کی تاخت و تاراج کیا اور بڑی شورش مچائی۔ شہباز خان کو جیسے اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے کچھ لشکر تیز روکشتیوں میں روانہ کیا کہ معصوم خان کے آئے کو روکیں اور خود لشکر آراستہ کر کے پیٹنے سے خشک کی راہ پر چلا اور تھوڑے عرصہ میں آشوب کا لامیں پہنچ گیا۔ معصوم خان کہ دربار جنہا کے پاس پہنچ گیا تھا پس ٹھہر گیا۔ اور امرا اڈیہ جو ٹانڈہ میں تھے۔ اُن کو لکھا کہ قتلواں میں پادشاہی لشکر سے لڑنے کی قوت نہیں رہی ہے اسلئے بہتر ہے کہ اُن میں سے کچھ اس جانب کو چلے آئیں۔ امرا شاہی میں سے وزیر خان نے تو قتلواں کو دفع کرنے کا اہتمام اپنے ذمہ لیا۔ اور شہباز خان نے اور سرکشوں کے سسرادینے کا کام لیا وہ دربار گنگ سے پار اُترا۔ یہ تابعداریزوی ہوئی کہ شاہ بروہی ان دنوں میں مر گیا تھا اسکے تین ہزار توپچی بھائی سے آکر ملازم شاہی ہوئے۔ پھر ترسوں خان اور مرزا بیگ قاتلاؤں شہباز خان کے لشکر سے آنے لے شاہ قلیجاں محسرم اور امرا ہنگامہ آرا ہوئے۔ ان دنوں میں خبر آئی کہ سرکشوں کا سپاہ بھر گردگی بابائے بھکری قصبہ سنتوس میں گئی ہے اور ترسوں خان کے نوکروں نے ہزیمت پائی ہے شہباز خان نے محب علیخان و تیمور بدخشی و سلیم خان کو روانہ کیا اور بعد ازاں خود جلد چلا غنیم پھلپی سے فوج کی آمد لشکر بھاگ گیا۔ بہت سی غنیمت پادشاہی لشکر کو ہاتھ آئی اٹھارہ کوس کی پھر راہ دشوار کوٹے کر کے جمنہا کے کنارہ پر شہباز خان

شہباز خان کا بیٹا اور معصوم خان کا بیٹا کا آوارہ ہونا

۱۰۹

آیا دوسرے کنارہ پر معصوم خاں اس سے لڑنے کو تیار ہوا۔ معصوم خاں نے فرمان
 پذیری کے لئے خط لکھے۔ اور شاہنشاہ کی شاہتہ خونی کی تحمین اور اپنی نعرشوں کی
 نعرین کی اور بہت سی چھپی خبریں لکھیں ایک مدتوں میں تین دفعہ پیغام بھیجے جس کے جواب
 امراء شاہی نے لکھے۔ آخر کو بیان نامہ پر شکروں کے سرداروں کی مہر میں ہوئیں اور یہ مہر
 کہ کل کے دن بزم یک جہتی آراستہ ہو کہ تھوڑے ایک فتنہ دوستوں نے اسے پوشیدہ
 لکھ ڈرایا۔ اور معصوم خاں فرخودی کی داستان یاد دلانی۔ اسے فریب اور نپد میں
 تمیز نہیں کی اور اس سرگذشت کو لکھ کر عذر آرا ہوا۔ شہباز خاں بر آشفہ ہوا اور آشنا و گمانہ
 سے ناہنجاری کے ساتھ پیش آیا اور آپس میں دوئی ہو گئی۔ جس سے سرکشوں کی سخت
 بڑھی۔ جنگ جو جو اندویر و تفتنگ کی بارش میں دریا سے پار گئے اور ہنگامہ پیوار گرم کیا
 ہم آذر کو سرکش بھاگ گئے اور فتح شاہی کا آوازہ دور و نزدیک سب پاس پہنچ گیا۔ اس
 شتاب روی میں نوارہ شاہی نہ پہنچا۔ لیکن نراین زمیندار و امراء قاتل اپنی کشتیاں
 لائے۔ محب علیخان و سلیم خاں سر مور سرکشوں کے تعاقب میں گئے۔ سرکشوں میں سے مرزا
 محمد اور کسمن نے پھر کر کارزار اختیار کی۔ شہباز خاں کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت
 جلد اس وقت کہ پیش دست لشکر تنگ ہو رہا تھا آگیا۔ سخت جنگ ہوئی بہت سے
 سرکش مارے گئے۔ فرانقدی گرفتار ہوا۔ پیل ہر پرشاد اور اور ہاتھی اور بہت
 سا اسباب غنیمت کا ہاتھ آیا۔ مرزا بیگ قاتل اور سنگرام اور دلپت شاہتہ
 خدمت بجا لائے۔ صبح کو لشکر ندیوں اور دلدلوں سے گزر کر گھوڑا گھاٹ کے قریب آیا
 اس لشکر کا حصہ کچھ ٹٹ گیا۔ معصوم خاں چند آدمیوں کے ساتھ ولایت بھائی میں گیا اور
 جباری ملک کوچ میں اور ہر گروہ ایک کوٹنے میں چھپا۔ اور شیر پور کی طرف جہاں بہت سے
 سرکشوں کا بگاہ تادہ چلے گئے وہ سرکوں کے کچھ لڑائی ہوئی۔ اور زہ وزاد انکا چھینا۔ ڈیرہ ٹلوی آدمی انکو قتل
 پہلے ہی روز کہ امراء آپس میں ملے ماہ کے اندر صادق خاں کا ہاتھی شہباز خاں کی

شہباز خاں کا عہد ہوا اور جباری کی سرکش

طرف دوڑا قریب تھا کہ اس کا کام تمام کر کے مگر وہ بچ گیا اگرچہ ظاہر میں کوئی آسیب اس کو نہیں پہنچا
مگر وہیں اس کے کینہ بیٹھا۔ پھر ان میں آشتی کی جگہ دشمنی برپا ہوئی تو صادق خاں پادشاہ
کی خدمت میں روانہ ہوا۔

شہباز خاں امرا بھائی سے لڑ رہا تھا اور وزیر خاں اڈیسہ کی طرف آمادہ آویش تھا درمیان
کا ملک خالی تھا۔ اس زمانہ میں ولایت کوچ سے جباری گھوڑا گھاٹ میں آیا تاچپور کو تسلیم خاں
سرور کے آدمیوں سے اور پرنیہ کو ترسوں خاں کے خلیشوں سے لے لیا اور دارالملک ٹانڈہ
کی طرف متوجہ ہوا۔ حسن علی کو وال بیمار بستر پر پڑا تھا۔ شیخ الحدیث صدوست و پازنی اکثر تاتھا
اور آدمیوں کی کمی سے حیرت میں تھا۔ ناگہاں شیخ فرید آگیا اس کے آنے سے خوف جاتا رہا وہ
آزردہ ہو کر شکر اڈیسہ سے پادشاہ پاس جاتا تھا وہ پادشاہ کے حکم سے اٹھا پھر جب
وہ اس حدود میں آیا تو جباری نے کنارہ کیا۔ شیخ تاچپور میں آدمیوں کی دلہی کرنے بیٹھا
اور شاہی لگامشتے اپنے تیول میں گئے۔

جب بنگالہ تیسری دفعہ فتح ہوا۔ کاراگاہوں کی ہوشیاری سے میرزا بیگ و وزیر حبیل
و خالین خراج بر غلیق اور بعض آدمیوں نے دولت خواہی کی راہ لی۔ لیکن اپنی بد اعمالی
کی سبب سے ہمیشہ ہمیناں اور سر اسیمہ رہتے تھے۔ جب شہباز خاں سے بگڑ کر صادق خاں
پادشاہ کی خدمت میں جاتا تھا کہ اماں خواہوں نے اس کا سہا ڈھونڈا اور پادشاہ پاس
اس کے ساتھ جانے کا قصد کیا مگر پادشاہ نے سوہن داس کو گھوڑے کی ڈاک میں اس حکم کے
لیجا نیٹکے لئے بھیجا کہ صادق خاں اٹھا جا کر وزیر خاں سے لچائے اور امان خواہوں کو نوازش فراوانی
کا امیدوار کر کے ہمارے پاس بھیج دے۔ یہ تیز رو قاصد ٹانڈہ میں صادق سے ملا۔ وہ پادشاہی
فرمان کا فرمان پذیر ہوا۔ بے قراروں ہمیناں کو لے کر شکیبائی کے لئے اپنے بڑے
بیٹے زاہد کو ان کی ہمراہ کر کے پادشاہ پاس بھیجا وہ پادشاہ پاس آئے اور پادشاہانہ
نوازش سے سر بلند ہوئے۔

مرزا بیگ و خالین اور بنگالہ کے آدمیوں کا پادشاہ پاس آنا

شہباز خاں نے معصوم خاں کو شکست دی تو وہ اُسکے پیچھے ملک بھائی کو گیا۔ اس نے
 ندی والوں و دریاؤں کی طغیانی پر کچھ خیال نہیں کیا۔ اس کو یہ خیال تھا کہ اس ولایت کا
 مرزبان عیسیٰ جو زبان سے ہمیشہ عقیدت گزار رہتا ہے اس کا امتحان ہو جائیگا۔ اگر وہ
 معصوم خاں اور اور ناسپاسوں کو ہکٹو سپرد کر دیکے تو البتہ اُسکے دل اور زبان کی یکری ظاہر
 ہوگی اور اگر یہ نہ ہوگا تو اس کا پر وہ فاش ہو جائیگا اور اپنی نادستی کا پاداش پائیگا۔ بھائی
 کے سوتے پیچی زمین کے ہیں۔ چونکہ بنگالہ سے وہ زیادہ اونچا ہے اس لئے اُس کا یہ نام ہے
 مشرق سے مغرب تک اس کا طول قریب چار سو کوں کے ہے اور جنوب سے شمال تک قریب
 تین سو کوں کے عرض ہے اُس ملک کے مشرق میں دریا رشور و ملک جیسور ہے مغرب
 میں کوہستانی ملک۔ جنوب میں ٹانڈہ۔ شمال میں دریا رشور و منٹھار۔ کوہستان تبت۔ اس
 ملک کے سردار کا باپ راجپوتان بنس میں سے تھا۔ اس زمین میں بھی رودرا میں جکے سب سے
 وہ ہمیشہ نخوت اور سرکشی کرتا۔ سلیم شاہ کے عہد میں تاج خاں و دریا خاں بڑی سپاہ لے کر
 اس ملک پر چڑھے اور اس کو اپنا مطیع کیا مگر تھوڑی مدت کے بعد پھر وہ ناسپاس ہوا انہوں
 نے اُس کو پکڑ کر مار ڈالا اور اس کے دو بیٹوں عیسیٰ اور اسماعیل کو سودا گروں کے ہاتھ
 بیچ ڈالا۔ قطب الدین خاں عیسیٰ کے چچا نے جب نیکو خدمتی کے سبب سے تازہ رومی یابی
 تو وہ سخت تنگ پلو کر کے توران کی زمین سے ان دو بھائیوں کو لایا۔ عیسیٰ نے بختگی و ہستی
 سے ندم پیدا کیا۔ بنگالہ کے بارہ زمینداروں کو اپنا تابع کیا۔ پیش بینی اور دورانہ نشی
 کے سبب سے بنگالہ کے مرزبانوں کو ہمیشہ یکیش بہتار ہاگر اُنکے پاس کبھی نہیں
 آیا ورنہ ہی سے زبان سے پیرو ہوئے گا افسردار کرتا رہا۔ جب دریا رنگ کے کنارہ
 پر خضر پور کے نزدیک پادشاہ کا لشکر اُترا۔ یہ جگہ اس دربار میں آنے جانے کی
 گذرگاہ تھی۔ اس لئے یہاں دریا کے دونوں کناروں پر مستوار قلعے بنائے گئے تھے
 تھوڑے دنوں میں یہ دونوں قلعے پادشاہی لشکر نے خوب لڑ کر فتح کر لئے۔

ملک بہار کا حال اور ترسوں خاں کا مدراجا جانا

۹۹۱

سُنا رگائو اُس کے ہاتھ آگیا۔ کرابوہ (کراپور) میں کہ اسکا بنگاہ تھا پہنچا اور اُس آباد شہر کو
لوٹا۔ پھر وہیں بارہ سہر پر کہ ایک بڑا شہر ہے گیا اور وہاں سے بہت غنیمت ہاتھ آئی پھر
دریاء برہمپتر پر شکر آیا۔ یہ بڑا دریا ہے آسام سے آتا ہے معصوم خاں تھوڑا سا لڑکر ایک جزیرہ
میں بھاگ گیا۔ قریب تھا کہ وہ دستگیر ہوتا کہ اس پاس عیسوی جو ولایت کوچ میں گیا ہوا تھا۔ بڑا
بہادر شکر اور سامان لیکر آن پہنچا شکر شاہی نے کمار سندر کی برابر مقام ٹونک میں دریاء برہمپتر
کے کنارہ پر خیمے ڈالے اور قلعہ بنایا۔ بری اور بحر می سخت ملے ہوئے۔ مگر ہر دفعہ شکر شاہی
کو فتح حاصل ہوئی۔ ترسون خاں کو بھیجا کہ سامان لشکر کر کے بھراپور میں جا کر غنیم کو دودل کر دے
قصبہ بھوال سے دورا ہیں جاتی تھیں۔ ایک مخالفوں کے مقام سے بہت دور تھی۔ دوسری
دریا کے کنارہ پر اس سے بہت نزدیک ترسون خاں اس راہ سے گیا۔ معصوم خاں کو
جب یہ خبر ہوئی تو وہ تیز رستی کر کے جلد کرنے گیا۔ شہباز نے یہ اطلاع پا کر محب علی خاں
وراجہ گوپال و کھنکار کو روانہ کیا۔ اور ایک تیز رو قاصد کو بھیجا کہ وہ ترسون خاں کو اس
خوف کی اطلاع دے اور کہے جب تک یہ لشکر ملک کو نہ پہنچے وہ کسی سخت جگہ میں ٹھہرے اور
لڑائی نہ لڑے۔ ترسون خاں کو شہباز خاں کی طرف سے غم پیدا ہوا کہ فریب کاری سے
اس طرف سرکش اس لئے آئے ہیں کہ ایک گروہ کو شہباز خاں سے جدا کر دیں۔ فرستادہ
نے آنکر بہت کوشش کی۔ اور ہمراہیوں نے احتیاط کی اور سود مندی۔ بے پروائی
زبان زدگی گذارش کی۔ ناگزیر اسکو مقام اور پناہ کی جستجو کرنی چاہیے تھی۔ مگر
اس نے ان باتوں کی کچھ قدر نہیں کی۔ اسی اثناء میں ایک فوج نمودار ہوئی جبکہ وہ
اپنی کمک سمجھا اور جہانی کے سامان تیار کرنے لگا۔ چند قدم گیا تھا کہ معلوم ہوا کہ غنیم کا لشکر ہے
ہر چند ہوا خواہوں نے سمجھا یا کہ پناہ گاہ میں چلا جائے اور وہاں اپنا لشکر جمع کرے
ملک کا انتظار کیجئے۔ مگر کچھ سود مند نہ ہوا۔ لڑنے پر تیار ہوا۔ کچھ آدمی یہ کہہ کر سامان
نبرد تیار کرتے ہیں جدا ہو گئے۔ چند آدمی اسکے ساتھ تھے کہ لڑائی شروع کی اسکے

خوشیں فریدوں حسین و علی یار نے نقد زندگی دیکر ناموس با و دواں خریدی۔ اور ترسوں
خاں زخمی ہو کر زندہ گرفتار ہوا۔ معصوم خاں نے مہر و محبت کی باتیں بنائیں کہ اسکو اپنا
ہمدستان بنائے مگر اس اخلاص مرثیت نے الہ باتوں پر سرزنش کی۔ اس نے اسکو مار ڈالا
پیرانہ سری میں یہ نیک نامی جاویدہ حاصل ہوئی۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ لشکر بنگالہ کچھ تو شہباز کے ساتھ بھاٹی گیا تھا اور کچھ وزیر خاں کے ساتھ
حدود بردوان میں قتلو خاں کی چارہ سازی کے لئے بیٹھا تھا۔ اس لشکر سے قتلو خاں کی
باتیں سنارہا تھا کہ صا دن خاں آیا۔ وہ معاملہ والی کا کار بند تھا۔ قتلو اس کے دوست بھاگ کر
اڈیسہ میں گیا۔ اُمر اس کے تعاقب میں ایک کوس کے فاصلہ پر پہنچے وہ سراسیمہ ہو کر ہر پور کے درخت زار
میں ٹھہرا۔ زری کے ساتھ داری شروع کی۔ اُمر اس نے آرزو رزی اور آزار لشکر کشی کے سبب
اسے منظور کیا اور اُسی منشور شاہی کو دستاویز بنایا کہ اگر قتلو اطاعت اختیار
کرے تو اڈیسہ اس کو دیدیا جاوے۔ اس نے سپاس گزاری کے لئے اپنی برادر زادہ
کو بادشاہ کی خدمت گرمی کے لئے روانہ کیا اور ساتھ ہاتھی اور اسباب نذر کے
لئے بھیجا۔ شیخ ابراہیم فقیہ پوری انکو داخل تیر سہ ۹۴۲ میں بادشاہ کی خدمت میں لایا
جب یہ انجمن آشتی پر راستہ ہوئی تو وزیر خاں ٹانڈہ میں واپس آیا اور صادق خاں پٹنہ
میں گیا۔ ہر ایک نے اپنی جاگیر میں جا کر بنگالہ شاہی آراستہ کیا۔

جب شہباز خاں حدود بھاٹی میں آیا۔ دربار برہم پتر کی ایک شاخ پناہ دہی تھی
اسکے کنارہ پر اسنے اپنا بنگاہ بنایا۔ اس نے نہا سپاسوں کو مارا نہ اُن کو آوارہ کیا
بلکہ پیغام گزاری اور اندرز گوئی سے اُن کو اپنی راہ پر لانا چاہا۔ اس کے
جواب میں عیسے نے بھی جکینی چٹری باتیں بنائیں اور زمانہ باتوں میں کاٹا
جب معلوم ہوا کہ زبان و دل میں یکسانی نہیں ہے تو سوزش و آوینش برپا
ہوئی سات مہینے تک لڑائی رہی۔ مناسب یہ تھا کہ دونوں چراغ آگ کی کوز روشن

قتل کرانی کا شیخ ہونا

۹۴۲

شہباز خاں کا ملک بھائی سے ناکام ہوا اور اسکا پناہ دہی کرنا

کرتے اور نیا لشکر می اختیار کرتے۔ مگر خود غنہ دگی سے تیرگی نے افزائش پائی اور سخت
 بڑھائی۔ شہباز خاں خود بینی سے دل آزاری کرنے لگا اور سرشتہ مدارک کو چھوڑ کر سہوہ باتیں
 بنانے لگا۔ مخالف کی بھی تہ کاری زیادہ ہوئی۔ نوٹ کا بازار گرم ہوا۔ سرمایہ زندگی گراں ابرز
 ہوا۔ غنیم کو یہ خیال تھا کہ برسات میں لشکر شاہی ضرور اٹا جلد جائیگا۔ لیکن بارش کم ہوئی تو
 شرمندگی منانے کے لئے اس نے بہت سے بیلدار جمع کر کے دریا پر پتھر کو پندرہ جگہ سے
 کاٹ کر پادشاہی مورچلوں میں چھوڑ دیا کہ جس سے وہ بالکل ڈوب گئے اور بڑی جنگی کشتیاں
 بلند سراور لمبی شہباز خاں کے قلعہ کے پاس لایا۔ ان کشتیوں کو یہاں کے لوگ پتارہ کہتے ہیں
 طرغین سے توپ اندازی اور بندوق افزوی شروع ہوئی اور لشکر شاہی میں پراگندگی آئی
 کہ مخالفوں کی کشتیوں کا سرگروہ بندوق سے مارا گیا۔ کئی کشتیاں ٹکرا کر ڈوبیں اور دفعتاً
 پانی کم ہو گیا۔ ناچار دشمن بھاگے اور بہت سے سیلاب نمیتی میں دھسے۔ ہر مورچہ
 میں بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی مگر سید حسن تھانہ دار ڈھاکہ کو مغلوب کر کے پکڑ لیا
 اور اسے گرفتار کی معرفت صلح کا ڈول ڈالا۔ شہباز خاں نے اسے قبول
 کیا۔ عیسیٰ خاں نے فسرمان پذیریری پر مکر باندھی اور خدمت گذاری کو وہ اپنی
 رستگاری سمجھا۔ قرار یہ پایا کہ بندر سنارگانو میں پادشاہی داروغہ ہووے معصوم خا
 حجاز جاوے۔ اور ہمیشہ پیشکش بھیجی جائے۔ عیسیٰ نے بہت سال خرچ کر کے امراء کو
 راضی کر لیا۔ لشکر شاہی نے یورش کیا۔ جب شہباز خاں ندیوں پر سے
 اتر کر بھوال میں آیا اور اسکو اُمید تھی غنیم کی گرفتار کردار کی صورت میں آئے۔
 لیکن لشکر شاہی کے بدگوہروں نے ایسی ناسزا گفتار اس زمیندار کے ساتھ کیں
 کہ وہ دودلہ ہو گیا اب وہ کچھ اور شرطیں پیش کرنے لگا۔ سپہ آرا کا دل آشفستہ
 ہوا۔ اس نے کہا کہ ہر وقت اسے کو بدلنا اور نئی باتیں بنانی درست اندیشوں
 کا کام نہیں ہے۔ سخت روئی اور درشت گوئی کا آغاز ہوا اور آویزش

پیرامادگی ہوئی۔ ۱۹ مہرماہ الہی ۹۹۲ھ کو عیسیٰ لڑائی پر متوجہ ہوا۔ امرا شاہی نے اپنی کوتاہ بینی و تباہ سگالی سے اپنے نقصان میں فائدہ جانا۔ اور شہباز خاں کی شکست کو اپنی درستی۔ اول محب علی خاں بغیر لڑے لشکر سے اٹھکر چلا گیا۔ ہر ایک امیر اپنی جگہ چھوڑ جہاں اسکا جی چاہا چنیت بنا شاہ قلی محرم کچھ لڑا۔ آدمیوں کے ہمراہی نہ کر نیسے زخمی ہوا اور بھوال کو چھوڑ دیا۔ شہباز خاں خواب سے بیدار ہوا۔ تالیف قلوب کرنے لگا۔ لیکن پشیمانی بیجا میں فائدہ نہ تھا۔ ناگزیر درال ملک ٹانڈہ کی طرف چلا۔ سارے اندوختے برباد گئے۔ پیران میر عدل اور اور آدمی اسکے اسیر ہوئے۔ شیخ محمد غزنوی اور بعض اور امرا رڈوب گئے۔ کھنکار و سید عبدالرحمن و راجہ گوہال و میر زادہ علی خاں اس ہنجا رباؤ گشت میں ترخان دیوانہ و مرزا محمد و نوروز علی قاتل سے جو غارت گری سے واپس آئے تھے مل گئے اور بد نصیبی سے یہ سمجھے کہ وہ اپنے ہی ہیں۔ جب دونوں مل گئے تو لڑائی ہوئی نوروز مارا گیا اور کسرش بھی بھاگ گئے۔ بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی۔ بہت غنیمت ہاتھ آئی آٹھ روز بعد یہ امرا شیر پور میں آئے۔ شہباز خاں کا ارادہ تھا کہ یہیں لشکر کو دست کرے اور پھر جا کر لڑے۔ مگر اسکی بد خوئی کے سبب اسکے ہمراہ عاجز ہو گئے تھے وہ اس بات پر دل نہاد نہ ہوئے۔ جب وہ ملک ٹانڈہ میں آئے تو وزیر خاں کشادہ پیشانی اور گرم خوئی سے پیش آیا۔ شہباز خاں اپنے پہلے منصوبے کو کام میں لانا چاہتا تھا۔ مگر رایوں میں اتفاق نہ ہوا اور دلوں سے دورنگی نہ نکلی ناگزیر اس نے پادشاہ پاس جانے کا قصد کیا۔ پادشاہ نے آگہی پا کر چند سزاؤں بھیجے کہ اسکو واپس بھیجیں۔ اور ہر ایک امیر کے مناسب سزائیں کر کے نصیحتیں ہوش افزا فرمائیں سعید خاں اور اور صوبہ بنگ و بہار کے اور جاگیرداروں کے نام فرمان صادر کیا کہ یک جہتی کر کے اس بومی کو سزا دینے میں کوشش کریں۔ اول پیشرو خاں و خواجگی فتح اللہ کو اس خدمت پر روانہ کیا اور بعد ازاں اس کچھواہہ اور مجاہد کنبہ کو کہ تلخ سخنوں سے شیریں کام کر کے ہنگامہ کو گرم کریں۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ بھائی کے شکر کو خود پرستی اور ناپاؤں بیٹی سے کیا پیش آیا۔ شہباز خاں
 شکایت کرتا ہوا پادشاہ کی طرف چلا۔ صوبہ بہار کے امرا میں سے چچ علی خاں کے سوا کوئی
 اپنے تیول میں نہیں بیٹھا۔ عیسیٰ نے دورانیشی سے اپنا بنگاہ نہیں چھوڑا۔ اسکے اشارہ سے معصوم
 شیرپور میں آیا۔ بعض برکتوں نے والدہ سے لیکر ٹانڈہ سے بارہ کوس پر عمل دخل اپنا کر لیا۔ وزیر خاں
 کو لڑنے کی توفیق نہ ہوئی مگر وہ اپنی جگہ کو سنبھالے رہا۔ اور شہر بزرگ ٹانڈہ کو دشمنوں سے
 بچا لیا پادشاہی سزا دلوں نے تلخ گوئی اور راست گزاری سے شہباز خاں کو بازگشت
 برادر بہار کے اور جاگیر داروں کو مقصود پر رہ گرا می کیا اور یک جہتی اُن میں پیدا کی شہباز خاں
 پاس فرمان والا آیا کہ اگر اوسپاہ درکار ہو تو راجہ تو ڈرل اور مطلب خاں و شیخ جال بختیار کو
 بھیج دوں اسکی عرضد است جواب میں آئی کہ یہاں شکر بہت ہے اور سب کار گزاری پر آمادہ
 ہیں۔ ۸۰۹۳ ہجری ۹۳ کو وہ بنگالہ میں آئے اور ولایت بھائی کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ دشمن سرسیمہ
 ہو کر بے لڑے بھاگا۔ جمن کے کنارہ پر اطلاع ہوئی کہ معصوم خاں شیرپور
 میں ہے اور اسکو خیال بھی نہیں ہے کہ شکر شاہی دریا سے پار آئیگا۔ شہباز خاں نے دریا کے
 پار چلنے اور آگے بڑھنے کو شکر سے کہا کہ امرا نے اسکو پسند نہیں کیا۔ رامداس اور خواجگی
 فتح اللہ کی کار دانی اور کوشش سے یہاں نہ وری اور گراں پائی کو جا نہیں رہی کام و ناکام
 اس دریا سے وہ گزرے۔ جب نزدیک پہنچے تو غنیمت بھاگا۔ کچھ دشمن اسیر ہوئے بہت
 غنیمت ہاتھ آئی۔ ملک کو چھوڑنا اور سب امرا کا دشمن کے پیچھے جانا مناسب نہ تھا اسلئے
 شہباز خاں اور شاہ قلی یہاں رہے و سعید خاں و وزیر خاں و صادق خاں و محب علی خاں
 و سید عبداللہ خاں آٹھویں بہمن کو آگے روانہ ہوئے۔ رامداس اور خواجگی فتح اللہ
 ان کے ساتھ ہوئے جو ملک پہلے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اب وہ حاصل ہو گیا تھا اور
 غنیمت بھی ہاتھ لگی تھی۔ اسلئے یہ سب شیرپور میں آئے۔ اب شکر میں دوئی اور
 دوروئی نہیں تھی۔

جب لشکر شیر پور میں آیا معصوم خانا اڈلیسہ کی طرف فتح آباد سے بھاگا اور دستم خاں
 قاتل نے اس طرف تو قہا اس نظر سے کیا کہ پادشاہی سپاہ کے دو ٹکڑے ہو جائینگے تو مجھے
 موقع ملے گا کہ میں اسپر دسترو کروں۔ اسے معصوم خاں کے آنے کا علم بھی نہ ہوا تھا کہ اس کرشن نے
 لشکر گاہ شاہی سے بارہ کوس پر سورش برپا کی شاہ قلی محم و محبوب علی خاں و راجہ گوپال داس و
 میر زادہ علی خاں اور خواجہ باقر لڑنے کو چلے تو وہ بھاگا اور امرا شاہی نے اس کا تعاقب شہزاد پوتک کیا۔
 تباہی پی و غرض برستی عقل صلاح اندیش کو دیوانہ بناتی ہے اور گوش حقیقت شن کو
 سیلاب غفلت میں آگندہ کرتی ہے۔ پادشاہ کی نصیحتیں کچھ کام نہ آئیں۔ بدشگالوں کی
 ہمراہی شہباز خاں کو سورش میں لائی۔ پھر اس نے مدارا کی راہ چھوڑی۔ صادق خان
 کا دل ہیکار ہوا۔ اور زبان دلشکنی کرنے لگی۔ اس گروہ میں جانفشانی بہت تھی مگر خرد
 معاملہ دان ہمراہ نہ تھی کہ اپنے خداوند اور پادشاہ کے برآمد کار میں خوشیتیں بینی کو چھوڑ کر
 بزم آراء دوستی ہوتے۔ اپنی ناستودہ خواہشوں کے زیر بار ہوئے اور بے ہنگام خشم
 شروع کیا اور انصاف کو چھوڑا اور بے راہ چلے۔ اگرچہ سرگروہ حرف اخلاص کو زبان پر لاتے
 تھے مگر اس میں راستی نہ تھی۔

پہلے اخلاص مندوں کی دو قسمیں دانشمند کر گئے ہیں۔ ایک وہ اخلاص مند ہیں جو اپنی آئیں
 بیکٹائی کو اپنی سود اندوزی کے لئے قبول کرتے ہیں اور اس روش سے اپنی خود کامی کے
 پایہ کو بلند کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ سود اگروں سے آگے قدم رکھتے ہیں لیکن آگاہ دل ان سود
 بندوں پر بیگانگی کا نام نہیں رکھتے ہیں۔ دوم وہ اخلاص مندو والا نگہ حقیقت پیروہ ہیں کہ
 غرض دشمن دل کو فروغ دوستی سے روشن کرتے ہیں۔ خدا کے برگزیدوں کو اپنا سردار
 بناتے ہیں اور تعجب اسیں یہ ہے کہ سرمایہ کام روائی ان کو اس طرح ملتا ہے جیسے کہ ان کو
 مولیشی کا چارہ درازی داستان و کوہی گفتار کے بعد امرا شاہی نے مدارا کے وقت
 درشت گوئی اور سخت گیری اختیار کی۔ ان دنوں میں معصوم خاں کی سورش کی شہرت تھی

بشم قاتل کا ہر حرکت پادشاہی لشکر کی تقریبی دو گروہوں میں ہونا چاہیے

یہ قرار پایا کہ غنیم دو جگہ ہے اسلئے پادشاہی فوج بھی دو فوجیں ہو کر خدمت بجائے۔ ۲۰ مہینے کو
 کو وزیر خاں و شاہ قلی خاں محرم و صادق خاں و محب علی خاں و راجہ گویال و کیجک خواجہ
 معصوم خاں کو شکست دینے کی خدمت ملی اور چدائی اختیار کی شہباز خاں و بیادرفاں و سید
 عبداللہ و میر زادہ علی خاں بابوئے سنگی تربخششی و شاہ قاسم نے اور ترسون خاں کے بھائیوں
 ابابکر اور امر نے اسطر کے بدنہادوں کی چارہ گری کو اپنے ذمہ لیا۔ اسی طرح ہر روز کی خانگی
 پر خاش دور ہوئی اور ہر گروہ اپنی خدمت پر مستعد ہوا۔

معصوم خاں نے لشکر شاہی کی آمد سنی تو اسے مقام ترمجانی جہاں گنگا و جمناسابی
 اور سرو ملتی ہیں دو قلعہ بنائے (آرائش محفل میں لکھا ہے کہ ڈھاکہ سے کچھ فرسنگ پر گنگا
 کی دو شاخیں ہوتی ہیں۔ ایک شاخ پدماوتی تو مشرق کی طرف بہ کر برہمپتر میں چنگام
 میں ملتی ہے اور دوسری شاخ شال کو بہ کرتی شاخوں میں تقسیم ہوتی ہے جن کے
 نام سرتی جمنہ گنگا ہیں) بیک محمد دالغ بیگ اور چند اور بد گوروں کو زمینداروں کے
 ساتھ یہاں بٹھایا۔ اسکو وہ در بند سمجھا اور آپ پیچھے جا کر ٹھہرا۔ امرا پیکار بنگامہ آرا ہوئے
 عیسیٰ نے کار دانوں کو بھیج کر لاہ گری کی مگر اسکی شنوائی نہ ہوئی۔ لشکر شاہی نے کشائش
 قلعہ پر بہت لگائی۔ سخت لڑائیاں ہوئیں۔ ہر بار غنیم ایک ابنوہ کے ساتھ بھاگا۔ ۲۴ فروری
 کو ایک قلعہ کوشتیوں کی لڑائی سے لے لیا اور دوسرے کو دوسرے دن فتح کر لیا۔ پھر معصوم خاں
 کی طرف توجہ کی۔ اس میں لڑائی کی تاب نہ تھی۔ اس نے دریا نور دی اختیار کی
 ناسپاسوں کے ہجوم سے اور شورش دریا سے اسکی کشتی ڈوبی۔ بہت تنگا پو
 کر کے نیم جان کنارہ پر گیا۔ اسکی دوسری دفعہ بے آبروئی ہوئی طاہر تاجپور
 میں شورش برپا کر رہا تھا۔ تربخششی نے بڑی طرح لڑ کر شکست پائی جس سے وہ
 اور بدست ہوا۔ ترخاں دیوانہ دار الملک ٹانڈہ میں آیا اور فتنہ پکایا اور بعض
 نے گھروں میں آگ لگائی شہباز نے قاسم خاں و محمد خاں و محمد حبان نثار کو

معصوم خاں کا بیانیہ کا ذیل ہونا ۹۹۳

۹۹۳ ترخاں دیوانہ طاہر تاجپور کا لکھنا

بھیجا اسکی خوبالاش کی اور وہ ولایت مورنگ میں بھاگ کر گیا اور اس طرح ظاہر بھی ناکام رہا۔
جب امراء بہار خدمت گذاری کے لئے بنگالے دوڑے گئے۔ یوسف افغان نے
بخت و تاراج شروع کی۔ حبیب علی پور محب علیخان جو ش جوانی میں آگر اس سے
لڑا اور مارا گیا۔ محب علیخان اس سے بڑا پریشان ہوا اور جانے کے لئے بیتاب
ہوا۔ مگر امراء بنگالہ نے اسے جانے نہ دیا۔ شاہ قلی خاں محرم پادشاہ پاس جاتا تھا
اس سے کہا کہ وہ راستہ میں یوسف کو ٹھیک بناتا جائے اس نے تھوڑے دنوں
ان سب باغیوں کو برباد کر دیا۔

اوپر بیان ہوا کہ امراء بنگالہ نے اپنی خود بینی اور غرض پرستی سے رشتہ یکدلی کو
ٹوڑا۔ صادق خاں ایک طرف ہوا اور شہباز خاں دوسری طرف۔ یہاں تک ترقی
تھی اس لئے یہ جدائی سودمند نہ ہوئی۔ کام دونوں نے چھوڑا۔ لیکن آپس میں کہیں
توزی شروع کی۔ پادشاہ نے خواجہ سلیمان کو نصیحت کے لئے فرمان دیکر بھیجا کہ ایک کام
دو گروہ کو سو پناہ شکی نہیں رکھتا۔ خیر سگال کا دیدہ انجن آراستہ کریں اور سپاہ کو سزاؤ
میں شرف نگہی کو کام میں لائیں ان میں سے جو چاہے بنگالہ کا انتظام اپنے ذمہ لے لے
اور دوسرا صوبہ بہار میں چلا جائے۔ خواجہ اول صادق خاں پاس گیا اس نے خامکاری
سے بغیر اسکے کہ دونوں گروہ جمع ہوں بنگالہ کے انتظام کو اپنے ذمہ لے لیا۔ شہباز خاں
اور خیلوں اور سردار اسے درہم ہوئے بغیر اسکے کہ بنگالہ بالکل فتح ہو وہ اس سے
باہر نکل گئے۔

شکر شاہی کے آنے سے عیسیٰ زمیندار اگرچہ پریشان خاطر تھا مگر اس نے
دیکھا کہ بزرگان شکر اپنی غرض پرستی اور کوتاہ بینی سے باہم عناد رکھتے ہیں تو اس
نے کچھ دنوں آرام کیا۔ عاقبت بینی سے اس نے صادق خاں اور اور سرداروں
شکر کے پاس اپنے کارواں آدمی بھیجے۔ اور لابہ گرمی اختیار کی

صادق خاں کا بنگالہ میں مقرر ہونا ۹۹۳

عیسیٰ زمیندار کا فرمان پذیر ہونا ۹۹۳

یہ قرار دیا کہ معصوم خاں کابلی کو حجاز روانہ کرے اور خود بندگان سعادت مرثت میں داخل ہو کر خدمت گذاری کرے اور اپنے خولیشوں میں سے ایک کو پادشاہ کی پرستاری کے لئے بھیجے اور عمدہ پیش کش روانہ کرے اور اس شورش میں لشکر شاہی کا جو کچھ گیا ہوا اسکو حوالہ کرے وہ اس سامان میں تھا کہ بنگالہ سے شہباز خاں و سعید خاں اور امراء چلے آئے جسکا اوپر بیان ہوا تو پھر عیسیٰ نے مرثتہ نیاز کو چھوڑا اور بڑی خواہشیں کرنے لگا۔ امراء نے ولایت کا ایک حصہ اسکو دیا اس نے بھی کچھ اطاعت اختیار کی۔ باقی اور توپ وغیرہ جو کچھ اسکو ہاتھ آئے تھے واپس بھیج دئے۔ معصوم خاں کو اس نے نہیں بھیجا مگر فتنہ اندوزی سے باز رکھا۔ شہریار صلح کو منظور کر لیا مگر امراء کے اس طرح چلے آنے کو ناپسند کیا۔ خواجہ سلیمان نے عرض کیا کہ کہ میں نے شہباز خاں سے ہر چند کہا کہ چند روز بنگالہ میں توقف کرے مگر اس نے غصہ سے قبول نہیں کیا۔ پادشاہ نے خواجہ کو ناظر دولت کے ساتھ پھر روانہ کیا کہ وہاں جا کر شہباز خاں کے کام سے مطلع ہو اور امراء کو پیش کرے

اس زمانہ میں کہ اس ملک کو کچھ امن تھا امیر اس سبب سے کہ عیسیٰ اپنی قرارداد کا رعبند ہو نواحی اڈیسہ میں چشم بر راہ تھے کہ اس بد عقل نے سلیمان سرینٹی کی دستکاری سے فتنہ انگیزی کی اور افغانوں کا ایک مہنگامہ جمع ہوا اور لوٹ مار کرنے لگا۔ وزیر خاں صالح پور پر گیا۔ بردوان کے قریب لڑائی ہوئی۔ خوب لڑکر بردوان میں مجبوراً وہ حصار ہو اور امراء نے اطلاع پاکر اس کی ملک کے لئے فوج روانہ کی خود بھی پیچھے چلے۔ جب پہلے فوج غنیم سے چہرے کو س پر پہنچے تو دشمنوں نے حصار کا محاصرہ چھوڑ دیا اور کارزار پر آمادہ ہوئے۔ دریائے شگل کوٹ پر لشکر شاہی ٹھہرا اس پاس اور سپاہ بھی آگئی اور دریا سے باقی پر سوار ہو کر پایاب ہو سکتے تھے اس اثنا میں خواجہ سلیمان و ناظر دولت پادشاہ کے پاس سے آئے اور فتح کی نوید لائے۔ تھوڑے عرصہ میں دریا کی برابر دو گلی قلعے

امراء رانی کی شورش کا فروز ہوا ۹۹۳

بنائے کہ دریا سے گزرنے کے وقت مخالف چیرہ دستی نہ کرے ۹۹۳ء ہرخداد ۳۰ کو امرار کو فتح ہوئی اور انجنین شاطراستہ پہنچی۔ رات بھر بارش رہی صبح کو سپاہ نے بارش میں دریا سے عبور کیا۔ کچھ آدمی اور گھوڑے سیلاب میں بہہ گئے۔ غنیم نے صف آرائی کی۔ صادق خاں صفیں راستہ کر کے قلعہ میں جا کر سو رہا اور کاراگاہوں کو مقرر کیا۔ کہ فوج کو درست رکھیں۔ دوپہر ہوئی تو دشمنوں نے یہ خیال کر کے کہ آج لڑائی نہیں ہوگی وہ اپنے بنگاہ کو چلے گئے تو صادق خاں نے لڑنے کا ارادہ کیا اور امرار سے کہا کہ میری یہ تدبیر اس لئے تھی کہ دشمن عنان تاب ہو۔ اب میں لڑنے پر آمادہ ہوں۔ دلاور میدان جنگ میں آئے غنیم نے بھی اپنے لشکر کے دو حصے کئے ایک وزیر خاں سے اور دوسرا صادق خاں سے لڑنے لگا۔ وزیر خاں کو شکست ہونے کو تھی کہ محب علی خاں و میر زادہ علی خاں نے اُسے جا کر سنبھال لیا۔ تھوڑی دیر میں مخالف کو بے آبرو کیا تین سو آدمی غنیم کے مارے گئے اور سو آدمی پادشاہی کام میں آئے پادشاہی لشکر نے تعاقب کر کے ہزار آدمی اور مارے اس ملک سے فتنہ دور ہوا۔

جب بنگالہ کو بغیر انتظام کے چھوڑ کر امرار باہر چلے آئے تو دسٹم قاتل نے گھوڑا لٹاٹ کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ سیف الملک و خواجہ مقیم نے قلعہ کی اچھی نگہبانی کی اس اثناء میں بابوے سنگلی لشکر پور سے آیا۔ مشہور یہ ہوا کہ محب علی خاں آکر ملا ہے غنیم قلعہ کو چھوڑ کر دور چلا گیا۔ پادشاہی لشکر نے باہر آنکر ہنگامہ بیکار گرم کیا اور اپنے گروہ کے ساتھ مارا گیا۔ دسٹم بھاگا اور اپنے گروہ کے ساتھ مارا گیا۔ اس کا بیٹا قوش قال اسیر ہوا۔ پادشاہ کو معلوم ہوا کہ تنہا وزیر خاں اس ملک کی جہات کو سرانجام نہیں کر سکتا اور ابھی سرکش اپنی ناسپاسی سے باز نہیں رہتے۔ اسلئے شہباز خاں کے چھوٹے بھائی کرم اللہ کو پادشاہ نے بھیجا کہ وہ اپنے بڑے بھائی کو بنگالہ لیجائے پادشاہ دریا ربہت کے کنارہ پر تھا کہ اسنے شہباز خاں اسکی خدمت میں بیتا بانہ چلا آتا ہے تو اُس نے سزا دل بھیجے کہ اسکو کام و ناکام الٹا لیجائیں

وہ جو پور میں اس سے ملے۔ وہ ۲۰ بہمن ۹۹۲ء کو بنگالہ کا پاسبان ہوا زبان کے دل آسے سے
اور دست کشادہ سے اس نے دلوں کو صید کیا۔ سب کچھ گرا افغانوں نے اطاعت اختیار
کی اور شورشوں کی گرد بالکل بیٹھ گئی۔ زیر دستوں کو آسودگی ہوئی۔ عیسیٰ کی کین توڑی کے
سبب ملک بھائی کو ٹھپکھڑا روانہ کی۔ صادق خاں نے جو ملک آشتی کے سبب سے دیدیا تھا وہ
لے لیا۔ بندر چاٹ گاؤں تک قبضہ ہو گیا۔ عیسیٰ نے بہت سے تحائف بھیج کر لالہ گرمی کی
اور گزاریش کیا کہ معصوم نے اپنی بد بختی سے ناسپاسی اختیار کی تھی اب وہ لرزان ہی چاہتا
کہ چند دنوں غائبانہ شائستہ سے پرستاری کرے اور اب وہ اپنے بیٹے کو بھیجتا ہے۔ یہاں
جواب ملا کہ بہتر یہی ہے کہ وہ حجاز جاوے اور وہاں سے پھر کر پادشاہ پاس آئے۔ قتل سے
بھی افغان جدا ہو کر شہباز خاں سے آئے اس نے ملک اڈیسہ اسکو دیدیا۔

اڈیسہ اور دکن کے درمیان ایک آباد ملک کو کرہ ہے۔ یہاں کا زمیندار مادھو سنگھ اس
سبب سے کہ ایک کوہ دشوار گذار اس پاس تھا بڑا غور کرتا تھا۔ پادشاہی لشکر نے وہاں جا کر
لوٹ مار کی اس نے بھی مالگداری کا اقرار کر کے اطاعت اختیار کی۔ مرزبان مکھ نے بہت سے
ہاتھی اور بال اسباب بھیج کر یک جہتی اختیار کی تعجب ہے کہ امرا و بزرگ میں سے سوائے
وزیر خاں کے کوئی اور نہ تھا کہ یہ سب کام شائستگی کے ساتھ ہوتے اس دیار میں سب سے
زیادہ ضروری اسباب نبرد میں سے نادرہ ہے۔ اسکا بھی انتظار کچھ نہ تھا اور دشمن پاس
جنگ کی کشتیاں بہت تھیں۔

۲۱ امرداد ۹۹۶ء کو وزیر خاں نے اس دنیا سے انتقال کیا اور اسکی جگہ سعید خاں
صوبہ بہار سے بنگالہ میں مقرر ہوا اور راجہ بھگونت سنگھ اور مان سنگھ کو صوبہ بہار
میں اقطاع ملیں۔ گھوڑا گھاٹ میں پاپیندہ خاں جاگیردار مقرر ہوا۔ جب سعید خاں
بنگالہ پہنچ گیا تو شہباز خاں پادشاہ پاس آگیا۔

۹۹۸ء میں راجہ مان سنگھ کی پیش کش بہار سے پادشاہ پاس آئے

۹۹۸ء

۹۹۸ء

صوبہ بہار میں راجہ مان سنگھ کا انتظام

اس نے آگہی کو مردانگی کے ساتھ ہمدوش اور سمیت کو جدکاری کیساتھ ہم آغوش کیا۔ اس طرف کا بالکل انتظام کر لیا۔ سرکشوں کو فرمان پذیر بنایا۔ پورنل کیڈ حوریہ بڑی خود بینی و نخوت فروشی کرتا تھا۔ راجہ چایک دستی کر کے اسکے بنگاہ پر چڑھ گیا۔ اور ناکامی میں وہ اپنے قلعہ کو پناہ سمجھتا تھا اسکو نہ پچاسکا۔ اسکی شورش بدستی افسردگی خار نے لالہ گری کر کے پناہ مانگی۔ نامور ہاتھی اور منتخب اسباب سپاس گزاری کے ساتھ پیش کیا۔ اپنی بیٹی راجبے بھائی چند بھان کو بیٹا ہی۔ پھر راجہ سنگرام کو درست کرنے راجہ گیا وہ فرمان پذیر ہوا۔ ہاتھی اور اس ملک کے تحائف نذر کیئے۔ پٹنہ میں راجہ آیا۔ انت پر چڑھ کر گیا۔ بہت غنیمت جمع کی راجہ کے بیٹے جگت سنگھ نے بھی یہ خدمت کی کہ ناگہانی بنگام کے سرکشوں میں سے سلطان قلی تلاق اور کجکنہ نے فتنہ برپا کیا۔ گھوڑے گھاٹ کی راہ سے تاجپور اور پر نیہ کو لوٹا مارا اور پور بھنگہ میں آئے۔ فرخ کی سمیت نے یاوری نہ کی وہ سپٹنہ میں آیا جگت سنگھ جو قصبہ نہیار کا پاسبان تھا پیکار کے لئے آمادہ ہوا۔ فرخ خاں اور اقطاع دار اس کے ساتھ ہوئے۔ جب وہ حاجی پور سے سات کوس پر پہنچے تو غنیم نے اپنے میں لڑائی کی طاقت نہ دیکھی۔ بھاگ گیا۔ تیزی کے ساتھ اسکا تعاقب کیا۔ اور انکے اند و ختوں پر قبضہ کیا۔ راجہ نے نفائس غنیمت اور ہمہ ہاتھیوں کو بادشاہ پاس بھیجا۔

جب راجہ مان سنگھ کی کارروائی سے صوبہ بہار کا انتظام ہو گیا اور گردن کش تابع ہو گئے تو ۹۹۷ء کے آخر میں چہار کھنڈ کی راہ سے ملک اڈیک کے فتح کا ارادہ راجبے نے کیا اور بھاگل کے نزدیک توقف کیا اور سعید خاں حاکم بنگالہ کو ہمراہ لیا۔ برسات کے قریب آنے سے اور وقت پر یہ کام مقصر کیا۔ ۹۹۸ء کے شروع میں بردوان کی راہ سے روانہ۔ پہاڑ خاں۔ بابوے سنگی راہے ہستہ داس کو توپ خانہ کے ساتھ بنگالہ سے ساتھ لیا۔ جہاں آباد میں بنگالہ بنایا۔ برسات کے ختم ہونے پر یہ خیال تھا کہ سعید خاں و مخصوص خاں اور زمیندار اُن سے آں ملنے

قتلو خاں جس پاس اڈسیہ تھا وہ لشکر شاہی سے بچائیں کوس پر آیا۔ اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگا بہادر کو روہ کو بہت سپاہ کے ساتھ راے پور بھیجا۔ راجہ نے ایک فوج اسکی مالش کے لئے بسر کر دی جگت سنگر روانہ کی۔ بہادر حصار میں ہوا اور لاہ گری کی۔ جگت سنگر نوجوان نا آزمودہ کار کو اپنے مناکرے پروائی کے خواب میں سلایا اور خود قتلوسے مدد مانگی۔ ۲۰ خرداد ۹۹۰ء کو جو قتل جگت سنگر بادہ غنودگی سے سرخوش ہو رہا تھا ناگہانی بہادر بہت سا لشکر لیکر اس پر حملہ آور ہوا اور غالب ہوا۔

قتلو خاں نے جلال خاں کو اور بہت دلاوروں کو بسر کر دی عمر خاں برادر زادہ و میر و پور کا سود خواجہ عیسیٰ اپنے وکیل کو روانہ کیا۔ ہر چند حمیر زمیندار نے بہادر کی حیلہ سازی کو اور اسکی یاوروں کے لئے لشکر کے آئے کو جگت سنگر سے کہا مگر اس نے کچھ نہ سنا ہزاروں کوشش سے کچھ سپاہ قزاقوں کے لئے بھیجی۔ غنیم درخت زار میں آیا۔ خیمہ و پیر تال کو یہاں چھوڑ کر پوشیدہ راہ سے چلا۔ غنیم کے جلد چلے جانے نے لوگوں کی غفلت کو اور زیادہ کیا آخر روز میں غنیم آیا۔ یہاں نہ کوئی تدبیر تھی نہ لشکر میں انتظام تھا۔ بہت سے بے لڑے پر انگڑا ہو گئے۔ کچھ لڑے۔ بیکراٹھور مہین داس و نرو چارن نے لڑ کر جان دی۔ پادشاہی لشکر کو شکست ہوئی۔ لیکن اس طرف بھی عمر خاں و میر و اور پیران ہالیوں قلی مع اور عزیزوں کے مارے گئے۔ نوجوان مدہوش جگت سنگر کو حمیر اپنے گھر لے آیا۔ مشہور یہ ہو گیا کہ وہ مر گیا راجہ نے انجن رازگوئی مرتب کی اور چارہ گری کے درپے ہوا۔ بہت آدمیوں نے یہ گزارش کی کہ مناسب یہ ہے کہ سلیم آباد میں جہاں سپاہیوں کا زہ و زاد ہے اُسے جائیں اور وہاں سے آنکر آمادہ پیکار ہوں۔ راجہ نے جواب دیا کہ اٹکا جانا غنیم کو اپنے اوپر دیر بنانا اور ہم کو برباد کرنا ہے۔ اغو کو طلب کیا اور لڑنے کا ارادہ کیا۔ قتلوبیارتھا۔ شباب رومی سے دس روز میں بیاناہ عمر اس کا لبریز ہوا۔ خواجہ عیسیٰ نے اس کے چھوٹے بیٹے نظیر خاں کو باپ کا جانشین بنایا۔ اس سے انجانوں کا ہنگامہ کچھ افسردہ ہو گیا۔ لاہ گری اور حیلہ سازی کر کے وہ آبشتی کے جو یا ہوئے سپاہ کی نزار دلی اور بارش کی فزونی سے صلح کو تو راجہ نے

قبول کر لیا اور یہ عہد ہوا کہ پادشاہی خطبہ سگہ جاری ہو اور خدمت گزاری اور فرمان پذیری کے سوا کچھ اور خیال نہ کیا جائے۔ جگن ناتھ کہ سب سے بڑا پرستش کہہ سکتے تھے تو اب کس مخالفہ میں دیا جائے اور دولت خواہ زمینداروں کو کچھ آسیب نہ پہنچایا جائے مخالفوں نے زمانہ سازگی اور فریب کاری سے سب سے سب طوں کو قبول کر لیا۔ ہر شہر پور ۹۹۹ء کو راجہ کے پاس قتل کو خواجہ عیسیٰ لایا۔ ڈیڑھ سو ہاتھی اور بہت سے منتخب اشیاء پادشاہ کے پیش کش کے لئے روانہ کئے گئے۔ راجہ نے انکی دلہی کی اور خود بہار میں چلا آیا۔

جب تک عیسیٰ خاں زندہ رہا۔ عہد و بیان برقرار رہا۔ جب وہ مر گیا تو عہد و بیان ٹوٹ گیا۔ افغانوں نے پرستش کہہ جگن ناتھ کو لے لیا۔ ولایت حمیرہ کو جو پادشاہ کا فرمان پذیر تھا لوٹ لیا۔ راجہ مان سنگہ آشتی سے پشیمان تھا۔ اس نے پادشاہ سے اجازت حاصل کر لی کہ بنگ و بہار کی سپاہ اس خدمت پر نامزد کی جائے۔ ۲۳ آبان سنہ کو وہ دریا کی راہ سے چلا۔ اور تولک خاں اور امیر و نکو خشکی کی راہ پر روانہ کیا۔ مادھو اور لکھی راے اور زمینداروں کو جھار کھنڈ کی راہ سے بسر کردگی یوسف خاں والی کشمیر روانہ کیا۔ جب سپاہ بنگال میں آئی تو یہاں کاسپہ آرا سعید خاں بیمار تھا۔ راجہ کا مطلبی کے سب سے آگے روانہ ہوا۔ جب سعید خاں اچھا ہوا تو وہ راجہ کے لشکر سے جا ملا۔ اسکے ساتھ اور امرا اور چھ ہزار پانچ سو سوار تھے۔ بہت سے ملک پر قبضہ کر لیا۔ تب کار افغانوں نے صلح چاہی۔ لیکن اس سبب سے کہ آزمودہ را آزمودن اہلی است انکے پیغام صلح کو کسی نے نہ سنا۔ اور انکو پیمان شکنی پر لعنت ملا مت کی۔ اگرچہ امر بنگالہ کہ آشتی کرنے پر راضی تھے مگر مدنا پور کے درخت زار میں جو اڈیکے وسط میں ہی غنیم مقیم ہوا۔ ۳۱ فروردین سنہ کو راجہ نے اپنے ہراول کو اجازت دی کہ ایک سرکوب کو کہ غنیم کے نزدیک ہے لیکر قلعہ بنائیں۔ غنیم نے دریا کے پار آنکر اپنی سپاہ کو مرتب کیا۔ قتلو خاں کے بیٹے نصیب خاں اور جمال خاں قلب شکر میں تھے۔ تین ہزار سوار اور کچھ پیہیں ہاتھی ان کے پانس تھے۔

جرانخار و برانخار میں ہزار سوار کھینچ لائے اور ہراول میں بارہ سو سوار اور اسی ہاتھی تھے خوب لڑائی ہوئی کچھ دیر تک معلوم نہ ہوتا تھا کہ کون مغلوب ہوگا اور کون غالب مگر آخر کو پادشاہی لشکر کو فتح ہوئی اور دشمن کے تین سو آدمی اور پانچ سو گھوڑے مارے گئے۔

جب فتح مند سپاہ نے غلبہ پا کر تقاب کیا تو دوسرے روز جلسہ میں کہ اڈیکس کے منتخب شہروں میں سے وہ آئی۔ ممبر پر خطبہ شاہی پڑھا گیا۔ سکے نے پادشاہ کے نام سے رونق پائی سعید خاں بنگالہ میں آیا۔ غورے دونوں میں سب زمیندار اس کے مطیع ہو گئے اور اسکا سارے ملک پر قبضہ ہو گیا۔ راجہ مان سنگھ نے یہاں تک فتنہ کو مٹایا۔ قصبہ بھدرک میں معلوم ہوا کہ پسران قتل و اور خواجہ سلیمان اور امراتین سو ہاتھی لیکر قلعہ کنک میں فرار ہوئے ہیں یہ ایک حصار انتہا پر شور دریا کے کنارہ پر تھا۔ افغان جنگل میں کہ دریا شور سے ملا ہوا تھا بھاگ گئے اور علاؤ الخاں خاص خیل قتل و قلعہ آل حوالہ کیا۔ کلکل گھاٹی کے قریب نند راجہ کہ اس سرزمین کا منتخب زمیندار تھا پادشاہی لشکر سے آن کر ملا۔ راجہ راجندر نے پناہ مانگنے والوں کو سازنگ گڑھ میں راہ دی جب راجہ مان سنگھ کنک پنچا تو یوسف خاں حاکم کاشمیر کو اسکے گرد چھوڑ گیا اور خود جگناتھ کی جاترا کو اس قصد سے گیا کہ راجہ راجندر سے نزدیکی ہو جائے اور فرصت پا کر اس پر دست بازی کرے جو اس نے سوچا تھا جب وہ عمل میں آیا تو وہ سیلی میں آیا ہر روز لڑائی ہوئی اس کی نصیحت گزاری سے راجندر نے فرمان پذیری قبول کی اور اپنے بیٹے بیربل کو پیش کس کے ساتھ روانہ کیا راجہ کنک میں پھر آیا اور قلعہ سازنگ گڑھ کے قریب ٹھہرا۔ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ بیٹھانوں نے جلسہ پر حملہ کیا۔ بابو منگلی نے اپنے اپنے میں لڑنے کی قوت نہ دیکھی تو کنارہ کیسار جہ نے پہاڑ خاں کو بھیجا اس نے جلسہ کو پھر لے لیا اور افغان کو پیرا گندہ کر دیا۔ سازنگ گڑھ میں خانخان تھے وہ بھی راجہ پاس حاضر ہوئے ہر ایک کو خسروانی نوازش کا امیدوار کیا۔

جب اڈیکس کے سرتابوں نے فرمان پذیری اختیار کی تو راجہ نے اپنی

کرناں مشرقی کا مطیع ہونا

افغانوں کا بے راہ ہونا

کاروانی کے سب سے خواجہ سلیمان و خواجہ عثمان شیرخاں و نصیب خاں کو خلیفہ آباد میں قبول دئے
 طاہر خاں و خواجہ باقر انصاری کو ہمراہ لیا۔ اور جوہرہ درمکار تھے۔ انکی جاگیروں کو ضبط
 کر کے انکو اپنے پاس طلب کیا۔ یہ جاگیر دار درگئے اور فتنہ افزائی کو اپنی دستاویز بنائی سمجھے
 ۲۷ بہمن سنہ کو گورکھ پور کے قریب باقر چند ہاتھیوں کو لئے اپنی جاگیر کو جاتا تھا اس کو
 انہوں نے لوٹ لیا وہ زخمی ہو کر الگ ہو گیا۔ راجہ نے اپنے بیٹے ہمت سنگ کو اسکی مدد کے
 لئے بھیجا۔ مگر وہ کچھ تھوڑی جا کر اٹلا چلا آیا۔ ملک کو افغان لیتے ہوئے جہد سنارگانو کو چلے
 گئے۔ کچھ قدرت نہ پاسکے ناکام رہے اور چاندراے کی بنگاہ پر متوجہ ہوئے۔ اس نے باپ کے
 کہنے سے ان کی گرفتاری کا ارادہ کیا۔ مگر جب دلاور سلیمان و عثمان نے چار کوس پیرواٹرو
 بنایا یعنی ڈیڑھ ڈالا تو اس نے انکو جہان بکلا یا۔ ۵۰ اسفند ریار مذلتہ کو وہ اس کے بنگاہ میں آئے
 دلاور کسی کام کو اٹھا تھا کہ اسکو تیکر کر لیا۔ سلیمان کو جب معلوم ہوا تو وہ تلوار ہاتھ میں لے کر
 باہر نکل آیا اور کئی آدمیوں کو مارا۔ چاندراے اسکے پیچھے آیا سلیمان کی مدد کو گیا۔ اس سے
 سلیمان نے اپنے بچنے اور دلاور کی گرفتاری اور غنیم کے آنے کا حال کہا اس سے
 ہنگامہ جنگ برپا ہوا اس بوم میں نوکر اکثر افغان تھے وہ اس گروہ سے ملگئے دونوں لوٹتے
 ہوئے پھر چاندراے کے قلعہ میں گئے۔ اہل قلعہ نے جانا کہ چاندراے آیا۔ قلعہ کا دروازہ
 کھول دیا۔ اس طرح انکو چیرکشتی حاصل ہوئی پھر وہ عیسیٰ زمیندار کی پناہ میں چلے گئے۔ اور
 قلعہ اور ضلع کو کیدار راے پدر چاندراے کو حوالہ کر گئے۔

تیسویں خرداد سنہ کو راجہ مان سنگ نے شیریک نواچی باشی کے ساتھ جو ایک سو
 ستائیس ہاتھی اور سباب فتح اڑیسہ میں ہاتھ آئے تھے پاوشاہ پاس بھیجے۔

پچھلی نرین کوچ کا مرزبان تھا جسکے پاس چار ہزار سوار اور دو لاکھ پیادے اور سات
 سو ہاتھی اور ہزار جنگی کشتیاں تھیں۔ یہ ہلک بڑا آباد تھا۔ لمبا دوسو کوس اور چوڑا چائیس
 کوس سے شو کو س تک تھا۔ مشرق میں دریاء برہمپتر۔ شمال میں پایاں تبت و آسام

جنوب میں گھوڑا گھاٹ مغرب میں ترہت سو برس پہلے کشنا یہاں کا راجہ تھا اسکا پوتا بالگائیس تھا۔ اس نے اکبر کی ستائش میں ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کتاب کو بیش بہا اسباب کے ساتھ پادشاہ کی نذر میں بھیجا تھا وہ آزاد رہتا تھا۔ پچاس برس کی عمر میں اپنے بھتیجے کنور کو اپنا جانشین کیا۔ اسکے بڑے بھائی شگل کشائیس نے بھائی سے بیاہ کی اجازت کی درخواست کی اس نے بھائی کی محبت کے سبب سے اس درخواست کو قبول کیا بیٹا پیدا ہوا۔ لچھی نرائین اسکا نام رکھا۔ وہ اپنے باپ کی جگہ راجہ ہوا اس سبب سے پات کنور نے سورش برپا کی۔ لچھی نرائین نے راجہ مان سنگھ کے وساطت سے پادشاہ کی اطاعت کرنی چاہی۔ راجہ مان سنگھ سلیم نگر سے آنر پور گیا۔ اسکا استقبال چالیس کوس سے ہوا۔ ۱۳ دمی شندھ کو ملاقات ہوئی۔ پھر راجہ اپنے گھر لیگیا اور اپنی بہن کی شادی راجہ سے کچھ دنوں بعد دمی نہبان کوچ بھی حاکم بنگالہ پاس نہیں جاتا تھا۔ سلیمان کرانی اس سے لڑنے گیا مگر ناکام پھرا۔

لچھی نرائین مرزبان کوچ بہار کا مطیع ہو گیا تھا۔ پات کنور کچھ ملک و باکے اس سے لڑنے گیا پادشاہ شکر سیر کردگی جھارخاں و فتح خاں سورا سکی مدد کو آیا۔ لڑائی ہوئی اور پات کنور کے بہت آدمی مار گئے اور اسکو شکست ہوئی۔ بہت غنیمت ملنے لگی۔ عیسیٰ زمیندار پات کنور کے یاوری کے لئے روانہ ہوا۔ راجہ مان سنگھ کو یہ معلوم ہوا تو اس نے ایک شائستہ سپاہ خشکی کی راہ سے روانہ کی اور اپنے بیٹے درجن سنگھ کے ہمراہ سپاہ دریا کی راہ سے بھیجی کہ وہ ان زمینداروں کی بنگاہ کو ٹوٹے اس لئے کہ خانگی سورش سے بہت نقصان ہوا ہے مگر کسی نے انکو اسکی خبر کر دی۔ یہ دریائی سپاہ جبکہ لوٹ مار کرتی قصبہ گریوہ پر یورش کر رہی تھی۔ کرم پور سے چھ کوس پر عیسیٰ و معصوم بہت سی جنگی کشتیاں لاکے پادشاہی لشکر کو ہر طرف سے گھیر لیا لڑنے کے بعد سرگروہ اور بہت سے آدمی مارے گئے کچھ اسیر ہوئے کچھ بچ گئے۔ پادشاہی لشکر کو بھی صدمہ پہنچا مگر مردبان کوچ نے گزند سے رستگاری پائی۔ عیسیٰ نے دور بینی کی لالہ گری اختیار کی

پات کنور کا لشکر پاتا اور درجن سنگھ کا راجہ مان سنگھ

اور جو اسباب لوٹ کر لے گیا تھا واپس کیا۔

شہنشاہ عینی زمیندار ہو گیا۔ راجہ مان سنگہ اجمیر میں گیا مگر ناشناسائی سے اس دو دست ملک میں بیٹھ کر بنگالہ کی پاسبانی کو اپنے ذمہ لیا اور فتنہ اندوزوں کو دولت خواہ جانا۔ عثمان و بجاول اور اور افغانوں نے جو تابع تھے فتنہ اٹھایا۔ مہاسنگہ دیر تاب سنگہ نے اسکا علاج آسان جانا لڑنے کھڑے ہوئے۔ ۱۸ ارادی بہشت شہنشاہ کو بھدرک میں لڑ کر شکست پائی۔ لشکر شاہی کو صدمہ پہنچا۔ گوسار ملک بنگالہ ہاتھ سے نہیں گیا۔ مگر کچھ حصہ دشمنوں کو مل گیا۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ پسر قتلو کے ساتھ ایک گروہ افغانوں کا بنگالہ میں فساد کر رہا تھا۔ کئی دفعہ راجہ مان سنگہ کے آدمی اُن سے لڑے مگر ہر دفعہ شکست پائی۔ میر عبد الرزاق معموری کہ سپاہ کا بخشی تھا اسیر ہوا۔ جب راجہ مان سنگہ شہزادہ کے ہمراہ الہ آباد میں آیا تو اُس نے بنگالہ جانے کی اجازت حاصل کی اور رہتاس میں آن کر سامان درست کیا اور پھر سرکشوں کی مالش کے لئے آیا۔ شیر پور کے قریب دونوں لشکر قلعہ بنا کے آمنے سامنے ہوئے۔ عہد اسفندیار مذہب شہنشاہ کو کچھ لڑائی ہوئی۔ باغی پر لگندہ ہوئے میر عبد الرزاق ایک ہاتھی پر سوار تھا گلے میں طوق تھا۔ پانوں میں زنجیر تھی۔ ایک آدمی متعین تھا کہ اگر شکست ہو تو اسے مار ڈالے۔ لیکن وہ لڑائی میں بندوق سے مارا گیا۔

اب کی دفعہ باغیوں کا بہت نقصان جانوں کا ہوا اول راجہ مان سنگہ ولایت ڈھاکہ میں گیا۔ کید راے یہاں کے مرزبان کو امید و سیم کی باتیں بنا کر مطیع کیا۔ پھر جب اسکو معلوم ہوا کہ جلال کھکرہ وال قصبہ آگرہ و مالیرہ کو مار رہا ہے سوداگراور رعیت اس کے حیران ہو رہے ہیں تو اُس نے خواجہ باقر انصاری کو گھوڑا گھاٹ میں مہاسنگہ پاس بھیجا کہ اس کے ساتھ اتفاق کر کے سوزش کو مٹائے۔ جب مہاسنگہ کھکرہ میں آیا تو جہل خاں دریاہ مندری سے گذر کر پانچہزار جنگی پیادوں اور پانچ سو سواروں کے ساتھ نمودار ہوا مہاسنگہ نے بے تامل دریا میں گھوڑا ڈال دیا۔ دریا کا کنارہ بلند تھا۔ گھوڑوں کا اُس سے

نکلنا دشوار تھا۔ کچھ ہمراہی آب نیستی میں غرق ہوئے۔ اور بہت سے باہر آئے اور انہوں نے
 مخالفوں کے خرمین ہستی میں ناگ لگائی اور جلال خاں ہوا کی طرح اُڑ گیا۔ مہاسنگہ کو جب اُس سے
 فراغ ہوا تو قاضی مومن کے فتنہ دور کرنے پر متوجہ ہوا وہ پرنیکے نواح میں لوٹ مار کر رہا تھا
 اُس نے دی کے کنارہ پر قلعہ بنایا تھا۔ بھاگنے کے فکر میں تھا کہ شکر آیا تو وہ اپنا زہ و زاکشتی میں
 لیکر اس طرف بھاگا۔ مہاسنگہ نے اسکے تعاقب میں پانچ سو سوار بھیجے۔ وہ جزیرہ میں آیا۔
 جنگل ابنوہی سے فوج شاہی کا نشان برقرار نہ تھا۔ وہ پرگندہ ہو گئی تھی۔ طرف سے اس جزیرہ پر جڑھتی
 تھی۔ قاضی مومن اسلئے انکو تھوڑا سا سمجھتا تھا اور شکر سے اسکو خبر نہ تھی اسلئے لڑتا تھا۔ یہ
 خوف تھا کہ بادشاہی لشکر شکست پائے۔ مگر قاضی مومن گھوڑے سے گرا۔ اور وہیں
 کشتہ ہو گیا۔ عثمان نے دربار برم پتر سے عبور کر کے باز بہادر قلمناق تھا نہ دار
 کو بھگایا وہ بھوال میں آیا۔ راجہ مان سنگہ ایک رات دن میں بھوال میں آیا۔
 دو ستر دن آب بہار پر دشمن سے لڑنے کو تیار ہوا۔ لڑائی میں بہت افغان
 مارے گئے اور بادشاہی لشکر کو بہت اسباب اور نوارہ اور توپ خانہ ہاتھ لگایا
 کے تھا نہ کو استوار کر کے راجہ دھاکہ میں آیا اور ایک جماعت سپاہ کو حکم دیا کہ آب انچامتی
 سے گذر کر عیسیٰ و کیدراے مرزبان بکرم پور و سرھر کی مالش کریں افغانوں نے داؤد سپہر
 عیسیٰ و زینداروں سے اتفاق کر کے گذر گاہوں کو بند کیا اور لڑنے کو تیار ہوئے
 اور چند روز بادشاہی لشکر کو اُن سے اُترنے نہیں دیا۔ راجہ کو جب یہ حال معلوم
 ہوا تو وہ دھاکہ سے شاہ پور گیا۔ یہاں سے پہلے لشکر کو کمک پہنچی جب دیکھا کہ یہ
 کام اس لشکر کی طاقت سے باہر ہے تو وہ خود گیا اور ہاتھی پر سوار ہو کر بے محابا
 دریا سے پار گیا۔ جس سے سب آدمی اُسکے قوی دل ہو کر مردانگی سے دریا میں تیرنے
 لگے دریا سے پار جا کر غنیم کو شکست دی۔ گروہ مخالف بھاگا۔ راجہ نے
 اُن کے پیچھے سفر کر کے برہانپور اور ترہ میں توقف کیا۔ شیر خاں بومی یہاں کے راجہ

سے ملنے آیا۔ یہاں سے وہ سہرہ پور و بکرام پور میں گیا۔ داؤد و کل افغان حدود سنار گانوں میں بھاگ گئے۔ راجہ اپنے غنیمت سے خاطر جمع ہو کر ڈھاکہ میں آیا۔

سرحد بنگالہ کے نامور بونیوں میں کیدار تھا۔ زبردست نوارہ لیکر زمیندار مکھیر کا وہ یاوہوا اور تھانہ سری نگر پر زور ڈالا۔ راجہ مان سنگھ کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ توپ خانہ لیکر اس پر شہنشاہی نگر سور کے نواح میں بری لڑائی ہوئی۔ شاہی لشکر نے غنیمت کے بہت آدمیوں کو مارا اور باقی کو بھگا دیا۔ کیدار تیر و تنگ سے زخمی ہو کر بھاگا جاتا تھا کہ گرفتار ہوا۔ راجہ کے پاس آتے ہی مر گیا۔ پھر راجہ بھوال میں عثمان افغان کے لئے تیار ہوا۔ مکھیر زمیندار نے بھی سورش مچا رکھی تھی اسکے دفعہ کرنے پر متوجہ ہوا۔ یہ زمیندار تو مقابلہ نہ کر سکا۔ اپنے ملک کو بھاگا راجہ پھر عثمان کی طرف متوجہ ہوا وہ بھی بھاگ گیا۔ غرض راجہ کو ان حدود کی طرف سے سب طرح اطمینان ہوا اور تھانوں میں منتخب کاروان تھانے و اتر کر دیو خود ڈھاکہ میں چلا آیا۔ بنگال اور بہار دونوں ملکوں کی حالت ایسی تھی کہ وہاں امن و امان کا مستقل طور پر قائم رہنا دشوار تھا۔ اول وہاں اسباب بغاوت کی کمی نہ تھی۔ دوم جنوب کا بھاری جنگلی خطہ اور شمال کے پہاڑ اور جنگل اور سمندر کے آس پاس کی دلدل اور جنگل باغی مفسدوں کے ایسے ٹھکانے تھے کہ وہاں سے انکراف دفع کرنا نہایت مشکل تھا۔ سوم جب مغلوں نے ہندوستان بالا کو فتح کیا اور پیٹھانوں سے سلطنت کو چھینا تو ان میں سے جن افغانوں نے مغلوں کی اطاعت اور ملازمت نہیں پسند کی وہ سب کے سب ان ملکوں میں چلے آئے ان کی کثرت سے یہ ملک ہندوستان کا افغانستان بن گیا۔ وہ اکبر کی سپاہ سے بندہ برس تک لڑتے جھگڑتے رہے۔ وہ خاکستر کے نیچے کی چنگاریاں تھیں کہ جب ان کو ہوا لگتی تو وہ چمکنے لگتیں۔ مگر راجہ مان سنگھ نے ان چنگاریوں کو ایسا ٹھنڈا کیا کہ پھر وہ نہ چمکیں۔ سترہ برس میں بیسیوں لڑائیوں کے بعد صوبجات بنگالہ اور اڈیشہ و بہار بالکل قبضہ شاہی میں آ گئے۔

بنگلہ میں ایک فتح ۱۰۱۲

ان سب لڑائیوں کا انجام اور نتیجہ

جہات و معاملات گجرات

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ گجرات کی تسخیر میں مرزاؤں کا حال کیا ہوا۔ ہر ایک بادشاہ اور بادشاہی سرگردان ہوا۔ گلرخ سلطان بیگم اپنے خور و سال بیٹے مظفر حسین مرزا کو دکن میں لے گئی مگر یہاں بھی اقبال نے یاوری نہ کی۔ اب گجرات کو خالی دیکھ کر مرزا کچھ آدمیوں کو ساتھ لیکر اس طرف چلا بادشاہ نے جب یہ سنا تو اس نے ان امیروں کو کہ خاندیس کی فتح کو گئے تھے حکم بھیجا کہ گجرات کی سورش دفع کرنے کو خاندیس کی تسخیر پر مقدم جان کر اس طرف چلے آئیں مگر اس گروہ نے اس خدمت کے بجائے اپنے حوصلہ سے باہر جانا اور وقت کو بے یونہی ٹالا اور آزمندی سے یہ چاہا کہ اس دیار کے حکام سے باتیں بنا کر زر لیں اور مصالحت کا ڈول ڈالیں۔ اس خیانت ملکی سے کہ جس سے بنیاد سعادت کندہ ہوتی ہے اپنے قصر دولت کا بام بلند کریں۔ زہر تصور باطل زہر خیال محال بجا لگدھ میں میٹھی ہو کر یہ راگ گار ہے تھے کہ بادشاہ کا فرمان پہنچا تو ہر ایک اپنے اپنے تیول میں گیا۔

جو سب سرکوٹہ خرد ملک میں سورش اٹھاتا ہی اس کو زمانہ ہی خود سزا دیتا ہی کبھی اس کا مال لٹا دیتا ہی کبھی اس کی جان لے لیتا ہے۔ کبھی اس کے ناموس کی پردہ دری کر کے رسوا کرتا ہے کبھی اس سے اسباب دنیا لیکر عریاں پھرتا ہے۔ کبھی اس کو سعادت کی راہ پر لا کر اس کی جان سلامت رکھتا ہے۔ کبھی پھر گمراہ کر کے اس کی جان کو برباد کرتا ہے۔ اس کی مثال مظفر حسین کا حال ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ گجرات میں بادشاہ نے وزیر خاں کو منتظم مقرر کیا تھا وہ سپاہ کے انتظام میں زبردستوں کی آسائش میں اور بدکاروں کے استیصال میں شائستہ طور پر کار بند نہ ہوا۔ اس لئے بادشاہ نے راجہ توڈرمل کو کہ کار دانی اور خدمت گزینی میں یکتا تھا۔ اس دیار میں بھیجا وہ اس سرزمین میں جلد آیا اور اس فوج کی براگندگیوں کو دور کیا۔ اول سلطان پور اور ندر بار میں آیا۔ یہاں کا مناسب انتظام کر کے گیا پھر سورت کی جہات کو عدالت سے روشن کیا

مظفر حسین مرزا کی سورش افروشی ۹۸۵

وزیر خاں اور راجہ توڈرمل کی شمشیر سے مظفر حسین مرزا کو شہادت یافتہ

بروج و بڑودہ و جانیانیہ کے مشاغل کو سرانجام دیکر احمد آباد میں آیا یہاں
 وزیر خاں کے ساتھ متفق ہو کر داد دہی کر رہا تھا کہ سورشش برپا ہوئی۔ ابراہیم حسین
 مرزا کے نوکروں میں ایک ہر علی کو لابی تھا۔ اس نے آدمیوں کو جمع کیا
 اور دکن سے گجرات میں خرد سال مظفر حسین مرزا کو لایا اور سلطانپور کے گرد فتنے کی
 گرد کو بلند کیا۔ شریف خاں کے بیٹے عارف و زاید بادشاہ سے بیوفائی کر کے
 اس سے مل گئے وہ بڑودہ کے نواح میں آیا۔ وہاں کا داروغہ اسکے سامنے نہ ٹھہر
 سکا باہر بھاگا۔ ایسا بڑا شہر بے جنگ غنیم کو ہاتھ لگ گیا۔ باز بہادر لڑنے کو آیا۔ مگر
 ناسپاس ملازموں کی فرومانگی سے کچھ کام نہ کر سکا۔ وزیر خاں کا ارادہ یہ ہوا کہ احمد آباد
 میں قلعہ کے اندر بیٹھے۔ مگر راجہ تو ڈرمل نے اسکو مرد میدان بنایا اور شہر بند سے باہر
 لایا اور بڑودہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس شہر سے چار کوس پر آیا تو شہر کو چھوڑ
 کر مخالف بھاگا اور کھنابت کی طرف چلا۔ لشکر شاہی نے اسکے پیچھے جانے میں آمہنگی
 کی اسلئے کھنابت میں وہ سورشش برپا کرنے لگا۔ یہاں کے عامل خالصہ سید ہاشم نے
 اول ٹھکر خوب دستبرد کی مگر دشمنوں کی کثرت کے مارے آخر قلعہ نشین ہونا پڑا دشمن نے
 اُسے گھیرا۔ مگر افواج شاہی پاس آئی تو وہ محاصرہ کو چھوڑ کر جونہ گدھے کی راہ پر چلا حدود
 دولقہ میں امر اشاہی سب آن کر ملے اور سپاہ اسطرح مرتب ہوئی کہ قلب گاہ
 میں وزیر خاں اور برانغار میں خواجہ بھینی نقش بند می و جیہ الملک اور جرنالار
 میں راجہ تو ڈرمل و روپ رامی گجراتی و شیخ ولی و بیگ اس افسر مقرر ہوئے غنیم جانتا تھا
 کہ بادشاہ کی فوج میں بیدنی اور دوروئی پھیل رہی ہے جب ہم سے اسکی لڑائی ہوگی تو
 بہت حصہ اسکا ہم سے آن ملے گا کچھ بھاگ جائیگا اور وزیر خاں و راجہ تو ڈرمل کی جان جائیگی وہ اس لشکر کی بھان
 راجہ تو ڈرمل کو جانتے اسلئے اسکی جان لینے کیلئے زیادہ دیر ہوا۔ وزیر خاں لڑنے کے لئے مظفر حسین خاں
 نے قدم بست اٹھائے مگر راجہ سے لڑنے کے لئے مہر علی کو لابی تیز دستی سے آیا

میدان جنگ میں راجہ توڈرل نے فتح پائی۔ اٹھارہ بڑے بڑے آدمی غنیم کے مارے مگوست
راست پر پادشاہی سپاہ کو شکست ہوئی اور بڑی طرح سے وہ بھاگے وہ بھاگے وزیر خاں
کی جان پر آن بنی تھی کہ راجہ توڈرل ہزاروں ہو کر اسکی مدد کو آیا اور غنیم کو پسپا کیا۔ مظفر حسین
مرزا نے جو نہ گدھ کو بازگشت کی مگر یہ بازگشت ایسی تھی کہ **بیت**

چناں بازگشت ہر کس کے زیست کہ بر زندگی شان بباہر گریست

پادشاہ پاس عریضہ فتح اور غنائم کے برگزیدہ تھی بھیجے گئے۔ پادشاہ اجیر جاتا تھا کہ لیساور
میں راجہ توڈرل اس کی خدمت میں آیا اور بہت سے سورش منشوں کو جنکا سر غنہ دواہ بیگ
تھما ساتھ لایا۔ جنگو عدالت کے قتل کرایا۔ راجہ کو عہدہ وزارت عنایت ہوا۔

خدا کسی کی عقل کو خراب نہ کرے کہ اس سے دُنیا میں ہزاروں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں
اگر اس خرابی عقل کی بلا سے نجات ملے تو بڑی صحبت سے بچے۔ بڑوں کی صحبت اچھی
اچھوں کو بُرا کر دیتی ہے۔ عقل مند کہتے ہیں کہ آدمی کی طبیعت دزد پنہانی ہوتی ہے۔ خواہی نہ
خواہی اپنے دسازموں کی خواہتیار کرتی ہے جس چیز سے کہ طبعی نفرت ہوتی ہے۔ ایک مدت
میں صحبت کے اثر سے اسکی طرف رغبت ہونے لگتی ہے اسکی مثال مظفر حسین کا حال ہے
باوجودیکہ وہ پاک گوہرنیک ذات تھا مگر بڑی صحبت سے بڑی چال چلا باوجودیکہ وہ اپنے
باپ دادا کی بد حالی کو دیکھ چکا تھا مگر وہ اپنی غفلت سے باز نہ آیا۔ مہر علی کے بہکانیں آگیا
جب گجرات سے پادشاہ کی خدمت میں راجہ توڈرل آگیا تو پھر ہاں خداوند لیشوں نے مظفر حسین مرزا کو اپنی
دستاویز بنا کر اول کھنایت میں انہوں نے سوداگران کے مال پر ہاتھ صاف کیا اور بہت
دولت جمع کی۔ احمد آباد سے وزیر خاں ان سے لڑنے کے لئے چلا۔ پیر پور کی
حدود میں باڑبہادر کے آدمیوں کی بیوفائی سے اس کی بہت ٹوٹ گئی
قصبہ مرزاں سے وہ لڑنے کے لئے باہر نکلا ہی تھا کہ بہت سے اسکے سپاہی غنیم
سے چاہے جب اسنے اپنے آدمیوں کی بد ذاتی اور ناہنجاری دیکھی تو وہ احمد آباد سے

دوبارہ مظفر حسین مرزا کا سورش چانا اور نا کام رہا

۹۸۵

اُٹا کر قلعہ نشین ہوا۔ دشمنوں نے اسکا محاصرہ کیا۔ بہت سے واقعہ طلب اور فرصت جمع الحاف
 ملگئے۔ اور ہنگامہ بداندیشی سرگرم کیا۔ حصار کے اندر بھی مگس طینت آدمیوں کا حال کچھ اور ہو گیا
 وزیر خاں نے ان کا علاج یہ کیا انہیں سے ایک گروہ کو مہد کیا اور دوسرے گروہ کی دلہہ ہی
 کر کے سرگرم پیکار کیا۔ ہر روز مورچل بدلتا تھا۔ قلعہ کے اندر کے آدمیوں کی دوروئی سے وہ عاجز
 ہو رہا تھا کہ یہ ایک تائید غیبی اسکی ہوئی کہ غنیم نے اندر کے آدمیوں سے سازش کر کے
 بہت سے سپاہیوں سے حملہ کیا اور قلعہ پر نردبانیں لگا کر چڑھنا شروع کیا۔ قلعہ میں کچھ آدمی
 داخل ہو کر لوٹنے لگے کچھ ابھی راہ ہی میں تھے کہ مہر علی کے ایک بندو ق لگی جس سے وہ
 فوراً نشانہ اجل بنا۔ اسکے مرتے ہی لشکر اسکا سرا سیمہ ہوا اور ندر بار کو بھاگ گیا متحصن ہمنیک
 تھے۔ اسلئے دشمن کی فریب آرائی کے گمان سے باہر نہ نکلے جب دوسرے روز پیردن چڑھا تو وہ باہر آئے
 مظفر حسین مرزا گجرات سے بھاگ کر پھر دکن میں آیا اور برار میں بدیش فتنہ افروں سے
 ملکر ہنگامہ آرا ہوا۔ اس ملک کی سپاہ اُس سے لڑی اور اُس نے ہزیمت دی۔ وہ
 خاندیش میں آیا۔ راجہ علی خاں نے اسکو گرفتار کیا کہ وہ لقرن و تسلط سے باز رہی اگرچہ
 اصلی مطلب اس گرفتاری سے یہ تھا کہ وہ اپنے ملک کو اسکی سورش سے بچائے۔ مگر
 اس نے ظاہر یہ کیا کہ اسکو پادشاہی دولت خواہی کا دست پایہ بنائے۔ جب پادشاہ
 کو یہ حال معلوم ہوا تو مقصود دنبہ کے ہاتھ راجہ علی خاں پاس فرمان بھیجا کہ وہ اُس کو
 درگاہ والا میں بھیجے۔ راجہ علی خاں نے اسکے حوالہ کرنے میں تامل کیا اور شرائط دور
 از کار پیش کیں۔ پادشاہ نے قطب الدین خاں و فتح اللہ خاں بھیج کر اسکو سمجھایا تو اُس نے
 انکی ہمراہ کچھ سپاہ کے ساتھ پادشاہ پاس مرزا کو بھجوایا۔ وہ ۲۷ آذر ماہ الہی ۹۹۶ء کو
 پادشاہ کی خدمت میں پانز بجیر آیا۔ پادشاہ نے اُسے ہندی خانہ میں بھیجا کہ پند پندیر ہو
 جب پادشاہ کو معلوم ہوا کہ گجرات میں وزیر خاں سے احکام معدلت کی پاسبانی
 اچھی طرح نہیں ہو سکتی اور آؤ دہی کی ناروائی سے ملک میں خسل پیدا

ہوتے تھے اسکو معزول کر کے ۹۵۵ھ میں شہاب الدین احمد خاں کو اس ملک کی حراست سپرد کی وزیر خاں کو جہات ایدر کے سرانجام کے لئے بھیجا۔

جب سے بادشاہ نے گجرات کو فتح کیا تھا۔ اعتماد خاں گجراتی حضرات شائستہ بجالاتا تھا بادشاہ نوازش فرما کر سرکار میں اسکو اقطاع میں عنایت کی اور خالصات گجرات کی آبادی اسکو تفویض فرمائی۔ ہاتھی اور تنو گھوڑے اسکو بخشے۔ اور میر ابو تراب کو اندرز گوئی اور صلاح اندیشی کے لئے ساتھ کیا۔ شہاب الدین احمد خاں نے ایک لشکر بسر کردگی مرزا خاں کے امیر خاں غوری پر حملہ آوری کے لئے بھیجا کہ سورت کو اُس سے چھین لے مگر اُسکی بے تدبیری اور بزدلی سے کوئی کام نہ ہوا آسان بات دشوار ہوئی وہ ناکام پھرا۔ جب سپہ آرا میں کار شناسائی اور مردانگی سگالش نہیں ہوتی اسکے ماتحت جو افرادوں سے بھی کام نہیں ہوتا۔ ۹۹۱ھ میں گجرات میں سورش برپا ہوئی۔ اگرچہ شہاب الدین احمد خاں و قطب الدین احمد خاں کے ملازموں کی بدگوہری اس فتنہ کا سرمایہ تھا۔ مگر ان دونوں امیروں کی بے پروائی اور کار شناسی اس ناسپاسی کی دستاویز تھی۔ وہ ہرزہ گویوں سے مدارا رکھتے تھے اور غفلت سے ایسے یک جہت یا وروں کے جمع کرنے میں کوشش نہیں کرتے تھے کہ کار افتادگی کے زمانہ میں اپنے جوہر ذاتی کو دکھاتے۔

اس دیار کی مرزبانی اعتماد خاں کو سپرد ہوئی۔ تو اعتماد خاں کو مال پرستی و کم فکری سے اور ملک کے دیر میں پہنچنے سے بغاوت کے اسباب جمع ہو گئے۔

۳۳۳ھ شہر پور ۹۹۱ھ کو فتنہ جویوں نے مظفر شاہ کو احمد آباد میں فرماں روا بنایا۔ ابو الفضل نے تو یہ لکھا ہے کہ مظفر کے باپ دادا کو کوئی شخص نہیں جانتا تھا اسکو نو کہتے تھے۔ اعتماد خاں نے اُسکو سلطان محمود کا بیٹا بنایا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ ۹۶۷ھ میں گجرات کی مجلس امرا میں اعتماد خاں ایک لڑکے کو

اعتماد خاں گجرات کا حاکم بن گیا

مرزا خاں کا سورت سے ناکام پھرنا۔ سورش گجرات ۹۹۱ھ

جس کا نام ننوتھا لایا اور تقسیم یہ کہا کہ یہ سلطان محمود کا بیٹا ہے۔ اس کی ماں حرم خاص سلطان کی تھی۔ مگر وہ کنیز کے تھی۔ جب وہ حاملہ ہوئی تو سلطان نے اسقاط حمل کیلئے اس کو میرے حوالہ کیا۔ پانچ مہینے کا حمل تھا۔ میں نے اس کو اپنے گھر میں چھپا رکھا اور اس سے یہ لڑکا پیدا ہوا جس کی میں نے اب تک پرورش کی۔ گجرات کا تخت خالی تھا۔ پسر سید مبارک نے اس کے سر پر تاج سلطنت رکھا۔ مظفر شاہ اس کا لقب ہوا۔ اکبر کی فتح گجرات سے پہلے بارہ برس تک وہ سلطنت کرتا رہا۔ رعایا نے اس کو اپنا پادشاہ مانا۔ اول یورش گجرات میں مظفر کھیت میں چھپا پڑا تھا کہ پادشاہ کے آدمیوں نے اُسے گرفتار کر لیا۔ چغتائی کی رسم قدیم کے موافق اس کا سر اڑانا چاہیے تھا۔ مگر اکبر نے اس کو لڑکا سمجھ کر اس سے آبائی رسم کے خلاف کام کیا اگر وہ اس وقت تحمل کا کارفرمانہ ہوتا اور اس کو گردن سے مارتا تو پھر بڑی خونریزی نہ ہوتی۔ مگر کون جانتا تھا کہ اناج کے کھیت کا پکڑا قیدی جبر اکبر نے مہربانی سے تبسم کیا ہو چند سال میں ایسا بالغ ہو جائیگا کہ گجرات کا پادشاہ بن کر اکبر کا ایسا مقابلہ کرے گا۔

بدایونی نے لکھا ہے کہ پادشاہ نے تین چالیس روپیہ اس کا کر دیا تھا۔ مرآۃ احمدی اور بدایونی نے یہ لکھا ہے کہ پادشاہ اُس پر ایسا مہربان ہوا کہ اس کو اچھی جاگیر دیدی۔ فرشتے نے اس جاگیر کا حال نہیں لکھا۔ مگر یہ لکھا ہے کہ اکبر اس پر نظر عاطفت رکھتا تھا۔ جب وہ پکڑا گیا تھا تو کچھ دنوں کرم علی داروغہ خوشبو خانہ کی حوالات میں رہا۔ پھر وہ منعم خان خانان کا زندانی بنا۔ بعد ازاں خواجہ شاہ منصور اس کی دید بانی کرتا تھا مگر اس کی ذیہوائی سے ستمہ جلوس میں وہ بھاگ کر اپنی بنگاہ کی طرف چلا۔ راجہ بیلہ (بیلہ) زمیندار کی پناہ میں۔ قطب الدین نے اس پر لشکر کشی کی تو وہ جونہی لڑے اس میں لوہیہ کاٹھی کے پاس مقیم ہوا۔

جب پادشاہ نے اعتماد خاں کو گجرات بھیجا اور شہاب الدین احمد خاں کو اپنے پاس بلایا تو شہاب الدین کے نوکروں کا ارادہ اپنے آقا کی جان گزانی کا تھا۔ مرآۃ احمدی میں لکھا ہے کہ یہ اس کے ملازم اکثر مرزاؤں کے ملازم تھے۔

اسکے برباد ہونیکے بعد وہ گورنمنٹ گجرات کے خواہ کوئی ہو ملازمت کرنے کو تیار تھے
ان ملازموں کی یاوری سے مظفر شاہ اپنے گوشہ سے نکلا اور فتنہ پرداز ہوا۔

۱۰۔ مشہر پور کو شہباز خاں نے درگاہ والا کا قصد کیا۔ دوسرے روز شہر میں اعتماد خاں آن کر
مسند آرا سے حکومت ہوا۔ عابد بیگ و خلیل بیگ اور اور بخشی و تورانی امراد و لہ کے
طرف ناسپاس ہو کر چلے گئے اور ننو کے دستگیر بنے عمر حاجی نے اور آتش فتنہ کو بھڑکایا
یہ حاجی پہلے پادشاہ کا دیوان صدارت تھا اور تباہ کاری میں مرزا شرف الدین کا پیشا پیش تھا
گجرات میں اس نے اعتبار پیدا کر لیا تھا۔ جب یہ ملک فتح ہو گیا تو وہ دکن چلا گیا جب شہاب الدین
احمد خاں یہاں کی دارائی پر سرفراز ہوا تو پہلی آشنائی کے سبب حاجی اُس سے آنکر ملا۔ ان سب
بے حقیقت زربندوں کا قول یہ تھا کہ اب جاگیریں تو ہاتھ سے گئیں۔ جب تک دار الخلافہ جائیں
نہیں اور وہاں سے خچ ملے نہیں اور داغ کا معاملہ درست نہ ہو روٹی ہاتھ آئی دشوار ہے یہی بہتر ہے کہ
ننوکو سردار بنا کر سوزش برپا کریں۔ ہر چند کار آگاہ خیر اندیشوں نے اعتماد خاں کو سمجھایا کہ شہاب الدین
احمد خاں ابھی پادشاہ پاس چلا ہے کچھ دہنیں گیا ہو اسکو اُٹا بلا کر چند روز اسکی اقتطاع اس پاس
رہنے دو۔ یا خزانہ کا منہ کھول کر ان سگ گس طینتوں کا علاج کرو۔ ان چند حسد ام نکوں کو جبکا
ہنگامہ ہنوز فراہم نہیں ہوا جلد کام تمام کرو مگر اعتماد خاں نے ایک نہ سنی
اور یہ جواب دیا کہ شہاب الدین احمد خاں کے نوکروں نے یہ ہنگامہ
برپا کیا ہے۔ آپ سے وہ اس کو مٹائے گا۔ شہاب الدین احمد خاں کچھ تھوڑی
دور گیا تھا کہ بہت سے سرکش جمع ہو گئے اور انہوں نے ننو کی لڑائی کا
آواز بلند کیا۔ ناگزیر پہلی راے جو شہاب الدین کے واپس
بلانے کی تھی قسرا رہ پائی۔ اعتماد خاں اس لئے کہ پیغام
گذاری کا وقت کوتاہ ہو خود چلا گیا کہ جس طرح ہو سکے شہاب الدین
احمد خاں کو واپس لائے۔ ہر چند دیدہ دروں نے اسکو سمجھایا کہ

اس شورش میں شہ کو خالی چھوڑنا، آسان کام کو مشکل کرنا ہی مگر یہ سمجھنا سود مند نہ ہو اور رات کو
امیر ابو تراب در نظام الدین کے ساتھ گیا۔ رہستہ بھولا مگر صبح کو گدھی میں آیا۔ اور شہاب الدین احمد
خاں سے ملا۔ بعد گفتگو کے اُس کا واپس جانا قرار پایا تمام اسکی درخواستیں مان لیں۔ اقطاع کو
اسکے سلم رکھا۔ دو لاکھ روپے اور اضافہ کیے بدت سے دن اس پیمانہ و سونگند کی استواری
میں لگے۔ شہاب الدین احمد خاں بنہ و بار کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور احمد آباد سے آٹھ کوس پر پہنچا
شہاب الدین کنبوہ و میر مہموم بھگوری نے پہلے سے آنکر کہا کہ فتنہ اندوزوں کے ہنگامہ میں نو
آن ملا۔ اس کا ارادہ کھنایت جانے کا تھا۔ مگر شہ کو خالی دیکھ کر اب وہاں وہ جلوریز
ہو اور احمد آباد پر چیرہ دستی کر رہا ہے۔ پہلوان علی سستانی کو تو ال شہر مارا گیا۔
آدمیوں کا مال اور ناموس لٹ گیا اُس کا چارہ یہ سوچا گیا کہ لڑائی ہو۔ صبح ۲۴ کو
حوالی عثمان پوریں دربار ساربتی کے کنارہ پر دہ آئے اور غفلت میں آن کر سو رہے
درست اندیش پیش بینوں نے ہر چند کہا کہ شہر میں بڑے ناسپاس بھیل ہے ہیں اور
تاراج کی کشائش میں لگ ہے ہیں ایسی حالت میں صفیں آراستہ کر کے اس شہر کے
ادبائشوں کو مارنا چاہیے جس سے شورش دور ہو اور مراد پوری ہو۔ مگر امرا
نے سہل نگاری کر کے کچھ نہ سنا اور یہ سمجھے کہ شہاب الدین احمد خاں پُرانا مر زبان ہے
استمال ناموں کے بکھنے سے اس کے تو کر سب نکر عجائبات گئے یوں ہنگامہ ناسپاسی
پراگندہ ہو جائیگا۔ اس سگالش کے سبب سے اعتماد خاں اور میر ابو تراب لشکر
سے ایک اپنے آشنا کے گھر چلے گئے۔ شہاب الدین احمد خاں نے اپنے نوکروں
کو خطوں سے دلاسا دینا شروع کیا اس عرصہ میں مخالف جمع ہو کر آمادہ پیکار
ہوئے اور صف آرائی کا انتظام کیا تو شہاب الدین احمد خاں خواب سے
بیدار ہوا۔ سرانجام سپاہ پر متوجہ ہوا۔ مصطفیٰ شہر دانی اور حاجی بیگ و زبک
اور بہت سے امرا اپنی اپنی سپاہ کو ہمراہ لیکر مخالف سے جا ملے۔ قریب

پانچ سو آدمیوں کے چلے گئے۔ پہلے اس سے کہ لڑائی ہو عثمان پور کے پیچھے سے غنیم
 آنکر لشکر شاہی پر چڑھ آئے۔ اس لشکر میں سے بہت سے تو غنیم سے جا ملے۔ تھوٹے
 ایک تہ وزادہ کے پہنچانے میں رہے۔ ساتھ ہزار سواروں سے کچھ زیادہ یہ لشکر بھٹا۔
 اب اس میں سے سوار چند خوش دندوں کے کوئی اور نہ رہا ایک نوکر نے شہاب الدین احمد
 خاں کے شانہ پر تلوار ماری اور بندوق سے اس کے گھوٹے کو گرا دیا وہ زمین پر گرا
 چند فاختوں نے پھر اسے گھوٹے پر سوار کیا اور اس آشوب گاہ سے نکالا۔ لوٹ سے
 دشمن لدے تھے اس لیے اُنھوں نے تعاقب نہیں کیا۔ ۲۵ کو شہاب الدین احمد خاں و
 اعتماد خاں و نظام الدین احمد تین سو آدمیوں کے ساتھ ٹپن میں جمع ہوئے مظفر شاہ
 (نونا) نے اپنے حسب و نحوہ احمد آباد میں فرمان روائی شروع کی اپنے ملازموں
 کو بلے بلے خطاب شامانہ اور بڑی جاگیریں عطا کیں۔ یہ نہ سمجھا کہ خردوں کو بزرگوں
 کا دنیا رسوا کرنا ہی تھوٹے عرصہ میں یہ سب اہل خطاب بے آبرو ہو گئے۔ ان میں سے
 بعض نے منصب و علوفہ کی گفتگو میں اپنا چھپورا پن دکھایا اور بعض نے تیول کی خواہش میں
 ایک دوسرے کی آب و رو کو خاک میں ملایا۔ پائیدہ محمد سنگ کش اور تمک ایک پرگھات
 لگانے گئے ان کی دشمنی کی نوبت خونریزی پر آئی۔ مکار تمک نے اس کی طرف سے
 شہاب الدین احمد خاں کو خط لکھا اور اُس کے پہرہ دار سے ملکر اپنا کام چلایا۔ مظفر نے کچھ
 سوچا نہ سمجھا اس نے پائیدہ خاں کو پابند کر دیا۔ یہ پادشاہی کی اقبال مندی تھی کہ اسکے
 لیے دشمنوں نے وہ کام کیا جو اسکے دوستوں سے نہ ہو سکا۔

اسی زمانہ میں شیر خاں فولادی سورت سے آنکر مظفر سے ملا۔ مظفر کو قطب الدین خاں
 کی طرف سے تردد رہتا تھا اور اُس کے نوکروں کو بلایا تھا۔ عابد کو اُس نے احمد آباد
 سپرد کیا۔ اور خود اُس کی طرف گیا اور شیر خاں فولادی کو ٹپن کو روانہ کیا اسی
 شور میں سید دولت نے کنبایت میں دست درازی شروع کی۔

خواجہ عبدالدین حسین نے چودہ لاکھ روپیہ بندر سے نکال کر تیز دستی سے قلعہ برنج میں
 قطب الدین خاں پاس پہنچا دیا۔ قریب چالیس لاکھ دام کے سید دولت کو ہاتھ آئے۔
 جب یہ سرگزشت پادشاہ نے سنی تو نغم ہر ^{۹۹۱} سید قاسم و سید ہاشم و شیر وہ خاں
 اور بہت سے امرا کو بسر کردگی مرزا خاں بیرام خاں رخصت فرمایا کہ سید سے گجرات
 کو جائیں اور سرکشوں کو سزا دیں۔ قلیچ خاں اور نوزنگ خاں کو مالوہ جانے کی اجازت
 دی کہ اس سرزمین کے امرا کو لجا کر لشکر گجرات سے ملائیں وہ مکتا دلی و غیرہ گالی سے نیکو خدی
 بجالائیں۔ اور قطب الدین کو فرمان بھیجا کہ اگرچہ اسکی حسب دانی آشوب کے دور کرنے کے
 لیے کافی تھی مگر ہم نے خرم اندوزی کے سبب شکریہ بھیجا کہ اگر شر و فساد دور نہ ہوا تو وہ
 اُس سے کام لے۔

شہاب الدین احمد خاں و اعتماد خاں و نظام الدین احمد خاں کا ارادہ ہوا کہ ٹپن سے
 بھاگ کر جالور چلے جائیں اور اس ملک کو بالکل چھوڑ جائیں کہ اس دو دلی میں محمد حسین و
 شیخ ابوالقاسم اور اور امرا پندرہ سو سپاہ لیکر لگ کو آئے اور ایکٹرا آدمی غنیم سے جدا ہو کر
 شہاب الدین احمد خاں آن ملے تو ٹپن سے جانے کا ارادہ موقوف ہوا۔ اس ہنگامہ میں
 راولیہ خاصہ خیل شیر خاں نے قبضہ جو تھا نہ میں شورش اٹھائی۔ بیگ محمد توبقانی
 نے مردانگی کر کے اس فتنہ کو مٹا دیا۔ شیر خاں نے یہ شکر اپنے داماد حسین کو بہت سے
 آدمیوں کے ساتھ دیا۔ بیگ محمد نے جنگ میں صلح نہ دیکھی تھے ہٹ آیا۔ پادشاہی
 امرا اسکی امداد کو آگئے۔ غنیم اس فوج کے شکوہ سے خوف کر کے پھرا تھا کہ بیگ محمد اس
 جا بھڑا۔ اور سخت لڑائی ہوئی راجپوتوں کی طرح وہ گھوٹے سے اتر کر لڑا اور قریب تھا کہ
 وہ مارا جائے لیکن خواجہ نظام الدین احمد اسکی مدد کو آیا جس سے غنیم کو براگندگی ہوئی۔
 پھر شیر خاں بہت سی سپاہ کے ساتھ لڑنے آیا لشکر شاہی نے تہی دستی سے نالاش شروع
 کی۔ ناگزیر اعتماد خاں نے لشکر کی آڑ کا چارہ کچھ کیا۔ خود مع شہاب الدین احمد خاں کے

بنگاہ داری کے لیے رہا اور امارہ کو لشکر سمیت بسر کردگی شیر خاں اپنے بیٹے کے روانہ کیا۔ لشکر آئین جنگ کے موافق مرتب ہوا۔ ۲۸ آبان ۹۹۱ھ کو پٹن سے اٹھارہ کوس پر میانہ کے نزدیک آتش جنگ روشن ہوئی۔ لشکر شاہی کے جوانوں کو لغزش ہوئی۔ لیکن حسین خاں مخالف کا سردار براتخاریں مارا گیا اس لیے لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا اور پادشاہی لشکر نے فیروزی پانی اور بہت غنیمت پائی۔ بہت سے باطل ستیز ہلاک ہوئے۔ کارآگاہوں کی سگالش یہ تھی کہ احمد آباد پر ابھی چلے چلیں اور دشوار کار کو آسان کریں لیکن یہودہ آدمیوں نے اسے قبول نہیں کیا اور اس غزیت میں یکتائی نہیں ہوئی۔

سب چھوٹے بڑوں کو یہ خیال تھا کہ جب اس دیار میں مرزا خاں پہنچے گا اور قطب الدین خاں اس کے ساتھ ملکر کام کرے گا۔ تو شائستہ طور پر فتنہ کی گرد بیٹھ جائیگی۔ مگر قطب الدین خاں نے ناشناسائی اور خویشی داری کے سبب سے چارہ گری نہ کی۔ امارا پٹن نے ہر خداس سے کہا کہ سرکشوں میں منصب و جاگیروں کے باب میں آپس میں جھگڑا ہو رہا ہے۔ اور ان کا حال غیر منظم ہو رہا ہے۔ چاہیے کہ جستی و چالاک سے روانہ ہو تو ناسپاسوں کا ہنگامہ پراگندہ ہو جائیگا اور دشوار کار آسانی سے سرانجام پائیگا مگر اس نے گراں پانی کی کچھ شکر کی بے سامانی کا غدر کیا کچھ مالوہ کی سپاہ کا انتظار کیا۔ اس عرصہ میں گرد فتنہ بہت بلند ہوئی۔ پادشاہ نے جب اس کو سرزنش کی تو چارہ گری شروع کی۔ اپنے سے پہلے فوج روانہ کی۔ وہ رودبار ہندری سے پار جا کر قصبہ سرنال پر دشمن سے لڑی اور اس کو شکست دیکر شرمسار کیا قطب الدین خاں نے خود سری اور خویشی مینی سے قلعہ بروج کا پسندیدہ سامان نہیں کیا اور زربندوں کا دل ہاتھ میں نہیں لایا یونین ۸ آبان ۹۹۱ھ کو بروج سے باہر چلا آیا۔ خیر سگالوں نے اس سے پوچھا کہ اس شور و شش بزرگ کو آسان سمجھا اور شکر کو نہ آراستہ کرنا کس لیے ہے؟

قطب الدین خاں کا اراجا اور قلعہ بروج دشمنوں کے ہاتھ آنا ۹۹۱ھ

اس وقت ضرور ہو کہ سپاہ کو جو روپیہ کے لیے دہائی دے رہی ہو اور زبان درازی کر رہی ہو روپیہ دیکر اُس کی زبان کو بند اور اُس کے دلوں کو صید کرنا چاہیے مگر اُس نے کچھ نہ سنا۔ یہاں تک نوبت آئی کہ سلطان مظفر بہت سا شکر لیکر تیز دیک آیا دونوں طرف سے فوجیں آ رہی تھیں اُس اثنائے میں چرکس خاں اور میرک انضال غنیم کی طرف آ گئے۔ قطب الدین خاں دیوار بند میں بیٹھا۔ غنیم نے اُس کو چاروں طرف سے گھیرا۔ اس زمانہ میں یہ خبر آئی کہ شیر خاں کو شکست ہوئی جس کا اوپر بیان ہو چکا ہو اس سے مظفر کو یہ خیال پیدا ہوا کہ لشکر بادشاہی کہیں احمد آباد پر چرہ دستی نہ کرے اس طرف چلے۔ مگر یہ لشکر شادمان سے اُٹا چلا آیا تھا۔ اس لیے وہ حصار کے لینے میں اور دلیہ ہوا۔ قطب الدین خاں نے مال پرستی اور جاں دوستی کے سبب سے جانفشانی میں بہت نہ کی۔ دشمن پاس زمین الدین اور سید جلال کو بھیج کر صلح کی خواہش کی اور حجاز مع مال جانے کی درخواست کی مگر اُس نے یہ نہ جانا کہ مال اندوزی آبرو کی پاس بانی کے لیے ہوتی ہو پسندیدہ زندگانی وہی ہو کہ عزت کے ساتھ ہو۔ سپاہی کا آئین یہی ہو کہ زیست ناپائدار کو اپنے خداوند کے کار میں مردانہ وار کام میں لائے۔ اور اس جو انمردی سے جاوید زندگی اور دائمی ناموس حاصل کرے۔ مظفر اس پیغام سے ایسا مغرور ہوا کہ اُس نے زمین خاں کو تو ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوا یا اور دوسرے کو زندانی بنایا۔ اس شورش سے بھی وہ بیدار نہ ہوا اور خوشامد کر کے عہد نامہ حاصل کیا۔

۳۱۲ اور آخر کو مظفر کے پاس گیا اس نے اُس کو اور اس کے بھانجے عماد الدین حسین کو قتل کر لیا پھر قلعہ بروج کا محاصرہ کیا۔ خواجہ عماد حسین نے پناہ مانگی کو تو ال نے قلعہ کی کنجیاں سپرد کیں۔ دشمن کو ۱۹ رگیوں قلعہ بے جنگ ہاتھ آیا۔ اُنھوں نے کھنساہیت میں خزانہ شاہی اور مرزبان کا مال لوٹا۔ اور رعیت آزار بھی اور

بازرگان گیری کو اپنا پیشہ بنایا۔ اس سبب سے پورشس گجرات پر پادشاہ کی توجہ ہوئی۔

جب مظفر پاس سپاہ اور مال بہت جمع ہوا تو امرارپٹن کا ارادہ ہوا کہ جالور چلیے اور اس ملک کو چھوڑیے۔ اس وقت مرزا خاں لشکر لیکر آگیا اس سے جملنے کا ارادہ موقوف ہوا۔ کچھ امراء کے آنے کے لیے انتظار ہوا کچھ کارشناسوں کی ہرزہ دہائی سے آہستہ سفر ہوا۔ خواجگی طاہر نے مرزا جان سے پٹن کی حقیقت سنائی۔ اس نے قطب الدین خاں کا حال ظاہر نہ ہونے دیا۔ ۲۰ رومی ۹۹۲ء کو وہ پٹن کے باہر آیا۔ انجن مشورہ کو جمع کیا۔ کسی نے کہا کہ جب تک مالوہ کا لشکر قریب نہ آئے ہیں اقامت کرنی چاہیے۔ بعض نے کہا کہ جب تک قادیان عالم تشریف نہ لائیں ہٹائیں چاہیے۔ بعض نے کہا کہ سامان کارزار آمادہ ہے۔ کارداں جو امر بہت سے ہیں۔ پھر لڑائی میں توقف کرنا کیا ضرور ہے۔ غرض لشکر آئین جنگ کے موافق مرتب ہوا۔ مظفر بہت سا لشکر لیکر احمد آباد میں آیا۔ اور اس کو مرتب کیا۔ عثمان پور میں جہاں پہلی لڑائی ہوئی تھی لڑنے کا قصد کیا۔ توپوں کو شائستہ آئین سے لگایا۔ مصیحت آمیز ساختگی بھی پسندیدگی گھٹی ہے۔ فرمان شاہی چلی بنایا گیا اور اس میں یہ حکم لکھا گیا کہ ہم فلاں تیاری لشکر کی ملک کو خود روانہ ہوئے جب تک ہم آنکر نہ ملیں کارزار میں شتابی نہ کرنا اس فرمان مستہر کرنے کے لیے بزم نشاط آراستہ ہوئی۔ سر اسیمہ دلوں کو اطمینان ہوا۔ ہمت نشوں کا قصد اور بڑھا۔ غنیم کو خوف پیدا ہوا۔ اولیائے پادشاہی نے اس خیال سے کہ ہم سے لشکر مالوہ بلجائے اور مخالف کی تبرک گاہ بدل جائے پادشاہ کے آنے کا مردہ لوگوں کے دلنشین کیا وہ دشمن کے رد برد سے ہٹ کر سر کیچ کو چلے ۶ ہمن کو وہاں پہنچے۔ جنگ کا مقام تجویز کیا جس کے ایک طرف شہر تھا اور دوسری طرف دریا اس دگشا جگہ کو شاخ بندی (درختوں کی ٹھنی لگا کے)

سلطان مظفر بجائی کا شکست پانا ۹۹۲

کر کے استوار کیا۔ مظفر اس طرف روانہ ہوا اُس کے ایک گروہ نے بادشاہ کے لشکر پر
 شیخون مارا مگر ناکام رہا۔ صبح کو لشکر شاہی نے اپنے خاریست کو مٹی کی دیوار سے
 مستحکم کیا۔ غنیم کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں بادشاہ نہ آجائے اور لشکر شاہی سے لشکر
 مالوہ نہ بلجائے اس لیے اُس نے لڑائی میں جلدی کی لشکر شاہی کے امراء معرکہ آرائی
 میں تساہل امراء مالوہ کے انتظار کے سبب سے کرتے تھے مگر اب ناچاری کو لڑنا پڑا۔
 مشہور تھا کہ مظفر عقب سے دوسرے لشکر کے روبرو آئیگا۔ اس لیے رائے دُرگاس طرح
 متوجہ ہوا اور سپاہ مرتب ہو کر چلی بیچ میں ایک بڑی جھیل اور ریگستان آئے ہراول نے
 اُس سے باہر جانے میں دل چرایا۔ مگر التمش نے پیش قدمی کر کے ہراول کی ہمت بندھوا
 اس سنگسار کے گزرنے لشکر میں پراگندگی ہوئی اور کئی جگہ لڑائی ہوئی اور سرفاشی اور
 جان ستانی نے آرائش پائی۔ سید ہاشم بارہ نے سترہ زخم کھا کر جان ہی خطر آقا
 نے بھی خوب خدمات کیں۔ طرفین کے جوان مرد خوب لڑے ہراول اور التمش کے
 پیلو اتوں نے پرگندہ چپقلش کیں۔ جُدا جُدا گروہ آپس میں لڑ رہے تھے مرزا خاں کے
 ساتھ تین سو جوان اور سو ہاتھی تھے وہ مظفر سے لڑ رہا تھا جس کے پاس چھیا سٹھ ہزار
 سوار تھے۔ ہوا خواہ مرزا کو مظفر کے آگے سے پیچھے لیجانا چاہتے تھے مگر وہ کب انکی
 مانتا تھا اس نے صفت شکن ہاتھیوں کو جوش میں لا کر مخالفت کے پاؤں اکھیر
 دیئے اور فتح حاصل کر لی۔ رائے دُرگانے غنیم کے براتغار میں ہم پیداکئی بہرس وناکس
 کی زبان پر تھا کہ بادشاہ ایلغار کر کے آگیا۔ مخالفت اس خوف کے مایے ہوئی لڑے
 بھاگ گیا۔ مظفر بھی معمور آباد کی رائے سے دریائے ہمندری پر جلد آگیا اور ہر گروہ
 بے اداں ہو کر جلد بھاگ گیا۔ تھوڑے مایے گئے بہت سے بے آبرو
 ہوئے اخیر دن تک یہ ہنگامہ گرم رہا۔ بادجو دیکھ بادشاہی لشکر دس
 ہزار سوار سے زیادہ نہ تھا اور دوسری جانب چالیس ہزار اور ایک لاکھ پچاس تھے۔

منظر

بس اندک سپاہ ہے کہ روز نبرد
 نہ از گنج و بسیار می شکرت
 لڑائی بہت ہوئی تھی اور شام ہونے کو تھی اس لیے تعاقب نہیں کیا گیا۔ پہلی نصرت گاہ
 میں خدا کا شکر ادا کیا گیا۔ صبح کو احمد آباد میں بزم عشرت آراستہ ہوئی۔ ہر گلی کوچے میں
 شادیانے بجائے گئے۔ ۲۵ کو حدود گھاٹم پور میں پادشاہ کو اس فتح کی خبر ہوئی۔
 ایک روز درمیان مسلح خاں و شریف خاں و نورنگ خاں و تو لک خاں
 اور سپاہ مالوہ پادشاہی لشکر سے آن ملی۔ مظفر نے زریا سی کر کے پھر سپاہ کو
 جمع کیا اور کھنایت میں جاکر سودا گروں سے بہت مال لے لیا۔ بہت سے زربندے
 اس پاس جمع ہوئے اور رعایانے اس سبب سے کہ اُس کو اپنے سلاطین پیشین کا فرزند
 جانتے تھے اس سے وفاداری کی۔ یوں بہت دلیر ہو گیا۔ اولیائے دولت
 سپاہ کی تہدستی کی نالش سے اور کار شناس بیدلوں کی بیہودگی سے
 لڑائی پر متوجہ نہ ہوتے تھے اور پادشاہ کے مقدم ہمایوں کی آرزو کرتے تھے
 اور خواہش کو سراخ ترک کر کے نادرست اندیشی کرتے تھے۔ پادشاہ نے اُن کو
 بہت نصیحتیں کیں اور سمجھایا کہ بہت جلد یہ فتنہ دور ہو جائیگا جس کا اثر یہ ہوا کہ امراء
 نے لڑنے کا ارادہ کیا۔ بہت سے امراء کی رائے یہ تھی کہ سب یکدل ہو کر مظفر کے
 آوارہ کرنے میں کوشش کریں۔ بعض یہ کہتے تھے کہ پہلا لشکر ابھی کارزار کی محنت
 اٹھا چکا ہے وہ آرام کرے۔ تازہ لشکر قلعہ خاں اور نورنگ خاں لیکر اس کام
 میں دل لگائیں اور احمد آباد میں مرزا خاں اور امراء جاکر آبادی ملک میں شمول
 ہوں۔ آخر کو اس تدبیر پر سب کا اتفاق ہوا۔ لشکر مالوہ ایک دو منزل چلکر وقت
 کوٹالنے لگا۔ مرزا خاں نے سید قاسم زخمی کو اور بعض امراء کو دو ہزار

مظفر خاں بھرائی کا دوبارہ شکست پانا ۹۹۲

لشکر کے ساتھ احمد آباد کی حفاظت کے لیے چھوٹا خود کفایت کی طرف جو مظفر کی شورش گاہ تھی
 روانہ ہوا مظفر نے سید دولت کو کچھ سپاہ کے ساتھ دولہ بھجوا اور سپہ سالار اختیار الملک و
 مظفر شہر دانی کو معمر آباد کی طرف لڑنے کو روانہ کیا۔ جب سپاہ شاہی مظفر سے دس
 کوس کے فاصلہ پر آئی تو وہ قبضہ سید میں ہوا چل ہر پار زمیندار کا بنگاہ تھا جلا گیا۔ شاہی
 لشکر بڑوہ میں آیا۔ تو ملک خاں کو روانہ کیا کہ سید دولت کو سزا دے کہ واپس آنے
 اور باقی سپاہ مظفر سے لڑنے چلیں۔ ۱۹ سہنڈ یار مذکور کو لڑائی ہوئی۔ شاہی لشکر غالب یا گرمی
 کے سبب سے تعاقب نہ ہوا۔ مظفر زندہ کے پار قبضہ نادوت میں آیا۔ وہاں سے کوہ جہانیت
 میں گیا۔ یہ ایک قریہ احمد آباد سے ساٹھ کوس پر ہے اس کی استواری مشہور ہے تین طرف اس کے
 پہاڑ ہیں اور ایک طرف اس کے جنوب میں رود تپتی ہے۔ جب لشکر شاہی نادوت میں آیا تو
 آگے چلنے اور پیچھے ہٹنے اور بھرنے کے باب میں مشورہ کیا گیا ہر ایک نے اپنی دانائی کے
 موافق رائے دی نادان چپ ہے۔ انہیں دنوں میں تو ملک خاں شکست دیکر
 واپس آیا اور ملک مر گیا۔ جو مظفر کا سرمایہ شورش تھا۔ جب لشکر شاہی کی
 شہرت گرم ہوئی تو مظفر نے برج میں اس کو اور نصیر اور چرکس کو چھوڑا تھا قاعدہ
 ہے کہ دور ویاں وہ دل زبان سے دوستی کی باتیں بناتے ہیں اور باطن کی آگہی
 نہیں رکھتے ہیں ہمیشہ پائندہ خاں مغل کو ملک احتی دانمی بھجتا تھا۔ ان میں سے
 کچھ نصیر کے ہاتھ آ گئے وہ اس کی جان کے پیچھے پڑا اپنے تئیں بیمار بنایا۔ ملک
 عیادت کو آیا اس کو مار ڈالا۔ اور تین سو تورانی جو اس کے ساتھ تھے۔ ان کو بھی
 قتل کر ڈالا۔ تو ملک خاں نے جب سید دولت کو شکست دیکر باہر نکال دیا
 اور خود واپس چلا آیا تو وہ کفایت آنکر قابض ہوا اور پیلاد کے تاراج کرنے کا
 ارادہ کیا۔ خواجہ جسم برومی تھا نہ دارنے مردانگی کرنے کے عرصہ بزرگوار آتش
 دی اور فتنہ ہوا۔ انہیں دنوں میں اتالیق بہادر بھاگ گیا۔ اس یورش

بزرگ میں یہ اوزبک غنیم سے جدا ہو کر لشکر شاہی میں آیا تھا۔ اور میاں بہادر نے اس کی دولت خواہی کو گزارش کر کے اپنے پاس رکھا تھا۔ جب لشکر شاہی نادوت میں آیا تو وہ بھاگ گیا۔ میاں بہادر قید ہوا۔ ۲۹ ہجری ہمسفند یا رند کور لشکر نادوت سے نکل کر لڑنے آیا۔ مظفر بلند پہاڑ پر چڑھ گیا لڑائی خوب ہوئی۔ لشکر شاہی نے اُس پہاڑ کو لے لیا اور بندوق و توپوں سے خوب کام لیا وہ ایک جگہ پر قبضہ کرتا اور وہاں سے دوسری جگہ توپیں اور بندوقیں مار کر اُس سے لے لیتا اس طرح دشمن کو بھگا لیا اس کے دو ہزار آدمیوں کو مارا اور پانچ سو کو اسیر کر کے قتل کیا۔ پادشاہ اس فتح نمایاں سے بڑا خوش ہوا اور مرزا خاں کو خانخانان کا خطاب اور پنچہزاری منصب عطا کیا۔ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ سید دولت کعبایت میں جا کر پھر حیرہ دستی کرنے لگا تھا۔ موٹہ راجہ۔ میدانی رائے۔ راجہ مکت من اور او راجہ اُس کی سزا کے واسطے نامزد ہوئے۔ پہلے اس سے کہ لشکر اُس کے سر پر آنے وہ معمورہ پیلا کو تباہ کر رہا تھا۔ خواجہ اسم بردی نے اس کو شکست دی وہ زخمی ہو کر بھاگا۔ اس کے ہاتھی اور سب اسباب چھن گیا۔ انھیں دنوں عابد میرک یوسف و میرک افضل اور سرکشوں نے راجہ پیلہ کے کوہستان سے نکل کر رعیت آزاری شروع کی۔ خانخانان نے اب مندری سے خواجہ نظام الدین کو بھیجا وہ دولقہ میں آیا سرکشوں کا لشکر پراگندہ ہوا اور پادشاہی لشکر واپس گیا۔

۱۵۹۲ء ارادی بہشت ۹۹۲ھ کو خانخانان احمد آباد میں آیا ملک کی آبادی اور زیر دستوں کے دلا سے میں مصروف ہوا۔ پراگندیاں کچھ کم ہوئیں۔ مظفر کوہستان راج پیلہ سے نکل کر ایدر کی طرف گیا۔ پھر کا پھٹو ارہ میں پناہ لی۔ بندر کھو کھیں گنامی کے کونہ میں بیٹھا اور اپنے ہمراہیوں میں سے ہر ایک کو ایک گوشہ میں چھپایا۔ شیر خاں فولادی ولایت بکھانہ میں گیا۔ اس سرزمین کا مرزا باہن اس کی گرفتاری کے

سید دولت کی آبرو کا جانا ۹۹۲ھ

مظفر بر لشکر کشی کا نتیجہ ۹۹۲ھ

در پے ہوا وہ اپنا مال و منال چھوڑ کر حیلہ سازی سے دکن کی طرف چلا گیا۔ کچھ سہ کش جیسے کہ ہمدی سلطان ابو نصر خواجہ خاں و پسر مرزا محمد تقیم نقش بندی پادشاہی لشکر سے آن ملے۔ سیدہ دولت کا تعاقب کچھ کیا گیا اگر زیادہ کیا جاتا تو وہ گرفتار ہوتا۔ جب مظفر خاں کو دوبارہ شکست ہوئی قلعہ خاں و نورنگ خاں نے آغاز فرودیں ۹۹۲ھ میں بروج کے حصار حصین کا محاصرہ کیا۔ اس کی کنائنش میں دیر لگی تو خانخانان نے شہاب الدین احمد خاں کو بہت سے آدمیوں کے ساتھ لگ کو بھیجا اور یہ سرکار اسی کی تیول میں مقرر کی۔ اُمرا نے اب سخت کوشش کی۔ ارہر کو بندہ قچوں کا سرگروہ باہر آیا۔ اہل قلعہ کی عاجزی کو بیان کیا اور یہ پادشاہی افسروں سے کہا کہ اگر وہ قلعہ کے دروازہ پر آئیں تو میری طرف کے آدمی دروازہ کو کھول دیں گے اور دشوار کار آسانی سے ہو جائیگا۔ یہی کیا گیا جس سے قلعہ فتح ہو گیا۔ نصیر افکر کے مورچل سے باہر چلا گیا اور چرکس بہت سے سرکشوں کے ساتھ مارا گیا۔

ستودہ خواہی میں۔ جب تک یہ صفات نہ جمع ہوں وہ افسر فرمانروائی کے قابل نہیں ہوتا۔ اول دریافت والا۔ جس سے حق گزاری اور کردار کی مرتبہ شناسی ہوتی ہے۔ دوم داد دہی کے وقت خویش و بیگانہ دوست و دشمن کو نہ دیکھنا تاکہ بے زور و زور ستم رسیدہ کامیاب ہوں اور بدگوہر مردم آزار کو نوں میں چھپتے پھریں۔ سوم خداداد دلاوری کہ ستمگاروں کے شکوہ کے سبب سے داد گری سے باز نہ ہے اور شوروشوں کے وقت مستقل ہے۔ چہارم جدکاری جہان بینی میں رات دن کو نہ جانے اور راحت کو محنت سے زیادہ نہ پسند کرے۔ پنجم فطرت عالی اسکے دلیں سیم و زر کا وزن کچھ نہ ہو۔ بخش و بخشائش سے زربندوں کو پرستار بنائے۔ ہشتم فراخ حوصلگی کشادہ پیشانی سے زمانہ کی ناخوشیوں کو برداشت کرے۔ ناکامی سے غمناک نہ ہو۔ ہفتم دیگر گوئی کیش و مذہب اس کو پاسبانی سے باز نہ رکھے اور گرد و ہاگردہ آدمیوں کو امین کرے۔ ہشتم مہر افزائی

آدمیوں کی ناخوشی سے آزرده ہو اور خوش خانی سے چارہ گری کرے تاکہ کجگراسترتاب
 غاشیہ بنگی دوش پر رکھیں۔ اور تہمت گاہ دولت سے غماز دہنی نہ اٹھے۔
 تنم گزیدہ تدبیر شناسائی کو کردار میں لائے۔ بانست وقت کو شائستگی کے ساتھ کرے
 تاکہ بدکاری کا خابن اکھڑ جائے۔ اور آشوب گاہ جہاں آرائش پائے۔ دہم کم آزمی خواہ
 ناہنجار کو پیدا نہ ہونے دے اور عقل کے خلاف کام نہ کرے تاکہ خشم کی چیرہ دستی سے
 باز آئے اور دولت روز افزوں ہو یا زہم رلے زنی میں اپنی دانش و نبش پر اعتماد نہ کرے
 اور کار آگاہوں سے پتہ دہش کرے۔ ہر شخص پر راز نہ کھولے اور دیدہ درخیرنگال سے
 شرم کو باز نہ رکھے۔ تاکہ اُس کو روزگار گزندہ پہنچائے۔ اور ہمیشہ خوش رہے۔
 دوازدہم تقلید دشمنی۔ ہمیشہ تحقیق دوستی کو اپنا پیشکار بنائے۔ دلیل پرستی کو اپنا شعار رکھے
 تاکہ بہت سے آدمیوں کو ایک روش خاص پر دیکھ کر ڈھل مل نہ ہو جائے۔ اور جستجو محبت
 سے صبر نہ کرے مظفر خاں میں خصلتیں نہ محض کہ وہ فرماں روا بنتا۔ دولت کی کثرت نے
 اُس کو دیوانہ بنا دیا تھا بادجو دیکھ دو بار اُس کے سر پر سنگ دبار لگا۔ مگر وہ اپنی غفلت سے
 بیدار نہ ہوا اور شورش زیادہ مچانے لگا۔ اپنے اند و خوں کو لٹا کر ہنگامہ آرا ہوا۔
 زربندے اسکے گرد جمع ہوئے۔ قصہ کو نڈل میں جو جو نہ گڈھ سے پانچ کوس پر ہجروہ
 فتنہ جو ہوا اور این خاں غوری اور جام سے دوستی کا ڈول ڈالا۔ ان بومیوں نے
 باتیں بنا کر اس سے زرے لیا اور اپنے ملنے کو اور دقت پر ٹالا۔ وہ فرصت کی کمین گاہ
 میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت کہ لشکر شاہی واپس آیا اور اس سرزمین کے تیولداروں کو
 شورش کے سبب سے کم چائل ہوا اور کچھ پر اگندگی ہوئی تو اس کو قابو ملا اور اُس نے
 فتنہ چچا یا خانچاں تے شلیج خاں کو کار شناسوں کے ساتھ احمد آباد کی پاسبانی
 کے لیے روانہ کیا اور دوطرف فوجیں نامزد کیں میدنی رلے اور امیروں کو موضع
 ہدالہ میں دند و قہ سے سات کوس پر چھوڑا اور سرداروں کو شہر سے آٹھ کوس

پر بیراح بٹھایا۔ سید قاسم کو سادات بارہ کے ساتھ چٹن میں چھوڑا اور ۹۹۳ھ کو نورنگ خاں
 اور خواجہ نظام الدین احمد کو خود لیکر مظفر کی ماتش کے لیے روانہ ہوا۔ وہ مورلی میں زمینداروں
 کی راہ دیکھ رہا تھا۔ اور ہر طرف اپنے آدمیوں کو بھیکر مال جمع کرتا تھا۔ رادھن پور کو لوٹ لیا
 تھا۔ لشکر شاہی کی خبر سنکر وہ گھبرائے اور راجوٹ کو کہ ملک کا ٹھوڑا کا بڑا شہر ہے
 روانہ ہوا۔ خانخانان نے لشکر کو چھوڑا اور تیز رو ہوا۔ بیرم گاؤں سے کھوری تک ساتھ
 کوں میں آبادی نہ تھی۔ پادشاہی لشکر نے آذوق ساتھ لیکر لوٹنا شروع کیا مظفر اُس
 کے سامنے نہ پھر سکا۔ کوہستان پورہ کی طرف چلا گیا یہ ایک پہاڑ بڑا بلند سمندر کے قریب
 ہر تین کوں لمبا اور دس کوں چوڑا ہے اس میں شیریں چشمے روان بہتے ہیں اور
 خود زرد میوے فراوان ہوتے ہیں۔ اس سے میں کوں پر دو ارکا شمال رویہ ہے
 اس نواح میں افواج شاہی نے قیام کیا۔ یہاں کے زمیندار لالہ گرائی سے پیش آئے
 اور انھوں نے اپنی دولت خواہی کی دستاویزیہ بات بنائی کہ مظفر یہاں آیا اور
 ہم اس کے ساتھ نہیں ہوئے۔ امین خاں غوری نے اپنا بیٹا پادشاہ کی پرستاری
 کے لیے بھجا وکلاہ جام نے عرض کیا کہ مظفر چالیں کوں پر ہی تیز دست آدمی جاں
 تو اُسے گرفتار کر لیں خانخانان نے جریدہ نگا یو کی مگر اس کا نشان نہ پایا۔ لوگوں
 نے کہا کہ وہ اس سرزمین سے نکل کوہ پورہ میں چلا گیا ہے خانخانان نے لشکر کی چار
 توپ بنائے اور اس کو چار گوشوں میں بھجا۔ اس سرزمین کے راجپوت اُس سے کٹ کٹ کر
 لڑے اور مر گئے۔ یہ آباد زمین لوٹ مار میں آئی اور پادشاہی لشکر کو بہت غنیمت
 ہاتھ آئی۔ مگر سلطان مظفر کا نشان کہیں نہ پایا۔ اس سے جام کی حیلہ اندوزی
 اور فریب آرائی معلوم ہو گئی۔ مظفر ولایت جام کی طرف گیا اور اپنے بیٹے کو
 وہاں چھوڑ کر خود احمد آباد کی طرف چلا۔ خانخانان نے اُس کے اس طرف
 جانے پر خیال نہیں کیا بلکہ جام کے سزا دینے کو مقدم جانا۔ جام بھی لشکر لیکر

آیا۔ وہ حانہ تھا کہ مظفر کی خبر سنکر لشکر شاہی سرسیمہ ہو گا وہ جب چار کوس پر
 لشکر شاہی سے آیا تو خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ رلے درگا و کلیان رلے کی
 معرفت اطاعت قبول کی اور اپنے بیٹے جتا کو بھیجا۔ خانخانان نوا انگر سے جو اسکی
 بنگاہ تھی واپس آیا اور احمد آباد کی طرف چلا۔ مظفر زمینداروں کو ساتھ لیکر اس
 فوج سے لڑا جو حدالہ میں تھی پر انتی کے نزدیک لڑائی ہوئی اور اس کو شکست
 ہوئی اور بڑے بڑے مشہور ہرہا ہی اُس کے مارے گئے اور شورش مٹ گئی۔
 خانخانان کو حکم تھا کہ جب گجرات سے اس کی خاطر جمع ہو تو وہ پادشاہ کی خدمت
 میں حاضر ہو وہ ۸ ربیع الثانی ۹۹۳ھ کو چکر ۲۲ کو پادشاہ کی خدمت میں آیا۔

پادشاہ کی خدمت میں گجرات سے خانخانان چلا آیا تو مظفر نے میدان
 کو خالی جانا اور فتنہ اٹھایا۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ احمد آباد کو لے لے۔ جام نے
 نصیحت کی کہ وہاں جلد جانا نہیں چاہیے اور بزرگ کام کو ہٹان نہ سمجھنا چاہیے۔ اول
 امین خاں غوری سے خاطر جمع کر فی چاہیے اگر وہ ہمراہ نہ ہو تو اُس کی مالش اول
 کر فی چاہیے پھر جو نہ گڈھ لینا چاہیے۔ میں عمدہ سامان لیکر ملجاؤں گا۔ اور
 آسانی سے ملک گجرات ہاتھ آ جائیگا۔ ان باتوں کو سنکر اُس نے قبضہ بریلی
 پر تاخت کی اور امین خاں کی ولایت پر غلبہ پایا۔ اس زمیندار نے کار گزاران
 شاہی سے گزارش کی کہ مجھ میں لڑنے کی قوت نہیں ہے اگر میری کچھ یاوری
 ہوگی تو یہ شورش آسانی سے مٹ جائے گی۔ تسلیم خاں خود تو احمد آباد میں پیکار
 کے لیے بیٹھا اور سید قاسم و خواجہ نظام الدین احمد کو اس طرف روانہ کیا اور
 بیگ محمد تو قبائی اور امیر محب اللہ و سید سالم کو پہلے سے روانہ کیا۔ یہ لشکر
 تیس کوس چلا تھا کہ مظفر بھاگ کر کاٹھواڑہ میں چلا گیا۔ امین خاں کو شاہی لشکر
 کے آنے سے بڑی تقویت ہوئی اور اُس نے گزارش کی کہ اگر ہزار سوار اور

سلطان مظفر بریلی کی شورش کا اٹھا ۹۹۳ھ

بلجائیں تو میں اس راہ سے مظفر کا تعاقب کروں اور دوسری جانب راہ سے لشکر شاہی
 اسکے پیچھے پڑے۔ اس واسطے قلع خاں و میدلا د اور امرا کو اس پاس بھیجا اور دوسری
 راہ سے اور سرداران شاہی تیز قدمی سے چلے۔ امین خاں نے قصبہ راجکوٹ کو کہ اسکے
 پناہ گاہ تھے لوٹ لیا تو مظفر رن میں چلا آیا۔ یہ رن زمین شورہ زار ہے۔ دریا کا مد و جزر
 اس میں رات دن تماشے دکھاتا ہے۔ وہ دھڑک دھڑک کوس لمبا اور تیس کوس سے پچاس کوس
 تک چوڑا ہے۔ گرمی میں وہ خشک ہو جاتا ہے۔ میٹھا پانی اس سر زمین میں گزرنے سے شور بن جاتا ہے
 دار الملک کے مزار کے نزدیک اُمرار آئے۔ یہاں امین خاں بھی اُن سے مل گیا اور جام
 بھی پیمان کے موافق آیا ان دونوں زمینداروں کو دلاسا دیکر اپنے اپنے نگاہ میں
 جانے کی امر شاہی نے اجازت دی اُنھوں نے اپنے فرزندوں کو شکر کی
 خدمت گزینی کے لیے چھوڑا دفعۃً اس طرح شورش مٹ گئی۔ انجام کار خانخانان
 بھی آگیا۔ اثنا راہ میں سردہی اور جامور کی مہات کا انصرام بھی کیا رے سردہی
 تو تھوٹے دنوں میں راہ پر آگیا۔ غزنی خاں جاموری نے سر تابی کی۔ جب
 دیکھا کہ رستگاری دشوار ہے تو پناہ مانگی اس کو خانخانان ساتھ لیکر چلا آیا۔
 جالور اور رن اقطاع میں دیدیئے۔ سردہی کے نزدیک شکار کو گیا۔ گرمی کے
 سبب سے درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ ایک شکاری نے گائے پر ستم کیا۔ اس سبب
 راجپوتوں نے لڑنا شروع کیا۔ خانخانان بھی لڑائی میں شریک ہوا۔ جان پر
 آن بنی تھی مگر صاع رسیدہ بود بلائے دے بخیر گذشت + اسی کو فتح ہو گئی +
 جب مظفر میں پیکار کی پیروی نہ رہی تو اس نے مکاری اختیار کی۔ ایک شخص کو
 جس کو ہامانی کا خطاب دیا تھا۔ پنہان احمد آباد میں پہنچا اور اولیائے دولت کو چند
 نامے لکھے جس سے مراد یہ تھی کہ اگر خطوط کار پر دازوں پاس پہنچ گئے تو ان میں سے
 بعض اسکی طرف ہو جائیں گے بعض دھرونی کرنے لگیں گے بعض کی بہت میں خلل ہوگا

سلطان مظفر جو ان کی جھلکار سی
 قلعہ راجکوٹ

یہ نامے پکڑے گئے اور باطل ارادے اُس کے معلوم ہو گئے۔ ہامان کی سیاست کی گئی اُس نے ایک جماعت کو ادلیا سلطنت کے جانوں کے شکار کرنے کے لیے مقرر کیا تھا یہ مگر بھی کھل گیا چنانچہ شہباز خاں افغان نے طمع زریں آنکر مکمل بیگ کو مارا تھا وہ اس نمک حرامی کے جرم میں ہلاک کیا گیا۔

ولایت کچھ کے مرزبان کھنکار کے برادر زادہ پنچانن نے آدمیوں کو جمع کر کے سیلو کو لوٹنا شروع کیا۔ رے سنگھ جھال اُس سے لڑا اور مارا گیا۔ قلعہ خاں اور چند امرا احمد آباد میں پاسبانی کے لیے بیٹھے سید قاسم اور نظام الدین احمد میدنی ملے اور امرا اس سرکش کی سرزانی کے لیے دوڑے یاد شاہی لشکر کے آنے سے کھسار برہی میں سرکش پناہ لے گئے۔ سارا نگاہ ان کا لٹ گیا جام و کھنکار نے عاجزی شروع کی۔ امرا نے پھر کربنم نشا آراستہ کی۔ ایک ہفتہ بین گزارا تھا کہ مظفر باہر آیا اور دولقہ کی طرف فتنہ برپا کیا۔ امرا شاہی اسکے درپے ہوئے تو وہ اسکی جانب چلا۔ تن آسانی کے بہتے لشکر شاہی نے اسکی شائستہ جستجو نہیں کی۔

پنچانن و جابر اور زادگان کھنکار نے مہراون غم جام مظفر ارغون سے ملکر ایک شور شیں مچائی۔ قصبہ رادھن پور کو گھیر لیا۔ رادھن خاں بلوچ اور اور جو امردوں نے مرداگی اور آگاہی کے ساتھ پاسبانی کی اور دودفعہ دشمن پریشون مارا اور دور در تک باہر رہ کر سخت لڑائی لڑے سید قاسم و کامران بیگ و راور سردار مدو کو دوڑے گئے۔ تھوڑے عرصہ میں یہ شہرت ہوئی کہ مظفر گجراتی اور کاٹھون نے سر اٹھایا ہے۔ خواجہ نظام الدین احمد بخشی و خواجہ رفیع اور اور افسر اُس کے پیچھے پڑے اور بیرم گاؤں کی طرف جہاں فتنہ اندوز رہتے تھے نوزنگ خاں دوڑا۔ قلعہ خاں احمد آباد میں مقیم رہا۔ جب لشکر دس کوش پر غنیم سے پہنچا تو سرکش پراگندہ ہو گئے۔ جب دوسری فوج آن کر ملی تو وہ

یہ کچھ کی شہر

پرتال کو چھوڑ کر تیز رفتار ہوئے رن سے گزرتے قبضہ کٹاریہ میں انھوں نے اپنا بنگاہ بنایا
 بہت اسباب جمع کیا۔ اسن ولایت کے سرگردہ بھارہ نے لاہر گری شروع کی۔ اُمرار
 اُسے قبول کر کے قبضہ مالیسہ میں شتاب روہے۔ رن کے ہولناک میدان کو ایک اور
 راہ سے طے کیا۔ فتنہ افزا تھ نہ آئے مگر ملک کی لوٹ بہت لاکھ آئی۔ قبضہ مورلی میں
 وہ آئے راہ میں بہت سی آبادیوں کو لوٹا۔ بڑے بڑے شکر دوں کو فتح کیا۔ جب لشکر
 مورلی میں آیا تو زمینداروں نے پناہ مانگی وزیر خاں نے یہ ملک کھٹکا کو دیا تھا خانخاناں
 نے بھی اُسے دیدیا۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ مصافات گجرات میں بکھلائے ایک وسیع ملک ہے جسکی ریاست
 مند کو بھر جی کہتے ہیں اسکے بھائیوں نے شورشیں برپا کی۔ اور بھرجی مولیر کے شکر دہ میں
 چلا گیا وہ پادشاہ کا مطیع تھا اسلئے قلعہ و خواجہ رفیع انکی مدد کو گئے پہلے اس سے کہ یہ
 لشکر پہنچے بھرجی کو دوست غلام دشمنوں نے مار ڈالا جو اُمرار گئے تھے اُن سے سرکشوں
 نے مدارا کر لی۔ امیر خاں خوری کے چھوٹے بیٹے فتح خاں نے باپ سے لڑنا شروع کیا۔
 آلائش تھمہ کو ظاہر کیا مظفر نے بھی اس سے ملکر فتنہ مچایا۔ امین خاں نے اپنے میں اودنے
 کی سکت نہیں دیکھی کٹارہ کیا اور ادلیار دولت کو نیاز نامہ بھیج کر یادری طلب کی۔
 نوزنگ خاں و خواجہ نظام الدین احمد میدنی رلے اور اور سردار مدد کو گئے مظفر اس لشکر
 سے ڈر کر کوہستان میں چلا گیا اس اندیشہ سے کہ ملک ہاتھ سے نہ نکل جائے اور پسہ پادشاہ
 آشتی نہ کرے۔ امین خاں و جام کے بیٹوں کو میدنی رلے جا کرے آیا کیا رگی یہ فتنہ مٹ گیا
 قلعہ خاں کی جگہ سٹیل قینچاں بھیجا گیا۔ گجرات سے خانخاناں بلایا گیا اور خان اعظم مرزا
 کو کہ اسکی جگہ بھیجا گیا۔ پھر بیاں سرکشوں بنے سر اُٹھایا۔ جام ان سرکشوں کا سرگردہ
 تھا اس نے سرکشوں کے چلے گزرتے میں خوب اہتمام کیا اور مدد توں کے خزانے جمع کیے
 ہوئے یاہر نکالے اور سلطان مظفر کو سپہ آوازے بنایا۔ دوسرے خاں پسر امین خاں

خان اعظم مرزا کو کہ کاشیغہ نا اور مظفر گجراتی کابلے آبرو ہونا چاہیے

غوری مر زبان جو ناگدھ و سورت کو اور کھنگار کچھ کے سردار کو مدد کے لیے بلایا۔ پہلے
 اس سے کہ ان سرکشوں کا ہنگامہ گرم ہو کہ وہاں پہنچا اور کچھ سرکشوں کی پروا نہ کی کہ
 وہ کیا کر رہے ہیں۔ انکی حقیقت کچھ نہ سمجھا۔ یہاں تک کہ بعض سرکشوں نے شور افزائی کی تو
 پھر وہ سب کام چھوڑ کر اس سرکش کی چارہ گری میں مصروف ہوا قلیج خاں کے بھائیوں
 اور اسماعیل خاں قلی کے بیٹوں نے جو اس ملک کے بڑے اقطاع دار تھے نامتقول غدر کر کے
 انکی بھراہی نہ کی۔ اس گروہ کا نہ آنا اچھا ہوا اسلئے کہ سپہ کشی میں جقدر کجگر اخود سرکتر
 ہوتے ہیں اتنا ہی کام شائستگی کے ساتھ پیشتر ہوتا ہے۔ ایک آدمی کی بیدلی ایک گروہ کو
 اپنی جگہ پر قائم نہیں ہوتی ایک ناہنجار سخن بڑی درہمی و برہمی پیدا کرتا ہے بیرم گاؤں
 کے نزدیک فتح خاں و چندر سین زمیندار حلود اور کرن پر مال کھانتے مورلی اور بہت سے
 اور سرکش پادشاہی لشکر سے لڑنے کو تیار ہوئے۔ نورنگ خاں و سید قاسم و
 خواجہ سبحان آگے پیچھے گئے یہ لوگ مورلی میں غنیم کے ملک سے پچیس کوس کے فاصلہ
 پر یونہی پڑے رہے اور صلح کا پیغام دینے لگے اور کچھ کام نہ کیا اور فردوسی اختیار کی سرکشوں
 نے صلح منظور نہ کی اور لڑنے کا ارادہ کیا۔ کوکلتاش چارہ گری کے درپے ہوا۔ بادجو دیکھ
 پادشاہی لشکر دس ہزار سے کم اور غنیم کا لشکر تیس ہزار سے زیادہ تھا مگر اُس نے
 سات کوس سے لشکر آراستہ کیا۔ قول میں خرم خواجہ ابوالقاسم دیوان حکیم مظفر
 اردستانی۔ قتل ابدال اور دو ہزار سپاہ اور برانغار میں نورنگ خاں پندرہ
 سو سپاہ برانغار میں خواجہ نفع محمد حسین شیخ قاضی حسین۔ سید ابوالاسحاق چندر سین
 اٹھارہ سو سپاہ ہراول میں سید قاسم سید بایزید۔ سید بہادر۔ سید عبدالرحمن۔
 سلیم۔ میر شرف الدین۔ سید مصطفیٰ جو وہ سو سپاہ۔ التمش میں سولہ سو سپاہ اور
 کوکلتاش دھامران بیگ و محمد توقباتی و خواجہ بابا و قادر علی کو کہ مع چار سو سپاہ کے
 طح التمش میں گوجر خاں چھ سو جوانوں کے ساتھ طرح برانغار میں خواجہ جسم برومی

اس قدر دلاوردوں کے ساتھ طبع جبر انفار۔ دوسری طرف قلب گاہ میں مظفر سپاہ
چار ہزار گروہ لوہیہ کا کھٹی۔ جبر انفار میں چار ہزار پانچ سو سپاہ جبر انفار میں جام
آٹھ ہزار سوار مقدمہ میں آجا پسر جام اور بانہیہ اس کا چچا اور جبا اور اس کے بھائی
چار ہزار پانچ سو سپاہ یہ قرار پایا کہ سیاہ آب سے گزر کر ستر تیر ۹۹۹۹ کو لڑائی ہو۔
مگر جب اس دیار سے گزر ہوا تو ایسا مینہ برسا کہ دو رات دن تک لشکر ایک دوسرے
کو نہیں دیکھ سکے تھے۔ غنیم کا لشکر بلند ہی پر تھا اور اولیاء دولت نشیب میں تھے۔ پانی
کی افزونی سے اور آذوقہ کی تنگی سے وہ عاجز ہوئے تھے۔ دو دفعہ شیخون مارا۔
اور ناکام ہے۔ جب سختی حد سے زیادہ ہوئی تو ناچار لشکر کو انگریز نگاہ جام کی طرف سلوک
ہوا۔ کہ کہیں روزی ملے۔ ایک بادگاہوں میں پہنچا۔ وہاں علف اور بہت غنیمت
ملے۔ دشمن بھی لڑنے آئے۔ ہر امر داد ۹۹۹۹ کو سخت لڑائی ہوئی۔ تیر و شمشیر
سے کار و خون پر نوبت آئی۔ غنیم کے راجپوت اپنی آئین کے موافق گھوڑوں سے اتر
کے خوب لڑے۔ لہرادن مع بہادر اور دو سپرد جبا اور پانچ سو راجپوت ایک جگہ لڑ کر
مرے۔ ظریف خاں وکیل دولت خاں اسیر ہوا۔ جام و مظفر بے لڑے بھاگے۔
دولت خاں زخمی ہو کر جوئے گدھے میں گیا۔ دو ہزار غنیم کے ماے گئے پادشاہی
لشکر میں سو آدمی ماے گئے اور پانچ سو سخت زخمی ہوئے۔ اور سات سو
گھوڑے تلف ہوئے۔ لشکر شاہی کو فتح ہوئی۔ فیصلخانہ اور توپ خانہ اور
اور اسباب غنیمت ملے۔

جب مرزا کو کہنے فتح پانی تو وہ صبح کو تو انگر کی طرف دوڑا اور بہت غنیمت
جمع کی۔ جام و مظفر کھار بریرہ میں چلے گئے۔ کوکلتا شہ نے ان سرکشوں کی ماش
کے لئے توقف کیا اور چارہ گری کے درپے ہوا۔ نوننگ خاں۔ سید قاسم
خواجہ سلیمان کو جوئے گدھے کے قلعہ کی فتح کے لیے بھیجا۔ ارادہ اس کا یہ تھا کہ اس

سرزمین سے فارغ ہو کر خود قلعہ کی فتح کو چاہئے۔ لشکر جو بھیجا گیا اس کو ملک کی دیرنی
 اور سرگران ارزی سے بہت تکلیف ہوئی۔ انسر دگی اور گران پانی کے ساتھ
 قلعہ سے نزدیک ہوئے۔ دولت خاں جو زخمی ہوا تھا وہ مر گیا۔ اس لیے قلعہ کشائی
 کا ارادہ ہوا۔ اہل قلعہ سے کہا کہ مالک قلعہ مر گیا۔ سپاہ شاہ فہمید ہوئی۔ اب مناسب
 ہے کہ قلعہ کی کنجیاں یہاں کی دستاویز پر حوالہ کر دو۔ اہل قلعہ نے جواب دیا کہ کسی معتمد کو
 بھیج دو کہ جس سے ہم اپنی خواہش ظاہر کر کے دلچسپی کریں۔ اس زمانہ میں معلوم ہوا
 کہ ایک گردہ کاٹھی نے پڑتال کو لوٹ لیا ہے۔ ناگزیر اس طرف کوچ کیا تھے میں
 مظفر بھی وہاں پہنچ گیا۔ اہل قلعہ نے سخت اختیار کی۔ خان اعظم برآشفٹہ ہوا اور
 قلعہ کی فتح کا ارادہ کیا۔ مظفر باہر آیا اور مشہور ہوا کہ وہ احمد آباد کی طرف جاتا
 ہے۔ کوکلتاش نے فوج بسر کر دگی خرم خواجہ اس کے پیچھے روانہ کی خود چاہتا تھا کہ
 قلعہ فتح کر دے اس نے اس کو معلوم ہوا کہ جام ننگاہ کے قریب جاتا ہے تو وہ جہت
 جلد اس طرف آیا تو وہ پھر کہ لاپہ گری کرنے لگا۔ اسی زمانہ میں نظربے اور اس کے
 فرزندوں نے شورش برپا کی۔ ناگزیر جام کا عذر قبول کر کے اس کی طرف متوجہ
 ہوا۔ انھیں دنوں میں میرابو تواب و مذوقہ میں بادشاہ کے پاس آیا۔ خدمت گزار ملازموں
 کے لیے غلعت اور گھوٹے اور فرمان لایا۔ مالوہ کے سرکشوں کے بھی دجائے کا فرودہ آیا۔
 کوکلتاش خاں کا ارادہ تھا کہ قلعہ کو فتح کرے مگر ہماریوں کی دماندگی سنگ آہ ہوئی۔
 مگر جب سپاہ نے آرام لیا تو پھر اس قلعہ کی کشت دگی کی طرف خیال ہوا
 کہ کوکلتاش سپر جام اور بہت سے سرکش اس سرزمین کے عاجزی کر کے مطیع ہوئے
 سو مناتھ و کوکہ و منگلو دیوہ و بیروغیرہ سولہ بندروں پر بے جنگ قبضہ ہو گیا
 اس کے بعد جو ناگڈھ کے قلعہ کو سپاہ روانہ ہوئی وہ امین خاں غوری کے
 پوتوں کے پاس تھا وہ بڑا نامور قلعہ تھا اور ولایت سورتھ سے وابستہ تھا

جو ناگڈھ و سورتھ نامی تھے اور ولایت بہت پر خاں کی تھی

پہلے فرمانروایوں میں سے کبھی نے اس پر قبضہ نہ کیا تھا۔ ۲۲ رخر دہشتہ سہ
 اُس کے پاس آئی۔ سترہ مورچے بنائے۔ نورنگ خاں نے کاٹھی کے گردہ کو سزا دی
 وہ اہل قلعہ کی مدد کرتے تھے۔ آج ہی قلعہ میں آگ لگ گئی اور بہت سا اسباب
 قلعہ داری جل گیا۔ فرنگی تو یہ انداز کہ مسلمان ہو گیا تھا اور اس پیشہ میں چابک دست تھا
 سر اسیمہ ہو کر خندق میں گرا مگر اہل قلعہ پاس آؤ وقتہ بہت تھا اور جگہ استوار تھی۔ سو تو میں ہر روز
 چند بار چلاتے تھے اور ہر توپ میں ڈیڑھ من کا گولہ آتا تھا۔ سپاہ تو در ماندہ تھی مگر کوکلتاش
 اُسکی دلہی کرتا تھا اور سرشتہ کوشش کو نہیں چھوڑتا تھا۔ ایک کو بیچہ معلوم ہوا اسپر سرکوب بنایا
 اور وہاں سے توپ اندازی شروع کی تو اہل قلعہ بیدار ہوئے۔ لالہ گری کرنے لگے۔ تین دن
 تک لڑائی رہی۔ ۱۶ شہر پور دہشتہ کو قلعہ نشینوں نے پناہ مانگی اور کنبیوں کے حوالہ
 کرنے کو اپنی بستگیوں کی کنشائش سمجھے۔ سات برس کا لڑکامیاں خاں اور بارہ برس
 کا لڑکا تاج خاں جو امین خاں کے پوتے تھے اور ستادون نامور آدمی کو کلتاش خاں
 پاس آئے۔ اُس نے درست چمانی کے ساتھ اُن کے مال و جان و ناموس کی پاسبانی
 کی اور ہر ایک کو اپنی آباد جاگیروں میں خلعت دیکر بھیج دیا۔

جب جو نہ گڈھ فستج ہو گیا اور زمیندار مطیع ہوئے تو کوکلتاش نے اپنی ساری
 بہت مظفر کی گرفتاری میں صرف کی۔ مظفر سیو آباد وھیل میں چلا گیا وہ ایک بڑی
 ولایت لار کی ہے اس میں دوار کا کا پرستش کہہ ہے۔ کوکلتاش نے نورنگ خاں اور
 امرا کو اس طرف بھیجا۔ ۱۶ ہر دہشتہ کو دوار کاس پنچے وہ بے آدیزش ہاتھ
 آیا۔ یہاں معلوم ہوا کہ مظفر سیو کے گھر میں بیٹھ میں ہے۔ قصبہ امرہ میں سنگرام
 اس زہن دار کا خویش خیرہ سر ہو رہا ہے۔ قادر علی کو اس پرستش گاہ میں چھوڑ کر
 سپاہ کے دو حصے ہوئے نورنگ خاں تو ایک حصہ کو لیکر مظفر کی مابشش میں
 مصروف ہوا۔ نظام الدین احمد سپاہ لیکر دوسری طرف چلا۔ ستہ پھر کو سینا کے

مظفر خجرائی کا گرفتار ہونا اور پٹنہ میں ہلاک کرنا

بنگاہ پر یہ پہنچے۔ کچھ دیر پہلے سپاہ کے آنے سے مظفر کو مع تہ و زاد کے کشتی میں بھاگ کر
 ایک استوار جزیرہ میں پہنچا دیا تھا اور بعد اس کے سیوا خود چلا گیا تھا۔ جب لشکر
 شاہی آیا تو وہ پھر کراٹس سے لڑنے آیا اور شام تک جنگ میں دونوں لشکر دست
 گریباں رہے۔ اس زور و خود میں سیوا کے ایک تیر لگا اور وہ مر گیا۔ سرکش پرانگندہ
 ہوئے۔ بہت مائے گئے۔ جو سپاہ کہ سنگرام کی مالش کو گئی تھی وہ بھی غالب
 آئی اور دونوں جگہ سپاہ کو بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ مظفر دلایت کچھ میں بھاگا۔ بھارا
 جو اس سرزمین کا کلاتر تھا اس نے مظفر کو یہاں ایک گوشہ میں چھپا دیا۔ ۲۶ آبان ۱۰۳۵ھ
 کو خان اعظم جو نہ گدھ سے یہاں آیا۔ اپنے بیٹے عبداللہ کو پہلے بھجوا دیا۔ تنہا آذر کو
 ۵۵ کوس کو دس کوچوں میں طے کر کے موضع امیران میں آیا۔ جو ملک داور کی خواہگاہ تھا
 جام مع فرزندوں کے آنکر ملا۔ مرزبان کچھ نے اپنے کار دیدوں کو بھیجا کہ جا کر گزارش
 کریں کہ میں فرمان پذیری قبول کرتا ہوں اور اپنے بیٹے کو پرستاری کے لیے بھیجا ہوں
 کو کھٹاش نے جواب دیا کہ اگر اپنی خیر منظور ہو تو مظفر کو حوالہ کر دیا خود آؤ۔ انھیں دنوں
 میں لو کہن کو محل بے اجازت اپنی بنگاہ کو بھاگ گیا۔ سپاہ جو نہ گدھ نے اس کا خان مان
 لوٹ لیا اور اس کے تینوں بیٹوں کو مار ڈالا۔ خان اعظم نے اپنے بیٹے عبداللہ خرم کو
 اُدھر بھیجا اور خود مورلی سے ۳۱ کوس کو پانچ کوچوں میں طے کر کے موضع چارہ بارہ
 میں آیا زیندار سے جو دو باتیں کہی گئیں تھیں ان میں سے کوئی عمل میں نہیں آئی تو کو کھٹاش نے
 یہ چاہا کہ اسکے اقطاع جام کو دیدے پھر اس نے پیغام بھیجا کہ اگر قصبہ مورلی کہ مدتوں سے اسکے
 باپ دادا پاس تھا مجھے انعام میں دیدیں تو میں مظفر کو حوالہ کرتا ہوں کو کھٹاش
 نے قبول کر لیا۔ کچھ سپاہ بھیجی۔ ۱۳ رستے کو وہاں پہنچی۔ زیندار کے گماشتوں
 نے مظفر سے کہا کہ بہار آپ پاس آتا ہی وہ خوش دقت ہو کر استقبال کو آیا۔
 جب وہ نزدیک آیا تو اس کو گرفتار کر کے لے آئے رات تو رہ نور دی میں

گزری۔ صبح کو خلاصہ کا بہانہ بنا کے ایک جگہ گیا اور استعفیٰ سے کہ اپنے پاس پوشیدہ رکھتا تھا اپنا گلاب کاٹ ڈالا اور اگر یہ نہ کرتا تو خان اعظم اس کو پادشاہ کے بغیر حکم کے نہ مارتا اور اگر وہ پادشاہ پاس جاتا تو وہ بھی اس کی جان نہ لیتا مگر اس کی غیرت نے یہ خود کشی کرانی اسکے مرتے ہی گجرات کے سب جھگڑے تمام ہوئے۔

ہمات گجرات کا بیان طبقات اکبری اور کتابوں سے گجرات میں خانانہ کے جانے تک

طبقات اکبری کا مؤلف نظام الدین احمد گجرات میں بخشگیری کی خدمت رکھتا تھا۔ اس نے اس نے جو حال اپنی تاریخ میں لکھا ہے وہ زیادہ اعتبار بہ نسبت ابو الفضل کے رکھتا ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں کا دیکھا ہوا حال نہایت قلیل اللفظ و کثیر المعنی لکھا ہے اور ابو الفضل نے ہزار کوس کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے لکھا ہے۔ سوار اس کے نظام الدین احمد کی برابر معاملات جنگ کو ابو الفضل سمجھتا بھی نہ تھا۔

واقعات ۲۹۱ جلسہ مطابق ۹۹۱ھ طبقات میں بیان کیا ہے کہ پادشاہ کی خاطر اشرف میں آیا کہ اعتماد خاں گجرات میں مدتوں تک رہا ہے اور گجرات کی آبادانی کا طریقہ اوروں سے بہتر جانتا ہے اگر اس کو ہم گجرات عنایت کریں تو ان بلاد کے حکام جو ہمارے تصرف میں نہیں ہیں یہ دیکھ کر ہمارے امیدوار ہوں گے۔ اس لیے گجرات کی حکومت اس کو سپرد کی۔ میر ابو تراب کو امین کیا۔ خواجہ ابو القاسم کو دیوانگری کا منصب دار اور نظام الدین احمد مؤلف طبقات اکبری کو بخشگیری کی خدمت مرحمت کی۔ محمد حسین شیخ و میر ابو المنظر و میر حبیب اللہ و اسحاق و میر صالح و ہاشم و بنیاد بیگ و سید جلال بخاری و بیگ محمد توقیبائی و میر حبیب اللہ و میر شرف الدین

برادر زادہ ہائے میر ابو تراب کو گجرات میں جاگیر دار مقرر کیا۔

اعتماد خاں کو حکم دیا کہ ولایت سروہی کو دیورہ کے سرتابوں سے لیکر رانا کے بھائی جگمال کو کہ ولایت خواہوں میں سے ہر خواہ کرے۔ نظام الدین احمد کے ہاتھ اسکی مدد و خراج کے لیے ایک ہزار اشتر فی بجوانی جب اعتماد خاں جالور میں آیا تو نظام الدین و میر معصوم بکری (دبھاری) و منیر بیگ اشک آغا و زین الدین کنہوہ و پیلوان علی سیستانی کہ احمد آباد کا کو تو ال مقرر ہوا تھا اس سے ملے۔ محمد حسین اور اکثر جاگیر دار اس سے پیچھے تھے آئے۔ جب جالور سے سروہی پہنچے۔ اور دیورہ کے سرتابوں کو نکال کر جگمال کو غزنین خاں و محمود خاں جالوری و بجاد دیورہ رانسنگہ ولد چندر سین ولد رائے مالدیو کے ساتھ وہاں چھوڑا اور خود احمد آباد کی طرف چلے جب احمد آباد کے قریب اعتماد خاں آیا تو شہاب الدین احمد خاں شہر سے باہر آنکر عثمان پور میں جو شہر کے محلوں میں سے ہے۔ فرد کش ہوا۔ ۱۲ شعبان ۹۹۱ھ کو اعتماد خاں داخل شہر ہوا دو روز کے بعد معلوم ہوا کہ عابد خشی امیرک بلایق و وفادار و مرزا بیگ و عبداللہ و میر محمد بیگ و ایک جماعت کثیر شہاب الدین خاں کے نوکروں کی جدا ہو کر کاٹھی و ازہر سلطان مظفر گجراتی اور اُس کی ماں کے رشتہ داروں کی طلب میں گئے ہیں وہ یہاں پادشاہی لشکر کے خوف کے ماتھے چھپا ہوا تھا۔ وہ فتنہ و فساد کا ارادہ رکھتے ہیں اعتماد خاں نے صلاح جانکر ابو تراب نظام الدین کو شہاب الدین خاں پاس بھیجا کہ اس باب میں گفتگو کرے انھوں نے جا کر اس کو سمجھایا کہ جن امیروں کی جاگیریں ضبط کیں ہیں وہ ان کو پھر دیدے یا ان پر پہلے اس سے کہ وہ کسی زبردست کو اپنا سردار بنائیں سخت حملہ کرے۔ اعتماد خاں نے شہاب الدین احمد خاں سے احمد آباد کی مراجعت کی یہ کہتا تو اُس نے یہ عذر کیا کہ سفر کی تیاری میں بہت روپیہ خرچ کر چکا ہوں اور میرے آدمی اپنے گھنوں کو ساتھ لے کر شہر سے چلنے میں بہت تکلیف اٹھا چکے ہیں مگر نظام الدین یہ لکھتا ہے کہ شہاب الدین احمد خاں

طوائف اکبری کے موافق حالات گجرات کو بیان۔

یہ جواب دیا کہ یہ جماعت میرے قصد میں تھی اور مدت سے اس کام کا فکر کر رہی تھی اب اس اپنے کام پر سے پردہ اٹھا دیا۔ میری باتوں سے اس کو تسکین نہیں ہوگی اور مجھ سے کوئی امداد منظور نہیں ہوگی جب نظام الدین نے صورت حال کو اعتماد خاں سے کہا تو اس نے اسی میں صلاح سمجھی کہ اس جماعت کی تسلی کرے ایک وادی تسلی کے لئے امرار سرکش کی جماعت پاس بھیجے مگر اس کو تسلی نہ ہوئی اور وہ آگے کاٹھیا وارکو ٹر بھی۔

مرآۃ احمدی میں لکھا ہے کہ اعتماد خاں نے شہاب الدین سے کہا کہ تم جب تک ٹھہرے رہو کہ بادشاہ نے جو لکب بھیجی ہے وہ یہاں آجائے۔ کئی مراسلات بھیج کر اعتماد نے کوشش کی کہ شہاب الدین چند روز توقف کرے۔ مگر اس نے توقف نہ کیا اور کرمی میں جو احمد آباد سے ۲۰ کروہ (۴۰ میل) ہے روانہ ہوا۔ ۲۷ شعبان کو خبر آئی کہ باغیوں کی جماعت مظفر کو اور کاٹھوں کو ہمراہ لے کر دولقہ میں آگئی یہ قصبہ احمد آباد سے ۲۴ میل تھا میرا شک آقا شہاب الدین پاس خبر لایا کہ وہ قصبہ کرمی میں توقف کر گیا۔ اعتماد خاں و نظام الدین و میر ابو تراب اس کی تسلی کر کے لے آئیں۔ اعتماد خاں آخر روز فرار ہو کر کرمی کی طرف چلا۔ ہر چند اس کو سمجھایا کہ غنیمت بارہ کروہ (۲۴ میل) پر آگیا ہے۔ ۲ کروہ (۴۰ میل) حاکم شہر کا جانا مناسب نہیں ہے مگر اسے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ وہ کرمی کو اس ارادہ سے روانہ ہوا کہ شہاب الدین کو سمجھا کر احمد آباد میں لے آئے اس کے ساتھ ابو تراب اور نظام الدین گئے۔ نظام الدین نے اس بات کو چھپایا کہ اس نے حاکم شہر کو دارالحکومت سے جانے پر سخت اعتراض کئے تھے۔ شہاب الدین خاں کے آنے کو اعتماد خاں بکار آمد ضروری سمجھتا تھا اس کے برخلاف جو نظام الدین خاں نے سمجھایا وہ کچھ کام نہ آیا۔ شیر خاں سپر اعتماد خاں کو شہر کی حفاظت سپرد ہوئی اور اس کے معاون میر معصوم بھنگری اور سپر نظام الدین خاں مقرر ہوئے۔

کری میں شہاب الدین سے باتیں ہوئیں اس رنگ سے اس کی تسلی ہوئی کہ
 سابق میں اس کی جاگیریں جو پر گئے تھے وہ چھوڑ دیے جائیں اور دو لاکھ روپے
 اُس کو اور دیے جائیں۔ غالباً یہ روپیہ اس حشر ج کی بابت بھڑا ہوگا جو اس کا
 سفر میں حشر ج ہو چکا تھا اور جس کی شکایت وہ کرتا تھا۔ غرض شہاب الدین کو
 راضی کر کے اعتماد خاں کے ساتھ گیا اور قصبہ کرمی سے احمد آباد کی طرف وہ چلے
 اس روز کہ اعتماد خاں کرمی کو روانہ ہوا تھا۔ مظفر گجراتی شہر احمد آباد میں آیا اور
 شہر کے آدمیوں نے قلعہ حوالہ کیا قلعہ کی دیوار ایک جگہ شکستہ تھی وہ بلا تکلف اُس میں
 چلا آیا۔ احمد آباد سے دس کوس پر شہاب الدین احمد خاں اور اعتماد خاں پہنچے
 تھے کہ میر معصوم بھکری دزین الدین کنبوہ یہ خبر لائے اس خبر کو سُکر ان دونوں
 نے شورہ کر کے یہ قرار دیا کہ ابھی ایک روز سے زیادہ ہین گز راہی اور مخالفوں کے
 کار نے استقامت نہیں پائی ہے اس راہ سے شہر میں جانا چاہیے جس میں سے
 کہ دشمن داخل ہو اب شہر کی طرف متوجہ ہوئے صبح کو عثمان پوریں کہ شہر دریا کے متصل
 ہے پہنچ کر اترے۔ مظفر گجراتی نے شہر سے باہر نکل کر دریا کی ریتی میں صف کشی کی۔
 شہاب الدین کے ہاتھ پاؤں پھوٹے۔ نوکروں کی ناعتمادی سے صف آرائی کی دست
 نہ ملی کچھ سپاہی کہ اس کے ساتھ ہے تھے حرکت نہ بلوچی کر کے بھاگ گئے۔

مرآۃ احمدی میں لکھا ہے کہ شہاب الدین نے بڑی بہادرانہ کوشش کی مگر اسکے دوستوں کے
 قریب سپاہی بھاگ گئے اسکا گھوڑا زخمی ہو گئی رشتہ مند زخمی ہو کر اسکے گرد گرے بعض اسکے
 دوستوں نے اُسکے گھوٹے کی باگ پکڑا سکو مجبور کر کے میدان جنگ سے لے گئے۔ اعتماد خاں
 مع ابو تراب کے لڑائی سے الگ کھڑا رہا اور عثمان پوریں کھڑا تماشا دیکھا گیا اور اس تاک
 میں رہا کہ کب موقع ہاتھ لگے کہ بھاگ جائے۔ نظام الدین نے اپنے تھوٹے سے آدمیوں سے
 ہاتھ پاؤں ملے مگر کچھ نہ ہوا اور اسکے بیٹے کے سپاہی کہ اعتماد خاں نے شہر میں محافظت

کے لیے متعین کیے تھے مع خان، دمان کے کُٹنگے اور شہاب الدین خاں اور اعتماد خاں
 بھاگ کر نہروالدیس جو پٹن مشہور ہے ۴۵ کر دہ (۹۰ میل) چلے گئے نظام الدین نے یہ سارا
 حال لکھ کر بادشاہ پاس بھیجا بعد تین روز کے محمد حسین شیخ و خواجہ ابوالقاسم دیوان
 و ابوالمنظر و میر محبوب اللہ و میر شرف الدین تو قبائی اور جاگیر داران گجرات کہ پیچھے رہ گئے
 تھے پٹن میں پہنچے قلعہ کو مرمت کر کے یہاں استقامت کی۔ سلطان مظفر گجراتی نے ارباب
 فقہ و فساد کو خطاب و جاگیریں دیں اور جمعیت بہم پہنچائی۔ شیر خاں فولادی کہ پٹن میں
 مدتوں حکمراں رہا تھا اور چند سال ولایت سورتھ (سوراشٹر) یعنی کاٹھوار میں گزرا و قات
 کرتا تھا و نو سو اوروں کے ساتھ مظفر گجراتی پاس آیا۔ اس کو چار ہزار سواروں کے ساتھ
 پٹن روانہ کیا وہ قبضہ کریں میں آیا اور اس نے اپنی سپاہ کو جو تانہ میں کہ پٹن سے ۲۰ کر دہ
 (۹۰ میل) ہے بھیجا۔ لشکر شاہی بھی اس سے غافل نہ تھا۔ اُس سے یہاں نظام الدین
 آن کر لڑا۔ اور شکست دی۔ میر محبوب اللہ و میر شرف الدین و بیگ تو قبائی کو اور
 سپاہیوں کی ایک جماعت کو یہاں چھوڑا۔ شیر خاں فولادی خود پٹن سے ۸ میل پر آیا
 اسکو اعتماد کے بیٹے نے پٹن سے آنکر شکست دی۔ احمد آباد پر مظفر کے قبضہ پانے سے
 جنوب میں پادشاہی آدمیوں کی آمد و رفت بالکل بند نہیں ہوئی تھی۔ زین الدین کنوہ دارا
 کے سامنے سے قطب الدین حاکم بروج و بڑودہ کے پاس آگیا۔ اور اسکو ترغیب دی کہ
 احمد آباد پر جنوب کی طرف سے حملہ کرے۔ دونوں قطب لدین اور زین الدین کے لشکر ملکر
 بڑودہ تک آگے بڑھے۔ مظفر نے بہت سے لشکر سے اُن پر حملہ کیا۔ قطب لدین اس سے
 سپاہیانہ نہیں لڑا۔ جنگ میں شکست پائی اور بڑودہ میں شخص ہوا۔ اکثر اس کے عمدہ
 نوکر اور آدمی مظفر سے جا ملے۔ یہ قسادیوں کا دریا تلہ طم میں تھا کہ اسیں سید دولت
 بھی محلی کی طرح تیرنے لگا۔ مرآۃ احمدی میں لکھا ہے کہ وہ کلیان اسے حاکم کھنایت کا ملازم
 تھا۔ اس نے کچھ اپنا تعلق مظفر سے نہیں پیدا کیا تھا خود سپاہ جمع کر کے کھنایت کو ایلیا

یہاں کا عامل خواجہ امام الدین حسین کروری تھا۔ بڑودھ کو بھاگا اور شہر کا خزانہ چودہ لاکھ روپیہ اپنے ساتھ لے گیا اور دشمن کے لیے ہم لاکھ دہم چھوڑ گیا پٹن کے قلعہ نشینوں کو معلوم ہوا کہ شیر خاں فولادی میانہ میں جو ان کے مقام سے ۲۰ میل پر ہی آگیا ہو ان کو ایسا تذبذب ہوا کہ پٹن کو چھوڑ کر جالور میں جانے کا ارادہ ہوا۔ اگر ایسا انھوں نے کیا ہوتا تو مظفر کو گجرات کا حصہ عظیم ہاتھ لگ جاتا۔ نظام الدین نے ان کو سمجھایا اور جنگ پر مصر ہوا۔ اعتماد خاں اور شہاب الدین احمد خاں پٹن میں آئے اور اورامر نظام الدین ساتھ متفق ہوئے جب قبضہ میانہ میں وہ آئے۔ شیر خاں فولادی نے صف آرائی کی پانچزار سوار مقابلہ میں لایا۔ پادشاہی لشکر دو ہزار سوار کا تھا۔ سخت لڑائی ہوئی شیر خاں نے ہزیمت پائی۔ احمد آباد چلا گیا۔ بہت آدمی اس کے قتل ہوئے۔ لشکر شاہی کو بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ نظام الدین بچہ ہوا کہ احمد آباد میں جانا چاہیے۔ مگر اس کے ہمراہی امراراضی نہ ہوئے۔

بدایونی لکھتا ہے نظام الدین احمد ہی کی سعی سے شہاب الدین احمد خاں اور اعتماد خاں پٹن میں ٹھہرے ورنہ وہ اپنے تذبذب و مشتر دلی سے جالور میں قرار کرنے پر تیار ہو چکے تھے۔ شیر خاں فولادی کے شکست دینے کے بعد نظام الدین احمد کا بجد ہونا کہ ان کا تعاقب کر کے احمد آباد چلنا چاہیے عین صلاح وقت تھا ہنوز قطب الدین کی شکست کی خبر نہیں آئی تھی۔ اس میں سب امر متفق تھے کہ نظام الدین جانتا تھا کہ اس وقت مظفر کی سپاہ مندری اور نربدل کے درمیان قطب الدین سے لڑ رہی ہے۔ دارالخلافہ اسکی سپاہ سے خالی ہوگا اور فولادی کی سپاہ دو دفعہ شکست پا چکی ہو وہ اور بھی اہل شہر کی ہمت کو شکستہ کرے گی۔ اور سوار اسکے احمد آباد کے لینے سے مظفر گجراتی کا اعتبار بالکل جاتا رہے گا۔

اگرچہ شہاب الدین و اعتماد دونوں سیدھے احمد آباد جانے پر راضی نہ ہوئے۔ مگر نظام الدین کے سمجھانے سے انھوں نے اتنا قدم بڑھایا کہ وہ کرمی میں آئے۔ یہاں وہ بارہ روز اس انتظار میں ٹھہرے کہ سپاہ جو لوٹ کا مال لیکر پٹن میں رکھنے

گئی تھی وہ واپس آجائے یہ سپاہ امیروں کے اشارہ سے گئی تھی کہ ان کی غنیمت کو دیکھ کر
 یٹن کی سپاہ کا بھی دل لپٹا ہے۔ اس عرصہ میں خبر آئی کہ قلعہ بڑودہ کو مظفر گجراتی نے
 فتح کر لیا۔ بڑودہ کا فتح ہونا ایک واقعہ عظیم ہے جس میں وہ وراثت ہیں جو مظفر گجراتی کی
 صفت ذاتی اور اس کی طرز حکومت کو بتلاتی ہیں جو اس نے گجرات کے لیے سوچی تھی
 اہل گجرات مظفر ہی کو فرخ حوصلہ و عالی ہمت سمجھ کر اسی کی طرف رغبت کرتے تھے۔
 وہ بھی اکبر کی طرح شجاع تھا اور اپنے ہمراہ وفادار جاں نثار ملازم رکھتا تھا جب قطب لدین
 کو بڑودہ کے قریب شکست ہوئی تو وہ قلعہ بڑودہ میں متحصن ہوا۔ یہاں اس کا
 محاصرہ ہوا۔

مراۃ احمدی میں لکھا ہے کہ مظفر کی سپاہ بیس ہزار تھی۔ قطب الدین نے ۲۲ رو
 تک اس کا مقابلہ حتی المقدور کیا۔ اس کو اپنے آدمیوں پر اعتماد نہ تھا اور حقیقت
 میں اس کے نوکر قابل اعتبار بھی نہ تھے۔ چنانچہ ان میں سے دو محمد میرک اور چرکس رومی
 نے مظفر کو یہ صلاح پوشیدہ بتلائی کہ وہ صلح کرنے کے بہانے سے ان کو اور
 زین الدین کبنوہ و سید جلال بخاری اور خواجہ بھٹی اور نورنگ خاں وکیل کو بلائے اور
 جب وہ آجائیں تو ان کو اور خواجہ بھٹی کو وہ قید کر لے اور زین الدین اور جلال کو
 مار ڈالے اور دوسرے روز قلعہ پر حملہ کرے تو قطب الدین کا کوئی سپاہی اس کا
 مقابلہ نہیں کرے گا۔ مظفر نے ان کی تدبیر پر عمل کیا۔ قطب الدین نے ان یا انچوں آدمیوں
 کو بھجھدیا جن کا اوپر نام لکھا ہے۔ مظفر نے زین الدین کو تو آتے ہی ہاتھی کے پاؤں
 سے پکڑ لیا۔ سید احمد بھٹکی کی سفارش سے سید خلیل بیچ گیا۔ پھر قلعہ او قطب لدین
 کو پاس جا کر گھیر لیا۔ قطب الدین نے دیکھا کہ سب اس کے امرا چلے گئے تو ایک
 مستحکم مقام میں وہ چلا گیا۔ دوسرے روز مظفر نے یہ قسم کہا کہ وہ قطب الدین کو کوئی
 گزند نہیں پہنچائیگا۔ یہ عہد و پیمان کر کے اس کو بلایا۔ قطب الدین مجبور ہو گیا تھا وہ

منظرف سے ملے گیا اس نے اُس کی بہت خاطر داری کی اور اپنی مسند پر بٹھایا پسلیہ کا زیندا
 تروری نے اصرار کیا کہ حمان قتل کیا جائے مگر مظفر نے اس سے انکار کیا مگر آخر کو تروری
 نے اور اوروں نے جو اس کے ساتھ تھے مظفر کو قطب الدین کے قتل پر
 راضی کر لیا وہ اور اُس کا بھتیجا دونوں قتل ہوئے۔ قطب الدین خاں مظفر کے عذر و نقص عمد
 کو جانتا تھا۔ مگر اجل آگئی تھی دیدہ بصیرت اُس کا کور ہو گیا تھا۔ اس خبر کو سنکر نظام الدین
 اور اور امرار نامدار نے کہ قبضہ کریں میں تھے پٹن میں مراجعت کی۔ مظفر بڑودھ سے بروج
 میں گیا اور قطب الدین خاں کے متعلقین سے صلح کے ساتھ قطب الدین خاں کا سارا
 مال اسباب اور خزانہ جس میں دس کروڑ روپیہ (بادام) تھے لے لیا اور چودہ لاکھ روپیہ
 جو امام الدین حسین کھنایت سے بروج میں لے گیا تھا وہ سب اُسکے ہاتھ لگا اور تقریباً
 تمام گجرات پر قبضہ ہو گیا۔ اُس کا شکر قریب بیس ہزار کے ہو گیا۔ جس میں معسل
 افغان۔ گجراتی۔ راجپوت تھے۔

اب آگے حال اُن مہات کا وہی اور کتابوں میں لکھا ہے جو ابوالفضل نے اکبر نامہ
 میں لکھا ہے اور میں نے اُس کو اوپر نقل کیا ہے۔

تقدیر و نجوم پر اہل ایشیا جو اعتقادات رکھتے ہیں اس پر اس زمانہ میں اہل یورپ
 ہنستے ہیں اور اُن کو باطل جانتے ہیں۔ مگر سولہویں سترہویں صدی میں وہ خود بھی
 تقدیر و نجوم کے قائل تھے اور اس کی بہت سی مثالیں یہودیوں اور عیسائیوں میں ہاں
 موجود ہیں۔ ان واقعات میں دو باتیں نجوم و تقدیر کے اعتقاد کی واقع ہوں ہوئیں۔
 اول قطب الدین خاں کا اپنے تئیں مظفر کے حوالہ کرنا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ تروری اس کا
 جانی دشمن موجود ہے مظفر کے قول و قسم کا کچھ اعتبار نہ تھا۔ مگر وہ پکاسنی تھا اسلئے مرنے
 جینے کو تقدیر الہی سمجھ کر اپنے تئیں دشمن کے حوالہ کیا۔ ایک دوسری بات یہ ہے کہ جب
 اکبر نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی سلطنت کے دشمن سے خود جا کر لڑے تو اُس نے نیچے اوپر

اہل ایشیا کا تقدیر و نجوم پر اعتقاد

دیکھا۔ نیچے یہ دیکھتا ہے کہ ان کے حالات میں انقلابات کا قیام برپا رہتا ہی اقبال سے ادبار اور ادبار سے اقبال آتا جاتا رہتا ہے۔ اوپر یہ دیکھتا کہ علی الدوام کو اک اپنے مداروں میں نیکیاں دورہ کر کے اپنی تاثیر بے تغیر کرتے ہیں۔ اس نے میر ابو الفتح شیرازی سے پوچھا کہ ان کی تاثیرات ہم سے دوست و دشمن کے مابین کیا کستی ہیں۔ میر صاحب پادشاہ کے پوچھتے ہی آسمان کی سیر کرنے کو گئے اور وہاں سے آنکر عرض کی کہ اس سال میں دو دفعہ عرصہ پیکار آراستہ ہو گا اور دونوں دفعہ اولیائے دولت کو نفاذ فیروزی حاصل ہوگی وہی ہوا جو اس نے کہا۔ اہل یورپ اسکی توجیہ یوں کرتے ہیں کہ ابو الفتح شیرازی پادشاہ کے دل کی بات کو سمجھتا تھا کہ اس کا ارادہ گجرات جانے کا نہیں ہوا اس لیے اس نے یہ کہدیا جو ادب پر بیان ہوا۔ ظل اللہ اس کو سنکر خوش ہو گئے۔ یہ امر اتفاقی ہے کہ جو حکم کیا تھا وہ وقوع میں آیا۔

معاملات پرتگیزیوں کے ساتھ جو گوہ میں رہتے تھے

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ سورت کا محاصرہ پادشاہ کر رہا تھا تو پرتگیزیوں کا ایک گروہ اس کی ملازمت سے مشرف ہوا تھا اس نے اس وحشی گروہ کو اپنے اخلاق سے گرویدہ کیا تھا۔ جب ولایت گجرات سب ۹۸۳ء مالک محروسہ میں داخل ہوئی اور اکثر بنادر اس کے پادشاہ کے قبضہ میں آئے۔ بنادر فرنگ کے حکام پادشاہ کی درگاہ میں التجا لائے۔ اور اپنے ملک کی دستکاری اور ہنرمندی کے اشیاء کو پادشاہ کے آگے لائے۔ جن کو دیکھ کر پادشاہ کو ایسا شوق پیدا ہوا کہ حاجی حبیب اللہ کو مقرر کیا کہ وہ بہت سارے ہندوستان کی گزیدہ متاع کو گوہ میں لے جائے اور اس ذربار کی عجائب و غرائب اشیاء کو یہاں لا کر ہماری طبیعت کو خوش کرے اور اس کے ساتھ بہت سے ایسے دیدہ و رہنمائی پیشہ ساتھی لے کر سانی فہم

دشناسائی کار کے ساتھ شوق کو جد گئے ساتھ ہم آغوش کرتے تھے تاکہ اس بلاد کی مصنوعات مغرب کی وہ نقل آتاریں اور اُس ملک کی صنائع غالبہ کی تحویل ہو جائے۔

میر حاجی ۵۷۵ھ سپہ سالار کو پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ ایک گروہ کو ساتھ لایا جو نصار اکالباں پہنے ہوئے تھا۔ نقارہ اور سرنا بے فرنگی بجاتے تھے وہ پادشاہ کی آستان بوسی سے سر بلند ہوئے حاجی نے فرنگ کا اسباب نہایت عمدہ پیش کیا۔ حرفہ گردوں نے جو مشکل صنعتیں سیکھی تھیں وہ دکھائیں اور مورد تحسین ہوئے۔ فرنگی اپنے ملک کے عمدہ عمدہ بابجے بجاتے تھے۔ خاصکر ارغنون (ارگن) بجاکے سننے والوں کو نہایت خوش کرتے تھے۔

تاریخ بدایونی میں لکھا ہے حاجی حبیب اللہ فرنگستان سے ارغنون لایا (یہ غلط لکھا ہے وہ گوہ سے لایا تھا) وہ ایک بڑا صندوق تھا قد آدم۔ ایک فرنگی انڈر بیٹھکر تار بجاتا تھا دو باہر بیٹھتے تھے۔ پانچ طاؤس کے پر اس میں لگے ہوئے تھے ان کی جڑوں پر انگلیاں مارتے تھے۔ ان کی آوازوں سے لوگ محفوظ ہوتے تھے۔ فرنگی ہر دم کبھی سُرخ کبھی زرد نکلتے تھے اور ایک حال سے دوسرے حال میں ہو جاتے تھے اہل مجلس یہ رنگ دیکھکر دنگ ہوتے تھے۔

جب پادشاہ اُسے پور کے قریب آیا تھا تو صوبہ گجرات کے حقائق گزار دیں پادشاہ کو اطلاع دی کہ حاجیوں کا قافلہ جو روانہ ہوا تھا۔ اس کو بنا در فرنگ کے حکام سے عوام الناس نے ڈرا دیا ہے۔ پادشاہ نے ان کو خرد افزا نصیحتیں کیں اور اعیان دولت نے دلہی دی مگر اس کا اطمینان نہ ہوا تو قلعہ خاں پاس بعض بنا در فرنگ تھے اور وہ اس وقت اس لشکر میں تھا جو ایدر کو فتح کرنے گیا تھا پادشاہ نے اس کو گھوڑے کی ڈاک میں بلا کر ساحل دریا رشور پر بھیجا کہ وہ اس گروہ بیگانہ (فرنگی) کو خدمت پذیر بنا کے حاجیوں کے قافلہ کو سیلیمی اور الہی جہازوں میں روانہ

کر دیا فرمانروائی کا آئین عظیم کشور ستانی اور ملک گیری ہے اس طرز پر شکوہ میں کثرت کی پریشانی و خدمت کی آسائش میں آجاتی ہے۔ پر اگندگی انتظام کی صورت پکڑتی ہو۔ فرنگیوں کا ایک گروہ حجاز کے جانے والوں کا سہرا رہا ہوتا تھا اُس کے دور کرنے کی خدمت امراء گجرات و مالوہ کو بسرداری قطب الدین خاں ۱۸۹۷ھ کو سپرد ہوئی اور دکن کے مرز مانوں کے نام فرمان گیا کہ شکر اس طرف روانہ ہوا ہے اس کے ساتھ شائستہ سامان کے ساتھ شریک ہو کر اُس بندگی کا یقین دلائیں جسکی باتیں وہ بناتے ہیں اور وہ اپنی خدمت اخلاص کے موافق ہماری عنایت سے اختصاص پائیں اور رعایا دکن کو بھی اس شکر سے آشوب نہ پہنچے۔

ہندو مسلمانوں کی تاریخیں

چونکہ عہد اکبری سے ہندو مسلمانوں کا ایک نیا تعلق شروع ہوتا ہے اس لیے بعض مصنفین ہندو مسلمانوں کی بابت ہم لکھتے ہیں۔

ہم نے جو ہندو مسلمانوں کی باہم لڑائیوں اور اور معاملات کا بیان لکھا ہے وہ ان تاریخوں سے بیان کیا ہے جن کے مصنف مسلمان مورخ ہیں۔ ان تاریخوں میں گویا ایک طرف بیان ہے مگر کہیں ان میں ایسا جھوٹ نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اپنی شکست کو فتح لکھا ہو۔ مگر ہاں اپنی فتوحات کی صورت میں اپنی مردانگی اور فرزانیگی کا بیان مبالغہ سے کیا ہو اور شکستوں کے ذکر میں عذرات ایسے کیے ہوں جن سے ان کی جو اذمادی میں بٹانہ لگے۔ انسان کو بالطبع اپنی امانت و ہزیمت کے بیان سے نفرت ہے۔ سب قوموں کا حال یہی ہے اور یہی تھا اور یہی رہیگا کہ وہ اس طرح اپنی شکست و فتح کا بیان کریں گے جیسا کہ مسلمانوں کی تاریخ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ تاریخیں

واقعات عظیم اٹان ہوتے ہیں۔ کھیل میں لڑکوں کا حال اپنی ہارجیت کے بیان میں
یہی ہوتا ہے۔ جب کسی لڑکے کا کشتہ اکٹ جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اتفاقاً یہ پاؤں کے
تیلے ڈور آگئی تھی۔ مسلمانوں کی تواریخ کی غلط نمائیوں پر یورپ کے محقق پلے بیٹھے ہیں۔
گو ابتدا میں ہندوؤں کی زبان اور مذہب اور عادات واد صناع واطوار اور بہت سے
حالات پر مسلمانوں کی کتابوں کے ذریعے سے اُن کو علم حاصل ہوا ہے مگر اب یورپ میں
بڑے بڑے سنسکرت سکالرجن کا علم یہاں کے پنڈتوں سے کچھ کم نہیں ہے موجود ہیں۔
رات دن تحقیقات میں لگے رہتے ہیں۔ اسباب تحقیق ان پاس بہت ہیں۔ انھوں نے
ہندوؤں کی بڑی بڑی تاریخیں لکھی ہیں اور لکھ رہے ہیں علیٰ ہذا القیاس عربی و فارسی
زبانوں کے فاضلوں کی کمی نہیں ہے وہ ہر طرح کے مسلمانوں کی کتابوں کی چھان بین
کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی نایاب کتابوں کو بھی انھوں نے اپنی سعی سے ہم پہنچایا ہے
اور نیشنل کونگریس کے سالانہ جلسہ میں وہ جو اپنے کارنامے دکھاتے ہیں حشرق
عادات سے کم نہیں ہوتے مگر افسوس یہ ہے کہ یورپ میں مذہب نے
سب قوموں کی نسبت خاصہ مسلمانوں کی نسبت غلط معلومات کا دریا ایلایا بھایا
ہے کہ اس کی مدد کا جز نہیں آتا۔ اس سبب سے کہ یورپ میں مذہبی جوش اس
قسم کا نہیں رہا جیسا کہ ایشیا میں ہے تاریخی تحقیقات میں مذہب کے احکام لگانے
مذہب محقق معیوب سمجھتے ہیں مگر وہ غلط معلومات خاکستر تیلے کی چنگاریاں ہیں
جب اُن کو ہوا لگتی ہے تو وہ بھڑک کر آگ لگا دیتی ہیں۔ وہ مسلمانوں کی تاریخوں
کو نکتہ چینی اور عیب بینی کی نظر سے اس طرح دیکھتے ہیں کہ ایک ایشیائی مورخ
جو اپنے ملک اور قوم کے حالات پر علم رکھتا ہے وہ ان کی تحقیقات کو اس نظر سے
دیکھتا ہے جس نظر سے اہل یورپ ایشیائی تاریخوں کو دیکھتے ہیں اس کا بیان
مقدمہ میں تفصیل سے میں نے کیا ہے۔

ہندوؤں و مسلمانوں کے باہمی معاملات و کلمات کا بیان مسلمانوں کی تاریخوں میں بالاجمال صحیح ہے ان کی تفصیل میں غلطیاں دانستہ یا نادانستہ ہوئی ہوں جیسی کہ اس تہذیب کے زمانہ میں بھی ہوتی ہیں۔ مجھے اپنی تاریخ میں ایک طرفہ بیان بہ مجبوری کرنا پڑتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہندوؤں کی تصنیفات سے تاریخیں موجود نہیں ہیں کہ دونوں کا مقابلہ کر کے ثالث یا مخبر بن کر تاریخ لکھی جائے اب ایک بڑا مسئلہ بحث کے لیے یہ پیش ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی تصنیف سے تاریخیں کیوں نہیں موجود؟ کیا انھوں نے تصنیف نہیں کیس یا تصنیف کیں وہ برابر ہو گئیں فرنگستان کے محققوں نے اس مسئلہ میں بڑی بڑی روشگافیاں کی ہیں۔ اول سر ولیم جونز نے یہ تحقیقات شروع کی۔ یہ فاضل جو بہت سے زبانوں میں استعداد کامل رکھتا تھا اور سنسکرت کا پندت تھا۔ اس کو توقع تھی کہ ہندوؤں کے یہاں کتب تواریخ اس قدر دستیاب ہونگی کہ وہ تواریخ عالم کے علم کو بڑھا دیں گی مگر اس کو بعد از تحقیقات مایوسی ہوئی۔ سنسکرت میں اس کو تاریخوں کا پتہ نہ لگا اور محققوں کی تحقیق کا نتیجہ بھی یہی ہوا۔ مگر ایک فرانسیسی مشرقی زبانوں کا فاضل انگریزوں پر چھجلا کر کہتا ہے کہ وہ کیوں نہیں ان تاریخوں کو بہم پہنچاتے ہیں اگر وہ موجود نہ ہوتیں تو ابوالفضل نے کیونکر ہندوؤں کے قدیمی زمانہ کا حال دریافت کر کے اپنے آئین اکبری میں لکھ دیا۔ مسٹر ولسن نے تاریخ کشمیر راج ترنگنی کا ترجمہ کر کے اس امر کی شہادت دی کہ علم تاریخ سے ہندو بے بہرہ نہ تھے وہ بھی مسلسل تواریخ قومی اور ملکی رکھتے تھے مگر اس مستثنیٰ صورت سے انگلستان و فرانس و جرمن نے محققین نے نہ مانا کہ ہندو علم تاریخ کی کتابیں رکھتے ہیں۔ انھوں نے سنسکرت کی کتابوں کے کتب خانوں کو چھان مارا مگر ان کو تاریخوں کی کتابوں کا ذخیرہ نہ پاتا۔ لگتا۔ انھوں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ ہندوؤں کے زمانہ قدیم کے حالات تاریخی کتب سے تحقیق ہونے نامکن ہیں۔ ہاں اور بہت سے اسباب ہیں جیسے سپیلر (بت تراشی) ڈوریا (ناٹک)۔ کتابے۔

عاریں۔ علم ادب۔ پوران۔ قوانین۔ قصص۔ شاعری۔ راجاؤں کے نسب نامے کبیشرو
 بھاٹوں کے کبوت اور اسے ایسے ہیں کہ جنسے ہندوؤں کی تاریخ کا بڑا حصہ مرتب ہو سکتا ہو اور
 وہ انھوں نے کیا ہو مگر اس میں واقعات کی نسبت قیاسات بہت ہیں اور محققین میں آپس
 رایوں کا اختلاف ہے۔

بعض فرنگستانی متعصب کوتاہ بین محقق ان تاریخوں کی کیا بی و نایابی کو انفرار کے
 مسلمانوں کے سراسر اس طرح تھوپتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کا تو ہم کو یقین نہیں ہوتا کہ ہندو
 کی قدیمی مذہب قوم جو بہت سے علموں کی موجد ہو علوم ریاضیہ سے ماہر۔ علم موسیقی و شاعری
 میں بے مثل۔ سنگ تراشی و معماری میں علما و علما واقف۔ وہ علم تاریخ سے بے بہرہ ہو
 جو سب ملکوں و قوموں میں قدیم سے چلا آتا ہو اور سب سے زیادہ آسان ہو اور اس
 میں فقط واقعات و حادثات اور حالات شاہی کی نقل کرنی ہو۔ جہاں وہ بڑے بڑے
 پنڈت عالی دماغ و روشن ضمیر موجود ہوں جن کے علم و فضل کی شہادتیں موجود ہیں وہاں
 کسی وقائع نگار کا نہ ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انکے پاس تاریخ کتبی
 ضرور ہونگی مگر ان کو مسلمانوں نے اس طرح غارت کیا ہو گا جیسا کہ کتب خانہ اسکندریہ کو
 جلا کر خاک میں ملایا تھا۔ ان ناحق شناسوں کو یہ علم نہیں کہ حق پرست فرنگستانی محققین
 کی تحقیق کے مطابق اہل اسلام پر اسکندریہ کے کتب خانے کے جلانے کا الزام غلط ہے دوم
 اس زمانہ میں ہر قطعہ ہند میں گورنمنٹ تے جو سنسکرت کی کتابوں کی فہرستیں مرتب کرانی ہیں انہیں
 زیادہ تر وہی کتابیں ہیں جو مسلمانوں کے عہد سلطنت میں قلمی لکھی گئی ہیں۔ غرض یہ اہل اسلام
 پر محض انفرار اور بہتان ہے کہ انھوں نے ہندوؤں کی سنسکرت کتابوں کو غارت کیا ہو۔ خود
 فرنگستانی محقق کہ جبکی طبیعت حق پرست اور انصاف و دوست ہے وہ اس کا خیال بھی نہیں کرتے
 کہ ہندوؤں کی کتب تو تاریخ کی کیا بی اس سبب ہوئی ہے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ہندوؤں کی شائستگی
 سے بعید ہے کہ وہ کتب تو تاریخ کو تعینف نہ کریں دوسرا گروہ محققین کا یہ کہتا ہے کہ ہندوؤں کے

عالم فاضل اپنی ذہانت کو الہیات حکمت فلسفہ منطق - ہیات - ریاضی تصوف میں صرف کرتے تھے تیاری کے واقعہ نویسی کو اپنے علم کے اعلیٰ درجہ کے آگے کتر جانتے تھے خیالات کی بلندی واقعہ نویسی کی پستی میں اُن کو نہیں جانے دیتی تھی - جتنی ہندوؤں کی علمی کتابیں اور قوموں کی کتابوں سے مختلف طرح کی ہیں - ایسی ہی انکی تیاری کی طرز اور طرح ہی نرالی ہے جسے تاریخی حال اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا جن بزرگوں نے یہ کتابیں لکھیں - وہ دین کے کاموں کے آگے دنیا کے کاروبار کو پیچ و پورچ جانتے تھے انکا زمانہ ایسا بھولا تھا کہ اس میں عجیب و غریب قصص و افسانے مقبول خاص و عام ہوتے تھے سوار اسکے یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب جغرافیہ داں کسی سرزمین کا حال نہیں دریافت کر سکتا تو وہ اُسکی جگہ نقشہ میں چھوڑ دیتا ہے اور یہ لکھ دیتا ہے کہ یہ سرزمین انسان کی آبادی کے قابل نہیں اس میں حیوانات بستے ہیں اور اگر انسان کہیں آباد ہیں تو وہ بھی بہائم سیرت ہیں ایسے ہی مورخ جس زمانہ کا حال نہیں جانتے تو اُس میں ملکوں جنوں - دیودوں - دیوتاؤں کی سلطنت بتاتے ہیں - اور تمام لوازم سلطنت کو ان کے بیان کر کے عجیب عجیب قصے بیان کرتے ہیں - مسلمانوں کی بہت سی تاریخوں میں ابتداء زمانہ کا حال جنوں کی آبادی سے اور ابوالحسن کی پادشاہی سے شروع ہوتا ہے یہی حال ہندوؤں کی بہت سی کتابوں کا ہے کہ ایسے قصے کہانیوں سے بھرے پڑے ہیں - سوار اسکے اُنھوں نے کیشیروں اور بھاٹوں کو اپنا مورخ بنایا ہے - یہ سچ ہے کہ دنیا کی تیاری کا بڑا حصہ شاعروں کی کتابوں میں موجود ہے اور بہت سے تاریخی حالات اس سے معلوم ہو سکتے ہیں مگر شاعروں کو یہ اختیار ہے کہ وہ ہر مضمون کو کم و بیش کر کے اپنے حسب مدعا بنالیں - ان کے قلم پر پادشاہوں کے علم کا بس نہیں چلتا - شاعر اپنی طرف سے قصے سچی تاریخ میں شامل کر کے اس کی ضرورت کو مسخ کر دیتے ہیں اور سچ میں جو حقی میں آتا ہے ملا دیتے ہیں - وحشیانہ مبالغہ کرتے ہیں مگر بعض قوموں اور زمانوں کے وہی مورخ ہیں - اشعار

میں تاریخ اپنا چہرہ اس طرح دکھاتی ہے جیسے کہ سچ بین آئینہ میں آدمی کی صورت دکھائی دیتی ہے مگر ہندوؤں کے ہاں اس شاعری میں یہ خرابی آنکر واقع ہوئی ہے کہ راجہ اور کبیشروں میں ایسا تعلق ہوتا ہے کہ جس کے سبب سے کبیشروں کی راستبازی میں خلل پڑتا ہے کبیشروں میں زبان کی تعریف کی عوض میں جس میں اس کے گروہ کا کچھ خرچ نہیں ہوتا اپنا دامن دولت سے پھرتا ہے۔ مدح فروشی وہ کرتا ہے اور جب کسی سے ناراض ہو جاتا ہے تو بھوکتا ہے اور صاف صاف سناتا ہے۔ بھاٹوں کو فارسی زبان میں باد فروش کہتے ہیں۔

راجاؤں کا قول ہے کہ ہم دشمن کی تلوار سے ایسے نہیں ڈرتے جیسے کہ کبیشروں کے بکتوں کے تیروں سے کبیشر قوموں کی تفتن و تفسد راج طبع کے لیے نقطہ واقعات جنگ اور خونریزیوں کو بیان کرتا ہے اور باقی اور سب طرح کے تاریخی حالات کو فرو گذاشت کرتا ہے مگر ہاں وہ مذہبی باتوں اور اوضاع و اطوار کو بھی ایسے طور سے بیان کرتا ہے جنکی صحت میں کلام نہیں ہو سکتا۔ ہندوؤں کے علم ادب میں صرف ایک تاریخ کشمیر ہے جس کا نام راج ترنگنی ہے اور آخر زمانہ میں چند نامی کبیشر بڑا گذرا ہے اس نے پرمیتی راج کے حالات ۱۹ کتابوں میں لاکھ دو ہوں میں لکھے ہیں اور راجستان کے ہر خاندان کا حال اس میں کم و بیش درج ہے جن سے اس کی شجاعت و جوانمردی اور جنگی معات کا حال اس عہد کا معلوم ہوتا ہے کہ جس میں درہائے کرمان سے لشکروں کی گھٹائیں اٹھک ہالیہ پہاڑ کے اندر سے ہوتی ہوئی ہند پر برسی۔ اس بارشش کا پاتی جس رچوت نے پایا ہے اس کا حال اس میں ضرور ہی پرمیتی راج کی لڑائیاں اور آشتیاں۔ اسکے مختلف باجگذاروں اور معاونوں کا حال اور ان کے شجروں کی کیفیت مکانات کا حال چند کی تصنیفات سے معلوم ہو سکتا ہے وہ تاریخ و جغرافیہ کی ایک یادداشت ہے اور سنوار اس کے مذہب اور اوضاع و اطوار کی وہ تاریخ ہے۔ بہت سی سچی باتیں

اسکی تصنیفات میں موجود ہیں۔ اس نے حالات بحشم خود دید لکھے ہیں اس کی تصنیفات سے اور بہت سے اپنی تحقیقات سے اور کیشروں اور بہاؤں کے کہتوں سے اور گیتوں و عمارتوں سے کرنل ٹوڈ صاحب نے تاریخ راجستان بہت محنت سے نہایت دلچسپ لکھی ہے گو زمانہ حال میں اس پر نکتہ چینیاں اور اعتراضات ہوتے ہیں اور غلطیاں بتلائی جاتی ہیں۔ صاحب مدوح کو راجپوتوں کے ساتھ ایسی موانست تھی کہ انھوں نے ان کی تاریخ ایسی طرفداری سے لکھی ہے کہ اگر کوئی راجپوت اس کو لکھتا تو اس سے زیادہ اپنی قوم کی حمایت نہ کرتا اس لیے میں اس راجستان کی تاریخ سے ہندو مسلمانوں کی بعض لڑائیوں کا بیان لکھوں گا ان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ کسی بڑے متعصب راجپوت نے لکھی ہے۔ اس بکھنے سے غرض یہ ہے کہ میری تاریخ پر یہ اعتراض نہ ہو کہ وہ ایک طرفہ بیان ہے دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ دونوں کے بیان میں واقعات عظیمہ میں بہت کم فرق ہے۔ میواڑ اور ماروار سے مسلمانوں کا تعلق زیادہ تر رہا ہے اس لیے ہم انہیں کی تاریخ زیادہ تر ٹوڈ راجستان سے لکھتے ہیں۔

میواڑ کی تاریخ

تمہید

شرافت و قدامت نسب پر افتخار کرنا انسان کو بالبلع پسند ہے ہر زمانہ میں ہر ملک میں قومیں اس شرافت و قدامت کا دعویٰ کرتی چلی آئی ہیں۔ اس افتخار میں قوموں نے اسی پر بس نہیں کی کہ وہ اعلیٰ ترین انسانوں کی اولاد ہیں سے اپنے تئیں بتلاتے بلکہ بعض قوموں نے ایسی بلند پروازی کی کہ آسمانی اولاد ہیں۔ زمین پر بیٹھے بیٹھے فلک اور اجرام فلکی سے مائے رشتہ انھوں نے جوڑا۔ بعض نے اپنے تئیں نیم آسمانی بنایا۔ بعض نے دیوتاؤں کی سستان بنایا غرض اپنے تئیں عجیب و غریب

بنایا۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح فخر کرنا اور انسان کی قدرتی فطرت کے موافق جہنم لینے سے انکار کرنا اپنی ہنسی اور انا پر بھلا کہاں آسمان کے ہندو ماہ اور کہاں زمین پر انسان عقل کب اجازت دیتی ہے کہ غیر جنہوں میں وصل ہو کر انسان کی ولادت ہو۔ آپا و اجداد کے ایجاد کا شوق انہیں آدمیوں اور قوموں میں پیدا ہوتا ہے جن کے خاندان مستند نہیں ہوتے یا وہ اپنے وطن سے غیر وطن میں چلے جاتے ہیں یا ان کے خاندان کا سلسلہ گم ہو جاتا ہے۔

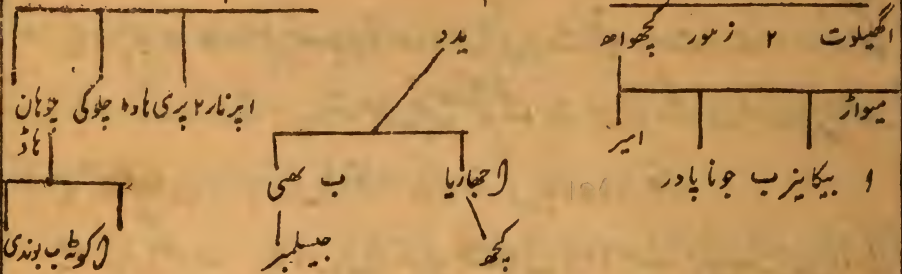
فرنگستانی مورخ کہتے ہیں کہ رچو توں کے تین مشورنس ہیں جنکی اصل حقیقت کبھی صحت سے نہیں دریافت ہو سکتی۔ ان کی تاریخ ان قدیمی زمانوں میں لٹی جاتی ہے جن میں وہ تاریکی کی گٹھا چھائی ہوئی ہے۔ کہ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس زمانہ میں زمین پر وہ بہادر شجاع تھے جو دیوتاؤں سے لڑتے تھے۔ روایات یوں چلی آتی ہیں کہ ایک بنس انکا سورج کی اولاد ہے اس لیے وہ سورج بنی کہلاتے ہیں۔ اکشوا کو سورج کا پوتا تھا اسکی چوبیسویں پیڑھی میں راجندر مہاراجہ ابو دھیا پیدا ہوئے اُس سے یہ بنس چلا۔ دوسرا بنس انکا چاند کی اولاد ہے جنکو چندر بنی کہتے ہیں جو بدھ (عطارد) اور کرشن سے پیدا ہوئے۔ تیسرا بنس انکا اگنی کا تھا وہ اگستا کی اولاد ہے۔ یعنی اُس آگ کی جو آلو کے پہاڑ پر روشن ہوئی تھی۔ ان تین بنسوں سے چھتیس شاخیں رچو توں کی پیدا ہوئیں۔ جو رچو توں کو اپنی شرافت پر فخر ہے وہ کسی اور قوم کو نہیں ہے۔ ان کی شجاعت و بہادری ضرب المثل ہے اور آزادی ان کو بالطبع پسند ہے وہ مصائب و آفات کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کرتے ہیں۔ روئے زمین پر کوئی قوم ان کی برابر ایسی نہیں ہے کہ جس سے باوجود انقلابات و حوادثات زمانہ کے اپنی شائستگی و تہذیب و ادب و صنائع و اطوار آبائی کو بدستور قائم رکھا۔ جب ان پر سخت ظلم ہوتا ہے تو وہ اپنی بڑی بہادری دکھاتے ہیں نیچے کی فرست میں ابتدائی بنس اور

ان کے ساتھ بڑے بڑے راجاؤں کے گھل اور ان کی وہ شاخیں راجاؤں کی جو سولہویں
عیسوی میں مشہور ہوئیں لکھی ہیں۔

سوم اگنی کل

دوم چندر بنی

اول سورج بنی



پہلے ساڑھے ہندوستان میں راجپوت ہی راج کرتے تھے۔ راجپوت کے معنی ایسے
ہی تھے جیسے کہ مسلمانوں میں امیر کے اور ترکوں میں بیگ کے ہوتے ہیں مگر جب
انکار راج مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا تو راجپوت کے معنی میں بھی منسرق آیا اور ایسا تنزل
ہوا کہ اردلی پر بت کے گرد کے باشندوں کو راجپوت کہنے لگے راجپوت راجاؤں
میں میواڑ کا رانا سب سے بڑا اور شریف سمجھا جاتا تھا اور تمام راجپوتانہ اسکی بزرگی
اور عظمت کو مانتا تھا اور اپنے سے بڑا جانتا تھا یہ شرف اسی رانا کے خاندان کو حاصل
ہی کہ اس نے مسلمانوں سے رشتہ مندی کر کے اپنی نسل میں ان کا خون اور راجپوت
راجاؤں کی طرح بہنے ملایا۔ باوجودیکہ ان سے سخت مقابلہ اور خونریز معرکہ ہوتے رہے۔
میواڑ کی حدود جواب ہیں انھیں کے قریب قریب اکبر کے زمانہ میں تھیں۔ اس کا
رقبہ ۱۶۱۴ مربع میل ہے۔

۲۲ درجہ ۴۴ دقیقہ اور ۲۵ درجہ ۳۶ دقیقہ شمالی عرض بلد اور ۷۳ درجہ ۵۰ دقیقہ
اور ۷۵ درجہ ۳۵ دقیقہ مشرقی طول بلد کے درمیان وہ واقع ہے اور اس کی
حد دینیہ شمال میں ریاستہائے بے پور اور اجمیر جنوب میں پرتاب گڑھ اور ڈونگروپ
مشرق میں کوٹہ اور بونڈی مغرب میں مارواڑ تین پانچویں حصے اسکے ہوا رہیں۔

میواڑ کی حدود و دارالسلطنت

اور باقی پہاڑ یا زمیں بہت ناہموار ہے کھیتی خوب ہوتی ہے۔ مویشی اچھی طرح پالے جاتے ہیں بعض جگہ کانیں بھی کھودی جاتی ہیں۔ کئی ندیاں اور دریا بہتے ہیں۔ آبپاشی بہت احتیاط سے ہوتی ہے اور اس کا محصول رانا کی آمد کا معیار حصہ ہے سو لہویں صدی میں تیس میواڑ اپنے معراج پر پہنچا ہوا تھا۔ اسکی سپاہ قواعداں جنگی بہت تھی۔ بہت سے راجہ اُسکے تابع تھے اور ملک کے مناسب مقاموں میں مستحکم قلعے بنے ہوئے تھے ان سب میں مشہور قلعہ چوڑ کا تھا وہی راجپوتوں کی آزادی کا مقدس بلجاء مادی تھا۔

میواڑ میں گھلوت راجاؤں کی ابتدا پیا سے ہوئی ہے وہ سمت ۸۳۸ء میں چوڑ کی راج گدی پر بیٹھا۔ جب پیا چوڑ میں راج کرتا تھا تو بغداد میں دلی خلیفہ تھا۔ محمد بن قاسم نے ہندوستان پر جو حملے کیے۔ ہندوؤں کی تاریخ میں ان حملوں کا بیان سوارا سکے کچھ اور نہیں ہے کہ کچھ کبھی سندھ سے کبھی سمندر سے آئے سمندر ۶۶۴ء سے ۶۸۳ء تک میں مسلمانوں نے جو چوڑ پر حملہ کیے اُس کی حفاظت میں بہت سے راجاؤں نے مدد کی اور مسلمانوں کے حملوں کو جو موری نہیں پر ہوئے اس نے گھلوت کے نوجوانوں کی مدد لیکر ہٹائے مسلمان کبھی بند سے متھر میں آئے اور سوراشٹر اور سندھ کی طرف سے اُنھوں نے مراجعت کی۔ بیانے ان کا تعاقب کیا اُس نے اپنے باپ دادا کے شہر گجنی (گجنایت) اسور (مسلمانوں) کے قبضہ میں دیکھا۔ سلیم دہاں حکمراں تھا اس کو شکست دیکر اسکی بیٹی سے بیانے بیاہ کیا۔ یہ ایک تعجب خیز امر ہے کہ ایک ہندو مسلمان سے یوں بیاہ کرے۔ میواڑ کے راجہ کھان کے عہد میں ۸۱۲ء سے ۸۸۳ء کے درمیان محمود حسنہ اسانی کے حملہ کا بیان لکھا ہے جس کی حمایت کے لیے بہت سے راجہ آئے۔ کھان کے رس میں اس کا بیان ہے کھان ۲ بڑی بڑی لڑائیاں لڑا۔ جس سے اُس کا نام ہوا۔ اس کی پندرہویں پڑھی میں سرسی اس کا جانشین ہوا۔ وہ ۱۲۰۰ء میں پیدا ہوا تھا اسکے زمانہ میں یہ بڑا انقلاب ہوا کہ مسلمانوں کے حملے

ایسے ہوئے کہ ہندوؤں کے سر پر سے راج کا تاج اُتر گیا اور مسلمانوں کے سر پر رکھا گیا۔
 اب ہم کیشنر چند کے بیان کو انھیں کے محاورات میں بیان کرتے ہیں وہ اس زمانہ کا
 حال یہ بکھتا ہے کہ پن میں بھولا بھیم - چالوک آہنن تن تھے کوہ آبو پر جیٹ پر مرا - میدان جنگ
 میں قطبی تارا ہے کہ اپنی جگہ سے ہٹا نہیں جانتا میواڑ میں سمیر سنگہ ہے جو بڑے بڑے زبردست
 راجاؤں سے خراج لیتا ہے وہ دہلی کے دشمنوں کے روکنے کے لئے لوہے کی دیوار ہے۔
 سب کے بیچ میں اپنی قوت میں زبردست منڈور کا راجہ مغور ناہراؤ ہے جو مارو کی
 قوت بازو ہے اور وہ کسی سے خوف نہیں کرتا۔

دہلی میں سب سے بڑا راجہ آتنگ پال ہے جس کے حکم سے یہ راجہ حاضر ہوئے۔
 راجہ منڈور - راجہ ناگور - وسندھ - جلوت - اور حدود کے راجہ - پشور - لاہور کا نگڑا
 اور کوہستانی راجہ دراجہ کاشی دیریاگ - اور گڈھ دیوگیری - سرد ملکوں کے راجہ
 یہ سب اس کی قوت سے ڈرتے تھے۔ جب زابلستان سے بھی نکالے گئے ہیں۔ وہ
 ان مقامات میں ہتے تھے۔ پنجاب میں سالباہن اور ٹوٹ - دیر اول میں جکوا آخر میں
 انھوں نے آباد کیا تھا اور قدیمی نوڈور واپس جس کو انھوں نے ریگستان میں فتح کیا
 تھا اور اس زمانہ میں وہ اپنا دارالقرار حبیب پور ہے تھے۔ اس کو نے میں صدیوں
 تک وہ خلفاء کے نائبوں سے اردیں لڑتے رہے۔ اور کبھی کبھی انھوں نے اپنے
 قدیمی ملک کو شہرناک تک جو دریا سندھ پر پہنچنے سے واپس لے لیا۔ ان کا مقام ایسا
 کہ وہ ہندوستان سے کم تعلق رکھتے تھے پر پختی راج کا ایک بڑا افسر اچلیس تھا وہ
 راجہ بھٹی کا بھائی تھا اس سبب سے ان کو تعلق اس راجہ کے عہد میں ہندوستان
 پیدا ہوا۔ پر پختی راج کی بہن کی شادی سمرس کے راجہ چوڑ سے ہوئی۔ اس لئے
 جب پر پختی راج کی لڑائی شہاب الدین غوری سے ہوئی تو پر پختی راج نے اس کو
 یلچی بھیج کے بلایا۔ گلر کی لڑائی میں وہ اور اس کا بیٹا مارے گئے۔ چند نے اسکی بہت سی

بھائی کی ہر سمرس کے کئی بیٹے تھے۔ گرنائس کے جانشین سیم ۱۲۴۹ء میں ہوا۔ اسکی مان کم دیومی بڑی لائق اور ہوشیار تھی وہ قطب الدین سے امیر کے قریب لڑی تو راجہ اور گیارہ چھوٹے سردار اس کے ہمراہ تھے۔ قطب الدین کو شکست ہوئی اور زخمی ہوا اس کے بعد ۱۲۵۹ء میں راہب چتور کاراجہ ہوا وہ شمس الدین سے ناگور میں لڑا اور غالب رہا اس راجہ نے دو بڑی تبدیلیاں کیں۔ اول اس نے قوم کا نام بدل کر سہو دیار کہا۔ دوم پہلے جو چتور کے راجہ کو راول کہتے تھے اس لقب کو بدل کر اس نے رانا لقب کر دیا۔ نصف صدی میں میواڑ میں تو راجاؤں نے راج کیا۔ نویں پیڑھی میں راہب کا بیٹا لکھسی چتور کاراجہ ہوا۔

لکھسی اپنے باپ کی جگہ سمت ۱۳۳۱ء میں تخت نشین ہوا اس کے راج کا بڑا واقعہ چتور کی تباہی میں سلطان علاء الدین کا حملہ ہے۔ سلطان نے دو دفعہ اس پر حملہ کیا۔ وہ پہلی دفعہ میں ناکام رہا۔ دوسری دفعہ فحیاب ہوا۔ لکھسی خرد سال تھا اس کا چچا بھیمسی اس کا سرپرست تھا۔ ٹوڈ راجستھاں میں تو لکھا ہے کہ بھیمسی نے سی لون کے راجہ ہمبر کی بیٹی سے بیاہ کیا تھا۔ بیوی اس کی حسن و جمال میں بے مثال تھی اسی لیے اس کو پدمنی کہتے تھے۔ مگر ابوالفضل نے لکھا ہے کہ راول رتن سی مرتزبان چتور کے پاس ایک پدمنی تھی۔ سلطان علاء الدین کو اس سے عشق ہوا اس کے بیان کو ہندی کبیشتر اور بھاٹ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ علاء الدین نے جو چتور پر حملہ کیا اس میں اس کو خیال ملک اور دولت حاصل کرنے کا ایسا نہ تھا جیسا کہ اس پدمنی کے ہاتھ لگنے کا۔ جب حملہ میں عرصہ دراز ہو گیا تو اس نے رانا سے اس پدمنی کی درخواست کی جب اسکے تئیں ناکامی ہوئی تو اس نے اس خواہش پر بس کی کہ پدمنی کو مجھے دکھا دو اس کی درخواست کے جواب میں اس سے کہا کہ وہ فقط آئینہ میں اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے تو اس نے یہی

کرنائس

سلطان علاء الدین کا حملہ چتور پر

منظور کر لیا۔ اس آرزو میں وہ تھوٹے سے آدمیوں کو ساتھ لیکر راجپوتوں کی ایمانداری پر بھروسہ کر کے قلعہ کے اندر گیا اور آئینہ میں اپنے محبوب کا چہرہ دیکھ کر وہ پس آیا۔ راجپوت بھی سلطان کی ایمانداری پر اعتبار کر کے قلعہ کے نیچے اس کے ہمراہ آئے۔ راہ میں ہمراہیوں سے وہاں یہ غدر خواہی کرتا رہا کہ میں نے آپ لوگوں کو ناحق تکلیف دی۔ سلطان نے یہ جان جو کھوں کا کام راجپوتوں کی ایمانداری کے سبب سے کیا تھا مگر کہیں گاہوں میں اُس نے اپنے آدمی بٹھار کئے تھے۔ جنہوں نے بھیم سی کو گرفتار کر لیا اور اپنے لشکر میں اُس کو جلدے آئے۔ اب اس کی رہائی کا مدار پدمنی کے حوالہ کر دینے پر بھٹیرا۔

جب چٹوڑ میں اس ہولناک واقعہ کی شہرت ہوئی تو راجپوتوں کے ادا سنان خطا ہوئے اور آپس میں گفتگو ہونے لگی کہ پدمنی کو حوالہ کریں یا بھیم سی کو چھٹائیں۔ پدمنی سے یہ حال کہا گیا تو اُس نے اپنے چچا گور اور اُس کے بھتیجے بادل کو بلایا یہ دونوں سنگالی امیر زادے تھے اُن سے یہ سارا احوال کہا اُنہوں نے ایسی تدبیر سوچی کہ جس میں بھیم سی کو رہائی ہو جاوے اور پدمنی کی بھی جان اور عصمت بچ جاوے سلطان علاء الدین کو یہ کہلا بھجوا دیا کہ جس روز تو اپنے مورچوں سے پرے ہٹ جائے گا تو اُسی روز تیرے پاس پدمنی روانہ ہوگی مگر وہ اُسی ٹھاٹھ کے ساتھ آئے گی جو اُس کی شان کو نمایاں ہے اس کی ساری لونڈیاں اور نوکرین ساتھ ہونگیں جو دہلی جائیں گی۔ اور آخر رخصت کی ملاقات کے لیے اس کی کل سبیلیاں بھی ہمراہ ہونگیں۔ خیمہ گاہ پر سے وہ آخر ملاقات کر کے اُٹھی چلی آئیں گی سلطان نے خوش ہو کر حکم دیدیا کہ پدمنی کی سواری کی پردہ داری میں ہر طرح کا اہتمام ہو اور کوئی اُسکے دیکھنے کا قصد نہ کرے۔ سات سو ڈولیاں سلطان کے خیمہ گاہ کو روانہ ہوئیں۔ ہر ڈولیا کے اندر ایک سو رما گبرو بیٹھا تھا۔ چھ چھ

مسلح سپاہی ڈولی بانوں کا بھیس بدلے ہوئے ڈولیوں کو گندھے پر لیے ہوئے تھے۔
 سلطان کا خیمہ قاتوں سے گھرا ہوا تھا اُس میں یہ ڈولیاں داخل ہوئیں نصف گھنٹے کی
 اجازت مانگی گئی کہ پدینی اپنے شوہر سے آخر ملاقات کر لے بھیمسی کو ایک ڈولی میں بٹھا کر
 چلتا کیا اور باقی ڈولیاں رکھی رہیں کہ وہ رانی کے ساتھ دہلی جا بیٹھی جب اس ملاقات میں
 دیر لگی تو علاء الدین کے دل میں میاں بیوی کے ملاپ کا رشک پیدا ہوا۔ اسکی نیت
 میں یہ نہ تھا کہ بھیمسی کو خلاص کرے جب وہ آیا تو یکایک ڈولیوں میں سے بجائے عورتوں
 کے جانباڑ سپاہی نکلے مگر علاء الدین کے ساتھ بھی مسلح آدمی بہت تھے اس نے
 اپنے سپاہیوں کو ان کے تعاقب کا حکم دیا۔ بھیمسی کے سپاہی پیچھے ہٹ ہٹ لڑتے
 جاتے تھے یہاں تک کہ کوئی ان میں زندہ نہیں رہا راہ میں بھیمسی کے لیے ایک تیز رفتار
 رہوار لگا رکھا تھا وہ اس پر سوار ہوا اور خیر و عافیت سے قلعہ کے اندر پہنچ گیا۔ علاء الدین
 کی سپاہ سے قلعہ کے دروازہ پر گورہ اور بادل بہادروں کو ساتھ لے پدینی کی عزت
 اور بھیمسی کی جان بچانے کے لیے خوب لڑے اور کٹ کٹ مرے گورہ اور بادل بہادروں کی عزت
 بادل زخمی ہو کر بھاگا اور اور بہادروں میں چند ہی زندہ رہے کچھ عرصہ تک علاء الدین
 کی کامیابی میں التوا ہوا اور راجپوت بہادروں نے جانباڑی کر کے اپنے مقابلہ کرنیکا
 خوف ایسا دلایا کہ سلطان اپنی اس مردانہ مہم سے بہ مجبوری باز آیا۔ بادل کی عمر بارہ برس
 کی تھی۔ اس عمر میں راجپوت اپنی اولاد کے ہونہار ہونے کا امتحان کیا کرتے ہیں وہ زخمی
 ہو کر بھاگا تھا۔ اسکا چچا گورہ مارا گیا تھا اسکی چچی بھتیجے پاس آئی اور کہنے لگی کہ پہلے اس سے
 کہ میں اپنے خاندان پاس جاؤں تجھ سے یہ پوچھتی ہوں کہ میرے خاندان پر لڑائی میں کیا
 گزری۔ اُس نے کہا کہ لڑائی کا کھیت تو وہ کاٹ رہا تھا میں اُس کے قدموں کے
 نیچے خوشہ چینی کر رہا تھا اُس نے عزت کے خون آلود فردش پر ایک مقتول کا بچھونا
 بچھایا اور ایک وحشی شاہنشاہ کو مار کر اسکا ٹیکہ لگایا۔ دشمنوں کے گھیرے میں وہ اسپر سو گیا۔

اے مادر میں کیونکہ اس کے کاموں کی تعریف کر سکتا ہوں اُس نے کوئی دشمن نہیں چھوڑا جو اُس کو ڈرائے یا اُس کی تعریف کرے۔ چچی سنگھ مسکرائی اور ہتھیے سے یہ لہکر رخصت ہوئی کہ میرا خاوند میرے دیر لگانے سے خفا ہو گا پھر وہ جلتی آگ میں کود پڑی اور سستی ہو گئی۔ سلطان علاء الدین نے اپنے لشکر کو پھر مرتب کیا اور تازہ سپاہ ہمہ نچا کر قوی کیا اور چتوڑ پر دوبارہ حملہ سمت ۱۳۴۶ء میں کیا فرشتہ نے ۱۳ برس بعد اس حملہ کو لکھا ہے۔

پہلے حملہ میں جو بہادروں کا نقصان ہوا تھا ابھی اس کا عوض ایسا نہ ہوا تھا کہ وہ بحال ہوتے۔ سلطان نے قوی حملہ کیا۔ جنوب کے پہاڑ پر قبضہ کر کے وہ قلعہ کے بہت قریب آ گیا اور وہاں اس نے مورچے بنائے۔ راجپوت ان مورچوں کے نشان اب تک بتاتے ہیں۔ اس سخت حملہ سے راجپوتوں پر بلائیں نازل ہوئیں ایک کبیشہ نے ان کے گیت خوب بنائے ہیں اور ان میں خوب مضمون تراشے ہیں وہ کہتا ہے کہ رانا دن کو بہت محنت کر کے ہارا تھا کارات کو بستر پر حیران پریشان پڑا یہ سوچتا تھا کہ میں کیا تدبیر کروں کہ میرے بارہ بیٹوں میں سے کاش ایک بیٹا تو بچ جائے اس تنہائی کی حالت اس کو یہ مذا آئی کہ میں بھوکی ہوں اس نے آنکھ اٹھا کر دیے کے دھندلے اُجالے میں جو دیکھا تو دوستوں کے درمیان چتوڑ کی محافظ دہلی سٹا ہاؤس لباس پہنے ہوئے جاتی ہوئی نظر آئی۔ رانا نے اس سے کہا کہ تو میرے آٹھ ہزار رشتہ داروں کو کھا چکی ہے۔ اس پر بھی تیرا پیٹ نہیں بھرا۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ میں راجاؤں کی بھیٹ لوں گی۔ اگر چتوڑ کے راج کے بارہ وارث اپنا خون نہیں بہا بیٹنگے تو یہ راج انکے منس سے نکل جائیگا یہ لہکر وہ غائب ہو گئی۔ رانا نے صبح کو امیروں کی کونسل جمع کر کے اس رات کے واقعہ کا بیان کیا سب نے کہا کہ رانا کو پریشان دماغی

اور پرانگندہ دلی سے یہ سپنا دکھائی دیا۔ رانا نے ان سب کو آدمی رات کو بلایا
 جب یہ سب شب کو آئے تو ان کے سامنے وہی دیوی آئی اور کہنے لگی کہ ہر روز ایک راج
 کا وارث راج گدی پر بیٹھے اور کرینا (آفتابی) جو بادشاہی امارات میں سے ہے
 اور چھترا (چھتر شاہی) اور چھرا (چھتر شاہی) کی ریس ادا کی جائیں اور تین روز وہ سب
 پر حکمرانی کرے اور چوتھے روز دشمن سے لڑ کر اپنی جان دے۔ میں ان وارثوں کے
 خون کی بھڑکی ہوں۔ اگر اس سرزمین پر ہزاروں وحشیوں کی خون پاشی ہو تو مجھے
 اس سے کیا مطلب؟ میری یہ شہر اٹھ جب پوری ہونگی تو میں تمھارے ساتھ رہوں گی۔
 گو یہ بیان کیشنوں کی گھڑت ہو یا راجپوتوں کے دل بڑھانے کے لیے یہ اختراع
 ہو، مگر راجپوت اسکو سچ جانتے ہیں اس گھڑت سے ان کا مطلب چل ہوا کہ اچھلکسی
 کے بیٹوں میں ہر ایک اپنے ملک کے لیے جان دینے میں اپنی تقدیم پر اصرار نہ کرے
 کرتا تھا۔ اسی نے کہا کہ میں عمر میں سب سے بڑا ہوں اس لیے میرا حق سب سے
 زیادہ مقدم ہے۔ اول اسی کے راج تلک لگا اور سر پر چھتر چھایا گیا۔ تین دن راج کر کے
 چوتھے روز دشمن سے لڑ کر سنار سے سدھارا۔ اس کے بعد عمر میں اچھی سی تھا۔ اس نے
 رانا سے درخواست کی مگر وہ رانا کو سب بیٹوں میں سب سے زیادہ عزیز تھا۔ اس لیے
 رانا نے یہ صلاح پھرائی کہ اول اور اسکے دس بھائی باری باری سے راج گدی پر بیٹھیں۔
 سب بیٹوں نے باپ کی بات کو مان لیا۔ اس طرح گیارہ بھائی تین تین دن راج کر کے
 میدان جنگ میں دشمن سے لڑ کر فنا ہوئے ایک بھائی باقی تھا جس کے قربان ہونے سے دشمن
 کے ہاتھ سے شہر بچا تو رانا نے اپنے صلاح کار امرا کو بلایا اور ان سے کہا کہ اب میں خود
 چوڑ پر جان قربان کرتا ہوں مگر اپنے قربان ہونے سے پہلے ایک در عبرتناک قربانی اس نے
 یہ کی کہ اپنے حفظ ناموس کے لیے لکڑیوں کا انبار زمین کے اندر ایک غار میں گھایا جہاں
 سورج کی کرن کا بھی گزرنہ تھا۔ رانیاں اور امیرزادیاں وہاں جمع ہوئیں اور سب

اس چٹا میں جگہ خاکستر ہو گئی۔ ان میں پٹنی بھی تھی جسکی خاک اس ڈھیر میں تھی۔ اسکی جان گئی مگر عصمت بھی۔ اجمی کسی کچھ فوج کو ہمراہ لیکر کلیو اڑہ میں صحیح سلامت جا پہنچا رانا اپنے بیٹے کی اس سلامتی سے خوش ہوا کہ میرا بیٹا بالکل قیت و نابود ہونے سے سلامت رہا۔ پھر رانا اپنے جان نثاروں کو ہمراہ لیکر سلطان علاء الدین سے لڑا اور جان سے گیا۔ چوڑ میں سلطان داخل ہوا وہ جانداروں سے خالی اور مردوں سے پُر تھا چٹا میں اسکی مشوقہ دلربا کی لاش میں سے دھواں اُٹھ رہا تھا یہ غار اس زمانہ میں بڑا مقدس و متبرک گنا جاتا تھا تو ہمارے کے مطابق مشہور ہو گیا ہے کہ اس غار کا محافظ ایک بڑا اثر دہا ہے جسکے سبب کسی آدمی کی رسانی نہیں ہوتی کہ آنکھ کھول کر دیکھے کہ وہاں کیا ہے۔ اب سکندر ثانی سلطان علاء الدین کا چوڑ پر قبضہ ہوا اور بہت غنیمت ہاتھ لگی۔ رچوتوں کی بہت سی تھیں اسکی مطیع ہو گئیں اس نے جھالور کے راجہ مالدیو کو جو اس کا مطیع تھا یہ قلعہ حوالہ کیا۔

راجہ اجمی کی جو زندہ بچا تھا وہ کلیو اڑ میں رہتا تھا یہ شہر کوہستان ارولی کے وسط میں ہے اور یہ پہاڑ میواڑ کی سرحد مغربی ہے اس کے بعد اجمی سی کے بڑے بھائی کا بیٹا ہمیر تخت نشین ہوا۔ اس نے مالدیو سے چوڑ لے لیا۔ مالدیو چوڑ چھینو کے سلطان علاء الدین کے جانشین سلطان محمود خلجی پاس چلا گیا وہ فوج لیکر اس سے لڑنے گیا۔ سنگولی کے میدان میں لڑائی ہوئی اور محمود خلجی کو شکست ہوئی۔ وہ ایسے پہاڑوں میں سے لشکر کو لیکر گیا تھا کہ بہت سا لشکر اس کا بیکار ہو گیا تھا وہ خود قید ہو گیا۔ تین مہینے تک مقید رہا۔ اجمیر۔ رنبھور۔ ناگور۔ سوی سیو پور۔ اور پچاس لاکھ روپیہ اور سو ہاتھی دیکر رہا ہوا۔ ہندوستان میں ہمیر ہی ہندؤں کا راجہ تھا اور سب قدیمی خاندان مغلوب ہو گئے تھے مسلمانوں کے قبضہ سے میواڑ نکل کر پھر رچوتوں کے حکومت میں آ گیا تھا مسلمانوں کے حملے سے پہلے اگرچہ ہندوستان میں میواڑ اوج پر تھا مگر جب سے ہمیر نے دارالسلطنت چوڑ کو دوبارہ حاصل کیا۔ اس وقت سے دو سال تک اسکی سلطنت

و حکومت کو استحکام رہا۔ اس عرصہ میں راجپوت مسلمانوں سے خوب لڑتے رہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ مسلمان پادشاہوں کے خاندان خلی و لودھی و پوری جلدی جلدی بدلتے رہے اور آپس میں لڑتے رہے جس سے میواڑ کو بہت فائدہ ہوا۔ اور وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے بچا رہا وہ فقط اپنے ہی ملک کی حفاظت نہیں کرتا تھا بلکہ غیر قوموں پر حملہ کرنے کی قوت رکھتا تھا۔

میواڑ کے راجاؤں میں ہمیشہ بڑا فرزانہ اور بہادر راجہ ہوا ہے اس کے بعد سمت ۱۳۴۳ء میں اس کا بیٹا کیٹک سی رانا ہوا۔ اس کے بعد سمت ۱۳۴۹ء میں مکھار رانا ہوا۔ ان راناؤں نے ان عمارات کو دوبارہ تعمیر کرا دیا۔ جو علماء الدین نے مسمار کی تھیں۔ بعد اسکے موگل آجا ہوا۔ جب میر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا ہے تو سمت ۱۳۹۳ء میں میواڑ میں انا موگل راج کرتا تھا۔ امیر نے تو اس ملک کے فتح کرنے کا ارادہ کیا مگر اس کا کچھ ذکر تاریخ میواڑ میں نہیں آیا۔ مگر کسی اور دہلی کے پادشاہ نے خواہ فیروز شاہ ہو یا اس کا پوتا ہو میواڑ میں گزر گیا اور ریلے پور کے میدان میں کوہ اردلی کے دروں میں رانا موگل سے لڑا رانا نے اس کو ہٹا دیا۔

اس رانا کا بیٹا کو مہمو ۱۳۷۵ء سمت میں اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس وقت میواڑ کی سلطنت اپنے معراج پر تھی۔ دہلی کی سلطنت سے مالوہ اور گجرات جدا ہو گئے تھے اور انہیں جدا سلطنتیں قائم ہو گئیں تھیں۔ ان دونوں نے متفق ہو کر سمت ۱۳۹۶ء سمت میں بے شمار لشکر لیکر میواڑ پر حملہ کیا۔ کو مہمو ان سے لڑنے کے لیے ایک لاکھ سوار و پیادے اور چودہ سو فیلے گیا اور سلطان محمود کو قید کر لیا پھر اسکو رہا کر دیا۔ میواڑ کی حفاظت کے واسطے اس میں چوراسی قلعے بنے ہوئے تھے استحکام میں چوڑے کے بعد اسکا بنایا قلعہ کو مہمو تھا۔ اس نے سچاس برس سلطنت کی سمت ۱۵۲۵ء میں اسکو بیٹے نے مار ڈالا جس کا نام اودا تھا وہ یہ نہ سمجھا کہ جو شخص اسکی زندگی کا سبب ہوا اسی کی زندگی کو اس نے تمام کیا۔ اس بیوہ حضرت

سے اس کا لقب ہتھیار ہوا۔ قوم کے سائے رئیسوں کو اُس سے نفرت ہوئی جب اس نے دیکھا کہ قوم کا کوئی رئیس اس کی طرف ملتفت نہیں ہوتا تو اس نے شہنشاہ دہلی سے وعدہ کیا کہ میں اپنی لڑکی اس شراٹ پر بیاؤں گا کہ وہ اسکو تخت سلطنت پر قائم رکھے مگر اسپر قمر الہی یہ نازل ہوا کہ جب وہ پادشاہی دیوان خانہ سے باہر نکلتا تھا تو اسپر بجلی گری کہ وہیں بھسمت ہو گیا۔ کبیشتر اس بیان کو لکھتے ہوئے جھپٹتے ہیں اچھی طرح نہیں بیان کرتے۔

سمت ۱۵۳۷ء میں رائے مل اپنی بہادری سے کو مبھو کا جانشین ہوا۔ اودا کے مرنے کے بعد جس کا ذکر ہوا اسکے بیٹوں سس مل و سوج مل کی امداد کے لیے شاہ دہلی نے میواڑ پر حملہ کیا۔ بمقام سیارہ جس کو اب ناتھ دوار کہتے ہیں خیمہ زن ہوا۔ رائے مل اٹھا دن ہزار سوار اور گیارہ ہزار پیادے میدان جنگ میں اودا کے بیٹوں سے لڑنے کے لیے لایا اور گھاٹ میں لڑائی ہوئی۔ اودا کے بیٹے بڑے جوان مرد تھے خوب لڑے اور خون کی ندیاں بہیں مگر پادشاہ دہلی کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ پھر اُس نے میواڑ کی طرف رخ نہیں کیا۔

رائے مل غیاث الدین فرمانروائے مالوہ سے لڑتا رہا اور اکثر اسکو شکست دی پھر خاندان لودھی فرمانروائے ہند ہوا۔ اُس میں اور شاہ میواڑ میں سرحد شمالی کی بابت فساد ہوتے رہے۔

رائے مل کے تین بیٹے تھے اور وہ سب راجستان کی تاریخ میں مشہور و معروف ہیں۔ ایک بیٹا سنگا تھا جو با بر پادشاہ کا معاصر تھا۔ دوسرا پرہمتی راج۔ تیسرا جیل۔ ان تینوں بھائیوں میں آپس میں ایسا فساد ہوا کہ سنگا اور پرہمتی راج جلاء وطن ہوئے اور جیل قتل ہوا۔ چچا سوج مل اور بھائیوں کے قتل میں سنگا کے تلوار کے پانچ زخم آئے اور ایک آنکھ تیر کے لگنے سے بالکل جاتی رہی۔ وہ شیوا چتر بھوج کی طرف بھاگ گیا پرہمتی راج اس کا جانی دشمن اس کے پیچھے لگا ہوا تھا

وہ ناچار بکریاں چرانے لگا۔ دہقان نے اس کو اس بات پر کہ بکریاں چرانے اچھی طرح
 نہیں آتی تھیں سخت سخت کہا اور نکال دیا۔ اس خستہ حالی میں چند وفادار رجوتوں
 نے اس کو ایک گھوڑا دیا بعد بہت سے جھگڑوں اور لڑائیوں کے سمت ۱۵۶۵ء میں
 میواڑ میں وہ رانا ہوا۔ اس کا اصل نام سنگرام ہیٹن میواڑ میں سنگرام مشہور ہے اور
 مسلمانوں کی تاریخ میں اس کا نام سنگالیا جاتا ہے اس کے راج میں میواڑ جس ارج پر
 پہنچی پہلے کبھی پہلے کبھی نہیں پہنچی تھی اس کو ہندو کہتے ہیں کہ اس کا راج میواڑ کے شکوہ کے
 مینار کا کلش تھا وہ مسلمان پادشاہوں سے کچھ خوف نہیں کرتا تھا اسکے ساتھ اسی ہزار سوا
 اور اعلیٰ درجہ کے سات راجہ نوراؤ اور ایک سو چار اور چھوٹے موٹے راجہ اور پانچ سو
 جنگی ہاتھی میدان جنگ میں جاتے تھے۔ گجرات اور مالوہ کے پادشاہ متفق ہو کر بھی
 میواڑ کا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ماڑوار اور امیر کے راجہ اسکے فرمانبردار تھے۔ راؤ گوالیا
 واجیر و سیکری درلے سین و کاپلی و چندیری و بوندی و گگراؤں و آلو اسکے باجگزار
 تھے یا اس کو اپنا سردار سمجھتے تھے جن رئیسوں نے اسکے ساتھ وفاداری اور سلوک کیا
 تھا اور مصیبت کے وقت اس کی مدد کی تھی ان کو وہ بھول نہیں گیا۔ کرم چند راجہ سری نگر
 کو اجیر بطور جاگیر عطا کی اور اسکے بیٹے جگ مل کو راؤ کا خطاب دیا اس نے چندیری کے
 محاصرہ میں خدمات شائستہ کیں تھیں۔ ملک میں جو آپس میں جھگڑے و فساد ہوتے تھے وہ
 سب اس نے دبا دیا پہلے اس سے کہ وہ بابر سے لڑا۔ وہ اٹھارہ لڑائیوں میں شان
 دہلی دمالوہ پر فتحیاب ہو چکا تھا انہیں سے دو لڑائیاں مکرولی و گھوٹلی میں سلطان برہم شاہ
 دہلی سے ہوئیں جنہیں اس کو فتح ہوئی۔ اسکے عہد میں میواڑ کی یہ حدود تھیں۔ میواڑ کی شمالی
 سرحد پر پیداکھال یعنی زر تھیل جو میانہ کے متصل ہے اور شرق میں دریا سندھ اور جنوبی
 سرحد مالوہ اور مغرب میں کوہستان رغوہن وہ راجستان کے بڑے حصہ میں بنتا
 تھا حکمران تھا یادماں کے اور حکمران اسکے زیر فرمان تھے راجپوت اسکے ایسے معتقد تھے

کہ اُسکی پوجا کرتے تھے وہ ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ اگر بابر اُسکی جان کا دشمن نہ پیدا ہوا ہوتا تو وہ ان چھ راجاؤں کے بعد ساتواں راجہ ہوتا جو ہندوستان میں چکر دتی راج کر گئے ہیں۔ ہندوؤں کے پران میں پہلے سے پیشینگوئی لکھی ہوئی تھی کہ ترشکالیوں اور اوراجنبی قویں سورج منیوں اور چندر منیوں کی دشمن ہونگیں۔ وہ پیشین گوئی رانا سنگا اور بابر کی لڑائی سے پوری ہوئی۔ کیونکہ بابر ترشکا یعنی ترک تھا۔ بابر اور رانا سنگا کی لڑائی کا حال میواڑ کی تاریخ میں وہی لکھا ہے جو بابر نے خود لکھا ہے ساری بڑی بڑی واقعات دونوں کی تاریخوں ملتے جلتے ہیں اسلئے ہم ان کو نہیں لکھتے وہ بابر نامہ میں بیان ہوئے۔

رانا سنگا کا قد میانہ تھا جسم شہ زور تھا۔ چہرہ وجہ آنکھیں بڑی بڑی مرنے کے وقت اسکی جسم کا ایک ایک عضو گواہی دیتا تھا کہ وہ بڑا جنگی بہادر تھا اسکی ایک آنکھ بھائی کے ساتھ فساد میں گئی تھی۔ لودیوں کے ساتھ لڑنے میں ایک ہاتھ کٹ گیا تھا ایک لڑائی میں بندوق کی گولی لگنے سے لنگڑا ہو گیا تھا جسم پر اسی زخم تلواروں و برچھیوں و آلات حرب کے تھے مالوہ کے پادشاہ مظفر کو اسی کی دام سلطنت میں قید کرنے سے اور قلعہ رنتھمبور کا حملہ کر کے فتح کرنے سے وہ بہت مشہور ہو گیا تھا اس قلعہ کی حفاظت میں سپہ سالار علی نے بڑی کوشش کی تھی۔ اُس نے ایک محل کتاؤں میں بنایا تھا اسی کی سیدھ میں وہ میواڑ کی شمالی سرحد قائم کرتی چاہتا تھا۔

رانا سنگا کے سات بیٹے تھے ان میں جو دو بڑے تھے وہ چھوٹی عمر میں مر گئے تھے قیسر ایتھرن سمت ۱۵۵۶ء میں باپ کا جانشین ہوا۔ پانچ برس سلطنت کر کے مر گیا۔ پھر اس کا بھائی بکراجیث سمت ۱۵۹۱ء میں جانشین ہوا۔ گجرات کے پادشاہ سلطان بہادر نے اس رانا کو شکست عظیم دی۔ اُس نے جتوڑ کا محاصرہ کیا۔ اول اول وہی قلعہ شکنی میں توپوں کو کام میں لایا۔ راجپوت اپنے نوصب کے سبب سے توپوں کو کام میں نہیں لاتے تھے۔ بلکہ توپوں کو کوستے اور بدعایتی تھے کہ انھوں نے

جوانمردوں کے تیروں اور برچھیوں کے اثر کو بکھا کر دیا۔ سلطان بہادر نے چوڑ کا ایسا پتلا
 حال کیا کہ بوندی کا کبیشتر یہاں کا حال یہ بیان کرتا ہے کہ ان کا راجہ مع پانچو اپنے
 رشتہ داروں کے اڑ گیا۔ راؤ درگانے مع چند اور سرداروں ستواور دودا اور اپنے
 تابعین کے قلعہ کی شکستہ دیوار کی حفاظت کی اور دشمنوں کے حملوں کو ہٹایا اور اس
 بہادر ہی کو دیکھ کر ہمارا بیٹا جو اہر رائے رہنمور مسلح ہو کر لڑنے آئی اور حملہ کر کے ماری گئی
 محاصرین کے ہاتھ میدان رہا۔ اب راجپوتوں نے سمجھا اس لیے بلانی کہ رانا سنگا
 کے چھوٹے بیٹے اودیسنگہ کو جو اسکے مرنے کے بعد پیدا ہوا ہے کیونکر اس جو کھوں سے بچائیں
 چوڑ کی محافظہ دہی پہلے کہہ چکی تھی کہ جب تک چوڑ نہیں بچے گا کہ بارہ راج کے دارث
 جان نہ دیں گے۔ وہ بارہ رانا بھینٹ میں چڑھے۔ اب یہ دیہی پھر راجہ کی بھیت چاہتی تھی
 اسکے لیے یہ تدبیر کی گئی کہ باگھجی راجہ دیولا بھینٹ میں دیے جائیں اس راجہ نے خود اس
 بات کو قبول کر لیا تھا وہ راجہ بنایا گیا۔ خود سال رانا اودیسنگہ کو بوندی کے راجہ سورما
 کے پاس پہنچایا۔ قلعہ کے آدمیوں نے زعفرانی لباس پہنا۔ اور جوہر (جوہر) کی تیاری
 کی گئی۔ چٹانے کی تھوڑی کسر باقی تھی کہ انھوں نے دیوار کی دراڑ کی حفاظت میں
 جان دی۔ پھر قلعہ میں آنے کا یہ رستہ غیر محفوظ ہو گیا۔ چٹانیا رہو گئی اسپیں باروت
 بچھائی گئی۔ کرناوتی جو رانا کی ماں اور جوانمردا رجن ہرا کی بہن تھی وہ جلنی والی عورتوں کی
 سربراہ تھی چٹا پرے گئی۔ وہاں تیرہ ہزار عورتیں جگہ خاکستر ہو گئیں۔ پھر قلعہ کا دروازہ
 کھوکھرا راجہ دیولا اپنے بہادروں کو ساتھ لیکر خوب لڑا اور مارا گیا۔ قلعہ کے اندر کا حال
 یہ تھا کہ ہزاروں کشتوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور سیکڑوں زخمی نزع کی حالت
 میں تڑپ رہے تھے اور موت کے منتظر تھے جس کو وہ بے آبروئی اور قید سے اچھا
 سمجھتے تھے۔ کبیشتر کہتا ہے کہ چوڑ نہیں پرے (قیامت) آگیا تھا۔ راجہ کے سردار اور
 بیٹے بٹے نوکر مائے گئے تھے اور اس طوفان میں ۳۲ ہزار راجپوت جان سے گئے

یہ چوڑ کا دوسرا سا کاہی۔

سلطان بہادر چوڑ میں دو ہفتہ رہا تھا کہ اس نے ہمایوں کے آنے کی خبر سنی جبکہ وہ سُکر بھاگ گیا۔ میواڑ کے کبیشتر کہتے ہیں کہ ہمایوں بنگال سے اسیلے روانہ ہوا تھا کہ رانی کرناؤتی نے اُس سے درخواست کی تھی راس رانی نے ہمایوں کو راکھی بند بھائی بنایا تھا۔ اس راکھی بندی میں بھائی سے یہ شرط ہوتی ہے کہ بہن کی مصیبت کے وقت بھائی کام آئے۔ جب اس رانی نے اپنی مصیبتوں کا حال ہمایوں کو لکھا تو وہ اپنے بنگال کی فتوح کو چھوڑ کر اپنی ایثار و عہد کے سبب سے دوڑ آیا۔ اگرچہ اس کے آنے سے پہلے رانی جل چکی تھی۔ مگر پھر بھی اسکے آنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہادر چوڑ کا رانا بنادیا۔ اگر کبیشروں کا بیان یہ سچا ہو تو ہمایوں کی عالی ہمتی اور ایثار و عہد کا خیال تعجب خیز ہے کہ ابھی باپ کے ساتھ رانا سنگا سے وہ لڑا تھا اسپر بھی اس نے یہ نیک سلوک اپنے دشمن کی اولاد کے ساتھ کیا کہ اُسکے بیٹے کو رانا بنایا۔

بکرہ جیت کو اپنی دار السلطنت اس طرح حاصل ہو گئی مگر اس مصیبت نے اُس کو کوئی فائدہ مند سبق نہ پڑھایا نہ اس تجربہ نے اُس میں کوئی دانائی پیدا کی پھر وہی اُس کی بیبکیاں اور گستاخیاں اپنے بھائی بندوں کے ساتھ تھیں۔ آخر کو راجپوتوں نے بکرہ جیت کو ٹھکانے لگا کے پر پختی راج کے بیٹے بن بیر کو رانا بنایا اور دیسنگہ اُس وقت چھ برس کا تھا۔ بنیر نے اسکے مانے کا ارادہ کیا مگر اُسکی دایہ نے اُسے بچا لیا۔

رانا اودی سنگہ سمت ۱۹۹۶ء میں تخت نشین ہوا۔ اب بڑے کبیشتر کا قول یہ ہے کہ اس سرزمین پر افسوس ہے جہاں کارا راجہ خود سال یا عورت ہو۔ یہ حال میواڑ کا ہوا۔ اودی سنگہ میں جو ائمہ دینی و شجاعت باوجود رانا سنگا کے بیٹے ہونے کے پاس بھی نہیں آئی تھی اس لیے اس میں کوئی لیاقت ایسی نہ تھی کہ وہ میواڑ کی رانائی کے لائق ہوتا۔ ایسی رانائیاں لڑائیاں اکبر شہنشاہ سے ہوئیں۔

میواڑ کے کھوٹے دن آئے تھے کہ اودی سنگھ رانا ہوا سو دیا کی حامی دیبی نے اقرار کیا تھا کہ جب تک بپا کی اولاد میری بھیٹ ہوتی رہیگی میں اپنے گھمنڈ کی پہاڑی کو نہیں چھوڑنے کی نین چوڑ کو۔ جب الای یعنی علار الدین نے اول حملہ کیا تھا تو بارہ تاجداروں نے زعفرانی لباس پہن کر میواڑ کی حفاظت میں جان دی تھی۔

دوسری دفعہ جب اجیب یعنی بایزید بہادر نے فتح چال کی تو دیو لاند کو آیا اور اُس نے اپنی جان دی مگر اب تیسری دفعہ کے حملہ میں کسی نے رانا کی اولاد میں سے اس چوڑ کے دیبی کو اپنی بھیٹ دیکر اس کے غصہ کو فرو نہ کیا اور اُسے اپنا طہدار کر کے قلعہ کے کنگروں کو محفوظ نہ کرایا وہ دیبی وہاں سے چلی گئی اور اُس کے جاتے ہی قوم اگھوت کا جو طلسم بنا ہوا تھا وہ شکستہ ہو گیا اور وہ پوشیدہ رشتہ جس نے چوڑ کو دہامی حکومت اگھوت سے باندھ رکھا تھا ٹوٹ گیا۔ اودی سنگھ کے ساتھ وہ پری دیبی اُڑ گئی جس سے اندھیری رات میں تیسری کی آنکھیں کھول کر کہا تھا کہ ہندو کی شان و شکوہ اب جاتی ہے۔ کبیشہ کہتا ہے کہ اس کے جاتے ہی وہ دیواریں جو مدتوں سے راجپوتوں کا بیت المقدس سمجھی جاتی تھیں۔ اور اس کو انکی عظمت و جلال کا مالہ گھیرے ہوئے تھا اس کو اب راجپوتوں کی آزادیاں اور مذہب ناپاک سمجھنے لگے۔ گو یہ قصص و روایات زبانی ہیں مگر ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راجپوتوں کو اپنی آزادی کیسی پسند تھی اور وہ اپنی باتوں میں کیسے متعصب تھے میواڑ کی زبانی روایات حکایات میں اکبر کے ایک حملہ کا ذکر یہ ہے کہ اُس نے چوڑ پر فوج کشی کی اور ناکام واپس آیا۔ رانا کی رانی سپاہ کو لیکر اکبر کے لشکر میں حملہ کرتی ہوئی گھس گئی اور ایک دفعہ وہ شہنشاہ کے صدر مقام پر بے محابا جا پہنچی۔

نامور رانا نے مشتہر کیا کہ میری جان اس رانی نے بچائی اس سے راجپوت سمجھے کہ ہماری شجاعت پر دلغ لگتا ہے کہ ایک عورت راجہ کی جان بچائے

وہ ایسے پیش میں آئے کہ سازش کر کے اس عورت کو انھوں نے مار ڈالا۔ اکبر نے راجپوتوں میں یہ خانگی فساد دیکھ کر چوڑ کا دوبارہ محاصرہ کیا اس وقت اکبر کی عمر پچیس برس کی تھی۔ اسکی تمنا دلی یہ تھی کہ چوڑ کو فتح کر کے نامو ہوں۔ اسکے لشکر گاہ کے نشانات اب بھی موجود ہیں جسے معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں ننڈ دلی سے لیکر بسی کی شاہ راہ پر دس میل تک اسکا لشکر پڑا تھا کہ ہیڈ کوارٹر کے مقام پر سنگ مرمر کا مخروطی مینار بنا ہوا ہے اس کو اکبر کا دیوا کہتے ہیں جب اکبر چوڑ سے باہر خیمہ زن ہوا تو رانا اودیسنگ نے کسی ضرورت کے سبب بھجوری چوڑ کو چھوڑ دیا یہ ضرورت اور اسکی دلی خواہش متحد تھیں مگر اس نے اسکی حفاظت کے لیے بڑے بڑے بہادر سردار مقرر کیے چوڑ کی اولاد میں سے بہت سے سپاہیوں کے گروہوں کے سپہ سالار تھے لیکر سوچ دروازہ پر کھڑا ہوا دشمن کا مقابلہ اسکے داخل ہونے کے وقت خوب کیا اور پہلے اسکے جان گئی پہاڑ پر جو جگہ اسکی خون سے تر ہوئی تھی وہاں اسکا مقتل بنا ہوا یادگار روزگار ہے جن میواڑ کے سرداروں نے یہاں جانفشانی کی انکی تفصیل یہ ہے۔ مدیر یا کارادت دو دیا۔ بیدلا۔ کیٹریو۔ اولاد پر تھوی راج دہلی۔ بجولی کا پرمار۔ بدری کا بھلا۔ انھوں نے اپنی بہادری دکھا کے اپنی سپاہ کو بہادر بنایا چوڑ کی حفاظت کے لیے جو غیر ملکوں سے مدد گاران کر خوب لڑے ان کی تفصیل یہ ہے۔ جھالور کے کارن سوئی نینگ راؤ کا بیادیلو لائشور داس راٹھور۔ کرم چند کچھوا۔ رودا۔ سدھنی۔ گویا راجہ جکی قوم تواری تھی۔ میواڑ کی روایات کے تاریک صفحات میں سب سے زیادہ روشن حرفوں میں پٹنور کے جیل کا اور کھلوڑ کے بیپا کا نام لکھا ہوا ہے۔ اکبر نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ انکی بہادری اور جوانمردی کا بیان راجپوتوں کے دروزبان ہے۔ میواڑ میں جو رانا کے سولہ تابعین تھے انہیں سے یہ دو بھی تھے۔ جیل راٹھور میرتیا کے خاندان کا تھا وہ مارواڑ کے سرداروں میں بہادر تھا۔ پٹا جگوتیوں کا جو چوڑ کی ایک بڑی شاخ ہے سردار تھا۔ راجپوتوں کو جب تک اپنے باپ دادا کی محبت یاد رہی گی

وہ جیل کا نام نہیں بھولیں گے۔ اس لڑائی میں عورتوں نے اپنی اوڑھنیوں پر ڈھال لگائی اور بہادروں کو ساتھ لیکر دشمن کے لشکر میں بے تحاشا گھس گئیں۔

جب سورج دروازہ پر سو سبز اقل ہوا اور کھیلوار کا بیٹا اسکی جگہ مقرر ہوا تو اس کی عمر سولہ برس کی تھی۔ باپ اس کا پہلی لڑائی میں مارا جا چکا تھا۔ اسکی ماں زندہ تھی اس نے بیٹے کو زعفرانی پوشاک پہنائی اور چوڑے کے لیے جان دینے کی نصیحت کی اور اس کے لیے بیوی کے ہاتھ میں برچی دیکر اپنے ساتھ لیا اور یہ دونوں پہاڑ سے نیچے اترے۔ یہ دُہن لڑ کر مر گئی راجپوتوں نے جب یہ دیکھا کہ ہماری لڑکیاں اور بیویاں ایسی بہادریاں کرتی ہیں تو وہ سب کے سب ایسی بہادری سے لڑے کہ جان کی پرواہ نہ کی اور دیر تک ملک کے بچانے میں جانفشانی کرتے رہے اور ان کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ ہتھیار چھوڑ کر دشمن سے ہٹ جائیں۔ جب جیل کے گولی مار کر لگی تو اسکو افسوس ہوا کہ اس دور کے صدمہ سے میری جان جائیگی۔ اب اس نے دیکھا کہ چوڑے کے بچنے کی امید کچھ نہیں اسکی شمالی طرف بالکل غیر محفوظ ہو گئی ہے تو اس نے یہ ارادہ کیا کہ ایک بار گی مائیے یا مر جائیے آٹھ ہزار راجپوتوں نے زعفرانی لباس پہنا اور آخری بیڑا اٹھایا۔ چوڑے کے دروازے کھول دیے۔ خونریزی شروع ہوئی۔ چند ہی رچوت زندہ رہے ہونگے جنکے زعفرانی لباس پر دشمن کے حوالہ کر نیکادہ قبہ لگا۔

شہنشاہ اکبر چوڑے میں داخل ہوا۔ ۳۲ ہزار راجپوت مارے گئے۔ سترہ سو سردار کام میں آئے۔ سرداروں میں صرف ایک گوالیار کا راجہ قوم توار کا بچکر نکل گیا۔ نو رانیاں باغ امیر زادیاں دس لڑکے خود سال تمام سرداروں کے اہل و عیال جیسے جگہ فاکٹر ہوئے۔ راجپوتوں کو انکے دیوتا نے جو سورج تھا چھوڑ دیا تھا۔ چوڑے کا آخری روز اتوار کا دن یعنی سورج کا دن تھا یہ آخر شعاع اس نے اپنے جلال کی چوڑ چڑھائی چوڑ لٹ گیا۔ رانا کے مکانات و محل و مندر سب غارت ہوئے۔ تمام امارات شاہی چھن گئے۔ نقارہ جنگی آوازیں کوسوں جاتی تھیں۔ شہنشاہ نے چھین لیے۔ وہ تلوار جو

شوالہ میں چوڑکی کے لیے بیا کی کمر میں باندھی گئی تھی وہ لے لی شوالہ کے دروازے اُکھڑ کر
اکبر آباد کے قلعہ میں لگانے کے لیے بھیجے گئے۔

اکبر نے ان راجپوتوں کی تعداد دریافت کرنے کے لیے جو اس لڑائی میں مارے گئے تھے
انکے گلوں کے زنا ر اُتر واکے منگوائے تو وہ ساٹھے چوہتر من وزن میں ہوئے اس زمانہ سے
یہ عدد ۴۴ ۱/۲ بمنزلہ طلاق سمجھا جاتا ہے۔ صرافوں کی چٹھیوں کے اوپر ۴۴ ۱/۲ لکھے ہوئے ہوتے
ہیں جسکے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جو اسے کھول کر پڑیگا وہ چوڑکے قتل کے گناہ کا مرتکب ہوگا۔ یہ
ایک لچٹ حکوسلا بھاٹوں اور کیشیروں کا گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے جنہوں کے وزن میں نہایت
مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ چوڑکو اودیسنگہ چوڑ کر چلا گیا تھا۔ وہ راج پیلی کے جنگل میں
قوم گوہیل کے پاس پناہ گزین ہوا۔ یہاں سے وہ گردگھاٹی میں ارولی کے اندر گیا
یہ مقام اُس جگہ کے متصل ہے جہاں چوڑکے فتح کرنے سے پہلے باگوشہ گزین ہوا تھا
چوڑکے فتح ہونے سے چند سال پہلے اس نے اس پہاڑی کے دروازہ پر ایک تالاب
بنایا تھا۔ جواب تک دوے ساگر کے نام سے مشہور ہے اور اس نے پہاڑوں کے درمیان
ایک بند بندھوایا جس نے ایک دوسرے پہاڑ کے چشموں کے دھاروں کے پانی کو
روک دیا۔ جہاں پہاڑوں کا جھنڈ تھا اسپر ایک محل بنوایا جس کا نام لوچو کی مشہور ہے۔ پھر
اسکے گرد بہت جلعمارات عالی شان تیار ہوئیں اور نیک شہر کی صورت پیدا ہوئی اور
اس کا نام اپنے نام پر رانا اودیسنگہ نے اڈے پور رکھا جواب میواڑ کا در الحکومت ہے
اودیسنگہ چوڑکے فتح ہونے کے بعد چار سال جیار ہا اور بیالیس برس کی عمر میں
مرا۔ پچیس^{۲۵} سال بچے چھوٹے جنہیں سے پرتاب سنگہ اس کا جانشین ہوا اس رانا کا حال
اکبر کے ہمت میواڑ میں پڑھو۔ ہم نے اس کے حال میں وہ حکایات اور روایات بھی
لکھ دی ہیں جو راجپوتوں میں مشہور ہیں۔ رانا پرتاب سنگہ کو مسلمانوں کی تادیبوں میں اکثر رانائیکہ لکھا ہے۔

اوپر سے

پرتاب سنگہ کا رانا ہونا

اور اسکی وجہ حال کے کوئی راج شیل داس یہ بیان کرتا ہے کہ میواڑ میں کیکا اکثر بچوں کو
 کہتے ہیں اور کیکا کی جگہ کو کا بھی بولتے ہیں۔ میواڑ کی ہمارا نا کی عادت تھی وہ اپنے
 لڑکوں کو جب تک کہ وہ راجگدی پٹھیں کیکا کہا کرتے تھے۔ اسی سبب سے رانا پرتاب سنگھ
 کو کیکا جب تک لوگ کہتے رہے کہ اس کا باپ رانا اودیسنگھ زندہ رہا۔ اکبر غالباً اس
 سبب سے اس کو اکثر کیکا کہا کرتا تھا۔ مسلمان مورخوں نے اس کو جب بھی کہ وہ
 ہمارا نا ہو گیا کیکا ہی لکھا۔

ماروار

اس دیس کا نام ماروار مشہور ہے دراصل وہ مارستھل یا ماروستان مردوں
 کی بستی ہے اس کو مارو دیس بھی کہتے ہیں۔ مسلمان مورخ اس کو مرو دیس کہتے ہیں کبیر سنگھ
 موردھر کہتے ہیں اور کبھی مارو ہی شعروں میں درج کرتے ہیں۔

ہندوستان میں راجپوتوں کی بڑی سلطنتیں چار تھیں۔ اول دہلی جس میں پورا اور
 چوہان راج کرتے تھے دوم قنوج جس میں راجپوت سلطنت کرتے تھے (قنوج اصل میں کبیر گنج)
 (یعنی استخواس پشت زن باکرہ) سوم میواڑ جس میں گھیلوت حکومت کرتے تھے (میواڑ اصل
 میں مدیہ وار یعنی وسط ملک) تھا۔ چہارم اہل داجس میں چادرو سولانکی راج کرتے تھے۔
 شہاب الدین غوری نے راجے پتھوراکا کام تمام کر کے بے چند راجہ قنوج کا قصد کیا۔
 وہ بھاگ کر جاتا تھا کہ لنگھائیں ڈوب کر مر گیا اُس کا بھتیجا سہا کہ شمس آباد میں تھا وہ بھی
 مر گیا یہ واقعہ سمت ۱۱۹۹ھ میں ہوا۔

قنوج کی تباہی کے ۸ برس بعد بے چند کے پوتے سیوجی اور سیت راج اہل داج
 (گجرات) میں راج کرنے لگے سیوجی کے بھائی کا ایک بیٹا اسو تھا جانشین ہوا۔ دوسرا
 بیٹا سوتنکاید میں راجہ ہوا۔ تیسرا بیٹا اہل اوکم خنڈل میں راجہ ہوا اس سے قوم بدیل

پیدا ہوئی۔

سمت ۱۵۱۴ء میں جو وہ پیدا ہوا اسکے باپ کی جاگیر میواڑ میں تھی اس نے جیٹھ سمت ۱۵۱۵ء میں جو دھور کی بنیاد رکھی اور مندر سے اس شہر میں اپنی دار السلطنت کو منتقل کیا جو اب تک چلا جاتا ہے۔ جو وہ اس شہر کے آباد کرنے کے بعد ۳۰ برس تک زندہ رہا اور اسکی زندگی میں اسکے بیٹوں اور پوتوں نے مارو دیں کو فتح کیا۔ سمت ۱۵۲۵ء میں اکٹھ برس کی عمر میں مر گیا اسکے بعد سوجہ (سورج مل) تخت نشین ہوا۔ ۲۷ برس سلطنت کی۔ دہلی کے لودھی پادشاہوں میں آپس میں بڑا جھگڑا رہا اسیلے مارو کا خشک ملک مسلمانوں کے ہاتھ سے بچا رہا مگر سمت ۱۵۲۶ء میں ایک پٹھانوں کا گروہ تیج کے میلے میں شہر پیر سے راجپوتوں کی ایک سو چالیس کنواری لڑکیوں کو پکڑ کر لے گیا جب اسکی خبر سورج مل کو ہوئی تو اس نے ان پٹھانوں کا تعاقب کیا اور اپنی جان کھو کر ان کنواریوں کو نجات دلانی اس واقعہ کے گیت اب تک تیج کے میلے میں گائے جاتے ہیں کہ پیر کی ایک سو چالیس کنواریوں کی قیمت میں سورج مل نے اپنی جان دی۔

سمت ۱۵۶۶ء میں سورج مل کا پوتا گنگا اس کا جانشین ہوا۔ اسکا چچا ساگارا ج کا مدعی ہوا اور اُس نے اپنی مدد کے لیے دولت خاں لودھی کو بلایا۔ اس خان نے ناگور سے ابھی رھڑوں کو نکالا تھا۔ غرض جو دھ کی اولاد میں تلوار چلی اور ان میں لودھی خاں شریک ہوا۔ گنگا کے مددگار بہت سے رچوتوں کے سردار کھڑے ہوئے اور انھوں نے لڑ کر ساگا کو مار ڈالا اور دولت خاں کو بھگا دیا۔ پھر جب رانا سنگا کی لڑائی بابر پادشاہ سے ہوئی تو جو دھ کے بیٹے سب رانا کے ساتھ ملکر ترکوں سے لڑے اور اس لڑائی میں رھڑوں کے بڑے بڑے سردار مائے گئے اور ان کو شکست ہوئی۔ اس شکست کے چار سال بعد گنگا فرما اور سمت ۱۵۸۸ء میں اس کا جانشین بان دیو ہوا۔ یہ راجہ مارو اڑکی تیار بھیجی بڑا مشہور ہوا اسوقت مارو اڑکی بڑی اچھی حالت تھی بابر نے تو اس خشک ملک کی پرواہ

نہیں کی۔ گجرات کے پادشاہ نے بھی مالدیو سے کچھ لڑائی جھگڑائیں کیا اس فرصت میں راجہ نے دوست و دشمن کے ساتھ وہی بندہ کیا جو اصل راجپوت کیا کرتا ہے۔

مالدیو نے اپنے راج کے پہلے ہی سال میں ہنگو راجہ کو لے لیا ۹۶۷ء اس نے جھالور اور سوانہ۔ بھدر راجوں۔ سندھالیوں سے لے لئے اور دو سال کے اندر بیکا کے بیٹوں کو بیکانیر سے نکال دیا۔ غرض اس نے بہت سے ملکوں کو فتح کر لیا اور ان کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس نے جو دھپور کے گرد مضبوط فصیل بنائی۔ اور بہت سی عمارات عالی شان قلعہ میں تعمیر کرائیں۔ میرتیا کی فصیل اور قلعہ میں جس کو وہ مال کوٹ کہتا تھا دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ خرچ کیا اس نے اور بہت سے قلعے تعمیر کرائے۔ کہتے ہیں کہ فقط سا بنھر جھیل کی نمک کی آمدنی سے یہ ساری تعمیرات اُس نے تعمیر کرائی تھیں۔ یہ وہی مالدیو ہے جسکی پناہ میں ہمایوں پادشاہ آنا چاہتا تھا مگر اس نے انکار کیا تھا۔ شیرشاہ استی ہزار سپاہ مالدیو سے لڑنے کے لیے لایا اور مالدیو پچاس ہزار راجپوتوں کو ساتھ لیکر اُس سے لڑنے گیا۔ خوب لڑا۔ مگر آخر کو مغلوب ہوا۔ شیرشاہ نے بعد فتح کے کہا کہ خیر ہوئی ورنہ ایک مٹھی باجرہ کے لیے ہندوستان کی سلطنت گئی ہتی۔ شیرشاہ کے لڑنے کے بعد بھی مالدیو جتیار ہا اور ہمایوں کو پھر پادشاہ ہوتے ہوئے اس نے دیکھا۔ اب آگے مارواڑ کے معاملات شہنشاہ اکبر کی تاریخ میں ہم اس طرح بھی لکھ دیئے جس طرح کہ ہندو اپنی زبانی روایات اور حکایات میں بیان کرتے ہیں۔

صوبہ اجمیر و راجپوتانہ و رانائے اودیپو کے معاملات

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ ہم گجرات میں ۹۸۱ء میں جو پادشاہ نے ایدر کی طرف سپاہ پیر کر دی راجہ جھگونت سنگھ یعنی مٹی وہ قلعہ بدھنگر کو فتح کر کے

ایدر کی طرف متوجہ ہوئی اور ایدر کا زمیندار نرائن داس راٹھور پادشاہ کے لشکر میں آیا۔ خدمات شناسہ بجا لایا بیٹھکیش لائق پادشاہ کے لیے تیار کی۔

جب رانا کی محل اقامت گوکنڈہ کے پاس راجہ بھگونت واپس آیا تو رانا راجہ پاس آیا اپنی تقصیروں کا عذر کیا اور راجہ کو اپنے گھر لے گیا اور مراٹھ منیر بانی بجا لایا اور اپنے بیٹے کو ہمراہ کیا۔ یہ ظاہر کیا کہ میری طبیعت میں وحشت ہو گئی۔ میں آپ کے ذریعہ سے پادشاہ کی خدمت میں التجا کرتا ہوں اور خدمت کے لیے بیٹے کو بھیجتا ہوں۔

کچھ دنوں کے بعد اپنی وحشت کو دور کر کے پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ راجہ تو ڈرمل جب گجرات سے پادشاہ پاس آتا تھا تو رانا اس کے پاس بھی آیا اور خوشامد کی۔

میواڑ کے رانا نے کبھی مسلمان پادشاہوں سے اپنے خاندان کی لڑکی نہیں بیاہی یہاں کا رانا اپنے تئیں دیوتاؤں اور سوج کی نسل سے جانتا تھا۔ بھلا وہ مسلمانوں کو کب خاطر میں لاتا تھا ان کے ساتھ اس طرح کی رشتہ مندی کو اپنے لیے بے طریق سمجھتا تھا رانا دوسینگہ کی جان پر ان بنی مگر اس نے یہ رشتہ مندی پسند نہ کی۔

ہم ایک حکایت تو ڈر راجستان سے نقل کرتے ہیں کہ جس سے معلوم ہو گا کہ رانا (کیکا) کو کس قدر نفرت اس طرح کی رشتہ داری کرنے سے تھی راجہ مان سنگھ شولہ پور کو فتح کر کے ہندوستان کو آتا تھا۔ اس نے رانا پر تاب سنگھ (کیکا) کو جو کنبہل میر میں تھا لکھا کہ میں تیری ملاقات کو آتا ہوں۔ رانا اس کے استقبال کو اودھے ساگر میں آیا۔ اس ساگر کے بندھ پر راجہ مان سنگھ کی ضیافت کا سامان تیار کیا گیا۔ پتلیں جنی گئیں۔ راجہ مان سنگھ بلایا گیا۔ رانا کے بیٹے کنور امر سنگھ کو اہتمام ضیافت سپرد ہوا مگر رانا خود نہ آیا۔ اس کے بیٹے امر نے باپ کے نہ آنے کے لیے درد سر کا غنہ پیش کیا اور راجہ سے عرض کیا کہ آپ رسم ضیافت کو ادا

رانا دودھ پور کی حکایت سلطان پادشاہوں سے لڑکی بیانیہ کی

کیجئے اور تناول طعام فرمائے۔ راجہ نے ادب اور تکنت سے کہا کہ رانا سے کہہ دو کہ میں آپ کے دردِ سر کے عذر کو خوب جانتا ہوں۔ مگر اس غلطی کا علاج کیا ہے۔ اگر رانا ہی میرے سامنے پتل رکھنے سے انکار کر گیا تو پھر کون میرے آگے پتل رکھیں گا؟

اب آگے تھا سہ عذر کرنے عبت ہیں۔ اس پر رانا نے اپنا افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ میں اس راجپوت کے ساتھ نہیں کھا سکتا کہ جس نے اپنی بہن کو ترک سے بیاہا ہو جس نے غالباً اُسکے ساتھ کھانا کھایا ہو گا۔ راجہ مان سنگھ نے کھانے کا تھوہلی نہیں لگایا۔ چند چاؤ لوں کے دلنے ان دیوی (خوراک کی دیوی) کے نام کے لیے اور ان کو اپنی گپڑی میں رکھ لیا اور یہ کہہ کر اُٹھ گیا کہ تمہاری عزت کے باقی رکھنے کے لیے ہم نے اپنی عزت کو قربان کیا کہ اپنی بہن اور بیٹیوں کو ترکوں سے بیاہا۔ اگر تمہارا یہی دل چاہتا ہے کہ خوف میں رہوں تو رہو اب اس ملک میں تم کو حکومت کرنی نہیں نصیب ہوگی اور اپنے گھوڑے پر چڑھ کر پرتاب سنگھ کی طرف جا آ گیا تھا یوں مخاطب ہوا کہ اگر میں تمہارے گھنٹہ کو نہ ڈھا دوں تو میرا نام مان نہیں۔ انکا جواب پرتاب نے یہ دیا کہ مجھے آپ کے ملنے سے ہمیشہ خوشی ہوگی ایک گستاخ بے ادب راجپوت یہ بھی بول اُٹھا کہ اپنے بھوپا (اکبر) کے ساتھ لانے کو نہیں بھولے گا جس زمین میں دعوت ہوئی تھی وہ ایسی ناپاک سمجھی گئی کہ کندہ کرانی گئی اور گنگا جل سے دھلوانی گئی جو سردار اس دعوت میں آئے یہ سمجھے کہ یہاں آنے سے پوشاک ناپاک ہو گئی ہے اسلئے ٹھاکر اسے بدلا۔

رانا دادو سے سنگھ تو ۹۰۵ھ میں مر گیا تھا اسکی جگہ رانا پرتاب سنگھ (کیکا) جانشین ہوا۔ گو وہ نامرد باپ کا بیٹا تھا مگر جوانمرد و ادارا سنگھ کا پوتا تھا۔ دادا کی بہت سی صفات اسکی ذات میں ورثہ میں آئیں تھیں۔ گو نہ اس پاس کوئی دارالسلطنت تھا نہ خازن۔ دولت پر قبضہ تھا خاندان پر ادبار آچکا تھا۔ اس کے امراء کا دل شکستہ تھا۔ مگر قومی و ملکی محبت خاکستر تلے کی آگ ہوتی ہے۔ جہاں اُس پر ہوا چلی آتش شعلہ زن ہوتی۔ یہی حال راجپوتوں کا تھا کہ باوجود اس

بادشاہ کا رانا پرتاب سنگھ کی

زبون حالت کے رانا کے ساتھ ہمدردی کرتے اور جان نثار کرنیکو اسلئے موجود تھے کہ مسلمانوں کے
 کہیں مطیع ہو جائیں۔ رانا پر تاب سنگہ جانتا تھا کہ میں اکبر سے میدان میں نہیں لڑ سکتا۔ اسلئے
 اپنے باپ دادا کے طریقے کے موافق وہ ارولی کے پہاڑوں میں کبل میر (کنہل میر) میں چلا گیا
 تھا اور اُس پہاڑی ملک کو اکبر کے مقابلہ کے لئے تیار کرتا تھا۔ ابھی تک سورج نہی ہو چکا
 گھنٹہ اسکے دماغ سے نہیں نکلتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ میں اس بنس کا راجہ ہوں کہ جسکی چو کھٹ پر
 ہمیشہ پہلے سارے ہندوستان کے راجہ سر رکھا کرتے تھے میں کیوں کسی کے آگے سر نیچا کر دوں
 میرے پاس مستحکم مقامات ہیں ملک ولایت بہت ہے میرے ساتھ ایسے راجپوتوں کا ہنوع
 کہ اپنے ناموس کے لئے جان دینے کو بے حقیقت سمجھتے ہیں۔

جب پادشاہ اجمیر میں آیا اور اُسکے نزدیک رانا کی سرکشی و گردن فرازی و حیلہ بازی حد
 سے زیادہ گزری تو اُس نے رانا کے مغلوب کرنے پر توجہ کی اور کنورمان سنگہ کو جو عقل و اخلاص
 و عقیدت و شجاعت میں پادشاہ کے یکتا امرا میں سے تھا اور اُسکو اپنی فرزندگی کا
 خطاب بادشاہ نے غایت کیا تھا اسکو اس خدمت پر نامزد کیا اور دو شنبہ ۲ محرم
 ۹۸۲ھ کو اجمیر سے رخصت کیا غازی بخشی خواجہ غیاث الدین علی آصف خان و
 سید احمد و سید ہاشم و جگن ناتھ و سید راجو و مہتر خان و مادھو سنگہ و مجاہد بیگ و
 کھنکار و اسے مونگون اور اور بہادروں کو اس کے ساتھ کیا۔ اس اخلاص مند سپاہ کو
 کنورمان سنگہ لیکر چلا اور پادشاہ نے اُسے سمجھایا کہ رانا کو بد قسمتی کے خواب سے بیدار کر کے
 سعادت کی طرف رہنما کیے مگر یہ سہرا یہ بیداری اسکی غنودگی کا سبب ہوئی۔ مانند لگڑھی
 میں افواج کو چند روز اسلئے توقف کرنا پڑا کہ سب امرا اور لشکر جمع ہو جائیں۔ رانا کا ایسا
 سر پہر تھا کہ وہ کنورمان سنگہ کو اپنا زیر دست زمیندار سمجھتا تھا اسکا ارادہ تھا کہ
 اس قصبہ میں جا کر اس سے لڑوں۔ مگر اسکے رفیقوں نے سمجھایا کہ اس جہارت میں
 خرابت ہے کنورمان سنگہ اجمیر سے کوہستان ارولی کے نیچے مغرب میں سفر کر کے

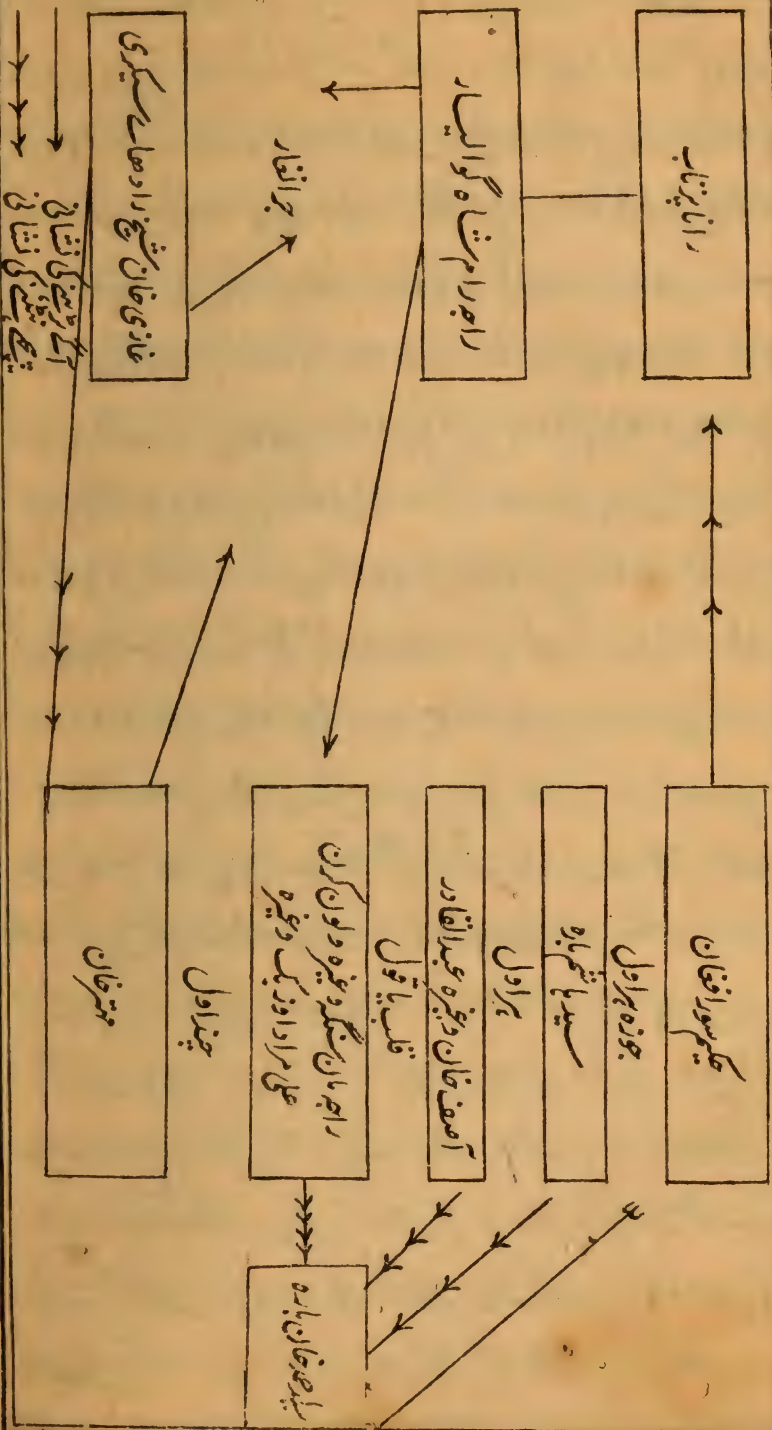
درہ ہلدی کو طین آیا۔

اس لڑائی میں ملا جملہ القادر بدایونی شریک تھا اسلئے ہم اس لڑائی کا بیان ایسی تاریخ سے نقل کرتے ہیں۔

اداکل ربیع الاول ۱۲۳۹ء میں گوکنڈہ کی فوج ہوئی مجمل بیان اسکا یہ ہے کہ بان سنگھ و آصف خان شواتر کوچ کر کے اجمیر کی فوج کو مانڈل گڈہ کی راہ سے ہلدی میں جو گوکنڈہ سات کروہ (۱۲ میل) پر تھا لائے یہیں رانا کی کار تھا (معلوم ہوتا ہے کہ سو کا تب سے ہلدی یا ہلدیو کی جگہ ہلد و لکھا گیا جسکو طبقات میں گھاٹی ہلدیو اور توڈر اجستان میں ہلدی گھاٹ لکھا ہے یہ نام اس سبب سے رکھا گیا تھا کہ یہاں کی زمین زرد شل ہلدی تھی۔ ابو الفضل نے جنگ کی جگہ کھیم پور لکھی ہے وہ ایک گاؤں گوکنڈہ کے شمال میں اور اودی پور کے شمال مغرب میں ہے۔ رانا اس سے لڑنے آیا بان سنگھ ہاتھی پر سوار ہوا اور اس کے ساتھ بادشاہی کے شل خواجہ محمد فیج بخشی و شہاب الدین کورہ و پائندہ خان قزاق و علی مراد اوزبک ابھولون کرن جاکم سنگھ اور اور راجپوت قوال وسطیا قلب میں ہمراہ ہوئے اور ہراول میں اور نامی جوان جمع ہوئے اور انہیں سے انہی سے کچھ زیادہ چیدہ و برگزیدہ سید ہاشم بارہ کے بیشتر ہراول کے لئے تافر ہوئے انکا نام جوزہ ہراول (یعنی فرع ہراول) رکھا گیا۔ اور سید احمد خاں بارہ ایک جماعت کے ساتھ برانغار اور قاضی خان مع سیکری کے شیخ زادوں کے جوشیخ ابراہیم بخشی کے خویش تھے برانغار میں و مہتر خان چند اول میں مقرر ہوئے۔ رانا کی کا ۳ ہزار سوار لیکر عقب درہ سے آیا اسکی دو فوجیں تھیں ایک فوج کا سردار حکیم مورافغان تھا وہ ہراول کے مقابلہ میں قبلہ رویہ یعنی مغرب کوہ سے آئے۔ بسبب سنگینی و ناہمواری اور بھولون کے درختوں کی کثرت کے اور راہ کے بار بجان ہونے کے جوزہ ہراول اور ہراول ایک راہ پر آکر دو دو مخلوط ہو کر ایک ہو گئیں اور جنگ مغلوبہ ہوئی۔ راجہ بھولون کرن کے ماتحت جو راجپوت تھے انہیں سے اکثر بائیں جانب سے بھڑون کی طرح

بھاگے اور ہر اول سے نکل کر برانغار کی پناہ میں آئے۔ اس وقت فقیر (عبدالقادر) نے کہ چند
 مخصوصوں کے ساتھ ہر اول میں تھا آصف خان سے کہا کہ اس وقت کیونکر آشنا و بیگانہ
 راجپوتوں میں تمیز کی جائے۔ اُس نے شش مکہ جواب دیا کہ تیر لگائے جاؤ کسی طرف کوئی مرے
 حذر ہر طرف کہ شود کشتہ سود اسلام ست پس ہم تیر اندازی اس ابنوہ پر کرتے تھے جو شل کوہ تھا
 اور ہمارے تیر اصلا خطا نہیں کرتے تھے اور اسکے گواہ ہمارے راست تیر میں ع القلب صدق
 شاہد لیشہد (دل سچا گواہ ہو جو شہادت دیتا ہے) گواہ عاشق صادق در آستین باشد۔
 ہم کو یقین تھا کہ ہمارا ہاتھ کام کر رہا ہے اور ثواب غزا حاصل ہو رہا ہے سادات بارہ اور
 بعض صاحب ناموس جوانوں نے اس لڑائی میں وہ کام کیا جو شاید رستم ہی سے ہوتا
 میدان جنگ میں طرفین کے آدمی مارے گئے۔ دوسری فوج جس کا سردار خود رانا تھا
 وہ گھائی میں سے آیا اور گھاٹی کے دروازہ پر غازی خان تھا اسکو ہٹا کر قلب میں
 پہونچایا۔ سیکری کے شیخ زادے ایک فوج بھاگ گئے اور وار کے وقت ایک تیر شیخ
 منصور داماد شیخ ابراہیم کے لگا وہ اس جماعت کا سردار تھا۔ اس زخم سے مدتوں تک
 اس کو زحمت رہی۔ غازی خان باوجود ملائی کے بہادرانہ کھڑا رہا۔ اُس کے
 دامن ہاتھ پر تلوار لگی جس سے اُسکا انگوٹھا کٹ گیا۔ اب مقاومت کی مجال اس میں
 نہیں تھی تو الفلار ملا یطاق من سنین المسلمین (جب طاقت نہ رہی تو فرایض غم و غم
 سنت ہے) بڑھ کر قول میں پہونچا اور وہ جماعت کہ اول دہلہ میں اس فوج سے
 روگردان ہوئی وہ دریا سے پار جا کر بھی پھر نہ پھری۔ اس گیر و دار میں ہمت خان
 نے چند راول سے نکل کر نقارہ بجایا اور آوازہ لگایا کہ پادشاہ ایلغار کر کے آگیا
 اس ادا سے کچھ بھگوڑوں کی تقویت ہوئی اور وہ بھاگنے سے ٹھہر گئے۔ راجہ
 رام ساہ گوالیارسی نمبرہ راجہ مان سہو رانا کے آگے آیا اس نے راجہ مان سنگھ کے
 راجپوتوں کی جان پر وہ کارپردازی کی کہ جسکی شرح نہیں ہو سکتی۔ یہی جماعت

گوکندرہ کی اطرائی کا نقشہ جس سے سپاہیوں کے آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کا حال خوب معلوم ہو۔



ہراول کی چپے بھاگی اور آصف خان کے فرار ہونیکا سبب ہوئی وہیمینہ میں سادات بارہ پاس لتجا
 گئی۔ اگر سادات پائے ثبات نہ قائم کرتے تو اس سبب سے کہ ہراول بھاگ چکی تھی لڑائی میں بڑی
 رسوائی ہوتی۔ رانا کے ہاتھی پادشاہی ہاتھیوں کے مقابل میں آئے۔ انہیں سے دو قوی مست ہاتھیوں
 کی لڑائی ہوئی اور حسین خان فوجدار کہ مان سنگہ کے پیچھے دوسرے ہاتھی پر سوار تھا اگر پرایا سنگہ
 خود بجائے تھا تو حسین خان کے فیل پر جا بیٹھا اور ایسی ثبات قدمی کی کہ اس کے زیادہ تصور
 میں نہیں آتی۔ ان دو ہاتھیوں میں لہجن میں ایک فیل خاصہ پادشاہی تھا وہ رانا کے
 فیل رام پرشاد نامی سے جو بڑا قوی ہیکل تھا لڑا اور جنگ عظیم ہوئی ایک دوسرے کو
 دھکیلتا تھا۔ اتفاقاً رانا کے ہاتھی کے فیلبان کے تیر لگا اور ہاتھیوں کے حملہ کے
 صدمہ سے وہ زمین پر گر پادشاہی ہاتھی کا فیلبان چستی و چالاکی کر کے اپنے ہاتھی پر سے
 کو دے رانا کے ہاتھی پر جا بیٹھا اور وہ کام کیا کہ کسی سے نہوتا۔ یہ حال دیکھ کر رانا کو
 تاب نہ رہی جو جلو رانا کا ہاتھی تھا وہ بھاگا اور افواج میں تذبذب ہوا اور راجہ
 مان سنگہ کے یوں نے آگے آنکروہ چپقلش کی کہ ایک کارنامہ تھا اور مان سنگہ کی
 سرداری سے آج ملاشری کے معنی اس مصرع کے سمجھ میں آئے کہ ہندو میزند شمشیر اسلام
 جمیل چتوری کا بیٹا اور راجہ گویا راری مع اپنے بیٹے سالباہن کے جنہوں نے بہت کچھ
 تردد و جانفشانی کی تھی جنہم میں گئے اور گویا رے راجا دن کی نسل میں کوئی باقی نہیں
 رہا کہ قابل جانشینی ہوتا جس کم جہان پاک۔ رانا جو مادھو سنگہ کے مقابل تھا تیر کے
 زخموں سے زخمی ہوا حکیم سور جو سادات بارہ کے آگے سے بھاگا تھا رانا پاس التجالے گیا
 اسکی اور رانا کی دونوں کی فوج ایک ہو گئیں۔ رانا تھا انھیں بلند پہاڑوں میں چلا گیا
 جہاں چتوری کی فتح کے بعد گیا تھا اور وہاں محض بے اختیار تھا۔ یہاں تالستان کی
 جگہ کی گرم ہوا ایسی جل رہی تھی کہ آدمی کا بھیجا سر میں پگھلا جاتا تھا۔ صبح سے دوپہر تک
 لڑائی ہوئی تھی اور سحر کے میں پانچو آدمی مر چکے تھے جنہیں سے ایکو میں مسلمان تھے اور باقی

ہندو اور زخمی تین ستوں سے زیادہ نہ تھے ہوا کا حال جلتے تنور کا سا تھا۔ سپاہیوں میں حرکت کی قوت نہ تھی اور غالب گمان یہ تھا کہ رانا مکر و فریب کر کے پہاڑ کے نیچے چھپا بیٹھا ہوگا اس واسطے تعاقب نہیں کیا۔ پھر کرزخمیوں کی تیمارداری کی گئی اور فتح کی تاریخ یہ ہوئی۔ وید و من المد فتح قریب (خدا کی طرف سے فتح ظاہر ہوئی) دوسرے روز کوچ کیا اور میدان جنگ میں آنکر ہر شخص کے کام کا ملاحظہ کیا گیا اور درہ سے گزر کر گوکندہ میں آئے۔ رانا محل کی حفاظت اُسکے چند فدائی کرتے تھے وہ اور معاہدے چند آدمی اور جنگا مجموعہ نہیں آدمیوں کا ہونا تھا انہوں نے رسم قدیم کے موافق جوہر کیا اور مستورات کو ہلاک کر کے گھروں اور تنخانوں میں سے باہر آنکر حرکت مذہبی کی ادنیٰ وار کے زخم مالک و وزخ کو جان سیر دی امار کو یہ خیال تھا کہ رانا کہیں شجوں نہ مارے۔ کوہ بندی کی خندق اور دیوار ایسی اونچی کہ اس پر سے سوار نہ آسکے گوکندہ کے گرد بنائی اور اس میں آنکر فروکش ہوئے۔ امار مردہ گھوڑوں اور کشتہ آدمیوں کی نام نویسی کرتے تھے کہ عریفہ شاہی میں لکھ کر بھیجیں۔ سید احمد خان بارہ نے کہا کہ ہم میں سے نہ کوئی لڑا ہے نہ کسی کا گھوڑا کشتہ ہوا ہے کہ جتنے ناموں کو دیوان اعلیٰ میں لکھ کر بھیجیں۔ اسم نویسی سے کیا فائدہ ہے۔ اس وقت غلہ کی فکر کرنی چاہیے چونکہ یہ کوہستان کم زراعت تھا۔ بنجارسے بھی نہیں آئے تھے۔ عسرت سے سپاہ کا عجب حال تھا رشورہ کیا گیا اور نوبت بہ نوبت امار میں سے ایک کو سردار اعتبار کر کے سیکرون من غلہ لانے کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ سیکرہ کے معنی کوئی چھکڑہ کے لیتا ہے اور سکرم اسی سے مشتق بتاتا ہے۔ کوئی اسکو سنسکرت کا لفظ سمجھ کر ہینگی کے معنی لیتا ہے۔ بنگالی زبان میں شکر اور شکت پھکڑے کو کہتے ہیں (پہاڑوں کی چوٹیوں اور بلند یوں پر جمع شکتہ آدمیوں کا ملتا توڑ اسیر کیا جاتا۔ مویشی کے گوشت پر گذر اوقات ہوتی تھی اور آم اس افسراط سے پیدا ہوئے تھے کہ بیان نہیں ہو سکتے اراذل عوام انکو بجائے طعام

کھاتے تھے۔ اکثر ان کی رطوبت سے بیمار ہو گئے تھے اس دیار میں آم ایک کبری سیر کی
 برابر وزن میں ہوتا تھا مگر بجرم میں چھوٹا ہوتا ہے اور شیرینی اور مرہ اس میں چند ان
 نہیں ان دنوں میں محمود خان پادشاہ کے پاس سے ایلفار کر کے گوکندہ میں آیا اور
 معرکہ کا حال تحقیق کر کے دوسرے روز چلا گیا۔ اور جو حال ہر کسی شخص کا ساتھ اور عرض
 کیا۔ سب خدمات پادشاہ کو تحسن معلوم ہوئیں مگر یہ امر پسند خاطر نہیں ہوا کہ رانا کو زندہ
 نکل جانے دیا۔ امر ارنے یہ چاہا کہ رام پرشاد نامی ہاتھی کو مع فتحنامہ کے پادشاہ کے
 پاس بھیجیں کئی دفعہ پادشاہ نے اس ہاتھی کو رانا سے مانگا تھا مگر اس نے اپنی بدبختی سے
 نہیں بھیجا تھا۔ آصف خان نے فقیر (عبدالقادر) کا نام لیا اور کہا کہ وہ محض بسبب
 محبت و قربت کے ساتھ آیا تھا اسکے ساتھ یہ دو نوچرین بھیجی جائیں۔ مان سنگہ نے
 کہا کہ ابھی کچھ کام باقی ہوا اسکو چاہئے کہ معرکہ میں صفوں کے آگے آنکر سب جگہ امامت کریں
 میں نے کہا کہ میں یہاں کی امامت چھوڑتا ہوں میرا کام یہ ہے کہ بندگان شاہی کی صف کے
 آگے امامت کروں۔ مان سنگہ مسرور و مستبج ہو کر فیل مذکور اور احتیاطاً سو سواروں کو میرے
 ہمراہ کیا اور خود بھی سیر و شکار اور تھانوں کے مقرر کر نیکی تقریب سے گوکندہ سے بیس کروہ تک
 سیری مشاقت کی اور سفارش نامہ لکھ کر یہاں سے مجھے پادشاہ کے پاس رخصت کیا میں
 ماکھور اور مانڈل گڈہ کی راہ قصبہ انبیر میں جہاں مان سنگہ کا وطن تھا آیا۔ جہاں
 میں جاتا تھا وہاں لوگ مان سنگہ کی جنگ اور فتح کی کیفیت سنتے تھے تو انکو یقین
 نہیں آتا تھا۔ انبیر سے پانچ کروہ پر فیل و لدل میں پھنس گیا جتنا وہ آگے جاتا تھا اتنا
 ہی زیادہ دھنستا تھا۔ یہ میری اول ہی خدمت تھی میری حالت عجیب تھی۔ آخر اس
 نواح کی رعایا نے آنکر کہا کہ پارساں بھی اسی زمین میں ایک فیصل پادشاہی پھنس گیا
 تھا تو اس لدل میں بہت سا پانی ڈالا تھا تو لدل ایسی تیلی ہو گئی کہ اُس میں سے
 ہاتھی نکل آیا۔ غرض سقون کو بلا کر نہی کیا کہ بہت سا پانی ڈلوایا تو آہستگی کے ساتھ

فیل نے اس درط سے خلاصی پائی اور میں اسیر بن آیا اس سے آدمیوں کو بڑا افتخار حاصل ہوا
 یہاں چار روز ہر قصبہ نوندہ میں کہ مولد فقیر تھا اور بسا وریکی نسبت یہ مصر ہے ۶
 واول ارض میں جلدی تراہا۔ (یہ اول ہی زمین تھی جسے میری جلد کو چھوا تھا) ہوتا ہوا۔
 اوائل ماہ ربیع الاول میں بوسیلہ کوکہ وراہہ بھگوانداس پیرمان سنگہ کے دیوان خانہ فچپور میں
 پادشاہ کی کورنش بجا لایا اور امرار کی عرضداشت اور ہاتھی کو پادشاہ کی خدمت میں منز کیا۔
 پادشاہ نے پوچھا کہ اس ہاتھی کا نام کیا ہے۔ عرض کیا کہ رام پرشاد۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ بطفیل پر
 حاصل ہوا ہے اسی لئے اسکا نام پیر پرشاد رکھتا ہوں۔

بھر پوچھا کہ سچ کہو کہ تو کس فوج میں تھا اور کیا کام تیرے ہاتھ سے بن آیا میں نے کہا کہ
 پادشاہوں کے حضور میں سچ بھی سوترس و لریزہ کے ساتھ کہا جاتا ہے۔ دروغ
 کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے۔ پھر میں نے جو واقعی حال تھا تفصیل بیان کیا پھر پوچھا کہ تو برہنہ
 تھا یا سلح۔ میں نے کہا کہ جیبہ و لیجم میرے پاس تھے فرمایا کہ یہ کہاں سے ہاتھ لگے تھے میں نے
 کہا کہ سید عبدالمدخان سے ہاتھ لگے تھے۔ میری باتیں پادشاہ کو بہت مستحسن معلوم ہوئیں
 ان دنوں میں پادشاہ کے آگے اشرفیوں کا گنج رکھا رہتا تھا اسمیں سے ۹۶۔ اشرفیان
 مجھے الغام دین اور پوچھا کہ شیخ عبدالنبی سے بھی ملاقات کی ہے میں نے کہا کہ میں ابھی گورہ
 سے دربار میں آیا ہوں ان سے کیونکر ملتا۔ دو سالہ نخودی اعلیٰ درجہ کا دیا اور فرمایا کہ اسکو
 لیجا کر شیخ سے ملاقات کرو اور کہو کہ یہ دو سالہ کار خاصہ کا بنا ہوا ہے کہ شیخ کی
 نیت سے فرمائش کر کے بنوایا ہے اسکو وہ اڑھے۔ میں یہ دو سالہ شیخ پاس لگیا
 اور پادشاہ کا پیغام سنا دیا۔ شیخ خوش ہوا اور پوچھا کہ دداع کے وقت میں نے
 کہا تھا کہ جب صفین ملین تو دعا ہماری پڑھ کر ہمکو یاد کرنا میں نے کہا کہ یہ دعائیں نے خود
 پڑھی تھی اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْمُؤْمِنَاتِ وَ اَنْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنََ مُحَمَّدٍ وَ
 اَخْذَلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنََ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شیخ نے کہا کہ یہ دعا کافی تھی

سبحان اللہ شیخ عبدالنبی کیا تھے یا آخرین انکا وہ حال ہوا کہ کسیکو خدا نہ دکھائے نہ سنو
اس سے سب کو عبرت پکڑنی چاہئے۔

ہر کرا پروردگیتی عاقبت خوش بخت ، حال آن فرزند چون باشد کہ خصم شست
اصل تاریخی حال تو بدایونی نے لکھا ہر اب تو دراجستان کے بیانوں کی طرف توجہ کرتے
ہیں جو انہوں نے نہایت جانفشانی سے کبتوں اور گیتوں اور کمیوں اور بھاٹوں کی
روایتوں سے جمع کیے ہیں اور ان سے بعض تاریخی حالات معلوم ہوتے ہیں مگر اس سے
پہلے ہم ایک بڑے نامور شاعر لارڈ بارن کی نظم جائڈھر لیلڈ کا ترجمہ لفظی کرتے ہیں اور اسکا
مطلب بیان کرتے ہیں پھر بعض حکایات اس معرکہ کی نقل کرتے ہیں نظم کا ترجمہ
کیا ہر ایک گیت ایسے شاندار سنانہ سے نہیں بھرا پڑا؟

افسوس ہو کہ کسی ہیر و (یعنی نامور شجاع) کی بڑی سے بڑی قسمت یہ ہے۔

جب سخت پتھروں کے تودے اور تار بچ کے ذکر کچھ حال نہیں بتاتے تو کسان اپنے گیت میں
مشتبہ تاریخوں کی بے بڑھاتے ہیں۔ ای غرور ذرا آسمان سے نیچے آنکھیں جھکا کر اپنی حالت کو
دیکھ کہ وہ لوگ جو بڑے طاقتور تھے اب گیت ہی گیت رہ گئے ہیں۔ کیا کتاب مینار عمارت جھمکو
رکھینگے؟ یا تو روایت کی بھولی زبان پر بھر و سار کھیک جا جبکہ خوشامدیری ساتھ سو گئی ہوگی اور
تاریخ جھمکو نقصان پہنچائیگی۔ ان اشعار کا مطلب یہ ہو کہ روایات (یہ ایک ایسے انگریزی لفظ
ترجمہ ہے جسکے معنی افسانوں گیتوں و قصوں کے ہیں جو زبان زد خلایق ہوتے ہیں)
انہیں بھولی بھولی باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں صداقت نہیں ہوتی یعنی
عوام میں جو ایک بڑے آدمی کی نسبت گیت و کہانیاں مشہور ہوتی ہیں وہ بھی
اس کی خوش قسمتی کی یادگار ہوتی ہیں جو اس کو اپنی زندگی میں حاصل ہوئی تھیں۔
جب ان بڑے آدمیوں کے نشان مٹ جاتے ہیں۔ ان کے قلعے و عمارات و شہر غارت
ہو جاتے ہیں۔ تاریخوں میں ان کے ذکر کا بہتہ نہیں لگتا یا بڑی طرح بیان ہوتا ہے

تو اس وقت ان قصے کہانیوں اور گیتوں سے جو عوام میں مشہور ہوتے ہیں انکے کارنامے معلوم
 ہوتے ہیں۔ شاعر بغیر فیصلہ کے سوال کرتا ہے کہ کیا بڑے آدمیوں کی عظمت عمارتوں اور
 کتابوں سے اچھی طرح معلوم ہوتی ہے خاص کر ایسی حالت میں جبکہ انکے خیر خواہ مورخ انکے
 ساتھ مرتبے ہوں اور تاریخ میں انکے کاموں کو بڑی صورت میں دکھایا ہو یا ان کی عظمت
 روایات کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی ہے جو اپنی شاعرانہ اور بھولی زبان سے انکو گاتے یا سناتے
 ہیں وہ انکی عظمت کی زیادہ یادگار ہوتی ہیں۔ یا تاریخ جو مخالفانہ لکھی ہے؟ غرض رانائیک
 ایسی حال ہے جو بڑا آدمی تھا مگر مورخ مخالف ملے۔ اس کے کاموں کو ذلیل کر کے بیان کیا
 عوام میں جو باتیں اسکی بہت مشہور ہیں وہ شاعرانہ صورت رکھتی ہیں مؤثر نہیں۔ اب
 ٹوڈے روایات سے اس معرکہ کے بیان میں یہ لکھا ہے کہ رانائیک پرتاب بائیس ہزار راجپوتوں کو
 ہلدی گھاٹ کے میدان جنگ میں لایا تھا۔ ان میں سے صرف آٹھ ہزار جان سلامت لیگئے۔
 پرتاب تنہا اپنے گھوڑے جینک پر سوار ہو کر بھاگا۔ اسی گھوڑے نے اس کی جان بچادی
 اور اپنے اوپر سوار کر کے لے گیا دو مغل اس کے پیچھے پڑے جنکو اس روک نے تھوڑے
 دنوں کیلئے روک دیا کہ پہاڑ سے بہتی ہوئی ندی حاصل ہوئی جسکو راناکا گھوڑا پار بھیلانگیا
 مگر یہ گھوڑا بھی اپنے آقا کی طرح زخمی۔ چھاتی پہاڑ سے جو گھوڑے کے نعلوں سے
 شرارے نکلتے تھے انکی روشنی سے تعاقب کرنے والوں کو معلوم ہوا کہ ہم راناکے بہت
 ہی پاس آگئے ہیں کہ ایک انہیں سے بڑے زور سے اپنی زبان میں پکارا کہ ہونیلی گھوڑا
 را سوار۔ تو پرتاب نے پیچھے ٹوڑ کر دیکھا تو ایک سوار نظر آیا۔ یہ سوار اسکا
 بھائی سکر تھا۔ یہ بھائی پرتاب سے ذاتی جانی دشمنی رکھتا تھا۔ اس دشمنی نے
 اسکو ملک میواڑ کا دغا باز دشمن بنایا تھا وہ اکبر کے لشکر کی صفوں میں تھا کہ اسے
 دیکھا کہ ایک نیلا گھوڑا جاتا ہے اور اس کے ساتھ کوئی نہیں ہے یہ دیکھتے ہی
 بھائی کے ساتھ وکیلہ سینہ میں جمع تھا وہ جاتا رہا اور برادرانہ محبت کا جوش اٹھا

اور اسکے ساتھ ان باتوں کی یاد دہانی جو عاجز کرنے والی تھیں دل کو گھیر لیا وہ تعاقب کرنے والوں کے ساتھ سلنے ہوا کہ انہیں سے جو اسکے نیزہ کے نیچے آجائے انکو ہلاک کرے یہ پہلی ہی دفعہ تھی کہ یہ دونو بھائی اپنی ساری عمر دن میں آپس میں دوستانہ و برادرانہ ملے گھوڑا جٹیک کر گیا۔ ہر نام اس کے بھائی نے دوسرا گھوڑا انگار و دیا اور وہ جٹیک سے زین کھول کر اسپر کھنے لگا تو اُسکا جٹیک وفادار گھوڑا مر گیا۔ اس گھوڑے کی ایک یا دو گار بنی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جٹیک یہاں مرا تھا اور دارالسلطنت کے آدمے مکافون میں اس سارے واقعہ کا نقشہ دیواروں پر کھینچا ہوا ہے۔

رانا اس طرح خلاصی پا کر جلدی سے پہاڑوں کی راہوں پر گیا جہاں اسکو رات ہو گئی تھی اسکے سات زخم بھی لگے تھے جسے خون جاری تھا۔ گورانا حالت فرامین ان مصائب میں گرفتار تھا مگر وہ اپنے شاہانہ ارادوں کے باز نہ آتا اور آئندہ لڑنے کے منصوبے باندھتا تھا۔

سکر اچھ مغلون کے لشکر میں گیا۔ اکبر کو یہ حال معلوم ہو گیا تھا اسنے سکر کو بہت انعام و اکرام اسکا کام پر دیا۔ ہونیلا گھوڑا اسوار رانا کے رشتہ داروں میں ضرب المثل کی طرح مشہور ہو گیا۔

غرض تاریخ بدایونی اور بڈو کے بیانات کو ختم کر کے میں اب اکبر نامہ کے ورق الثا ہوں اور دیکھتا اور پوچھتا ہوں کہ بدایونی اور ابو الفضل کی طرز ادا جدا ہی مگر مطلب ایک ہی۔ ابو الفضل نے ہاتھیوں کی لڑائی کا بیان تفصیل سے اس طرح لکھا ہے کہ جیسے جو ان مردوں نے ایک بوالعجبی کا ہنگامہ دکھا رکھا تھا۔ نامور ہاتھیوں نے بھی اپنے کارنامے دکھائے تھے۔ غنیم کے ہاتھی لونانے معرکہ صف شکنی آراستہ کیا۔ جمال خان فوجدار بادشاہی فیل گجھکے کو اسکے روبرو لایا۔ اسکے تقادم سے بادشاہی ہاتھی زخمی ہو کر بھاگا مگر رانا کے ہاتھی کے فیلبان کے ایسی جندوق لگی کہ وہ کارزار سے چلا گیا۔ اس عرصہ میں پر تاب خود فیل رام پر شاد کو کہ سر آمد فیلان تھا جنگ کا ساز لگا کے

لایا اور اُسے بہت بہادر و ن کو مارا کمال فنان پادشاہی ہاتھی گجراج کو لا کر بند آرا ہوا۔ بنجو
 فیلبان مدار کو فیل رام پرشاد کے روبرو لایا قریب تھا کہ یہ پادشاہی ہاتھی بھی بھاگے کہ رام پرشاد
 کے فیلبان کے ایک تیرا یا لگا کہ وہ مر گیا۔ رام پرشاد پادشاہ کے آدمیوں کے ہاتھ آیا۔
 رام داس سپر جہیل کو جگن ناتھ نے ضرب لگا کے عدم میں پہنچایا۔ راجہ رام ساہ مع تین بیویوں
 سا باھن و بھان سنگھ و پرتاب سنگھ کے داد مردانگی دیکر نیست ہوئے۔ کنور مان سنگھ
 گو کندہ میں مقیم رہا۔ مگر رانا کی جستجو میں لگا پو نہیں کی اور کہانے پینے کو مشکل سے وہاں
 ملتا تھا اس لئے اُن سنگلاخون سے نکل کر صحرائیں آیا اسپر حیلہ اندرون نے پادشاہ سے
 یہ کہا کہ رانا کے استیصال میں تساہل ہوا قریب تھا کہ پادشاہ مان سنگھ پر غتاب کرے
 لیکن پادشاہ کو حیلہ سازوں کا حال معلوم ہو گیا اس لئے وہ خفا نہوا۔ جب امراء
 اور کنور مان سنگھ پادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوئے بخشش و بخشائش انکے
 حال پر ہوئی۔

گو کندہ کی طرف شکار کھیلنے کو پادشاہ نے انتظام ملکی کے لئے مناسب
 جانا کہ اس ناچہ کے تمام سرکش ایک ہی دفعہ سرنگوں ہوں اور اس مرزبوم کے
 ساکنین سعادت گزین ہوں۔ عبادات ایزدی میں گزیرہ ترین عبادت
 پادشاہ کے لئے یہ ہے کہ وہ خیر اندیشوں پر نوازش اور بدکاروں کو پامال ایسے
 سائستہ طور پر کرے کہ خدمت فرد و شون کی منت نہ اٹھانی پڑے اور
 فتنہ اندوزوں کے تزویر کی مداخلت نہ ہونے پائے۔ طراز صورت بطرز معنی
 سرانجام پائے۔ یہ کیا خوش کام ہے کہ غاذہ عبادت بھی چہرے پر رکھتا ہے
 اور تربیت کی چہرہ افروزی بھی کرتا ہے اگرچہ یہ امر ابستدار نظر میں نیکون کے حق میں
 خیر اندیشی معلوم ہوتی ہے لیکن وہ بدکاروں کے حق میں بھی نیک خواہی ہے اول
 دید میں شورش مند سرکشوں کا تنبیہ کرنا نظر آتا ہے مگر حقیقت میں وہ اخلاص گزین

پادشاہ کا گو کندہ بانا

عقیدت منشون کا سرمایہ سعادت ہے عقل کے نزدیک جمیع اشغال سلطنت
میں پادشاہوں کے ذہنی ہے کہ وہ بالذات کام کو اپنے ذمے جانیں۔ جو کام
ملازموں سے اچھی طرح نہ ہو سکے اُس کے سرانجام دینے میں اپنے نفس سے مصروف
ہوں اس لئے پادشاہ نے ان ایام میں یہ ارادہ کیا کہ گوگندہ میں شکار کھیلنے
جائے کہ رانائے کوہستان جنوبی میں سر اٹھایا ہے اور رائے نرائن داس نے
ایدیر میں علم استکبار بلند کیا ہے۔ ۳۱۔ اسفند مہر کو اجمیر سے گوگندہ کی طرف
کوچ کیا جس کے سبب سے بہت سے سرکش آنکر مطیع ہو گئے۔ رانا کوہستان میں چھپ گیا
قطب الدین خان وراجہ بھگونت داس وکٹورمان سنگھ کو پہاڑوں کے درمیان
بھیجا کہ اس گریوہ نشین کو گرفتار کریں۔ قلیچ خان وخواجہ غیاث الدین علی
وآصف خان اور امرار کو ایدر بھیجا کہ اس سرزمین کو ناپاس سرکشوں کے خاشاک سے
پاک صاف کریں۔

جولشکر ایدر کو روانہ کیا تھا وہ منزل بمنزل آباں ۹۲۴ھ کو ایدر کے حوالی میں
آیا۔ اس سرزمین کے نچوٹ آرا کوہستان کی تنگناؤں میں گھس گئے۔ تھوڑی راجپوت
اپنے معابد و منازل میں لڑنے مرنے کو تیار ہوئے۔ پادشاہی لشکر میں سے ہیرہ بھان
و عمر خان افغان و حسن بہادر اس گروہ کے پائمال کرنے کو گئے۔ راجپوتوں نے تلواریں
سونت کر اور برچھے لگا کر عصہ جانفشانی میں تیز دستی کی بہت سے پادشاہی آدمی انکے آگے سے
بھاگے۔ عمر خان و حسن بہادر مارے گئے مگر وہ سب راجپوت ہلاک ہوئے شہر میں بہت
سی غنائم پادشاہی لشکر کو ہاتھ آئیں۔ ایدر کی حراست امرار باتدبیر کو سپرد
ہوئی۔

پادشاہ نے جو سپاہ رانائے گرفتار کرنے کے لئے بھیجی تھی اسکو رانا کا
پتہ ملا۔ وہ جلدی سے بغیر حکم شاہی کے پادشاہ کے پاس واپس چلی آئی۔

حکام سلطنت کی پاسبانی اول فرمانروایوں کے ذمہ واجب ہے۔ دوم خدمت پذیروں پر اسکی نقش پذیری لوح دل پر ضروری ہے۔ اس واسطے پادشاہ قطب الدین خان اور اس کے بھگوت داس پر خفا ہوا اور انکو کورنش کی اجازت نہیں دی مگر جب انہوں نے اپنی نڈرت اور پشیمانی ظاہر کی تو انکو دربار میں آنیکی اجازت دی۔ قلیچ خان نے ایدر کو فتح کیا تھا مگر پادشاہ نے اسکو گجرات کے جانیکی لئے بلالیا تو اسے ایدر نے اور زیادہ سرکشی پر کمرباندھی وہ پہلے کوہستان میں بھاگ گیا تھا۔ اب اسے آسار اول کو اپنے ساتھ متفق کیا اور ننگر کوہستان سے باہر نکلا اور عرصہ مبارزت کو آرائش دی۔ ۱۱۴۱ھ اسفند ارند کو اولیاد دولت لشکر کی پاسبانی شیرخان کو سپرد کر کے میدان جنگ کی طرف چلے فوج قول میں خواجہ غیاث الدین علی آصف خان فوج برافغان میں تیمور بخش فوج برافغان میں میر ابو الیث فوج ہراول میں مرزا میقیم نقشبندی و نور قلیچ خان و دھیرہ برمان و میر غیاث الدین آفسر تھے۔ غنیم کے صف پر دو گروہ تھے۔ طرفین سے جوان مردوں نے اپنے جوہر دکھائے۔ راجپوت برجھون سے خوب لڑے۔ نور قلیچ خان کے بازو میں زخم لگا مگر اسے جنگ سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ مظفر راجپوتوں کے هجوم سے زمین پر گر کر کچھ گھوڑے پر چڑھ کر لڑا۔ دھیرہ برمان نے بھی مردانگی دکھائی۔ اس ہنگامہ میں ہراول شاہی مار گئی۔ جوان مردوں نے جانفشانی کر کے اسکو سنبھالا۔ مرزا میقیم و قطب خان کی جانبیں گئیں۔ جبوقت ہراول کو نہریت ہوئی تو فوجیں پیہم کمک کو آئیں اور کارزار میں مصروف ہوئیں مخالف بھی بڑی شجاعت سے لڑا۔ اپنی توانائی کے موافق لڑ کر شکست پائی پادشاہی لشکر فتح ہوا۔ پادشاہ کی گزیدہ پرستش یہ ہو کہ شاکستہ نصیحتوں اور تدابیر کی قوتوں سے گردن کشوں کو فرمان پذیر کریں۔ اور اگر نصیحت و فضیحت سود مند نہ ہو تو پھر انکو نیست و نابود کریں تاکہ وحدت انتظامی میں اختلال نہ ہو۔ اور شورش کثرت سے جہان غبار آلود نہ ہو۔ اس نظر سے آبان ۱۱۴۵ھ میں راجہ بھگوت داس اور کنورمان سنگھ اور سرداروں کو روانا کے استیصال کے لئے بھیجا۔ شہباز خان میر بخشی کو اس لشکر کا متمم مقرر کیا۔ شہباز خان بنے

جا کر ایک عرصہ داشت بھیجی جہین یہ درخواست کی کہ انتظام کے لئے کار شناس بھیجے جائیں
بادشاہ نے شیخ ابراہیم فتحپوری کو کچھ سپاہ کے ساتھ بھیج دیا کہ وہ حد لادالی میں اقامت
کر کے اس سرزمین کے سرکشوں کو فرمان پذیر کرے اور شہباز خان کی یاد دہی کر کے رانا کی
فتح کنی میں نگاہ پو کرے۔

رانائے اپنے باپ دادا کی طرح قلعہ کو ہلیمر (کوئٹہ) کو اپنی پناہ گاہ بنایا۔ قلعہ ایسے
بلند پہاڑ پر ہے کہ کسی نے پہلے زمانہ میں اسے کتر فتح کیا ہے شہباز خان میر بخش جیاس
نواح میں آیا تو اسے راجہ بھگونت سنگھ اور کنور مان سنگھ کو یہ سمجھ کر بادشاہ کے پاس
بھیج دیا کہ وہ رانا سے زمینداری میں ایک مناسبت رکھتے ہیں مبادا اس سبب سے رانا کی
سزائیں التوا واقع ہو اور خود شریف خان و غازی خان و مرزا خان کو ساتھ لیکر قلعہ کی
فتح کا ارادہ کیا اپنی راستے صواب اندیش سے بڑے بڑے سنگ تان طے کر کے لشکر کو لے گیا
اور بڑی کٹھن گھاٹیوں سے آسانی سے نکل گیا قلعہ کی فتح کے لئے ہمت چیت کی چابک دستی
اور تیزی سے اسے کیلواڑہ پر قبضہ کر لیا اور پہاڑوں پر لشکر کو چڑھا کر چہرہ دستی کی قلعہ کا
محاصرہ کیا جس سے رانا کے ہوش اڑے اور ایک اور بلا اس کے سر پر چڑھ آئی کہ قلعہ کے اندر
ایک توپ کے پھٹنے سے اسکا بہت اسباب اور سامان جھکڑا کتر ہو گیا وہ ایسا بیدل ہوا کہ جریڈ
پہاڑوں میں بھاگ گیا قلعہ فتح ہو گیا۔ نامور راجپوتوں نے اپنی پرستش گاہوں کے گرد لڑاکا زمرے
جائیں سستی بچیں رانا کا پتہ معلوم ہوا کہ وہ بانسوال میں ہو تو شہباز خان غازی خان بخشی کو قلعہ
حوالہ کر کے واپس گیا۔ اس روایت میں دو پہر کو قلعہ کو گندہ پراقتدار حاصل کیا اور
آدھی رات کو قلعہ اسے پور پر تصرف کیا۔ لشکر کو غنیمت سے مالا مال کیا اور صوبہ جسر
میں رانا کا پتلا حمال کر دیا۔

شہباز خان کو صوبہ اجمیر کے گروہوشین گردن کشوں کے تابع کرنے کے لئے
اور شورش نیا بدکاروں کو سزا دینے کے لئے بھیجا تھا سو اس نے اپنی مردانگی کا

قلعہ کو ہلیمر کی فتح

اور دربارہ اجمیر بھیجا

پیشوا خرد کو بنائے یہ کام بہت اچھی طرح کئے بہت سرکشوں کا نفق جان غارت کیا بعض کو پرستار
 اور خدمتگار بنائے چھوڑ دیا۔ رانا کو ایسا تنگ کیا کہ وہ اپنا بنگا چھوڑ کر پہاڑوں میں پوشیدہ ہوا۔
 پادشاہ کو معلوم ہوا کہ صوبہ اجمیر میں رانا نے سر اٹھایا ہے تو ہم دس سہسہ ہجڑہ کو
 غازی خان و محمد حسین اور اورامرا کو بسر کر دگی شہباز خان کے روانہ کیا کہ رانا اور تمام
 سرکشوں کو تنبیہ کاری سے باز رکھ کر نیک بندہ بنائے یا ان کی جان نکالے بہت سا
 خزانہ اسکے ساتھ کیا شہباز خان نے رانا پر تاب کو ایسا تنگ کیا کہ وہ ہر صبح کو شام
 واپسین جانتا تھا خوف سے مارا مارا پڑا پھرتا تھا۔ تجمال سیسودیہ کے مکان میں وہ تھا
 کہ شہباز خان نے اس پر سخت کی اور بہت سے بداندیشوں کو مارا اور انکا مال سباب
 لوٹ لیا اور اس نواح کو بدگوہروں سے پاک کر کے سپہ نشین بنایا۔ مشرقی دیار میں
 فساد ہونے کے سبب سے پادشاہ نے اس کو اپنے پاس وہاں بھیجنے کے لئے بلایا۔
 پادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ رانا کو ہستان سے نکلا ہے اور شورش کر رہا ہے۔
 زیر دستوں پر دراز دستی کرتا ہے۔ ایک لشکر بسر کر دگی جگن ناتھ روانہ کیا۔ مرزا
 جعفر بیگ کو بخنچی مقرر کیا۔ ۲۴ آذر ۹۹۳ھ کو وہ رخصت کیا۔ تھوڑے دنوں میں
 وہ اس دیار میں آیا رانا نے کنارہ کیا۔ پر جا کو سکھ ملا۔ جگن ناتھ چند روز بعد
 منڈل گڈہ میں سید راجو کو چھوڑ کر رانا کے بنگاہ پر گیا۔ رانا میں لڑنے کی طاقت نہ تھی
 وہ ایک اور گروہ کی راہ سے نکلا۔ اور اُس نے منڈل گڈہ کے ملک میں شورش
 مچائی اور کئی جگہ لوٹ مار کی سید راجو لڑنے کے قصد سے رانا کی طرف گیا وہ چتوڑ
 کی جانب پھرا۔ جس سے منزل پر کہ رانا اسباب باندھتا تھا وہاں سید اُترا۔ مگر
 اسے دستبرد کچھ نہیں کی۔ زیر دستوں کو رہائی ہوئی اور جگن ناتھ رانا کی بنگاہ پر
 تاخت کر کے اس سپاہ سے مل گیا۔ جگن ناتھ و جعفر آخر روز میں رانا کی بنگاہ
 پر آئے۔ قویب تھا کہ اُسے گرفتار کر لیتے کہ رانا کے ایک آدمی نے اُسے آگاہ کر دیا

رانام اپنے زہ و زاد کے پہاڑوں کی تنگناؤں میں چلا گیا۔ خان دمان اس کا غارت کیا دوراندیشی کے سبب اُس راہ سے آئے میں بسو دہنیں دیکھی جس سے گئے تھے دوسری طرف کچھ جا کر ڈونگر پور کی طرف پھرے۔ یہاں کا راجہ دوروئی کر رہا تھا اُسے دفعۃً جا پکڑ لیا۔ اور بہت روپیہ اور چار پائے دیئے۔ رانا چاہتا تھا کہ کوہستان سے نکلے اس ملک میں فساد کرے کہ اس سپاہ نے اُسے روک دیا انھیں دنوں میں دودا بھی مر گیا۔

کلمہ سیدوہ رانا کے خاندان میں سے تھا اور اس کا ساتھ دیتا تھا۔ وہ پادشاہ کی ملازمت میں آیا۔ اس پر پادشاہ نے نوازش کی۔ مگر پھر وہ بھاگ گیا۔ پادشاہ نے صلاح الدین ورامچند کو حکم دیا کہ اس کو جلد جا کر پکڑ لیں اور نصیحت کر کے یہاں لے آئیں اور اگر وہ نہ مانے تو اُس کو مار ڈالیں۔ یہ ایک سو اسی کوس طے کر کے قصبہ فچور میں آئے وہ خاطر جمعی سے کھانا کھا رہا تھا کہ اُنھوں نے پیغام نصیحت گزارش کیا۔ اس افسوس مہربانی کو اس نے افسانہ بیدلی جانا تو آدمیوں کو ساتھ لیکر لڑا اور وہ خود اور دو آدمیوں کے ساتھ مارا گیا۔ باقی آدمیوں نے پناہ مانگ کے جان بچائی۔

قلعہ سوانہ و چندر سین پسر راجہ مال دیو کے معاملات و مہمات

جب ۹۶۵ھ میں اجیر میں پادشاہ آیا تھا تو چندر سین پسر مال دیو کو کہندوستان کے اعظم زمینداروں میں سے ہوا اس کی ملازمت سے مشرف ہوا تھا۔ مگر جب وہ ۹۶۵ھ میں اجیر میں آیا تو اُس نے سنا کہ چندر سین پسر راجہ مال دیو پادشاہ کی اطاعت سے سرتابی کر کے خود سر ہو گیا اور قلعہ سوانہ کو کہ جو بہ اجیر کے سبب قلعوں میں زیادہ مستحکم و استوار تھا اُنے کے لیے تیار کیا ہوا۔ پادشاہ نے اس سانحہ کو سنکر اس دیوار کی رعایا پر رحم کیا کہ شاہ قلی خاں محرم ورامی رے سنگد و شمال خان دکنیو داس

کلمہ سیدوہ کا راجا جانا ہے

چندر سین پسر راجہ مال دیو کی سرکشی اور پسر لکھنوی

پسر جمل میر تقہ دال و جگت رے پسر دھرم چند کو چندر سین کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ اگر وہ نصیحت سے راہ پر آجائے تو ہمارے پاس لے آؤ یہ امر ار شاہی شہر سو خب میں آئے۔ مالدیو کا پوتا ناکھ یہاں سے بھاگ کر تنگنا کو ہستان میں قلعہ سر بارمی کے اندر چلا گیا۔ امر ار شاہی نے اس کا تعاقب کر کے اس شہر کو جلا دیا تو وہ کوہ کوہ بنہ میں چلا آیا بادشاہ کی سپاہ نے اس کا تعاقب کیا اور دشت و گریوہ پر کچھ خیال نہیں کیا جب کلمہ نے اپنے گرفتار ہونے کی صورت معائنہ کی تو عاجزی کر کے راست کیشوں کے وسیلہ سے لشکر شاہی سے ملا اور ہمیں داس و پرتھی راج راٹھور اور اپنے بھائی کیشو دا کو خدمت گزینی کے لیے لشکر کے ہمراہ کیا اور اپنی شکستگیوں کی درستی کے لیے رخصت لی۔ جب اس طرح چندر سین کی جمعیت میں فتور آیا تو شہر سوانہ کی طرف امر ار شاہی متوجہ ہوئے۔ یہاں چندر سین کے ہوا خواہوں میں سے راول سکھ راج ریاست کرتا تھا ان دونوں میں رنے رائسننگ کے ملازم سبر کر دگی گوپال داس اس کے ملک پر تاخت و تاراج کرنے کے لیے دوڑے۔ راول کی معاونت کے لیے چندر سین نے سو جاو دیہی کو بھیجا اس عرصہ میں کہ وہ مواضع و قریات تاراج کر کے معاونت کرے۔ راول پاس جمعیت اکٹھی ہو گئی اور عرصہ نبر و آراستہ ہوا۔ سو جاو دیہی داس و ماں بر اور راول اس مصاف میں مارے گئے اور بادشاہی لشکر فتح مند ہوا۔ لڑائی کو سنکر رنے رائسننگ جنگ گاہ میں آیا مگر اس کے آنے سے پہلے ہی فتح ہو گئی تھی راول کو یہ ایسی شکست ہوئی کہ وہ راہ پر آگیا اور اپنے بیٹے کو لشکر شاہی کے ساتھ کیا اب یہاں سے فوج شاہی سوانہ کی تسخیر پر متوجہ ہوئی۔ چندر سین نے قلعہ میں اپنا ٹھہرنا مصلحت نہ جانا قلعہ کو پتائے راٹھور اور پتائے بقال کو حوالہ کیا امر ار شاہی نے اس کا محاصرہ کیا۔

جب بادشاہ ۹۸۲ھ میں اجمیر میں آیا تو سوانہ سے جریدہ رنے رائسننگ بادشاہ

کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ حدود و چھوڑیں چندر سین خود سری کر رہا ہے لشکر
سوانہ کی تیغ کے لیے مقرر ہوا ہے وہ دشمن کے دفع کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ کام روئی
کے لیے اور لشکر عنایت ہو۔ پادشاہ نے اسکی درخواست منظور کی۔ طیب خاں و
سید بیگ تو قبائی و سبحان علی ترک و خرم و عظمت خاں و سیدو اس کو چندر سین کے سر پر
بھجیا وہ راہپور کے حدود سے سخت گریو دں میں چلا گیا۔ فوج شاہی نے بھی کوہستان
کی طرف رخ کیا مخالفوں میں چند آدمیوں کا کام نکلا اور اکثر ان میں شہداء سے پائمال
ہوئے۔ چندر سین سے مقابلہ لشکر شاہی سے نہ ہو سکا وہ بھاگ گیا۔ امرا شاہی اپنی نافرمانی
اور کوتاہ بینی سے اسکے اس بھاگنے ہی کو یہ سمجھے کہ سارا کام پورا تمام ہو گیا۔ بے طلب
شاہی وہ پادشاہ پاس چلے آئے پادشاہ نے اس نافرمانی کے تصور پر ان کو پایہ
اعتبار سے ساقط کیا ۹۸۸ھ میں صوبہ اجیر کی بعض محال میں پھر چندر سین نے سرکشی و
خود سری اختیار کر کے فساد مچایا۔ پادشاہ نے پائندہ محمد خاں مغل و سید ہاشم و سید قاسم
اور تمام ان حدود کے اقطاع داروں کے نام فرمان جاری کیا کہ چندر سین کو سزا دیں سب
حسب حکم اس کار پر متوجہ ہونے وہ لشکر شاہی سے لڑا اور شکست پاکر بھاگ گیا۔

جب شاہ قلی محمد درائے رائے سنگہ کا لشکر شہادتہ خدمت نہ کر سکا اور
سپاہیوں کے گھوڑے نکتے ہوئے اور جانوروں کے چارہ نہ ملنے سے تمام
سپاہیوں کو اضطراب ہوا تو اُس نے سید احمد و سید قاسم و سید ہاشم و
جلال خاں و شمال خاں کو اس خدمت پر تعین کیا کہ حصار کی فستح میں کوشش
کریں اور جو لشکر پہلے گیا ہو اُس کو ہارے پاس بھیج دیں۔ امرا اپنے اپنے تیول میں
یورشیں کا سامان درست کرنے لگے۔

اس درمیان میں جلال خاں کا واقعہ پیش آیا۔ جلال خاں میر تھیں آیا رانی رائے سنگہ
کے بھائیوں سلطان سنگہ و رانم سنگہ اور شاہ قلی کے داماد علی قلی خاں نے

قلعہ سوانہ کی فتح ۹۸۸ھ و جلال خاں کا واقعہ

پیغام بھیجا کہ ہم حکم شاہی سے چندر سین کے استیصال کے دیے ہیں۔ مگر وہ کوہستان کے
 انتظار اور مسالک کی دشواری اور جاں نثار توروں کے ہجوم کے سبب استقلال کا
 دم بھر رہا ہے۔ یہ دقت آپ کی مدد کا ہی جلد آؤ۔ اس درخواست سے جلال خاں ان
 حدود میں بہت جلد چلا آیا ہے۔ چندر سین کو جس میں پناہ لیکر اس لشکر سے لڑا۔ بہت
 کشت و خون ہوا۔ وہ پھر پہاڑوں میں چلا گیا اور شاہی قلعہ رام گڑھ میں آئے۔
 ان دنوں میں ایک مکار نے اپنے تئیں دیہی داس بنایا لوگ اس کے گرد جمع ہوئے بہت
 آدمیوں کو تو یہ یقین تھا کہ مرزا شرف الدین حسین کی لڑائی میں حدود میرٹھ میں ہی داس
 مارا گیا۔ مگر اس مدعی مکار نے یہ کہا کہ میں اس لڑائی میں زخمی ہوا تھا۔ مجھے ایک جوگی نے
 گھر لے گیا اور وہاں علاج کر کے اچھا کر دیا جوگی کی اگیا سے پھر سنسار کا دھندا کرتا ہوں
 اب کوئی اسے مانتا تھا۔ کوئی نہ مانتا تھا وہ جلال خاں کی صحبت میں شریک اس خیال
 سے ہوا کہ نیکو خدمتی کی دستاویز سے پادشاہ کی ملازمت میں اس کے توسل سے پہنچے مگر
 یہاں ایک اور ہی گل کھلا۔ چندر سین کی جستجو میں تدبیریں ہو رہی تھیں کہ دیہی داس نے بتلایا
 کہ چندر سین اپنے بھتیجے رام رائے کے بیٹے کلا کے گھر میں ہے۔ شاہی لشکر وہاں پہنچا۔
 اس سبب کلانے شمال خاں سے ملکر دیہی داس کے مارنے کا ارادہ کیا۔ شمال خاں
 نے دیہی داس کو گھر میں بھان بلا کر اس کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ اپنی مردانگی
 سے ہاتھ نہ آیا اور سلامت نکل گیا اب وہ اعیان لشکر شاہی سے مایوس ہو کر کلا کا
 مصاحب بنا اور اپنے انتقام لینے کے لیے وہ شمال خاں کے خیمہ کے شبہ میں جلال خاں
 کے خیمہ میں گھس گیا۔ جلال خاں جنگ کے سامان بغیر لڑنے کھڑا ہو گیا اور قتل ہوا
 پھر شمال خاں کے خیمہ پر دیہی داس گھاٹ گیا تو وہاں اس کی امداد کو جیل کا لشکر آ گیا
 تھا وہاں اسکی دال نہ گئی۔ پھر اس ناحیہ کے قمر و منشوں نے سر اٹھایا۔ علی الخصوص
 کلانے قلعہ دنکور (دیو کور) میں بہت سرکش جمع ہوئے سادات بارہ اور تمام اعیان

لشکران قلعہ نشین سرکشوں کے دفع کے دیے ہوئے اور سوانہ کا کام تاخیر میں پڑا سیلے
 شہباز خاں کو پادشاہ نے تعین کیا کہ اس لشکر کو برسر کار کر کے وہ چلا آئے جب اس
 ناحیہ کے قریب آیا تو ایسی آگئی ہوئی کہ لشکر شہابی قلعہ پر جھول رہا ہے اور پیالے لڑا کر کام
 کو اور سخت کرتا جاتا ہے۔ شہباز خاں اپنی ہمت اور دل کار پر داز سے بے توقف اس قلعہ کی
 تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔ لڑائی میں تلواریں چلیں اور قلعہ مفتوح ہو گیا۔ بہت سے سرکش
 مارے گئے اور گرفتار ہوئے۔ شہباز خاں یہاں سیدوں کے تھانے بٹھا کر سوانہ کی تسخیر
 کو چلا اس سے سات کوس کے فاصلہ پر ایک سنگین قلعہ دوبارہ (دوتارہ) تھا۔ اس
 میں راٹھور راجپوت جمع تھے۔ جب شہباز خاں یہاں آیا تو اس نے راٹھوروں کو
 فرمان پذیر کی ہدایت کی مگر سودمند نہ ہوئی۔ ناگزیر قلعہ کو فتح کرنا پڑا۔ ساباط بنائے
 تھوٹے دنوں میں یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا اور بہت راجپوت مارے گئے اور یہ فیروز مندی
 سوانہ کی فتح کا مقدمہ بنی۔ اس سے سوانہ میں بھی اہل قلعہ کو خوف پیدا ہوا۔ اب
 لشکر قلعہ سوانہ کی فتح پر جھکا۔ جو لشکر یہاں پہلے تھا اسکو رخصت کیا اور ساباط بنائے
 اور اس عقدہ دشوار نما کی گرہ کشائی میں ظاہر کو باطن کے ساتھ یک رنگ کیا تدبیر
 کو شجاعت کے ساتھ جمع کیا۔ تھوٹے دنوں میں اہل قلعہ نے دہائی چائی اور پناہ مانگی
 شہباز خاں اس قلعہ کو اپنے آدمیوں کو حوالہ کر کے پادشاہ پاس چلا گیا۔

رائے سرجن حاکم رتھور کا بیٹا دودا بے رخصت اپنے وطن بوندی کو چلا گیا اور
 وہاں ظلم و ستم برپا کیا۔ پادشاہ نے صفدر خاں و بہادر خاں و محمد حسین شیخ
 و کاندھلے و جاندون سلطان و جیل کو اس خدمت پر نامزد کیا کہ وہ عام رعایا
 کی حفاظت کریں اور دودا کو پکڑ کر لے آئیں مگر اس فوج نے اپنی کار نشناسی
 سے مدار کی خواستگار کی اس لیے پادشاہ نے ۱۰۸۸ھ کو نواحی
 راہپور سے زمین خاں کو کھٹا شنس کو اس خدمت پر رخصت کیا۔ اور رائے

سرحن کو جو اس سے رشتہ پدری اور بھوج کو جو اس سے پیوند برادری رکھتا تھا اور
 راجنندو کرمی کو اسکے ہمراہ کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ امرار جو پہلے دہاں گئے ہیں وہ اس لشکر
 سے ملکر کیتا دلی سے کام کریں دونوں نے اس کام کے سرانجام میں شائستہ لگاؤ
 کر کے تھوڑے دنوں میں قلعہ پر تصرف کیا۔ دودا پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ جب ان
 حدود میں امن ہو گیا تو اس ناجیہ کی حراست بھوج کو سپرد کر کے زین خاں راجنندو
 کو ساتھ لیکر پادشاہ کی خدمت میں آنے کے لیے روانہ ہوا۔ ایک ہی منزل چلا تھا
 کہ اس سرزمین کی شورشیں لشکر اس کو سوائے معاودت کے کوئی اور چارہ نہ تھا اس
 اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس کو ہستان میں بہتے بہتے اکثر سپاہی تنگ ہو گئے
 تھے جب کو کہ روانہ ہوا تو سپاہ کے بد ذات آدمیوں نے پہلے غل مچایا کہ دودا
 آگیا ہے اور پھر لوٹنا شروع کیا۔ اردو بازار اور آباد شہر کا بڑا حصہ لٹ گیا۔ امرار ترسنا
 کی اور ناشناسانی سے باہر نکلنے پر آمادہ ہوئے زین خاں نے یہاں اقامت کی
 اور رائے سرحن کو کسی مصلحت کے سبب سے پادشاہ پاس رخصت کیا اور خود اس
 نواح کے انتظام میں مصروف ہوا اس نے اپنے اخلاص سے لشکر کی خطا ہری
 بے سامانی اور بیدلی عامہ کو مٹا دیا۔ دفعۃً غبارِ فتنہ مٹھ گیا۔ دلوں کو چین ہوا۔
 تہہ کار گوشوں میں چھپ گئے متمر دوں نے مناسب سزا پائی۔

دودا نے پادشاہ کی سپاہ کے اسبابِ معیشت کی کمیابی دیکھی تو وہ بہت سے
 آدمیوں کو جمع کر کے کوہ اونٹ گردن پر چڑھ گیا۔ یہ پہاڑ بہت بلند اور دشوار گزار ہے۔
 اس پر اس لیے وہ گیا تھا کہ فرصت پا کر لشکر کو گزند پہنچائے۔ زین خاں کو کہ نے لشکر
 کے تین حصے کر کے پیشدستی کی اور بعض کا رطلب بہادروں کو پہاڑ پر جانے کے لیے آمادہ
 کیا اور خود بھوج کی ساتھ متفق رائے ہو کر ان بہادر گریوہ نور دوں کا معین ہوا۔
 پیشقدم ننگاؤں سے نکلک بلند ہی کے قریب پہنچے۔ مخالفت نے بہت سے اپنے

بہادر روں کو آگے روانہ کیا۔ اپنی پادشاہی لشکر نے بندوق اندازی شروع کی اور ان کے تین بڑے نامی سرداروں کو اڑا دیا جس سے سب آگے والوں کے قدم اکھڑ گئے کہ آگے بڑھ کر ایک بڑی لڑائی لڑا۔ ایک ہویس نامور مخالف کے مردانہ لڑکر مرے اور دو دا بھاگ گیا۔ جب اس طرح یہ ناحیہ بغار شور و شش سے صاف ہوا تو اس کا انتظام رائے بھوج کے سپرد کیا اور خود پادشاہ پاس چلا آیا۔

دودا رانا پاس گیا وہ شور پستی سے فتنہ اندازی کرتا پھر اٹھ بار خاں جب رانا کو پکڑنے گیا ہوتا تو دودا سے عہد و پیمان کر کے اپنے ساتھ پادشاہ کی خدمت میں لایا۔ قصبہ تھارہ میں پنجم تیر ۹۸۶ء میں وہ پادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ پادشاہ نے اُسے دیکھ کر فرمایا کہ اسکی پیشانی سے ادیار جاوید کے آثار نمودار ہیں۔ بدتمادوں کے مزاج کو مہربانی کی نوشدار و سود مند نہیں ہوتی۔ مگر پیاں کا پاس ضرور ہوا۔ اسے اس پر بخشائش کی جاتی ہے۔ پادشاہ تو اپنے دار الخلافہ کو آیا۔ دودا کو پنجاب چھوڑا۔ جہاں سے وہ کچھ دنوں بعد بھاگ گیا۔

جب پادشاہ نے سنا کہ تاج خاں جالوری نے فرمان برداری چھوڑی اور دیورہ رائے سردہی نے احکام بندگی کی پاسبانی کو ترک کیا تو ترسوں خاں رائے رائے سنگھ و سید ہاشم بارہ کو یہ خدمت سپرد کی کہ اول انکو معظت کی باتوں سے اطاعت کی راہ پر لائیں اگر طرز دانا پسند سے کام نہ کھل آئے تو لڑنا نہیں چاہیے اور اگر وہ اس طرح نہ مانیں تو یہ سمجھیں کہ خدا کی مرضی ہے کہ میدان جنگ میں انکی جانیں جائیں۔ پادشاہ کا لشکر تھوڑے دنوں میں جالوریں آیا تو تاج خاں ندامت کو دستاویز بنا کر فراق دولت سے ہلاکت ہوا۔ وہ شرمندہ ہو کر اولیاء دولت سے ملا۔ اور پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ یہ کام تو آسانی سے پورا ہوا۔ پھر لشکر شاہی سردہی روانہ ہوا۔ رائے سردہی سلطان دیورہ اپنے وطن کو گیا۔ اسکے پاس ایک حصار دشوار کش تھا۔ وہ پہاڑوں کی بلندیوں کو اپنی پناہ

دودا کا پادشاہ پاس آنا و بھاگنا ۹۸۶ء

سردہی اور جالوری کی طرف لشکر کا جانا اور کامیاب ہونا ۹۸۶ء اور

سردہی اور جالوری کا فتح ہونا

سمجھا۔ رائے رائے سنگھ و سید ہاشم نے اسکی تیغ کا ارادہ کیا۔ اس میں شتابی کی بجائے
 آہستگی اختیار کی۔ رائے رائے سنگھ نے اپنا بہنہ و بار اپنے وطن سے منگایا اثنائے
 راہ میں اس قافلہ پر سلطان دیورہ نے حملہ کیا قافلہ سالار رائے مل تھا وہ مخالف سے
 خوب لڑا۔ بہت آدمی مارے گئے۔ سلطان دیورہ شکست پا کر قلعہ ابو گڈہ میں
 آ گیا۔ اس کا ملک ممالک محروسہ کا ضمیمہ بنا۔ پادشاہی لشکر اس قلعہ کی فتح کی
 طرف متوجہ ہوا۔ کہتے ہیں اس کا اصل نام اربد اچل تھا۔ اربد دیہی کا نام ہی اور اچل پہاڑ
 کو کہتے ہیں۔ زبانوں کے تداول اور تحریفات سے اس کا نام ابو گڈہ ہو گیا ہے وہ
 سر وہی کے قریب صوبہ اجیر کے اقصاء میں گجرات رو یہ ہے اس کی چڑھائی سات
 کوس ہے۔ اس بلندی پر پہلے زمانہ میں رانانے قلعہ بنایا تھا جس کی راہ برآمد و شوا
 چشمے گوارا۔ کنوئیں میٹھے۔ زمین آباد۔ اس قدر کہ اہل قلعہ کو کافی طرح طرح کے گل پھول
 ہوانشا افزا۔ اہل ثروت نے تین و تبرک کے لئے اس نواح میں معابد و منازل
 خیر تعمیر کیے۔ پادشاہی لشکر اس کی فتح کو آیا۔ اور تھوڑی کوشش میں اس
 قلعہ کو فتح کر لیا۔ سلطان ایسا سرا سیمہ ہوا کہ لشکر شاہی کا نیاز مند بنا۔
 قلعہ کی گنجیاں اس کو حوالہ کیں۔ رائے رائے سنگھ اس کو ساتھ لیکر پادشاہ
 کی خدمت میں آیا۔

معالات راجہ بدھ گڈہ

آئین ملک دارمی اور رسم جہا نبانی بھی ہے کہ خود کاموں کی ہوش افزائی نگوشت
 مالش سے کی جائے۔ اور آگاہ دل بیدار مغزوں کا اعتبار بیڑھایا جائے تاکہ
 فرماں گزراے اور گردن کش اپنے اپنے کردار کا پاداش پائیں۔ بدھ گڈہ
 (بدھ گڑھ) کا راجہ اپنے ملک کی افزائش اور اپنے پاس بہادر و لڑاکے ہجوم پر

راجہ بدھ گڈہ کا تختہ

اور اپنے قلب مقامات کے استحکام پر مغرور تھا۔ خوشامد گو اس کے دوست تھے اس نے
 پادشاہ کی فرماں پذیری کو ترک کیا۔ پادشاہ نے صادق خاں و راجہ اسکران
 اور موٹھ راجہ کو اس خدمت پر مامور کیا کہ وہ جا کر اول راجہ کو نصیحت کر کے سعادت
 کی راہ پر لائیں اور اگر وہ نہ مانے تو سزا دیں۔ جب صادق خاں لشکر لیکر حدود
 نرو میں آیا تو اس نے راجہ کو نصیحتیں کیں۔ مگر وہ سود مند نہ ہوئیں۔ ناگزیر جنگل کاٹنے
 کا سامان کر کے قصبہ اوندچہ (ارچہ) دریا بتوا کے کنارہ پر بندیلکھنڈ میں ہندو دارالملک
 بنڈیلیوں کا ہی) کی طرف چلے۔ یہ راجہ کا بنگاہ تھا جب لشکر قلعہ کرھہ کی نواح میں آیا۔
 (کرھہ نرو سے جنوب میں ۸ میل پر ہے) تو پرمانند پنوار جو راجہ کا ہمسر تھا وہ قلعہ میں
 بیٹھا۔ پادشاہی سپاہ نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا اور فتح کا ارادہ کیا۔ ہر روز اہل قلعہ کچھ
 لڑتے اور ہزیمت پاتے۔ تھوڑے دنوں میں ہار گئے۔ امان طلب کی۔ لشکر شاہی نے
 پناہ دی اس ملک کی اول شکل آسانی سے حل ہوئی۔ لشکر آگے بڑھا۔ یہاں چاروں
 طرف درخت زار تھے ان میں لشکر کا چلنا دشوار تھا اس لیے ایک روز لشکر درخت
 کاٹا دوسرے روز چلتا۔ اسی طرح منزل بہ منزل چلکر اوندچہ (ارچہ) کے شمال میں دھارا
 کے کنارہ پر (بتوا کو ارچہ میں ست دھارا یعنی سات دھاریں کہتے ہیں) وارد ہوا۔
 اس کے کناروں پر راجہ بھاری فوج لیکر لڑنے کے لیے آیا۔ روز بروز ہر طرف کے
 دلاور عرصہ نبرد کو آتش دیتے۔ مردانہ جنگیں کرتے۔ پنج مے ماہ الہی کو یہ قرار پایا
 کہ دریا سے پار جا کر جنگ صفت ہو لیکن راہ ناشائستہ تھی اور مقام نامساں تھا۔ لشکر شاہی
 میں دریا کے اترنے کے اندر انتظام نہ رہا۔ صادق خاں ایک سپاہ کے حصہ کے ساتھ
 جدا ہو گیا اور قاسم علی خاں و الف خاں و شیخ فیروز دریا سے اترنا چاہتے تھے کہ
 دشمن کی آتشباری نے ہر اول کو اترنے نہ دیا اور اُس پر بری آن بنی۔ اسکے
 دل لڑنے لگے کہ کمال خاں و محمود خاں و جدار نے ہاتھیوں کو پانی میں ڈال کر

شکر کی ہمت بندھوائی اور جرأت بڑھائی۔ اول صادق خاں اترا اور عجیب جنگ ہوئی۔ پادشاہی لشکر کی دست بردیوں سے مخالف کا لشکر پرانگندہ ہوا اور اسکے بہت آدمی مارے گئے۔ لشکر نے اُس کا خان ومان لوٹ لیا۔ درختوں کی انبوہی اور جگہ کی بیگانگی نے راجہ کا حال نہ بتلانے دیا۔ بعض کو یہ گمان تھا کہ وہ کسی کین گاہ میں فرصت کا منتظر ہے بعض کا یہ خیال تھا کہ وہ جلد لشکر سے لڑنے آتا ہے۔ اس رائے کے موافق صادق خاں اپنے معکرمیں گیا اور دفعہ دفعہ کر کے آدمیوں کو آگے بھیجا۔ راجہ نے عقب سے آنکر شورش مچائی اور شاہی فوج کو مار کر بھگا یا۔ پھر الخ خاں نے تھوڑے آدمیوں سے لڑنا شروع کیا اس کی امداد کو صادق خاں اور ابوالمعالی فوجوں کو لیکر آگئے سخت لڑائی ہوئی۔ راجہ کا بڑا بیٹا صوہرل دیو گج نال کے صدمہ سے مارا گیا۔ راجہ کے بیٹے اور بھائی بھی زخمی ہو کر میدان جنگ سے الگ ہوئے۔ دوسو راجپوت مارے گئے۔ پادشاہی لشکر میں بھی آدمی زخمی ہوئے مگر سب چھپے ہو گئے۔

راجہ ہر میت پا کر شرمندہ پہاڑوں میں پڑا پھرتا تھا۔ صادق خاں اس نواح میں مقیم تھا۔ اُس نے راجہ کو اپنی سپاہ سے ایسا تنگ کیا کہ اُس نے مجبور ہو کر اپنی خدمات سابقہ کو دست آویز بنا کر لا بہ گری اور عذر آرائی کی۔ امرا نے جواب دیا کہ اگر تو لڑا نہ ہوتا تو ہم تیری درخواست کو منظور کر لیتے مگر اب پادشاہ سے تیری سرگزشت عذر داشت میں لکھ کر بھیجتے ہیں۔ راجہ نے بھی سوم چند اپنے بھتیجے کو پیش کش دیکر پادشاہ پاس بھیجا۔ وہ نہرہ کے حوالی میں پادشاہ پاس آیا پادشاہ کی عادت میں عذر پذیر بھی اُسی اس کا قصور معاف کر دیا۔ وہ ۲۱ آبان کو صادق خاں کے ساتھ پادشاہ کی خدمت میں بار یاب ہوا پادشاہ نے اس پر سب طرح کی نوازشیں کیں۔

جب پادشاہ کا لشکر دکن کو جاتا تھا تو راجہ بدھگر اس کے ساتھ نہ ہوا۔ اور بجائے عذر کرنے کے سرتابی کی۔ شہاب الدین احمد خاں مع اور تیول داروں کے

راجہ بدھگر کا پادشاہ پاس آنا

راجہ بدھگر کا پادشاہ پاس آنا

اُس کی مالش کے درپے ہوا جب قبضہ اندجہ (ارجھ) سے جہاں اس کا بنگاہ تھا
 لشکر چار کوس پر پہنچا تو اُس نے لایہ گری کی۔ راجہ اسکرن اور جگن کی سفارش کو
 فرمان پذیری کی دستاویز بنا کر رستگاری پائی۔ سپہ آرا کی خدمت میں
 پہنچا ہوا پھر کوتاہ اندیشی تباہ خیالی سے بھاگ گیا۔ جب نصیحت کی داستان سووند
 پہنچی تو لشکر شاہی نے اس کا گھر بار لوٹا۔ اور کم آذوقی کے سبب وہاں نہ رہ سکا
 تو قلعہ کچھ کی تخیر کے لیے چلا۔ اس قلعہ کو راجہ کے بیٹوں اندرجیت دست رائے نے
 اور اُس کے پوتے ہر دیو نے استوار کیا اور تنگناؤں میں لٹنا شروع کیا۔ اور
 اس کا خیمہ زہ بھگتا۔ ایک دن اس کا برابر راگھو داس لڑا۔ مزایا بیک قاتل
 نے اُس پر فتح پائی اور وہ مارا گیا۔ ایک مہینے تک قلعہ کا محاصرہ رہا۔ ہر بار کارز آ
 میں غنیمت شمار ہوتا۔ جب پیکار کی قوت نہ رہی تو بھاگ گیا اور ہر ایک اپنے
 قبول میں چلا گیا۔

شاہزادہ سلطان مراد مالوہ کو جاتا تھا اُس کی خدمت میں ہر جگہ کے زمیندار اور
 سردار آتے جاتے تھے۔ اگر وہ میں یہ خبر آئی تھی کہ راجہ بدھوگر کا ارادہ شاہزادہ
 کی خدمت میں آنے کا نہیں ہے اس لیے اُس کو اندر زمانہ بکھا گیا۔ اُس نے زور کے
 نزدیک اپنے پوتے کو شاہزادہ کی خدمت میں بھیجا اور اپنے آنے کا عذر کیا دوبارہ
 نصیحت کی گئی اور امید و بیم کی داستان سنائی گئی تو وہ ملازمت کے لیے روانہ
 ہوا۔ چار کوس لشکر شاہی سے مقیم ہوا۔ درخواست کی کہ اسماعیل قلی خاں جسکناقت
 مجھے اپنی پناہ میں لیجائیں یہ درخواست منظور ہوئی۔ اسماعیل قلی جلد آیا اور جگن ناہتہ کو
 کچھ دیر ہوئی وہ خوف کے مائے بھاگ کر جلد پہاڑوں تنگنا میں داخل ہوا شاہزادہ
 نے اُن پر خفا ہو کر ان کو حکم دیا کہ اس کو جا کر ابھی پکڑ لائیں یا اس کی خود مائش
 کریں انھوں نے انکار کیا۔ شاہزادہ خود لڑنے گیا۔ راجہ نے لایہ گری کی اور اپنے

راجہ بدھوگر کا بنگاہ کن

بیٹے رام شاہ درنجیت کو ملازمت میں بھیجا۔ اسکی بنگاہ کی تاخت میں التوا ہوا۔ قلعہ کدوہ کے نزدیک ہمیر سین کے بیٹے نے پناہ مانگی اس نے منظور کیا۔ مگر کارشناسوں کی ہرزہ سرائی سے پیمان شکنی کر کے قلعہ کی فتح کے ورپے ہوا۔ ہمیر سین کا بیٹا بھاگ گیا۔ شاہزادہ نے قلعہ کو زبردستی چھین لیا۔ چار سو رچوت مائے گئے۔ رام شاہ نے اس سُست پیمانی کو دیکھ کر آدمی رات کو بھاگ گیا۔ جگناتھ اس کا دیدبان تھا اس شرمساری کے مائے کچھ جواب نہ آیا۔ شاہزادہ نے اپنا بلند قصد کیا اور راجہ کا گھر بار سب لوٹ لیا۔ بیس ڈیرے ڈال دیئے۔ پادشاہ خفا ہوا بغیر اجازت کیوں زمیندار سے لڑا اور یہ پائیہ شناسی اور قدر دانی کو کسی گزند پہنچائی۔ شاہزادہ کے ہمراہیوں کی نکویش کی اور حکم دیا کہ فوراً شاہزادہ کو مالوہ لیجائیں اگرچہ راجہ نافرمانی کرے گا تو اس کے لیے جُدا لشکر بھیجا جائیگا۔

مہات و معاملات کشمیر

(تمہید)

کشمیر کا مسلسل حال تو تاریخ کشمیر میں لکھا گیا ہے۔ یہاں صرف وہ حال لکھتے ہیں جو شاہ اکبر کی سلطنت سے متعلق ہے۔ کشمیر کی سلطنت کبھی ہندوؤں کے ہاتھ میں کبھی تاتاریوں کے قبضہ میں رہی مگر سب سے وہاں ایک مسلمان پادشاہ ہو گیا جس کا نام محمد مرزا مخاطب شاہ شمس الدین تھا یعنی آٹھویں صدی میں اس میں مسلمان پادشاہ ہونے شروع ہوئے۔ ہند کے سلطان مغلیہ نے بھی ہمیشہ کشمیر کی تخیل کی طرف اپنی توجہ رکھی ۹۳۳ھ میں بابر نے اپنی سپاہ کی مدد سے نازک شاہ بن ابراہیم شاہ کو پادشاہ بنایا تھا۔ ہمایوں بھی اپنے باپ کا پسند اس باب میں رہا۔ ۹۴۲ھ ہمایوں جلا وطن ہونے کے لیے لاہور میں آیا تو بعض امرا کشمیر نے اس کو بلایا مگر وہ خود نہیں گیا۔ حیدر مرزا و غلامت کو وہاں بھیجا جس کا حال میں نے

شکرت نامہ ہمایوں میں لکھا ہے کہ اُس نے شہر کا خوب انتظام کیا۔ گیارہ برس تک سلطنت کی ہمایوں کے نام کا خلیفہ دہلی کا جس نے اپنے مخالف حیدر مرزا و غلات نے زعفران اور شالیں شاہ دہلی سلیم شاہ پاس بھیجے جس نے اس کے مبادلہ میں یہاں کی نہایت عمدہ مٹلیں اور کپڑے بھیجے۔ مرزا ایک مہم میں مارا گیا تو ۹۵۹ء شہ نازک شاہ سہ بارہ کشمیر کا پادشاہ ہوا۔ یہاں پادشاہوں کا تین و تبدیل بہت جلد ہوتا رہا کہ ۹۶۵ء میں غازی شاہ مقرر ہوا۔

آئین معدلت گسٹری اور قانون کشور کشانی میں یہ لازم ہے کہ جب کسی مملکت کا والی اور کسی ناحیہ کا حاکم اپنی عیش و عشرت میں مشغول ہو اور اپنے نفس و ہوا کی کارروائی میں اپنا وقت صرف کرتا ہو۔ اور رعیت پروری اور مظلوموں کی غجواری اور ظالموں کی بیخ کنی نہ کرتا ہو تو پادشاہ کو ایسے تسلط و متغلب کے استیصال میں کوشش کر کے اس مرزوم کے باشندوں کو خرد و دردانش نشوں کے حوالہ کرنا واجب ہے ۹۶۵ء میں شور انگیز آشوب پیشہ کشمیریوں کے اور غازی خاں حاکم کشمیر کی بیداد کی خبریں پادشاہ کے کان میں آئیں تو اُس نے حکم دیا کہ مرزا قرا بہادر خوش ماہر اور مرزا حیدر جوان حدود کے خال سے خوب واقف تھا آراستہ لشکر لیکر کشمیر کی تسخیر کے لیے جانے اور ایک جماعت کشمیر کو اس کی کمک کے لیے نامزد کیا۔ ان ایام میں کشمیر کا فرماں روا غازی خاں پسر کاجی چک تھا کہ باپ کے بعد کشمیر کی ریاست اس کو ملی تھی تحقیق یہ ہے کہ وہ حسن چک برادر کاجی چک کا بیٹا تھا جب حسن چک کا پیمانہ عمر لبریز ہوا تو کاجی چک ہوا دھوس و حصص کی افراط سے یاد دنیا کے انتظام کے سبب سے اس کی عالمہ بیوی نے اپنا عقد کر لیا۔ انعتاد کے دو تین مہینے بعد غازی خاں متولد ہوا۔

قرا بہادر کارداراں کا رطلب نہ تھا۔ بہت دیر لگا کر اس خدمت پر متوجہ ہوا۔ گرمی کی خدمت میں راجوری میں پہنچا۔ نصرت خاں۔ فتح چک برادر زادہ دولت چک۔ نوہرہ گاہی گلی رینا اور عیدی رینا و یوسف چک پسر کاجی چک و خواجہ حاجی آنکر اس سے ملے۔

تسخیر کشمیر کے لیے مرزا قرا بہادر مرزا حیدر کو گران کوٹھنیا ۹۶۵ء

جب انھوں نے اس لشکر کا حال منظم نہ دیکھا تو نصرت خاں دفعت چاک لوہرہ انگری کشمیر
 کی طرف چلے گئے جس سے قراہادر کا لشکر پریشان ہو گیا موضع لالی گھوگر میں بجنہ کے
 قریب لک کے انتظار میں تین ہینے توقف ہوا اور اس لشکر کے سردار کہنے علمہ تھے وہ زیادہ
 دیر میں پہنچے کشمیر کے اندر آنا اس قسم کا نہیں ہے کہ اس آہستگی و گراں پائی سے میسر ہو اس کے
 مسالک میں قیل کے ہیں کہ اگر وہاں کے دالی کو چند روز پہلے کسی بیگانہ کی خبر ہو جائے تو وہ
 اسکی راہوں کو ایسا تنگ کر سکتا ہے کہ اگر لشکر میں ہزار رستم بھی ہوں تو ان کا تباہ و شوار
 کیا بلکہ ناممکن ہو۔ غازی خاں نے لشکر کی آمد سنی اور اس پر چند ہینے گزر گئے تو اس نے
 راہوں کو ایسا تنگ کیا کہ اس سے زیادہ تصور میں نہیں آسکتا۔ مرزا قراہادر نے راجوری
 کے نزدیک چند روز مقابلہ محاربہ کیا اور شکست پاکر وہ پھر آیا۔ شکست صرف کشمیریوں
 کے استحکام و استیلا سے نہیں ہوئی بلکہ تپ لرزہ کا موسم آگیا اور برسات کا آغاز ہوا
 اور عمدہ اسباب کی لک نہ پہنچی ان سببوں سے بھی شکست ہوئی۔ اس روز ایک عجیب
 جنگ ہوئی تھی ایک طرف سے بندوقیں چلتی تھیں اور دوسری طرف تیر اندازی ہوتی تھی
 اگرچہ پادشاہی آدمی کم تھے مگر داد مروانگی دیتے تھے۔ کوچک بہادر رستم دلی کرتا تھا۔
 مگر آخر کو پادشاہی لشکر کو شکست ہوئی۔ پانچوغل قتل ہوئے۔ ہاتھی سب چھن گئے۔
 راجوری کے نزدیک قلعہ دائرہ میں قراہادر چلا آیا۔ کوچک بہادر کے تیر لگا اس کو پکڑ کر
 غازی خاں پاس لے گئے وہاں اسکا علاج ہوا مگر سودمند نہ ہوا۔ بے علاج نیستی کی
 راہ لی۔ قراہادر نوشہرہ میں چلا آیا۔

کشمیر میں حسین شاہ پادشاہ تھا۔ اسکی سلطنت کا یہ واقعہ ہے کہ قاضی حبیب خفی مذہب
 تھا۔ جمعہ کے دن جامع مسجد بنے ٹکڑہ کوہ ماران کے نیچے قبروں کی زیارت کے لیے گیا
 تھا۔ تو سب ایک شیعہ مذہب نے قاضی کے تلوار لگا کے سر مجروح کیا۔ دوسرا دار
 تلوار کا قاضی نے ہاتھ کو سپر تبا کے رو کا جس سے اسکی انگلیاں کٹ گئیں اس کا سبب

قاضی حبیب کا دارا جاننا
 قاضی حبیب کا دارا جاننا
 قاضی حبیب کا دارا جاننا

سوار اس کے کچھ اور نہ تھا کہ اختلاف مذہب کے سبب یوسف کو جوش بہت اٹھا تو یوسف قاضی کو زخمی کر کے چلا گیا جب حسین چک نے باوجودیکہ خود شیعہ مذہب تھا یہ خبر سنی تو اُس نے یوسف کو پکڑ کر قید کیا۔ فقہائے مثل ملا یوسف و ملا فیروز اور ان کے امثال کو جمع کوسے فرمایا کہ موافق شرع کے عمل کرنا چاہیے کہتے ہیں کہ فقہائے کہا کہ سیاست کے موافق اس کا مارنا روا ہے۔ قاضی نے یہ کہہ کر میں زندہ ہوں اس کا مارنا ناجائز نہیں مگر آخر کار مجرم کو سنگسار کیا۔ اتفاق سے اُنھیں نول میں ایک جماعت مثل مرزا میثم و میر یعقوب کی ایلچی گری کے لیے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی طرف سے کشمیر میں آئی ہوئی تھی۔ وہ یوسف کے ہم مذہب ہم اعتقاد تھے جب حین چک نے اس سفارت کی خاطر داری کی۔ مرزا میثم نے جو یوسف کا ہم مذہب تھا کہا کہ جن مفتیوں کے کہنے سے یوسف مارا گیا ہو اُن کو میرے رو بردار و جین چکے ان مفتیوں کو مرزا کے حوالہ کیا اُس نے مفتیوں سے کہا کہ تم نے فتوے میں غلطی کی مفتیوں نے کہا کہ ہم نے اُس کے مانے کا فتویٰ علی الاطلاق نہیں دیا تھا۔ ہم نے یہ کہا تھا کہ ایسے شخص کا سیاست کے لیے مارنا روا ہے۔ مرزا میثم نے مجلس میں مفتیوں کو ذلیل کر کے فتح خاں چک کے سپرد کیا اس نے مرزا کے حکم سے ان مفتیوں کو قتل کر ڈالا اور انکی لاشوں کے پاؤں میں رستی باندھ کر شہر کے کوچہ و بازار میں پھرایا۔ حسین چک نے اپنی بیٹی اور تحفہ دہرایا اپنے ایلچیوں کے ہاتھ شہنشاہ اکبر کے پاس بھیجے۔ شہنشاہ نے جب شہنشاہ کو اسکی خبر ہوئی تو اُس نے مرزا میثم کو جس نے ناحق مفتیوں کا خون کیا تھا قتل کیا اور حسین چک کی لڑائی کو برد کر کے واپس بھیج دیا۔ اس خبر کے سُننے سے حسین چک کو اسہال و موی عارض ہوا اور چند مہینے میں کسی کام کا نہ رہا اپنا کام اپنے بھائی علی شاہ کو سپرد کیا۔

یوسف خاں کا باپ علی خاں چک مرزا بان کشمیر تھا اس پاس سپاہیہ تھیں شہنشاہ نے ملا عرضی اور قاضی صدر الدین کو برسم رسالت بھیجا تھا اس نے ان کے ساتھ اپنے بھتیجے شہنشاہزادہ سلیم سے بیاہ کرنے کے لیے اور تحائف بادشاہ پاس بھیجے اور خطبہ اور کلام شہنشاہ کے نام کا جاری کیا یہ اپنی دفعہ تھی کہ اکبر کا سبک کشمیر میں جا۔ مگر چند برس بعد

چوگان بازی میں کوہنہ زین کے لگنے سے علیخان مر گیا۔ اس دیار کے بزرگوں نے صلاح منظور کر کے یوسف خاں کو کشمیر کا مرزا بنایا۔ اس کا چچا ابدال بھی سلطنت کا مدعی ہوا۔ یوسف خاں نے تیز دستی کر کے چچا کے گھر کو گھیر لیا بندوق سے اس کو داغ دیا۔ مگر یوسف بھی کچھ دنوں چین سے نہ بیٹھنے پایا۔ سید مبارک اور امرا نے یہ ارادہ کیا کہ اسکے چچے بھائی یوسف بن حسین خاں کو جو خانخانان کا خطاب رکھتا تھا فرما کر وادیا بنائیں مگر اس نے دور اندیشی سے سبب انکار کیا تو تمام فتنہ انگیزوں نے سید مبارک کو پیشوا بنا کر شورش برپا کی اور عید گاہ کے درمیان آویزش شروع کی۔ یوسف خاں لشکر لیکر لڑنے کھڑا ہوا۔ محمد خاں جو ہر اول کا سردار تھا لڑ کر مارا گیا۔ یوسف خاں میدان جنگ میں نہ گیا۔ گریوہ پیرنجال سے حوالی ٹھٹھ میں آیا۔ بدذاتوں نے اسے خطوط لکھ کر واپس بلا لیا۔ سرزمین فراخ میں سید مبارک اس سے لڑنے آیا جنہوں نے یوسف خاں کو بلا یا تھا۔ انہوں نے کچھ کام نہ کیا۔ اس لیے یوسف قزم کی راہ سے راجہ مان سنگھ اور مرزا یوسف خاں کی پناہ میں آنکر بادشاہ پاس چلا آیا۔ ۲۱ دسمبر ۱۸۴۷ء کو کورنش بجا لایا۔

بادشاہ پاس جب یوسف خاں آیا تو فتنہ اندوزوں نے اپنی جادو زبانی سے سید مبارک کے تارک پر تاج حکومت رکھا۔ مگر دو مہینے بعد اس کو ایک کونے میں بٹھا دیا۔ لوہر چک عمرزاؤ یوسف خاں کو بزرگ بنایا۔ بادشاہ نے یوسف خاں کو رخصت کیا۔ اور امرا پنجاب کے نام حکم بھیجا کہ وہ ایک شانستہ سپاہ اسکے ہمراہ کریں۔ جب کشمیریوں نے یہ سنا تو خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور چارہ سازی کرنے لگے اور بادشاہی لشکر کا خوف ان پر ایسا چھایا کہ لاپہ گرائی کی دل آویز باتیں کرنے لگے۔ یوسف خاں کو لکھا کہ تنہا چلے آؤ اور لشکر کشی کے گزند سے حکم بچاؤ وہ بھی اس سے پہلے کہ لشکر سرانجام پائے اور اپنے اس راز کو بتلائے بہت جلد ان پاس آیا۔ پریم لکھ میں بعض حضرات کشمیر میں اس سے ملنے آئے۔ مرزا بنان کو جب اس کی خبر ہوئی شمشی چکاؤر حیدر چک اور حضرات کو چارہ گری کی

یوسف خاں کا کشمیر میں مرزا بنانا ہونا ۱۸۴۷ء

نامزد کیا۔ وہ جنگ کا ساز و سامان لیکر رو برو آئے۔ یوسف خاں میں اُن سے آوینش کی طاقت نہ تھی اس لیے وہ راہ چھوڑ کر سوپنور میں چلا آیا لوہر چک کچھ سپاہ لیکر اُس کی برابر آیا۔ اُس کا منتخب لشکر تو دوسری طرف گیا ہوا تھا۔ یوسف خاں کو یہ قابو خوب ملا۔ اُن نے ۲۸ آبان ۹۸۸ھ کو آب بہت سے گزر کر بغیر آوینش کے غنیم کے لشکر کو پرانگندہ کر دیا۔ اور لوہر چک کو اپنے پنجہ میں گرفتار کر لیا۔ اس طرح کشمیر کی حکومت پر سر بلند ہو گیا۔ یوسف اس سر بلندی کو پادشاہ کی پرورش جانتا تھا اس لیے اُس نے اپنے بڑے بیٹے یعقوب کو مع اس دیار کے نقائص کے بھیجا۔ وہ ۲۹ بہمن ۹۹۳ھ کو پادشاہ کی کونش بجالانا پادشاہ کو یوسف خاں مرزبان کشمیر ہنیشہ اپنی پیشکش بھیکر یاد دلاتا رہتا تھا اور اپنی حاضری کے لیے دوری کا عذر کرتا رہتا تھا۔ جب پادشاہ پنجاب میں آیا تو اُس نے اُسکو بلایا۔ یعقوب کو باپ کی طلبی سے اندیشہ پیدا ہوا وہ لشکر شاہی سے بھاگ گیا اور اپنی بنگاہ کو چلا گیا۔ پادشاہ نے حکیم علی اور بہار الدین کنبوہ کو یوسف خاں پاس بھیجا کہ وہ اس بھگوٹے کو لعنت و ملامت کریں اور یوسف سے کہیں کہ وہ خود پادشاہ کی خدمت میں آئے یا اس بیٹے کو پھر بھیجے۔ ان آدمیوں نے جن ابدال میں آنکر پادشاہ سے عرض کیا کہ والی کشمیر کے گرد خوشامد گولوں کا ہجوم ہو گیا ہے۔ ان کے کہنے سے اور اپنے مقام کی استواری کے سبب سے نہ وہ خود آتا ہے نہ اپنے بیٹے کو بھیجتا ہے دو روئی سے لایہ گری کی باتیں بناتا ہے۔ یہ سُکر غضب شاہی جوش میں آیا اس نے ۹ ربیعہ ۹۹۳ھ کو حکم دیا کہ مرزا شاہ رخ و بہادر۔ راجہ بھگونت داس و شاہ قلی محرم و مادھو سنگھ و مبارک خاں و جلال خاں اور بہت سے امدادی سپہرہ گردی مرزا علی شاہی و شیخ یعقوب کشمیری و حیدر چک خاں والی کشمیر کو بیدار کریں۔

کشمیر کی فتح کو جو سپاہ چلی تو اسکے سرداروں نے ارادہ کیا کہ بھیرہ گراہ سے جائیں۔ اسی راہ سے بھاری لشکر آسانی سے جلد پہنچ سکتا تھا۔ اس طرف کے زمیندار بھی ان سے بگائکی باتیں نہاتے تھے انکے خیال میں یہ تھا کہ جب موسم سرما ختم ہو۔ زاہوں سے

یوسف خاں کی سرکشی اور پادشاہ کی کونش ۹۹۳ھ

یوسف خاں کا درگاہ دارالاحکام میں آنا ۹۹۳ھ

برف نکل کر جدا ہو تو گریوہ نور دی کریں۔ مگر پادشاہ نے اس سبب سے کہ بدگوہروں کے
 پاداش میں درنگ نہیں چاہیے فرمان صادر کیا کہ اسی ریزش برف میں جس کے اندر غنیم
 بے پروائی کی غیند سوتا ہو پگلی کی راہ سے جس میں برف کم پڑتا ہو کشمیر میں جائیں ناچار لشکر
 کو آگے سفر کرنا پڑا۔ یوسف خاں نے لڑنے کا ارادہ کیا۔ بہت سے اپنے کاراگاہوں کو روانہ
 کیا کہ نین سکھ دریا کے قریب حصار بنائیں اور ہرنگی راہ میں ایک ستوار جانا کر آمادہ پیکار
 ہوں مگر اس کی رائیں اور ارادے ایسے جلد جلد بدلتے تھے کہ یہ آدمی اسکے بارہمولہ سے چھ کوں پر
 گئے تھے کہ اس نے ان کو اٹا بلالیا۔ لیکن کم بین رائے زنوں اور کوتاہ نگاہ دوستوں نے
 اس کو خواب غفلت میں سلا یا۔ اور گریوں کی دشوار گزاری نے اور برف باراں کی بارش
 نے اور لشکر کی گرم سیری نے اس کو اور زیادہ غمو دہ کیا۔ اور خوشستن دوستی اور مال بستی
 نے بے پروا کیا۔ اب اس کو معلوم ہوا کہ میرے ہاتھ سے کام جاتا رہا۔ اور پادشاہی لشکر
 پگلی کے قریب یا شورش کو بلند کیا اور طح طح کی رائیں ظہور میں آئیں جو شخص دوہنی کو
 ہاتھ سے دیتا ہو اور کامیابی میں اندیشہ ناکامی نہیں رکھتا تو وہ دشمن کامی کی تیرہ روزی
 میں اپنے تئیں ڈالتا ہو اور اپنی خواہش کے پاؤں میں ناکامی کا پتھر گاتا ہو۔ غرض پریشانی
 کے ساتھ جنگ سے باز آنے کا ارادہ کیا۔ مگر یہ رائے بھی قائم نہ تھی اسکی رائے گرگٹ کے سے
 رنگ بدلتی رہی۔ جب پادشاہ کی سپاہ نشیب و فراز کو طے کر کے بویاس کے پاس
 اُتری تو یوسف خاں بیداری کے ساتھ اپنی چارہ گری کرنے لگا۔ سولے زینہاری ہونے
 کے اور کورنش بجالانے کے ملک اری کے لیے کوئی اور دستاویز نہ دیکھی۔ کتل گوارست
 سے لشکر گاہ کے دیکھنے کا بہانہ بنا کے اور کچھ آدمیوں کو ساتھ لیکر جدا ہوا اور اپنے
 ایک کاروان کو امرا و شاہی پاس بھجکراپنا راز دل آشکارا کیا۔ امرا کی جان
 بھی جاڑے کی شدت سے اور آذوق کی گرانی سے اور برف باران کی شدت سے
 ضیق میں آ رہی تھی۔ انھوں نے اس کی درخواست کو منظور کر لیا۔ اور فرستادہ کو واپس

بیجا۔ وہ خود مع چند ہمراہیوں کے ۴۴ ہزار سپاہیوں کے ساتھ کوامرا شاہی سے آن ملا۔ امرا
 نے اس کی بزرگداشت کی اور اپنی انجمن آراستہ کی اور مراجعت کا ارادہ کیا۔ جب
 پادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمان صادر ہوا کہ یوسف خاں کا آنا پسند خاطر ہوا
 خسر دانی نوازش سے سر ملند ہو گا لیکن امرا کی بازگشت شائستگی سے خالی ہو سپاہ
 کشمیر جاتے۔ اگر یوسف خاں راہ راستی پر چلے اور حیلہ اندوزی سے اس کا دل خالی
 ہو تو یہ ملک لیکر اس کو دیا جائے۔ اب خواہی بخواہی امرا کو آگے جانا پڑا۔ کشمیر کے
 سرداروں نے حسین خاں چک کو گوارست کے قریب سب میں بڑا مقرر کیا اور گریوہ
 کو استوار کیا۔ اس زمانہ میں یعقوب خاں سپر یوسف خاں اس ہنگامہ میں آن کر شریک
 ہوا اس کے طرفدار بہ نسبت حسین خاں کے زیادہ ہو گئے۔ گریوہ کے قریب لشکر شاہی
 سے لڑائی ہوئی۔ مادھو سنگھ اور امین الدین نے اس گریوہ کو کچھ فسخ کیا۔
 حسین بیگ اخدی اور چند راجپوت ماسے گئے۔ دوسری طرف کے چالیس نامور آدمی
 نیست ہوئے اور اس گروہ کی فراہمی میں پراگندگی ہوئی اس اشت میں شیخ یعقوب
 کشمیری کی سخن سرائی سے کرنا کے زمینداروں نے آنکر امرا شاہی سے ملاقات کی اور
 یہ قرار پایا کہ ان کی بنگاہ میں سے گذر کر سپاہ کشمیر کے اندر داخل ہو کشمیریوں نے
 لا بہ گزی کی اور صلح کی درخواست کی اور گزارش کی کہ اس دیار کے فرمانروا نے
 درگاہ والا کی طرف رخ کیا ہو مناسب یہ ہو کہ لڑائی نہ ہو منابر و دراہم پر نام نہن شاہی
 چہرہ افروز ہو اور سرانے ضرب و زعفران و ابریشم و شکاری جانور سرکار والا
 کے حوالہ ہوں اور ان میں سے ہر ایک کارخانہ کا دار و عنہ شاہی مقرر ہوا اور لشکر
 بازگشت کرے۔ لشکر شاہی تنگ ہو رہا تھا اس لیے اُس نے یوسف خاں امرا
 کشمیری کی سعی سے ان شرانہ کو منظور کر لیا۔ زعفران زار اور ابریشم کی دار و عنہ
 قلندر بیگ کو سپرد ہوئی۔ دارالمغرب خواجہ میر کی کو اور جانوروں کی دار و عنہ ملا

منظری کو۔ اگرچہ شہر یار کو یہ صلح پسند نہ تھی۔ مگر سپاہ کشمیریوں کی خاطر سے اس قرار داد کو قبول کیا۔

کشمیری آشتی پر قائم نہ ہے یعقوب نے دشوار گزار گریوؤں کو اپنی پناہ گاہ سمجھ کر صلح کو سلام کیا تو پھر شہر یار نے بھی کشمیر کی تسخیر دل میں ٹھان لی۔ سپاہ کے بھینچے کا ذکر درمیان آیا بہت سے سران و دولت کشمیر کو دشوار گشت سمجھ کر اس سے پہلو ہٹتی کرتے تھے ابو الفضل نے اسکی تسخیر کی بہت سی تدابیر بتائیں مگر وہ کسی کی خاطر میں آئیں۔

پادشاہ کے حکم سے اختر شناسوں کی انجن جمع ہوئی اس نے طالع سال اور حال کو اکب میں خوب غور کی تو یہ نکلا کہ اگر تھوری سی بھی تنگا پوکجائیگی تو جلدی سے فتح ہو جائیگی یہ سنکر پادشاہ نے فتح کشمیر کا ارادہ مصمم کر لیا اس زمانہ میں حیدر چک اور شیخ یعقوب کشمیری نے یہ گزارش کی کہ کشمیر کے بزرگ ہماری بہ دید سے نہ پھر نیگے اگر تھوڑی سی بومی پنجابی سپاہ ساتھ جائیگی تو ملک بغیر لڑے ہاتھ آجائیگا اس لیے پادشاہ نے مبارک خاں و جلال خاں لکھن اور اور زمینداروں کو کشمیر جانے کی اجازت دی یہ دونوں کشمیری بنیر کے نزدیک اس ملک کی انتظاریں بیٹھے۔ پادشاہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ دونوں جو سوار بومی سپاہ کے اور سپاہ کو نہیں چاہتے اس میں کچھ انکی بندیتی پائی جانی ہو اس واسطے اس نے قاسم خاں کو کہ کار شناسی اور پردلی میں بیکتا تھا اس خدمت پر سر بلند کیا۔ ۱۸۰۱ء کو ۹۹۲ھ کو اسکی سرکردگی میں بہت سے سردار اور منصبدار اور احدی اور نوکر روانہ کیے۔ شریف سردی کو اس سپاہ کی بخشی گری پر سر بلند کیا اور جو آدمی روانہ ہو چکے تھے انکے پاس بھی حکم بھیج دیا کہ وہ اس لشکر سے ملکر سپاہ آرا کے تابع رہیں۔

کشمیر کی راہ کے گریوؤں سے جو شخص تھوڑا سا بھی شناسا ہوتا ہو تو اس کے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی بیگانہ ان پر کیسے غالب آسکتا ہو اس کے چاروں طرف بلند کوہاں پاسبانی کرتے ہیں اور پھر ان میں سے ہر ایک کے اندر ایسے مقامات ہیں کہ

اگر چند بڑھیاں پتھر لڑکاتے بیٹھ جائیں تو اچھے سے اچھے مردوں کو گزرنے نہ دیں۔ اسی لیے پہلے فرمان روا اُنکی تسخیر پر دل نہاد نہیں ہوئے۔ ان دنوں میں پادشاہ پنجاب میں تھا۔ یعقوب نے سرتابی کی اور شکر شاہی کی سرانگہی سن کر آشتی کو برہم کیا۔ خوشامد گویوں کے کہنے سے اپنا لقب شاہ آیل رکھا اور عوام کے دلوں میں شورش پیدا کی اور پھر اس میں مذہب کیش کا معاملہ پیش کیا اور اس میں تند خوئی اور مردم آزاری اختیار کی اس ملک میں اگرچہ ترہن اور شا کوئی کا آئین جاری تھا لیکن مدت سے یہاں شیعہ سنی کا ہنگامہ گرم تھا ان میں سے کبھی کوئی کبھی کوئی غالب ہو جاتا اور خود فروشی کی دکان کھول بیٹھا معاملہ شناسوں کی نیک سگالی سے پردہ ڈھکا ہوا تھا۔ مگر اس زمانہ میں نقاب رزم اٹھ گئی اور سنیوں کو شیعہ آزار دینے لگے۔ بوڑھے قاضی موسیٰ کو مار ڈالا۔ گھر بار اس کا لوٹ لیا فتنہ خیز پیدا ہوا۔ شمس چک کو سری اور کین تیزی کا خیال ہوا۔ محمد بہت نے کہ اس ملک کی نیرنگ ساز و باہتھی قابو پا کر بد سگالی کے عرصہ کو فراخ کیا اس نے نوجوان یعقوب کو یہ صلاح دی کہ شمس چک علی شیر ماہری و سید حسین کو پوشیدہ ہلا کرے مگر انھوں نے بھی وہی چال چلی جو اس نے بتائی تھی محمد بہت بھاگا مگر گرفتار ہوا اور جب یہ مکار مقید ہوا تو شمس چک سرداری کے لیے ہنگامہ آرا ہوا۔ یعقوب بھی لڑنے کو کھڑا ہوا کہ اتنے میں لشکر شاہی کا آواز سُنا گیا جس سے سب چھوٹے بڑوں کے ہوش اُٹے۔ کار شناسوں کی سخن آرائی سے انھوں نے آپس میں صلح کر لی شمس چک کو کام کلج دیدیا مگر تھوٹے دنوں میں یعقوب اپنے عہد و پیاں کو بھول گیا۔ اور اسپر لشکر کشی کی اور چیرہ دستی کر کے غنیم کو اپنے پنجہ میں پکڑ لیا پادشاہی سپاہ جب تک دریا بر پنجاب پر پہنچے ان میں سے بعض سردار ایسے بیہودہ تھے کہ وہ انجام کار کو بہت دشوار جانتے تھے مگر جب اس دریا سے پار گئے تو یعقوب اور کشمیر کے سرداروں کی آپس کی لڑائیوں کے سبب سے کشمیر کے سرداروں کے التجائے خاص کر علی شیر

ماکری کے متواتر شاہی سرداروں پاس آنے لگے۔ پس کشمیر کے سرداروں کی آپس کی
 نا اتفاقی سے کارگاہ کو آئندہ کو پیشانی حال سے بڑھ لیتے ہیں اور سرآغاز سے انجام کار کو
 پہنچاتے ہیں۔ اپنی فیردزی کی داستان پڑھنے لگے اور صف آرائی پر مستعد ہوئے ہر
 شخص اپنی جگہ پر بیٹھا۔ قول میں سپہ آرا۔ برانغار میں مسند عالی و فتح خاں و مبارک خاں
 اور جبرانغار میں جلال خاں اور ہراول میں مرزا علی اکبر شاہی و گوچر خاں و شیخ دولت و۔
 شریف سردی اور ایک گروہ اہلیوں کا۔ ۱۲۰ شہر پور کو گریوہ بھنجر سے گزے۔ یہاں کے
 زمیندار سلیم نے کنارہ کیا۔ قاسم خاں نے کارشناسی سے ہبلول اسکے برادر زادہ کو
 یہاں کا زمیندار بنایا اور پنجوف سفر کیا۔ کچھ مدت بعد سلیم بھی لشکر شاہی سے آن ملا۔ راجوڑی
 میں بزرگ کتل کے رئیسوں بہرام نایک و سمیل نایک و شنگی چاروز بھی لشکر شاہی سے ملنے آئے
 اور ایک ملک کی فتح کی مبارکباد دینے لگے کہ یعقوب خاں ایک کونہ میں چھپا ہوا بیٹھا
 ہے۔ اور اس دیار کے سب سردار لشکر شاہ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ یہاں سے دو راہیں
 جاتی ہیں۔ ایک کپرتل سے وہ سب اہوں سے زیادہ کشادہ ہو اور دوسری پیرنچال سے
 اور ہم دونوں راہوں کے پاس بان ہیں۔ اگر جلد قدم اٹھائیگا تو زبردستوں کو اپنی داوڑی
 آرام پہنچائیگا۔ اس نوید سے لشکر شاہی میں بڑے جشن ہوئے۔ کپرتل کی راہ سے جانا قرار
 پایا۔ آئینوالوں نے یہ گزارش کی کہ لشکر زیادہ ہو اور راہ دشوار گزار ہے اس سبب سے
 دیر میں پہنچا ہوگا۔ گریوہ پر بزرگان کشمیر انتظار کر رہے ہیں مناسب یہ ہے کہ کچھ تھوٹے سے
 کارشناس نیک نیت آگے چلیں کہ ان کو خسر ولی نوازش کا امیدوار کریں۔ پھر شہر
 میں تیز رستی سے آنکر فتح کا تقارہ بجائیں۔ اس گزارش کو امرا شاہی نے قبول
 کر لیا شیخ یعقوب جی تو اچی بانٹی و شیر و سلیم تھوٹے بند و چخیوں کے ساتھ آگے بھیجے گئے
 اور شنگی چاروز ہمراہ ہوا۔ لشکر پیچھے سے روانہ ہوا جب وہ کتل کپرتل پر آئے تو یہاں کا
 عالم ہی کچھ اور دیکھا۔ اس گریوہ کے سر پر تین دیواریل چار چار گز چوڑی اور دس گز بلند

کھڑی تھیں اور تین گز تک چوبیس ایک دوسرے کے اندر پھنسی ہوئی تھیں پہلے لوگوں نے یہاں
 طلسم بنایا تھا کہ جب لشکر بنگیانہ یہاں آئے تو برف اور مینہ اور اولے برسنے لگے اس سے
 سب سے یہاں بڑی شورش برپا ہوئی اس ریزش میں نشیب و فراز کو طے کر کے گریوہ گرم ہاں
 میں اترے۔ مینہ اور زیادہ برسنے لگا۔ جاٹے کی شدت سے بہت سے جانور بے جان ہو گئے
 اس اثنائے میں کئی تفنگ انداز جوچی کے ہمراہ گئے تھے زخمی ہو کر شکر میں آئے جس سے کشمیریوں
 کی فریب کاری پر آگئی ہوئی۔ اس راہ میں تین بڑے گریوے ہیں کہ انکی دشوار گزاری کو
 ایک مانہ بیان کیا کرتا ہے۔ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ گریوہ بستی دتر (ہستی دتر) پر جو ہندوستان
 کی طوط سے تیسرا گریوہ اور کشمیر کی جانب سے اول گریوہ ہے کشمیری منتظر چشم بڑا بیٹھے
 ہیں۔ جو آدمی آگے گئے تھے انھوں نے اس گروہ کو نہ پایا۔ مگر ظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ
 ایک جماعت یہاں آنکر چلی گئی ہے۔ شکنکی چار دور سے پوچھا کہ اس آنے کے اور پھر چلے جانے
 کے کیا معنی ہیں تو اس نے جواب دیا کہ وہ اس اندیشہ سے پھر گئے ہونگے کہ یعقوب آنکر
 سرگریوہ کو نہ ملے۔ اس درمیان میں محمد اللہ پسر لاور خاں و بہادر خاں اور ایک
 جماعت کشمیریوں کی آنکر ملی اور لڑنے لگی۔ شیخ یعقوب کے دوزخم لگے اور وہ گرا مگر
 بچ گیا۔ اور جی کو ہارہ زخم لگے اور وہ مر گیا۔ دفعۃً برف و باراں کا زور شور ہوا جس نے
 آدمیوں کو پراگندہ کر دیا۔ اب ایک نادر سرگزشت یہ ہے کہ شمس چک کو یعقوب گرفتار کر کے
 مغرور ہو گیا۔ راہوں کے بند کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ اپنا بھائی اور اپنا پسر ابدال چک
 اور سرداروں کو آگے جانے کے لیے رخصت کیا اور خود پیکار کا سامان تیار کرنے
 کے لیے شہر میں آیا پیش آمدوں نے تنگناؤں کا بندوبست کیا۔ اس زمانہ میں ان
 کشمیریوں میں درنگی ہوئی ان کے ہنگامہ کی رونق جاتی رہی حیدر چک جو اس ملک
 کی مرزبانی کا مدعی تھا وہ لشکر شاہی میں تھا۔ اس کا بیٹا حسین باب کے آنے کی
 خبر بشکر پرم کلبہ میں اس کا انتظار کھینچ رہا تھا۔ بہت سے کشمیریوں کے بزرگوں نے حسین کے

ساتھ آئین دوستی آراستہ کی اور اس میں یہ قرار پایا کہ اگر حیدر چک ہم سے پھانٹ گئی نہ تو ہم سب اس کے ساتھ گرویدہ ہو جائیں وہ لشکر شاہی سے اگر ہم سے مل جائے اور ہم لشکر بیگانہ کو پیش کش دیکر اور لاہ گری کر کے واپس لیجائیں گے پھر کشمیر میں امن آمان ہو جائیگا۔ فتح علی نے جس کا خطاب کو رنگ خاں تھا اس بات کو منظور نہیں کیا تو اس کو بے آبرو کیا وہ دونوں اپنی باتیں بنا کر جھاگ گئے۔ گریوہ بان نامکوں کو انکے منانے کے لیے بھیجا۔ سب کا قصد یہ تھا کہ پادشاہ کے لشکر میں سے چند آدمیوں کو لیجا کر منبر پر پادشاہ کا خطبہ پڑھوا دیں اور امرار کو مال و دولت ایسی دیں کہ وہ اٹے جانے پر راضی ہو جائیں خلاصہ یہ کہ یعقوب لڑنے کے قصد سے ہیرہ پور میں آیا کہ اس کو معلوم ہوا کہ کشمیری اس سے پھر گئے ہیں وہ بڑا سراسیمہ ہوا اور اس کا چچا حسین خاں بھی جا کر ان کشمیریوں سے مل گیا۔ یعقوب نے اپنے کارپردازوں کی انجمن جمع کی جس میں یہ رٹے قرار پائی کہ شمس چک اور محمد بہت کو قید سے نکال کر انکی بہ دید سے کارزار کی جائے۔ جب یہ دونوں آدمی قید سے نکلے تو انھوں نے یہ صلاح دی کہ کھتوارہ میں تھوٹے دنوں جا کر پناہ لینی چاہیے اس زمانہ میں یہ معلوم ہو جائیگا کہ دوست کون ہو اور دشمن کون۔ پھر کار سازی کی جائے۔ جب کھتوارہ کو سب چلے گئے تو راہ میں سے وہ خود دونوں بہت سے آدمیوں کو ساتھ لیکر جدا ہو گئے۔ اس زمانہ میں کہ گریوہ میں کشمیری حیدر چک کی راہ دیکھ رہے تھے اُس نے اُن کو لکھا کہ میری پاسبانی سخت ہو رہی ہے میرا نکلا اور امرار کا واپس جانا دونوں مرد شوارہ ہیں پھر کشمیریوں نے یہ خیال چھوڑا اور ہیرا پور میں ہنگامہ آراستہ کیا۔ حسین چک کو اپنا بزرگ تر بنایا اس درمیان میں شمس چک بھی آن ملا۔ مرزبانوں سے پھر کہ کشمیری اُس سے گرویدہ ہوئے اور لڑنے کے لیے ایک گروہ کو گریوہ بھیجا جس نے شیخ یعقوب جی کو گزند پہنچایا۔ جس کا اوپر ذکر ہوا۔ امرار شاہی پر کرم بال کے قریب ان کشمیریوں کی حقیقت حال کھل گئی پھر جو کشمیری آیا اُسے قید کیا اور حیدر چک کی زیادہ پاسبانی ہونے لگی۔

انجن رازگوئی آراستہ ہوئی۔ اس میں بعض نے کہا کہ گریوہ ہستی و ترسے گذر کر ملک
جانی میں جانا چاہیے بعض برف و باراں سے ایسے عاجز تھے کہ اُنھوں نے بازگشت
کی صلاح دی بعض نے کہا کہ ہمیں توقف ہو۔ مگر قاسم خاں کی رائے آگے جانے کی تھی
وہی عمل میں آئی اسی زمانہ میں شمس چک نے کاروانوں کو بھیج کر لاہ گری سے یہ درخواست
کی کہ مرزا شاہ رخ سے جو صلح ہوئی تھی وہی پھر کی جائے۔ امرا شاہی نے اسکو جواب دیا
کہ ابکی دفعہ تمھارے فریب میں ہم نہ آئینگے۔ تمھارے حیلہ کے افسانے نہ سینگے۔ حکم شاہی یہ ہے کہ
خود سروں سے کشمیر لے لیا جائے جس کا نصیب یاد رہو وہ ہمارے لشکر میں چلائے۔ کشمیری
آبادہ بند ہوئے۔ قاسم خاں بھی ۱۹ رحر کو متوجہ پیکار ہوا۔ غنیم بھی فوج آراستہ کر کے سامنے
آیا قول میں وہ خود تھا۔ دست راست پرتھر خاں و دست چپ پرتھر دلی حسین چک
طلیعہ تھا محمد بہت چند اڈل۔ جب ہر اڈل شاہی گریوہ میں آیا تو غنیم نے سر کو بوسہ بندھیں
اور پتھر اسیر ایسے مارے کہ وہ بھاگ کر جہانغار سے جا ملا۔ قاسم خاں اس بھاگنے سے اُپر
خفا ہوا اور خود اس طرف گیا اور اپنے سے پہلے اور امرا کو بھیجا۔ محمد کو چک کہ بڑا بہادر کشمیریوں
میں تھا۔ برانغار سے دوڑا اور لا کھانامی بہادر اس سے خوب لڑا۔ اس ہنگامہ میں پرتھر خاں
بندوق سے مارا گیا اس سے غنیم کی فوج یکبارگی پریشان ہو گئی اور ہر ایک سردار ایک گوشہ
میں جا چھپا۔ بادشاہ کے لشکر میں فتح کا تقارہ بلند آوازہ ہوا۔ ۲۴ مہر کو ممبروں پر بادشاہ
کا خطبہ پڑھا گیا۔ سری نگر سے چار گروہ لشکر کا قیام ہوا حیدر چک شہر میں گیا۔ لشکر میں
شورش ہوئی مگر جلد دب گئی۔ ۲۵ کو قاسم خاں اور امرا سری نگر کی تربت سرے
میں آئے اور بڑی خوشیاں منائیں اسی روز راہ کے درمیان حیدر چک بہت آدمیوں سے
ملا۔ مگر قاسم خاں نے اُسے کچھ تصرف نہیں کرنے دیا اور اس کے دل سے پتاہ پچی کا نقش مٹا دیا۔
تعجب ہے کہ ابوالفضل۔ افسانہ کہتا ہے کہ شیخو دت برہمن جو تباہ سا دھن جانتا تھا ۹ برس پہلے
لکھ گیا تھا کہ مسلمانوں کی یہاں سلطنت ہوگی۔

اکبر شہنشاہ یہاں کا بادشاہ ہو گا جب بادشاہ کو اس فتح کا خردہ پہنچا تو اُس کو ہندوستان کے آخر شناسوں کی راست گوئی کا یقین ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس صدی میں اکبر بھی ایک بھولا بھال لڑکا تھا کہ آسمان کی کتابیں ستاروں کے حرفوں میں اپنی قسمت کا سبق پڑھتا تھا۔

آب کشمیری کھوارہ کی تنگناؤں سے یعقوب کو لائے۔ اور اُسکے گرد جمع ہوئے چند رکوٹ میں پنہزارہ سے سات کو س پر شورش برپا کی۔ مبارک خاں و شیخ دولت اس سے لڑنے گئے وہ دن کو لڑا نہیں سکتا اس لیے شب خون کا ارادہ کیا اور آدھی رات کو سری نگر پہنچا اور کچھ قراہلوں کو جو سوتے تھے مار ڈالا۔ بڑے دروازہ پر آن کر اس نے شورش مچائی۔ قاسم خاں نے دلاوری سے مقابلہ کیا حیدر چک سے اُسکی خاطر کو اطمینان نہ تھا اس لیے اُس کو مار ڈالا۔ کشمیری کشتی پر سوار ہو کر شہر کی دریا کی طرف جو اس جانب تھا آئے۔ طوفان کاہلی اور قاضی زادہ اُس سے لڑنے کھڑے ہوئے۔ غرض ہر گوشہ میں ایک ہنگامہ جنگ برپا ہوا۔ بادشاہی لشکر کئی طرف سے جو دھونے بجاتا ہوا آیا تو غنیمت گھبرا گیا۔ اور سامنے نہ ٹھہر سکا۔ کشمیریوں نے شہر میں آگ لگا دی اس سے وہ اور زیادہ تباہ اور خاک سیاہ ہوئے۔

آخر شب کو شہر بار ہو کر بھاگے۔ اس بھاگنے میں سیکڑوں جان سے گئے صبح کو یعقوب کا تعاقب ہوا۔ مگر لشکر اس زمین سے بیگانہ تھا اور راہیں نہیں جانتا تھا اس لیے وہ دیو گو بھاگ گیا۔ یعقوب اس شخصوں میں ناکام ہو کر کھوارہ کے تنگناؤں میں گوشہ نشین ہوا سپاہ کشمیر اتوار بیان کر کے اس کو دہاں سے باہر لائی اور سری نگر سے پچیس کو س پر نواحی ہرناک میں خفقہ برپا کیا۔ قاسم نے چاہا کہ انکی سرکوبی کے لیے امراء کو بھیجے اور خود شہر میں پاسبانی کے لیے رہے۔ امراء نے نہ ہتھیار خواہش گری کی۔ لشکر کے گرم سیر۔ اس دیا سیر ویر سے بہت تنگ آ رہے تھے۔ گریووں میں چلنے سے اور ریلے سے عاجز ہو گئے تھے۔ ناگزیر سپہ آرا خود اس میں مصروف ہوا اور فتح خاں کو شہر میں چھوڑا۔ جب وہ یعقوب کے

یعقوب کا شہنشاہ مارنا اور ناکام رہنا۔

یعقوب کی سوزش کا دنیا۔

نزدیک آیا تو یہاں یہ مشہور تھا کہ وہ شیخون ماننے کے قصد سے شہر کی طرف گیا ہے۔ قاسم سرسید
 ہو کر پھرا اور فوج کو مرزا علی کی سرکردگی میں آگے روانہ کیا۔ شہر کے پانچ کوس پر معلوم ہوا
 کہ یعقوب کوہ امر کے قریب شہر سے چار کوس پر گھات لگائے بیٹھا ہے۔ لشکر شاہی دوسرے
 روز اس کو ہمار پر گیا۔ قراو لوں نے کچھ لٹا کر فتح پائی۔ دن کو غنیمت نہ تھی اس لیے شیخون
 کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس سرزمین میں نرسلوں کے مکان میں آگ لگ گئی جس کے سبب سے غنیمت
 کے آدمی پادشاہی لشکر کے خوب نشانہ بنے۔ آپس کی دوررونی اور ناسازگاری سے اولیاء
 کی سخن آرائی اور استمال سے وہ یراگندہ ہو گئے۔ یوسف کشمیری کہ جس کا خطاب خانان
 تھا اور محمد بہت بہت سے آدمیوں کے ساتھ کوہچہ میں پناہ لے گئے۔ ادرا مرار پادشاہی
 سے ملنے کی درخواست کی ۲۹ آذر کو پادشاہی لشکر اس کو ہیچہ پر آیا۔ یعقوب کچھ آدمیوں
 کے ساتھ کھوارہ رویہ بھاگا اور آباد جگہوں کو غارت کیا۔ لشکر شاہی اُس کو ہیچہ پر گیا۔
 جہاں نام بردہ تھے دوسرے روز مرزا علی و مرزا خجری کی معرفت وہ سپہ آرا پاس آئے
 سپہ آرا نے طح طح سے انکی دلہی کی اور خجری کے ہمراہ پادشاہ پاس بھیج دیا تو اب
 یہ شورش موقوف ہوئی۔ ۲۲ اسفند ار مذ کو یہ امر اکشمیر پادشاہ کے دربار میں گئے۔
 اور خسروانی نوازش سے سرفراز ہوئے۔

قاسم خاں نے سخت تگاپو کر کے بڑی فراخ حوصلگی کے ساتھ ملک کشمیر کو تسخیر کیا اور بہت
 تکلیف اور محنت اٹھائی۔ بہت سے گج گرا سرتابون کی بالش کی اور بہت سے سرداروں
 کو پادشاہ پاس بھجوا دیا۔ اور بہت سے ابنوہ اپنے ساتھ ملا لیے ولایت۔ دار و گیر سے آباد
 کیا اور دشمن کو ایک گوشہ نامی میں بٹھایا۔ مگر اس سے یہ لغزش ہوئی کہ کشمیروں کی گرفت
 و گیر زیادہ کی۔ اس بوم کے سپاہیوں نے جو یعقوب سے چھینا تھا اسکی بازخواست انہی
 کی۔ زمستان میں تو آمد و شد کی راہیں بند تھیں۔ سپاہیوں نے تلخ کامی کے ساتھ سبر کی
 جب ہو ایں اعتدال ہوا تو پھر بدگوہروں کے زہور خانہ میں شورش پیدا ہوئی۔ بہت سے

مرزا یوسف خاں کا کشمیر کی پاس پانچویں

آدی چلے گئے اور یعقوب کو لائے اور حوالی نیز میں شہر تیس کوس پر ہنگامہ نوش گرم کیا۔ ہر چند سپاہیں مجھیں مگر وہ ان کو اپنے آگے سے نہ ٹلا سکیں۔ قاسم خاں اس طرف گیا جب وہ ان کے نزدیک آیا تو وہ پوشیدہ راہوں سے شہر کی طرف جلد چلے آئے امرار چند خوق ہو کر مقابلہ میں آئے مگر یعقوب بہارک میں شہر سے تین کوس پر ایک کوہچہ کی پناہ میں کین میں بیٹھا۔ افواج شاہی پیہم پہنچیں۔ اگرچہ دارالملک اس تیز روی سپاہ سے لوٹ بے کج گیا مگر استواری جا اور دشواری راہ نے کچھ کام سپاہ کو نہ کرنے دیا۔ سپاہ اس کام کو چھوڑ کر شہر میں چلی آئی جس سے غنیم کی قوت بڑھی کچھ دنوں کے بعد قاسم خاں پھر لڑنے آیا قراولوں میں تو ہر روز لڑائی ہوتی تھی مگر بائیں دفعہ جنگ عظیم ہوئی چھٹی دفعہ میں سید عبدالرحمن زخمی ہوا۔ غنیم کو شکست دیکر لشکر شاہی پہاڑ پر آیا۔ اس وقت بارش شروع ہوئی سکار دالوں کی رائے یہ تھی کہ غنیم کے گرد دائرہ نہائے۔ مگر اس پر عمل نہ ہوا۔ شیب کی طرف چلے۔ دشمنوں نے ہر طرف سے تیر اور پتھر پھینکے۔ راہ کی ناہمواری و تنگی سے پادشاہی سپاہ بیدی اور کارن شناسی سے آپس میں رنجیدہ ہونے لگی۔ اس آشوب گاہ میں میرزا دہ علیخان کی جان گئی اور سری رنگ عمرزادہ رلے رلے سنگ چالیں آدمیوں کے ساتھ لڑنے کھڑا ہوا وہ مارا گیا تین سو آدمیوں کی زندگی ختم ہوئی۔ دوسرے روز قاسم خاں لڑنے گیا۔ کشمیریوں کو براگندہ کر دیا۔ یعقوب نے کام آج کو بھگا دیا۔ پھر یعقوب در شمس چاک نے باہم یک جہتی کا عہد کیا اور سر اٹھایا۔ مگر کشمیر میں یکتا دلی نام کو بھی نہیں ہوتی اندر گول کے قریب ان میں خود لڑائی شروع ہوئی پھر تھوڑے عرصہ میں ان میں صلح ہو گئی اور یہ قرار پایا کہ ایک جگہ رہنے سے نوکر کے نزاع سے اقامت بخش ہوتا ہے اس لیے مناسب ہے کہ وہ دو جگہ ہو جائیں۔ یعقوب تو کوہ سلیمان کے قریب جا کر ہنگامہ آرا ہوا اور شمس چاک اندر گول میں رہا۔ اب بعض کی رائے یہ تھی کہ پادشاہی لشکر کے بھی دو حصے ہوں مگر ذورہنیوں نے اسے پسند نہیں

کیا کہ دو جگہ ہونے سے مبادا ایسی گزند نہ پہنچے کہ پھر جس کا چارہ نہ ہو سکے۔ یعقوب کے دفع کرنے میں سب مصروف ہوئے۔ اور اُس کی طرف گئے ہر روز لڑائی ہوتی۔

پانچویں روز قاسم خاں ایک جنگ عظیم لڑا۔ فتح علی غنیم کے سرگروہ کو اس نے مارا۔ جس سے دشمن کا ہنگامہ پرانگندہ ہو گیا۔ شمس چک پاس یعقوب چلا گیا پھر تھوٹے دنوں کے بعد شہر کے نزدیک آیا اور فتنہ برپا کیا۔ شہر سے ایک کوس پر ایک زمین بلند تھی۔ آدھ کوس لمبی اور ایک چوتھائی کوس چوڑی اور کئی تالاب اس کے گرد تھے اسکی خطاب شوارازا ان دونوں نے اُس میں پناہ لی اور گاہ و بیگاہ وہاں سے باہر نکل کر ٹوٹے مارتے تھے پادشاہی لشکر اس سے ہر روز لڑتا۔ قاسم خاں بھی لڑتے لڑتے تنگ آ گیا۔ اس نے پادشاہ پاس عرضداشت بھیجی کہ وہ اس کو بٹائے۔ شہر یار نے اس کی درخواست کو قبول کر کے مرزا یوسف خاں کو سپہ آرا مقرر کر کے اس دیار کو روانہ کیا۔ جگن ناتھ اور حسین بیگ اور امیروں کو ساتھ کیا اور حکم دیا کہ جب کشمیر کے سرکشوں کی مالش ہو جائے تو قاسم خاں وہاں سے ہمارے پاس چلا آئے قاسم خاں پاس آ گیا۔

پادشاہ کا آگئی نیرنگی ابداع پر نظر کرتا ہی کہن سال دنیا کو آفرینش کی تازہ آرائش جاتا ہی اس کا دل ایک جگہ نہیں لگتا ہی۔ ہر سرزمین سے ایک نیا فیض اُٹھتا ہی۔ خرافت گہمی کو کام میں لاتا ہی۔ شناسائی کو کارکرد سے ملاتا ہے۔ جہاں تقدیر کی شگرت کاری کو زیادہ دیکھتا ہی اُسی طرف دل زیادہ لگاتا ہی۔ اس سبب سے وہ کشمیر کو یاد کیا کرتا تھا اس کی آب و ہوا کو پیش نظر رکھتا تھا۔ جب یہ ملک اس کی قلمرو میں آیا تو اسکی گلشن کا ارادہ کیا۔ ہر چہ بزم والا کے سخن سراؤں نے عرض کیا کہ پادشاہ کا اتنا بڑا ملک چھوڑ کر بغیر کسی ملکی وجہ کے ایک گوشہ میں جانا خرد پسند نہیں کرتی۔ مگر پادشاہ نے نہ مانا اور کہا کہ جنتِ اُشیانی یہ آرزو اپنے ساتھ لے گئی ہیں۔ میرا وہاں جانا انکی تمنا کو پورا کرینگا۔ اس نے ۱۶ افراد دی کورادی سے

پادشاہ کا کشمیر جانا

عبور کیا اور تین ہزار سنگ تراش و خاشاک و دو ہزار بیلدار کار گزار بسر کردگی
 قاسم خاں روانہ کیے کہ راہ کے نشیب و فراز کو ہموار کریں۔ بکونج بکونج پادشاہ سیالکوٹ
 کے مضافات میں آیا۔ یہاں اس نے سنا کہ اللہ بردی - شقدار - پتہ - ہنود راج گماشتہ
 صادق خاں نے ایک تم پر پا کر رکھا ہے اور زیر دستوں کو بے عزت کرتا ہے۔ یہاں اس نے
 اس کے ظلم کی خوب تحقیقات کرائی۔ جب جرم ثابت ہوا تو اسکی جان لی جس سے اوروں
 کی جان کو آسائش ہوئی۔ ۹۰ خر داد کو گریوہ پھجھر کی سیر کی کشمیری اس کو کاجیوار کہتے
 ہیں۔ یہاں پادشاہ کو یہ خیال آیا کہ حسریدہ چلیے۔ شاہزادہ سلطان مراد کو
 لشکر کا منتظم مقرر کیا اور شیخ فرید بخشی بگی کو گریوہ پر تعین کیا کہ سولے پادشاہی آدمیوں کے
 کسی کو نہ آنے دے۔ خود سوار ہو کر گرم و قنار ہوا۔ کبھی سوار چلتا۔ کبھی پیادہ۔ دو پہر کو درختوں
 کے سایہ میں آرام کرتا۔ پادشاہ کے ساتھ مرزا خانخانان وزین خاں کو کہ عضدالدولہ حکم بولفتح
 و جگن ناتھ میر شریف الہی وقاضی حسین و نو قلیج و رامداس و ابوالفضل اور چند یکے جو ان تھے
 پادشاہ گریوہں کو طے کرتا ہوا راجوری سے گزر کر قاسم خاں کے خیموں میں اترا۔ یہ راہوں
 کو پاک صاف کرتا ہوا جاتا تھا۔ یہاں سے کئی رستے جاتے تھے۔ ہر رستہ برف سے
 ڈھکا ہوا تھا۔ کار آگاہ ان کو دیکھنے گئے۔ انجن راز گونی جمع ہوئی تو تحقیق ہوا کہ سب راہوں
 میں بہتر راہ گریوہ ہستی و ترکی ہے مگر وہ برف و باراں کے سبب سے دشوار گزار ہے
 اس لیے پیر پنجال کی راہ اختیار کی گئی۔ شاہزادہ بزرگ کو حکم ہوا کہ لشکر میں جا کر سلطان
 اور چند اہل حرم کو لے آئے۔ مرزا اکیقبا دہسہ مرزا حکیم بیہار ہو گیا اس کو اسی منزل میں چھوڑ
 دیا۔ شیخ فیضی کو اس کا تیمار دار مقرر کیا۔ یہاں سے چلکر پھجھر میں پادشاہ آیا۔ یہ ایک
 موضع گریوہ رتن پنجال کی تلیٹی میں واقع ہے یہاں سے کشمیری زبان بولنے کا آغاز ہوتا ہے
 پادشاہ نے فرمایا کہ ملک آپس میں کوہ و دریا و ماٹوں و زبان سے جدا ہوتے ہیں کشمیر
 کی سرحد خستین بھنبہر پر ہے۔ پریشتن کو اس سرحد پر اگر چہ پادشاہ تنہا جاتا تھا۔ مگر

اس پاس ہر منزل میں ہزاروں آدمی جوق جوق نیاز مندی کے لئے چلے آتے تھے۔ یہاں
 گریوہ بانی نالگوں کے سرگروہ بہرام نایک نے کورشس کی محمد بہت اور کشمیر کے سردار
 باریاب ہوئے۔ پھر پادشاہ ہیرم کلہ میں آیا۔ یہاں بکا دلوں سے کچھ لغزش ہوئی۔
 اُن کی نگہبانی ابو الفضل کو سپرد ہوئی۔ اتنا راہ میں مرزا یوسف خاں کشمیر سے آنکر
 کورشس بجالایا۔ اس دیار کے بہت سردار باریاب ہوئے۔ پھر پادشاہ پوستانہ
 میں آیا۔ یہاں عجیب درخت و چنار دھول دیکھے بہت سے ندیوں پر پُل باندھے تھے اس
 سے عبور ہوا کشمیری پل کو کدل کہتے ہیں۔ آگے منزل میں دو گروہ پر برف بھٹی پادشاہ
 کے ہمراہی ڈسے۔ مگر پادشاہ نے اُن کی دلہی کی۔ یہاں کی رسم یہ کہ برف پر لوگ
 علف نشالی کی رسیوں کی پاپوش پہنکر چلتے ہیں۔ بہت سے آدمی اس طرح گئے۔ پادشاہ
 اس برف پر گذرا۔ یہاں کی کس کس بات کا ذکر کیا جاوے۔ جاٹے کی سختی کا برف کی شدت
 کا یا ہندی نثرادوں کی سراپگی کا۔ گریوہ کی بلندی کا یا راہ کی تنگیوں کا۔ یا منزل کے
 نشیب و فراز کا۔ یا چشموں و درختوں و پھولوں کا۔ ہر ایک عجیب و غریب ہے۔ جب پادشاہ
 چلا تو مینھ اور اولے برسے شروع ہوئے۔ مگر کسی کو گزند نہ پہنچا۔ ایک گھنٹہ بڑی شدت سے
 مینھ برسا۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے ان میں سے بعض آدمی برف میں اکڑ کر رہ گئے۔

یہاں خاص و عام میں زبان زد ہے کہ پہلے حکیموں نے ان دوراہوں میں ایسا سم نہایا
 ہے کہ جب کبھی بھاری لشکر کا گذر ہوا اور گھوڑے کو ذبح کریں یا نقارہ کو بجائیں تو ٹھوڑی
 دیر میں کالی گھٹائیں اُٹھتی ہیں اور برف و باراں کی رینش ہوتی ہے۔ ہر بار کہ اس راہ
 سے لشکر گذر تا یہی ہوتا تھا۔ چونکہ پادشاہ نے اپنا اغروق طلب کیا تھا۔ راہ کی دشواریاں
 اس کو معلوم ہوئیں۔ حکم ہوا کہ جو امیر پادشاہ کے ساتھ ہیں وہ خدمت گزار کاروانوں
 کو منزل بمنزل بٹھا دیں کہ بھینچے سے ہیرہ پور تک ہر منزل میں خیمہ و ہیمہ و علف و اسباب
 خوردنی کو آبادہ رکھیں کہ اہل حرم کو تکلیف نہ ہو۔ پادشاہ ہیرہ پور میں آیا۔ یہاں

مرزا یوسف خاں نے خیمہ و خرگاہ آراستہ کر رکھا تھا بھنجر سے جو گروہ آگے آتا تھا وہ پہلے سختیوں کو بھول جاتا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بھنجر سے ہیر پور تک ایک گریوہ ہے کنگی و دشواری و نشیب فرازیں اور ناہمواری میں بے مثل ہے درخت زار کی نیرنگی و بھولوں کی شگفتگی اور ہوا کی شکر فی اور آبشاروں کی نغمہ سرائی ہر وقت متحیر کرتی تھی اور راہ کی آزر دگی کو دل سے کھوتی تھی۔ لیکن آج کو ہستان سے دشت میں گزر رہا عجیب ناشن نظر آئی ایک دوسرا عالم دکھائی دیا۔ ایک نئی بہشت نے اس دشت میں اپنے منہ سے نقاب اٹھایا جو سبب مبنی کی عادت رکھتے ہیں وہ تو یکبارگی راہ کی محنت کو بھول گئے اور زلف نگاہ خدا پرستوں کو اور ہی خرمی ہوئی۔ گروہا گروہ آدمی ریاضت کش خدا پرستہ اور عمامہ دار دانش گرا اور ہنرمند نادر کار اور خنیاگران جادو نفس دار الملک کشمیر سے آنکر باریاب ہوئے اور خسروانی نوارشس سے سرفراز۔ آج خانخانان اہل حرم کے لینے کے لیے گیا مرزا کیقباد اور فیضی بھی آگئے پادشاہ دیور میں آیا۔ وہاں شاہزادہ بزرگ تنہا آیا اور عرض کیا کہ راہ کی دشواری سے اہل حرم نہیں آسکتے۔ اس نافرمانی پر پادشاہ ناراض ہوا اور شاہزادہ کو کورنشس کی اجازت نہیں دی اور اس سے ایسا غصہ میں آیا کہ اہل حرم کے لانے کو خود چلا مگر اخلاص مندوں کی فمائش سے واپس آیا۔ خانخانان کو اہل حرم کے لانے کا اہتمام پشور دہوا۔ پادشاہ خانپور میں آیا وہاں ایک درخت پھل تل دیکھا جسکا تنہ تنو مند تھا شاخیں بہت تھیں بہ کثرت تھیں۔ اگر اُسکی تیلی شاخ کو بھی ہلاتے تو سارا درخت ہل جاتا۔ اگرچہ چھوٹی موٹی کے درخت بہت ہوتے ہیں مگر اس قسم کا کہیں نہیں ہوتا۔

۲۵ خرداد کو شہر سری نگر میں پادشاہ آیا۔ یوسف خاں مرزا بان کے کاخ میں اُترا اور حکم دیا کہ کوئی لشکر کی رعیت کے گھر میں نہ اترے۔ دار الملک لاہور سے سری نگر تک ۹۰ کروہ و ۵۰ بانس کا فاصلہ ہے اگرچہ گردہوں کے اعتبار سے یہ فاصلہ دور و دراز نہیں ہے مگر نشیب فراز ناہموار ہونے کے سبب سے بہت دور

پادشاہ کا دار الملک کشمیر میں آنا

اور دشوار تھا۔ پادشاہ جن راہوں میں کہ پیادوں کا گزرنیں ہوتا گران لشکر اور ہاتھوں کے ساتھ آیا۔ سری نگر ایک بڑا شہر لمبا آباد ہے۔ روڈ بار بہت (جھلم) اُسکے درمیان بنتا ہے۔ اس میں چوبیس کاخ پنج منزلہ بنے ہوئے ہیں۔ اور ان کو ٹھوں پر زنگارنگ کے لالہ و گل بوتے ہیں وہ ہسار میں گلستان معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں اور ہندوستان میں برسات ایک ہی وقت میں ہوتی ہے۔ توران اور ایران کی طرح یہاں بھی برف بہت پڑتی ہے۔ کئی بارش سے یہاں کے کشت و کار میں نقصان نہیں ہوتا۔ ۲۸ کو شہاب الدین پور کی سیر کو پادشاہ آیا۔ وہ دریا بہت پر عجب دلکش جگہ ہے چار یہاں آسمان پر کھینچے ہیں سبزہ زار پر نظر کا پاؤں لغزش کھاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر وہاں استخواں پا اور آلائش پھینک دے تو صبح کو اس کا نشان نہیں ملتا۔ روحانی گروہ اُس کو رُفت و روب کر دیتا ہے مگر پادشاہ نے جب اس کا تجربہ کیا تو ثابت ہو گیا۔ شتاگردن نے مبالغہ کیا ہے اور محمول نے اُسے یقین کر لیا ہے۔ ۳۱ کو شاہزادہ بزرگ کو حکم ہوا کہ اغروق کو ہمراہ لائے۔ شاہزادہ کو اپنی پہلی خطا پر شرمندگی تھی وہ بار بار اسکی درخواست کرتا تھا پادشاہ نے اُسے منظور کر لیا پادشاہ نے یہاں مرغابی کا شکار کیا۔ بو شتاہ میں وہ اغروق شاہی سے جا ملا۔

شاہزادہ سلطان مراد و خانخانان و قاسم خاں نے راہ کو درست کیا بہت گھماؤ نے کوشش کی۔ غرض یہ سب ملکہ پادشاہ کے اہل حرم کو لے آئے جس سے پادشاہ کو نہایت مسرت اور نوکروں کو عزت حاصل ہوئی۔

(۱) پادشاہ نے سنا تھا کہ یوسف مرزبان کشمیر نے ایک محل کے اوپر سے اپنی بیوی کو نیچے پھینک دیا تھا جب پادشاہ اُس کے محلوں کو دیکھنے گیا تو اُس نے وہ محل بتا دیا۔ جس پر سے اُس نے اپنی بیوی کو پھینکا تھا (۲) جگن ناتھ مکان کے نہ ملنے سے شاکی تھا اور چاہتا تھا کہ قریب کے مکان میں رہوں۔ کوٹھے کے اوپر سے وہ پادشاہ کی کورنٹس بچھلا دیا تو پادشاہ نے فرمایا کہ تو مجھ سے بہت دور اتر آ ہے قریب کے مکان میں آں رہو (۳) سحر کو کسی

یادداشتیں

یادداشتیں

گانے دلے کی آواز پادشاہ کے کان میں آئی تو اُس نے نقیب خاں سے کہا کہ کوئی شخص گانے دلے کی عمر اس کی آواز سے بتا سکتا ہے۔ بہت سوچ کے اس نے جواب دیا کہ گانولے کی عمر چالیس پچاس برس کے درمیان ہوگی تو پادشاہ نے فرمایا کہ مہینے میں تیس سال کے درمیان ہوگی تحقیق سے معلوم ہوا کہ اسکی عمر پچیس سال کی تھی۔ (۴) اس زمانہ میں مریم کافی نے پادشاہ پاس آنے کی خواہش کی تو پادشاہ نے فرمایا کہ جواب میں اس شعر کو جوابی کہا گیا ہے عنوان سنائیں۔

حاجی سونے کعبہ دواز برے حج یارب بود کہ کعبہ بیاید بیوسے ما
۲۳ کو ہاشم بیگ پسر قاسم خاں چلی کی راہ درست کرنے کے لیے بھیجا ارادہ یہ تھا کہ اس طرف سے مراجعت ہو اسیلے بہت سے خارا شکاف سنگتراش اور سخت بازو بلیا رہا کر دیئے۔ زمین خاں کو حکم ہوا کہ اُٹا جائے اور لشکر عظیم اور آرمیوں کو رہا س پہنچائے۔ اور خود اہل چلی سے واپس دیریا نور دی بٹھکر رہ پیا ئی ہے جس سے طرح طرح کی نشاط ہوتی ہے اسیلے کاہراج کی سیر کا کشتی میں ارادہ کیا۔ اس ملک میں تیس ہزار سے زیادہ کشتیاں تھیں مگر پادشاہ کے سفر کے لائق ایک بھی نہ تھی۔ پادشاہ کے کاراگاہ خدمتکاروں نے تھوٹے دنوں میں یہ کاخمار دریائی تیار کیے اور دریا پر گلزار لگا دیا۔ ہزار کشتیوں سے زیادہ پادشاہ کے مقربین کے لیے تیار ہو گئیں اور دریا کے اوپر ایک شہر آباد ہو گیا۔ ۲۴ تیر کو پادشاہ مع غرق کے کشتیوں میں سوار ہوا دریا کے دونوں طرف نظر فریب گلزار اور نشاط افزا سبزی چشم افروز ہوتی تھیں کئی روز سفر کر کے پادشاہ جگہ نندی مرگ میں آیا۔ یہاں تین ہزار بیگہ زمین نہایت ہموار و خرم دشت ادبایسی دیکھی کہ دنیا میں اُس کی مثل کمتر ہوگی۔ یہاں پادشاہ سیر و شکار کرتا رہا ۲۵ تیر کو پادشاہ کو گرانی ہوئی اور ایک دن سخت اہر رہا۔ دوسرے دن اچھا ہو گیا پادشاہ بھی ایسا قوی مزاج بھٹا کہ کئی دفعہ سخت بیمار ہوا اور جلد اچھا ہو گیا اگر کوئی اور ایسے مرضوں میں مبتلا ہوتا تو مشکل تھا کہ وہ

پادشاہ کو کشتی میں جانا

اس گلشن ہمیشہ بہار کے تماشے نے پادشاہ کو نیا نشہ داد اور میں گرم تر کیا سیر کے بعد باز گشت کار ادا کیا۔ غرہ امرداد کو سنگراٹھا اور گیلی کی راہ پر چلا جبکہ ہندی مرگ میں آیا اس روز رینا باریاب ہوا۔ یعقوب کشمیری جس کا اوپر ذکر ہوا پادشاہ کی شکوہ دیکھ کر خواب سے بیدار ہوا اور اس نے یہ چالا کہ پادشاہ سے عہد و پیمان کر کے اس کی آستان بوسی کرے پادشاہ نے جو آدمی اُس کی طرف سے آئے واپس کیے اور اس کے غدروں کو سنگر گناہ معاف کیے یعقوب نے اس سب سے کہ بڑے جرم کے تھے اپنے بھائی کو بھیجا کہ بخشنا نشہ کا مزدور وہ سنا کر اس کے خوف کو دل سے دور کرے یہ اس کا بھائی اپنے کام میں کامیاب ہو کر واپس گیا۔

پادشاہ کی مجلس مشورہ میں یہ امر قرار پایا کہ کابل کو سفر کیا جائے۔

نعم امرداد کو پادشاہ سری نگر میں آیا۔ یہاں قریش سلطان کا شغری پادشاہ پال آیا ۱۳ امرداد کو ست پور کے نزدیک مقام ہوا۔ راہ میں باغ صفا کی سیر کی یہ باغ مرزا حیدر کا لگا یا ہوا تھا۔ پھر کشتی سے اتر کر خشکی میں پٹن میں پادشاہ آیا فیضی اور میر شریف املی کو بہت کچھ روپیہ دیکر شہر میں بھیجا کہ حاجتمندوں اور گوشہ نشینوں میں تقسیم کریں۔ خود سری دست تابی کے سبب سے یعقوب سنگراٹھا میں سرسیمہ تھا۔ پادشاہ کے آنے سے اُس کو یہ خوف تھا کہ مباد ایساں کے زمیندار اس کو گرفتار کر کے پادشاہ کے حوالہ کر دیں۔ جب اس کے بھائی نے جا کر بخشنا نشہ کا مزدور سنا یا تو اسکی آسیمہ سری کم ہوئی اور لا بہ گری بڑھی اور اپنی رستگاری سوار پادشاہ پاس آنے کی نظر نہ پڑی لیکن اپنے کو تگوں سے بہت ڈرتا تھا۔ مرزا یوسف خاں کی معرفت ایک عرضداشت بھیجی جس میں لکھا کہ جوانی کی بستی اور بدگوہروں کی مسادے سے جو کچھ بھیر گزرا سو گزدا اب حضور اپنی پاپوش چھین کہ میں اُس کو سر پر رکھ کر

پادشاہ پاس یعقوب کے بھائی کا آنا

پادشاہ کا کابل کی آمد

پادشاہ کی آمد

پادشاہ کی آمد

پابوس ہوں۔ ۱۸۔ ار امر داد کو وہ اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ اس ملک میں خشکی میں بار برداری کا کام آدمی کرتے ہیں اور بڑا بھاری بوجھ اٹھاتے ہیں اور پہاڑوں پر اس طرح چلتے ہیں جیسے کہ ہمارے زمین پر بہت سا اسباب یہ گروہ اٹھا کر چلا تو عجب تماشا نظر آیا۔ پادشاہ مارہ مولہ میں آیا یہ دروازہ کشمیر ہی۔ اس کے ایک طرف اونچا پہاڑ ہے دوسری طرف دریائے جیش کرتا ہوا ہندوستان کو آتا ہے اور اُس کے درمیان ایک تنگ راہ ہے یہاں کشمیر کے فرماں روا یوں کے آدمی بھی رہتے ہیں اور کسی آدمی کو بغیر نوشتہ کے پاس بان نہیں جانے دیتے۔ زین خاں کو کہ پکلی سے آیا اور رود بار سندھ کو روانہ ہوا کہ وہاں پل بنائے۔ ۲۳۔ کو آب بہت سے پادشاہ گزر اچھر پادشاہ منزل بمنزل چلکر بولیاں میں آیا یہاں ولایت کشمیر ختم ہوئی۔ ملک مستنگ آغا ہوا۔ ۲۴۔ ار شہر پور کو دریائے سندھ کے کنارہ پر ٹانگ بنارس کے نزدیک پادشاہ آیا اور دمھنہ کو کابل میں آیا۔ حسین خاں و محمد خاں و ابوذر خاں و غازی خاں دلوھر چک حسین فتنہ اندوزی کے خیال سے پادشاہ کے پاس سے بھاگ گئے۔ جوں کی راہ سے پہاڑوں میں آن کر علی رنیا کی پناہ میں آئے اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ پیر ہلا میں۔ کارپردازان کشمیر نے پکڑ کر اُن کو مار ڈالا۔

یعقوب و رینادونوں بھائی بھاگنے کی گھات میں لگے رہتے تھے۔ پادشاہ نہیں چاہتا تھا کہ جو لوگ پناہ میں آئے ہیں اُن کو سزا دے اسلئے اس نے انکو حسن بیگ گرد کے حوالہ کیا کہ وہ راجہ مان سنگھ پاس ان کو پہنچائے کہ اپنے بنگاہ سے وہ دور ہو جائیں اور آرام سے رہیں حسن بیگ نے ہمارے ہوں کے تین توپ بنائے ایک کو زہ و زاد کے ساتھ کیا۔ ایک گردہ کو اپنے ساتھ لیا تیسرے گردہ کو یعقوب کا پاس بان بنایا میں نے اپنے تیسرا بیار سنگاسن پر جاتا۔ جیلہ سازوں نے غل مچایا کہ رہنروں نے پرتال پر ہاتھ ڈالا حسن بیگ نے ہمارے ہوں کو اس طرف بھیجی تو رنیا نے جو اس کا میں شریک تھا دفعہ چلی

کشمیر کے حکمرانوں کا سنایا یا یعقوب کا گرفتار ہونا

۲۵

کو تلو مار کر شکار کیا۔ جس بگ کو زخمی کیا جس بگ نے لیٹ کر رینا کو زیر کیا اور مار ڈالا۔
اس عرصہ میں یعقوب کے کوکہ محلہ نے ایک خنجر جس بگ کے مارا اس نے اسے بھی پکڑ کر
زمین پر پٹکا اور یعقوب اور فتنہ پردازوں کو گرفتار کر لیا۔

دلت سے پادشاہ کا دل کشمیر کی سیر کی طرف لگ رہا۔ مگر بعض آدمی دشواری راہ
کے سبب اس کے مانع ہوتے تھے۔ بعض پادشاہ کی خوشی کے لیے پہاڑوں کی سختی کو آسان
کہتے تھے مگر اسکے ساتھ عرض کرتے تھے کہ اس کو ہمارے پادشاہ کا جانا قلمرو کی ہر طرف
ایک سال کی راہ پر دور کر دیگا۔ بعض پادشاہ کی نہفہ دانی کے معتقد کہتے تھے کہ پادشاہ
کا ارادہ جو یہ ہوا ہے اس میں ضرور فرخی جو عرض باوجود ان آدمیوں کی بازداشت
اور بادباران کے طوفان کی ۱۲ راہ مرداد سنہ کو پادشاہ چل کھڑا ہوا اہل حرم کو
بھی ساتھ لیا۔ راہ میں ایک عورت اپنے بیٹے کو پادشاہ پاس لائی۔ اور عرض کیا کہ ہر سال
اس کا سر بڑھتا ہے اور گردن دہلی ہوتی ہے کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی حضور اس کا علاج
بتلائیں۔ پادشاہ نے کہا اسکے سر پر ایک چمڑے کی تنگ ٹوپی پھنا دے بڑھیا نے یہی کیا
جس سے اس کا بیٹا اچھا ہو گیا۔ ۲۸ کو پادشاہ چھتہ میں آیا تو کشمیر کی شورش کا حال
انظر من الشمس ہو گیا۔

ہ از دار مرزا یوسف خاں نے کشمیر کی جمع کی فرونی کو عرض کیا تو قاضی نور اللہ
وقاضی علی تحقیق کے لیے بھیجے گئے اب مرزا کے گاشتوں نے دیکھا کہ رشوت کا دروازہ
ان پر بند ہوا تو وہ مایوس ہو کر تباہ سگالی کرنے لگے۔ قاضی نور اللہ نے مرزا کے نوکروں
کی یہ سازگاری اور تباہ پسچی پادشاہ سے عرض کی۔ اس اطلاع پر بعض بد سنا و طلب
ہوئے جن میں بیک شیخ عمری پادشاہی آدمیوں کی یادری کے لیے بھیجا گیا۔ اب مرزا
یوسف کے اکثر گماشتے اور ملازم ہمدستان ہو کر فتنہ سازی پر آمادہ ہوئے اور انھوں نے
اکمال الدین حین کو جو اادیوں میں سے تھا اپنا سردار بنانا چاہا جب اس نے انکار کیا تو

یاد شاہ کا دوسری دفعہ کشمیر کا جانا

قاضی نور اللہ

مرزا یوسف کے عزمِ اداہ یادگار کل کو دستاویز آشوب بنایا۔ اور وہ فتنہ اٹھاتے اور اپنا نقصان کرتے اس گروہ کے اندر کسی کے ہاں حسین بیگ کے ایک نوکر کی شادی ہوئی تھی اس نے انکی رہنمائی سے انکار کیا تو اس گروہ نے اس کا گھر جا گھیرا اور حسین بیگ شیخ عمری پر بھی تیروں کا مینہ برسایا۔ اسکے آدمی موجود نہ تھے اس نے دروازہ کھول کر ہمت کی۔ قاضی علی اور شیخ بابا نے درمیان میں پڑ کر شورش کو دبا دیا پھر یہ گروہ گریوہ مارا نہ پر گیا اور وہاں ایک ہنگامہ برپا کیا حسین بیگ نے آدمیوں کو ان سے لڑنے کے لیے جمع کیا اور کچھ لڑا اور صلح چاہی۔ مخالفوں کے چند آدمیوں کو پیاں کر کے مار ڈالا۔ قریب تھا کہ ان تہہ سگالش کردار میں آئے ناگزیر حسین بیگ و قاضی علی شہر سے نکل کر قلعہ ناگزیر میں آ گئے اور بے پردائی کے سبب خواب غفلت میں سو گئے۔ ۱۲ امرداد کو یہ گزروں کو بند کر کے ناپاسی میں بیٹھے۔ تعجب یہ ہے کہ بادشاہ اُسی روز لاہور چلا تھا کہ چند سرکشوں نے قاضی کی سیر کا بہانہ کر کے کجی کا پیمان کیا تھا حسین بیگ و قاضی علی کی ہمت نے یادری نہیں کی کہ تیر دوستی کر کے اس شورش کو مٹاتے۔

جب بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو وہ تیز تر روانہ ہوا۔ غرہ شہر پور کو دریا چناب کے کنارہ پر پہنچا۔ باوجود بارش کی طوفان کے اس نے یہاں سپہ کو آراستہ کیا گزر چوکی سے کشتی میں سوار ہوا۔ ہم کو معلوم ہوا کہ مرزا کی تمام سپاہ کشمیروں سے مل گئی ہے۔ جب یادگار شہر سے نکلا اور قاضی علی اور حسین بیگ اس سے کچھ نہ بولے تو وہ کام راج کو چلا گیا اور وہاں بدگوہروں کے ہنگامہ نے رونق پائی اُس وقت وہ بے پردائی کے خواب سے بیدار ہو کر اس کے پیچھے دوڑے کچھ کام نہ کیا اور اپنا منہ لیکر واپس چلے آئے اگرچہ مرزا کے فرزند اس سے نہیں ملے اور اولیاء دولت نے بھی انکی یادری نہیں کی بلکہ جب یادگار شہر پر آیا باغ الہی کے نزدیک تھوڑی سی لڑائی سے غلبہ پایا تو قاضی حسن بیگ ناگزیر دریا سے گذر کر شہر میں آئے۔ پل کو دونوں گروہوں نے دیران کیا۔ باغیوں نے

تو اس خیال سے کہ ان کے آدمی ان سے نہ جدا ہو جائیں۔ بادشاہی آدمیوں نے اسیلے کے بانی
شہر کے اندر نہ گھس آئیں قاضی علی نے یہ کہا کہ فتح علیخان جنگلی پاس پناہ لینی چاہیے اور وہاں
لگ کا انتظار کرنا چاہیے۔ حسین بیگ نے کہا کہ مرزا حسین خاں کے آدمی سب ناسپاس ہو رہے
ہیں وہاں پہنچا بہت دشوار ہے۔ ناگزیر ہندوستان کی طرف چلیں۔ ہیرہ پور کے نزدیک
ایک شخص نے ناشناسائی سے نقارہ بجایا۔ اس سے راہ بانوں نے مطلع ہو کر بلوں کو
توڑ دیا۔ ناکام دریا میں چلنا پڑا کچھ ڈوبے کچھ گرفتار ہوئے۔ حسین بیگ قاضی علی اور چند
بدخشی دریا سے بھٹک کر چلے۔ پیر بنجال کی راہ بند تھی۔ گریوہ ہستی دتر کی راہ لی۔ سخت لگا پو
کر کے اور تیر اندازی کا کارنامہ دکھا کے رہائی پائی۔ راہ کے نشیب فراز سے قاضی بالکل
تھک کر بیٹھ گیا۔ گرفتار ہو کر مارا گیا۔ حسین بیگ کو زمیندار لوٹ کر مارنا چاہتے تھے کہ اجوی
کے رئیس بھنجر نے پہنچ کر اسے بچا لیا۔

جب بادشاہ کو یہ اطلاع ہوئی تو وہ تیز تر چلا۔ زین خاں کو کلتاش کو حکم ہوا کہ راہ سو
سے سپاہ کو اس طرف لائے۔ اور صادق برنج کی راہ سے آئے۔ شمالی کوہسار
کے زمیندار جو سے چلیں۔ پنجاب کے اقطاع دار اور عل گزدار پر دول زمینداروں کو دلا سکیے
روانہ کریں۔ پنجم شہر پور کو شیخ فرید بخشی بگلی کو بادشاہ نے روانہ کیا۔ غرض اس برف ریز
میں ہر طرف سے بادشاہ نے سپاہ روانہ کی کہ سرکشوں کی سزائیں دیر نہ ہو۔ ابوالفضل
نے دیوان لسان الغیب میں جو فال دیکھی تو یہ دو بیتیں نکلیں۔

ابیات

آن خوش خبر کجاست کریں فتح مرده دہ
تاجاں نشانش چوند دسیم در قدم
لذبا رگشت شاہ دریں طرف منزل است
آہنگ خیم او بہ سر اپر دہ غدم
اس نے بادشاہ نے دو پہنی کے سپہ مرزا یوسف کو ابوالفضل کے حوالہ کیا۔ جب اس کا زہر
کشمیر سے آیا تو اسے رہا کیا۔

جب یادگار گل پاس زر پرست گس خوجع ہوئے اور اولیاء دولت کا حال یہ ہوا تو یوسف
مرزا کے بیٹوں نے اُسے لالہ گری کی۔ اس نے گرم خونی اور تازہ روئی کے ساتھ انکو ہندوستان
بھجوا دیا اور دریا سے گذر کر مرزا کی منزل گاہ میں آیا خزانہ وزرینہ و فیصلہ اسٹوپ ورمال اس نے
لے لیا ہنبر پر اپنا خطبہ پڑھوایا سکھ پر اپنا نام جوایا۔ ان نوں میں اسکو ٹپ لرزہ آیا ہر کن اسکی
مہر کھوتا تھا کہ ایک فولاد کارینہ اڑ کر اسکی آنکھ میں لگا جس سے لوگوں نے جانا کہ اس کا
اقبال زود زوال ہے۔ سماعت سے اس نے فرومایوں کو بڑے بڑے خطاب دیئے۔

ہزاری و بازاری کے نام بزرگوں کے سے رکھ دیئے۔ وہ جانتا تھا کہ سب اہیں بند پڑی
ہیں۔ پادشاہ کو اس حال کی اطلاع جلد نہیں ہوگی اگر ہوگی تو یقین نہیں آئیگا۔ اگر یقین
ہوگا بھی تو اس ریش ابر میں سپاہ بہت دیر میں جمع ہوگی جاڑا آجائیگا اس سردیر ملک
میں سپاہ کا آنا دشوار ہوگا۔ جب ایک سال گزر جائیگا تو میرے پاس وہ سامان جمع
ہو جائیگا کہ مدتوں سے کبھی وہ کسی مرزا بان کشمیری پاس جمع نہ ہوا ہوگا یہ باتیں سوچ کر
یارخاروں کے ساتھ بزم بادہ گساری آراستہ کرتا اور بیہودہ باتیں بکتا۔ مرزا کے
اندوختوں کو اڑاتا اور اسکے ناموس پر دست دراز کرتا اور دوستی اور رشتہ مندی کا بہانا بناتا
جب اس نے سنا کہ مرزا قیدیں پڑا ہی تو ناچار اس نے زہ و زار مرزا روانہ کیا۔ تنہ کے نزدیک
بدنہادوں نے اسکے لوٹنے کا ارادہ کیا مگر پادشاہ نے بھی اسکے لانے کے لئے باہری مرزاؤں
میں سے حاجی میرک کو کچھ سپاہ کے ساتھ بھیجا تھا وہ اس پاس پہنچ گئے تو وہ بچ گیا یکبارگی
پادشاہ کے آنے کا آوازہ سب جگہ بلند ہو گیا تو یادگار بیدار ہوا۔ اور اُس نے ایک
عرضداشت پادشاہ کو بھیجی کہ حسین بیگ شیخ عمری کا ارادہ یہ تھا کہ مرزا
شاہرخ کے بیٹے کو بدخشاں سے اس دیار میں لائے اور دست آویز شورش اسکو
بنائے۔ میں اُس سے آویزش کے لئے تیار ہوا اس نے سخن سازی کر کے مجھے
بدنام کیا اس کا جواب بوالفضل نے پادشاہ کے ارشاد کے موافق لکھا۔

جب یہ داستان فروغی کار گرنے ہوئی تو اُس نے درویش علی کو بہت سپاہ کے ساتھ گریوہ کو روانہ کیا۔ اور اسکی استوار بی میں کوشش کی۔ پادشاہی سپاہ ہر طرف سے پہنچ گئی تھی شیخ فرید بخشی بگی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گریوہ کے نیچے پہنچ گیا اور ۲۶ شہر یور کو ہرا دل درہ میں کئی اور برانغار اور جراثا آمادہ پیکار ہوئے۔ درویش علی نے گریوہ پر دو دیواریں بنائیں اور لڑنے کا قصد کیا جا بجا آدمی لڑنے کو بٹھائیے۔ پادشاہی ہرا دل نے غنیم کو شکست دی اور جراثا سے بھی لڑائی ہوئی اس نے دشمن کے بست آدمی مائے چار آدمی پادشاہ کی سپاہ میں سرے۔ برانغار نے غنیم کا ایک سر کو بے جنگ لے لیا آگے راہ نہ تھی۔ ایسے ہرا دل لٹا چلا آیا۔ ہرا دل اور جراثا نے تیز دستی کر کے گریوہ کپڑے لے لیا۔ کچھ مویشی لے لئے۔ ایک شخص نے دھاں گھوٹے کو نادانستہ فوج کیا ایسے اوبے بہت بہتے۔ صبح کو گریوہ اگر مہر بال سے گزر کر دائرہ کیا۔ تدبیر یہ تھی کہ گریوہ ہستی و تریں کہ پانچ کردہ پر ہی جائیں پیش روؤں نے اُسے خالی سمجھ کر تیز دستی کی۔ غنیم کمر کوہ میں آمادہ جنگ تھا مگر صبح وہ پرانگندہ ہو گیا۔ دوم مہر کو لشکر شاہی گریوہ کو طے کر کے ہیرہ پور میں آیا۔ دھاں ایک تن بے سر نظر آیا جو یادگار کل کا تھا جسکی سرگزشت یہ ہے کہ یادگار کو معلوم ہوا کہ گریوہ کو پادشاہی سپاہ نے لے لیا تو اُس نے عادل خاں کو ایک گروہ کے ساتھ سری نگر روانہ کیا اور خود ہیرہ پور میں آیا دوسرے روز آدمیوں کو کچھ روپیہ دیکر آگے روانہ کیا۔ شہباز خاں نیاز می و ابراہیم خاں کا کرواچہ اسم خاں میانہ سار و بیگ شاملو و حسین بیگ و صلو و یار بیگ اور بیگ و ملک محمد اور مرزا کے چند اور نوکروں نے آپس میں عہد کیا اور کہیں گاہ میں بیٹھ گئے۔ جب آدمی رات ہوئی تو اللہ اکبر کا نعرہ مابہر غارت کرنا شروع کیا یادگار سر پر وہ سے نکلے صحرا میں گیا۔ صرف ایک نوکریوسف نامی اسکے ساتھ تھا۔ کچھ راہ چلکر ایک بوتہ کے پناہ میں بیٹھا اور سہراہی کو گھوڑا لانے کو بھیجا۔ بعض پادشاہی آدمیوں نے لوٹ پر خیال نہ کیا تھا اس کی تلاش کے درپے تھے کہ دفعۃً سار و بیگ کی نگاہ یوسف پر پڑی اس کو شکنجہ میں کھینچا۔

یادگار کل کا سرگزشت

ناچار اس نے سرگزشت کو بیان کیا اسکی رہنمونی سے یادگار گرفتار ہوا۔ اور صلح کی باتیں کرنے لگا کہ شہباز خاں نے آن کر اس کے دوش کو سر کے بوجھ سے ہلکا کیا۔ ۶ مہر کو بھنجر کے نزدیک متھرا اس اس کا سر پادشاہ پاس لایا۔ اکیاون روز یادگار کا ہنگامہ فنا برپا رہا جس کا خاتمہ اس طرح ہوا اس سال میں پادشاہ کو چاروں طرف فتوح ہوئیں۔
مرزبان ٹھٹھہ مطیع ہوا۔ سیوستان حوالہ کیا۔

ازینسج ہوا۔ مشرقی دیار کے سرتابوں نے اطاعت اختیار کی جو ناگدہ و سومتا فتح ہوئے۔ مظفر گرفتار ہوا۔ یادگار کل بے سر ہوا کشمیر کی شورش مٹی۔ اسپرچرہ دستی ہوئی۔
۱۳۱۲ کو پادشاہ سیر کے لیے آگے بڑھا۔ غرق کو شاہزادہ داینال کے ساتھ رہتا اس روانہ کیا۔ اور فرمایا کہ اول دفعہ بہار کے جلوے دیکھے تھے۔ اب خزاں کے غشوے دیکھے جائینگے۔ پہلے جال کی پردہ کشائی تھی اب جلال کی نمائش ہوگی۔ بھنجر سے پادشاہ منزل بمنزل ایسی شرک پر چلا۔ کہ جس کا حال برف سے ایسا شکستہ ہو رہا تھا کہ پادشاہ کا گھوڑا پھسلکر گر پڑا۔ ۲۳ مہر کو سری نگر دار الملک کشمیر میں آیا۔ راہ میں ایک چنا۔ کا تنہ کھوکھلا ایسا دیکھا کہ اس میں پادشاہ کے حکم سے ۳۴ آدمی بیٹھے۔ اگر اور زیادہ پاس پاس آدمی بیٹھتے تو کئی اور آدمی سما جاتے۔ بادجو دیکہ یادگار ناسپاس کا بالکل ستیاناس ہو گیا تھا۔ مگر یہ مشہور ہو رہا تھا کہ پادشاہ نے سب چھوٹے بڑوں کی جانوں کے شکار کرنے کا حکم دیدیا تھا اس لیے سب آدمی پر انگڑے ہو گئے کوئی وہ آباد نہ تھا ہر چندیش رو آدمیوں کو دلا سادیتے تھے مگر ان کو یقین نہیں آتا تھا مگر جب ان کو پادشاہ کی محبت کا یقین ہوا تو وہ دشت آوارگی سے شہر میں آئے۔ پادشاہ کی بخشش و بخشاشس سے خوش ہوئے۔ کارشناس ہر طرف دوڑے اور ناسپاسوں کو پکڑ کر لائے۔ جو شورش کے خمیر مایہ تھے ان کو سزا ملی۔ عادل یگی قنڈری کا لباس پہن کر دکن کو بھاگ گیا جنھوں نے سرکشی سے کنارہ کیا وہ بلند پایہ ہوئے۔ پادشاہ نے بے موسم پہلے بھی

نوجاں شاہی

پادشاہ کا سری نگر آنا

مُرغابی کا شکار کیا تھا مگر موسم کے سبب ابکی دفعہ اس شکار سے بڑا لطف اٹھایا۔ دوم آباں کو پادشاہ کے تلامذان کا جشن ہوا ابو الفضل نے چودہ ہزار آدمیوں کو خواستہ دیا۔ اسلئے آباد ملک میں چوراہہ گرد گدا گم تھے اس زمانہ میں لوگ خیانت کرتے تھے اور بہت ناخوش بے صبر رہتے تھے۔

تئم آباں کو پادشاہ زعفران زار کی سیر کے لیے کشتی میں سوار ہوا یہ ایسا گلزار تھا کہ جسکی شادابی و نشاط بخشی اور خوشبوئی دنیا میں سب سے بڑھتی تھی۔ زعفران نیلوفر کی مانند ہوتا ہے لیکن دل افروزی اسکی بیان نہیں ہو سکتی ۱۲ ہزار آدمی کا جشن ہوا پادشاہ کے حکم سے دریائے کناروں پر اور کشتیوں میں درگوٹوں پر چراغ روشن کیے گئے۔ عجب تماشاہ تھا۔

اسی روز شمس الدین چک کی بیٹی پادشاہ کے حرم سرا میں داخل ہوئے۔ اس سہزین کے بزرگ زمینداروں کے تابع کرنے کے لیے مبارک خاں حسین چک کی بیٹی کا نکاح شاہنہزہ سلطان سلیم سے ہوا اور اسی طرح کی اور کئی شادیاں ہوئیں۔ مرزا ایک قبائلی سردار حکیم شہر پینے کے سبب قید ہوا ایک سیاہی پادشاہ کے روبرو پیش ہوئی کہ وہ پانی سے اور ہاتھ کے مٹانے سے محو نہ ہوئی تھی اور خط کو خواب نہ کرتی تھی پادشاہ نے اس کو کار آگاہوں کو دکھایا۔ یہاں کی آبت ہوا ایسی خوش اور پادشاہ کے مزاج کو سازگار تھی کہ اس نے یہ ارادہ کیا کہ موسم سرما میں بسیر کیجئے لیکن گرانی ایشیا پر ایسی تھی کہ سب چھوٹے بڑوں کا ملک میں دم آیا تھا اور اس ملک کے جاٹوں کی برداشت بھی لشکر کو جو گرم سرد ملک رہنے والا تھا دشوار تھی اسلئے پادشاہ نے بازگشت کا ارادہ کیا پادشاہ کا ارادہ تھا کہ مرزا یوسف خاں کو کشمیر حوالہ کرے گا اس نے جمع میں چوں و چرا کی اتفاق سے قاضی علی کی فراہم کی ہوئی جمع کی کتاب ہاتھ لگی جس سے مرزا کی قسمی کھل گئی وہ شرمندہ ہوا۔ پادشاہ نے کشمیر کو حاصہ بنا کے خواجہ شمس الدین کو سپرد کیا تین ہزار سوار ہمراہ کیے۔ ۲۰ آباں حائلہ کو کشتی میں سوار ہو کر ہندوستان کو روانہ ہوا۔ ۲۳ کو کول ایسر پر گزر ہوا ۵۰ ایک بڑا آبگیر جو گروہ اس کا ۲۰ گروہ ہی۔ دریائے بہت (چلم) اس کے

زعفران زار کی سیر و دیوانی

پادشاہ کی بازگشت ہندوستان کو

اندر ہو کر ہندوستان میں آتا ہے سلطان زین العابدین نے اسکے درمیان بہت تکلف سے ایک سنگین صفہ بنایا جس کا طول ۱۱۹ گز اور عرض ۸۲ گز لمبا۔ اسپر محل بنائے جو اب تک یادگار ہیں اور پھر اور مرز بائن نے نشیمن وہاں بنائے۔ نظام الدین اپنی طبقات کبریٰ میں لکھتا ہے کہ پادشاہ نے راہ میں زین لنگا کی سیر کی۔ یہ ایک حوض ہے کہ اس کے غرب جنوب شمال میں پہاڑ ہے اور اسکا دور ۳۰ کروہ (۶۰ میل) ہے دریا جہلم اس حوض کے اندر سے ہوتا ہوا گزرتا ہے اس کا پانی نہایت صاف ہے۔ حوض کے درمیان سلطان زین العابدین نے پتھر ڈلوا کر ایک جریب کے قریب چوتراہ پانی سے بلند کیا اور اس پر عمارت عالی بنائیں۔ اس کی نظیر ملک میں کہیں نظر نہیں آتی۔ اس کی سیر کر کے پادشاہ بارہ مولہ میں آیا اور وہاں سے پگلی میں۔ یہاں بہت برف اور مینچہ بربسا وہاں سے پادشاہ الیغار کر کے رہتاس میں آیا نظام الدین خواجہ فتح اللہ کو حکم ہوا کہ اہل محل کو آہستہ آہستہ پیچھے لائیں۔ غائب واقعات میں سے یہ ہے کہ جب پادشاہ نے کشمیر سے معاودت کی تو فرمایا کہ چالیس سال سے برف برسنا میں نے نہیں دیکھا اور اکثر میرے ہمراہی وہ ہیں جنہوں نے ہند میں نشوونما پایا ہے انہوں نے بھی اسے نہیں دیکھا۔ اگر نواح پگلی میں ایک فٹ برف کی بارش ہو تو الطاف الہی سے بعید نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پگلی میں پادشاہ ایک مینے بہ سبب بارش بارش کے مقیم رہا۔ پھر رہتاس میں تیرہ روز رہا۔ اور ۱۳ ربیع الاول ۱۹۷۱ء کو پادشاہ لاہور میں داخل ہوا۔

کشمیر کی سیر کو پادشاہ کشمیری وقفہ جانا ۱۰۰۵ھ

پادشاہ کا ارادہ تھا کہ جب گڑہ سے کشمیر جائے سب جھوٹے بڑے گریووں کی سختی بیان کرتے۔ بعضے کہتے کہ سپاہ دکنوں سے لڑ رہی پادشاہ کشمیر کو نکل جاسکتا ہے کہ

نہایت
کشمیر

ناگاہ دکن کی فتح کی خبر آئی ۲۱ فروردین کو پادشاہ نے کوچ کیا ۶ مارچی بہشت کو
 پادشاہ امین آباد میں آیا۔ کساکشیر کی ہوا اور دشوار گزاری و دیر کشائی آزمندوں
 سے شورش مچاتی ہو۔ سبک سر فرمایا وہاں کا ذکر کیا ہو۔ ایک غوری زاجیل اس ملک
 میں بدخشیوں سے ملا اور سکاری سے اپنی تین عمر شیخ سپہ مرزا سلیمان سببایا۔
 مرزا سلیمان کی ناکامی کے زمانہ میں حصار میں لونڈی کے پیٹ سے ایک بیٹا پیدا ہوا
 تھا اس کا یہ نام رکھا گیا تھا جب مرزا حصار سے نکلا تو اس کو اوزبک خاں عمر ۱۰۰
 عبداللہ خاں پاس بھیج دیا۔ وہاں وہ مر گیا بعض کہتے ہیں اس کو لوگوں نے مار ڈالا
 بعض کہتے ہیں کہ وہ چھپ سے مر گیا۔ بعض کہتے ہیں وہ زندہ رہا۔ اس جیلہ پرداز نے
 شورش مچائی اور پوشیدہ پوشیدہ ہزار بدخشی اور بہت سے کشمیری اپنی ہمراہ کر لیے
 ابھی اس کا پردہ فاش نہیں ہوا تھا کہ پادشاہ کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو اسی کے چند
 رازداروں نے اس کو پکڑ کر محمد قلی بیگ ترکمان کو حوالہ کیا۔ اس منزل میں پادشاہ
 پاس اُس کو لائے۔ وہ اپنی سزا کو پہنچا اگر پادشاہ یہ سفر نہ کرتا تو وہ بڑی شورش مچاتا
 ۱۷ کو شکار کرتا ہوا قصبہ گجرات میں جس کو اس نے آباد کیا تھا اور ۲۸ کو قصبہ ہنہیر
 میں آیا۔ یہاں اپنی سپاہ کے دس حصے کے ایک حصہ اپنے لیے دوسرا حصہ اہل حرم
 کے لیے تیسرا حصہ شاہزادہ سلیم کے لیے اور سات حصے ہر روز کے لیے کشاکش اور کھے غوغا
 کو گریوہ سے نکلا۔ ۶ کو راجوری میں حشش کیا ۱۱ کو پیرنجال سے برف کو کاٹ کر
 اور ملکر باہر آیا۔ ۱۴ کو ہیرہ پور میں آیا۔ یہاں جال نگری کی سیر کو گیا یہ شہر پہلے مرزا
 نشین تھا اسکی ویرانی پہلی آبادی کو بتلاتی ہو۔ ۱۹ کو پنہزارہ میں آیا مرزا یوسف خاں
 نے پرستہ پر شہر بند بنایا تھا۔ پادشاہ نے اس کا نام انگریز پور رکھا اس کا آباد کرنا
 محمد قلی بیگ کے سپرد ہوا۔ محبی بھون کی سیر کر کے خان پل کے نزدیک کشتی میں
 آیا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کھیلا۔ منزل بمنزل چلکر ۲۸ کو شہر ناگرہ نگر میں آیا۔

سری نگر کے پاس ایک بلند پہاڑ ہے۔ اس کے نزدیک ایک بڑا آبگیر ہے۔ بادشاہ نے اس سرزمین میں شہر کا آباد کرنا پسند کیا تھا۔ مرزا یوسف خاں نے اسے آباد کیا۔ کئی نشیمن اور نگی فصیل بنائی سپاہ نے بھی اس میں اپنے لائق گھر بنائے۔ اب بادشاہ نے حکم دیا کہ قلعہ سنگین بنایا جائے ایک ایک حصہ اس کا امیر کو سپرد ہوا۔

بادشاہ کو یہاں معلوم ہوا کہ اقطاع داروں کے ہاتھ سے سخت ظلم ہوتا ہے اس ملک سے غلہ لیا جاتا تھا اسکی بجائے وہ زر و سیم طلب کرتے ہیں۔ کارشناسی سے کل جمع طلب کرتے ہیں جس سے بڑی خرابیاں پھیل رہی ہیں۔ بادشاہ نے گرد و ہاگر وہ آدمیوں پر جمع معاف کر دی اور گزیدہ آئین مقرر کیے جس سے ظالموں کو سزا ہوئی کٹاؤروں کو جن کا نقصان ہوا تھا فائدہ ہوا۔ بادشاہ نے مہربانی کرنے ان کی دستگیری کی۔ سائے ملک کے چودہ حصے کے ہر ایک میں دو مقرر ہندی و ایرانی مقرر کیے کہ دونوں کے خام کاغذ پڑھ کر کاشتہ واقادہ و برگرفتہ زمین سے آگاہی ہو اور آدمی جس محصول میں لیکر باقی کاشتکاروں کو دی جائے۔ اس انتظام کا حال آگے پڑھو گے۔

بارش کی کمی سے اور کسانوں کی پراگندگی کے سبب سے اجناس گران بہا ہوتی اگرچہ بادشاہ کی سپاہ کے آنے نے اس بلا کی سختی کو بڑھایا لیکن شنشاسی نوادش نے اس کو گھٹایا۔ شہر میں بادشاہی حکم سے بارہ جگہ سب چھو بڑوں کی خوراک تیار ہوتی۔ ہر یکشنبہ کو عید گاہ میں صلاے عام ہوتی اور وہاں چند آدمی بادشاہ کے پاس سے جا کر خوشگروں کو خواستہ و خورش دیتے۔ اسی ہزار بھوکوں و محتاجوں کا کام نکلتا۔ قلعہ جو بن رہا تھا اس میں بھی بہت سے غریب آدمی لگ کر پیٹ پال لیتے۔ مزدوری کر کے جانکاہی سے بچتے۔

دوم تیر کو بادشاہ کو بچہ پرنالگر نگر کے قریب آیا اس پر مرزا یوسف خاں نے دہشتیں

سری نگر کے پاس ایک شہر کا آباد کرنا۔

انتظام

خط

کاخ بنائے تھے ایک محل میں تین سوزینہ تھے۔ پھر شہاب الدین پورا اور زین النکا کی سیر کی
انہیں دنوں میں بادشاہ کی فرمائش سے ایک جہاز ایسا جیسا کہ سمندر میں چلتا ہو بنایا گیا
اس میں بیٹھ کر بادشاہ نے دریا بہت (جہلم) کی سیر کی۔

اس ملک کی قدیم رسم ہر ۱۳ ہجری کا جشن نکیش کو سب چھوٹے بڑے روشنی اور بوجا
کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دریا بہت جو شہر کے اندر بہتا ہو اس شب کو پیدا ہوا تھا۔ اسکی
سپاس گزاری میں یہ خوشی ہوتی ہو اس سبب سے بادشاہ نے فرمان بھیجا کہ گول کے
کنارہ پر اور پہاڑ پر کشتیوں پر چراغوں کی روشنی ہو۔ اس روشنی سے عجب نورستاں
نمایاں ہوا۔ اس روز فرمائش سے ایک لکشا کاخ بادشاہ کے لیے تیار ہوا۔ اُسکو
کشمیری زبان میں لری کہتے ہیں۔ بادشاہ نے اس میں جشن کیا پھر بادشاہ مختلف مقامات
کی سیر کر کے ناگ نگر میں آیا۔ یہاں خزاں میں سیٹ شفا لودا نگور و چار کی فصل تیار
دیکھی۔ یہاں کی خزاں کی رنگت میزری بہار پر بہت جگہ طعن کرتی۔ بیت
ذوق فنا یافتہ در نہ در نظر رنگیں تراز بہار جلوہ خزاں

بادشاہ تین مہینے ۲۹ دن اس مصر نو آباد میں رہا۔

برسات کا موسم تھا اس ملک میں بھی بارش ہوتی تھی اس میں خوب سیر ہوتی تھی ارادہ
تھا کہ زمستان اسی عشرت گاہ میں بسر ہو۔ لیکن ہر کے شروع میں سخت جاڑا پرنے لگا
اور گرم سیر ملک کے پہنے والو می پر سخت مشکل پڑی۔ بادشاہ نے اس سبب ہربانی
کو اپنے ارادہ کو موقوف کیا۔ گلزار عفران کی سیر کر کے ہندوستان کو پیر پناں
کی راہ سے مراجعت کا ارادہ کیا۔ امرار کو زر دیکر پہلے روانہ کیا کہ منازل کو آراستہ
کریں۔ ۲۵ رکوبادشاہ نے کشتی میں سوار ہو کر ہندوستان کا ارادہ کیا۔ زعفران زرا
میں پہنچکر سات روز تک قیام کیا۔ پھر منزل بمنزل سیر و شکار کرتا ہوا موسم آذر پہنچا
کو لاہور میں بادشاہ آیا ایک ماہ و نسل روز راستہ میں گئے۔ ۲۷ رکوبج ہوئے۔

راجہ بانو اپنے قلعہ کی استواری کے سبب سے پادشاہ کا ناسپاس ہوا
 اور بہت سے زمینداروں کو اپنے ساتھ لیا۔ جب لشکر شاہی یہاں آیا تو کچھ زمیندار
 اُس سے جدا ہو کر پادشاہی لشکر سے آن ملے اور وہ خود قلعہ دشوارکٹ میں چلا گیا
 پادشاہ کی سپاہ نے قلعہ کو گھیرا۔ مگر غرض پرستاری نے کار پیردہی سے باز رکھا
 جب مرزا رستم کو پادشاہ نے بلایا تو اور پادشاہ کے ملازموں نے یکتا دلی کر کے
 خدمت گری میں کمر بستہ چست کی۔ دو مہینے تک لڑتے رہے ایک طرف سے آصفیوں
 نے اور دوسری طرف سے تاش بیگ خاں نے۔ تیسری طرف سے ہاشم بیگ نے اور
 چوتھی طرف سے محمد خاں نے کار طلب پُر دل ناموس و دست خدمت گزار آدمیوں کو
 لیکر قلعہ کو گھیرا تو بانو قلعہ سے نکل کر اور استوار جا میں چلا گیا۔ پادشاہی سپاہ نے قلعہ
 لے لیا۔ اس کا گھر بار لوٹ کر جلا دیا۔ کئی برس بعد پادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ بانو زمیندار
 مٹو نے حد و پٹھان کو غارت کیا اور وہاں کے کسانوں کو سخت آزر دہ کیا۔ اور
 بعض کو زبردستی پکڑ کر اپنے پاس لے گیا۔ تاج خاں چاہتا ہی کہ اُس کے دفع کرنے
 کے لیے متوجہ ہو۔ جو کے زمیندار نے بھی پرگنہ مظفر وال دہلوی پور پر دست درازی
 کی یہ دونوں جگہ حسین بیگ شیخ عمری کے قبول میں تھیں وہ رہتا اس سے ان کی
 سزا دہی کے لیے آیا قلیج خاں صوبہ دار پنجاب کو حکم ہوا کہ ان بدگوہروں کے
 آشوب کو دور کرے۔ سزا دل بھیجے گئے کہ حسین بیگ شیخ عمری و تاج خاں و
 احمد بیگ و سب اس صوبہ کے ملازم حسن قلیج خاں کے ہمراہ ہوں خواجہ سلیمان
 بخش نگر کی خدمت پر اس فوج پر مقرر ہوا۔ پادشاہ کے حکم سے حسین بیگ
 شیخ عمری نے قلعہ جو کا محاصرہ کیا۔ زمیندار نگر کوٹ و زمیندار مٹو اور سائے مرزا بان
 اور پہاڑی و گنہ کھن پور کے و جبروتہ و نانکوٹ کے زمیندار اس زمیندار کی کمک کو
 جمع ہوئے اور انھوں نے بہت کوشش کی مگر ناکام واپس گئے۔ رات کو بھاگ گئے

رام گدہ و جبروتہ و جہو۔ مانکوٹ۔ لوکو بست پادشاہی لشکر نے فتح کر لی۔

جب پادشاہ وکن کو گیا تو بعض سرکشوں نے ابیاچک پسر حسین خاں کو سر دار بنایا اور فتنہ اٹھایا۔ علی قلی پور محمد قلی و کلب علی و شاہ بیگ نکدری بھاگ نگر کے قریب ان سے لڑے اور فتح ہوئے۔ ایسے ہی کمران میں ایک گروہ نے فتنہ برپا کیا تھا جیل بیگ نے تیلہ گانوں میں انکی مالش کی وہاں امن و امان ہو گیا۔

کشمیر کے فرمان دہوں کی نسل میں سے بعض گروہ چک کا تھا۔ باپ ادا کے ملک کے لیے کبھی کبھی انکے دل میں امنگ آتی تھی۔ اکثر حوالی کشمیر میں وہ فتنہ اٹھاتے۔ کشتوار ان سرکشوں کی پناہ گاہ تھا۔ یہاں مرزبان کی مالش کے لیے محمد قلی مع آزمودہ کار آدمیوں کے پہلے روانہ ہوا۔ حاکم کشتوار نے دکلار کو بھجکر اطاعت کا اظہار کیا اور عہد و پیمان کر کے علی قلی پاس چلا آیا۔ شکاری جانور باج میں دیئے اور عہد کیا کہ مفسدان چک کو کبھی اپنی ولایت میں نہیں گھسنے و ننگا اور ہر وقت پادشاہ کا دولتخواہ رہو ننگا۔ محمد قلی کو کشتوار کی نعم سے اطمینان ہوا۔ اور وہ چکون کی سزا کے لیے کوہ مرو میں جہاں وہ جمع تھے گیا۔ باوجودیکہ آفتاب برج میزان میں تھا۔ اور گریوہ برف سے ڈھکے پڑے تھے اور رستے مسدود تھے۔ کمال ہمت و جرأت کر کے بہت سے لڑنے والوں کو پیادہ پالے گیا۔ ابیاچک حسین چک سے لڑا اور فتح حاصل کی۔ یہ دونوں زمیندار ہزار دشواری سے جان سلامت لے گئے۔ رات کو زید ازیندار نے ان جھگوڑوں کو ساتھ لیکر پادشاہی لشکر پر شیخون مارا پادشاہی سپاہ خوب لڑی۔ جب صبح ہوئی تو وہ بھاگ گئے۔ محمد قلی نے لشکر کے گرد خندق کھودی اور بڑی ہوشیاری اور آگاہی کے ساتھ بیٹھا۔ ان سرکشوں نے امید و بیم کی داستان پڑھی کچھ ان میں سے عہد و پیمان کر کے محمد قلی پاس آ گئے۔ ابیاچک و حسین چک زید اوجباری اور اور زمیندار لڑنے کے لیے صف آرا ہوئے۔ محمد قلی تو کر کے ان سے لڑنے گیا سخت جنگ ہوئی اور سرکشوں کو شکست ہوئی۔ پادشاہی سپاہیوں نے انکی بنگا پر پھینک دیا

کشمیر کی خوش حالانہ ۱۱۱۳ھ
مرزبان کشمیر کی سزا پانا ۱۱۱۳ھ

گھر بار انکا جلا دیا۔ دوسرے روز پانیدہ بیگ برادر زادہ محمد قلی نے ان کو تنگ کیا۔
 زید ابوی بیچارہ پانید پاس آیا۔ بندگی کا اظہار کیا اپنے بیٹے کو مع چند شکاری جانوروں کے
 محمد قلی پاس بھیجا اور یہ عہد کیا کہ پھر فتنہ اندوزی نہیں کرے گا اور مفسدوں کا یاد نہ ہوگا
 اسی طرح اور زمینداروں نے اطاعت کی اور اپنے بیٹوں کو برغال میں دیا۔ محمد قلی اس طرح
 فتنہ ہو کر شہر کو چلا آیا۔ باسو کی داستان پہلے لکھ چکے ہیں۔ وہ ان دنوں میں شاہزادہ
 سلیم پاس آیا اور پابوسی کی درخواست کی شاہزادہ کی سفارش سے پادشاہ کی ملازمت
 سے مشرف ہوا۔ یہیں ٹھہر گیا۔ جب پادشاہ زادہ کا رنگ بگڑا تو پادشاہ نے مادھو سنگھ برادر زادہ
 راجہ مان سنگھ کو حکم دیا کہ باسو کو پکڑ لے مگر باسو ایسا ہوشیار تھا کہ وہ یہاں کا رنگ دیکھتا
 کو سمجھ گیا اور پہلے اس سے کہ مادھو سنگھ اس کو گرفتار کرے بھاگ گیا۔

معاملات تبت

جب سلطنت شاہی کشمیر کا اضافہ ہوا تو تبت خرد کے حاکم علی رائے نے پادشاہ
 سے درخواست کی کہ میری لڑکی شاہزادہ سلیم سے بیاہی جائے۔ پادشاہ نے منظور
 کر لیا۔ یہ بیاہ ہو گیا۔

جب پادشاہ کشمیر میں تھا تو اس کا ارادہ تھا کہ تبت کی فتح کے لیے لشکر روانہ
 کرے مگر سپاہ کے لیے چالیس روز کا آذوق بہم پہنچنا خشک سالی کے سبب سے
 دشوار تھا اس لیے پادشاہ کا ارادہ ہوا کہ تبت کے فرمانروا کو نصیحت کی جائے۔ امید ملی
 ہو لک طالب صفہانی و محمد قلی کشمیری کو خرد تبت کے مرزبان علی زاد (علی رائے) پاس
 اور ایوب بیگ سلیم کاشغری و عبدالکریم کشمیری کو کلناش کو حاکم بزرگ تبت پاس روانہ
 کیا۔ اس بزرگ تبت کی سپہ سالار و وزیر راجہ رائے نے بدستی سے ناپاسی کی۔ یہاں
 مرزبان نے لشکر جمع کر کے اس کے اقطاع لیے وہ ہر تاب دارہ ہوا ان دنوں میں علی زاد

تاریخ کشمیر

تبت میں

بزرگ تبت کی حاکم کی دشمنی پر آمادہ ہوا اور اس کے وزیر کی بدگوہری سے چہرہ دستی حاصل کی اور اس کو پکڑ کر اسکی نگاہ پر چڑھ گیا اور بہت خزانہ جمع کیا بہت مقامات پر قبضہ کیا جب پادشاہ کے لشکر کا آوازہ سنا تو پہلے مرزبانوں کی نسل میں سے ایک شخص کو یہاں حاکم مقرر کر کے خود چلا گیا۔

جب تبت بزرگ پر علی زاد کو فتح ہوئی اور بہت دولت ہاتھ لگی تو اس کا دماغ آشفتمند ہوا۔ حوالی کشمیر میں فساد مچایا۔ پادشاہ نے قلعج خاں صوبہ دار لاہور کو حکم دیا کہ ایک جات شاستہ محمد علی حاکم کشمیر کی کمک کے لیے بھیجے کہ اس پشہ بدست کو کہ خود سری کے خلدہ میں ملن ملن کے رہا ہو مل ڈالے قلعج خاں نے تین ہزار سوار و پانچو برق انداز بسر کر دگی سیف اللہ خاں محمد قلی بیگ کی یادری کے لیے مقرر کیے۔ سیف اللہ اس کا بیٹا تھا۔ علی زاد بغیر اڑے جاگ گیا۔ پادشاہی لشکر جہانک گھوٹے جاسکتے تھے جا کر اٹھا لایا ہندوستان میں زمین کی تقسیم سنگیوں و سبوں میں ہوتی ہی اسی طرح کشمیر میں زمین کی تقسیم پتہ میں ہوتی ہی کہ ایک بیگہ و سبہ الہی گز کا پتہ ہوتا ہی۔ اور کشمیر میں ڈھائی پتہ کسرے زائد کو بیگہ کہتے ہیں۔ ہر وہ کی پیداوار کا حساب خردار شالی میں ہوتا ہی اور خردار شالی ۳ من سیر پادشاہی کی ہوتی ہی۔ تلافی کا وزن ترک ہی اور ترک ۸ سیر کا ہوتا ہی۔ فصل بیج میں ایک پتہ کی پیداوار میں سے جس میں گہیوں۔ جو۔ سرسوں ہوں دو ترک پادشاہ کو محصول میں دیئے جاتے ہیں۔ فیصل خریف میں ایک خردو شالی مونگ۔ موٹھ۔ ماش و ترک اور گال دار زن میں سے چار ترک محصول شالی میں دیئے جاتے ہیں۔ پادشاہ نے اس خیال سے کہ جو ملک یا فتح ہو اس میں جمع مالگزار ہی بڑھانے سے کسان پریشان ہو ہیں اور یہاں کسان سپاہی ہیں اس لیے پہلے جمع میں میں لاکھ خردو شالی پر دو لاکھ کے اضافہ پر جس کی مگر سہتہ میں یہ جمع ۴۱ لاکھ خردو شالی ہو گئی۔ پادشاہی عبادری سے پہلے زعفران میں تین بھول سے زیادہ نہ کھلتے تھے اور محصول

شاہی بیس ہزار سے زیادہ اور سات ہزار ترک سے کمتر نہ ہوتا۔ صرف ایک فوج مزاجید کی مزبانی میں ۲۸ ہزار ترک پر نوبت آئی تھی۔ لیکن جس سال میں وہ خالصہ شاہی ہوانوے ہزار ترک محصول شاہی وصول ہوا اگرچہ کچھ زمین کاشت زیادہ ہوئی تھی مگر محصول کی افزائش کا سبب یہ تھا کہ ہر درخت میں آٹھ پھول کھلتے تھے پادشاہ نے پچپن رسیم محصول کی معاف کر دیں جسے رعایا کو بہت تکلیف ہوتی تھی ان کے معاف ہونے کا یقین کسانوں کو مدتوں تک نہ آیا جب پادشاہی احکام جاری ہوئے تو انکو یقین ہوا۔ ان میں سے ایک زعفران کی داستان ہے۔ بازرگان دودھتھاں محصول شاہی ادا کرنے کے لیے زعفران کے صاف کرنے کے لیے حصے کرتے۔ گیا رہ ترک میں ایک کو مزد شمار کرتے لیکن دوسیر خشک زعفران اور ترہ لیا جاتا جس سے بڑا نقصان ہوتا خاص کر موسم بارش میں ایک پرانی رسم یہ تھی کہ بہت دور سے رعیت لکڑیاں کاٹ کر لاتی اور اگر نہ کاٹتی تو اسکی عوض میں روپیہ دیتی ایسے ہی بڑھئی دجولاہی اور پیشہ دروں سے محصول لیا جاتا تھا یہ سب پادشاہ نے موقوف کیے۔

بھکرا اور ملک سندھ کے معاملات

محب علی خاں کی بیوی ناہید بیگم تھی وہ اپنی ماں حاجی بیگم سے ملنے ٹھٹھ گئی تھی۔ یہاں اندون میں محمد باقی منتظم تھا اس نے حاجی بیگم سے ایسا نا ملائم سلوک کیا کہ وہ آزر دہ خاطر ہوئی اور خان بابا دوسکین ترخاں کے ساتھ متفق ہو کر محمد باقی کے گرفتاری کے درپے ہوئی۔ اس امر سے مطلع ہو کر محمد باقی نے خان بابا کو مار ڈالا اور حاجی بیگم کو جب تک وہ مری قید نہ کھا۔ ناہید بیگم اپنی ولادری اور تدبیر سے یہاں سے بھکرا بکر (بھکرا) کو چلی گئی۔ یہاں سلطان محمود فرمانروائی کرتا تھا۔ اُس نے اس بیگم کے ساتھ دوستانہ باتیں بنا کر یہ کہا کہ اگر محب علی خاں اور اس کا بیٹا مجاہدین تھوڑے آدمیوں کو ساتھ

لیکر ان حدود میں آجائیں تو میں انکے ہمراہ ہو کر اولیاء دولت کو ٹھٹھہ پر قبضہ کرا دوں۔
 سلطان محمود نے فقط دفع الوقتی کے لیے یہ مدارات کی باتیں بنائی تھیں لیکن ان کو
 سچ سمجھ کر بادشاہ پاس لگی اور بہت گڑ گڑائی۔ بادشاہ نے محب علیخان اور مجاہد خاں
 کو جانے کی اجازت دی۔

ناہید سگم قاسم خاں کو کہہ کی بیٹی تھی اس نے باپ نے حضرت فردوس مکانی کے
 ساتھ یہ بڑا سلوک کیا تھا کہ جب وہ علید اللہ خاں کے محاربہ میں غنیم کے پنجہ میں گرفتار
 ہوا تو قاسم خاں نے کہا کہ بادشاہ میں ہوں اور یہ میرا نوکر ہے۔ یوں فردوس مکانی
 کی جان بچ گئی اور وہ خود مارا گیا۔ اس لئے حضرت فردوس مکانی نے اسکے اہل و
 عیال کی پرورش پدرانہ شفقت سے کی اور محب علیخان سے اسکا عقد نکاح کیا۔

جب محب علیخان بھکر کے قریب آیا تو سلطان محمود نے کہا کہ میں نے تو ایک بات
 یوں ہی ناہید سگم سے بنادی تھی۔ میں اس کام میں شریک نہیں ہونگا اور اگر آپ ایسے
 ہی ٹھٹھہ جانے پر مجب ہیں تو جیسلیہ کی راہ سے جائیں اس پر محب علیخان اس سے لڑنے
 کو مستعد ہوا۔ حدود ماسیکہ (ہاتھیلہ) پر دونوں لشکر ملے۔ محب علیخان مجاہد خاں
 پاس دو سو آدمی تھے۔ سلطان محمود نے دو ہزار آدمی ان سے لڑنے کو بھیجے۔ مگر اس قدر
 لشکر نے بزرگ تر لشکر کو شکست دیکر بھگایا۔ سلطان محمود قلعہ بھکر میں متحصن ہوا۔
 محب علیخان نے اب قلعہ کی تسخیر کا ارادہ کیا تو مخالفوں کی جمعیت میں تفرقہ پڑا۔ انہیں سے
 مبارک خاں خاصہ خیل جس پر سلطان محمود کے سائے کاموں کا مدار تھا وہ پندرہ سو
 آدمیوں کو لیکر محب علیخان سے مل گیا جس کا سبب یہ تھا کہ اس کے بیٹے اوغلی بیگ کو
 سلطان محمود کی کسی حرم کے ساتھ بد ذاتوں نے متمم کیا تھا اس لیے محمود اس خاندان
 کے استیصال کے درپے ہوا۔ مبارک خاں نے جان کے خوف سے اپنے آقا
 کے اخلاص کو چھوڑ کر یہ مفارقت کی محب علیخان نے مان و منال کی طمع سے اسے

مارڈالا اور اس کے آدمیوں کو کہ نجاست کی کھیاں تھیں تسلی دیکر بھکر کے محاصرہ میں شامل کر لیا۔ سلطان محمود نے اور لوازم قلعہ داری کا اہتمام کیا مگر اس حصار میں قحط پڑا معلوم نہیں فرط احتیاط سے یا مزید سخت و دمارت سے باد چوکیہ غلہ بہت تھا مگر بیس تیس سالہ اناج جو ایکٹ مانہ دراز سے قلعہ میں جمع ہوا تھا آدمیوں کو کھلایا۔ جس سے ان کے جسم میں درد اور ورم پیدا ہوا اور وبا پھیلی۔ سرس کے درخت کے پوست کو جوش کر کے پینے سے آدمیوں کو آرام ہو جاتا تھا۔ جب سلطان محمود کو زما نہ نے یوں تنگ حاش کیا تو اس نے پادشاہ کو عرضداشت بھیجی کہ میں ہمیشہ پادشاہ کا مطیع و فرمانبردار رہا ہوں جو کچھ ہوا سو میری نصیبی سے ہوا اب قلعہ بکر کو شاہزادہ سلیم کے پیشکش کرتا ہوں لیکن محجہ میں اور محب علیخان میں میرا اس کو قلعہ حوالہ کرنے میں سوارخواری کے کچھ اور نظر نہیں آتا اس کے آزار سے ایمن نہیں ہوں امیدوار ہوں کہ حضور نبذگان درگا میں سے کسی اور کو بھیجیں کہ میں یہ قلعہ اور ولایت اس کو حوالہ کر کے خدمت میں حاضر ہوں پادشاہ نے اس درخواست پر میر گئیو کو بھیجا مگر وہ بھکر میں پہنچنے نہیں پایا تھا کہ سلطان محمود پاس حضرت عزرائیل آگئے۔ اہل قلعہ اسکے آنے کے منتظر تھے۔ مجاہد خاں نے کجاہہ (کنجیہ) کا محاصرہ کر رہا تھا۔ سامعہ سلیم والدہ مجاہد خاں زوجہ محب علیخان میر گئیو کے آنے سے ناراض ہوئی چند غراب بھکر اس سے لڑنے کا سامان تیار کیا اور اس کو بہت تنگ کیا۔ خواجہ قیوم ہر دی پدر خواجہ نظام الدین حسن نجاشی نے جو اس نواح کی امینی کے لیے روانہ ہوا تھا محب علیخان کو سمجھا کہ اس پر خاش بجا اور جنگ ناہنجاہ سے باز رکھا۔ جب میر گئیو قلعہ میں آیا تو اہل قلعہ نے کنجیاں اس کو حوالہ کیں اب محب علیخان اور مجاہد خاں کو یہ مشکل آئی کہ خام طعی کے سبب سے اس ملک کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا اور حکم شاہی بغیر یہاں رہ نہیں سکتا تھا آخر کو یہ ٹھہرا کہ مجاہد خاں ٹھٹھہ جائے اور محب علیخان مع زہ و زاد قبضہ لہری (روڑی) میں سکونت کرے جب اس قرار داد پر عمل ہوا

تو میر گسینے کشتیوں میں ایک جہج کثیر کو بٹھا کر محب علی خاں پر چڑھائی کی۔ اس میں تاقب و نہ تھی وہ مائیکہ کی طرف بھاگا۔ آیتوالوں نے شہر پر دراز دستی کی۔ سامعہ بیگم نے اپنی حویلی کو مستحکم کیا اور محاربہ و مدافعہ کی تیاری کی۔ ایک رات دن تک اپنی چار دیواری کی محافظت تھوڑا اور کاروانی سے کی۔ جب وہ ننگ ہو رہی تھی تو مجاہد خاں ایلتار کر کے آیا اور دشمنوں کو شکست دی اور دریا کے اس طرف متصرف ہوا پھر بھکر میں ترسون خاں مقرر ہو کر آیا اس کے بھائی اس طرف آئے۔ میر گسینے چاہتا تھا کہ قلعہ کو مستحکم کرے مگر اس خیال فاسد سے باز رہا اس سرزمین کی خاصیت یہ ہے کہ جب کوئی بیگانہ مستقل ہو کر غور افزا ہوتا ہے تو ارباب طاعت کو متمرد بناتا ہے ورنہ یہاں کے آدمی کہاں اور خود فردشی کہاں اب بھکر پر پادشاہی قبضہ ہوا۔ ٹھٹھہ میں مرزا فانی فرمانروائی کرتا تھا جس کا آگے بیان ہوتا ہے۔ پادشاہ نے ایک سپاہ بسر کر دگی خانخانان قندھار کی فتح کے لیے روانہ کی تھی اور اس کو حکم دیا تھا کہ مرزا بن ٹھٹھہ کو جو پادشاہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا ایک کار آگاہ بھجکر نصیحت کی داستان سنائے۔ اگر وہ خود ملے یا شکر سہرا کرے تو بہتر ہے ورنہ باز گشت کے وقت اس کو سزا دے پادشاہ کا جشن ۹۹۹ھ میں تھا کہ ٹھٹھہ کے ایلیچی پادشاہ کے دربار میں آئے عرضداشت اور پیشکش گزرائی۔ یہ گزارش کی کہ حماقت سے جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اگر نوید بخشائش مرزا بن کو پہنچے تو پہلے لغزشوں کا چارہ بند ہو شہر یار نے ایلیچیوں کو امیدوار کیا اور دلدی کا مشور لکھ دیا۔ خانخانان کے اقطاع میں ملتان اور بھکر تھے تو اس نے غزنین اور بگلش کی راہ چھوڑ کر اپنی جاگیر کی سربراہی کے لیے یہ دراز راہ اختیار کی اس اشنائیں زبردستوں نے خانخانان کو سمجھایا کہ ٹھٹھہ میں جتنا مال ہاتھ لگے گا اتنا قندھار میں نہیں ہا تھا آئے گا سپہ آرا نے ٹھٹھہ کے زفتح کی اجازت حاصل کی۔ ملتان کے قریب بلوچ عہد دیماں کر کے ملے۔ بھکر کے قریب سپاہ کی صف بندی ہوئی۔ اچھن دونوں میں مرزا جانی بیگ فرمانروائے سندھ کے ایلیچی

مرزا کے ارغونوں کا حکم پانا

خانخانان کے پاس آئے اور یہ گزارش کی کہ قذحار کی فتح کو لشکر شاہی جاتا ہے مجھے مناسب تھا کہ اس لشکر کے ساتھ جاتا۔ لیکن فتنہ اندوز شرارت سے باز نہیں آتے اس واسطے خود ہین چل سکتا۔ مگر خدمت گزاری کے لیے اپنا لشکر بھیجتا ہوں۔

خانخانان نے ان آئیوالوں کو ایک کونہ میں بٹھایا۔ خود تیز تر چلا اُسی کے ساتھ یہ اطلاع آئی کہ قلعہ سیوان میں آگ لگی آذوقہ جلا۔ پادشاہ کی سپاہ یہ سُنکر دشت و دریا میں ڈوگیں بھرنے لگی دریا نور دوں نے قلعہ سیوان کے نیچے جا کر لکھی کو تسخیر کر لیا۔ یہ مقام سندھ کا دروازہ ایسا ہے جیسے کہ ملک بنگالہ میں گڈھی اور کشمیر میں بارہ مولہ قلعہ نشینوں کی توپ و بندوق سے کچھ آسیب نہ پہنچا اور یہ ملک کا دروازہ ہاتھ آگیا۔

پھر خانخانان قلعہ کے نزدیک پہنچا اس کی فتح کے لیے چارہ گری کرنے لگا۔ بعض اس ملک کو سیوستاں کہتے ہیں۔ اس میں یہ حصار حاکم نشین دریا سندھ کے کنارہ پر ایک پشتہ پر بنا ہوا ہے۔ خاکریز اس کا چالیس گز۔ دیوار سات گز۔ اس کے قریب ایک کولاب ہے۔ آٹھ کوس لمبا۔ چھ کوس چوڑا۔ دریا کی تین شاخیں اس سے ملتی ہیں وہ حصار یوں کی پناہ گاہ ہے اور آدمی کچھ جزیرہ میں کچھ کشتیوں میں آباد ہیں۔ قریب کچھ غراب لیکر اس طرف یکایک پہنچا اور بہت غنیمت جمع کی۔ زمینداروں نے پناہ مانگی۔ مرزا جانی بیگ اس حال سے مطلع ہو کر لڑائی کے لیے نکلا اور نصیر پور کی راہ پر جس کے ایک طرف دریا اور دوسری جانب ندیاں تھیں ایک حصار بنایا اور اس کو جنگی کشتیوں اور توپخانہ سے استوار کیا۔ اب پادشاہی لشکر آگے بڑھنے میں دودلہ ہوا۔ ان دنوں راول بھیم بزرگ حبلیہ اور رائے سنگھ کے بیٹے دلپت نے گزارش کی کہ ارادہ تھا کہ بھکر سے آئے مگر اب گمراہی کے سبب امرکوٹ کے رستہ سے آتے ہیں اس خوف سے کہ مبادا غنیم اس فوج پر چیرہ دستی کرے۔ قلعہ اور راہ کے کام کو چھوڑ کر خشکی اور دریا سے روانہ ہوئے اور معابر پر مقصود آقا و بعض آدمیوں کو چھوڑا تا کہ قلعہ نشینوں کو دوسو سہ لگا ہے اور راہ میں

کچھ امن ہو۔ ۱۸ آبان کو غنیم سے چھ کوس پر پہنچے۔ اور دور اندیشی کے سبب ایک یوار بنائی۔ ۲۱ کو خسرو چکر کشتیوں کو آمادہ کر کے لڑنے آیا۔ باوجودیکہ وہ کشتیوں کو اوپر کی طرف لے جاتے تھے۔ مگر پانی کی تیزی سے وہ نیچے کی طرف جاتی تھیں۔ رات ہو گئی تھی اس لیے صبح کو لڑائی ہوئی۔ مشہور تھا کہ خشکی کی راہ مرزا جانی بیگ تاج فریدوں برلاس و سید بہار الدین سکندر بیگ قرا بیگ بہادر خاں اس اندھیری رات میں دریا سے پار گئے صبح کے وقت تو پناہ نازی گرم ہوئی اور عجب لڑائی ہوئی پانی کی کمی کے سبب غنیم نزدیک نہیں آ سکتا تھا۔ اس کنارہ سے آکر آب گزشتوں کو تیر سے لے لیا۔ جنگی غوابوں میں سپاہ بیشک پانی کے نشیب کی طرف ایسی گرم رفتار ہوئی کہ تیروں سے لڑائی ہونے لگی اور تھوڑی دیر میں برج اور جہدھر پر نوبت آئی۔ غنیم لڑائی چھوڑ کر بھاگا۔ ناموروں میں بردہ مارا گیا۔ مرزا قلی زخمی ہوا۔ چار غواب دیموں اور مال سے بھرے ہوئے ہاتھ آئے۔ ایک میں دختور۔ ہرموز۔ (پرتگیز) تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ حاکم ہرموز کسی کو ٹھٹھہ میں مقرر کرتا تاکہ سودا گروں میں امن مان رکھے۔ مرزا جانی نے اس شہرت کے لیے کہ اس قدر گرہ اسکی ملک کو آئے ہیں ہرموز کو ساتھ لیا۔ اور اپنے چند نوکروں کو ہرموز (پرتگیزوں) کا لباس پہنایا (قواعد اور وردی کی حیثیت سے ہندوستان میں بھی سپاہی پہلے پہل یورپ والوں کے نمونہ بنے تھے) مخالفوں کے دوسو آدمی مائے گئے ہزار سے زیادہ زخمی ہوئے۔ شاہی لشکر میں بہت کم آدمی مائے گئے۔ تیز دستوں نے ایک غواب کو ساتھ لیجا کر خسرو کو زخمی کیا اور قریب تھا کہ اس کو گرفتار کرے ناگہانی توپ پھٹ گئی اور کشتی بھی تباہ ہو گئی۔ کچھ آدمی مر گئے۔ کارشناس دو بینوں کی نیر لے رہے تھے کہ خشکی و دریا کی سے مرزا جانی کی بنگاہ پر ہاتھ چلائے۔ مگر بہت آدمیوں نے اُس کو پسند نہیں کیا اور آسان کام کو مشکل کر دیا۔ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ دلپت و رادل بھیم منتخب فوج کے ساتھ ٹھٹھہ کی غنیمت سے روانہ ہوئے تھے وہ امر کوٹ پر پہنچے۔ بادشاہ کی جنم بھوم بغیر لڑے ہاتھ آگئی۔ اور

وہاں کارا ناخذت گزاری کے لیے ہمراہ ہوا بعض زمینداروں نے کنوئیں زہر ڈال دیا تھا اس ریگت اریں پانی کی کمیابی نے سپاہ کو پیاسا مار رکھا تھا کہ ناگہانی مینہ برسنا سب پادشاہی لشکر کو دریا کی لڑائی میں غلبہ رہا۔ اور آگے جانے میں اُس نے تساہل کیا تو غنیمت جو اسیمہ سرہور ہا تھا اُس نے اپنے پاؤں استوار کیے بہت سی گفتگو کے بعد مرزا جانی بیگ نے جو قلعہ بنایا تھا اُس کا محاصرہ کیا ہنگامہ کا زرار گرم ہوا۔ اور جواں مرد اپنی مردانگی دکھانے لگے۔ ایک ن سکندر بیگ کہ پادشاہ کا نامور افسر تھا ان میں تیسرے زخمی ہو کر مر گیا۔ مخالف اپنی جاکی استواری اور سپاہ کی کثرت و آذوق کی فراوانی۔ اور رعیت کی یادوری کے سبب بیغم تھا۔ اسکی آنکھیں بارش پر لگ ہی تھیں کہ سب جگہ پانی پانی ہو جائے۔ اور بیگانہ لشکر بغیر لڑے اٹھ جائے۔ پادشاہ کے لشکر میں گرانی ہوئی اور کمزور آدمیوں کو سرسنگی ہوئی۔ خانخانان نے عرضداشت ملک کے لیے بھیجی۔ پادشاہ نے ۲۱ آذر کو رلے رائے سنگھ کو روانہ کیا اور آذوق و توپ دار و اسباب جنگ بھی بھیجا۔

ملک کی بیگانگی اور راہ بستگی کے سبب لشکر میں آذوقہ گراں قیمت ہوا۔ اور لشکر پریشان ہوا تو خانخانان نے حصار کے محاصرہ کو چھوڑ کے مختلف مقامات میں لشکر کو بھیج دیا کہ وہاں جا کر وہ اپنا گزارہ کرے جو سپہ ٹھہر روانہ کی تھی وہ نہ پہنچ سکی مخالفوں نے شہر کو جلا دیا۔ مرزا جانی بیگ قلعہ سے نکل کر ان کی طرف یہ سوچ کر چلا کہ کشتیوں میں بیٹھ کر اس پر قبضہ کرے۔ خانخانان کو جب یہ معلوم ہوا تو اُس نے خواجہ بخش کی کو اس طرف بھیجا۔ اور بعد ازاں خود بھی روانہ ہوا۔ اُس وقت کہ کشتی نشین سرسیمہ تھے۔ سپاہ فرستادہ پہنچی اور چارہ گری کی۔ بہت آدمیوں کی رائے یہ تھی کہ کھکی کو استوار کر کے ملک کا انتظار کریں۔ مگر جو امزدوں نے لڑائی کی ٹھیرائی۔ اور عمدہ طور پر صفت رانی کی۔ اور کھکی سے گزر کر غنیمت سے چھ کوس پر ڈیرہ ڈال دیا۔ ۲۱ کو پیکار کے قصد سے چار کوس آگے بڑھے۔ کئی دن سے ہوا تیز چل رہی تھی۔ اس کا رخ دشمن کی طرف تھا۔ تھوڑی دیر میں لڑائی ہوئی۔ اوّل مخالف کی ہرا دل ابر کر دگی خسرو اپنے برابر کی فوج شاہی پر غالب ہوئی اور

رائے رائے سنگھ کا لشکر

مرزا جانی بیگ کا لشکر

اس کے برانغار کو بھی پراگندہ کر دیا شمشیر عرب ہر اول میں شائستگی کے ساتھ لڑا اور زخمی ہوا اور
 وھار بھی نیزہ سے پیشانی پر پہنچی ہو کر گھٹسے سے گرا اور پھر مر گیا غنیم کے برانغار نے ملک محمد کی
 کار فرمائی سے اپنے مقابل کو بھگایا۔ ایک گروہ نے ناصر خاں کو ڈیرہ تک بھگایا اور لوٹ لیا۔
 سید بہار الدین ایک گروہ کو لیکر جدا ہوا۔ اور غنیم کے ہر اول پر جو غالب ہو رہا جا بھڑا۔ ندی دریا
 میں تھی۔ ہوا کے جھکڑ چلتے تھے اور خاک اڑتی تھی ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ اس شوبگاہ میں
 لشکر شاہی کے قول کا گز غنیم کے برانغار پر ہوا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ لیکن ہوا کی تیرگی کے سبب
 جو اندر اس فوج سے جدا ہو گئے بہادر خاں و دولت خاں اور لڑائی میں مستقل
 کھڑے تھے اور تماشہ دیکھتے تھے اتفاقاً محمد خاں نیاز سی۔ سید بہار الدین۔ میر معصوم بھگڑ
 خواجہ مقیم آپس مل گئے اور ایک بڑا ہنگامہ برپا ہوا۔ غنیم بھی پراگندہ ہو کر ایک دوسرے
 کی خبر نہیں رکھتے تھے۔ مرزا خانی چار سو آدمیوں کے ساتھ جنگ گاہ میں سرسیمہ کھڑا تھا
 پادشاہی سپاہ نے اس طرف قدم بڑھایا۔ مرزا اس خوف سے کہ اب قول پہنچتا ہے اور زیادہ
 سرسیمہ ہوا۔ اس درمیان میں ایک ہاتھی نے شورش میں آکر اپنے لشکر کو پراگندہ کیا۔ پھر
 لڑائی ہوئی۔ غنیم بھاگ گیا اسکے تین سو آدمی اور پادشاہی لشکر میں سو آدمی مارے گئے۔
 مرزا کئی دفعہ پھر بھڑک لڑا۔ لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ باوجودیکہ غنیم کا لشکر پانچزار سے
 زیادہ تھا اور لشکر شاہی میں بارہ سو آدمی تھے مگر یہ لشکر غنیم کے لشکر پر غالب ہا۔ یہ فتح عجیب
 تھی کہ سپہرادر دور نہ کوئی بزرگ لیر موجود۔ ابتدائے جنگ میں برہمزدگی۔ دلالت بے دلی
 کے سبب اپنی عمدہ سپاہ کے ساتھ نہ ملا۔ اس فتح میں یہ خبر آئی کہ پادشاہی لشکر ٹر رہا ہے
 لشکر تیز دست وہاں پہنچا اس نے غارت گروں کو پکڑ کر لٹکا دیا۔ باقی بھاگ گئے۔ لشکر
 امین ہو گیا۔ خانخانان مرثدہ فتح لشکر اس قلعہ میں کہ مرزا جانی بیگ نے بنایا تھا پہنچا اور اسکو ویران کر دیا۔
 جب پادشاہی سپاہ کو غلبہ ہوا تو مرزا جانی بیگ نے ارادہ کیا کہ پھر اپنے قلعہ میں
 چلا جائے مگر اس نے راہ میں سنا کہ پادشاہی سپاہ کا غلبہ اس پر ہو گیا ہے تو اسکو

مرزا جانی بیگ کا صلح کرنا اور ہستیاں کا سپرد کرنا

بڑا فکد ہوا اور اس نے ایک انجن کو جمع کیا کہ وہ کسی استوار جا کو تجویز کرے اس نے بہت سوچ بچار کر کے بالاکندی چار کوس پر دینور کے نزدیک سیہوان سے چالیس کوس پر ایک لیزیر جا قرار دی اور اس سرزمین میں ساحل سندھ پر ایک قلعہ کی بنیاد ڈالی اور اسکے گرد چوڑی گہری خندق بنائی ۲۶ فرزدیوں کو خانخانان نے جا کر اس کا محاصرہ کیا تیر و بندوق سے سوال جواب ہوئے جانفتہانی اور جانستہانی کا ہنگامہ گرم ہوا غنیم کو اپنے لشکر کی افزونی اور جنگی کشتیوں اور بارش کی نزدیکی کا بڑا گھمنڈ تھا۔ اھیں دونوں قلعہ برن کوٹ کہ اس ملک کا منتخب قلعہ تھا فتح ہوا اور خوب لڑائی ہوئی۔ عرب کرد کا ایک گروہ اس حصار میں تھا وہ قاسم علی قلعہ دار سے عاجز ہوا اور اس کا سرکاٹ کر لشکر شاہی میں لایا۔ اور اپنی دولت خواہی اس نے دلنشین کرائی اولیاء دولت اس سے خوش ہوئے۔ قلعہ کی کشائش میں اور زیادہ کوشش کرنے لگے روم کے آئین کے موافق ریگ تو فے بلند کر کے موحال آگے لے گئے خندق کو بھرنا شروع کیا۔ اہل قلعہ بھی رخنوں کو بنا کر خالی کرتے تھے۔ دونوں طرف سے سخت کوشش ہوتی تھی۔ چند دفعہ اہل قلعہ باہر آنکر لڑے مگر ناکام پھرے۔ زمین کی بیگانگی اور رعیت کی سرتابی سے لشکر شاہی میں آذوقہ کم پہنچتا تھا جس سے عجیب گرانی ہوئی اور سخت بیماری پھیلی۔ پادشاہ نے پیش بینی سے بہت سا آذوقہ اور خزانہ اللہ بخش و قزاق بہادر کے ہاتھ روانہ کیا وہ عین تنگ دستی میں پہنچا اور اس نے دلوں کو تازہ کیا۔ تھوڑے عرصہ میں قلعہ کو بہت تنگ کیا۔ مورچال سے قریب ہوئے۔ کہ ایک دوسرے کے ہاتھ سے سان چھین لیتے اہل قلعہ نہایت عاجز ہوئے بہت لاپہ گری کر کے آشتی کے خواہاں ہوئے۔ پادشاہی لشکر نے بھی کم آذوقی کے سبب صلح کو قبول کر لیا اور یہ بیان ٹھہرا۔ سیوستان کو مع سیہوان اور بیس جنگی غراب مرزا جانی بیگ حوالہ کرے اور خانخانان کے بیٹے ایزج کو اپنی دامادی میں قبول کرے جب برسات ختم ہو جائے

مرزا جانی بیگ کا صلح کرنا اور سیوستان کا سیر کرنا

تو خود پادشاہ کی خدمت میں آئے۔ یہ قرار پایا کہ اول محاصرہ اٹھایا جائے۔ پھر مرہٹوں کی
استوار ہوں جب وہ سیہوان ویدے تو موسم بارش میں لشکر شاہی ہمیں مقیم ہو۔ ۶۔ خرداد
کو مورچال اٹھائے گئے اور رسوم شادی ادا ہوئیں اور قلعہ کے حوالہ کرنے کے لیے اور
لینے کے لیے طرفین سے آدمی گئے۔

جب آشتی ہو گئی اور مورچال اٹھ گئے تو مرزا جانی بیگ پہلے اس سے کہ قلعہ سیہوان کو
حوالہ کرے بے اجازت ٹھٹھہ کو روانہ ہوا۔ لشکر شاہی نے جانا کہ اس نے فریب کاری
کی۔ ایک آگاہ کو بھیجا اس سے پوچھا کہ یہ کیا کیا اس نے عرض کیا کہ مردوں کی کثرت سے
قلعہ کی ہوا جانگزا ہے اس میں جیتوں کو جیسا شکل ہو سپاہ اور رعیت نے اپنی نگاہ میں
جانے کی درخواست کی میں نے اسے منظور کر کے روانہ کیا۔ سارا لشکر عاجز ہو کر بغیر کچھ کے
چلا گیا اور میرے پاس کوئی نہیں رہا۔ ناگزیر اس طرف نصیر پور میں چلا آیا۔ حاشا میں عند شکنی
نہیں کی جو کہا ہے وہی کردگار۔ رستم قلعہ دار سیہوان نے آنکر پیمان از سر نو کر کے قلعہ سیہوان علی
عرب و مقصود آقا کو حوالہ کیا اور قلمر و شاہی میں کل سیوستان کا اضافہ ہو گیا۔

سپاہ نے بعد از صلح قبضہ سن میں سیہوان سے میں کو س پر اپنا نگاہ بنایا جب برسات
ختم ہوئی تو مرزا جانی بیگ کا انتظار وہ کر رہی تھی کہ اس کو ہمراہ لیکر پادشاہ پاس
لیجائیں کو ناگاہ مرزا کا پیغام آیا کہ کچھ پریشانی پیش آئی ہے اور راہ دراز ہے بعد خریف
کے محصول وصول کرنے کے وہ درگاہ دالاس روانہ ہو گا اور یہ بھی پیمان ہوا تھا کہ
اس روئے سیہوان حوالہ کیا جائیگا اس میں سے ہنوز برن کوٹ اور مالکنڈ کی نہیں
سپرد ہوئے ہیں۔ اولیاء دولت نے فرستادہ کو نگاہ رکھا اور خود تیز دستی کر کے
شاہ بیگ خاں۔ غازی خاں۔ جانش بہادر خواجہ خضریٰ اب سندھ سے گزر کر
خشکی کی راہ ٹھٹھہ کی طرف چلے۔ بختیار بیگ۔ قرا بیگ۔ اور اور افسر جنگی غرابوں میں
دیریا نور دیونے۔ شیر خاں اور بعض اور افسر دزیا کے کنارہ پر مقیم ہوئے یہ قرار پایا

مرزا جانی بیگ درخان خانان کا پادشاہ کی خدمت میں آئے

کہ یہ تینوں فوجیں ایک دوسرے کو اطلاع دیتی ہوئی سفر کریں اور تیز دستی کر کے نصیر پور پر
 کہ ملک کے وسط میں ہے قبضہ کریں سب کا مطلب یہ تھا کہ پادشاہ پاس مرزا جانی بیگ
 چلے۔ خانخانان نے اس پاس اپنا ایچی بھجا اور بہت سی نصیحتیں اس کو کیں اور بعد ازاں خود بھی
 چلا۔ فوجوں نے نصیر پور پر غلبہ پایا۔ ٹھٹھ سے مرزا نے نکل کر دو تین کو س منزل اس قصد سے
 کی کہ عقبات (گھاٹیاں) کو جو بہار تک استوار کرے جب خانخانان نصیر پور میں آیا تو تینوں
 فوجیں موافق سابق کے روانہ ہوئیں۔ چابک ستوں نے مرزا کے اردو کو تاخت و تاراج
 کرنا شروع کیا۔ چند ارغونی بھی انکے ساتھ مل گئے۔ مرزا نے لاہر گری کی۔ کار دیدوں کو بھیج کر
 پیاں شکنی کا سبب خانخانان سے پوچھا۔ اس کا جواب یہ ملا کہ ہم عہد کو نہیں توڑتے اور
 کوئی اور بات ہمارے دل میں نہیں آئی۔ لیکن ایسا سنا گیا کہ فرنگی سپاہ ہرموز (پرتگیزی)
 اس سرزمین میں یازش کر رہی ہے اس لیے بندر لاہری کی یورش و پیش ہے۔ لوٹ میں جو
 مال ہاتھ لگا تھا اس کو غدر کر کے واپس بھیج دیا۔ خانخانان نے یک جہتی کے پیام میں گرجانی
 کی۔ پہلے سال کی دہم آبان کو وہ آپس میں سوار ہو کر ملے۔ دو بہنی کے سب سے خانخانان ٹھٹھ
 کے شہر کی طرف روانہ ہوا۔ انظار اس جگہ کی سیر کا قصد تھا لیکن اصل تدبیر یہ تھی کہ بایان
 آب پر قبضہ کرے تاکہ ارغونیوں کے دل میں کچھ اور ارادہ نہ پیدا ہو۔ جب کچھ تھوڑی
 دور گیا اور خاطر جمع ہوئی تو اس نے گزارش کی کہ پیوند دوستی کے موافق سزا داریہ ہے
 کہ نوارہ حوالہ کیا جائے جسکے سبب سے دور اور نزدیک کو کوئی بات کہنے کے لیے نہ ہے اور سب
 خاموش رہیں۔ مرزا نے ناگزیر سارا ملک پادشاہی لشکر کو حوالہ کیا اور درگاہ والا میں جانے کا
 سامان تیار کیا۔ خانخانان ٹھٹھ کی سیر کر بندر لاہری میں آیا۔ شاہ بیگ و رفیسروں کو یہاں
 سے رخصت کیا کہ مرزا جانی بیگ کے ہمراہ آگے جائیں۔ ٹھٹھ میں ایک گروہ چھوڑ کر خانخانان
 خود خشکی کی راہ سے پھرا اور باغ فتح کے قریب مل گیا اور بہت سے افسروں کو اس
 ملک میں متعین کر کے مرزا کے ساتھ ۲۹ رہمن کو روانہ ہوا۔ ہر چند اس نے چاہا کہ اہل و عیال

کو ٹھٹھ میں چھوڑ جانے لگے خانخانان نے اس درخواست کو نہ مانا۔ ایسے اُس نے اپنا زہر
اور نوکروں کو خشکی اور ذریعہ زہر سے روک دیا اور خانخانان کے ساتھ پادشاہ کی خدمت
سے مشرف ہوا۔ اور اسکو پادشاہ نے منصب سہ ہزاری اور صوبہ ملتان عنایت کیا اور
ٹھٹھ مرزا شاہ رخ کو عطا ہوا۔ اس سے مرزا شکستہ خاطر ہوا۔ ان دنوں پادشاہ نے سنا
کہ اوس ارغون دس ہزار مردوزن کشتی میں اوپر کی طرف جاتے ہیں۔ ہاتھ تلے سے ملک
تک جانے سے کشتی بان اور خدمت گزار ہاتھ نہیں آتے ہیں ایسے وہ خود ہاتھوں اور دانتوں
کشتیوں کو کھینچتے ہیں۔ اس سبب پادشاہ کو اُن پر رحم آیا۔ اور مرزا جانی کو ملک ٹھٹھ بھر دیدیا۔

مرزا جانی پسر پائیدہ محمد بن مرزا باقی بن مرزا عیسیٰ بن عبدالعلی بن عبدالخالق تھا وہ
شکل بیگ ترخان کی نسل سے تھا۔ شکل بیگ کے باپ کیو تمر نے نقمش خاں کی لڑائی میں
اپنی جان لڑا کر وفات پائی تھی ایسے صاحبقران نے خرد سالی سے اسکی پرورش کی تھی۔
ترخانی کا درجہ عطا کیا تھا اسکا نسب چوتھی پشت میں ارغون خاں بن ایام خاں بن ہلاکو
بن تو لو خاں بن چنگیز خاں تک پہنچتا تھا۔ منصف پادشاہوں کا پہلے یہ دستور تھا کہ وہ
اپنے چند سعادت سرشت بندوں کو کن مکن کا اختیار دیتے اور ترخان کا خطاب دیتے۔
صاحبقران کے ترخان کو کسی جگہ جانے سے سپاہی نہیں روک سکتے۔ نو گناہوں تک نہ
اُس نے اور نہ اسکی اولاد سے باز پرس کرتے۔ قآن بزرگ چنگیز خاں نے تسلیق دیا کہ
اس جلد میں کہ اُنھوں نے غنیم کے ہاتھ مطلع کیا تھا ترخان کا پایہ عطا کیا تھا اور مہربانی
سے فرمائش کے بوجھ سے ہلاک کیا تھا اور لوٹ میں سے شہنشاہی حصہ عطا کیا تھا بعض ترخان
ان سات چیزوں سے سر بلند ہوتے ہیں طبل و تم و توغ و نقارہ و قشون توغ و جبر
توغ و قوس و آہرین چیزیں اس نے اپنے دو برگزیدہ آدمیوں کو دی تھیں۔ باقی اور
حالات تاریخ ملک سندھ میں پڑھو جو اس جلد کے اول میں لکھی گئی ہیں۔

مرزا جانی بیگ مرزا بان ٹھٹھ علم ظاہری ناکھتا تھا علم موسیقی میں اور فن رسی

زبان میں شعر کہنے کی اچھی استعداد رکھتا تھا۔ جب سے پادشاہ کی اطاعت اس نے اختیار کی۔ اسکے گفتار اور کردار سے پادشاہی اخلاص معلوم ہوتا تھا اور اسکی نشست و برخاست سے شناسائی و آہستگی ظاہر ہوتی تھی۔ لیکن چھوٹی عمر سے وہ شراب پیتا تھا۔ مگر شربیل کی ناہنجار حرکتیں نہ کرتا تھا۔ کارکرد اور گفتگو عقل کے موافق کرتا تھا مگر میں شراب بہت پیتا تھا۔ شراب کے نہ پینے کی نصیحت نہ سنتا تھا۔

رباعی

چہ خوری چیزے کہ ز خور دن آں چیز ترا
نے چو سردی بناید مثل سرد چو نے
گر گنی بخشش گویند کہ مے کرد نہ او
ور نہ گنی عربده گویند کہ او کرد نہ مے

غرض شراب کی افزونی سے رعشہ و سرسام ہوا۔ ۱۳۹۹ھ میں دینا سے رخصت ہوا۔ پادشاہ نے غائبانہ اسکے بیٹے مرزا غازی کو ریاست باپ کی دیدی۔

پنہ ایک باد ملک ہوا سکامزبان جدا ہی۔ باندھو کا قلعہ اس کا نشیمن گاہ ہر مشرق ہا کردہ تک اسکی عملداری ہوا اسکے پیچھے اور زمینداروں کی زمین ہوا اسکے کچھ مطیع ہیں۔

اسکی ولایت کچھ درہتاس ہی۔ جنوب میں بارہ کردہ تک اسکی عملداری ہوا اسکے پیچھے اور زمینداروں کی زمین ہوا جو اسکے کچھ تابع ہیں۔ ملک گڈھ سے اس میں گڈھ ہوتا ہی۔ شمال میں گنگا جمن ہا کردہ پرالہ آباد کے متصل۔ جنوب میں سولہ کردہ تک عملداری اسکے پیچھے ولایت گڈھ ہی۔ جنوب

مشرق کے درمیان رنبتھور ۴۵ کردہ پر مشرق و شمال کے درمیان ستر کردہ عملداری ہوا اسکے پیچھے صوبہ الہ آباد ہی شمال و غرب میں ۵۰ کردہ پر قلعہ کالنجہ سے علاقہ ملتا ہی غرب جنوب میں ۲۵ کردہ

پر ولایت گڈھ ہی یہ قلعہ بڑا دشوار کشا ہی۔ کوہچہ اسکے گرد ہی اسکا نشیب کردہ ہی اور بلند ٹیڑھ کردہ سے کچھ زیادہ۔ تین طرف پہاڑ یک تخت ہی شمال رو چار دیوار سنگین ہی۔ پہاڑ دروازہ

گنیش پور ہے یہاں ایک بڑا بگیرہ ہی۔ دو پہاڑ دروازہ ہندی پور ہے۔ سوم کرن پور چارم صیرہ پور۔ جہاں سراجہ کا بنگاہ ہے اس قلعہ کی چار دیواریں ہیں اسکے

باندھو کا قلعہ اس کا نشیمن گاہ ہر مشرق ہا کردہ تک اسکی عملداری ہوا اسکے پیچھے اور زمینداروں کی زمین ہوا جو اسکے کچھ مطیع ہیں۔

اسکے گرد باغ ہیں۔ حوض نظر فرمائیے۔ اس میں ایک بڑا بتخانہ ہے۔ اسکے گرد راجہ کرشتہ داروں کے
 مکانات ہیں۔ کسی فرماندہ نے امپیر شہلا نہیں پایا۔ سلطان علاء الدین یہ آرزو اپنے ساتھ لیکر
 بہت خزانہ اسے صرف کیا اور جانیں کھوئیں مگر کچھ کام نہ ہوا۔ یہ قلعہ تھوڑی توجہ سے فتح ہو گیا
 اہل قلعہ نے خرد سال راجہ کو پادشاہ پاس اس خیال سے بھیجا کہ زرفشانی سے قلعہ بچ جائیگا
 مگر پادشاہ نے ان رشوت کی باتوں کو سنا نہیں۔ اسے مکم دیدیا کہ بندگی کا آئین یہ ہے کہ ایک
 بار قلعہ کو حوالہ کریں تو پھر بخشا لیں ہو۔ اہل قلعہ نے اسے قبول نہیں کیا۔ اسے پر داس نے سعی
 کی۔ داد و دہش کو کلید فتح بنایا بہت بڑی لڑائیاں لڑ اس ملک پر غالب ہوا۔ قلعہ کا محاصرہ
 کیا۔ آٹھ مہینے میں روز کے بعد ہر تیر کو اہل قلعہ نے کم آذوقی کے سبب پناہ لگی قلعہ کو لیلیا بہت
 غنیمت جمع کی۔

قندھار کے معاملات

قندھار کے معاملات جو حضرت ہمایوں اور شاہ طہاسپ فرمانروا ہی ایران کے درمیان
 ہوئے اسکا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اکبر نے قندھار بارہ کے
 عہد و پیمان کے موافق شاہ ایران کو دیدیا تھا اور پھر کبھی اسکی فتح کا ارادہ نہیں کیا مگر ان
 دنوں میں ایرانیوں کے اقبال کا ستارہ پہلی سی چمک دمک نہیں رکھتا تھا۔
 سلطان حسین مرزا کے بیٹے قندھار کے حکمران تھے وہ مرزا بابر ایران کی فرمان پذیری
 سے باہر ہوئے۔ اور شہنشاہ اکبر کی اطاعت میں گفتار کے موافق کردار عمل میں نہ آئے
 اسلئے ان دنوں میں پادشاہ کے دل میں آیا کہ ایک گزیرہ سپاہ ایران کے کارکنوں
 کی یاوری کے لئے بھیجے۔ اگر یہ مرزا سیدھی طرح سے سمجھانے سے درگاہ والا میں آجائیں
 تو ان کو اور ملک اقتطاع میں دیدیا جائے گا اور ان کا آباد ملک کسی دادگر
 طرزدان کی یا سبانی میں سپرد کیا جائیگا اس سے شاہ ایران کی ایسی معقول
 مدد ہو جائے گی کہ اور کیوں کو قندھار کی فتح کا نتیجہ نکال نہ رہیگا اور اس

قندھار کی فتح کے لئے ایران کا بھیجا ہوا سپاہ

یا دوسری ملی حسب دل خواہ صورت ہو گی۔ اس نے ایک سپاہ جہاز اور
افسران تجربہ کار قندھار کی فتح کے لئے روانہ کئے۔ خانخانان کو اس کا سپاہ لارہنایا۔ اور خواجہ
محمد مقیم کو سپاہ کا بخشی مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ یہ لشکر بلوچستان کی طرف سے جائے اگر بلوچ فرمان
پذیر ہوں تو انکو اپنے ساتھ سپہ آرا لے جائے ورنہ انکو مناسب سزا دے اور داکروں کو ملک سپرد
کرے۔ مگر پھر بادشاہ نے خانخانان کو حکم دیدیا کہ وہ ملک سندھ کو فتح کرے اور اس کی جگہ سلطان
دانیال کو مقرر کر کے قندھار کی طرف روانہ کیا اور یہ بھیجا دیا کہ اگر مرزا اطاعت قبول کریں تو ان کو
خسروانی نوازش کا امیدوار کرے ورنہ اس ملک کو لیکر کسی کار شناس دادگر کو دیدے ۲۲ رتیر
شہنشاہ کو مرزا دانیال دیر بار راوی سے پار اُترا۔ چوتھے روز بادشاہ بھی جو کشمیر کو
جاتا تھا اُسے ملا۔ ۷۷ کو مشرق سے مغرب کی طرف تین سو شہاب ثاقب ٹوٹے جبکو نجومیوں
نے سفر کے لئے منحوس بتایا اسلئے شاہ اور شاہزادہ واپس چلے آئے۔

اس وقت سے کہ بادشاہ کے حکم کے موافق شاہ محمد خاں قلاتی فرمان فرمائے
ایران شاہ طہماسپ کے گشتوں کو قندھار سپرد کر کے ہندوستان میں آیا تھا تو بادشاہ
ایران نے اپنے برادر زادہ سلطان حسین مرزا پور بہرام مرزا کو قندھار دیا تھا۔ وہ ہمیشہ
نیایش نامے اور تحفے مخالف بادشاہ پاس بھیجا کرتا تھا اور اپنے تئیں بندگان شاہی میں
سے گنتا تھا۔ اس سبب باوجودیکہ شاہ طہماسپ مر گیا تھا۔ شہنشاہ اکبر کو قندھار کے
لینے کا خیال کچھ نہ تھا مگر ۱۷ جلوس میں سلطان حسین شراب خوری کے سبب سے
مر گیا اسکے چار بیٹے مظفر حسین مرزا۔ رستم مرزا۔ ابوسعید مرزا۔ سب مرزائے مردمی اور زمانہ
شناسی کے سبب سے یہ آباد ملک انکو دیدیا شاہ اسماعیل نے جوشاہ طہماسپ کا جانشین ہوا اپنی
بھائی بندوں کی خوشنیزی پر کمر باندھی چند آدمی ان مرزاؤں کے مارنے کے لئے بھیجے مقرر
کئے۔ ان فرستادوں کی آئندہ بھی اور خواہشگیری کے سبب سے ان کی زندگی بچ گئی
شاہ ایران کو جب یہ علم ہوا تو اسے شاہ قلی سلطان ذوالقدر کو قندھار بھیج دیا۔

شاہ ایران کا بادشاہ پاس آنا

۱۷

حاکم مقرر کیا۔ اسے بدخ بیک کو انکے مارنے اور ملک لینے کے لئے بھیجا۔ صبح کو انکا ارادہ
انکے مارنے کا تھا کہ خود شاہ انہیں مل کے مارنے کی شہرت ہوئی۔ یہ یگانہ بیچ گئے۔ سلطان
محمد خدا بندہ ایران کا پادشاہ ہوا۔ مرزاؤں کا ملک انکو دیدیا۔ مرزا مظفر حسین سبک بڑ بھائی
قندھار میں تھا۔ رستم مرزا دو باقی بھائیوں کے ساتھ زمین داور میں تھا۔ خود کامی اور جوانی
کی مستی اور بدہم زبانی سے آپس میں لڑنے لگے۔ مظفر حسین مرزا شکست پاکر قلعہ کے اندر چلا گیا۔
چالیس روز تک رستم مرزا قلعہ پر چھو لایا پھر دونوں بھائیوں میں صلح ہو گئی۔ آپس میں ملاقات
ہوئی۔ جب فرمانروائے توران عبداللہ خاں نے ہرات کا محاصرہ کیا۔ یگانہ سلطان
افشار نے کہ فراہ میں ایالت رکھتا تھا۔ رستم مرزا کو اپنے پاس بلالیا۔ توراتی سپاہ سے
لڑا اور فراہ پر قابض رہا۔ مرزا نے دوست شناسی وغنودہ رائے سے یگانہ سلطان کو
مار ڈالا۔ سلیمان خلیفہ خراسان سے آنکر مرزا سے ملا کہ مایہ سورش بنائے۔ گر اس نے سعادت
اختری سے نہ منظور کیا۔ لیکن اسکی یاوری سے سینتان پر جو ملک نیمروز کے نام سے زبان زد
خلایق ہو غالب ہوا۔ مظفر حسین مرزا نے قابو پاکر داور زمین پر تاخت کی۔ رستم مرزا اسطوت آیا
دونوں میں بڑی لڑائی ہوئی۔ مظفر حسین مرزا میں مقابلہ کی تاب نہ رہی۔ قندھار کو الٹا چلا گیا ہمیشہ
ان دونوں کو درمیان زیر پرست لگس جو آدمی ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس جلتے اور خلقت آرام میں غفل
ڈالتے۔ جب غلبہ نے انکی بُرائی دشمنی کو بٹھایا تو بدھیم مرزاؤں نے ایران کے پاس اپنے پرانے پیوند کو
قطع کیا اور شہنشاہ اکبر سے بھی شائستگی کے ساتھ تعلق نہ پیدا کیا یہاں تک بڑے بھائی نے
زمین داور کو لے لیا۔ مرزا رستم ہری (ہرات) میں آیا۔ قلات لے لیا اس عرصہ میں بادشاہ
کی سپاہ کے آنے کا غل مجا۔ مرزا رستم نے شریف خاں انکے حاکم غزنیں کے
سامنے کسی کی داستان پڑھی اور اس دستاویز سے بادشاہ کی خدمت میں نیاز نامہ
بھیجا اور آستان بوسی کا قصد کیا۔ بادشاہ نے دلہی کا فرمان میرک جلاسر اور بہتر
ایراستہ کے ہاتھ بھیجا۔ سربراہ کے اقطاع دونوں کے نام حکم بھیجا کہ مرزا کی

بزرگداشت میں اہتمام کریں۔ غرض نہایت آؤ بھگوت کے ساتھ وہ ۱۲ مہر کو دسہرہ کا جشن
تھا پادشاہ کی خدمت میں آیا پادشاہ نے اسکو منصب پنج ہزاری عنایت کیا۔ ملتان اور بہت
پرگنوں اور بلوچستان جو قندھار سے کہیں زیادہ تھے عنایت کئے۔ نقارہ اور علم عنایت ہوا۔

جب زمانہ میں مشہور ہو گیا کہ پادشاہی لشکر قندھار کی فتح کے ارادہ سے آتا ہے
رستم مرزا تیز دستی کر کے پادشاہ کا آستان بوس ہوا تو مظفر حسین مرزا نے اپنی ماں اور
بڑے بیٹے بہرام مرزا کو بھیج کر پادشاہ سے پناہ مانگی یہ دونوں باریاب ہوئے اور انکی آرزو
قبول ہوئی قزایک کو جو اس خاندان سے قدیمی پیوند رکھتا تھا اور مرزا بیگ کو بھیجا کہ
مرزا کو نوید بخشائیں پہنچا کر درگاہ میں لائیں اور اس ملک دید بانی شاہ بیگ
کے حوالہ کریں۔

جب قزایک اور مرزا بیگ قندھار کے قریب آئے تو مرزا مظفر حسین نے انکا استقبال
کیا اور نشور والا سے خوش ہوا اور درگاہ والا کا قصد کیا۔ شاہ بیگ کو قلوکشاہ پیشانی
سے حوالہ کیا اور سکے پادشاہی جاری کیا۔ خطبہ میں نام پڑھوایا شاہ بیگ خاں نے
مرزا کی طرح کی یوری کی اور زہ و زاد اور دوہزار قزلباش ہمراہ کر کے روانہ کیا
بے آویزش کے یہ آباد ملک پادشاہ کے ہاتھ میں آیا اور ایک بزرگ نژاد پریشانی
سے بچا اوزبک بھی اس ملک کی فتح سے کچھ عنان کش ہوئے۔ کسان کسی قدر آسودہ
ہوئے۔ الوس ہزارہ اور افغان اور کرکش زمینداروں کی مالش مناسب ہوئی۔

داؤد اور گرم سیردہ تو آباد مقام قندھار سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب سپاہ شاہی
کے آنے کی شہرت ہوئی تو اس سرزمین کے بڑے بڑے آدمیوں۔ (جمع ہو کر حیرہ دستی
کرنی شروع کی۔ اوزبک ناکام چلے گئے۔ ان دنوں میں سلطان محمد اوغلیک خاں تترنگر
برومی و مراد خاں اور بعض اور کین قولہ ی پر آمادہ ہوئے اور حصار کا کاہرہ کیا۔
جب شاہ بیگ خاں آیا تو زلیخا زداد خواہ آئے۔ پادشاہ کے حکم پر

مظفر حسین مرزا کی معذرت پیش کی۔ اور شاہ بیگ کا قبضہ قندھار پر اور داؤد اور ملک گرم پر۔

انکی یاوری میں متردد تھا کہ اس گروہ میں سے بعض نے قندھار کے قریب لوٹ چائی قلعہ ہر
کو مرزا عوض نے بزورے لینا شاہ بیگ نے اسکو سمجھایا۔ مگر جب وہ نہ سمجھے تو وہ لڑنے
اٹھ اہوا۔ مرزا نے تیری کو استوار کیا اور لڑا اور تھوڑے عرصہ میں گرفتار ہو گیا اور قلعہ فتح ہوا
شاہ بیگ نے ہلند سے گذر کر زمین دادریر تاخت کی۔ غنیم جلد قلعہ و تر نور میں داخل ہوا
اور قلعہ کے سبب سے وہ ہرات کی طرف بھاگا لشکر شاہی وہاں سے پھر کر زمین دادر میں آیا۔ گرم
سیر بھی بے آویزش کے ہاتھ آگیا۔ نورانی سپاہ کی آنکھیں کھلیں۔ قل بابا سپہ آرمی خراسان
کو اسکے پاس اندیشہ ہوا۔ وہ دوپہنی کر کے پادشاہ کی سپاہ کے ساتھ دوستانہ پیش آیا۔
مظفر حسین قندھار سے چل کر ہر شہر پور کینہہ کو پادشاہ کی ملازمت سے
مشرق ہوا۔ سوا سپ عربی اور اسباب نذر میں دیا۔ ان میں ایک مہسرہ عجیب
تھا کہ وہ سانپ کاٹے آدمی کا زہر چوس کر اچھا کر دیتا تھا۔ پادشاہ نے پنج ہزاری
منصب اور قندھار سے بڑی اقطاع سنبل اسکو عنایت کی اور بہت نقد و جنس دیا
اسکے چار بیٹے بہرام مرزا۔ حیدر مرزا۔ انفاس مرزا۔ طہاسپ مرزا تھے انکا اور انکے
بھرا بیوں کا دلی مقصد بر آیا۔

قندھار کے قریب ایک استوار قلعہ سیوی ہے پہلے زمانہ میں وہ مرزبان بھکر
پاس تھا۔ بہت دنوں سے پنی افغان اسپر غالب تھے سید بہار الدین بخاری
تیول دار اچھ اور بخت یار بیگ اقطاع دار سیوستان اور میر ابو القاسم ملکی جاگیر دار
بھکر اور میر معصوم اور سپاہ ملتان پاس فرمان شاہی گیا کہ اول وہاں جا کر اندرز گوئی
سے قلعہ کو فتح کریں پور اگر وہ نہ سنیں تو نرسا سے مالش کریں۔

سوم کے کو لشکر اس ارادہ سے یہاں آیا کجاہ کے زمینداروں اور اسطروٹ کے
اور سرداروں نے جیسے کہ داؤد خاں اور بیا خاں تھے اطاعت کی سوم اسفندیریان
کو قلعہ کو بند کر دیا کیٹنے پانچ ہزار آدمی لڑنے کو لائے۔ کچھ لڑکر حصار ہی ہونے

جب محاصرہ ہوا تو انہوں نے قلعہ کی کنجیاں حوالہ کیں اس فتح سے قندھار اور کیچ اور کرمان قلمرو میں آ گئے۔ اس جنگل میں پانی کی کمیابی سے لشکر شاہی سڑیمہ تھا کہ ایک خشک ندی میں پانی آ گیا جس سے وہ پُر آب ہو گئی۔ انوس کا کرد تو نسے زیر دستوں کو سٹاتے اور قندھار کی راہ پر لوٹ مار مچاتے۔ آغاز دے میں شاہ بیگ خاں انکی سزا کے لئے چلا اُس نے انکے بڑے بڑے سنگر توڑے۔ سرکشوں کے سر کاٹے ایک گروہ کو فرمان پذیر کیا۔

بلوچستان کی تنبیہ کی بھی ہدایت لشکر کو ہوئی تھی بلوچوں کا حال یہ تھا کہ کبھی پادشاہ کی نیکو ہمتی سے باز رہ کر نافرمانی اسلئے کرتے تھے کہ وہ پادشاہ کو اپنے سے دور جانتے تھے اور اپنے مقامات کو نہایت محکم سمجھتے تھے۔ پادشاہ تباہ کاروں کے تباہ کرنے کو نیک سگالوں کے ساتھ توازن کرنا سمجھتا تھا۔ اسلئے اُس نے پہلے بھی ۹۸۶ھ پنجاب کے بعض امرا کے پاس فرمان بھیجا تھا کہ بلوچوں کے مقامات میں جائیں اور انکو سزا دے اور سزا دیں جب بلوچوں نے پادشاہی لشکر کی تیاری کا آوازہ سنا تو ان میں جو مغرور بیٹھے تھے وہ بندگی اختیار کرنے کو تیار ہوئے اور بیٹیاں کی اور دور اندیشی کے سبب سے اپنے عاقل کارواں پادشاہ پاس بھیج کر زینہار کے خواستگار ہوئے شہر یاران کی اس نیاز مندی کو خدمت سمجھا اور فرمان بھیج دیا کہ لشکر واپس چلا آئے۔ پادشاہ کی نیت میں تو یہ تھا کہ اہل جہاں فرمان پذیر ہوں کہ کثرت میں ظل وحدت نظر آئے۔ غلامت عامہ کی آسودگی اور آراش کا انتظام ہو۔ اسکا حال اور زبردست چہرہ دستوں کا سا نہ تھا۔ کہ کسی کی نفرت کو مالش کا بہانہ بنا کے خون ریزی اور مال اندوزی سے فراغت ہی نہ پائے۔

الوس کا اپنی بدگوہری اور اپنے مقامات کی استواری کے سبب سے زیر دستوں کو ستارہ تھے اور قندھار کے راستہ میں قزاقی کرتے تھے۔ شروع ماہ دی میں شاہ بیگ ان کو سزا دینے آیا۔ اُس سے خوب لڑائیاں ہوئیں اور شاہ بیگ نے اُن کے بڑے بڑے سنگر توڑے۔ بہت سے ان میں سے مارے گئے کچھ آوارہ کچھ فرمان پذیر ہوئے۔

بلوچستان کی تنبیہ

خ

الوس کا کردار

معاملات و مہمات و کن

۹۶۶ء میں راجہ کجلی نے اپنا بیٹا بھیجا۔ راجہ اقصا ہندوستان میں لایت ملیبار کے قریب زمیندار تھا۔ اس نواح میں کوئی زمیندار اسکی برابر ملکیت دولت میں نہ تھا وہ جوگیوں کا معتقد تھا۔ سال بھر میں ایک دفعہ جوگی بن کر جوگیوں کا احترام کرتا تھا۔ وہ شہنشاہ اکبر کی صفات باطنی کا معتقد تھا وہ چاہتا تھا کہ پادشاہ کی خدمت میں اس دیار کے نفاس بھیج کر اپنی عقیدت ظاہر کرے۔ مگر بادشاہ بہت دور تھا۔ راہ میں پہاڑ اور بہت سے سدر راہ۔ بے امن و عافیت راہ۔ کسی کو یہ حوصلہ نہیں پڑتا تھا کہ ایسی پرخطر دور و دراز کی راہ کو طے کر کے پیشکش کو پادشاہ تک پہنچائے۔ اور راہ میں لوٹ مار سے بچ جائے مگر ان دنوں میں اُسکے وزیر زادہ نے یہ بہمت کی کہ بغیر مال و اسباب کے پادشاہ کی خدمت میں تنہا آیا۔ راجہ نے کہا کہ بہترین متاع عالم میں اخلاص حقیقی ہی مگر اسکے ساتھ حقوق ظاہری کا ادا کرنا بھی ضرور ہے۔ اگر میرا سب مال و متاع پادشاہ کی نذر میں تو لیجاؤ تو اسکی نظر میں کچھ نہیں جھگڑا اسلئے میں ایک کار و دینا ہوں اگرچہ وہ کچھ مالیت نہیں رکھتی مگر اُس میں یہ خاصیت ہے کہ جس سوچن پر تل جائے وہ اُتر جائے۔ وزیر زادہ پادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ کار دہریہ میں دی۔ پادشاہ کہا کرتا تھا کہ دو سو آدمیوں کا دم اسکے ملنے سے اچھا ہو گیا ہے۔ کار و بہت احتیاط سے رکھی جاتی تھی۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ اول یورش گجرات میں میرنحسن رضوی مشہدی کو نظام الملک حاکم احمد نگر پاس اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ محمد حسین مرزا اور اوریر کشوں کو جو دکن میں جمع ہو گئے تھے پکڑ کر حوالہ کرے۔ اسنے یہ تو نہیں کیا مگر اپنے ملک میں انکو رہنے نہیں دیا پیشکش لائق اپنے ہمتوں کے ہاتھ بھیج کر دولت خواہی کا اظہار دیا۔ میرنکو رنے دکھینوں کی ناشکیبائی کو یوں بیان کیا کہ پادشاہی لشکر کی فتوحات رنے انکی عجب حالت ہو رہی ہے کہ اسنے شہر و دیہ سے مال و اسباب کو پہاڑوں کو لے کر بھیج کر نگہبانی کرتے ہیں۔ مگر

راجہ کجلی کا بیٹا آنا

میرنحسن رضوی مشہدی کو

شہنشاہ تو اہم کو ہم پر تقدیم دیتا تھا اس نے دیار شرقی کی فتح کو مقدم جانا اور دکن کی فتح کو اور وقت پر موقوف رکھا۔

باقی خان کو نظام الملک دکنی کے پاس اسکی رہنمائی کے لئے بھیجا تھا نظام الملک نے اپنے معتمدوں میں سے وفا خاں کو بھیجا۔ اُس نے احکام پادشاہی کو مانا۔ وہ ۱۵ خر داد ماہ الہی ۹۵۵ھ کو کرنش بجالایا اور فیس ہاتھی اور اس دیار کے نفائس پیشکش میں دئے۔ اگرچہ عادل خاں حاکم بجا پور پادشاہ کا مطیع نہیں تھا مگر اور حکام دکن کی طرح ہمیشہ اپنے آدمی کا ردان اور پیشکش بھیجتا رہتا تھا کہ جس سے اپنا ذکر پادشاہ کی مجلس میں یاد دلاتا رہتا تھا ان دنوں میں ایک طرزدان اور شیوا بیان ایچی پیشکش لیکر آیا تھا پادشاہ نے اسکو جانے کی اجازت دی اور حکیم علی کو اسکے ساتھ بجا پور بھیجا کہ عادل خاں کو نصیحت کر دے کہ وہ اطاعت شاہی شائستہ طور پر کرے ورنہ لشکر شاہی زبردستی اسکو مطیع کریگا۔ عادل شاہ حکیم علی کو رخصت کرنے کو تھا کہ اُسکا ساغر زندگی بربز ہوا۔ اگرچہ مرزبانان دکن کو لازم بندگی اور فرمان پذیری کو شائستہ طور پر نہیں بجالاتے تھے مگر اپنی عرائض اور پیشکش بھیجتے رہتے تھے جس سے ایک تعلق پادشاہ سے معلوم ہوتا تھا۔ قطب الملک والی گلکنڈہ نے ایک عرضداشت مع اس دیار کے مخالف کے بھیجی پادشاہ نے اسکو قبول کیا۔

مر قاضی نظام شاہ والی احمد نگر کا چھوٹا بھائی برہان الملک تھا۔ جب بین نظام شاہ والی احمد نگر کی زندگی ختم ہوئی تو اُسکا بڑا بیٹا مر قاضی نظام شاہ باپ کا جانشین مگر حقیقت میں اسکی ماں حکمران ہوئی۔ یہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو باپ کی طرح چاہتا تھا اور سب سے زیادہ بزرگ رکھتا تھا مگر زمانہ کی گردش ایسی آئی کہ سوشل طلب انگیزو سب سے اُسنے ماں اور بھائی دونو کو مقید کر دیا اور ہر ایک کو ایک قلعہ میں بھیج دیا۔ وہ فقیر ہو گیا یا دیوانہ کہ انہیوں کے لئے مرنے سے بھاگتا تھا اور سلطنت کا سیرا کام

میل بجا پور ۹۵۵ھ

میل گلکنڈہ ۹۵۵ھ

برہان الملک کا چھوٹا بھائی پادشاہ ۹۵۵ھ

جمال الدین حسین کو سپرد کیا وہ مرغباری سے نظام کا ہنر بان ہوا تھا پھر اسکو آصف خاں کا خط ملا تھا جوانی کی مستی میں آنکروں کو خود سر ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام ایسا خلوت نشین ہوا کہ خلق کو اس کے مرجانہ کا یقین ہوا وہ بیدار کیا ہوا تھا۔ اس سبب سے ایک شورش برپا ہوئی۔ انہیں تو نہیں برہان الملک قلعہ دار کی یاوری سے قلعہ سے باہر نکلا اور شورش برپا کی۔ پانچ چھ ہزار اس پاس کے اوباش جمع ہو گئے مگر اسکی عقل زندان میں اور بخت خواب میں تھا۔ ناگاہ اسکی خبر مرتضیٰ نظام الملک کو ہوئی تو وہ احمد نگر میں آیا خلق نے جانا کہ وہ زندہ ہے پھر برہان الملک کا ہنگامہ افسردہ ہو گیا اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ مدت سے میں خلوت نشین ہو گیا ہوں و آدنیو کے ملنے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے میرا بھائی طلبہ کار حکومت ہے اب سب مجھکو چھوڑ کر اس سے جا ملو۔ ہمراہیوں نے یہ گزارش کی کہ سزاواری یہ ہے کہ ان فرمایوں کو شکست دیکر حضور یہ خیال کریں تو گنجائش ہے ورنہ لوگوں کو حقیقت کا رپر اطلاع نہیں ہوگی۔ اور حضور کی زبونی اور ناتنومندی پر گمان ہوگا۔ اس گزارش سے وہ خوش ہوا اور اپنے دل سے جنگ پر مستعد ہوا۔ باوجودیکہ اس پاس سپاہ کم تھی مگر ہمراہیوں کی خیر سگالی و راستی سے لڑائی کی نوبت نہ آئی اور برہان الملک کے پاس سے گروہا گروہ آدمی الگ ہو کر اس پاس آ گئے اور برہان الملک حدود بیجاپور میں زمینداروں کے پاس پناہ مانگنے گیا اور وہاں سے عادل خاں حاکم بیجاپور پاس گیا۔ یہاں بھی اسکا امنوں اور حیلہ سازی کا رگرنہ ہوئی تو جوگی بن کر احمد نگر میں آیا اور چھپ کر آدمیوں کو اپنے پاس جمع کیا اور ان سے عہد و پیمان باندھا۔ مگر بھانڈا پھوٹ گیا تو وہ مرزبان بکلانہ کے پاس گیا وہاں سے ناکام ہو کر ہندو بار میں قطب الدین سے ملا اور اس کے ذریعہ سے امرداد ^{۹۹۱} سپہ کو پادشاہ کا آستان بوس ہوا۔ پادشاہ ہمیشہ مصیبت کے ماروں پر ہر ربانی کیا کرتا تھا اسکو اپنی عاطفت سے سربلند کیا و دو سال کے اندر ایک اور برہان الملک پر جمال الدین انجونے سفارش کر کے پیش کیا۔

اور وہ پادشاہ کے لطافت سے بلند پایہ ہوا۔ ایک دن دونوں کو روبرو بلا کر تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ حکیم الملک کا بیٹا ہے۔ نظام الملک کی ماں نے اُسے پرورش کر کے بیٹا بنایا تھا وہ خوف میں آنکر بے محابا بھاگا۔ اسکو پادشاہی آدمیوں نے گرفتار کر کے زندان میں بھیج دیا۔

پادشاہ کی نیت میں یہ تھا کہ دکن کے مرزبانوں کی پیرائش اور زیرکوتوں کی آرائش کرے اسلئے اسنے خان اعظم کو گدھ اور رالیسن اور اسکے حوashi اقطاع میں دیکر دکن کو روانہ کیا اور یہ نصیحت کی کہ جو رئیس رعیت پر ظلم کرتے ہیں اُنکی سیاست عمدہ روش سے کیجاے اور رعیت کی تسلی و غمخواری سعادت منش خیر سرگالوں کے حوالہ کیجائے اور اپنی پیشگاہ سے عبدالمطلب خان و راجہ اسکرن و شیر ویہ خاں و میر جمال الدین حسین انجودبران الملک دکنی و ... عبد الرحمن و نوید بیگ حاجی عبداللہ کاشغری و سلیمان قلی ترک دلی مراد و شیر محمد علی قلی اور بعض جوانمردوں کو رخصت کیا اور ہر ایک کو حکم ہوا کہ اپنے اپنے تیول میں جا کر یورش دکن کا سرانجام کرنا پیش ہذا و خاطر رکھیں۔ شہاب الدین احمد خاں و شریف خاں تو کٹخاں و رائے ڈرگا و سماجنی خاں و حکیم عین الملک و یاز بہادر و شیخ عبداللہ و مددگار و گلشن کشی اس اور امرامالوہ کو حکم ہوا کہ لشکر دکن کے ہمراہ جائیں اور صوبہ اجمیر میں آصف خاں کو حکم ہوا کہ وہ اس ناحیہ سے کچھ سرداروں کو بھیجے۔

خواجه فتح اللہ کو بخشی اور مختار بیگ کو دیوان لشکر مقرر کیا۔ راجہ علی خاں مرزبان خاندیس پاس میر فتح اللہ شیرازی کو عضد الدولہ کا خطاب کیروانہ کیا کہ وہ اسکو رہنمائی کرے اور بعض اور کارشناس صلح پسند ہمراہ کئے کہ اگر مناسب ہو تو وہ اور حکام دکن کی نصیحت گری کے لئے بھیجے جائیں۔

خان اعظم مرزا کو کہ اپنے لشکر کو ہند میں لے گیا اور یورش کا سامان لے کر نکلا۔ ایک گروہ کو سپہ سالار لولی گدھ (سالوی) کو ناہر او سے چھین لیا وہ اماں مانگ کر ملیگا۔ پادشاہ نے اسکو مالوہ میں عمدہ تیول دیدی اور زمیندار بھی آنے لے۔ خوب ہنگامہ گرم ہو گیا۔ جب

پادشاہ کا دکن میں کسکا پہنچنا ۹۳

لشکر کی تاحات برائے راجہ اور سرگزشتیں

سب امر اک نامزد ہوئے تھے فراہم ہو گئے تو ان میں دوروی اور دہ زبانی شروع ہوئی سپہ سالار
 ان پر بدگمان ہو کر سر اسیمہ ہوا۔ کام کا ڈھنگ بگڑ گیا۔ شہاب الدین احمد خاں رنجیدہ ہو کر لو اجاز
 اپنی جاگیر کو چلا گیا۔ سپہ آرائے اُس سے لڑنے پر آستینیں چڑھائیں۔ نیک آدمیوں کی کوششیں
 آویزش نہ ہوئی مگر آمیزش بھی نہ ہوئی۔ احمقوں کی باتوں سے تو نیک خاں پر جو امر ابرامی تھے تھا
 تہمت رکھی گئی اور قید خانہ میں بھیجا گیا۔ امیر فتح اللہ شیرازی بہت تکلیف اٹھا کر فائدہ لے کر
 ناکام آیا اور غزوہ ہو کر گجرات میں خانخانان پاس چلا گیا۔ غرض بیجا تو تھیں اور پراگندہ غرضوں
 سے سپاہ چندی اور چوکنگی میں کم ہوئی۔ غنیم جو اسکی ہدایت لڑ رہا تھا اسپر شیر دلیر ہوا۔ راجہ علیا
 حاکم فائدیس و فرماد خاں و جیشید خاں و اژدر خاں و میر تقی اور امرا برابر و احمد نگر شکر فراہم کر کے
 لڑنے کے قصد سے آئے تو امرا ارشاد ہی جاگے اور راز گوئی کی مجلس جمیع کی۔ مگر جس مجلس میں دوست
 کو دشمن سے اور مدار کو دماہنہ سے نہ جدا کر سکیں اُس سے کسی طرح کوئی کام سرانجام نہیں پاسکتا ہے
 اور کوئی ارادہ پورا نہیں ہو سکتا ہے آپس کی نا اتفاقی سے لڑنے کی قوت نہ تھی اور سب کی
 ہمت کارزار سے قاصر تھی۔ غنیم کی برابر سے کنارہ کش ہو کر ہر ایک کی طرف چلے یہ ملک
 دکن میں مالوہ سے ملا ہوا ہے۔ پرتال کو ایک گوشہ میں بھیج کر جلد جلد چلنے لگے اس راہ
 میں زمیندار ہیتارا کو جو رہنا تھا دوروی کے وہم سے مار ڈالا بے علمی سے نواحی
 کھولہ میں سپاہ کے ایک گروہ کو ایلغار کر کے بھیجا مگر کچھ کام نہ نکلا اور بہت گزند جانوروں
 کو پہنچا بہت تگادو کر کے ہرا کو خالی پایا اور اسکو لوٹا روز نوروز وزیر اس سر زمین کے
 دار الملک ایلیچ پور کو غارت کیا۔ ایک جماعت کا یہ ارادہ تھا کہ احمد نگر تک باگ نہ
 موڑی جائے۔ دوسری جماعت کہتی تھی کہ اس آباد ملک کی حفاظت کرنی
 چاہیے اور بتدریج آگے بڑھنا چاہیے۔ دونوں باتوں میں سے ایک بات نہ ہوئی
 لشکر بہت سی غنیمت لے کر گجرات کی طرف چلا۔ اس میں یہ سوچا گیا کہ اگر غنیم آجائے
 اور کام میں دشواری پیدا ہو تو گجرات کی سپاہ نیاورسی کرے۔ اور اندوختے

ہاتھ سے نہ جائیں مخالف اس مراجعت سے حیرت میں ہوا اور چارہ کار کے درپے ہوا تو پٹنا
 اور لشکر کو چھوڑ کر وہ پیچھے سے آیا اور ہنڈیہ کو لوٹ لیا اور اس میں آگ لگا دی۔ لشکر شاہی
 میں سخت گریووں میں سفر کرنے کی طاقت نہ تھی بہت سے انہیں سے نہیں پہنچ سکتے تھے
 بازگشت میں لشکر شاہی کو فتح کی صورت دکھائی دی۔ قراول دور دور پھرتے تھے قصبہ
 چاندپور کے نزدیک زمینداروں سے لشکر کی کچھ لڑائی ہوئی۔ بہت مال ہاتھ لگا۔ مگر
 حاجی عبداللہ سلطان کا شعری ہلاک ہوا خاندیس کے نزدیک محمد قلی اوزبک غنیم سے جدا
 ہو کر شاہی لشکر سے آن ملا۔ مخالف کی کمی اور کمزوری بیان کر کے اُسے کہا کہ باگ پھیر کر دشمن
 سے لڑائی کیجائے تو فتح ہو مجھے پابند رکھ کر ہمراہ لیچلو اگر میرا کہنا سچ نہ ہو تو گردن اڑا دو مجلس
 مشورہ ہوئی تجربہ کاروں کی کوشش سے پیکار قرار پائی۔ ایک دن آمادگی میں گزرا۔ سپہ آرا کے
 درپوک پنے سے صبح کو کوچ کا نقارہ بجا اور بغیر ایک دوسرے کے آگاہ کر نیے گرم رفتار
 ہوئے۔ رات کو پرتال اور چوپائے چلتے۔ دن کو امرا کوچ کرتے اس طرح چلنے سے غنیم
 کا دل بڑھتا تھا اور اُنکے پیچھے دلیرانہ چلا آتا تھا۔ دودفعہ ہراول اور چہند اول
 میں کچھ لڑائی ہوئی مخالف کو شکست ہوئی۔ اگرچہ کارزار میں کچھ قابو نہ چلا اور دکن جو
 ہاتھ آیا تھا وہ بھی گیا مگر غنیمت بہت ہاتھ لگی ۲۲ فروردین ۹۹۴ھ کو لشکر نے نذر بار
 میں آن کر آرام کیا۔ اس سے پہلے چند دکنیوں نے دنگہ فساد کیا تھا قلیج خاں
 کے گماشتوں نے رعیت کی تیمارداری سے پہلو تہی کی تھی مگر لشکر آ جانے نے شورش
 کی جڑ کاٹ دی۔ خاندیس کی انتہا سے مخالف نکلا۔ خان اعظم جریدہ گجرات خانخانا
 کے پاس اس خیال سے چلا گیا کہ اس ملک کی سپاہ سے یاوری مانگے۔ خانخانان
 نے اس کی تعظیم کی اور تھوڑے عرصہ میں عمدہ لشکر اس کی ہمراہی کے لئے تیار کر دیا مگر
 بدگوہروں کی یاوہ گوئی سے اب کچھ اور قصد ہوا۔ میرا بوتراب کو دکنیوں کے پاس
 آشتی کے لئے بھیجا اور ہر ایک اپنی جاگیر کو چلا گیا۔ غنیم کو اس سرگزشت سے

خوشی ہوئی اور اُس نے پیشکش بھیجی۔ مرزا کو کونے حوالی منڈو میں حمیر جیت پوری کو سزا دی وہ ماٹوہ زمینداروں میں سے تھا۔ جو وقت کہ لشکر برار کو گیا تو ملک کو خالی دیکھ کر منڈو کے بعض مقامات کو لوٹ لیا اور جلا دیا۔

پادشاہ نے ۹۹۹۹۹۹ کو برہان الملک کو لشکر تیراہ سے بلا کر دکن کی فتح کو روانہ کیا اسکا بڑا بھائی مرتضیٰ نظام الملک جب تک احمد نگر میں فرمان روا رہا رعیت و لشکر کچھ سکھ صہین سے رہتی تھی گوہ سودائی اور خلوت گرمی تھا مگر انصاف اسکے عہد میں ہوتا تھا اسلئے پادشاہ نے برہان الملک کو جو کچھ پناہ میں آیا لشکر دیکر نہیں بھیجا تھا۔ مگر جب مرتضیٰ مر گیا اور دکن میں شورش برپا ہوئی تو پادشاہ نے برہان الملک کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ اسکی سرگزشت یہ ہو کہ شاہ قلی گرجی کو فرمان روا سے ایران مخافہ ملہا سپنے تحفے دیکر بھیجا تھا۔ اسنے دکن میں بڑا اعتبار پیدا کیا اور صلابت خاں کے خطاب سے سر بلند ہوا۔ بارہ سال میں مرتضیٰ سودائی کے عہد میں وہ جہات ملکی و مالی میں باختیار رہا۔ مگر اس سبب سے کہ مرزا بنان میں عقل نہ تھی اور کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا اپنے پاگل پن سے حکم دیدیا کہ صلابت خاں کو فلاں قلعہ میں بند کر دو اس شالستہ خدمت نے خود اپنے تئیں پابز بخیر کر کے اس قلعہ میں پھنچا دیا۔ ہر چند سرداروں نے سمجھا یا کہ اس احمق کے کہنے سے زندان میں نہیں جانا چاہیئے۔ مگر سود مند نہ ہوا۔ اسنے کہا کہ اپنے خداوند کے فرمانے سے باہر نہیں جانا چاہیئے۔ اسکے بعد ایک ناپار ساعورت نے اسکے سودائی مزاج میں دخل پایا اور اسکا بھائی اسمعیل ملکی شغلوں میں مصروف ہوا اور اسکی یاوری سے مرزا خان سبزواری نے اعتبار پایا۔ اسن فرومایہ نے مرتضیٰ کے بیٹے میران حسین کو جو قلعہ دولت آباد میں قید تھا لا کر فرمان روا بنایا اور سودائی کو مار ڈالا۔ تھوڑے عرصہ میں نفاق پیدا ہوا اور آپس میں کین توڑی شروع ہوئی یہاں تک کہ مرزا خان نے قسا بویا کر میران حسین کو زندانی بنایا اور برہان الملک کے بیٹے اسمعیل کو نظام الملک بنایا

برہان الملک کا فتح دکن کے لئے پادشاہ کا بیٹا ۹۹۹۹

جال خاں دکنی نے بہت سے آدمیوں کو جمع کر کے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کیا۔ مرزا خان نے اُس نذرانی کا سر کاٹ کر قلعہ کے باہر پھینک دیا وہ سمجھا یہ تھا کہ میراں حسین کے سر کو دیکھ کر اسکے ہوا خواہ پست و سُست ہو جائینگے مگر وہ اور گرم اور چست ہو گئے۔ اُنہوں نے قلعہ کو توڑا مخالفت پر شدید بھاگ گئے مگر سب گرفتار ہو کر مارے گئے۔ بس اسماعیل کو ناگزیر نظام الملک ماننا پڑا اُس نے کہیں توڑی سے تو رائیوں اور ایرانیوں کو مارا اور تین ہزار سلگینا ہوں کا خون اپنی گردن پر لیا۔ اب بادشاہ کہ کشمیر کی میر کو لگیا تھا اور برہان الملک کو اُسے کابل اور سندھ کے ویاں افغانوں سے لڑنے بھیجا تھا وہ نے بلایا اُس کو نصیحتیں کر کے دکن کو روانہ کیا۔ سپہ آراے مالوہ مان اعظم کو اور راجہ علی خاں مرزا بن خاندیس کو اور اورامر اکو حکم ہوا کہ عمدہ لشکر کا سامان کر کے اسکے ساتھ کریں اور ایسی ہمت کریں کہ اس ملک پر جلد غلبہ ہو جائے۔

جب فرمان شاہی خان اعظم مرزا کو کہ کو پہنچا تو اُس نے چاہا کہ ایک منتخب لشکر اسکے ہمراہ کرے مگر برہان الملک نے کہا کہ سپاہ کا بہت ہونا آسان کام کو دشوار کر دے گا اور دکنی جلد گرویدہ نہیں ہونگے بلکہ متوحش ہونگے ان کو صلح سے مطیع کرنا چاہتا ہوں اسلئے خان اعظم نے چغتائی خاں و چندہ خاں کو اور دو ہزار سوار اور تین سو بند و قچیوں کو اسکے ہمراہ کیا۔ برہان الملک کالی بھیت کی راہ سے برابر میں آیا۔ ایلچی پور کو داہنی طرف چھوڑ کر دانا پور کو دوڑا۔ جہانگیر خاں تھانہ دار اور بعض اور زمیندار لاہ گری سے پیش آئے مگر اسکے تنگ حوصلہ ہمراہیوں نے انہیں قبول نہیں کیا اُسے لڑنے کھڑے ہوئے چغتائی خاں کو بندہ وق سے مارا اور چندہ خاں زخمی ہو کر اسیر ہوا۔ برہان الملک ناکام مالوہ میں آیا۔ اپنی تباہ سگالی کا عوض پایا۔

اول دفعہ برہان الملک دکن سے ناکام پھر کر اپنی اقطلاع میں مالوہ کے اندر بسر کرنے لگا۔ ان دنوں میں خان اعظم تو گجرات گیا اور شہاب خاں کا انتقال

ہوا تو راجہ علیخاں مرزبان خاندیس پاس برہان الملک گیا۔ پادشاہ کے حکم کے سبب سے
 راجہ علیخاں برہان الملک کی یاوری میں سرگرم ہوا۔ عادل خاں مرزبان بیجا پور سے
 یہ امر قرار پایا کہ جب وہ احمد نگر کی طرف جائے تو اس طرف وہ لشکر لائے۔ جمال خاں نے اپنے
 احمد نگر لے کر ان دونوں سپاہیوں کے فراہم ہونے کے خوف سے یہ چالاکی کی کہ پہلے اس سے
 کہ برہان الملک نزدیک ہوا اسمعیل کو لے کر بیجا پوریوں سے لڑنے گیا اور تھوڑی
 لڑائی میں غالب ہو گیا۔ جب برابر میں برہان الملک آیا تو امجد الملک و عظمت الملک و
 سیف الملک و شجاعت خاں و جہانگیر و حیدر خاں و عزیز الملک اور اور سردار اُس سے
 آنکر مل گئے۔ اب بے جنگ کے اس ملک برابر سے اس کی خاطر جمع ہو گئی۔ جس روز جمال کو اس کی
 اطلاع ہوئی وہ سبک رو ہوا۔ اور سرشتہ تدبیر کو چھوڑ۔ شائستہ آمادگی بغیر گریوہ مرد پور کے
 نزدیک عرصہ نبرد آراستہ ہوا اور دہینی کے سبب سے برہان الملک کو راجہ علی خاں
 امراء برائے دور رکھتا تھا اور خود کارزار میں آتا تھا اور مہنگا مہ جنگ گرم کرتا تھا
 اس تہذیب خور دیں جمال خاں کے بندوق لگی اور جان گئی لشکر دکن پر آگندہ ہوا
 اور برہان الملک کو فتح ہوئی۔ تھوڑے عرصہ میں اسمعیل گرفتار ہوا اور قید خانہ میں
 ڈالا گیا۔ مرزبان خاندیس تھوڑے آدمی سامنے لے کر خود چلا آیا اور برہان الملک
 تھوڑے عرصہ میں احمد نگر پر دوڑ کر گیا اور سارے ملک پر غالب آیا۔

احمد نگر پر جب برہان الملک کا تسلط ہوا تو اُسے چاہیے تھا کہ وہ پادشاہ کی سپاہ
 گذاری ایسی کرتا کہ اس سرزمین کے اور مرزبانوں کا سرمایہ فرمان پذیری ہوتا مگر
 اس کو کامروائی کا نشہ ایسا چڑھا کہ وہ پادشاہ کی طرح طرح کی نوازشوں
 کو بھول گیا اور رعایا کو آزار دینے لگا اور اوروں کے نقصان میں اپنا فائدہ
 جاننے لگا۔ پادشاہ نے اپنی بخشائش منشی سے یہ سوچا کہ برہان الملک کو
 راجہ علی خاں نے مسند حکومت پر بٹھایا ہے اس لئے اول اسکے پاس اور کوئی

کارا گاہ بھیجا جاوے اور اسکے مشورہ سے برہان الملک کو نصیحت کی جائے اور مرزا بنوں کو بھی
 ہنایش کی جائے اگر وہ سن لیں تو انکو بدی کے مکافات کے درگزر کیا اور نہ انہیں تو پیشتر سے اسکی خبر لیجائی
 اس سال کے شوال مہینے میں پادشاہ نے اپنی مخصوص ملازموں کو دکن کے حاکموں کی
 رسالت کے لئے منتخب کیا۔ ملک الشعرا شیخ فیضی کو راجہ علی خاں حاکم ایڑ برہانپور پاس اور
 خواجہ امین الدین کو برہان الملک پاس کہ احمد نگر میں اولیاء دولت کی مدد سے حکومت
 کرتا تھا اور میر محمد امین کو عادل خاں حاکم بیجاپور پاس اور مرزا منیر کو قطب الملک حاکم
 گول کنڈہ پاس روانہ کیا۔ اور شیخ فیضی کو یہ بھی حکم تھا کہ وہ راجہ علی خاں کے پاس سے
 ہو کر برہان الملک پاس بھی جائے۔ ابو الفضل کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالت
 سے مطلب یہ تھا کہ اور ریاستوں کی بھی مرضی معلوم ہو کہ برہان الملک سے لڑنے
 کے باب میں کیا ہے۔ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حاکمان دکن سے درخواست
 کی گئی کہ وہ اکبر کی شہنشاہی کو قبول کر کے اطاعت کریں۔ تاریخ فرشتہ میں تو یہ لکھا ہے
 کہ شاہان دکن نے اکبر کی شہنشاہی کو نہیں تسلیم کیا۔

نظام الدین نے لکھا ہے کہ برہان الملک نے لائق پیشکش نہ بھیجی اور روش اخلاص میں سنا
 دو لتخواہی نہ ظاہر کی اسلئے پادشاہ نے اس سے لڑنے کا ارادہ کیا۔

فیضی کی ایک کتاب واقعات فیضی ہے انہیں وہ عضدا شتیں جمع ہیں جو اسے شہنشاہ کے
 تحریر کی ہیں انہیں یہ ایک عرضداشت دلچسپ ہے اسکا ترجمہ لکھتے ہیں۔

دو روز دراز سفر طے کر کے اور بہت سی منزلیں چل کر برہانپور سے ۵۰ کوس پر پہنچا اور
 دو سر روز یہاں میں نے اپنے خیموں کو ایسا درست کیا جیسا کہ ملازمان شاہی کو سزاوار
 ہے۔ میرے خگاہ میں خیمہ کے اندر خیمہ تھا۔ اندر کے خیمہ میں تخت شاہی بچھا تھا۔

اور اس پر سجدہ کیے زمین لگایا ہوا تھا۔ اور اس کے اوپر زردوزی مٹھی شامیا نہ
 تنہا ہوا تھا اور تخت کے اوپر پادشاہی شمشیر اور فلعت اور فرمان رکھا تھا اسکے گرد

آدمی دست بستہ کھڑے تھے اور گھوڑے جو دینے کے لئے پادشاہ نے بھیجے تھے وہ بھی اپنے
 مقام پر کھڑے تھے راجہ علی خاں نے اپنے ملازمین اور وکیل اور حاکم دکن ادب کے ساتھ جس سے اعلیٰ
 اور خیر خواہی معلوم ہوتی تھی آئے وہ خیمہ سے کچھ فاصلہ پر اترے۔ اور باہر کے خیمہ میں مودبانہ
 داخل ہوئے۔ اندر کے خیمہ میں جانے کی اجازت دی گئی جب وہ اس خیمہ میں داخل ہوئے اور
 کچھ فاصلہ پر تخت شاہی کو دیکھا تو کورنش بجالائے اور ننگے پاؤں چلے۔ جب وہ تخت کے قریب
 پہنچے تو تین دفعہ نہایت ادب سے تسلیم بجالائے اور اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے تو میں نے فرمان
 شاہی کو دونوں ہاتھوں میں اٹھایا اور راجہ علی خاں کو پاس بلایا اور یہ کہا کہ شہنشاہ ظل اللہ نے
 تمہارے پاس دو حکم نہایت اپنے فضل و کرم سے بھیجے ہیں پھر میں نے کہا کہ شہنشاہ نے تمہارے
 لئے خلعت بھیجا ہے اسے سر جھکا کر سلام کیا اور خلعت پر بوسہ دیا اور پھر سلام کیا اور جب
 پادشاہ کا نام آتا تو وہ سلام کرتا۔ پھر راجہ علی خاں نے کہا کہ مجھے مدلوں سے تمنا تھی کہ حضور
 کے رویہ و بیٹھوں اور اُسے بیٹھنا چاہا۔ میں نے اُسکو اپنے سامنے بیٹھنے کی اجازت دی وہ
 مودبانہ بیٹھ گیا۔ جب مناسب موقع آیا تو میں دور بینی کے ساتھ اُس سے مخاطب ہوا اور اسکو
 بتلایا کہ وہ کیونکر اپنی مرادوں میں کامیاب ہو سکتا ہے میری تقریر کا بڑا حصہ حضور کی مرح و
 شناعتی۔ اُس نے مجھے جواب دیا کہ میں پادشاہ کا بندہ خیر خواہ ہوں اور مجھ پر یہ نہایت
 عافیت شالانہ ہوئی ہے۔ میں نے پھر بیان کیا کہ پادشاہ کی عنایت زیادہ تر آپ کے حال پر ہے
 اور وہ آپ کو دلی خیر خواہ دوست سمجھتا ہے اور نہایت عمدہ وفادار ملازم جانتا ہے اسکا بڑا ثبوت یہ ہے
 کہ اگر ایک حلیل القدر امیر اپنا بھیجا ہے اس پر اُس نے خوش ہو ہو کئی دفعہ سلام کیا۔ اس عرصہ میں
 میں نے دو دفعہ ایسا اشارہ کیا کہ دربار ختم ہو مگر اُس نے کہا کہ ابھی میز دل اس دربار میں بھرا میں شام
 تک یہیں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ وہ پانچ گھڑی (دیر گھنٹہ) بیٹھا۔ آخر کو عطر پان آیا۔ میں نے
 اُس سے درخواست کی کہ مجھے وہ اپنے ہاتھ سے عطر پان دیں۔ میں نے اسکو کئی گوریوں اپنی ہاتھ سے
 دیں جنکو اُس نے کئی دفعہ سلام کر کے لیا پھر میں نے کہا کہ پادشاہ کی حیات جاوید اور

دوام کے لئے دعا کی جائے۔ اُس نے یہ دعا نہایت صدق دل سے مانگی اور دربار برخواست
ہوا۔ پھر وہ ادب کے ساتھ کھڑا ہوا اور فرش کے کنارہ پر تخت کے سامنے آیا۔ وہاں پادشاہی
گھوڑے کھڑے تھے۔ انکے باگوں پر بوسہ دیا۔ اور انکو اپنے کندھے پر رکھا اور انکو سلام کیا وہ
نہایت خوش اور رضامند ہوا۔ جب وہ آیا تھا تو اُس نے کہا کہ اگر حکم ہو تو تین ہزار سجدے
پادشاہ کو کروں۔ میں اپنی جان اُس پر سے قربان کرتا ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ آپ کی محبت کا یہی
اقتضار ہونا چاہیے۔ مگر پادشاہ خود اُس قسم کی تعظیم کو اپنے دربار کے ملازموں کو منع کرتا ہے
اور فرماتا ہے کہ اس قسم کی تعظیم صرف خدا ہی کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ راجہ علی خاں
کے ساتھ عہد و پیمان کی ترقی ہوئی۔

مشرقی ملکوں میں سفارت کے کام مدتوں میں ختم ہوتے ہیں۔ فیضی ۲۴ شہر یور ۹۹۹ء کو گیا ۲۸ اردی
بہشت سنہ کو آیا۔ اتنے عرصہ میں سفارت کا کام ہوا۔

شہنشاہ اکبر اپنے ہمسایہ کے مرزبانوں کی حالت کو ہمیشہ نیک بینی کیساتھ بہت غور سے سوچتا
تھا اگر وہ انکو دیکھتا کہ رعیت کی غمخواری کرتے ہیں تو انکو کبھی گزند نہ پہنچاتا اور اگر انکو ایسا نہ پاتا
تو اول نصیحت سے سمجھاتا اور ہم واسید کی داستان سنانا جب اس پر بھی نہیں مانتے تو پھر انکے
گناہ کی سزا دیتا اور انکی لاپہ گری کو ہرگز نہیں سنتا۔ جب دکن کے سرداروں نے نانبجاری
اختیار کی تو ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ اُس نے پند گزاری کے لئے اپنے کاراگاہ بھیجے اور سلطان
مراد کو ملک مالوہ اقطاع میں اس خیال سے دیا کہ اگر مرزبانان دکن پر نصیحت اثر نہ کرے تو وہ
ان کو سزا دینے کے لئے آمادہ ہو۔ ۴ مہر ۹۹۹ء شہزادہ مالوہ کی طرف روانہ ہوا۔ مگر جب
گجرات سے مرزا کو کہ حج کو چلا گیا تھا تو ہم اردی بہشت کو شاہزادہ سلطان مراد کو مالوہ سے
گجرات میں بدل دیا اور مالوہ میں مرزا شاہرُخ کو بھیج دیا۔ اس شہزادہ کا اتالیق پہلے سغیل
قلیناں مقرر ہوا تھا مگر یہ کام اچھی طرح نہیں کیا۔ اسلئے سترہ سنہ کو صادق خاں
کو شہزادہ پاس اتالیق کے لئے بھیجا کہ وہ اس طرف کے تمام مہمات کو انصرام دے۔

پادشاہ کا دکن کی فتح کے ارادہ سے سلطان مراد کا مالوہ پہنچانا

۲۸ اردی بہشت سنہ ۸۶۰ کو دکن سے ملک الشعراء شیخ فیضی ایک سال آٹھ مہینے چودہ روز کے بعد پادشاہ کی آستان بوسی سے مشرف ہوا اور عرض کیا۔ برہان الملک نے پادشاہ کی نصائح کو نہیں مانا اور وہ اپنی خود کامی سے بدست ہو رہا ہے کچھ ایسی ویسی بیشکیش بھی اُس نے بھیجی۔ راجہ علی خاں نے حضور کے قانون کو کچھ مان لیا ہوا اور اپنی بیٹی کو سلطان سلیم سے بیاہنے کو بھیجا ہے۔ برہان الملک نے عادل شاہ حاکم بیجا پور کے غلام دلاور خاں حبشی کو پناہ دیکر (ایک جھگڑا مول لیا) جس کے سبب سے دونوں میں خوب لڑائی ہوئی اور برہان الملک کو شکست ہوئی۔ اُس نے بندر الگ وڑ کو عیسائیوں سے لینا چاہا۔ فریاد خاں واسد خاں رومی کو بہت آدمیوں کے ساتھ وہاں بھیجا۔ بے شرمی سے فریاد خاں کی ہم خواہ کو دامن آلود کیا وہ شرم کے مارے عیسائیوں سے مل گیا۔ بہت سے دکنی مارے گئے۔ اسد خاں دستگیر ہوا۔ برہان الملک نے باہ افزائی اور طبیعت پروری کے لئے دوائیں کھائیں اور ناجبرہ کاروں کے کہنے سے اپنے تئیں بیمار بنایا۔ یہاں تک کہ زندگی سی نا امید ہوا اور اپنے بڑے بیٹے ابراہیم کو زندان سے نکال کر ولی عہد کیا۔ اخلاص خاں جو اسماعیل کی سلطنت چاہتا تھا دلگیر ہوا۔ اور اسے مرتضیٰ خاں کے لشکر میں مشہور کر دیا کہ برہان شاہ فوت ہوا۔ اس سبب سے چارو طرف غدر مچ گیا مگر پادشاہ پاکلی میں پڑ کر احمد نگر سے ۳۰ کوں پر باہر آیا اور اس غدر کو مٹایا اور ابراہیم کو چتر اور آفتاب گیر اور اثاثہ سلطنت سپرد کیا اور اخلاص خاں سے لڑ کر فتح پائی۔ مگر قلعہ میں دو سکر روز اس پر ضعف طاری ہوا کہ ۸ شعبان سنہ ۸۶۰ کو طائر روح فی اس کے پرواز کی اور ابراہیم نظام شاہ باپ کے تخت و تاج کا مالک ہوا کم بینی کے سبب سے اُس نے بھائی کی آنکھوں کو بے فروغ کیا۔ مگر وہ عادل سے لڑ کر مارا گیا۔ چار مہینے دور وز سلطنت کر گیا۔ منجھو اتا بک برہان شاہ نے احمد نگر میں آنکر ایک بارہ برس کے لڑکے احمد کو خاندان نظام شاہ میں سے گمان کر کے دولت آباد سے بولایا اور اس کے سر پر تاج رکھا اور شہزادہ بہادر ولد ابراہیم نظام شاہ شیر خوارہ کو خیر میں قلعہ چوند میں قید کیا اور خزانہ قلعہ پر

برہان الملک اور اسکے جانشینوں کی سرگذشت

نصرف کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ احمد شاہ خاندان نظام شاہ سے نہیں ہی تو اسکو منور کر کے قید کیا وہ اپنی عمر طبعی پر پہنچ کر مر گیا اسکے بیٹے احمد شاہ کو میان منجھو نے پادشاہ بنایا۔ اسکے مخالفوں نے احمد نگر کے بازار میں سے ایک طفل مجہول النسب کو پکڑ کر پادشاہ بنایا اور دنس بارہ ہزار سوار جمع کر کے میاں منجھو کو قلعہ میں محصور کیا انہوں نے سلطان مراد کو جو گجرات میں شہنشاہ اکبر کا بیٹا سپہ سالار تھا عرصہ امداد کے لئے بھیجا مگر پھر آخر کو وہ اس امداد طلبی سے پشیمان ہوا ان واقعات کا مفصل بیان تاریخ دکن میں کیا گیا یہاں ان واقعات کا ذکر اتنا کر دیا کہ جتنا کہ اکبر کی تاریخ سمجھنے کے لئے کافی تھا۔

جب برہان الملک پادشاہ کی اندرز گوئی کو افسانہ سرائی سمجھا تو ۲۵ تیر سنہ ۹۷۰ھ شہزادہ دانیال کو برہان الملک کی سزا دینے کا کام سپرد ہوا خانخانان ورامیرا ننگہ اور بیٹے امرار کو اور خزانہ و توپخانہ و فیضانہ کو انکے ہمراہ کیا۔ شاہ رخ مرزا اور شہاب خاں و راقطع داران مالوہ کو حکم دیا کہ وہ برہنہ راہ شہزادہ کی ہمراہ سپاہ کو کریں راجہ ماننگہ کو بھی حکم ہوا کہ بنگالہ سے فارغ ہو کر دکن کو جائے۔

جب پادشاہ کو ۲۵ تیر سنہ کو معلوم ہوا کہ شہزادہ دانیال سہنڈ (سہنڈ) میں ہی اور سپاہ کار طلبی میں قدم نہیں اٹھاتی ہی تو پادشاہ کو یہ بات اسکی ناپسند آئی۔ خانخانان کو گھوڑے کی ڈاک میں بلایا۔ اس نے آنکر پادشاہ سے عرض کیا کہ سپاہ کا دکن میں داخل ہونے کا ارادہ بعد برسات کے ختم ہونے کے ہی تاکہ پانی اور گھاس بہت ملے غلہ لڑاں ہوگا۔ اس سبب سے جانے میں دیر ہو رہی ہے۔ مجلس راز میں یہ تجویز ہوئی کہ شہزادہ دانیال پھر آئے اور بعد برسات کے پادشاہ خود تشریف لیجائے۔ شہزادہ دانیال پنجاب کا حاکم بنے۔ اور یہ خدمت شہزادہ مراد کو پادشاہ نے حوالہ کی اس سبب سے ترود تھا کہ دانیال کو ناگوار نہ ہوا اس نے قلیج خاں کو بھیجا کہ وہ شہزادہ کو واپس لے آئے۔ شہزادہ پیٹار کے نزدیک پادشاہ کی خدمت میں آیا اس دن شہزادہ مراد کی عرضداشت آئی کہ میں ۶۰ آذر کو احمد آباد میں پہنچا میں نے سنا ہے کہ شہزادہ دانیال اس خدمت پر نامزد ہوا اس

سلطان دانیال کا برہان الملک کی ماتل کے واسطے دکن کو جانا

مجھے یہ اندیشہ پیدا ہوا ہے کہ مجھ سے کوئی حرکت ناشائستہ سرزد ہوئی ہے کہ یہ امر ظہور میں آیا ہے کسی سخن ساز نے ناسناریات بنائی ہے مگر پادشاہ نے اُس کا یہ اندیشہ پہلے ہی دور کر دیا تھا جس سے کچھ اس کی سراسیمگی دور ہوئی۔ جب لشکر شاہی کی دکن کے فتح کرنیکے لیے خفیض ہوئی تو اور زیادہ اُس کو از سر نو نصیحت ہوئی اسکے فرستادوں کو پادشاہ نے طلب کیا اور سوگند کے ساتھ عہد و پیمان ہوئے جس سے خوف دل سے مٹا۔ جب شاہزادہ سلطان مراد گجرات کے دکن کی طرف روانہ ہوا اور شاہرخ مرزا و خانخانان و شہباز خاں اور اور امرا مالوہ کو روانہ ہوئے۔ تو راجہ علیخاں نے پیش بینی سے خدمت گزاری اختیار کی۔ ۴۰۰۰ آربان کو برہانپور سے تین کوس پر شاہرخ مرزا اور امرا شاہی سے ملائے اور سے بڑے تپاک سے پیش آئے اسکے آباد ملک پر ندر بار کا ملک امان کیا۔ جب پادشاہ کا مکم دکن کی فتح کرنیکا ہوا تو شاہزادہ مراد یورش کے لئے آمادہ ہوا۔ خانخانان کو فوج نہ جمع ہونے کے سبب سے دیر لگی۔ پہلے اس سے کہ دونوں کے لشکر میں انہیں دور روئی شروع ہوئی شاہزادہ یہ چاہتا تھا کہ سپاہ کے تاحمد دار اس سے آکر ملیں۔ اور خانخانان یہ چاہتا تھا کہ میں مالوہ کی راہ سے دکن کے فتح کرنے کو جاؤں جب دونوں کی تدابیر میں یک زبانی ہوئی تو ۴۰۰۰ آربان سپاہ کو شاہزادہ نے احمد آباد سے چل کر مرچ میں سپاہ کے انتظار میں تو قف کیا۔ ۲۲ فرورداد کو روانہ ہوا۔ خانخانان سپاہ کے فراہم ہونیکے بعد سہیلیہ میں جو اسکے اقطاع میں تھی۔ کھہرا۔ ہنم امداد کو اجین کی طرف روانہ ہوا۔ شاہزادہ اس کی اس حرکت سے آشفہ ہوا اور درشتی سے خشم آلود پیام بھیجا۔ خانخانان نے عرضداشت میں لکھا کہ مرزبان خاندیس اتحاد رکھتا ہے اس کی طرف سے خاطر جمع رکھئے اور گجرات میں کچھ دنوں شکار سے دل بہلائے۔ شاہزادہ اس جواب سے بھی کچھ خفا ہوا۔ غرض پرستوں نے باتیں لگا کر اس کو اور بھڑکایا۔ وہ گجرات کے لشکر کو لے کر احمد نگر کی طرف چلا۔ خانخانان نے شاہرخ مرزا کو لشکر و توپخانہ و فیلخانہ دیا۔ اور راجہ علیخاں کو ساتھ لے کر بہت تیز چل کر احمد نگر سے تیس کوس پر قلعہ چاند پور پر ۱۹ آذر کو شاہزادہ کے

راجہ علیخاں کا پادشاہ کے لشکر سے ملنا چاہتا تھا۔

پادشاہی سپاہ کا دکن آنا اور قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کرنا۔

لشکر سے ملا۔ شاہزادہ نے کم آزمونی اور تہ آزمائی سے کورنش کی اجازت نہ دی اور بہت دور
 چلا گیا۔ بہت گفتگو کے بعد شاہزادہ کے پاس رسائی ہوئی اور بار ملا۔ جب شکر پیچھے آیا شاہزادہ
 نے نوازش نہیں کی۔ خانخانان اور اسکے ساتھ بہت سے ملکی آزرہ خاطر ہوئے اور کام سی لکھتے
 کھینچ لیا۔ صادق خاں کو شہباز خاں سے پُرانا کینہ چلا آتا تھا۔ وہ خوف کے ماری بہت کم دربار
 میں جاتا تھا۔ مردے کو شہر سے آدھ کو س پر شکر اُترا۔ بہت سی رعیت اور سپاہ دلائے نامے
 لے گئی۔ اُس روز شہر میں خانخانان و شہباز خاں گئے اور انکی ناپرواہی سے سپاہیوں نے
 شہر کو کچھ لوٹا۔ سخت کوشش کر کے انکو لوٹ سے باز رکھا۔ لیکن اہل شہر پیمان شکنی کر دیکھنے
 سے آزرہ دل ہوئے۔ ۸ مردے کو سپاہ نے قلعہ کو محصور کر لیا۔ چاند بی بی ہمیشہ برہان الملک
 نے قلعہ داری کی۔ احمد کو سردار بنایا تو اخلاص خاں موتی کو دستاویز بنا کر احمد نگر میں لایا اور
 شکست پاکر پٹن کی طرف بھاگا جب دفعتاً لشکر شاہی اُن پہنچا تو کچھ خزانہ اور فیضانہ کو منجھو
 ساتھ لیکر بیجا پور کی طرف گیا۔ قریب تھا کہ وہ دستگیر ہو لیکن سرداروں کی کم ہمتی سے دونوں کام
 نہ ہوئے۔ چاند بی بی کو اپنے گرفتار ہونیکا اندیشہ تھا اسلئے اُسے آپ لڑنے کا ارادہ کیا۔ ۹
 دی کو شاہ علی اور ابھنگ خاں یاہنگ خاں نے بہت سی سپاہ لیکر خانخانان کو مورچال پر
 شب خون مارا۔ بڑی لڑائی ہوئی۔ جو افروں نے اپنی جوہر دکھائے بہت سی دشمنوں کو مارا بچھوڑ
 قلعہ میں چلا گیا۔ اگر تعاقب ہوتا تو وہ گرفتار ہوتا یا اسکے ساتھ لشکر شاہی قلعہ کے اندر گھس جاتا
 پادشاہی سپاہ کی دوروی اور راہبستگی اور کم آذوقی کے سبب سختی سے گذرتی تھی۔ دانشمند
 نے ہر چند سمجھا یا کہ تین بڑی لشکر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اور تین بڑے بڑے کام ہیں۔ ایک قلعہ کی
 فتح کا۔ دوسرا ملک کی تسخیر کا۔ اور تیسرا راہ کی پاسبانی کا۔ ایک ایک کام ہر ایک لشکر اپنے ذمے
 لے لے۔ مگر انہوں نے نہ بانا۔ ۱۳ کو لشکر کے ایک گروہ اور چوپایوں کو غنیمت نے گزند پہنچائی
 اور سپہ راجو کی اور اسکے کئی بھائیوں کی جان گئی۔ ۱۴ کو گجرات کا ایک کارواں احمد نگر کے قریب
 آگیا تھا۔ سعادت خاں نے اُسے لوٹ لیا۔ سید عالم اور کئی ایک بڑے آدمی لے گئے۔ شیخ معروف

اور چند آدمی سلامت نکل گئے انکی سزا دینے کے لئے صادق خاں راجہ علی خاں کو ساتھ لیکر گیا۔ مگر کچھ کام نہ کر سکا وہ اور راجہ دونوں اپنا سامنہ لے کر چلے آئے پائین شناسی کے سرشتہ کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ شیر کی شکار کے لئے شغال نہ بھیجا چاہیئے۔ ۹۔ شیر خواجہ شیخ دولت کامران بیگ و دولت خاں کو پٹن کی طرف بھیجا۔ انکی اخلاص خاں سے خوب لڑائی ہوئی اور اسکو شکست دی اور بہت لوٹ ہاتھ آئی سرگروہ ایسا نہ تھا کہ اسکی دور باش ستم کو روکتی اسنی پٹن کو باشندوں کو امان نامے دیکر ایسا لوٹا کہ کچھ ان پاس نہ چھوڑا۔ اس بد عہدی کو دیکھ کر سب چھوٹے بڑے بھاگ گئے اور اسفند یار ند کو قلعہ کی دیوار تھوڑی سی توڑی۔ شاہزادہ کے مورچال نے سخت کاوش کرنے قلعہ کی بنیاد خالی کی۔ باروت بھر کر گادی۔ تین گز دیوار گر پڑی۔ تیز دست اندر جانی کے لئے آمادہ تھے۔ مگر نور خاں۔ صادق خاں کی نقب بھی تیار تھی۔ انکے اڑنے کا انتظار تھا۔ چتور کے واقعہ سے پہلے ڈرے ہوئے تھے۔ اس انتظار میں اتنا التوا کیا کہ اہل قلعہ نے بھی اپنی شکست دیوار کو از سر نو بنالیا۔ دوسرے روز کچھ بہادر اس دیوار پر گئے مگر کچھ نقصان اٹھایا۔ اتنی میں رات ہو گئی۔ قلعہ کی بیڑنی سپاہ کی دور وئی سے اہل قلعہ واقف تھے کچھ تھوڑے سے سرسیمہ ہوئے اور صلح کی درخواست کی کہ برہان الملک کا پوتا بہادر زندان سے نکالا جائے۔ اور اس خرد سال کو نظام الملکی کا خطاب دیا جائے وہ پادشاہ کے ملازموں سے ایک سمجھا جائے اور آباد ملک احمد آباد کا اس کے اقطاع میں دیا جائے اور اسکی سپاس گذاری میں ولایت برادر شکر شاہی کے حوالہ کی جائے جو اہر اور عمدہ ہاتھی پادشاہ کی پیشکش میں بھیجی جائیں۔ ایک گروہ نے کار شناسی کو سبباور بعض نے فتنہ دوستی کے سبب ان شرائط کو قبول کر لیا۔ اگرچہ بعض کا راگاموں نے اہل قلعہ کی کم آذوقی و سرسبکی و رستمان سرائی گذارش کی مگر کچھ سود مند نہ ہوئی ۱۳۔ اسفند یار ند کو رشوت کے لینے سے اور افسانوں کے سُننے سے صلح ہو گئی۔ لڑائی موقوف ہوئی اب اس صلح کی بیان روائی کا انتظار تھا۔ پہلے اس سے کہ گفتار کردار میں آئے۔ ۱۰۔ فروردین ۱۰۸۸ کو لشکر بیجا پور کی اور سرداران سپاہ شاہی کی شکست کی چھوٹی

خبروں سے احمد نگر کے گرد سے سپاہ چلی اور کچھ ادھر جا کر پھر آئی دشمنوں نے پیچھے آکر منزل
بمنزل بر تال کو لوٹنا شروع کیا۔ دور وئی کے سبب اس شویش کا چارہ اچھی طرح نہیں ہو سکتا
تھا۔ ۴۴ ار دی بہشت کو برار کے قصبہ بھکر میں لشکر آیا۔ اس ملک کی نگہداشت کے لئے انجن
ہوئی۔ بہت سے آدمی کہتے تھے کہ اس ملک کی نگہبانی ہماری طاقت سے باہر ہے مگر صادق خاں
نے سرحد کی پاسبانی اپنے ذمے لی۔ میر مرتضیٰ ملک کی آبادی کا ضامن ہوا۔ غرض مختلف
امیروں نے ملک کے انتظام کے لئے مختلف کام اپنے ذمے لے لئے۔

جب پادشاہ کو سپاہ دکن کی بیرادر وی معلوم ہوئی تو ایک فرمان عتاب افسر اور
اندر نو پیر متھرا داس کو ریگی کے ہاتھ شاہزادہ مراد پاس بھیجا۔ مگر جب نامہ بر ملکاپور پر
آیا تو راہ زنوں نے اُسے مار ڈالا۔ سلطان مراد کو جب برار کی نگہبانی سے کچھ فرمت
ملی تو اُس نے وسط ملک کی سیر کی۔ بالا پور سے پھیں کوس پر اسے اپنا بنگاہ بنایا اور وہاں
ایک شہر آباد کیا جس کا نام شاہ پور مشہور ہوا۔

جب صادق نے مہر میں اپنا بنگاہ بنایا اور برار کی برائگی بھی کچھ کم ہوئی تو ازدر
خاں۔ عین خاں۔ حبیب خاں اور دکنیوں نے فساد برپا کیا۔ ایک منتخب سپاہ
بسرکردگی۔ مرزا علی بیگ اکبر شاہی چارہ گری کے لئے بھیجی گئی۔ ۱۲ تیر ستمبر
انکا عین خاں کے لشکر پر ناگہانی گزر ہوا اور اسکو سزا دی وہ چند آدمیوں کو ساتھ
لے کر سر اسیمہ چلا گیا۔ پادشاہی لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ آئی اور ایک لمحہ بھی آرام نہیں
کیا اور پوشیدہ راہوں سے جا کر ان سے لڑے اور شکست دی مشہور ہاتھی ہاتھ آئے
جب پادشاہ نے سپاہ دکن ناہنجاری کشی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شہزادہ کی بغیر اجازت
کے شہباز خاں بھی یتول کو چلا گیا اور ایک لاکھ مہر جو لشکر کے سامان کے لئے بھیجی
گئیں تھیں وہ قلعہ گوالیار میں راہوں کی نا اہمینی کے سبب سے رکھی ہوئی ہیں اسلئے ۱۱ مرداد
۱۱۸۸ کو راجپوت کو برار بھیجا کہ اس خزانہ کو حفاظت کے ساتھ لیجائے اور لاوہ کی فوج کو پھر

پھر دکن کو واپس کرے اور ہر ایک کو ہماری طرف سے نصیحت کرے۔

جب مرزا علی بیگ اکبر شاہی کو چہرہ دستی ہوئی تو دکنوں نے کین توڑی پر از سر نو آپس میں عہد دیمان کئے۔ خداوند خاں - حمید خاں - عبدالفتح - ازدر خاں - جمال خاں - دستور خاں - دس ہزار سوار اور اسی ہاتھوں کو لے کر لڑنے کے ارادہ سے چلے۔ بادشاہی سپاہ تین ہزار کے قریب تھی۔ سپہ آرا کی دل آویز گفتار سے اُس نے پیکار پر دل لگایا مگر سے چالیس کوں پر لڑنے آئے۔ پاتھری سے آٹھ کوں پر بان گنگ کے کنارہ سپاہ نے آرام کیا۔ اور ایک استوار جا پر اپنا بنگاہ بنایا کہ جس کے آگے دریا بان گنگ تھا اور پیچھے بھی ایک ندی تھی۔ آبان ہشتاد فوجیں آراستہ ہو کر لڑیں۔ اول خداوند خاں پانچ ہزار سوار اور چالیس ہاتھ لیکر ہر اول شاہی سے لڑا جس کا سردار مرزا علی بیگ اکبر شاہی تھا اُس نے مخالف کو شکست دیدی سید لاد حسن زخمی ہو کر گرا۔ برانغار شاہی مخالف کی کثرت کے سبب بغیر لڑائی کے بھاگ گیا صادق خاں کے آگے رو دبار تھا۔ بہت سے مخالف آن کر لڑے۔ اُس نے مستقل ہو کر ایسے توپ و تیر مارے کہ اس کو فتح ہوئی۔ بہت مخالف مارے گئے اور لوٹ کا بہت اسباب ہاتھ لگا اور چالیس منتخب فیل ہاتھ آئے۔ بادشاہی سپاہ میں چند سپاہی مارے گئے۔

شاہزادہ سلطان مراد نے جنگ کا ارادہ کیا مگر امرار پایہ شناسی کے سبب اُس پر راغب نہ ہوئے۔ انجن رازگوئی مرتب کر کے چارہ گری کے درپے ہوئے مرزا شاہ رخ کو سرکردگی کے لئے منتخب کیا۔ خان خانان کو سپہ آرا بنایا۔ خزانہ و فیل خانہ و توپ خانہ کا انتظام شائستگی کے ساتھ کیا اور پھر صف آرائی کی شاہ پور سے غنیم کی طرف چلے۔ غنیم کی سپاہ میں نظام الملکی سپاہ وسط میں اور عادل شاہیوں کا لشکر دائیں طرف اور قطب الملکیوں کی سپاہ بائیں طرف تھی۔ ۲۸ جون ۱۷۸۱ء کو ایک پیر دن چڑھ دریا بان گنگ سے گزر کر لڑائی شروع ہوئی۔ مخالف استوار جا پر تھا اور یہاں آتش بازی کا سامان اُس نے رکھا تھا غنیم کی افزونی اور آتش بازی کی کثرت کے سبب بادشاہی سپاہ دل ہارے دیتی تھی۔ جگناتھ د

صادق خاں کا بیٹا پانچ سالہ

بادشاہی سپاہ کا فتح اور دکنوں کا شکست پانچ سالہ

راے درگاواراج سنگھ اور اوراچوتوں کے سردار جدا جدا میدان جنگ میں کھڑے تھے۔
 عادل خانیوں نے مرزبان خاندیس پر حملہ کر کے اس کو مار ڈالا اور ۳۵ نامور اور پانچ سو سپاہی
 اس کے ساتھ مارے گئے۔ مرزا شاہرخ و خانخانان و مرزا علی بیگ و سید قسم لڑ کر غالب
 ہوئے۔ مخالف مرزبان خاندیس کے مرنے کو یہ سمجھے کہ مرزا شاہرخ و خانخانان مارے
 گئے۔ اندھیری رات میں دونوں لشکر جدا ہو گئے اور ہر ایک کو اپنی فیروزی کا گمان ہوا۔ رات
 بھر گھوڑوں پر سوار رہے۔ بہت سے ڈروک بھاگ بھی گئے۔ پادشاہی لشکر کو یہ گمان تھا
 کہ راجہ علی خاں دشمن سے جا ملایا کنارہ ہو گیا۔ اس سبب اس کا بنگاہ تاراج کیا۔ ہر اول میں
 سے دو ارکا داس اور برانفار میں سید جلال مارے گئے۔ راجہ علی خاں کی سپاہ
 میں میں زخم کھائے۔ چند روز بعد مر گیا۔ باوجودیکہ پادشاہی لشکر سات ہزار اور مخالف کی
 سپاہ پچیس ہزار تھی۔ پادشاہی فوج رات بھر کی پیاسی تھی دریا کی طرف چلی۔ غنیم پہلے سے
 دودلہ ہو رہا تھا اس جنبش سے وہ لڑنے پر تیار ہوا مگر تھوڑا سا لڑ کر بھاگ گیا اور بہت آدمی
 اس کے مارے گئے۔ عادل خانیوں میں آنکس خاں۔ میان زین الدین۔ بہیت خاں شریف
 بھیم خاں۔ سرمست خاں رومی نظام الملکیوں میں شمشیر الملک و عزیز الملک و ولایت راے و
 یسین خاں و اثر در خاں و قطب الملکیوں میں اخلاص خاں و طاہر خاں مارے گئے۔ پادشاہی
 سپاہ لڑتے لڑتے تھک گئی تھی اس لئے اُس نے تعاقب نہیں کیا۔ غنیم کے پاس ۶ ہزار
 سوار پادشاہی لشکر میں ۱۵ ہزار سوار تھے اس پر بھی پادشاہی لشکر فتح مند ہوا۔ اس کو چلیں
 ہاتھی اور توپ خانہ ہاتھ لگا۔ راجہ علی خاں کی لاش ملی۔ جو اس پر بد گمان تھے وہ شرمندہ
 ہوئے اس لڑائی کی سرگزشت کا حال ایسا ہی جیسے کہ ہاتھی اور اندھوں کی نقل مشہور ہے
 کہ ہر ایک نئی طرز سے بیان کرتا ہے ہر گروہ آشوب اور جنگ میں مصروف تھا دریافت کرنیکی
 فرصت کس کو تھی کہ وہ سپاہ کے حال سے آگاہ ہوتا اس لئے بہتر ہے کہ اس قدر بیان پر
 بس کی جائے۔

برا میں قلعہ کاویل سے بہتر کوئی قلعہ نہیں ہے۔ اس میں پانی خوش گوار بہت اور مرزبان
 کا نشیمن گاہ۔ جب سے ملک تلخ پڑتا ہی میں آیا تھا۔ افسران سپاہ کی کج رانی سے وہ فتح نہ ہوا
 تھا اب میر تقی نے اہل قلعہ کو سمجھا کر اور ان کا آذوقہ بند کر کے فتح کیا۔ نیم آبان سنہ ۱۰۳۸ھ کو
 وجیہ الدین اور بسواس رائے نے قلعہ کی کنجیاں حوالہ کیں۔ ۱۰ ار کو پاتھری کے نزدیک ۳۵ جنگلی
 ہتھیاں نمودار ہوئیں اور سب گرفتار ہوئیں تعجب یہ ہے کہ ان کی چراگاہ ڈیڑھ سو کوس پر تھی۔
 بادشاہ کا ارادہ یہ ہوا کہ توران کو لشکر شانزادہ سلیم کی سرکردگی میں روانہ کرے کہ اس ملک
 موروثی کو اپنے قلمرو میں لائے۔ مگر شانزادہ نے بعض ہند پرستوں کی دستاں سرائی سے اسکو
 منظور نہیں کیا تو بادشاہ نے یہ سوچا اور شانزادے جب اس کی خدمت میں آئیں ان میں سے
 جس کو زیادہ اس کام کی خواہش مجھے معلوم ہو اس کو یہ یورش سپرد کر دوں۔ ان دنوں میں
 یہودہ آدمیوں نے شانزادہ سلطان مراد کی نسبت کہا کہ اس کا ارادہ بادشاہ کی آستان بوی
 کا نہیں ہے اور بہت سی نامزایاں اس کی نسبت کہہ دیں۔ بادشاہ نے یہ ارادہ کیا کہ دارالخلافہ
 ہو کر دکن کو خود جائے جو کچھ شانزادہ کی نسبت کہا ہے اگر وہ سچ ہو تو اس کا اذل علاج کرے اور
 پھر دکن کو فتح کرے۔ مدتوں سے دکن میں سپاہ گئی ہوئی ہے اور غرض پرستی کے سبب
 اس کام کو انجام دینے میں دزنگ کرتی ہے پھر اس کے بعد اگر زمانہ موافق ہو تو توران کو جائے۔
 چودہ سال سے پنجاب میں بادشاہ تھا۔ گروہاگرہ آدمیوں کو اس سے دہشتگی تھی وہ اس
 یورش دکن پر دل نہاد نہیں ہوتے تھے۔ کبھی تارکیوں کی شورش کبھی شمالی کھسار کے سرداروں
 کی آشوب کو بیان کر کے بادشاہ کو اس دوا دوسے باز رکھتے مگر بادشاہ نے کسی کا کمانہ نہ سنا
 ۲۶۔ آبان سنہ ۱۰۳۸ھ کو لاہور سے روانہ ہوا۔

انہیں دنوں میں قلعہ سبل گڑہ برابر میں فتح ہوا۔ مسعود خاں حبشی کے پاس وہ تھا
 سلطان مراد نے سندھ واس کو بھیجا اس نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا ۱۹ آذر سنہ ۱۰۳۸ھ کو دشمن نے
 پناہ مانگ کر کنجیاں حوالہ کیں اسی حبشی کے پاس قلعہ پر نالہ بھی تھا۔

قلعہ کاویل کی فتح

بادشاہ کا احمد نگر کی فتح کے لئے چلنا

بادشاہ کے قلعوں کی فتح

کاراگوں کا افسوں اُس پر نہ چلائے گویاں نے دُڈنر خان گوند کو یار بنایا اُس نے اس حبشی کے کچھ عیال کو گرفتار کیا۔ ناچار اس نے اطاعت قبول کی شانہزادہ مراد قلعہ کا دیل کی سیر کو آیا اور اس قلعہ کے بھی پاس آیا تو اس حبشی نے اپنے تئیں اس کو حوالہ کیا ایسے قلعہ بلند و استوار و فراخ جن میں عمارت کثیر ہوں کمتر ہوتے ہیں۔ شانہزادہ اس قلعہ کی سیر کر کے شاہ پور میں آیا۔ اسی روز قلعہ مان پور ہاتھ آیا۔ مرزا خاں نے اُس کا محاصرہ کیا تھا مگر اس نے اچھی طرح کوشش نہیں کی تو شانہزادہ نے اس کو اپنے پاس بلا کر نذر خاں کو یہ چھوڑ حوالہ کیا۔ رنکو نا نو۔ ہیبت او غلی خاں گرز راے کئی بار باہر آکر لڑے۔ مگر کئی آذوقہ سے ناچار ہوا کہ انہوں نے امان مانگی۔ غرہ اسفندیار مذکور قلعہ گڈھ دولت آباد دکن کا مرزا علی بیگ اکبر شاہی نے اہل قلعہ کا آب و اندہ کر کے ایک مہینے کے محاصرہ میں فتح کر لیا۔

بادشاہ جب دار الخلافہ آگرہ میں آگیا تو اُس نے ابو الفضل کو ۵۰۰۰ روپیہ سنہ ۱۰۰۰ء کو حکم دیا کہ دکن جائے۔ کہ اگر امرار دکن اس ملک کی حفاظت اپنے ذمے لیں تو وہ شانہزادہ مراد کو ہمراہ لے کر چلا آئے اور اگر یہ نہ ہو تو وہ شانہزادہ کو روانہ کر دے اور اور سرداروں کے ساتھ ایک جہتی پیدا کرے اور مرزا شاہ رخ کی بہ وید کو یاد بنائے اسی سبب سے اس شانہزادہ کو علم و تقارہ دیکر مالوہ بھیجا تھا کہ اپنی اقطاع میں سپاہ کا سامان کرے اور جس وقت دکن میں بلا تو چلا جائے۔

برار کے منتخب قلعوں میں کچھ لہ بھی ایک قلعہ تھا۔ شیخ ابراہیم کو اس کی فتح کے لئے شانہزادہ مراد نے معین کیا۔ اس نے جا کر اس کا محاصرہ کیا لڑائیاں ہوئیں قلعہ میں آذوقہ کی کمی ہوئی سید حسین و لبو اس راے نے سر اسفندیارند ۱۰۰۰ روپیہ کو قلعہ کی کنجیاں حوالہ کر دیں۔ اس کی عوض میں انہوں نے منصب جاگیر پائے۔ دو مہینے اس سے پہلے شانہزادہ سلطان مراد نے بہر جیو اور کچھ سپاہ خاندیس کو ناسک کی طرف بھیجا تھا عظمت خاں کو بہن لشکر بنایا تھا اُس نے سرداروں کو یک ل کیا اور خوب لڑائیاں لڑا اور شاہی لشکر کو غالب کیا

ابو الفضل کا دکن جانا سنہ ۱۰۰۰ء

قلعہ کچھ لہ کو ناسک کی فتح و ابو الفضل کا دکن جانا سنہ ۱۰۰۰ء

ابو الفضل برہان پور کے نزدیک آیا تو بہادر خاں مرزبان خاندیس آمیر سے چار کوس اسکے استقبال کو آیا اور فرمان و خلعت سعادت مند خاں کی طرح لیا۔ ابو الفضل نے اس سے بہت باتیں تلخ نامائیں اثریورش دکن کی رہنمائی کے لئے کیں اس نے تن آسانی کی بہت سی عذر دہانی کی اور اپنے بیٹے کبیر خاں کو دو ہزار سوار کے ساتھ روانہ کیا اُس نے چاہا کہ ابو الفضل کو اپنے گھر لیجائے اور حمان بنائے اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ اگر تم ہمراہ چلتے تو یہ درخواست منظور ہوتی مگر پھر اُس نے اسباب مال تحفہ بھیجا تو اُس کا جواب اُس نے یہ دیا کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ جب تک چار چیزیں جمع نہیں ہوں گی میں کسی سے کچھ نہ لوں گا۔ اول دوستی۔ دوم دہش کو بزرگ نہ گئے۔ سوم دادہ کا خود آرزو مند نہ ہو۔ چارم اپنی اقیباج۔ اول تین باتیں تو ظاہر ہیں چوتھے کی نسبت یہ گزارش ہے کہ بادشاہی نوازش نے ہی دل پر سے خواہش کا نقش مٹا دیا ہے۔ سونے چاندی کے ڈھیر کے ڈھیر مجھے دیدیے ہیں۔

سلطان مراد احمد نگر سے ناکام پھر اُٹھا اس کا بہت غم اُس کو تھا۔ اس کی ہوشمندی کے گوہر میں چمک نہیں رہی تھی۔ دلوں کو ہاتھ میں لانا کچھ بھول گیا تھا مدامنہ اور مدار میں تیز نہیں کھتا تھا اس کا بیٹا مرگیا تھا اس لئے ادب بھی اس کی عقل تیرہ ہو گئی تھی۔ شراب کے پینے کی کثرت سے صبح ہو گئی تھی۔ دل لگا کر علاج نہیں کرتا تھا اس درد جانکاہ کو چھپاتا اور بہت کم کھاتا ۱۳ سال سابق کو کاویل میں گیا اور وہاں سے پلچ پور میں آیا۔ تپ چڑھی۔ پیٹ میں درد ہوا۔ پادشاہ کے دارالخلافہ میں آنے کی اور اپنے بلانے کی خبر سن کر اور غمگین ہوا۔ وہ اپنے شراب پینے کی شرمندگی کے سبب بادشاہ کے روبرو جانا نہیں چاہتا تھا۔ امر اس امر کو اور روش سے بادشاہ سے کہتے ۲۲ اردی بہشت کو عالم ہیوشی میں دیا۔ سے رخصت ہوا باپ کو جب اس کی بیماری کی خبر ہوئی حکیم مصری کو اُس نے بھیجا تھا حکیم راہ ہی میں تھا کہ مریض سفر کر گیا۔

جب شانزادہ سخت بیمار تھا تو مرزا یوسف خاں اور کارپردازوں نے ابو الفضل کو لکھا تھا کہ جلد آؤ یہاں شانزادہ سخت بیمار ہے۔ ۱۹ اردی بہشت کو جلد چل کر وہ شانزادہ پاس پہنچا تو شانزادہ

کا حال وہ دیکھا کہ جس کا چارہ کچھ نہ تھا۔ جب شاہزادہ مرگیا تو شورش فحی بعضہ بد سنگانی سے بعض اپنے بنہ وبار کی پاسبانی کے لئے اور بعض اپنی اولاد کی نگہبانی کے لئے جدا ہو گئے۔ مگر ابو الفضل نے سپاہ کا سرانجام کر لیا۔ شاہزادہ کی نعش کو شاہ پور میں امانت رکھا۔ کچھ تو رانیوں نے لشکر سے باہر جا کر فتنہ افزائی پر سر اٹھایا۔ ہر چند ان کو سمجھایا پیر نہ سمجھے اس عرصہ میں پس ماندہ سپاہ میں ہزار آگئی ابو الفضل کی گفتار کو فروغ ہو گیا۔ کج گرا آرم سیراب اس کی باتوں کو دل سے سننے لگے لیکن سب چھوٹے بڑوں کی یہ خواہش تھی کہ اٹھ چلے بہت سے غصہ ہو کر جدا ہو کر چلے گئے مگر ابو الفضل نے، ہر کو دکن کی فتح کے لئے کوچ کیا۔ اس پیش روی سے دلوں کو تقویت ہوئی اور اس نے سرحد کے پاسداروں اور ملک کے نگہبانوں کو اندر زنا مے لکھے۔ نیک لوں کی دستیاری کی شاہزادہ کا خزانہ اور اسباب جو بادشاہ پاس بھیجنے کے لائق نہ تھا اور جو کچھ اس کے پاس تھا اور جو کچھ قرض لے سکتا تھا سب اس نے سپاہ میں خرچ کیا تو تھوڑے عرصہ میں جو سپاہی چلے گئے تھے وہ اٹھ چلے آئے پھر ہنگامہ گرم ہوا۔ شاہزادہ کی تمام قلمرو کی عمدہ طور سے پاسبانی ہوئی مگر ناسک ہیں اس سبب سے کہ دور اور نا اہل تھا وہاں آگئی دیر میں ہوئی شاہزادہ کے مرنے اور کارپردازان ملک کے نا اہم ہونے سے یہاں کے پاسبانوں کو پرانگندہ کیا۔ اگرچہ یہ ملک فرشتا کی کوتاہی سے بالکل تسخیر نہ ہوا۔ مگر بہت ساحصہ قلمرو شاہی میں آ گیا۔

چونکہ پاسبانی ملک میں درہنگ مینس ہونی چاہئے اس لئے بادشاہ نے شاہزادہ سلطان دانیال کو ہر تیر ہفت سال بہت سی نصیحتیں کر کے روانہ کیا اور ابو الفضل کو فرمان بھیجا کہ ہم نے شاہزادہ کو دکن روانہ کیا ہے اس کی ملکی مالی حماات کی سربراہی وہ کرے۔ اور بادشاہ نے ہر طرف دکن میں کار آگاہ آدمی مقرر کئے۔ عبدالرحمن کو دولت آباد بھیجا اہمیں دونوں میں دولت آباد کے قلعہ نشینوں نے ابو الفضل کو یہ لکھا تھا کہ اگر ہم کو اپنی درست پیمانی سے ایمنی عطا ہو اور کوئی جگہ ہنگامہ کے لئے دی جائے تو ہم قلعہ کی کنجیاں حوالہ کر کے پرستاری کو حاضر ہیں لیکن تھوڑے سے حبشی و دکنی یہاں قریب رہتے ہیں ان کی مالش کے واسطے ایک فوج نافرذ کی جائے اس

شاہزادہ دانیال کا دار سے دکن کے لئے مقرر ہونا ہنگامہ و ابوالفضل

سبب ابو الفضل نے اپنے بیٹے کو پندرہ سو سواروں اور اسی قدر اور سپاہ کے ساتھ روانہ کیا۔ ۲۶ امرداد کو مرزا شاہ ہرخ لشکر دکن سے ملا۔ جب مرزا مراد کے مرنے سے شورش مچی تو ابو الفضل نے اُس کو بلایا تھا مگر وہ نہ آیا۔ بادشاہ نے فرمان عتاب آمیز بھیجے تو بھی اُس نے عذر ہی کئے۔ پھر بادشاہ نے حسین کو نرا دل بنا کے بھیجا تو وہ کام و ناکام روانہ ہوا اور لشکر سے آگن کر ملا۔

شہر بیر سے ایک وسیع ملک متعلق تھا جس میں گیارہ سو دہ آباد تھے ہر ایک دہ شہر کے متعلق تھا۔ مراد کے مرنے سے ایک مہینہ پہلے شیر خواجہ نے اس کو تسخیر کیا تھا جب یہ شاہزادہ مرگیا تو اکثر ارکان دولت کی رائے یہ تھی کہ اس ملک کو چھوڑ دیجئے مگر خواجہ نے اس کو اس لئے نہ چھوڑا کہ مفتوح ملک کو چھوڑنا غنیمت کو ذلیل کرنا ہے۔ مخالف پندرہ ہزار سے زیادہ تھے ان کا ارادہ تھا کہ جس وقت بارش کے ہونے سے دریاب لرزہ ہوں تو شیر خواجہ کا جھگڑا تمام کریں۔ برسات کے شروع میں وہ جمع ہونے شروع ہوئے وہ یہ سوچتے تھے کہ لشکر شاہی تین ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ جب دیر اپنی طینانی پر آئے گا ملک کو چھیننے نہ دے گا اُس وقت ہم کو لڑنا چاہئے۔ جب ابو الفضل کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے امرار کو جن کا ملنا خواجہ سے آسان تھا نام لکھے اور یاد دہانی کرنے میں سخت کوشش کی۔ کچھ امرار نے ناشناسی سے اور ایک گروہ نے تباہ سگالی سے تاخیر کی۔ یہاں تک کہ برسات کی شدت ہوئی اور دریا خوب چڑھ گیا۔ پندرہ ہزار حبشی و دکنی اور ساٹھ ہاتھی اور سامان پیکار لے کر مخالف بیر کے پاس آیا۔ شیر خواجہ نے جو جواں مردی اور کارپرداز ہی میں لیتا تھا فوجوں کو آہستہ کیا خود کار نشناسی اور آتش خونی سے الگ ہو کر ندیوں کے پار آگے دوڑا نہ ہر چند کارنگوں نے غنیمت کی افزودنی اور احتیاط کی سود مند اور نشیب فراز کا آگے ہونا گزارش کیا۔ مگر اس نے کچھ نہ سنا۔ اس ناہنجار راہ کے جانے سے لشکر میں کچھ پرانگی ہوئی غنیمت فوج کو آہستہ کر کے ہراول میں راجپوت تھے وہ شہزادہ طور پر لڑے اور مردانگی کر کے غالب ہوئے قول و برفار و جرافار اچھی خدمت نہ بجالائے

میر کا فتح ہو گیا
۱۰۰۰

و خلعت و دلاسا و مال دینے سے سرگرم کیا اور خود بان گنا کے ساحل پر اپنا بنگاہ بنایا غرض
شورش فرو ہوئی اور بہت سرتابوں نے لالہ گری کی جس سے بنگاہ شاہی کو رونق ہوئی
قلعہ شاہ گدہ میں ایک نیم کا درخت عجیب دیکھا کہ اسکے تنہ میں دو شاخیں تھیں ایک شیریں
اور دوسری تلخ۔ اول کو تنہ میں ہی اور چارہ برص میں کار گر جانتے تھے۔ بادشاہ کو اسکا
اطلاع ہوئی اور اسکے حکم سے دو نوشا خون میں سے کچھ کچھ نیم بھیجا گیا۔ انھیں دنوں میں
برایک قلعہ قلعہ فتح ہو گیا۔ ابو الفضل نے سندر داس کو اسکی تسخیر کیلئے بھیجا تھا اسنے
کرار اور زینوں پر سپاہ کو چڑھا کر قلعہ لیلیا۔ قلعہ دار قلعو خان اسکا مطیع ہوا پر نالہ کا قلعہ جو
برار میں فتح کر لیا۔ سپاہ میں سے بہت آدمیوں کی اقطاع نہ تھیں۔ بعض کی جاگیر میں شائستہ
انظام نہ تھا وہ روپیہ کے خواہشمند تھے۔ اسلئے پادشاہ نے حکم دیدیا تھا کہ خزانہ کجوات سے روپیہ
برابر پہنچتا رہے۔ پادشاہ نے تین لاکھ روپیہ کی ہنڈ دیاں بھیجیں۔ پادشاہ نے اپنے حضور کے
امرا کو نقد روپیہ دیدیا تھا۔ اب ہر ایک کو حکم بھیجا گیا کہ ہنڈ و می کے ذریعے سے روپیہ کو دینا
تھوڑے عرصہ میں سارا روپیہ پہنچ گیا۔ اور سپاہ کو اس سے بڑی تقویت ہو گئی۔

پادشاہ نے دکن کی فسطح کے لئے شانہزادہ دانیال کو مقرر کیا تھا اسکو راہ میں دیر
لگی۔ پادشاہ نے شکار کے ارادہ سے مالوہ کا قصد کیا تاکہ شہزادہ حکم کے موافق آگے
چلے ششم مہر شہزادہ کو وہ دارا الخلافہ آگرہ سے چلا اور یورش دکن کا ارادہ کیا اسی دن
شانہزادہ کو آسیر جانیکا حکم بھیجا شانہزادہ بادہ پیمائی اور بدہم نشینی سے سودا دریاں کو
نہیں جاتا تھا اس سبب سے پادشاہ نے اسکا دربار بند کیا تھا۔ مگر یہی مکان کی سفارش
اسکو پھر دولت کو نش نصیب ہوئی خدمت گزاری اور پنجار روئی کا پیمانہ نازہ کیا
اسکو امرارانا کی مالش کے لئے مقرر کیا۔

چاندنی بی قلعہ احمد نگر میں تھی اور استوار جگہ کو اپنی پناہ سمجھتی تھی اور کچھ سپاہ بھی
اسکے تابع تھی۔ اسنے برہمان الملا کے پوتے بہادر کو مرزا بنارکھا تھا قلعہ سے باہر

فرمانہ کجوات سے آتا۔

پادشاہ کا مالوہ میں دکن کے ارادہ سے آتا۔

ابھنگ خان زندگی نے شورش نچا رکھی تھی گو وہ اس خور و سال بہادر کو مر زبان نانتا تھا مگر
 اس پارسا زبان کی گھات میں لگا رہتا تھا۔ یہ دانشمند با نو بادشاہ کی سپاہ سے بھی خوشا
 کی باتیں کرتی تھی اور دکنیوں سے بھی دوستی کی داستان گاتی تھی ابو الفضل سے بھی جب
 اسے یہی روش برتی تو اسے جواب دیا کہ اگر پیش بینی اور روشن آخری سے اپنی تین دلا درگاہ
 میں پہنچاؤ تو اس سے بہتر کوئی اور بات آپ کے حق میں نہو گی جو پیمان کر داسکا پاس ضرور
 رکھو ورنہ سخن بے فروغ کر دار کرنا سزاوار نہیں ہے۔ پیغاموں کی آمد و رفت بے سود
 جب اسکو قلعہ کے باہر کے آدمیوں کی بدگوہری ظاہر ہوئی تو ہوا خواہوں کو بھیج کر پیوند دوستی ہتھوڑا کیا
 اور عہد نامہ خود لکھ کر بھیجا۔ اور اسمین قسین لکھن کے ابھنگ کی مالش کے بعد وہ قلعہ کی کنجیاں الہ
 کر یکی بشرطیکہ اسکو یہیں تیول دیجا اور اجازت ہو کہ وہاں جا کر آسائش کرے اور جستجو چاہے
 پادشاہ پاس جا۔ اور بہادر کو پادشاہ کی خدمت میں بھیجے۔ لیکن اسمین کچھ اسکے ارادوں کے بدلنے سے
 اور کچھ ہمارے دل نیزیاری سے التوا ہوا جب شاہ گڈہ میں سپاہ کو توقف بہت ہوا اور کچھ
 سپاہ جدا ہو گئی۔ شاہزادہ کی آمد کا آواز بھی فز ہوا تو ابھنگ غائب ہو کر آٹھ یا شمشیر الملک پور
 میان خان کو جو پہلے برار کی حکومت رکھتا تھا انداز نکال کر اسے اپنا اعتبار بڑھا دیا لشکر ہمارا کیا
 کہ دولت آباد سے اس سرزمین میں آئے چونکہ یہاں لشکر شاہی کا زہ و زاد ہے تو اس
 لشکر شاہی میں پرالگندگی پیدا ہو گئی جس سے مستبد ہاتھ آئیگی۔ ابو الفضل کو اس تدبیر
 کی مدت سے آگئی تھی۔ مرزا یوسف خان کو بہت سے آدمیوں کے ساتھ اس کی
 چارہ گری کے لئے مقرر کیا تھا مرزا نے اُسے آسان جان کر بے پروائی کی اور ولایت
 برار میں آگیا جس سے ایک عجیب شورش برپا ہوئی۔ اس ملک کے بہت سے پاسدار بھاگ گئے
 کوئی گروہ اپنے بندوبار کی غجواری کے لئے چلا گیا۔ ابو الفضل نے کار آگاہوں کی یادری سے
 احمد نگر کا قصد کیا تھا اسنے باہر کے بدو اتوں کی مالش اور چاندنی بی کی گفتار کی عیار گیری کا
 خیال کیا۔ اور روانہ ہوا اور ہر طرف کے دلاوروں کو بلایا جب وہ چند منزل چلا

تو سب طرف سے مخالف احمد نگر میں جمع ہوئے۔ مرزا یوسف خان اس شورش سے بیدار ہوا
تیز روی کے ساتھ پیچھے آیا۔ مرزا خان و مرزا لشکر علی و عادل خان و سندر داس کو اپنی سے
پہلے روانہ کیا شمشیر خان نے ایچ پور کا قصد کیا جو آدمی پہلے بھیجے تھے وہ پہنچے تو اُس سے
شمشیر خان سر ایمہ ہو کر جلد چل دیا۔ یہ لوگ زمینداروں کی ہمنونی سے پیچھے تھے۔ آذر کو اسکی
منزل گاہ میں انہوں نے ہر طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ماری۔ کچھ لڑائی ہوئی۔ ناگہ شمشیر خان
ایک تیر لگا کہ اسکی جان گئی اسلئے اسکا ہنگامہ پر اگندہ ہو گیا۔ ابو الفضل نے اب احمد نگر کے
جائینکا ارادہ ترک کیا۔ دسے کو مونگی پٹن میں آیا بان گدگا سے اترنا چاہتا تھا کہ شاہزادہ
سلطان دانیال کے احکام پریم آنے شروع ہوئے کہ احمد نگر کو ہم فتح کرینگے تو اسکا ارادہ بھر
اور اب ہم راہ میں توقف نہیں کرینگے جب شاہزادہ برہان پور میں آیا تو بہادر مرزا خان
اس سے ملنے نہ آیا۔ شاہزادہ کا ارادہ اسکی مالش کا ہوا۔ مرزا یوسف خان کو کہ ٹٹن کا ارادہ کرتا تھا
اپنے پاس بلالیا ابو الفضل سے بہت آدمی رخصت لیکر شاہزادہ پاس چلے گئے۔ غنیم نے
اس بیجا درنگ و پر اگندگی سپاہ سے دلیر ہو کر کئی دفعہ شاہی لشکر پر شجوں مارا اور نام کام
چلا گیا۔ چراگاہ پر دست درازی کرنے لگا۔ دشمن سے جو انحراد لیے لڑے کہ ابھنگ خان نے
لابہ گری شروع کی۔

پادشاہ ۲۹ بہمن کو شہنشاہ کو اجین کے قریب آیا۔ اسکا ارادہ تھا کہ مالوہ میں
چند روز عشرت شکار میں بسر کرے۔ کہ سپاہ چستی و چالاکی سے احمد نگر کی فتح میں دل
لگائے۔ مگر اسکو معلوم ہوا کہ بہادر خان مرزا خان خاندیس کو اپنے قلعہ کی استواری پر
اور سامان کی افزونی پر نظر تھی کہ وہ شاہزادہ سے نہ ملا۔ اسلئے کشائش و مالش کا خیال
شاہزادہ کو ہوا۔ پادشاہ نے شاہزادہ کو حکم دیا کہ وہ احمد نگر کی فتح کو چاہے بہادر کا نہ ملنا
اسکی سرتابی کے سبب سے نہیں ہو۔ اسکا ارادہ ہی کہ اول ہمارے کورنش کو آئینگا۔ ورنہ
منہ کار کو سوچ کر چاہے گری اُس وقت کیجائیگی کہ ہم برہان پور میں پہنچیں گے۔ بہادر خان نے

پادشاہ کا اسکی فتح کے لیے جانا

پیشکش بھیجی اور اپنے بیٹے کبیر خان کو بادشاہ کی خدمت گزار می کیلئے ہمراہ کیا۔ خواجہ مودود کو بادشاہ نے اسکی نصیحت گری کے لئے بھیجا۔ اسے چار ناد رہا تھی بھیجے اور اپنے نہ ملنے کے عذر میں جھوٹی باتیں بنائیں۔ بادشاہ نے میر صدر جہان کو اندرز گوئی کے لئے روانہ کیا۔ پھر پتھر خاکی مگر وہ سمجھانے سے کچھ نہ سمجھا۔ اسکے باپ دادا ہمیشہ مرث سے بادشاہ کی فرمان پذیری اور خدمتگذاری کرتے تھے۔ اسلئے بادشاہ نے اسکا ملک اسکو دیدیا تھا۔ اب بہادر خان نہ لشکر دکن کے ساتھ گیا نہ شاہزادہ سے ملا۔ نہ بادشاہ سے ملنے آیا۔ اسلئے بادشاہ نے اسفندارند کو سالباہن سپہر منڈی و شیخ فرید بخشی بیگی و ہاشم بیگ اور بہت سے سرداروں کو آسمیر کے فتح کرنے کیلئے بھیجا۔ بادشاہ ۲۳ کو زبد کے کنارے پر آیا ۲۶ کو دریا سے اتر کر بیجا گدھ میں آیا یہاں نوروزی جشن ہوا۔

جب شاہزادہ برہانپور سے گذر افرامان والا ابو الفضل پاس آیا کہ سپاہ مرزا شاہ رخ کو پیر کر کے ہمارے پاس آؤ۔ اس سے ابو الفضل بڑا خوش ہوا۔ مرزا کے پاس گیا اور اچھن مرتب ہوئی اور فرمان پڑھا گیا۔ برہانپور میں آدمی چلے گئے تھے۔ اسلئے پراگندگی ہو رہی تھی مرزا اور سرداروں نے ابو الفضل کے جانے کو پسند نہیں کیا اور عرض کیا کہ اس آشوب گاہ کی آرامش کا یا رہ سکو نہیں ہے۔ ابو الفضل پر مردہ ہو کر اپنے بنگاہ کو گیا اور انتظار میں بیٹھا۔ کچھ دن گذرے کہ شاہزادہ بہت نزدیک آگیا۔ مرزا شاہ رخ و میر مرتضیٰ اور خواجہ ابوالحسن اور کاراگمونی لشکر کی حفاظت کو اپنی ذمہ لیا۔ خزانہ و توپخانہ اور اسباب انکو ابو الفضل نے سپرد کیا اور بادشاہ کے حکم کے موافق فیملیانہ ہمراہ لیا۔ ۱۲ اسفندارند کو روانہ ہوا۔ ۷ کو آہویرہ میں شاہزادہ سے ملا تین روز یہاں رہا کہ ایک اور فرمان شاہی آیا کہ وہ برہان پور میں آئے۔ اگر بہادر اندرز پذیر ہو تو اسکو بخشائش کی نوید سن کر ہمراہ ہمارے پاس لائے اور نہیں تو فیملیانہ اور لشکر کو وہاں چھوڑ کر چلا آئے تاکہ آگے چلنے اور گجرات کی طرف جانیکے باب میں مشورہ کیا جائے۔ جب ابو الفضل برہانپور میں آیا تو بہادر ساتھ چلنے کو راضی ہوا مگر گھر جا کر اسکی نیت بد لگتی

ابو الفضل کا بادشاہ کی خدمت میں جانا

نالائق جواب لکھا اور ساتھ نہ چلا۔ ابو الفضل نے لشکر ذیل خانہ یمن چھوڑا اور بہت جلد پادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ پادشاہ نے خسروانی نوازش کر کے یہ بیت پڑھنی سے
فرخندہ شبے باید و خوش منابے : تا با تو حکایت کنم از ہر بابے : چونکہ سپاہ احمد نگر کی کشائش کو
گئی ہوئی تھی اور پادشاہ نزدیک گیا تھا اسلئے آگے چلنے کی ٹھہری اور ۲۱ اسفند ارند کو پادشاہ
برہانپور میں آگیا۔ اگرہ سے اس شہر تک ۲۲۶ کروہ کا فاصلہ ہے ۱۹ دنوں میں ۶۹ کو چون میں
پادشاہ نے طو کیا۔ ۲۲ خان اعظم آصف خان و شیخ فرید ابو الفضل کو آسیر کے محاصرہ کر نیکی لئے
بھیجا جو لشکر پہلے بسر کردی شیخ فرید بخشی آسیر کی فتح کو گیا تھا اُسے اپنے آدمیوں کی کمی اور
دشمنوں کی افزونی کے سبب سے دو برہنی کے ساتھ یہ کام کیا تھا کہ وہ قلعہ کے تین گوشے
پڑا تھا۔ بعض ناتوان بیہوش نے اور رنگ سے اس امر کو پادشاہ سے گزارش کیا
پادشاہ کو گران خاطر ہوا۔ ابو الفضل نے پادشاہ سے حقیقت حال کو بیان کر کے اس
گرانی کو دور کیا۔ اس تاریخ خاندیس کی نگہبانی ابو الفضل کو سپرد ہوئی ۲۳ کو اُسے دو جگہ
آدمی بٹھائے۔ ایک طرف اپنے بھائی شیخ ابوالبرکات کو دوسری طرف شیخ عبدالرحمن
اپنے بیٹے کو تھوڑے عرصہ میں اُنہوں نے گردن کشوں کو مالش دی اور سر کشوں کو مطیع کیا۔
خاندیس کی سپاہ نے بندگی قبول کی۔ کسانوں کو ایسا دلاسا دیا گیا کہ وہ اپنی کشت کار میں
مشغول ہوئے۔ ہمارا دی بہشت کو منظر حسین کو انگ پر بھیجا۔ یہاں فولاد خان حبشی
وروپ رائے۔ ملک بشیر اور بعض ور سردار خاندیس کی بندگی کی داستان گزارش کرتے تھے
رائے دُرگا۔ رائے منوہر خواجگی فتح الد۔ میرزا اہد میرگانی و میر عبدالحی کو بسر کردگی
میرزا اہد کو اس طرف پادشاہ نے بھیجا۔ اگر یہ لوگ اندر سرائی کو قبول کریں تو اُنکو ہمارے پاس
روانہ کریں اور خود قلعہ کی فتح میں مصروف ہوں ورنہ انکی مالش کریں پٹن میں ابو الفضل
سمجھانے سے فولاد خان نے فرمان پذیری کا استوار پیمان کیا۔ مسعود بیگ سو پادشاہی ذیل
لئے گجرات جاتا تھا کہ وہ فولاد خان سے ملا۔ روپ رائے فولاد کو اپنے سے کمزور سمجھ کر

لڑا اور زخمی ہو کر بھاگا اور کچھ دنوں بعد مر گیا۔ ہاتھی اور سارا اسباب اسکا فولاد خان کے ہاتھ آیا۔ فولاد خان کی نیک پرستاری ثابت ہوئی وہ ۱۲ کو یاوشاہ کی خدمت میں آیا اور منصب ہزاری پایا۔ اٹھین دنوں میں بہادر خان نے بھی معذرت کی اور پناہ مانگی۔ اپنی مادر کلان اور بیٹے کو سب سے ہاتھوں کے ساتھ بھیجا۔ اور عرض کیا کہ اپنی لغزش کے سبب سے میرے دل پر بالکل خوف چھا رہا ہے اس سبب سے میں حاضری سے معذور ہوں کچھ دنوں مجھ سے خدمت غائبانہ لیجائے تاکہ میرا ہراس دور ہو جائے نیکو پرستاری کی دستاویز سے درگاہ والا میں آؤں اپنی بیٹی کو بھیجتا ہوں اس کو سلطان خسرو کے مشکوی میں حضور سپرد فرمائیں۔ اسباب اور مال پیشکش میں بھیجتا ہوں وہ سوچا یہ تھا کہ ان دنوں قحط پڑ رہا ہے میرے اس عذر کو حضور قبول فرما کر کوچ فرمائینگے۔ پادشاہ نے جواب دیا کہ کوئی عذیر قبول نہیں ہوگا جتنک وہ نہ آئیگا۔ ہمارے پیان پر بھر و سہ کر کے چلا آ۔ اور خدمتگزار ہی جلدی سے کہ ابو الفضل نے سند داس کو بھیج کر قلعہ سنبل و دل و جامو فتح کر لئے ان قلعوں میں ابراہیم نے سر اٹھایا تھا وہ لڑا اور دستگیر ہوا۔ اور اپنی سزا کو پہنچا۔ تھرا داس بھی مردانہ لڑ کر جان سپار ہوا۔ ۴۵ کو ابو الفضل کو منصب چار ہزاری ملا اور صفدر خان نبیرہ راجہ علی اور ہمیشہ زادہ ابو الفضل کو منصب ہزاری ملا تاکہ خاندیس کی سپاہ اس سے گردیدہ ہو کہ وہ سب بہت بلند اور دشوار گزار تھا۔ قلعہ نشین اسپر چڑھتے اور گرد نہ پہنچاتے۔ قراہیگ مرزا یوسف و مرزا تولک و بعض اور امرار دشمن سے لڑے اور پایہ پیان غنیم کو دفع کرتے گئے یہاں تک کہ وہ قلعہ کے اندر چلے گئے اور اہل قلعہ کو قراہیگ نے کچھ تنگ حال کیا۔

سعادت خان حاکم ناسک فرمان پذیر ہوا۔ مگر اس کا غلام راجو تھا اسنے اس کے نوکروں کو ہکا کر اپنے ساتھ کر لیا۔ اور ہاتھی اور سارے اسباب پر قبضہ کر کے اس ملک کا مالک بن بیٹھا۔ شاہزادہ دانیال کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے پانچ ہزار سپاہ بسر کردگی دولت خان بھیجی اس سے خوب لڑائی ہوئی اور شکر شاہی کو فتح نصیب ہوئی احمد نگر کے قلعہ کو سپاہ شاہی محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ سعادت خان و فرہاد خان

ناسک کا فتح ہونا

شاہزادہ دانیال کی بیوردہ و ملکات

دشجاعت خان، شہزادہ خان، عبدالستار خان اور بہت سے دکنی اور زنگی عہد و پیمان لیکر شاہزادہ کے پاس آئے۔ مگر دشمنان دوست نہ ہو سکا کہ انکی کار شکنی کیجئے۔ اور بختہ کاروں کے طور پر شاہزادہ کو ان کی طرف سے بھڑکائیے۔ انکی رہنمائی سے انہیں بہت کو گرفتار کر لیا۔ فرہاد خان اور کئی ایک اور مرزا خان کی ہمراہی میں بے خوف خطر خدنگدار تھے وہ بھاگ گئے پیمان شکنی کی شہرت نے تازہ شورش برپا کی جو دس شہزادہ ملنے آئے تھے وہ اُلٹے چلے گئے۔

شکر شاہی احمد نگر کی فتح میں معروف تھا بیجا پور کا لشکر اپنی سرحد کی پاسداری کے واسطے سرحد پر آیا تھا اور بڑی نگرانی کرتا تھا۔ غرض پست فتنہ دوستوں نے اس لشکر کے آنے کی گرم بازاری کو اور روش پر ادا کیا۔ قریب تھا کہ قلعہ کے گرد سے سپاہ اٹھ جائے مگر کچھ ایسا سبب ہو گیا کہ اسے محاصرہ نہ چھوڑا لیکن ناسکے سپاہ بیطور بلائی گئی اور وہ ملک لیا ہوا تھا سے بڑی طرح نکل گیا چودھویں کو بادشاہ برہانپور گیا شکر شاہی قلعہ احمد نگر کی فتح کو بھیجا گیا تھا اسکا یہ ارادہ تھا کہ بارش کے بعد اس کام پر دل لگائے مگر بادشاہ نے پیہم کوشش کی اور خود برہان پور میں آ گیا تھا اسلئے لشکر نے اس پر توجہ کی۔ مرزا ستم ایک لاکھ مہر لیکر مرزا دانیال پاس آ گیا تھا۔ چاند بی بی اپنے پیمان پر جو ابوالفضل سے کیا تھا قائم بھی ابھنگ خان (ننگ خان) بہت سے زنگی اور دکنی لیکر گریوہ کے سرے پر کارزار کا آہنگ رکھتا تھا۔ یہ شاہی اقبال تھا کہ لشکر دکن میں نفاق و دوروی پیدا ہوئی۔ ۲۶ فروردین کو ہر کس و ناکس کی دبا پیر یہ تھا کہ بعض سردار بادشاہی سپاہ سے سازش رکھتے ہیں اسلئے ابھنگ خان بہت ہارے دیتا تھا اور بے لڑے پر اگندہ ہوا جاتا تھا۔ ۲۸ اردی بہشت لشکر شاہی نے احمد نگر کے نزدیک خیمے ڈالے اور مورچا لین امیرون کے لئے مقرر ہوئے۔ چاند بی بی اپنے عہد و پیمان کو تازہ کر رہی تھی کہ جیشہ خان خواجہ سرا کو اسکی اطلاع ہوئی اُسے بعض اہل قلعہ کے ساتھ

قلعہ احمد نگر کی فتح ۱۰۹۱ھ

متفق ہو کر چاند بی بی کو مار ڈالا۔ اعتبار خان میر صفی و مرزا تقی و حاجی محمد نے توپ اندازی شروع
 کی۔ سپاہ شاہی کے دیرو لگانے نے آسان کام کو مشکل کر دیا چند بار غنیم قلعہ سے باہر نکل کر لڑا۔
 ناکام پھر گیا شاہزادہ کی سخت کوشش سے اسکے نوکر خاک یزی (خندق کو مٹی سے پر کرنے پر)
 پر دل نہاد ہوئے خندق کو بالکل بھر کر دیوار کی برابر کر دیا خندق کی چوڑائی ۳۰ گز سے ۴۰ گز
 تھی۔ گہرائی ۷ گز دیوار نیلے پتھر کی ۲۷ گز بلند تھی۔ اگرچہ بہت آدمی خدمت کی بجائے آوری میں
 کوشش کرتے تھے مگر شاہزادہ کے اور مرزا یوسف خان کے مورچلوں میں زیادہ اہتمام ہوتا تھا
 انہوں نے چند ٹرنکین لگائیں تھیں۔ مگر اہل قلعہ نے انکا پتا لگا لیا اور انکو خالی کر دیا۔ تعجب یہ
 کہ اہل قلعہ نے اندر سے نقب کھودی تھی اور اسمین آگ لگائی تھی مگر وہ خاک ریز میں افسردہ
 ہو گئی اس سے کچھ گزند لشکر شاہی کو نہیں پہنچا۔ بلکہ قلعہ کے ایک برج کو اسے ہلا کر شست
 بیوند کر دیا۔ اسپر لشکر شاہی کو اطلاع ہوئی اور اسکو خالی کیا اور اسمین ایکھو آسمی من بارود
 پر کی اور اسے ایک برج کو جسکا نام لیے تھا۔ اوزتیں گز دیوار کو ہوا میں اڑا دیا۔ اسکے
 پتھروں سے دشمن کچلے گئے۔ مگر لشکر شاہی میں ایک کٹل بھی آنکر نہیں پڑی پھر اس راہ
 سے قلعہ میں تیز دست گھس گئے اور بہت سے مرزا یوسف خان کے مورچال میں سے
 قلعہ کے اندر چلے گئے۔ غنیم کے پندرہ سو آدمی مائے اوز کچھ آدمیوں کو ان کے دوستوں کی
 سفارش سے رہائی دی۔ برہان نظام الملک کا پوتا ابراہیم کا بیٹا ہبادر ماتھ آیا
 گر انامیہ جواہر درم صغ آلات و عجیب کتب خانہ اور بہت سامان و اسباب اوپچس ہاتھی
 غنیمت میں ماتھ لکے۔ توپیں اور بارود حد سے زیادہ۔ باوجودیکہ برسات کا موسم
 تھا مگر ان دنوں میں بارش نہوئی۔ خاک ریز آسانی سے ہو گیا دوسرے روز سے
 موبلادھارینہ برسنے شروع ہوا۔ بادشاہ کو اس فتح کی برہان پور میں دو روز
 بعد اطلاع ہوئی۔ پادشاہ جنیر میں ۲۳ آبان کو آیا۔ یہ آباد شہر نظام الملک کے بادشاہ کا
 تھا۔ اسکے قلعہ کا نام سنیر تھا سب احمد نگر فتح ہو گیا تو مرزا خان کو اس قلعہ کی طرف

بھیجا وہ بے جنگ ہاتھ آیا۔ بہادر خان نے غزوہ کو سادات خان کو جو اسکا شیرمشر تھا پادشاہ کے پاس منسلک ہاتھیوں کے ساتھ بھیجا وہ پادشاہ کے پاس آیا۔ وہی پہلا پیغام اسکا گذارش کیا مگر پادشاہ نے اسے نہیں قبول کیا۔ ایلچی کو واپس جانے کی اجازت دی مگر اسے عرض کیا کہ میں بہت مشکل سے اس تنگنا سے نکلا ہوں مجھے مدت سے حضور کی قدمبوسی کی آرزو تھی۔ اسلئے پادشاہ نے اسے ہزاری کا منصب یا اور شیخ پیر محمد حسین کے ہاتھ جو اسکے ہمراہ تھا۔ بہادر خان پاس جواب بھیج دیا۔

آسیر منتخب قلعوں میں سے تھا استواری اور بلندی میں بے نظیر تھا۔ اسکی کمر گاہیں ایک نامور قلعہ مالی گڈہ تھا۔ جو آسیر میں جانا چاہے تو اول اس کو اس قلعہ میں گذرنا پڑتا ہی اسکے شمال مشرق میں چونہ مالی ہے جسکی کچھ دیوار بننے سے رہ گئی ہے مشرق سے نیرت تک پہاڑیاں ہیں۔ جنوب میں سر بلند پہاڑ گوڈھپہ ہے۔ نیرت میں ایک پہاڑ ساپن ہے۔ دشمنوں نے ان سب جگہوں کو توپ اور آدمیوں سے استوار کر رکھا تھا۔ ساپن کی فتح ہونیکا حال پہلے بیان ہوا ہے۔ کوتاہ اندیش اسکی فتح کو پسند نہیں کرتے تھے بنگاہ کی دوری سے سب چھوٹے بڑوں کا دل آزرہ ہوتا تھا۔ اہل قلعہ کی زرفشانی نے بھی بعض کو متزلزل کر رکھا تھا۔ اہل قلعہ میں سے ایک نے قرا بیگ سے ملکر پوشیدہ راہ بتائی کہ اس سے آسانی جاسکتے ہو مگر کارپڑہی منظور نہ تھی۔ اسلئے اسکی اطلاع پر کان نہ لگایا جب پادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو خبر دیوے والے کو سودائی تبا دیا بہت آدمیوں کے مرنے کی خبر سنا کر پادشاہ کو باز رکھا۔ اور آذر کشنہ کو ابو الفضل کو اس مہم کا اہتمام سپرد ہوا جب وہ یہاں آیا تو قرا بیگ سے اس کو پوچھا اہل مورچال کو اطلاع دی کہ اس ہفتہ میں قلعہ کشانی کے لئے دوڑونگا جب نقارہ کرنا کی آواز سنو تو ہر ایک زمین پر سوار ہو کر قلعہ میں آؤ اور نقارہ کو بہت زور سے بجاؤ انہوں نے خواہ مخواہ قبول کیا۔ مگر اسکو دیوا مٹا نہ جانا۔

۱۸ کی اندھیری رات میں مینہ برسنے کے اندر خاص آدمیوں کو گروہ گروہ کر کے ساپن پہاڑ کے اوپر چڑھایا۔ اول آدھی رات کو قرا بیگ کو ایک گروہ کے ساتھ روانہ کیا

مالی گڈہ کی فتح

اُس نے پایہ پایہ اپنے مورچال کے آدمیوں کو بھیجا۔ آخر شب میں پہلے گروہ کے چند آدمی اس پوشیدہ راہ میں چلے۔ دروازہ ہائی کو توڑا۔ بہت سے جوان مرد قلعہ کے اندر آئے۔ نقارہ اور کنا قلعہ کے اندر بجا۔ آدمیوں کے آنے میں دیر لگی اس لیے قلعہ نشین کچھ لڑے۔ ابوالفضل خود آیا۔ تیرے راہ تباہی میں کچھ غلطی کی۔ لڑائی گرم ہو رہی تھی مینہ برس رہا تھا صبح کے وقت وہ طناب پر چڑھ کر قلعہ میں گیا تھوڑی دیر غنیمت سیرامیہ ہو کر آسیر میں بھاگ گیا جب دن ہوا تو اور مورچال نشین بھی ہر طرف سے لڑنے کو دوڑے گدھنیہ اور چونہ پر پہنچے۔

اس امر کا خیال بھی نہ تھا کہ مرزبان خاندیس پادشاہ کیلئے دروازہ نہ کھولیکا۔ اس لئے سامان قلعہ کشائی سہرا نہ تھا۔ ہزار کوشش سے چند توپیں پر نالہ و کاویل واحد آباد سے آئیں جب مالی گدہ فتح ہوا تو بہادر خان کی آنکھیں کھلیں۔ ایک نیر اپنا ابوالفضل پاس بھیجا۔ پادشاہ کی خدمت میں آئیں اور پناہ مانگنے کی درخواست کی اس کا جواب اس نے کچھ نہ دیا جب وہ بہت رو یادھو یا تو اس کے فرستادہ کو پادشاہ پاس بھیج دیا ۲۴ آؤر کو پادشاہ نے راجہ اس کو اس پر بھیجا وہ چوتھے روز مقرب خان کو جو بہادر خان کی ناک کا بال تھا ساتھ لایا۔ اُس نے پیام عرض کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ قلعہ اور ملک اس کو بھردیا جائے اور قیدی رہائی پائیں تو سر کے بل حضور کے پاں آتا ہوں۔ ایک پرانی رسم یہاں چلی آتی ہے کہ لڑتوں میں سے ایک مسند نشین ہوتا ہے اور سب بھائی اور خویش اس کے ہاتھ لٹون میں رہ و زاد کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔ پادشاہ نے اسے قبول کر لیا جان و ناموس کی امان دی۔ بہادر خان پادشاہ کی خدمت میں ناصیہ فرسا ہوا۔ اس کے دو چھوٹے بیٹے افضل خان اور خداوند خان اور اراک اس کے باریاب ہوئے۔

قلعہ میں آذوقہ بہت تھا۔ توپوں کی کثرت تھی۔ سپاہ کی فراوانی اور آلات پاسبانی کا سامان ایسا تھا کہ کسی اور قلعہ میں نہ تھا۔ یہاں پادشاہی لشکر میں قلعہ گیری کا سامان نہ تھا۔ اس قلعہ کے محاصرہ میں آدمیوں کے اجتماع سے وبا شریع ہوئی۔ بہت آدمی روز مرتے مگر اہل قلعہ رعیت کے مرنے پر کچھ خیال نہیں کرتے اور سنہ سنہ

جیلے ہر وقت نکالتے رہتے۔ مالیک ڈھ کی فتح ہوئی اُنکی آمد و شد کی راہ بند ہو گئی تو وہ کچھ
 چونکے۔ پادشاہ کے نوکروں کی رہنمائی سے آخر داستان یہ قرار پائی کہ بہادر درگاہ والا مین
 جبین سائی کو پادشاہ اسکو قلعہ اور ملک پھر دیدیگا اور نہیں تو بہادر یہ گزارش کرے کہ
 اہل قلعہ میرے کہنے سے باہر ہیں۔ یہ تدبیر نیکل میں آئی۔ اور بہادر نے جو سکھایا تھا وہ عرض کیا
 تو پادشاہ نے ابو الفضل کو اجازت دی کہ وہ اس حصار کو فتح کرے وہ اسپر متوجہ ہوا۔
 گو ڈھیمہ سے مورچا لگے بڑھائے اور بڑی بڑی توپیں لانے کی اجازت حاصل کی مگر
 کاراگاہوں کو مخفی بھیج کر اہل قلعہ کو دال ویز باتوں سے اپنی طرف کیا۔ انہوں نے یہ کہہ کہ
 بہادر خان کے خطاطان و بہان کے نام لادو کہ ہمیں قلعہ کے سپرد کرنے میں ہوفائی و بذاتی
 ہمارا منہ کالا ہو۔ مال جان و ناموس کی نگہبانی کا فرمان پادشاہ کا حاصل کر دو بہادر خان
 اول لکھنے میں بحث کی آخر کو نوشتے لکھ دیے اور مہر لگا دی۔ ان نوشتوں کو پادشاہی فرمان کے
 ساتھ اہل قلعہ پاس ابو الفضل نے بھیج دیا۔ چار فرمیں ۳۴ ہزار آدمی مع زرہ و زاد اور سے
 نیچے آئے اور شائستہ طور پر عافیت کی جگہ پہنچ گئے۔ ہمیں کو شیخ عبد الرحمن سپر ابو الفضل کو
 اہل قلعہ نے کجیاں سپرد کر دیں بہادر کے فرزند بھائی و چچا تعداد میں ۵۳ جن میں بعض بیچوان
 بعض خور و سال تھے نیچے آئے۔ وہ پادشاہ کی خدمت میں بھیجے گئے۔ پادشاہ نے ان سب کو
 گرانمایا غلعت یے ہر ایک کو اپنے ملازموں کے ہاں مہمان جدا جدا بنایا ارادہ یہ تھا کہ انہیں
 سے ہر ایک کا امتحان لیکر منصب یا جائے۔ انکے خزانہ و جواہر اور سارے مال اسباب کی
 حفاظت کی گئی ابو الفضل نے بہادر خان کے حوالہ داروں کے ساتھ پادشاہی لشکر ہلکار و نحو
 کر کے قلعہ حوالہ کیا۔ اور کاراگاہان دولت کو ہر جگہ مقرر کیا اور خود پادشاہ کی خدمت
 میں آیا۔ ان کوہ نشین احمقوں نے ایک لاکھ جاندار سے زیادہ قلعہ کے اوپر ترجیح کر
 جمع کئے تھے۔ جانداروں کی انہوی سے ہوا گرگوں ہوئی اور وبا پھیلی پچیس ہزار
 آدمی بیمار ہو کر مرے۔ لشکر شاہی میں کمی بارش کے سبب غلہ بہت پہونچتا رہا اور

سپاہ آساکش سے رہی اور مورچل آگے بڑھنے گئے۔ تو پون نے اپنے گولے برسائے مگر لشکر شاہی میں سے
سوائے ایک بیک بخشی و سید ابوالحسن صفوی کے کوئی بڑا آدمی نہیں مرا۔

ان دنوں میں بادشاہ نے بیجا پور و گلکنڈہ و سیدرین ایلیجی بھیجے۔ عادل خان مرزبان بیجا پور
اول ایک لعل گران بہا بھیج کر نیا لشکر کی۔ ایسے ہی قطب الملک گلکنڈہ نے اور ملک برید سید
نیاز مندی ظاہر کی۔ ان سب کی خواہش یہ تھی کہ کچھ دنوں کے لئے بارگاہ خلافت سے دان ہی
کے ساتھ نامزد ہوں۔ شاہزادہ مراد کے مرنے پر اور سیر کی لڑائی پر اور احمد نگر کے محاصرہ پر نظام الملک
نے افسے یاوری چاہی مگر انہوں نے بادشاہ کی دولت خواہی کا سرشتہ چھوڑ کر انکی باتوں پر کان
نہ لگایا۔ اولیاء دولت بھی بادشاہ کی بازگشت کے لئے سب ڈھونڈ رہے تھے اسلئے دکنیوں کی
آرزو میں پوری ہوئی۔ ۱۲۰۰ کو بادشاہ نے عادل خان پاس شریف سرمدی قطب الملک
پاس سعود بیگ کو ملک برید پاس مومن بیگ کو بھیجا اور زبانی اور تحریری بہت سی نصیحتیں
انکو کیں۔

احمد نگر فتح ہو گیا مگر کار سازوں کی ناپردائی سے فتنہ بڑھنے لگا اناج منگے پونے
لشکر شاہی کی قوت کو ضعیف کیا۔ دکن کے خود کام فراہم ہو کر شورش برپا کرنے لگے
مرتضیٰ نظام الملک کے چچا شاہ علی کے بیٹے علی کو انہوں نے اپنا نظام الملک بنایا
بادشاہ کو سارا حال بیان کا نہیں معلوم ہوا۔ مگر علی پسر شاہ علی کی بدگوہری اور راجہ
فتنہ افزائی بہت مشہور ہو گئی۔ اس سبب سے خانخانان کو احمد نگر بھیجا یا اور ابو الفضل کو
ناسک روانہ کیا۔

جب ابو الفضل نے ملک ناسک کی فتح کا سامان اچھی طرح آمادہ کیا اور سرتابونکی
مالش کے عمدہ روش پر آمادہ ہوا تو حیلہ پردازوں حسد پیشوں نے بادشاہ سے
اسفند ازہد کو حکم بھیجا کہ پسر شاہ علی کے پاس بہت آدمی جمع ہو گئے ہیں وہاں جاؤ اور
خانخانان کے ساتھ اتفاق کر کے کام کو شائستگی سے انجام دو اور ابو الفضل قطبہ انوسے سطرف ازہد ہوا۔

مرزا دانیال کا یاد شاہ پاس آنا

جس وقت سے احمد نگر فتح ہوا شاہزادہ دانیال کو باپ پاس جانیکی لو لگی۔ یاد شاہ نے بھی اُس پاس فرمان بھیج دیا کہ مرزا شاہ رخ کو احمد نگر سپر کر کے میرے پاس چلے آؤ۔ دہم اسفندیار مذکورہ یاد شاہ کی خدمت میں آیا۔ یاد شاہ نے اسپر نوازش کر کے خاندیس کی حکومت عنایت کی اور اس ملک کا نام اسکے نام پر داندیس رکھا۔ شاہزادہ دانیال نے دولت خان لودی کو نوکر رکھ کر اور دہراری منصب دیکر احمد نگر میں مرزا شاہ رخ کی ملک کو بھیجا تھا وہ قورلج سے مر گیا۔ ۲۰ کو خواجگی فتح الہ ناسک کی طرف اسلے بھیجا گیا کہ یہاں کا حاکم سعادت خان پیمان شکنی کر کے باغی ہو گیا تھا مگر اب وہ یہ چاہتا تھا کہ مجھے کوئی نیکر و یاد شاہ پاس لیجائے۔ یاد شاہ نے ۲۲ کو بہادر خان کو گو الیار بھیجا کہ وہاں زندان کو دبستان بنا کے کچھ آگئی حاصل کرے۔ مہربانی سے زہ و زاد اسکا ہمراہ کیا۔ ولی بیگ و سیام بیگ و ابونا صر اور کچھ سپاہ کو ساتھ کر دیا۔

عادل خان بجا پور کا فرما زو آرزو رکھتا تھا کہ اسکی بیٹی کا نکاح شاہزادہ دانیال سے ٹھہر جائے۔ اسلے ۲۹ کو میر جمال الدین ابخو خواستگاری کے ساتھ وہاں بھیجا گیا۔

برید کے امرا پیشین میں سے علی سپر ولی خان تھا وہ بجا پور کے نزدیک اس فکر میں تھا کہ کسی طرح بڑا آدمی ہو جاؤں۔ کچھ آدمیوں نے اُسے بلا کر تھوڑے دنوں بیدر میں بھی چھپا رکھا تھا اس زمانہ میں کہ مومن یاد شاہ کی طرف اندر زگوئی کے لئے گیا تو علی اسکے قبول کے خیال سے قلعہ نکل کر شہر میں آیا مگر زپرست ناسپاسوں نے اسکو ایدر لیجا کر ایک شور برپا کر دیا۔ علی مجبوری زہ و زاد کو لیکر ناروان سے گلکنڈہ کو چلا۔ بد نہاد دن نے پیچھے آنکر اسکی مان اور رشتہ داروں کو دستگیر کیا اور انکو مار ڈالا۔ غرض یاد شاہ سے سرتابی کی سسر اُسکو یلگئی۔

علی سپر شاہ علی کو سزا دینا بڑا کام تھا اسلے ابو الفضل کو ناسک سے بلایا تھا وہ برن گاؤں کے قریب پہلے سال میں خانخانان سے ملا ناگاہ یہ خبر آئی کہ دھکوز میندار عادل خان بجا پوری کی بالمش سے احمد نگر کے قریب آیا ہو اگرچہ وہ فرمان پذیر کی داستان کہتا ہے مگر اسکی دست یازی کا خوف ہے وہ ملک احمد نگر کا بڑا زمیندار ہے۔ پانچزار سوار اور بارہ مہرار

علی سپر ولی خان کا شاہدا ٹھکانا

بیشہ علی کے علاج کیلئے ابو الفضل کا روانہ ہونا

پیادے اُس پاس میں سال گذشتہ میں جالنا پور میں خانمان اسکی دلاسا کے لئے اس طرف
گیا تھا۔ اور ابو الفضل کو علی پسر شاہ علی کی چارہ گری سپرد کی۔ ساحل گنگ رگو داوری پر آیا ہیکے
امیر جو پہلے اس کام کیلئے گئے تھے وہ موجود تھے قلعہ کا لہ فتح ہو گیا۔ احمد نگر کے منتخب قلعہ میں سے
تھا اور سعادت خان پاس تھا وہ مدت کر بندگی کی آرزو رکھتا تھا جب خواجگی فتح اللہ حبکا
اور ذکر ہوا اُس قلعہ کے نزدیک آیا تو اسے شایستگی کے ساتھ قلعہ اسکو سپرد کر دیا۔ ارڈی بہشت
شاہزادہ دانیال پاس پادشاہ نے دولاکھ مہنچین جس سے ملک کشانی کی قوت بڑھ گئی۔

پہلے اس سے کہ قلعہ احمد نگر فتح ہو بعض اولیاء دولت کو بنگاہ دوستی کے سبب اور ایک
گروہ گرانی اشیار کی وجہ سے بعض دکان آرائی کی وجہ سے سخت کوشش کرتے تھے کہ شہر یا ربغیر
آسیر فتح کئے اُٹا چلا جائے۔ پادشاہ سے جب کوئی بازگشت کے لئے کتاوا اسکو جواب ایسا دیتا کہ
اُسکی زبان بند ہو جاتی جب قلعہ آسیر فتح ہو گیا تو اولیاء دولت نے اور زیادہ مراجعت کیلئے
باتیں بنانی شروع کیں۔ پادشاہ کا ارادہ یہ تھا کہ ملک احمد نگر بالکل ناسپاسی کے خضوع خاشاک
پاک ہو۔ اسکے بعد بیجا پور و گلکنڈہ و بیدر پر غلبہ ہو کہ وہاں کے فرمانروا فرمان پیری کا ستوا
عہد کریں۔ ان دنوں میں مرزا باون کے نیائش نامے پادشاہ پاس آئے تو کوچ کر نیوالون کے
ہاتھ ایک ستاویز آئی۔ پادشاہ کا ارادہ نہ تھا کہ جنگ اپنی نہ آئیں وہ جائے لیکن سب
چھوٹے بڑوں کی سخت کوشش سے ارڈی بہشت کو اُسے کوچ کیا۔ ۲۴ کی رات کو بہت سے
آدمی بن پوچھے ابو الفضل سے جدا ہو گئے۔ بہت دنوں سے انکا ارادہ ہندوستان چلنے
کا پادشاہ کے ساتھ تھا غرض پادشاہ کے جانے کی خبر گرم ہوئی تو عجب روار و پیدا
ہوئی۔ دکن کے ناسپاسوں نے شورش مچائی۔ ہر روز لڑائی ہونی شروع ہوئی۔ اس براہمہ
روی میں جعفر پسر مرزا یوسف دکنیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا جس سے انکا غرور بڑھ گیا۔
شاہزادہ نے جو اپنے اہل حرم کو احمد نگر سے بلایا تو اور آشوب بڑھا۔ مرزا یوسف خان
کی سپاہ کو لیکر مرزا رستم براہمہ ہوا۔ پادشاہ اسپر بنقا ہوا کچھ دنوں کو رنش سے باز رکھا

راے درگا اور راے بھوج بھی جنگوا ابو الفضل سے ملنے کا حکم ہوا تھا اپنے گھر چلے گئے اگرچہ وہ کارپڑ وہ نہ تھے مگر انکے ملنے سے ابو الفضل کو تقویت ہوئی۔ ۵۱ کو مرزا شاہ رخ پادشاہ پاس چلا گیا۔ دانیال نے اسکو احمد نگر میں مقرر کیا تھا۔ ۲۶ کو پادشاہ نے ابو الفضل پاس میں بھیجا اور اسے قدر بہت مال (توپ جسکو ہاتھی کھینچیں) اور دس گھوڑے اور کچھ روپے بھیجے جس سے فیروزی کا سرمایہ بڑھا۔ ۲۸ کو سلطان دانیال کو پادشاہ نے بُرا بنو بھیجا۔ پادشاہ کا ارادہ تھا کہ اسکو ہاتھی کے شکار میں اپنے ساتھ لیجائے مگر دکن میں شورش ہونے سے اسکو اُلٹا بھیج دیا۔ مرزا شاہ رخ۔ مرزا یوسف خان۔ شہاب الدین قندھاری کے برخوردار یوسف مسعود خان جٹشی اور تین ہزار ایماق بخشی جو توران سے ابھی نئے آئے تھے اور بہت سے اور سپاہیوں کو اُسکے ہمراہ کیا جس سے رواروی کچھ کم ہوئی۔

صوبہ احمد نگر کے عمدہ قلعہ نمین قلعہ ترنگ تھا۔ آب گنگ (گودادری) کا سرچشمہ اسمین جوش کرتا تھا۔ وہ ایک بزرگ پستشکہ تھا وہ سعادت خان پاس تھا۔ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ وہ پادشاہ کا مالج ہو گیا تھا۔ اسے قلعہ کالہ سپرد کیا تھا۔ یہ قلعہ بھی پادشاہ ہی آدمیوں کو یہاں لاکر اسے سپرد کیا۔ مگر سپاہ کے سرداروں نے دل گرفتگی کے سبب سے قلعہ کی پاسبانی کا سامان نہ کیا اور اُلٹے چلے گئے۔ راجو بہت سی سپاہ کے ساتھ پیچھے آیا۔ لڑنا ہوا اگے چلا جہاں وہ لڑا پادشاہی سپاہ کو فتح ہوئی۔ راجہ بھرجی دہاشم بیگ فولاد خان و ملک شیر و سادات بارہ و عظمت خان نے کارہائے نمایاں کئے ہر ایک اپنے اقطاع کو گیا۔ راجو نے پھر کتر قلعہ پر غلبہ پایا۔ بہادر خان گیلانی تلنگانہ میں حاکم تھا اُس پاس جنگ کا سامان کم تھا مگر جوئے بہت سے دکنی وزنگی جمع کر کے اسپر حملہ کیا۔ وہ کچھ لڑا اُسے شکست پائی اور کسی طرف چلا گیا۔ غرض پرستی کے سبب سے پادشاہ کو اس کی اطلاع نہیں ہوئی اس جٹشی نے خود سرداروں کو جمع کر کے ہنگامہ پاسی برپا کیا۔ سپاہ تلنگانہ کا سردار علی مردان خان تھا۔ وہ پاتھری کے نزدیک شیر خواہ کی یادری کو آیا تھا کہ اسے سنا بہادر خان گیلانی کو

تلنگانہ کے معاملات و تاریخ عبدالرحمن کا فتح پانا

شکست ہوئی وہ پھر اٹھا چلا گیا خیرہ سری سے آمادگی بغیر لڑنے لگا بہت سے اسکے ساتھی بھاگ گئے
 مگر وہ ثابت قدم رہ کر لڑتا رہا یہاں تک کہ گرفتار ہو گیا۔ ابو الفضل علی پسر شاہ علی کی مالش کے
 درپے تھا۔ علی مردان خان کا یہ حال ہوا تلنگانہ ماتھ سے گیا اور شورش بلند ہوئی ابو الفضل
 چاہا کہ مرزا ستم کو کچھ سپاہ کے ساتھ اس طرف بھیجے مگر اس نے کچھ منشون کی رہنمائی سے انکار کیا
 ناچار اس کو اپنے بیٹے عبدالرحمن کو اس خدمت پر بھیجا پڑا۔ بارہ سو سوار اسکے ساتھ گئے بہادر
 رستم عرب شیر عک کو اسکے لشکر میں لپیٹا۔ پاتھری میں شیر خواجہ کو دلا دیز نامے لکھے کہ لڑائی میں
 سرگرم ہو۔ عبدالرحمن جاکر شیر خواجہ سے ملا اس نے نرم گنجی آراستہ کی اور کارا لگی اور مردانگی کو
 ہمدوش کیا۔ پسر شاہ علی نے فر باد خان اور حبشیوں اور دکنیوں کو روانہ کیا اور ہنگامہ پاسی
 گرم کیا پادشاہی سپاہ نے اس طرح صف بندی کی۔ قول میں شیخ عبدالرحمن میرزا میر محمد امین
 جو دی۔ میر عبدالملک بجلی خان۔ یوسف حجاز۔ سید علی بعض منصبدار ہراول میں۔ شیر خواجہ
 باز بہادر وغیرہ برانغار میں حمید خان وغیرہ برانغار میں بہادر الملک بہادر خان گیلانی وغیرہ
 نائیر کے قریب دریائے گنگ (گوداوری) سے عبور کیا ردوبار بانجرا کے قریب مخالف کی سپاہ
 آئی جس کے قلب میں عنبر جو دست راست میں فر باد خان لگی اور دست چپ میں منصور خان حبشی بجلی
 روز کیشنبہ ۱۰ خرداد کو دوپہر سے لڑائی شروع ہوئی غنیم سے پہلے لشکر پادشاہ کی فوجیں آراستہ ہوئیں
 بہت دیر کے بعد سپاہ غنیم اس ملک کے دستور کے موافق شورش مچاتی ہوئی پونچھی جنگ میں بہت سے
 پادشاہی آدمیوں کے یاؤں جھے کچھ تال کالٹ گیا۔ پھر پادشاہی بہادر دن بے جنگ میں ثابت قدمی
 کئی دفعہ ہر طرف کا لشکر آگے پیچھے ہٹا سپاہ کے انتظام میں پراگندگی ہوئی۔ اس وقت قول نہایت عمدہ طرح
 سے آیا کہ غنیم نے تاب ہو کر بھاگا بہت اسکے سپاہی زخمی ہو کر باہر چلے گئے۔ ہاتھی اور بہت غنیمت
 پادشاہی لشکر کو ماتھ لگی۔ پادشاہی لشکر میں کوئی بڑا آدمی نہیں مارا گیا۔ رستم خان زان بیگ
 بداع بیگ میر عبدالملک و میر حجاج و سید علی کچھ زخمی ہوئے اور اچھے ہو گئے لیکن گھوڑے
 بہت سے مارے گئے۔ دن تھوڑا باقی تھا اسلئے تھوڑی دیر تعاقب کر کے پادشاہی لشکر چلا آیا

پاس گزاری کے لئے ابھن ہوئی اس لڑائی میں شیر خواجہ و بہادر الملک حمید خان نے سخت کوشش کر
غینم کا لشکر پانچزار اور بادشاہی لشکر تین ہزار تھا مگر اس نے یہ دشوار کام آسان کیا۔ اب سپاہ
پاتھری سے تلنگانہ میں آئی۔ کچھ نظام الملک کی سپاہ اس سے لڑنے آئی۔ اسے چند تنو سوار لیکر اس
لڑنے گیا اور فتح مند ہوا مرزا خان جنیر سے نکلا۔ گرانی اجاس کے سب سے شاہی لشکر میں فتواریا ہند
زمیندار نے سرور حبشی و محمد خان زنگی اور سرکشون کو لیکر ہنگامہ برپا کیا۔ مرزا خان کم یاوری اور
گران ارجی و تہمتی کے سبب لڑتا ہوا احمد نگر کی طرف آیا۔ انہوں نے اس کو اس شہر میں پہنچ کر آرام کیا۔
جب بادشاہ بہار پور میں تھا تو علی نے اپنے کاراگون کو بھیج کر اپنی بندگی بادشاہ
سے عرض کی وہ لوگ بادشاہ کا کوچ یہاں سے چاہتے تھے انہوں نے اس کی گزارش کو
گران ارز بنایا۔ اسکے دلا سے کا فرمان حاصل کیا اور ہر بنس کے ہاتھ بھجوا یا جب بادشاہ کے
کوچ کا آواز دہ گرم ہوا۔ تو فرستادہ نہ فرمان کو بہ آئین دلخواہ لیجاتا تھا نہ جواب دیتا تھا
جب ابو الفضل گوداوری کے کنارہ پر آیا اور آگے جانے کا ارادہ کیا تو اسے عذر کرکے قصہ
کیا اور فرستادہ کو اپنے پاس بلایا۔ دو نو میں بہت نادرست گفتار درمیان میں آئی۔
ناگاہ شورش تلنگانہ برپا ہوئی۔ علی مردان بہادر و مرزا یوسف کا بیٹا گرفتار ہوئے
فرمان فرمانے کو کوچ کا اور بادشاہی لشکر میں سے بہت آدمی بچے چلے جائیکا آواز دہ بلند
ہوا۔ تو علی نے پھر سرتابی کی لشکر کے قریب کچھ اوباش بھیج کر شورش مچائی ہر دفعہ لڑائی میں
بادشاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔ ناگاہ تلنگانہ کی شکست کی خبر سب جا پھیل گئی تو علی نے
زاری و پوزش گری کی متواتر لابی گری کی اسکو جواب ایسے ملے کہ اس سے اور بھی وہ بے صبر ہوا۔
شرمندگی اپنی ظاہر کی۔ فرستادہ کو نہایت بزرگداشت کے ساتھ مرزا یوسف خان کے
بیٹے کو ہمراہ کر کے روانہ کیا۔ ۲۰ کو وہ لشکر میں آئے۔ ابو الحسن اور اسکے معتمدوں نے
یوسف خان کے بیٹے کو حوالہ کیا اور یہ قرار پایا کہ جب وہ علی مردان خان کو لائیں اور
پیمان نامہ بندگی سخت سوگندوں کے ساتھ حوالہ کریں تو سرکار اڑیسہ دھارور و کچھ ملک میر

اسکو دیتے جا میں تاکہ وہ روز افزون پرستاری کرے اور خدمتگداری سے باز نہ رہے۔
 چونکہ دولت خان کو بے وقت بلایا تھا۔ راجو نے دست درازی شروع کی
 ناسک اور بعض مقامات پر قبضہ کر لیا جب خواجگی فتح الہ اس طرف گیا اور کچھ
 کام نہ کیا تو بہت سے ہمراہی اُس کے راجو سے جا ملے اس سبب سے وہ اور زیادہ کسر
 ہو گیا۔ اُس زمانہ میں کہ ملک کے کار ساز بے پردائی کی نیند میں سوتے تھے اور ابو الفضل
 بیمار تھا راجو دولت آباد سے آیا۔ جالنا پور تک ملک لے لیا۔ ابو الفضل گواہ کام
 کے لئے مقرر ہوا تھا اور ناتوان تھا مگر اُس نے راجو کی مالش کو مقدم جانا۔ گوداوری
 کے کنارہ سے بارش کی شدت میں وہ چلا میر مرتضیٰ دو فادار خان وغیرہ کو یہاں
 اس خوف سے چھوڑا کہ علی اپنے عہد سے برگشتہ نہ ہو جائے اور اس طرف شورش برپا
 ہو جائے وہ تیز چل کر آہو برہ میں آیا راجو کو اس کا یقین نہ آیا جب اسکو یقین
 ہوا تو وہ الٹا چلا گیا۔

۱۶ کو ابو الفضل دولت آباد میں آیا جب اُس کو معلوم ہوا کہ راجو یہیں کہیں قریب ہے
 تو اسے آہو برہ میں بنہ و بار کو چھوڑا اور اُسکی مالش کے لئے روانہ ہوا۔ راجو کسار میں جا کر حوض
 قتلو پر کسار میں جا بیٹھا جبشکر شاہی گریوہ سے نیچے اتر اتورا جو دولت آباد سے گذر کر ناسک
 کی طرف گیا۔ ۲۲ کو ابو الفضل حوض قتلو پر پہنچا ارادہ تھا کہ اُسکے پیچھے جا کر مالش کرے کہ
 ہمراہیوں کے اختلاف آراء سے وہ اس ارادہ سے باز رہا۔

پہلے پہلے لکھا ہے کہ دن کو بیجا پور کے لشکر سے ہزیمت پا کے احمد نگر کی پناہ میں
 آیا تھا مگر وہ بھاگ گیا۔ اپنی زمین کو خالی پایا۔ وہاں جا کر شورش کا خمیر مایہ ہوا
 پہلے ہی آدمی اس کی جان گزائی کے لئے تیار ہوئے تو اُس نے سخت کوشش کر کے
 اپنے تین احمد نگر میں پہنچایا۔ لاہر گری اور نہار خواہی شروع کی۔ خانخانان نے
 اسے منظور کر کے دست آور گرفتاری بنایا۔ دیکھنے دو رہینی چھوڑ کر باباجی

اگرہ میں پادشاہ کا آنا

ابو الفضل دراجو کی لڑائی

اپنے بڑے بیٹے کو مع اپنے بھائی دھاراد کے آگے بھیجا کہ وہ جا کر حال دیکھیں گفتار کی عیاری پر کھلنے
اسی سال وہینہ میں جب اس شہر کے قلعہ میں خانخانان آیا تو اسکے سیہ سالار کو قید کیا اور بڑے
آدیون کو اس زمیندار کی گرفتاری کے لئے بھیجا خود اسکے پیچھے آیا اگرچہ کچھ آدیون کے سست
ارادہ سے اور ایک گروہ کی خامکاری سے دن کو گرفتار نہیں ہوا لیکن ۲۹ ماہ تھی اور مال
بہت سا ہاتھ لگا اور وہ علی پسر شاہ علی پاس چلا گیا اسے اُسکو قید کر لیا۔

پادشاہ ۲۳ امرداد کو فتحپور میں آیا اور مریم مکانی کے دیدار سے خوش ہوا۔ اس کو پادشاہ
دار الخلافہ اگرہ میں آیا۔ اس سفر میں ۲۲۸ کروڑ ۴۸ کوچون میں اسنے طے کئے۔ اور ساٹھ مقام
کیئے راہ میں ہر جگہ مخلص بندے سعادت پذیر ہوئے۔

ابو الفضل حوض قتلو پر کچھ ٹھہرا۔ تو دولت آباد کے قلعہ نشینوں کو خوف ہوا
توپ اندازی کو اپنی رستگاری کا دستمایہ بنایا۔ ایک بڑی توپ انہوں نے چھوڑی جس سے
دو آدمی مرے راجو کا ارادہ تھا کہ ناسک کو جائے۔ مگر بعض منافق اُسے اُلٹالے آئے۔
دوسری راہ سے وہ دولت آباد سے گذرا اور سپاہ اور بعض جا کو لوٹا۔ صبح کو ابو الفضل
پہاڑے اُتر کر لڑنے کو آیا۔ گریوہ نوردی کے سب سے تیز روی ہوئی۔ بہت آدیون نے
کہا کہ راجو اُلٹا چلا گیا ہے اس لئے جتوڑہ کے نزدیک ابو الفضل خیمہ زن ہوا۔ دن ڈھلے
آدمی پہاڑے اُترے۔ راجو نمودار ہوا۔ بغیر صف بندی کے اُس سے لڑائی ہوئی۔

رے گوپال نے جو انردی دکھائی۔ باوجودیکہ اسکا لشکر پانچ ہزار اور لشکر شاہی تین ہزار
تھا وہ بھی بے آئین مگر پادشاہی لشکر کو فتح ہوئی۔ رات ہو گئی تھی اسلئے تعاقب نہوا۔
۸ کو وہ پھر لڑنے آیا۔ ہراول کے پیشدست عادل خان و اعتبار خان و رے گوپال
اُس سے لڑے وہ اپنے آئین کے موافق بھاگتا جاتا۔ برانغار سے مرزا زرا احمد مرزا
ناصر میر گدائی آنکر لڑے۔ راجو کے گھوڑے۔ نے ٹھوکر کھائی اور وہ اس سے گرا۔
مگر اسکے ہوا خواہوں نے اُسے پھر گھوڑے پر بٹھا دیا۔ اس نے اُفت و خیز کے ساتھ

رہائی پائی۔ لیکن اور بعض اور جو اند بھی اپنے ہاتھیوں کو کام میں لائے تین گروہ لڑتے ہوئے
دولت آباد کے قریب پہنچے۔ اہل قلعہ راجو کے یاد ہوئے۔ قریب تھا کہ پادشاہی لشکر شکست
کہ ابو الفضل نے جا کر لڑائی کو سنبھال لیا اور غنیم کو پراندرہ کر دیا جب دن ختم ہوا اور لشکر بھڑ آیا
اور کچھ بیچے اُتر آیا تو پھر مخالفوں نے ہر طرف حملہ کیا۔ گوسپاہ بے آئین ہو گئی تھی مگر پری اس نے
بعض دشمنوں کو مارا۔ بعض کو اسیر کیا اور فتح مند ہوئے۔ کچھ دنوں راجو مقابلہ میں نہ آ سکا۔ قلعہ
دولت آباد کی پناہ میں تھا۔ ۵۱۷ کو پھر بہت لشکر سے لڑنے آیا اور شکست پانچا گیا۔

پہنچنے اور پر لکھا ہے کہ شیخ عبد الرحمن نے جب تلنگانہ پر فتح پائی تو حمید خان۔ بازبہا
بہادر الملک کو اسکی نگہبانی کے لئے مقرر کیا تھا۔ مگر ملک کے کارساز بے پروائی کی نیند میں سوئے
اور ابو الفضل اس سرزمین سے کچھ زیادہ دور تھا۔ عین جیونے بہت سے آدمیوں کو جمع کر کے
فتنہ اٹھایا۔ پادشاہی سپاہ باوجود کمی ملک کے مردانگی کے غرور میں آنکڑا اس سے لڑنے کھڑی
ہو گئی۔ اسی سال دہلی میں باجو کے کنارے پر لڑائی ہوئی اور اسکو شکست ہو گئی۔ بہادر الملک
مریٹ کر گوداوری کے کنارے پر پناہ کی جگہ آ گیا۔ اور حمید خان و بازبہادر
اسیر ہو گئے۔ یوں آباد ملک تلنگانہ ہاتھ سے گیا اور مخالفوں نے امن و امان کے مقاصد کو
شورش پیدا کی۔

دوبارہ راجو سپاہ کے جوق جوق بنا کے لشکر شاہی کے قریب لایا۔ اور ہر گروہ
ایک کوچہ کی پناہ میں پہلے اس سے بیٹھ گیا کہ پادشاہی سپاہ صف آرا ہو۔ اسکے بعض گروہوں
نے پھر کر دولت آباد کی طرف کوچ کیا اور مشہور یہ ہو گیا کہ راجو جاتا ہے۔ ابو الفضل اسکی طرف
روانہ ہوا اور سپاہیوں کی مالش کیلئے فوج مقرر کی راجو کی بہت سی فوجوں کو لڑائی میں
شکست ہوئی اور پادشاہی سپاہ فتح پا کر دن ڈھلے واپس آئی۔ راہ کے درمیان معلوم
ہوا کہ راجو رہنری کر رہا ہے۔ غازی خان کا بیٹا محسن اس سے لڑا اور قید ہو گیا۔ اب راجو
دامنہ کوہ سے دولت آباد کو چلا۔ ابو الفضل اس طرف گیا۔ مرزا علی بیگ اکبر شاہی

شورش تلنگانہ کے سوا کچھ نہیں

راجو کی شکست

قاسم خواجہ میرزا بدلتاش بیگ۔ رائے گوپال نے پیشدستی کی اور لڑتے ہوئے۔ شہر دولت آباد
 کے اندر گھس گئے قریب تھا کہ وہ راجہ کو گرفتار کر لیتے۔ مگر وہ خندق کے اندر چلا گیا۔ اسکا
 بنہ دارجب لٹ گیا پانسو گھوڑوں کے قریب لشکر شاہی کو ہاتھ لگے۔ تو پون سے لشکر
 شاہی کا نقصان کچھ نہیں ہوا جب ابوالفضل بیان آیا تو ایک بڑی توپ کہ جس میں
 دس من کا گولہ چھوٹتا تھا وہ چھوڑتے سے پھٹ گئی اور قلعہ کی دیوار کچھ گر پڑی اہل قلعہ
 نے پناہ مانگی۔ دن کچھ باقی نہ تھا۔ دوبرہنی کے سب سے لشکر لٹا لشکر گاہ میں آ گیا راجہ قلعہ کی
 پناہ میں بیٹھا۔ بہت آدمی اُس سے جدا ہو گئے۔ یادرون کی کمی سے خوفناک تھا۔ اگر
 ملک کے کارساز کچھ مدد کرتے تو یہ فتنہ بالکل مٹ جاتا جب عنبر جیو نے تلنگانہ لے لیا تو
 آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ علی سپر شاہ علی نے فرما دیا خان اور بہت سے آدمیوں کو شیر خواہ
 کے سر پر بٹھایا۔ خان خانان احمد نگر سے نکلا اور اپنی جاگیر میں گوداوری کے کنارہ پر بیٹھا اور
 ابوالفضل کو اُسے نامے لکھے جنہیں ملک کے کام میں نہ مصروف ہو نیکی اور احمد نگر میں پڑے
 رہنے کے اور ملک کے نہ پہنچنے کے عذرات لکھے ابوالفضل سکی طرف روانہ ہوا۔ اس نے
 عنبر جیو کی گرفتاری کیلئے مرزا علی بیگ کبر شاہی وسادات بارہ اور حسن خان میانہ کے
 بیٹے اور جانش بہادر کے بھائی مقرر کئے۔ راجہ کی گرفتاری میں درنگ ہوئی خواجگی فتح اللہ
 ناسک سے ناکام واپس آیا تو شہزادہ نے پھر اسکو وہیں بھیجا۔ سپاہ کے جمع کریمین اسکو دیر لگی جب
 وہ بابل میں آیا تو راجہ اس سے لڑنے کھڑا ہوا۔ لشکر شاہی اس سے نہ لڑ سکا مگر اس نے
 اپنے تین قلعہ سو نگر میں پہنچایا۔ راجہ نے اسکا کچھ محاصرہ کیا پھر اسکو چھوڑ کر غارت گری
 کی۔ پاتھری میں سعادت خان کا بنہ دبار لوٹ لیا۔ اور بہت مال جمع کیا۔ اور
 قلعہ کو آنکر پھر محاصرہ کر لیا جب اس نے یہ خبر سنیں کہ عظمت خان بھرجی کی فوج
 کو ساتھ لیکر آتا ہے۔ عنایت الدربان پور سے چل کر نزدیک آ گیا ہے اور
 ابوالفضل نے بازگشت کی ہے تو وہ قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر دولت آباد کی طرف

راجہ و عنبر جیو کے حالات

چلا کا نہ کوئے لیا جسکو خواجگی فتح اللہ نے یعقوب بیگ شغالی و سعید بیگ بدخشی کو سپرد کیا تھا
انہوں نے دو ہزار بیویاں زینت میں لیکر ایسا مضبوط قلعہ اُسکو سپرد کر دیا۔

پاٹھری میں شیر خواجہ و مرزا یوسف و مرزا کوچک علی و یعقوب بیگ
محمد بیگ برہان الملک و ابوالحسن اور بہت سے خدمت گزار جمع ہوئے تھے۔ فرہاد خان
زنگی شیر خواجہ کو گھیرے ہوئے تھا اُسے مشغول مارا۔ سخت لڑائی ہوئی اور وہ
بھاگ گیا۔ ابوالفضل خان خانان سے پر نور میں ملا تھا۔ یہاں سے اسکا ارادہ تھا
کہ فرہاد کی مالش کے لئے چلا جائے مگر ہمراہیوں نے اسکا ساتھ نہ دیا۔ پادشاہی
سپاہ بہت دیر کر کے گوداوری سے پار ہوئی اور فرہاد خان سے لڑی۔ وہ بریلی
سے گذر کر انبہ چوکا میں چلا گیا۔ یہ قلعہ نہایت مضبوط تھا۔ پادشاہی لشکر مشکل سے
آگے بڑھا۔ دست راست میں مرزا ابد میر گداہی دست چپ میں۔

بہادر الملک کچھ نہ پیش میں شیر خواجہ تھے۔ انہوں نے غنیم کے پیشہ سستیوں کو کہ چار ہزار
قریب تھے پر آگندہ کر دیا۔ اگرچہ رات کے قریب ہونیکے سبب مخالف کا تعاقب نہیں
کیا مگر قلعہ لے لیا اور اس آباد شہر کو لوٹا اور بہت غنیمت لشکر شاہی کو ہاتھ آئی
اس رات کو خبر آئی کہ علی نے قلعہ دھارور کو پناہ سمجھ کر بہت سا لشکر جمع کیا
تھا وہ بتا بانہ کوہستان اوسہ میں گیا۔ قصد ہوا کہ صبح کو اسکو گرفتار کر لیں
مگر امرار کی دورنگی کے سبب سے یہ کام عمل میں نہ آیا۔ علی بھی لا بہرہ ہوا اور معذرت نامے
متواتر بھیجے انہیں دنوں میں حمید خان اور اسکا بیٹا یوسف تلنگانہ کی آفت سے بڑی
شکل سے تکلیف تھا۔ اُسے کارا لگی سے کچھ آدمی جمع کئے اور مترابوں سے بہت لڑائیاں
لڑا۔ ڈیڑھ سو سپاہ کے ساتھ وہ لشکر سے آن ملا۔ علی نے اُسکو اپنے ساتھ ایک رنگ کرنا
چاہا تھا لیکن وہ اس سے نہ ملا۔ اسکا باپ نظر بند تھا مگر ایک ات کو وہ بھاگ کر ایک مینار
کی زینتوں سے لشکر میں آگیا۔ ہر طرف شورش مچ رہی تھی کہ شاہزادہ مرزا دستم اور

فرہاد خان کا بیٹا فرہاد خان کا بیٹا فرہاد خان کا بیٹا

قلعہ نہ چوکانی فتح اللہ نے علی سپاہیوں کے ساتھ لڑا۔

مرزا یوسف کو یاد رہی کیلئے بھیجا۔ مرزا یوسف جب جالنا پور میں آیا تو درودنیل سے مر گیا۔ بعض
 علی کے دیوانہ نون کے بعض فتنہ دوستی کے سبب سے ایک گروہ کو تہ لپچی کی وجہ سے کچھ ساؤ لوجی
 سبب سے شاہ خواب ہوئے جب ساحل باخراہ پر یہ لگا تو علی نے داستان سرائی زاری کے ساتھ کی
 مرزا یوسف کے مرنے نے اور راجو کی شورش نے اور فاروقی سپہ نے انکی خواہشوں کی تائید کی
 قاسم کا باپ نیکو خدمتی میں مارا گیا تھا اسکی تیول کو ضبط کر لیا وہ راجو سے اپنی ناکامی کے
 سبب جا ملا۔ اُسے کچھ سپاہ اس کے ساتھ کر کے داندیس بھیجی اور خود پیچھے روانہ ہوا۔ ناگزیر صلح
 قرار پائی اور اسمین یہ شرطیں ٹھہریں کہ باز بہادر و علی مردان بہادر و ہزارہ بیگ کو ردائیکے
 اور فرمان پذیر ہی سے سرتابی نکرے تو کچھ ملک اسکو دیا جائیگا۔ لشکر گاہ سے پانچ گروہ اعتبار
 اور برادر نیک راوان قیدیوں کو لائے۔ میر مرتضیٰ اس طرف سے گیا اور پیمان نامہ لیا اور
 امان کا فرمان دیا۔ صلح کو لشکر نے بازگشت کی جب رامپوری کے قریب پہونچے تو تلنگانہ کا
 تسخیر کرنا اور اسکی پاسبانی میر مرتضیٰ کے سپرد ہوئی۔ بہادر الملک رستم عرب شمشیر عرب سید
 و برہان الملک اس کے ہمراہ ہوئے اور انکی جاگیرین ہمیں مقرر ہوئیں۔ میر رخصت ہوا اور یہ قرار پایا
 کہ پاتھری و تلنگانہ کی یاد رہی کیلئے پرنورین خانخانان ٹھہرے۔ ابوالفضل راجو کی مالش کیلئے جا
 مرزا رستم و راجہ سورج سنگھ و قیوم خان مع برادران کے و راجہ بک ماجیت مقرر ہوئے
 مرزا علی بیگ سادات بارہ اور جانش بہادر کے بھائی اور عادل خان مع برادران جو
 جالنا پور میں تھے ہمراہی کیلئے نامزد ہوئے کچھ خزانہ اور بارگی بھی مرحمت ہوا ابوالفضل
 یون رخصت ہوا و دم بہمن کو برہان پور میں آیا اور شاہزادہ سے ملا جب راجو کی مالش کے لئے
 وہ جالنا پور میں آیا تو ہمراہی بہانہ بنا کے اُس سے جدا ہو گئے ابوالفضل نے یہ ارادہ کیا کہ شاہزادہ
 سے اجازت لیکر بادشاہ پاس چلا جائے کہ اس آشوب سے نجات پائے مگر شاہزادہ نے
 اُسکو اجازت نہ دی اور راجو کی مالش کی درخواست کی تو ابوالفضل نے لکھا کہ میں حضور
 حکم سے باہر نہیں لیکن حضور ملک کے کاموں میں متوجہ نہیں ہوتے اور بڑے بڑے کام

چند تنگ چشم حریصوں کے سپرد کر رکھے ہیں تو اس نا پروائی کے آشوب میں اور ناتوان بنی میں کیسے کوئی کارِ عظیم حل سکتا ہے اس کہنے سے مشا ہزادہ کو آگاہی ہوئی اور وہ اپنے کام میں کچھ معروف ہوا۔ ابو الفضل کو خلعت اور اسپیکر رخصت کیا۔

پادشاہ کے پاس شہزادہ دایمال نے عرضداشت بھیجی کہ رائے رایان خدمات دکن کے لئے مقرر ہو ملک گدہ کے زمینداروں کی مالش کے لئے لشکر مقرر ہو۔ پادشاہ نے یہ درخواست اس کی منظور کی اور رائے رایان کو روانہ کیا۔ پادشاہ کو شاہزادہ کی ایک اور عرضداشت معلوم ہوا کہ علی حوالی احمد نگوین اسباب فساد کی ترتیب میں فکر کر رہا ہے۔ شورش و فتنہ انگیزی کا خیال رکھتا ہے دو تین روز پہلے ولایت برار کی طرف عزم جو گیا تھا۔ وہاں کے حاکم ملک بیک اسکے دفع کرنے کے لئے ابراہیم کو مقرر کیا تھا وہ عزم سے سخت جنگ کر کے مارا گیا۔ اسکے چودہ ہاتھی اور اسکا تمام اسباب برتری عزم کے ہاتھ آیا وہ اسکی خود سری و نخوت کا غمیمہ بنا وہاں سے وہ ہڈ بکلا گیا اور قطب الملک کے آدمیوں سے لڑا اور فتح مند ہوا۔ ۲۹ ہاتھی اسکے ہاتھ لگے۔ اسکے بعد تلنگانہ میں وہ آیا میر مرتضیٰ اس سے لڑنے کی قوت نہیں رکھتا تھا اسلئے قلعہ نشین ہوا۔ اسکے بعض محال پر عزم متصرف ہوا اور ایک جماعت کو برار کے برگنون پر اسے بھیجا۔ ملک برید نے لاہر گری و چاہلو سی میں چارہ کار سمجھا کر روپے اسکے پاس بھجوائے اور صلح چاہی اب اسکا ارادہ ہو کہ علی سے ملے اور دلتو متفق ہو کر فتنہ و فساد اٹھائیں اس سبب سے یہ مقرر ہوا کہ ابو الفضل بہت سی فوج لیا کر جالنا پور اور اسکے نواح میں متوجہ ہوا اور احمد نگر کی خدمت اور راجا اور مفردن کی مالش اسکے سپرد ہوا اور ولایت برار اور پاتھری و تلنگانہ کا انتظام اور لشکرہ علی کا استیصال خانخاناں کے حوالہ ہو۔

ابو الفضل کو چپا س ہزار روپیہ انعام پادشاہ نے دیا۔ خداوند خان حبشی نے سرکار پاتھری و پاتم میں فساد چلیا خانخاناں نے راجہ سورج سنگھ و غزنین خان کی سرکردگی میں لشکر بھیجا کہ اسکی مالش خوب کرائی اور غنیمت کو شکست ہوئی اور ان حدود میں امن امان ہو گیا۔ جب خانخاناں کو معلوم ہوا کہ تلنگانہ میں عزم گیا اور وہاں میر مرتضیٰ قصبہ

شاہزادہ دایمال کی عرضداشتیں

شاہزادہ دایمال کی عرضداشتیں

ناندیر میں اُس سے مقابلہ کر سکا۔ اور وہ اور شیر خواجہ دو نو قصبہ پیری میں آگئے اور مخالفے
 اس نواح میں دست درازی شروع کی اور اس سبب سے شیر خواجہ اور میر تقی کو اضطراب ہوا تو اُنہی
 اپنی بیٹے ایرج خان کو فوج عظیم کے ساتھ اس فتنہ کے دور کرنے کے لئے بھیجا۔ میر تقی و شیر خواجہ سے
 ایرج ملا اور اسے دشمن سے لڑیکا قصد کیا۔ غنیمت اُس سے مطلع ہو کر دستور کی جانب گیا واپس قندھار کو روانہ
 ہوا۔ اس اثنا میں فرما دھشی دو تین ہزار آدمیوں کو ساتھ لیکر غنیمت سے ملا۔ پادشاہی لشکر بھی بغیر قوت
 غنیمت کے پاس پہنچا اور اس طرح وہ مرتب ہوا۔ قول میں ایرج مع لشکر پیر اور بعض منصب دار
 ہراول میں راجہ سورج سنگھ و بہادر الملک شیخ ولی و پربت سین کھتریہ و مکنڈا۔ گردھار
 پسرے سال درباری۔ رگھو داس پسر کھنکار و شیخ مودود و ذاہد پسر شجاعت خان و قائم حسین خان
 و شیخ ابوالفتح پسر شیخ معروف و شیخ مصطفیٰ و فتح خان لودی و اختیار خان و شیر خان برانغار میں
 و میر تقی و جماعت کا مطلب جرائنار میں علی مردان بہادر غنیمت نے بھی پیکار کے ارادہ فوج کو آراستہ
 کیا۔ اول غنیمت کے ہراول نے آراستہ ہاتھیوں کو لاکر لشکر پادشاہی کے ہراول پر زور کیا اور
 زد و خورد کی آگ بھڑکائی۔ تو پت فتنہ کے دھنوں نے روشن دن کورات کا لباس پہنا دیا
 پادشاہی بہادر و ن نے بند و قون و تیر و ن کی مار سے دشمن کو بچان کیا۔ پھر پادشاہی قول نے
 دوستی تیغ چلائی۔ دشمن کے خون اپنے تئیں مٹ کر دیا۔ دشمن بھاگ گیا۔ اگر ہراول قول کی برابر
 جرائنار و برانغار بہادری کرتا تو غنیمت و فرہاد و نوگر قمار ہو جاتے۔ پادشاہ کی سپاہ کے ہاتھ
 ۲۰ بجزیر فیل اور مخالفوں کے ضرور و پندار کا سارا اسباب ہاتھ آیا۔ پادشاہ کو جب اس فتح
 کی خبر ہوئی اُسے اپنے افسروں کا اضافہ منصب عطا راسپ خلعت مرحمت کیا۔ شہزادہ نے
 دس ہاتھی پادشاہ پاس بھیجے اور دس ہاتھی اپنے پاس رکھے کہ خود جا کر پادشاہ کی نذر دے۔
 شہزادہ دانیال نے سنا کہ حوالی بابل گڑھ میں فاروقیونین سے ایک نئے سرکشی کی ہے تو
 تروی بیگ خان و خواجہ ابوالحسن کو فوج کے ساتھ اس کی مالش کے لئے بھیجا۔ مخالفان
 سے دولت آباد کو بھاگا۔ خواجہ ناظر و خواجہ سرانے قلعہ کا دروازہ بند کر کے پادشاہی

سپاہ سے لڑنا شروع کیا۔ جب انکے بھاگنے کی راہ مسدود ہوئی اور قلعہ کا محاصرہ پادشاهی لشکر نے
 خوب کر لیا اور اہل قلعہ کو تنگ کیا تو وہ پناہ مانگ کر پادشاہی دو تلوہوں سے آنکر مل گئے۔
 جب پادشاہ نے دکن کا حال سنا تو اُسے ابو الفضل کو فرمان بھیجا کہ جریدہ ہمارے
 پاس چلا آئے اور اپنا لشکر شیخ عبدالرحمن کو سپرد کرے اور نظم نہات اُسکے ذمہ کرے۔
 ابو الفضل کو عقیدت درست اور اخلاص راسخ پادشاہ کے ساتھ تھا اس سبب سے مراتب
 قرب و منزلت و درج دولت و شوکت میں وہ پایہ بہ پایہ عروج کرتا گیا۔ اُسکے یہ حال دیکھ کر
 ناتوان مینوں کو اُس پر حسد پیدا ہوا۔ کین تو زہی اور غدر اندوزی کے وقت کی تلاش ہوئی
 انکی حسد و زبرد و زبڑ بھتی گئی انہوں نے شاہزادہ سلیم کو اسکی طرف سے بھڑکایا۔ پادشاہ کو
 اس شاہزادہ کے اطوار نا ملائم پسندیدہ نہ تھے وہ ہمیشہ پادشاہ کی مرضی کے خلاف کام کرتا
 تھا روز بروز پادشاہ اس سے سزا ہوتا جاتا تھا شیخ کے بداندیش شاہزادہ کو سمجھاتے تھے
 کہ پادشاہ کی یہ ساری ناخوشنودی و ناراضی شیخ کی شکایت کرنیکے سبب سے ہے۔ سلیم کا
 مزاج شرابی کے پینے سے بگڑ گیا تھا اور اسکا مزاج نہایت تند و غضبناک ہو گیا تھا اس سبب سے
 اسکی عقل و ہوش اُڑ گئے تھے کہ وہ شیخ کے بداندیشوں کی باتوں کو سچ جانتا تھا۔ اسکے
 قتل کے درپے ہوا۔ اس وقت کہ بے طلب شاہزادہ پادشاہ کے پاس آنا چاہتا تھا
 اور پادشاہ اسکو آنے نہیں دیتا تھا اسکو شیخ کے طلب کی خبر ملی کہ وہ ایلغار کر کے
 آئیگا۔ اسکو یہ ہم ہوا کہ اگر ابو الفضل اس پاس زندہ پہنچ گیا تو معلوم نہیں مجھ پر کیا آفت اُٹھائیگا
 اور پادشاہ کا دل مجھ سے بالکل پھر جائیگا اور پھر مجھے عمر بھر باپ کے قدموں کی زیارت
 نصیب نہوگی۔ زہنگہ دیو بندلیہ مدتوں سے رہنری کرتا تھا اور اُس کا وطن
 دکن کے سر راہ تھا اور مدت سے پادشاہزادہ کی رکاب میں رہتا تھا اُس نے اسکو حکم
 دیا کہ شیخ پادشاہ کی خدمت میں جریدہ آتا ہے اسکو راہ ہی میں آخر منزل پر پہونچاؤ
 ہم تمپر بہت عنایتیں کریں گے۔ یہ نوجوان جلد اپنے وطن میں آیا اور بندیلوں کی

ایک جماعت کو ساتھ لیا اور شہر کی گھات میں بیٹھا جب حاجب کم شہر دکن سے چلا اور آجین میں
 آنکڑا سے سننا کہ زرننگہ دیو اس طرح گھات میں اسکی بیٹھا ہے تو اسے اسکی کچھ پروانہ کی ہوا خواہو
 نے سمجھایا کہ گھاٹی چاند کی راہ سے آپ چلے بگڑے پسند نہ کیا۔ موت آگئی تھی شہر تہہ تدبیر
 ہاتھ میں نہ رہا تھا یا اسکو مرنے کی تمنا تھی دل اسکا دنیا سے بھر گیا تھا۔ زمانہ کی نیرنگیاں اور روزگار
 کے اوضاع کو دیکھ کر دنیا سے دل سکا سیر ہو گیا تھا۔ غرہ برج الاول پہنچا کہ سر اسے سیر اور
 انٹری کے درمیان زرننگہ دیو کیننگاہ سے نکل کر نمودار ہوا۔ یہ عاقل آزدہ خاطر کشا و پشانی
 دل پر توکل و ہمت فراخ سے آمادہ پیکار ہوا۔ گدائی خان افغان نے جو اسکا پُرانا ملازم اور
 پروردہ احسان تھا آگے آیا اور باگ کو پکڑ لیا اور اخلاص و مہربانی کے لگا کہ دشمن پاس جمعیت
 بہت ہے اور ہم کم بین اسپر غالب نہیں ہو سکتے۔ یہ مناسب ہے کہ میں کچھ دیر کے لئے دشمن کے در و در
 ہوتا ہوں۔ تم چلو دشمن کو جسے فراغ ہونے میں ایک عرصہ لگے گا۔ انٹری میں کہ اس جگہ سے
 تین کوس ہے اور وہاں رائے رانا اور راج سنگہ دو تین ہزار سواروں کے ساتھ
 اترے ہوئے ہیں آپ فراغت سے پہنچ جائینگے۔ اس غیر متند شجاع نے جواب اسکو دیا کہ
 جان کو عزت کے ساتھ دینا اور غیر متندی و دلیری سے مرنا اس زندگی سے زیادہ خوشتر
 ہے کہ بد دلی بے جگری کے ساتھ ہو جو انہر دون کے مذہب میں کوئی امر اس سے بدتر نہیں
 ہے کہ حیات پر جسکی جبلت میں ختم ہونا ہے اعتماد کرے اور خصم سے پہلو تہی کرے اور دل کو
 جہان ناپائدار پر لگائے اور ہمیشہ اپنے اوپر نفرین کرے بلا شک و شبہ سب آدمیوں کو
 روز واپسین پیش آتا ہے اگر وہ میرے لئے یہی دن ہے تو کیا چارہ اور تدبیر ہے۔
 مجھے پادشاہ نے طالب علی سے امارت و وزارت کے عالی درجہ پر سرداری اور
 سپہ سالاری کے رتبہ پر پہنچایا۔ اگر آج میں اسکی شناخت کے خلاف کام کرتا ہوں تو خلق میں
 کس نام سے نامزد ہو گا اور ہتھیاروں میں کیسے رو سفید ہو گا یہ کلمہ غنیم کی طرف متوجہ ہوا
 گدائی خان نے پھر الحال سے عرض کیا کہ سپاہیوں کو ایسے واقعات بہت پیش آتے ہیں کہ

جین دشمن سے لڑنا مناسب نہیں ہوتا ایک طرف ہو جانا اور باگ کو موڑ لینا یا دوبارہ انتقام لینا ارکان شجاعت میں خلل نہیں ڈالتا۔ ابھی فرصت باقی ہے اس منکھ سے آپ اپنی جان بچائے مگر وہ سفر واپسین کا آمادہ تھا اسے اس دلسوز کی باتوں پر کان نہ لگایا اُسے کہا کہ میں اس چوزے کے آنے سے نہیں بھاگوں گا۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ زرسنگہ دیو آ گیا۔ اُس سے وہ بہادرانہ لڑا۔ سینہ میں نیزہ کا زخم لگا جس سے وہ زندگانی کے گھوڑے سے گر کر خاک میں ہلاک اور شیخ گدائی خان اور ہمایوں نے بھی جانفشانی کی انھوں نے یہ کہ یہ معدن دانائی اور بحر شناسائی شمع علم و دانش افسردہ ہوا۔

دریغا آسمان معرفت با خاک بیکیان شد ستون علم از جارفہ کا رخ فضل و یران شد
پادشاہ کیو تر بازی کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ اسکو شیخ فرید بخشی بیگ نے اس واقعہ کی خبر دی تو وہ چچین مار مار کر رویا۔ دو دن تک روتا رہا اور نہ کھانا کھایا اور نہ سویا جب اسکو ہوش آیا تو اُسے رائے رایان کو حکم دیا کہ زرسنگہ دیو کو مستاصل کرے جنگ اسکا سترن سے جدا کرے پاؤں کو حرکت باز رکھے۔ راجہ راج سنگہ در امچند بندیلہ اور اس نواح کے سارے زمیندار اسکی یاوری کیلئے مقرر ہوئے۔ ضیاء الملک الشکر کا بخشی مقرر ہوا۔

پادشاہ نے سنا کہ زرسنگہ دیو جنگوں اور دُشوار دون کی پناہ میں آکر قزاقانہ زیست بسر کرتا ہے۔ رائے رایان نے کئی دفعہ اسکی مالش کی۔ ان دنوں یہ خبر لگی کہ وہ قلعہ بھانڈیر میں آیا اور جب منقلا کے بہادر دن نے اس قلعہ کو گھیرا تو وہ حصار ایرج میں چھپ گیا۔ پادشاہی لشکر نے اسکو گھیر لیا ہے۔ رائے رایان فحمدون سے ملا زرسنگہ قلعہ سے نکل کر دریا کے کنارہ پر شور مچانے لگا۔ تنگ کی جنگ گرم ہوئی رائے رایان دریا سے اُترا کنارہ بلند تھا شکل سے آدمی اس سے برآمد ہوئے اور دُشوار ہوئی۔ زرسنگہ بھاگ کر قلعہ ایرج میں چلا گیا۔ رائے رایان اُسکے محاصرہ میں مہر دُف ہوا جب کام ختم ہوئی تو تھا تو زرسنگہ قلعہ کی ایک طرف دیوار توڑ کر راجہ راج سنگہ کے مورچہ کی طرف نکل گیا۔

غالباً راجہ نے اسکی گرفتاری میں تغافل کیا۔ پادشاہی جوانمردوں نے تعاقب کر کے اسکے چالیس آدمی مار ڈالے مگر جنگل انڈیشہ فراز راہ میں بہت تھے اسلئے پادشاہ کے سپاہی تعاقب سے باز رہے اور وہ اپنی جان سلامت لیگیا۔ شہنشاہ اکبر نے عمر بھر کبھی ایسے سخت حکم نہیں جاری کئے جیسے کہ سنگہ باب میں مگر جسکو خدا رکھے اُسے کون چکھے وہ زندہ رہا اور جہانگیر کی سلطنت میں حصا بنصیب پادشاہ نے خانخانان و راجہ مان سنگہ و قلیچ خان کو بلایا کہ یہاں آنکر تو ان کے معاملہ میں مشورہ دیں۔ خانخانان تو ہزاروں فریب کا خمیر پایہ تھا اُسے پادشاہ کو ہم دکن کو بہت دشوار دکھایا اور دکن میں خود رہا اور پادشاہ سے دور رہا۔ راجہ مان سنگہ بنگالہ سے اور قلیچ خان لاہور سے پادشاہ پاس چلے آئے۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ بیجاپور کے مرزا عادل خان کی یہ آرزو تھی کہ شاہزادہ دانیال کا نکاح اسکی بیٹی سے ہو اس آرزو کے پور کرنے کیلئے ۲۹ اسفندار مذہبہ جلوس میر جلال الدین بیجاپور بھیجا گیا اور ساز و استگاری اسکے ساتھ گیا۔ عادل خان نے تین سال اور کئی مہینے کے بعد اسکو رخصت کیا اور بیٹی کو ساتھ کیا۔ یہ دُلمن بیجاپور سے احمد نگر میں آئی اور دو لہا برہانپور سے یہاں آیا۔ نیم تیر کو عقد نکاح بندھا۔ شاہزادہ پادشاہ کی آستان بوسی کے ارادہ سے برہانپور روانہ ہوا۔ لیکن بادہ پیمائی کی کثرت نے باپ سے نہ ملنے دیا جب پادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا کہ شراب پینے سے شہزادہ بہت دُبلا اور ناتوان و بد حال ہو گیا ہے تو اُسے ایک عورت جو جسکی گود میں شاہزادہ پلا تھا اور بڑا ہوا تھا اور وہ تند و تہیج گفتار کرنے سے بھی نہیں ڈرتی تھی شاہزادہ پاس بھیجا اور اسکو حکم دیا کہ جطرح ہو سکے شاہزادہ کو ہمراہ لائے شیخ ابوالخیر کی عہدداشت سے معلوم ہوا کہ شاہزادہ نے آستان بوسی کے قصد سے پیشانی نہ باہر نکالا تھا وہ ملک عدم کا پیشخانہ ہوا۔

دکن کی مہم میں تین واقعات نفس الامری بڑے ہیں اول کل ہندوستان کے مختلف حصوں سے مختلف سپہ سالاروں کا بھیجنا کہ وہ آزادانہ دکن کی فتح میں ایک دل ہو کر کوشش کریں

شاہزادہ دانیال کی شادی عادل خان بیجاپوری کی بیٹی سے اور شاہزادہ کاہرنا کا نکاح

مگر انہیں باہم دورنگی و نفاق ایسا ہوا کہ ابو الفضل کو دکن بھیجا پڑا اور پھر خود اگرہ سے دکن میں آنا پڑا۔

شاہزادہ سلیم کی سازش سے ابو الفضل کا مارا جانا۔ خلاصہ یہ ہے کہ گو ملک دکن کی آزادی جاتی رہی مگر وہ ایسا مغلوب بھی نہیں ہوا کہ اکبر کی سلطنت اس میں بے کھٹکے قائم ہو جاتی۔

شمال مشرقی افغانوں کے ساتھ لڑائیاں

تمہید

پہلے اس سے کہ ہم شمالی مشرقی افغانوں کے ساتھ لڑائیوں کا بیان لکھیں دو ایک تمہیدیں لکھتے ہیں جن سے کہ ان لڑائیوں کا بیان اچھی طرح سمجھ میں آئے۔

شاہنشاہ اکبر نے جو توران کے باب میں پولیسی اختیار کی تھی اُس نے افغانوں کے ساتھ لڑینا کا وقت مقرر کر دیا گو وہ ابتدائی سبب اس لڑائی کا نہ ہوئی۔ بعد الدخان والی توران کی قوت روز افزوں کے سبب جب اکبر کی توجہ شمال مغرب کی طرف ہوئی تو افغانستان میں ایک مذہبی طوفان اٹھ رہا تھا اور قویٰ تحریک ہو رہی تھی وہ ایسی قویٰ تھی کہ اکبر کو اُس کا روکنا گزیرا سکتے تھے کہ توران کوئی خوفناک حملہ کرے پچیس برس پہلے سے افغانستان میں ایک نیا مذہب روشنائی پھیل رہا تھا۔ اس فرقہ کا بانی بایزید الفزاری تھا وہ افغانستان میں نہیں پیدا ہوا تھا بلکہ پنجاب کے اندر جالندھر میں جا رہے تھے۔ افغانستان کی سلطنت لی ہو اس سے ایک سال پہلے وہ پیدا ہوا تھا۔ بایزید کا خیال یہ تھا کہ افغانوں کی سلطنت پھر بحال ہو۔ اور افغانستان میں مغلوں کی حکومت بائمال ہو۔ اس کی مان کا نام بامین تھا اس کا باپ اس کے خاوند کا دادا دودو نو سنگے بھائی تھے اور دودو نو چالندھر میں رہتے تھے مگر اس کا خاوند سید احمد کانی گورام میں رہتا تھا۔ یہ مقام کوہستان افغانستان میں دو دریاؤں کے درمیان ہے یہ دو دریا دریا سب سے سندھ میں ملتے ہیں جب مغلوں کا

خاندان دکن ۱۰۱۳ھ

تسلط برہنے لگا تو بایزید کی مان اپنے خاوند پاس کافی گورام کو چلی گئی اور بایزید نے اول میں
 پرورش پائی۔ بیوی کے ساتھ عبادت کو کچھ التفات نہ تھا اور آخر کو اُسے طلاق دیدی۔
 بایزید کو باپ کی بے پردائی اور سوتیلی ماں اور سوتیلے بھائی یعقوب کی دشمنی سے بہت گزند
 پہنچی اسکا باپ عالم تھا اور سچا سستی تھا جب اُس نے بایزید سے بے اعتنائی کی تو اُس نے
 اپنا اور طریقہ اختیار کیا وہ آزادانہ خیالات کرنے لگا۔ اول سوال اُس نے یہ کیا کہ میان میں
 بھی ہے آسمان بھی ہے۔ خدا کہاں ہے؟ اسکو علم کا شوق تھا وہ اپنے ایک گوشہ نشین
 رشتہ دار شیخ اسماعیل کا شاگرد ہو گیا اسکی زہد و عبادت کو وہ بہت پسند کرتا تھا مگر اسکے
 باپ کو یہ پسند نہ آیا کہ وہ ایک بڑے باپ کا بیٹا ہو کر ایسے ذلیل رشتہ دار کا مرید و شاگرد ہو
 اسلئے اُسے شیخ بہاؤ الدین زکریا کی اولاد کے پاس تسلیم کے لئے اُسے بھیج دیا بایزید گھوڑوں کا
 تاجرن گیا وہ ایک دفعہ سمرقند سے ہندوستان میں آیا شہر کالجین جو آلہ آباد کے مغرب میں
 بنیدیل کھنڈ میں ہے وہ گیا اور اُسے ملا سلیمان سے بیعت کی یہ ملا اسماعیلیہ مذہب رکھتا تھا۔
 اسلئے ملخص مشہور تھا۔ اس فوجوان بایزید کو ملانے مذہب اسماعیلیہ کے اصول تسلیم کئے وہ
 پھر کالجین سے اپنے وطن کافی گورام میں گیا اور پہاڑ کے غار میں خلوت نشین ہوا عبادت و ریاضت
 و زہد و تقویٰ میں مصروف ہوا اور اُس نے مداح شریعت و طریقت حقیقت معرفت و قربت
 و وصلت و توحید و سلوک کو طے کیا۔ لڑکپن میں ہی وہ حج کو گیا تھا وہ سنت جماعت تھا۔
 اس عمر میں وہ ایسا نیک تھا کہ اپنے ہی اناج کے کھیتوں کی نگہبانی نہیں کرتا تھا بلکہ اور غیر
 آدمیوں کی زراعت کی پاسبانی کرتا تھا جب نوجوان ہوا تو ہزاروں کو ہدایت کرنے لگا
 اور اہل سنت کے مذہب کی غلطیاں بتانے لگا۔ کافی گورام میں جب تک رہا اُس کا
 مطلب عظم فقط مذہبی ہدایات تھیں۔ بایزید کا مذہبی خیال خدا کے باب میں ہمہ اوست
 (وحدۃ الوجود) کا ہندون کا ساتھ تھا وہ اقوام و زیری کو نہایت ناپسند ہوا
 باپ اُس کا عباد اللہ اس مذہبی خیال سے ایسا غصہ میں آیا کہ وہ بایزید کے غار میں

آیا کہ وہ بایزید کے غار میں گھس گیا اور اُس کو توار سے زخمی کیا اور اُس سے توبہ کرائی اور
 عہد کیا کہ پھر وہ سنت جماعت کے مذہب پر معاودت کرے گا۔ مگر جیسا باپ تعصب تھا بیٹا
 اپنے مذہب کے تعصب میں باپ کا باوا تھا وہ تنگدہار کو چلا گیا۔ با برنے اس ضلع کی بہت
 تعریف لکھی ہے کہ وہ نہایت سیراب و شاداب ہے۔ وہ سفید کوہ کی ڈھلان پر شمال مشرق
 میں واقع ہے۔ بہت سے چشمے اس کے دریا و سرخاب میں اور سرخاب خود جلال آباد کے
 قریب دریا و کابل سے ملتا ہے اس کے اندر جلال آباد کے گرد وہ سارے پہاڑ اور وادی
 داخل ہیں جو سرخاب اور بھٹی کوٹ کے درمیان دائیں طرف دریا و کابل کے ہیں۔

بایزید کے خیالات کی بلند پروازی کے سبب سے ہمند کے سردار سلطان احمد نے اس کا
 خیر مقدم کیا۔ یہاں افغانوں میں اُس نے بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے مذہب کا وعظ سنایا
 اور اُن کو مرید کیا۔ مگر جب اس پر عرصہ گزرا تو تاجیک کے سنی ملا نے اُس کا ایسا ناک میں دم
 کیا کہ وہ آگے مشرق میں پشاور کے میدانوں میں چلا گیا۔ اُس میدان کے دریا کے واسطے
 کنارہ پر شمال مشرق میں غری ہیل افغان اور شمال میں خلیل اقوام رہتی تھیں اور دریا کے
 بائیں کنارہ پر بہشت نگر میں محمود زئی رہتے تھے۔ یہاں کے چاول مشہور ہیں افغانوں نے
 اس زمین کا نام جو پچھلے زمانہ میں فتح کی تھی۔ پشتوں خا رکھا تھا۔ بایزید کو بڑی کامیابی ہوئی
 اور اُس کے پکے چیلے بہت ہو گئے وہ خود اور اُس کے بیٹے کلیدیر میں عمر زیوں کے درمیان
 مقیم ہوئے۔ یہ ایک خیل ہشت نگر ہی ہے گو تاجیک نے اُس سے نفرت کی مگر افغانوں نے
 اُس سے رغبت کی۔ غرض اب وہ دونوں دین و دنیا کا رہنما بن گیا۔ مذہبی و ملکی معاملات
 کا پیرو مرشد ہو گیا اب پیر جی کو نبی الامام ہونے لگا اور خدا اُن کو نظر آنے لگا اُس نے کہا
 کہ مجھے حکم ابھی ہوا ہے کہ میں کموں کہ میں نے خدا کو دیکھا ہے میں خدا کے ساتھ ہوں۔ میں
 خدا کو جانتا ہوں اور میں خدا کے ساتھ ہوں غرض اُس کو یقین تھا کہ میں خلیفہ اللہ ہوں اُس نے
 اپنا نام روشنائی رکھا اور مریدوں نے اُس کو پیر روشنائی کہا۔ وہ قرآن کے اسرار بیان

کرنے لگا اس نے ایک کتاب خیر البیان تصنیف کی جس میں اپنے مذہب کے سب مسائل میں
 وحدیث کے موافق بیان کئے مگر ان کو اہل سنت بالکل قرآن وحدیث کے مخالف جانتے ہیں اور
 ان کو زندہ اور اتحاد کہتے ہیں نمازیں قبلہ کی جانب کو اڑا کر دل کعبہ بنایا۔ وضو کو سلام کیا۔ رمضان
 کے روزوں کو مقرر کیا کہ فصل بہار کے شروع میں دس روزہ رکھ لیا کریں۔ اُس نے کہا کہ اٹھارہ
 ہزار قسم کے جاندار ہیں ان سب کو اپنا جسم سمجھنا چاہئے اور کسی کو آزار نہیں دینا چاہئے۔ وفات کے
 دن کو پیدائش کا دن بنانا۔ اُس نے یہ کہا جو آدمی اپنے تئیں اور خدا کو نہیں پہچانتا وہ آدمی نہیں
 ہے اگر وہ مؤذی ہے تو اُس کو گرگ۔ شیر۔ فعی۔ اژدہ سمجھنا چاہئے حدیث قتل المرادی
 قبل الایدل پر عمل کرنا چاہئے۔ اگر وہ کسی کو ایذا نہیں پہنچاتا ہے اور نمازی ہے تو اُس کو لوٹری
 یا بیڑ یا سمجھنا چاہئے۔ جس کا حلال کرنا شرعاً جائز ہے اس لئے حکم دیدیا کہ جو اُس کے سخت دشمن ہیں
 ان کو درندوں کی طرح مارنا چاہئے۔ اُس نے بے ایمانوں کے مال لوٹنے اور غارت کرینگی اجازت
 دی۔ بے ایمانوں میں مسلمان اور ہندو دونوں شریک تھے وہ ترکی ستیوں کا بہ نسبت ہندوؤں کو
 زیادہ دشمن تھا۔ بے ایمان اپنے تئیں نہیں جانتے ہیں اور اپنی بقا کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ
 مردہ ہیں اور مردوں کے مال کے زندہ وارث ہوتے ہیں۔ اُس نے گداگری کو خلاف شرع حرام
 بتایا۔ اہل سنت فقہروں کے ساتھ بہت سلوک کرتے تھے ان کے خلاف جو فقرابیک سی روٹی
 کھاتے تھے ان کو کہا کہ وہ حرام کا کھاتے ہیں اور اُس کی بجائے کافروں کے اور خیر کے مسافروں
 اور تاجیکوں کے مال چرانے کی ہدایت کی۔ اس فقیری کے حرام کرنے سے اُس کا مطلب یہ تھا
 کہ وہ اپنے مریدوں کا ایک گروہ بنائے کہ وہ لیٹا رہیں کیا کریں اُس نے اور اُس کے بیٹوں نے
 ایک بیت المال بنایا جس میں غنیمت کا ایک خمس داخل ہوتا تھا۔ بایزید اس حال میں کہ ایک غار میں
 وہ بیٹھا تھا اور سر پر باپ کی تلوار کچی ہوئی تھی پشت تو خیل کا ہادی بن گیا اور اس وحشیانہ۔ زمین
 میں اُس نے مذہب کا بیج ڈال کر اپنا نشوونما کر لیا اُس نے بار بار کہا کہ مجھے امام ہوا ہے کہ جو لوگ
 خدا کو نہیں جانتے ان کو قتل کروں۔ اُس نے چھوٹے چھوٹے محلے کلیدار سے جس کے سبب سے

کابل کے فرماں روا مرزا محمد حکیم کو توجہ اُس کے حال پر ہوئی۔ اور بہار کے سینوں کے کان کھڑے ہوئے۔ بہار دہلیزِ باتحیرِ ہشت نگر کے شمال میں دریا سندھ سے ملی ہوئی ایک مرتفع زمین ہی اور اُس میں یوسف زئی رہتے ہیں۔ یہاں کے عاملوں نے یوسف زئی کے بہت آدمیوں کو روشنائی مذہب کے اختیار کرنے سے روکا۔ اگرچہ یوسف زئی بایزید کے اول اول بڑے طرفدار ہوئے۔ مگر بعد اُس کے مرنے کے وہ پشتوں کی سازش کے سخت دشمن ہو گئے۔

کابل کی گورنمنٹ کے حکم سے محمود زئی کے ملک میں حکیم حسن خاں غازی آیا اور بایزید کو پکڑ کر لے گیا۔ کابل کی گلیوں میں اس بے عزتی کے ساتھ لے گئے اُس کا علماء سے مباحثہ کرایا اُس نے یہاں یہ فطرت کی کہ بیان کیا میں نے کوئی بدعت کی بات مذہب میں نہیں پیدا کی تمام فرائض صوم صلوٰۃ حج و زکوٰۃ کا پابند ہوں۔ غرض اپنی فصاحت بیانی اور طلاقت لسانی سے اپنے تئیں بالکل ہر الزام سے بری کیا جس سے گورنمنٹ کو کوئی خوف اُس کی جانب سے نہ رہا۔ اب اُس نے اپنے کاموں کے لئے ایک نیا تماشا گاہ دشوار گزار کوہستان تیراہ میں کولہ۔ یہ کوہستان کوہ سفید کی مشرقی شاخ میں جو کواٹ تک جنوبی مغربی میدان پشاوَر تک جاتی ہیں اور تیرہ دریا بہاتی ہیں۔ غرنجیل جو میدان میں روشنائی مذہب رکھتے تھے وہ تیراہ کے قریب تھی تیسراہ میں بنگش خیل افغان رہتے تھے۔ جن میں سے طوطائی خیل و تبک روشنائی مذہب میں سخت متعصب تھے۔ ان بلند کوہستانی وادی میں بہت کثادہ ملک ہشت نگر کے بایزید کے لئے زیادہ عافیت تھی۔ یہاں وہ آن کر اہل سنت کا اور مغلوں کی سلطنت کا سخت دشمن ہو گیا اُس نے کوہستانی آزاد قوموں کو اپنے مسائل سمجھا کر جہاد پر فروختہ کیا اور پکارا کہ اے میرے دوستو! او میں تم کو ہدایت کروں گا میں شمشیر پر ہاتھ دھروں گا اور نبی کا مذہب غارت کروں گا۔ اگر تم خدا کو خوش کرنا چاہتے ہو تو مجھ پر توکل کرو۔ میں ہی تمہارا خدا اور پیغمبر ہوں۔ مجھ میں کوئی نقص نہیں ہے مجھ کو ہمدی خیال کرو۔ میں کسی معنی کے ناقص نہیں ہوں میں کافی و کامل ہادی ہوں تم اس پر بالکل یقین کرو۔ اُس نے چغتائیوں کے ظلم سے افغانوں کو ڈرایا اور اپنے پیروں کو ہندوستان اور

اُس کے پادشاہ کی مال و دولت کا لالچ دلایا اُس نے پہلے ہی سے ہندوستان کے مغل
 اپنے مریدوں کو تقسیم کر دیئے اور جہاد کے لیے سب طرح سے تیاری کی اُس نے سواروں کی
 زبردست سپاہ جمع کرنے کے لیے گھوڑوں کو طلب کیا اور اُن کے مانگوں سے وعدہ کیا کہ ہندوستان
 کی دولت سے دوچند قیمت اُن کو دی جائیگی اُس نے سب مریدوں سے بے ریا اطاعت چاہی اور
 مکار پر ہمت کی مگر تیراہ کے افغانوں نے بایزید کے حکموں کا خیال کچھ نہیں کیا۔ انہوں نے
 مغلوں کے ساتھ رشتہ اتحاد کو نہیں توڑا۔ یہ پہاڑی افغان بہادر اور عالی ہمت تھے۔ اُن پر بایزید
 داؤں کھیلا اور اس طرح اپنے بیچ میں اُن کو لایا کہ اول اُس نے افغانوں کی افعال کی نسبت اپنی
 نارضا مندی ظاہر کی اور کہا کہ اگر تم مجھ کو اپنا خیر خواہ دوست بنانا چاہتے ہو تو تم الگ الگ ایک
 ایک اپنے ہاتھ باندھ کر میرے پاس آؤ کہ میں خود تم کو اس دست بستی سے نجات دوں۔ بایزید
 نے ایسی شہید بازیاں کیں کہ افغان اُس کے دام میں آگئے اور اس کے کہنے کو مان گئے وہ
 اُس کے سامنے الگ الگ دست بستہ حاضر ہوئے جن میں سے تین سو کو بایزید نے فوراً مار ڈالا
 اور اس ضلع کو ایسا ویران کر دیا کہ پھر اُس کے اصل باشندوں کو وہاں آباد ہونا نہ نصیب ہوا بلکہ
 اور کو ہستانی قومیں اُس پر تسلط ہو گئیں۔

کابل کی گورنٹ بایزید کی تیاریوں سے غافل نہ تھی اور اپنی حفاظت میں وہ ساعی تھی
 پیر و شنائی بہت سی سپاہ ساتھ لے کر شمال کی طرف تنگ بار کے میدان میں نیچے اترا۔ وہ اٹا
 پہاڑوں میں آہستہ آہستہ جا رہا تھا کہ محسن خاں غازی اُس کے پیچھے توراکا کے قریب آگیا۔ پیونے
 حتی الوسع مریدوں کو سمجھایا کہ دشمن کے سامنے کھڑے رہیں اور کہا کہ محسن خاں پر جسوقت میری
 آنکھ پڑے گی تو وہ اپنے گھوڑے سے گر پڑے گا۔ مرید اس کے میدان جنگ میں بچے۔ مگر جب
 خنجر مصری کی پشاشب اُن کے اوپر ہوئے لگی اور مغلوں کے سواروں کے ٹاپوں تلے آنے
 لگے تیز پانی سے وہ بالکل پرانگندہ اور پریشان ہو گئے بایزید خود گر پڑا بھاگ کر ہشت گز میں
 آیا تیز پانی سے اس سفر کی تکان پر بخار کا اور اضافہ ہوا۔ اور اُس نے اُس کی زندگی کو پورا کیا۔

دو ہشت تھو بھٹک پور میں دفن ہوا۔ مگر اس پر روشنائی کے مرنے سے روشنائی مذہب کی روشنی بالکل بھی نہیں۔ وہ شاہجہاں کے زمانہ تک کچھ نہ کچھ اپنی چمک دکھاتی رہی بایزید کے بیٹوں نے باپ کے مذہب کو اور پھیلایا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے بڑے بیٹے ٹھٹھنے تو ار کو ہاتھ میں لیا۔ اور اپنے مریدوں اور پیروں کو یوں مخاطب ہوا کہ اے میرے دوستو! او۔ تمہارا پیر مرا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنی جگہ اپنے بیٹے شیخ عمر کو دے گیا ہے اور اس کو اور اپنے مریدوں کو دنیا کی سلطنت عطا کر گیا ہے۔ اس نے نہایت محنت و مشقت سے پشتوؤں میں از سر نو جو شہ پیدا کیا اور ایک سال ایک دن بعد اس کے باپ کی سفید ٹھٹھیاں ایک تربت میں رکھ کر ہراڑائی میں آگے رکھی جاتے لگیں۔

عمر نے ہر چند کوشش کی مگر وہ یوسف زیوں کے ہاتھ میں بری طرح پھنس گیا پہلے وہ روشنائیوں کے بڑے طرفدار دوست تھے اب وہی ان کے جانی دشمن ہو گئے یہ زبردست خیل صحرا فردی پہاڑوں کے کشادہ زمینوں میں بہتے تھے جو دریا دکانل کے شمال میں ہیں اور سندھ سے مغرب کی طرف پھیلتے ہیں اور ان میں ضلع بہار (بمیرینیر) پنج گورہ۔ بانجور۔ دودیر۔ چچ ہزارہ دریا کثیر تک ہیں جو جلال آباد کے نیچے تک بہتا ہے۔ مشرقی یوسف زیوں نے عمر پر بار میں دریا سندھ کے کنارہ پر حملہ کیا اس کو شکست دی اور اس کو اور اس کے بھائی خیر الدین کو مار ڈالا۔ انہوں نے عمر کی لاش کو جلا کر خاکستر بنایا۔ اسکو اور بایزید کی بیٹیوں کو دریا سندھ میں پھینک دیا بایزید کے بیٹوں میں نور الدین کو گوجروں نے مار ڈالا۔ سب سے چوٹا بیٹا جلال الدین زندہ یوسف زیوں کی قید میں آیا۔ بیٹوں میں صرف یہ ایک ہی بیٹا بچا۔ سن ۹۷۵ میں جب شہنشاہ اکبر کابل سے لاہور میں آیا تو اس وقت اس نے یہ لڑکا جلال الدین چودہ برس کا یوسف زئی سے درخواست کر کے لے لیا پادشاہ کو اس وقت ضرورت تھا کہ روشنائیوں میں سے کسی کو یوسف زئی کا دشمن بنائے۔ اس لئے کہ حتمی ان چوتھوں قوموں کے درمیان نا اتفاقی ہوگی اتنا ہی خیر کی راہ میں امن امن رہیگا اس لئے اس نے جلال الدین روشنائی

کی بڑی خاطر داری کی۔ مگر یہ شوخ بیباک لڑکا پادشاہ کے دم میں نہ آیا اور موقع پا کر بھاگ کر تیراہ میں جا پہنچا۔ جو سب سے زیادہ روشنائیوں کے لئے مامن تھا اس نے تیراہ میں بیٹھے بیٹھے بگش۔ آفریدی اور کزئی قوموں سے اخلاص پیدا کیا۔ یہ قومیں خیبر کی راہ میں مغلوں کی سخت دشمن تھیں۔ یہ لڑکا ایسی خوف کی مشعل بنا کہ اس کے شعلے اکبر تک پہنچنے لگے جس کی نجات کے سبب سے اس کا نام جلالہ تاریک ہوا اور اس کے فرقہ کا نام تاریکیان رکھا گیا۔ اس جلالہ نے ایسے اپنے طرفدار پیدا کر لئے کہ پشتوؤں کا پادشاہ اس کا خطاب ہوا اور اس نے ہندوستان پر جہاد کیا۔ ۹۹۳ء میں اس نے ہمد اور غریب خیل کی مدد کی۔ یہ قومیں دس ہزار خانوار پیشور کے قریب رکھتی تھیں اس وقت سعید حمیدی بخاری جاگیر دار پشاور نے موسیٰ کو یہاں مقرر کیا تھا۔ اس کے ظلموں سے یہ قومیں جان سے عاجز ہو رہی تھیں۔ سعید احمد پر کبرام میں انہوں نے حملہ کیا اور اسکو شکست دیکر اسکو اور اس کے چالیس آدمیوں کو مار ڈالا۔ محمد حکیم مرزا کی موت کے سبب سے دریا کا بل کے دونوں طرف مغلوں کے مقابلے سخت ہونے لگے جنکا کوئی فیصلہ قطعی نہ ہوا۔

۹۹۳ء میں شمشاد اکبری جو لڑائیاں ان اقوام افغان سے ہوئیں وہ پشاور کے میدان اور کوہستانی زمین سواد۔ باجوڑ۔ ہمد و تیراہ کے ملک میں ہوئیں اس کے چند میل جو دریا سندھ سے ملے ہوئے ہیں متشکی کیے جائیں تو اس ملک کی شکل گھوڑے کے نعل کے مشابہ پیدا ہوتی ہے میدان میں سپاہ کو بہت آرام اور میوؤں کے کھیت ملتے ہیں اس کے ضلاع زیرین جو داؤد زئی اور دو آب مشہور ہیں نہایت سیر حاصل و شاداب و سرسبز ہیں زراعت و چراگاہ بہ کثرت ہیں طرح طرح کی پیداواریاں یہاں ہوتی ہیں قطع نظر اس ملک کے سیر حاصل ہونے کے اس میں ایک بڑی بات یہ ہے کہ وہ مغربی ایشیا اور ہندوستان کی شاہراہ ہے۔

جب پادشاہ کو معلوم ہوا کہ توران کا لٹھی اور نظریے ایک قافلہ بزرگ کے ساتھ ہندوستان کو آتے ہیں اور روشنائی افغانوں نے درہ خیبر کی راہ کو روک رکھا ہے وہ اس قافلہ کو آگے نہیں بڑھنے دیتا تو اس نے شیخ فرید بخشی یگی کو بھیجا کہ جا کر ان کو ساتھ لے آئے۔

افغانوں کے ساتھ لڑائی ۹۹۳ء

کونان ملک کی فتح ۹۹۳ء

جب وہ جرمو میں پہنچا تو اس کی ہمراہ مان سنگھ نے مادہو سنگھ اور چند اور آدمیوں کو کیا۔ یہ گروہ خیبر سے گزر کر وہ کے قریب اس کا رواں سے مل گیا۔ مان سنگھ خود بھی بہت سا لشکر لیکر علی مسجد میں آگیا۔ روشنائیوں نے یہ سمجھ کر کہ کم آدمی ہیں اندھیری رات میں قلعہ علی مسجد کی طرف صاف کیا اور چند آدمی قلعہ کے اوپر چڑھ آئے مگر بادشاہی لشکر بہادری کر کے ان پر غالب آیا۔ مخالف قلعہ کو چھوڑ کر اور بلندیوں پر چڑھ گئے۔ مگر گھات میں بیٹھے صبح کو لشکر شاہی نے ان خود سروں کو پائمال کیا اور ان کا نقش ہستی مٹا دیا۔ دوسرے روز قافلہ توران سندھ کی اس طرف خیبر آباد میں آیا۔ فرمان رواے توران نے کبوتر اور جبب کبوتر باز یا دشاہ پاس بھیجے تھے اس سے وہ خوش ہوا۔ ایلچی کے پہنچنے سے پہلے اس سے وہ ملا۔

ان قوموں اور ان کے ملک کا حال جو افغنن صاحب نے اپنی تاریخ میں اور ابو الفضل نے اکبر نامہ میں لکھا ہے نقل کرتے ہیں۔ دونوں کا مقابلہ کر کے بیانون کی مخالفت و مطابقت کو دیکھ کر مغربی و مشرقی بیانون کے فرق کو سمجھ لو۔

افغنن صاحب کا بیان جس اشتعال سے کشمیر کی لڑائی ہوئی اس سے ان قوموں سے بھی لڑائی ہوئی۔ مگر اس میں اکبر کے ساتھ یہ قومیں سینہ زوری کے ساتھ بڑے بڑے مقابلہ سے پیش آئیں اور اسکو کامیابی ہوئی۔ یہ لڑائیاں شمالی مشرقی افغانوں سے ہوئیں جو ان ملکوں میں رہتے تھے کہ پشاور کے میدان کے گرد پھاڑی ملکوں میں بستے ہیں یہ میدان بڑا وسیع اور نہایت زرخیز ہے اس میں زمین ہندوستان کی سی زرخیز اور بار آور ہے اور اسپر بلا د مغرب کی معتدل آب و ہوا کے بہت سی اثر متزاہد ہیں اسکے شمال میں سلسلہ کوہستان ہندوکش کا بڑا سلسلہ ہے مغرب میں اسکوہ سلیمان کا بلند سلسلہ اور جنوب میں کوہستان خیبر جو کوہ سلیمان سے دریا سندھ تک پھیلتا ہے۔

افغانوں کا جو خاص ملک ہے اس کا دسواں حصہ یہ ملک بھی ہے۔ زمانہ حال میں یہاں کوہستان کے بیروانی کہتے ہیں وہ اپنی چال ڈھال اور وضع و طرز میں ایسی خصوصیتیں رکھتے ہیں کہ اور افغانوں میں متمیز معلوم ہوتے ہیں اس ملک کے شمالی حصہ میں بہ نسبت اور شمالی مشرقی قوموں کے یوسف زئی

ان قوموں کا اور ان کے ملک کا حال جو افغنن صاحب نے لکھا ہے

زیادہ رہتے ہیں اور اپنی باقی قوموں کا نمونہ ہیں ان کے ملک میں پشتور کا شمالی میدانی حصہ ہی اور ہندو کش کے برستانی بلندیوں تک پھیلتا ہے اور ان کے اندر تیس تیس چالیس چالیس میل لمبے اور اسکے موافق چوڑے وادی ہیں جن میں سے ہر ایک کی دونوں طرف اور شعبے وادیوں کے جاتے ہیں۔ یہ وادی آب و ہوا اور حسن و لطافت اور درختوں میں کشمیر کے نظیر ہیں اور وہ تنگ ناؤں پر ختم ہوتی ہیں جن کے گرد اونچے اونچے کھارے ہوتے ہیں یا وہ جنگلوں اور درختانوں میں غائب ہو جاتے ہیں۔ ایسا ملک اپنے حملہ آوروں کے لیے بہت سے الجھیٹے اور عوائق اور مولغ پیش کرتا ہے مگر وہاں کے باشندوں کے واسطے کچھ مشکل نہیں وہ بے تکلف ایک وادی سے دوسرے وادی میں آمد و رفت رکھتے ہیں اور جہاں کہیں راہ نہیں ہوتی وہ اپنے لئے راہ بنالیتے ہیں۔ اس باشندے یہاں کے ہندو معلوم ہوتے ہیں جو غالباً پاروپامی سا کے ڈیا آل و اولاد میں سے ہونگے یہ نسبتاً زمانہ حال کا واقعہ ہے کہ بعض خاص افغانوں کی قوموں نے اس ملک کو فتح کیا ہوا اور شہر تاش میز معاش اسکو بنایا ہوا اور پھر ان افغانوں کو یہی اب سے سو برس کا عرصہ گزرا ہوگا کہ یوسف زئیوں نے جو قندھار کے قریب رہتے تھے اپنے وطن سے جلا وطن ہو کر ان کو نکالا ہوا اور ان کے ملک پر قبضہ کیا ہو۔ ہاڑی قوموں میں آزادی کا ہونا بالطبع ہوتا ہے اس لیے یہ قوم آزاد تھی اور سوا اسکے وہ کسی دشوار گزار ملک پر قبضہ رکھتے تھے اور ان کے تابعین بہت سے تھے اسلئے اسکو اپنی دولت کا بھی غور تھا اور آزادی کی مستی پر دولت کا نشہ اور چڑھا ہوا تھا۔ سوا اس کے وہ خود عظمت اس سبب سے بھی کہتی تھی کہ ان کی حکومت میں جمہوری انتظام تھا۔ ہر خیل جدا جدا اپنا سرخیل موروٹی رکھتا تھا۔ اس کے زمانہ میں اسکو کوئی اختیار سوا اس کے نہ تھا کہ وہ اپنے خیل کے آدمیوں سے مشورہ لے اور ان کی خواہش اور آرزوئیں دریافت کرے اور ان پر اور سرخیلوں کو اطلاع دے ہر گائوں کے باشندے اپنے اندرونی قضیوں کو خود چکاتے تھے۔ مقدمات کا فیصلہ نجایت میں ہو جاتا تھا۔ گائوں میں چوپالیں ہوتی تھیں انہیں کسی نہ کسی مطلب کے لیے ہمیشہ مجلسیں ہوا کرتی تھیں چوپالوں ہی میں آپس میں جھگڑے کر گائوں والے جی ہب لایا کرتے تھے اور

اور مسافروں اور اپنے جہانوں کو اتارا کرتے تھے۔ زمین آپس میں برابر بنی ہوئی تھی اور اسے
 کہ بڑی بھلی زمینیں ہر ایک کے حصہ میں باری باری سے آتی رہیں بمقتضا عدل نئی تقسیمیں
 ہوتی تھیں۔ ہندی رعیت کی مدارات ابھی طرح کج جاتی تھی مگر معاملات انتظامات ملکی میں اسکو
 مداخلت نہ تھی۔ یوسف زئی ان ہندیوں سے رنگ و پ میں ایسی فوقیت نہیں رکھتے تھے جیسی
 کہ اوضاع و اطوار و چال و چلن میں۔ جنوب میں اور قومیں جو میدانون کے اندر نیچے پہاڑوں میں
 رہتی تھیں وہ مدت سے وہاں آباد تھیں اور ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ بہت آمد و رفت میل
 جول رکھتی تھیں مگر بعض انہیں سے کوہستانی مسلمان ہیں۔ بعض قومیں اپنے ملک میں زیادہ نشیب
 فراز رکھتی تھیں اور یوسف زئی قوم سے شایستگی اور تہذیب میں بھی کم درجہ رکھتی تھیں۔ شہنشاہ
 بابر نے شمال مشرقی قوموں کے مطیع بنانے میں سخت کوشش کی۔ جنہیں سے بعض قوموں کے تابع
 بنانے میں کامیاب ہوا۔ مگر وہ یوسف زئی قوم کے مغلوب کرنے میں بالکل ناکام رہا۔ نہ وہ صلح
 و آمیزش کی تدبیروں سے اسکو اپنے بس میں لاسکا اور نہ اس کے ملک کے اس حصہ پر جس تک اسکی
 رسائی ہوئی سخت غارت گرجا اور ی سے فتحیاب۔

اب ابو الفضل کی کہانی سنئے۔ وہ لکھتا ہے کہ اوس یوسف زئی پیشتر قندھار و قرا باغ
 میں رہتی تھیں۔ وہاں سے کابل میں آنکر چیر دست ہوئی مرزا بغ بیگ کابلی نے دستان سرانی
 سے اسکو مارا دھاڑا۔ پس ماندے لغانات میں آسائش سے رہنے لگے پھر استغریں آگئے۔
 سو برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ سواد (سوات) و بچور میں رہنری و سترابی سے بسر کرتے ہیں۔
 اس سر زمین میں ایک گروہ رہتا تھا جسکا خطاب سلطانی تھا اور وہ اپنے تئیں سلطان سکندر کی
 دختر ہی اولاد بتاتے تھے۔ یوسف زئی کچھ دنوں ان کے ملازم ہوئے تھے پھر حیلہ اندوزی کر کے ناپاسی کر
 گئے اور ان کے عہدہ عہدہ مقامات اپنی قبضے میں کر لئے۔ اب تک ان قدیمی باشندوں میں سکنتاؤ نہیں تھوڑے
 ماکانی کیساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور وطن کی محبت کے سبب باہر نہیں نکلتے ہیں۔ یوسف زئی کا بنگاہ
 کوہستان سواد اور بچور میں اور اکثر وہ دشت میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس دشت کے دو طرف

دریارسندھ ہے۔ اور باقی اور دو جانبوں میں دریار کابل کوستان شمالی ہے۔ وہ تیس کوس لمبا اور پندرہ بیس کوس چوڑا ہے۔ دلکش اسبزہ زار اور نگاہ فریب مسینیں ہیں جنکے دیکھنے سے خوشی ہوتی ہے۔ جب پادشاہ نے کابل میں یورش کی تھی تو یوسف زیون میں سے جو کلاں تر تھا وہ لالہ گری کر کے جبہ فرسا ہوا تھا اور پہلے اپنی بدکرداری سے شرمناک ہو کر بیان پرستاری استوار کیا تھا ان میں سے کالوپر پادشاہ نے عنایت کر کے سب سے زیادہ سرفراز کیا مگر تھوڑے دنوں بعد یہ قومیں پھر اپنے آئین سابق پر مائل ہوئیں۔ راہ زنی اور خلق آزادی پر کمر باندھی اور دار الخلافہ سے کالو بھاگ گیا۔ خواجہ شمس الدین نے نواحی انکے دستگیر کر کے پادشاہ پاس بھیجا۔ پادشاہ نے بجائے پاداش کے اسپر نوازش فرمائی۔ پھر وہ بھاگ گیا اور اپنی پہلی بنگاہ میں پناہ لی۔ اور زمینداروں کی سرکشی کا بھی سبب ہوا۔ پادشاہ نے بہت سے افسروں اور سپاہ کا زین خاں کو کلٹاش کو سپہ آرا بنا کر اور غریب خانبہائی کو بخشی بنا کر روانہ کیا کہ کجگر اگر وہ کو رہنمائی کریں اور تیرہ دل جو اندر نہ قبول کریں انکو سزا دیں۔ ۲۵ دی ۱۱۹۰ کو قرا بیگ و ضیاء الملک اور سپاہ کو بسر کر دی شیخ فریختی کو روانہ کیا وہ ایک عمدہ تاخت کر کے اٹھا چلا آیا اور پادشاہ سے عرض کیا کہ پشت کا کام بہت سخت ہے مناسب ہے کہ ایک فوج اور نامزد ہوتا کہ شائستہ طور پر قوم یوسف زنی کی بیج کنی کی جائے اسلئے ۴ ہجرت کو سعید خاں اور ملک الشعرافیضی اور دسترخواچہ شیخ ابوالبرکات اور افسر نو اور ابوالفضل کرتین سوسواروں کو جانیکی اجازت دی۔ اور میر شریف آملی کو زابلستان میں منصب امینی صدارت عنایت کیا اور قاسم بیگ تبریزی کو میر عدل لشکر مقرر کیا۔ زبانی بھی اسکو ہدایتیں کیں کہ ہمیشہ نیایش اینرومی اور رضامندی آہلی کی تلاش میں رہو اور شناسائی کو نیاز مندی کیساتھ ملائے آزمندی اور شتر دلی کہ ہوشمندوں کی لغزش گاہ ہے ہر کران ہے اسلئے کہ بہت نیک ذات نیایا کی رنگینی اور تہکار دیکھ کر حق گنداری سے باز رہتے ہیں گواہ و سگند پر داری کا حصہ نہ کری بلکہ دوزنگاہی بشرہ کو دیکھے اور طرح طرح کی پریشیں کری۔ اگر کوئی بڑی لڑائی خود نہ کر سکے تو ہم کو مطلع کرے تن آسانی کو ناروا جان کر کبھی کبھی اس میں مشغول ہو۔ پادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ اگر اسی

سپاہ کا یوسف زنی سے لڑنے کے لئے اور سواد اور بجز کی فتح کرنے کے لئے روانہ ہونا چاہیے

لشکر پر کام چھوڑ دیا جائیگا تو اس ناحیہ کے قوموں کی افزونی اور کوہستان اور تنگناؤں کی دشوار
گذاری سے کام دیر میں انجام پائیگا اسلئے پادشاہ نے ایک تازہ لشکر بیربر کی سرکردگی میں روانہ
کیا۔ ابوالفضل بھی بنو کا شوق رکھتا تھا اس نے پادشاہ سے عرض کیا کہ اگرچہ حضور کی خدمت
میں رہنا خوش نصیبی کی اکسیر ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ پرستاری غائبانہ جس سے یگانگی ایک انی
کا امتحان ہو بجالاؤں اور میری ایک نئی لیاقت حضور پر ظاہر ہو۔ اگر بنو گاہ میں مجھ سے
کوئی عمدہ کام ہوگا تو میری ناموری ہوگی اور شایستہ بندگی بجالاؤنگا۔ جس سے ناتواں بین
ہرزہ داریوں کا منہ بند ہو جائیگا پھر وہ میرے نسبت کچھ نہیں کہہ سکیں گے۔ پادشاہ نے فرمایا کہ
تیرے اور بیربر کے نام قرعہ ڈالا جائیگا کہ بغیر کسی خواہش کے سر نوشت ایندزی ظاہر ہو۔ قرعہ
بیربر کے نام کا نکلا۔ پادشاہ نے ۱۲ بہمن کو بیربر سردار نیم ہزم کو روانہ کیا۔ اسنے تھوڑے عرصہ
میں شت میں جسے سرکشی کی اسکی خوب ماش کی جسے نیا لشگری کی اسکے مال ناموس کی پیاہنی
کر کے دوسری جگہ آباد کیا۔ بنیر کی فتح کے ارادہ سے وہ گریوہ کی طرف چلا جب تھوڑی تنگناؤں
کو لشکر طے کر کے منزل دوک میں آیا تو افغانوں نے لڑنا شروع کیا۔ بڑی لڑائی ہوئی بہت مخالف
اسیر قتل ہوئے ناوقت ہو گیا تھا اور آگے کا حال معلوم نہ تھا۔ اسلئے لشکر خیمہ گاہ کو واپس آیا اور معلوم
ہوا کہ اس طرف جانے مقصد محل نہیں ہوگا تو دشت میں لشکر واپس آیا تاکہ دوسری
راہ سے جائے۔

کو کلتاش کی پادشاہ پاس عرضداشت آئی کہ خدا کی عنایت سے سخت گریوہ سے گذر ہو گیا ہے
بجور اور سواد کا بڑا حصہ قبضہ میں آ گیا ہے مگر لشکر تگادو کی کثرت سے تھک گیا ہے اور گریوہ
لڑا کر میں جو سواد بنیر کے درمیان بنو افغان جمع ہوئے ہیں اگر اور لشکر جو انہروں کا بھیجا جائے
تو ثباتہ طور پر سارا ملک قبضہ میں آجائیگا اور سرکشوں کو سزا ملجائے گی۔ پادشاہ نے
۱۵ بہمن کو بسرکردگی حکیم ابوالفتح کے شمشیر بازوں کو بھیجا۔ تھوڑے عرصہ میں دونوں لشکر مل گئے
زمین خال نے اول بجور کی فتح کا ارادہ کیا وہاں تیس ہزار فائدہ دار اُس یوسف زئی

سواد کو تیرہ ہزار
کا جاننا ۹۹

لشکر افغانی کا جاننا

رہتے تھے اور انکے پاس شوارکشا گریوہ تھے۔ پادشاہی سپاہ چاہے دستی کر کے وانش کول کی راہ سے آئی۔ کجگراؤ کو رستہ پر آنے کی فرصت نہ دی جانش نہا در نے گیران شہر پر تاخت کی اور بہت سے سرکشوں کی مالش کی جب وہ نہایت تنگ ہوئے تو غازی خاں و مرزا علی و طاؤس خاں و نظیر اور سرداروں نے پناہ مانگی اور وہ ملنے آئے۔ دفعتاً شورش دور ہوئی۔ یہاں سے لایت سواد کا قصد ہوا۔ یہاں کے کوہستان میں چالیس ہزار خانہ دار یوسف زئی رہتے تھے۔ جب لشکر دریائے کنارہ پر پہنچا۔ اس زمین کے بہادروں نے جنگ میں قدم جایا۔ ہراول نے دریا سے گزرنے میں باگ کھینچی۔ التمش کے دلاوروں نے تیز دستی کی۔ اسکی دیکھا دیکھی اور بھی اس راہ پر آئے بڑی لڑائی ہوئی۔ غنیمت نام کام بھاگ گیا۔

کو کلتاش نے چکدرہ میں کہ وسط ولایت میں ہی قلعہ کی بنیاد رکھی اور سرکشوں کی مالش کا قصد کیا۔ تیس دفعہ فتح پائی۔ سات لشکروں کو شکستہ کیا۔ ولایت نیر کا سارا ملک سوائے گریوہ کا کر کے قبضہ میں آگیا۔ لیکن کارزار کی فرونی اور کوہ نوردی سے لشکر تھک گیا۔ کو کلتاش نے ملک مانگی۔ پادشاہ نے راجہ ہیر بہادر حکیم ابو الفتح کو نامزد کیا۔ جب یہ سب آپس میں ملے تو دورنگی کا غبار اٹھا پہلے ہی سے کو کلتاش اور راجہ میں تنگ چشمی کی باتیں ہوئیں۔ اسی طرح راجہ اور حکیم میں آپس صفائی نہ تھی۔ یہ اُمرا باوجود فہم عالی اور اعتبار سرگ آپس میں حسد کرنے لگے وہ پادشاہی عاطفت میں انبار نہیں چاہتے تھے اسوقت سے کہ دشت کی فوجوں کو کو کلتاش کی کمک کا حکم ہوا تھا تو راجہ حسین مجیس ہو کر کہتا تھا کہ میرا صیب برگشتہ ہو گیا ہے کہ حکیم کی ہمراہی میں اور کو کہ کی یادی میں دشت کو نہ اپنے پڑے دیکھے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ راہ نوردی میں ہر روز آہستہ آہستہ باتیں ہوتی تھیں جب گریوہ بلکنڈ میں پہنچے تو کو کلتاش استقبال کو آیا۔ اسنے خود بیٹھ کر گریوہ سے لشکر و بہتال کو اتر و آیا حکیم ابو الفتح قلعہ چکدرہ میں گیا۔ راجہ اس جدائی سے آشفہ ہوا اور تباہ اندیشہ کرنے لگا۔ صبح کو اس قلعہ میں سب جمع ہوئے کو کلتاش نے جشن آراستہ کیا راجہ نے اپنی پہلی خستگینی کو ظاہر کیا کہ اس جشن میں شریک نہیں ہوا۔ اور اُس نے یہ گذارش کی کہ مناسب ہے کہ سب کا راگاہ نور شاہی (سلاح شاہی) کے

گرد جمع ہوں۔ رازگوئی اور بنیم کچھتی وہاں آہائش پائے۔ کوکلتاش اسپرخصہ ہوا۔ راجہ اور حکیم میں
 درشتی سے دشنام پر نوبت پہنچی کوکلتاش نے محل کے ساتھ شورش بیگانگی کو بٹھایا اور گذارش کی
 کہ ہم کو ہستان کا ختم کرنا قریب ہے اور اگر اوہنیر کے ستراب بھی لاہ گری کر رہے ہیں لیکن مدت سے
 انکی گفتار کروار میں نہیں آئی۔ یہ ملک اسلئے طلب کی تھی کہ ایک گروہ کو اس قلعہ میں چھوڑ کر میں حلیہ
 گذارفتہ اندوزوں کی مالش کو جاؤں اب چاہیے کہ لشکر تازہ روز اس خدمت کو اپنے ذمے لا اور
 میں پہلے سپاہ کے وسط ولایت کی پاسبانی کروں یا کہ وہ چکدرہ میں رہنا پسند کریں۔ میں کو نشینوں کی سزا
 کے لئے جاؤں۔ راجہ و حکیم دونوں نے اس صلاح کو نہ مانا اور یہ جواب دیا کہ پادشاہ کا فرمان ملک پرست
 کر نیک ہی ملک کی نگاہداشت کا نہیں ہے۔ ہم سب یکجا ہو کر خالفوں کو مالش دیکر اسی راہ سے کہ بادشاہ
 کا حکم ہے پادشاہ پاس جاتے ہیں۔ کوکلتاش نے جواب دیا کہ جو ولایت اسقدر آویزش سے
 ہاتھ آئی ہو اسکو بغیر سرانجام دینے کے کیونکر چھوڑ سکتے ہیں اور اس راہ پر نشیب فراز میں دوڑتے
 پھر ناپسندیدہ نہیں ہے جو میں نے دور ویش بتائی ہیں اسپر چلنا پسند نہیں تو یہی بہتر ہے کہ جس راہ
 تم آئے ہو اسی راہ چلے جاؤ کہ وہ طرف سپہ نشین ہے اس میں غنیمت کو دستبرد کی قوت نہیں ہے
 مگر انہوں نے کچھ نہ سنا اور اپنی پہلی تدبیر پر جمے ہوئے۔ کوکلتاش نے یہ ناہنجار ہدایات ان کی
 دیکھی تو اسے آئین سرداری کو ایک طرف رکھا کہ مبادا پیشوا زبان مقربین ناشائستہ باتیں
 بنا کر بادشاہ کو مجھ سے نہ خفا کر دیں۔ کوکلتاش کو تو یہ اندیشہ ہوا اور راجہ اور حکیم کو یہ فکر
 درپیش تھا کہ اگر ہم تنہا ہو جائینگے تو معلوم نہیں کام بنے یا نہ بنے اور شرمندگی اٹھانی پڑی۔
 فوج کی آرائش ناہنجار طور پر ہوئی اور آرائش فوج میں گفتگو ہوئی۔ راجہ و حکیم نے
 اپنے اسی اندیشہ سے برافکار و جرافکار کی سرکردگی سے انکار کیا۔ برافکار کا سربراہ
 حسن خاں بیٹی مقرر ہوا۔ اور جرافکار کا قاضی علی۔ ہراول کی پیشقدمی حسن بیگ کو سپرد
 ہو۔ بعد بہت سی گفتگو کے حکیم نے التمش میں رہنا قبول کیا اور ۳۱ اسفندار مذکور چکدرہ
 سے کر اگر طرف سپاہ چلی اور پانچ کوس چکر موضع بکاندک میں اتری دو سکر روز۔

راہ پر تنگ تھی برافزار کو چنداول میں چھوڑا اور درہ سے آدھ کوں پر منزل کی اور یہ تدبیر ٹھہری کہ
 آج ہر اول کچھ تاخت کر کے پھر آئے۔ صبح کو جب اس نسل پر مخالف آئے تو لڑائی شروع ہوئی
 تھوڑے عرصہ میں تنگناؤں کو طے کر کے بہت غنیمت جمع کی اور ہزاروں آدمی بندی میں آئے
 انہیں میں زیادہ تر کابل تھے وہ لوٹ کی داستان سنکر دوڑے پھرا سکے پیچھے اور فوجیں آئیں
 کو کلتاش کہ مقیم تھا ناچار وہ بھی روانہ ہوا۔ اس طرح رواروی بے روش ہوئی۔ افغانوں نے
 پیچھے خوب لوٹ مچائی حسن خاں بٹنی زخمی ہو کر کنارہ کش ہوا چلنے والوں پر کام بہت تنگ
 ہو گیا۔ کو کلتاش کا رزار میں آیا اسدن اور تمام شب اور پھر دو سے روز زیادہ دیر تک ہنگامہ
 زدہ و خورد گرم رہا۔ مخالفوں کے چار سرگرد ہوں کو کو کہ نے خود اپنی بندوق سہارا۔ افغان کچھ
 پریشان ہوئے آخر دن کو کچھ فتح کی صورت معلوم ہوئی مگر بارشتر اور گام سب لٹ گئے اور جو
 اسباب تھی اور خچر پر تھا وہ سلامت منزل پر پہنچا۔ دو سے روز چھ کوں چکر خانپور میں آئے
 کو کہ نے چند آدمی کی افسری خود کی۔ تمام راہ جنگ کرتا ہوا منزل پر پہنچا۔ راجہ کے دائرہ
 پر پہنچ کر مجلس مشورہ منعقد کی اور پہلی گفتگو کو فصاحت سے ادا کیا اور شتاب زدگی کی
 نفرین اور اپنی بہ دید کو خوب بیان کیا۔ پوچھا کہ اب صلاح کیا ہے؟ اور آئندہ کیا
 کرنا چاہیے۔ راہ تھوڑی باقی تھی اسلئے نشیب و فراز اسکا نظر نہیں آتا تھا۔ سب نے صلاح
 دی کہ مناسب یہ ہے کہ گریوہ سے گذر کر چند روز قیام کریں اور مخالف کا از سر نو علاج
 کریں۔ کو کلتاش نے گزارش کی کہ آگے تنگناں ایسی دشوار گذار ہیں کہ اس راہ پر چلنا اپنے
 تنیں بے آبرو کرنا ہے مناسب یہی ہے کہ اسی منزل میں کچھ فراخ ہے اور کوئی سرکوب
 نہیں ہے اور پانی گھاس اور آذوق بہت ہے۔ ایک دیوار بند بنا کے قیام کریں اور
 مخالفوں کو کہ سارے پیار کو گھیرے ہوئے ہیں سزا دیں یا اس سبب کے کہ ان کا زہ
 وزاد اور بہت سامان ہمارے ہاتھ میں ہے۔ استمالت نامے بھیج کر مخالفوں سے
 فرمان پذیری کا بیان لے لیں اور انکے میدان کو چھوڑ دیں اور انہیں سے چند کو بطور

یرغمال (اول) کے رکھیں۔ اگر یہ بات آپکو دلنشین نہ ہوں تو توقف کریں کہ پادشاہ کو اطلاع
 ہو اور ایک فوج اس طرف اُنکر گریوہ کے سرے کو نگاہ رکھے مگر راجہ اور حکیم اپنے منصوبہ پر
 جبرے رہے اور اپنے نقصان میں فائدہ سمجھتے رہے ششم اسفند ار مذکو گریوہ بلندی کی
 طرف روانہ ہوئے۔ کوکہ نے کاراگاہی سے چند اول کا اہتمام اپنے ذمے لیا۔ پہلے روز سے
 بھی زیادہ سخت لڑائی ہوئی لشکر کچھ تھوڑی دور چلا تھا کہ دن ناوقت ہو گیا۔ اس نے
 درہ کے سر کو بزرگ گریوہ کی ابتدا جانا وہ اُتر پڑا کوکہ کے آنے سے معلوم ہوا کہ ابھی ایک
 اور تنگی سے گذرنا باقی ہے جب اس کوہ کے سر پر پہنچنا ہو گا۔ سر کوہ اسکے نزدیک تھے
 اسلئے اُس نے آگے جانے میں کوشش کی اور یہ قرار پایا کہ گریوہ کے سر پر ہر اول بھیجکر بلندیوں پر
 قبضہ کرے اور لشکر نیچے اُترے اور صبح ہوتے ہی اس دشوار پہاڑ پر گذر کریں چونکہ پیچھے سے
 افغان چلے آتے تھے کوکلتاش پیچھے مڑا اوروں نے اس کوچ ناہنگام اور ہراول کے آگے
 دوڑانے کو گریوہ کا طے کرنا سمجھکر جلدی کی اور چلنے کا آئین بگڑ گیا۔ ہر چند سمجھانے اور پھرنیکے لئے
 تگادو ہوئی مگر سودمند نہ ہوئی۔ افغانوں نے ہر طرف سے تیر و پتھر ایسے پھینکے کہ وہ غالب ہو گئے۔
 ناشناسائی اور سرسبکی کے سبب پہاڑی کی بلندی پر سے پستی کی طرف لشکر اُترا۔ اس رواروی
 میں گھوڑے اور آدمی اور باقی سب گدگد ہو گئے اور بہت انیس مار گئے اور بڑی بڑی مڑا مار گئے
 کچھ راہ کو بچا نکر چلے۔ آخروں کو اس گریوہ دشوار سے گذر کر نیچے آئے۔ کوکلتاش کا ارادہ
 ہوا کہ اُس لڑائی میں اپنی جان دیدیکھے مگر جانش بہادر اسکے آگے آیا اور کام ونا کام
 الٹا گیا۔ کچھ چلکر وہ بیراہ ہوا گو سپیدل چلا۔ بعد دشواری منزل پر پہنچا۔ لوگوں نے
 یہ خبر اُڑائی کہ افغان پیچھے سے چلے آتے ہیں اسلئے نہایت بیتابی کے ساتھ کوچ بے
 ہنگام ہوا آدمی تاریکی کے سبب راہوں سے بھٹک کر دروں میں چلے گئے۔ افغان
 مال کے حصے کر کے بانٹنے میں مصروف تھے۔ دوسرے روز بہت سے آدمی جو راستہ
 بھول گئے تھے جان سے گئے۔ کچھ ان میں قید ہوئے۔ پانسو آدمی مار گئے

ہونگے۔ پادشاہ کے روشناس بہت تلف ہوئے۔ انہیں راجہ بیر بر حسن خاں پٹنی گدا بیگ راجہ
 و ہرم کندہ شنگو و محمد ملا سیری۔ عرب شیخ۔ ملا غیوری و جان محمد بخشی۔ شیخ جنید۔ شیخ مہمند فرملی
 بہادر امان اللہ سعید تھی۔ اس گزند ناگہانی اور اخلاص مندوں کے مرتبے خصوصاً اپنے اہم زبان معنی
 آفریں راجہ بیر بر کے مرنے سے طرح طرح کے رنج پادشاہ کو ہوئے ایک رات دن کھانا نہیں کھایا۔
 جب پادشاہ نے اپنے اخلاص نہادوں کے مرنے کا اور شکست پانے کا حال سنا تو
 خود پادشاہ کا ارادہ اس کو بہستان میں جلنے کا ہوا لیکن اخلاص گزینیوں کے کہنے سے
 اس یورش سے باز رہا شاہزادہ مراد کو اس خدمت پر بھیجا اور راجہ تو ڈر مل کو اسکے ساتھ کیا
 مرزا انغ بیگ کابلی کے زمانہ سے الوس یوسف زئی کہ ایک لاکھ سے زیادہ تھے کو بہستان
 دشوار گذار کی آڑ میں ہمیشہ راہ زنی کرتے اور مسافروں کو طرح طرح کی گزند پہنچاتے۔ کابل کے
 مرزا بانوں میں یہ قدرت نہ تھی کہ ان کی مالش کرتے۔ ہندوستان کے فرمان روایوں کو اپنے
 کاموں کی کثرت نے اور تنگ حوصلوں کی ہمزبانی نے اس طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ ان لوگوں
 پادشاہ کا ارادہ ہوا کہ یہ قوم مردم آزاری اور تباہ کاری سے باز آئے اور فرمان پذیری اور
 خدمت گذاری اختیار کرے۔ بد خوئی جو طینت میں مدتوں سے جگہ پکڑ چکی تھی۔ اور باپ
 و ادا سے چلی آتی ہے۔ اس کا دور ہونا بہت دشوار ہوتا ہے۔ پادشاہ اپنی مہربان
 دلی سے جانوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اور بڑے بڑے مجرموں کو بھی پردہ نیستی میں نہیں بٹھاتا
 جب افواج تاخت کے لئے نامزد ہوتی تو کوشش کیجاتی کہ آدمیوں کے مارنے میں تیز دستی
 نہ کی جائے۔ ہر دفعہ اس قوم میں سے جو لوگ پکڑے آتے پادشاہ انکو خلعت اور زر دیکر چھوڑ دیتا
 لیکن جب پادشاہ کے ان اخلاص مندوں کا انہوں نے خون کیا تو پادشاہ نے انکے مٹانے
 میں کوشش کی۔ ان کو بہستانوں کا اُسے غامی کرانا محال تھا۔ مگر تھوڑے عرصہ میں ان میں
 سے ایک گروہ کا نقد زندگی تاراج ہوا بہت سے انہیں اسیر ہو کر ایران اور توران میں بھیج دیے گئے
 اور ملک سوادہ مجبور و تیراہ ان بدکاروں سے پاک ہوا۔ یہاں کی آب و ہوا کی خوبی اور میوہ کی لرزائی

یوسف زئی سے پادشاہ کی لڑائیاں اور معاملات

ایسی ہے کہ کمتر کہیں ایسی ہوتی ہے۔ اس محل بیان کے آگے تفصیل آتی ہے۔ شاہزادہ مراد اور راجہ
توڈرل کو یہ خدمت سپرد ہوئی تھی مگر راجہ نے عرضداشت پادشاہ پاس بھیجی کہ سزاوار یہ ہے کہ
ولایتوں کی فتح کرنیکے لئے اور بڑے بڑے فرمان دہوں سے لڑنیکے واسطے شاہزادوں کو بھیجا جائے
یہ خدمت ایسی ہے کہ جسکو حضور کے بندگان میں سے ایک انجام دے سکتا ہے اس عرضداشت کو سنکر
پادشاہ نے شاہزادہ مراد کو واپس بلا لیا۔ کنورمان سنگہ کہ چروہ کے قریب روشنائیوں کی گوشائی
کر رہا تھا اس خدمت پر حین کیا کہ راجہ کی بہ دید کو اپنا دستیار کرے۔ مانسنگہ بنیر کے قریب آیا۔
دریا کے کنارہ پر مقیم ہوا اور قلعہ کی بنیاد ڈالی اور اُسکے آباد کرنیکے لئے ٹھہرا۔ بنیر کے چپکے
کھنڈرات کہہ رہے ہیں کہ وہ کسی قدیم زمانہ میں بڑا شہر تھا۔ سواد سے ملا ہوا کوہ لنگر تھا وہاں راجہ
توڈرل نے اپنا بنگاہ بنایا۔ اس طرح افغانوں کی گذرگاہوں کو بند کر کے انکو تنگ کیا دونوں طرف سے
کار شناس کو بہستان کے اندر جاتے اور افغانوں کو لوٹے مارتے۔ ناچار انہوں نے زاری کی جس
شورش فرو ہوئی اور زمانہ کوتاہ نہ ہوئی ہوئی۔ راجہ توڈرل کو بہستان کے واپس چلا آیا۔ اور
افغانوں کی ماش کے واسطے صرف راجہ بان سنگہ وہاں رہا۔ پادشاہ نے کنورمان سنگہ
کو یوسف زئی کی سزا دینے کے لئے بھیجا اور راجہ بھگونت واس کو کہ پنجاب کا سپہ آرا تھا
ریگستان کا پاسبان مقرر کیا۔ مگر راجہ نے نامناسب خواہشیں کیں۔ پادشاہ اُسے دیوانہ
سمجھا اور اسکا بھیجنا موقوف رکھا اور کار سازوں کو حکم ہوا کہ شاہزادہ سلطان دانیال کے
لئے تیاری زابلستان لیجانے کی کریں مگر راجہ نے معذرت کی۔ پادشاہ نے پھر اُسکی
زابلستان جانے کی اجازت دیدی۔ وہ دریا سندھ سے گذر تھا اور خیر آباد میں پہنچا تھا اور
سپاہ کے انتظار میں بیٹھا تھا کہ دفعتاً اسکی عقل تیرہ ہوئی اور سخت بیمار ہوا۔ اُسکو شہر لگ بنارس
میں لائے۔ سامان ایک طبیب اسکی نبض دیکھتا تھا کہ راجہ نے اسکا جگر لیکر اپنے مارا۔ پادشاہ
نے حکیم حسن کو علاج کے لئے بھیجا تو وہاں وہ اچھا ہوا اسکی جگہ اسمعیل قلی کو مقرر کیا۔ مگر اُس
نے معاملہ نشناسی سے حرکات ناشائستہ کیں جس سے وہ نظر سے گرا لگ پھر اسے خوشامد

کنورمان سنگہ کو بہستان بھیجا

کر کے تصور معائنہ کرایا۔ بادشاہ نے اسکو یوسف زئی کی مالش کے لئے مقرر کیا۔ ماحو سنگہ و سعبہ
گجہ اور ابو القاسم حکیمین اور راجہ بھگونت سنگہ کے آدمیوں کو اسکی یاوری کے لئے مقرر کیا اور
کنوریان سنگہ کو اور سپاہ کے ساتھ کابل بھیجا۔

جب بادشاہ وریار سندھ کے کنارہ پر مقیم تھا اور زابلستان جانے کا ارادہ تھا اور کتل خیر کو جس میں
گھوڑے اور اونٹ کا گزر مشکل تھا ایسا صاف کیا کہ گاڑی چھکڑا سپر چلنے لگا اور وریار سندھ پر
پل باندھا تو توران میں ایک عجیب تہلکہ پڑا۔ بادشاہ کے ایلغار کا خوف ایسا پیدا ہوا کہ بلخ کے
دروازے اکثر بند رہتے تھے۔ فرمانروای توران عبداللہ خاں نے کاراگاہی اور اندازہ شناسی سے
نیایش گری اور نیاز مندی اختیار کی میر قزیش کو بھیجا کہ یہ بزرگ سید نہیں ہے تو تھا اور نہایت عمدہ
گھوڑے اور تہذیب مند شتر اور سبک روا شتر اور شکاری جانور اور عمدہ پوتین اور اپنے ملک کے اور
نفائس بھیجے۔ مگر اسوقت راجہ بیربل کے سوگ میں بادشاہ رنجیدہ ہو رہا تھا اس سبب ایلیچی کی باریاں
میں تاحیر ہوئی جس سے ایلیچی کو پرالگندگی ہوئی تو بادشاہ نے ایک جشن کر کے اسکو باریاب کیا۔

بادشاہ اٹک بنارس میں عشرت پیرا تھا کچھ شکار کھیلتا کچھ آہنگ خانہ میں بندہ روت
سازی کا تماشا دیکھتا۔ دولت خانہ میں تفنگ اندازی کرتا۔ رات دن ہمات ملکی و مالی
میں مصروف رہتا مگر اس سوج بچار میں رہتا کہ ساحل سندھ پر جنگ ٹھہرے کہ یوسف زئی کی
مالش قرار واقعی ہو اور پھر زابلستان کی سیر ہو مگر تورانیوں کی سرسراہلی اور توران کی ایلیچی کی
خواری اور آذوق کی گرانی سے واپس جانا قرار پایا اور ہندوستان کو وہ چلا۔ پنجاب
میں آنکر لاہور میں ٹھہرنے کا ارادہ بادشاہ نے اسلئے کیا کہ زابلستان میں امن امان
ہو جائے۔ سواد و بجزو سرکشوں سے پاک ہو۔ تیراہ اور نگلش سے روشنائیوں کا تیس
ماس ہو۔ آباد ملک ٹھٹھ قبضہ میں آئے۔ اگر مرزبان توران دوستی میں ثابت
قدم نہ رہے تو لشکر وہاں بھیجا جائے اور اسکے بعد وہ خود جائے وہ ۱۲ ۱/۲
کر وہ اٹک بنارس سے ۲۶ کوچوں میں آیا۔

توران کی ایلیچی کا باریاب ہونا ۹۹۶ھ

بادشاہ کی سزا جنت دار الخلافہ فتح پور میں ۹۹۶ھ

ادھر یوسف زئی کی تاخت و تاراج میں اور انکی باندھنے اور مارنے میں گکا دو کی ادھر آسمان
 نے انکے ساتھ کینہ توڑی کی۔ اناج کو گراں کیا۔ ہو اکو ناساز گار بنایا عجیب بیاریو نکو پہلایا۔ توانائی
 اور حیلہ سازی نابود ہوئی۔ یوسف زئی کے سردار سلطان قریشی۔ بوستان کالو۔ سلطان پائیزید۔
 کریم و ادو ابراہیم خاں۔ خان جہاں مصری۔ ظفر خاں۔ یہ سب آسٹیل قلیماں پاس آئے اور عاجزی
 کی۔ یہ قرار پایا کہ جب وہ کوہستان سورج اغروق کے نکل آئیں تو گناہوں کی معافی کی درخواست
 پادشاہ سے کیجائیگی۔ پادشاہ کے سندھ سے واپس آنے نے فرمانرواے توران کی سرکاری کو دور
 کر دیا تھا۔ لیکن پادشاہ نے سنا کہ ایلچی کے بہت دنوں تک یہاں رہنے سے وہاں تردد ہو تو اسلحہ
 ۱۲ ارشہر پور کو ایلچی کو واپس بھیج دیا اور کچھ فضاں تحفہ بھیجے حکیم ہمام کو پیغام گذاری کیلئے
 مقرر کیا کہ وہ نامہ کو فرمانرواے توران کو پہنچا دی اور سب چھوٹے بڑوں کے آگے اُسے بڑھکر
 مطلع کرے۔ میر حیدر جہان مفتی کو بھی سکندرخاں کی سانحہ ناگزیر کے پُرسہ کیواسطی بھیجا
 اگرچہ اسکو مرتے ہوئے تین سال گزر چکے تھے مگر چونکہ پادشاہ کو توران کے پنے کا خیال تھا اسلئے یہ
 تقریب نہیں کی گئی۔ مگر اب عبداللہ خاں لالہ گری کی اور یکتا ولی کا آئین اختیار کیا تو میر کو تعزیت کی بھیجا۔
 دس ہزار خاندان جہند وغوریہ خیل ایشا ورمیں رہتے تھے اور پادشاہ کی نیکو خدمتی
 کو اپنی رستگاری کا سرمایہ سمجھتے تھے۔ پشاور کاقطاع دار سید حامد بخاری تھا۔ وہ کابل
 کی سپاہ کے ساتھ یہاں آیا اور اُسکی سپاہ ہندوستان کو اپنی جاگیروں پر گئی وہ تھوڑے
 آدمیوں کے ساتھ حصار بکرام میں غافل پڑا تھا۔ موسیٰ کو اپنا کام دی رکھا تھا۔ اُس نے اپنی
 آزمندی سے ان گروہوں کو تنگ کیا اور انکے مال اور ناموس پر ہاتھ کھولا۔ اس سے اوس
 مذکور نے جلالہ کو اپنا سردار بنایا۔ بکرام کے نزدیک فساد مچایا۔ سید حامد نے ایک آدمی کو
 بھیج کر اسکا حال دریافت کرایا۔ اسنے اپنی بیدار نشی یا بدار نشی سے انکا حال پر لگنہ بتایا اور
 کہہ دیا کہ تھوڑے سے آدمی ہیں۔ غرض سید ڈیڑھ سو آدمیوں کو ساتھ لے کر لڑا اُس کا گھوڑا
 ندی میں گر اچکے سبب سے وہ ڈوب کر ہلاک ہوا۔ اور اسکے چالیس بہر اسی مارے گئے

اوس یوسف زئی کی دشواریاں ۹۹۱
 ایلچی توران کا واپس بھیجا ۹۹۱

زین خان کو کلاش کار و شنائی افغانوں کی سرکے لئے جانثار و شکار پازان ۹۹۲

انفانوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ سید کمال اسکے چھوٹے بیٹے نے قلعہ داری خوب کی۔ پادشاہ کو اسکی خبر ہوئی تو اسنے زین خاں کو کلناتاش کو اس خدمت پر مقرر کیے۔ روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر ضرورت پڑی تو راجہ مانسنگ کسی سردار کو لشکر کے ساتھ ملک کے لئے اور بھیج دے۔ غرہ مہر کو کابل میں مرزا سلیمان اس ارادہ سے آیا کہ پادشاہ کی خدمت میں جائے۔ اسلئے کنوریان سنگہ اسکی ہمراہ ہوا اور خواجہ شمس الدین غانی کو کابل کا منتظم مقرر کیا۔ جلال آباد کے نزدیک بولان میں اسکو شدید تپ ہوئی اور سخت بیمار ہو گیا۔ اور سید حامد کے مارے جانے سے روشنائی بہت مغزور ہو گئے وہ کنور مانسنگ کے اس بے ہنگام قیام سے کچھ اور سخت اور زیادہ بدست ہو گئے اور قلعہ بکرام کو چھوڑ کر اور ارادہ نہیں ہوئے۔ الوس ہمند وغور یہ خیل نے پشاور سے تیراہ تک خیبر کی دونوں راہوں کو سنگ چمین کر کے استوار کیا۔ یوسف زئی اور قوموں نے انکے ہنگامہ کو روک دیا۔ تیراہ ایک کوہستان ہے جسکا طول ۲۲ کوس ہے اور عرض ۲ کوس ہے مشرق میں پشاور ہے اور مغرب میں میدان اوشال کی جانب بارہ اور جنوب میں قندھار۔ اسیں تنگنائیں پر نشیب فراز و شمار گداری ہیں۔ پادشاہ جو سپاہ بھیجی تھی وہ دیر میں پہنچی اور کنوریان سنگہ اس زمانہ میں دیار تھا اور ڈیڑھ چھینے میں رہنمور ہوا تو انفانوں نے کنور سے پیکار کا ارادہ کیا۔ ان دنوں میں کنور تندرست ہو گیا تھا اور انفانوں کی مالش پر وہ مستعد ہوا اور تین ہزار سوار اور بڑے بڑے نامور افسر لے کر اس ارادہ سے چلا کہ نارون کی راہ سے تیراہ میں آئے اور وہاں سے الوس آفریدی کو کہ خیر ماہ شمس ہو تاخت و تاراج کرے اس راہ سے گریوہ شادی سے یکبارگی علی مسجد میں آئے تاکہ لشکروں سے طباے اور راہ کھل جائے جگت سنگہ سپریان سنگہ دبار می زین الدین علی کہ کابل جانے کا ارادہ رکھتے تھے سید حامد کا قضیہ منکر ایلغار کر کے بکرام میں آئے مگر راہ بند تھی اسلئے آگے نہ بڑھے مگر مادھو سنگہ بھی راجہ بھگونت داس کے لشکر کو لیکر انکے قریب آ گیا تھا سیوم دے ۹۹۵ء کو بولان سے مان سنگہ جریدہ روانہ ہوا اور کتل چارچوبہ میں پہنچا۔ یہاں گریوہ کہ برف سے ڈھکا ہوا تھا اسکے نشیب فراز کو شکل سے

طے کر کے بازار کی حدود میں کچھ آرام کیا۔ دو سے روز سپاہ نے بسر کر دی محمد قلی بیگ کے اوس آفریدی
 پر تاخت کی اور انکا بہت مال چھینا۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ اسباب کو منزل گاہ پر پہنچا کر کھپڑے
 آئیں مگر اسکو اوروں نے نہ مانا اور آگے بڑھے اور درہ چورہ سے کوہ نور دی کی۔ اور غوریہ خیل کے
 ہنگامہ پر گزر ہوا۔ انہوں نے لالہ گری کر کے رستگاری پائی۔ جب تنگناؤں میں لشکر آیا تو بلالہ پھیلے
 سے نمودار ہوا۔ ہر طرف سے افغانوں کا جوش و خروش اٹھا۔ تختہ بیگ چنداول لیکر اس سے لڑا
 مگر عاجز ہوا تو اپنے لشکر سے ملا۔ اور کنور مان سنگ نے بھر کر ایک اور تازہ نیر و سپاہ کارزار میں
 بھیجے۔ لڑائی خوب ہوئی۔ مخالف کی شوخی کم ہوئی مان سنگ نے اپنے بیٹے جگت سنگ کو چنداولی کا
 اہتمام دیکر خود علی مسجد کی راہ لی۔ تھوڑے عرصہ میں پھر افغان ہر طرف سے آکر جمع ہو گئے
 اور کام زیادہ دشوار ہو گیا۔ میدان نہ تھا کہ لڑائی میں جو انفرادی دکھائی جاتی نہ کوئی
 پناہ ایسی تھی کہ سنگ افگنی اور تیر اندازی کی جاتی۔ طرفین کے سپاہی دست و گریبان ہوتے
 تھے اور عجیب لڑائیاں ہوتی تھیں۔ ناگاہ ایک کشادہ میدان ظاہر ہوا۔ مان سنگ نے اپنے
 ہمراہیوں کے خلاف رائے دیاں قیام کیا اور تختہ بیگ اور کچھ کابلی میدان کارزار
 میں لڑنے آئے اور اس سے محمد قلی د کورم کو کہ اور تیز دست ہراول کے آکر ملے اور پھر کرنا
 پہلوانی ظاہر ہوا۔ سخت دشواری میں بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی۔ اب بعض کی رائے یہ ہوئی
 کہ ہمیں نصرت گاہ میں ڈیرے لگیں۔ بہت کی رائے یہ ہوئی کہ علی مسجد کو جو دو کروہ ہر چلے
 یہاں پانی کی کمی تھی اس لئے علی مسجد کو لشکر چلا اور محمد قلی بیگ نے چنداولی کا اہتمام
 اپنے ذمہ لیا اور شادی کی راہ سے شام کے قریب لشکر اپنی منزل میں آیا۔ یہاں سے قریب
 پہر رات گئے جلالہ لگات میں ٹاک اٹھا۔ گئے بیٹھا اور افغانوں نے جا بجا ہنگامہ برپا
 کیا۔ بہت آدمیوں کی یہ تجویز تھی کہ صبح کو قلعہ سے باہر جا کر دست برد کر نیگے۔ لیکن
 تکان اور ماندگی کے سبب سے یہ صورت نہ ہوئی۔ دوپہر کو بھگونت داس کا لشکر
 مادھو سنگ لے کر نمودار ہوا تو یکبارگی روشنائی پر اگندہ ہوئی۔ بعض کی رائے تھی

کرمان سنگہ ہمیں ٹھہرے اور اور امرا آگے جا کر مرزا سلیمان کی کارواں کو خیر کی راہ سے لائیں۔ مرزا سلیمان کی خاطر سے اسکے آدمیوں کا سب بنہ و بار خیر کی راہ سے بولان گیا اور مرزا لہریہ کی راہ سے بکرام میں آیا۔ اس عرصہ میں زین خاں کو لشکر سمیت پہنچ گیا پہلے روشنائیوں کے خاربن اکھٹے کرنے میں بڑی کوشش کی پادشاہ پاس مرزا سلیمان کے آنیکا حال ہم معاملات بخشاں میں بیان کریں گے۔

اوس غوریہ خیل اپنے پہلے کاموں سے پشیمان ہو کر مرزا بابل کی پناہ میں آئی اور پادشاہ نے ان کو فرمان بخشایش لکھ دیا اول اُن کو جلال آباد میں جگہ دی اور پھر پشاور میں۔

مان سنگہ تو ایک شکست دیکر جبرود میں گریوہ خیر کے قریب آرام کرتا تھا۔ پادشاہ نے اسپر لعنت ملامت کی اور ایک اور لشکر مطلب خاں کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ جب وہ دریائے سندھ پر سبند کے نزدیک آیا تو زنگی خاں اور اور سردار اوس نیازی کے اور دریائے سندھ کے پار عیسیٰ خیل کی سر زمین میں آئے۔ یہاں کے سردار فیروز خاں و جمال خاں و علی خاں آنکر پادشاہی لشکر سے ملے۔ اکثر کی راہ یہ تھی کہ وہ اور لغز کی راہ سے بنگش میں اوپر جا کر روشنائیوں کے ملک تاخت و تاج کریں۔ لیکن کمال خاں روشنائی پادشاہ کے لشکر سے آن ملا اور اسے بتلایا کہ سب سے زیادہ عمدہ آب و ہوا کی راہ ہی گردوارہ سمند کے درمیان ایک تنگنا ہے کہ دریا بنگش اس میں بہتا ہے۔ بارہ کردہ میں چند جگہ پانی چھوڑ کر وہ سمند میں جاتا ہے۔ جمال خاں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسی راہ سے چل کر لشکر سے ملتا تھا روشنائیوں کی کھتیاں لشکر کے جانوروں کے چرنے کے کام میں آئیں یہ خبر ہوئی کہ جلالہ لوچکس کہ قلب کی جگہ قلعہ نشین ہی وہاں سے وہ نیچے اتر کر تین کو س آیا ہے اور دوسرے سمند میں شیخون مارنے کا قصد کرتا ہے۔ امرا ہشاہی نے رات کو بہت پاسبانی کی دوسرے روز اُس نے دوار سمند میں قیام کیا۔ مخالف نے جانا کہ رات کو کچھ کام نہ بن پڑیگا اور جبرود کے لشکر کے آنے کی خبر ہو رہی ہے

اسلئے اُس نے یہ ارادہ کیا کہ جسوقت کہ نیچے اترے اُس پر دست برد کرے اسوقت اس میں نظام نہوگا
 اور اُمراء کو دو پہر کو کہ ہوا نہایت سخت گرم تھی جلالہ ہزار سوار اور پندرہ ہزار پیادے لیکر ناگہانی
 آیا۔ اور وہ شورہ پشت پادشاہی چند اول سے لڑ کر آگے بڑھا۔ اگرچہ پادشاہی فوج قاعدہ کے
 موافق صف آرا نہ ہو سکی اور سپہ آرا کو بھی سواری کی توفیق نہیں ہوئی مگر لشکر شاہی کو فتح
 نصیب ہوئی اور میدان جنگ میں غنیم کے پانچ سو بچاس آدمی مار گئے اور ہزار آدمی بھاگنے میں
 قتل ہوئے اور مخالف نے کوہستان میں پناہ لی۔ پادشاہ کی طرف سولہ آدمی زخمی ہوئے لشکر اسکی
 بنگاہ پر گیا اور اُسکو لوٹا اسکے خان و مان کو جلا دیا۔ تمام اوس فریدی اور اورکزئی جنگی پناہ میں
 جلالہ تھا یرغمال دیکر مطیع ہوئے اور لشکر بھر کر بنگش میں آیا۔ یہاں گرانی غد کے سبب سے رہنا دشوار تھا
 مطلب خاں سودائی ہو گیا تھا اسکو پادشاہ پاس بھیج دیا۔ قوم اوس یوسف زئی اپنی استواری
 جا اور پادشاہی لشکر کی لغزش کے سبب کُرش زیادہ ہو گئی۔ ہر چند اسکو سزا دی جاتی تھی
 مگر وہ اپنی راہ زئی اور بدکاری سے باز نہیں آتی تھی۔ جلالہ روشنائی جب تنگ ہوا
 تو وہ تنگنا تیراہ سے یوسف زئی کی بنگاہ میں چلا گیا اور انہوں نے اُسکو اپنی ہاں جگہ دی
 پادشاہ نے زین خاں کو اسکی پہلی شرمندگی مٹانے کے واسطے سوادو بچور کو روانہ کیا اور
 جمرو بنگش کے لشکر کو فرمان بھیجا کہ وہ جلالہ کو گرفتار کریں اور اسکو باہر کہیں نہ جانے دیں
 اسماعیل قلی خاں دہند سے اٹھ کر قبیلہ یازمی سے ملا کہ استقر کی پاس بانی کرے۔ اور صادق
 خاں پادشاہ سے رخصت لے کر دست سواد میں آیا تاکہ جلالہ کسی طرف سے باہر نہ جائے
 اور گرفتار ہو جائے۔ جگنا تھ کو جو کشمیر سے پھرا آتا تھا۔ حکم ہوا کہ کوکہ سے جا کر ملے کوکہ
 دل سے اس خدمت میں متوجہ ہوا۔ حیدر علی اپنے خویش اور تختہ بیگ و بختیار بیگ
 اور اُمراء کو لیکر کامہ و سکہ کی راہ سے کج کی طرف چلا۔ روشنائی افغانوں اور یوسف
 زئی نے ملکر گریوہ ناو لی کو استوار کیا اور آمادہ پیکار ہوئے اور پادشاہی لشکر نے
 بچو و استقر و تیراہ کے تیراہہ پر قلعہ کی بنیاد رکھی۔ اس میں معانات سے غلہ نکال کر

بچور و سواد کی فتح کے لئے زین خاں کو کہہ کا بھیجا ۵۵۱

انبار لگائے جس سے لشکر کی خاطر جمعی ہوئی اور ایک نامعلوم راہ سے لشکر بجزیرہ میں یا کچھ لڑائی ہوئی بہت سے افغان مار گئے۔ کچھ پناہ مانگ کر مطیع ہوئے۔ بلالہ گرفتار ہوئے کو تھا مگر وہ ایک درہ سے جسکا پاسبان اسمعیل علیخان تھا نکل کر تیراہ میں چلا گیا وہ دشت کا تھا نہ دار تھا یہاں صادق خاں کے پیچھے سے تباہ حال ہوا تھا اور یہ قوفی سے گذر گاؤ کو خالی چھوڑا کہ شاہ پاس چلا گیا۔ پہلے لکھا ہے کہ صادق خاں ان روشنائیوں کو تیراہ سے نکالنے کی خدمت پر مامور ہوا تھا تنگناؤں میں گھسنے کے اندر بربدید نہ دیکھی لیکن اور تدبیر سوچی کہ موضع بارہ میں قلعہ بنا کر شاہ بیگ کو سپرد کیا اور احمد بیگ اور محمد قلی کو میدان کا نگبان بنایا اسی طرح جا بجا کار آگاہوں کو مقرر کیا۔ لشکر شاہی نے تاخت و تاراج کر کے آذوق کی گرانی کا علاج کیا۔ صادق خاں نے زبان سے ہلاسا اور ہاتھ سے روپیہ دینا شروع کیا۔ الوس آفریدی اور ادک زئی کو کہ روشنائی افغانوں کی بنگاہ تھے مطیع کیا۔ بریج کی کشت و کار پادشاہی لشکر کے ہاتھ میں آئی خریف کو بوسے نہ دیا۔ ملا ابراہیم کو جسکو جلالہ اپنا باپ سمجھتا تھا گرفتار کر لیا۔ جلالہ کو اپنے ہمراہیوں پر اعتبار نہ رہا۔ ہر روز ایک قبیلہ میں جاتا تھا اور ناکام واپس آتا تھا وہ راہ کان کرم سے نوزان کی طرف دوڑا۔ ۴۴ مہر کو افغانوں نے اسکا زہ و زاد لیکر حوالہ کیا۔ آفریدی اور ادک زئی نے اول دیکر راہ خیبر کی ایمنی کو اپنے ذمہ لیا۔ بادشاہی لشکر پھر آیا۔

جب زین خاں کو کہ بجزیرہ میں آیا تو اسے چند قلعے بنائے۔ افغان تنگ ناؤں میں گھس گزرات کو باہر آتے۔ غلہ کاٹتے اور لیجاتے۔ کوکہ نے اپنی دانشمندی سے مقرر کیا کہ ہر درہ میں ابتدا رشب میں سپاہ کا ایک گروہ جائے۔ دامنہ کوہ میں گھات لگائے بیٹھا رہے اور آدھی رات کو اسکی جگہ دوسرا گروہ جائے۔ جب افغان غلہ کاٹنے آتے تو پادشاہی سپاہ آگے پیچھے پنچکر انکو خوب سزا دیتے۔ آٹھ مہینے تک اس طرح لڑائی رہی آخر کو انہوں نے عاجز ہو کر اطاعت اختیار کی۔ کوکلتاش نے سواد کی فتح کا ارادہ کیا جنگلات

واصف خاں کو کہ دشت میں تھا اپنے پاس بلالیا اور سواد کی طرف روانہ ہوا۔ اول ملک کے سرے پر رہا
 بچکورہ کے کنارہ پر قلعہ بنایا۔ پوسٹ زنی نے راہوں کو سنگ چین کیا اور کارزار کے لئے آمادہ
 ہوئے۔ پادشاہی لشکر کو ایک پوشیدہ راہ مل گئی۔ دہم ذی الحجہ ۹۹۶ھ کو غنیم عید قربان کی جشن
 میں مصروف تھا کہ پادشاہ کی سپاہ سواد کے عرضہ دکن میں آئی افغان سرسیمہ ہو کر پیغلوں میں
 گھسے۔ کچھ انیس سے مردانگی سے لڑ کر مر گئے۔ بہت سا اسباب لشکر شاہی کو ہاتھ آیا۔ اب
 افغانوں کے دو حصے ہو گئے۔ ایک گردہ بت خری کے کوہ میں چلا گیا اور دوسرا کھسار مہرہ میں چلا گیا
 کوکانکی تلاش میں ہوا۔ چکدرہ و ملکنڈ اور جاؤں میں قلعے بنائے۔ سردی کے نزدیک دشت
 بہار سے متصل ایک حصار بنایا اور کاراگاہ خدمت دوست جا بجا مقرر کئے کہ راہوں میں مینی
 ہو اور دشت و کوہ میں پیوند ہو۔ ہر طرف سے تاجر آئے اور ارزانی ہوئی۔ ان دنوں میں
 کوہ مہرہ سے محمد عمری و ملک اصغر شیرخانہ کی راہ سے دشت میں آئے اور قلعہ سردولی کا محاصرہ
 کیا۔ یہاں سے بہت سی سپاہ جلال آباد کی طرف سے گئی تھی کہ قافلہ کا بدرقہ
 ہوا حمید خاں چند آدمیوں کو لیکر لڑا اور مارا گیا۔ حمید خاں کے بیٹوں کی ہمت نے
 یاور ہی نہیں کی مگر غنیم قلعہ کو فتح نہ کر سکا اور اپنے اند وختوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا جب
 سواد میں کچھ کام نہ رہا تو اوصاف خاں پادشاہ کی درگاہ کی طرف جریدہ ملکنڈ سے چلا۔ چند
 نوکرا سکے پیچھے آئے تھے ناگمان انہوں نے نقارہ بجایا۔ افغان سرسیمہ ہوئے اور بھاگے
 اور بہت اسباب اپنا پھینک دیا۔ ابو القاسم تکیں و شیر خاں کو سردولی کی پاسبانی
 کے لئے چھوڑا کوہ اچھی خدمت بجالائے۔

کالو خاں پر باجوہ ویکہ پادشاہ نے بہت نوازش کی تھی مگر وہ بھاگ کر شورش نشو سے جا ملا اور مغار
 افغانوں نے اسکو اپنا سردار بنایا اور کوہ مہرہ کو وہ روانہ ہوئے۔ کوکلتاش کو اسکی اطلاع ہوئی
 اسنہرات کو سفر کیا۔ ہراول نے نقارہ بجایا پیچوں نے آگاہی پا کر پراگندگی میں لگا پڑی۔ اگرچہ کالو خاں
 بھاگ گیا مگر افغانوں کے سردار آدمی منتخب مار گئے۔ اسی اثناء میں محمد عمر اور ملک صغر سردولی پر جا چڑھے

میر ابو القاسم اور شیر خاں اُسے لڑے۔ اور چار سو افغانوں کو انہوں نے مارا قلعہ کہ سرگروہ پڑیا اس سے یوسف زئی بڑے سراپہ تھو اور اس کی فتح کی گھات میں لگے رہتے تھو انہیں سی بہت سے ایک جگہ جمع ہوئے اور اس قلعہ کو آنکر گھیرا۔ صبح سے شام تک جنگ گاہ میں تلواریں چکیں میں شکستہ اور کوہ پالیوں کی بلند می کے سبب پیکار میں درازی ہوئی انجام کار لشکر شاہی کو فتح ہوئی اور بہت سے افغانوں کا خرمن ہستی آتش تیغ سے خاکستر ہوا اور تھوڑے عرصہ میں وہ قلعہ تمام بن کر تیار ہو گیا اور گردن نشوں کی اطاعت کا سبب ہوا۔

پادشاہ اٹک بنارس کابل میں کہ پاؤ کم ۹۳ کو س و اہم بالنس ہوا ۳۳ روز میں ۸ کوچ کر کے پہنچا۔ چہارم آذر کو کابل سے ہندوستان کی طرف کوچ کیا۔ ۸ دوی دہ میں لشکر گاہ تھا کہ شہر کے لئے ایک گرفتار کے پیچھے وہ گیا اس نے پادشاہ کو زخمی کیا مگر زخم جلد بھر گیا۔ پادشاہ اپنے وزیر اخلاف میں آیا۔

یوسف زئی کی مالش میں سپاہ شاہی پیہم کوشش کرتی تھی مگر یوم استوار سچی غالب نہیں ہوئی تھی شہباز خاں کی عرضداشت سواد سے آئی کہ غزہ بہمن کو لڑائی ہوئی اور لشکر پادشاہی کو فتح ہوئی اور بہمن کی سرزمین ہاتھ آئی۔ علی محمد الف کی نیکو خدمتی میں جان لگی۔ بہت سے افغان مار گئے۔

زین خاں شامی کو بہستان سے نیپال کے قریب سے پادشاہ کی خدمت میں آیا اس نے دربار استیج کے کنارہ پر کابلور تک تگاپو کی سارے زمینداروں کو مطلع کیا اور شکیش ان سے آمادہ کر انیں جتنے نام یہ ہیں۔ نگر کوٹ کاراجہ بدھی سنگہ۔ کوہ جمو کاراجہ پیرسرام۔ موکاراجہ باسو۔ جھوال کاراجہ انرودہ۔ کابلور کاراجہ تیلہ۔ گوالیار کاراجہ جگدیش چند دہ پال کاراجہ سمیپال۔ سیبہ کاراجہ رامی سنسار۔ مان کوٹ کاراے پرتاب۔ جسرودہ کاراے بھونر۔ مگن پور کاراجہ بیہو وصر۔ شیر کوٹ بھرتہ کاراجہ راے دولت۔ قلعہ بھیلہ کاراجہ راے کرشن بسکنت کا زمیندار راے نرائن۔ ملا دیہ کاراے کرشن۔ بھرمی وال کاراے ادویہ۔ ان سب راجاؤں کے ہاں وٹل نہر سوار اور ایک لاکھ پیادے تھے۔ ان زمینداروں کو

پادشاہ کا راز بہستان میں جانا

زین خاں کو شکست کا درکار ہوا میں آنا

لیکر زمین خاں، رومی کو پادشاہ کچھ مدت میں آیا سب پر پادشاہ نے عنایت کی، اور باقی اور ۱۱
 گھوڑے اور ۲۰۵ شکاری جانور با زوشاہیں اور سوارانکے تحائف نفائس اس سرزمین کو لایا۔
 ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جلالہ توران چلا گیا ان دنوں میں معلوم ہوا کہ وہ ناکام وہاں
 سے آیا اور تیراہ کی تنگتار میں شورش مچائی۔ الوس آفریدی وادرک زئی نے فرمان
 پذیری میں عہد شکنی کی اور اسکو اپنا سردار بنایا۔ پادشاہ نے فرمان بھیجا کہ قاسم خاں
 زابلی سپاہ کو فراہم کر کے ان افغانوں کی مالت کرے سندھ و پشاور کے اقطاع داروں
 کو حکم ہوا کہ وہ سیکجا ہو کر تیراہ سے ملیں۔ بقوڑے عرصہ میں اس کھسار کو اس سپاہ نے گھیر لیا
 افغان وستان سرائی اور لالہ گری کر کے بیٹھ گئے۔ جلالہ یہاں سے ناکام پھر قاسم خاں
 کابل میں چلا آیا۔ پادشاہ کو قاسم خاں کی یہ جلدی پسند نہ آئی۔ اسکو حکم ہوا کہ پھر جا کر وہ افغانوں
 کی یثروہش میں کوشش کرے۔

پادشاہ نے زمین خاں کو کلکناش کو سواد و بجر کی مہم کا اہتمام سپرد کیا۔ کشمیر میں جو آشوبہ
 اٹھا تو افغانوں نے پھر اٹھایا اپنی سرکوبی کے لئے سپاہ نہ تھی اسلئے الوس گلیانی و محمد
 زئی کہ ہمیشہ پادشاہ کی دولت خواہی کا دولت خواہی کا دم بھرتے تھے۔ روشنائی افغانوں
 اور یوسف زئی کی ہمدستان ہوئیں اور بکرام کے نزدیک محمد قلی نریمان کے خان کے چچے
 پڑیں۔ تاکہ اس تمام ملک پر انکو غلبہ ہو جائے۔ ناگاہ کہ کلکناش انکے سر پر آیا تو انہیں سہرا کی گتہ
 ایک بیخولہ میں اخل ہوا۔ یوسف زئی اور کچھ روشنائی افغان بے دردی و حدت علی کھسار بچور میں چلے گئے
 جلالہ نے اپنا زہ و زادا اسکے ہمراہ کیا۔ اور خود تیراہ میں آیا۔ قصہ یہ تھا کہ وحدت علی کافروں
 کی ولایت کو کہ کاشغر سے پیوستہ ہے لیکر پناہ آمادہ کرے جب لشکر شاہی تنگ کرے تو
 خود وہاں چلا جائے۔ مرام داد پینٹہ کو گریوہ مند سے سواد دیں کہ کوکہ آیا۔ اور اس
 آباد و شوارکش کو آسانی سے لے لیا۔ میدان کی راہ سے بچور میں گیا۔ افغانوں
 نے اپنے میں لڑنے کی طاقت نہ دیکھی تو وہ ناچار ہو کر کافروں کی ولایت میں آئے

قاسم خاں کا روشنائی افغانوں سے لڑنے کے لئے

زمین خاں کی فتوحات

اور تھوڑے دنوں میں کھسار ہر اول اس گروہ سے چھین لیا۔ اس لایت کے مشرق میں سواد اور مغرب میں کزار نور گل شمال میں کاشغر بخشاں و جنوب میں بجور۔ قلعہ چکاری کو استوار کیا کہ انکے درپے ہوا۔ منزل بمنزل قلعے بناتا ہوا گروہ کو طے کرتا ہوا چلا۔ جب افغان اسپر بخون مارے تو نقصان اٹھاتے۔ کوکہ نے قلعہ چکاری کا محاصرہ کیا غہ آبان کو جنگ عظیم سے اُسے فتح کر لیا۔

زمین خاں قلعہ چکاری کو فتح کر کے قلعہ فتح آباد میں کہ بجور میں اس نے بنایا تھا آیا بارک خاں و جلال خاں اور کچھ سپاہ کو سواد کے وید بانی کے لئے بھیجا۔ انہیں دنوں میں زمین خاں کو آنروے سندھ سے ہندو کوہ تک کی نگہبانی سپرد ہوئی۔ وہ روشنائی افغانوں کی بیخ کنی کے درپے ہوا۔ تیراہ کی طرف متوجہ ہوا۔ قاسم خاں جلال آباد کے قریب جریدہ آیا۔ بزم بچہتی میں یہ قرار پایا کہ وہ راہ بازارک سے کھسار میں جاے اور شکر بگلش اسطرف سے کوہ ایکم گذر سے اس سگالش کے لئے کابل کو بھرا لگیا۔ کے قریب آصف خاں بگلش سے آیا اور ہمراہ ہوا۔ بکرام میں خواجہ شمس الدین اور اور امراء جو پادشاہ کی اجازت سے آئے تھے ملے۔ کوکہ نے اس گذر میں اپنا بنگاہ بنایا۔ قاسم خاں کابل کی سپاہ لیکر راہ بازارک سے تیراہ میں آیا۔ آفریدی کے سرداروں میں سے ماران تھا وہ لڑائی میں مارا گیا۔ باوجودیکہ اور سپاہ ہنوز نہیں آئی تھی کہ الوس آفریدی اور اورک زئی نے لاہ گرمی اختیار کی اور فرمان پذیر ی قبول کر کے چنداں آئے۔ جلالہ تیراہ کو چھوڑ کر کافروں کی ولایت کی طرف چلا جن دنوں میں کوکہ نے قلعہ چکاری فتح کیا تھا۔ وحدت علی جلالہ کے خویش نے یوسف زئی کی مدد سے قلعہ کشان اور کچھ حصہ کافروں کی ولایت کا فتح کر لیا تھا۔ کوکہ قاسم خاں کو جلال آباد میں اور محمد قلی اور حمزہ بیگ اتالین کو بکرام میں چھوڑا اور خود آصف خاں اور شمس الدین و سعید خاں لکھو تختہ بیگ کو لیکر جلالہ کی طرف گیا۔ پہلے اس سے کہ جلالہ آب کابل سے گذرے شکر شاہی نے اس کا رستہ بند کر دیا۔ ناکام وہ کھسار تیراہ کی

کشان کا قلعہ چکاری

طرف پھرا۔ بعض کی رائی تھی کہ اسکی تلاش میں کوشش کی جائے۔ کوکلتاش نے کہا کہ تیرا ہ کے مندر
 نے فرمان پذیری اختیار کی ہے۔ یہاں اسکو جگہ نہیں ملیگی۔ اب حدت علی کو باہال کرنا چاہیے پہلے
 اس سے کہ وہ اس کھسار و دشوار گزار کو اُستوار کرے۔ باسانی اُس سے انفرغ اہل کرنا چاہیے یہ بات
 سب کو پسند ہوئی۔ پرتال کو چھوڑ کر کافروں میں شاہزادی راہ سے آئے اور موضع کندہی
 کبار میں دریای بچور کا پل باندھ کر اُترے۔ یہ دریا ستر گز چوڑا اور بہت گہرا اور تند تھا خواجہ شمس الدین
 کو اس پل کی باسانی اور راہ کی ایمنی سپرد کر کے سترہ منزلیں نشیب فرازیں طے کر کے کنسل
 بزرگ پر غنیم سے آٹھ کوس پر پہنچے۔ اُس نے قلعہ کشان کو اُستوار کیا۔ آدھے رستہ میں ایستی نگی ناہاروی
 تھی کہ سوار دشواری سے گذرتا اور آدھی راہ تیغہ تھی اور دُش جگہ دشمنوں نے سنگ چھین بناے تھے اور
 وہاں سے لڑتے تھے۔ ۶۰ خرواد کو کہ چند آدمیوں کو ساتھ لیجا کر منزل گاہ کی تلاش میں لگا۔ تختہ بیگ
 سعید خاں حیدر علی عرب ہراول بنا کے آگے بھیجے کہ کسی عمدہ جگہ کو لیکر بیٹھیں اور لڑائی نہ لڑیں
 افغانوں نے اُنکے سر پر ہجوم کیا ناچار لڑنا پڑا انہوں نے غنیم کو چار بار برسے ہٹا دیا۔ کو کہ اپنے چند ہمراہوں
 کے ساتھ اُسے جاہا جسے ہراول کو تقویت ہوئی۔ وہ بہت جگہ بدل چکے تھے۔ تختہ بیگ حیدر علی عرب و
 سعید خاں لڑ رہے تھے۔ کوکلتاش کے پہنچنے سے از سر نو جانفشانی و جان ستانی کرنے لگے
 جوان مرد پیچھے آگے تھے اور لڑتے تھے۔ آصف خاں ایک تنگ جگہ میں تین پیر تک پہنچے و
 حمد ہر کی لڑائی لڑا۔ وحدت علی تیغ سے نہ نکل سکا۔ سب آدمیوں کے ساتھ بڑے نشیب میں
 گیا۔ دشمن شکست کھا کر ہراگندہ ہوا اور قلعہ کشان اور بہت آبا و جگہیں پادشاہی لشکر
 کے ہاتھ آئیں۔ سرگرنہ بزرگ میں پہنچ کر نیچے اُترنے لگے۔ یہ کھسار مرزبان کا شفر کا داروغہ نشین
 تھا۔ سارے سال برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ تین دستوں نے وہاں جا کر بہت سے
 مرد و زن گرفتار کئے۔ بہت سے کافروں کے سردار ملکر پاس گزار ہوئے۔ اور افغانوں
 کی ناکامی میں انہوں نے کوشش کی۔ کچھ افغان چغان سر کی طرف بدختاں رو یہ چلے گئے
 کہ دریا بچور سے گذر کر کافروں کی زمین میں جا کر پناہ لیں۔ پادشاہی لشکر نے

تیز دستی کر کے اس طرف کھنٹ توڑ دیا۔ ناگزیر یوسف زئی کے سرداروں حاتم۔ ابابلی۔ ہیدال۔ شیخ
 حسین نے قاسم خاں سے اور بعض اور امیروں سے پناہ مانگی انہیں ملے اور وحدت علی کو بھی
 ناچار آنا پڑا۔ غنیم کے چار سو آدمی مار گئے اور سات ہزار قید ہوئے۔ بادشاہ کی طرف سے تیس
 آدمی مار گئے اور ڈیڑھ سو زخمی ہوئے۔ کاشغر و بدخشاں تک ملک لے لیا۔ جب قاسم خاں نے
 وفات پائی تو پھر روشنائی افغانوں نے سر تابی کی اور خمیر کی راہ کو نا امین کیا۔ قلیچ خاں کو
 زابلستان کے انتظام کے لئے اور ان افغانوں کی مالش کے لئے روانہ کیا۔ مبارک خاں۔ جلال
 خاں۔ شیر خاں۔ نظر خاں میر عبدالرزاق کو پیچھے روانہ کیا۔ قلیچ خاں نے کابل کا انتظام کیا
 تیراہ کی راہ لی۔ بازارک کے دشوار گزار پہاڑ و نہیں سے اس سرزمین کے نزدیک آیا۔ آفریدی کے
 سرداروں نے اس سے ملکر ہوا خواہی کے پیاؤ کو تازہ کیا اور انہوں نے کہا کہ ساری کھیتی پامال ہو گئی
 اسلئے سپاہ کو پھر جانا چاہیئے۔ قلیچ خاں نے اس جھوٹی بات کو یقین کر لیا اور بکرام میں چلا آیا۔ ایام گذرے
 اس ملک میں جانا چاہا۔ مگر گریوں کی سختی کے سبب نہ جاسکا یہاں سے کویت کو روانہ ہوا کہ اسط
 سے کار کشائی کرے مگر راہ کی دشواری نے اُسے جلے نہیں دیا پھر سے بنگش جانیکا ارادہ کیا
 فرماہ میں آیا۔ کچھ لڑائی ہوئی بعد فتح کے اُسے قلعہ یہاں بنایا۔ روشنائی افغانوں نے راہ کو
 شاخ بند کیا اور لڑنے پر تیار ہوئے۔ مگر زمینداروں نے لشکر شاہی کو ایک پوشیدہ
 راہ بتائی سپہ آرا نے یہاں کچھ سپاہ چھوڑ کر وہ راہ لی۔

ساری رات اور دن کو دو پہر تک سوار اور پیادے سخت گزار پہاڑوں پر گزر کر اس سرزمین
 پر پہنچے جلال نے مطلع ہو کر اس راہ کے بند کرنے میں تگاپو کی مکر وہ دہاں نہ پہنچ سکا۔ ٹاکام
 بے جنگ سخت تنگناؤں میں چلا گیا اور شاخ بند کو دیران کر کے لشکر و ہتال اسی راہ سے آیا
 اور راہ کی نا امنی اور آذوق کی کمی سے لشکر شاہی تنگ روزی ہوا۔ تختہ بیک اور میر عبدالرزاق
 معوری آذوق کو بکرم سے لانے کے لئے روانہ ہوئے۔ سویم خرد او کو آہن پوش کہ تیراہ کے
 وسط میں سخت جاہی لشکر گاہ ہوا۔ جن آدمیوں کو آذوق کے لئے بھیجا تھا ان کو آنے میں

بادشاہی لشکر کا تیراہ میں آنا

دیر لگی تو لشکر کابل میں چلا آیا۔ بادشاہ کو اس طرح سوبو بھڑنا اور کابل میں آنا پسند نہ آیا۔
 غزنین میں اوس لوحانی خریدہ فروخت کے لئے آتے تھے۔ ہزارہنچی گھات میں بیٹھے اور
 ان پر تاخت کی وہ مستقل ہو کر سات روز تک لڑے انہوں نے جلالہ سے مدد مانگی وہ تاجروں کے
 طور پر غزنین میں آیا شریف خاں اور رعیت اُس سے کچھ لڑی اُس نے ان سے نقارہ لیا اور وہ
 غزنین کا مالک ہو گیا۔ خریدہ کے بہانہ سے بہت سا اسباب جمع کیا اُس نے چاہا کہ اس مال کو بنگاہ
 میں لیجائے۔ شاہ ومان ہزارہ اُس سے لڑا اور شکست دی وہ زخمی ہو کر وہ زیبا طیں گیا مراد
 بیگ نے پہنچ کر اُس کا کام تمام کیا۔ یہ کام کیا آسانی سے انجام پایا ہے کہ لشکر شاہی مد توں کے
 پیچھے پڑا پھرا۔ زمین خاں کو کہ اس سے کئی سال تک لڑنا رہا۔ مگر جلالہ کا جلال ادنیٰ آدمیوں کے
 ہاتھ سے خاک میں ملیا۔

الفنسن صاحب کہتے ہیں کہ ابوالفضل کو ضرور ان مہمات کا اصل حال فراہم معلوم ہو گا مگر اس
 اندیشہ عظیم میں کہ لشکر اکبری کی شکست کی ذلت کو جہاں تک ہو سکے کم اور نرم کرے اور کوئی بات ایسی
 نہ لکھوں کہ راجہ بیر بر کی کوئی الزام عائد ہو اس نے ان مہمات کا حال پر آگندہ اور نقصان لکھا ہے اور
 مجبور ہو کر اسے نقصان کو منتخب تاریخ سے صحیح کر کے دراز کیا ہے جو نقصان ابوالفضل کے بیان میں
 پائے انکو میں بیان کرتا ہوں کہ گو اسے پادشاہی سپاہ کی شکست اور بربادی کے بیان کو فصاحت سے
 لکھا ہے مگر وہ لکھتا ہے کہ پادشاہی سپاہ کے آدمی پانچ سو مار گئی خانی خاں بھی ایسی ہی غلطی کی کہ لکھا ہے کہ
 چالیس پچاس ہزار آدمی مار گئے اور ایک بھی زندہ نہیں بچا۔ یہ شکست سوات کے پہاڑوں میں
 ہوئی اور جن دروں میں واقع ہوئی انکا نام کریدا کر کرہ اور بلند می لکھا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں
 کہ ان لڑائیوں کا بیان جو ابوالفضل نے لکھا ہے وہ اسکی خوشامد گوئی اور مختلف بیانی کا
 عجیب غریب نمونہ ہے۔ بیر بر کی شکست کے بعد ایک سال کے اندر وہ لکھتا ہے کہ کوہستان کر کشون کے
 خن خاشاک سے پاک صاف ہو گیا۔ بہت سے ان میں مار گئے اور بہت سے ان میں ایران
 و توران (ایران و تارتاری) میں پناہ گزین ہوئی اور اس طرح سے باجو اور سواد

جلالہ رشتہ خانی کا حوالہ

الفنسن صاحب کا بیان ان مہمات کی نسبت

ان شریر گراہوں کی غالی ہوا۔ یہ ملک اپنی میوہ کی کثرت اور آب ہوا اور زرخیزی میں دنیا میں کمتر اپنی نظیر رکھتے ہیں۔ مگر باوصف اسکے کہ اس بیان سے لڑائی کا تمام ہونا۔ صاف صاف معلوم ہوتا ہے اور اسکے بعد مختلف واقعات اس لڑائی کے اُسے اپنی تاریخ میں پندرہ سال کے اندر بیان کئے ہیں جس کے بعد اس کی تاریخ کا خاتمہ ہو گیا وہ پنجاب میں اکبر کے چودہ برس تک پھر نیکے وجہ میں بیان کرتا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں تاریک (روشنائی افغان) کے مغلوب کرنے میں اور دوسرے زمانہ میں شمالی پہاڑوں کے باشندوں کے دبانے میں مصروف رہا۔

الفنسن صاحب نے یہ نتیجہ فقط اکبر نامہ کے شامر کے انگریزی ترجمہ کو پڑھ کر نکالا۔ اکبر نامہ میں اصل عبارت یہ لکھی ہے۔ ان کوہستان از نیان تھی شدن بدانش زمانیان ہدوش محال بود۔ در کمتر زمانہ گزین رفت و رو بے یافت جمعے انہوہ رانقد ز مدگی بتاراج رفت۔

و بسیار را در توران و ایران فروختند و مالک سواد و بجزر و بنیر کہ از روئے آب و بہو و میوہ و ارزانی مانند آن کمتر نشان و ہندازیں بدکاران پاک شد۔ اس عبارت سے اور اسکے اول جو اور عبارت ہر اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکلتا جو الفنسن صاحب نے نکالا ہے۔ بادشاہ کے ارادہ کو بیان کرتا ہے کہ اسکے سبب یہ نتیجہ مقوڑے عرصہ میں ظہور میں آیا اور اُس کا آگے بیان بقید تاریخ نہ کر کے ٹکڑے کر کے بیان کرتا ہے۔ اسکے بیان میں نہ تناقض ہے نہ غشادہ سے زمین خشاں کی شکست میں کل پانسو آدمیوں کا مارا جانا لکھا ہے اور طبقات اکبری میں آٹھ ہزار لکھا ہے۔ لڑائیوں میں میدان جنگ کے مردوں کی لاشوں کو گن کر کون ان کی صحیح تعداد لکھتا ہے۔ تاریخ نویس اس تعداد میں ہمیشہ اختلاف ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں بھی مہذب قوموں کی جنگ پکار میں یہ تعداد صحیح نہیں لکھی جاتی

معاملات بدخشاں و توران و خراسان

جب مرزا محمد حکیم کابل میں ۱۲ شعبان ۹۳ھ مطابق ۳ جولائی ۱۵۸۵ء کو اس جہان سے رخصت ہوا تو توران کے ساتھ اس کی مفسدانہ سازشوں کی دھکیو نکال غل شور ہوا۔ حکیم نے

اُزبکوں کی پناہ میں جا نیکا ابراوہ کیا تھا تو اکبر کو یہ خوف پیدا ہوا تھا کہ اگر مرزا عبداللہ خاں والئی
توران سے جا ملتا تو معاملات میں بہت دشواریاں پیش آئیں گی اُزبکوں کو خاندان تیموریہ کے ساتھ
موروثی دشمنی تھی۔ انکا پادشاہ عبداللہ خاں جو اس اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ گیا تھا کہ وہ شہنشاہ اکبر کا ہم
پایہ معلوم ہوتا تھا اسکا حال یہ ہو کہ قآن بزرگ چنگیز خاں کی سولہویں پیری میں وہ پیدا ہوا تھا
جسکا سلسلہ یہ ہو کہ عبداللہ خاں بن سکندر خاں بن جانی بیگ بن محمد سلطان بن ابوالخیر خاں
بن شیخ دولت اغلان بن ابراہیم بن پولاد بن سوراچہ سلطان بن محمود خاں بن قآن بلی
بن رابل باک بن نیکا تیمور بن باداقل بن جوجی بوتقا بن شیبان بن جوجی بن چنگیز خاں۔ قآن
سے جوجی پہلے مر گیا تھا۔ اسکی نسل سے کوئی بڑا فرمان روا نہ ہوا۔ لیکن بعض اسکے خاندان میں
دشت قچاق میں سرسبز ہوئے امین سے ابوالخیر کچھ بلند پایہ اس وجہ سے ہوا کہ سلطان ابوسعید
مرزا نے اسکی یادری سے مرزا عبداللہ سے سمرقند چھین لیا تھا جب وہ مر گیا تو اوس اوزبک میں
بڑی پرگندگی ہوئی۔ سلطان احمد مرزا بن سلطان ابوسعید مرزا کی پناہ میں شیبک خاں بن
بداق خاں آیا تو کچھ زمانہ کی سختی سپر کر ہوئی۔

جب سلطان ابوسعید مرزا کا زمانہ ختم ہوا توران میں سلطنت کے مدعی و انباز پیدا ہوئے
سلطان حسین مرزا کے بعد شیبک خاں خراسان میں گیا اور اسکے فرزندوں سے لڑ کر ملک لے لیا
اور مرو کے قریب شاہ اسماعیل صفوی سے لڑ کر بہت آدمیوں سمیت مارا گیا۔ ماورالنہر کی مرزبانی
کو چک بنجی بن ابوالخیر خاں (جو کوچم خاں مشہور ہے) کو ہاتھ آئی۔ جب وہ نہان خانہ عدم کو
تشریف لے گیا تو اسکا بیٹا ابوسعید خاں جانشین ہوا۔ اسکے بعد عبداللہ خاں بن محمود خاں
بن بداق خاں بن ابوالخیر فرمان روا ہوا۔ توران کچھ آباد ہوا۔ اسکے دو بیٹے عبدالعزیز خاں
و محمد رحیم خاں تھے لیکن عبید خاں بن کوچم خاں کو مرزبانی ملی۔ اسکے بعد عبداللطیف خاں
اسکا بھائی مسند آرا ہوا۔ جب اسکا کام انجام کو پہنچا تو براق خاں بن سویچک خاں
بن ابوالخیر خاں فرمان وہ ہوا۔ ترکستان و ماورالنہر و کچھ خراسان پر غالب ہوا۔

جب گردش آسمانی اُسے سر پر بھی ختم ہوئی تو لوگ طائف ہو گئی اسکے بیٹے دروش خاں بامان ترکستان میں حکومت کرتے تھے۔ عبداللہ خاں کا پوتا برہان بخارا میں سلطان سعید خاں بن ابوسعید خاں بن کوچم خاں سمرقند میں پیر محمد خاں بن جانی بیگ خاں بلخ میں حکمران تھا۔ عبداللہ خاں اسکی فرمان پذیری میں اوقات بسر کرتا تھا۔ وہ اپنی اگلی و مردانگی سے سب اپنی بھائی بندوں غالب ہوا۔ اُسے پیر محمد خاں سے کہا کہ اس الوس میں میرے باپ سے کوئی بڑا اور بڑھا نہیں ہے۔ بزرگوں کے آئین کے موافق خطبہ و سکے اسکے نام پر جاری ہوا سنے ناگزیر قبول کر لیا۔ یوں کچھ دنوں سکند خاں برائے نام پادشاہ رہا مگر فرمانروائی اُسکا بیٹا عبداللہ خاں کرتا رہا۔ بعد سکندر کے عبداللہ خاں کے نام سکے و خطبہ جاری کیا۔ ۹۱۶ء میں جو مرو میں لڑائی ہوئی تھی تو قوم اورنگ کی فرمانروائی متفرق ہو گئی تھی۔ کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ وہ ساری قوم کا سردار ہوتا۔ یہ کام سلطنت اکبری میں سکندر خاں کے بیٹے اور ابو الخیر کے پوتے عبداللہ خاں ہی کے لئے امانت رکھا تھا کہ ازبکوں کے سب سرداروں کا سردار اور فرمان روایوں کا فرمان روا ہو گا۔ عبداللہ خاں ۹۱۷ء میں پیدا ہوا اور اسکے ورثہ میں نہایت چھوٹی سی ریاست قرمینہ آئی۔ اول اُسے اپنی بہادری سے اس ریاست کو بڑھایا جو بیس برس کی عمر میں اور ۹۲۹ء میں اُسے اپنے باپ سکندر خاں کو بلا کر ساری قوم اورنگ کا خاقان بنا کے اشتہار و یدیا سکندر خاں کو خاقان تھا مگر سلطنت کا مدار عبداللہ خاں ہی پر تھا وہی مختار تھا اور سب قوم کا کاربر آرا۔ اسے اپنے باپ کی زندگی میں سمرقند تاشقند ترکستان۔ فرغانہ۔ اندجان۔ فتح کر لئے۔ سکندر کی وفات کے بعد عبداللہ خاں کل قوم اورنگ کا خاقان ہو گیا۔ ازبکوں کی جو متفرق ریاستیں تھیں سب اسکے ہاتھ میں آکر ایک ہو گئیں۔ عبداللہ خاں نے خراسان کا حصہ عظیم اور خوارزم مع بدخشاں کے فتح کر لیا۔ ان فتوحات میں اُسکا بیٹا ابوالمومن بھی شریک تھا۔ گو وہ ظالم تھا مگر بہادر بڑا تھا۔ شہنشاہ اکبر اور عبداللہ خاں کے اصول سلطنت کو متضاد تھے مگر یہ اولو العزمی اور بلند نظری دونوں میں متحد تھے کہ پاس کی ملکوں کو فتح کیجئے۔ اور اپنی ایک مملکت عظیم الشان بنائیے اور جنگی قوت میں سب فرقت لیجائیے

ہر ایک کی قوم میں مختلف مذہب کے آدمی رہتے تھے۔ توران میں مسلمان رہتے تھے مگر ان کے فرقے جدا جدا تھے ہندوستان میں مسلمانوں کے مذہب کے بالکل مخالف ہندو آباد تھے۔ اکبر نے تو ایک دین الہی بنایا کہ سب اس کو اختیار کر کے ایک ہو جائیں اور اختلاف مذہب باقی نہ رہے۔ عبداللہ خاں اپنی قوم سے شیعوں کو لایا وہاں کہ اختلاف مذہب کی قوت ان میں نہ رہی اکبر کے اختیار سے باہر تھا کہ وہ اس طرح سب کو ہم مذہب بنانا اسلئے اپنی مروجی اور انسانیت سے یہ ارادہ ہی ترک کر دیا۔ اکبر خوب جانتا تھا کہ بنگال میں اور ساری اسکی سلطنت میں بڑے بڑے سردار اور امرا کبار رہتے ہیں جو اپنے مذہبیت جماعت کے بڑی پابند و حامی ہیں اگر عبداللہ خاں کو ہستان بدخشاں سے خلیفہ کے درہ میں ہو کر پنجاب پر حملہ آور ہو تو یہ سب امرا اس کے ساتھ بڑی خوشی سے ہو جائیں گے اسلئے شہنشاہ اکبر اپنا بڑا فرض یہ سمجھتا تھا کہ کابلستان میں تو راینوں کی راہ کو روکے اسلئے وہ بدخشاں کے معاملات میں بہت دخل دیتا تھا۔

بعض حوادث بدخشاں

خرم بیگ سلطان کولابی کی بیٹی اور گروہ قچیان میں سے تھی۔ سلطان محمود مرزا نے اُسے تزویج کیا اور مرزا سلیمان سے اس کا عقد نکاح ہو گیا۔ ملک کے سرانجام میں اور سپاہ کے انتظام میں اسکی کارروائی ملوہ میں آئی اور اس کا استیلا اس درجہ پر پہنچا کہ مرزا سلیمان جن سیاستوں کو خود نہیں کر سکتا تھا وہ اس کو حوالہ کرتا ایک اور بیگم خانم تھی جس کا نام محترم خانم تھا وہ سلطان شاہ محمد کا شغری کی بیٹی تھی۔ مرزا کا مرزا سے اس کا نکاح ہوا تھا وہ بیوہ ہو کر جب کابل سے کا شغری جاتی تھی کہ راہ میں بدخشاں میں آئی۔ مرزا سلیمان نکاح کی خواستگار ہوئی اسلئے خرم بیگم کے دل میں اُس سے کینہ پیدا ہوا اُس نے اُستادی کر کے اپنے بیٹے مرزا ابراہیم سے اس کا نکاح کرایا جس سے مرزا شاہ رخ پیدا ہوا۔ ہمیشہ ان دونوں میں آپس میں کٹا چھنی رہتی تھی جبکہ بعض نتائج آگے بیان ہوتے ہیں۔

بدخشاں کا سلسلہ انتظام کے ٹوٹنے کے واقع یہ ہیں کہ خرم بیگم پر ایک گروہ نے یہ افشتر باندھا کہ وہ اپنے دوست اور سپاہی حیدر بیگ سے گرفتار ہے۔ مرزا ابراہیم نے جوانی کی مستی میں محض بدگوئیوں کی بیہودہ باتوں میں ان کو اس بے گناہ

خاتم کا آنا اور خرم بیگم اور اس کے درمیان گفتگو ہونا

بدخشاں کا سلسلہ انتظام ہونا

بیہودہ باتوں میں آنکر اس بیگناہ کو مار ڈالا۔ جسکی مذمت اُسکو عمر بھر ہی اسجسٹ بیگم بخشوں کی دشمن ہو گئی اور بے تدبیری اور قدر شناسی سے اسنے مارا کہو کار کا گاہ تعلق کی اساس ہی بالکل چھوڑ دیا۔ سیاست میں زبان و مکان و محل و مقدار پر نظر رکھنا ترک کیا۔ اعیان مملکت کے برباد کرنے میں کوشش کرنے لگے۔ جب بلج کی لڑائی میں مرزا ابراہیم مارا گیا تو اُس نے کل بخشوں کے ساتھ عداوت پر کمرباندھی۔ دشمنی خصوص عموم ہو گئی۔ خانم پر زبان طعن و راز کرتی اور اُسکے قدم کو شوم کہتی۔ بار بار اُسکو طعن دیتی ظنن کرتی کہ تو رستہ چلتی تھی تیرے ساتھ نیکی کر کے میں نے تربیت کیا معلوم نہ تھا کہ تو ایسی بس کی خاصیت رکھتی ہے۔ اسکو خیال تھا کہ اسطرح کے طعن و ظنن سے عاجز ہو کر اپنے میکے میں کاشغر چلی جائیگی اور میں شاہ رخ کو اپنی آغوش عاطفت میں پرورش کرونگی۔ خانم کو مرزا شاہ رخ کی جدائی کا خیال ایسا تھا کہ وہ ان جانکاہ طعنوں پر ذرا خیال نہ کرتی اور انتقام کی گھات میں لگی رہتی۔ اس نفاق پر یہ اور اضافہ ہوا کہ مرزا ابراہیم کی مراسم تعزیت ادا کر نیکے لئے چوچک خانم کو چ عبدالرشید خان کاشغر مع اپنے دو بیٹوں صوفی سلطان و ابو سعید کے ساتھ آئی۔ پُرسہ دینے کے بعد اُسنے خرم بیگم کا لباس ماتمی اُتروایا۔ مگر مجلس نام ہونیکے بعد اُس نے پھر اپنا لباس ماتم پہن لیا جسٹ چوچا بیگم آزرہ ہوئی اور اُسکو بُرا بھلا کہا قربت قریبہ کے سبب سے خانم کی معاونت پر وہ دل نہاد ہوئی۔ خرم بیگم کو سمجھا یا کہ جہانگ ہو سکے بیہو کی خاطر داری کیا کرو اور تورہ (آئین) سے باہر کام مت کیا کرو۔

اب ایک اور گل کھلا کہ مرزا شاہ رخ کے اتالیق میر نظمی اور اعیان بدخشاں کی جمع کثیر اور شہنشاہ والی نے جسے حرص اندوزی اور حیلہ سازی سے لباس درویشی کو بھیک کا بہانہ بنا رکھا تھا۔ صوفی سلطان پسر چوچک خانم کو بزرگ بنایا اور درویش مذکور کی خانقاہ میں یہ سب ہم قسم ہوئے کہ خرم بیگم کو مار ڈالئے اور مرزا سلیمان کو ایک گوشہ میں بٹھا دیکئے اس اثنائے میں اس ہنگامہ شورش کے مجرموں میں سے ایک نے مرزا کو حقیقت حال پر اطلاع دی۔ مرزا کاشغریوں کی شورش مٹانیکے لئے پیکار کا سامان کرنے لگا۔ خانم کو اس سانحہ سے نہایت خجالت و مذمت

ہوئی۔ اصل حال جب مرزا سلیمان کو معلوم ہوا تو کاشغریوں سے بخشش منگائی اور خرم بیگم نے جو چاہا
 بیگم کے بیٹے سے اپنی بڑی بیٹی بیاہ دی اور رستاق جہیز میں دیا۔ مرزا نے فتنہ اندوزوں کی
 تادیب کی اور دریش کو مع اس کے گروہ کے تشہیر کر کے اپنے ملک سے نکال دیا۔

بخشاں میں یہ ایک اور پریشانی ہوئی کہ خرم بیگم نے ندیم قیوڑی کو کولاب کی حکومت دی جس
 اُس میں ایک شویش برپا ہوئی کولاب کے لشکر کو یہ ناگوار ہوا۔ انہوں نے ندیم کو مار ڈالا۔ خرم بیگم مرزا
 شاہ رخ کو لیکر کولاب پر دوڑی مگر ناکام جلد اُٹھی چلی آئی اور مرزا شاہ رخ کو چھوڑ آئی۔ زمانہ کی گردش
 سے بیگم نہایت سراپیمہ تھی کہ مرزا شاہ رخ آن کر اسکا غمزدہ ہوا۔ بیگم نے کہا کہ میرے شوہر نے تیرے
 باپ کو غنیم میں چھوڑ کر جلدی کی تھی۔ میں نے نادانی سے تجھے دشمنوں میں چھوڑ کر جلدی کی
 میرا تصور خدا معاف کرے۔ محوڑے دنوں میں کولاب کا فساد مرزا نے سنا دیا مگر ایک اور بخشاں
 میں بے لگدگی پیدا ہوئی کہ کابل سے مرزا سلیمان کے نوکر خستہ حال ہو کر واپس آئے جس کا ذکر مرزا
 محمد حکیم کے حال میں ہم کر چکے ہیں۔ مرزا سلیمان کابل میں آیا۔ یہاں کچھ کام نہ بنا تو ناکام الٹا گیا۔ کچھ
 اپنے اعیان دولت میں ایسا تغیر و تبدل کیا انہوں نے مرزا سے برگشتہ ہو کر مرزا شاہ رخ کو جو سات
 برس کا تھا اور خاتم کو اپنا سردار بنایا اور اس گروہ نے یہ ارادہ کیا کہ مرزا
 ابراہیم پاس جو ولایت تھی وہ مرزا شاہ رخ کو مل جائے کہ اُن کے لئے ایک اور وطن
 کھلی جائے اور وہ بد ذاتوں کی ملازمت جائے۔ چالیس روز تک یہ فساد برپا رہا کہ دادا کو
 پاس مرزا شاہ رخ آگیا۔ شاہ طیب کہ خرم بیگم سے قربت قریب رکھتا تھا اُس کا اتالیق مقرر ہوا۔

مرزا سلیمان نے کچھ ایسی حرکات کیں کہ خیرہ چشم فتنہ اندوزوں نے مرزا شاہ رخ کو کھینچا دیا
 شورش بنایا۔ اسکا محل بیان یہ ہے کہ مالک توران کا فرماں روا عبداللہ خاں تسخیر حصار
 میں مشغول ہوا حصار یوں نے مرزا سلیمان سے استمداد اور استعانت چاہی۔ مرزا
 بخشاں کے لشکر کو لیکر اس طرف گیا یہاں یہ گل کھلا کہ مفسدون نے مرزا شاہ رخ اور خانم
 کو اپنی طرف کر کے ملا طیب کے ایک ہر اول مرزا شاہ رخ کے ہاتھ سے لگوایا۔ اور پھر چھوڑ دیا

اسکا کام تمام کیا۔ جب مرزا سلیمان کو اس شورش کی خبر ہوئی تو وہ اس طرف آیا کہ فساد کو مٹائے
 خانم مرزا شاہرخ کو چوندرہ برس کا تھا ساتھ لیکر ہندو کوہ کو چلی۔ خانم کو شہنشاہ اکبر کی خدمت
 میں ہمیشہ سے عقیدت تھی۔ اسکا ارادہ ہوا کہ عاطفت شہنشاہی سے استفادہ طلب کرے
 مگر جب وہ ہندو کوہ کے حوالی میں آئے تو ایماق جو قہر اس پاس آئے۔ اور محمد قلی جو باغیوں کا
 سرغنہ تھا اسے ملا۔ مرزا شاہرخ نے مراجعت کی اور بھٹوری سہمی سے اندراب کو تصرف میں لایا
 اور وہاں سے کھڑد کو روانہ ہوا۔ یہاں خانم کو چھوڑ کر خود غوری میں گیا۔ سلطان مرزا کے خویش
 سلطان ابراہیم نے غوری کو مستحکم کیا۔ ہر چند اسکے بیٹے کو لے کر ویرلا کر کہا کہ اگر قلعہ نہ سپرد کرنا تو تیرا
 یہ جگر گوشہ ہلاک کیا جائیگا۔ مگر اسے یہ جواب دیا کہ جو کوئی آبروی حقیقت و وفا کو آپ گرائے اسکا
 مرزا ہی بہتر ہے۔ اسنے اس قلعہ کی حراست میں سہمی کی اور مرزا سلیمان بھی ان حد و کی طرف آتا
 تھا کہ خرم بیگم کا انتقال ہوا اسنے کشم میں جا کر مراسم تعزیت کو ادا کیا اور پھر غوری کی طرف متوجہ ہو غوری
 میں شاہرخ مرزا سے کسی کام کا سرانجام نہ ہوا اندراب میں آیا۔ مرزا سلیمان نے ہندو کوہ کی طرف
 کوچ کیا کہ پوتے کے مال و اسباب پر تصرف کر کے اسکی جمعیت کو پیراگندہ کرے دادا اور پوتے میں لڑائی
 ہوئی۔ پوتے کو شکست ہوئی۔ اسکی جمعیت پیراگندہ ہوئی پھر دادا اور پوتوں میں صلح ہوئی۔ دادا نے ہربانی
 کر کے پوتے کو اسکے باپ مرزا ابراہیم کی ولایت دیدی۔ چند روز اسپر گزرے تھے کہ بد ذاتوں نے
 شاہرخ کو سمجھا یا کہ کولاب سپاہ خیز ہے اور مضبوط جگہ ہے۔ مرزا سلیمان چاہتا ہے کہ اسکو مستحکم کر دے اگر وہ
 اسے پہلے لیجائے تو مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مرزا شاہرخ ان باتوں کو سنکر طالقان کو روانہ ہوا۔ یہاں اس
 پاس مرزا سلیمان کو چھوڑ کر بہت آدمی چلے آئے اور اس سادہ لوح کو بہکانے لگے۔ مگر مرزا
 ان کی باتوں میں نہ آیا اسنے دادا سے ملازمت کی استدعا کی۔ دادا نے جواب دیا کہ پہلے خانم
 کو بھیجو کہ میری تسکین خاطر کرے اور پھر آنکر میری آنکھوں کو روشن کرو۔ مرزا نے یہی
 کیا۔ کچھ دنوں طالقان میں یہ سب رہے اور آپس میں عہد و پیمان ہوئے کہ شاہرخ مرزا دادا کی
 رضا جوئی سے کبھی باہر نہ ہوگا۔ بعد ازاں مرزا سلیمان نے اپنے حج کا ارادہ ظاہر کیا

مرزا شاہرخ نے اسکو اعزاز و احترام و مال منال کیساتھ رخصت کیا۔ اول مرزا سلیمان کابل میں اسلئے آیا کہ اگر مرزا حکیم یاوری کرے تو مراجعت کر کے مرزا شاہرخ سے انتقال لے اور اگر کابل میں رہے برپا کر کے تو اسکو بدخشاں لینے کا ذریعہ بنائے۔ بہنیں تو شہنشاہ اکبر کی خدمت میں جائے۔ جب مرزا حکیم کو مرزا سلیمان کے یہ ارادے معلوم ہوئے تو اُس نے مرزا سلیمان کو ہندوستان میں سے قدم رکھا تھا حد سے زیادہ اسکی تعظیم و تکریم کی شہنشاہ نے ارادہ کیا تھا کہ اسکو بنگالہ کی حکومت عنایت کرے کہ باقی ایام زندگانی اس کی شادمانی سے بسر ہوں مگر ننگستان موطن کی موافقت اور مرزا شاہرخ کی کینہ کشی کی باد تندے اسکی فکر و تدبیر کے چراغ کو گل کر دیا تھا۔ پوتے سے جو گرہ دل میں پڑی تھی وہ نہ کھلتی تھی وہ اس بنگالہ کے عطیہ سے خوش نہ ہوا اسوقت شہنشاہ ہماٹ شرقیہ میں مصروف تھا اسلئے اسکی آرزو کی برآمد میں التوا ہوا۔ اسنے پادشاہ سے حجاز جانے کی اجازت مانگی۔ پادشاہ نے اسے منظور کر کے قلیج خاں کی ہمراہ کیا کہ دشوار مقاموں سے اُسے باہر کر کے بنا درگجرات میں پہنچا وے۔ چند سالہ زاوراہ اسکے ساتھ کیا۔ شالستہ جہاز اُسکے واسطے مقرر کیا اور قلیج خاں نے اُسے بندر سورت میں پہنچا دیا وہ حجاز کو روانہ ہوا۔ مرزا شاہرخ کی والدہ خانم ہمیشہ سے شہنشاہ اکبر سے عقیدت رکھتی تھی۔ اسکو خوف ہوا کہ معلوم نہیں کہ شہنشاہ سے مرزا سلیمان میری طرف سے کیا لگا وے اور اپنی سرگذشت کو کس طرح بیان کرے کہ جس سے شاہرخ مرزا کی آسائش زندگی و عزت میں خلل پڑے اور میں کسی عذاب میں پھنسون اسلئے پادشاہ کی خدمت بڑے بڑے نفیس تحفے اور اپنے بیٹے کی عرائض و اوائل امر واد الہی میں عبدالرحمن بیگ اور مرزا عاشق کو ساتھ بھجوائیں۔ خانم کے دلیں ہمیشہ سے یہ آرزو تھی کہ شاہرخ کی شادی شہنشاہ اکبر کی بیٹی سے ہو جائے۔ پادشاہ نے اسکے عزرات کو قبول فرما کر نہایت نوازش فرمائی۔

ہننے پہلے لکھا ہے کہ مرزا سلیمان حج کو گیا تھا۔ حقیقت شناس کاروان جاتھے کہ حج کا بہانہ تھا اسکا یہ خیال تھا کہ اپنے تئیں کوستان میں پہنچائے اور چیدہ دستی سے یارستان انرا لے

اس پر قبضہ کیجئے اور مرزا شاہ رخ کی کینہ توڑی میں عشرت اندوزی فرمائیے۔ یہی ہوا کہ طواف گاہ عربیہ عراق و عجم میں آیا کہ فرمان فرمائیے ایران سے اپنی خواہش میں کامروا ہو اس زمانہ میں شاہ اسماعیل طہاسب ایران کی مرزبانی میں جوش خروش کر رہا تھا اسے مرز کے عالی زادان کا خیال کر کے بہت خاطر کی اور کچھ سپاہ ملک کے لئے نامزد کر کے جانے کی اجازت دی مگر مرزا کو ہرے میں شاہ اسماعیل کے پیما نہ عمر کے لبریز بونیکے خبر پہنچی جس سے اسکو بڑی مایوسی ہوئی اور وہ قندھار میں آیا۔ مظفر حسین مرزا سے خوشی پیدا کی۔ یہاں بھی کچھ کام نہ چلا تو کابل میں آیا۔ مرزا حکیم نے اُس کے ساتھ ہنایت التفات اس سے کیا کہ اس کہن سال آزمونوں کار کی رسمہ منی سے بنگش کی طرف سے جا کر ہندوستان میں فتنہ و آشوب اٹھائی۔ مرزا نے شکوہ شاہنشاہی چشمِ عبرت سے دیکھی تھی اُس نے مرزا حکیم کو اس تباہ اندیشی سے باز رکھا۔ اور بدخشاں کی سنورش پیش نہاد خاطر کی۔ ہم آبان الہی شہسہ کو بر کی سورش میں اور برف کی ریزش میں بدخشاں روانہ ہوا جہاں شاہ رخ مرزا فرمان روا تھا وہ شہنشاہ دولت کے رشتہ مندی رکھتا تھا۔ جب اس سرگذشت کی خبر شہنشاہ کو ہوئی تو شاہ رخ کی یادی اُس نے اپنے ذمہ لازمی جانی سعید خان راجہ بھگونت واس ومان سنگہ و مرزا یوسف خاں اور امرا می پنجاب ملتان کے نام فرمان جاری کی کہ اس ملک میں جا کر شاہ رخ کی دستگیری کریں۔ امر فرمان کو کار بند ہو کر سامان سفر کی تیاری میں لگے کہ ان کے پاس خبر آئی کہ دادا پوتو نہیں صلح ہو گئی اور مرزا بابل الپس آگیا اسکا محل بیان یہ کہ مرزا یوں میں تالقان کی حدود میں پیکار ہوئی۔ شاہ رخ مرزا اگرچہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہا مگر بدگوہروں کو دور وئی سے اور خیر سگال کچھنوں کی کوتاہ اندیشی سے اور خود اپنی کم بینی اور ناآزمونوں کاری سے کوئی کام وہ نہ کر سکا۔ یار لوگوں نے یہ بات گھڑی کہ میر عماد جو اس ملک کے کارپردازوں کا سرآمد تھا وہ مرزا سلیمان سے مل گیا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ زد و گیر کی گرمی میں مرزا شاہ رخ کو گرفتار کر کے اسکے حوالہ کرے اور جو اور صواب اندیش دولت خواہ تھے ان کے اوپر بھی بہتان باندھے گئے اور بدخشیوں کا ایک گروہ مرزا بابل قدیم سی جا کر مل گیا۔ جس سے اور بدگمانی کا بازار گرم ہوا۔ ابھی کوئی اچھی لڑائی نہ ہوئی تھی کہ مرزا شاہ رخ

قندوز کو بھاگ گیا۔ مرزا کی اس ویرانی سے زابلستان کا لشکر جو قوت ورجا میں اندر ہنکاتے رہا
 تھا نشاط اندوز ہوا اور مرزا کے تعاقب میں گیا۔ مرزا نے قندوز میں جا کر قلعہ کو مسخر کیا اور کولاب میں چلا
 گیا اور محمد قلی شغابی کو زندان میں سے نکال کر وکیل بنایا۔ مرزاؤں نے بیس روز تالقان کے حوشتی
 میں توقف کیا جب ان کو شاہرخ مرزا کا حال تحقیق معلوم ہوا تو وہ قلعہ طغر سے رستاق میں آئے
 محمد قلی کی حرکت سرائی اور افسانہ طرازی سے مصالحت کی گفتگو درمیان آئی۔ فریدون سے اس نے
 ملکہ آشتی کا پیوند لگایا۔ دورانیشی و خرم اندوزی سے مرزا شاہرخ سے مرزا سلیمان نے ملاقات نہیں
 کی اور آرام طلب خیر سگالوں کے معرفت تالقان سے ہندکوہ تک جو مرزا ابراہیم کی اقطاع میں ملک
 تھا وہ مرزا سلیمان کے لیے مقرر ہوا۔ وہ اسکے آنے سے خرسند ہو کر کولاب میں آیا مرزا حکیم کابل کو گیا
 بد ذات فتنہ سازوں نے پھر مرزا سلیمان اور مرزا شاہرخ کے درمیان بگاڑ کر ادیا۔ یہ مرزا اپنی
 خوشامد پسندی وہی پہنے سے دوست و دشمن کو نہیں پہچان سکتے تھے ملک داری نہ کرتے تھے
 آپس میں لڑتے تھے۔ سپاہی ناخوش۔ رعیت مظلوم۔ ولایت خراب قلاع بے سامان جو شخص آدمی
 کے زمانہ میں بینوائی کا خیال نہیں رکھتا ہے جلد اس کو ناکامی ہوتی ہے جو کوئی دلوں کے پیوند کو
 خدا کی بڑی نعمت نہیں گنتا وہ تھوڑے دنوں میں زریان زدہ ہوتا ہے۔ باوجود ان عادتوں کے وہ
 شہنشاہ اکبر سے ایٹھے رہتے تھے۔ نخوت فروشی و خود بینی میں زندگی بسر کرتے تھے۔ فرمان رواؤں
 توران عبدالمدخان اوزبک موقع پاکر بختان میں آیا اور اس ملک و شوار کشا کو بے جنگ کے
 لے لیا۔ مرزاؤں کی جان پر بڑی بنی۔ مرزا حکیم بھی خود رائی کے خواب سے بیدار ہوا طرزدان کار
 آگاہوں کو پادشاہ پاس ہزار خوشامد کے ساتھ بھیجا۔ پادشاہ نے فرستادوں پر عنایت و فراغت
 کیا اور مرزا حکیم کو یہ جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بختان کے مرزا اپنی تاسپاسی کی سزا پاتے
 ہیں۔ تجھ کو چاہیے کہ اپنے ظاہر و باطن کو اخلاص کی فروغ سے ایسا روشن کرے کہ سب دور اور
 نزدیک اس کو دیکھ لیں اور جو لوگ اس سے اندیشہ مند ہوں اگر شناسائی سے پہلے اس دیار کا
 قصد کرے تو اول دانشوروں کو بھیج کر اندر زگوئی کرے اگر یہ سود مند نہ ہو تو پھر ہم شکر و صفت شکن بھیجی

اور طراخزانہ اور زرگر تو چنانہ بسر کردگی کسی اپنے فزند کے نامزد کرنے کے ابھی فرستادے باہر نہ نکلے
تھے کہ مرزا کی ایک عرصہ دشت آئی جس میں لکھا تھا کہ بخشان کے مرزا پشردہ دل اور پشردہ رو ہو کر حضور
کی پناہ میں آئے ہیں حکم کیا ہے وہ اپنی بڑی اسیمہ سہری ظاہر کرتے ہیں حکم ہوا کہ ہماری درگاہ پیشانی
کو بڑی قیمت پر خریدے ہیں مرزاؤں کو نوید شادمانی پہنچا کر نوازش شاہنشاہی کا امیدوار کر کے روانہ
کر دیا اور خود ہمہر بھر دے کر کے کچھ اندیشہ وہ نہ کریں۔

جس انجن میں خوشامد گوئی کی قدر ہوگی وہاں راست گذاری بے قدر ہوگی جس صاحب بزم کے
کان میں راستی کی داستان ہنیں آئے گی وہ کناہ پیشانی کو ہنیں پڑھ سکے گا۔ اس کے سچے دوست خواہ بے
اعتبار ہوں گے اور افسانہ کو ہرزہ درایوں کے پو بارہ ہوں گے۔ دلون کی دوستی کو وہ میچ بھیجے گا
اور آدمیوں کے رجوع کو اپنی خویش تنہی کا سرمایہ بنائے گا۔ جو شخص کہ ناکامی کے دن مارا اور مردی
کو سوچتا ہے وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ اس دن خوشخوئی ہنیں کام آئی اور زر پاشی سود نہیں دیتی
بلکہ ریحوا دت سے اسکی نرنگہ گاہ پر ہوتی ہے اور ہزاروں ناخوشیان سرمایہ کرتی ہیں جو سیداشت
خرومند ہوتے ہیں وہ ایمنی کے ایام میں کہ جن میں چستان آدمیوں کی احتیاج نہیں ہوتی عجز و
انکسار سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ کوتاہ اندیش رعنا بے غمی کے زمانہ میں بے پروائی کے خوابستان
میں سوتے ہیں ان کو کام کے وقت خون جگر پٹا پڑتا ہے۔ سوائے غم کے اس کے پاس کچھ اور
نہیں ہوتا۔ جب کوئی تو انگریز خاطر آرم دوست فراخ حوصلہ صلاح اندیش درمیان میں نہیں
ہوتا تو دوستی دشمنی پر مائل ہوتی ہے۔ اور عاقبت سرمایگی ہو جاتی ہے مال و دولت کچھتا ہوا
خان و مان تاراج ہوتا ہے۔ غرض ناموس بزدانوں کے ہاتھ میں پڑتی ہے۔ ہزاروں شوشین
برپا ہوتی ہیں۔ اس کی مثال بخشان کے مرزاؤں کی ہے اس میں سے کچھ حال لکھا جاتا ہے
جب مرزا حکیم بخشان سے کابل میں آیا تو مرزا شاہ رخ کا ارادہ ہوا کہ مرزا سلیمان کی ملازمت
میں جائے اور اس سے کچھت ہو جائے۔ مگر مرزا سلیمان پر وہم ایسا غالب ہو رہا تھا اور یہاں کے
آدمیوں کی بے وفائی کا حال ایسا دیکھ چکا تھا کہ وہ اس بات کو قبول نہیں کرتا تھا۔ بعد ازیں

سلیمان مرزا در شاہ رخ مرزا کا کلا کا طالت ہوتا ہے ۹۹

گفت کہ یہ قہر پایا کہ حصار کا مرزا بن اور یک سلطان کہ نیا دوست بنا تھا ایک جماعت کو
یاوری کے لئے بھیجے اور دریا و امنیہ کے درمیان اس گزر پر جہان دریا نو حصوں میں تقسیم ہوا ہو
ان دادا پوتون کی ملاقات ہو۔ یہ مقبرہ ہوا کہ چار نہروں سے مرزا سلیمان عبور کرے اور پانچ
نہروں سے مرزا شاہرخ۔ مرزا سلیمان جب دریا کے کنارہ پر آیا تو صرف ایک حصہ طے کیا اور خوف
کے مارے آگے نہ بڑھا۔ مگر مرزا شاہرخ نے آٹھ حصے طے کئے اور دادا سے ملا اور اجازت لیکر
چلا آیا۔ کولاب میں مرزا سلیمان گیا اور بد ذاتوں کے ہجوم سے کہ بدی کو نیک اور نیک کو بد رکھلا
ہیں۔ مرزا سلیمان نے اپنی خواہش کو بہت دہرا دیا جس سے ایک شورش برپا ہوئی اس نے
پیغام بھیجا کہ مہر علی و چوچک و میر عدا کو حوالہ کرے اور اگر یہ منظور نہ ہو تو ان کو آوارہ کر دے مرزا نے پھلجی بات
مان لی مگر اس کو نہایت غم ہوا۔ میر عدا تو ایک گوشہ میں بیٹھ گیا باقی دونوں کابل کو گئے۔ انھیں دنوں
میں محمد قلی شغلی کہ اس ملک کی شمشیر و خرد تھا مرزا شاہرخ کے پاس سے مرزا سلیمان کے پاس چلا گیا
اور فساد کو اور بڑھایا۔ تھوڑے دنوں بعد زابلستان سے مہر علی مرزا شاہرخ کے پاس آیا۔ مرزا سلیمان نے
پوچھے پاس پیغام بھیجا کہ مہر علی کو میرے پاس بھیج دے اس نے حاجی متن کے ساتھ بھیج دیا۔ مرزا نے
حاجی کو ملازم کر لیا اور مہر علی کو زندانی بنایا اور شیخ بابا ولی کو کہ فقیری کی آڑ میں شکار کھیلنے تھا
بھیج کر گذارش کی کہ اب وقت آشتی اور قسمت ملک کا ہے محمد قلی اور حاجی متن و مہر علی میرے پاس
ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ باتفاق اور کچھ ولایت میرے حصہ میں زیادہ کی جائے۔ شاہرخ مرزا نے
یہ جواب دیا کہ مردی اور مہربانی کا آئین ہے کہ کیتانی کی ترہت گاہ فتنہ جو یوں کے گفتگو سے
غبار آلود نہ کی جائے۔ سرگردہ جو میرے پاس چلا گیا ہے اُسے واپس بھیج دیجئے مرزا سلیمان نے اس
بات کو نہ مانا اور لڑائی پر تیار ہوا۔ مرزا شاہرخ بھی اپنی بزنائی کی مستی اور خود کامی کی شورش اور
مصاحب دانا کے ہونے کے سبب سے روانہ ہوا اس نے حد و درستی میں جا کر دادا پاس حشد
بھیجی اور لاہ گری اس امید پر کی کہ لڑائی نہ ہو۔ مرزا سلیمان بھی اُسکی بات ماننے کو تھا۔ مگر
فتنہ اندوزوں نے اسے نہ ماننے دیا۔ لڑائی ہوئی اور مرزا سلیمان کو ہزیمت ہوئی۔ مرزا شاہرخ

نے کچھ اس کا تعاقب کیا مگر پھر ملک کے کاموں میں مشغول ہو گیا۔ کولاب اپنے بڑے بیٹے محمد زین
 کو سپرد کیا۔ مہر علی کو تالیق اس کا مقرر کیا اور خود قندوز میں آیا۔ مرزا سلیمان حصار کے مرزا بن
 اوزبک سلطان سے ملک لے کر بدخشان گیا۔ مرزا شاہرخ نے بھی لڑنے کا ارادہ کیا۔ تیاری
 کر کے دادا سے لڑا اور اس کو پھر شکست دی۔ مرزا سلیمان پھر حصار میں چلا گیا انہی دنوں میں اکبر
 شہنشاہ کے ایلچی مرزا شاہرخ کے پاس آئے جس سے اس کو بڑی تقویت ہوئی۔ اس سفر میں کہ
 شہنشاہ اکبر زابلستان میں گیا تھا اور مرزا حکیم کو شکست ہوئی تھی۔ پادشاہ نے شیردل کارروانو
 کو مرزا شاہرخ پاس بھیج کر اس کا حال پوچھا تھا اور حکم دیا تھا کہ خود یہ مرزا آستان بوس ہو یا اپنی والدہ
 خاتم کو بھیجے مرزا نے پادشاہ کی اطاعت کی جس سے اس کے کام کو رونق ہو گئی۔ حصار یوں نے مرزا
 سلیمان کی یادری سے دست کشی کی مگر شاہرخ پادشاہ پاس نہ آیا اور نہ اسکی مان بسبب حالات کے
 اسکی مرزا سلیمان نے اہل حصار سے مایوس ہو کر دوستی کی باتوں سے دشمنی کا سر انجام دیا چند
 اوزبکوں کو لے کر بدخشان میں آیا اور صلح کا پیغام دیا مرزا شاہرخ نے قبول کیا اور یتار پاپاکر جہا
 پہلے ملاقات کا مقام ٹھہرا اتفاقاً وہیں بزم دوستی آراستہ ہوا و تازہ عہد مرزا شاہرخ نے جو کہا تھا وہ کیا
 مگر مرزا سلیمان نے نہ کیا۔ پونے کو اپنے پاس بلایا وہ نہ آیا۔ انھیں دنوں میں مرزا شاہرخ کی والدہ نے
 انتقال کیا۔ یہی سگم بیٹے کو نصیحت کرتی رہتی تھی وہ بھی مرگئی۔ مرزا خوشن مینی خود کامی میں پڑا
 سپاہ کا حال پر گندہ ہوا۔ ہزل و بازی نے رونق پائی۔ رعیت تباہ ہوئی۔ عبدالمد خان اوزبک
 فرمانروائے توران پاس مرزا گیا وہ تاشکند پر لشکر کشی کر رہا تھا اسکے باپ سکندر خان سے مرزا کی
 ملاقات ہوئی عبدالمد خان کو کچھ اور خیال ہوا اسے باپ کو لکھ بھیجا کہ میرے آنے تک مرزا کو نظر بند
 رکھو مرزا نے اپنی دوزگاہی سے یہ حال دریافت کیا اور اس خطر گاہ سے نکل بھاگا جب عبدالمد
 خان لشکر سے واپس آیا تو قتل بابا کو کہ اس کا وکیل اور سپہ سالار تھا اوزبک سلطان پاس
 اس قصد سے بھیجا کہ وہ مرزا سلیمان کو حوالہ کرے مگر اوزبک سلطان نے مردمی کا پاس کر کے مرزا
 سلیمان کو بدخشان روانہ کیا۔ نواحی کولاب میں شاہرخ مرزا اس سے ملا۔ اور پہلی طرح سے

ولایت کی تقسیم ہوئی۔ مگر اس تقسیم کو مرزا سلیمان نے ناپسند کیا اور کشم کو سیدوزغال میں لے لیا۔
 مرزا شاہ رخ خود کامی دستاویز دوستی کی شہادت مست ہو کر سوار بائون کے کچھ کام نہ کرتا اس کا
 تمام کام میر عمار و میر کلان و چوچک بیگ کے ہاتھ میں تھا۔ یار بیگ اس کا بخشی تھا اور تمام جاگیروں
 میں ریاست کو تقسیم کر دیا تھا غرض سب طرح سے سارے کام سکے غیر منتظم تھے اسی زمانہ میں عین الدین
 خان بدخشان میں آیا اور اس ملک دشوار کشا کو بے جنگ لے لیا۔ وہ ہمیشہ ان مرزاؤں کا حال دیکھتا
 رہتا تھا اب اُس نے دیکھا کہ شہنشاہ اکبر کی طرف وہ رجوع نہیں کرتے ہیں۔ اور ملک داری کا
 سرشتہ ہاتھ میں نہیں رکھتے اور آپس میں لڑتے ہیں۔ گو اُسے پیغام دیا کہ غوری اور کھڑدھی مجھے
 حوالہ کیا جائے اور ایماق توران کہ مدت سے اس دیار میں رہتا ہے وہ میرے پاس بھیج دیا جائے۔ مرزا
 شاہ رخ نے کچھ جواب نہ دیا نہ کوئی کاراگاہی کا کام کیا۔ یہ افواہ اڑ رہی تھی کہ والئی توران نے انتقال
 کیا۔ قل بابا ایسی خواہشیں کرتا ہے۔ اس افسانہ نے ان کو بے پروائی کی نیند میں سلا لیا۔ اس
 حال میں کہ مرزاؤں کا دل خراب تھا۔ قلع بے سامان تھے۔ سپاہ پریشانی میں تھی دوست ایک
 کونے میں بیٹھ ہوئے تھے اور دشمن اپنے کاموں میں کامیاب تھے کہ غالب غنیمت آیا۔ مرزا یون نے سخت
 گریہوں میں بھاگ کر بائون میں چھائے ڈالے۔ فوجی بیگ خالفون سے جا ملا۔ اور قندوز بے
 لڑے ہاتھ سے نکل گیا اور امرا بدخشان کا حال بھی ایسا ہی ہوا۔ کولا بیون نے محمد زمان کے
 ساتھ جانفشانی کی جو شخص آسودگی میں خویشی داری اور طبیعت پرستی کرتا ہے اور ناکامی کے
 دن خوشخونی اور تیار داری مردم کرتا ہے وہ آشوبگاہ تعلق میں تنہا رہ جاتا ہے اور بے یار
 و بے نوا ہو جاتا ہے۔ بیغرضی کے وقت بہت توجہ سے دلون کا پیوند ہوتا ہے اور نہایت خالص
 معاملوں کے کرنے سے جانیں گرو ہوتی ہیں۔ دنیا کے بدست جب اپنی مصیبت کا دن آتا ہے
 تو خوش اخلاقی کی باتیں بناتے ہیں اور بھلے بُرے کو جاتے نہیں۔ ایسی ہی حالت میں مرزا رتو
 تھے اُس لیے جسے وہ جھک کر سلام کرتے ان سے منہ پھیر لیتا۔ ناگزیر بدخشان کی تنگنا سے
 گذر کر ہجراک میں کہ قلب گاہ تھا آئے یہاں ان کو قوقع تھی کہ باری نک پرورد سے انکی

ان کی مہراہی کرینگے مگر ان سے بھی وہ مایوس ہو گئے۔ برف و باران کی سختی کے سبب سے یہ پتھر
پنجشیر میں کہ مضافات کابل میں ہے اس خیال سے آئے کہ اگر مرزا حکیم یاروی کرے تو اپنی بگاہ
کے لینے میں سعی کیجائے اور نہیں تو درگاہ شہنشاہ اکبر میں پناہ لیجائے۔ مرزا سلیمان کو اس ٹھوس
کے سبب پادشاہ کی درگاہ میں نہیں آنا چاہتا تھا کہ حجاز کی زیارت کو چھوڑ کر بخشان میں چہرہ دستی
کرنے آیا تھا۔ مرزا شاہرخ کو پادشاہ کی زیارت کی تمتا تھی وہ ہندوستان کو چلا۔ مرزا حکیم نے
مرزا سلیمان کو بلا کر لغانات میں بھیجا اور یہاں کچھ دہات دیدیئے گئے شاہ محمد پور مرزا شاہرخ
کو شادمان حزارہ کے سپرد کیا کہ اس کو آوارہ کرے اور ہندوستان نہ جانے دے۔ مرزا شاہرخ
کے ساتھ تین بیٹے حسن حسین جو توام پیدا ہوئے تھے اور بدیع الزمان اور انکی انا میں تھیں اور
چند ملازم تھے وہ نہایت آزرہ خاطر ہزارات میں گیا اور ہر روز یہ جانتا تھا کہ میری موت
سپر پر کھڑی ہے مشہور یہ تھا کہ عبدالمدخان نے شکست پائی اور کولابی غالب ہوئے یہ سنکر شادمان
ہزارہ نے مرزا کو بخشان کی طرف روانہ کیا۔ مرزا نے اس خوف سے کہ اس وحشی کی رائے بدل نہ جائے
کچھ دور چل کر بیراہ چلنا شروع کیا۔ سخت گرمیوں میں لڑتا ہوا حدود دکنھرون میں آگیا آرام کیا۔

صحرائین ان میں اس کے پاس جمع ہوئے۔ تھوڑے دنوں میں یہ معلوم ہوا کہ جو سنا تھا وہ غلط تھا۔ کولابی
مخاصرے سے گھرے ہوئے تھے تو مرزا نے آلقان پر تاخت کی۔ انھیں دنوں میں معلوم ہوا کہ کولاب
کو اوزکون کی سپاہ نے فتح کر لیا۔ اس لئے مرزا کے ہمراہیوں میں پراگندگی ہوئی پہلے سے
زیادہ حال تباہ ہوا نہ رائے بودن و نہ روئے گردیدن۔ قریب تھا کہ مخالفوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو۔ مگر
ہزار طرح سے نگاہ دو کر کے کابل کی طرف جلد چلا۔ سال النکاب میں مرزا سلیمان سے ملاقات ہوئی۔ مرزا
حکیم نے بھی خبر مذکور سنکر بخشان مرزا سلیمان کو روانہ کیا تھا اس منزل میں ان کو ملک کی امید تھی
کہ کچھ اوزکون نے شورش چائی۔ مرزا شاہرخ کے ان دنوں میں بیٹا پیدا ہوا تھا اس کو صحرائین
عورت کے حوالہ کر کے جلد چلا۔ مہر علی و فادر بروی دجہان گیر رائف بیگ اور چند اور پیچھے سے
آگے چلے آئے تھے کہ صبح کے وقت اوزبک آن پہونچے۔ انھوں نے پرنال کو تاراج کیا۔ مرزا سلیمان

مرزا شاہرخ کا پادشاہ پاس آنا ۹۹

کا گھوڑا چراغ پا ہوا اور مرزا زین پر گرا۔ مرزا شاہرخ گھوڑے پر سے اتر ا اور گھوڑے کو اُس کے آگے لایا کہ وہ چھوٹ کر جھگی کو بھاگ گیا۔ ہمارے ہون مین سے ایک پیادہ پا ہوا اور اپنے گھوڑے پر مرزا سلیمان کو سوار کیا۔ مرزا شاہرخ جا کر اپنے گھوڑے کو پکڑ لایا۔ اس تیز روی مین مرزا دہرائی پر پڑ کر جدا ہو گئے۔ غنیم مرزا شاہرخ کے پیچھے پڑا۔ دریا آگے آیا۔ مرزا نے اُس سے عبور کر کے پُل توڑا اور آرام لیا۔ اس گیسو دار مین اس کا بیٹا حسن جدا ہو گیا جس سے ایک اور تازہ داغ لگا۔ اس زمانہ مین خبر معلوم ہوئی کہ مرزا سلیمان پشاوری مین محفوظ ہے۔ مرزا اُسکے پاس گیا اس خوشدلی مین مرزا حکیم کے پاس سے سینوئیک خان آیا اور دوستی کا پیغام لایا۔ مگر اس پیام کو مرزا نے باور نہیں کیا چند آدمی اسکے ہمراہ کیے تاکہ وہ اچھی طرح علم حاصل کر کے استوار پیمان کرے مرزا سلیمان نے کہ وہ پادشاہ سے شرم اور مرزا حکیم سے چشم دستگیری رکھتا تھا توقف کیا۔ مرزا شاہرخ نے پادشاہ کی طرف راہ لی جو ژدان پچون کی مان اور ایک بیٹے کو چار نکاران مین چھوڑا کہ وہ اس خرد سال بیٹے کی جستجو کریں جو اس سے جدا ہو گیا ہے خود دامنہ کوہ سے دکھ مین آیا۔ یہاں ایک قافلہ رہزنوں کے خوف سے سراپیمہ تھا اسکے ہمراہ ہوا۔ اس مین عمہ مرزا خانزادہ بیگم و شاہ محمد مرزا موجود تھے جن کو مرزا حکیم نے ہندوستان بھیجا تھا۔ شاطی افغانوں کی دستا نسرانی سے مرزا اس گریوہ سخت گذار مین چلا جس قدر وہ راہ چلتا تھا بد سگال اس درہ کی تنگناؤں کو پتھروں سے روکتے جاتے تھے۔ دشوار مقاموں کی راہ کو تاریکیوں نے بت کیا فقر بابا و جہانگیر و شجر علی و یار بیگ و ابدال کو جن مین سے ہر ایک اپنے وقت کا رستم تھا تاریکیوں پاس پیغام گذاری کا بہانہ کر کے شاطی لیگیا اور ان کو مار ڈالا جب اسکی خبر ہوئی تو علی مسجد سے قافلہ لٹا پھر تاریکیوں نے دست اندازی شروع کی سو داگردن کی سراپگی سے سپاہی بھی اپنی سٹی بھول گئے۔ جان و مال لٹ گیا۔ مرزا شاہرخ نے ہمت کی کہ اس گریوہ سے لڑتا ہوا باہر آیا۔ کوہستان بدخشان کے سوا اب کوئی پناہ نہیں تھی۔ یہیں کہیں قریب وہ مرزا سلیمان سے مل کر خوش ہوا لیکن اسکے ساتھ یہ غم لگا تھا کہ ایک بیٹا جو ابھی پیدا ہوا تھا وہ مر گیا تھا اس وقت مرزا حکیم کی سپاہ کچھ ملی اُسے کہا کہ شہنشاہ اکبر نے بھائی کو لکھا تھا کہ شاہرخ

کے ساتھ شاہ تہ بدرقہ بھیجے سو اس خدمت پر ہم نامزد ہوئے ہیں۔ وہ سپاہ خیر تنک پہنچا کے واپس چلی گئی۔ سندھ میں جو امراء شاہی تھے انھوں نے مرزا کی بزرگداشت کی جو بیٹا جدا ہوا تھا وہ بھی مل گیا۔ اس کو ایک اوزبک اٹھا کے لے گیا تھا وہ اس لڑکے کو چھوڑ کر پرتال لوٹے گیا۔ اب ایک غلام اس لڑکے کو اٹھا کر لے گیا اور مرزا حکیم پاس پہنچا دیا۔ مرزا شاہ رخ لاہور میں آیا اور ۲۳ مئی کو دارالخلافہ فتحپور سیکری میں پادشاہ کا قدم بوسہ ہوا۔ جو کچھ عنایتیں اسکے حال پر ہوئیں اس کا بیان اپنے مقام پر کیا گیا ہے۔ ۵ ابر شہر پور پہنچا کہ اس کا نکاح پادشاہ نے اپنی بیٹی شکر النساء بیگم سے پڑھوایا وہ مالوہ کا صوبہ مقرر ہوا اور دکن کی فتح میں اسے کارنامے دکھائے۔ اور ہفت ہزاری کا منصب پایا۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ پادشاہ پیشانی سے دل کا حال دریافت کر لیتا ہے شاہ رخ کی فرضہ ذاتی اس نے دریافت کر کے دست عاطفت سے اس کو سر بلند کیا اس کا ستارہ دولت تنزل پر تھا پھر عروج پر آیا ان مسانہروں میں سے ہر ایک وفا گردین نے کہ شورا بہ ناکامی چکھا تھا۔ وہ کامروائی کی نشاط اندوزی سے محفوظ ہوا۔

مرزا سلیمان جب حجاز گیا اور وہاں سے واپس آیا اور اپنے کاموں میں ناکام رہا اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے اب جب شاہ رخ مرزا پادشاہ پاس چلا آیا تو مرزا سلیمان ملغانات میں اپنی عمر بسر کرتا تھا اور بخشان کی فتح کی امیدوں میں دن گنا کرتا تھا۔ مرزا محمد حکیم نے اسکے حال پر رحم کر کے کچھ بخشی و کابلی سپاہ اسکے ہمراہ کی وہ تیز دستی کر کے کوہستان بن نشان میں آیا اور تالقان کی فتح کے سو پہ پہ ہوا۔ محمود سلطان اس سے لڑنے کھڑا ہوا۔ غنیمت کی کثرت کے سبب سے مرزا سلیمان کوہ پایہ کو شلخ بند کیا اور اس میں اپنا پائون جمایا۔ بار بار ہنگامہ کارزار گرم کیا اور فیروز مند ہوا اس کا میا بی سے وہ مغرور ہوا۔ شہرہ دور بینی کو فرو گذاشت کیا اور باہر جا کر لڑنے کا ارادہ کیا۔ کاراگھون اس سے گزارش کی کہ شہابی کرنی شائستگی سے دور ہے۔ دیر لگانے میں یہ فائدہ ہے کہ ہنگام باہری ہم سے ملے تین اور دشمن کے رونق ہنگامہ کو کم کرنے میں بے سبب اس استوار پناہ کا چھوڑنا اور اپنے سے زیادہ دشمنوں سے لڑنا کاراگھنی سے بعید ہے۔ مگر خود کامی ہمیشہ صلاح اندیش فرد کو برکمنار کرتی ہے۔

اُس نے کانون مین ٹیٹان دبے لیٹن۔ خیر سگالون کی باتون کو نہ سنا۔ لٹک کو لے کر چلا۔ باہر آیا اور
 مرانگی کا کارنامہ دکھایا قریب تھا کہ دشمن کو مار کر ہٹا کہ عبداللہ سلطان بلخ سے مخالفوں کے
 پاس آگیا اور ہنگامہ جنگ از سر نو گرم ہوا۔ مرزا کے جنگ جو دلا ورون نے دو دفعہ غنیمت کو سسکتی
 مگر تیسری دفعہ دور بینی کے برخلاف مرزا لڑا تو رچی بیگ اور بک کے ایک گروہ کو سرکوب پر ایسا
 لایا کہ مرزا میں کیا رکھی لٹنے کی تاب اور سامنے کھڑے رہنے کی توانائی نہ رہی۔ ناچار بھاگ کر زابلستان
 کی طرف رُخ کیا نجات یار بیگ آب مارا میں تھا وہ استقبال کر کے کابل میں لایا۔ کنورمان سنگھ حلال آباد
 سے اس طرف گیا اور مرزا کو پشاور میں لایا۔ بعد ازاں وہ ۴۲ اسفندار مذکور کو بادشاہ کی خدمت میں
 شہنشاہ اکبر نے مرزا سلیمان کو لاہور میں اس لیے رکھا کہ کوئی گزند اس کو نہ پہنچے پائے وہ ۱۳ رتیر
 ۹۹۷ شتر برس کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ بخیشی اسکی تاریخ ولادت تھی۔ اب تم یہ سمجھو کہ
 ان دو تیموریہ خاندانوں کا بیان جو قصہ و قصصہ چلا جاتا ہے وہ انسان کی نیرنگی اقبال کا افسانہ
 نہیں بلکہ وہ ایک واقعہ نفس الامری ہے جو بیست لاکھ ہے جب ملک داری کی لیاقت نہ ہو
 اور گھر میں لڑائی بھگڑے فساد ہمیشہ ہوتے رہتے وہ ایک زمانہ تاریخ کے لیے بحران کا وقت ہوتا ہے
 رعیت کے حق میں مرزا سلیمان اور مرزا شاہ رخ دونوں کا ہونا زہر تھا ہر ایک اولوالعزم بادشاہ
 خواہ وہ متحمل اور تنگ دل عبداللہ خان ہو خواہ عظیم الشان نیک نہاد شہنشاہ اکبر ہو دونوں ان کو
 مغلوب کرنا چاہتے تھے جس سے انکی سلطنت کی سطوت و شوکت و جہت نمایان ہو۔
 کابل سے رودبار سندھ تک افغانوں کے گروہ باگروہ رہتے تھے اور بے دانستی اور خود کامی سے
 مسافروں کو گزند پہنچاتے تھے اور زبردستوں پر دست ستم دراز کرتے تھے بادشاہ نے حکم دیا کہ
 اس بجم گاہ میں سرائیں بنائی جائیں اور وہاں دلا ورون کا ایک گروہ اپنا بیگاہ بنائے۔
 خرد کابل کے قریب سرخ دیوار کی آبادی کو زین خان اپنے ذبے اور میان دو آب و باد احم شہ
 میں خواجہ شمس الدین اور باریک آب میں حمزہ عرب جلدک میں حیدر علی عرب اور سرخ آب میں
 حیدر علی خویش اور سفید سنگ میں مظفر کوہ۔ تاریک آب میں درویش اسلام آبادی اور یساوول

کفشی میں بہادر دکن تختہ بیگ غریب خانہ میں بندہ علی بیسہانی اور بکرام اور امانت نارس کے درمیان شاہ بیگ یہ اہتمام کریں۔ پادشاہ نے ہلال آفتابچی کے ہاتھ بہت سارے پیہر گولہ پاش پاس بھیجا کہ وہ امیروں میں تقسیم کر دے تاکہ وہ اپنی دید بانی سے اس کام کو سرانجام دیں۔ تھوڑے عرصہ میں پادشاہ کے حکم کی تعمیل ہوئی اور اس سے چہرہ روزگار پر گلگونہ داد گری حسن اخروہ ہوا ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جب کولاب کو عبدالمدخان نے فتح کیا ہے تو اس سے شاہ رخ کا پوٹھی کا بیٹا محو زمان لڑا تھا وہ اس میں ہوا۔ زندان سرا میں بھیجا گیا اور وہاں مر گیا۔ اس زمانہ میں یہ داستان فروش نے قزاقین میں اپنے تئیں محمد زمان بتلایا اور اپنی داستان یستانی کو خواجہ کلان خواجہ پس خواجہ جو باری نے خاندان کی خیر خواہی کے سبب مجھے جان شکرون کے ہاتھ سے بچایا اور میری بجائے ایک اور فرد سال کو مروا یا بہت سے سادہ لوح اس کے ساتھ ہوئے اور یہاں کے کوہسار میں شورش اٹھائی۔ کولاب اور بہت سے مقامات کو لڑ کر فتح کر لیا۔ محمود سلطان سپاہ آراستہ کر کے اس سے لڑا اور زخمی ہو کر بھاگ گیا اور امجداد بیگ و تورم بیگ کا کی نے بھی عمر تمام کی ان کے سراپنی عرضداشت کے ساتھ شہنشاہ اکبر پاس بھیجے بہت نیایش اور لالہ گری کے بعد اس نے یہ لکھا تھا کہ خواجہ کلان خواجہ کی خیراندیشی سے مجھے اس نیم گاہ سے رستگاری ہوئی تو میں ہندوستان میں آیا اور آزاد و فقیروں کے لباس میں پادشاہ کا قد بوس ہوا چونکہ خواجہ سے عہد تھا کہ اس کی زندگی میں میرا حال ظاہر نہ ہو اس لئے میں نے اپنی سرگذشت عرض نہیں کی حجاز کو چلا گیا پھر اپنے گھر آیا اور بکون سے لڑا۔ خدیو عالم کی شمشیر چلاتا ہوں اگر توجہ والا میری دستگیری کرے تو بہر دوزی سے مجھے آسائش ملے۔ اگرچہ پادشاہ کے نزدیک اس کی داستان سچی نہ تھی لیکن بھی اس کے فرستادوں کو امیدوار کیا اور فرمایا کہ مزبان تو ان سے کچھ ہتی کا پیمان ہے۔ ہماری بزرگی سے بعید ہے کہ ہم اس سے لطین بہتر ہو گا کہ وہ پادشاہ کی خدمت میں آئے فرستادوں کو نوازش فرما کر واپس بھیجا اور کچھ نقد و جنس ہمراہ کیا جو اس کی کامروائی کا سرمایہ ہوا۔

محمد زمان کی نیایش گری گئی ۹۹۰ھ

محمد زمان نے اپنے تین شاہرخ مرزا کا فرزند بنایا اور پادشاہ کا عقیدہ مند ہوا تو تھوڑے دنوں میں اس پاس بہت آدمی جمع ہو گئے۔ عبداللہ بن کوجب اس نے شکست دی تو اوڑبک بہت سے اس سے لڑنے آئے۔ عباس سلطان و دستم بے حمید فراول کو اس نے پہلے روانہ کیا اور خود اس نے آب امویہ سے گذر کر جرجان کو لاب میں سنگر کیا اور استوار گریو دن کو پناگاہ بنا کے پائے ہمت کو قائم کیا۔ اول جوق سے لڑ کر اس کو شکست دی اور اسکے تعاقب میں عبداللہ بن کوجب پہونچ گیا۔ قریب تھا کہ اس کو گرفتار کر لیتا مگر وہ ہوا خوا ہوں کی دستگیری سے ہاتھ سے نکل گیا۔

احمد علی اتابلقی اچھی توران کا انتقال بیان نا وقت کھانا کھانے اور بد پرہیزی سے اس سے دلی توران کو اسکی خبر نہ تھی اسکے نہ آنے کے سبب سے دل اس کا نگران تھا اور اس کے بیٹے نے یہ ناہنجاری کی تھی کہ بدخشان کی ایمان کی درخواست کی تھی جس سے وہ اور زیادہ آشفتنہ بر تھا اس شوریدہ مغز کو اس نے سرزنش اور نفرین کیں اور اسکی معذرت میں نامہ لکھا۔ مولانا حسین خراسانی کو کہہ با ریون میں سے اسکے پاس تھا بہت عمدہ مخفون کے ساتھ بھجوا۔ وہ پادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ اوپر لکھا ہے کہ ایک اندجانی پسر نے اپنے تین شاہرخ کا بیٹا بنایا تھا اور انجان اسکے گردیدہ ہوئے تھے۔ جب تک وہ شہنشاہ اکبر کا وابستہ رہا کچھ کارروائی کے ساتھ زندگی بسر کرتا رہا جب اس کا سہارا چھوڑ دیا تو نا کام ہو گیا۔ اسکی ناہنجاری سے کوہ نشین آزر دہ خاطر ہوئے اور تورانی سپاہ اس پر غالب ہوئی اس نا کام نے راہ میں ہزارہ کے ساتھ دوستی اس خیال سے کی کہ اسکی دستیاری سے زابلستان میں شورش مچائے۔ جب قاسم خان پادشاہ پاس آتا تھا تو وہ بھی سو آدمیوں کے ساتھ اس دیار میں اس سے ملنے چلا اور راہداروں پر یہ ظاہر کیا کہ میں پادشاہ پاس جاتا ہوں انھوں نے یقین کر کے ہاشم بیگ پر قاسم خان کو اطلاع دی اس نے کارشناسی سے علی شیر ماکری و سلیم بیگ والد دست کو پانسو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا کہ اس کے ساتھ ہوں اور یہاں اس کو لے آئیں۔ محمد زمان جب پنجشیر پر آیا تو بے راہ ہو کر بنگاہ ہزارہ پر جلد چلا گیا۔ ہاشم بیگ کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو وہ تیز روی کر کے اس کے پاس میدان میں آیا کچھ لڑائی ہوئی۔ قسار بیگ

بہادر اور بہان گیر بیگ اور کچھ اور پادشاہی لشکرین سے مارے گئے۔ مگر محمد زمان قیصر ہوا۔
 ہاشم بیگ اس کو کابل میں لایا۔ جب قاسم خان یہاں آیا تو اس نے محمد زمان کو اپنا مقرب بنا یا
 اور اس کے آدمیوں کو نوکر رکھا اور اسکی پاسبانی چھوڑ دی اور پادشاہ کے حکم سے اس کو پادشاہ
 پاس بھیجنے کا سامان کیا۔ ہاشم بیگ کو اسکے ہمراہی کے لئے نامزد کیا۔ محمد زمان نے پانچ سو بختیوں کو
 اپنا ہمدستان بنایا۔ جان شکر کی کمین میں بیٹھا۔ سرکشوں کے سردار میر شمس خان و عاقل قاضی
 زادہ بقلانی و گدا بیگ حصار ی ہوئے۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ ہاشم بیگ کی راہ مار کر اپنے دل کا
 مقصد حاصل کیجئے۔ ایک گروہ کی رائے یہ تھی کہ دونوں باپ بیٹوں کی عمر کو ہمین ختم کیجئے تو بہت مال و
 اسباب ہاتھ لگے جس سے قوت بڑھے اور آباد ملک ہاتھ آئے۔ محمد زمان نے ہاشم بیگ پاس آدمی بھیج کر
 کہلا بھجوا یا کہ میں کچھ دل گرفتہ ہوں آپ تشریف لائے نزد بازی سے دل بہلائیے اسکے دل میں یہ
 ارادہ تھا کہ ایک وقت میں دو کام تمام کرے۔ وہ سفر کی تیاری کر رہا تھا اس لیے نہ اسکا دوپہر کو قاسم خان
 کھانا کھا کے سوتا تھا۔ کچھ تھوڑے نوکر اس پاس تھے۔ چند ناپاساؤں نے کچھ آدمی ہاشم بیگ کے گھر بھیجے
 اور کچھ قاسم خان سے یازش کرنے گئے۔ قاسم خان نے مردانہ لڑکر نفت زندگی کو کھویا۔ اس کا کٹر
 نیزہ پر پڑھا گیا۔ خواجہ ارباب اور خداداد خاصہ خیل نے بھی نوکاری کے ساتھ جان دی۔ اس شورش
 کے مٹانے کو ہاشم بیگ آیا۔ تیز دستوں کو بھیج کر حصار کے دروازوں کو بند کرایا۔ تھوڑی دیر میں سب
 اس کو معلوم ہوا وہ ارک کی طرف چلا آیا۔ دروازوں کا بند کرنا بہت کام آیا۔ مخالف اندر نہ آ سکے جب
 بہان آیا تو دروازوں کو کھولا۔ خوب لڑا۔ کچھ تیز دستوں نے دیوار پر چڑھ کر تیر و بندوق کے ہنگامہ کو آ رہے
 کیا بہت ناپاساؤں کو مارا کچھ ٹوٹکنا نہ بین کہ پہلے سلاح خانہ تھا اس خیال سے چلے گئے کہ وہ پناہ
 لے کر خوب لڑینگے جانے دوں نے دروازہ کو گھیر لیا۔ جو دروازے سے باہر نکلنا وہ مارا جاتا۔ چھت کو
 چاکر آگ لگا دی بعد سر ایگی مخالف ایک گروہ میں جو نزدیک تھا گھسے۔ اپنی بھی ایسی سخت گیری
 ہوئی کہ ایک ایک کی جان گئی دوپہر سے آخر شب تک یہی حال رہا صبح کو اسی آدمی اکٹھے ہو کر آئے۔
 اور لڑے اور جان سے گئے۔ ان ناپاساؤں کا سر گردہ بھی مار لیا۔ دوسری روز دوپہر تک پھر لڑائی رہی۔

ہاشم بیگ کی ہمپائی میں مرزا احمدی و میر مژوں و میر عبداللہ والد دوست و محبت خان نے بہت کوشش کی کسی کو گزند جانی نہیں پہنچی۔ آخر روز میں پھر کچھ شورش ہوئی۔ ہاشم بیگ مسلح ہوا اگر ماہ سے پانچ آدمی رات کو نکلے مارے گئے دوسرے روز ہاشم بیگ جب کسی بخشی کو دیکھتا مار ڈالتا۔ اس طرح کچھ ظلم اس نے کیا۔

ایک شخص بہایون نامی نے اپنے تئیں مرزا سلیمان کا بیٹا بنایا اور اس کہسار میں حکومت کرنی شروع کر دی مرزا بدیع الزمان پادشاہ کا خواہر زادہ خواجہ حسن کا بیٹا کچھ سپاہ لے کر حصار سے گیا اور اس سے لڑا اور اسپر غالب ہوا اور بہایون مار گیا۔ مرزا نے اس فتح کو اپنی حسن خدمات کی دستاویز بنایا۔ مہر درویش کو پادشاہ کے نام سے آراستہ کیا اور پہلی کم خدمتی کا عذر کیا۔ پادشاہ نے اسکے آدمیوں پر جو آئے تھے مہربانی کی اور آلات جنگ اسکی مدد کے لیے بھجوائے۔ پھر اس شہزادہ نے اپنی عرضداشت سلاطین دے کر ایلچی بھیجا پادشاہ نے اسکے ساتھ بہت اسباب اور ہتھیار اور سامان جنگ ارسال کیا۔ پھر اس نے آلات جنگ کی درخواست کی تو پادشاہ نے آلات جنگ سے بین شتر لاد کر روانہ کئے اور ملک محمد بخشی کو لعل بدخشان کی کان کا داروغہ بنا کے بھیجا اور بہت دلد ہی کا فرمان لکھا مگر ابھی یہ سامان جنگ مرزا پاس نہیں پہنچا تھا کہ باقی خان حاکم توران نے ایک لشکر گران بدخشان بھیجا۔ مرزا اس سے لڑا۔ عنینم غالب ہوا اس نے مرزا کو زندہ گرفتار کیا اور نیمہری سے شکار کیا۔ باقی خان کے بھائی پائندہ خان کو ولایت گرم سیر میں شاہ بیگانے گرفتار کیا تھا۔ پادشاہ نے قیدی کو اپنے پاس بلا کر مرزا والی کے حوالہ کیا اس نے اپنی بھائی بدیع الزمان کے خون کا انتقام اس سے لیا کہ ایسے بے گناہ کا خون اسی کی گردن پر تھا۔

معاملات توران

• اگرچہ عبداللہ خان داوگری کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا مگر فسر زندہ پرستی کے سبب سے بیٹے کو شگرہی سے باز نہیں رکھ سکتا تھا اس بیٹے نے باپ کی جانشینی کے لئے بہت سے بیگانہ کا خون

اپنی گردن پر لیا اور خاندان کو تباہ کیا۔ باپ کی ناہنجار محبت نے اس کو بدست کیا اور اس نے آدمیوں کے مال و جان و ناموس پر دراز دستی کی۔ پادشاہوں کو واجب ہے کہ وہ اپنی اولاد کا حال ہر وقت دریافت کرتے رہیں۔ کیونکہ انکی اولاد کی شکایت دیر کر ان تک پہنچتی ہے۔ اولاد کے ساتھ پادشاہ کو انصاف ایسا ہی کرنا چاہیے جیسا کہ اور غیروں کے ساتھ کرتا ہو۔ پادشاہان باز پرس سے کبھی ان کو معاف نہ رکھے۔ بیٹے کو باپ بسبب اپنی محبت کے پدرانہ اندرز نہیں کر سکتا تھا۔ دیر کے بعد مادرانہ نصیحت کرتا تھا جس سے اسکی شورش زیادہ ہو جاتی تھی اور باپ کی پیروی اور خوشامدگو یوں کی خوشامدائش کو شائستہ کارگرنہ ہونے دیتی۔ یہاں تک نوبت آئی کہ اسنے باپ کی جان لینے کا ارادہ کیا۔ ایک دن باپ شکار کھیل رہا تھا کہ بیٹا جان لینے کے قصد سے چلا وہاں گیا۔ مگر پادشاہ کو اسکے ارادہ پر ایک شخص نے مطلع کر دیا جب وہ ناکام رہا تو خان نے اسکی مائش کا ارادہ کیا وہ باپے لڑھپن سکتا تھا آب آموہ سے پار چلا گیا اور کشینوں کو توڑ ڈالا۔ اس عرصہ میں توکل قزاق دشت سے تاخت کے لئے آیا۔ خان اسکی چارہ گری کے لئے گیا۔ وہ غارت گری سے قریب تک نہ پہنچنے پایا تھا کہ الٹ چلا گیا۔ خان یہاں سخت بیمار ہوا۔ محمد باقی اور بعض اور امرا بیٹے کی دوروی سے آگاہ تھے بیٹا بلخ سے چلا۔ جب خان کو کچھ آرام ہو گیا تو اس نے بیٹے کو لکھا کہ الٹ چلا جائے۔ مگر اس نے کہنا نہ مانا اور آہستہ آہستہ چلا آتا تھا۔ محمد باقی نے جو کیل تھا خان کو میہان بلایا اور ۱۴۱ ہجری میں کوخان کا خاتمہ ہو گیا۔ اس ناسپاس نے اُسکے کھانے میں زہر ملا دیا اور ہمیشہ کے لئے لعنت کا طوق اپنی گردن میں ڈالا۔

پنجاب میں جب پادشاہ آیا تھا تو اسے ارادہ کیا تھا کہ توران کو فتح کجے مگر زبان توران نے نیایش کی اسلئے پادشاہ نے ارادہ ترک کیا۔ اب اسکے بیٹے عبدالمومن کی شمگاری حد سے زیادہ گزری تو چھپرانا ارادہ نیا ہوا باسی کڑھی میں بال آیا۔ سلطان سلیم کو بھیجے کا قصد کیا مگر وہ ہندوستان سے باہر جانا نہیں چاہتا۔ جب عبدالمدخان کا انتقال ہو گیا تو امرا نے کوشمش کی کہ پادشاہ توران کو فتح کرے مگر پادشاہ نے کہا کہ اب توران شورش گاہ ہو۔ مردی سے بعید ہے کہ اس پر فوج کشی ہو۔ بہتر ہوگا کہ کوئی عمدہ ایچی تعزیت

پادشاہ کا ارادہ توران کی فتنہ کا عبدالمومن

اور اندر زگوئی کے لیے بھیجا جاوے۔

جب عبداللہ خان موافق ہو گیا۔ کہ چچا زاد بھائی اور بک خان نے سمرقند کا محاصرہ کیا۔ محمد باقی نے اُسکی پاسبانی کی اس لیے اور بک خان انہی میں چلا گیا۔ تو کل نے بخارا پر لشکر کشی کی۔ عبداللہ خان کی آمد کا آواز ہر شکر وہ ناکام واپس جاتا تھا کہ حصار نشین باہر آکر اس سے لڑے اس کو زخمی کیا اور اسی زخم سے وہ مر گیا۔ دس روز بعد عبداللہ خان بہت لشکر لے کر آیا اور سمرقند میں اورنگ فرمان دہی پر بیٹھا۔ محمد باقی نے وکالت کو قبول کیا۔ کچھ دنوں سلطنت کی تھی کہ اس کو لوگوں نے مار ڈالا اور ماروا۔ اللہ عزوجل نے ملون بن گیا۔ شاہ ایران نے خراسان لے لیا۔

شہنشاہ اکبر اور عبداللہ خان الی توران کے درمیان سلسلے اور سفیر کا آنا جانا

دالی توران کا ایلچی آیا۔ اور اس نے اساس سخن اس بات پر رکھی کہ ہندوستان سے پادشاہ چل کر ایران پر یورش کرے اور دالی توران اس کے ساتھ ہو کر عراق و خراسان و فارس کو شاہ ایران سے لے لیں۔ پادشاہ نے مرزا فولاد کے ہاتھ یہ جواب بھیجا کہ شاہ ایران خاندان نبوت سے انتساب رکھتا ہے اس کا پاس ہم کو ہے۔ آئین و کیش کے اختلاف کو ملک ستانی کے لئے سرمایہ آویزش نہیں کرتا سوائے اس کے میرے اور شاہ ایران کے درمیان دوستی و آشنائی ہے اس لئے میرا ارادہ اس سے لڑنے کا ہرگز نہ ہوگا دالی توران نے اپنے خط میں شاہ ایران کو بہت بُرا لکھا تھا پادشاہ نے اس تحریر کی نکویش کر کے دالی توران کو نصیحت کی۔

جس سال میں پادشاہ کہ دریائے سندھ پر تھا اور خیبر کی راہ ہموار کر رہا تھا تو توران میں ایک عجیب و غریب برپا پٹھی۔ پادشاہ کے ایلغار کے خوف سے بلخ کے دروازہ بند رہتے تھے عبداللہ خان نے اپنی کاراگاہی پٹھانی سے میر قزیش کو تحائف اور خط دیکر پادشاہ پاس بھیجا اور دوستی و آشتی کے پیمان کے پادشاہ نے حکیم ہمام کو روانہ کیا کہ سرایگی اُسکی دور کرے احمد علی اور ملا حسینی جو پہلے دیا لچی شاہ توران کے آئے تھے وہ بیمار ہو کر مر گئے تھے اس لئے تورانیوں کو ایک اور اندیشہ پیدا ہوا تھا۔ پادشاہ نے یہ نامہ شاہ توران کو لکھا جس کے اکثر حصے کا ترجمہ کر کے لکھتے ہیں

اس نامہ سے شہنشاہ اکبر کی فتوحات کا اور اسکی بیبتون دارادون کا حال معلوم ہوتا ہے توران و ایران کے پادشاہوں کو جو مراسلات ابوالفضل سے لکھا کر شہنشاہ نے بھیجے ہیں وہ ڈپلومیٹک تحریرات کے ایشیائی زبان میں بمثل نمونہ ہیں۔ اس مراسلہ میں اول حمد و نعت ہو پھر شاہ توران کے خط آنے کی تسر بیان کی گئی ہے کہ وہ درحقیقت ملاقات روحانی و مکالمہ زبانی ہے جو دل مشتاق کی مسرت افزا و ضمیر صافی کی طرب پیر ہے۔ آپ نے مجھے لکھا تھا کہ صلح کی بنیادوں کے حکم کرنے میں اور وفاق کے چشمہ دین کے صفات کرنے میں جانبین سے اہتمام کیا جائے اور ہندو کوہ ہمارے اور بخارے درمیان ہو۔ ہمیں یہ امر بہت پسند آیا۔ ظاہر ہے کہ عالم کون و فساد و انتشار تعلق میں کوئی امر تو دو دو توافقی سے زیادہ ترشہ و نتیجہ نہیں ہے کہ سلسلہ کائنات کا انتظام اسکے ساتھ مربوط ہے جس وقت یہ بات طبقہ سلاطین میں ظہور میں آئے تو ان سے حال و مال میں برکات کے ثمر و جنات کے نتیجے ظاہر ہوتے ہیں اور اس سے قطعی وعدہ کو عافیت و آرام ملتا ہے۔ مراسم مصاحبت و لوازم مصادقت کے اظہار کی ابتدا ہماری طرف سے ہونی چاہیے تھی اس لئے ہماری ساری ہمت ابتدا کی سلطنت سے برخلاف اکثر فرمانروایوں کے اصناف نئی نوع کے ساتھ ہمیشہ ایثلاف و ارتباط میں مصروف رہتی ہے اب کہ آپ نے اس باب میں ابتدا کی ہو تو ہمارے ذمہ پراور بھی زیادہ لازم ہو کہ اس رابطہ کی مراعت کریں اس لئے ان دنوں میں کہ شاہ ایران نے یادگار سلطان شاملو کو بھیج کر استعانت چاہی ہم نے قبول نہیں کی شاہ رخ مرزا کی آرزو یہ تھی کہ کابل کشمیر یا سواہ جو رود تیراہ میں کہ ولایت سرسیر ہے جاگیر مل جائے مگر ہم نے قرب و جوار کا ملاحظہ کر کے اسکی درخواست کو نامنظر کر کے مالوہ میں جاگیر دیدی قندھار قدیم میں مالک محروسہ میں داخل تھا وہاں سے مرزاؤں کو بلو کر اس دیار کی حراست ملازمان بابر کی کے حوالہ کی کہ مبادا جو توران ان حدود کو منسوبات ایران سے خیال کر کے اس کا قصد کرے اور آپ کے اور ہمارے ممالک کے درمیان خلط عظیم ہو۔

بدخشان کو ہستان میں ایک ادب باش بدطینت نے شورش برپا کی اور مدعی ہو کہ میں شاہ رخ مرزا کا بیٹا ہوں اور اس نواح کے زمین دار دن کو آئے اپنے ساتھ ملا لیا چند اسے عرضداشت بھیج کر استدعا کی مگر ہم نے اس پر توجہ نہیں کی یہاں تک کہ وہ دشت ادبار کا آوارہ ہوا۔ میں یہ چاہتا

پادشاہ کے نام والی توران کے نام

ہوں قاصد و نامہ جن باتوں کی گزارش کرتے ہیں انکی فی الواقع تصدیق ہونے کے لئے اس سے بہتر کوئی بات نہ ہوگی کہ کوئی جاہے مقرر ہو کہ بغیر کسی غیر کے واسطے کے مقاصد دینی و دنیوی و مطاب صوری و معنوی کی تیج و تحقیق رو برو ہوں۔ میں نے ایسا سنا ہے کہ جب میں حدود پنجاب میں تھا تو مکس طیفون کی ایک جماعت نے ایسی باتیں بنائیں جو دوستی کے مخالف تھیں کبھی میرے دل و زبان میں فرق نہیں ہوتا اور جو امر کہ تحریر و قسریں آجائے اس کے خلاف نہیں کرتا اگرچہ اس حیار کی آب و ہوا اور سیر و شکار خوش معلوم ہوتی ہے مگر اب ارادہ ہے کہ دار الخلافہ اگرہ کی طرف ہجرت کی جائے کہ یہودہ بکے والوں کی زبان بند ہو جاوے۔ آپ نے جو لکھا تھا کہ مجھے مرزا شاہن کی طرقت عجا ہے اس میں مجھے تامل ہو کہ مقدس فرمانروایوں کے دلوں میں ہمسردن سے عبا نہیں ہوتا اور عام طبقات سے کس طرح وہ ہو سکتا ہے۔ علی الخصوص جب اس کا مشاورد سالی اور نادانی ہو تو اسکو عفو سے جو کرنا چاہیے۔ اس نے ہمارے دو دمان کے ساتھ خود کامی کے سببے تعصبات کین تھیں۔ اسکے مکانات میں وہ باویہ غربت میں گشتہ ہوا جب شرمندہ ہو کر ہماری پناہ میں آیا ہم نے اس کے قصور معاف کر دیے آپ نے جو یہ ایما کیا تھا کہ شاہن مرزا اور محمد حکیم مرزا کے بیٹے جو ہمارے آستانہ پر التجا لائے اس کا سبب آپ کی اور ہماری محبت تھا مگر یہ خاص ہمارے مستحبوں میں سے ہیں انکی نسبت میں یہ تصور نہیں کرتا چو اپنے لکھا ہے آپ نے جو اپنی فتوحات کی تفصیل لکھی ہیں وہ آپ کی حسن نیت کا نتیجہ ہے اس سے ہم خوش ہوئے۔ وہ نامہ کہ آپ نے ماسینی کی معرفت بھیجا تھا اور اس میں لکھا تھا کہ فرزند عویز نے خود سالی کے سبب سے چند مال بقیہ خواہشیں لکھی ہیں میرا دل نگران ہے کہ مبادا وہ عبا خاطر ہوئی ہوں اور اسکی استغذار میں آپ نے بہت تفصیل کی اس کا حال یہ ہے کہ قاصد پہلے اس سے کہ میرے پاس آئے اٹھارہ ماہ میں ڈوب گیا اور اس خط کا مضمون نہ معلوم ہوا کہ کیا تھا اس واقعہ سے ہم کو تا سٹ ہوا۔ ہمارے اور آپ کے درمیان قرابت قدیم کے روابط و محبت جدید کے ضوابط نے ایسا انتظام اور التیام نہیں پایا ہے کہ اگر بالفرض کوئی بات ہوتی تو مجھے ناگوار ہوتی۔ فرزندوں کو پدران حقیقی کے ساتھ ناز ہوتا ہے اگر پدران مجازی کے ساتھ اس کا ظہور ہو تو کیا دور ہے۔ یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ احمد علی تالپق کے آنے پر بعض یورشین متوفات

بین سو یہ ایلچی مرگیا۔ اگر وہ زندہ آپ پاس پہنچتا تو بہت سے اسرار مصادقت و عوامی موافقت
 آپ کو اسکی زبان راست گو سے معلوم ہوتے۔ جو ارادہ کہ آپ کے دل میں نہو اس کو قوت سے فعل میں لاؤ
 جو معاونت آپ چاہیں گے میں اُس کے لئے موجود ہوں۔ الحمد للہ کہ جب سے تخت سلطنت پر بیٹھا ہوں
 اب تک کہ قرن ثانی کا دوسواں برس ہے (قرن سے مراد ۳۰ سال ہے) اور صبح اقبال کے انکشاف
 کا اوائل اور بہار اجلال کے ابتسام کا مبداء ہے۔ مجھ نیاز مند درگاہ الہی کی نیت حق اساس یہ ہے کہ اپنے
 اغراض کو منظور نہ رکھ کر ہمیشہ اہل جہان کے انقیام اور انتظام میں کوشش کروں اور اس نیت کی برکت
 سے ہندوستان کی مملکت وسیع جو چند والا شکوہ فرمان رواؤں میں منتقم تھی ہمارے جریطہ تصرف اور
 احاطہ اقتدار میں آئی اور طبقات انام جو بہاروں اور مضبوط قلعوں اور مشکل مقاموں میں مغرور بیٹھے
 تھے اور کسی کے آگے سر نہیں جھکاتے تھے اور مخالفت کرتے تھے وہ ہماری درست نیت کے سبب سے
 اب ہماری اطاعت کرتے ہیں اور ہم سے ارادت رکھتے ہیں اور طوائف اناس باوجود اوضاع کے تباہی
 و اطوار کی مخالفت کے روابط پیوند رکھتے ہیں اب تک میں نے اپنی درستی نیت و راستی گفتار و حسن
 اعمال کے نتائج کو بیان کیا۔ اب ناگزیر ہے کہ کچھ خدا کی نعمتوں کا شکر و ذکر کر کے آپ کی بزم یکجہتی کو
 خوش کروں آپ کو معلوم ہو کہ اندون میں جو میں پنجاب میں آیا اگرچہ اول پیش نظر میرے یہ تھا کہ
 ان حدود میں سیرو شکار کروں۔ لیکن اب ایک اور ارادہ کشمیر کی تسخیر کا ہوا۔
 کشمیر کی ولایت و لکشا استحکام و استحصال میں اپنا نظیر نہیں رکھتی اور زراعت و لطافت میں ضرب
 المثل ہے اس میں اب تک سلاطین روزگار نہیں گئے۔ ہمیشہ اسکے احکام کی بیدار سنتا تھا۔ خدا کی مدد سے
 یروکش بہادروں اور شہامت اندیش غازیوں نے اسے تھوڑے دنوں میں فتح کر لیا اگرچہ وہاں کے حکام
 نے جنگ و جہل میں تقصیر نہیں کی لیکن ہماری نیت حق اساس خیر محض تھی۔ اچھی طرح سے یہ ملک مفتوح
 ہو گیا اور خود ہم اس سرزمین میں گئے اور وہاں خدا کی اس نئی عطا کا شکریہ ادا کیا چونکہ کابل میں سیرو شکار
 واس عشرت ملر کی گلگشت مانوس طبعی تھی۔ کوہستان کشمیر و قبت کی غایت انتہا تک سیر کی اور اس سن
 نگارستان صنع الہی میں نوادر کی سیر چشم عبرت میں سے دیکھی پکلی اور دمتور کی راہ سے جبریدہ کابل کے

عرصہ دشمنین میں آیا۔ اس راہ میں تصادم کو ہمارا و ترانہ گریوہ و منہاک ایسا ہے کہ آسمان سیرافکار اولیٰ نبی
 پہلے ادا ہوا اس سے عبور کرنا دشوار بناتے ہیں۔ یہ بھی ہمارے حق پرست خاطر میں تھا کہ ٹھٹھہ جو ہماری
 مملکت روز افزون کے مغرب میں دریائے شور کے کنارہ پر ہو اور وہاں کا حاکم اس مرزبوم کے زیر دستوں پر
 عدالت نہیں کرتا تھا اسکو اول نصائح ہوش افزا کر فرما کر داری کی راہ پر رہنمون ہوں اور اگر وہ اپنی
 بد نصیبی سے گوش نصیحت نبوش نہ رکھتا ہو تو اس ولایت کو کہ ایک آباد مملکت وسیع ہے کسی زبان پذیر دادرگو
 حوالہ کرفں وہ عقل صلاح اندیش و دیدہ و درین و گوش شنوا نہ رکھتا تھا۔ ہماری داستان مغفٹ کو افسانہ سمجھا۔
 اور خود کامی کے سبب ہوشمندی کو چھوڑا ہم نے اس ناحیہ میں شائستہ لشکر بھیجا قریب دو سال کے اغلاٹ
 بہادر و نئے ہر طرح کا تردد اور اہتمام کیا۔ دریا و صحرائیں طرح طرح کی لڑائیاں لڑے۔ چونکہ ہماری نیت
 حق پذیر خلق اللہ کی رفاہیت پر تھی۔ سب جگہ تصرف و فیرومندی ہمارے عقیدہ مند گروہ کو حاصل ہوئی
 یہ ایک قدیم آئین چلاتا ہے کہ کوئہ بین معاملہ شاسون کا کام تباہ ہوتا ہے وہاں کے حاکم نے شکست پر
 شکست پائی مگر اسکی ذات میں بایہ سعادت تھا وہ پیمان کر کے ہماری پناہ میں آیا اور وہ تمام وسیع مملکت
 اور اس دیار کے قلعے ہماری ممالک محروسہ میں داخل ہو کر اسکے احوال سے ہم نے اسکی سعادت مندی دیکھ کر
 پھر اس ملک کو جو جنگ عظیم سے ہاتھ لگا تھا اس کو دے دیا۔ ہمارے فیرومنی صواب اندیش میں یہ بات بھی تھی
 کہ جو شس سیرت و بہائم سریرت افغانوں کو کہ مور و ملخ سے زیادہ تھے اور سواد و بجز و تیراہ کے پہاڑوں
 میں رہتے تھے اور ہمیشہ توران کے قافلوں کے سدا راہ ہوتے تھے انکی تادیب و تنبیہ کی جائے اس نے بھی
 بمقتضائے عدالت شائستہ صورت پکڑی انہیں سے اکثر نے حلقہ اطاعت و انقیاد گوش ہوش میں ڈالا اور قطع
 الطریقوں کا ایک گروہ جبکہ داغ میں ثقافت و انحراف کا بجا رہا ہوا تھا باغیوں سے پائمال ہوا اور بہت سے
 قہر آہمی کے جبال میں اسیر ہو کر فروخت ہوئے اور نیز ہمارے دل میں یہ بھی تھا کہ بد بند یاو چون کی اصلاح
 و افلاح ہو کہ ہمیشہ انحراف و اطاعت کی خوف ورجا میں رہتے ہیں اور ایران جانے والوں کے سدا راہ
 ہوتے ہیں و رنجہا کو تمنجا ننتے ہیں اور اکثر بندگان خدا کو بے برگ و بے مایہ کرتے ہیں یہ کام بھی ہمارے
 حسب دلخواہ ہوا پنجاب میں ہم تھے کہ ہماری نیک نیتوں کی برکت سے سلطان مظفر گجراتی کہ چالیس ہزار

لشکر پر مغرور تھا گرفتار ہو کر آیا اس دیار کے سب سرکشوں اور گردن افرازدوں نے پناہ مانگ کے غاشیہ
 خراج و دوش پر رکھا اور ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ جب سلطان مظفر ہمارے پاس آتا تھا تو اس نے
 اپنے تئیں مار ڈالا ہماری مصلحت یہ ہے کہ ہماری خاطر مہر گزین آدمی کے مارنے کا اور بینان ربانی
 کے اکھیرنے کا بہت پاس و محاذ کرتی ہے غالب یہ تھا کہ اگر وہ ہمارے سامنے آتا تو سلامت رہتا
 اور مبارزان پیکار طلب کے اہتمام سے سومنات جو چوگانگدہ مشہور ہے اور تمام ولایت سورت کہ دریائے
 عمان کے کنارے پر جنوب رویہ ہے ہمارے تصرف میں آئیں اور نیز برہان الملک برادر نظام الملک
 جس پاس دکن کی ولایت منظم تھی وہ حوادث روزگار سے پناہ میں آیا اس وقت تک کہ اس بلادی
 معدلت کی خبر ہمارے کانوں میں پہنچتی رہی اسکو عواطف جلیبہ سے مستمال فرما کر دکن کی تسخیر کو التوا میں
 رکھا مگر جب رعایا کی ستم سیدی کی خبر ہمارے پاس آئی تو امر ارمالوہ و خاندیس نے حکم والا کے موافق کار
 ہو کر برہان الملک کو اس ولایت کی حکومت دلا دی اور معاہدت کی مگر وہ کوتاہ حوصلہ تھا وہ دنیا
 آزمائی کی شراب کی تاب نہ لایا اور استقلال کا دم بھرنے لگا چونکہ مسلک ناسپاسی پر چلنا اپنا استیض
 کرتا ہے۔ تھوڑے دنوں میں نہ اسکا نہ اسکی اولاد کا کوئی اثر باقی رہا اور وہاں کے آدمیوں نے اس
 سلسلہ کے منسوبوں میں سے کسی ایک کو حاکم بنایا اور نخوت آرا ہوئے۔ وہاں سلطان فراد کی سرکردگی
 میں لشکروں کو بھیجا۔ یہ ملک دکن و دہراہندوستان ہے اس کا بہت ساحصہ وہ اپنے تصرف میں
 لایا اور ہمارے لشکر نے امصار بلاد شرقیہ میں اڈیہ کی ولایت وسیع کے متصل وریار شور کے ہے تسخیر کی
 اور کئی ہزار سپاہی امان مانگ کر ہمارے ملازم ہو چکے خدا کی نعمتوں کا لڑنا ایک دراز داستان ہے
 آپکی خاطر کی انبساط کے لئے اسپر لکھنا کیا گیا۔

ایک اور کتب میں پادشاہ نے اس فرمانروا کو لکھا ہے کہ ابتداء جلوس میں اورنگ جہاں بانی پرکہ قرن ثانی
 کی ابتدا ہو توفیق ازلی کی مساعدت سے اور تائید سماوی کی معاضدت ہماری خاطر حق پرست میں اس جلوہ
 جمائش کی ہو کہ سلطنت و فرمان روائی و ابہت و کشور کشائی سے مقصود یہ ہو کہ مراسم شہانی کی تقدیم اور لوازم
 پاسبانی کا اقدام ہو۔ نہ کہ مال و منال جمع کیا جائے اور خطوط نفسانی و مستلذات جہانی میں دُوب جاؤ اسلئے

دور کتب بنام فرمانروا کو کوران

طریق سلوک اور سلوک طریق مجھ نیازمند درگاہ الہی کا یہ ہے کہ دوست و دشمن و خویش و بیگانہ سے بغیر مدارات و موماسات و معاطفت و مناسبات کے کوئی دوسرا امر نہ کیا جائے اور ہمیشہ عوم خلایق و جمہور انام کی تفریق احوال اور آسودگی اوضاع میں دلکھ مصروف اور اس مقصد بلند و مطلب ارجہ بند میں توجہ کو معطوف رکھے حق جل و علا گواہ ہے و کفی باللہ شہید اکہ مالک ہندوستان جسکو راج مسکون کے مسیاح چار دانگ عالم کہتے ہیں تین طرف سے دریائے بحیط سے تلا ہوا ہے انکی تفتیح و تسخیر مقضیٰ ہوا و ہوس نہیں ہوئی ہے بلکہ ہماری ہمت کے پیش نہاد مظلوموں کی رعایت اور سبکیوں کی حمایت کے سوا کوئی اور امر نہ تھا یہی سبب ہے کہ حیط عرفان عرویت معطوف ہوئی فسخ و نصرت نے استعجال کے ساتھ استقبال کیا آپنے جو رسل و رسائل کے ارسال کے موانع کے باب میں ایسا کیا تھا اس باب میں عقل کے نزدیک کچھ نہ کہنہ کہنے پر ترجیح رکھتا ہے۔ اس قطعہ پر جواب لہ اکابر دین سے منقول ہے کفایت کرتا ہوں قطعہ

قِيلَ إِنَّ اللَّهَ سَوَّلَ قَدْ كُنْهَآ
وَمَزَلَسَ الْوَرَاءَ فَكَيْفَ أَنَا

قِيلَ إِنَّ إِلَهَهُ ذُو وَلَدٍ
مَا نَحْنُ اللَّهُ وَاللَّهِ سَوَّلَ مَعَا

الحمد کہ جب پیدا ہوا ہوں اور مجھے سلطنت میں ہمیشہ بیخ تویم ملت دین و مسلک مستقیم حق و یقین میرے مد نظر رہا ہے بموجب الملک والدین تو امان ہماری سلطنت کی ترقی ہماری کمال دینداری پر دلیل قاطع و وجہ ساطع ہے۔ خدا تعالیٰ سب کو اپنی مرضیات میں راسخ دم و ثابت قدم رکھے میں نے ہمیشہ یہ چاہا کہ کل خلایق کو لازم عبادت الہی و مراسم معاش خیر خواہی میں سعی کریں ان ممالک و وسیع کو میں نے اہل ایمان کا ساکن موطن بنایا اہل کفر و خدا لان کے معاہدہ کناس کو مساجد طاعت و مشاعر عبادت اہل ایقان کا کیا۔ الحمد کہ جیسا دل چاہتا تھا ویسا ہی التیام و انتظام حسب مدعا سامان سر انجام ہوا جنود و ہنود کے گردن کشوں نے حلقہ اطاعت گوش انقیاد میں کھینچا اور ہمارے شرک میں داخل ہوئے اور بطول الف انام میں ارتباط و انضباط پیدا ہوا۔ یہ بھی پیش نہاد ہے کہ جب یرمان کی نہات کلی سے فراع حاصل ہو تو جب زائر دریا شور میں کہ کفار فرنگ نے سڑاٹھا رکھا ہے اور حریم شریفین کے زائرین پر دست تعدی دراز کر رکھا ہے اور انکی ایک جماعت جمع ہو کر زائر و تاجر کی سنگ راہ ہوتی ہے خود توفیق ایزدی سے متوجہ

ہو کر اس راہ کو خار و خس سے پاک کرے مین نے یہ سنا ہے کہ والی ایران سے بعض امرا اسکے پھر گئے
 مین میرا ارادہ ہے کہ ایک بیٹے کو شاہ ایران کی حمایت کے لیے بھیجن اور جب تک کہ انکی معاندت سے
 خاطر جمع نہ ہوگی اور امر پر متوجہ نہ ہوں۔ الحال سلطان روم نے اپنے باپ دادا کے عہد و مویشیق کو بالکل معدوم
 سمجھ کر عراق پر کئی دفعہ فوج کشی کی ہے قطع نظر اس سے کہ شاہراہ سنت و جماعت سے شاہ ایران نے
 انحراف کیا ہے لیکن محض خاندان نبوت سے انتساب رکھنے کے سبب ہم اسکی معاونت پر متوجہ ہیں۔
 اس زمانہ میں سنا ہو کہ ہمارے پاس فرمانروا سوا ایران نے علی نقی سلطان ہمدانی اوغلی کو تحفہ دہا یا کو سنا
 ملک و مدد کی التماس کرنے کے لیے بھیجا ہے اس لئے ہم پر واجب لازم ہے کہ عراق و خراسان کی طرف جا
 امید رہے کہ حد و خراسان مین آپسے ملاقات ہو اور پھر حاکم عراق و خراسان کی امداد و کمک کے باب مین
 جو ہماری اور آپ کی رائے ہو وہ کیا جائے گا۔

ایک تیسرے مکتوب مین پادشاہ اپنے خیالات مذہبی کو اس پر ایہ مین بتلاتا ہے کہ عقل کو کہ حاکم کہ یا کافر
 ہے معطل نہ چھوڑنا چاہیے ہمیشہ مسالک معاش و معاہد مین اس سے استعانت و استدعا طلب کرنی لازم
 ہے خصوصاً اس صحبت مین کہ سیاہ دل لکھے پڑھے سیر کا رتیرہ درون پی چاہ و زبردستی و خودی و خود پستی کی
 خواہش مین کاغذ پراں نکھوں کو کسی کفر فرمان آسانی و نامہ جاودانی کو کہ خدا کا غیر ستادہ اور پیغمبر کا رسانندہ
 ہے شاہراہ سے پھر کر اور رنگ سے دکھلتے ہیں محلات نصوص کی تاویلات و تسویلات کر کے چاہتو
 ہیں کہ فرمان روائی اور کارگزاری مین شریک پادشاہی ہوں اس سبب دل دانش گزین ہمیشہ مضیت
 آہی کی تحصیل مین رہتا ہے چونکہ ہر باب مین بہت اختلافات سننے میں آتے ہیں مطالب علمی و عملی مین لائل و
 براہین کی طلب کرتا ہوں۔ ہمیشہ غوامض مسائل دین کا استکشاف و مقاصد مجتہدین کی تفسیق و عقائد سلف کے
 مستنبطات اور اقوال و اہل حلف کے ماخذ اور موارد خلاف کا تفتیش اور مواقع اختلاف کا تصفیہ کرتا رہتا ہوں
 اور نشانہ خلافی جو اس ایک ہزار سال مین علماء امت کے درمیان متنازعہ فیہ ہیں اور جسکی تفصیل
 کتب متداولہ مبسوطہ و مشتمل ہیں دریافت کرتا ہوں۔ مبادی احوال مین اس باب مین گفتگو ان مبادی و انونکی
 کساد بازاری و بے رونقی کا سبب ہوئی جو تبلیس و نزویہ کر کے ارباب دانش کے لباس مین آکے

اپنا اعتبار پیدا کرتے ہیں اور ان ارباب دانش کا اعتبار
 بڑھا کر اس طائفہ کے سبب کو بنے میں بیٹھے تھے اس جماعت نادان دانانہ نے اپنی قبح سریریت و سورا
 سیرت کے سبب ہماری نسبت بعض مقدمات مالاائق کو شہرت دی جو امرائے بنگالہ کی مزید اغوا کا سبب
 ہوئی یہ امرائے ممالک شرقیہ ہندوستان میں مقرر تھے اور ان کی بد بینتی و کم فطرتی کے سبب بغاوت کا ارادہ
 انکے جوہر و داغ کو نافہر کرنا تھا۔ مدت سے وہ اپنے گھر سے دور تھے اور گھر آنا نہیں چاہتے تھے اور غی
 ہو جانا چاہتے تھے انھوں نے ہماری نسبت یہ شہور کیا کہ پادشاہ کبھی دعائے الوہیت کرتا ہے کبھی عوام
 نبوت۔ اس سے وہ خود ہی خاص و عام میں رسوا ہوئے فی الواقع جناب کبریائے الہی کی ساحت مقدس
 میں امکان کے خس و خاشاک کو کیا نسبت ہے اور نبوت کے سرا پرہ عصمت میں ہوا و ہوس کے پابند و ان
 کیا مناسبت ہو تعجب ہوتا ہے کہ آپ کی مجالس میں ایسی باتوں کا ذکر ہوتا ہے۔ احمد لبر و الملتہ کہ میں ہمیشہ
 فرمودہ خدا و پیغمبر پیش دید و دانش رکھتا ہوں اور میری خوش نصیبی کی روزانہ فزونی میرے اس حال کی
 گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی مرضیات میں ثابت قدم و راسخ دم رکھے۔ چونکہ ساری ہمت سلاطین
 عادل کی رضائے خالق و آسودگی خلائق میں مصروف ہوتی ہے ان کو اس طرح سلوک کرنا چاہیے کہ خلیفہ
 از باب شرارت کے آسب سے اس میں رہے اور عبادت الہی کے لوازم میں اور معاش خیر خواہی کے
 مراسم میں فارغ البال رہیں محض خلق خدا کی رفاہیت کے لئے اس تیس سال میں زمین ہندوستان
 پاک کرنے میں ایسی کوشش لگی گئی ہے کہ کتنے فرمانروا راجاؤں کی ونا سراسر کشمکی دشوار جائیں ہاتھ
 آئیں اور کل سرانجام ایسے شاہدہ طور سے کیا گیا ہے کہ بدکیش ہندوؤں کے بتجانے خدا اندیش و زو
 کی خانقاہیں ہو گئی ہیں ناقوس کی آواز کی جگہ بانگ نماز بلند ہوتی ہے۔

شہنشاہ اکبر کی خط و کتابت شاہ ایران سے بھی ہمیشہ رہتی تھی چنانچہ ۹۶۹ھ میں شاہ طہماسپ
 کا ایلچی آیا تھا اور سلطانہ میں شاہ عباس پادشاہ ایران کا ایلچی یادگار سلطان شامو آیا۔ پادشاہ نے اس کے
 ہاتھ یہ نامہ لکھا جسکے اندر وہی باتیں لکھی ہیں جو شاہ توران کے مکاتیب میں لکھے ہیں مگر یہ ایک نئی بات
 ہے وہ لکھتا ہے کہ جن دنوں میں پنجاب میں تھا مکر یہ عزم ہوا کہ ماوراء النہر کہ میرا ملک موروثی ہے جاؤں

شہنشاہ ایران کے ساتھ امرت

کہ یہ ملک بھی میرے نصرت میں آجائے اور خاندان نبوت کی معاونت بطر زدنخواہ ہو جائے۔ لیکن اس اثنائے میں عبداللہ خان والی توران کے متواتر خط و محبت طراز آئے۔ کاروان ایلچی بھیج کر وہ محرک سلسلہ صلح و صلح و مونس و داد و دفاق کا ہوا۔ چونکہ ناموس اکبر شریعت غرا اور قسط اس اعظم بیضا ضیا میں ایسے شخص سے لڑنا جو صلح چاہے ناپسندیدہ و ناہنجیدہ ہے اس سبب ہم اس خیال سے باز آؤ شاہ ایران اور شاہ توران سے جو خط و کتابت جاری رہے اور طرفین کے ایلچی اور تحفے مخالف آتے جاتے رہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پادشاہوں میں ہمیشہ اتحاد و دودا کی نیت رہی عبداللہ خان اور بک ہمیشہ اس لیے خوش ہوتا رہا کہ شہنشاہ اکبر سے اتحاد رکھتا ہے۔

شاہزادہ سلیم کی پیدائش اور اسکی ناہنجاریاں

ہم پادشاہ کی اولاد اور ازواج کا حال بعد اس کی وفات کے ذکر کے کہنیں گے۔ اس وقت صرف شاہزادہ سلیم کی پیدائش اور اسکی ناہنجاریوں کا ذکر کرتے ہیں۔ پادشاہ کے دو بیٹے حسن و حسین تو ام ۳ ربیع الاول ۹۷۶ء کو پیدا ہوئے اور ایک ہینے جی کرمان پادشاہ کو داغ دے گئے اس لئے انکے زندہ نہ رہنے سے پادشاہ کو بیٹے کی نہایت تناسق و تناسق قصبہ سیکری میں شیخ سلیم کی خدا شناسی و ایزد پرستی و ریاضت کشی و حقیقت ورزی کے انوار چمک رہے تھے شیخ کے قرب و جوار میں ایک محل بنوایا اور اس میں بیوی جو دہ بانئ مریم الزمانی جو حاملہ تھی بھیج دیا کہ شیخ مولود کے زندہ رہنے کی دعا خدا سے مانگے۔ سو اس کے تغیر مقام اور تبدیل مکان کی حکمت بھی پیش نظر تھی روز چار شنبہ ۱۷ ربیع الاول ۹۷۶ء کو شاہزادہ پیدا ہوا اس کا نام شیخ کے نام پر سلیم رکھا گیا مگر پادشاہ اس کو پیار سے شیخ بابا کہتا تھا۔ اس وقت پادشاہ اگرہ میں تھا۔ بیان بیٹے کی خوشی میں سات..... روز جشن و ہفتیوں کو پادشاہ نے رکھا کیا۔ بہت کچھ انعام اکرام دیا۔ اس شہزادہ کی پیدائش کی تاریخین در شہوار بحب اکبر درے برج شاہنشاہی۔ خواجہ حسن مروی نے یہ ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع ہم نقل کرتے ہیں اسکی ہر بیت کے مصرعہ اول سے

پادشاہ کے جلوس کی اور مصرعہ دوم سے شاہزادہ کے ولادت کی تاریخ نکلتی ہے۔

سدا الجہ راز پے جاہ و جلال شہر یار گو ہر بحر از محیط عدل آمد بکرار

پادشاہ نے اس قصیدہ کے صلہ میں دو لاکھ سونگہ دیے۔ پادشاہ نے یہ منت مانی تھی کہ اگر بیٹا پیدا ہوگا تو پیادہ پا جہیز شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کو جائیگا چنانچہ وہ جمعہ ۲ شعبان ۹۷۹ء میں دار الخلافۃ اگرہ سے پیادہ پا زیارت کو گیا اور وہاں چند روز توقف کیا بہت روپیہ مجاوروں کو بانٹا۔ ایک جماعت حضرت کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتی تھی اس کا رئیس شیخ حسین تھا وہ سب نذر کے روپے پر متعزت ہوتا تھا۔ اس میں اور درگاہ کے اور مجاوروں کے درمیان جھگڑا ہوا۔ مجاوروں نے دعویٰ فرزندگی کی تندیب کی پادشاہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ فرزندگی کے دعویٰ کی کچھ اصل نہیں ہے۔

شاہزادہ سلیم کی عمر چھٹی زیادہ ہوتی گئی اتنا ہی وہ پیر آزاری میں بڑھنا گیا سترہ سالہ میں جب پادشاہ دکن کو گیا ہے تو اس سبب سے کہ سفر دور و دراز کا تھا۔ سلطان سلیم کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ اور شاہنشاہی کا خطاب دیا۔ اور اس نظر سے کہ اودے پور کے رانا کی سرکشی کا علاج خاطر خواہ ہو۔ صوبہ جہیز کے تیول میں دیا اور راجہ مان سنگھ اُس کے خسر پورہ اور شاہ فیضانِ غرم کو اُسکے ساتھ کیا کہ اپنی رائے صائب اور رزم آزمائی سے اُس کی امداد کریں۔ فیصلہ ہوا کہ ایک لاکھ اشرفی سے مفتخر کر کے رخصت کیا۔ راجہ مان سنگھ کو پادشاہ نے صوبہ بنگالہ سے تبدیل کیا تھا اب اس کو بدستور سابق بحال کر کے حکم دیا کہ خدمت شاہنشاہی (شاہزادہ) کو خدمت پادشاہی پر تقدیم دے اور اپنے بڑے بیٹے جلگت سنگھ کو یا کسی اور کو جو اس کے نزدیک مناسب ہو بنگالہ کی نگہبانی کے لیے اپنا نائب مقرر کر کے بھیجے۔ ایک ہی ساعت میں پادشاہ دکن کو اور شاہزادہ جہیز کو روانہ ہوا۔ سلیم تن آسانی اور بادہ پیائی اور بدہمنشینی کی وجہ سے جہیز میں عیش و آرام میں مصروف ہوا پھر سیر و شکار کرتا ہوا اودے پور میں آیا رانا نے دوسری طرف سے نکل کر شورش اٹھائی اور مال پور اور بعض اور آبادیوں کو لوٹ مار کر کے

ستیاناس کیا۔ بہان گینے مراد ہونگہ کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ رانا پھر کو ہمارے میں فسرار
ہوا اور اس بازگشت میں اسے لشکر شاہی پر شب خون مارا۔ رضا قلی۔ لالہ بیگ۔ بہادر بیگ
الف خان اس سے ایسے لڑے کہ وہ بھاگ گیا۔ پھر لشکر شاہی نے رانا کے ملک کو کھنڈ مارا
عسزرون کو ہلاک کیا اور ان کے جو روپ چون کو قید کیا پہلے اس سے کہ سلیم اس اپنی بہت
کوشاں تگی کے ساتھ انجام دے نا شاہانہ آدیون کی رہنمائی سے خود سری کا خیال زمین
سایا اور پنجاب کا ارادہ اسر نہیں کیا کہ طبیعت کے موافق خوب کام کرے کہ۔ ناگاہ بنگالہ
کی خبر آئی کہ وہاں افغانوں نے شور شش چائی ہے اور رابہ کے نائب نے شکست پائی
ہے جس کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ شاہزادہ نے اپنے ہمراہی امیرون مشورہ کیا کہ بنگالہ
کا قصد کرنا چاہیے بعض قسمتہ جو واقعہ طلب امیرون نے اس کو یہ صلاح بتلائی کہ پادشاہ کن
گیا ہوا ہے اسکی فتح بغیر اس کا یہاں یکایک آنا بھی عزیت شانہ سے دور ہے اگر اس وقت راجہ
مان سے لگے کہ بنگالہ رخصت کیجئے گا۔ وہاں کا فساد مٹ جائے گا اکبر آباد کی طرف متوجہ ہو جائے
اور وہاں کے سیر حاصل خالصہ کے پرگنات اور محال پر قبضہ کیجئے اس ضلع کے اور جاگیر داروں
پر اختیار حاصل کر کے خزانہ جمع کیجئے تو نہایت مناسب ہو گا۔ احباب کی اس مصلحت خام کو سلیم
نے بتقائے ائیام شباب مان لیا۔ راجہ مان سنگھ کو بنگالہ بھیجا راجہ نے بھی شاہزادہ کی بازگشت
میں اپنا زمین مدعا سمجھا کہ بنگالہ کا بندوبست ہو جائے گا شاہزادہ رانا کی ہم کو موقوف کر کے
اکبر آباد کا عازم ہوا اور رادین تمام شاہی محالوں اور جاگیر داروں پر قبضہ و تصرف کرتا ہوا
غیر مرداد و سپہ آکو جہنا کے کنارہ پر اکبر آباد سے چار کوس پر آ پہنچا۔ قلیج خان کی حراست
میں اکبر آباد کا قلعہ تھا وہ بڑا صاحب تدبیر و عاقل مشہور تھا وہ قلعہ سے باہر آیا اور مدتی اخلاص
سے سلیم کو نذر دی اور ایسی اپنی خیر خواہی پادشاہ کے ساتھ ظاہر کی اور شاہنشاہی کی تاجی
سے باز رہنے کی رہنمائی کی شور شش انگیز واقعہ ظلموں نے اس کو ہر چند سمجھا یا کہ قلیج خان کو وہ
قید کر لے جس سے اکبر آباد کا قلعہ آسانی سے ہاتھ آ جاوے گا۔ وہ دفائن اور خزانہ سے مالا مال

ہے۔ مگر شاہزادہ نے اُن کی اس بات کو نہ مانا اور قلعہ خان کو قلعہ کو واپس کیا اور حکم دیا کہ قلعہ کا
 سب طرف سے خوب بنو بہت کرے۔ شاہزادہ کی دادی مریم مکانی کو اُس کی اس نافرمانی پر
 تعجب تھا اُس نے اس پوتے کو بیٹے کی طرح پالا تھا وہ قلعہ اکبر آباد سے پوتے کے
 سمجھانے کو باہر آئی۔ پوتے نے جب یہ دادی کا آنا سنا تو وہ کشتی میں بیٹھ الہ آباد روانہ ہوا
 ملا حوج کو انعام دیا کہ کشتی کو تیز چلائیں اور لشکر کو خشکی کی راہ سے الہ آباد روانہ کیا۔ دادی
 آزر دہہ خاطر ہو کر قلعہ اکبر آباد میں واپس چلی آئی۔ غرہ صفر سنہ ۹۷۹ کو پوتا قلعہ الہ آباد میں
 آگیا۔ بیان اُن کر اُس پاس کے صوبوں اودہ اور بہار پر قبضہ کر کے کل محال شاہی اپنے
 سرکار کے ملازموں کو دے دیں اور سب جگہ اپنی طرف سے حکام مقرر کئے۔ اپنے
 کو کہ شیخ بیون کو صوبہ بہار اور قطب الدین خان کا خطاب عطا کیا اور لعل بیگ (دلائی) کو
 کو سرکار جون پور عنایت ہوئی اور تم بہادر نسیم بہادر یا یتیم بہادر کو سرکار کالپی
 مرحمت ہوئی۔ اور دیوان کھنوسور خزانچی پاس جو صوبہ بہار کی خالصہ کی آمدنی کا بیس لاکھ
 روپیہ تھا وہ اپنے تصرف میں لایا۔ جب دکن میں باپ کے کانوں تک بیٹے کے
 ان کو تکون کا حال پہونچا اور بیان لشکر کے خیمے خیمے میں یخبر منتشر ہوئی اور خاص عام
 کی زبان زد ہوئی اور یہ وقائع اُسے متواتر و مکرر سنے اور اسی اثنائے میں شہزادہ دانیال
 کے انتقال کی خبر آئی۔ ابتدا سے پادشاہ کو بہ نسبت اور فخر و زردون کے اس بڑے
 بیٹے سے زیادہ محبت تھی اور اور بیٹوں کے مرنے سے یہ محبت زیادہ تر ہو گئی تھی کہ وہ
 عقل و تحمل کے سبب سے ان خبروں کے سننے سے ناراض نہ ہوا بلکہ پرانہ شفقت اور
 لطف سے فرمان عنایت آمیز لکھا اور محمد شریف پسر خواجہ عبدالسمد شیرین قلم
 کے ہاتھ بھیجا وہ پادشاہ کا ہندرس اور ہماز تھا اور کلمات لطف آمیز بھی زبانی
 اُسے کہلا بھیجے کہ جسے معلوم ہو کہ شفقت و محبت کا اظہار اور دیدار کا اشتیاق
 اور طلب حضور عالی سرور کے ساتھ ہوا ہے جب محمد شریف وہاں گیا تو اس نے

استقبال کیا اور فرمان کے لوازم تقطیع بجالایا اور باپ کی قدمبوسی کا ارادہ کر کے اپنے
 ہمارے ہمدون سے مصلحت پوچھی تو ان بدکاروں کی بد مشورت سے جانے پر جرات
 نہ ہوئی اور محمد شریف کو واپس نہ جانے دیا۔ اس نے شاہزادہ کی ایسی خوشامد کی کہ
 اس کو کبیل سلطنت مقرر کیا۔ جب از سر نو محمد شریف کے ساتھ اس سلوک کی
 پادشاہ کو خبر ہوئی تو وہ اس فتنہ خانہ خیز کے مٹانے کو ہمہ دکن سے اہم سمجھا اور ملک
 دکن کو جس میں اسکے چند روز رہنے سے کام اچھی طرح تمام ہو جاتا۔ ۵۰ ہزار دی بہشت
 ۹۰۰۰۰ کو اس نے چھوڑا اور اس ملک کی کار سازی کو خانانان کی مردانگی و کار دانی اور
 ابوالفضل کی جان سپاری پر چھوڑا اور ۲۰ ہزار مرد اور ۹۰۰۰۰ کو اکبر آباد میں وہ آگیا
 اندون میں شاہزادہ نے خواجہ عبداللہ کو عبداللہ خان کا خطاب دیا اور شہر پور پٹنہ
 کو تیس چالیس ہزار سوار اور مصلح کارزار اور فیضان نام دار کے ساتھ اکبر آباد کی
 طرف روانہ ہوا۔ ظاہر میں یہ کہا کہ مین باپ سے ملنے جاتا ہوں مگر دل میں وہ خیال تھا
 جو سلطنت پڑو ہی اور ملک جوئی کو لازم ہے بہت سے امراء حضور کی جاگیروں کو لوٹ لیا
 یعنی ان امیروں کی جاگیروں کو جو پادشاہ پاس موجود تھے۔ جب آصف خانی جاگیر
 اٹا دین آیا تو آصف خان نے ایک عرضداشت پادشاہ کے ایمار سے لکھ کر اور ایک
 لعل گران بہا اپنے وکیل کی معرفت شاہزادہ کی خدمت میں بھیجا اس پر شاہزادہ نے
 اس کی جاگیر سے کوڑی کوڑی وصول کی۔ پادشاہ پاس چاروں طرف سے ہر ہفتہ
 میں کیا بلکہ ہر روز شاہزادہ کی فتنہ افزائی کی ناخوش خبریں اور عرضداشتیں آئیں
 امراء حضور نے جن کی جاگیریں صوبہ بہار میں ضبط کی تھیں اور خصوصاً جعفر بیگ خان
 نے جو دیوانی کی خدمت رکھتا تھا ناشین زیادہ کیں۔ پادشاہ ان کے جواب میں اپنے
 سرزندوں کے باب میں سوائے کلمات لطف آمیز و محبت و شفقت افزا کے کچھ اور
 زبان پر نہ لایا۔ جب سر یار دین حد سے گزریں اور سلطنت میں ایک برہمی پیدا ہوئی

شاہزادہ کا نام مین آتا جاتا

اور شاہزادہ کی اُمادہ سے کوچ کی خبر پادشاہ نے سنی کہ وہ اس آئین سے آتا ہے تو اسکو بیٹے کے دیکھنے کی حسرت جاتی رہی بلکہ ایک وحشت و تفرقہ دل میں پیدا ہوا اور بیٹے کو ایک فرمان باپ نے اس مضمون کا لکھا کہ تجھ پر زندہ کا اس لشکر انبوه اور فیضان پر شکوہ کے ساتھ آنا ہمارے دل میں کچھ اور خیال پیدا کرتا ہے۔

باپ کے گھر میں بیٹے کا آنا اس شوکت و حشمت کے ساتھ اگر رسم کے طور پر ہے اور اس سے مطلب تجل کا دکھانا اور عرض لشکر سے ہے تو اس کا مجرا ہو گیا۔ آدمیوں کو اپنے خیال جاگیر میں رخصت کرو اور جریدہ ہمارے پاس آؤ اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ بدخواہوں کی بادہ گوئی سے ہمارے دین بھاری طرف سے دوسرے دو ہم ہے تو وہ ہرگز نہیں ہے۔ لیکن اگر تم کو وہم ہو اور بھاری اطمینان خاطر نہ ہو تو الہ آباد لے چلے جاؤ اور جب دل صاف ہو جائے تو ہمارے پاس مقرر می دستور کے موافق جریدہ چلے آؤ اور میری آنکھوں کو اپنے دیدار سے سنو کر دو۔ جب یہ فرمان آیا تو وہ ششدر و متحیر و اندیشہ مند ہوا۔ اور اُمادہ سے میر حیدر کے ہاتھ پادشاہ پاس عرضداشت اس مضمون کی بھیجی کہ میں کس آرزو اور تمنا سے قدیموس کے لئے حاضر ہوا تھا اب مجھے یہ حکم ہوتا ہے کہ الہ آباد کو الٹ چلا جا۔ اس کا مجھے کیسا افسوس ہے کہ میر خلاص و محبت کی تائید حضور کے دل پر نہ ہوئی اور فتنہ سرشتوں کی بادہ گوئی کا اثر وہ ہوا کہ میری طرف سے دل بدگمان ہوا اور مجھے کچھ دنوں ملازمت کی سعادت سے محروم رکھا۔ مجھے امید ہے کہ میرا صدق باطن حضور کی خاطر غیب ناظر پر جلوہ گر ہوگا۔ بعد اسکے چند روز اُمادہ میں مقیم رہ کر اُسے الہ آباد کے سفر کا نفاذ ہجایا۔ حقیقت میں اکبر کی برابر کوئی پادشاہ فرزند تو از کثر ہوا ہوگا اس لئے اس زمانہ میں ایک اور فرمان بیٹے پاس یہ بھیجا کہ صوبہ بنگالہ اور اُلسیہ ہم نے اسکو مرحمت کیا۔ اپنے آدمی بھیج کر وہاں بندوبست کرے اور راجہ مان سنگھ کو بھی لکھا کہ صوبہ بنگالہ شاہزادہ کے وکلاء کو سپرد کر کے خود ہمارے پاس چلا آئے۔ اس عنایت سے پادشاہ کی یہ غرض تھی کہ اُسکی طرف سے کوئی دغ و غمہ دوسرے بیٹے کے دل میں نہ رہے

مگر شاہزادہ نے اس عنایت کا شکریہ اور اس کے نہ قبول کرنے کا غدر لکھا۔ اپنے سرداروں اور اپنی جمعیت کو جڈا کر مصلحت نہ سمجھا۔ الہ آباد میں توقف کیا اور جو سلاطین اور فرائز و اوجے دستور میں وہ عمل میں لایا۔ منصب و اضافہ و خطاب و تقارہ و جاگیر عطا کئے اور امر اور حضور کی جاگیروں میں اپنے حاکم مقرر کئے۔

انھیں دنوں ابو الفضل کو اس نے قتل کرایا جس کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ جہانگیر نے اپنے جہانگیر نامہ میں خود لکھا ہے کہ ابو الفضل محدون کا مقتدر تھا اور میرے باپ کے نام نامی کی بدنامی کا باعث تھا اس لئے میں نے اس کا کام تمام اس تدبیر سے کیا۔

پادشاہ کی اس تقصیر سے وہ دل ہی دل میں ناراض و ناخوش تھا مگر مریم مکانی اور گل بیگم نے شاہزادے کے گناہوں کی نجشائش کی و خواست کی اس کو پادشاہ نے قبول کیا وہ جاتا تھا کہ شاہزادہ ابو الفضل کے قتل کرانے سے نہایت محبوب ہے اس لئے اس نے اپنی بیوی سلطان سلیمہ بیگم کو کہ دانائی و کاروائی و سخن سنجی میں سحر آفرین تھی بیٹے کی تسکین و ہدایت و دیکھائی کے لئے بھیجا اور تحفہ تجالٹ بھی اسکے ساتھ کئے۔ باپ بیٹے کو ہمیشہ اقمشہ و ماکولات و طبوسات بھیجنے سے پادشاہ کو کرتار ہوتا تھا اور بیٹے کا علاج حکیمانہ لطف کے مرہم اور تدبیر کی دوا سے کرتا تھا۔ شاہزادہ دو منزل پر بیگم کے استقبال کو آیا اور آداب فرزند بی بجالایا۔ بیگم نے اسکے دل سے بالکل رنگ کہ ورت کو دھو دیا اور اپنے ساتھ لے کر اکبر آباد کی عازم ہوئی جب وہ حوالی دار الخلافہ اکبر آباد کے قریب آئی تو شاہزادہ نے ایک عرضداشت دوست محمد کے ہاتھ بھجوائی جس کا مضمون یہ تھا کہ اس خرافہ وند حقیقی اور خدا و مجازی نے اس بندہ کی تقصیرات کو معاف کیا امیدوار ہوں کہ حضرت مریم مکانی کو ارشاد ہو کہ وہ فرزند پروری فرما کر نیاز مند کو پادشاہ کے پاس پہنچائیں۔ تاکہ میرے دل میں کوئی دہم نہ آئے۔ اور یہ بھی حکم ہو کہ مجھ کوئی ساعت سعید میرے قدموں کے لیے مقرر کر میں پادشاہ نے پوتے کا پیغام دادی سے کہہ دیا اس نے قبول کیا جسکی اطلاع پادشاہ نے بیٹے کو کی اور ساعت کے

باب بیہوش کا خطاب

باب میں یہ اشعار جعفر بیگ آصف خان کے لکھے

اے جتہ زما برہم عادت عست	ادراک وصال راجہ حاجت عست
از وصل کس کسب سعادت عست	ساعت چہ کنی ہسانہ ساعت عست

دوست محمد کو یہ نواز شہنامہ دے کر خدمت کیا۔ بعد ازاں مریم مکانی ایک منزل آکر پوسے
کو اپنے گھر لے گئی اور اسی کی دولت سراسے میں قرآن السعیدین ہوا۔ بیابا کے قدموں میں
گرا۔ باپ نے اسے گلے لگایا۔ اور پھر اپنے گھر لایا۔ تقارہ مشاودانی بجا۔ دور و نزدیک نشاط
وانبساط کا آواز بلند ہوا بیٹے نے باپ کی نذر میں بارہ ہزار گھوڑے ۹۷۷ زنجیریل پیش کش کر کے
طور پر دیے۔ ان میں سے ۲۵۴ ہاتھی پادشاہ نے لیے باقی بیٹے کو واپس دیے۔ ایک عمدہ
ہاتھی عطا کیا اور اپنی دستار اسکے سر پر باندھی اور جانشینی کی نوید سنائی۔ پادشاہ نے
شاہزادہ کو پسے راناک کی ہم کے انصرام کے لئے بھیجا تھا جس کو نالدام چھوڑ آیا تھا اب پادشاہ کا
ارادہ ہوا کہ وہی اس مہم کو تمام کرے اس لئے پھر یہ مہم اسکے نامزد ہوئی دسہرہ کے جشن
۲۱ مہر کو اس کو بہت سی نصیحتیں کر کے روانہ کیا اور امر اذنام دار کی جماعت اس کے ہمراہ کی جب
شاہزادہ فقہور میں آیا پتہ روز اسباب ضروری کی تیاری میں توقف ہوا اس کا ردشوار اسکے
لئے جتنے خزانے کی ضرورت تھی ارباب دخل نے اسکے لئے انجام دینے میں بیجا استادگی
کی ناگزیر شاہزادہ نے پادشاہ کو عرضداشت لکھی کہ میں تو کم شاہی کو نمونہ حکم آہی جان کر اس
خدمت پر دل و جان سے مشغول ہوا مگر کفایت مندوں نے وہ سامان جس سے یہ مہم انجام
پاتی نہیں تیار کیا۔ ناحق اوقات ضائع کرنے سے کیا فائدہ حضور کو یہ بھی معلوم ہوا کہ راناکو شاہ
سے نہیں نکلتا ہے اور حکم جاؤن میں پڑا پھرتا ہے لڑتا نہیں اسکے لئے یہ تدبیر ہے کہ
کہ افواج شاہی ہر طرف سے جا کر کوہستان کو گھیر لے اور ہر فوج اس قدر ہو کہ حبسیت
راناکو لڑے تو اس سے دوچار ہو کر اس کو مغلوب کرے تو میں اس مہم میں عمدہ براہ ہو سکنا
ہوں۔ اکثر رد لتخوا ہوں نے کچھ اور صلاح سوچی ہے تو بسندہ کو اجازت ہو کہ میں حضور

شاہزادہ کا ہمراہی کر کے لے کر کم ہونا اور اس کا گذر مقبول ہونا پسند

کی قدمبوسی حاصل کر کے اپنی جاگیر میں جاؤں میرے آدمی نہایت پریشان ہوئے
 بین وہاں جا کر جمعیت فراوان جمع کر کے رانا کے استیصال کے لیے ہون۔ پادشاہ نے
 یہ عرضداشت لے کر نجات النساء بیگم اپنی ہمیشہ کو شاہزادہ پاس بھیج کر زبانی یہ کہلا بھیجا کہ میں نے
 تجھے نیک ساعت میں رخصت کیا ہے اور رخت شناس میرے پاس اس وقت آنے کو
 نحن بتاتے ہیں اس لیے وہ الہ آباد جائے اور جس وقت چاہے ملنے چلا آئے۔ شاہزادہ
 یہ حکم سن کر خوش و خرم شہر میں اڑا نا متھرا کے پاس سے جہنا پارا تر کر الہ آباد میں آیا۔ اکبر نا
 کے ضمیمہ میں لکھا ہے کہ یہ اجازت اور تجویز دوری پادشاہ کی عنایت تھی طالع میں سلیم
 ملک داری اور دارائی سے بیگانہ تھا مگر خدا کو اس کا پادشاہ بنانا منظور تھا۔ دادا کر دگار
 کی جناب کبریائی میں گرد آئین نظر نہیں ہوتی۔

آنجا کہ عنایت تو باشد باشد
 ناکر وہ چو کردہ کردہ چو لہا کردہ
 ایسی باتیں اہل ہند کو بہت پسند ہیں کہ خدا یونہی ٹکریں کام کرتا ہے۔

پادشاہ کو اس شاہزادے کی خاطر داری کا پاس تھا موسم زمستان میں ایک پوتین رو باہ
 سیاہ اور دوسرا رو باہ سفید کا بھیجا شاہزادہ نے اس کا شکوہ کیا۔

جب شاہزادہ سرحد الہ آباد میں پہونچا تو وہی رویتہ سابق اختیار کیا اور امر اہم حضور کے
 جاگیر داروں کو تبدیل کیا اور الہ آباد میں بدھنشینی و خوشام دوستی طبیعت پرستی و خود سری
 اور ورستی نافرمانی ناستودہ کرداری اختیار کی۔

واقعہ طلب فتنہ جو ہنگامے فساد کے برپا کرنے میں نقصیر نہیں
 کرتے تھے۔ پادشاہ ہشنیدہ کو ناشنیدہ خیال کرتا تھا۔

عبداللہ خان جو شاہزادہ کا پیش آوردہ تھا کبھی کبھی اس کو کلمات نصیحت
 آمیز سنایا کرتا تھا جب وہ مفید نہ ہوئے اور اس کی شریعت خان وکیل سلطنت
 سے نہ بنی تو وہ وقت پا کر پادشاہ کے پاس چلا آیا انھیں دنوں میں والدہ خسر و کرچہ

شاہزادہ کی باطنیان اور پادشاہ کا قصداً آباد جانے کا

مان سنگہ کی بہن بھتی سودانی ہو گئی تھی اس کا بیٹا خسرو تھا جو شاہزادہ محمد خرم سے تین برس
 بڑا تھا وہ ناخلف تھا اسکے اطوار نامہوار تھے وہ دادا سے باپ کی چغلیاں کھایا کرتا تھا
 اس سبب سے بھی ماں کا جنون زیادہ ہوا وہ بیٹے کو منع کرتی تھی کہ باپ کی غمازی نہ کر وہ نہ
 مانتا تھا۔ اس غصہ میں اُس نے ایفون کھائی اور جان گوائی عبداللہ خاں کے جانے اور
 بیوی کے مرنے سے سلیم کو رنج ہوا۔ ان ایام میں شاہزادہ کی دوسری کے لباس میں
 بے غرض راست گویوں نے عرض کی کہ وہ ہمیشہ شراب کے نشہ میں مست رہتا ہے اور
 ایک لمحہ لب سے جام کو نہیں جدا کرتا۔ شراب کی ایسی عادت ہو گئی ہے کہ جب اُس کا نشہ کم
 ہوتا ہے تو اُس میں ایفون ڈال کر پیتا ہے ان دو مغوی نشوں کے غلبہ سے دماغ میں خشکی اور
 طبیعت میں آشوب پیدا ہو گیا ہے کہ آدمیوں کو ادنیٰ قصوروں پر سخت سزا دیتا ہے چنانچہ
 ایک واقعہ نویس شاہی کسی مروغانہ زاد پر کہ پادشاہ کے خواص میں تھا عاشق ہوا اور یہ خواص
 کسی خدمتگار سے پیوند دلی رکھتا تینوں ساتھ دکن کی طرف اس ارادہ سے بھاگے تھے کہ سلطان
 دہلی کے لشکر میں زندگی بسر کریں گے جب حقیقت حال پر شاہزادہ کو اطلاع ہوئی تو اُس نے
 آدمیوں کو بھیکرتین چار منزل سے سب کو پکڑ لیا جس وقت اُس کا شعلہ غضب بجڑا تھا اسکے
 روبرو یہ تینوں آئے۔ اُس نے واقعہ نویس کا پوست اپنے سامنے کھجوا اور خواص کو نوجوہ سرا
 بنایا اور خدمتگار کو ایسا مارا کہ وہ مردہ ہو گیا اس قصہ کو اربابِ عرض نے آہ تاب سے
 پادشاہ کے روبرو بیان کیا۔ پادشاہ کم آزار مہربان دل کو اس مردم آزاری سے دلی
 رنج ہوا اور زبان حقیقت بیان اور انصاف ترجیح سے فرمایا کہ ہم نے اتنی مدت کی جہاد
 میں جینوئی کے آزار دینے میں کوشش نہیں کی اور گو سفند کی کھال اُتارنے پر جو عجب
 ظاہر گناہ نہیں ہے رضامند نہیں ہوئے ہمارا اگر امی فرزند کیوں اس قسم کے کاموں پر جرات
 اور بے ایمانی کی خرابی میں دلیری کرتا ہے اس سبب سے کہ جہانداری کو خود کامی و
 زیادہ سری و ظلم پرستی و بے اعتدالی کی تاب نہیں ہے۔ شاہزادہ کے ان اطوار سے

سخت آشفہ ہوا اور یہ تجویز ہوئی کہ وہ خود الہ آباد جائے اگر شہزادہ اس کا استقبال کرے تو اسکی تعصیرات سے درگزر کی جائے اور پادشاہ اس کو اپنے ہمراہ لائے اور اگر کوئی اندیشہ تباہ اسکے سر میں ہو تو گو شمالی سے بیدار کیا جائے اس نیت سے دو شنبہ ۱۱ شہر یو ۱۲ شہ کو پادشاہ کشتی میں سوار ہوا۔ اتفاقاً کشتی ریگ میں آدھی رات کو بیٹھ گئی۔ ملاحوں کی سعی کچھ کام نہ آئی۔ صبح دوسری کشتی آئی اور اُس پر سوار ہو کر پیش خانہ میں وہ آیا۔ دوسرے روز آٹھ نوپہر تک موسلا دھار میٹھ برسا کہ پادشاہ ہی خیمے حباب معلوم ہونے لگے۔ اس ضمن میں مریم مکانی کے شدت مرض کی خبر آئی۔ مدت سے وہ عارضہ جہانی میں مبتلا تھیں پوتے کی خبروں نے اور مرض روحانی پیدا کیا۔ پادشاہ کے جانے پر وہ راضی نہ تھی۔ پادشاہ نے اس لگان میں کہ شاید عارضہ نہ ہو اپنے لاڈلے پوتے سلطان خرم کو دادی کی خبر کو بھیجا وہ عیادت کے بعد پادشاہ پاس آیا اور عرض کیا کہ حضور کو دیدار واپس کا ثواب چل کرنا اور حضرت مریم مکانی کی خوشنودی منظور ہو تو جا کر دیکھ آئے پادشاہ ماں کی عیادت کو آیا اُسی روز اس کا انتقال ہو گیا وہ بیٹے سے کچھ بات نہ کر سکی پادشاہ نے اپنا بھدر اکرایا اور اُسکے دیکھا دیکھی کئی ہزار امیروں اور اہلیوں اور نوکروں نے بھدر اکرایا پادشاہ نے اپنی ماں کے تابوت کو کندھا دیا اور گیارہ پہر میں دہلی میں اس کا جنازہ پہنچایا اور بھالیوں کے مقبرہ میں دفن کرایا۔

جب وقت سلیم کو باپ کے آنے کے ارادہ کی اور دادی کے مرنے کی خبر پہنچی تو بے تامل آگاہیں وہ باپ کی خدمت میں دوڑ آیا معلوم نہیں کہ یہ جوش محبت تھا یا باپ کے ساتھ اس ماتم میں شریک ہونے کو فرض جانتا تھا یا یہ سمجھتا تھا کہ بغیر جانے کے سب کام بامراد نہ ہونگے غرض کوئی سبب ہو جب وہ باپ کی خدمت میں آیا تو اس نے گلے لگایا اور بہت رویا اور بہت کچھ سمجھایا اور یہ فرمایا کہ بادہ پیمانی کی کثرت سے تیرے دماغ میں فتور آگیا ہے مناسب ہے کہ تھوڑے دنوں دولت خانہ میں رہو اور کہیں نہ حساب و

تاکہ تیرا علاج خاطر خواہ ہو۔ غرض بیٹے کو عبادت خانہ میں بٹھا دیا اور آدمی متعین کر دیے اور حکیم علاج کے لیے مقرر ہوئے بیٹوں اور بیویوں کو اُس پاس جانے کی اجازت تھی مگر شراب کی سخت ممانعت تھی جو اس کو نہایت تکلیف دیتی تھی یہی اسکی بڑی سزا تھی مگر جو حال بیٹے کے آشفقہ مزاجی کا سُنا تھا وہ نہ دیکھا جیکمانہ تدبیروں سے اُس کا مزاج اصلاح پر آگیا تھا اس لیے دس روز بعد اس قید کو اُس پر سے اُٹھا دیا۔ پادشاہ پہلے شہزادہ دانیال کے لیے اس تدبیر کرنے میں ناکام رہا تھا اس سبب اس کو رہا کر دیا۔ امیروں کی درخواست سے پادشاہ نے ہاتھوں کی لڑائی کا دن مقرر کیا۔ شاہزادہ سلیم کے ہاتھ گرا بنا رہا اور خسرو کے ہاتھ آپ روپ کی جوڑ بندھی اور پادشاہ نے اپنا ہاتھ رن بہمن لگی مقرر کیا یعنی جو ہاتھ مغلوب ہو اُسکی ملک کرے۔ فیل لگی اور چرخ اور لوہ لنگریہ پادشاہ کے اختراع کیے ہوئے تھے جھروکہ میں لڑائی ہوئی۔ خسرو اور شاہزادہ سلیم گھوڑوں پر سوار تھے اور شاہزادہ خرم دادا کی بغل میں بیٹھا تماشا دیکھ رہا تھا سلیم کا ہاتھ خسرو کے ہاتھ پر غالب ہوا تو پادشاہ کا ہاتھ ملک کے لیے سامنے آیا تو سلیم کے آدمیوں نے فیلبان کو منع کیا اور اُس پر ڈھیٹے اور پتھر پھینک کر مارے اُسکی کینٹی میں جا کر ایسے لگے کہ خون نکل آیا۔ مگر فیلبان نے ہاتھ کو بھڑا دیا گو سلیم کے ہاتھ نے اس ہاتھ کو بھی ہرا دیا۔ دریا میں دونوں جا کر ایک کشتی سے رُکے۔ یہ دیکھ کر خسرو داد پاس بھاگا گیا اور اس گستاخی پر دادا کو باپ کی طرف سے بہت کچھ بھڑکا دیا پادشاہ کو بھی اپنے فیلبان کا خون نظر آیا تھا یہ گستاخی ناپسند ہوئی۔ شاہزادہ خرم کو پادشاہ نے کہا کہ تم شاہ بھائی سے جا کر کہو کہ شاہ یا باپ نے فرمایا ہے کہ یہ ہاتھ بھی تمہارا تھا پھر اُسکے فیلبان بچائے کی جان پر یہ غضب عتاب کیوں کیا اسکے جواب میں سلیم نے عرض کیا کہ مجھے آپ کے سر کی قسم ہے کہ اُسکی خبر بھی ہو۔ شاہزادہ خرم نے جو ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ دادا اور باپ میں بگاڑ نہ ہو۔ باپ کا یہ پیغام آنکر عرض کیا۔

فیلبان کی لڑائی

روز دوشنبہ ۲۰ جمادی الاول ۱۰۱۷ء کو پادشاہ کا مزاج مرکز اعتدال سے منحرف ہوا۔ بخار بہت شدت سے چڑھا اسہال و موی بھی شروع ہوا۔ حکیم علی سرآمد اطیما معالج ہوا۔ اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ اس طبیب کی یہ بڑی غلطی تھی کہ اُس نے آٹھ روز تک علاج کچھ نہیں کیا جس سے ضعف قوی ہوا پھر جو دوا دی اُس نے مرض کی یاوری شکی۔ غرض مرض مُرتباً گیا جوں جوں دوا کی۔ اگرچہ ہوش و حواس مرتے دم تک قائم رہے مگر مرے سے پہلے دس روز تک وہ صاحب فراش رہا اور کار و بار سلطنت میں شریک نہ ہو سکا۔

اب امراء کی ساری توجہ اس طرف تھی کہ کس کو پادشاہ بنائے اس وقت انتظام سلطنت کا کام راجہ مان سنگھ اور خان اعظم کے ہاتھ میں تھا خسرو سلیم کا بڑا بیٹا تھا اور اکبر کا بڑا لادلا پوتا تھا ایک فوج پادشاہ نے یہ بھی کہا تھا کہ سلیم ایسا عیش و دست ہے کہ پادشاہی کے سزاوار نہیں ہے اس کا بیٹا خسرو تاجداری کے لائق ہے۔ یہ خسرو راجہ مان سنگھ کا بھانجا اور خان اعظم کا داماد تھا۔ ان دونوں کی یہ صلاح تھی کہ خسرو کو پادشاہ بنائے اور سلیم کو تخت سے محروم کیجیے جس سے سلطنت میں ہماری قوت قوی ہو اس سبب سے انہوں نے قلعہ آگرہ کی جگہ محل میں پادشاہ بیمار پڑا تھا اپنی سپاہ سے خوب حفاظت کی۔ جب جہانگیر نے دیکھا کہ یہ حال ہو رہا ہے تو وہ اپنی جان کے خوف کے ماتے آگرہ سے کچھ دور چلا گیا اور بیماری کا بہانہ بنا کے پادشاہ پاس آمد و رفت ہو تو کی مگر شاہزادہ خورم (شاہجہاں) اپنے دادا کے پلنگ سے لگا رہا۔ ماں باپوں نے ہر چند بار بار اُس کو سمجھایا کہ اس آٹھ بگاہ بے تمیزی میں آنا جانا اندیشہ سے خالی نہیں ہے مگر اس نے یہ جواب دیا کہ جب تک دادا کے دم میں دم ہے میں اس کے قدموں سے جدا نہ ہوں گا۔

پادشاہ جانتا تھا کہ یہ بیماری مجھے زندہ نہیں چھوڑیگی اس حالت میں بھی سرکش اور نافرمان بیٹے کے حق کو فراموش نہیں کیا سلیم ایسا وارث سلطنت تھا جو قابل تسلیم تھا وہی

یادداشت کا ہونا

چالشی کے واسطے سازشوں کا ہونا اور موت ہونا

نقطہ ایک پادشاہ کا بیٹا زندہ تھا اس حالت میں بھی باپ کو بیٹے کا ایسا خیال تھا کہ جب اُس کو آتا جاتا نہ دیکھا تو اس سے نہایت قلق ہوا اور اپنی فراست سے سمجھ گیا کہ وہ کیوں نہیں آتا سیلے اُس نے کئی دفعہ اپنی زبان سے کہا کہ میرے بعد میرا جانشین سلیم ہوا اور خسر کو ملک بنگالہ کی حکومت دیجائے اب پادشاہ کے کلام کی تاثیر کو دیکھنا چاہیے کہ کیا تھی کہ جو بنی امرائے اس کا ارشاد یہ سنا تو اُس کا اثر انکے دل پر یہ ہوا کہ وہ سلیم ہی کی پادشاہی چاہنے لگے اور برسرِ راہ آئے۔ خانِ اعظم عزیز خاں نے جو سپاہ کا باکھل مالک تھا سلیم کے ساتھ چپکے چپکے خط و کتابت شروع کی راجہ مان سنگھ اپنے ذاتی خیر خواہوں کے بہتے ایسی قوت اور شان و شوکت رکھتا تھا کہ اُس کو سلیم سے کچھ خوف و خطر نہ تھا مگر پادشاہ کے ارشاد کا اثر اُس کے دل پر ایسا تھا کہ اُس نے بھی سلیم کے ساتھ خوشامد کی باتیں شروع کیں اور اسکی امداد کا وعدہ کیا۔

جب یہ ماجرا گزرا تو جہانگیر باپ کی خدمت میں آیا اس نے خود اسوقت کا حال یہ بکھا ہوا کہ باپ نے مجھے بہت پیار کیا اور یہ فرمایا کہ جس محل میں میں پڑا ہوں میرے تمام وزراء و امراء بٹوائے جائیں اور مجھ سے یہ ارشاد کیا کہ میری مرضی نہیں ہے کہ تیرے اور میرے ان دو لختوں کے درمیان ناچاتی ہو جنھوں نے برسوں میرے ساتھ تختیں اٹھائیں اور سختیاں جھیلیں ہیں اور ہمیشہ میری شان و شوکت کے کاموں میں دل و جان سے مدد و معاون ہے میں جب سب میر جمیع ہوئے اور کونش بجالائے تو ان سب کی طرف دیکھ کر یوں مخاطب ہوا کہ اگر میں نے بھولے سے بھی کوئی تمھاری خطا کی ہو تو تم اُس کو معاف کرنا جب میں نے یہ حال دیکھا تو باپ کے قدم پر گر کر زار زار رویا۔ پادشاہ نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ میرے خاص تلوے اور دستار و خلعت شاہانہ لاؤ اور سلیم کو پہناؤ اور مجھے اُسے پادشاہ بنا کر دکھاؤ اُس نے کچھ سنبھالا لیا اور مرزا سلیم سے یوں مخاطب ہوا کہ تو تمام خاندان کی مستورات کی خبر گیری کرنا میرے رفیقوں اور دوستوں کو نہ بھولنا یہ لکھ اُس نے مہاجر جہاں کو بلا کر ان کے ہاتھ پر توبہ کی مہین

پادشاہ کی وفات کا حال

پڑھوائی کلمہ پڑھا اور جتنی مسلمانوں کی طرح بہشت نصیب ہوا (اس اخیری واقعہ کو تحقیق کے ساتھ اسکے مذہب کے بیان میں لکھو نگا) اسکی تاریخ وفات میں مودخوں کا اختلاف ہو مگر زیادہ تر صحیح تاریخ ۱۳ جمادی الاخری ۱۰۸۰ھ کے عمر ۶۳ سال اور مدت سلطنت ۴۹ سال ۸ ماہ تھی۔

انتظام سلطنت اکبری

تمہید

سبحان اللہ انتظام سلطنت اکبری بھی کیا انتظام تھا جو ہندوستان میں پہلے کسی پادشاہ و راجہ و مہاراجہ کے عہد میں نہیں ہوا۔ اور بعض فرنگستانی انصاف دوست پچھے مورخوں اور تدبروں کو اس زمانہ کے انتظام میں بھی کلام ہو کہ انتظام اکبری کی برابر رعایا کو آسودگی اور آسائش نہیں حاصل ہو یہ تو ایک میٹر اوف اوپین رائے کی بات ہو جس کا فیصلہ دُنیا میں کبھی ہوا نہ ہو گا۔ مگر یہ امر واقعی ہو کہ جب ہندوستان میں انگریزی سلطنت کا آغاز ہوا تو یہاں ہندوؤں کے قوانین تو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے انگلستان کے انگریزی قوانین اول تو کچھ تھے نہیں اور جو تھے ان میں ایک نون بھی ایسا نہ تھا کہ وہ ہندوستان میں جاری ہو سکتا تھا ایسے ناچار برٹش گورنمنٹ کو مسلمانوں کے قوانین پر جو یہاں جاری تھے چلنا پڑا۔ یہ مسلمانی قوانین اکثر وہ تھے جو آئین اکبری میں تحریر ہیں ان قوانین کو برٹش گورنمنٹ نے بتدریج ایسا بدل دیا کہ وہ بالکل کایا پلٹ ہو گئے ہیں مگر پھر بھی ان قوانین و آئین اکبری کے قوانین کے اصل اصول میں مشابہت و مماثلت باقی ہو جس پر ہم آئندہ اشارہ کرتے جائینگے آئین اکبری کو انگریزی قوانین کا پروٹو ٹائپ (اصل) کہتے ہیں اب ہم آئین اکبری کا انتخاب کرتے ہیں اور اُس پراد مسلمان اور انگریزی کتابوں سے حاشیے چڑھاتے ہیں۔

یورپ کی حذب قومیں جو حقیقت میں ساری دنیا میں فرمانروائی کر رہی ہیں وہ پادشاہ کی عظمت کو ایسا نہیں مانتیں جیسا کہ مشرقی ملکوں میں کہ پادشاہ سے زیادہ کوئی اور خدا کے

قریب نہیں ہے۔ پادشاہی سے برتر مرتبہ کسی کا نہیں ہے۔ پادشاہ ہی کے سبب گرد و مار گروہ دیو
 کی سرتابی کا چارہ ہوتا ہے اور اہل جہاں فرمان پذیر ہوتے ہیں پادشاہ کا لفظ اسی معنی
 پر دلالت کرتا ہے۔ پاد کے معنی پائندگی و دارندگی کے ہیں اور شاہ کے معنی اصل اور خداوند
 کے ہیں پس پادشاہ کے معنی اصل و خداوند پائندگی و دارندگی کے ہوئے۔ اگر فرمانروا
 نہ ہو تو فساد کا طوفان کبھی فرو نہ ہو اور خود آرائی کبھی معدوم نہ ہو آدمی اپنے خشم و آزر کے
 سبب نیستی کے گڑھے میں گرے اور دنیا میں چاروں طرف سے رونق اٹھ جائے اور کمتر زمانہ
 میں آباد دنیا خراب و برباد ہو جائے پادشاہ کی دادگری سے ایک گردہ کشادہ پیشانی سے
 فرمان پذیر قبول کرتا ہے اور ایک گردہ سیاست کے خوف سے ظلم و ستم کرنے سے باز
 رہتا ہے اور خواہی نخواہی سیدھی راہ پر چلتا ہے شاہ اس کو بھی کہتے ہیں جو اپنے امثال میں بہتر ہو
 جیسے کہ شاہ سوار و شاہ راہ۔ داماد کو بھی شاہ کہتے ہیں۔ عروس جہاں پادشاہ سے بیاہی
 جاتی ہے اور اسکی ایک لادینہ بانو پرستار ہوتی ہے۔ کوتاہ میں سیدھی سادھے آدمی ایک
 حقیقی پادشاہ کو خود کام پیشی جو سے جدا نہیں کر سکتے اور کیونکر کر سکتے ہیں اس لئے کہ وہ
 دونوں پاس دیکھتے ہیں کہ خزانہ بھرا ہوا ہے۔ لشکر بہت ہے خدمت گزار شائستہ ہیں۔ آدمی
 فرماں پذیر ہیں۔ دانش مندوں کی کثرت ہے۔ ہنرمندوں کا ابنوہ موجود ہے اسباب
 نشاط بہت جمع ہیں مگر راست میں زور و نگاہ پر یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سامان اول
 پاس پر بجا ہوتا ہے اور دوسرے پاس زور و زوال اول اس اسباب کے ساتھ دل کو
 وابستہ نہیں کرتا بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ستم کے نقش کو مٹائے اور استعداد
 کو بروئے کار لائے۔ امن عافیت عفت۔ عدالت لطف وفاق حقیقت افزونی اخلاص وغیرہ
 کے نتیجے پیدا کرے۔ دوسرا پادشاہ اپنی ظاہری کام روائی اور خوشنظر آرائی اور پرستاری
 مردم اور تن آسانی میں گرویدہ ہوتا ہے جس سے بینا کی بجائے آرمی و آوینش و سنگاری
 و بیوفائی و دروئی کو رونق ہو جاتی ہے آج کل مہذب گورنمنٹوں کی توجہ اس بات پر ہے

کہ انسان کے۔ مایند کا ڈلو آپ منٹ ہو یعنی انسان میں جو قابلیتیں ہیں وہ آشکارا ہوں۔ یہی مطلب اس فقرہ کا ہے کہ بروے کار آوردن استعداد یا پادشاہی ایک فروغ الہی ہے جس سے یہ گرامی قوتیں ظاہر ہوتی ہیں اول پدیری مردم زاد طح طرح کے آدمی اس کی مہربانی سے آرام پائیں۔ مذہب کے اختلاف سے وہ کسی سے دگرگوں نہو اور زمانہ کے مزاج کو پہچانے اور اس کے موافق کار بند ہو فراخی حوصلہ ناملائم بات کے دیکھنے سے وہ خود رفتہ نہ ہو اور کوئی اس سے آزر نہ ہو وہ خاطر دل گرفتہ نہ ہو وہ دلاوری سے اپنا پاؤں رکھے وہ اپنی دلیری خداداد سے بدی کی مکافات لے کسی مجرم کا بڑا آدمی ہونا اس کو سزا سے نہ بچائے اور اس کی کشت وہ دستی سے چھوٹے بڑوں کا کام نہ لے اور کسی آرزو مند کو انتظار نہ کھینچنا پڑے سوم توکل روز افزوں خدا کو کار ساز حقیقی جانے۔ اسباب کی دگر گونی سے پرانگندہ نہ ہو۔ چہارم ایزدی نیایش کامیابی کے سبب غافل نہ ہو جائے۔ ناکامی کی حالت میں آدمیوں سے در یوزہ گرمی میں دیوانہ نہ بنجائے اپنی خواہش کی باگ کو عقل کے ہاتھ میں رکھے ہوا دھوس میں بے آرام نہ ہو۔ ناہائست کی جستجو میں اپنے انفاس گرامی کو ضائع نہ کرے۔ تہرمان خشم کو آگاہی کا فرمان پذیر بنائے تابینا غضب غالب ہونے پائے۔ اور سبک سری اندازہ سے باہر نہ جلے وہ مدارا ایسا اختیار کرے کہ کج روش پھر راہ راست پر باز گفت گویں اور انکی بھجائی کا پردہ دریدہ نہو انصاف کے وقت ایسا منصف بنے کہ یہ معلوم ہو وہ خود داد خواہ ہے اور داد خواہ کار فرما آرزو مندوں کو انتظار کی راہ میں نہ بھٹائے خالق کی فرمان پذیری خلقت کی رضامیں جانے خلق کی خوشنودی کے لیے عقل کی مخالفت نہ کرے حق گویوں کا جو یا رہے۔ جو باتیں تنہ نما دشیریں اثر ہوں ان سے غصے میں نہ آئے وہ مراتب سخن کا اور مدارج گزارندہ کا پاس رکھے اسی پر قناعت نہ کرے کہ خود ظلم نہ کرے بلکہ اپنی قلمرو میں ستم نہ ہونے دے۔ ان اوپر کے فقرہوں سے معلوم ہوتا

ہر کہ مذہب گورنمنٹ کے معنی پہلے لوگ وہی سمجھتے تھے جو اب سمجھتے ہیں پہلے اور پچھلے لوگوں میں دورانی نہیں ہے۔ یہ دو باتیں اوپر کے بیان میں قابل غور ہیں کہ مذہب کے سبب پادشاہ کسی سے دگرگوں نہ ہوا اور جرم کے سزا دینے میں مجرموں کو خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے مساوات ہو۔ مجرم کا محترم ہونا اُس کو جرم کی سزا سے نہ بچائے۔ آجکل ہم یہی برٹش گورنمنٹ کی عدالت دیکھتے ہیں کہ وہ جرم کی سزا دیتی ہے۔ مجرم کے چھوٹے بڑے ہونے کو نہیں دیکھتی ہے بلکہ جرم پر پکا کر تی ہے اور نہ مذہب کے سبب سے وہ کسی شخص کی حق تلفی کرتی ہے۔ پادشاہ کو چاہیے کہ وہ شخص زمانہ کی صحت کی نگاہداشت کرے اور اس کے سبب طرح کے ارادوں کا علاج کرے جیسا عناصر کے تکافو سے اعتدال مزاج پیدا ہوتا ہے ایسا ہی اہل عالم کی طبیعت میں تعدیل مراتب سے سویت پیدا ہوتی ہے اور یکتا دلی اور یکجہتی سے بہت آدمی یک تن ہو جاتے ہیں اہل جہاں چارہ گروہ سے باہر نہیں ہوتے مہارزائل شخص عالم میں آگ کا حکم رکھتے ہیں اس گروہ کی عقل تہر آمیز کے شعلے سے بد بختوں کی شورش افزا فتنہ سازی کا خد و خاشاک جلپاتا ہے اور دنیا کی آشوب گاہ میں آسائش کا چراغ روشن ہو جاتا ہے۔

پیشہ و روز تاجر بمنزلہ ہوا کے ہیں اس گروہ کی کارپردازی اور جہاں نور دی سے فیض اندی شامل حال ہوتا ہے اور خوشدلی کی نسیم گلبن زندگی کو بڑھاتی ہے۔ اہل قلم جیسے حکیم و طبیب و محاسب مهندس و اختر شناس مثل آب ہیں۔ اس گروہ کی قلم و علم کی جو نبار سے دنیا کی خشک سالی میں آبیاری ہوتی ہے اور آفرینش کو ایک خاص طراوت پہنچتی ہے۔

برترہ گراور کشا و رز مثل خاک ہیں انھیں کے وسیلہ سے سرمایہ زندگی سرانجام پاتا ہے اور انھیں کی کارکردہ سے تنومندی و شادمانی جمع ہوتی ہے فرمانروا کو ضرور ہو کہ انہیں سے ہر ایک کو اپنے پایہ پر رکھے جس سے جہاں آباد ہو۔ اور کار آگاہی کو قدر دانی سے پرورش کرنے کا زمانہ کی پرانگندگی دور ہو اور کار و بار کی ترکیب میں اعتدال پیدا ہو جس سے کہ شخص جہاں چار کیفیت کے آدمیوں سے حسن تعدیل پاتا ہے ایسے ہی سلطنت کی بیکری بھی

چار طرح کے طبقات سے انتظام کا غازہ اپنے منہ پر ملتی ہو اول نوینان و دولت جو اپنے اعتبار پر لرزاں نہ ہو کر برآمد کار کرتے ہیں اور نبرد گاہ ناموس دوستی کے لواحق روشن کر کے جان دینے سے دست کشی نہیں کرتے یہ امر اچھے آتش ہیں کہ دل افروز بھی ہیں اور دشمن سوز بھی صدر نشین اس گروہ کا وکیل ہو وہ اخلاص کے چار مرتبوں پر چنگا نایب ملکی و مالی ہوتا ہو مشوروں کی مجلسوں کو اسکی شناسائی سے فروغ ہوتا ہو اور فرماں روائی کے امور جلیل اسکی شرف نگاہی سے انتظام پاتے ہیں۔ ترقی تنزل نصب عزل اسکی صوابدید سے ہوتا ہو وہ چاہیے کہ دیدہ ور۔ صائب فکر۔ بلند ہمت۔ نیک محضر۔ تو نگہ دل۔

فراخ حوصلہ۔ صاحب صلح کل۔ کشادہ پیشانی۔ خویش و بیگانہ کی سات یکجہت۔ دوست و دشمن کے ساتھ یکساں سنجیدہ سخن۔ کار کش۔ راست گفتار۔ موقر۔ موؤب۔ مستشار موتمن۔ خرم آراء۔ دور اندیش۔ سلطنت کا ادب شناس۔ خلافت کا راز دان۔

نہ کسی کا بار بستہ رکھے۔ اور نہ اپنے کام کی کثرت سے دل تنگ ہو۔ اوروں کی آرزو برآں میں اپنے اوپر منت رکھے۔ پایہ شناسی سے کار سازی کرے۔ ہر دل عزیز ہونے کے لیے زیر دستوں کو گرمی رکھے۔ اور نالائق گفتار اور بد کردار سے اپنے تئیں باز رکھے اگرچہ وہ صاحب دفتر نہیں ہوتا مگر دفتر کے کار فرما اُس سے رجوع کرتے ہیں۔ وہ دور اندیشی سے اپنے مقاصد کی فہرست بناتا ہو۔ اس گروہ میں میر مال (جو پادشاہ کا جیب خراج اٹھاتا ہو) مہر دار۔ میر بخشی (جو سپاہ کو تنخواہ تقسیم کرتا ہو) باریگی (افسر جو دریا میں پادشاہ کے زور و آرمیوں کو پیش کرتا ہو) اور لوگوں کی عرائض سناتا ہو اسی کو میر غرض بھی کہتے ہیں) تور بگی (پادشاہ ہتھیاروں اور نشانات کو رکھتا ہو)۔

میر توزک (افسر تمام رسومات کا) میر بجز۔ میر بر (پادشاہی جنگلوں کا افسر) خوان سالار (بورچی خانہ کا افسر) تنشی (پادشاہ کا خاص محرر) قوش بگی (پرنڈوں باز و کبوتروں کے کارخانہ کا افسر) اختہ بگی (اصطبل کا افسر) ان میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ

اوروں کے کام سے بھی بہرہ رکھتا ہو۔ دوم اولیائے نصرت سرشتہ داد و ستد یعنی آمد و خرچ ملکی کے فراہم کرنے والے اور نگہبان ہیکل فرمانروائی میں مثل بادہیں کہ نسیم و لنواز بھی ہیں اور سموم جاگند از بھی۔ ان میں ہرزگ وزیر ہوتا ہے اسے دیوان بھی کہتے ہیں وہ پادشاہ کا نائب مالی ہوتا ہے وہ خزانوں کی پاسبانی اور محاسبات کا اہتمام کرتا ہے نقد عمل کا پرکھنے والا خزانہ جہاں کا آباد کرنے والا ہوتا ہے وہ الہی بندہ ہوتا ہے۔ اچھا حساب داں سیر چشم۔ بیدار مغز۔ گرم خون۔ پرہیزگار۔ کار ساز۔ خوش عبارت۔ منقح نویس۔ راست گو۔ دیانت گزین۔ نیک منظر۔ جد کار۔ وہ اصل میں صاحبِ فقر ہوتا ہے۔ جب مستوفی (نائب دیوان) کو کسی معاملہ میں مشکل پیش آتی ہے تو وہ وزیر کی دہ بینی سے سہل ہوتی ہے اور اگر اس سے بھی یہ عقدہ حل نہیں ہوتا تو وکیل اسکی کشائش کرتا ہے۔ مستوفی صاحب توجیہ (سپاہ کا حساب کھنے والا) اور چہ نویس (پادشاہ کے روزمرہ کا خرچ کھنے والا) میر سامان (دربار کے اسباب مخازن کا افسر) ناظر بیوتات (پادشاہ کے کارخانوں کا حساب کھنے والا) مشرقہ گنجور (محرم) و قلم نویس۔ عامل خالصہ (کلکٹر) اسکے پیرو۔ ان سب عہدہ داروں کی کارکردہ وزیر کی عقل سے ہوتی ہے۔ بعض پادشاہ وزارت کو وکالت کا ایک جزو شمار کرتے ہیں اور ان دونوں ارکانِ دولت کے کاموں کو ایک بنکو کار طلبگار کو دیتے ہیں۔ کبھی وکیل کی نایابی کے سبب ایک شخص کو جسیں وکالت کے اوصاف پائے جائیں مشرف دیوان کرتے ہیں اس کا رتبہ دیوان سے بالا اور وکیل سے فروتر ہوتا ہے۔

سوم اصحابِ صحبت۔ وہ اپنی دانائی کے فروغ سے اور زرف نگاہی کے پر تو سے وقت شناسی کی قوت سے فرط مزاجدانی سے کشادہ روی سے فصیح بیانی سے انجمنِ خلافت کو زینت دیتے ہیں اور اپنی رائے روشن اور اندیشہ درست سے دنیا کے عہدہ دار میں آؤ کو پابند کر کے خشکسنی کی آگ کو حکمت کی بارش سے بجھاتے ہیں۔ اس گروہ کو پادشاہی پیکر میں پانی کا رتبہ دیتے ہیں جب صافی مزاج ہوتے ہیں تو دولوں سے کدورت دھوتے ہیں محض کوتاہی

اور شاہدانی دیتے ہیں اور اگر اعتدال سے باہر ہوتے ہیں تو عالم کو طوفان بلا میں غرق کر دیتے ہیں اور حوادث کی موج خیز سے سیل فانیں بہا دیتے ہیں۔ اس گروہ میں سرآمد حکیم ہر وہ اپنی دانش اور کردار کی امداد سے تہذیب و اخلاق کے اصلاح عالم میں کمر ہمت باندھتا ہے۔ صدر (جس کو صدر جہاں بھی کہتے ہیں وہ چیف جسٹس سلطنت میں ہوتا ہے) میر عدل۔ قاضی طلیب منجم شاعر زمانہ اور اسی طرح کے آدمی اس گروہ میں داخل ہوتے ہیں۔

چہارم ارباب خدمت سلطنت کی پیشگاہ میں پادشاہ کی پرستاری پر لازم ہوتی ہے جہاں آرائی کی ترکیب میں انکو خاک کا درجہ دیتے ہیں وہ شاہراہ بندگی میں افادہ اور خطر گاہ قربت کے خاکسار ہوتے ہیں اگر وہ غل و غش سے پاک ہوتے ہیں تو اکسیر کا حکم رکھتے ہیں ورنہ چہرہ مقصود پر بغیر ہوتے ہیں خواص۔ تورچی۔ شربت۔ آبدار۔ توپچی۔ کرکرات اور اسکی مثل۔

پہلے عاقل کہہ گئے ہیں کہ سلطنت کے چار رکن یہ ہیں اول عامل درست کردار نگاہبان کش اور زیاسبان رعیت آباد ساز ولایت۔ مایہ افزا سے خزینہ دوم تیار دار سپاہ کار ساز بے منت۔ سوم میرداد آزمندی و غرض پذیری کو چھوڑ کر شرف نگینی و درست بینی سے کام کرے اور گواہ و قسم پر مدار نہ رکھ کر طرح طرح کی پرستش سے اصل مقصود کو دریافت کرے چہارم جاسوس کہ سوانح روزگار پر بغیر کم و بیش کے مطلع کرے اور سرشتہ راستی اور دور یابی کو ماتہ سے نہ دے۔

پادشاہ داد گر کو ان پانچ طرح کے آدمیوں کو پہچاننا ضروری ہے۔ اول وہ فروہیدہ مرد کہ وقت کی ضروری شائستگیوں کو اپنے علم سے عمل میں لاتا ہو۔ نیکوئی کے چشمے کو اپنے گھر میں نہ لیجائے۔ بلکہ اس سے اوروں کی کمیتی باڑی کو سرسبز کرے ایسا مقدس بزرگ پادشاہ ہنر بانی اور دولت افزائی کے لیے سزاوار ہے۔ بعد اس کے وہ سعادت پسند وہ ہے کہ وہ خود ہی نیک عمل کرتا ہو مگر اوروں کو فائدہ نہیں پہنچاتا ہے اگرچہ وہ عاطفہ و احترام کے لائق ہوتا ہے لیکن وہ بڑے اعتبار کے ستیاں نہیں ہوتا اس سے کمتر وہ سادہ لوح

ہوتا ہے کہ اسکے استین اعمال پر نیکی کے نقش نہیں ہوتے مگر اس کا دامن بدکرداری سے بھی
غبار آلود نہیں ہوتا ایسا آدمی بزرگی کے لائق نہیں ہوتا مگر وہ عاقبت میں سائنشی کے
لائق ہوتا ہے اس سے فرد تر وہ غنودہ بخت ہے جس کی نگاہ میں سولے تباہ کاری کے اور اسباب
نہیں ہوتا لیکن خلقت اسکے گزند سے ایمن ہوتی ہے اس کو پادشاہ کو چاہیے ناکام رکھ کر اچھی
نصیحتیں اور جاگہ نکوش اور پسندیدہ مالشیں کر کے نیکی کی طرف لائے سب سے بدتر وہ بدگوہر
ہے کہ وہ اپنی سیہ کاری سے اوروں کی تیرگی زیادہ کرتا ہو اور اس کے سبب سے خلقت برباد
تکلیف میں ہو اگر اس کو پہلی دار و جواد پر بیان ہوئی سود مند نہ ہو تو کوڑھی کی طرح اس کو
اہل شہر کی آمیزش سے باز رکھے۔ اور اگر وہ اس دھڑاش سیلی سے بھی اپنی بیدار نشی کو نہ
چھوڑے تو اس کو غم کے شگنہ میں کھینچ کر گھر سے باہر نکال دے اگر یہ علاج بھی اسکے مزاج کو
فائدہ مند نہ ہو تو ملک سے نکال دے۔ اگر اس سے بھی اس کا خست دور نہ ہو تو اس کو
اندھا کر دے یا ہاتھ پاؤں کاٹ دے مگر جان کے لینے میں دلیری نہ کرے۔ عاقلوں نے
انسان کو بنائے ایردی سمجھ کر اسکی خرابی کی اجازت نہیں دی ہے۔

پادشاہ نے بہرزی منزل اور بروندی سپاہ و آبادی ملک کے لیے آئین مقرر
کئے ہیں خلاصہ کے طور پر وہ لکھے جاتے ہیں۔

دفعہ اول منزل آبادی

وہ شخص بلند فطرت اور عالی ہمت ہے کہ آفرینش کی ذرات کو غیر کی گزیدگی بغیر قدرت
ایریدی کی نیرنگی کی جلوہ گاہ جانے اور اس کے اندازہ کے موافق اپنا ظاہری و باطنی
چال چلن بنائے اور از روئے شناسائی خویش دیکھانے کی قدر دانی کرے اگر اس کو یہ
یاقین نہ حاصل ہوں تو اس کو ضرور ہے کہ وہ دنیا کے جھگڑوں و لڑائیوں میں نہ پڑے
اور آشتی کا طریقہ اختیار کرے۔ اگر تجرد گزیر ہو تو اپنے میں ہر گ خوش پیدا کرے

اور اگر وابستہ دنیا ہو تو وہ اپنے کاموں میں انتظام میں عاشقانہ دل لگائے اور آزاد و خاطر زندگی بسر کرے سچی بزرگی خواہ وہ صوری ہو یا معنوی دنیا کے چھوٹے بڑے کاموں کے کرنے کو منع نہیں کرتی۔ بلکہ اُس کے کرنے کو خدا کی عمدہ بندگی جانتی ہے۔

اگر وہ اپنے سب کام نہ کر سکے تو اُس کو چاہیے کہ سخت شرف نگاہی اور درست کاردانی سے ایک ویسے دانشمندوں کو انتخاب کرے کہ وہ خود پتھر وہ بے تعصب۔ جدکار شناسا دل ہوں اور ان کی دید بانی پر کاموں کو چھوڑ دے۔

کار آگاہ اس کو فرماں روا انہیں شمار کرتے کہ وہ بڑے ہی بڑے کاموں میں مصروف نہ ہو اگرچہ بعض منصف اہل عالم ایسے پادشاہ کو معذور جانتے ہیں اس لیے کہ بیشتر نقد و دست خوش آمد گو جو اپنے تئیں جیلہ سازی سے نیک دکھاتے ہیں اور تفاوت مراتب کی گفتار کو پیش کرتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ یہ کام کرنے پادشاہ کی شان کے خلاف ہیں اور اس طرح ان پادشاہوں کو جو ظاہری صورت پر مرتے ہیں خواب غفلت میں سلا دیتے ہیں اور ان کا مقصد اس سے یہ ہوتا ہے۔ خود داد و دست کی دکان کو آراستہ کریں اور اپنے گھر کو آباد کریں۔ بخت آور فرمانروا جزئیات و کلیات میں فرق نہیں کرتے اور تائید الہی کی قوت سے دونوں عالم کا بوجھ اپنی ہمت کے کندھے پر رکھتے ہیں اور آزاد خاطر و سبکدوش رہتے ہیں چنانچہ شہنشاہ اکبر کا حال یہی ہے کہ وہ اپنی دیدہ وری سے کارخانوں کی آبادی میں توجہ کرتا ہے جس پر اور پہلے پادشاہ اپنی تعظیم کے سبب سے کمتر مشغول ہوتے تھے۔ باوجودیکہ یہ جہان بانی کا اول پایہ ہے۔ یہ پادشاہ ہر کارخانہ کے لیے شائستہ آئین بناتا ہے اور اس کو خدا کی رضامندی کی دستاویز جانتا ہے اور اس کام میں دو چیزوں پر کامیابی موقوف ہے۔ اول و اتائی اور بنش سے احکام جہاں آرا کا ظاہر ہونا پادشاہ کی طرے سے۔ دوم راستی نش جد گزنیوں کو کام پسند ہو کر ان کی نگہبانی کی جائے۔ باوجودیکہ بیشتر بیوتات کے کار گزار سپاہ کے جرگہ

میں علف پاتے تھے اس پر بھی انکا بیخ ^{۳۹} الہی میں تیں کر ڈرا کیا نوے لاکھ چھپاسی ہزار
سات سو پچانوے دام تھا۔ سلطنت کے جیسے مخارج روز بروز بڑھتے جاتے ہیں ایسے ہی
داخل۔ سو کارخانوں سے زیادہ کارخانے ہیں اور ہر ایک کا رخانہ مثل شہر کی کیا ملک کی
مانند ہے۔ پادشاہ کی توجہ سے ہر کارخانہ کا عمدہ سامان ہے اور ہمیشہ بڑھتا جاتا ہے۔ جتنی پادشاہ
کی دولت بڑھتی جاتی ہے اتنی ہی ان کارخانوں کی بخاری اور تیمار داری زیادہ ہوتی جاتی
ہے ان کارخانوں کا حال لکھا جاتا ہے۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ خدا کی عبادت کوئی اس سے بڑی نہیں ہے کہ آدمی زمانہ کی پریشانیوں
کو اور خلقت کی پرانگیوں کا انتظام کرے اور پریشانیوں کو دور کرے۔ یہ جب ہوتا ہے کہ زمین
آباد ہو اور منزل معمور ہو اور مجاہدان دولت کے لیے سامان حمیا ہو اور سپاہ نیک کردار
ہو۔ اور یہ باتیں جب ہوتی ہیں کہ پادشاہ درست تدبیر اور خلقت کا تیمار دار اور
گزیدہ مال کا جمع کرنیوالا اور عقل کے حکم کے موافق بیخ کر نیوالا ہو اس سے اہل شہر
اور اہل وہ کے لیے جو ہونا چاہیے وہ سرانجام پاتا ہے اور دونوں گروہ کی شائستگی کا اہتمام
ہوتا ہے۔ دید و داد گروں کو روپیہ کے جمع کرنے کی فکر ضرور دنا گزیر ہے۔ جیسے کہ تجرد
پیشہ دارستوں کے لیے روپیہ کا جمع کرنا اور اس کی افزائش میں کوشش کرنا مذموم ہے
ایسے ہی اہل تعلق کو اسکے برخلاف کرنا مذموم ہے۔ یہ ظاہر نگاہ کوتاہ بینوں کی سخن سرائی
ہے۔ ورنہ حقیقت میں دونوں گروہ ان چیزوں کے لیے تگایو کرتے ہیں کہ جبکی ان کو
حاجت ہے۔ سیر دل تہید ست خورش پوشش اس قدر چاہتے ہیں کہ جس سے ان کو اپنی
پزیرہش آگئی کے لیے قوت حاصل ہو اور گرمی اور سردی کی اذیت سے پناہ میں رہیں
دوسرے گروہ کی کفایت یہ ہے کہ خانوں کو دولت سے بھریں اور اسباب سطوت کو
جمع کریں اور اور امور اپنی طاقت بڑھانے کے لیے سوچیں۔ اس زمانہ میں کہ پادشاہ نے
لقاب اٹھا کر انتظام مہمات میں کچھ توجہ فرمائی تو اعتماد خاں خواجہ سرکوشاں

خطاب کے لائق جان کر اپنا راز دل ظاہر کیا اور خواجہ کی کاروائی کے نسبت پادشاہ کے دل میں جو تھادہ عمل میں آیا اور وہ مرتبہ بمرتبہ وسعت بکڑتا گیا اور عمدہ سامان اس کا مہیا ہوتا گیا۔ ہر طرح کی زمین کے خراج کی تحقیقات ہوئی۔ راستی نش کارویدوں کی دانائی سے اسکا نیک انجام ہوا۔

ایسی رسائی کے ساتھ کہ جس میں آشناد بیگانہ کی تمیز کچھ نہ تھی جو زمینیں خالصہ ہونے کے لائق تھیں وہ خالصہ ہوئیں اور جو جاگیر ہونے کے قابل تھیں وہ جاگیر ہوئیں۔ جد گزین دیا نت منشوں کو ایک ایک کروڑ دام کی آمدنی سپرد ہوئی اور سیر چشم تلکچی (محرر) ہمراہ کیے گئے اور ایک سعادت منش خزانچی مقرر کیا گیا اور انکو کسانوں کی برداشت کی نظر سے یہ حکم ہوا کہ وہ کسانوں سے زر خالص کے لینے میں اصرار نہ کریں (یعنی ان سے کمال وزن کے طلب نہ کریں) بلکہ جیسے سکے وہ دین انکی رسید مہر لگا کر انکو دیجائے۔ اس شائستہ آئین سے پادشاہی کلکٹروں کے دل سے تردد اور لاعلمی کا رنگ چھل گیا اور رعیت نے طرح طرح کے ظلموں سے رہائی پائی مال کی افزونی ہوئی۔ ملک کی آبادی بڑھی۔ جب یوں مال کا چشمہ صاف ہو گیا تو کل کی خزینہ داری کے لیے ایک خزانچی سیر چشم جد گزین کو تہہ دست مقرر کیا اور اسکی مدد کے لیے داروغہ اور نویسندہ معین ہوا۔ خرم آرائی کام میں آئی اور کار آموزی کا آئین مقرر ہوا۔

ایک ایک کروڑ دام کی آمدنی جد گزین دیا نت منشوں کو سپرد ہوئی۔ اور تلکچی (محرر) سیر چشم انکی ہمراہ کیے گئے اور ہر ایک کے واسطے ایک سعادت منش خزانچی مقرر ہوا۔ یہ حکم دیا گیا کہ جب ہر مرتز کے خزانچی پاس دلا کھدام جمع ہو جائیں تو پادشاہ کی درگاہ میں وہ روپیہ لیکر اس خزانچی کو سپرد کریں اور اسکے ساتھ اس ل کی جگہ نگہی بھی لکھ کر بھیجیں کہیں پیشکش کی گردآوری کے لیے خزانچی جدا مقرر کیا اور لاوارث مال کے لیے کمندی مقرر کیا اور نذر کی پاسبانی ایک راگاہ کو سپرد کی اور تلامدان اور خیرات کے دینے کے لیے ایک درنیک دمی مقرر کیا خراج کے واسطے طرح طرح کے آئین مقرر کیے اور راستی کارنگا بہان اور شائستہ داروغہ اور درست قلم تلکچی جدا جدا مقرر ہوئے۔ سالیانہ خراج کے

یہ خزانچی جمع کا خزانچی خرچ کو روپیہ دے اور اس کی درست رسیدیں لے لے۔ آوارہ نویسی آسانی سے ہونے لگی۔ فرمانروائی کا چین زار شاداب ہوا۔ تھوڑی مدت میں خزانے مالا مال ہو گئے لشکر کی افزائش ہوئی کجگراستاب فرماں پذیر ہوئے۔

ایران اور توان میں خزانچی ایک ہوتا ہوا سیلے محاسبہ میں بہت وقت اٹھانی پڑتی ہے۔ پادشاہ نے مال کی زیادتی اور کام کی افزودنی کے سبب بارہ خزانچی مقرر کیے کہ وہ اندوختہ روپیہ کی نگہبانی کریں خزانچی طرح طرح کی نقد کے واسطے اور تین خزانچی جو اہر و طلا و مرصع کے لئے خزانوں کا اندازہ گزارش سنیں کر سکتا کہ پادشاہ اپنی غیاء شناسی سے کردار کے پاداش میں نوازش اور نگوہش کرتا ہو سیلے کام میں رونق پڑتی ہے۔ ہر کارخانہ کا خزانچی جدا جدا ہر جنگی گنتی تلو کے قریب ہوگی۔ ہوشمند دید و روز بروز ماہ بہ ماہ فصل بفصل سال بسال داد و ستد و آمد و خرچ حساب کو درست رکھتے ہیں جس سے دنیا کا بازار گرم رہتا ہے۔

پادشاہ کا حکم یہ بھی ہے کہ ہمیشہ بارگاہ عام میں اسٹرنیوں اور روپیوں کو آمادہ رکھے کہ بہت سے خواہشگر مستمند انتظار کے رنج کے بغیر کامیاب عسرت ہوں اور دولتانہ کے میدان میں ایک کر ڈر روپیہ تیار رہے۔ ہزار دام ایک ٹاٹ کی تھیلی میں رکھے جائیں اس کا نام سہسے اور اس کے تونے کو گنج کہیں۔ سوار اسکے پادشاہ اپنے خاصوں کو بہت روپیہ حوالہ کرتا ہے کہ وہ وقت نا وقت اس کو تیار رکھیں اور بعض بہلہ میں رکندر دوست رکھتے ہیں اس سبب سے لوگ اس کو خرچ بہلہ کہتے ہیں (تھیلے کو ہندی میں بہلہ کہتے ہیں)۔

پادشاہ نے ایک شناسا دل شیر چشم درست کار گنجران جو اہر کے لیے مقرر کیا ہے اور اسکے ساتھ ایک تنکچی اور داہ و غہ اور دیدہ و رجوہری مقرر کیے ہیں جو سب ملکہ کام کرتے ہیں۔ یہی چاندوں اس کارخانے کے رکن ہیں ہر ضلع کے جو اہر کا ایک درجہ متغیر ہے جس سے ان میں کچھ اشتباہ نہیں واقع ہوتا۔ لعل۔ الماس۔ زمرد۔ یاقوت۔ سنخ و کبود۔ مردارید کے اقسام اور ان کے وزن اور قسمیں مقرر ہیں۔

(۳) این جو اہر

سکہ خانہ کی آبادی سے خزانہ کی مایہ افزائی ہوتی ہے اور ہر کار کاروانج اس سے رونق پاتا ہے اس لیے اس کا حال کچھ لکھا جاتا ہے۔ شہر کے اور گانوں کے بہنے والے کام روپیہ سے چلتا ہے اور ہر ایک اپنی ضرورت کے اندازہ کے موافق اس کو لیتا ہے جو آزاد ہیں وہ اسی قدر اسکو لیتے ہیں جتنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جو اہل دنیا ہیں وہ اس کو اپنی مراد کی سر منزل جانتے ہیں۔ ناگزیر ہر ایک کو اس سے سروکار ہے۔ خردمند اس کو جانتا ہے کہ دین و دنیا کی آرزوئیں اسی سے برآتی ہیں اور انسان کی زندگی کا مدار اسی پر ہے اس لیے کہ انھیں کے ذریعے سے خوش و خوش حاصل ہوتی ہیں اور یہ دونوں چیزیں بہت رنج و محنت سے حاصل ہوتی ہیں ان میں بونا۔ جوتنا۔ پالنا۔ صاف کرنا۔ گوندھنا۔ پکانا۔ کاتنا۔ توتنا۔ بننا۔ اور اور کام کرنے پڑتے ہیں۔ ان کاموں کا سامان بہت سے یاوروں کے بغیر میر نہیں ہوتا اور ان کے کرنے کے لیے ایک آدمی کی قوت کافی نہیں ہوتی۔ روز بروز اکیلے سے کار سازی دشوار کیا بلکہ ناممکن ہوتی ہے آدمی کے لیے مکان کا ہونا بھی ضرور ہے کہ وہ چند روزہ سامان کو اس میں رکھے اسکو وہ اپنی منزل (گھر) رکھتا ہے خواہ وہ خیمہ ہو یا غار ہو۔ انسان کی پیدائش اور پائیدگی ان پانچ چیزوں سے ہوتی ہے۔ پدر۔ مادر۔ فرزند۔ خادم۔ قوت (خوراک سبکی کار پر داز ہے۔ چونکہ زیادہ تر ہمارا اسباب پائیدار نہیں ہوتا اور ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے اس لیے زر کی احتیاج ہوتی ہے۔ اور زر بہ سبب استواری جو ہر اور سخت پیوند کے دیر پا ہوتا ہے اور تھوڑا سا بھی بہت کام کر دیتا ہے اور سفر میں وہ بہت کام آتا ہے۔ چند روز کی غذا کا لیجانا دشوار ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ بہت ماہ و سال کی غذا کا۔ یہ خدا کی عنایت ہے کہ اس نے زر پیدا کیا ہے جس کے سبب سے بغیر رنج کشی کے زندگی کا سرمایہ آمادہ ہو جاتا ہے اور اس سبب سے آدمی شائستہ کام کرتا ہے اور خدا کی عبادت اچھی طرح کرتا ہے اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ وہ نرم اندام۔ نیک مزہ۔ خوشبو دار ہوتا ہے اس کی ترکیب غصری قریب بہ اعتدال ہوتی ہے اس کے چہرہ میں چاروں عنصر اپنی صورت دکھاتے

ہیں۔ رنگ میں آگ۔ صفائی میں ہوا۔ نرمی میں پانی اور گرانی میں خاک بر خلاف اور فلزات کے اس پر یہ چاروں عنصر اپنا اثر نہیں کرتے۔ آگ میں وہ جلتا نہیں۔ ہوا اس میں تاثیر نہیں کرتی۔ پانی مدتوں میں بھی اس میں تغیر نہیں پیدا کرتا۔ خاک اس کو بوسیدہ نہیں کرتی۔ اس لیے وہ بڑا دیر پا ہوتا ہے اور حکمت ناموں میں عقل کو جیسر کام کی تدبیر ہوتی ہے ناموس کہہ کتے ہیں اور زر کو کہ اُس سے روزی کا اسباب میر ہوتا ہے۔ ناموس اصغر کہتے ہیں اسکے گرامی صفات یہ ہیں حافظ عدالت۔ مقوم کلی۔ اس سے اشیاء کی تقویم ہوتی ہے اور عدالت کی بنیاد اس پر قائم ہوتی ہے خدا نے چاندی اور تانبے کو بھی انسان کی خدمت گزار کے لیے رواج دیا ہے ان نقد کے رواج میں داد گر فرمانروا اور بیدار بخت جہانیاں دو بینی کر کے بڑی ہمت صرف کرتے ہیں اور اس کام کی عیار افزائی کے ٹکسال اور اس میں شناسا جگزیں راستی نش کار پر داز مقرر کر کے معور کرتے ہیں۔

ٹکسال میں (۱) داروغہ ہوتا ہے جو کاریگروں اور ہلکاروں کو اپنے کاروبار میں سرگرم رکھتا ہے۔ (۲) صیرفی سونے کو کسوٹیوں پر کس کر عیار مقرر کرتا ہے۔ پادشاہ نے سونے چاندی کو ایسا خالص بنایا ہے جو کبھی پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوئے تھے۔ اہل ایران سونے کو دس عیار سے زیادہ نہیں جانتے تھے اور سب سے زیادہ خالص سونے کو وہ دہی کہتے تھے ہندوستان میں سونا بارہ بانی ہوتا ہے جبکہ خالص ہونے کی عیار بارہ قسم کی ہوتی ہیں۔ دکن میں ایک رائج سکہ مہن تھا اسکا پیرانا سونا سب سے زیادہ خالص اس عیار کا سمجھا جاتا تھا اب اس کا عیار ۸ ۱/۴ شمار ہوتا ہے۔ سلطان علاء الدین کا مدور و خرد و نیک کا عیار پہلے بارہ قرار پایا تھا اب ۱۰ ۱/۴ ہے۔

بنواری مخفف بانوری کا ہے اگرچہ ہندوستان میں ایسے دیدہ و آرمودہ کار صراف ہوتے ہیں کہ سونے کے رنگ و صفائی کو دیکھ کر انکا عیار بتا دیتے ہیں مگر اردوں کی دلنشینی کے لیے یہ قانون مقرر کیا گیا ہے کہ تانبے کی یا مثل اس کے اور چیزوں کی قلیں

بناتے ہیں اور ہر ایک قلم کے سرے پر قموڑا سا سونا پیوستہ کرتے ہیں اور ہر ایک قلم پر اس کے سونے کا عیار لکھ دیتے ہیں جب کسی سونے کا عیار معلوم کرنا ہوتا ہے تو سنگ محک (کسوٹی) پر اس سونے کے اور ان قلموں کے خطوط کھینچتے ہیں پس جس قلم کے خطوط سے سونے کے خط مشابہ ہوتے ہیں وہ اسی عیار کا سونا سمجھا جاتا ہے مگر خطوط ایک ہی طرح کے اور ایک ہی زد سے کھینچنے چاہئیں کہ اس میں کوئی دھوکہ نہ پڑے۔ طلا کے مختلف عیار بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ ایک شے نقرہ خالص اور اسی قدر میں جید کو یکجا کر کے گلاتے ہیں اور پھر اس کو نجد کر لیتے ہیں اور پھر اس آیتختہ کو چھ ماشہ طلائے خالص میں جس کا عیار ۱۰/۱۰ ہوتا ہے اور انکو گلاتے ہیں اور اس زر مغشوش میں ایک شے لیکر اسکے سولہ حصے یعنی آدمی آدمی رتی کرتے ہیں۔ پس اس آدمی رتی کو مختلف عیار کے سونے کی ساتھ ملاتے ہیں اور اسکے موافق اس کا نام رکھتے ہیں مثلاً ۱/۱۰ سرخ طلائے خالص کو اس آدمی رتی کے ساتھ ملائیں تو ۱۰/۱۰ بان کا سونا کہیں گے اور علی ہذا القیاس (۳) امین ہوتا ہے وہ داروغہ کا مدو کار ہوتا ہے حق کو ظاہر کرتا ہے اور لڑائی کو دور کرتا ہے۔ (۴) مشرف وہ روز نامہ لکھتا ہے اور خرچ و دخل کا حساب رکھتا ہے۔

(۵) سود اگر وہ طلا و نقرہ و مس کو لا کر داد و مستد کرتا ہے اور اپنا فائدہ لیتا ہے۔

(۶) گنجور۔ دو سال کے فائدہ کا حساب لکھتا ہے اور داد و مستد کرتا ہے۔

(۷) تراز و کش سکوں کو تولتا ہے اور اسکے وزن کے موافق مزدوری لیتا ہے۔

(۸) گداز گر خام ایک مٹی کے تختے میں جھوٹے بڑے گھر بناتا ہے اور ان کو اندر سے تیل سے چکنا کرتا ہے اور سونے چاندی کو گلا کر ان میں بھرتا ہے پھر انکے شوشے بناتا ہے اور تانبے کی صورت میں تیل سے چکنا کرنے کی جگہ خاکستر لگاتا ہے۔

(۹) ورق کش زر آیتختہ کے چھ یا سات ماشے کے ورق بناتا ہے اس کا لبنان و چوڑاں چھ انگل ہوتا ہے اور اس کو صاحب عیار کے رو برو لاتا ہے وہ ایک تانبے کے قالب میں ڈال کر اس کا اندازہ کرتا ہے اور جو ان میں مناسب معلوم ہوتے ہیں انہیں سکے عدل کا

نقش کرتا ہے کہ کچھ تغیر اس میں نہ ہو۔

جب اوراق پر سکہ عدل لگجاتا ہے تو پھر وہ مصافحے جاتے ہیں۔

(۱۰) گدازگر۔ اوراق خالص کے سونے کو لگجاتا ہے اور اُسکے غموشہ بناتا ہے۔

(۱۱) ضرب۔ سونے چاندی تابنے کے شوشوں کا مجلس بناتا ہے یعنی مسکو کلت کے اندازہ کے موافق کرتا ہے۔ ایران اور توران میں مطلقات کی مقدار بغیر سندان کے برابر نہیں بنا سکتے مگر یہاں بغیر اسکے بناتے ہیں جنہیں بال برابر فرق نہیں ہوتا۔

(۱۲) مہرکن۔ مسکوک کے نقش کو فولا دیا اسکی شکل کسی چیز پر نگارش کرتا ہے فتوہ نقش پذیر ہوتے ہیں۔

(۱۳) سبکی۔ مجلس کو دو سکوں کے درمیان رکھتا ہے اور تنگی دونوں طرف کو نقش پذیر کرتا ہے (۱۴) سبک۔ چاندی کو پاک کر کے قرص بناتا ہے۔

(۱۵) قرص کو ب۔ گرم کر کے جب تک کوٹتا ہے کہ سرب کی بو اس میں سے باکل جاتی ہے۔

(۱۶) چاشنی گیر۔ طلا و نقرہ کو خالص کر کے امتحان کرتا ہے اور اُسکے وجہ مقرر کرتا ہے۔

(۱۷) نیاریہ۔ خاک خالص کو دھو کر چاندی سونا نکالتا ہے خاک خالص اُن اُپلوں کی راکھ کو کہتے

ہیں جن میں سونا چاندی خالص ہوتے ہیں (۸) آئین نقرہ کو طلا سے جدا کرنے کا اور (۹) آئین

خاکستر سے نقرہ جدا کرنے کا چھوڑ دیا گیا۔

پادشاہ کی توجہ سے جتنے زر و سیم کے عیار اور ہو گئے ہیں ایسے ہی اُنکے سکے بہت سی

صورتوں کے ہو گئے ہیں۔ سونے کے سکے یہ ہیں۔

(۱) سنہ۔ ایک ل سکہ ہے جب کا وزن ایک سو ایک تولہ نو ماشہ سات سرخ کا ہے اسکی قیمت سولہ

جلبلی ہے۔ اسکے ایک طرف بیچ میں پادشاہ کا نام ہے۔ محراب میں پانچ طرف السلطان

الاعظم الخاقان المعظم خلد اللہ ملکہ و سلطانہ ضرب دارالخلافہ آگرہ۔ دوسری طرف بیچ میں

کلمہ طیبہ اور آیہ یزق من یشاء بغیر حساب (اللہ رزق دیتا ہے جسکو چاہتا ہے بحساب) چار یا

نقش سونے کے مصافحہ کرنے کا آئین۔

نقش آئین نیم دہائی۔

(۱۱) سونے کے سکے۔

کے نام۔ اول یہ کارپردازی مولانا مقصود نے کی۔ بعد ازاں ملا علی احمد نے یہ شگرف نگاری کی کہ ایک طرف۔ افضل و نیار نیفقه الرجل و نیار نیفقه علی اصحابہ فی سبیل اللہ (سبب افضل وہ دنیار ہو جو آدمی اپنے اصحاب پر خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہو) اور دوسری طرف السلطان العالی الخلیفۃ المتعالی خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و سلطانہ و ابد عدلہ و احسانہ پھر ان سب کو دور کر کے دور با عیان ملک شعراء شیخ فیضی نے لکھیں۔

رباعی

خورشید کہ ہفت بحر از گوہر یافت سنگ سیہ از پرتوآں جوہر یافت
کان از نظر تربیت! جوہر یافت واں زر شرف از سکہ شاہ اکبر یافت

دیگر

ایں سکتہ کہ پیرایہ امید بود با نقش دوام و نام جاوید بود
سیمائے سعادتش ہیں بس کہ بدھر یک ذرہ نظر کردہ خورشید بود
بیچ میں الہی سال و ماہ کے نقش تھے۔

(۲) اسی نام کا ایک سونے کا اور سکہ ہے جس کا وزن ۹۱ تولہ ۸ ماش قیمت اسکی سوہر گر دگیارہ ماشی۔ اوپر وہی نقش تھا جو پہلی پر تھا۔

(۳) رص پہلے جو دو سکے بیان ہوئے اُس سے آدھا ہے۔ کبھی وہ چو گوشہ بھی ہوتا ہے اس کے ایک طرف نقش و نگار ہیں جو سنسہ پر ہیں اور دوسری طرف یہ رباعی ملک شعرا کی ہے۔

رباعی

ایں نقدر واں گنج شاہنشاہی با کوکب اقبال کند ہماہی
خورشید بہ پردش از ازل رو کہ بدھر یلد شرف از سکہ اکبر شاہی

(۴) آتمہ۔ سنسہ کی چو تھائی گول و چو گوشہ۔ بعض پر وہی نقش ہے جو صد مہری سنسہ پر اور بعض پر ملک شعرا کی یہ رباعی منقوش ہے۔

رباعی

ایں سکہ دست نخت راز یور باد پیرایہ نہ سپھر و ہفت خضر باد
زیر نقدیت کار از و چون رباد در دھرداں بنام شاہ اکبر باد
اور دوسری طرف پہلی رباعی۔

(۵) ہنست بھی ایسی دو صورتوں کا ہوتا ہے جیسا کہ آتمہ۔ وہ قیمت میں اول سکہ کا پانچواں حصہ ہوتا ہے ایسی شکل کے اور سونے کے سکے میں جبکی قیمت برابر $\frac{1}{8}$ و $\frac{1}{10}$ و $\frac{1}{12}$ و $\frac{1}{16}$ سنہ کی قیمت کے ہوتی ہے (۶) چگل (بگل) چو گوشہ سنہ کا $\frac{1}{16}$ قیمت دو مہر۔

(۷) لعل جلالی گرد۔ قیمت وزن میں دو مہر گرد کی برابر ایک طرف اللہ اکبر دوسری جانب یامین (۸) آفتابی۔ گول وزن میں ایک تولہ ۱۲ ماشہ $\frac{3}{4}$ سخ قیمت بارہ روپیہ۔ ایک طرف اللہ اکبر جل جلالہ۔ دوسری جانب ماہ و سال الہی و سکہ گاہ۔

(۹) الہی۔ گول و وزن ۱۲ ماشہ $\frac{3}{4}$ سخ اس پر دو منقوش ہے جو آفتابی پر ہے قیمت ۱۰ روپیہ۔

(۱۰) لعل جلالی۔ چہار گوشہ۔ الہی کی برابر وزن اور قیمت میں۔ ایک طرف اللہ اکبر دوسری طرف جل جلالہ۔

(۱۱) عدل گنگہ گول وزن ۱۱ ماشہ قیمت نو روپیہ ایک طرف اللہ اکبر دوسری طرف یامین۔

(۱۲) مہر گرد وزن اور قیمت میں برابر عدل گنگہ کے لیکن منقوش اور طرح پر۔

(۱۳) محرابی وزن و قیمت میں اور نقش میں مثل مہر گرد کی۔

(۱۴) معنی چہار گوشہ مددور۔ وزن اور قیمت میں لعل جلالی و مہر گرد کے برابر منقوش یامین۔

(۱۵) چہار گوشہ۔ نقش و وزن میں آفتابی کی برابر۔

(۱۶) اگر دو نصف الہی نقش وہی -

(۱۷) دھن لعل جلالی سے نصف -

(۱۸) سیلی - عدل گٹکہ سے نصف -

(۱۹) ربی - آفتابی سے چوتھائی -

(۲۰) من - الہی و جلالی کی ایک چوتھائی -

(۲۱) نصف سیلی - عدل گٹکہ کی چوتھائی -

(۲۲) پنج - حصہ الہی کا $\frac{1}{5}$

(۲۳) پانڈو - لعل جلالی کا پانچواں حصہ ایک طرف لالہ کا دوسری طرف نسرین کا نقش -

(۲۴) مٹنی جبکہ اشٹ سدھ بھی کہتے ہیں - مہر الہی کا ایک ٹھواں حصہ ایک طرف اللہ اکبر دوسری طرف جل جلالہ -

(۲۵) کلا - الہی کا سولہواں حصہ اسکے دونوں طرف گل نسرین منقوش ہے -

(۲۶) درہ - الہی کا بیسواں حصہ اسکے دونوں طرف وہی نقش ہے جو کلا پر ہے دار الضرب

کا آئین ایسا ہے کہ ہر مہینے سونے کے سکے لعل جلالی - دھن - من نقش پذیر ہوتے ہیں مگر اور سکے بغیر تازہ حکم خاص کے نہیں بنتے -

(۱) روپیہ گول ۱۱ ۱۲ ماشہ کا یہ شیر خاں کے زمانہ میں داخل ہوا - پادشاہ کے زمانہ میں اسکی

تکمیل ہوئی اور اسپر یہ نقش تازہ ہوا کہ ایک طرف اللہ اکبر جل جلالہ دوسری طرف تایاخ - اگرچہ اسکا

بھاؤ بازار میں چالیس ام سے کم زیادہ ہوتا رہتا ہے مگر واجب میں اسکا ۴۰ دام کا اعتبار ہوتا ہے -

(۱) جلالہ - چار گوشہ - وزن نقش مثل اول -

(۲) درب - جلالہ سے آدھا -

(۳) چرن - جلالہ کی چوتھائی -

(۴) پانڈو - جلالہ کا پانچواں حصہ -

(۱) پانڈی کے لعل

(۵) اشٹ - جلالہ کا آٹھواں حصہ -

(۶) دسا - جلالہ کا دسواں حصہ -

(۷) کلا - جلالہ کا سوٹھواں حصہ - ؟

(۸) سوکی - جلالہ کا بیسواں حصہ -

روپیہ کے ایسی کسروں کی برابر ریزہ سکے بھی لیتے ہیں مگر ان کی پیکر اور طرح کی ہوتی ہے۔

(۱) دام تانبہ کا سکہ ہر اُس کا وزن ۵ ٹانک ہے یعنی ۱ تولہ ۸ ماشہ ۷ رتی وہ روپیہ کا چالیسواں حصہ ہوتا ہے اس کو پیسہ بھی کہتے تھے اور بھلوی بھی - اب اس کا نام دام ہے اسکے ایک طرف ٹکسال کے مقام کا نام ہے اور دوسری جانب سال وسہ اہل حساب ہر دام پچیس حصے خیال کرتے ہیں اور ہر حصہ کو جیتل کہتے ہیں محاسبات میں یہ خیالی تقسیم کام میں آتی ہے۔

(۲) ادھیہ - دام کا آدھا -

(۳) پاؤلہ - دام کی چوتھائی -

(۴) دمڑی - ہر دام کا ایک آٹھواں حصہ -

ابتداءً سلطنت میں سونے کے سکے بہت جگہ بنائے جاتے ہیں مگر اب چار جگہ کے سوا وہ کہیں نہیں بنائے جاتے۔ دارالسلطنت - بنگالہ - احمد آباد - کابل - چاندی و تانبے کے سکے ان چاروں جگہوں میں اور ان دس اور مقاموں میں بنائے جاتے ہیں
الہ آباد - آگرہ - اجین - سورت - دہلی - پٹنہ - کشمیر - لاہور - ملتان - ٹانڈا - تانبے کے سکے فقط ان اٹھائیس جگہ بنتے ہیں - اجمیر - اودھ - اٹک - الور - بدایوں - بنارس - بھکر - بہرہ - پٹن - جوینور - جالندھر - ہرذوار - حصار - فیروزہ - کاپلی - گوالیار - گورکھپور - کلانور - لکھنؤ - منڈو - ناگور - سرہند - سیالکوٹ - سردج - سہارنپور - سارنگ پور - سنبل - قنوج - ریتبھور -

ہندوستان میں زیادہ تر خرید و فروخت مہر گرہ دو روپیہ دوام میں ہوتی ہے۔ خیانت
پیشہ سکوں کی مالش سے اور اُسکے سوار اور طح سے بھی روپیوں کو بڑا نقصان پہنچاتے
ہیں اسی لیے بادشاہ کارپرداز اور نئے آئین مقرر کرتا رہتا ہے کہ اس خیانت کا علاج
ہوتا ہے سکوں کے آئین میں کئی دفعہ تبدیلیاں ہوئیں اور ۲۳۰ جلوس میں کہ احکام سلطنت
کا سرشتہ راجہ تو ٹھل کی ویدہ وری سے منتظم تھا تو بادشاہ نے چار طرح کی مہر کو راج
دیا تھا اول لعل جلالی اسپر بادشاہ کا نام تھا وزن اس کا ایک تولہ ۱۲۰ رتی اور
عیار کامل قیمت چار سو دوام۔ دوم وہ مہر کہ بادشاہ نے ابتدا سلطنت میں جاری
کی اس کا وزن ۱۱ ماشہ تھا۔ وہ تین قسم کی تھی۔ پوسے وزن اور کامل عیار کی قیمت
۳۶۰ دام۔ اگر کسی مدت میں وہ گھس گھسا کر ۳ چاول وزن میں کم ہوتی تو اسکی قیمت
میں فرق نہیں آتا۔ مگر جب چار چاول سے ۶ چاول تک گھسکر کم ہو جاتی تو اسکو نقد دوم
کتے اور اسکی قیمت ۳۵۵ دام ہوتے۔ اگر ۶ چاول سے ۹ چاول تک کم ہوتی تو اسکو
نقد سوم کتے اور اسکی قیمت ۳۵۰ دام ہوتے اور اگر اُس سے زیادہ گھسکر وہ کم
ہو جاتی تو اسکو وزن نامسکوک کتے۔ تین طرح کا روپیہ رواج رکھتا تھا۔ اول چار گوشہ
صاف چاندی کا ۱۱ ۱/۲ ماشہ۔ اس کا نام جلالہ تھا قیمت ۴۰ دام دوم گول اکبر شاہی
تمام وزن ایک سنخ کم قیمت ۳۹ دام دو سنخ کم قیمت ۳۸ دام اور اس سے زیادہ
کم ہو تو وہ چاندی کے بجاؤ کہتا۔

دوسری دفعہ ۱۸ مہر ۲۹۰ الہی میں عضد الدولہ امیر فتح اللہ شیرازی اس کام کا
این مقرر ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ مہر میں ۳ چاول کی اور روپیہ میں ۶ چاول
کی کمی میں مالیدگی پر کچھ خیال نہ کیا جائے اور وہ کامل وزن سمجھے جائیں اس سے زیادہ
جو مہر گھٹ جائے تو بقدر کمی قیمت کاٹی جائے۔ نہ یہ کہ ۹ برنج تک اس کو یکساں
سمجھیں اس سبب سے مہر کی قیمت جو ایک سنخ کم ہوئی ۳۵۵ دام کسرے زائد

مٹی اور ایک سرخ طلائے مسکوک کا نرخ چار دام اور کچھ کسرے زائد اعتبار کرتے تھے۔ پہلے قانون میں ایک نرخ کی کمی پر ۵ دام گھٹاتے تھے۔ اور اگر ۳ نرخ سے زیادہ کمی ہوتی اور یہ کمی بھی نیم نرخ ہوتی تو بھی ۵ دام کا حساب لگاتے تھے اور ڈیڑھ سرخ کی پر دس دام گھٹاکے داد دستہ ہوتی اگر اتنی کمی نہ بھی ہوتی تو بھی دس دام کا حساب لگاتے مگر تازہ آئین میں کچھ کم چھ دام گھٹاتے اور قیمت ۳۵۲ دام کچھ کسر لگاتے۔

عصداالدولہ نے یہ قانون بھی منسوخ کیا کہ گول روپیہ کی قیمت چار گوشہ روپیہ سے باوجود درستی و وزن عیار کے ایک دام کم ہو اور گول روپیہ کی جو ایک سرخ کم بھی ہو چالیس دام قیمت مقرر کی۔ پہلے دو سرخ کم روپیہ کی قیمت دو دام کم شمار ہوتی اب اسکی قیمت میں ایک دام کچھ کسر کم ہوتی۔

سوم جب عصداالدولہ خاندیس گیا تو راجہ تو ڈرمل نے ہر کی قیمت جو جلالہ روپیہ میں شمار ہوتی تھی گول روپیہ میں مقرر کی اور اپنی تعصب نشی و سخن پرستی سے ہر دو روپیہ کی کمی کے قواعد موافق سابق کے مقرر کیے۔

چہارم جب احکام خلافت کی پاسبانی قلعج خاں کو پہنچی تو اُس نے ہر کی قیمت کا قاعدہ وہی برقرار رکھا جو راجہ کے وقت میں تھا۔ مگر اس نے ہر کو جسکی کمی کے لیے راجہ ۵ دام اور دس دام کا تھا اُسکی جگہ ۱۰ دام ۲۰ دام کاٹنے کا قاعدہ مقرر کیا اور جس ہر میں کم ۱۰ سرخ کی کمی ہوتی اُسکو تا مسکوک شمار کیا۔ روپیہ جس میں ایک سرخ کم ہو تو اُسکو سکہ زدہ نہ سمجھا آخر کو بادشاہ جو اپنے احکام کے پاسبانوں پر اعتماد کرتا تھا اور افزونی مشاغل سے اس طرف کم توجہ کرتا تھا ان دنوں اُسکو معلوم ہوا کہ اس کا رخانہ میں کچھ بے سرا بنجامی ہوتی ہر تو اُس نے شائستہ آئین مقرر کیا جس سے دور و نزدیک کو شادمانی ہوئی اور خلقت زبان زدگی سے آسودہ ہوئی۔ ۶۶ بہمن سن ۱۱۳۵ الہی کو دستور دوم یعنی عصداالدولہ کا دستور اپنہ کیا لیکن ہر ہر نرخ کم اور روپیہ ۶ نرخ کم کو تمام وزن شمار کرنا منظور نہیں کیا۔ اس سے خیانت مندوں کے فریب کی

روک ہو گئی اس لیے کہ پہلے قانون میں کوئی اس کا علاج نہ تھا کہ دارالضر کے کار پر داز اس قدر سکھ کو کم بناتے یا خرانہ داز رہاے تمام وزن کو اس مقدار کے موافق کم کرتے۔ اب اس کی درستی ہونے سے خلقت خوش ہو گئی بے حیا و زور پیشہ برج ہلکے چکر ہر ۳ برج کم اسی تول کو ۶ برج گھٹاتے اور ۶ برج کم کو ۹ برج کم بناتے اور علیٰ ہذا اقیاس اور کاہش کو زیادہ کرتے اس طرح وہ بہت غبن کرتے اور ہمیشہ نقصان پہنچاتے۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ بابا غوری کے برج کے وزن بنائے جائیں اور اس سے ہر دروپیہ تولے جائیں اور اس سال و ماہ میں یہ بھی بہت کوشش کی گئی کہ خراجی کار پر داز رعیت سے زر مخصوص نہ طلب کریں اور جو کچھ وزن اور عیار میں کمی ہو اُس کا حساب بے کم و کاست نرخ حال سے کریں۔ اس حکم سے دعا باز بندست و پا ہو گئے اور رعیت ظلم سے بچ گئی۔

(شاہنشاہی سکوں کے بعد درہم و دینار کا بیان کیا جاتا ہے)
درہم یا درہم بھی ایک چاندی کا سکہ تھا جسکی شکل کجور کی گٹھلی کی سی تھی حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں اسکی شکل گول بنائی گئی اور حضرت زبیر کے زمانہ میں وہ کلمۃ اللہ اور برکت سے منقوش ہوا۔ حجاج نے اُسپر سورہ اخلاص کا نقش بنایا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسیں اپنا نام ٹھٹھن کر آیا۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اول جس نے درہم پر سکہ لگایا وہ حضرت عمر فاروقؓ تھے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ عبدالملک مروان کے زمانہ میں رومی دینار اور کسروی و حمیری درہم مروج تھے اسکے حکم سے حجاج یوسف نے درہم پر سکہ لگایا اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حجاج نے درہم منقوشہ کو خالص کیا اور اللہ احد اور اللہ الصمد کا سکہ اُسپر لگایا اور ان درہم کا نام مکر وہ ہوا اس واسطے کہ اسیں خدا کے نام کا احترام نہیں ہوتا تھا یا آدمیوں نے اس تغیر کے سبب سے اسکا نام یہ رکھا۔ بعد حجاج عمر ابن ابیہرہ نے یزید بن عبدالملک کی عہد حکومت میں عراق کی سلطنت میں درہم کو حجاج سے بہتر بنایا۔ بعد ازاں خالد بن عبداللہ قسری والی عراق نے اسکو زیادہ پاک کیا اسکے بعد یوسف عمر نے اس کو کمال پر پہنچایا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اول جس نے درہم پر

(۱۱) ابن ابراہیم درہم و دینار

سکہ لگایا وہ مصعب بن زبیر تھا اور اُسکے طح طح کے وزن ۱۰ یا ۹ یا ۸ یا ۷ یا ۶ مثقال کے بنائے جاتے تھے یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس کا وزن ۱۴ قیراط و ۱۲ قیراط و ۱۰ قیراط بھی تھا حضرت عمرؓ نے ہر طح کے درہم لئے اور انکی اوسط ۱۲ قیراط یعنی تمانی کے برابر وزن کا درہم بنایا۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں چند طح کے درہم رائج تھے۔ ایک ۸ دانگ کا درہم تھا اسکو بغلی کہتے تھے وہ اس بغلی سے منسوب تھا وہ صاحب عیار تھا۔ حضرت عمرؓ خطابؓ کے حکم سے درہم پر سکہ لگا بعض کہتے ہیں بغلی ایک گٹھا تھا اس سے یہ سکہ منسوب تھا۔ چار دانگ کے درہم کو طبری کہتے تھے اور تین دانگ کے درہم کو مغربی اور ایک دانگ کے درہم کو یمنی کہتے تھے حضرت عمرؓ نے سب کو جمع کر کے مجموعہ کے آدھے کی برابر ایک زن کا درہم جاری کیا۔ فاضل مجتہدی کہتا ہے کہ پہلے زمانہ میں درہم دو طح کا تھا ایک کا نام ہشت دانگی و شش دانگی تھا۔ ۱ دانگ = ۲ قیراط و قیراط = ۲ طسوج و طسوج = ۲ جہہ و دوسرا ناقص درہم چار دانگ کسرے زائد اس باب میں بہت سی رائیں مختلف ہیں۔

دینار۔ سونے کا سکہ ہے جسکا وزن ایک مثقال یعنی بقدر $\frac{1}{24}$ درہم کے کہتے ہیں۔

امثال = ۶ دانگ و ۱ دانگ = ۴ طسوج و ۱ طسوج = ۲۰ جہہ و ۱ جہہ = ۲ جو و ۱ جو = ۶ خروال (یا ۱۲ فلس) = ۶ فیتل و فیتل = ۶ نفیر اور نفیر = ۶ قطیر = ۶ ذرہ پس اس حساب سے ہر مثقال میں ۹۶ جو ہوتے ہیں۔ مثقال۔

سونے کے تونے کا بھی وزن ہے اور ایک زر مسکوک بھی ہے۔ بعض پرانے نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مثقال یونانی کا رواج جاتا رہا تھا اور وہ دو قیراط کم مثقال مروج سے ہوتا ہے اور درہم یونانی اور دیہوں سے مختلف ہوتا ہے $\frac{1}{12}$ یا $\frac{1}{16}$ مثقال کی بقدر کم ہوتا ہے۔ اگرچہ ہندوستان میں اور ملکوں سے سونا آتا ہے مگر وہ ملک شمالی کو ہستانی میں بکثرت پیدا ہوتا ہے اور ثبت میں بھی اور دریا رنگا اور سندھ کی زیت سے سلونی کے عمل سے سونا نکال لیتے ہیں۔ اکثر اس ملک کے دریاؤں کے ریتوں میں سونا ملا ہوا ہے مگر محنت

اور خرچ کے زیادہ ہونے سے ہر سال پر یہ کام سرانجام نہیں پاسکتا صاف چاندی ایک
 تولہ ۲ سیر ایک روپیہ کو بکتی ہے پس سود اگر ۹۵ روپیہ کی چاندی ۹۶۹ تولہ ۹ ماشہ
 ۴ سیر خریدتا ہے جس میں سے شوشہ بنانے میں ۵ تولہ ۴ ۱/۲ سیر چاندی کم ہو جاتی ہے باقی
 چاندی میں ۱۰۶ روپیے تیار ہوتے ہیں اور ۲۷ ۱/۲ دام کی چاندی بچ رہتی ہے باقی خرچ
 اور نفع کی تفصیل یہ ہے اول ۲ روپیے ۲۲ دام ۱۲ جیتل مزدوری میں دیے جاتے ہیں دوم
 ۱۰ دام ۱۵ جیتل مصالح میں خرچ ہوتے ہیں سوم ۵۰ روپیے ۱۲ دام دیوان شاہی کو
 دیے جاتے ہیں چہارم ۹۵ روپیہ چاندی کی قیمت کے سود اگر لیتا ہے پنجم اس طرح ۳ روپیہ
 ۲۱ دام ۱۰ جیتل سود اگر کا نفع رہتا ہے اور اگر سیم ناسرہ کو اپنے گھر میں پاک صاف کرتا
 ہے تو بہت فائدہ اٹھاتا ہے۔

چاندی جس کو لاری اور شاہی کہتے ہیں اور سیم آعشتہ ایک روپیہ کی ایک تولہ ۴ سیر
 خریدی جاتی ہے اس حساب سے ۹۵ روپیہ کی ۹۸۹ تولہ ۷ ماشہ چاندی سود اگر
 خریدتا ہے سبکی کے عمل میں ۱۴ تولہ ۱ ماشہ اسیر چاندی جلتی ہے یعنی سو تولہ میں ڈیڑھ
 تولہ وہ کم ہو جاتی اور شوشہ بنانے میں ۴ تولہ ۱ ماشہ ۳ سیر کم ہوتی ہے باقی چاندی
 میں باون روپیے ڈھلتے ہیں اور خاک کھل سے ۳ ۱/۲ روپیہ کی چاندی نکل آتی ہے باقی
 نفع خرچ کی تفصیل یہ ہے اول ۴ روپیے ۲۷ دام ۱۲ جیتل مزدوری میں دیے جاتے
 ہیں دوم ۵ روپیے ۲۲ دام ۱۵ جیتل اور مزدوری کاموں میں سوم ۵۰ روپیے ۲۲ دام
 سرکار شاہی میں داخل کیے جاتے ہیں چہارم ۹۵ روپیہ چاندی کی قیمت کے لیے
 جاتے ہیں پنجم اس طرح ۴ روپیہ ۲۹ دام فائدہ کے ہوتے ہیں۔

۴ ۱۰ دام کا ایک من تانبا آتا ہے یعنی ۲۶ دام ۱۲ جیتل سیر اس میں ایک سیر تانبا تو
 گلانے سے کم ہو جاتا ہے اور ہر سیر میں ۳۰ دام بنتے ہیں کل دام ۱۱۷ دام ڈھلتے ہیں
 جس میں سے سود اگر تانبے کی قیمت لے لیتا ہے اور ۱۸ دام ۱۹ ۱/۲ جیتل فائدہ تانبے

کی قیمت لے لیتا ہ آدم ۹ جیتل مزدوری میں جاتا ہے اور ۱۵ دام ۸ جیل اور ضرورت
خرج ہوتا ہے اور ۵۸ ۱/۲ دام دیوان اعلیٰ میں دیئے جاتے ہیں۔

(۱۳) آئین پیدائش فلزات میں (۱۴) آئین گرانی و سبکی میں۔ اگرچہ نہایت تحقیق سے
بڑے دلچسپ لکھے ہیں مگر وہ علوم طبعیہ کیما سے تعلق رکھتے ہیں اسلئے انکو فروگزاشت کرتے ہیں۔
بادشاہ کو آبادی کا خیال ایسا ہے کہ کام شائستگی سے ہوتے ہیں اور مخلوق کی آرائش ہوتی
ہی ظاہری امور کے معنی کھلتے ہیں۔ عورتوں کی افراط جو بزرگ دانشوروں طبعیت کے
نظمت کدہ میں لے گئی اس نے اور بادشاہ کی نبش میں فروغ بڑھائی۔ اور تعلقات
سے بادشاہ کو وارستہ بنایا۔ منزل (گھر) نے گزیدہ روش سے آراستگی پائی
اور خاندانوں کا انتظام ہوا بادشاہ نے ہندوستان اور اور ملکوں کے بزرگوں سے
خوشگاری کر کے پیوند بھرتی پیدا کیا۔ دنیا کی آشوب گاہ کو چین اور آرام ملا جیسے کہ بادشاہ
نے اپنی دیدہ وری کے فروغ سے بیرونی خدمت کے شائستوں کو گمنامی کے خاک سے
اٹھا کر بلند پایہ کیا ہے ایسی ہی اپنی پیش بینی سے پرستاران بیرونی میں سے ہر ایک
کو اپنے اندازہ کے موافق بڑھایا ہے کوتاہ اندیش تو یہ جانتا ہے کہ خاک آلود سونپاک
ہو گیا مگر ثروت نگاہ سمجھتا ہے کہ یہ اکسیر سازی اور کھیا ط بازی ہے جب جمادات کو بوٹیاں
بدل دیتی ہیں اور اس اور آہن کو زرباد دیتی ہیں اور قلعی و سرب کو نقرہ۔ پس اگر کوئی بزرگ
آدمی کسی ناکس کو آدمی بنا دے تو اس میں کیا تعجب ہے۔

چہ نیکو زنداں مثل ہوشنداں کہ اکسیر نخت است چشم بلند اں

بادشاہ انتظام میں ثروت نگہی۔ پایہ شناسی۔ قدر دانی۔ کار دوستی ہر دباری
کرتا ہے وہ خشنما کی میں بھی مہر افزائی کرتا ہے سُنی ہوئی بات کو دور بینی سے
نہ لہتا ہے۔ خیال پرستی سے کنارہ کرتا ہے۔ وہ آدمیوں کی نیائش گرمی کو
بزرگ نعمت سمجھتا ہے اور دنیا کی شراب سے عقل کو گزند نہیں پہنچاتا۔

پادشاہ نے ایک حصار بزرگ بنایا ہے اور اس کے منازل و کشت میں آرام کرتا ہے اس میں پانچ ہزار سے زیادہ عورتیں رہتی ہیں جن کے لیے جدا جدا امکانات نامزد ہیں۔ اور ان کو گروہوں میں تقسیم کیا ہے اور وہ عمدہ خدمات میں سرگرم رہتی ہیں ہر گروہ کی پاسبانی کے لیے پارسا عورتوں کو دیدبان دار و غہ مقرر کیا ہے نیک ذات عفت سرشت عورتوں میں ایک کو اشرف بنایا ہے۔ باہر کے کارخانوں کی طرح حرم سرا میں بھی کارخانے آباد کیے ہیں۔ ہر ایک عورت کی کارروائی اسکے لائق مقرر کی ہے ہر ایک میں بانو کی تنخواہ ماہوار ۱۶۱۰ روپیہ سے لیکر ۲۰۲ روپیہ تک اور بعض پرستاران حضور کو ۵۱ روپیہ سے ۲ روپیہ تک اور چند کو کم روپیہ سے ۲ روپیہ تک ملتی ہے۔ دربار خاص پر ایک مشرف درست قلم خدمت گزار مقرر ہوتا وہ حرم سرا کی داد و ستد اور نقد و جنس کے حساب کو لکھتا ہے۔

شبستان اقبال کے گرد اگر داندز کی طرف پارسا عورتیں پاسبانی کرتی ہیں۔ اور ان میں سے جو عفت نش شیوا زبان زد دیاب ہیں وہ درگاہ خاص پر حاضر ہوتی ہیں۔ در کے باہر خواجہ سرا خدمت کے انتظار میں رہتے ہیں۔ مسافت مناسب پر اخلاص گزین راجپوت دیدبانی کرتے ہیں۔ ان سے بچھے پر وہ دار (دربان) پہرہ دیتے ہیں۔ باہر چاروں طرف امرا اہدیوں اور سپاہیوں کی مرتبہ بمرتبہ چوکی بٹھتی ہے جس وقت بیگ میں اور امراء کی عورتیں پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتی ہیں تو اول اندر کی خدمت پذیروں کو اطلاع کرتی ہیں اور اُس کا شائستہ جواب پاتی ہیں اور اپنے نوشتہ کو پیشکاران محل کے پاس بھیجتے ہیں ان میں سے جنکی قدر ہوتی ہے وہ محل میں جانی ہیں اور بعض خاص سبکیوں کو ایک مہینہ رہنے کی اجازت ہوتی ہے شکار میں اور نزدیک کے سفروں میں یہ انتظام ہوتا ہے کہ اول ایک گلال بار ہوتا ہے جو ایک عجیب حصار پادشاہ کا ایجاد ہے اسکے در اور در بند بڑے استوار

در آئین خزانہ (مستور)

ہوتے ہیں اور فصل و کھیتی سے وہ کھلتے اور بند ہوتے ہیں وہ سو گز مربع سے کم نہیں ہوتا اسکے
مشرقی کنارہ پر ایک بارگاہ قائم کرتے ہیں جس کے اندر دوسرے یعنی مدخل ہوتے ہیں
اور اس میں ۴۵ خانے ہوتے ہیں اور وہ لمبی ۶۴ گز اور چوڑی ۴۴ گز ہوتی ہے اور اس کے
اندر ایک چوبین بزرگ راوی ٹکھڑی ہوتی ہے۔

اور اس کے گرد اور سراسر پردے ہوتے ہیں اور اس کے متصل ایک دو منزلہ کلخ چوبین
ہوتا ہے جس میں پادشاہ پرستش کرتا ہے صبح کے وقت وہ اس میں بیٹھتا ہے اور اس کی
کونر ش ہوتی ہے۔ پرستاران درونی بے اجازت اس کے اندر نہیں جاسکتیں اس کے
باہر نہایت عمدہ روش سے ۴۴ چوبین راوٹیان دس گز لمبی اور چھ گز چوڑی کھڑی ہوتی
ہیں اور بزرگ فتانوں سے جدا ہوتی ہے اس میں گزیدہ بیگین رہتی ہیں۔ اور کئی ایک
خرگاہ دیکھے کھڑے ہوتے ہیں جو خاص امیرون ہی کے ساتھ اختصاص رکھتے ہیں زردوزی
وزرلفتی و مخلی سائبانوں سے ان کو زینت دی جاتی ہے اس کے متصل ایک گلیمی سارچہ
طول و عرض میں ساٹھ گز کا کھڑا ہوتا ہے اور اس میں چند خیمے ترتیب پاتے ہیں ان میں اردو
بیگینان (مسلح عورتیں) اور پارسا عورتیں آرام کرتی ہیں۔

اس کے باہر دو تختانہ خاص تک ۵۰ گز طول و ۵۰ گز عرض ایک صحن دلکش آراستہ کرتے
ہیں اور اس کا نام ہتابی رکھتے ہیں۔ اس کے دونوں طرف پہلی طرح سے تین لگاتے ہیں
اور دو گز کے فاصلے پر چھ گزی چوبین گاڑتے ہیں جن میں سے ایک ایک گز زمین کے اندر تکی
ہیں اور اسکے سرے پر قبہ برنجی ہوتا ہے اس کو اندر و باہر دو سیون سے استوار کرتے
ہیں اور پہلی طرح سے دیدبان پرہ دیتے ہیں۔

اور اسکے اندر ایک صفہ بناتے ہیں اور اس پر چار چوبی نگیرہ لگاتے ہیں رات کے وقت پادشاہ
اس پر بیٹھتا ہے اور سوائی خاصوں کے کسی اور کو بیان بار نہیں ہوتا ہمیشہ گلال بار سے پیوستہ
ایک دائرہ ہوتا ہے جس کے بارہ حصے ہوتے ہیں اور اس کا دروازہ اس ہتابی کی طرف کھلتا ہے

اس میں چوبین راوٹی دہ گزی اور ایک خیمہ چل خزانہ سے آراستہ کرتے ہیں اور اس پر بارہ سائیکے
 دوازہ گزی سایہ ڈالتے ہیں اور چند قناٹوں سے انہیں جدا کرتے ہیں اس خلوت گاہ کو بچا کی خانہ
 کہتے ہیں۔ ہر شیش گاہ میں ایک صحت خانہ ہوتا ہے پادشاہ نے طہارت خانہ کا نام صحت خانہ
 رکھا تھا اس سے ٹھکانا ہوا گلیسی سرابہ ردہ ۵۰ گز طول و عرض کا جس کے ۱۶ حصے ۳۶ گز مربع
 ہوتے ہیں قائم کرتے ہیں پہلی طرح سے اس کو قبرا و چوب سے زمینت دیتے ہیں اس کے
 درمیان بارگاہ بزرگ یک سو نو فراش کھڑا کرتے ہیں اس میں ۱۲ خزانہ (دھرے) ہوتے ہیں اور
 پندرہ گز سرخ (کشادگی) ہوتی ہے اس پر قلندری ڈالتے ہیں وہ موسم بہار سے یا کسی اعلیٰ چیز کے
 خیمہ کی شکل کی بنی ہوئی ہوتی ہے بارش و تابش میں اس سے فائدہ ہوتا ہے اس کے گرد اگر د
 وچاس شامیانے دوازہ گزی لگے ہوتے ہیں اس دو تھانہ خاص کے بھی در اور در بند ہوتے
 ہیں۔ امرا بزرگ اور اعیان سپاہ کو بخشی حکم لے کر اس میں آنے دیتے ہیں اور ہر مہینے میں ایک
 دربار ہوتا ہے اندر اور باہر نقش فرشوں سے آراستگی ہوتی ہے ایک گلزار شگرت نمودار ہوتا
 ہے اور اسکے باہر تین سو چاس گز طناب کھچی ہوتی ہے ہر تین تین گز پر ایک چوب لگی ہوتی
 ہے اس کے گرد اگر د آدمی دید بانی کرتے ہیں۔ اس نشاط گاہ کی مینا پر بارہ طناب شصت گزی
 کی دوری پر نقارخانہ بنایا جاتا ہے اور اس فضا کے درمیان اکاش دیار روشن ہوتا ہے اور ایک
 بڑی لمبی چوب پر چراغ روشن ہوتا ہے اول میرمنزل کسی جگہ کو پسند کرتے ہیں اور وہاں نیچے
 فراش ایستادہ کرتے ہیں اور خیموں کو آگے لجا کے کھڑا کرتے ہیں اور پادشاہ کے آنے کے منتظر رہتے
 ہیں فویل و پانچ سو اونٹ اور چار سو راہے دو سو کھاراں خیموں کی بار برداری کرتے ہیں۔ پانچ سو
 منصب دار واحدی اور سو اس کے ہزار فراش ایرانی تورانی ہندی اور پانچ سو سیدار
 دو سو ستے و چاس بڑھئی و خیمہ دوز و شعلی و ۳۰ ہرم دوز و ڈیڑھ سو خاکروب ہمیشہ خدمت کرتے
 رہتے ہیں پیادہ کا ماہوارہ ۲۴۰ دام سے ۱۳۰ دام تک۔

پادشاہ شکر کو فراہم کمتر کرتا ہے مگر پادشاہ جس جانب بڑش کرتا ہے بہت شکر بھی بھیجتا ہے

تو وہ اس کو نواح میں کاموں پر مامور کر کے بھیجتا ہے اور ہر اہی کی اجازت نہیں دیتا۔ سپاہ
کا انبوا اور آدمیوں کا ہجوم اتنا ہوتا کہ دونوں لشکری آپس میں ایک دوسرے کا گھرنے پاتے بیگانے
کا تو کیا ذکر ہے۔ پادشاہ نے لشکر اوتارنے کا یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ بہت آدمیوں کو اس کی
ہوتی تھی۔ ایک دہائی میں جس کا طول تھ اکر ہوتا اس میں شہستان اقبال و دولت خانے
و تعارفانہ انتظام پاتا جن کا بیان اوپر ہوا اسکے پیچھے دائیں بائیں دیکھنے کی طرفوں میں سوگزی زمین
کھلی رکھتے اس میں سولے کشکداروں (چوکی والوں) کے کوئی اور آدمی نہیں چل سکتا تھا۔
اس کے درمیان سوگزی کے فاصلہ میں قول (مرکز) میں مریم مکانی و گلبدن بیگم اور دربار
گوہر عہد تین اور شاہزادہ و انبیاں اترتے۔ دائیں طرف شہزادہ سلطان سلیم اترتا۔ بائیں طرف
اور شہزادے اور شاہ مراد۔ پھر کچھ فاصلہ پر بیوتات ہوتے۔ ان کو ۳ گز چھوڑ کر دوسرے
میں چوٹی کا بازار ہوتا اور ہر طرف بانڈازہ پایہ امراء کے خیمے ہوتے۔ شنبہ و جمعہ و غیرہ کے
چوکی دار قلب گاہ میں اور کیشنبہ و شنبہ کے چوکی دار وائیں طرف و شنبہ و چار شنبہ
کے بائیں طرف پایہ بہ پایہ رہتے۔

روشن دل پادشاہ نور کے دوست رکھنے کو ایز و پرستی و ستائش اکی جانتا ہے جو تار یک دل
نادران ہیں وہ اس کو خدا فراموشی اور آتش پرستی خیال کرتے ہیں اس کو شہ پڑوہ شرف میں خوب سمجھتے
ہیں جبکہ برگزیدوں کی عبادت ظاہری شائستگی رکھتی ہے اور اسکے نہ کرنے پر نعرین ہوتی ہے تو اس کا
شہر آش (جو سب عنصر زمین اور ہے)

بزرگداشت کیونکہ مسخر اور جو مردم زاد کی سہ ماہی ہستی اور پائندی ہو اور اس کی نسبت کہیں
نہ بڑا خیال ہو یا شیخ شعرت الدین میری نے کیا خوب کہا ہو کہ جس کسی کا آفتاب غروب ہو جائے اگر وہ
پیشانی سے موافقت نہ کرے تو کیا کرے؟ شعلہ اسی سرچشمہ آبی (آفتاب) کا نور ہے اور اسی کو چشم
قدسی کی نشانی ہے۔ اگر بخورہ آفر (سہرچ و آگ) نہ ہوتے تو غذا و دوا کیونکر پیدا ہوتی اور چشم
میں کس کام کی ہوتی۔ آفتاب کی آتش آسمانی ہے۔ وہ پھر کو سب آفتاب جہان کو

روشن کرتا ہے تو ایک چمکتا ہوا پتھر کا سفید مہرہ جس کو ہندی میں سورج کرانت کہتے ہیں۔ آفتاب کے روبرو لاتے ہیں اور اس کے پاس روئی رکھتے ہیں اس طرح روئی میں آگ لگاتی ہے اور یہ آسمانی آتش کا آگاہ ہون کو سپرد ہوتی ہے اس آگ سے چراغ چمی و شعل چمی و بوجی اپنا کام نکالتے ہیں جس برتن میں اس آگ کو محفوظ رکھتے ہیں اس کو آگن گیر کہتے ہیں۔ اور ایک چمکتا ہوا پتھر سفید رنگ کا نکلا ہے جس کو چند کرانت کہتے ہیں اس کو چاند کے مقابل رکھتے ہیں تو پانی تراش کر تباہ ہے۔

جب ایک گھڑی دن باقی رہتا ہے تو پادشاہ اگر سوار ہو تو پیادہ ہوتا ہے اور اگر سوتا ہو تو بیدار کیا جاتا ہے۔ ظاہر و باطن کو ہمہ رنگ بناتا ہے جب آفتاب چھپ جاتا ہے تو خدمت گزار بارہ زرین سین لگنوں میں کافوری شمعیں روشن کر کے پادشاہ کے روبرو لاتے ہیں اور ایک گویا شیوا زبان ہاتھ میں شمع کو ایسے خدا کے آگے بھجن طرح طرح سے گاتا ہے پھر پادشاہ کو دعا دیتا ہے اور اس دعا پر ختم کرتا ہے۔ پادشاہ اس نیایش و نیاز کو برتر جانتا ہے اور اس سے فروغ تازہ پاتا ہے۔

شمعدان اور فانوسوں میں ہر مند دن نے اپنے کام تازہ دکھائے ہیں ان میں بعض وہ منی اور بعض اس سے زیادہ وزنی بناتے ہیں اور ان پر حسد پیکر بناتے ہیں بعض ان میں ایک شاخہ ہیں بعض دو شاخہ۔ پادشاہ نے ایک فانوس ایک گز بلند ایجا دی ہے اسکے اوپر پانچ فانوسیں لگائی ہیں ہر ایک پر ایک جانور کی صورت ہے اور ان میں بعض کافوری شمعیں تین میں گرنے سے زیادہ اونچی لگاتے ہیں اور ان کو زینہ لگا کے بچھاتے ہیں اندر اور باہر روشنی کے لیے شمعیں بھی روشن کرتے ہیں ماہ قمری کے اول و دوم و سوم شب کو کہ روشنی کمتر ہوتی ہے آٹھ فٹیلے روشن کئے جاتے ہیں اور چارم سے دہم تک ایک ایک فٹیلہ کم ہوتا جاتا ہے دسویں کو چاندنی خوب ہو جاتی ہے تو ایک فٹیلہ روشن ہوتا ہے اور اس طرح یازدہم تک روشنی ہوتی ہے سو لھوین سے انیسویں تک ایک بتی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور بیسویں میں بھی انیسویں

کی طرح روشنی ہوتی ہے پھر ایک ایک بتی اویسویں سے بائیسویں تک زیادہ ہوتی ہے اور
تیسویں کو بائیسویں کی طرح روشنی ہوتی ہے اور چوبیسویں سے ایک ایک بتی زیادہ ہوتی ہے
اور سب تک آٹھ آٹھ بتیان جلتی ہیں ہر بتی میں ایک سیر روعن اور آدھ سیر ردنی جلتی ہے۔
بعض جگہ تیل کی بیتوں کی جگہ چربی کی بتیان روشن کرتے ہیں۔ تیل کے چھوٹے
بڑے ہونے پر تیل و ردنی کے جلنے کی مقدار موقوف ہے۔ پادشاہ نے اس لیے کہ ایک
یار گاہ کو لوگ جلد پالیں۔ ایک چراغ اس طرح روشن کیا کہ دربار کے آگے ایک ستون
چالیس گز سے بھی زیادہ اونچا کھڑا کرتے ہیں اور اس کو سولہ طنابوں سے استوار کرتے ہیں
اور اس کے اوپر ایک فانوس جلاتے ہیں اس کو اکاش دیکھتے ہیں۔ دور دور اس کی
روشنی جاتی ہے اسے دیکھ کر پادشاہ کی درگاہ پر آدمی پہنچ جاتے ہیں۔ پہلے لوگ
اور شون میں حیران ہوتے تھے اور مقصد نہ پاتے تھے اس کا رخا نے میں بہت سے منصب دار
اور احمادی و سپاہی خدمت گزین ہیں پیادہ کا علوفہ زیادہ ۲۴۰ دام اور کم ۸۰ دام ہیں۔
نہر مان روانی وہ فرہ ایزدی ہے کہ بغیر کوشش امکانی کے قدرت ایزدی کا دست
ہے مائل اور نگ نشین صورت آرائی میں دل نہاد اس میں ہوتے کہ اس کو ایزدی فروغ کا
چہرہ آرا جانتے ہیں اس کا کچھ حال لکھا جاتا ہے۔

(۱) اورنگ۔ طرح طرح کے بنائے جاتے ہیں۔ مرصع۔ زرین۔ سیمن وغیرہ
(۲) چتر۔ بیش قیمت ہوا ہر اس میں لگائے جاتے ہیں اور سات سے وہ کم نہیں ہوتے۔
(۳) سابان۔ اسکی شکل بیضی ہوتی ہے بلندی میں ایک گز ہوتا ہے اس کا دوسرے چتر کی
مانند ہوتا ہے زربفت وغیرہ اس پر پٹا ہوتا ہے اور بڑے بڑے موتیوں سے آراستہ
ہوتا ہے خدمت گزین اس کو تیار رکھتے ہیں دھوپ میں اس کو لگاتے ہیں اور اس کو
آفتاب گیر کہتے ہیں۔

(۴) کوکبر۔ کئی ایک مغل کی پیشگاہ میں لٹکاتے ہیں۔ یہ چار چیزیں سوائے پادشاہ کے کسی

کسی اور کے شکن میں داخل نہیں ہو سکتیں۔

(۵) علم - سواری کے وقت قور کے ہمراہ پانچ سے کم علم نہیں ہوتے ہمیشہ سقر لاط کے غلافوں میں بستے ہیں۔ جشن اور رزم کے دنوں میں کھلتے ہیں۔

(۶) پتھر توتی - علم کی قسم میں سے ہے مگر اس سے چھوٹا ہوتا ہے اور اسپر چند قطاس (ایک گویا جانور کی دم) لگاتے ہیں۔

(۷) سن - توتی بھی پتھر توتی کی مانند ہوتا ہے لیکن اس سے لمبا ہوتا ہے۔ علموں میں ان دونوں کا پایہ برتر ہے۔ بزرگ نوینوں کے ساتھ پتھر توتی مخصوص ہے۔

(۸) جھنڈہ - ہندی علم ہے۔ قور میں اس قسم کے علم کا ہونا ضرور ہے اور بزرگ ہنگاموں میں وہ بہت سے بنائے جاتے ہیں۔ نقار خانے میں جو باجے بجائے جاتے ہیں

(۱) گور کہ جسکو عرف میں دمامہ کہتے ہیں اشعارہ جوڑیوں سے کچھ کم زیادہ بلند آوازہ ہوتے ہیں۔
(۲) نقارہ - ۲۰ جوڑیوں سے کچھ کم زیادہ بجتے ہیں۔

(۳) دھل چار بجتے ہیں۔

(۵) گونا - سوتے۔ چاندی ٹھیل۔ وغیرہ کے بنائے ہیں۔ چار سے کم نہیں بجتے۔

(۶) سدرنگی - ہندی میں نوطی کے بنائے ہیں۔

(۷) نفیر بھی سدرنگی ہندی ہوتے ہیں ہر قسم میں سے کئی ایک بجائی جاتی ہیں۔

(۸) سینکیر تانبے کا گالے کے سینکیر کی شکل کا بنا ہے ان میں دو کو ساتھ بجاتے ہیں۔

(۹) سنج تین جوڑی جاتے ہیں پہلے برب چار گھڑی رات باقی رہتی تھی اور اسی قدر دن بجائی جاتے تھے اب اول آدھی رات کو کہ جان کا نور فردز (سورج) بلند ہوا پھر پنا شروع کرتا ہے اور دم اسکے نکلنے کے وقت یہ بابجہ بالترتیب بجتے ہیں۔ یادشہ موسیقی کے علم و عمل کو

خوب جانتا ہے اور خاص نقارہ جانا اس کو خوب آتا ہے۔ اس کا رخانہ میں منصب دار واحدی اور اور سپاہ قدرت گراوی ہیں۔ ان میں بابجہ پنا دون کا ۳۴ دمامہ زیادہ ۳۴ دمامہ ہے۔

کم نہیں ہے۔

تینوں رکن سلطنت (مغزن آبادی - سپاہ آبادی - ملک آبادی) میں ہر کی ضرورت پوری
ہے۔ آغاز سلطنت میں مولانا مقصود مہر کن نے اسپین کارپردازی کی تھی۔ فولادی سطح کے گڑ
پادشاہ کا اور اس کے باپ دادا کا نام صاحب تر آئی تک خطرقارے میں کندہ کیا تھا بعد ازاں
فقط پادشاہ کا نام مستحلیق میں کندہ کیا اور داؤد خواہی کے کاموں کے لئے عواید کی مانند
مہربانی گئی اور پادشاہ کے نام کے گرد یہ شعر منقش ہوا

راستی موجب رضا ہے حدت کس ندیدم کہ گم شد از رہ است

مکین نے مہر دوم از سر نو بنائی۔ پھر مولانا علی احمد بلوی نے اس کی تکمیل میں مہر دوازی
کی۔ چھوٹی گول مہر کو از دک کہتے ہیں اور فرمان بتی پر وہ گنتی ہے بڑی مہر جس میں پادشاہ
باپ دادا کا نام ہے وہ پہلے سلاطین آفاق کے خطوط پر لگتی تھی مگر اب دونوں کاموں میں
کام آتی ہے اور اور احکام کے واسطے چار گوشہ مہر ہوتی ہے پھر اندکس جل جلالہ ہے۔
نقش پذیر ہے۔ شبستانی کا روان کے واسطے ایک خاص مہر جابا ہے اور نرائین کے مقام کے
واسطے ایک مہر جابا ہے اور اسپزگار شش چند طرح کی۔

پادشاہ اس کا رخانہ کو گزیدہ مسکن اور گرمی و سردی کی پناہ اور باران کا نگاہبان اور پیرایہ
سلطنت جانتا ہے اور اس کی آرایش کو فرمان دہی کی مشکوہ اور ایزدی پرستش
سمجھتا ہے۔ پادشاہ کی کاراگاہی ہے اس کا رخانہ کی چگونگی اور چندی میں انفسر بین
ہو گئی ہے اور اس میں بہت باتیں ایجاد ہوئی ہیں ان کا حال گھما جاتا ہے۔

(۱) بارگاہ بزرگ میں دس ہزار آدمیوں سے زیادہ سائیشین ہوتے ہیں۔ ہزار فرامش
ایک ہفتہ میں آفات جبر کی قوت سے اُسے استاود کرتے ہیں اگر وہ دوسرے دروازہ
جو چوایون کو لگا ہے بنایا جائے ہوتے ہیں۔ چند دسے کی چاروں سے ہر نہ پاستے ہیں وہ
سواہ بنایا جاتا ہے میں درخت و فصل و طلا نہیں لگا یا ہوتا دس ہزار روپیہ ہے

(۲) آئینہ پادشاہی میں

(۳) درخانہ

زائد خرچ ہوتا ہے اور پرکار کی قیمت کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں اور یہی حال اور اقسام کا ہے۔

(۲) چوبین راوی دس ستونوں پر لگائی جاتی ہے جو کچھ زمین میں دبے ہوئے ہیں۔ سب بلندی میں برابر ہوتی ہیں مگر دوزیادہ بلند ہوتی ہیں جس پر شہتیر رکھتے ہیں۔ ستونوں کے اوپر اور نیچے داسے لگاتے ہیں جس سے وہ مضبوط رہتے ہیں اور چند ترک (ترنگے) تیر و داسہ پر لگاتے ہیں سب کو لوہے کے جامہ سے بطرز نما دگی پیوند دیتے ہیں۔ دیوار و چھت نرسل کے بور یہ کی بناتے ہیں۔ ایک دوزیادہ رکھتے ہیں اور نیچے کے داسے کے اندازہ کے موافق صفہ بناتے ہیں اس کو اندر سے زربفت و محل سے آراستہ کرتے ہیں اور باہر سقرلاط اور ریشمین نواڑے سے مکر بند کرتے ہیں۔

(۳) دواشیا نہ منزل۔ اٹھارہ ستون لگاتے ہیں۔ ستون شش گزی ہوتے ہیں ان کو تختہ پوش کہتے ہیں اور اسکے اوپر بطرز نما وہ کے چار زرعی ستونوں کو پیوند دیتے ہیں اور بالا خانہ تیار کرتے ہیں۔ اندر اور باہر آرایش راوی کی طرح کرتے ہیں یورشون میں وہ شہستان اقبال کے کام میں آتا ہے۔ پادشاہ اسی میں خدا کی پرستش کرتا ہے اور آفتاب کی نیایش بجا لاتا ہے۔ بعد اس پوجا کے بگیات دیدار سے کامیاب ہوتی ہیں بعد ازاں باہر کے آدمی کو رنشن بجالاتے۔ سفرون میں اسی منزل میں پادشاہ بیٹھ کر سب چیزوں کو دیکھتا ہے اس کو جھرو کہتے ہیں۔

(۴) زمین دوز ایک نیمہ ہو جو طرح طرح کا بنایا جاتا ہے کبھی وہ ایک سرفہ کبھی دوسرے ہوتا ہے زمین پر دی اس طرح لگاتے ہیں کہ وہ کئی درجہ کا ہو جاتا ہے۔

(۵) عجائبی چار ستون پر نوشا میا نہ بلند ہوتے ہیں۔ پانچ چار گوشہ و چار غروٹی و یکخت بھی بناتے ہیں ایک سرفہ پر ہوتا ہے۔

(۶) منڈل۔ چار ستونوں پر پانچ شامیانے متصل بلند ہوتے ہیں۔ ان میں سے کبھی چار شامیانوں کو

چھوڑ کر ایک خانہ بنالیتے ہیں اور کبھی چار شامیانوں کو اور کچھ چھادیتے ہیں اور کبھی ایک ضلع کو کھولتے ہیں۔

(۷) آٹھ لکھبہ آٹھ ستونوں پر سترہ شامیانے کبھی جدا کبھی پیوستہ بلند ہوتے ہیں۔

(۸) خرگاہ طرح طرح سے بناتے ہیں کبھی ایک در سے کبھی دو در سے۔

(۹) شامیانے طرح طرح کے ہوتے ہیں مگر بارہ گز سے زیادہ شامیانے نہیں بناتے۔

(۱۰) قلندر ہی اور پر بیان ہوا۔

(۱۱) سراپردہ۔ پہلے زمانہ میں وہ ایک موٹے کپڑے آبیغٹہ کا بنا تھا اب پادشاہ اس کو گلیم کا بنواتا ہے اس سے مشکوہ بڑھتی ہے اور زیادہ سودمند وہ ہوتا ہے۔

(۱۲) گلال بارہ چوبین سراپردہ ہوتا ہے خرگاہ کی دیوار کی طرح چڑے کی قسموں سے استوا ہوتا ہے۔

(۱۳) گلیم۔ نادر طرح کے نقش و نگار اور دلکش کر ہیں ان میں لگائی ہیں آزمودہ کار استادوں کو اپنی متعین کیا ہے اور انھوں نے اپنے کارناموں کو اس میں آراستہ کیا۔ اب کوئی ایرانی

تورانی، گلیم کو یاد نہیں کرنا اگرچہ اب بھی سارے سال گوشکان، خوزستان، کرمان، سبزوار سے سوداگران کو لاتے ہیں۔ ہر طرح کے قالی بافون نے بیان اپنے گھر بنائے ہیں اور بہت فائدہ کو

ہوتا ہے۔ ہر شہر میں خاص کر اگرہ و فچتورولا ہو رہیں یہ زیادہ عمدہ بنتے ہیں۔ کارخانہ خاص میں بنیل گلیم لمبان میں ۲۰ گز ۲۴ طسوج چوڑان میں ۶ گز ۱۱ طسوج بنتے ہیں اس میں خرچ ۱۸۰ روپے ہوتا ہے اور واقفکار اسکی قیمت ۲۷۱۵ روپے آتے ہیں۔

(۱۴) تنکیہ نمہ۔ کابل و ایران سے آتے ہیں اس ملک میں بھی بہت بنائے جاتے ہیں۔ جاجم و شطرنجی و بلوچی و نادر پوری کو ابریشم بافتہ معلوم ہوتے ہیں بہت کام میں آتے ہیں جنکے بیان سے داستان دراز ہو جائے گی۔

پادشاہ اس ستر شہ زندگي کو آب حیات کہتا ہے اور اسکی پاسبانی درست کار سیراب مغزون کو سپر کرتا ہے

پادشاہ بہت پانی نہیں پیتا اس میں بہت احتیاط کرتا ہو سفر و حضر میں گنگا کا پانی نوش کرتا ہے اور گنگا کے کنارے پر معتبر آدمی متعین ہیں وہ احتیاط سے پانی کو کوزوں میں بھر کر سر بھجھتے ہیں۔ جب آگرہ فتح پور میں وہ ہوتا ہے تو قصبہ سورون سے اور جب لاہور میں ہوتا ہے تو ہر دوار سے اسکے لئے گنگا کا پانی آتا ہے کھانے پکانے میں آب حن و چناب و آب باران خرچ ہوتا ہے اس میں کچھ گنگا کا پانی بھی ملا دیتے ہیں اور سیر و شکار میں ویدہ ورون کو مقرر کرتا ہے کہ دور بینی سے پانی کا امتحان کر لیں۔ پادشاہ نے شورہ سے کہ بندوق کی داروین آگ لگاتا ہے پانی ٹھنڈا کرنے کی ترکیب نکالی ہے جس سے سب چھوٹے بڑے خوش ہوتے ہیں۔ شورین خاک ہوتی ہے اس کو روزانہ برتن میں بھرتے ہیں اور اس پر پانی چھڑکتے ہیں اور ٹپکاتے ہیں اور اس چکیدہ کو جوش دیتے ہیں اور خا سے جدا کر کے اس کو بوتہ کرتے ہیں اسکی قیمت ۲ من سے ۳ من تک ایک روپیہ ہوتی ہے۔

جب مسئلہ آہی لاہور میں پادشاہ کا قیام ہوا تو برف و تخی کا رولج ہوا۔ شمالی کوہ کے قریب ایک قصبہ بہنان لاہور سے ۵۴ کوں پر ہوا ان سے دریائو خشکی کی راہ سے ڈاک چوکی میں بھل دکھا برف لاتے ہیں اور برف فروش بہت فائدہ کماتے ہیں اور اس سے کہ دمہ کو عشرت ہوتی ہے روپیہ کی دو تین سیر برف بکتی ہے۔ سب سے اچھی ترکیب اسکے لانے کی کشتی میں ہے پھر ہلی میں یا کہا رولن پر کوہ نشین دامن کوہ میں آکر اسکے پندہ پیتے ہیں پندہ ۲ سیر سے زیادہ اور ۲۵ سیر سے کم نہیں ہوتا۔ پانچ دام اسکی وہ قیمت لیتے ہیں۔ برف کے لانے کے لئے وٹلس کشتیان مقرر ہیں ان میں سے ایک ہر روز دارالسلطنت میں پہنچتی ہے اور ہر کشتی پر چار ملاح مقرر ہیں ہر پندہ گل گلا کر ۱۲ سیر سے ۱۴ سیر تک رہ جاتا ہو اور اس میں گرمی سردی سے فرق ہو جاتا ہے۔ ہر ہلی میں دو پشتوارہ ہوتے ہیں اور چوہ چوکیان گھوڑوں کی بدلتے ہیں اور اسکے سوا ایک ہاتھی بھی کام میں آتا ہو اگر کہا رلاتے ہیں تو اٹھائیس کہا ر چوہ چوکیوں میں بدلے جاتے ہیں اور ہر روز ایک پشتوارہ چار پارچہ کا وہ لاتے ہیں بڑے آدمی تو سارے سال برف سے اپنے عشرت بڑھاتے ہیں اور عوام صرف موسم گرما میں اسکا مزہ اڑاتے ہیں۔

آئین مطبع میں پادشاہ نے بہت سی طرزیں دانایں اور دورانہ نشیان جاری کی ہیں کوئی وجہ تھی تو

آئین مطبع
(۱۴۲)

اس طرف توجہ نہیں کرتا اس لئے کہ اعتدال مزاج و توانائی و تن و صبر و فی باطنی فیض کی پذیرائی اور دینی و
 دنیوی سعادت کا لٹا غذا ہے پنا سب اور اندیشہ درست سے وابستہ ہے آدمی اور جانور میں اس
 علم کے سبب تیز ہوتی ہے ورنہ کھانے میں و دونوں ہم پلہ ہیں۔ پادشاہ کھانے کی فرمائش نہیں کرتا کہ کج
 میسر لیے کیا پکا یا جاوے۔ رات دن میں ایک دفعہ کھاتا ہے اور سیر ہونے سے پہلے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور
 کھانے کا وقت کوئی مقرر نہیں رکھا۔ مگر کارپرداز کھانے کو تیار رکھتی ہیں جو وقت فرمائش ہوتی ہے ایک
 وقت میں سو قاب تیار ہوتی ہیں شہستان کے پرستاروں کے لئے جو رات بھر بھر رہے وہ صبح سے رات تک
 تقسیم ہوتا ہے اس کارخانہ میں دیانت مند کاراگاہ مقرر ہوتے ہیں۔ انتظام سلطنت کا کل کام جس وزیر کو
 سپرد ہوتا ہے وہ خاص اس کام پر توجہ کرتا ہے پادشاہ خود اسکی نگہبانی کرتا ہے۔ ایک میر بکا دل مقرر ہوتا
 ہے کہ وہ اپنی دیرہ دری سے اس کارخانہ کو آباد رکھتا ہے اور اسکے ہمراہ اور پارساگو مقرر ہوتے
 ہیں۔ نقد و جنس کے خرچہ مقرر ہوتے ہیں اور ایک تنگی مشرف ہوتا ہے اور زور شس گر مقرر ہوتے ہیں۔
 ہر ملک کے بوری کھانے پکانے میں اور طرح کی بیوب ترکاری گوشت و روغن شیرینی و مصالحہ و
 کھانے پکے ہیں۔

شہر و لشکر سے باہر دریا تال کے کنارہ پر تسلیخ ہوتی ہے کہ اسکے پانی سے گوشت و حل و سلا کر بوری خانہ
 میں آتا ہے اور دوبارہ پھر یہاں پانی سے دھویا جاتا ہے۔

طلان و فقرہ و سنگین و کلین و گچھوں میں پادشاہ کا خاصہ کیا ہے جب کھانا دسترخوان پر چڑھا جاتا ہے تو اول
 اُسکو پکانے والے اور بعد ازاں میر بکا دل چکھتے ہیں۔ تا بنے کے برتنوں پر ایک مہینے میں دو دفعہ
 ہوتی ہے اور شاہزادوں اور امیروں کے ہاں ایک دفعہ۔ جو برتن ٹوٹ جاتے ہیں وہ مشکوں کو
 دیدیے جاتے ہیں۔ ترکاریوں کا ایک کھیت بوری چھانہ سے متعلق ہوتا ہے جس سے نازمی ترکاریاں
 آتی ہیں۔

کھانے اتنی طرح کے پکتے ہیں کہ ان کا بیان کرنا دشوار ہے۔ جو کھانا پکتا ہے وہ ان تین حال سے خالی
 نہیں ہوتا۔ اول گوشت جبکہ زبان عرف میں صوفیانہ کہتے ہیں۔ دوم گوشت یا برنج۔ سوم گوشت

مع مصالح ہر قسم کے کھانے دس دس طرح کے ہوتے ہیں اور رویشان بہت طرح کی کپتی ہیں۔
 پادشاہ اپنی کاراگاہی کے سبب سے گوشت کی طرف بہت کم رغبت رکھتا ہے اکثر وہ ارشاد فرماتا ہے
 کہ آدمی کے لئے طرح طرح کی خورش موجود ہے مگر وہ اپنی گرگ خونی اور بے دانسی سے جانداروں
 کو آزار دیتا ہے اور ان کے مارنے اور کھانے سے پرہیز نہیں کرتا اور کم آزاری کو نہیں دیکھتا اور
 اپنے تئیں جانوروں کا گورستان بناتا ہے۔ اگر بارتعلق میں سر پر نہوتا تو گوشت کھانا یکبارگی
 چھوڑ دیتا (اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ اُس نے بالکل گوشت کھانا اس خیال سے نہیں چھوڑا کہ اس کے
 چھوڑنے سے اور بہت آدمی اس کو چھوڑ دیتے جس سے ان کو نہایت تکلیف ہوتی اور انکی صحت
 میں فرق آتا) کچھ دنوں وہ زمانہ کی چال پر چلا۔ پھر کچھ مدت تک جمعہ کے دن گوشت کھانا
 چھوڑا۔ بعد ازاں اتوار کو اس سے پرہیز نہ کیا۔ ہر مہینہ ماہ کے غرہ کے دن یعنی روز تحویل کو
 روز مہر (اتوار) کو اور خسوف و کسوف کو اور دو صوفیانہ دنوں کے بیچ کے دن اور جبکہ دو شنبہ
 کو۔ ہر ماہ اکہی کے جشن کے دن۔ کل ماہ فروردین کو اور اپنی ولادت کے مہینے آیان میں
 پادشاہ گوشت نہیں کھاتا۔ ماہ آبان کے لئے یہ مقرر ہوا تھا کہ پادشاہ کی عمر کے جتنے سال
 ہوں اتنے دنوں آبان میں گوشت نہ کھائے۔ اسکی عمر ماہ آبان کے ایام سے زیادہ ہو گئی ہے
 اسنے ماہ آذر کے کچھ دنوں میں بھی گوشت نہیں کھایا۔ پادشاہ ہر سال صوفیانہ دن اپنے بڑھاپا
 جاتا ہے جو پانچ سے کم نہیں ہوتے۔ جب ایام صوفیانہ میں داخل ہوتا تو وہ کمی کا بدل اور مہینوں
 میں قسمت کر دیتا ہے۔

جب بزرگ صوفیانہ ایام ختم ہوتے ہیں تو اہل مریم مکانی کے گھر سے گوشت کا کھانا آتا ہے پھر اور من
 اور شاہزادے اور نزدیک کے عزیز وہ بھیجتے ہیں۔

طوالت کے خوف سے نزع اجناس کا آئین چھوڑ دیا۔

پادشاہ میوہ کو خدا کی بڑی نعمت جانتا ہے اور اُسپر بہت رغبت کرتا ہے۔ ایران توران کے کارخانے
 نے یہاں اپنا گھر بنالیا ہے اور ان کے کشت و کار کو بڑی رونق ہے یہاں خبر بوزہ و انگور عمدہ اور

آئین مصلاح۔ (۲۵) آئین نان (۲۶) آئین صوفیانہ (۲۷) آئین اجناس

(۲۸) آئین بوزہ خانہ

برکثرت پیدا ہونے لگے ہیں۔ اور ایسے ہی تریز و شفتالو و بادام و پستہ و انار وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ جب سے کابل و قندھار و کشمیر و قزوین آئے ہیں تو میوؤں کے انبار آنے لگے ہیں۔ سال بھر تک میوہ فروشوں کی دکانیں و مکان اُن سے بھرے رہتے ہیں۔

گرمی لطیف کو تیزی و کثیف کو تلخی دیتی ہے وہ معتدل کو شوری بناتی ہے۔ سردی اول کو ترش اور دوم کو دھن گیر سومین کو زفت (جو زبان کو کاٹے) اعتدال اول کو چرب اور دوم کو شیرین سوم کو بے مزہ کرتا ہے اور اربعین مزوں کی آمیزش سے اور بہت سے مزے پیدا ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حمل میں مزے چار ہیں۔ شیرینی۔ تلخی۔ ترشی۔ نمکینی۔ انکی آمیزش سے بیشمار مزے پیدا ہوتے ہیں۔

پادشاہ خوشبودار دوست رکھتا ہے اور اُس کو پرستش ایزدی کا دستاویز سمجھتا ہے بخیر و عود سے اور ان عطریات سے جو اسے ایجاد کئے ہیں اور پہلے سے چلے آتے ہیں ہمیشہ اسکی محفل عطر آگین ہتی ہے اور انیکٹھان زرتین و سین طرح طرح کی بناتے ہیں اور اس میں دھویان خوشبودار جلاتے ہیں۔ اور خوشبودار پھولوں کے ڈھیر کے ڈھیر لگے رہتے ہیں اور کل کار و عن بناتے ہیں اور بالون میں اسے ڈالتے ہیں۔

پادشاہ کو قماش پر بڑی توجہ ہے اس لئے اپرانی و فرنگی و خطائی کپڑوں کی ان سراط ہو گئی ہے اور کار پر داز استادوں نادر کار ہنرمندوں نے اُن کرہیان کے آدمیوں کو کپڑا بننا سکھایا ہے۔ پیشگاہ حضور میں دھن لاهور و آگرہ و فتح پور و احمد آباد و گجرات میں کپڑا خوب بناتا ہے اور ان پر طرح طرح کی تصویریں انقش و نگار ہوتے ہیں۔ پادشاہ تھوڑے دنوں میں اس کا کم علم عمل سے واقف ہو گیا ہو اور نادر کاروں کی قدر شناسی کے سبب سے اُس ملک کے آدمیوں نے بھی شعر بانی ربالون کا بننا اور ایشم طرازی میں پایہ والا حاصل کیا۔ پادشاہی کارخانوں میں ہر ملک کا کپڑا تیار ہونے لگا اس سبب سے بہت آدمی عزیت و دست ہو گئے اور جشنوں کی آرائش بھی اندازہ سے باہر ہو گئی جو کپڑا خرید جاتا ہے یا بناتا ہے ہے یا پیش کش میں آتا ہے اُس کی شائستگی سے پاس بانی ہوتی ہے اور جو پہلے آتا ہے وہ پہلو

شہرستان خیال میں لے جاتا ہے۔ خیال ایک ہرزخ تجرد و مادی کے درمیان ہے جس کے سبب سے
تجرد و تعلق آئینہ اور اطلاق تغیر آلود پیدا ہوتا ہے پھر خیال سے بام زبان پر گام رکھ کر ہوا کی مدد
سے کان میں آتا ہے اور پھر پایہ پایہ ربار تعلق کو کندہ ہے پر ڈال کر اپنی جگہ پر چلا جاتا ہے اور کبھی
اس مسافر آسمان سیر کو آنکھوں کی مدد سے چلاتے ہیں۔ اور وہ قلم و ادوات کے مجرور کو طے
کر کے صفحوں کی نزہت گاہ میں اترتا ہے اور دیدہ کی شاہ راہ سے پھر اپنی جگہ واپس جاتا ہے
پہلے زمانہ میں حروف پر اعراب نہیں لگتے تھے اپنی نقطہ جن کا رنگ مکتوب سے نیر ہوتا تھا لگا
تھے۔ زیر کے لئے اوپر اور زیر کے لئے نیچے اور پیش کے لئے ایک سرخ نقطہ لگا دیتے تھے
خیل بن احمد عروضی نے ہر حرکت کی ایک صورت معین کی جس کا اب رواج ہے۔

دیکھو دونوں کے مذاق چمن خط اور اس کا مناسب موقوف ہے اس لئے ہر گروہ اپنا خط جدا ہی
رکھتا ہے اور اتنے خط ہم دیکھتے ہیں۔ ہندی۔ سریانی۔ یونانی۔ عبری۔ قبطی۔ معقلی۔ کوفی۔
کشمیری۔ حبشی۔ ریحانی۔ عربی۔ فارسی۔ رومی۔ حمیری۔ بربری۔ اندلسی۔ روحانی۔ اور سوا
ان کے جن میں پہلی کتابیں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ بعض عبرانی خط کا موجود حضرت آدم ہفت ہزاری
کو بتاتے ہیں اور بعض حضرت ادریس کو۔ بعض کہتے ہیں اسے معقلی خط ایجاد کیا اور بعض کہتے
ہیں کہ اس معقلی خط سے امیر المومنین علی نے خط کوفی ایجاد کیا۔ خطوط میں اختلاف سطح و دور سے ہوا
ہے۔ چنانچہ خط کوفی میں ایک دانگ دور ہے اور باقی سطح۔ معقلی میں سب سطح ہے۔ پرانی عادتوں
کے کتابے اسی خط میں ہیں۔ بہتر وہ خط ہے جس میں سیاہی و سفیدی عمدہ روش سے
جدا ہو۔ پڑھنے میں کچھ اشتباہ نہ ہو۔

ایران و توران و روم و ہند میں آٹھ طرح کے خطوط کا رواج ہے اور ان میں سے ہر ایک
خط میں ایک گروہ لکھتا ہے۔

ان میں سے ابن مقفلہ نے مسئلہ بحری میں خط معقلی و کوفی سے چھ طرح کے خط ایجاد
کئے ہیں جنکے نام یہ ہیں۔ ثلث۔ تویع۔ محقق۔ نسخ۔ ریحان۔ رفاع۔ ایک گروہ خط غبار کو

بھی ان میں داخل کر کے ساتھ خط لکھتا ہے۔ بعض خط نسخ کو یا قوت مستغنی کا ایجاد کہتے ہیں
 رقاہ و توقیع سے ساتواں خط تعلیق پیدا ہوا۔ آٹھواں خط تعلیق ہے جس میں دائرے بہت ہیں
 اس کو میر صاحب قرآن کے عہد میں خواجہ میر علی تبریزی نے نسخ و تعلیق سے ایجاد کیا مگر یہ
 غلط ہے اس لئے کہ تعلیق خط میں کتابیں صاحب قرآن کے زمانہ سے پہلی لکھی ہوئی موجود ہیں۔
 بادشاہ کی قدردانی اور راز شناسی سے بہت طرح کے خطوں میں ترقی ہوئی۔

نادرہ کا ہنر پر وازوں کی قدر زیادہ ہو گئی ہے۔ خصوصاً تعلیق خط کا رواج بہت ہو گیا ہے
 محمد حسین کشمیری مخاطب زرین قلم بادشاہ پاس بمبیل خوشنویس ہے۔ بادشاہ نے کتابخانہ
 کے چند حصے کئے ہیں۔ کچھ اُن میں سے محل کے اندر رہتے ہیں کچھ ماہر پھر ہر حصہ کی کئی
 قسمیں کی ہیں۔ علم علم کی ونامہ نامہ کی کتابیں موافق قیمت کے درجہ رکھتی ہیں اور نظم و نشر
 ہندی فارسی یونانی کشمیری عربی کتابیں جدا جدا ترتیب سے کتاب خانہ میں رکھی جاتی ہیں
 بادشاہ انکا مطالعہ اس طرح کرتے ہیں کہ روز بروز آگاہ دل کارواں کتابوں کو بادشاہ کو
 سناتے ہیں۔ بادشاہ کتاب کو اول سے آخر تک سنتا ہے ہر روز جہاں تک کتاب سنائی
 جاتی ہے وہاں بادشاہ اپنے قلم سے نقش کر دیتا ہے۔ اور اوراق کی تعداد کے موافق خواندہ
 کو روپیہ اشرفیاں انعام ملتی ہیں۔ مشہور کتابیں بہت ہی کم ہونگیں جو محفل شاہی میں
 مذکور نہ ہوئی ہوں۔ پاستانی داستانیں اور غرائب علوم اور نواد حرکت ایسی نہ ہونگی
 کہ بادشاہ کو یاد نہوں مگر سننے سے اس کو مال نہوتا تھا بہت رغبت سے سنتا تھا۔ یہ
 کتابیں ہمیشہ بادشاہ کے روبرو پڑھی جاتی ہیں اخلاق ناصری کیمیائے سعادت
 قابوس نامہ مکتوبات شرف میری گلستان حدیقہ سنائی، ثنوی مولوی روم جام جم
 بوستان شاہنامہ خمسہ نظامی کلیات خسرو مولانا جامی دیوان خاقانی و انوری
 اور اور تاریخ نامے۔

ہندی سنسکرت دیوانی و عربی و فارسی کے کتابوں کے زبان دانوں کو ہمیشہ حکم ہوتا
 تھا کہ وہ ایک زبان کو دوسری زبان میں ترجمہ کریں۔ چنانچہ نیرج جدید مرزائی کا

کچھ حصہ امیر فتح اللہ شیرازی کی دیدہ وری اور ابو الفضل کی ترجمانی سے چند خوشی گنگا دھر
 ہمیں ہماندے سنکرت سے فارسی میں ترجمہ کیا اور کتاب ہما بھارت کہ ہندوستان کی
 قدیم کتابوں میں سے ہے نصیب خاں و مولانا عبدالقادر بدایونی و شیخ سلطان تھانیری کے
 اہتمام سے سنکرت سے فارسی زبان میں ترجمہ ہوا اس میں قریب ایک لاکھ کے شعر ہیں۔
 بادشاہ نے اسکا نام رزم نامکھا اور اسی گروہ نے کتاب رامائن کا ہندی سے فارسی میں
 ترجمہ کیا وہ ہند کی تالیفات قدیم سے ہے اور اسمیں راچند کا احوال بقبضیل لکھا ہے اور بہت سی
 نواد حکمت اسمیں مندرج ہیں اور کتاب اتھرین وید کا ترجمہ فارسی زبان میں حاجی ابراہیم سہروردی
 نے کیا۔ یہ کتاب ہندوؤں کے زعم میں چار کتاب الہی میں سے ایک ہے۔ علم حساب میں ییلادتی
 حکما ہندوستان کی عمدہ نشانی ہے۔ شیخ ابوالفیض فیاضی نے اسپر سے ہندی نقاب اٹھا کر
 فارسی چادر اوڑھائی۔ کتاب تاجک کہ علم نجوم میں ایک معتبر کتاب ہے وہ بادشاہ کے ارشاد
 سے مکمل خاں گجراتی نے فارسی میں ترجمہ کیا واقعات حضرت گیتی ستاں (تیمور) کہ ایک ستور العمل
 کار آگاہی ہے مرزا خانخانان نے ترکی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ تاریخ کشمیر جس میں چار ہزار سال کا
 حال لکھا ہوا ہے۔ مولانا شاہ محمد شاہ آبادی نے کشمیری زبان سے فارسی میں ترجمہ کیا معجم البلدان
 کہ بلا دو امصار کے بیان میں ایک عجیب کتاب ہے ملا احمد ٹھٹھوی و قاسم بیگ و شیخ بھورا۔
 اور چند اور آدمیوں نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ ہرنس جو احوال کشن پر متضمن ہے مولانا
 شیرازی نے فارسی میں اسکا ترجمہ کیا۔ کتاب کلیلہ و منہ کہ حکمت علمی میں ایک کارنامہ ہے جس سے
 تعجب ہوتا ہے نصر اللہ مستوفی مولانا حسین واعظ نے فارسی میں ترجمہ کیا تھا مگر اوسمیں استعارات
 غریب و لغات دشوار تھے۔ بادشاہ کے حکم سے ابو الفضل نے ایک فارسی کا خلعت تازہ پنہایا
 عیار و انش اسکا نام مشہور ہوا۔ نل و دمن کے عشق کا قصہ کہ سنکرت زبان میں ارباب وقت کا
 جگر گداز تھا شیخ فیضی فیاضی نے یلی مجنوں کی بحر میں نظم میں لکھا وہ نلدمن کے نام
 سے شہرہ آفاق ہوا۔ جب پادشاہ کو نقل کے خزانہ پر آگاہی ہوئی تو اوس نے
 حکم دیا کہ ہفت اقلیم کا احوال آخر ہزار سال کا خبر شناس تاریخ داں ایک جگہ

جمع کریں۔ اول نقیب خاں نے اور ایک اور جماعت نے اس کام کو شروع کیا۔ مولانا احمد
ٹھٹوی نے اسکا بہت سا حصہ لکھا اور جعفر بیگ آصف خاں نے اسے ختم کیا اور اسکا خطابوا الفضل
نے لکھا۔ اور تاریخ الفی اسکا نام رکھا۔ یہ اوپر کا بیان ابو الفضل سے نقل ہوا ہے۔ مگر اب ہم
ان کتابوں کے ترجمہ کے بیان کو تا میخ بدایونی سے نقل کرتے ہیں وہ زیادہ مفصل ہیں۔

اتھربن دیدہ^{۹۳} میں ایک بڑا پنڈت برہمن دکن سے آیا اور اپنی رغبت سے اسلام سے
مشرف ہوا اور بادشاہ کے خاص خیل کے رمزہ میں داخل ہوا شیخ بہاؤن اسکا نام ہوا۔ بادشاہ
کا حکم ہوا کہ اتھربن دیدہ کو کہ اہل ہند کی چار مشہور کتابوں میں سے چوتھی کتاب ہی اور بعض احکام
اسکے ملت اسلام کے موافق ہیں اسکے معاف ہیں اسکے معافی وہ بیان کرے اور عبدالقادر
اوسکو سنسکرت سے فارسی زبان میں ترجمہ کرے۔ اسکی عبارت میں بہت اخلاق تھا اور معافی
بیان کرنیوالا اسکو اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا تھا اور اوسکے مقاصد مفہوم نہیں ہوتے تھے
یہ حال عبدالقادر نے بادشاہ سے عرض کیا اس نے اول شیخ فیضی کو اور بعد ازاں حاجی ابراہیم
سہرہندی کو ترجمہ کا حکم دیا وہ اوسکو خاطر خواہ نہ لکھ سکا اور وہ باقی رہا اس سید کے حکموں میں
سے یہ ایک حکم ہی کہ جب تک اسکا ایک خاص فقرہ ہندو نہ پڑھے تو اسکی نجات نہیں ہوگی۔
اس فقرہ میں لام اتنی دفعہ آتا ہے کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہو جاتا ہے۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ ہندوؤں
کو گلے کا گوشت کھانا چند شرطوں کے ساتھ مباح ہے۔ تیسرے یہ کہ ہندوؤں کو مردوں کو
جلانا نہیں چاہیے۔ دفن کرنا چاہیے۔ ان باتوں کے مباحثے میں شیخ مذکور ہند کے برہمنوں
پر غالب رہا اور سب کو الزام دیا اور اسی تقریب سے وہ مسلمان ہوا۔

ہا بھارت کتب ہند میں ایک معظم کتاب ہے اور طرح طرح کے فقے و مواظ و نصائح و اخلاق
و آداب و معارف و اعتقادات لکھے ہیں اور ہندوؤں کے مذاہب و طریقی عبادات کا بیان
اس میں ہے اور انہیں کے ضمن میں فرمانروایاں ہند کو روؤں اور پانڈوؤں کی لڑائی کا بیان
لکھا ہے جسکو بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار برس اور کسر سے زائد گزرے ہیں۔ ایک جماعت کا
قول ہے کہ اس سے زیادہ اور کئی ہزار برس گزرے ہیں اور زمان آدم علیہ السلام سے پیشتر

ہی۔ اور ہندو اسکے لکھنے اور پڑھنے کو عبادتِ عظیم جانتے ہیں اور مسلمانوں سے چھپاتے ہیں اس ترجمہ کا سبب یہ تھا کہ شاہنامہ و قصہ امیر حمزہ سترہ جلدوں میں پندرہ برس کے عرصہ میں بادشاہ نے لکھایا تھا اور بہت روپیہ اسکی تصویروں کے کچھانے میں صرف کیا تھا۔ ایسے ہی قصہ ابو مسلم و جامع الحکایات وغیرہ کو کرشنا تھا انکی نسبت بادشاہ کی رائے یہ تھی۔ ان اکثر شاعرانہ بناوٹ کی باتیں ہیں مگر وہ ایسی نیک ہورت میں اور سعید طالع میں تصنیف ہوئی ہیں کہ انکی پوری شہرت ہو گئی ہے۔ اب سنسکرت کی کتابوں کو جو مترادف عاقل عابدوں نے تصنیف کی ہیں اور سب صحیح اور نص قاطع ہیں اور ہندوؤں کے دین و اعتقادات کا مدار انپر ہے۔ اسکا ترجمہ سنسکرت سے فارسی زبان میں اپنے نام سے کرنا چاہیے کہ وہ تازہ غیر کر رہو گئے اور سعادات دینی و دنیوی کی ثمر اور شہمت و شوکت پیرونی کی منتج اور کثرتِ اولاد اور اموال کی مستوجب ہونگے جیسا کہ ان کتابوں کے خطیوں میں لکھا ہے اس لئے ۹۹۹ میں بادشاہ نے حکم دیا کہ پندتوں کی ایک جماعت اکٹھی ہو کر مہابھارت کے معانی بیان کرے چند راتوں تک بادشاہ نے خود انکے معانی نقیب خاں کے خاطر نشان کئے تاکہ حاصل کو فارسی زبان میں تحریر کرے اور تیسری شب کو فقیر عیدالقا در کو بلا کر حکم فرمایا کہ نقیب خاں کے ساتھ شریک کر ترجمہ کرے اور تین چار مہینے میں اس غرض و لاطائل کے اٹھارہ فن (پرہ) میں سے دو فن کا ترجمہ لکھا اور کیا کیا اعتراضات سنے جنکے معانی یہ تھے کہ میں حرام خوار اور شلغم خور ہوں۔ ان کتابوں میں فقیر کا نصیب ہی تھا۔ انصیب نصیب بعد از ان اسکا ایک حصہ ملاشیری اور نقیب خاں نے تمام کیا اور حاجی سلطان تھانیسری نے اسکا ایک حصہ تنہا ترجمہ کیا بعد از ان اس خدمت سے شیخ فیضی مامور ہوا اس نے بھی دو فن سے زیادہ ترجمہ نہیں کیا پھر حاجی مذکور نے دوبار اسکو لکھا۔ باتیں جواول بار میں فرو گذاشت ہوئیں تھیں انکے نقص کو دور کیا اور اسکو یہاں تک اصل کے مطابق کیا کہ نقطہ گم کو بھی متروک نہ کیا سوجزوں کا حصہ باریک خط میں لکھا۔ جسکا نتیجہ اسکو یہ ملا کہ کسی تقریب سے اسکو بادشاہ نے خارج کر کے بکھر میں بھیج دیا اب ہ اپنے شہر میں ہے۔ ان معیروں (معانی بیان کرنے والے) اور مترجموں میں سے اکثر کو روون اور

پانڈوں کے ساتھ مشور ہیں (مر گئے ہیں اور کافروں کے ساتھ انکا خشر ہوا ہی) باقی ماند ذکر خدا تعالیٰ
نجات ہے اور توبہ کی توفیق کرامت کرے اور عذر من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان مع
ہوا۔ و انہ ہوا التواب الرحیم اسکا نام رزم نامہ رکھا گیا تصویریں بنائی گئیں اور نقلیں مکر
ہوئیں اور امر اکو حکم ہوا کہ ایک نسخہ اسکا بننا و تبرک رکھیں اور ابو الفضل نے تفسیر آیۃ الکرسی لیف
کی تھی اسکے برعکس اس کتاب کا خطبہ دو جہز کا لکھ دیا نعوذ باللہ من الکفریات و الحشویات
۹۹۷ء میں بادشاہ نے حکم دیا کہ رامین کا ترجمہ عبدالقادر کرے اس نے چار سال میں اسکا ترجمہ
تمام کیا اور اسکا شنی بادشاہ کی نذر کیا اسکے اخیر میں لکھا تھا۔

ما قصہ خوشنیتیم بہ سلطان کہ رساند

جاں سوختہ کردیم بجاناں کہ رساند

اس شعر کو بادشاہ نے بہت پسند کیا اور پوچھا کہ ترجمہ کے کتنے جہز ہوئے۔ عبدالقادر نے
کہا کہ اول دفعہ مجلا شتر جہز تھے اور دوسری دفعہ مفصلاً ایک سو بیس جہز حکم فرمایا کہ دیباچہ بھی
مصنفین کی رسم کے موافق لکھو۔ عبدالقادر نے اس سے اغراض کیا۔ وہ لکھتا ہی کہ نقل کفر کفر نہیں
ہوتی۔ میں نے بادشاہ کے حکم سے ترجمہ کیا گو اس سے مجھے کراہت تھی اور جسے سب سے مجھے
یقین ہی کہ لعنت ملامت ہوگی میں اُس سے توبہ کرتا ہوں خدا تعالیٰ قبول کرے۔

۹۹۹ء میں بادشاہ نے عبدالقادر کو حکم دیا کہ ملا محمد شاہ آبادی نے جو ایک فاضل جامع
معقول و منقول ہی حسب حکم تاریخ کشمیر فارسی میں ترجمہ کی، اسکو سلین عبارت منقح میں لکھو
دوہینے کے عرصہ میں اسکا انتخاب کیا اور یہ بیت اخیر میں لکھی۔

در عرض یک دو ماہ بتقریب حکم شاہ

این نامہ شد چو خط پری پیکران سیاہ

بادشاہ نے یہ تذریعہ کتب خانہ میں داخل کی اور وہ پشیل پڑھی جاتی ہی۔

۱۰۰۰ء میں بادشاہ نے عبدالقادر کو حکم دیا کہ شیخ ابو الفضل علما کی استصواب جامع رشیدی
کہ ایک مجلد عظیم عربی سے فارسی میں ترجمہ کرے انہیں سے شجرہ خلفاء عباسیہ و مصریہ
و بنی امیہ کہ آنحضرت تک ختم ہوتا ہے اور وہاں سے آدم تک پہنچتا ہے اسکا اور تمام انبیاء
اولو العزم کا حال مفصل ترجمہ کیا۔

رامین

تاریخ کشمیر

جامع رشیدی

جب سندھ بھری ہزار گزر گئے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک تاریخ تالیف کی جائے۔ جس میں
 آجنگ پادشاہان اسلام کا حال ایسا لکھا جائے کہ حقیقت میں وہ روزناموں کی ناسخ ہو
 اور نام اسکا لکھی رکھا جائے اور سنوآت میں بجاؤ لفظ ہجرت کے لفظ ملت لکھا جائے اور مختصر
 کی وفات سے آجنگ قانع عالم سات آدمی لکھیں سال اول کا حال نسیب خاں۔ دوم سال کا
 حال شافعی اللہ علیٰ ہذا القیاس حکیم بہام و حکیم علی و حاجی ابراہیم سہرندی کہ گجرات سے آیا تھا اور
 مرزا نظام الدین احمد عبدالقادر لکھیں۔ دوسرے ہفتے میں ۳۵ سال کا حال مرتب ہوا۔
 بعد ازاں ملا احمد ٹھٹھوی کو حکم ہوا کہ چھتیسویں سال سے تاریخ لکھی لکھے۔ اُس نے تعصب سے موافق
 اپنے اعتقاد کے جو کچھ جی میں آیا لکھا۔ دو جلدوں میں چکیز خاں کے زمانہ تک اقعات کو لکھا کہ
 اسکو مرزا نوادر لاس نے مار ڈالا۔ باقی احوال حسب الامر آصف خاں نے ۹۹۷ء تک لکھا۔
 سترہ میں عبدالقادر کو لاہور میں حکم ہوا کہ اس تاریخ کو از سر نو مقابلہ کر کے تصحیح کرے اور سنوآت
 کی جو تقدیم و تاخیر ہوئی ہو انکو ترتیب دے ایک سال تک اسکو ان خدمات سے مشغول رہا و
 جلدوں کا تو مقابلہ کیا اور دو جلدوں کو اُسے آصف خاں کے حوالہ کیا۔ غرض اس تاریخ کے
 اول دو دفتر ملا احمد ٹھٹھوی نے لکھے ہیں اور تیسرا دفتر آصف خاں نے اور اسکی تصحیح و مقابلہ
 ملا مصطفیٰ کاتب لاہوری کے اتفاق سے ملا عبدالقادر نے کیا ہے۔

سترہ کے اوائل صفر میں پادشاہ نے ملک شعرافیزی کو حکم دیا کہ پنج گنج لکھے پانچ
 مہینے کے عرصہ میں اُس نے دل و دمن کہ عاشق و معشوق ہیں اور انکا قصہ ہند میں مشہور ہے۔
 چار ہزار دو سو شعروں میں لکھا اور چند اشرفیوں کے ساتھ پادشاہ کی نذر کیا۔ وہ بہت بادشاہ
 کو مستحسن معلوم ہوا اور اسکی کتابت کا اور اُس میں تصویروں کے گلے کا حکم ہوا نصیب خاں کو
 حکم ہوا کہ اسکو وہ پڑھ کر سناے۔ سچ یہ ہے کہ ایسی شنوی تین سو برس سے بعد شیریں خسرو کے
 کسی نے ہند میں نہیں تصنیف کی ہے۔

بکرماجیت کے زمانہ میں سنسکرت زبان میں تصنیف ہوئی تھی۔ اس میں تیس کہانیاں ہیں
 تیس کٹ پتلیاں راجہ کے سنگھاسن کو سر پر لیے ہوئے کھڑے ہیں اور ہر ایک پتلی ایک حکایت راجہ

اکرماجیت تہاراجہ مالوہ کے حال میں کہہ رہی ہیں۔ عبدالقادر کو حکم دیا کہ آج ہی سے وہ فارسی زبان میں اسکا ترجمہ شروع کرے اور ایک پنڈت مقرر کر دیا کہ وہ اسکو روبرو اسکا مطلب بیان کرے۔ پادشاہ نے ملا کا ترجمہ پسند کیا اور خود افزا اسکا نام رکھا جو اُس کے ترجمہ کی تاریخ ہے۔

مگر مل صاحب جو دنیا کی زبانوں کے علم میں بیشل عالم متبحر مشہور ہیں وہ اپنی کتاب ری لی سین سائیس (اس کتاب میں یہ ذکر ہے کہ مذہب بھی سائنس ہے) لکھتے ہیں کہ اگر تاریخ عالم کو مطالعہ کیجئے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائے ۱۵۰۰ء و مسلمانوں کے درمیان آپس میں بیہوشی کے باہم مقابلہ کرنے کا اور مذہبی تحقیقات کا شوق شہنشاہ اکبر کو ہوا، اسی کی اور شہنشاہ کو دنیا میں پہلے نہیں ہوا اس نے بہت دولت خرچ کی۔ اسنے مجتہدین مذہب کو دور دور سے بلایا۔ کروستان سے آرو شیر زردشتی کو بلایا۔ مذہبی کتابوں کے ترجموں میں لاکھوں روپے خرچ کیے بہت کتابوں کو جمع کیا۔

شبثہ کشی کو عرف میں تصویر کہتے ہیں چونکہ وہ جدو بازی دونو کا دستاویز اس لہری پادشاہ کو شوق اسکا ابتدائے عمر سے ہی اور اسکو روان و رونق دینے کا طلبگار ہی اس سبب ناد جادو کاری نے رونق پائی اور ایک گروہ نامور مصوروں کا پیدا ہو گیا ہر ہفتہ میں نر و نر اور سنجی (محرر ہر مصور کے کاموں کو پادشاہ کی نظر کے سامنے لاتے ہیں اور انکی خوبی کے اندازہ کے موافق بخشش ملتی ہے اور اضافہ تنخواہ اور کچا ہوتا ہے۔ تصویر کشی کے مصالح پر بہت غور ہوتی ہے اور تصویر کی قیمت مقرر ہوگئی ہے رنگ آمیزی کا اور ہی جو بن ہو گیا ہے اور صفائی کی اور ہی تازہ آبرو ہوگئی ہے۔ ایسے شیریں کار ہر مند چہرہ افروز ہوئے ہیں کہ شہرہ آفاق۔ بہنرادی کی نادرہ کاری کی اور اہل فرنگ کی سحر پروازی کی برابری کرتے ہیں۔ کام کی تازگی و نقوش کی صفائی و نبات دست اور اور گزیدہ صفات میں مصوری بیشل ہوگئی ہے اور جادی اجسام کی سبب تصویریں جاندار معلوم ہوتی ہیں سو مصوروں سے زیادہ پیشوا کی کے درجہ پر پہنچ گئے ہیں اور انکی بلند نامی کا آوازہ بلند ہو گیا ہے اور ایسے مصوروں کا طائفہ کہ اپنی منزل کے قریب

پہنچے ہیں اور ایسے طبقے کہ آدمی راہ پر چلے ہیں بہت ہیں۔ ہند میں جواب مصوری ہو اسکی تصویر
 بھی کبھی خیال میں نہیں گذرتی تھی کوئی ملک جہاں میں مصوری میں اسکی برابر نہیں ہو۔ اس شاہراہ
 کے پیش رو دن میں سے میر سید علی تبریزی اور عبدالصمد شیریں قلم شیرازی اور دوسو نچھ کبار
 کار کا رہا ہے۔ یہ لڑکا اس کارخانہ میں نوکر تھا اور مصوری کی ہوس میں دیواروں پر صورتیں بناتا
 اور نقش کاٹھکا ایک دن پادشاہ کی نظر اوسپر جا پڑی وہ سمجھ گیا کہ یہ لڑکا ہونہار ہے۔ ایک
 دن یہ اوستا دہو جائیگا اسکو خواجہ عبدالصمد کے حوالہ کیا۔ تھوڑے دنوں میں بگائے
 روزگار ہوا اور دیوانہ ہو کر خود کشی کر کے مر گیا۔ تعجب ہو کہ صورت مینی اور تمثال آرائی جس کو
 لوگ خواب غفلت سمجھتے ہیں وہ اندیشہ کی درستی ہے علم کی جاندار و ادب جہالت کے دروبے دریا
 کی دوا ہے تقلید پیشہ جو تصویر کے دشمن ہیں اب اونکی آنکھیں کھلی ہیں کہ حقیقت کو دیکھتی ہیں
 ایک روز انجمن رازگوئی میں بادشاہ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ جو مصوری کے پیشہ
 کی برائی کرتے ہیں اونکو میرادل نہیں پسند کرتا اور میرے نزدیک خدا شناسی میں بہت
 آدمیوں سے مصور بہتر ہوتا ہے اسواسطے جو وقت وہ جانور کی تصویر کھینچتا ہے اور اس کے
 عضو عضو کی صورت بناتا ہے اور اس کے اندر روح نہیں پھونک سکتا ہے تو وہ جان
 آفریں کی نیرنگی کی طرف متوجہ ہو کر اسکو پہچانتا ہے جب اس پیشہ کا مرتبہ بلند ہوا بڑے
 بڑے نادر کام تیار ہوئے۔ فارسی نظم و نثر کی کتابوں کو اسنے آراستہ کیا۔ دلکش
 مجلسوں کی تصویریں اسنے بنائیں قصہ حمزہ کے بارہ فتردوں کو رنگ آمیز کیا۔ اوستا دیوانہ
 نے اس میں چودہ سو جگہ تصویریں بنائیں۔ چنگیز نامہ۔ ظفر نامہ۔ آئیں اکبری۔ رزم نامہ۔
 رامین۔ نلدن۔ گیلہ دمنہ۔ عیار دانش وغیرہ میں سپر نگاری ہوئی۔ پادشاہ نے
 کتابوں میں جہاں تصویریں بننی چاہیں تھیں خود نشان کر دیئے۔ پادشاہ کے اشارہ
 سے تمام ملازمان دولت کی تصویریں بنائی گئیں اور ان سے ایک بڑی کتاب آراستہ
 ہوئی جس سے مردوں میں ایک تازہ جان پڑ گئی اور حضروں کو زندگی حب اویہ
 مل گئی جنسی کہ تصویروں کو بلند پائیگی حاصل ہوئی۔ ایسے ہی نقاشوں مذہبوں

جدول آریوں و صحافوں کا بازار بھی گرم ہوا۔

قورخانہ سے خانہ آبادی جہان کی معمور ہوتی ہی اور سپہ آرائی کا سہرا انجام ہوتا ہی اس سبب پادشاہ اسپر بہت دل لگاتا ہی اور اسکی آرایش میں بہت غور کرتا ہی اور انکی تازی تازی طرحیں نکالتا ہی۔ اس سے کام کے جوہر نے آرایش پائی ہی۔ پادشاہ کے پاس ایک جوشن (زرہ) آئی۔ اسپر بندوق لگائی تو گولی کا نشان بھی اسپر نہ ہوا۔ قورخانہ (اسلحہ خانہ) ایسا تیار رہتا ہی کہ وہ لشکر کو کافی ہوتا ہی۔ بازاروں میں ہتھیار جس قیمت پر بکتے ہیں پادشاہ انکو بھی دیکھتا ہی۔ اپنے خاص ہتھیاروں کا نام رکھتا ہی اور اسکے دے مقرر کرتا ہی۔ ۳۰ شمشر خاصہ ہیں ان میں سے ہر روز ہتشر باری باری سے شیتان میں جاتی ہی۔ جب دوسری ہتشر جاتی ہی تو پہلی ہتشر واپس آتی ہی اور اسکو باہر نوکر باری باری سے لیتے ہیں روز چالیس ہتشر تیار رکھتے ہیں اسکو کوئل کہتے ہیں۔ جب پادشاہ کی خاصہ ہتشریں خرچ ہو جاتی ہیں دوبارہ رہ جاتی ہیں تو ان کوئل ہتشروں سے انکی تعداد پوری کی جاتی ہی۔ جہ صر۔ کھیوہ۔ چابیس چالیس رہتے ہیں اور ہر ایک کی باری ایک ہفتہ کے بعد آتی ہی اور انہیں سے ہر ایک کے بیس بیس کوئل رہتے ہیں اور انکی بھرتی بھی ہتشروں کی طرح ہوتی ہی آٹھ کارو بیس بیس نیزے و برچھے ہتشریں ہر ایک کی باری ایک مہینہ میں آتی ہے۔ مشہد اور بھداین کی ۸۶ کمائیں اور سولے انکے اور ۲۴ کماریں رہتی ہیں۔ سواری اور بارعام کے وقت امیر زادی اور منصب دار واحدی قور کو ہاتھوں اور کندھوں پر اٹھاتے ہیں۔ ان میں سے چار چار آدمیوں میں سے ہر ایک چار ترکش چار کمان چار ہتشر چار سپر لیتے ہیں۔ اور انکے سوانیزہ و برچھے زراغ نول۔ پیازی۔ گپتی۔ کماں گروہ (غلیل) کتک۔ صندی شاکستہ آئین سے اٹھاتے ہیں اور چند قطار (پانچ اونٹوں کی ایک قطار) ہوتی ہی شتر و استر پر بھی طرح طرح کے اسلحہ آمادہ رہتے ہیں اور چند چھڑکے و بختی اور سوار لنگے اور جانور سفروں میں بار برداری کرتے ہیں۔ بارگاہ میں امرار اور آدومی قور کی دابہ منتظر خدمت کھڑے رہتے ہیں اور سواری میں وہ پیچھے چلتے ہیں مگر چند خاص امیر پادشاہ کے قریب رہتے ہیں۔ سچے ہوئے ہانخی و اونٹ و بھیلیاں نقاری و علم و کوکبے اور سامان شکوہ

تور کے ساتھ ہوتا ہی۔ اور یہاں دل انکا اہتمام کرتے ہیں۔ اور میری نئی انکی مدد کرتے ہیں شکار گاہ میں
چند تیز تگ پیائے اور چند اور آدمی تور کو اٹھاتے ہیں۔

توپ جہان بانی کی اقبال سرے کا عجیب قفل ہوا اور کشور کشائی کے دروازہ کی دلکش کنجی۔

جتنی توپیں یہاں ہیں اس سے زیادہ کہیں سوائے روم کے نہیں ہیں۔ بعض توپیں ایسی ہیں
کہ انہیں بارہ من کا گولہ چھوٹتا ہی اور کئی ہاتھی اور ہزاروں ہیل اسکو لیکر چلتے ہیں۔ پادشاہ ان
توپوں کی رونق کو معنوی مقاصد میں سے گنتا ہی اور بہت انپر توجہ کرتا ہی جب دروغہ
اور ژرف نگاہ نویسندہ مقرر کرتا ہی اور سارے کارخانے کو نہایت عمدہ انتظام سر رکھتا ہی۔

پادشاہ نے ان توپوں میں بہت باتیں اختراع کی ہیں۔ ایک توپ ایسی بنائی ہی کہ اسکے پوزے
جد اجدار کے پوش میں آسانی سے لیجا سکتے ہیں اور پھر چھوڑنے کے وقت انکو ملا سکتے ہیں
سترہ توپوں کو اس طرح پیوند دیا ہی کہ ایک فقیہ سے چھوٹ جاتی ہیں اور ایک توپ ایسی بنائی ہی
کہ اسکو ایک ہاتھی لیجا سکتا ہی اسکا نام گنل ہی۔ اسی کو تھناں کہتے ہیں اور ایک توپ
ایسی ساخت کی ہی کہ ایک آدمی اسکو لیجا سکتا ہی۔ اسکا نام کے اہتمام کے لیے ہزار اس
ماہو اپاتے ہیں اور پیادہ کی تنخواہ ۴۰۰ دام سے زیادہ اور ۱۰ دام سے کم نہیں ہی۔

پادشاہ کو بندوق کی طرف بہت میل ہی وہ اسکے بنانے میں اور چھوڑنے میں اپنا جواب
نہیں رکھتا ایسی بندوقیں بناتا ہی کہ اگر انکو بالباب بارود سے بھر کر چھوڑ دو تو بھی وہ پھٹتی نہیں
پہلے انہیں یک چوتھائی سے زیادہ بارود نہیں بھری جاتی تھی۔ اسکے بنانے کا یہ دستور
تھا کہ پتک (ہوٹھے) و سندان سے لوہے کو چوڑا کرتے اور پھر اسکے جوڑے سروں
کے کناروں کو جوڑتے تھے اور بعض دو ربنی یہ کرتے تھے کہ ایک طرف کو نکلا رکھتے تھے
انکے پھٹنے سے گزند پاتے تھے خاص کر پہلی طرح کی بندوقوں سی۔ اب پادشاہ نے
انکے بنائیں یہ روش نکالی ہی کہ لوہے کو چوڑا کر کے اسکو مار کی طرح اریب کے ساتھ اس طرح
پیٹتے ہیں کہ ہر جہج میں اسکا طول زیادہ ہوتا جاتا ہی اسکے کناروں کو نہیں ملا تے بلکہ
انکو نکلا رکھتے ہیں اور پھر انکو آگ میں پختہ کرتے ہیں۔ کبھی یہ بھی کرتے ہیں کہ لوہے کا میل

(۳۶) ابن کلدی

(۳۷) ابن کلدی

ولیتیر انداز اسکے ہمنماں ہوں تو ایک ہاتھی ہزاروں آدمیوں کا کام دیتا ہے۔ تنہا خود خونی
وسک عنانی میں دھڑکی گھوڑے کی برابر ہے اور فرماں برداری و رموز دانی میں زیرک آدمی
کی برابرستی کی شورش میں اور کینہ وری کی آشوب میں وہ آدمی سے بڑھ کر ہے اپنی مادہ کو گزند
نہیں پہنچاتا باوجودیکہ وہی اسکو گرفتار کرتا ہے اور اپنے سے چھوٹے ہاتھیوں سے نہیں لڑتا
اور نہ انکو لائق شمش جانتا ہے حق شناس ایسا ہے کہ اپنے ہماوت کو آزار نہیں دیتا ہمیشہ
خاک بازی کرتا ہے لیکن سواری کے وقت اس سے باز رہتا ہے۔

ایک ہاتھی شورش مستی و خشگی میں اپنے ہمسرے لڑتا تھا کہ ایک چھوٹا لڑکا اسکے پاؤں
کے نیچے آگیا۔ مہربانی سے اسکو سوڈ میں اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا اور پھر جنگ شروع کی۔
جب مستی میں وہ قید سے رہائی پاتا ہے اور خود سمر دھونائی تو کسی کا مقدور یہ نہیں ہوتا کہ اس کے
پانس بھی جا کر پھٹکے۔ پردل کارواں تنہی پر سوار ہو کر اسکے پاس جاتا ہے اور پاس بند کر دیتا ہے
بہت سی ہتیاں اپنے بچوں کی سوگوار میں کھانا پینا چھوڑ دیتی ہیں اور اسی غم میں مڑتی
ہیں۔ ہاتھی بہت طرح کے کام سیکھتے ہیں۔ ان اصول کو کہ سولے موسیقی شناس کے کوئی اور
نہیں سمجھتا وہ انکو سیکھ لیتا ہے اور انکے موافق اپنے اعضا کو جنبش دیتا ہے اور روش میں آتا ہے
وہ کمان کھینچتا ہے۔ نیزہ پھینکتا ہے اور افتادہ کو اٹھا کر فیلبان کو دیتا ہے۔ رسم ہے کہ دانہ کو گھاس
میں لپیٹ کر ہاتھی کو خورش میں دیتے ہیں اور وہ پاسبان کے اشارہ سے اپنے منہ کے گوشہ
میں اسکو رکھ لیتا ہے اور تنہائی میں اسکو دیدیتا ہے سوڈ میں پانی لیکر اپنے اوپر چھڑکتا ہے اور اس میں
کوئی بونا خوش نہیں پیدا ہوتی اسکی قیمت ایک لاکھ روپیہ سے لیکر سو روپیہ تک ہوتی ہے۔
پنج ہزاری بہت سے ہوتے ہیں اور وہ ہزاری بھی پاؤں جاتے ہیں۔ انکی چار قمیں بھر۔ مندر۔ مرگ
میر۔ ہوتے ہیں۔ انکے دانت اٹھا رہے ہوتے ہیں ان میں سولہ آدمی اوپر آدھو نیچے اور دو باہر
ہوتے اکثر ایک گز کے اور اس سے بھی بڑے۔

ہاتھی کی عمر طبعی آدمی کی برابر ۱۲۰ سال کی ہے اسکے نام بہت سے ہیں۔ ہستی۔ بگ۔ پیل
ہاتھی وغیرہ وہ کارشنا سول کی تعلیم سے بہت سے جوہر اپنے میں پیدا کر لیتا ہے۔ اور تسلیم

پانے کے بعد سور و پیہ کا ہاتھی ایک لاکھ روپیہ کا ہو جاتا ہے۔

ہند کے دانش گرا کہتے ہیں کہ دنیا کی جو آٹھ دشا (جہت) ہیں انہیں ایک قدسی نفوس ہاتھی کی پیکر میں اوتار لیتا ہے۔ اسکی عجیب کھانیاں بناتے ہیں اور انکے نام یہ بتاتے ہیں۔
 (۱) مشرق میں ایراوت (۲) مشرق جنوب میں پنڈریک (۳) جنوب میں باسن (۴) مغرب جنوب میں گند۔ (۵) مغرب میں انجن (۶) شمال میں پھیدنت (۷) شمال میں سارہ بھوم (۸) شمال مشرق میں سپرتیک اپنے برآمد کار کے لئے ہر ایک کی پوجا کرتے ہیں اور اسکے لیے منتر پڑھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس دنیا میں جو ہاتھی ہے وہ انہیں سے کسی ایک کی اولاد میں سے ہے۔ وہ سفید پوست فیل کو اول درجہ کا شمار کرتے ہیں اور اگر وہ بزرگ سر اور دراز مو و شمناک و مردانہ ہوا اور پلکیں کشادہ کر کے دیکھے تو او کو درجہ دوم اور اگر خوب دیدار و سیاہ فام اور میان پشت بلند ہو تو سوم درجہ کا اور اگر بلند قامت سرخ چشم سیاہ سرخی آمیز ہو۔ و شوخ و آگاہ و کوتاہ ہو تو درجہ چہارم کا اور اگر چمکتا ہو سیاہ ہوا اور ایک دانت دراز ہوا اور سینہ و شکم سفید ہو۔ و دست دراز اور بہت موٹا ہو تو پانچویں درجہ کا۔ اگر تھیب رگیں نلی ہوئیں اور پشت و گوش خرد ہوں و خرطوم دراز تو چھٹے درجہ کا اور اگر نازک بدن و سرخ چشم و دراز خرطوم تو ساتویں درجہ کا اور اگر ان ساتوں قسم کی صفات میں کچھ حصہ کسی میں ہو تو اسکو آٹھویں قسم کا شمار کرتے ہیں اور انکو اس طرح بھی آٹھ قسموں میں تقسیم کرتے ہیں کہ (۱) اگر اسکا پوست چم زردہ نہ ہو و بیمار نہ ہو و قارمنہ ہو اور لڑائی میں موند نہ پھیرتا ہو اور گوشت پر رغبت نہ کرے اور شائستہ خوراک کھا کر خوش وقت ہو تو اسکو دیومزاج کہتے ہیں (۲) اگر ہاتھیوں کی شائستہ خامیتیں رکھتا ہو اور بہت آگاہ ہو و سر و گوش و خرطوم و دست پا کو ہلاتا رہے۔

بے اشار کسی کو نہ آزار دے تو اسکو گندھرب مزاج کہتے ہیں (۳) اگر شمناک ہو اور اشتہا نہ کھانے اور پانی میں بہنے کو دوست رکھے تو اسکو برہمن مزاج کہتے ہیں (۴) جو بہت تنومند و خوشحال و آویزش دوست و شوخی افزا ہوا اسکو کھتری مزاج کہتے ہیں

(۵) اگر بیت قد و فراموش کار اور اپنے کام میں شوخ اور مالک کے کام میں کابل منش اور زبوں خوراک پر مائل ہو اور ہر فیل کے ساتھ جنگ جو تو اسکو شو در مزاج کہتے ہیں (۶) اگر دراز ہستی و فریب کار اور جان شکر بیراہہ رو تو اسے مار مزاج کہتے ہیں (۷) اگر کج رو و کم آگاہ اور اپنے تئیں ست بنائے رکھے تو اسکو پشاجہ (بھوت) مزاج کہتے ہیں (۸) اگر زور آور تیز رو آدم آزاری دشت گردی کو دوست رکھے تو اسے راجھس مزاج کہتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں ہاتھیوں کے باب میں بہت سی کتابیں اور انکی بیماریوں اور علاجوں کا ذکر انہیں ہے۔

صوبہ دار الخلافہ اگرہ میں جنگل پیدا دان و زور میں برابر تک اور صوبہ الباس میں حد و دہ پٹہ و گھوڑا گھاٹ در تن پور و نندن پور و سرگوبہ بستر اور صوبہ مالوہ میں ہندیا راجھو و چندیری و سنتواس دیبا گڈھ و رائے سین و ہوشنگا بادو گڈھ دھریا گڈھ اور صوبہ بہار میں نواحی رھتاس و بہار کھنڈ و صوبہ بنگالہ میں اڈیسہ و ساتگانوں میں ہاتھی بہت ہوتے ہیں اور بے اچھا پٹہ کا ہاتھی ہوتا ہے راہ الو الفضل نے جو مقامات ہاتھیوں کی افراط کے لکھے ہیں اب وہاں ہاتھی بالکل نہیں ہیں۔

گڈھ فیل کو سنسکرت میں سہنہ کہتے ہیں اس میں مختلف تعداد ہوتی ہے۔ ہزار تک ہاتھی ایک گلہ میں ہوتے ہیں اور صحرا میں نہایت ہوشمندی سے سہتے ہیں۔ زمستان و تابستان میں مناسب مقام میں سکونت اختیار کرتے ہیں اپنی خواجگاہ کے نزدیک درخت زار کو اٹھ بیٹھ ڈالتے ہیں اور نشاط و چرنے اور پانی پینے کے لیے دور دور چلے جاتے ہیں اور چلنے میں ایک آگے چل کر قراول بنتا ہے اور نگہبانی کرتا ہے اور یہ قراول اکثر بوڑھی ہوتی ہے اور جب سوتے ہیں تو چار چار تہنیوں کو چاروں طرف پاسبانی کے لیے مقرر کرتے ہیں اور دن کو نوبت بہ نوبت پہرہ دیتے ہیں۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو تہنی تین چار روز تک بچے کو سونڈ میں اٹھا کر پیچھ پر یا دانت پر بٹھالتی ہے اور اسے لیے پھرتی ہے۔ زچہ اور بیمار کا علاج نباتات سے کرتے ہیں اور

اگلے گرد جمع ہوتے ہیں۔ شہنشاہ اکبر کہتا تھا کہ صحرائی ہتھی کا بچہ کنوئیں میں گر پڑا تھا تو ہتھی
فیلوں نے کنوئیں کو کڑی اور گھاس سے بھر کر نکال لیا۔

پادشاہ نے ہاتھی کے یہ سات مراتب مقرر کئے ہیں (۱) مست (۲) شیر گیر (۳) ساڈ
(۴) منجھولہ (۵) گرہ۔ (۶) پھنڈر کنبہ (۷) موکل۔

پہلے ہاتھیوں کی قسمیں مقرر نہیں تھیں۔ اس لئے انہی خوراک میں ناہنجاری ہوتی تھی
مگر اب ہاتھیوں اور تینوں کی اقسام مقرر کر دیں ہیں اور ہر ایک کی خوراک کی مقدار معین کی
ہی جس سے انتظام خوب ہو گیا۔ اول مست ہاتھی پر ساڑھے پانچ نفر اسکے معنے کنایہ میں ہیں

کہ دو ہاتھیوں پر گیارہ آدمی یا پانچ آدمی اور ایک لڑکا (۱) ہاوت وہ گردن پر بٹھتا ہے۔
اور اسکو چلاتا ہے۔ (۲) بھوئی وہ سرین گاہ پر بٹھیتا ہے وہ لڑائی اور تیز روی میں یاوری کرتا ہے
(۳) بیٹھ وہ ہاتھی کو کھولتا اور باندھتا ہے۔ ساڑھے تین نفر اسکے مقرر ہیں دوم ہر شیر گیر پر پانچ

نفر سو م ہر ساڈ پر ساڑھے چار نفر چارم ہر منجھولہ پر ساڑھے تین نفر پنجم ہر گرہ پر ساڑھے تین نفر
ششم ہر پھنڈر کنبہ پر دو نفر سہتم ہر موکل پر دو نفر مقرر ہیں فوجدار شہر یا ر دس دس سو سو میں
تیس تیس ہاتھی کار دانوں کی سپرد کرتا ہے ان ہاتھیوں کو حلقہ کہتے ہیں اور اسکے سردار کو فوجدار

وہ ہاتھیوں کی فوجی دہنر آموزی و دلیری و توپ اندازی اور آتش افروزی میں لنگی با
برجانی میں کوشش کرتا ہے۔

ہاتھی کا رخت یہ ہوتا ہے (۱) دھرنہ۔ بڑی زنجیر ہوتی ہے جس سے پانوں باندھتے ہیں (۲)

آندو۔ زنجیر ہوتی ہے جس سے دونوں ہاتھیوں کو باندھتے ہیں (۳) بیڑی ایک زنجیر پھلے پانوں
میں ڈالنے کی ہوتی ہے (۴) بلایا پند جس سے آندو شد کر سکتا ہے مگر وہ دوڑ نہیں سکتا۔ (۵)

گڈھیری اندو کی مانند ہوتی ہے (۶) لوہ لنگر۔ ایک بڑی سی زنجیر ہوتی ہے اسکا ایک سرا ہاتھی
کے دست راست میں باندھتے ہیں دوسرا کسی کندہ میں۔ (۷) چرنخی۔ خالی زسل ہوتا ہے جس میں بارود

بھر کر چھوڑتے ہیں اور وہ چلکاتی ہے۔ اس سے ہاتھی بہت ڈرتا ہے (۸) اندھیاری جسکا نام پادشاہ نے
آفتابی رکھا ہے۔ وہ ٹاٹ وزرینت و محل وغیرہ کی بنائی جاتی ہے جو گوشیہ ہوتی ہے آنکھوں پر لگاتی

(۲۲) آئین مرآت فیل

(۳۳) آئین خوراک

(۴۴) آئین خدمت گذاری فیل

(۴۵) آئین رخت

اور اگر بھول جاتی رہے تو اسکی قیمت کی برابر ہوتا ہے۔ اگر مادہ لاغری و کم تیاری سے مر جائے تو بھولی سے اسکی قیمت لیجاتی ہے۔ اگر فیلبان ہاتھی کے ست کرنے کے لیے دار و کھلائے اور اُس سے وہ مر جائے تو فیلبان کو قتل کرنے یا ہاتھ کاٹنے یا بیچ کر غلام بنانے کی سزا ہوتی ہے اور اگر خاصہ ہاتھی ہو تو بھولی سے بھی تین مہینے کی تخواہ کا جرمانہ لیا جاتا ہے اور ایک سال معطل کیا جاتا ہے اگر ہاتھی مر جائے تو بھولی اور ہاوت پر تین مہینے کی تخواہ جرمانہ ہوتا ہے اگر ہاتھی کا دانت ٹوٹ جائے یا اسکی کلی رگی دانتوں کے قریب ایک جگہ ہوتی ہے جیسا و سکو گزند پہونچے تو وہ چرک کرتی ہے (کو آزار پہنچے۔ اور دانت کھوکھلا ہو جائے تو دار و غصہ سے دو تھائی اور فوجہ اسے ایک تہائی جرمانہ لیا جاتا ہے۔ ہاتھیوں کی فربہی و لاغری دیکھنے کیواسطے ہر مہینے میں دو کاردار مقرر ہوتے ہیں جو پادشاہ کو سب حال کی اطلاع دیتے ہیں۔

گھوڑا آبادی منزل و آبادی سپاہ و آبادی ملک میں بڑا درجہ رکھتا ہے۔ کشور کشائی و غمزدائی میں بڑی دستاویز ہوتا ہے۔ پادشاہ سپہ بہت مائل ہے۔ اس لئے عراق۔ عرب۔ روم۔ ترکمان۔ بنخشاں۔ شرواں۔ قرغز تبست۔ کشمیر اور اور ملکوں اور توران و ایران سے کارواں در کاروان پادشاہ پاس گھوڑے آتے ہیں۔ پادشاہ کے طویلہ میں بارہ ہزار گھوڑے ہیں ہر روز بہت آتے جاتے رہتے ہیں۔ دیدہ و کار شناسوں نے گھوڑوں کی نسل لینے میں وہ ترقی کی ہے کہ گھوڑے عرصہ میں ہندوستان کو عربستان سے بڑھادیا اور اب ہندوستان میں گھوڑا ایسا پیدا ہونے لگا کہ وہ بالکل عربی و عراقی معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ ان کی نسل ہر جگہ بڑھانی جاتی ہے مگر کچھ میں وہ خوب ہوتی ہے اور عربی گھوڑے کی مانند گھوڑا وہاں پیدا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں عرب کا ایک جہاز تباہ ہو کر اس سرزمین میں آیا۔ اس میں سات گھوڑے نہایت عمدہ تھے وہاں گھوڑے ان گھوڑوں کی نسل میں سے گئے جاتے ہیں۔ پنجاب میں بھی گھوڑا عراقی گھوڑے کی مانند پیدا ہوتا ہے۔ خاص کر دریا سندھ و بہت (حلم) کے درمیان اسکو سوچی کہتے ہیں۔ اور پتی سمیت پور۔ بجواڑہ۔ تہارہ۔ صوبہ دارالخلافہ اگر وہ میوات صوبہ اجمیر میں جو گھوڑے پیدا ہوتے ہیں ان کو پچواریہ کہتے ہیں۔ ہندوستان کے کہسار شمالی میں چھوٹے گھوڑے طاقتور پیدا ہوتے ہیں اور انکو گوٹ کہتے ہیں۔ بنگالہ کی انتہا پر

(۴۹) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

کوچ (بہار) میں گھوڑا پیدا ہوتا ہے جو ترکی اور گوٹ کے درمیان ہوتا ہے اور سکوٹا گھن کہتے ہیں۔
 وہ بڑا توانا اور زور مند ہوتا ہے۔ پادشاہ گھوڑے کو فرماندہی کا باپ اور بزرگی کی اکیر جانتا ہے۔
 اس لیے ان کے جمع کر میں بہت توجہ کرتا ہے۔ اول اس نے ایک جد اچھ مقرر کر رکھی ہے کہ گھوڑوں کے
 سوداگروں کو بغیر انتظار کے بیچ کے آرام کیا کریں اور کسی طرح کی انکو گزند نہ پہنچی اور از مندی
 جو آجکل سوداگروں کے گلے کا ہار بنی ہوئی ہے گھوڑوں میں پرانگی نہ پیدا کرے۔ دوم اس نے ایک
 نیک مرد کا روالاں سرے کا آئین مقرر کر دیا ہے کہ وہ کاراگی اور شناسائی سے سوداگروں کو بغیر مان
 نہ ہونے دے اور بدگوہر سخن سازوں کی زبان بیہودہ گوئی سے بند کرے۔ سوم ایک چکی درست مسلم
 مقرر کیا ہے کہ وہ گھوڑوں کے آنے اور نظر سے گزرنے کے ہر شے کو منظم رکھے اور پادشاہی احکام کی
 تکمیل کو دیکھتا ہے کہ اس میں تو کچھ خلل نہیں آیا۔ چہارم اس نے سچے قیمت شناس مقرر کیے ہیں
 کہ وہ گھوڑوں کی قیمت ان کی آمد کی ترتیب کے موافق مقرر کریں یعنی جو پہلے آئیں ان کے پہلے قیمت
 مقرر کی جائے جو قیمت وہ مقرر کرتے ہیں پادشاہ انکو آدھی قیمت اور زیادہ دیدیتا ہے۔
 ہر قسم کے گھوڑوں کے مراتب مقرر ہیں خاصہ وغیرہ خاصہ۔ چھ طویلے چھل اسی عرب عجم کے برچید
 گھوڑوں کے اور اوطولے شاہزادوں کے ہیں۔ ایک طویلہ ہر ہوا ترکی گھوڑوں کا ہے۔ ایک طویلہ
 خانہ زووں کا ہے۔ خوراکیں ہر قسم کے گھوڑوں کی مقرر ہیں۔ سب کے ساز و اسباب جدا جدا ہیں۔
 خدمتگاروں کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) ایک عہدہ آتیلی کا ہے وہ سب گھوڑوں کے حال سے واقف
 ہوتا ہے طرح طرح کی تیمارداری و رہنمائی کرتا ہے۔ یہ ایک منصب والا امرائے بزرگ کی برابر
 آجکل خانہ خاناں اس خدمت پر سر بلند ہے۔ (۲) ہر طویلہ کا ایک داروغہ ہوتا ہے (۳) منصب داروں
 اور اادیوں میں سے ایک مشرف ہوتا ہے وہ گھوڑوں کی شمار اور داد دستک حساب کھاتا ہے وہ
 امراء میں داخل ہوتا ہے۔ (۴) دیدہ و پادشاہ کے ملاحظہ سے پیشتر گھوڑوں کا حال تحقیق کرتا ہے
 انکا حال اور درجہ قرار دیتا ہے اور مشرف اس کو لکھتا ہے۔ اکثر منصبداروں و اادیوں
 میں سے کسی کو یہ عہدہ ملتا ہے۔ (۵) اختی وہ گھوڑوں کے رخت کی پاسبانی کرتا ہے
 اور ان کو آراستہ کرتا ہے (۶) چابک سوار۔ وہ گھوڑوں پر سواری کر کے انکی چال کو

درست کرتا ہے (۷) ہاڈا ایک گروہ راجپوتوں کا ہے وہ گھوڑوں کو اصول سکھاتا ہے یعنی قدم چلنا۔
 (۸) میر دھاجو سائیکوں میں شمشا تر ہوتا ہے۔ وہ دس آدمیوں کا سردار ہوتا ہے۔ اس کو
 احدیوں میں تنخواہ ملتی ہے (۹) بھٹار (۱۰) نقیب وہ ہر طویلہ کے حال کی خبر دار و غہ کو کرتا ہے۔
 (۱۱) سائیس (۱۲) جلو دار پیک (۱۳) نعلیند (۱۴) زین دار (۱۵) آب کش (۱۶) فراش جو اسباب
 پر سے گرد جھاڑتا ہے (۱۷) سیند سوز (۱۸) خاک رو ب جکا نام بادشاہ نے حلال نور رکھا ہے (اکبر کو
 نام بدل کرنے ناموں کے رکھنے کا شوق بڑا تھا) پادشاہ بعض آدمیوں کو یہ جانتا ہے کہ وہ گھوڑی
 پر خوب سوار ہوتے ہیں مگر گھوڑے کا رکھنا نہیں جانتے اس لیے اُس نے چند طیلے دار و غول کسپر د
 کر دیئے ہیں اور نیز مشرف جہا مقرر کئے ہیں جب امت کا وقت ہوتا ہے تو یہ سوار بلاے جاتے ہیں
 اُنکا نام بادشاہ نے بار گیر سوار رکھا ہے۔ اس لیے کہ گھوڑے بدلے نہ جائیں اور فریب کا نقش مٹ جائے
 پادشاہ نے کچھ دنوں نظر کے لفظ سے کچھ دنوں داغ کے لفظ سے کچھ دنوں سات کے ہندسہ کے
 نشان سے گھوڑوں کو نشان منڈ کیا جو سرکار والا ہیں گھوڑا لیا جاتا ہے یہ نشان کلمہ پر دائیں طرف
 ہوتے جو گھوڑا باہر دیا جاتا اسکی بائیں طرف یہ نشان ہوتے۔ کچھ عراقی و محض گھوڑوں پر دائیں
 طرف قیمت کے ہندسہ کا نشان ہوتا اور ترک تازی کے بائیں طرف۔ اب ہر طویلے کے گھوڑوں پر
 قیمت کا ہندسہ لکھا جاتا ہے۔ وہ ہر پر۔ اکا نشان و ست ہری پر ۲۰ کا نشان اور علیٰ ہذا القیاس۔
 اگر پادشاہ کے ملاحظہ میں اس قیمت میں کمی بیشی ہوتی ہے تو پہلا ہندسہ کا نقش مٹا دیا جاتا ہے
 جب چہل ایسی اصطل میں سے دس گھوڑے کم ہو جاتے تو انکی بجائے اور شانزادوں کے منتخب گھوڑوں
 میں سے بھرتی کئے جاتے اور اگر خانہ زاد گھوڑے دس کم ہو جاتے تو انکی بجائے اور دس خانہ زاد گھوڑے
 بھرتی کیے جاتے اور اگر ہوار میں سے پانچ کم ہوتے تو انکی جگہ در طویلوں سے بھرتی ہوتے۔ اگر شانزادہ
 بزرگ سلیم کے طویلہ میں پندرہ گھوڑے کم ہو جاتے تو انکی جگہ اسکے چھوٹے بھائیوں کے طویلوں سے گھوڑے
 بھرتی کیے جاتے اور اگر اُس سے چھوٹے شانزادہ مراد کے طویلہ میں ۲۵ گھوڑے کم ہوتے تو انکی بجائے
 اپنے چھوٹے بھائی دانیال کے طویلوں سے گھوڑے پر ہوتے اور اگر سب سے چھوٹے شانزادہ دانیال کے طویلہ
 سے ۲۵ گھوڑے کم ہو جاتے تو انکی جگہ اور طویلوں سے پر ہوتے سب سے الہی میں حکم ہوا کہ اب سے بعد

(۵۴) بار گیر
(۵۵) آئین داغ
(۵۶) ہاڈا
(۵۷) آئین گھوڑوں کے

ہر سال ایک ایک گھوڑا زیادہ کیا جائے اُس وقت طولیہ خاصہ میں گیارہ گھوڑوں کی کمی ہوتی ہے
 انکی جگہ بھرتی شروع ہے اور اوڑھیلوں کی کمی نظر (ملاحظہ کے وقت) پوری کی جائیگی جب کوئی
 خاصہ گھوڑا مر جاتا ہے تو اسکی قیمت اول کی ہر ہر کے پیچھے دارد غنہ سے ایک روپیہ اور میردھ دس
 دام اور سائیس سے چوتھائی تنخواہ تاوان لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی گھوڑا چوری جاتا ہے یا عیب کھ جاتا ہے
 تو اطلاع پادشاہ کو ہوتی ہے اور وہ اُسکے واسطے تاوان تجویز کرتا ہے۔ یہ تاوان یکساں نہیں ہوتا۔
 مختلف ہوتا ہے اور اوڑھیلوں میں اور دارد غنہ سے ایک گھوڑے کے مرنے پر ایک وپیہ ہر پیچھے
 اور دو کے مرنے پر دو روپیہ فی ہر میردھ اور سائیس سے بدستور سابق تاوان لیا جاتا ہے اور
 اب ایک گھوڑے سے تین گھوڑوں کے مرنے تک ایک وپیہ فی ہر اور چار کے مرنے پر دو روپیہ
 ہر ہر پیچھے اور علیٰ ہذا القیاس تاوان لیا جاتا ہے۔ اگر گھوڑے کا منہ چر جائے تو ہر ہر پیچھے دس دس
 دام میردھ سے جرمانہ لیا جاتا ہے اور وہ اور سائیسوں سے وصول کرتا ہے۔ ہمیشہ پادشاہ کی سواری
 کے لئے یہ گھوڑے تیار رہتے ہیں دو دو خاصہ۔ مگر ہوا رتین۔ طواہل ہفتادہری سے وہ ہری تک
 کوٹ ایک ایک چار چار گھوڑوں کو مشل کہتے ہیں۔ جب پادشاہ چھ طولیہ خاصہ میں سے کسی گھوڑے
 پر سوار ہوتا ہے تو ایک آئین مقررہ کے موافق نوکروں کو ایک وپیہ انعام دیتا ہے جس سے خدمت آفرینی
 کی ترقی ہوتی ہے اور وہ سب نے کروں میں تقسیم ہوتا ہے جبکہ کوئی گھوڑا بخشش میں دیا جاتا ہے تو اسکی
 قیمت ڈیوڑھی یعنی بچاس فیصدی زیادہ کی جاتی ہے اور ہر اشرفی کے پیچھے پانچ دام اُس سے
 انعام لیتے ہیں اور اہل طبل کے ملازم اُسے تقسیم کر لیتے ہیں۔ اس ملک کے گھوڑے کی عمر طبعی ۳۰
 سال اور قیمت پانچ سو روپیہ سے لیکر دو سو روپیہ تک اونٹ ابتدا شعور سے اس شگرف پیکر
 جانور کی طرف پادشاہ بہت میلان خاطر ہے وہ آبادی منزل و آبادی سپاہ و آبادی ملک کا
 مددگار ہے اور بار برداری میں صابر ہے اس لئے پادشاہ کا وہ دلنشین ہے اور اس پر بہت
 توجہ ہے اس ملک میں وہ بہت عمدہ پیدا ہونے لگا ہے اور ایرانی و تورانی اونٹوں سے بیش ہو گیا
 پادشاہ اپنی خوشی اور اوروں کی نشاط افزائی کے لئے اونٹوں کو لڑاتا ہے اور چیت
 منتخب آدمیوں کو اس کام کے واسطے آمادہ رکھتا ہے خاصہ اونٹوں میں ایک لٹ کا نام

(۶۶) آئین اودھ

شاہ پسند ہے۔ خانہ زاد بارہ برس کا ہے وہ اپنے ہمسروں پر غالب ہے اور اسکی رفت و خیز میں کشتی گری کی تازگیاں نمودار ہوتی ہیں۔ اجمیر وجود چھوڑنا گوروں کے بیگانہ و غریب اور بھٹیاؤں کے نزدیک اونٹ بہت ہوتا ہے صوبہ گجرات کے کچھ کے قریب بہت عمدہ اونٹ ہوتے ہیں۔ اور سندھ میں سب سے زیادہ۔ بہت سے آدمیوں پاس دس دس ہزار اونٹ ہوتے ہیں۔ اجمیر کا اونٹ تیز رفتاری میں اور بھٹیر کا اونٹ بار برداری میں نامدار ہیں پانچ اونٹ کی ایک قطار ہوتی ہے۔

ہندوستان میں گائے کی بڑی بزرگداشت ہوتی ہے ہندو اسکو مقدس جانتے ہیں کشت و کار اسی کی قوت سے ہوتی ہے اور اس سے مایہ زندگانی کا سامان مہیا ہوتا ہے اسی سے دودھ و گوشت و روغن سے دسترخوان کی رونق ہوتی ہے۔ بیل بار برداری اور گردوں کشتی میں بڑا تو مند ہوتا ہے اور سلطنت کی تینوں قسموں میں بڑا مددگار۔ وہ سب جگہ پیدا ہوتا ہے اور اسکی طرح کے رنگ ہوتے ہیں لیکن صوبہ گجرات میں سب جگہ سے بہتر ہوتا ہے اور اسکی ایک جوڑی کی قیمت سو ہر ہوتی ہے اور رات دن میں اسی کو سچلتا ہے اور اسکی شُفتا سے آگے بڑھنا چاہتا ہے اور راہ میں سرگرم نہیں کرتا میں مہری اور س بیل تو بہت توتے ہیں بنگالہ اور دکن میں بیل اچھا ہوتا ہے اور بوجھ لانے کے وقت بیٹھ جاتا ہے۔ یہاں کی گائے آدھ من دودھ دیتی ہے اور ملک دکن میں دس روپیہ کی قیمت سے زیادہ قیمت کا بیل نہیں ہوتا۔

پادشاہ نے بیلوں کی ایک جوڑی دو لاکھ دام کو خریدی تھی تب تب کشمیر کے قریب گائے قطاس پیدا ہوتی ہے وہ ایک عجیب نمود رکھتی ہے۔ اس جانور کی عمر طبعی ۲۵ سال ہے۔ پادشاہ انہیں سے بہت سے گائے بیل پاسبانوں کو سپرد کرتا ہے انہیں سے سو خاصہ ہیں انکا نام کوئل رکھا گیا ہے۔ وہ ہمیشہ خدمت کے لیے آمادہ رہتے ہیں ورنہ کار میں انہیں سے چالیس بے بار ہمراہ ہوتی ہیں اور اکیاون گاؤں اور ہوتی ہیں وہ کوئل کی برابر عمدہ نہیں ہوتیں انکو نیم کوئل کہتے ہیں وراثتی اور گاؤں کو پاؤ کوئل ہر قسم کے بیلوں کو گردوں کشتی و بیل آرائی و آب آوری کے کام سپرد ہوتے ہیں انہیں ایک قسم کا بیل گوٹ کی مانند ہوتا ہے اس کو گیتی کہتے ہیں وہ بڑا خوبصورت ہوتا ہے۔

اس طرح گاؤں اور بھینوں کے تقیم سو سو کے گلوں میں ہو کر آدمیوں کو حوالہ کی جاتی ہیں اور سب کی خوراک مقرر ہوتی ہے۔

بیل دو طرح کی ہوتی ہے چتری دار کہ جس پر چار چوب یا زیادہ لگی ہوتی ہیں اور انکو زبردست گھوڑے کھینچتے ہیں اسکو گھڑ بہن کہتے ہیں۔ دس خزانوں پر ۲۰ عرابچی اور ایک بڑھی مقرر ہوتا ہے اگر بیل کا سینک ٹوٹ جائے یا وہ اندھا ہو جائے تو اسکی چوتھائی قیمت کی برابر داروغہ سر تاوان لیا جاتا ہے۔ ہر گاڑی کے اونگھنے کے لیے نیم دام دیا جاتا ہے۔ بھینے کو انہ کہتے ہیں۔ گاؤں و گاؤں میں کے گائے کو ٹھاٹ کہتے ہیں۔ ایک گائے ایک سیر سے پندرہ سیر تک اور ایک بھین دو سیر سے ۳۰ سیر تک دودھ دیتی ہے اور پنجاب کی بھینیں عمدہ ہوتی ہے۔ ہر گائے کا دودھ اول مشخص ہوتا ہے اور ہر سیر سے دو دام روغن طلب ہوتا ہے۔

خجریں گھوڑے کی طاقت اور گدھے کا صبر ہوتا ہے۔ نہ وہ گھوڑے کا سازیرک ہوتا ہے نہ گدھے کا کادون جن راہ پر وہ ایک دفعہ جاتا ہے پھر اسے نہیں بھولتا ہے۔ بارکشی و گریوہ فوری و نرم ہی میں بہت ہی کم جانور اس کی برابر ہیں۔ اس لیے اسکو کاردار ہوشیار دوست رکھتے ہیں اور اسکی پرورش کرتے ہیں۔ ہندوستان میں گھلی اور اسکے نواح کے سوا کہیں اور نہیں پیدا ہوتا وہ اسکو گدھے کی برابر سمجھتے ہیں اور اسکی سواری سے تنگ رکھتے ہیں۔ مگر بادشاہ نے اس نفرت کو دور کر دیا ہے۔ عراق۔ عرب۔ عجم۔ اور ملکوں سے وہ آتی ہیں اور انہیں جو اچھی ہوتی ہے وہ ہزار روپیہ کو کہتی ہے اور اسکی قطار بھی مثل شتر کے پانچ خجروں سے بناتے ہیں اوس کی عمر طبعی پچاس سال ہے۔ سب کے لیے خوراک اور ساز مقرر ہے۔

سلطنت کی تینوں شاخوں کی آبادی اور مایہ وری اور چھوٹے بڑوں کی کام روائی۔ دلوں کی پاسداری خاطر دلوں کی دید بانی اس بات پر موقوف ہے کہ پادشاہ اپنے دن رات کو کئی طور سے صرف کرتا ہے پادشاہ کے دل پر اگر ہزاروں شغلوں کا ہجوم ہو تو اس کے صفائی قلب میں کوئی غبار نہیں اٹھتا اور خدا تعالیٰ کی نیرنگی نقش کی آگاہی میں۔ پراگندگی پیدا ہوتی۔ ہر لحظہ

استغناء

آئین شہنشاہ روزی پادشاہ

رضامندی ایزدی کی جو یائی اس کی بڑھتی ہے اور دمدم اس کی ژرف نگہی اور دور اندیشی
 زیادہ ہوتی ہے۔ وہ اپنی دانائی اور بزرگ شناسی سے دوریاب دیدہ وروں کی تلاش میں
 رہتا ہے اور اپنے حُسن روز افزوں پر کمتر نظر ڈالتا ہے اور اس امید میں سب چھوٹے بڑوں کی
 سنتا ہے کہ اسکے چراغ دانائی کو کوئی دل آویز سخن یا گزیدہ کردار روشن کرے باوجودیکہ اس
 تلاش میں برسوں گزے مگر کوئی خالص بزرگ دُاس کو دستیاب ہوا منصف رہ نایوں نے
 تو پادشاہ کا حال دیکھ کر اپنے علم کا دفتر دھویا اور از سر نو پادشاہ سے سبق پڑھا مگر فرارِ حوصلہ پادشاہ
 پہلے ہی طرح اس فرقہ کی طلب میں سرگرمی کے ساتھ سامعی رہتا ہے اور اس طریقہ کی مصاحبت
 سے خوش وقت ہوتا ہے۔ گواسکو ہزاروں ظاہری شکوہ حاصل ہیں۔ بہت سے افسانہ ہائے
 خواب اس کے لیے موجود ہیں مگر وہ اپنی خواہش و ختم کو سلطانِ خرد کی فرمان پذیری سے باہر
 جانے کے لیے قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسکے موافق کام کرنا تو کیسا افسانہ سرائی جو
 اہل جہان کو خواب میں لاتی ہے وہ اسکو اور زیادہ بیدار کرتی ہے۔ اس میں خدا طلبی و حق پروری
 کی کثرت ایسی ہے کہ وہ خدا کی پرستش میں جان و تن سے ریاضتِ صوری اور معنوی کرتا ہے وہ ایسی
 عبادت بھی کرتا ہے کہ جو لوگ ماننے کی رسم کے پابند ہیں انکی زبانِ طعن اس پر بند ہو جاتی ہے۔ مگر ہمیشہ
 بڑی جستجو اسکی یہ رہتی ہے کہ میں اپنے میں ایسی نیک عادتیں پیدا کروں کہ خردمند بیدار دل اسکی
 خوبی کو بالاتفاق ماننے ہوں اور کوئی کیش و مذہب اس پر طنز نہ کرتا ہو وہ اپنے وقت کی قدر
 جانتا ہے اور کبھی اس کو ضائع ہونے نہیں دیتا۔ اور اپنے گرامی انفاس کی پاسداری کرتا ہے
 اور جو کام اسکو کرنا چاہیے اس کو ترک نہیں کرتا۔ اسکی عادتوں میں ایسی خیر پسچی ہے کہ وہ
 عبادت معلوم ہوتی ہے اسکی عبادتوں کا بیان نہیں ہو سکتا وہ کسی وقت عبادت الہی
 و محاسبہ روحانی سے خالی نہیں رہتا۔ خصوصاً صبح کے وقت کہ صبحیں نور پاشی اور بروری
 کا آغاز ہوتا ہے اور دوپہر کو کہ آفتابِ عالمتاب کا فروغ سارے جہان پر پھیلتا ہے اور طرح
 طرح کی نشا ط کا سرمایہ بنتا ہے اور شام کے وقت کہ اہل زمین کے آگے سے روشنی
 کا دسترخوان اٹھ جاتا ہے اور جو نور کو دوست رکھتے ہیں وہ سرمایہ ہوتے ہیں اور آدمی

رات کو انجمن ہستی کا روشنی افزا بلندی کرتا ہوا ہوا اور اندھیری رات کے غمزدوں کو خوشدلی کی
 نوید پہنچاتا ہے یہ سب بزرگ اشتیازی اور پرستش خداوند جان آفرین کی نیزنگیاں ہیں۔
 اگر نادان شپہرہ طبع اس بھید کو نہ پہنچے تو اس میں کس پر تاوان ہو اور کس کا زیان ہو؟ ان اوپر
 کے فقر و کما مطلب یہی کہ صبح و دوپہر و شام و آدھی رات کو پادشاہ آفتاب کو خسل کی نیزنگی
 کا مظہر سجھ کر عبادت کرتا ہو۔ مگر نادان اس کو نہ سمجھیں تو اس میں کس کا قصور ہے ہر شخص جانتا ہے
 کہ منعم کی سپاس گزاری اور نیایش گری ناگزیر ہے نور الانوار (سورج) کی فیض گسری کا شکر کس
 قوت سے ادا ہو سکتا ہو اور اوستکی نعمتیں جو ہر کو پہنچی ہیں کون گن سکتا ہو۔ سب دانشوروں کے
 نزدیک پادشاہوں کے طالع پر سریر آسمانی کے سلطان کی خاص نظر عنایت ہو پس اس طالع پر
 فرض ہو کہ وہ اس کا شکریہ ادا کرے اس نظر سے پادشاہ آفتاب کی تعظیم اور چراغ کی بزرگداشت
 کرتا ہے۔ اب میں آفتاب کی فضیلتوں کو بیان کر دوں یا اس نیر اعظم کی پرتواندازی کا ذکر کروں یا
 ہنگامہ تقلید کی بیدارنوں کی جگرانی لکھوں کہ وہ پادشاہ کو آتش پرست جانتے ہیں اور کہتے ہیں
 کہ وہ آفتاب کو معبود مانتا ہے میں ان سب کی ہنسی اڑاتا ہوں۔

پادشاہ کا دل ایسا محبت سے بھرا ہوا ہے کہ وہ جان آزاری اور دشمنی پر راضی نہیں ہوتا اور
 جان بخشی اور دلنوازی کرتا رہتا ہے اس لیے وہ گوشت کی غذا سے پرہیز کرتا ہے۔ مہینوں گزر جاتے ہیں
 کہ وہ اس کو چھو تا بھی نہیں۔ گوشت گو دلوں کا معشوق ہے مگر صاف باطن اس کی کچھ نہیں
 کرتے۔ پادشاہ کو مستلذات ظاہری پر کچھ رغبت نہ تھی وہ رات دن میں ایک دفعہ کھانا کھاتا
 اور اپنے ہر وقت کو انہیں کاموں میں جو ناگزیر وقت و بائست کار ہیں صرف کرتا۔ رات کو کچھ
 تھوڑا سا اور دن کو کچھ سو کر وہ آرام لیتا ہے۔ یہ سونا بھی اس کا بیداری پر غالب ہے۔ یہ اس کی عادت
 ہے کہ رات کو جاگ کر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو اور زیادہ تر خاص خلوت کہ وہ میں حکمت پر وہ و
 شیوا زبان و صاف دل صوفیوں کی انجمن جمع ہوتی ہے اور ہر شخص اپنی جگہ پر بیٹھ کر دل آویز
 گفتار کرتا ہے اور پادشاہ اپنے علم سے اس کے علم کا امتحان کرتا ہو۔ اس سے گزشتہ زمانہ کے خیالات
 معلوم ہوتے ہیں اور نئے پیدا ہوتے ہیں۔ سعادت مند جو ان ستایش کرتے ہیں اور فرخی و خورشیدی

اپنے دل کا مقصد بر لاتے ہیں اور منصب پیرانہ سال غم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ انکوئی رسم و راہ سکھنی پڑتی
ہیں۔ اور اسی صفوت گاہ میں ہوشیار مغز مورخ جمع ہوتے جو چہرہ سخن کی افزایش کا شش سے نہیں
بگارتے ہیں۔ بات جون کی توں کہتے ہیں! اور ہوش افزا پہلی داستانیں بیان کرتے ہیں بزرگ
دانش پادشاہ نادر کے کہتا ہے اور بحث کے لیے برگزیدہ مضامین پیش کرتا ہے اکثر اوقات خزانہ
ملکی و مالی پادشاہ سننے لگتا ہے۔ ہر کار کے واسطے جتنا وقت مقرر کرنا چاہیے اتنا ہی مقرر کرتا ہے جب
ایک پہرات باقی رہتی ہے تو سب طرح کے غنیا گرجے ہوئے داخل ہوتے ہیں اور اپنی آواز دوسارے
ہوش افزائی اور نیایش گری کو آراستہ کرتے ہیں جب رات چار گھڑی باقی رہتی ہے تو وہ خاموش
ہو جاتے ہیں۔ پادشاہ اپنے وعدت کہہ میں جا کر باطن کا ہر گنگ ظاہر کو کرتا ہے اور دیرا حقیقت میں
تیرتا ہے۔ رات کے آخر ہونے پر ساتوں ولایت کے شائستہ آدمی اور سپاہی اور سوداگر اور کشتی و زور
و پیشہ ور اور طرح طرح کے حرفوں کے آدمی جمع ہوتے ہیں اور پادشاہ کے دیدار کے انتظار میں بیٹھے
ہوتے ہیں۔ کچھ دن چڑھے وہ کونش بجا لاتے ہیں جس کا اوپر ذکر ہوا۔ پھر شہستان دولت منظر اہل حرم
مسرت آمود ہوتے ہیں اور اس عرصہ میں دین دنیا کے کام بہت ہو جاتے ہیں۔

دوبار بھی ایک طرز جہاں آرا اور تینوں آبادی سلطنت کا ضامن اور حواش روزگار کی
پناہ ہے۔ اسکی آبیاری و گلشن سلطنت سیراب ہوتا ہے اور امیدوں کے کھیت ہرے جھتے ہیں۔ پادشاہ
رات دن دوبار دوبار کرتا ہے اول صبح کی عبادت کے بعد پردہ سے باہر نیا دیدار دکھاتا ہے۔ اسیں
سب چھوٹے بڑے بغیر سپاہیوں کی دورباش کے پادشاہ کو دیکھتے ہیں اور اس کو درشن کہتے ہیں اسیں
کبھی اور کاموں کا بھی انتظام ہو جاتا ہے دوم دو تہانہ میں پادشاہ آتا ہے۔ اکثر پہر دن چڑھے کبھی
آخر دن میں بھی رات کو کبھی ایک منظر پر جو اس دو تہانہ کی طرف ہوتی ہے بیٹھتا ہے اور کارروائی
کرتا ہے کٹا وہ پیشانی اور شگفتہ روئی سے مندداد دہی پر جلوہ افروز ہوتا ہے اور بغیر اپنی
طبیعت کی خواہشوں کے اور ناراضا مندی ایزدی کی آلائش کے عدالت کرتا ہے۔ ہمیشہ
کا پر دہاں سلطنت طرح طرح کے مطالب اور بگازنگ کی درخواستیں موقوف عرض میں پیش
کرتے ہیں۔ اور ہر ایک کے پادشاہ شائستہ جواب دیکر ہدایت کرتا ہے۔ دادا پرستی کی افزونی اور

مزاج روزگار کی شناسائی سے برخلاف پہلے فرماں رویوں کے وہ ہستی کے ذرات کو کل آئینہ جانتا ہے اور جن چیزوں کو ظاہر میں چھوٹا و کمتر گنتے ہیں اُن پر بادشاہ توجہ کرتا ہے اور اہل جہاں کی آسودگی کو اپنی آسائش جانتا ہے اور ایسی چھوٹی باتوں پر توجہ ہونے سے ملول نہیں ہوتا یا دشاہ کی درشن کے وقت نقارہ بلند آواز ہوتا ہے جس سے لوگوں کو اطلاع ہو جاتی ہے۔

جو ظاہر میں درست یا بہتے ہیں وہ فرماں رویوں کو یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں کی پرگندگیوں کو وہ دور کرتے ہیں لیکن نذر فنگاہ روشن ضمیر یہ جانتے ہیں کہ دارالملک معنی بغیر اس گروہ ایزدی کے کسی اور صورت سے سرانجام نہیں پاسکتا اور انہیں کی قدسی بارگاہ میں خود بینی کا نقش مٹ سکتا ہے اور نیازمندی کے پیش طاق کی آرائش ہو سکتی ہے اس سبب فرشتے اور رنگ نشینوں نے اپنی رسائی کے موافق نیایش گری کا آئین مقرر کیا ہے بعض نے صرف کاجھکانا بعض نے کچھ اور۔ اس شہنشاہ نے یہ مقرر کیا ہے کہ روے دست کو پیشانی پر سر جھکا کر رکھنا۔ اس کو اس وقت کورنش کہتے ہیں یعنی سر کو جبکہ ساتھ زندگی محسوس و معقول و اس کے دست نیاز میں لیکر محفل مقدس میں نثار کرنا۔ اور اپنے تئیں فرماں پذیری کے لیے آمادہ کرنا ایسا آئین ہے کہ بندگان عاطفت پذیر دست راست کی پشت کو زمین پر رکھ کر آہستگی کے ساتھ اوٹھاتے ہیں اور سیدھے کھڑے رہ کر رُفے دست کو تارک سر پر رکھتے ہیں اور اس روش سے یہ بتلاتے ہیں کہ ہم خود اپنے تئیں سپرد کرتے ہیں اس کو تسلیم کہتے ہیں۔

پادشاہ فرماتا تھا کہ ایک دن باپ نے اپنا تاج خاص عنایت کیا وہ سلیخ تھا میں اُس کو ہاتھ میں اُستوار پکڑ کر کورنش جس طرح اوپر بیان ہوئی بجالایا۔ میرے باپ نے اوس کو پسند کر کے یہی طریقہ کورنش و تسلیم کا جاری کر دیا۔ رخصت۔ ملازمت۔ منصب۔ جاگیر۔ و تشریف و اس کی بخشش کے وقت تین دفعہ تسلیم کی جاتی ہے اور باقی اور مراتب و دود ہمش اور طرح طرح کی عنایتوں کے وقت میں ایک تسلیم کی جاتی ہے ہر نوکر اپنے آقا کے ساتھ اسی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اس کو اپنی دولت افزائی کا سرمایہ سمجھتا ہے اس لئے جو بزرگ پادشاہ سے ارادت خاص رکھتے تھے انہوں نے سجدہ و نیایش کا اضافہ کورنش و تسلیم پر

راہِ اربعین کو رو کر نیایش

کیا ہے اور اس کو سجدہ ایزدی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ پادشاہ دادار بیہال کا ایک نمونہ والا ہے۔ اور آفتاب جو بک ایک پرتو جہاں افروز ہے۔ بہت سے آدمی یہ معنی سمجھ کر اس روش پر مائل ہو کر سعادت پر سعادت حاصل کرتے تھے۔ مگر اس سبب سے کہ تیرہ دل بکرا سجدہ کو آدمی کی پرستش سمجھتے تھے۔ شہر یار کار شناس نے انہوں کو اور سب درجے کے آدمیوں کو سجدہ سے باز رکھا اور دربار عام میں اپنے پیش خدمتوں کو بھی سجدہ سے منع کر دیا۔ انجن خاص میں تھوڑے سے بیدار بخت بندوں کو حکم تھا کہ وہ سجدہ سپاس گزاری کا ادا کر کے بٹھیں۔ اس فرمائش اور اس بازداشت سے خاص عام دونوں کامیاب درگروں کو ہاروا آدمیوں کو شائستگی پر مطلع کرتا رہی۔ جب پادشاہ تخت پر بیٹھا تو جو لوگ حاضر ہوتے ہیں وہ اول کورنش بجالاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ پر اپنی منزلت کے موافق آگے ہاتھ کو اس طرح رکھ کر کھڑے ہوتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی کہنی پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں ہٹے ہاتھ کی کہنی پر ہوتی ہیں۔ بزرگ شاہی تخت سے ایک گز سے زیادہ نزدیک اور چار گز سے زیادہ دور نہیں کھڑے ہتے اور جب بیٹھے ہیں تو دو گز سے کم اور آٹھ گز سے زیادہ دور نہیں ہوتے متوسط شاہزادے کھڑے ہوتے ہیں۔ ڈیر گز سے ہار گز تک دور بیٹھے ہیں سار گز سے بارہ گز تک تخت سے نزدیک دور ہوتے ہیں اور درجہ سوم کے شاہزادے بھی ایسا دو نشست میں اسی نسبت سے تخت سے فاصلہ کہتے ہیں۔ پادشاہ اپنی محبت کے سبب خرد سال شاہزادوں کو زیادہ قریب لکھتا ہے اور اول درجہ کے امیر کھڑے ہوتے ہیں تخت سے سار گز سے ۵ اگر تک دو بیٹھے ہیں ۵ گز سے ۲۰ گز تک نزدیک دور ہوتے ہیں دوسرے مرتبہ کے بڑے امیر ۳۰ گز نیچے اور باقی اور امرا ۱۲ گز دور ہوتے ہیں اور باقی اور لوگ یال میں کھڑے ہتے ہیں اور ایک دو زیادہ نزدیک بھی ہوتے ہیں (یال سپاہ کے بازو کو کہتے ہیں) تخت کے آگے جگہ خالی رہتی تھی اور اس کے دو بازوؤں میں سے ایک بازو میں شاہزادے اور بڑے بڑے امراء اور اعلیٰ درجہ کے عہدہ دار و منصب دار اور دوسرے بازو میں قور اور بلا و علما نشست و برخاست کرتے تھے۔

اگرچہ کام ہر روز بے شمار ہوتے ہیں مگر اس میں کام بیان کیے جاتے ہیں جو ہمیشہ

ایک سال کا وقت

(۷۱) آئین آدمیوں کے

کیے جاتے ہیں ان میں فرق نہیں ہوتا۔ انجمن داد و دہش میں طرح طرح کے آدمی پادشاہ کے حضور میں آتے ہیں۔ اور ان کی بیاقت کا امتحان ہوتا ہے بعض آدمی خرید ہوئے کو آتے ہیں بعض آدمی اپنے امراض کی دوا لینے کے لیے بعض دین کی دشواریوں کے حل کرنے کے لیے بعض دنیا کی مشکلات کی چارہ پزیری کے واسطے۔ گروہا گروہ۔ تورانی۔ ایرانی۔ رومی۔ فرنگی۔ ہندی۔ کشمیری۔ آدمیوں کے گروہوں کا ماہوارہ کار پروازان دولت بعض آئین کے موافق مقرر کرتے ہیں۔ اور بخشی انکو پادشاہ کے روبرو لاتا ہے۔ پہلے یہ آئیں تھا کہ وہ اس پر براق کے ساتھ آتے تھے۔ اب سوا احدی کے گھوڑے کے کوئی اور روبرو نہیں آتا بعض آدمیوں کا وظیفہ کم و زیادہ ہوتا ہے۔ مگر پادشاہ اس تفصیل میں ایسی گرم بازاری رکھتا ہے کہ بیشتر لوگوں کا اضافہ ہی ہوتا ہے۔ ہر روز جو آدمی پیش ہوتے ہیں انہیں فرونی وکی ہوتی رہتی ہے۔ دو شنبہ کے روز بقدر سوار کہ ہفتہ سابق کے بعد ملاحظہ سے باقی رہتی ہیں۔ پادشاہ کی نظر کے گزرتے ہیں۔ جتنے سوار کوئی شخص پیش کرتا ہے۔ اس کو فی سوار دو دوام بیئے جاتے ہیں کہ جس سے سپاہ کی کار افزائی و خدمت آموزی ہو۔ اعدیوں کو بھی۔۔۔ اسی طرح خاص کچی پیش کرتے ہیں۔ پادشاہ اس گروہ کا اضافہ تنخواہ ہمیشہ کرتا ہے۔ چونکہ آئیں یہ ہے کہ جب احدی کا گھوڑا مر جائے تو وہ گھوڑا نہ خریدے۔ بلکہ اس کو گھوڑا سرکار سے ملے اور ماہوارہ اور انعام میں اس کی قیمت جرائی جائے اس لیے وہ احدی بھی پیش ہوتے ہیں جنکے گھوڑے مر گئے ہیں۔ نویناں بزرگ اور بڑے امرا کچھ ملازموں کے لیے استدعا منصب کرتے ہیں وہ بھی پیش ہوتے ہیں اور انکے درجہ کے موافق تنخواہ مقرر ہوتی ہے پچاس روپیہ ماہوار سے کم یہ درخواست نہیں ہوتی۔ ہر کارخانہ کے نوکروں کا مایمانہ اس بارگاہ میں مقرر ہوتا ہے اور خدمتیں نوکروں کے لیے نامزد ہوتی ہیں۔

خود بخش جہان آرا خدا جب چاہتا ہے کہ مردم زاد کو گہر ظاہر ہو اور اس کے حوصلہ کی تنگی و فراخی سب پر عیاں ہو تو انہیں غبار دوزگی کو اٹھاتا ہے اور دین و دنیا کا نقش بناتا ہے انہیں سے ہر ایک کا جُدا جُدا ایک خداوند کا پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے کی نکویش میں پیش کرتا ہے۔ ناتواں مینی اور سید انشی اپنا عیار نمودار کرتی ہے۔ قدر دانی و مہراندوزی

ایک رشتہ

بڑی ہنسی ہو جاتی ہو اگر نہ دین کیا اور دنیا کیا ہی۔ ایک حسن دلا دین ہے۔ جو چند ہزار پر دوں کو چمکاتا ہے۔ اور ایک کلیم لمبی چوڑی بھی ہوئی ہے جس میں گوناگوں رنگ چہرہ روشن کر رہی ہیں۔

قطعہ

در حقیقت نسب عاشق و معشوق کی ست
 ایک چراغ است دریں خانہ کہ از پر تو آں
 بو الفضولان صنم و برہمنے ساختہ اند
 ہر کجائی نگرم اسٹخنے ساختہ اند

ایک شخص اپنے نفس بے لغت ملامت کرنی اختیار کرتا ہے۔ دوسرا اہل جہاں کی گہبانی کو اپنی پاسبانی سمجھتا ہے۔ ایسے ہی گرد ہا گروہ آدمی اپنے خیال کے موافق اعتقاد رکھتے ہیں اور غائب خیال میں نشاط بازی کرتے ہیں جب غی و عادات چھوٹی ہے اور علم بڑھتا ہے سیدہ تقلید کا تانا بانا ٹوٹتا ہے اور چہرہ یک رنگی نمودار ہوتا ہے۔ ہر گھر کو فروغ دانائی روشن نہیں کرتی اور ہر دل شناخت کا پذیرا نہیں ہوتا اور اگر کسی کو شناسائی بہم پہنچ جاتی ہے تو وہ ان جان گروں کے خوف سے ہنسی آدمی کی صورت ہی نحوشی اختیار کرتا ہے اگر کوئی اپنی پردہ کی سب سے کچھ کہنے لگتا ہے۔ تو سعادت سگالان سادہ لوح اسکو دیوانہ کہہ کر پایہ اعتبار سے ساقط کر دیتے ہیں اور بدگواہران نافر جام کفر و الحاد کہہ کر اسکو نیست نابود کر دیتے ہیں جب کسی قوم کی بختندی سے ایسا وقت آتا ہو کہ حق پرستی اسکے شامل حال ہوتی ہے تو اس میں ایسا پادشاہ پیدا ہوتا ہے کہ جہاں معنی کی مشیانی بھی اسکے حوالہ ہوتی ہے اس کو علم بغیر کسی آدمی کے تول کر حاصل ہوتا ہے اور اسکی لوح خاطر سے دوری کا نقش بالکل مٹ جاتا ہے بھی وہ وحدت کو جلوہ زار کثرت میں دیکھتا ہے اور بھی اس کے خلاف عشرت اختیار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اورنگ نمکین پر پھٹتا ہے اور غم و شادی سے باہر ہو کر کیا نسبت سے زندگی بسر کرتا ہے چنانچہ یہی حال شہنشاہ اکبر کا ہے۔ یہ شہر یار دور میں ایک مدت تک بیگانوں کے طور پر پردہ رہا اور اس کا رے اپنے تئیں نا آشنا رکھا مگر جس چیز کو خدا چاہتا ہے اس کو سننے کی کون قدرت رکھتا ہے؟ ناگزیر پادشاہ نے رہنمائی اختیار کی اور اس کو رضا مندی ایزدی شمار کے ہدایت کا دروازہ کھولا اور جو یائی کے دشت کے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔ طرح طرح کے ارباب تجر و سناسی جوگی سیوڑہ قلندر حکیم صوفی کی

اور گروہا گروہ اہل تعلق سپاہی سوداگر پیشہ کشاورزی چشم آگبی کو کھولا اور گورہ بنائی کو فروغ دیا
 ترک تاجیک - خرد - بزرگ - آشنا - بیگانہ دور نزدیک پادشاہ کی نذر کو اپنی بستگی کی گرہ کشائی
 سمجھتے ہیں اور اپنے کام روائی کے وقت پادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر نیا لشکر کی کرتے
 ہیں بہت سے آدمی جو دوری راہ کے سبب یا قدسی آستان کی ہجوم کی وجہ سے حاضر نہیں
 ہو سکتے وہ غائبانہ اپنے تئیں نثار کرتے ہیں اور سپاس گزاری بجا لاتے ہیں - انتظام ولایت کے
 لیے - ملک کی تسخیر کے واسطے شکار کی نشاٹ کے لیے پادشاہ سفر کرتا ہے تو قصبہ و شہر کم ایسا
 ہوتا ہوگا - جہاں گروہ کے گروہ عورت مرد ہاتھ پر نثار رکھے ہوئے اور زبان پر نیا لشکر کی لیے
 ہوئے اوس کی طرف متوجہ نہ ہوتے ہوں اور جبین اخلاص کو رکھ کر اپنی زندگی کا رسانی کو
 نہ کہیں اور پادشاہ کی دستگیری کی داستانیں نہ پڑھیں یعنی لوگ ان کرکتے ہیں کہ ہمیں یہ تیری نذر
 مانی تھی جس سے ہمارے کام تیری دستگیری سے نکل گئے - پادشاہ سے بہت آدمی سعادت و بید
 کی اندیشہ آباد کی - کردار گزیدہ کی صورت کی نومندی کی - آنکھوں کی روشنی کی بیٹے کے پیدا
 ہونے کی - دوستوں کے ملنے کی - زندگی کے دراز ہونے کی - جاہ و مال کی افزایش کی
 اور اور آرزوؤں کے بر لانے کی درخواست کرتے ہیں - پادشاہ ہر ایک کو شائستہ جواب دیتا ہے
 اور انکی اندرونی سراپسگی کا علاج کرتا ہے - کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ بہت سے آدمی پیالے
 پانی سے بھر کر پادشاہ پاس دم کرانے کے لیے نہ لاتے ہوں وہ نیاز مندی کے ساتھ پانی کو
 ہاتھ میں لیتا ہے اور آفتاب جہان تاب کے پرتو میں رکھتا ہے اور اس طرح لوگوں کی تمنا کو پورا
 کرتا ہے بہت سے بیمار جنکو اپنی زندگی سے مایوسی تھی اور بڑے بڑے طبیبوں نے ان کو جواب
 دیدیا تھا وہ اس پادشاہ کے علاج سے تندرست ہو جاتے ہیں -

پادشاہ پاس جو لوگ مرید ہونے آتے ہیں انکے مرید کرنے میں وہ درنگ نہ کرتا ہے اور کہتا ہے
 جب ہم ہی خود رسیدہ نہ ہوں تو کیسے رہنمائی کا دم بھر سکتے ہیں جب وہ کسی شخص کی پیشانی میں
 راستی کی نشانی بہت ظاہر دیکھتا ہے اور اسکی جویائی روز بروز زیادہ ہوتی ہے تو اس کا
 مرید کرنا قبول کرتا ہے اور انوار کے دن آفتاب و آفتاب کی فروغ میں وہ اپنے دل کے

مقصد پہنچتا ہے باوجود اس تنگ گیری اور دشوار پسندی کے ہر طائفہ کے ہزاروں آدمی مرید ہوتے اور اسکے ساتھ ازادیت اپنی سعادت سمجھتے ہیں جب کوئی مرید ہوتا ہے تو اپنی بگڑی کو اتار کر بتیلی میں لیتا ہے اور پادشاہ کے قدموں پر سر رکھتا ہے اور زبان حال سے کہتا ہے کہ خود آرائی اور خوشین گوینی کو کہ طرح طرح کی گزند دیتی ہے دور کر کے میں دل سے پادشاہ کی طاعت کرتا ہوں۔ پادشاہ اس کے سر کو اٹھاتا ہے اور اس کی بگڑی میرے پر نہاتا ہے۔ اور شصت خاصہ کہ اسپر اسم اعظم اور طلسم اقدس اللہ اکبر نقش ہوتا ہے اس کو دیتا ہے اور جبکہ معنی یہ تلقین ہوتے ہیں مصرع شصت پاک نظر پاک خطانہ کندہ شصت کے معنی کانٹے کے اور چھلے کے ہیں۔ شاید پادشاہ کوئی چھلا اپنے مریدوں کو دیتا ہو گا یا اس سے مراد شبیہ ہے جو بذالیونی نے لکھا ہے کہ پادشاہ مریدوں کو بجائے شجرہ کے شبیہ دیتا تھا اور وہ غلاف میں لپیٹ کر مرید کے سر پر رکھی جاتی تھی

پادشاہ کے مرید جب آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو ایک اللہ اکبر کہتا۔ دوسرا جل جلالہ جواب دیتا۔ پادشاہ کی غرض اس سے یہ تھی کہ یاد الہی میں لوگ اس طرح سیراب دل و تریبان و شیریں کام ہوں اور سر شبیہ ہستی (خدا) کو فراموش نہ کریں۔ پادشاہ کی فرمائش تھی کہ اس کے مرید وہ آتش کہ مرنے کے بعد لوگ پکاتے ہیں وہ پیدا ہونے کے دن پکا میں کہ سفر کاوش واپس پہلے سے پہنچ۔ ولادت کے دن ایک انجمن جمع کریں اور طرح طرح کی نعمتوں کا خوان بچھائیں۔ بہت فیرات کریں کہ راہ دراز کا زاد آ مادہ ہو۔ پادشاہ نے مریدوں کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ گوشت کھانے سے پرہیز کرنے میں کوشش کریں وہ اوروں کو گوشت کھلائیں مگر خود نہیں چھوئیں اور اپنی ولادت کے تینے میں گوشت کے پاس بھی نہیں جائیں جس جانور کو خود حلال کریں اسکے پاس نہیں جائیں اور نہ اس کو کھائیں قصاب ماہی و کجفک گیر کے ساتھ ہمکاسہ ہونے کی انکو مانعت تھی حاملہ۔ بوڑھی۔ بانج۔ نابالغ عورت کے ساتھ ہم بستر ہونا انکو منع تھا۔

خیالات مذہبی اکبر کے ہم نے جدا لکھے ہیں انکو پڑھو

سب سے اول نادر جانور ہاتھی پادشاہ دیکھتا ہے۔ ہر روز پہلے خاصگی قبل مع ساز و پیرت کے حضور کے پیشگاہ میں لاتے ہیں۔ اور اول تاریخ ماہ الہی کو دس دس ہاتھی اور بعد ان اور ہاتھیوں کے حلقے موافق انکی شمار کے ملاحظہ میں آتے ہیں۔ اور روز دوشنبہ کو دس میں تک پہنچی اس ملاحظہ کے وقت حاضر رہتا ہے اور وہ پادشاہ کے تمام سوالوں کا جواب دیتا ہے اور ہر ہاتھی کا نام بتاتا ہے۔ پادشاہ کے ہاں پانچ ہزار ہاتھی ہیں۔ اور ہر ہاتھی کا نام جدا ہے۔ جب ایک فوج سب ہاتھیوں کو پادشاہ ملاحظہ کر لیتا ہے تو پھر خاصگی ہاتھیوں سے معائنہ شروع ہوتا ہے۔ پادشاہ سب ہاتھیوں کا درجہ اور قیمت مقرر کرتا ہے اور انہیں مناسب داغ لگواتا ہے۔

پادشاہ اول چھل گانی گھوڑوں کو دیکھتا ہے اسکے بعد شاہزادوں کے گھوڑے اور بعد اس کے راہ دار خاصہ و خانہ زاد اور اورطولی ملاحظہ ہوتے ہیں۔ جب وہ ہری گھوڑوں (جن گھوڑوں کی قیمت دس اشرفی ہے) کا ملاحظہ ہو چکے ہیں گوٹ۔ قراق جنیر جیتے سوار ہوتے ہیں و بارگیر معائنہ ہوتے ہیں۔ قیمت کے موافق انکے ملاحظہ میں پیشی و پس ہوتی ہے ان کے قیمت کے تین دے اول و دوم و سوم مقرر ہوتے ہیں۔ اونٹ اول خانہ زاد ملاحظہ ہوتے ہیں۔ اور ہر روز پانچ قطار نظر کے ردو آتے ہیں۔ گاؤ موافق قیمت کے دس چوڑی ملاحظہ ہوتی ہیں۔ چہار شنبہ سے اس دایہ روزگار کا ملاحظہ شروع ہوتا ہے۔ دیوالی کے روز کہ اس ملک کے بڑے تہوار کا دن ہے اور گروہا گروہ ہندو اُس روز اس جانور کی نیایش کرتے ہیں اور اسکی بزرگ داشت کو عبادت سمجھتے ہیں۔ پادشاہ کے حکم سے آراستہ ہو کر پادشاہ کے ملاحظہ میں آتی ہیں جس سے دلوں کی صید ہوتی ہے پنجشنبہ کو دوبار کش خچروں کا ملاحظہ شروع کرتا ہے چھ قطار بہ ترتیب قیمت ملاحظہ میں آتی ہیں۔ پہلی یہ دستور تھا جو اوپر مذکور ہوا اگر اب روز گیشنبہ کو گھوڑے دوشنبہ کو شتر و خچر و گاؤ و شنبہ کو سپاہ و چہار شنبہ کو دیوان وزارت۔ پنجشنبہ کو دادخواہ۔ آدینہ کو شبتاں شنبہ کو ہاتھی دیکھے جاتے ہیں۔

(۷۸) (۸۳) آئین ہاتھی گھوڑے۔ اونٹ۔ گاؤ۔ شتر (چر) دیکھنے گاؤ یا گروہ ہندو۔

پادشاہ نے ہر جانوروں کی خوراک مقرر کی ہے جس سے وہ تنومند ہو۔ اور جانوروں کی
لاغری و فربہ کے اندازے مقرر کیے ہیں اور ان کے موافق خوراک کی کمی و بیشی کے قاعدے
مقرر کیے۔ پادشاہ یہ چاہتا ہے کہ بچہ کی تربیت گاہ میں طرح طرح کے آدمی عشرت اندوز ہوا کریں
اور دوستی و یکتا دلی کی بزم آراستہ ہو تاکہ کام شائستگی سے ہو اور انتظام کو استحکام ہو
چونکہ سب آدمیوں کی خرد حقیقت گزیر نہیں ہوتی اور آگہی کی داستان کو ہر گوش نہیں
سنتا اس لیے پادشاہ نے ہنگامہ نشاط بازی کو گرم کیا۔ اس کام میں بہت آدمیوں کو لگایا۔
جنگ آہو۔ رنگ دروش اس کی دل گزیر۔ وافت و خیز اس کی شادمانی بخش، ہی اس لیے
پادشاہ اس پر بہت توجہ کرتا ہے اور ان دیشیوں کو اُنس پذیر کرتا ہے۔ ان میں سے ایک سو
ایک ہرن خاصہ ہیں اور ہر ایک کا نام و صفت جدا ہے۔ ان سے دس دس ہرنوں پر ایک نگہبان ہر
تین طرح کے ہیں۔ ایک خانہ پرورد جو دشتی سے خوب لڑتے ہیں دوم مچھوٹے ہوئے ہرن
سے لڑتے ہیں سوم صحرائی سے گرم تر پر خاش کرتے ہیں۔ ان ہرنوں کے لڑنے پر شرطیں
بدی جاتی ہیں اور ہار جیت ہوتی ہے۔

پادشاہ اپنے مقربین میں سے ۴۲ آدمی منتخب کرتا ہے اور ان میں سے دودو کو حریف
بناتا ہے۔ جنکی ۲۱ مثل بنتی ہیں۔ ہر مثل میں ایک مل۔ گاؤش۔ گگاؤ۔ فچکار۔ بز۔ خروس لڑائی
کے لیے عنایت ہوتے ہیں۔ ہر زمانہ میں گاؤ و بز کی لڑائی کا پتا نہیں ملتا۔ مگر اب وہ لڑتی ہیں
شرط کے روپیوں کی تعداد ہر منصب کے موافق مقرر ہوتی ہیں اور انکی ہار جیت ہوتی ہی
عمارت کے لیے آئین کا مقرر ہونا ضروری ہے۔ اس سے کاغ بلند ہوتے ہیں
سیاہ اس سے عشرت اندوز ہوتی ہے ملک کی آبرو اس سے پدیدار ہوتی ہے۔ بزم
تعلق کے اہل تو شہر کو تلاش کرتے ہیں اور شہر بغیر عمارت کے رونق نہیں پاتا۔ اس لیے
پادشاہ نے بڑے عالی مکانات بنائے ہیں اب درگل کے لباس میں جان و دل کا کام
بنایا۔ پڑے اونچے قلعے بنائے ہیں۔ وہ ضعیفوں کو آرام دیتے ہیں اور سرتابوں کو ڈراتے
ہیں۔

فرماں پذیروں کو عشرت افزوز کرتے ہیں اور دل فریب نشین اور روح افزا منظر تیار کر رہے ہیں وہ گرمی سردی باراں کی عمدہ پناہ ہیں اور شبستان اقبال کی پیرگیوں کی آرام کی جگہ ہیں سرانیں کہ مسافروں کی سرمایہ آسودگی اور مفلس غریبوں کی آسائش کی جگہ ہے جابجا بنائی ہیں۔ بہت سے آبگیر و چاہ کہ زندوں کے جاندار و اور زمین کی آبرو ہیں بناے ہیں۔ مدرسوں اور ریاضت خانوں کی بنیاد رکھی ہے۔ عمارت کے کام سے اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں انکے بنانے والے بنوانے والوں کو خوب لوستے ہیں۔ اس لیے پادشاہ نے عمارت کے مصالح اور راج مزدوروں کی اجرت کی شرح اور عمارت و اندازہ تراش اور گرانی سب کی قوت کے آئیں مقرر کر دیئے ہیں۔

دفعہ دوم سپاہ آبادی

پادشاہ اپنی سپاہ کو عمدہ پند و نصائح سے ہدایت کرتا ہے اور طرح طرح سے انکو ناہنجار روش سے روکتا ہے۔ سپاہ کو اس کی کثرت کے سبب مختلف قسموں میں تقسیم کیا ہے کہ جس کے سبب سے ملک میں امن و امان رہتا ہے۔ پادشاہ نے بعض قوموں کی صرف فرماں برداری کو کافی سمجھا ہے اور انکو بہت کاموں سے رہائی دی ہے اور اس سبب بہت سے وحشی نش زمینداروں نے اطاعت قبول کر لی ہے۔ چالیس لاکھ چالیس ہزار سے کچھ زیادہ سپاہ کا سرانجام ملک کے زمیندار کرتے ہیں۔ بعض سپاہی اس بچہ جمہور کے جاتے ہیں کہ وہ اپنے گھوڑوں کے داغ لگوائیں۔ انکی چہرہ نویسی ہوتی ہے اور انکے دے مقرر ہوتے ہیں۔ بعض سپاہی فقط ایک سردار کی ہمراہی اور پرستاری کے لیے نامزد ہوتے ہیں۔ جو کیتائی کے لیے شائستہ ہوتے ہیں ان کے اختیار زیادہ کرنے کے لیے انکے نام اصدی لکھا ہے۔ جس گروہ کو پادشاہ نے سرکردگی کے لیے سزاوار جانا ہے اسکو سرگروہ بنایا ہے۔ بہت سے سپاہی مفلس ہیں مگر شائستہ ہیں ان کی سواری کے لیے اقطاع مقرر کر دیئے اور ان کو مجبور نہیں کیا ہے کہ وہ اپنے گھوڑوں کو داغ لگوائیں۔ ایرانی و تورانی سپاہ کو پچیس روپے اور ہندوستانی کو بیس روپے اور جو خالصہ کا عمل پرواز ہوتا ہے وہ زراعت گزاری وصول کرتا ہے وہ پندرہ تیرہ ماہوار پاتا ہے اس طرح کی سپاہ کو برآوردی سپاہ کہتے ہیں۔

بعض منصب دار جنگو سپاہیوں کا ہم ہینچا ناوشوار ہوتا ہے تو ان کو ایسے سپاہی جنگے گھوڑوں کے داغ لگے ہوئے ہوتے ہیں ایسے جاتے ہیں اور اس سپاہ کو داغی کہتے ہیں وہ وہ ہزاری منصب دار کی سپاہ میں ہزاری منصب دار تک اور ہشت ہزاری منصب دار کی سپاہ میں ہشت صدی منصب دار تک و ہفت ہزاری منصب دار کی سپاہ میں ہفت صدی منصب دار تک۔ اور پنج ہزاری منصب دار کی سپاہ میں پانصدی منصب دار تک و پانصدی منصب دار کی سپاہ میں صدی منصب دار تک داخل ہو سکتے تھے اور اسے کم منصب ارا علی منصب اروں کی سپاہ میں نہیں داخل ہو سکتے تھے بعض منصب اروں کو یادری کے لیے سپاہ دی جاتی تھی اسکا نام لکی سپاہ تھا اس نامہ میں اس سپاہ کو تزیج دی جاتی ہے جنگے گھوڑوں پر داغ لگا ہوا ہو۔ اور یہی سپاہ اور سپاہوں سے برتر ہوتی ہے پادشاہ کا مقصد اعظم یہ کہ سپاہیوں کو چہرہ نویسی کے وقت گھوڑوں کی عاریت مانگنے سے یا تبدیل کرنے سے روکے۔ اور پادشاہی گھوڑوں کی نگاہ سے وہ دولت جمع کریں۔ آدمی آزمندی اور کم بینی سے اپنا فائدہ اپنے زبیاں میں جانتا ہے اس سلطنت کی ابتدا میں جب پادشاہ پردہ گزین تھا اور ناراستی میں بہت سے کار پر وارنگا دو کرتے تھے۔ نوکر شربے ہمار تھے اور بے حیائی سے شوم ہو جاتے تھے۔ کینے زربند گھوڑے کو بیچ ڈالتے تھے اور بیادے بن جاتے تھے۔ یا عمدہ گھوڑے کی عوض میں ٹوگہ ہاسا لیتے تھے۔ اور ماہوار تنخواہ لینے میں وہ یہودہ باتیں بناتے اور ناخوش گفتگو کرتے اور سرکش پاتے۔ پادشاہ نے چہرہ نویسی کا قاعدہ مقرر کیا اور بموجب تنخواہ کو دیکھنے پر قرار دیا اسے خود کامی بند ہو گئی اور لشکر کے سرکار کو اور ہی رونق ہو گئی۔ آئیں داغ کو احمق جانور کا آزار جلتے تھے اور اپنی سید انشی سے اسکو ہ افزائی نہیں سمجھتے تھے۔ نیک و بد میں حریص لاپنی تمیز نہیں کرتے۔ اور نہ آپ اپنے سے نہ خدا سے شرم و حیا کرتے ہیں۔ اور تباہ کرداری میں کام روائی ڈھونڈتے ہیں۔ اور اپنی جان گزائی میں دوا دو کرتے ہیں۔ بعض بد ذاتوں نے بداتی کی اور کسی قدر سپاہ کی کارروائی میں محفل ہوئے اس نامہ میں گھوڑوں کے عاریت لینے کا عام رواج تھا۔ پادشاہ نے چہرہ نویسی پر حبانور کے

داغ کو زیادہ کیا۔ اس نے ہر جا بسکروں کو حقیقت کا سبق سکھا کر اس سنگ کیا اور فرمایا
 مگس خویوں کو بزرگ منشی اور مرد می سکھائی۔ فسرده دل آزندوں نے تو انگریزوں کی
 نشاط حاصل کی اور سپاہی کے سرابستان نے اور ہی آبیاری پائی اور خزانہ معمور ہوا۔
 یہ کارشناس اور اندیشہ کی درستی کے نتیجہ ہوتے ہیں۔ ظاہر میں گھوڑے کو دل غلگتا ہے
 اور حقیقت میں اس سے روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

سنتہ جلوس میں داغ کار و اج ہوا۔ دل گزیریں روش سے آدمیوں کی پابین شامی مقرر ہوئی
 جاگیروں کے مراتب مقرر ہوئے ہر ایک کی بائست تحریریں آئی اُسکا دستور مقرر ہوا زمانہ کی گرانی
 اور ارزانی کا حساب لگا کر اس کے اوسط پر کارروائی ہوئی اس سے حساب کا سرشتہ مستحکم کیا گیا
 اور ایک شائستہ قانون مقرر ہوا۔ سپہ آرا بخشوں کے سر پر سے سفارش کا بھاری بوجھ اتر گیا۔
 اور وہ زہمت سراسے شادمانی میں آئے اول بارگی (گھوڑے) سات طرح کے مقرر ہوئے اور
 ہر ایک کا رتبہ قرار پایا۔ عربی۔ عراقی۔ محسن۔ ترکی۔ یاو۔ تازی۔ جنگلہ۔ اول درجہ تازی نژاد کا
 یا اُس کا جو اسکی برابر خوش رو اور شگرف کار ہو ماہوارہ اسکا ۲۰ دام ہر روز ۶ سیر دانہ (بر)
 جانور کی برآورد میں قیمت ایک من کی بارہ دام لگائی جاتی ہے ۲ دام کا مکی ۲ دام کی شکر
 اور ۳ دام کی گھاس اور ایک ہینہ میں ۷۰ دام کی جل وارتک و بال پوش و تنگ جس کا
 نام پادشاہ نے فراخی رکھا ہے و گدی و تختہ بند و قبضہ جس کو عوام فائز کہتے ہیں۔ و
 گس ران و خرخرہ و سٹی (گھوڑے) کے دُم کے بالوں کی تھیلی گھوڑے کے صاف کرنے کی
 ہے و دست مال و پائے بند و بیخ و مثل اس کی اس کو خرخرہ عراق اسپ کہتے ہیں۔ ۶۰
 دام زین نہ لگام کے لیے دو ماہ میں ایک دُچی اور ہر مہینے میں نفل ۷ دام اور ۳ دام تیمار
 کو اور جو دو گھوڑوں کی خدمت کرے تو اسکو دو چند تنخواہ کل خرچ ۴۹ دام۔ جب
 پادشاہ نے سپاہی کی رفاهیت اور آسودگی حال کو دریافت کیا تو اول ۸۱ دام کا اضافہ کیا
 اور جب پادشاہ نے روپیہ کو ۳ دام سے چالیس دام کا کر دیا تو اس سے ۴۰ دام کا
 اضافہ اور ہوا علوفہ کی داد و سندیں روپیہ کی قیمت ۴۰ دام شمار کی جاتی ہے اور پھر

امین جانداران

ہر قسم کے گھوڑوں کے لیے سوار جنگلہ کے دورویہ کا اضافہ ہوا۔

اب اس جنگلہ گھوڑے کو برآوردیں نہیں درج کرتے ہیں دوم وہ گھوڑے جو عراق عجم (ایران) میں پیدا ہوئے ہیں۔ یا وہ گھوڑے جو پیکر و کردار میں انکی مانند ہیں۔ ایک ماہیانہ ۶۸۰ دام ان میں سے ۲۵۸ دام ضروری خرچوں کے لیے پہلے گھوڑوں کی نسبت ۲۱ دام کم خرچ ہوتے ہیں۔ عراق میں دس دام اور زین لگام میں ۱۰ دام اور نعل میں ایک ام سوم عراقی مانند یعنی محسن۔ اکثر انہیں ترکی و عراقی کی نسل سے پیدا ہوتے ہیں ماہیانہ ۵۶۰ دام حصہ میں ۳۵۸ دام ضروری خرچوں کے لیے۔ عراقی سو دام کم خرچ چہارم ترکی یعنی جو گھوڑے توران میں پیدا ہوئے ہیں اگرچہ وہ نومند اور بالیدہ ہوتے ہیں لیکن محسن کو نہیں پہنچتے۔ ماہیانہ خرچ ۴۸۰ دام جس میں ۲۹۸ دام ضروری خرچوں کے لیے۔ پنجم گھوڑے۔ یا جو یہ ہیں پیدا ہوتے ہیں۔ ماہوار ۴۰ دام آخر دھنیں ہیں ہندوستان کی پیدائش ہیں جو ان میں اچھا ہوتا ہے اس تازی جو میانہ ہوتا ہے اس کو جنگلہ اور سب سے بدتر کو ٹوٹھتے ہیں۔

ہاتھی۔ ان کی سات قسمیں ہیں۔ مست۔ شیرگیر۔ سادہ۔ منجولہ۔ گرہ۔ پھندر۔ کیہ۔ موکل۔ بست۔ کا ماہوار خرچ ۱۳۲۰ دام دانہ ڈھائی من اور ہاتھی کے تین تیمار دار ہوتے ہیں۔ ہاوت۔ و۔ بھوئی و بیٹھ اول کا ماہیانہ ۱۰۱۲ ام اور باقی دو میں سے ہر ایک کا ۹۰ دام یا شاہ نے ۱۲۰ دام کا اضافہ کر دیا ہے۔ پہلے ان پر دلاغ لگا کھا گراب و طرح سے انہیں فرق ہوتا ہے دوم کا ماہوارہ اول سے ۲۲۰ کم دانہ دو من سوم کا ۸۰۰ دام دانہ ڈیڑھ من چہارم کا ۶۰۰ دام دانہ یک من پنجم کا ۴۲۰ دام دانہ ۳۰ سیر ششم کا ۳۰۰ دام دانہ ۱۵ سیر ہفتم کا خرچ برآوردیں نہیں درج ہوتا۔

شتر۔ خرچ ۲۹۶ دام دانہ ۶ سیر ایک دام کی گھاس ایک دام کا عراق۔

گائے۔ خرچ ۱۲۰ دام دانہ ۴ سیر۔ ایک دام کی گھاس ۶ دام کا عراق۔

عربابہ۔ خرچ ۶۰۰ دام۔ چار سیلوں کا خرچ ۴۸۰ دام اور ۱۲۰ دام کا مصالحہ۔

فیل و عربابہ سوائے منصب داروں کے کسی اور کو نہیں ملتے یا اونکو ملتے ہیں جو عمدہ گھوڑے

اور اونٹ و گائے کو دلغ کے لیے لاتے ہیں۔

آبوالفضل نے لکھا ہے اسکا گوشوارہ بناتے ہیں۔ تاریخ بدایونی سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی سپاہ میں اکثر گھوڑے چھٹے درجے کے تھے۔ اکبر نے ہندوستان سے گھوڑوں کے باہرے جانے کے واسطے سخت ممانعت کر دی تھی اور اس نے اس کام کے انسداد کے لیے کوتوال مقرر کیے تھے۔ منصب داروں کی سپاہ جو نئے گھوڑے بھرتی کئے جاتے تھے وہ اس گوشوارہ کے موافق خزانہ پادشاہی سے ماہوارہ پاتے تھے۔

اس گوشوارہ سے گھوڑوں کے تمام خرچ خوب معلوم ہوں گے۔

اول	دوم	سوم	چہارم	پنجم	ششم	ہفتم	ہشتم
عربی	عراقی	مجنس	ترکی	یابو	تازی	جنگلہ	ٹنور
۵۴ دام	۵۴ دام	۵۴ دام	۷۲ دام	۷۲ دام	۵۴ دام	۵۴ دام	۵۴ دام
۷۵ دام	۷۵ دام	۶۰ دام	۳۰ دام	۱۰ دام	۵۸ دام		
۶۰ دام	۶۰ دام	۳۰ دام		۱۰ دام	۴ دام		
۹۰ دام	۹۰ دام	۹۰ دام	۶۰ دام	۶۰ دام	۵۴ دام	۳۰ دام	
۷۰ دام	۶۰ دام	۴۰ دام	۳۰ دام	۲۰ دام	۱۲ دام	۷۰ دام	
۶۰ دام	۵۰ دام	۲۰ دام	۱۶ دام	۱۰ دام	۱۰ دام	۱۰ دام	
۷۰ دام	۶۰ دام	۴۰ دام	۲۰ دام	۲۰ دام	۲۰ دام		
۶۳ دام	۶۳ دام	۶۰ دام	۴۵ دام	۴۵ دام	۴۵ دام		
۴۹ دام	۴۵ دام	۳۵ دام	۲۹ دام	۲۳ دام	۱۸ دام	۱۴ دام	
۸۱ دام	۶۷ دام	۷۲ دام	۵۲ دام	۴۱ دام	۲۲ دام	۲۹ دام	
۸۰ دام	۷۵ دام	۳۰ دام	۵۰ دام	۴۰ دام	۳۰ دام	۲۵ دام	
۸۰ دام	۸۰ دام	۸۰ دام	۸۰ دام	۸۰ دام	۸۰ دام	۴۰ دام	
۷۰ دام	۶۸ دام	۵۶ دام	۴۸ دام	۴۰ دام	۳۲ دام	۲۶ دام	۱۶ دام

ہمیشہ دور میں خر و پڑ وہ ایک ہی اصول پر قائم رہتے ہیں خواہ وہ زمانہ حال کے
 ہوں یا پہلے زمانہ کے یعنی (زنانیاں را با پسیناں دورائی نباشد) جب تک ہر کثرت میں
 وحدہ نہیں پیدا ہوتی اس شورش نہیں مٹی اور خود کامی کا آشوب نہیں بٹھتا۔ عناصر کو دیکھ لو
 کہ جب تک ان میں گنگائی کی نہ ہو وہ مردہ میں موالید ثلاثہ کو نہیں پیدا کر سکتے۔ جانور گر وہا
 گر وہ جب خود آمیزی کرتے ہیں تو ان میں خود سری کا نقش مٹتا ہے اور اپنی چارہ سگالی میں
 آسائش سے بہتے ہیں اور اپنے سود و زیان کی پاسپالی کرتے ہیں۔ آدمی کا نفس ایسا ذوق
 ہے کہ وہ ایک داد گر فرماں روا کا بہت محتاج ہے اسکی پابندگی قہرمان سلطنت کے پاس
 گر وہی ہے وہ اپنی عجیب عجیب بدذاتیوں سے اور بڑے اندیشوں سے خشم دآر کو تازہ -
 شورشیں سکھاتا ہے۔ جا بجا ہی اور دل آزاری کو دینداری شمار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ
 پیدا نشی کے غبار بٹھانے کے لیے ایک شخص کو منتخب کرتا ہے اور اسکے کمال کی تائید کرتا ہے
 اور روز افزوں توفیق دیتا ہے وہ اپنی شناسائی و دلیری و فراخ حوصلگی سے اہل جہان
 کی لڑائیوں کا علاج کرتا ہے اور ہستی کے چشمہ کو سیراب مگر اس میں ایک شخص کی قوت
 انجام کار میں کافی نہیں ہوتی تو وہ اپنی یاوری کے لیے اپنی عقل کی روشنی سے چند پندیدہ
 مزدوں کو منتخب کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لیے نوکر مقرر کر دیتا ہے اس سبب سے
 پادشاہ نے منصب کے پائے وہ ہاشمی سے وہ ہزاری تک قرار دیے ہیں اور بیخ ہزاری سے
 زیادہ منصب خاص اپنے فرزندوں کے لیے قرار دیا۔ منصب کے چھیا سٹھ مراتب مقرر کئے اور اسم اللہ
 کے حرفوں کے عدد بھی بحساب بعد ۶۶ میں پس اس میں ایک سعادت سرمدی ہے۔ پادشاہ بعض
 کو تو اول دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے اور ایک ہی دفعہ میں بلند پایہ کر دیتا ہے۔ کبھی بعض کا وہ
 منصب زیادہ کر دیتا ہے مگر اس کے ہمراہ سوار کم کرتا ہے اپنی کار آگاہی سے ہر ایک منصب اور
 کے لیے ستور کی تعداد مقرر کرتا ہے اور اس کے سواروں کی لیاقت کے موافق اسکا نامہ اور بدلت
 رہتا ہے جس منصب اور پاس سوار اس کے منصب کے موافق ہوتے ہیں وہ اول پایہ کا منصب اور
 ہوتا ہے جس پاس آدمی یا اس سے زیادہ ہوتے وہ پایہ دوم رکھتا ہے۔ اور ایسے

جس پاس سوار کتر ہوں وہ درجہ سوم کا یوزباشی گیارہ درجے کے ہوتے ہیں۔ اول وہ ہے جس پاس سو سوار ہوں اس کی تنخواہ سات سو روپہ ماہوار ہوتی ہے گیارہویں درجہ کا وہ جس پاس کوئی سوار نہ ہو تو وہ داخلوں میں جس کا اوپر ذکر ہوا شمار ہوتا ہے اور اس کی تنخواہ پانچ سو روپہ ماہوار۔ درمیانی نو درجوں کی تنخواہ پندرہ سو روپہ کے پیچھے بیس روپہ زیادہ ہوتے ہیں۔ پنہزاری سے دو صدی تک منصب دار ۴۱۲ تھے اور یک و پنجاہ صدی سے لیکر وہ باشی تک - ۱۳۸۸۔

جدول جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منصب اروں کیا کیا سامان ہوتا تھا اور انکا ماہیانہ کیا تھا

منصب	گھوڑے			ہاتھی			ردا			ناسیانہ	
	عراقی	نہرگ	پاؤ	پاؤ	پاؤ	پاؤ	پاؤ	پاؤ	پاؤ	دوم	سوم
۱۰۰۰۰	۶۰	۵۴	۵۰	۴۶	۴۲	۳۸	۳۴	۳۰	۲۶	۶۰۰۰۰	
۸۰۰۰	۵۰	۴۴	۴۰	۳۶	۳۲	۲۸	۲۴	۲۰	۱۶	۵۰۰۰۰	
۶۰۰۰	۴۰	۳۴	۳۰	۲۶	۲۲	۱۸	۱۴	۱۰	۰۶	۴۰۰۰۰	
۵۰۰۰	۳۰	۲۴	۲۰	۱۶	۱۲	۰۸	۰۴	۰۰	۰۰	۳۰۰۰۰	۲۸۰۰
۴۰۰۰	۲۰	۱۴	۱۰	۰۶	۰۲	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۲۰۰۰۰	۲۶۳۰۰
۳۰۰۰	۱۰	۰۶	۰۲	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۱۰۰۰۰	۲۴۳۰۰
۲۰۰۰	۰۶	۰۲	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰۰۰	۲۲۳۰۰
۱۰۰۰	۰۲	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰۰۰	۲۰۳۰۰
۵۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰۰۰	۱۸۳۰۰
۴۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰۰۰	۱۶۳۰۰
۳۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰۰۰	۱۴۳۰۰
۲۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰۰۰	۱۲۳۰۰
۱۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰۰۰	۱۰۳۰۰
۵۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰۰۰	۰۸۳۰۰
۲۵	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰۰۰	۰۶۳۰۰
۱۵	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰۰۰	۰۴۳۰۰
۱۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰۰۰	۰۲۳۰۰
۵	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰۰۰	۰۱۳۰۰

مهرستان		کهرستان		بختی		پاربردار		ماهستان	
مهرستان	کهرستان	بختی	پاربردار	ماهستان	دوم	اول	سوم	دوم	اول
۲۲۰۰	۲۲۰۰	۲۲۰۰	۲۲۰۰	۲۲۰۰	۲۲۰۰	۲۲۰۰	۲۲۰۰	۲۲۰۰	۲۲۰۰
۲۱۰۰	۲۱۰۰	۲۱۰۰	۲۱۰۰	۲۱۰۰	۲۱۰۰	۲۱۰۰	۲۱۰۰	۲۱۰۰	۲۱۰۰
۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰
۱۹۰۰	۱۹۰۰	۱۹۰۰	۱۹۰۰	۱۹۰۰	۱۹۰۰	۱۹۰۰	۱۹۰۰	۱۹۰۰	۱۹۰۰
۱۸۰۰	۱۸۰۰	۱۸۰۰	۱۸۰۰	۱۸۰۰	۱۸۰۰	۱۸۰۰	۱۸۰۰	۱۸۰۰	۱۸۰۰
۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰
۱۶۰۰	۱۶۰۰	۱۶۰۰	۱۶۰۰	۱۶۰۰	۱۶۰۰	۱۶۰۰	۱۶۰۰	۱۶۰۰	۱۶۰۰
۱۵۰۰	۱۵۰۰	۱۵۰۰	۱۵۰۰	۱۵۰۰	۱۵۰۰	۱۵۰۰	۱۵۰۰	۱۵۰۰	۱۵۰۰
۱۴۰۰	۱۴۰۰	۱۴۰۰	۱۴۰۰	۱۴۰۰	۱۴۰۰	۱۴۰۰	۱۴۰۰	۱۴۰۰	۱۴۰۰
۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰
۱۲۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰
۱۱۰۰	۱۱۰۰	۱۱۰۰	۱۱۰۰	۱۱۰۰	۱۱۰۰	۱۱۰۰	۱۱۰۰	۱۱۰۰	۱۱۰۰
۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰
۹۰۰	۹۰۰	۹۰۰	۹۰۰	۹۰۰	۹۰۰	۹۰۰	۹۰۰	۹۰۰	۹۰۰
۸۰۰	۸۰۰	۸۰۰	۸۰۰	۸۰۰	۸۰۰	۸۰۰	۸۰۰	۸۰۰	۸۰۰
۷۰۰	۷۰۰	۷۰۰	۷۰۰	۷۰۰	۷۰۰	۷۰۰	۷۰۰	۷۰۰	۷۰۰
۶۰۰	۶۰۰	۶۰۰	۶۰۰	۶۰۰	۶۰۰	۶۰۰	۶۰۰	۶۰۰	۶۰۰
۵۰۰	۵۰۰	۵۰۰	۵۰۰	۵۰۰	۵۰۰	۵۰۰	۵۰۰	۵۰۰	۵۰۰
۴۰۰	۴۰۰	۴۰۰	۴۰۰	۴۰۰	۴۰۰	۴۰۰	۴۰۰	۴۰۰	۴۰۰
۳۰۰	۳۰۰	۳۰۰	۳۰۰	۳۰۰	۳۰۰	۳۰۰	۳۰۰	۳۰۰	۳۰۰
۲۰۰	۲۰۰	۲۰۰	۲۰۰	۲۰۰	۲۰۰	۲۰۰	۲۰۰	۲۰۰	۲۰۰
۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰

ناپسیدہ		باربردار		ہاتھی		گھوڑے		آب	
سوم	دوم	اول	دو	تین	چار	پانچ	شش	ہفت	آٹھ
۱۱۸۰۰	۱۱۹۰۰	۱۲۰۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰	۱۲۰۰
۱۱۴۵۰	۱۱۳۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰
۱۱۳۵۰	۱۱۳۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰	۱۱۹۵۰
۱۸۰۰	۱۱۰۰۰	۱۱۲۲۰	۱۱۲۲۰	۱۱۲۲۰	۱۱۲۲۰	۱۱۲۲۰	۱۱۲۲۰	۱۱۲۲۰	۱۱۲۲۰
۱۰۲۰۰	۱۰۲۰۰	۱۰۴۰۰	۱۰۴۰۰	۱۰۴۰۰	۱۰۴۰۰	۱۰۴۰۰	۱۰۴۰۰	۱۰۴۰۰	۱۰۴۰۰
۹۶۰۰	۹۸۰۰	۱۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۱۰۰۰۰
۹۳۰۰	۹۲۰۰	۹۴۰۰	۹۴۰۰	۹۴۰۰	۹۴۰۰	۹۴۰۰	۹۴۰۰	۹۴۰۰	۹۴۰۰
۹۰۵۰	۹۱۰۰	۹۲۰۰	۹۲۰۰	۹۲۰۰	۹۲۰۰	۹۲۰۰	۹۲۰۰	۹۲۰۰	۹۲۰۰
۸۸۰۰	۸۹۰۰	۹۰۰۰	۹۰۰۰	۹۰۰۰	۹۰۰۰	۹۰۰۰	۹۰۰۰	۹۰۰۰	۹۰۰۰
۸۴۰۰	۸۵۰۰	۸۶۰۰	۸۶۰۰	۸۶۰۰	۸۶۰۰	۸۶۰۰	۸۶۰۰	۸۶۰۰	۸۶۰۰
۸۰۰۰	۸۱۰۰	۸۲۰۰	۸۲۰۰	۸۲۰۰	۸۲۰۰	۸۲۰۰	۸۲۰۰	۸۲۰۰	۸۲۰۰
۷۱۰۰	۷۲۰۰	۷۳۰۰	۷۳۰۰	۷۳۰۰	۷۳۰۰	۷۳۰۰	۷۳۰۰	۷۳۰۰	۷۳۰۰
۶۴۰۰	۶۶۰۰	۶۸۰۰	۶۸۰۰	۶۸۰۰	۶۸۰۰	۶۸۰۰	۶۸۰۰	۶۸۰۰	۶۸۰۰
۶۸۰۰	۶۹۰۰	۷۰۰۰	۷۰۰۰	۷۰۰۰	۷۰۰۰	۷۰۰۰	۷۰۰۰	۷۰۰۰	۷۰۰۰
۶۳۰۰	۶۴۰۰	۶۵۰۰	۶۵۰۰	۶۵۰۰	۶۵۰۰	۶۵۰۰	۶۵۰۰	۶۵۰۰	۶۵۰۰
۶۰۰۰	۶۱۰۰	۶۲۰۰	۶۲۰۰	۶۲۰۰	۶۲۰۰	۶۲۰۰	۶۲۰۰	۶۲۰۰	۶۲۰۰
۵۷۰۰	۵۸۰۰	۵۹۰۰	۵۹۰۰	۵۹۰۰	۵۹۰۰	۵۹۰۰	۵۹۰۰	۵۹۰۰	۵۹۰۰
۵۴۰۰	۵۵۰۰	۵۶۰۰	۵۶۰۰	۵۶۰۰	۵۶۰۰	۵۶۰۰	۵۶۰۰	۵۶۰۰	۵۶۰۰
۵۱۰۰	۵۲۰۰	۵۳۰۰	۵۳۰۰	۵۳۰۰	۵۳۰۰	۵۳۰۰	۵۳۰۰	۵۳۰۰	۵۳۰۰
۴۸۰۰	۴۹۰۰	۵۰۰۰	۵۰۰۰	۵۰۰۰	۵۰۰۰	۵۰۰۰	۵۰۰۰	۵۰۰۰	۵۰۰۰
۴۵۰۰	۴۶۰۰	۴۷۰۰	۴۷۰۰	۴۷۰۰	۴۷۰۰	۴۷۰۰	۴۷۰۰	۴۷۰۰	۴۷۰۰
۴۲۰۰	۴۳۰۰	۴۴۰۰	۴۴۰۰	۴۴۰۰	۴۴۰۰	۴۴۰۰	۴۴۰۰	۴۴۰۰	۴۴۰۰
۳۹۰۰	۴۰۰۰	۴۱۰۰	۴۱۰۰	۴۱۰۰	۴۱۰۰	۴۱۰۰	۴۱۰۰	۴۱۰۰	۴۱۰۰
۳۶۰۰	۳۷۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰
۳۳۰۰	۳۴۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰
۳۰۰۰	۳۱۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰
۲۷۰۰	۲۸۰۰	۲۹۰۰	۲۹۰۰	۲۹۰۰	۲۹۰۰	۲۹۰۰	۲۹۰۰	۲۹۰۰	۲۹۰۰
۲۴۰۰	۲۵۰۰	۲۶۰۰	۲۶۰۰	۲۶۰۰	۲۶۰۰	۲۶۰۰	۲۶۰۰	۲۶۰۰	۲۶۰۰
۲۱۰۰	۲۲۰۰	۲۳۰۰	۲۳۰۰	۲۳۰۰	۲۳۰۰	۲۳۰۰	۲۳۰۰	۲۳۰۰	۲۳۰۰
۱۸۰۰	۱۹۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰
۱۵۰۰	۱۶۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۷۰۰
۱۳۵۰	۱۳۰۰	۱۲۵۰	۱۲۵۰	۱۲۵۰	۱۲۵۰	۱۲۵۰	۱۲۵۰	۱۲۵۰	۱۲۵۰
۱۲۰۰	۱۲۵۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰	۱۳۰۰
۱۰۰۰	۱۱۰۰	۱۱۵۰	۱۱۵۰	۱۱۵۰	۱۱۵۰	۱۱۵۰	۱۱۵۰	۱۱۵۰	۱۱۵۰

نمبر	گھوٹے										باربردار		مابینہ		سوم
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	اول	دوم	
۲۰۰	۲	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۸	۹۵۰	۹۰۰
۱۵۰	۳	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۸	۸۵۰	۸۰۰
۱۲۵	۳	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۵	۷۰۰	۶۵۰
۱۲۰	۳	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۵	۶۴۰	۶۳۰
۱۰۰	۳	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۶۰۰	۵۰۰
۸۰	۳	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۳۸۰	۳۵۰
۶۰	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۳۱۲	۲۸۵	۲۶۰
۵۰	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۲۵۰	۲۴۰	۲۳۰
۴۰	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۲۲۳	۲۰۰	۱۸۵
۳۰	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۱۸۵	۱۶۵	۱۵۵
۲۰	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۱۳۵	۱۲۵	۱۱۵
۱۰	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۱۰۰	۸۲	۷۵

ابو الفضل نے جو ۶۶ منصبوں کو با تفصیل لکھا ہے مگر آئین میں جو فہرست منصب اروں کے نام کی لکھی ہے وہ ۳۳ منصبوں کی ہے تین شاہزادوں کے منصب ہزاری سے ہفت ہزاری تک بیان کر کے باقی بیس منصب یہ بیان کیے ہیں ۵۰۰۰ و ۴۵۰۰ و ۴۰۰۰ و ۳۵۰۰ و ۳۰۰۰ و ۲۵۰۰ و ۲۰۰۰ و ۱۵۰۰ و ۱۲۰۰ و ۱۰۰۰ و ۹۰۰ و ۸۰۰ و ۷۰۰ و ۶۰۰ و ۵۰۰ و ۴۰۰ و ۳۰۰ و ۲۰۰ و ۱۰۰۔ تمام آئین اکبری کے نسخوں میں ۹۰۰ و ۳۰۰ کا منصب نہیں لکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو منصب کے ۶۶ درجے مقرر ہوئے ہوں مگر سب سے نہیں گئے ابو الفضل نے اکبر شاہی تمام منصب اروں کے نام پانصدی منصب اروں تک لکھے ہیں اور پھر پانصدی سے کہ اُسے فہرست بنائی ہے و صدی تک اُن منصب اروں کے نام لکھے ہیں جو اُس وقت زندہ تھے اور و صدی سے جو منصب ارزندہ تھے اُن کی

ان کی تعداد بہ تفصیل ذیل لکھی ہے منصب دار ایک صد و پچاھ ۵۳۰ یک صد و سترہ ایک صدی (یوزباشی) ۲۵۰ و ہشتاد و ۹۱ و سترہ ۲۰۴ و پچاھ ۱۶۰ و چالی ۲۶۰ و سی ۳۹ و سترہ ۲۵۰ و دہی ۲۲۲ کل ۵۰ سے ۱۰ تک منصب دار ۳۸۸ تھے۔ اور اعلیٰ منصب ۵۰۰۰ سے ۲۰۰ تک ۴۱۲ جن میں قریب ۵۰ کے اس وقت مر گئے تھے کہ ابوالفضل نے فہرست بنائی تھی طبقات اکبری میں اس فہرست کی نسبت یہ لکھا ہے کہ تفصیل آسامی امرائے حضرت خلیفہ الہی افاضل پناہ شیخ علامی شیخ ابوالفضل در کتاب اکبرنامہ مرقوم قلم بدائع رقم گردانیدہ اندویریں مختصر بذکر آسامی امرائے کبار اختصاص یافتہ۔ اس بیان سے اور آثار الامرا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کے عہد میں ہزاری سے اوپر منصب دار امرار کبار یا امرائے اعظم کہلاتے تھے مگر طبقات میں ہزاری سے نیچے منصب داروں کو بھی لکھا ہے کہ ہر تہہ امارت رسید یا درجہ کہ امرائے نظام یافت امیر الامرا کا خطاب یک ہی وقت میں کئی آدمیوں کا تھا۔ طبقات میں یہ خطاب وہم خاں خضر خواجہ خاں میر محمد خاں اننگہ مظفر خاں قطب الدین محمد خاں منعم خاں مرزا عبدالرحیم خاں کا لکھا ہے اور انہیں سے آخر کے تین امیر الامرا کو خان خانان بھی کہتے تھے۔

ابوالفضل نے جو منصب داروں کی سپاہ کی تعداد لکھی ہے وہ اور تاریخوں میں منصب داروں پاس بہت جگہ اس سے کم و بیش بیان کی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ضرور نہیں تھا کہ پنہزاری کے پاس پانچہزار سپاہ ہو۔ طبقات میں عبد المجید خاں سے ہزاری پاس ۲۰ ہزار سپاہ لکھی ہے اکثر اعلیٰ درجہ کے منصب دار صوبوں کے فرماں روا ہوتے تھے ان کو اول سپہ سالار اور اکبر کے آخر عہد سلطنت میں حاکم اور بعد ازاں صاحب صوبہ یا صوبہ دار اور آخر میں صوبہ کہتے تھے اور منصب دار جاگیر رکھتے تھے جو بعد اکبر کے عہد کے بدل گئے منصب داروں کو تعیناتیاں اور اس کی سپاہ کو تابنات بھی کہتے تھے اس لیے تاہین ہاشمی منصب دار بخشی ہوا۔ سپاہ کی اصلاح جب ہوئی کہ شہباز خاں میر بخشی مقرر ہوا۔ عبد القادر بدایونی نے اس باب میں جو لکھا ہے اسکے نقل آئین

۹ کے بعد دیکھو۔

بہت سے پُرول بٹالستہ کار آدمی ہوتے ہیں جنکو پادشاہ منصب نہیں دیتا مگر انکو دروہی
پرستاری سے رہائی دیتا ہے۔ اور بندگان خاص میں داخل کرتا ہے۔ دبستان خدمت
میں انکی آموزش ہوتی ہے اور ان کے علم کا امتحان ہوتا ہے۔ پادشاہ صورت میں معنی پیدا کرنا
چاہتا ہے اس لیے انکا نام احدی رکھتا ہے جس سے خدے واحد یاد آتا ہے اُنکے درجہ
بڑھانے کا نیا آئین مقرر کیا ہے ان کی تیمارداری کے لیے دیوان اور بخشی جدا جدا اور
انکی سرداری کے لیے ایک بزرگ میر مقرر کیا ہے اور ایک لایق آدمی کو اس کام کے لیے
مقرر کیا ہے کہ وہ احدی کے امیدواروں کو پادشاہ کے روبرو پیش کیا کرے وہ بے منت
خوشی و رشوت ستانی کے ہر روز چند امیدواروں کو پیش کرتا ہے۔ پادشاہ انکا امتحان لیتا ہے
جب سکودہ پسند آتے ہیں تو انکا نام یادداشت اور تعلیقہ میں لکھا جاتا ہے۔ پھر انکی چہرہ نویسی ہوتی ہے
اور برآورد میں نام داخل ہوتا ہے۔ امیدوار سے بخشی ضمانت لیتا ہے اور سب کو دوبارہ پادشاہ
کے روبرو پیش کرتا ہے۔ ضرور انکا اضافہ ہوتا ہے اس کی تنخواہ نصف تین چوتھائی اور چھ
ساتویں تک بڑھ جاتی ہے۔ بہت سے احدی پانچ سو روپیہ ماہوار پاتے ہیں اور ۹ کے ہندسہ
سے نشان مند ہوتے ہیں۔ (آئین داغ دیکھو) ابتدا میں جب اسکا درجہ مقرر کیا گیا تھا تو انکے
اٹھ گھوڑوں پر داغ لگادیا جاتا تھا۔ مگر اب پانچ سے زیادہ پر داغ نہیں لگایا جاتا۔

منصب ار احدی کے بعد تیسرے درجہ سوار کہتے ہیں۔ اول گھوڑوں کا مالک سپاہیں
گھوڑوں کی اوصاف بیان کرتا ہے۔ بخشی انکا امتحان کرتا ہے۔ پھر سوار کی چہرہ نویسی ہوتی
ہے اگر سوار پاس ایک گھوڑے سے زیادہ گھوڑے ہوتے ہیں تو اس کے لیے ایک اونٹ یا
بیل زیادہ کرتے ہیں اور اس کے خراج کے لیے عمدہ سوار کی نصف تنخواہ کی برابر روپیہ دیتے
ہیں اگر یہ اونٹ یا بیل نہیں دیتے تو پانچویں حصے تنخواہ بڑھا دیتے ہیں یک سوہ سوار کی تنخواہ
یہ ہوتی ہے کہ عراقی کا سوار تیس روپیہ ماہوار اور محبس کا سوار پچیس روپیہ ماہوار اور ترکی کا سوار
بیس روپیہ ماہوار اور بابو کا اٹھارہ روپیہ ماہوار اور جنگلہ کا بارہ روپیہ ماہوار پاتا ہے

(۸) آئین احدی

(۵) آئین سوار

پہلے خالصہ کے محل گذار سوار کو پچیس روپیہ ماہوار ملتا ہے اب پندرہ روپیہ ماہوار ملتا ہے
 پہلے سوار کو چار گھوڑے رکھنے کی اجازت تھی مگر اب تین گھوڑے سے زیادہ کی نہیں ہے
 اور ہر دہ ہاشمی دو سوار چار اسپتین سہ اسپتین دو اسپلہ و دو یک اسپلہ (اس طرح دس
 سوار پچیس گھوڑے رکھ سکتے تھے)۔ اور اور منصب اس حساب گھوڑے رکھ سکتے تھے مگر
 اب دہ ہاشمی تین سہ اسپلہ اور چار دو اسپلہ اور تین یک اسپلہ رکھ سکتا ہے۔ (۱۰ سوار ۱۰ گھوڑے)
 جب سواروں کا آئین بیان ہوا تو پیادوں کا آئین بھی بیان کیا جاتا ہے۔ انکی بہت سی
 قسمیں ہیں! اور وہ نادر نادر کام کرتے ہیں۔ پادشاہ نے اپنی قدر دانی سے قسم کے پیادوں کے
 لیے ایسے دستور و آئین مقرر کر دیے ہیں کہ سب چھوٹے بڑے کو آسانی ہو گئی ہے۔ خامہ پرواز
 آورہ نویس انکے نو لیسہ ہوتے ہیں۔ جب انکا مرتبہ بڑھتا ہے تو وہ اس جگہ سپاہ میں اعلیٰ ہوتے ہیں
 پیادوں کی بہت قسمیں ہیں۔ اول قسم کے پیادے پانچ سودام اور دوسری قسم کے چار سودام ہوئے
 اور تیسری قسم کے تین سودام چوتھی قسم کے دو سودام چالیس دام ماہوار پاتے ہیں۔ بارہ ہزار بندوچی
 پادشاہ کے ہم کابستہ ہیں انکے واسطے ایک یدہ و تکی (محرر) اور سیر چشم خراچی اور جدکار
 واروغہ جدا مقرر ہوتا ہے۔ چھوٹے بندوچی ان ہمدوں کے واسطے منتخب کیے جاتے ہیں۔ مگر
 انہیں اس طرح کے بہت بندوچی ہوتے کہ کچھ کار دانی اور سربراہی سہرہ ورتے ہیں بعض افسر
 ہوتے ہیں کہ وہ کثرت کی وحدت بناتے ہیں جس سے کار سازی اور کاراگاہی کا رشتہ دبلا ہو جاتا ہے۔
 سرگر وہ کاما ہوا چار طرح کا ہوتا ہے تین سودام اور دو سو اسی دام اور دو سو ساٹھ دام اور باقی
 بندوچیوں کی پانچ قسمیں ہوتی ہیں اور انکا ماہوار تین طور کا اول ۲۵ دام و دو سو ۲۴۰ دام
 و ۲۳۰ دام دوم ۲۲۰ دام و ۲۱۰ دام و ۲۰۰ دام سوم ۱۹۰ دام و ۱۸۰ دام و ۱۷۰ دام و چہارم
 ۱۶۰ دام ۱۵۰ دام و ۱۴۰ دام پنجم ۱۳۰ دام و ۱۲۰ دام و ۱۱۰ دام۔
 ہزار دربان چایک دست خدمت گذاری کرتے ہیں درگاہ کی پاسبانی کے لیے
 ان کی ملازمت لازمی ہے۔ میردہ کی تنخواہ پانچ طرح کی ہوتی ہے ۲۰۰ و ۱۶۰ و ۱۴۰ و ۱۳۰
 و ۱۲۰ دام اور اور دربانوں کی ۱۲۰ دام سے زیادہ اور سودام سے کم نہیں۔

(۱) پیادوں کا آئین

بندوچی

۱۵۰

خدمتی بھی پادشاہ کی خدمت میں ہزار رہتے ہیں۔ دولتخانہ کے گرد نگہبانی کرتے ہیں۔ اور فرمائش کے منتظر رہتے ہیں۔ پنجابی سے بستی تک ۲۰۰ دام اور دہ بستی ۱۸۰ اور ۱۴۰ دام اور اور ۱۲۰ اور ۱۱۰ اور ۱۰۰ دام پاتے ہیں۔

پہلے یہ گروہ رہزنی اور زردی میں نامور تھا پہلے پادشاہوں سے انکا علاج اچھی طرح نہ ہو سکا پادشاہ نے اپنے منتخب احکام سے انکو راست کاری اور امانت گذاری سے روشناس کیا ہے اب وہ دیانت میں مشہور ہیں۔ پہلے انکو مادی کہتے تھے۔ انکے سردار نے اپنی سواہر سگالی کے سبب سے خطاب خدمت رے کا پایا ہے۔ وہ پادشاہ پاس آرام سے رہتا ہے اور باقی ہر ایک کا نام خدمتیہ رکھا گیا۔

ميوات کے سہنے والے میوڑہ کہلاتے ہیں وہ تیز رو ہوتے ہیں جو مال منگاؤ دور دور سے پختہ کاری کے ساتھ لاتے ہیں۔ جاسوسی اور انکال بھی میں نادرہ کار ہیں۔ انکی تعداد بھی ہزار ہے وہ فرمان کے منتظر رہتے ہیں۔ انکا ماہوار خدمتیہ کا سا ہے۔ یہ سرفشان جان باز بہت طرح کے ہوتے ہیں۔ اور نادر کام کرتے ہیں۔ جنگ میں تیزیائی اور چابک دستی سے لڑتے ہیں اور اُفت و نیز میں بہادری دکھاتے ہیں۔ بعض سپہ سالار لگانے لڑتے ہیں بعض چوہ دستی سے کام لیتے ہیں۔ انکو لکڑایت کہتے ہیں بعض پناہ ایک ہاتھ سے لڑتے ہیں انکو یک ہاتھ کہتے ہیں۔ پہلا گروہ جو پوربی ہوتا ہے وہ چھوٹی سپہ سالار اور اسکو چروہ کہتے ہیں اور جو گروہ کہتی ہوتا ہے وہ ایسی بڑی سپہ سالار کہ اسکی پناہ میں سوار کھڑا ہو جائے اُس سپہ سالار کا نام تلوہ ہے۔ ایک جماعت کو پہریت کہتے ہیں۔ طول میں آدمی کے قد سے چھوٹی اور چوڑی ایک گز۔ سپہ سالار کام میں لاتے ہیں۔ ایک گروہ کو بانایت کہتے ہیں وہ ایک لمبی تلوار لیتے ہیں جبکا قبضہ ایک گز سے زیادہ ہوتا ہے۔ دونوں ہاتھوں سے اس سے عجیب کام دکھاتے ہیں۔ ایک گروہ کا نام بنگولی ہے۔ وہ مشہور آفاق ہے۔ ایک خاص شمشیر لیتے ہیں جو نوک کے پاس کج اور قبضے کے پاس سیدھی ہوتی ہے۔ وہ سپہ سالار لگاتے انکی ہنرمندی بیان نہیں ہو سکتی۔ بعض چابک دست خنجر کو عجیب طور سے کام میں لا کر عجیب کام کرتے ہیں۔

ہر ایک کا نام جدا ہے۔ ہر ایک کا ہنر نادر ہے۔ ایسے سپاہی ایک لاکھ سے زیادہ ہیں اور ان میں ایک ہزار پادشاہ کے پاس رہتے ہیں۔ ان میں صدی کا درجہ اصدی کی برابر ہے یا اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ انکا ماہوار چھ سو سے کم اسی تک ہوتا ہے۔

ہمیشہ پادشاہ کے آستانہ پر ترکی و تورانی کشتی گیر و شت زن۔ سنگ انداز کم خطا رہتے ہیں۔ بہادران ہندی اور نادرہ کارگجراتی مل کہتے ہیں اور طرح کے جنگ آور گروہ گروہ جمع رہتے ہیں۔ انکی تنخواہ ۴۵۰ دام سے زیادہ اور ۷ دام سے کم نہیں ہوتی اور دو پہلو انوں کی کشتی ہوا کرتی ہے اور انکو طرح طرح کے انعام ملتے ہیں۔

اس خدا پرست پادشاہ کو بندہ کے نام سے چڑھے۔ اسکے نزدیک سوار دادار بنیاز کے خداوندی کسی کو سزاوار نہیں ہے۔ اس لیے اس نے بندہ کا نام بدکر چیلہ رکھا ہے جس کے معنی سنکرت میں عقیدت مندارادت گزین کے ہیں۔ اس عافیت شاہنشاہی سے ایک گروہ پادشاہ کا چیلہ ہو گیا ہے۔

(غلام) غلام کے معنی بہت سے ہیں ایک معنی تو وہ ہیں جو عوام میں مشہور ہیں ایک جماعت اپنے سے غیر آئین (غیر مذہب) پر غالب ہوتی ہے اور انکی خرید و فروخت کرتی ہے۔ عاقل اسکو بہت بُرا جانتے ہیں۔ دوم کوئی شخص خود کامی سے علیحدہ ہو کر رادت اختیار کرے (جیسے کہ پیروں کے اندے مرید ہوتے ہیں) سوم فرزند چہارم کسی شخص کا قاتل جو اس کے وارث کی ملک میں آتا ہے۔ پنجم چور اپنی چوری سے باز آکر جبکا مال چراتا ہے اسکی غلامی اختیار کرتا ہے ششم ایک شخص خون کرے اور اس خون کے بدلہ میں روپیہ دیکر کوئی شخص اسکو چھڑاتا ہے تو وہ اس رہائندگی غلامی اختیار کرے ہفتم کوئی شخص کشادہ پیشانی سے اپنی غلامی کو اختیار کرے انکار و زینہ ایک روپیہ سے لیکر ایک دام تک ہے۔

پادشاہ نے انکو طرح طرح کے گروہوں میں تقسیم کیا ہے اور جدا جدا کار شناسوں کے حوالہ کیا ہے۔ وہ انکو طرح طرح کے ہنر سکھاتے ہیں کہ انکی پایہ شناسی ہو اور وہ کام شایستگی سے کریں۔

پادشاہ کی گورہ شناسی سے اور نیک پرستاری سے ہر طائفہ کے بہت آدمی سپاہ میں مرتبہ پاتے ہیں اور پیادگی سے امیری پر سرفراز ہو جاتے ہیں کہار بھی ہندوستان کے عجیب پیادوں میں سے ہیں بھاری بوجھ کندھے پر اٹھاتے ہیں اور فرائز نشیب میں چلتے ہیں۔ بالکی سنگھاسن۔ چوڈول ٹولی لیکر ایسی نرم چال سے چلتے ہیں کہ بیٹھنے والی کو ذرا جھٹک نہیں ہوتی۔ اس ملک میں وہ کثرت سے ہوتے ہیں۔ دکن و بنگالہ کے کہار نہایت عمدہ ہوتے ہیں۔ کئی ہزار پادشاہ کی خدمت میں رہتے ہیں انکا سرگروہ ۳۸ دام سے زیادہ ۱۹۲ دام سے کم نہیں پاتا اور دن کو ۲۰ دام سے ۱۶۰ دام تک ملتے ہیں۔

ایک خاص تعداد اس قسم کے پیادوں کی امیروں کو سپرد کی جاتی انکو علوفہ پادشاہ دیتا ہے۔ پادشاہ نے حکم دیدیا ہے کہ ان پیادوں کی چہرہ نویسی نیمہ سواروں کے نام سے ہوا کرے جو تھائی حصہ اسکا بند و فچی ہوتا ہے اور باقی تیر انداز کچھ بڑھئی۔ کہار و بیلدار اس گروہ میں داخل ہوتے ہیں۔ بند و فچی کا سرگروہ ۱۶۰ دام اور ۱۴۰ دام پاتے ہیں تیر انداز میردھ ۲۰ سے ۱۸۰ دام تک اور ۱۰۰ سے ۱۲۰ دام تک۔

جب پادشاہ سے سپاہ کے مراتب اور درجے مقرر کر کے گھوڑوں کی چگونگی پر علم حاصل کیا اور تکی معین کیے کہ وہ سپاہی کی چہرہ نویسی کریں اور یہ باتیں لکھیں اسکے خاص نشان عمر۔ باپ کا نام۔ جائے سکونت۔ ذات۔ ایک آگاہ کا داروغہ مقرر کیا کہ آدمیوں کو انتظار کی تکلیف اٹھانی نہ پڑے اور ان کو اپنی کار سازی کیلئے رشوت دینے کی آرزو نہ ہو۔ سپاہی اول پادشاہ کے ملاحظہ میں آتا ہے پادشاہ اسکا درجہ مقرر کرتا ہے اور پھر حراس کا تعلیقہ کرتا ہے اور داخل اپنی منصب اور کی تصدیق سے لکھا جاتا ہے۔ پادشاہ نے پانچ آدمی تجربہ کار سپاہیوں اور گھوڑوں اور علوفہ کی نگرانی کے لئے مقرر کی ہیں۔ کارفرما سپاہ کو ایک فرخ میدان میں جمع کرتا ہے اور چہرہ نویسی کے کاغذات ان افسروں کے روبرو پیش ہوتے ہیں اور کاغذات کیساتھ سپاہی اور اسکا گھوڑا دکھایا جاتا ہے۔ چہرہ نویسی کی اوراق کے نیچے برآورد میں اسکی تنخواہ لکھی جاتی ہے جس میں کوئی فریب و غل نہیں ہونے پاتا اور

داخلی سپاہ

دعا جانوروں پر نقش پذیر یعنی داغ لگانے کا آئین

کام اعتبار کر لائق ہوتا ہے پھر اس نوشتہ پر پانچ امیروں کی مہر لگائی جاتی ہے اور وہ اروغہ کی سپر ہوتا ہے اور اسکو داروغہ اس آئین کی موافق جو احادیث کے بیان میں ذکر ہوا ہے پادشاہ کے روبرو پیش کرتا ہے پادشاہ تنخواہ میں کمی بیشی کرتا ہے۔ پادشاہ آدمی کی پیشانی پر رکھ لیتا ہے اور اسکی تنخواہ میں کمی بیشی کر دیتا ہے۔ جب یہ کاغذ اس طرح مرتب ہو جاتا ہے تو اسپر واقعہ نویس (جسکا بیان آگے آئیگا) اپنا نشان کرتا ہے اور میر عرض اور سرگروہ کشک (چوکی) اسپر مہر لگاتا ہے اس سند کی دست آویز بر داروغہ گھوڑے پر داغ لگاتا ہے۔ پہلے پہل گھوڑے کی گردن کی دائیں طرف سین کے سرے کی صورت کا داغ لگتا تھا۔ بعد ازاں کچھ دنوں تک داہیں ران پر اس صورت **۱۱** کا داغ لگنے لگا جس میں دو الف قائمی زاویوں کے متقاطع ہیں جنکے سر کی گندہ ہیں۔ ایک مدت تک کمان کی شکل کا جسکا چلہ اتر ا ہوا ہو داغ لگتا رہا۔ بعد ازاں ہندسہ کا داغ مقرر ہوا۔ اس تدبیر سے بالکل سچا کام ہونے لگا۔ ہندسوں کی رقمیں لوہے کی بنالیں جسکے نقش میں کچھ شبہ نہ رہتا تھا۔ یہ داغ داہیں سرین (پٹھے) پر لگتا تھا داغ کے لگانے میں پہلی دفعہ ایک کے ہندسہ کا نقش کیا جاتا تھا اور دوسری دفعہ ۲ کے ہندسہ کا اور علیٰ ہذا القیاس۔ اور اب پادشاہ نے مہربانی اور کار آموزی کے لئے اپنے فرزندان و خلیفان و سپاہیوں اور امیروں سے ہریک کو خاص ہندسہ داغ لگانیکے واسطے عنایت کئے اس طرح داغ لگانے میں ان گھوڑوں سے جو مرتب تھے صحیح اطلاع ہونے لگی۔ جب مردہ گھوڑے کی عوض کا گھوڑا داغ مکرر (جسکا آگے بیان ہوگا) سپاہی لانا تھا تو وہ اپنی تنخواہ اس روز سے مانگتا تھا جس روز سے اسکو نہ ملی تھی اور بخشی کی تنخواہ اس دن لگتا تھا کہ مردہ گھوڑے کی عوض میں گھوڑا لانا تھا۔ مگر جب سے یہ نیا طریقہ داغ کا جاری ہوا جو قاعدہ مقرر کیا تھا کہ جب کسی سپاہی کا گھوڑا مر جائے اور وہ اسکی عوض کا گھوڑا لائے تو اس کا چہرہ لکھا جائے اور اسپر وہی داغ لگایا جائے جو مردہ گھوڑے کا تھا اور داغ مکرر کے وقت بخشی اس داغ اور چہرہ کو دیکھ کر اعتبار کریں۔ چہرہ کے موافق گھوڑے کرایہ کے لیکر سپاہی اپنا کام بنا لیتے تھے یہ خیانت بھی اب اس طریق سے موقوف ہو گئی کہ گھوڑے پر داغ

لگنے لگا۔ اور سپاہی یہ کام بالکل سچا کرنے لگے۔ ہر تین سال میں منصب جدید داغ کراتے تھے جس سے سپاہ کی آرائش ہوتی تھی اور چھوٹے آدمی راستی کی راہ پر چلتے تھے۔ اگر اس داغ کے لگنے میں منصب دار تاخیر کرتا تھا تو اسکی اقطاع کا ایک دسواں حصہ کم ہو جاتا تھا پہلے داغ کا یہ قاعدہ تھا کہ جو نئی دفعہ داغ لگایا جاتا تھا اتنی دفعہ کے ہندسہ کا داغ لگایا جاتا تھا مثلاً گھوڑے پر دو کا داغ دوسری دفعہ میں لگتا تھا اور علیٰ ہذا القیاس مگر اب پادشاہ نے ہر ایک گروہ کے لئے جہاں ہندسہ تجویز کر دیا ہے کہ ہندسہ کے مکرر داغ گوانے میں تکرار ہوتی ہے۔ مگر اسیوں میں پُرانا ہی قاعدہ جاری ہے۔ بعض قریب کے بچے اور خدمتکار جنگو اپنی جاگیر پر جانے کی فرصت کم ملتی ہے وہ ماہوار تنخواہ اپنی نقد لیتے ہیں اور ڈیڑھ سال میں اپنے گھوڑوں پر داغ گوانے ہیں دودست کے امرا بارہ سال زیادہ عرصہ داغ گوانے میں نہیں لگاتے۔۔۔۔۔

جب داغ گوانے پر چند سال گزر جاتے ہیں تو ایک دسواں حصہ انکی جاگیر کا کم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کا منصب بڑھایا جائے اور تین سال داغ پر گزر گئے ہوں تو اسکی ذات کی تنخواہ دیکھاگی جو پہلے آدمی بڑھائے جاتے ہیں انکی بابت اضافہ بعد از داغ پاتا ہے۔ اگر کوئی سپاہی تازہ داغ لگائیے لئے اپنے پہلے گھوڑے سے اچھا گھوڑا پادشاہ کے روہر لائی تو منظور ہوتا ہے۔ سواروں کی محافظ سپاہ کو کشک یعنی چمکی کہتے تھے وہ تین طرح کی ہوتی تھی سپاہ کی جو چار قسمیں تھیں انکے بارہ حصے کئی تھے اور ہر ایک حصہ ایک کھیلے نامزد ہوتا تھا اور ایک امیر بزرگ ہتھوں اسکی سرکردگی کے لئے سرفراز ہوتا تھا معاملہ شناس اور طرزاں ایک امیر عرض مقرر ہوتا تھا۔ تمام احکام پادشاہی انہیں و امیروں کی معرفت لوگوں کو معلوم ہوتے تھے۔ رات وہ دولتانہ کمرہ حکم آوری کیلئے کھڑے رہتے تھے اور پادشاہ کے حکم کے منتظر رہتے تھے شام کے وقت توڑ شاہی (جسکا آگے بیان ہو چکا) بارگاہ والا میں رکھتے تھے ایک طرف یہ پاسبان صف آرا ہوتے تھے اور انکے بدلے کے جو سوار آتے تھے وہ دایں طرف کھڑے ہوتے تھے۔ پادشاہ خود دونوں کو اکثر دیکھتا تھا اور سپاہیوں کی حاضری وغیرہ حاضری کو معلوم کرتا تھا یہ دونو پادشاہ کو تسلیم کرتے تھے۔ یعنی سلامی اُتارتے تھے۔ اگر پادشاہ کسی شغل عظیم میں مصروف ہو تو وہ اپنے فرزندوں میں کسی

(۸) داغ مکرر کی آئین

(۹) آئین نشست یعنی چمکی

ایک کوانکے دیکھنے کے لئے بھیجتا تھا اور اس کام کی طرف بہ نسبت اپنی مہراندوزی اور پرتش آموزی
 و عیار گیری و ہنگامہ آرائی کے زیادہ توجہ کرتا تھا اگرچہ چوکی میں کوئی حیل سازی اور کالی کے سبب سے
 حاضر نہیں ہوتا تھا تو اسپر ایک ہفتہ کی تنخواہ کا جُربانہ ہوتا تھا یا کچھ اور مناسب زاپا تھا۔ پادشاہ
 نے اس سپاہ کے بارہ حصے کیے تھے۔ اور ہر ایک حصہ ایک ایک مہینے کے لئے نامزد ہوتا تھا اس
 طرح دور اور نزدیک کی سپاہ اپنے وقت پر پادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوتے تھے اور اسپر
 طرح طرح کی عاطفت ہوتی تھی۔ جو سپاہ کا گروہ دور دست کی سرحد پر یا کسی اور بڑی خدمت میں سرگرم
 ہوتا تھا تو وہ اپنی حقیقت حال کا عریضہ بھیجتا تھا اور پادشاہ کے حکم کا کار بند ہوتا تھا۔ ہر شمس
 جیسے میں پہلی تاریخ کو سپاہ چوکی ہر ہفتہ کی طرح پادشاہ کو تسلیم کرتے تھے اور خزانہ غایت سے انحصار پڑتی
 پادشاہ نے اپنی سپاہ کی اور بارہ اقسام کی تقسیم اور ہر قسم کو ایک سال سے مخصوص کیا تھا
 جس کے سبب باری باری سے ہر سپاہ اپنے سال میں پادشاہ کے حضور میں آتی تھی۔

یہ اوپر جو تین آئیں ہم نے آئیں اکبری سے نقل کیے ہیں جسے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ اکبر سپاہ
 کی چہرہ نویسی اور داغ لگانے میں بڑا اہتمام کرتا تھا اسی کے سبب سے دعا و فریب کے کام بند ہو گئے
 تھے۔ عبدالقادر بدایونی نے اس انتظام کی نسبت اپنی تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ تمام ولایتیں سوک
 انکے جو خالص سے منسوب تھیں امرار کی جاگیروں میں منقسم تھیں۔ امرافق و فخر کی کثرت سے
 اور بیوتات کی زیادتی کے خرچ سے اور اموال کے جمع کرنے سے فرصت نہیں رکھتے تھے کہ سپاہ
 حال پر نگاہ رکھتے رعایا کے احوال میں مشغول ہوتے کام کے وقت پر وہ تنہا سے چند ملازموں
 اور شاگرد پیشہ مشغول کے معرکہ میں حاضر ہوتے تھے سپاہ بکار آمد کسی جگہ موجود نہ تھی شہباز خان
 کنبوہ میر بخشی نے داغ و مٹی کی مراسم و روش کو جو سلطان علاء الدین خلجی کا ایک غلابہ اور
 بعد ازاں شیر شاہ کا طریقہ تھا پادشاہ کو یاد دلایا کہ جاری کرایا جس کے سبب سے یہ مقرر ہوا کہ اول
 امر پر منصب بستی مقرر ہو کہ وہ اپنے تابینوں کو (تابینوں) کو کشاک (چوکی) میں
 حسب الطلب حاضر کرے اور حسب انکے بیس سواروں کے گھوڑوں پر داغ حسب

ضابطہ لگ جائے تو اسکا صدی اور اور منصب مقرر کیا جائی۔ اور فیل اور اسپ اور شتر کو منصب کے موافق دی جائیں اور یہی دستور جاری رہی اور جب وہ پوری سوار پادشاہ کی نظر کے روبرو لائیں تو منصب لاری و دوہزاری یا پنجہزاری جس سے بالاتر درجہ کوئی نہیں ہر ترقی پائیں ورنہ درجہ گھٹایا جائے مگر اس ضابطہ سے بھی سپاہیوں کا اور منزل ہو گیا امرائے اپنا کام یوں بنایا کہ اکثر اپنے خاص چیلوں اور بارگروں کو سپاہی کا لباس پہنا کر موقف عرض میں ناکر منصب کی درستی کے لیے دکھاتے اور منصب کے موافق جاگیر پاتے۔ بارگروں کو رخصت کر دیتے جب پھر وقت پر ضرورت پڑتی تو حسب ضرورت نئی عاریت کی سپاہ بھرتی کر لیتے ہیں اور بعد از فراغ اسے موقوف کر کے خدا کی پناہ میں بیٹھ جاتے خزانہ و جمع خرچ منصب داروں کا تو یہ دستور بجالا رہتا مگر سپاہی بیچارہ کا پیالہ ایسا فاک سے بھرا رہتا کہ پھر وہ کر باندھنے کے لائق نہ رہتا ہر جگہ اہل حرفہ دھنے و جلاہے کنجڑی ہندو مسلمان گھوڑے۔ ویران کرایہ کا لیکر داغ کے لئے پہنچتے کوئی منصب دار اضافہ منصب پاتے اور کروڑی واحدی یا داخلی ہو جاتے۔ چند روز بعد ان موہوم سپہوں اور عہدہ یراق کا نشان باقی نہ رہتا اور وہ پیادہ ہو جاتے اور بہت دفعہ ایسا ہوا کہ جس وقت دو پادشاہی نظر (ملاحظہ) کے لیے دیوانخانہ خاص میں پیش ہوئے تو مع لباس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ترازو میں تولے گئے گو وزن میں ڈھائی تین من سے کچھ کم و بیش ٹلے۔ مگر بعد تحقیق کے معلوم ہوا کہ یہ سب لباس و یراق کرایہ کا عاریت تھا۔ پادشاہ نے فرمایا تھا کہ میں دیدہ و دانستہ ایسے آدمیوں کو کچھ دیدیتا ہوں کہ ان کی گذراوقات ہو بعد چند مدت کے احدی کو دو اس سپہ و ایک اس سپہ دینم اس سپہ بمعنی دو سپاہیوں میں ایک گھوڑا مقرر کیا دو نو کو چہرہ چہرہ روپیہ ماہوار ملتے مہر ع انیک در روز گارن بہ ہیں و ہیرس ۛ اس بازار کو رونق ہو گئی اور ترکش بندی کی نوکا ٹھنڈی ہو گئی باوجود اسکے پادشاہ نے اپنی قوت طالع اور بلندی اقبال سے ہر جگہ غنیم کو نابو کیا اور سپاہی کی چند ان احتیاج نہیں رہی اور امراء کو اپنے نو کوونکے بیجا ناز سے رہائی ہوئی۔ بدایونی کا یہ بیان اس عداوت کے سبب ہے جو وہ

اپنی خیانت سے پادشاہ کے ساتھ رکھتا تھا اسکا یہ لکھنا کہ پادشاہ اپنی غنیمت کو ہر جگہ نابود کرتا ہی بادشاہ کی سپاہ اور افروں کے حسن انتظام پر دلیل قطعی ہو اور یہ لکھنا کہ پادشاہ کے اقبال سے ہوتا تھا اسکا ملنا پن ہی۔ وہ اس عداوت کے سبب سے بد انتظامی کی مستی صورتوں کو قاعدہ اور خوش انتظامی کے قاعدہ کو مستثنیٰ صورت بناتا ہے۔

واقعہ نویسی بھی ایک پسندیدہ طرزِ جہان بینی کے لیے بلکہ ہر انہوہ کیلئے ضروری۔ اگرچہ پہلے زمانہ میں بھی اسکا مذکور ہو مگر اس زمانہ میں اصلی معانی اسکے ظہور پذیر ہوتے ہیں چودہ بیکی سیر چشم درست جامہ جگزیں اسطرح نامزد ہوئے ہیں کہ ہر روز ان میں سے دو دو اپنا کام کیا کریں اور جو دہویں روز ہر ایک کی نوبت آیا کرے اور اور لوگ بھی اس شائستہ خدمت کے واسطے پادشاہ نے انتخاب کر رکھے ہیں کہ ان میں ہر ایک ایک دن کی واسطے رہتا ہی جب ان چودہ میں سے کسی کو ضروری کام پیش ہوتا ہے تو اسکی جگہ انہیں سے ایک آتا ہے اسکو کوتل کہتے ہیں۔ اس واقعہ نویس کے یہ کام ہیں کہ پادشاہ کے احکام اور کام کو وہ لکھے۔ اور جو کچھ کار پر دازان سلطنت عرض کریں اسکو تحریر کرے۔ پادشاہ کی خورد آشام۔ بیداری و خواب۔ نشست و برخاست۔ شبستان اقبال میں جائیکا اور بارگاہ خاص میں خرامش کا وقت۔ شکار کی عام حالت۔ جانوروں کا ذبح ہونا۔ کوچ و مقام۔ رہنمائی نذر۔ دلاویز سخن۔ دانش کی باتوں کا سُنا۔ خیرات و انعام تکلف روزینہ و ماہوارہ۔ تباہین کا منصب۔ ماہیانہ چاکر۔ ارناس (بعض ارناس کی جمع کہتے ہیں جس کے معنی قبر کے ہیں)۔ بدایونی نے اسکو از ناس پڑھا ہوا اور اسکے معنی زوال و شمس یعنی دشمنوں کے مرنیکا بیان اور امر اس لفظ کو بجائے طلب اجناس کو کام میں لاتے ہیں سلتے ارناس کے معنی سپاہ کے لیے۔ طلب اجناس یا تنخواہ کے ہوئے سیورغال (معانی زمین) خراج کا گھٹنا بڑھنا۔ اجارہ۔ بیج۔ تحویل پیش کش۔ ارسال۔ نفاذ فرمان۔ اس پر بادشاہ کی مہر کا لگنا۔ عارض کا آنا۔ جواب کا دیا جانا۔ ملازمت۔ رخصت۔ تعین مدت۔ چوکی میں نہ آنا جنگ و فتح۔ صلح۔ روشناس (جنگو بادشاہ پہچانتا ہو یعنی بڑے آدمی) کامرنا۔ جانور و نجی

(۱۰) آئین واقعہ نویسی

شیرطونکی ہاجریت گھوڑوں کا مرنا۔ پادشاہ کے جرموں کا معاف کرنا۔ بارعام کی سرگزشت کھدائی
ولادت۔ چوگان بازی۔ چونسر۔ نر۔ شطرنج۔ گنجفہ۔ سوائے اسکے حوادث آسمانی وزمینی سیال
کی فصلیں۔ عرض واقعہ۔ ان سب باتوں کو لکھئے۔

جب اس روز ناچنے کی تصحیح کوئی آگاہ دل راستی منش کر دے تو پھر وہ پادشاہ کو سنا یا جاوے وہ
اسکو قبول کرے تو تپکچی ہر سانحہ کی نقل کرے اور اسپر اپنی مہر لگائے اسکے جویندہ کو سپرد کرے۔
اسپر میر عرض و پروانجی کی مہر لگوائے اور اس شخص کی مہر جسے اسکے پادشاہ کو روبرو پیش کیا ہے
اس زمانہ میں اسکو یادداشت کہتے ہیں۔ سوائے اسکے کئی ایک خوشنویش روشن بیان راستی
گزار جہاگانہ نامزد ہوتے ہیں کہ وہ اس یادداشت کو جب پوری ہو جاتی ہے لے لیتے ہیں اور اپنے
پاس رکھتے ہیں جو گذارش مقصود کے لائق ہوتی ہے اسکو وہ لکھتے ہیں اور اسپر مہر کر کے بجای یادداشت
کے دیتے ہیں اسپر ہر دو خط واقعہ نویس کے رسالہ میر عرض داروغہ کے ہوتے ہیں۔ اس نوشتہ
کو تعلیق کہتے ہیں اور لکھنے والے کو تعلیق نویس۔ جب تعلیقہ اسطرح تیار ہو جاتا ہے تو اوراقیان
دولت کی مہر اسپر لگتی ہے۔ پادشاہ کا مقصد اس سے یہ ہے کہ آگاہی کا سرشتہ مستحکم ہوا اور اہل
وقت میں کمی و بیشی اپنی ہنجار سے نہ گذرے۔ اور خیانت مند فرومایہ ایک کونے میں بیٹھیں
اور سعادت سرشت آگاہ دل اعتبار پائیں کار سازوں کو خوف سے رہائی ہو اور بداندیش فراموش
کاروں کا علاج ہو۔

جب تک اوستہ کی سرشت کو استحکام نہیں ہوتا ہے کہ دسے بات گویائی میں نہیں آتی اور قلم کے لکھنے سے پائیداری نہیں
پاتی اور راستی طرازوں کی نشان دہی درست نہیں ہوتی یعنی سچے آدمیوں کی گواہی نہیں ہوتی ایسے گناہ
کو سند کہتے ہیں اور اس طرح کی آدمی کامیاب نہیں ہوتے۔ گنجور اسند کی کوتاہی سے باز خواہست رہائی پاتے اور
اور لوگ اپنا واجبہ وظیفہ پاتے ہیں۔ کار دان کستی منش کہ جنگی پیشانی سے راستی چمکتی ہے گفتار
اور کردار کو صفوں اور رتوں پر لکھتے ہیں کہ جس سے یاد کی مدد ہوتی ہے ان اوراق استاد
کو دفتر کہتے ہیں (دفتر ایک یونانی لفظ ہے جسکے معنی صاف نیکے ہوئے چمڑے کہ ہیں)

بادشاہ نے اس فقر کو بھی غور کی نگاہ دیکھا ہے اور انکاشائے انتظام کیا ہے درست نوٹیں استی مشرت
و حیرت مند دیدہ وروں کو دفتر میں مقرر کیا ہے اور کاروانان کم آرزوہ حوالہ کیا اور اسکو اپنی کاراگی سے
بھی استوار کیا ہے۔ دفتر تین طرح کا ہے اول ابواب الہال۔ اس کے خراج ملک کی آمدنی اور اسکی کمی و
بیشی معلوم ہوتی ہے ہر قسم کی آمدنی جو فراہم ہوتی ہے اس میں لکھی جاتی ہے۔ دوم ارباب التماہیل اس سے
منزل (ٹانگی) کے خرچ کی اور خزینہ داروں کی جمع خرچ کی منقح اور طرح طرح کی خرید و فروخت کی
اور ارجہ نویسی معلوم ہوتی ہے سوم توجیہ اسمیں سپاہ کے ماہیانہ کا سرشتہ ہوتا ہے۔ اس سے
معلوم ہوتا کہ سپاہ کے لئے کتنی آمدنی ہوتی اور کتنا اسمیں خرچ ہوا۔ بعض سنا دیر صرف مہرادی
ہوتی ہے بعض پر مدگاہ شاہی کو مہر نشان ہونیکے بعد پادشاہ اپنا سکہ لگاتا ہے بہت سی سندوں
پر صرف ارکان و دولت کے مہر نشان ہوتے ہیں۔ انہیں سے بعض کا بیان نیچے کیا جاتا ہے

فرمان ثبتی

فرمان ثبتی تین کاموں کے جاری ہوتے ہیں۔ اول مناصب والا وکالت سپاہی لاری
شاہزادوں کی اتالیقی۔ امیر الامرائی۔ ناحیتی (تقرر اضلاع) وزارت بخشی گری
صدارت کے لئے۔ دوم جاگیر۔ جو بدوں ماہیانہ ہو یعنی جس جاگیر میں سپاہیوں
کی تنخواہ نہ دی جائے۔ اور ملک نو مفتوح کے حکم رکھنے کے لئے اور ملک مینے کے
واسطے سوم سیورغال و بقاع خیر کے سرانجام کے لئے۔

پروانچوں اور فرمانوں اور براتوں کو نیچے کیطرت کی شکنج دیتے ہیں۔ اول شکنج
میں جو کم چوڑی ہوتی ہے۔ کنارہ بر جہاں سے کاغذ کترتے ہیں وکیل کی مہر ہوتی ہے
اور اس کے مقابل کچھ پیچھے مشرت دیوان کی مہر جسکا آدھا حصہ دوسری شکنج پر ہوتا ہے
اور اس سے نیچے صدر کی مہر۔ بعد ازاں کچھ مہروں کے مقامات میں تقدیم و تاخیر ہوگی۔
بعض احکام خلافت ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں تاخیر نہیں ہو سکتی اور ہر کوئی اسکا
راز دان بھی نہیں ہو سکتا ایسے منشور پر فقط مہر بادشاہ ہی ہوتی ہے اور ایسے

(۱۲) آئین بابیہ

(۱۳) فرمان مباحثی

(۱۴) مواجید تنخواہ

فرمان بیاض کہتے ہیں۔

جب کوئی شخص جبرگہ سپاہ میں داخل ہوتا ہے اور داغ سے فراغت پاتا ہے تو اسکو انتظار کے رنج کھینچنے اور مال خرچے کے بغیر بند میں بٹھاتی ہیں۔ تنخواہ کا حساب انہوں میں ہوتا ہے۔ برآورد کی وقت سپاہی کی تنخواہ کے آدھے روپیے ۸ دام فی روپیہ کے حساب سے دیے جاتے ہیں اور آدھی تنخواہ کے دو برابر حصہ کئے جاتے ہیں جنہیں سے ایک حصہ میں مہر (اشرفی) بحساب ۴ روپیہ فی مہر دو سکر حصہ میں جناس دی جاتی ہیں۔ جب روپیہ کا بہاؤ چالیس دام ہو گیا تو اسی بہاؤ سے سپاہ کو تنخواہ ملتی ہے۔ سال بھر میں ایک مہینے کی تنخواہ گھوڑے کی قیمت کی بابت وصول ہوتی ہے اور گھوڑے کی قیمت پچاس فیصدی بڑھائی جاتی ہے۔ گھوڑے کی خرید میں نہایت احتیاط ہوتی ہے اس لئے اس اضافہ قیمت سے سپاہی کا نقصان نہیں ہوتا اور ہمیشہ بڑے بڑے کاموں میں اور یا دشاہی احکام کے پہنچانے میں احمدی کو دستوری ملتی ہے اگر وہ خدمت شائستگی کی بجالاتا ہے تو کام کی سپاس گزاری کے عوض میں تمام یہ دستوری بخش دی جاتی ہے ورنہ کچھ حصہ اسکا ماہوار میں لگایا جاتا ہے یا دشاہ نے پرستاری کی آموزش کے لیے اور تن آسانی کے دور کرنیکے واسطے یہ مقرر کیا ہے جو احمدی کشاکش میں غیر حاضر ہوتا ہے تو اسکی پندرہ روز کی تنخواہ ضبط ہوتی ہے اور اوروں کی ایک ہفتہ کی تنخواہ اور تا بین باشی کو جب یہ دستوری ملتی ہے کہ وہ اپنے آدمیوں کے ماہوارہ میں سے بیسواں حصہ کاٹ لیتا ہے اور اسکو بعض خچوں میں صرف کر دیتا ہے۔

اقطاع دار اور ماہ وار لینے والوں کو اگر کوئی چنچ کی ضرورت پیش آتی ہو اور وہ انعام کے مستحق نہیں ہوتے تو پادشاہ نے ایک خزانچی اور میر عرض جداگانہ مقرر کر رکھا ہے کہ اس سے وہ روپیہ قرض لے لیتے ہیں جس سے ان کی آبر و بچ جاتی ہے اور انتظار سے بھی پریشان نہیں ہوتے اول سال میں قرض کچھ نہیں بڑھایا جاتا

دو سکر سال میں سو لہویں حصہ قرض کا قرض پر زیادہ کرتے تھے اور تیسرے سال میں آٹھواں حصہ اور چوتھے سال میں چوتھائی پانچویں سال سے ساتویں سال تک نصف اور ساتویں سال سے دسویں سال تک تین چوتھائی اُس سے زیادہ سال کے لئے دو چند۔ اس سے زیادہ نہیں بڑھتا اس سے پادشاہ کا مقصد نیک معاملگی سکھانا منظور ہے ورنہ اس زمانہ کی داؤد ست کے موافق یہ افزائش کسی شمار میں نہیں ہے اس آئین سے جو بے انصاف سود بڑھائی والے تھے وہ راہ پر لگے اور اس سے شالستہ انتظام ہو گیا۔

بادشاہ آدمیوں کو بچا کر انکو کئی طرح سے انعام بخش دیتا ہے۔ بظاہر بھی اور پوشیدہ بھی قرض اکبر دیتا ہے مگر لیتا نہیں اس سے دور و نزدیک تو نگر و مستند فیض پذیر ہوتے ہیں۔ ہاتھی گھوڑے اور جنس بھی دیتا ہے ہر روز بخشی کشکداروں اور سپاہیوں کے نامے پڑھتا ہے کہ انہوں نے پہلے کچھ نہیں پایا ہے۔ پادشاہ انکو گھوڑی دیتا ہے۔ جبکو یہ گھوڑا لمبا تا ہے اسکو پھر ایک سال تک کچھ انعام بخش نہیں ملتی جو آرزو مند محتاج مفلس ہیں انکو پادشاہ نقد و جنس دیتا ہے اور ظاہر اور پوشیدہ دونوں کو ہاتھ میں لاتا ہے بہت سے آدمیوں کا روزینہ و ماہیانہ سالیانہ مقرر ہے جو ان کو انتظار کی تکلیف بغیر ملتا ہے اور خود پادشاہ کے متمرب آدمیوں کے احوال کو عیوض کرتے ہیں اور جتنا مال لیتے ہیں وہ بیان نہیں ہو سکتا جو کچھ محتاجوں کو دیا جاتا ہے اور آتش خانوں میں خچے ہوتا ہے اُس کا بیان بڑا دراز ہے۔ ایک خزانچی جدا اسکے لیے مقرر ہے۔ پادشاہ کے روبرو تہنید ست آتا ہے وہ اپنا کام دل پاتا ہے۔

نظر بد کے لگنے سے بچنے کے واسطے اور مفلس محتاجوں کی آرزو بر لانے کے لیے سال بھر میں پادشاہ دو دفعہ طرح طرح کی اجناس سے تلتا تھا۔ غنہ آبادان ماہ الہی کو کہ پادشاہ کے سال کا نوروز ہے ان بارہ چیزوں سے بارہ دفعہ تلتا تھا۔ سونا۔ پارہ۔ ابریشم۔ خوشبو۔ مس۔ روح تو شیا مصالح۔ گھی لوہا۔ شیر برنج سات طرح کا غلہ (ست نجا) و نمک ان چیزوں سے تولنے میں

پیشی و پیشی جناس کی قیمت پر موقوف تھی اور پادشاہ کی عمر کے سالوں کی تعداد کے موافق گوسفند
بز مرغ مفلح جاندار پروردوں کو دئے جاتے تھے۔ بہت سے چھوٹے چھوٹے جانور رہائی پاتے
تھے۔ دوسرا تلامدان پنجم رجب کو آٹھ چیزوں سے جدا جدا ہوتا تھا۔ چاندی قلعی پارچہ۔ سیسہ
میوہ شیرینی۔ تلون کاتیل۔ سبزی۔ ان دونوں تاریخوں میں جشن ساگرہ ہوتا تھا۔ بخشش بخشایش
کی صلاح عام ہوتی تھی۔

پادشاہ کو بیٹے دپوتے جب تیسری سال میں لگتے تو وہ سال شمس کی نوروز کو پہلی دفعہ ایک چیز سے تولد
جاتے پھر ہر سال ایک نئی چیز ان کے تولد کی واسطے بڑھتی جاتی۔ جب وہ بڑی ہو جاتا تو آٹھ سات چیزوں
سے جدا جدا تولد جاتے مگر بارہ چیزوں سے زیادہ ان کے تولد کے لیے نہیں بڑھتی اور جانور بستور
دیے جاتے اس کام کی واسطے خزانہ و مشرف جدا تھے تاکہ شائستگی سے بچے ہو۔

پادشاہ آدمیوں پر طرح طرح سے عاطفت کرنے کو خدا پرستی جانتا وہ آدمیوں کی پایہ
شناسی کر کے چار طرح کے آدمیوں کو زمین کو زمین روزینہ دیتا ہے۔ اول وہ جو علم و دانائی
کی تلاش میں سب چیزوں سے دست کشی کر کے علوم حقیقی کے جمع کرنے میں بذرات
اکورات جانتے ہیں نہ دن کو دن۔ دوم وہ جو تارک الدنیا ہوتے ہیں اور اپنی
نفس لڑتے رہتے ہیں اور رنج کش و خوشی تنگداز ہوتے۔ سوم مفلح در ماندہ جو
جست و جو کی توانائی نہیں رکھتے۔ چہارم شریف بزرگ زاوی جو اپنی کم دانشی سے پیشہ وری
نہیں اختیار کرتے جو نقد دیا جاتا ہے اس کو اس زمانہ میں وظیفہ کہتے ہیں اور جو زمین دی
جاتی ہے اس کو ملک و مدد معاش کہتے ہیں۔ اس طرح سے کروڑوں کی میورغال دی جاتی ہے
اور وہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے چونکہ حال مردم کی بزدلش اور آرزو کا اندازہ
کرنا بہت بڑا کام ہے۔ ایک نیک فرد درست اندیش کو جس کی پیشانی گفتار و کردار
سے صلح کل و مہربانی عام و جدوائی کا نشان نمایاں ہو اس کو اس خدمت پر
سر بلند کیا ہے۔ اس کو صدر کہتے ہیں۔ قاضی میر عدل اس سے رجوع کرتے ہیں

کاروائی و مزاج شناسی سے ایک عمدہ تیجی مقرر کیا جاتا ہے وہ یا ویر ہو کر داد و ستد کے سرشتہ کو مضبوط کرتا ہے اسکو دیوان سداوت کہتے ہیں پادشاہ کے حکم سے ہمیشہ صاحبان درگاہ نشتہ آدمیوں کو اسکے رد و بر و لاتے ہیں اور بہت آدمی اس طرح اپنے ولی مقصد کو پاتے ہیں جب پادشاہ نے حال تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ پہلے صدور ناہنجار خواہشوں سے دامن آلود تھے اپنے مقربین کی سفارش سے شیخ عبدالنبی کو اس عہدہ پر مقرر کیا۔ افغانوں و چوریوں کی سیورغال خالصہ ہو گئی تھی پادشاہ نے آدمیوں کو اسکی تصدیق و تصحیح کے لیے متین کیا۔ کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ یہ گروہ زمین ایک، جگہ نہیں رکھتا۔ یکجا جاگیر و خالصہ کی شرکت سے کمزور آزرده ہوتے تھے اور بدگوہراں اسکو اپنی بید یانتی کا دستمایہ بناتے تھے اسیلے پادشاہ کے حکم سے دہات خالصہ اور جاگیر جدا جدا ہو گئے جس سے بھلے آدمیوں کو آسائش ہوئی اور بد شرستوں کا ہاتھ کوتاہ ہوا۔ زمانہ ہمیشہ پردہ و رمی کیا کرتا ہے اسیلے اس صدر کی بھی ہمتاں پادشاہ کے کان میں پہنچیں۔ فرمان ہوا کہ جو شخص پانچ سو بیگہ زمین سے زائد رکھتا ہو جب تک پادشاہ کو روبرو آنکر منظوری نہ حاصل کرے وہ اس سے محروم کیا جائے۔ جب اس پر عمل نہ ہوا تو پادشاہ نے حکم دیا کہ جس سو بیگہ کی تفصیل کچھ نہ ہو اس میں دو حصے جاگیر اور تین حصے خالصہ کیا جائے مگر ایران و توران کی عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جب یہ معلوم ہوا کہ بعض حریفیں ایرانی زمینیں چھوڑ کر اور جگہ نہیں لیتے ہیں تو یہ حکم ہوا کہ جو شخص قدیمی زمین کو چھوڑے اسکی چوتھائی زمین کم کر دی جائے۔ قاضیوں کی رشوت ستانی پادشاہ کے دلنشین ہوئی۔ ان خراب دروں عامہ پیرایوں اور کوتاہ خرد دراز آستینوں کی سخن سازی پر کچھ خیال نہ کیا اور مغز کار کو تلاش ان لوگوں کو کہ سلطان خواجہ کی صدارت میں قاضی ہوئے تھے ان کو تو اس منصب پر بحال رکھا اور باقی سب کو معزول کیا۔ ایرانی و تورانی معجز پوشوں کی بھی تنزیہ ظاہر ہوئی تو سو بیگہ سے زیادہ زمین کی تازہ تصحیح کے لیے اشارہ ہوا۔ عضدالدولہ کی صدارت میں

یہ قرار پایا کہ جو شخص سیورغال میں شریک ہوں اور فرمان میں اسکی قیمت نہ لکھی ہو اور ان میں سے ایک فوت ہو جائے تو جب تک کہ اسکے پرنسپل ندر پادشاہ کے روبرو نہ آئیں صدر بغیر پوچھے اس زمین کے حصے کرے اور مردہ کے حصے کو خالصہ بنائے اور پندرہ بیگہ زمین سے زیادہ دینی بغیر منظوری پادشاہ صدر کو منع ہو گیا امینی و آسودگی کے سبب سے اپنی زمینوں میں لوگوں نے باغ بہت لگائے اور ان سے بہت فائدے اٹھائے۔ کارپردازان سلطنت کے کفایت اندیشی سے جانا کہ ان باغوں کو لے لیں۔ مگر پادشاہ اس پر خفا ہوا۔ اور لوگوں کو باغ بخش دے۔ جب معلوم ہوا کہ جس پاس سو بیگہ یا اس سے کم زمین ہے وہ بھی خیانت کرتے ہیں۔ تو حکم ہوا کہ میر صدر جہاں ان کو پادشاہ کے روبرو لائے۔ بعد ازاں یہ حکم ہوا کہ صدر بصلاح دید ابو الفضل جاگیر کو زیادہ و کم کر دے۔ ایسا آئین ہے کہ سیورغال کی زمین آدمی مزرعہ اور آدمی قابل زراعت ہوتی ہے۔ اگر قابل زراعت نہ ہو (یعنی زمین بالکل مزرعہ ہو) تو کل کی ایک چوتھائی کم دی جائے اور باقی کے لئے ایک نئی سند دی جائے۔ ہر قصبہ میں بیگہ کا حاصل مختلف ہوتا ہے وہ ایک روپیہ سے کم نہیں ہوتا۔ دانش آموزی و ریاضت نشی کے سبب پادشاہ اس طرف متوجہ ہوتا ہے اور نیک مردوں کو کل و جز کی صدارت مقرر کرتا ہے۔

(حاشیہ آئین ۱۹)

کل آئینوں میں یہ آئین بڑا دلچسپ ہے۔ اس میں ایک چغتائی لفظ سیورغال کا استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ عربی میں مدوالمشس اور فارسی میں مدو معاش ہوتا ہے۔ ہماری زبان میں معانی دوامی اور ملک بھی کہتے ہیں۔ یہ سیورغال دوام کے لیے نسلاً بعد نسل دی جائی تھی اس میں اور جاگیر یا تیول میں یہ فرق ہے کہ یہ ایک خاص مدت کے لیے منصبی روں کو بعض سپاہ کی تنخواہ کے دی جاتی تھی۔

اکبر نے ان سیورغالوں میں بہت تغیر و تبدل کیا اور زیادہ تر ان کو خالصہ بنایا۔ جس کے سبب افغانوں کے بہت خاندان تباہ ہو گئے۔ اسے صدر کی اختیارات کو

بھی گھٹا دیا۔ جو سلطنت مغلیہ سے پہلے بہت بڑے ہوتے تھے پہلے صدر کو صدر جہاں کہتے تھے جو اپنے حکم سے پادشاہوں کے جلوس کو جائز کرتا تھا۔ اکبر کے عہد میں بھی صدر چوتھے مرتبہ کا افسر سمجھا جاتا تھا (آئین ۲۰ دیکھو) ان کے اختیارات بڑے ہوتے تھے۔ وہ مفتی عظیم ہوتے تھے اور تمام اوقات کی زمینوں پر اختیارات کامل رکھتے تھے۔ پادشاہ کے حکم کے بغیر وہ ان زمینوں کو جسے چاہتے تھے دیدیتے تھے۔ وہ اعلیٰ درجہ کے مفتی و قاضی ہوتے تھے۔ مقدمات کی تحقیقات میں بڑا دخل رکھتے تھے۔ عبدالنبی نے اپنی صدارت میں وہ آدمیوں کو بدعتی ہونیکے سبب لکرا دیا۔ مغلوں کی سلطنت سے پہلے سیورغال کے لفظ کی جگہ یہ الفاظ استعمال ہوتے تھے اور ادات و ضائف الغام۔ وہ ہا۔ الغام زمینہا وغیرہ۔

ہر صوبہ میں ایک صدر جز یعنی ایک ضلع کا صدر ہوتا تھا اور ان سب پر ایک حاکم ہوتا تھا۔ جسکو صدر جہاں۔ صدر کل۔ یا صدر صدر کہتے تھے۔

صدر کے دفتر میں اندھیر رہتا تھا۔ فرمان شاہی میں جسقدر زمین کسی سیورغال میں دی جاتی تھی۔ اس سے زیادہ وہ دبا لیتا تھا اور فرمان کی عبارت کے معانی ایسے گھڑ لئے جاتے تھے۔ کہ جب تک کہ مالک قاضیوں اور صدر جبر کو رشوت دیتا رہتا تھا۔ اس زمین پر اپنا قبضہ رکھتا تھا۔ اکبر نے نہایت تحقیقات کر کے معافی کی سب زمینیں جو پہلے پادشاہوں نے عطا کی تھیں ضبط کر لیں۔ زیادہ تر یہ معافیاں علماء کے پاس تھیں جسے اکبر کو رغبت نہ تھی اسنے ان کی زمینیں ضبط کر کے انکو جا بجا پرانگندہ کر دیا۔

صدر

اکبر کے عہد میں یہ صدر بنے (۱) شیخ گدائی جوشیعہ تھا اور بیرام خاں کی سفارش سے مقرر ہوا تھا ۹۶۲ء تک (۲) خواجہ محمد صالح ۹۷۱ء تک (۳) شیخ عبدالنبی ۹۸۶ء تک (۴) سلطان خواجہ تاحیات ۹۹۳ء (۵) امیر فتح اللہ شیرازی ۹۹۷ء تک (۶) صدر جہاں جسکا خود نام اور اسکے عہدہ کا نام ایک ہی تھا۔ ابوالفضل نے مولانا عبدالبنی کو بھی

صدر لکھا ہی مگر اسکا حال معلوم نہیں۔ اب ان سب روں کی نسبت جو ملا عبد القادر بدایونی نے لکھا ہی اسکو نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ مینے التزام کیا ہے کہ ملانے جو اعتراض مخالفانہ اکبر کے انتظام سلطنت پر کئے ہیں ان سب کو نقل کروں۔ وہ شیخ گدائی کی نسبت لکھتا ہے کہ اس نے خانوادوں (پٹھانوں کے خاندان) کی اراضی و مدو معاش و اوقات پر قلم نسخ پھیر دیا جو شخص کہ اسکی دربار داری کرتا اور اسکی ذلت کا تحمل ہوتا تو اسکو وہ سیورغال دیتا سواے انکے کسی کو نہیں دیتا لیکن اگر اس زمانہ کی خست بر نظر کی جائے کہ ہمیں پانچ جریب زمین پر بلکہ اس سے بھی کمتر پر انعام و مدو معاش کے لیے ججیتیں ہوتی ہیں تو شیخ گدائی کو عالم بخش کہنا چاہیے بعد شیخ گدائی کے ۹۷۵ میں خواجگی محمد صالح ہروی بنیرہ خواجہ عبداللہ مرادید وزیر شہر عہدہ صدارت پر منصوب ہوا۔ مگر اسکو اوقات اور مدو معاش کے لئے زمین دینے میں چندان استغلال نہ تھا۔ اس باب میں دیوانوں کا حکم تھا۔

۹۷۵ شاید زیادہ صحیح ۹۷۵ میں پادشاہ نے شیخ عبدالنبی محدث بنیرہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کو صدر مقرر کیا کہ وہ باتفاق مظفر خاں کے جو اسوقت وکیل اور وزیر تھا مدو معاش کا کام کرے۔ تھوڑی روزوں میں یہ شیخ ایسا متقل ہو کہ اسنے مستحقون کو اوقات و انعامات و اورادات اسقدر بخشے کہ اگر ہندوستان سارے پہلے پادشاہوں کی بخشش جمع کر کے ایک پلہ میں رکھی جائے اور اسکے عہد کے دوسرے پلہ میں۔ تو یہی پلہ بھاری رہے گا مگر رفتہ رفتہ پھر یہ پلہ ایا ہی ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے پادشاہوں کو عہد میں تھا اور قضیہ کس ہو گیا ۹۸۵ میں پادشاہ نے حکم دیا کہ تمام ممالک محروسہ ائمہ جتیک اپنی مدو معاش و اوقات و اورادات کے فرامین کو صدر سے امضاء نہ کرائیں کر ڈوری انکو مجرا نہ دیں اس سبب سے اہل استحقاق کا گروہ انتہا مشرق سے ولایت بکر تک ملازمت میں حاضر ہوا انہیں سے جس کسی کا حامی پادشاہ کے امراء اور مقربوں سے کوئی تھا اسکا کام حسب المدعا ہو گیا اور جس کسی کو ایسی نہیں سیر ہوئی وہ شیخ عبدالرسول اور شیخ کے تمام وکیلوں کو یہاں تک کہ فراشوں اور درباروں و سائیسوں اور حلال خوروں تک بڑی بڑی رشوتیں دیتا اور اس ورطہ سے اپنے گلیم کو نکالتا

ان دونوں صورتوں کے بغیر وہ لکڑیاں کھا کے تباہ ہوتے بہت نامراد آئیم اس اثر عام عام
میں ہو اکی گرمی سے مر گئے پادشاہ کو بھی یہ خبر پہنچی مگر وہ اسن صدر بعالی قدر کے سامنے اسکی
علوشان و فرط تعظیم کے سبب ذکر نہ کر سکا۔ جبوقت شیخ اپنے مسند جاہ و جلال پر بیٹھا۔ اُمراء
عالیشان اہل علم و صلاح کو اسکے دیوانخانہ میں بطریق شفاعت لیجاتے اور وہ اپنی شفاعت
بہت ہی کم کسی کی تعظیم کرتا اور الحاح و عجز میں نہایت مبالغہ کیا جاتا تو ہدایہ اور انتہی کتابوں کے
درس دینے والوں کو نہایت سونہیکہ یا اس کے کچھ کم و بیش وہ مدد معاش تجویز کرتا باقی زمین انکی گود و مٹوں
سے اسپتھر صرف ہوں ضبط کر لیتا لیکن عامہ چھوٹوں اور مخدو لوں کو نہایت تک کہ ہند و نکو زمینیں پنی
نقص کے لیے دیدیں اس سبب سے روز بروز علم و علمار کی قدر و قیمت کی کساد بازاری ہوتی گئی
علین دیوان میں جب دوپہر کو وہ کرسی پر بیٹھ کر وضو کرتا تو اُمراء کبار کے سرومنہ و کپڑوں پر
اسکے وضو کی چھٹیوں پر تین مگر کوئی اس سے نہیں بچتا وہ فقر کی کار سازی کے لئے ان باتوں
کے متحمل ہوتے تھے اور تعلق و چالپوسی و خوشامد و دجائی سے اپنا کام نکالتے تھے کسی پادشاہ کے
زمانہ میں کسی صدر کو اس قدر تسلط و تصرف و استقلال نہیں حاصل ہوا۔ بعد ازاں عبدالنبی کا
حال جو ہوا وہ تاریخ میں بیان ہوا کہ وہ مکہ معظمہ غریبوں اور محتاجوں کے لئے روپیہ لیکر گیا تھا
جب وہ واپس آیا اور روپیہ کے حساب کا مطالبہ ہوا تو وہ قید میں پڑا اور ۹۲۲ھ میں اسکو
ادباشوں نے مار ڈالا۔ بعد شیخ عبدالنبی کے سلطان خواجہ صدر ہوا اسکے عہد میں سیورغال
کی صورت ہی کچھ اور ہو گئی اسوقت شہنشاہ اکبر کے مذہبی خیالات بدل گئے تھے۔ خواجہ سچ
آن کر پادشاہ کے دین الہی کارکن بنا تھا۔ علماء و فقہار کی سیورغال کے باب
میں پادشاہ نے خود تحقیق کر کے اسکا ضبط کرنا شروع کیا جبکہ سبب بہت
سے مسلمانوں کے خاندان منطس اور تباہ ہو گئے۔

۹۹۳ھ میں میر فتح اللہ شیرازی منصب صدارت پر مقرر ہوا اب یہ عہدہ سیاہہ نویسی
سے زیادہ نہ تھا۔ وہ زمینوں کی ضبطی کے لئے تھا دینے کے لئے نہیں تھا میر فتح اللہ

دکن کی مہم میں بھیجا گیا۔ اسکا ملازم کمال شیرازی کی غیر حاضری میں اسکا قائم مقام مقرر ہوا۔ پھر تو یہ عہدہ کمال کو پہنچ گیا وہ امہ داروں کی زمین کو جسکے چھپے کہیں کہیں باقی رہ گئی تھی دیکھنے لگا۔ فتح اللہ کو خود پانچ بیگہ زمین دینے کا اختیار باقی نہیں رہا تھا۔ وہ ایک خیالی صدر تھا۔ تمام زمینیں ضبط ہو ہی چکی تھیں۔ اس اراضی منضبطہ میں وحشی جانور بستے تھے وہ نہ امہ داروں کے پاس رہیں نہ کسانوں کے ہاتھوں میں گئیں فقط ان کے ظلموں کے نوشتے صدر کے دفتر میں اور صدر کا عہدہ برائے نام باقی رہا۔

میر فتح اللہ صدر نے بقدر ایک ہزار روپے کے خرچہ میں ڈاکر بادشاہ کی نظر کے سامنے رکھے اور جواسکے شق دار نے تغلب کی علت و قہمت لگا کے پرگنہ پشاور میں امہ کی بیواؤں اور نامراد یتیموں کے غلام و تعدی کر کے باز یافت کئے تھے انکو کہا کہ میر محمد عمال نے یہ امہ داروں کے کفایت کے ساتھ لیا ہے (یعنی سیورغال رکھنے والوں پاس بہت کچھ ہی اس میں سے یہ تھوڑا لیا گیا ہے) بادشاہ نے فرمایا کہ تم ہی اسے لیلو تین مہینے کے بعد فتح اللہ مرگیا بعد اسکے صدر جہاں جو دین الہی کا ایک کن تھا صدر جہاں مقرر ہوا۔ اب کچھ ضرورت اس عہدہ کی نہیں رہی تھی سیورغال کی تفصیل ابوالفضل نے اپنی ایک جدول میں لکھی ہے۔

بادشاہ نے ایک عجیب ایجا دیا۔ جس نوکروں کو بڑی آسائش ہوئی ہو کہ جب وہ چلتا ہے یا بوجھ کھینچتا ہے تو وہ دونوں کا آٹا بناتا ہے۔ بادشاہ نے ایک اتنا بڑا عرابہ ایجا دیا ہے کہ جسکو ایک ہاتھی کھینچتا ہے اور اس میں طرح طرح کے گرہ بے کے خانے ہوتے ہیں۔ وہ ایک حمام رواں ہوتا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اسکو بیل بھی کھینچتے ہیں اور اونٹ اور گھوڑے بھی اور اُس سے آدمیوں کو آسائش ہوتی ہے جو عرابہ نازک تر ہوتا ہے اسے بیل کہتے ہیں اُس میں چند آدمی ساتھ بیٹھ کر ہموار زمین پر چلتے اور ایسے رہٹھ بناتے ہیں کہ دور سے وہ پانی کو کھینچ لیتے ہیں وہ بیل چار جرخ کو اور ایک دو جرخ کو حرکت دیتا ہے ایک اور کل ہی جو کنوئیں سے پانی لیجا کر چکی چلاتی ہے۔ حاشیہ طبقات میں یہ ایجا د ایک میر فتح اللہ شیرازی کے لکھے ہیں کہ اسے ایک چکی بنائی تھی جس کو گاڑی میں

رکھ دیتے تھے تو وہ اپنے آپ چلتی تھی اور آٹا بیتی تھی (اس نے ایک آئین بھی ایجاد کیا تھا جس
خواہ نزدیک یا دور سے دیکھو تو عجیب عجیب شکلیں نظر آتی تھیں اور ایک چرخ ایسا بنایا جس سے بارہ
بندوبستیں صاف ہو جاتی تھیں۔ مگر ابو الفضل اس چرخ کی ایجاد کو بھی اکبر سے منسوب کرتا ہے۔

ہر بیکہ کے کشت کار سے دس سیر یا دشاہ اپنا غلہ محصول لیتا ہے اور ہر ناحیہ
میں اُسکا انبار لگتا ہے۔ سرکاری جانوروں کی خوراک اس سے چلتی ہے۔ بازار سے وہ
ہنیں خریدی جاتی اس سے آدمیوں کی آسائش ہوتی ہے اور مفلس کسانوں کو بھی فائدہ
پہنچتا ہے۔ جب اناج گراں ہوتا ہے تو ان کے ہاتھ یہ اناج مستحقین کو بیچا جاتا ہے مگر کسی
کو ضرورت سے زیادہ یہ اناج نہیں دیتے۔ ہر طرح کی آبادی اس سے ہوتی ہے اور بہت جگہ قلمرو
میں اس سے آتش خانے آمادہ ہوتے ہیں اور بہت مفلسوں کی روزی اس سے چلتی
ہے اور ب جگہ اسکی نگاہبانی کے واسطے آدمی اور داروغے پہنچے مقرر ہوتے
ہیں کہ دخل و خراج کا حساب رکھیں۔

حاشیہ۔ شہنشاہ میں بارش کم ہوئی تھی اور غلہ کی گرانی سے خلقت کو بڑی تکلیف
تھی تو پادشاہ نے ہر جگہ ایک کارا گاہ مقرر کیا کہ وہ مفلس و محتاج بھوکوں کو کھانا کھلانے
اور ہر شہر میں ایک آتش خانہ بنادیا ایسا مکان جس میں بھوکوں کو کھانا ملا کرے۔

پادشاہ نے اول قدیمی روشوں اور رسموں کی جستجو کی ہے اور انکے رواج دینے میں بڑی
کوشش کی ہے وہ یہ نہیں دیکھتا کہ یہ کسی رسمیں ہیں بلکہ انکی شاکستگی کو دیکھ کر قدر کرتا ہے
دوم طرح طرح کی آدمیوں کی پرورش پر وہ توجہ کرتا ہے اور بخشش کے لئے بہانہ
ڈھونڈتا ہے اس سبب جب اسنے جمشیدی جشنوں اور موبدی عہدوں کا
حال سنا تو ان کو اختیار کیا اور اسباب دہش کو آمادہ کیا۔ اول جشن نوروزی
جب آفتاب برج حمل میں داخل ہوتا ہے تو انیس روز ایک ہنگامہ عشرت فرماہم
ہوتا ہے اس درمیان میں دو دن بڑی عید ہوتی ہے اور بہت مال اور طرح طرح کا

اسباب الغام دیا جاتا ہے۔ اول غہ ماہ فروردین دوم ۱۹ ماہ فروردین کہ شرف آفتاب دن ہے جو تاریخ کہ ماہ کی ہمنام ہوتی ہے۔ اس میں قدیمی آتش پرست بڑا جشن کرتے تھے۔ پادشاہ بھی انکا پیرو ہے۔ جشن میں صورت و معنی طرح طرح سے آرایش پاتے ہیں۔ آدمی خوش ہو کر اپنی کامیابی کا ترانہ شوق گاتے ہیں۔

نقارہ بلند آوازہ ہوتا ہے۔ خیاگر رود و نوازوں کا گانا ہوتا ہے۔ اول تین راتوں کو رنگین چراغ روشن ہوتے ہیں اور بہت خوشی ہوتی ہے۔

ہر حسین کی تیسری تاریخ پادشاہ ایک انجن اسلئے آراستہ کرتا ہے کہ زمانہ کے چیزوں کی شکرگت کاری پر علم ہو۔ زمانہ کے سوداگر اپنی گرم بازاری کے لئے بیٹھتے ہیں اور ہر ایک ملک کا اسباب مکانوں میں سجاتے ہیں محل کی عورتیں اور اور طرح کی عورتیں آتی ہیں۔ خرید و فروخت ہوتی ہے۔ بہت آدمیوں کے کام آرزو کے موافق برآمد ہوتے ہیں۔ شہر یار اس میں خود آتا ہی اور اسباب انتخاب کرتا ہے اور نرخ مقرر کرتا ہے اور اس طرح علم حاصل کرتا ہے ملک کی پوشیدہ باتیں اور آدمیوں کی حالتیں اسکو معلوم ہوتی ہیں اور ہر کارخانہ کے نیک و بد پر مطلع ہوتا ہے اس نے اس دن کا نام خوش روز رکھا ہے جس میں خوشدلی کی نوید وہ دیتا ہے۔ بعد اس زمانہ بازار کے مردوں کے بازار کا انتظام ہوتا ہے۔ ہر ملک کو سوداگروں کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ پادشاہ داد و ہست کا امتحان کرتا ہے اور اہل دربار خریداری کرتے ہیں۔ ہر گروہ پہرہ داروں کی دور باش بغیر اپنا درود پادشاہ سے بیان کرتا ہے اور اس متاع آرائی کو اپنی گزارش حال کا دستاویز بناتا ہے۔ نیکوں کی مراد برآتی ہے اور بروں کو اپنا اعمال کی سزا ملتی ہے اور اس سے اپنی فیدہ ورمی سے اس کام کے لئے خیر انجی اور مشرف جہاگانہ مقرر کیا ہے کہ فوراً انتظار کے رنج کے اٹھانے بغیر لوگ بہت فائدہ اٹھائیں۔ حاشیہ۔ اس خوش روز پر جو بدایوانی نے اعتراض کئے ہیں وہ اکبر کے مذہبی خیالات میں پڑ ہو۔

(۳۳) آئین خوش روز (زمانہ بازار)

پیوند خدائی کی نگہبانی پابندی مردم اور انجمن آرائی تعلق کا دستمایہ ہو اور فس کجکار کو برائی سے بچاتی ہو اور گھر کو آباد کرتی ہو پادشاہ اپنے نیک روزگار ہونیکے سبب سب چھوٹے بڑوں کی پاسبانی کرتا ہو اور زنا شوقی میں نسبت معنوی اور ہمسری کو ہاتھ سے نہیں دیتا۔ وہ نابالغ عورتوں اور مردوں میں اس پیوند کو مکروہ جانتا ہے وہ کہتا ہے کہ اس سے کوئی عمدہ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ بڑا نقصان ہوتا ہے جب یہ دونوں عاقل بالغ ہوتے ہیں تو انکو یہ آمیزش ناخوش معلوم ہوتی ہے ہندوستان میں حیا کے سبب سے عورت اپنی پسند خواہند نہیں کرتی اس سے بہت دشواریاں واقع ہوتی ہے۔ وہ لہاؤ لہن کی رضامندی اور ماں باپوں کی اجازت کو پادشاہ ناگزیر سمجھتا ہے۔ قریب کے رشتہ داروں میں بیاہ کو ناسزا جانتا ہے۔ زبان مبارک سے وہ فرماتا ہے کہ پہلے زمانہ میں لڑکی کا بیاہ اپنے توأم بھائی سے نہیں ہوتا تھا پس یہ ان لوگوں کی زبان بند کرتا ہے جو نقل کے غلام بن رہے ہیں مسلمانوں کی بیٹی اعمام کی نکاح پر شورش نہ کریں اسلئے کہ مذہب کا حال اپنی ابتدائی حالت میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسے مردم زاد کا ابتدائی آفرینش میں تھا (ایسی حالت میں مجبوری قرابت قریبہ میں نکاح کرنا پڑتا ہے) بڑے بڑے مہروں کا باندھنا بھی اسکو پسند نہیں جو کمتر ادا کئے جاتے ہیں اور دروغ سازی ہوتی ہے وہ فرماتا تھا کہ مہر اس لئے زیادہ باندھا جاتا ہے کہ طلاق دینے کا خوف نہ رہے۔ اسکو یہ پسند نہ تھا کہ ایک مرد ایک عورت سے زیادہ بیویاں کرے۔ اس سے طبیعت کو شورش اور گھر میں شوب پریشانی ہوتی ہے کہ بہن سال اور نوجوان میں اس رشتہ مندی کو ناسزا ستے اور شرم سے دور سمجھتا تھا۔ اسنے دو بے طمع فروہیدہ آدمی مقرر کئے تھے ایک انہیں سے مردوں کا حال دریافت کرے اور دوسرا عورتوں کا۔ انہیں سے ہر ایک کا نام تو می بیگی تھا بہت دفعہ ایسا ہوا کہ یہ کام ایک ہی آدمی کو سپرد ہوتا تھا اور ہر دو لہاؤ لہن کی طرف سے نکاح پر مقرر ٹیکس لیا جاتا تھا پانچ ہزار سی سے ایک ہزار سی تک دس مہر اور پانصدی تک چار مہر اور پھر صدی تک دو اور

ہستی تک ایک - ترکش بستہ وہ باشی تک اور اہل ثروت سے چار روپیے اور متوسط
آدمیوں ایک و پیہ و رعام خلعت سے ایک دام - دولہا دلہن کے باپ کے حال کو تحقیق کر کے
اسکے مقدور کے موافق محصول لیا جاتا تھا۔

حاشیہ (بدایونی نے عوام کی شادی پر یہ لکھا ہے کہ عوام الناس میں بیاہ جب تک نہوتا کہ دولہا
دلہن دونوں کو تالی کے چبوترہ پر نہ آتے - اس طرح کو تالی کے اہلکار بڑے فائدے اٹھاتے
اور مزے اُڑاتے) ہر ملک میں خصوصاً ہندوستان میں نو آموز لڑکے مدتوں مکتب میں بیٹھے
ہیں اور مفردات حروف اور ان کے اعراب سیکھتے ہیں اور عمر کا بڑا حصہ ضائع کر کے وہ کتابوں
کے پڑھنے کے قابل ہوتے ہیں - پادشاہ کے حکم کے موافق یہ طریقہ تعلیم جاری ہوا
کہ لڑکے حروف الف بے تے تے لکھیں اور پھر ان کی اور صورتیں لکھیں اول
صورت اور نام سے وہ آشنا ہوں دو روز میں وہ حرفوں کے نقشوں سے واقف

ہو جائیں گے اور جب ایک ہفتہ میں یہ استعداد انکو ہو جائے تو کچھ انکو نظم و نثر سے جو خدا کی
تعریف اور نصائح میں ہوں استاد انکو جُدا لکھ کر سکھائیں اور جہاں تک ہوسکے کوشش کی جائے
کہ ہر ایک کو وہ خود سمجھیں اور استاد انکی مدد کمتر کرے - کچھ دنوں تک ہر ایک روز ایک
مصرع یا ایک بیت کی انکو مشق کرائیں تو تقویری مدت میں ان کو پڑھنے کا ملکہ ہو جائیگا - استاد کو
پانچ چیزوں پر توجہ چاہیے شناسائی حروف - الفاظ - مصرع - بیت - خواندگی اس روش سے لڑکے
برسوں میں جو سیکھتے وہ ایک مہینے میں بلکہ کچھ دنوں میں سیکھنے لگے اور اُسپر لوگوں کو تعجب ہوا - اخلاق - حساب
سباق - مساحت - ہندسہ - نجوم - بل - تدبیر منزل - سیاست مدن - طب - منطق - طبعی - ریاضی
الہی - تاریخ تحصیل کے لئے علوم مقرر ہوئی کہ وہ بتدریج سیکھیں - سنکرت میں بیاکرن - نیائے
بیدانت - پاتنجل پڑھیں اور ہر شخص کو جو وقت پر کرنا چاہیے وہ کرے اس طرز تعلیم سے
مکتبوں میں اور ہی رونق ہو گئی اور مدرسوں نے تازہ فروغ پایا۔

اس کارخانہ سے سپاہ کی کار سازی ہوتی ہے - ملک فراغ ہوتا ہے - علم زیادہ ہوتا ہے -

بیش قیمت چیزیں ملنے آتی ہیں۔ کسانوں کی آبادی ہوتی ہی منزل شاہی کا سامان ہوتا،
 پادشاہ اپنے چشمہ اقبال کو ان چار چیزوں سے سیراب رکھتا ہی اور اسکو خدا کی عبادت جانتا ہی۔
 اول مضبوط کشتیوں کا بنانا جسپر ملتی بھی سوار ہو سکے اور انکو ایسا بناتے ہیں کہ قلعوں کی
 بھی وہ سرکوب ہو سکیں اور دشوار قلعوں کو فتح کر لیں۔ دیدہ و رکار آگاہ اسکو منزل و راحلہ جانتے
 ہیں..... اور اسباب جہانگیری کا عمدہ اسباب۔ خاص کردستان و زنگبار و فرنگستان
 میں۔ اگرچہ پادشاہ کی قلمرو میں کشتیوں کا سامان بہت جگہ ہے۔ مگر بنگالہ۔ کشمیر۔ ٹھٹھہ (منہ)
 میں انپر بڑا مدار ہے۔ پادشاہ نے کشتیوں کے سروں پر عجیب جانور بنائے ہیں۔ جہا بت و
 نشاط کو ہمدوش کیا ہے۔ ان میں بلند کاخ اور دلکشا کو شک اور عمدہ چوہڑے کے
 بازار اور دل فریب چمن روے دریا پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ساحل دریا و شور پھر شرق
 و مغرب و جنوب میں بڑے بڑے جہاز رہتے ہیں اور اس کے سبب دریا و نوردون
 کو بڑی آسائش ہوتی ہے۔ بندروں کو اس سے آرائش ہوتی ہے اور آگاہی کو تابش
 الہا باس اور لاہور میں جہاز تیار ہو کر دریاے شور میں بھیجے جاتے اور کشمیر میں بھی
 ان کا نمونہ بنایا گیا ہے۔ جسپر تعجب ہوا۔

دوم ویدہ و در دریا و نوردون کا مقرر کرنا جو مد و جز کے اسباب کے اور اندازہ ٹرنکے وانا
 ہوں اور طرح طرح ہواؤں کے چلنے سے اور اسکے سود و زیان سے اور ان کھساروں سے
 جو پانی کے اندر ہوں آگاہ ہوں اور اس بنیش کے سوائے تو مندی و شنوری و
 مہربان دلی و جد کاری و بچ و برد باری اور ستودہ خصائل انہیں ہوں ایسی نیکر دلوں
 کو پادشاہ نے بہت تلاش کر کے جمع کیا ہے خاصکر ملیبار سے۔ رودباروں میں وہ
 شائستگی و آہستگی کے ساتھ آدمیوں اور اسباب کو ساحل پر پہنچاتے ہیں اور کشتی
 کے اندازہ کے موافق ان کی تعداد میں فرق ہوتا ہے جہاز میں بارہ طرح کے
 آدمی خدمت گزار مقرر ہوتے ہیں۔

(۱) نا خدا۔ خداوند کشتی حقیقت میں وہ ناؤ خدا ہوتا ہے جس طرف وہ چاہتا ہے کشتی کو لیجاتا ہے (۲) معلم وہ دریا کے نشیب فراز اور ستاروں کی نیرنگی سے واقف ہوتا ہے اسی کی رہنمائی سے کشتی منزل مطلوب پر پہنچتی اور خط و نئے اسکا بچاؤ ہوتا ہے (۳) تندیل برا خلاصی دریا و رزون کی زبان میں ملال کو خلاصی و خار وہ کہتے ہیں (۴) نا خدا خشت کشتی لشیوں کے لیے ہمیدہ و کاہ آمادہ رکھتا ہے اور کشتیوں میں اسباب لادنے میں اور اُسے اتار میں یا دیتا ہے۔ (۵) سرہنگ۔ وہ پانی میں کشتی کو ڈالتا ہے اور پانی سے نکالتا ہے۔ بہت دفعہ وہ معلم کا کام کرتا ہے (۶) بھنداری کشتی کے واسطے جو چیزیں ضرور می ہوتی ہیں ان کا نگران ہوتا ہے (۷) کرانی خراج کشتی کا محرر وہ آدمیوں کو پانی بھی پہنچاتا ہے۔ (۸) سکان گیر معلم کی رہنمائی سے وہ کشتی کو سوسو پھراتا ہے وہ ایک گروہ بیٹل آدمیوں سے زیادہ نہیں ہوتا (۹) پنجر می وہ کشتی کے مستول پر بیٹھ کر دید بانی کرتا ہے۔ ساحل کے دکھائی دینے کی اور کشتیوں کے اور ہواؤں کے شورش کی اور اور باتوں کی اطلاع دیتا ہے۔

(۱۰) گن متی خلاصیوں میں سے ہوتے ہیں وہ کشتی کا پانی باہر نکالتے ہیں (۱۱) توپ انداز لڑائی میں کام کرتا ہے۔ انکی تعداد کشتی کی حقدار پر موقوف ہے (۱۲) خار وہ بہت ہوتے ہیں بادبان کا کھینچنا و باندھنا ان کا کام ہے۔ بعض انہیں سے دریا کے اندر جا کر کشتی کے رخنہ کو بند کرتے ہیں اور جو لنگر فروماندہ ہو جاتا ہے۔ اس سے کشادہ کرتے ہیں ہر سفر میں جسکو یہ لوگ کوشش کہتے ہیں۔ ان کشتی کے ملازموں کا علف مختلف ہوتا ہے بندر سا تمکانوں ہلکی) میں نا خدا کو چار سو روپیئے ملتے ہیں اور چار میخ ملتے انہیں جو وہ چاہے بھرتی کرے اور فائدہ اٹھائے آدمیوں کے رہنے کے لئے اور اسباب کے بھرنے کے لئے جہاز کے جدا جدا حصے ہوتے ہیں ہر حصے کو میخ کہتے ہیں۔ معلم کو دو سو روپیئے اور دو میخ و تندیل ایک سو بیس روپیئے۔ کرانی کو پچاس روپیئے و یک میخ و نا خدا خشت کو ۳۰ روپیئے۔

ہیں کوئی آگے نہیں دوڑ سکتا۔

جب بادشاہ کچھ رستہ چل لیتا ہے وہ خاص آدمیوں کو اپنی ہمراہی کے لئے منتخب کر لیتا ہے پھر جب کچھ اور آگے چلتا ہے تو کبھی تنہا جاتا ہے اور کبھی ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے لیتا ہے اور جب آسائش کا وقت آتا ہے تو وہ دو گروہ جنکو پیچھے بادشاہ نے چھوڑا تھا اسکی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

بادشاہ کا مقصد جو شکار سے تھا اسکو بیان کر دیا اب شکار کے طریقے بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک بڑا پنجرا بناتے ہیں اور اسکو زمین سے لومی کی زنجیروں سے پیوستہ کر دیتے ہیں اور اسکو وہاں لگاتے ہیں جہاں اکثر آتے رہتے ہیں۔ دروازہ کو اس ترکیب سے کھلا رکھتے ہیں کہ ذرا سی جنبش سے وہ بند ہو جائے اور ایک بز کو اس کے اندر باندھ دیتے ہیں اور اس کے آگے پروردہ ایسا لگا دیتے ہیں کہ غیر اسکو دیکھتا ہے مگر اسکو پکڑ نہیں سکتا۔ بھوکا شیر آتا ہے اور تیرے سر کے اندر جا کر گرفتار ہو جاتا ہے۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ ایک تیر کو زہر آلود کمانی میں کھینچ کر درخت کی شاخ میں اس ترکیب سے لگا دیں کہ اگر ذرا سی جنبش ہو تو وہ تیر چھوٹ جائے جب شیر اس پاس آتا ہے اور اسے ملاتا ہے تو تیر اس کے لگ جاتا ہے اور وہ مر جاتا ہے۔

تیسری ترکیب جہاں شیر اکثر آتے رہتے ہیں وہاں ایک بھیر کو باندھ دیتے ہیں اور اس کے گرد پتھر لگاس سریش لگا کے بچھا دیتے ہیں جب بھیر ٹھٹھارنے آتا ہے تو اس کے پنجوں میں یہ گھاس چب جاتی ہے جتنا وہ اپنی تینیں چھٹاتا ہے اتنا ہی اور سریش میں لٹھڑا پھڑ ہو جاتا ہے اور زیادہ سر اسیمہ ہوتا ہے۔ آدمی جو گھات میں لگ رہے ہیں انکو اسے مار ڈالتے ہیں یا زندہ گرفتار کر کے پالتے ہیں۔

بادشاہ اپنی راستی کے سبب سے اس فریب کو نہیں پسند کرتا۔ اس درندہ مردم خوار کو عیر یا بندوق سے مارنے کو پسند کرتا ہے۔

چوتھی ترکیب۔ ایک کارواں پرول بھینے پر سوار ہوتا ہے اور اسکو شیر سے

لڑتا ہی اور بھینسا چابک دستی کر کے اپنی سینگوں شیر کو اٹھا کر ایسا پھینک دیتا ہے کہ اسکی جان بکھجاتی ہے اس تماشے کا بیان نہیں ہو سکتا ہے۔ سواری دلیری اور پھسلواں پیچھے پر اس کا چار ہنہا بڑا تعجب خیز ایک دن قصبہ باری کی نواح میں پادشاہ کو اس درندہ جان گر کی خبر ملی۔ پادشاہ ناہر خاں ہاتھی پر سوار اس جنگل میں گیا شیر نے اس ہاتھی کے مستک پر پنجہ مارا اور اسکے سر کو زمین کی طرف جھکا دیا۔ پادشاہ نے اس قوی ہیکل کو مار ڈالا جسپر لوگوں کو تعجب ہوا۔ ایک دفعہ ٹوڈ کے نزدیک پادشاہ شکار کھیل رہا تھا کہ اسکے ایک آدمی کو شیر نے پکڑ لیا پادشاہ نے ایک تیر ایسا شیر کے مارا کہ وہ مر گیا اور آدمی محمد زندگی سے مایوس تھا بچ گیا۔ ایک دفعہ شکار قمر غہ میں ایک قوی شیر نے پادشاہ پر حملہ کیا اس نے اسکی پیشانی میں ایسا تیر مارا کہ وہ نکلا ہو گیا۔

ایک دفعہ شیر نے ایک پیادہ کو اپنے پنجہ میں پکڑ لیا دیکھنے والے اسکی زندگی سے مایوس تھے کہ پادشاہ نے شیر پر ایک ایسی بندوق ماری کہ وہ مر گیا اور گرفتار نہ رہا پانی ایک دفعہ مٹھار کے جنگل میں شیر کے آنے کی شورش برپا ہوئی۔ شجاعت خاں آگے آگے جاتا تھا وہ ڈر گیا مگر پادشاہ نے اسی جگہ جگر شیر کو ختم آلود آنکھیں دکھائیں تو شیر کا جوش کا فور ہوا اور ڈرتا ڈرتا چلا گیا کچھ دیر بعد تیر دوڑ ہوا۔ ہاتھیوں کو ان ترکیبوں سے پکڑتے ہیں۔

(۱) کھیندا۔ گرمی کے موسم میں ہاتھیوں کے پکڑنے والے سوار اور پیادہ ہاتھیوں کی چراگاہ میں جاتے ہیں اور دھل و نفیری بجاتے ہیں جنگی آواز سے ہاتھی بھاگتے ہیں اور جلد جلد دوڑتے اور اپنی گرانی پیکر سے اور فروماندگی سے توانائی انہیں باقی نہیں رہتی ناچار کسی درخت کے سایہ میں آرام لیتے ہیں۔ کاروان رستے جو سن کے یا چھال کے بنے ہوئے ہوتے ہیں انکی گردن یا پاؤں میں ڈالکر اس درخت سے باندھ دیتے ہیں خانگی ہاتھیوں کو لیجاتے ہیں اور انہیں انکو پلاتے ہیں اور پھر گھر لے آتے ہیں اس طرح

ہاتھی پکڑنے والوں کو مزدوری ہاتھی کی قیمت کی چوتھائی ملتی ہے۔

(۲) چور کھیدہ۔ وحشی ہاتھیوں کی چراگاہ میں خانگی فیل کو لیجاتے ہیں اور اس کے اوپر فیلبان اسطرح بے حس حرکت لیتا ہے کہ کوئی اس کا نشان نہیں معلوم ہوتا پھر ہاتھی آپس میں لڑنا شروع کرتے ہیں اور اس زد و گدیز میں فیلبان ہاتھی کے پاؤں میں کندہ لکڑی پابند کر لیتا ہے۔

(۳) گاڈ۔ ایک گہرا گڑھا وہاں کھومتے ہیں جہاں ہاتھیوں کی آمد و رفت ہوتی ہے اور اس کو خس پوش کر دیتے ہیں جب ہاتھی اس کے قریب آتا ہے تو گھات میں بیٹھنے والے ایسا غل مچاتے ہیں کہ وہ اپنی دو ربین بھول کر ایسا گھبراتا ہے کہ اس گڑھے میں تندی و تیزی سے جا پڑتا ہے۔ پھر اس کو بھوکا پیاسا رکھتے ہیں۔ بعد ازاں آب و دانہ دیکر آہستہ آہستہ فرمان پذیر کر لیتے ہیں۔

(۴) بار۔ جہاں ہاتھی آرام کرتے ہیں وہاں ایک لمبی چوڑی زمین کے گرد چاروں طرف خندق کھودتے ہیں۔ اور ایک راہ رکھتے ہیں اس پر دروازہ لگا دیتے ہیں اور اس میں رسیاں اس طرح باندھ کر گھلار رکھتے ہیں کہ اگر ان کو توڑ دیں تو دروازہ بند ہو جائے اور پھر ہاتھیوں کی گذرگاہ میں اندر و باہر ایسی خوراک رکھتے ہیں جو ان کو پسند ہوتی ہے شکم پروری اور کھانے کی حرص سے وہ اپنی ہوشیاری کو بھول جاتے ہیں اور بے دہرک یہاں آ جاتے ہیں ایک جان باز گھات میں بیٹھا ہوا رسیوں کو توڑ دیتا ہے جس سے دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ بہت سے ان میں سے جنجنملا۔ جنجنملا کر دروازہ کے کھولنے کا قصد کرتے ہیں اور جنگھاڑتے ہیں۔ مگر وہ کب کھلتا ہے کار دیدہ آگ روشن کرتے ہیں اور غل مچاتے ہیں جس کے سبب ہاتھی اس قدر متکا ہو کر رہتے ہیں کہ تھک جاتے ہیں اور پھر ان میں لڑنے کی طاقت نہیں رہتی ان کو خانگی ہاتھیوں کو لاکر باندھ لیتے ہیں۔

یہ سب طریقے قدیم سے مروج ہیں۔ مگر بادشاہ نے ایک طریقہ سب سے بہتر یہ نکالا ہے کہ ہاتھیوں کے گلے کو تین طرف سے گھیرے ہیں جو ہاتھی طرف سے ہتھنیوں کو لالتے اور

فیل بان تینوں طرفوں سے انکو ہرکا کے اس طرف لاتے ہیں۔ وہ بمقتضائے پنجسی ان ہتھنیوں کے پاس آتے ہیں اور ہتھنیاں ایک قلعہ (احاطہ) میں چل جاتی ہیں وہ انکے پیچھے ساتھ آتے ہیں اور اس طرح گرفتار ہو جاتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

چیتہ جنگل میں تین طرح سے زندگی بسر کرتا ہے۔ ایک ناحیہ میں شکار کھیلتا ہے اور غنایاں جمع کرتا ہے اور دوسری جانب میں آرام لیتا ہے اور سوتا ہے۔ تیسری جگہ کھلاڑیاں کرتا ہے اکثر پہاڑ کے اوپر وہ ہوتا ہے۔ ایک درخت کا سایہ اسکے لئے کافی ہوتا ہے اس درخت کے تنہ سے وہ اپنے تئیں کھلاتا ہے اور اسکے گرد سرگین کرتا ہے اسکو ہندی میں آکھ کہتے ہیں پہلے اس طرح پکڑتے تھے کہ گہرا گڑھا کھودتے تھے اسکو اودی کہتے تھے اور اس کو خس پوش کرتے تھے۔ چیتہ

جب ہاں آتا تو اس گڑھے میں گر پڑتا تھا۔ بعض دفعہ اسکے ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے تھے کبھی وہ جست و خیز کر کے اس سے باہر نکلتا تھا اس طرح ایک سے زیادہ پکڑا نہ جاتا تھا۔ پادشاہ نے یہ ترکیب ایجاد کی کہ ایک گدھا دو تین گز گہرا کھودا جاتا تھا اور اس میں ایک در بند ایسا لگا یا جاتا کہ جب چیتہ اس میں داخل ہوتا تو جنبش سے یہ دروازہ بند ہو جاتا اور چیتہ کو کوئی گزند نہیں پہنچتا۔ ایک دفعہ میں کئی چیتے گرفتار ہو جاتے۔ ایک دفعہ میں سات چیتے گرفتار ہوئے۔ چیتے جاڑے کے موسم میں سست ہوتے ہیں ایک چیتہ کی مادہ جنگل میں پھرتی تھی چھتر چیتے اسکے پیچھے پڑے وہ اس گڑھے میں گئی نہ بھی اسکے پیچھے ایک دوسرے کے بعد داخل ہوئے۔ ساتوں گرفتار ہو گئے یوں بھی انکو پکڑتے ہیں کہ درخت کی جڑ میں پھسکے پھیلا دیتے ہیں جب چیتہ اس درخت سے مائش و فارش کے لئے آتا ہے تو وہ اس پھندے میں پابند ہو جاتا ہے۔ پادشاہ چیتہ کو تھکا کر بھی گرفتار کرتا تھا۔

پہلے زمانہ میں چیتہ جو گرفتار ہوتا تو نہایت محنت سے دو مہینے میں اس قابل ہوتا کہ اسکو کھول کر شکار کراتے۔ مگر پادشاہ نے ایسی روش نکالی کہ وہ اٹھارہ روز میں شکار کھیلنے کو قابل ہو جاتا ایک چیتہ پاوشاہ کی سواری میں بے قلا وہ وزیر خیر ہمراہ چلتا۔

اول درجہ کے چیتوں کو ۵ سیر اور دوسرے درجہ کو ۴ سیر تیسرے درجہ کو ۳ سیر چوتھے درجہ کو ۲ سیر پانچویں کو ۱ سیر چھٹے کو ۱ سیر ساتویں کو ۱ سیر اور آٹھویں کو ۱ سیر گوشت مانا تھا۔ اتوار کو جانور مارا نہیں جاتا تھا اسلئے چیتے کو دو روز کی خوراک دی جاتی تھی۔ پہلے چھ مہینے میں اور اب سال بھر میں انہیں ملنے کے لئے چار سیر گھی اور ۱ سیر گندک دی جاتی تھی کہ جس سے وہ خارش سے بچتے تھے ہر چیتے کی فرمان پذیری اور تیمارداری کے لئے چار آدمی مقرر تھے مگر اب جو چیتے گھوڑوں پر جاتے ہیں انکے لئے تین آدمی اور جو گاڑی اور ڈولی میں جاتے ہیں انکے واسطے دو آدمی مقرر ہوتے ہیں اور انکے ہر ملازم کا ماہوار تیس روپیہ زیادہ اور پانچ روپیہ کم نہیں ہوتا اور سیلوں کی پاسبانی انکے ذمے ہوتی تھی۔

روغن کے لئے ان چیتوں کے واسطے زیادہ تر زربفت کی جھولیں اور مرغ زنجیریں اور بندوق کے ٹیکے گشکانی نخل (گوش کان ایران میں ایک شہر ہے اسکی نخل مشہور ہے) کی اور بڑے امیروں میں سے ایک اسکا نگہبان مقرر ہوتا ہے جو انکی آرائش اور افزائش میں کوشش کرتا ہے۔ اور دس چیتوں کو مثل یا طرف کہتے تھے انکے نام اور درجے مقرر تھے شکار گاہ میں ہزار چیتے جمع ہوتے انکی سواری اسطرح ہوتی کہ ہاتھی کے دو طرف مجنہ لٹکائے جاتے اور ہر ایک میں ایک ایک چیتہ آرام کرتا ہوا شکار کو جاتا اور اسی طرح اونٹ اور گھوڑے وچپر پر بھی بٹھے بنائے جاتے گھوڑے اور سیلوں کی گاڑیاں انکے لئے تیار ہوتیں ایک گھوڑے بھی انکی نشست تیار کی جاتی۔ ان چیتوں کا سر آمد سمند نانک تھا وہ چوڈول میں سوار ہوتا اور بڑا اسکا احترام ہوتا۔ نوکر آراستہ ہو کر اسکے گرد دوڑتے اور نقارہ اسکے آگے بجاتا۔ بعض دفعہ اسکو دو سوار اسطرح لیجاتے کہ گھوڑوں کی گردن پر ڈولی کے دونوں سر رکھے جاتے۔

چیتا ہوا کے روبرو دوڑتا اور اسکے ذریعہ وہ شکار کی پورا آواز سن لیتا اور شکار پر حملہ کو تیار ہوتا اور شکاریوں کو بتلاتا کہ شکار کدھر ہے۔ اس اطلاع پر شکار ہی اپنا

کام تین طرح سے نکالتے۔ اول اپرکھنی چیتہ کو سیدھا آہو کی نظر گاہ میں چھوڑاتے وہ سبک خیزی اور
چابک دستی سے ہرن کو پکڑ لیتا دوسرا رکھنی چیتہ کو کسی کمین میں چھپاتے اور اسکو ہرن دکھا کر چھوڑ دیتے
چیتا ایک کمین سے دوسرے کمین جبت خیز کرتا ہوا ہرن کو پکڑ لیتا سوم ہماری چیتے کو کسی کمین میں بٹھاتے
اور ہوا کا رخ اسکی طرف رکھتے۔ اور اسکی گاڑی کو دوسرے طرف لیجاتے۔ ہرن ڈوکی سے سرا سیمہ ہوتا
ہی۔ اور چیتہ گھاس سے نکل کر اسکو دبوچ لیتا ہے چیتے کو عجب مکر آتے ہیں اور بڑا ہوشمند ہوتا ہی
وہ اپنے ہاتھ پاؤں سے خاک اڑاتا ہی اور اس میں چھپ جاتا ہی اور ایسا اپنی تیش پست کرتا ہے
کہ اُس میں اور روئے زمین میں کچھ تمیز نہیں معلوم ہوتی۔ جب نر سامنے ہو تو مادہ کا شکار نہیں
کرتا اور جب بڑا جانور سامنے ہو تو چھوٹے کو نہیں مارتا۔ اول نر اور بزرگ جانور کو مارتا ہے
پہلے زمانہ میں چیتہ تین شکار سے زیادہ شکار نہیں کرتا مگر اب بارہ شکار تک کرتا ہے
پادشاہ نے چیتے سے ہرن شکار کرنے کی ایک ترکیب ایجاد کی ہی جسکو چتر منڈل کہتے ہیں
جہاں ہرن بہت سے ہوتے ہیں وہاں ایک کمین گاہ بناتے ہیں اور ہرن نو نگو گھیر کر اس طرف
لائے ہیں اور پھر ہر طرف سے چیتوں کو چھوڑ دیتے ہیں وہ بہت سے ہرنوں کو مار لیتے ہیں۔
اس جانور کے آموزگار اور خدمتگار کار پروازی کے صلے میں بخشش پاتے ہیں۔ ایک آہو اور
چیتے میں ایسی محبت تھی کہ وہ ساتھ رہتے تھے اور تعجب یہ ہے کہ چیتہ اس ہرن کے سوا
اور ہرنوں کا شکار اسی طرح کرتا تھا جیسے کہ اور چیتے کرتے تھے۔ پہلے زمانہ میں آخرون
میں چیتے سے شکار نہیں کھیلتے تھے اسوقت اسکی سرکشی اور صحرانیزی کا خوف ہوتا تھا مگر
اب رات کو اس سے شکار کھیلتے ہیں اور وہ فرمان پذیری کرتا ہے شکار کو وقت کے سوا
اسکو چشم بند رکھتے تھے ورنہ وہ سرا سیمہ ہوتا تھا اور گرمی کرتا تھا اب وہ بے نقاب آرام
سے رہتا ہے پادشاہ کے خاص چالیس چیتوں پر اراکین میں شرطیں بدی جاتی تھیں
جسکا چیتہ غالب رہتا وہ شرط کار و پیہ امدوں سے لیتا ایسا ہی اگر کسی کا چیتا بین ہوں
سے زیادہ شکار کرتا تو اسکا دورویہ اپنی ہمسروں میں سے ہر ایک سے پانچ سو روپیہ لیتا

پادشاہ کی
چیتوں کی
کام

چیتوں کا سردار سید احمد بارہ شرط میں سے ایک مہر لیتا اور اسی طرح بہت روپیہ جمع کرتا۔
جو اُمرا کالے ہرنوں کے بیس جوڑی سینگوں کی پادشاہ کی نذر کرتا وہ ایک ایک اشرفی
ہم قرینوں سے لیتا۔

حاشیہ۔ پادشاہ کو ہرنوں کے سینگوں کا بڑا شوق تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ تایخ بدایونی
میں لکھا ہے کہ پادشاہ نے ۹۱۰ء میں عالی عمارتیں اور رفیع و وسیع قصر جمیر کی سرک پر
بنوائے پادشاہ اپنے اعتقاد کے سبب جمیر میں ہر سال جاتا اس واسطے آگرہ سے اجمیک
ہر منزل میں ایک محل تعمیر کرایا اور ہر کوس پر ایک مینارہ اور چاہ بنوایا اور کئی ہزار شاخ آہو
جو اُس اپنی عمر میں مارے تھے وہ ان مناروں کے سرو پر لگائے کہ عالم میں یادگار ہو اور
میل شاخ اسکی تایخ ہوئی۔

(۳) ہرنوں کی کھالیں۔ غریبوں کو اور مال کے ساتھ دی جاتیں۔ جمعہ کو پادشاہ شکار نہیں
کھیلتا تھا اسنے شاہزادہ سلیم کی ولادت کے لئے یہ منت مانی تھی۔

پادشاہ اس چھوٹے جانور سے بھی شکار کھیلنے کا شوق بہت رکھتا ہے۔ پہلے وہ خرگوش
اور لومڑی کو پکڑتا تا اب ہرن کو پکڑتا ہے۔ ہر روز ایک سیر گوشت کھاتا ہے اور ایک سیاہ
گوش پر ایک آدمی مقرر ہے جسکی تنخواہ سو دھام ماہوار ہے۔ پادشاہ کتوں پر انکی نیکوئی کے
سبب سے بہت توجہ کرتا ہے اور ان کو ہمیشہ ہر ملک سے منگاتا رہتا ہے کابلستان میں خاص
کر ہزارہ (شمال راولپنڈی) میں عمدہ کتے ہوتے ہیں ان کو زیور سے آراستہ کرتے ہیں
اور ان کے نام رکھتے ہیں کتا بہت طرح کے جانور شکار کرتا ہے اور تعجب یہ ہے کہ وہ شیر سے
لڑتا ہے اور کئی کتے ملکر شیر کو خاک و خون میں آلودہ کرتے ہیں۔

یہ وحشی جانور مانوس ہو جاتا ہے اسکے دونوں سینگوں پر ایک جال لگا کے وحشی ہرنوں
کے سامنے اسے چھوڑتے ہیں وہ اس سے لڑتے ہیں اس زود خورد میں وحشی ہرن کا
پانوں یا سینگ یا کان جال میں پھنس جاتا ہے۔ گھات میں لگے ہوئے آدمی آن کر

پادشاہ

آہو شکار آہو ہے۔

اس کو پکڑ لیتے ہیں اور اپنے استاد سے اسے رام کر لیتے ہیں اگر یہ جال ٹوٹ جاتا ہے یا اہلی جانوریں لڑنے کی قوت نہیں رہتی تو وہ اپنے محافظ پاس آتا ہے۔ جال بدل کر دوسرا جال لٹکایا جاتا ہے یا دوسرا ہرن لڑنے کے لئے بھیج دیا جاتا ہے۔ سلطان ظلی نے یہ ترکیب شکار کی نکالی تھی مگر پادشاہ نے اس کو اور زیادہ رونق دیدی تعجب یہ ہے کہ بارہا دشتی ہرن صبح سے شام تک لڑا اور چار تنومند ہرنوں کو اس نے شکست دیدی پانچویں دفعہ پکڑا گیا سُننے ہیں کہ رات کو شکار ہوتا ہے اگر خانگی ہرن کا جال ٹوٹ جاتا ہے یا مہر اسے بھاگ جاتا ہے تو اپنے تیمار دار پاس چلا آتا ہے کبھی بلانے پر لڑائی کو چھوڑ کر چلا آتا ہے اور پھر کہنے سے لڑکے چلا جاتا ہے اور لڑنے لگتا ہے پہلے زمانہ میں آخر روز میں ہرن کو نہیں چھوڑتے تھے چھوڑتے تھے تو اس کے پانوں میں ایک گیند باندھ دیتے تھے کہ وہ جنگل میں نہ بھاگ جائے۔

ہرن کی وفاداری کی اور نادر کاموں کی داستانیں بہت سی ہیں ایک دفعہ ایک ہرن نے صوبہ الہا باس سے صحرائی راہ لی اور کئی دریاؤں اور آبادیوں کو طے کر کے وہ اپنی خیم بھوم پنجاب میں آیا اور اپنے تیمار دار کے پاس پنچاجس پر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا پہلے زمانہ میں ایک دو آدمیوں کے سوا شکار کو نہ جاتے اور ہرنوں کی رمیدگی کے خوف سے لباس بدل لیتے اور جھاڑیوں درختوں کی آڑ میں بیٹھتے اور سوائے دشتی آہو کے جس کو پکڑ کر شکار سکھانے کسی اور جانور سے کام نہ لیتے مگر پادشاہ نے ایسا آئین نکالا کہ اس سے سوا آدمی اس شکار سے ایک وقت میں خوش ہو سکے جس جنگل میں ہرن بہت ہوتے ہیں وہاں چالیس گایوں کو آہستہ آہستہ چلاتے ہیں اور ان کی آڑ میں آدمی بہت جاتے ہیں اور جب ہرن آتے ہیں تو ان کو شکار کر کے خوشیاں مناتے ہیں۔ اب ہرنوں کو پالتے ہیں اور وہ بچے دیتے ہیں اور ان خانہ زاد ہرنوں سے شکار کہلتے ہیں۔ آہو کے تیمار دار رقم ہو کر اپنے اوپر ہرنوں کو لدواتے ہیں صحرائی ہرن اس کو نر و مادہ کا تماشا جان کر لڑنے آتے ہیں پادشاہ نے اس طریقہ کو پسند کیا اور آدمی کی جگہ ہرنی کو

نہ ہرنوں کے ٹرنے کے لئے کام میں لایا۔

تعجب ہے کہ ایک دفعہ ہرن نے اپنے جال میں چیتے کو پابند کیا جو پار شاہ کے ملاحظہ کے لئے گجرات سے آیا۔

گھنٹا بھرہ۔ سپر کو یا ٹوکری کو اکٹا کر کے ہاتھ میں پکڑتے ہیں اور اس کی آڑ میں چراغ روشن کرتے ہیں اور پھر گھنٹے بجاتے ہیں۔ اور جانوروں کے انتظار میں کماندار بیٹھے ہیں اس روشنی میں اور آواز کے سبب جانور جمع ہوتے ہیں جن کو کماندار گھات میں بیٹھے ہوئے تیر اندوز کرتے ہیں۔ کبھی ہرن ساز کی آواز سے بیہوش ہو جاتے ہیں اور پکڑے جاتے ہیں۔ بعض اوقات شکاری منتر لگاتے ہیں اس کے گرد جانور جمع ہو جاتے ہیں سنگین دل ان کو اٹھ کر مار لیتے ہیں۔ پادشاہ ان دونوں طریقوں کو ناپسند کرتا ہے اور ان کو منع کر دیا ہے۔

تھانگی دشتی ہرنی کے روپر و ایک جیلہ پر دازنگے سر ہو کر ناہنجار حرکتیں کرتا ہے۔ وحشی ہرن ان کو دبو اندہ سمجھ کر اس پاس آ کے متحیر ہوتے ہیں اور یوں اپنے آپ شکار بن کر اپنی جان کھوتے ہیں۔

نوکارہ۔ چند کماندار ہوا کی طرف منھ کر کے دور دور بیٹھے ہیں۔ کچھ ہرنوں کو آدمی ہکا کر اس طرف لیجاتے ہیں۔ ہکا نے والا چادر کو ہوا میں اڑاتا جاتا ہے۔ وحشی ہرن اس سے بھاگ کر کمانداروں کی طرف طبیعت کی خواہش سے دوڑ آتے اور شکار ہو کر جان حوالہ کرتے ہیں۔

ڈداون۔ یہ طریقہ بھی پہلی طرح کا ہے۔ ایک کماندار سپر پوش پہلی طرح سے کھڑے ہوتے ہیں اور ہرنوں کو ہکا کر اپنے پاس لاتے ہیں اور شکار کر کے خوش ہوتے ہیں اجارہ۔ کماندار اپنے تئیں سر سے پاؤں تک اور اپنے تیر و کمان کو سبز شاخوں اور پتوں میں چھپاتے ہیں اور درندوں کی گذر گاہوں میں بہادرانہ کھڑے ہوتے ہیں اور صید انگنی کر کے مسرور ہوتے ہیں اور نیز ہرن کی کھال کی رسن بٹتے ہیں اور جہاں ہرن سوتے ہیں ان کے گرد اس رسن کو درخت پر یا چوب پر لگاتے ہیں اور

ہوا کی طرف چند دام لگا دیتے اور شکاری کنارہ سے نمودار ہوتے ہیں جانور ڈر کر ناچار اس گزر گاہ پر دوڑتے ہیں اور گرفتار ہوتے ہیں کبھی شکاری درخت کی آڑ میں اپنی آواز کو ہرن کی آواز بنا کر نکالتا ہے ہرن اس کی برابر آتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے کبھی مادہ آہو جھگل میں یا سکھا ہوئے ہرن کو چراگاہ میں چھوڑتے ہیں۔ صحرائی ہرن سمجھنی کے سبب پیوستہ ہوتا ہے اور پائے بند ہو جاتا ہے۔ ٹھلی۔ ایک کماندار خانہ زین میں برہنہ سر پہوشوں کی طرح چلتا ہے اور پان کی پیک سے اپنی پوشش کو آلودہ کر کے زخمیوں کی مانند میتابی کرتا ہے۔ صحرائی شکاری جانور اوزا اور جانور اس کے گرد جمع ہوتے ہیں اور اس کے مرنے کے منتظر ہوتے ہیں اس حرص میں وہ خود شکار ہو جاتے ہیں۔

بھینسوں کی آرام گاہ یعنی سونے کی جگہ میں ایک ریمان زمین کے اندر دباتے ہیں اور اس کے سرے کو حلقہ کی شکل کا بنا کے باہر رکھتے ہیں اور ایک لمبی رستی اس سے بانہتے ہیں اور اس سے مادہ گاؤش کی مستی پر آئی ہوئی ہوتی ہے بانہتے ہیں اور ایک آدمی تیز دست بہادر گھات میں بیٹھتا ہے وحشی بھیٹا آتا ہے تو نرمادگی کے شغل میں لگتا ہے وہ دیس مرد فرصت جو اس کو پائے بند کرتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس جواں مرد کو ایسی لغزش ہو جاتی ہے کہ اس کی جان جاتی ہے۔ ایک اور ترکیب یہ ہے کہ ان تالابوں کے قریب جاتے ہیں جہاں بہت سی بھینسیں آتی رہتی ہیں۔ اس کے قریب دام بچھاتے ہیں اور بھینسے پر بیٹھ کر تالاب کے اندر جاتے ہیں اور رستیاں ماتھیں رکھتے ہیں۔ بعض بھینسوں کی جان سنان سے یلتے ہیں۔ بعض کو دام میں پھنساتے ہیں چراگاہ دشتی میں بھی اس روش سے شکار کر کے خوش ہوتے ہیں۔

پادشاہ بلند پرداز نادر کارپردوں سے بھی طرح طرح سے شکار نکھلتا ہے باز۔ شاہیں۔ شہنشاہ۔ شاہباز۔ برکت کو اڑا کر عجیب عجیب کام اسے لیتا ہے لیکن باشہ کو زیادہ تر دوست رکھتا ہے اور ان کے نام پسندیدہ رکھتا ہے۔ اور سب امبار میں

شکار گزار کا پیش (بھینس)

شکار پرندہ

پادشاہ ان پرندوں کو دیکھ کر ریز بٹھاتا ہے اور شہسروں میں بیجدیتا ہے۔ جب
کریز کا موسم ختم ہوتا ہے تو پادشاہ ان کو دکھنا شروع کرتا ہے۔ اول خاص بازو تزیب سے
ملاحظہ میں آتے ہیں۔ جرہ کی پسی ویشی اس کی شکار کی فزولی پر موقوف ہوتی ہے اس کے
بعد باشہ و شاہین۔ کھیلہ۔ چیک باشہ بخرو بی بچہ و شرہ۔ اس کی چیک۔ ترمی۔ ریکی۔ میسرہ
دہوتی۔ چرخ۔ چرخیلہ۔ لگر۔ جھگر۔ یہ نام پادشاہ نے چیک لکڑ کا رکھا ہی مول میں کو بھی
پادشاہ دیکھتا ہے۔ وہ زورنگ کا چڑیا کی برابر ہوتا ہے اور شاہین کی مانند کلنگ کو نیچے
گرا دیتا ہے۔ ایک گروہ کتاب ہے کہ وہ پرواز میں کلنگ کے پر کتر دیتا ہے دوسرا گروہ کتاب ہے اسکی
آنکھوں کو زخمی کر دیتا ہے۔ مگر ان دونو باتوں میں سے ایک بات بھی دیکھنے میں نہیں آتی۔
کشمیر سے اودہ پیر بھی پادشاہ پاس آیا ہے۔ وہ ایک سینر فام مرغ ہے طوطی سے چھٹا۔ چونچ
اس کی لال۔ سیدی درلمی اور دم زیادہ کشیدہ وہ ہوا میں چھوٹے چھوٹے جانوروں کو شکار
کر کے ہاتھ پر آن بیٹھتا ہے۔

مرغابی کے شکار میں بڑے تماشے دیکھے جاتے ہیں ان کے پکڑنے کا ایک عجیب طریقہ ہے
کہ ایک کالبد (پرندگی شکل) بناتے ہیں اس پر مرغابی کا پوست چڑھاتے ہیں جس میں پر و نقا
و دم لگی ہوئی ہوتی ہے اور اس میں دوسرا رخ رکھتے ہیں جس میں شکاری دیکھتا ہے وہ
اندر سے خالی ہوتا ہے اس میں شکاری سر رکھتا ہے اور پانی میں گلے تک غرق ہوتا ہے
اور وہ مرغابیوں کے پاس ہوشیاری سے جاتا ہے اور ایک ایک کو پکڑتا جاتا ہے عجیب
نشاط افزا تماشا ہوتا ہے بہت سے پرند اپنی زیر کی سے اسے پہچان جاتے ہیں اور
اڑ جاتے ہیں۔ کشمیر میں باز ایسا دست آموز ہوتا ہے کہ پانی پر سے جانوروں کو پکڑ کر
کشتی میں لاتا ہے اور کئی جانوروں کو پانی کے اندر پکڑ کر ان کے اوپر ترکیب بیٹھتا ہے
کہ آدمی کشتی سے اس پاس آتا ہے۔ ایک اور ترکیب شکاری یہ ہے کہ بھینسیں پانی کے
اندر جاتی ہیں اور ان کی آڑ میں شکاری اپنے تئیں چھپاتا ہے اور مرغابیوں کو پکڑتا ہے

دراج کے شکار کے بہت طریقے ہیں بعض انکے بچوں کو پکڑ کر ایسا ہلاتے ہیں کہ انکی آواز پر وہ ان پاس آتا ہے وہ اپنے ہنروں سے لڑتا ہے۔ ایک پنجرے میں اسے بند کرتے ہیں اور انکے گرد بالوں کا جال بچھاتے ہیں۔ وہ صیاد کے اشارہ پر بولتا ہے۔ صحرائی دراج انکی دوستی کے سبب یا لڑائی کے لئے اس پاس آتے ہیں جال میں پھنس جاتے ہیں۔

رات کے وقت مٹی کی ہنڈیا تنگ منہ کی رکھتے ہیں اور اس میں سے لوکی آواز نکالتے ہیں۔ یودنے اس آواز سے ڈر کے ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں دوسرا آدمی کچھ خش کو روشن کر کے گردش دیتا ہے جس سے انکی آنکھوں میں چکا چوند آتی ہے کہ وہ گرتے ہیں اور آدمی پکڑ کر انکو پنجرے میں بند کرتا ہے اور ایک بڑا جال بھی وہاں کشاں کشاں لیجاتے ہیں جہیں وہ اڑتے ہوئے گرفتار ہو جاتے ہیں۔

لگر چرخ کی مانند ہوتا ہے۔ پتھر اس کا جرہ کی برابر ہوتا ہے۔ ایک بلا ہوا لگڑ لیتے ہیں اور اس کے گرد جال لگاتے ہیں اور اس کے بچوں میں پرندوں کے پر لگا دیتے ہیں اور پھر اس کو اڑاتے ہیں شکاری جانور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے پنجے میں صید ہے اس کو چھین کر لے جانے کے ارادہ سے آتے ہیں اور گرفتار ہو کر لٹنے ہوئے زمین پر گر پڑتے ہیں۔ سنے کا اڈا بنا کے اس پر غوغائی اور چیخ کو بٹھاتے ہیں اور بالوں کے حلقے لٹکا دیتے ہیں اتو بنیاب ہوتا ہے۔ غوغائی لٹنے کے ارادہ سے غوغا کرتا ہے ان کے ہمسرا انکی مدد کو کھڑے ہوتے ہیں اور قیدی میں بیٹھتے ہیں۔

پادشاہ غول کو چڑیا کا شکار کرنا سکھاتا ہے اور اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے پادشاہ مگڑیوں کے شکار پر دل لگاتا ہے۔ اور مگڑیوں کی چارہ سگالی اور حیت و خیز و گرفت و گیر ملاحظہ کر کے تنایت خوش ہوتا ہے۔

(۲۹) آئین نشاط بازی۔

ہمیشہ سے پادشاہ چوگان بازی دن کو کرتے رہے ہیں مگر اس پادشاہ نے یہ ایجاد کیا کہ گیندیں پلاس کی لکڑی کی بنائیں جو ہلکی ہوتی ہیں اور اس کے

..... اندر آگ بڑیک قائم رہتی ہو بس انکے رونقن کر کے رات کو چوگان بازی ہوتی ہو۔

پادشاہ کو لڑکپن میں کبوتر بازی کا بڑا شوق تھا مگر جب بڑا ہوا تو کبوتر اڑانے چھوڑ دیے۔ ایران توران کے پادشاہ ماہیں پاس اپنے ملک کے گھنٹہ کبوتر ہدیہ بھیجتے تھے اور سوداگر چاروں طرف سے بہت عمدہ لاتے تھے۔ سفر میں یہ کبوتر ساتھ جاتے تھے۔ اور خیمے اکھڑ کر کہیں جاتے تھے تو یہ کبوتر اڑتے ہوئے اسکے ساتھ جاتے تھے۔ کبوتر میں ہزار سے زیادہ گھان ہیں پانسو خاصہ شمار ہوتے تھے۔

چوڑ کا کھیل بڑا پرانا ہے۔ اس میں سولہ گوٹیں اور تین پاسے شش پہلو ہوتے ہیں۔ دو آدمی اسے کھیلے ہیں۔ مگر پادشاہ نے چندل منڈل ایجاد کیا جس میں سولہ آدمی کھیل سکتے تھے چار پاسے ہوتے تھے جن کے طولانی رخ پر ایک دو خال اور اس کے مقابل رخوں پر دس اور بارہ خال ہوتے تھے۔ بساط میں سولہ متوازی الاضلاع ایک مرکز پر مدور صورت میں ان کی ترتیب ہوتی تھی اور ہر متوازی الاضلاع میں چوبیس خانے ہوتے تھے۔ ۶۸ گوٹیں ہوتی تھیں جن میں سے ہر ایک آدمی چار گوٹیں لیتا تھا۔

گنغفہ ایک مشہور کھیل ہے پادشاہ نے اس کے پتوں میں کچھ تغیر کیا ہے متقدمین نے اسکی بنیاد بارہ پر رکھی ہے اور اس کا کچھ خیال نہیں کیا کہ اس کے لئے بارہ امیر بارہ صنف کے چاہئیں۔ پادشاہ اس طرح کے گنغفہ سے کھیلتا ہے اول اشوپت کے خدیو اسپان۔ پہلے ورق پر نقش ہے کہ ایک پادشاہ گھوڑے پر سوار ہے وہ دہلی کے پادشاہ سے مشابہت رکھتا ہے کہ اس کے سر پر تاج اور اس کے ساتھ علم اور سامان شاہی ہے۔ دوسرے ورق پر وزیر کی تصویر ہے جو گھوڑے پر سوار ہے باقی دس ورقوں پر گھوڑے کی تصویر ہے (اور یکہ سے دہلی تک ایک ایک زیادہ ہوتی جاتی ہے) دوم گج پت یعنی ایسا فرماں روا جس کی دولت کا مدار ماتھیوں پر ہو جیسا ایک آریہ کا فرماں روا۔ اس میں ماتھی کی تصویریں گھوڑوں کی تصویر کی جگہ بناتے ہیں۔ سوم نرپت یعنی آدمیوں میں بزرگ جس کے ملک کے مدار پیا دوں پر ہو جیسے کہ فرمانروائے بیجا پور دہلی میں تصویریں

اس طرح بناتے ہیں کہ پادشاہ تخت پر شکوہ سلطنت کے ساتھ بیٹھا ہے اور صندلی پر وزیر بیٹھا ہے۔ باقی دس ورقوں پر پیادوں کی تصویر ایک سے دس تک ہیں۔ چارم گڈھ پت۔ کلاں قلعہ ایک ورق پر ایک شخص تخت پر قلعہ کے اوپر بیٹھا ہے اور وزیر قلعہ کے اوپر صندلی پر بیٹھا ہے باقی دس پتوں پر قلعہ کی تصویریں ایک سے دس تک ہوتی ہیں۔ پنجم دھن پت۔ قد بو خزائن۔ پہلے ورق پر ایک آدمی کی تصویر بناتے ہیں کہ وہ تخت پر بیٹھا ہے اور چاندی سونے کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور وزیر کی تصویر اس طرح بناتے ہیں کہ وہ صندلی پر بیٹھا ہوا خزانہ کا محاسبہ لے رہا ہے۔ اور اوراق میں طلا و نقرہ کے تھیلوں کے نقش ایک سے دس تک ہوتے ہیں۔ ششم دلپت بزرگ نیرو۔ اول ورق پر ایک فرمان دہ مسلح تخت پر بیٹھا ہوتا ہے اور اس کے گرد آہنیں پوش کھڑے ہوئے ہیں۔ دوسرے ورق پر وزیر جبہ پوش صندلی پر بیٹھا ہوا۔ اور باقی ورقوں کے سطحوں پر مسلح آدمی ایک سے دس تک ہستہ تی پت۔ ایک فرمان روا عورت تخت پر بیٹھی ہوئی اور گرد اس کے لونڈیاں۔ عورت وزیر صندلی پر بیٹھی ہوئی اور دس اوراق پر ایک سے دس تک عورتیں۔ تہم سرپت۔ دیوتاؤں کا پادشاہ جس کو اندر کہتے ہیں اس کی تصویر تخت پر بناتے ہیں۔ وزیر صندلی پر اور دس پتوں پر ایک سے دس تک طرح طرح کی تصویر دیوتاؤں کی بناتے ہیں۔ دہم اسرپت۔ کلاں دیوتا۔ سلیمان داؤد کی تصویر تخت پر اور وزیر کی صندلی پر بناتے ہیں اور باقی اوپتوں پر دیوؤں کی تصویر بناتے ہیں۔ یازدہم بن پت۔ دہشتی جانوروں کا بزرگ شیر کو چند جانوروں کے ساتھ نمودار کرتے ہیں اور وزیر کو پلنگ کی تصویر پر سوار کرتے ہیں اور باقی دس ورقوں میں جانوروں کی تصویریں ایک سے دس تک بناتے ہیں۔ دوازدہم آہ پت یعنی سردار باران مار کو آرد دیا پر سوار کرتے ہیں اور وزیر کو مار پر سوار کرتے ہیں اور باقی دس پتوں میں ایک سے دس تک سانپ بناتے ہیں اول چھ کو بیش براور آخر کوشش کو کم بر کہتے ہیں۔

پادشاہ نے مشہور گنجہ میں جس سے سب کھیلنے ہیں شالستہ تصرف کے ہیں پادشاہ زر سرخ کو ایسا بناتے ہیں کہ وہ زر بخش رہا ہے اور وزیر صندلی پر بیٹھا خزانہ کو دیکھ رہا ہے اور باقی ورقوں

پر عملہ کے آدمیوں کی تصویریں ہیں۔ زرگر۔ گدا زرگر۔ بطلس ساز۔ (ٹکڑے کرنیوالا)۔ وراق۔ تیکھی۔ مہر
 بخش کرنیوالا۔ تیکھی دھن۔ تیکھی من۔ خرنده۔ فروشنده۔ قرص گر پادشاہ برات کی تصویر ایسی
 بناتے ہیں کہ فرامیں واسناد اور اوراق و قراس کے سامنے پہلے ہوئے ہوتے ہیں۔ وزیر صندلی پر
 بیٹھا ہوا دفر آگے لے ہوئے اور باقی اوراق میں کلہ گذار۔ کاغذ گیر۔ منہرہ کش۔ مطرکش۔ نویسنده
 دفر۔ مصور۔ نقاش۔ جدول کش۔ فرمان نویس۔ مجلد۔ رنگریز۔ پادشاہ قماش کی تصویر شکرہ کے
 ساتھ بناتے ہیں کہ وہ قماش کو دیکھ رہا ہے جیسے کہ گاؤ قسطاس۔ ابریشم۔ ابریشمی۔ اس کے
 پاس وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا پہلی چیزوں کو دیکھ رہا ہے اور اوراق پر بارکش جانوروں کی تصویریں
 چنگ کے پادشاہ کو تخت پر بٹھاتے ہیں کہ وہ گانائیں رہا ہے اور وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا اہل نغمہ
 کا حال دریافت کر رہا ہے اور باقی اوراق پر خفا گروں کی تصویریں زرغید کی پادشاہ کی تصویر ایسی
 کینچی ہیں کہ وہ چاندی نقد یا نٹ رہا ہے اور وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہے اور اوراق پر شمش
 زر سرف کے اہل عملہ کی تصویریں بناتے ہیں۔ شمشیر کے پادشاہ کی تصویر ایسی بناتے ہیں کہ وہ تلوار
 کو دیکھ رہا ہے اور وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا سلاح خانہ دیکھتا ہے اور اس کے اوراق پر آہن گرہ صیقل
 اگر وغیرہ بناتے ہیں۔ تاج کے پادشاہ کو تاج بخش بناتے ہیں اور وزیر کو صندلی پر بیٹھاتے ہیں کہ وہ تاج
 کا سامان کرے و رقوں کے صفوں پر ان کے عملہ کی تصویر بناتے ہیں۔ درزی اتو کش وغیرہ۔ غلام
 کے پادشاہ کو ہاتھی پر سوار کرتے ہیں اور اس کے وزیر کو عرابہ پر۔ اوراق پر غلام بناتے ہیں بعض
 ان میں کھڑے ہوتے ہیں۔ بعض مست بعض ہوشیار۔ پادشاہ کی غرض ان کھیلوں سے یہ ہے
 کہ انہیں بچتی فراہم ہو اور آدمیوں کا امتحان ہو۔

دقصر سوم ملک آبادی

مرتب سے پادشاہ کا ارادہ یہ تھا کہ ہندوستان میں تاریخ ماہ و سال تازہ مقرر کرے جس کے سبب دشوار آسان ہو تاریخ ہجری سے بادشاہ کو سرگرائی اس سبب سے ہوتی تھی کہ وہ اس کی ناکامی پر مطلع ہو گیا تھا۔ لیکن کوتاہ بین کارشناسوں کا انیوہ تھ جو اس تاریخ کے رواج کو بھی فراموش نہ بھی میں شمار کرتے تھے۔ پادشاہ کی طبیعت بھی مدارالہستہ تھی اس خاطر سے وہ اس ارادہ کو ظاہر نہ کرتا تھا۔ ہر چند انصاف منوں پر ظاہر ہے کہ اس معاملہ دانی کے بازار کو دینگے گوہر شب تاب سے کیا نسبت ہے اور اس صورت کی سلسلہ پیوندی کو حقیقت سے کیا رشتہ ہے لیکن جہاں تو جہالت سے پر ہے شک و شبہ ہجری میں پادشاہ نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ امیر فتح اللہ شیرازی نے پادشاہ سے تاریخ کا آغاز کیا۔ سال و ماہ شمسی کو حقیقی سمجھا سال کبیسہ کو دور کیا۔ مہینوں اور دنوں کے فارسی نام قائم رکھے۔ مہینے کے دن ۲۹ سے ۳۰ تک ہوتے ہیں آخر دور و روز دن کا نام اس نے روز شب رکھا۔

سپہ سالار پادشاہ جانشین ہوتا ہے۔ رعیت و صوبہ کی سپاہ اس کی فرمان پذیر ہوتی ہے۔ رعیت کی آبادی اس کی داوگری سی ہوتی۔ پس ہر کاریں وہ خدا کی رضامندی کا طالب ہو عبادت زادہ کرے۔ کبھی آدمیوں کی خیر اندیشی کو ماتھ سے نہ چھوڑے۔ زمانہ کی جسد کاری میں نہ سوجھائے۔ یا وہ گونئی اور تلخ روائی نہ کرے۔ آگہی و قدر دانی کو اپنی خو کرے خاص کر اپنے نزدیک کے نوکروں کی اور دور کے خدمت گزاروں کی قدر کرے جو کام ملازم کریں وہ فرزندوں کو نہ دے اگر وہ نہ ملے تو چند برگزیدوں کے ساتھ ہنر زبان ہو اور گذارش کرے۔

قطعہ

گاہ باشد زیر دانشمند بر نیاید دست تدبیرے گاہ باشد کہ کوک داں به غلط برہنہ تدبیرے

انجن راز میں بہت آدمیوں کو نہ داخل کرے۔ ولیہ دانا دلسوز کم آزانایاب ہوتا ہی۔ مبادا کوئی اخل پیدا کر کے بالست وقت کو ہاتھ سے جانے دے۔ سرداری کو پاسانی جانکر دینی کام میں لائے و مزاج شناسی کو دستاویز دولت بنائے۔ شائستہ زندگی بسر کرے۔ لطف و قہر کو خرد کی فرمان پذیری میں رکھے سرکشوں کو کارشناسی و اندر زگوئی سے فرمان پذیر کرے ورنہ تلخ گوئی و بیم افزائی و ہندو زوں و عضو کاٹنے کی نمرائے مگر جان لینے میں بہت کچھ سوچ بچار کرے۔ زبان کو گالی دینے سے خراب کرے کہ وہ طریقہ بازار نشین ہرزہ درایوں کا ہنگفتار میں قسم نہ کھائے۔ قسم کمانا اپنے تئیں دروغ گوئی کے ساتھ اور فحاطہ کی بدگمانی کے ساتھ تہمت آلود کرنا ہی۔ داد پرسی میں گواہ و سوگند پر کفایت نہ کرے۔ طرح طرح کی پرسی کرے اور سواد پیشانی کی دید اور دور بینش کرے اور اوروں پر کام چھوڑ کر خود فارغ نہ ہو بیٹھے۔

داد خواہوں کو رنج انتظار نہ دے گناہ سے چشم پوشی کرے اور یوریش پذیری کرے ایسی زندگانی بسر کرے کہ مردی و شکوہ کو گزند نہ پہنچے۔ کسی کے مذہب کا متعرض نہ ہو خرمند کار دنیا میں کہ پامدار نہیں ہوتا۔ اپنا نقصان نہیں قبول کرتا تو دین جو پامیندہ ہے اس میں ناوانستہ کیسے زبان قبول کرے گا اگر وہ حق پر ہی تو اس کے ساتھ شورش ناپسندیدہ ہے ورنہ وہ بیمار نادانی ہے مہربانی کے لائق ہے۔ ملک کے ہر حصے کو راستی ٹٹس جید کاروں کے سپرد کرے اور پُر دل آدمیوں کی دید بانی سے راہوں کو امین کرے ہر وقت خبر لیتا رہے ہمیشہ نیک اندیش و در بین راست گو کم آزان کو باسوسی کے لئے مقرر کرے اگر کوئی ایسا نیک مرد نہ ہاتھ آئے تو ہر کار میں جید آدمی جو یا ہم آشنا نہ ہوں متعین کرے اور ہر یک کی گزارش کو لکھ کر راستی کا امتحان کرے ہمیشہ خیر کو دخل سے کم رکھے اور اند و ختہ کو مستمندوں کو دے خاص کر ان لوگوں کو جو سوال نہیں کرتے۔ سامان سپاہ و ویراق سے ایک لحظہ غافل نہ ہو۔ سواری کو نہ چھوڑے تیر و بندوق میں مشغول رہے اور آدمیوں کو ان کی ورزش کراتا رہے آدمیوں کے مقرب بنائے نہیں اور ان کے اعتبار بڑھانے میں دیدہ دری اور آہستگی کو ہمد و شش کرے بہت سے خراب دروں، ناپارسا گوہر اخلاص کی گفتگو

درمیان لاتے ہیں۔ اور اپنا ترخ بالا کرتے ہیں افزوقی زراعت اور آبادی زمین میں بہت صرف
 کرے اور راست پیمانی کے ساتھ دنوں کا شمار کرے۔ کسانوں کی مدد کو خدا کی بڑی عبادت
 عمل گذار انصاف گرائے مقرر کرے۔ ہر وقت ان کے کار کردے مطلع ہے۔ حوض و چاہ و کاریز و
 باغ و مراود و مزابل خیر کے بنانے میں اپنی سعادت جانے۔ پستان کی آثار کی تعمیر میں بہت کرے
 خلوت گزین پر آگندہ دل نہ ہو کہ وہ محراثش و ارستوں کا آئین ہی۔ نیز عام آدمیوں میں اور بھگلوں
 میں بیٹھنے کی بھی عادت نہ کرے۔ یہ طریقہ نابینا صورت پرستوں کا ہے۔

تو باہمہ ہمنشیں و مہراز بھگان تیز در راہِ خرد و نہ نگس باشن عفا

خدا پرستوں کی عزت کرے خدا جو گوشہ نشینوں پر نہ پاژ و لیدہ مویوں سے دریوزہ گر ہو دنیا بش آفتاب
 و چراغ کو خورشید مضوی و آتش پرستی نہ جاتے۔ بیداری کا خوگر ہو۔ خواب خور کو اندازہ سے نہ گڈے نہ
 آدھی رات کو اور دوپہر کو نیا زندگی کرے۔ جہاں سبکلوں سے فارغ ہو تو فرہنگ ناموں کا مطالعہ
 کرے اور ان پر کار بند ہو اگر اس سے دل کو آرام نہ ہو تو مولانا روم کی ثنوی پڑھے
 اور اس کے ظاہری معنی سے اہلی مقصد پر توجہ کرے۔ وہ افسانوں کو نہ پڑھے۔ نیک سگال شناسا سے
 دوستی کر کے اسکو اجازت دے کہ وہ اسکے روزنامچہ حال کے مطالعہ میں شرف نگلی کام میں لائے اور
 جوابات اس کی کار آگاہی کے نزدیک بڑی معلوم ہو اس کو خلوت میں گذارش کرے۔ اگر اسکی
 شناخت میں لغزش ہو تو اسکے آزار کے درپے نہ ہو اس لئے مدت سے آدمی راستی تلخ
 نما کی گذارش سے باز رہتے ہیں خصوصاً خشتنا کی حالت میں کہ جس وقت عقل سوتی ہو
 اور طبیعت جوشش پر ہوتی ہے۔ بیشتر ہمنشیں عیب بین و عیب آرا ہوتے
 ہیں اگر ان میں سے کسی ایک کا دل جلتا ہے تو وہ خون کے مارے دم نہیں مارتا ہے
 اور ایسے آدمی کمیاب ہیں کہ اوروں کے فائدہ کو اپنے نقصان میں اختیار کریں یہ گویوں کی
 گذارش سے غصہ نہ ہو۔ اور خوب دور بینی کرے اس لئے کہ سخن ساز بد گو ہر بختہ کاری کے
 آئین کے ساتھ دستان فروشی کرتے ہیں اور اپنے تئیں بے غرض بتلا کر جان آزاری میں

کو شش کرتے ہیں کین تو زی نہ کرے آزار و مدار اختیار کرے۔ قدیمی خاندانوں کو برہا نہ کرنے کو شہنگان شائستہ کو سفارش گزار اور ان کے پس ماندگان ناہنجار کو جانے دید بانی نہ کرے کہ پادشاہ کے ارادت گزیر ملاقات کے وقت چھوٹے کو اللہ اکبر کہتے ہیں اور بڑے کو حل جلال۔ ایک برس سے کم عمر کو سفند ویز کو نہ کھائے اور اپنے روز ولادت سے ایک ماہ تک گوشت نہ کھائے اپنے حلال کئے ہوئے جانور کو نہ کھائے نہ زنا شویٰ کی عشرت میں کم مشغول ہو۔ حاملہ عورت سے ہم صحبت نہ ہو۔ آتش کہ لوگ مرینکے بعد تقسیم کرتے ہیں ہر سال روز ولادت کو پکا کر بھوکوں کو کھلائے۔ بیت

برگ عیشی گبور خوشی فرست پس نیا روز پس تو پیش فرست

جب آفتاب ایک برج سے دوسرے برج میں جائے۔ سپاس گزارش کرے بیخبروں کے خبر کرنے کے لئے توپ و بندوق چھوڑے۔ آفتاب کے نکلنے کے وقت اور آدھی رات کو کہ آفتاب کے بلند ہونے کا وقت ہے نقارہ بجاوے۔

جیسے ایک ہویہ میں سپہ سالار مقرر ہوتا ہے ایسے چند پرگنوں کی دید بانی کیلئے ایک لاوردادگر کم از۔ اندازہ شناس درست پیام متعین ہوتا ہے اس کا نام فوجدار ہوتا ہے وہ فرمان پذیری اور یاری میں اول ہوتا ہے جب کسان یا عمل گزار خالص یا جاگیردار سرکشی کرتا ہے تو وہ اسکو دلاؤر گفتار سے فرمان پذیر بنام ہے۔ ورنہ اعیان سلطنت کی اجازت لیکر اسکی نالاش کرتا ہے گروہ سرتاب کے قریب اپنا بنگالہ بناتا ہے اور گاہ بیگاہ ان کے آدمیوں اور مال کو وہ گزند پہنچاتا ہے۔ دفعہ وہ یہ کام نہیں کرتا۔ جب تک پیادوں سے کام نکلتا ہے سواروں کو حکم نہیں دیتا قلعہ پر تیز دستی نہیں کرتا۔ ایسی جگہ پر کہ جہاں تیر و توپ و تفنگ نہ پہنچ سکیں بیٹھا ہے اور آمد و شد کی راہ رکھتا ہے شب خون سے غافل نہیں ہوتا اور اور پناہ کے اندیشہ میں رہتا ہے اور نیزک (قراول) بھیجنے سے فارغ نہیں ہوتا۔ جب وہ سرکشوں کے بنگالہ پر تاخت کرتا ہے تو غنیمت کے حصے مناسب طور سے کرتا ہے

اس کا پانچواں حصہ خالص میں داخل کرتا ہے اگر دیس باقی ہوتی تو اول وہ باقیہ داروں کا شمار کرتا ہے ہمیشہ سپاہی کے سپہ براق کا سراغ لگاتا رہتا ہے۔ اکثر کسی سپاہی پاس گھوڑا نہیں ہوتا تو وہ ہمارے میوں سے لیکر اس کے گھوڑے سرانجام کرتا ہے اور اگر لڑائی میں گھوڑا مارا جاتا ہے تو سرکار والا اس کا سکا سامان کرتا ہے سپاہ کی حاضر و غائب کی کتاب کی نقل پادشاہ کی درگاہ میں بھیجا رہتا ہے۔ اور پادشاہ کے آئینوں کے رواج کو پیش نہاد بہت رکھتا ہے۔

اگرچہ داوری و فریادری فرمان دہوں کا کام ہے لیکن ایک آدمی کی قوت سب پاس نہیں پہنچ سکتی۔ ناگزیر یہ ہے کہ وہ کسی آگاہ دل سیر چشم کو داد دہی پر نامزد کرے وہ گواہ و سوگند پر کفایت نہ کرے اور تحقیق کرے پر سندنہ نادان ہوتا ہے اور مدعی و مدعا علیہم دو دانا ہوتے ہیں۔ سخت کاوش و درست بینش بغیر حقیقت حال پر مطلع ہونا بہت دشوار ہے۔ بدگوہری و آزمندی کی افزائش کے سبب سے گواہ و سوگند پر تنکیہ نہ کرنا چاہئے۔ بغیر طمع و لالچ کے مزاج شناسی سے ستم رسیدہ بیدارگر کو پہچانے اور پردلی و عدالت دوستی سے تحقیق کر کے موافق عمل کرے۔ اول پرسش خوب کرے اور ہر گواہ کے جاہ سے آگاہ ہو اور ہر لڑائی میں جن باتوں کا تحقیق کرنا سزاوار ہوان کی نتیجہ کرے۔ سخن کو شاخ شاخ کرے اور گواہوں سے جدا جدا پوچھکر ان کا بیان لکھے جب یہ کام فہیدگی و آہستگی و شرف نگلی سے انجام کو پہنچے دوسرے وقت میں فیصلہ کر کے اوروں سے پوشیدہ رکھے۔ پھر دوبارہ پہلی طرح تحقیقات از سر نو پرسش کاوش کے ساتھ کرے۔ دگرگوئی و یک رنگی میں یعنی دونوں دفعہ کی تحقیقات کے اختلافات و اتفاقات سے اصل بات کو سمجھے۔ اگر کارشناسی مردانگی کے ساتھ فراہم نہ ہو تو دو آدمی متعین کرے۔ جن میں سے ایک تحقیق کرے جس کا نام قاضی ہے اور دوسرا عمل کرے اس کو میر عدل کہتے ہیں۔ کوتوال کے لائق وہ شخص ہوتا ہے جو دلیر کارواں چابک دست عنان کشیدہ بردبار شکل فہم نیک سگال ہو اس کی بیداری و شب گردی سے

اور لوگ خواب آسائش میں ہوں اور بدگوہر ناپیدا ہوں۔ آباد گھروں و راہوں میں سے ایک ایک کو وہ لگے اور آپس میں ایک دوسرے کی یادری کا عہد و پیمان لے اور ایسا قرار دے کہ وہ غم و شادی میں شریک نہوں۔ چند گھروں کا ایک محلہ بنائے اور کسی بزرگ کو وہ محلہ سپرد کرے اور آئندہ روندہ کے روز ناچنے پر اور جو اور واقعات پیش آئیں انکی تحریر پر اسکی مہربو۔ اور کسی ایک بیگانہ آدمی کو جو اہل محلہ سے نا آشنا ہو جاسوسی کے لئے مقرر کرے اور ہمیشہ ان کے بیانات کو لگے اور ثروت لگمی کو کام میں لائے۔ سرے جدا بنائے۔ اور جو ناشائستہ انکو وہاں آنے اور چند دیکھنے والے ان کا امتحان کریں۔ طرح طرح کے آدمیوں کے خچر و دخل کے دیکھنے میں باریک بین ہونیک ذاتی کو پیشکار بنا کر کاوش کا انتظام کرے پیشہ وروں کے ہر گروہ میں سے کسی کو سرگروہ بنائے۔ اور دوسرے کو دلال۔ آئین آگہی سے خسارید و فروخت ہوا کرے اور انہیں سے روز ناچوں پر دستخط کرائے۔ کوچوں کی فراخی میں کوشش کرے۔ سر بند انکو کرے۔ آلائش سے ان کی پاسبانی کرے۔ جب کچھ رات گزرے تو آدمیوں کی آمد و شد کو بند کرے۔ بیکاروں کو ہنرمندی کے لئے بٹھائے پہلے ظلموں کو موقوف کرے اور کسی شخص کو کسی کے گھر میں بے زور نہ دخل دینے دے۔ چوروں اور چوری کے مال کو بیر آمد کرے ورنہ وہ عہدہ سے معطل ہو اور ایسا کرے کہ سوائے سلاح و فیل و اسب و گاوؤں و شتر و گوسفند و بز و قماش کے کسی اور چیز پر کوئی شخص تغا و باج نہ لے سکے۔ پرانے سکوں کو گلوادے یا نامسکوک قیمت کے موافق خزانہ میں داخل کرائے۔ پادشاہی زر و سیم کی قیمت میں تفاوت نہ ہونے دے۔ جتنے گھس گئے ہوں کا ہش کے اندازہ کے موافق ان کی قیمت بازیافت کرے۔ زرخ کی ارزانی میں آگہی سے کام کرے اور شہر سے آگے جا کر لوگوں کو جنس نہ خریدنے دے۔ تو انکر ضرورت سے زیادہ نہ خریدیں۔ بانٹوں کی پاسبانی کرے اور سیر کو ۳۰ دام سے کم و بیش نہ ہونے دے اور گریں کمی و افزونی نہ ہونے دے اور شراب کے بنانے و ناپینے و بیچنے و خریدنے

سے آدمیوں کو باز رکھے اور اندرونی نیز دہش سے کنارہ کشی کرے۔ اگر کوئی شخص مر جائے یا غائب ہو جائے اور اس کا پس ماندہ کوئی نہ ہو تو اسکے مال اسباب کو تخت میں رکھے اور دریا کے اور کنوؤں کے گھاٹوں کو عورتوں اور مردوں کے لئے جدا جدا کرے اور وہاں کینچنے کے لئے کسی پاکیزہ آدمی کو مقرر کرے اور عورت کو گھوڑے پر سوار نہ ہونے دے اور ایسا کرے کہ گاؤں گاؤں و اسپے شتر تبلیغ (ذبح) نہ ہونے دے۔ غلام بنانے اور برہہ فروشی کو روانہ نہ رکھے۔ اور عورت کو زیر دست سے سخی کریں تو انکو سستی نہ کرنے دے اور سزا داری سستی کو یعنی جو آدمی مرنے کو ہوئے تو اسکو دار پر نہ کینچنے دے۔ بارہ برس سے کم عمر کے لڑکے کا ختنہ نہ ہونے دے اور جب وہ بارہ برس کا ہو تو اس کو اختیار کی کہ وہ اپنا ختنہ چاہے کرے یا نہ کرے۔ ریاکار ملنگوں و قلندروں و دکانداروں کو باہر نکال دے یا انکو اپنے طریقہ سے باز رکھے مگر کسی گوشہ نشین اینر دست کو آزودہ نہ ہونے دے اور بادیہ طلب کے برہنہ پاؤں کو کوئی گزند نہ پہنچنے دے۔ قصاب صیاد و غسال و بناش کے گھروں کو آدمیوں سے جدا ہوا ہے۔ اور آدمیوں کو ان سیڑیوں سنگ و لون کی آمیزش سے باز رکھے۔ اور جو کوئی جلا دے کساتھ ہمساکہ ہو اس کے ہاتھ کو آسیب پہنچائے۔ اور اگر یہ ہمساکہ اسکی جو رہو ہو تو اسکی انگلی کو آسیب پہنچایا جائے اور شہر سے باہر مغرب رو یہ قبرستان کو مقرر کرے اور پادشاہ کے مریدوں کو سوگواری میں کبود پوشی سے باز رکھے اور ان کی سرخ پوشی میں کوشش کرے۔ فرور دین مہینے میں شرف آفتاب تک جو (۱۹- کو ہوتا ہے) اور سارے ماہ آبان اور روز نامہ تحویل وغیرہ ماہ شمسی۔ اور اسکی ۱۶- تاریخ کو۔ الہی جشنوں کے دن۔ چاند سورج کے گرہنوں کے دن۔ اینوار کو آدمیوں کو تبلیغ سے باز رکھے۔ شکاری جانوروں کے لئے اور بیماروں کے لئے جن کو گوشت کھانا ضروری روار رکھے اور شہر کے باہر جانوں کا شکار ہو روز شرف میں چراغوں کی روشنی کرے۔ آغاز شب میں جس کے بعد عید ہو اور عید کے دن ہر پہر پر نقارہ بلند آواز ہو۔ تقریبات پارسی میں و ہندی میں تاریخ الہی کو رواج دے اور ہندی پتروں میں ہر مہینے کا آغاز شکل پچھہ (دکھش) سے کرے

عمل گذارنا ہے کہ کشاورز دوست ہو جدکاری راست گفتاری اس کا آئین ہو۔ اپنے میں پاسبان
 کل پادشاہ کا جانشین جانے۔ ایسی جگہ بیٹھے کہ ہر شخص اس پاسبان سے جاسکے اور اس کو کسی
 مباحی کی تلاش نہ کرنی پڑے۔ تجرد گزریں و حیا فروش کے ساتھ اندر زگوئی سے پیش آئے اگر اس
 فائدہ نہ ہو تو ماش کرے زمین افتادہ (عاجز) سے ڈرے۔ راہ زن و خون ریز و تہ کار سے جرات
 لینے میں درگزر نہ کرے اور ایسی کار کردار اختیار کرے کہ کسی کی فریاد کی آواز نہ اٹھنے پائے۔ مفلس
 کسانوں کو قرض دیکر دستگیری کرے اور آہستگی کے ساتھ اس سے یہ قرض وصول کرے جب نہیں وہ
 کی گناہوں سے گناہوں کی جمع کا مل ہو جائے۔ تو ہر جگہ میں نم بسوہ اسکو چھوڑ دے ورنہ اسکی خدمت کے
 موافق اس کو بہرہ مند کرے۔ زمین کی چندگی کی پشوش کرے اور چپہ چپہ زمین کو ترازو سے
 بنش میں تولے اور اس کی چگونگی پر واقف ہو زمینوں کی کاشت میں بہت تفاوت ہوتا ہے
 اور ہر فصل میں زمین بولی جاتی ہے ہر کسان جدا جدا تیار واری کرتا ہے اور اس کا حصہ پاتا ہے
 پہلے عمل گذار نے جو جمع تشخیص کی ہو آگئی کے ساتھ اس کا امتحان کرے۔ اگر بیوقوفی اور
 خیانت اس میں ہوئی ہو تو اس کی چارہ گری کرے۔ ویران زمینوں کی آبادی میں
 کوشش کرے اور بہت اس کی احتیاط کرے کہ کوئی آباد زمین ویران نہ ہو جائے
 ایسی کوشش کرے کہ ہر جنس عمدہ پیدا ہو اور ان کی افزائش کے لئے دستور کے
 موافق جو جمع لیجاتی ہے اس کو کچھ کم کر دے اگر کسان اپنے اقرار سے زمین کم کاشت کرے
 اور اس کی وجہ بھی عمدہ بیان کرے تو بھی نہ قبول کرے اور اگر کسی گائوں میں بخر زمین نہ
 رہے اور دھقان کو زیادہ مقدار بونے کا ہو تو دوسرے موضع کی زمین اس میں زیادہ
 کر دے۔ زمین کی پیمائش میں دور بینی و داد گری کو پیش نظر رکھے سال بسال کشاورز
 کی قوت کو بڑھاتا رہے اور اپنے اقرار کا پابند رہ کر افزائش کاشت سے زیادہ نہ لے
 کہ اگر کچھ زمین کی پیمائش کی ضرورت ہو۔ اور کچھ انتظام ہوا ہو تو اقرار نامہ کو جلدی
 جلدی درگاہ شاہی میں بھیجے۔ نقد لینے کی عادت نہ ڈالے غلہ بھی لے یہ غلہ لینا کئی

طرح سے ہوتا ہے اول لکھوت کن کے معنی اندج کے اور کوت کے معنی تخمینہ و قیاس کے تمام زمین کا اندازہ جریب سے یا قدم سے کیا جائے اور غلہ ترازو سے بینش سے تولاجائے جو اس کے تجربہ کار ہیں انکے اس تخمینہ میں فرق نہیں ہوتا۔ اگر خاطر میں کوئی اندیشہ ہو تو اعلیٰ و متوسط داد نے کمیت کو کاٹ کر تولے اور اشتباہ کو دور کرے۔ بعض اوقات زمین کا بھی تخمینہ کرتے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہوتا ہے (۲) بٹائی جس کو بھاؤلی بھی کہتے ہیں کمیتوں کا انداج کاٹ کے خرمن کرتے ہیں اور قرارداد کے موافق حصے کر لیتے ہیں۔ اس صورت میں پاسبان چاہے ہیں۔ ورنہ بدگوہر خائن خیانت کرتے ہیں۔ (۳) کمیت بٹائی۔ کاشت زمین کے حصے کرتے ہیں (۴) لانگ بٹائی۔ غلہ کو کاٹ کر اس کے پشٹاروں کے آپسین حصے کرتے ہیں اور ہریک اپنے گھر لیجا کر اسکو پاک کرتا ہے اور فائدہ اٹھاتا ہے اگر رعیت کو گراں نہ معلوم ہو تو نرخ بازار کے موافق زمین غلہ بخش کی نقدی کرے اس زمین میں اگر قبض کال ہوتے ہیں تو سال اول میں چارم حصہ و متوسط کم لے۔ ضبطی میں اگر سال گزشتہ سے گزین قبض زیادہ اور زمین کم ہو اور جمع موافق ہو تو نہ جو میں آئے اور نہ لٹے ہمیشہ مالک کاشت کی خوشی کا طالب ہو وراثت کے بڑے آدمیوں کے ساتھ بندوبست نہ کرے کہ تن آسانی اور کارنٹاسمی پیدا ہو اور ہمیشہ چہرہ دستوں کو قوت ہو بلکہ ایک ایک کسان سے واقف ہو کہ مہربانی سے نوشتہ اسکوئے اور اس سے لے۔

جریب کش و پیمانہ اور اور عمل گذاروں سے ضامن لے۔ کل اہل پیمائش جس وز کام کریں ان کو ۱۳ دام اور ۳ سیر انداج دلانے اور اس کو ماہوارہ میں شمار کرے۔ پنی ہوئی زمین پر نشان کرے۔ گائوں کے کلاں تر سے مچھلے کہ وہ زمین کو پوشیدہ نہ رکھے اور مختلف الفصول زمینوں کو بتلائے۔ پیمائش کی تنگا پو میں اگر کوئی قطعہ زمین ناقص نظر میں آئے تو اس کا اندازہ کیا جائے اور اس کی مقدار و وزیر و زکھ کر کش و زر کو دی جائے۔ اگر محصول وصول کرنے کے بعد اس کی اطلاع ہو تو ہمسایوں اور کاغذ خام

سے شناسائی حاصل کر کے میانہ روئی عمل میں لائے کارکن جو سوانح ضبطی کو لکھے مقدم و پٹواری بھی اسکے ہم قلم ہوں اور اس کی تحریروں کا عمل گزار مقابلہ کرے اور اس پر مہر لگائے اور اس کی نقل تب تک کی کو سپرد کرے جب موضع کا کام ختم ہو جائے تو اس کی ایک ضمن منتخب لکھے اور تازہ تصحیح کرے اور اس کے کارکن پٹواری تصدیق لکھیں اور اس کاغذ کو ہفتہ بھرتہ پادشاہ کی خدمت میں بھیجے اور پندرہ روز سے زیادہ نہ گزریں اور درگاہ والا میں کاغذات بند و بست کے بھیجنے کے تیجے اگر کوئی آفت کشکار پر پہنچے تو اس وقت نابود کا اندازہ کرے اور اس کو لکھ کر بے تاخیر روانہ کرے کہ وہ منظور ہو یا این مقرر ہو مال کی تحصیل نکوئی کے ساتھ کرے اور بے ہنگام دست خواہش دراز نہ کرے۔

فصل رابع کی تحصیل ہولی سے شروع ہوتی ہے اور خریف کی دوسری سے عمل گزار اپنی پاسانی کرے کہ خزینہ دار زرخاص نہ چاہے جو وزن و عیار میں برابر ہو اس کو لے اور تھوڑی کمی ہو تو نرخ سسکو کے موافق صرف لے اور تفاوت کو قبض میں لکھے اور یہ قرار دے کہ اسکو کشاورز خود چند باریں پنچائے تاکہ پاجی خواہش گروں کا آزار پہنچ میں سے اٹھایا جائے۔ غلہ جو کمال کو پہنچے مال اسکا شائستگی سے لے اور دوسری جنس کے کامل ہونے پر موتوف نہ لکھے جو شخص اراضی خراجی کو لکھے اور غلط کے لئے ذوق کرے وہ گاؤں میں کے لئے ۶۔ اور گاؤں کے لئے ۳ دام سالیانہ بازیافت کرے بھینس جس کے بچہ نہ ہو ابو اس کی چرائی کا کچھ نہ لے۔ اور ہر قلعہ میں چار زر گاؤں و دو مادہ گاؤں و ایک گاؤں میں مقرر کر رکھے ان کی بابت کوئی چیز نہیں طلب کی جائے خزانہ میں جو روپیہ آئے اس کو خود جاکر تیار کرے اور روزنامہ چھ کا اس سے مقابلہ کرے۔ خزانچی کی تصدیق کھائے اس کو تھیلیوں میں سر بھر کر کے ایک استوار مکان میں رکھے اور دروازہ پر چاند قفل طرح طرح کے لگائے ایک کنجی اپنے پاس رکھے اور دوسری کنجی خزانچی پاس اور آخر ماہ میں روزنامہ جمع خرچ کا تکبھی لے کر درگاہ پادشاہ میں بھیجے۔ جب دو ملاکھہ دام جمع ہو جائیں تو اس کو مہمہ آدمیوں کے ہاتھ روانہ کرے اور ہر دینہ کے

پٹواری سے یہ اہتمام کرائے کہ جو کچھ رعیت سے لیا جائے اُس کو یادداشت میں کہ رعیت کو دی جاتی ہے تفصیل لکھا ہو جو کچھ باقی رہی ہو اسم باسم طور درست کر کے اس کو اعیان کے نشان (دستخط) کے لئے بھیجے اور بہ آسانی دوسری فصل میں لے۔ سیورغال کے فرامیں جو بچے ان کی نقل دفتر خانہ میں بھیج کر مقابلہ کرے ناموں کو شخص کرے۔ مردہ و غائب و نوکر کے حصہ کی بازیافت کر کے حفاظت کرے کہ زمین خود کاشتہ رعیت کاشتہ نہ ہونے پائے۔ زمین بازیافت زراعت سے خالی نہ رہے۔ غائب و مردہ لاوارث مال کی شائستگی کے ساتھ پاسبانی کرے اور تحقیق حال کو عرض کرے اور دید بانی کرے کہ کوئی چیز نہ لے زمانہ سابق میں ملک داری کی مصلحت کے لئے وہ جو بخشا گیا ہے اس میں خلل نہ پڑنے دے سفر و شادی و ماتم کو کسی چیز کے لینے کا سرمایہ نہ ہونے لے۔ سلامی سے برکنار رہے جس وقت مقدم یا پٹواری زر لائے یا چوتھرہ پر سلام لکھتا ہوا ایک دام لائے تو اس کو ماتم نہ لگائے اور ایسی ہی مل کٹی سے باز رہے۔

جب کہیتی کٹے کو ہوتی ہو تو ہر موضع سے کچھ چیز لیا جاتی ہے اس کو بل کٹی کہتے ہیں اور ایسے ہی پیشہ وری و بازار نشینی و چوکیداری و راہداری و محل باغات مندوی قرق و ماہی گیری و مینہ بھری دستور و رغن تر و دروغن کھنڈ و کنہی و چرم و دیشم اور چیز جو پہلے حریفین خداترسوں کی آمدنیاں تھیں انکے پاس جائے اس سرزمین کے جوشنا سندے ہوں ان میں سے ہر ایک کو نویت بہ نویت مقرر کرے کہ وہ درگاہ پادشاہی میں جا کر فقیر و قطیر (چھوٹی چھوٹی باتوں سے) آگئی بخشنے۔ ہر مہینے احوال رعایا و جاگیر دار و ہمایوں کا اور سرکشوں کے تابع ہونے کا و نرخ اشیاء و حراجیہ و درویشوں و ہنر پیشوں کا اور سوانح کا عرض کرے اگر کو تو ال نہ ہو تو آئین رداج کو لینے ذمہ لے۔

تہیکی چاہئے کہ راستی نشن درست قلم حسب دان جد گزین عمل گذار ضرور ہو ہو موضع کاموازنہ دہ سالہ نقدی و جنسی قانون گو سے لے اور اس سرزمین کی راہ و رسم سے آگاہی حاصل کر کے عامل کے ہل نشین کرے یا وری و تیمار داری میں ہمت لگائے جو کچھ بزرگروں سے قرار پائے اسے لکھے۔ ہر دیدہ کی حدود بندی جدا جدا لکھے

تہیکی (۱)

بعد ازاں آباد و خراب زمین کا اندازہ کرے۔ منصف و ضابطہ و جریب کش و تھانہ دار کا نام لکھے کسان کا اور اس کے باپ دادا کا نام اور اس کے نیچے نزاعت کی جنس لکھے۔ دیر و پیر گنہ فصل بھی لکھے۔ نابود کو جدا کر کے بود کی قیمت لگائے۔ اہل ہند کے دستور کے مطابق اسم و جنس و نابود کو تاریخ کاشت سے نیچے لکھے جب موضع کا بند و بست انجام کو پہنچے تو ہر کسان کی جمع درست کرے اور ہر موضع کا محصول قرار دے اور اس دستاویز کی عامل وصول کرے۔ نسخہ ضبط کو کہ ہندی میں خبرہ کہتے ہیں روانہ درگاہ کرے۔ توجیہ کے وقت اگر نسخہ پیشین نہ ہو تو کسان کے کشت و کار کو نام بنام پٹواری سے لکھوائے اور اپنا کام نکالے۔

نسخہ توجیہ اور باقی دو اصل کو وقت پر پہنچے اور روز نامہ میں تفصیلدار کا نام ہر موضع کو نام کے نیچے لکھے اور کسان جو مال لاوے اس کا نام لکھے اور خراچی کو سپرد کرے اور اس سے تحریر کرائے۔ نقل توجیہ پٹواری و مقدم جسکی دستاویز پر تحصیل کی ہوا اور سر خط یعنی یادداشت کہ رعایا کو حوالہ کی ہے پٹواری سے لے اور اسکو خوب غور سے دیکھے اگر اس میں کوئی ناراستی ہو تو جو رہانہ لے اور ہر روز عامل سے ہر دیہہ کی واصل و باقی کو کہے اور اس کو انجام کاریں زیادہ تیز کرتا رہے۔ جس وقت رعیت حساب پر رجوع کرے تو بے انتظار اس کو سر انجام لے ہر فصل کے آخر میں ہر موضع کی واصل و باقی کا مقابلہ پٹواری کی تحریر سے کرے۔ جمع خرچ کار و زنا پچہ روز بروز نام بنام صیغہ بصیغہ لکھے اس پر خراچی کے دستخط اور عامل کی مہر کرائے جب مہینہ آخر ہو تو اس کو سر بھر خریطہ میں عمل گزار پاس روانہ کرے۔ مہر و پیمہ اور اجناس کے نرخ نامہ کو روز بروز اعیان کی مہر کے لئے بھیجے و خراچی کو ہر فصل کے آخر میں جمع خرچ لکھا کر اس سے دستخط کرائے۔ ہر سال کے آخر میں محل جمع بندی عمل گزار کی مہر لگا کے روانہ کرے جو موضع تاخت و تاراج کیا جائے اسکے مال مویشی کو لکھ کر روز نامہ میں داخل کرے اور حقیقت و حال کی عرضداشت کرے اور سال کے آخر میں جب

تحصیل کا وقت آخر ہو تو موضع کی باقی کو لکھ کر عامل کے سپرد کرے اور اُس کی نقل درگاہ میں
بجوائے۔ اگر معزول ہو تو اپنے کاغذات کو جو وہ باقی و تقاضی اور سوائے اُنکے عامل حال کو
سپرد کر کے خاطر نشان کرے اور انکی فہرست لیکر درگاہ میں خود حاضر ہو۔

خزانی کو اس زمانہ میں فوطہ دار کہتے ہیں۔ خزینہ خانہ کو حاکم کے پاس بھنائے اور ایسی نہرین
رکھنے کے واسطے پسند کرے کہ اسکو کوئی گزند نہ پہنچے۔ مہر اور روپیہ و زریاہ وغیرہ قسم کا گمان
لائے اس سے لے لے اور زر مخصوص نہ طلب کرے اور سکہ شاہی جو وزن میں برابر ہو اس پر صرف
نہ کاٹے اور وزن مسکوک میں جو تفاوت ہو اس پر صرف کاٹے اور قدیمی مسکوک کو مسکوک سمجھے
شفق دار و کارکن کو مطلع کرے زر کو کسی اچھی جگہ میں رکھے اور جب ن ختم ہونے کو ہو تو اس کا شمار
کرے اور سر خط پر عمل گزار کے مہر کرے روزنامہ کو نسخہ کارکن سے مقابلہ کرے اور اپنے
خط سے اس پر دستخط کرے خزانہ کے دروازہ پر جب عامل اپنی مہر لگائے تو یہ بھی اپنا ایک قفل لگائے
عامل اور کارکن کو اطلاع دیکر خزانہ کھولے۔ کشادہ سے زر عامل و کارکن کو شناسا کرے۔ قبض
ہے۔ بیاضیچہ حساب پر حی کو عرف میں ہندوستانی بھی کہتے ہیں پٹواری کے خط سے لکھائے جس کے
سبب کوئی خلاف نہ واقع ہو۔ کسی طرح کا خراج دیوان کی پسند کی دستاویز بغیر خرچ نہ کرے۔ سود
کی دوکان نہ کھولے۔ اگر کوئی خرچ ضروری آن پڑے کہ اس میں دیر نہ لگ سکتی ہو تو کارکن و شفق دار
کے نوشتہ پر عمل کرے اور حقیقت حال کو موقف عرض میں پہنچائے۔

انسان کی قوت کار کردگی اور فیض پذیری کی بازگشت خورش پر ہے اور خوراک ہی کی
نیکی کے اندازہ کے موافق۔ دل کی تنومندی ہوتی ہے ورنہ نن موٹا ہوتا ہے اور جان دہلی
ہوتی ہے اس لئے گزیدہ تدبیریں اور شائستہ کردار ہوتے ہیں۔ ہیشیا ر سعادت مند اول
لقمہ کی سرانجام کرنے میں غور کرتے ہیں اور ہر کھانے پر مانتہ نہیں دوڑاتے ہیں۔ سادہ لوح
خدا ترسوں کا کار دشوار ہوتا ہے اور روزی تنگ ہوتی ہے ان کو وہ فروغ بینش نہیں
ہوتی ہے کہ مغر کار کو پہنچ کر آسانی سے جس جہ نارضا مندی ایزدی کے خوف سے

۱۱) آئین خزانہ

۱۲) آئین دوا کی روزی

بھوک کی تکلیف سے جا بھاہی میں پڑتے ہیں چنانچہ ان میں سے ایک کے پاس چند گائیں بھجلا
 سے تھیں۔ انکے دودھ سے وہ اپنی روزی چلاتا۔ نیزنگی روزگار سے وہ لٹ گئیں چند روز وہ بھوکا رہا
 ایک بیدار بخت تخت تلگا پوک کے ان حضرت پاس ان گایوں کو لایا تو اس نے ان کو نہ قبول کیا اور
 یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ ان خاموش جانوروں کو چند روز تک خوراک کیونکر حاصل ہوئی۔ تھوڑے
 عرصہ میں کشادہ پیشانی کے ساتھ اس دنیا سے وہ رخصت ہوا ایسے دشوار اندیش مردوں کی
 داستانیں بہت ہیں۔ کچھ اہل تعلق ایسے لاپچی و حریص ہوتے ہیں کہ وہ اوروں کے مال مانے
 میں دریغ نہیں کرتے اور دین و دنیا کو کھوتے ہیں اور دل کا کام نکالتے ہیں۔ یہ پیدائش
 آشفستہ رہائے اپنی بزرگ احتیاج کے لئے اوروں کے مال کی گرفت و گیسروں کو مہربان
 بنا کر ابدی رنج جمع کرتے ہیں۔ بھولے بھالے سعادت مندوں نے یہ دیکھا کہ کوئی
 ایسی خراب زمین کہ وہ کسی کی نہ ہونا پدید ہے اور اگر پیدا بھی ہو جائے تو آلات کاشت
 ہم پہنچانا دشوار۔ اگر وہ بھی میسر ہو جائیں تو قوت (خوراک) کا بھی پہنچانا پیدا
 ہے کہ جس کی قوت سے کاشت کا کام کیا جائے اس کو نہیں پاسکتے اور اگر کہیں اس کا
 پنا لگے اور کوئی اس کا مالک نہ ہو تو اس میں کامیاب ہونا دشوار۔ وہ سپاہ گری
 سے بھی کنارہ کشی کرتے ہیں کہ اس میں بزرگ جان کو خسیں مال کی عوض دینا پڑتا
 ہے تجارت سے بھی دست کش ہوتے ہیں اس سبب سے کہ اس میں زیادہ تر اسباب کو زیادہ
 قیمت پر فروخت کرنا ہوتا ہے اور اس کے عیب چھپانے پڑتے ہیں اور جو خوبی اس میں
 نہیں ہوتی وہ بیان کرنی پڑتی ہے اور جن چیزوں کو خریدتے ہیں ان کی ظاہری
 نیکیوں سے چشم پوش کرتے ہیں اور جو عیب ان میں نہیں ہوتے وہ بیان کئے جاتے
 ہیں اور اپنے فائدے کو اوروں کے نقصان سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ بھی ان کو پسند
 نہیں کہ اپنے مخالف مذہبوں کا مال مار کر آسائش سے بیٹھیں وہ کہتے ہیں جسے اسکو روا
 رکھا ہے اگر وہ دور بین آگاہ دل ہے تو یہ ہم افزائی کی داستان ہے۔ دوسرے کا

مال حلال کرنا۔ یہ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مخالف مذہبی کے سبب سے دوسرے کا مال لینا بغیر اسکی اجازت کے شایستہ ہو یہ ایسا دیوانہ فسانہ ہے جو لالچیوں کو خواب میں لاتا ہے اور نیک آدمیوں کے کان میں نہیں جاتا۔ اب چراغ ہدایت سب کے لئے روشن کیا جاتا ہے تاکہ راہ کو چاہ سے پہچان کر زبان اندوزی کے گڑھے میں نہ گریں اور اپنے گرامی انفاس کو نابالست کی طرف نہ متوجہ کریں۔

اس سبب کے کہ مردم زاد کی بنیاد میں اختلافات بہت سے ہیں اور اسکی اندرونی اور بیرونی شورش روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے گراں پائے خواہش دوا سپہ جاتا ہے اور سبک میر حشیم عنان گل ہے۔ اس نامردی کے دیوسار میں دوستی کی مایا اور انصاف پس تاپدید ہے اس آشوب گاہ میں چارہ سوا تھری وحدت کے اور کوئی نہیں اور یہ انتظام کی جان دار دوا کے دار و گیر فرمانروایوں کی شکوہ کے نہیں پیدا ہوتی جبکہ خانہ و محلہ دیدہ و ریشوا کی امید و بیم بغیر منتظم نہیں ہوتا تو پھر زنجور خانہ دنیا کی شورش پادشاہ کے بغیر سطوت کے کیسے بیٹھ سکتی ہے اور اہل جہاں کی مال جان ناموس دین کی کس طرح حفاظت ہو سکتی ہے۔ اگرچہ بعض تجرد گزینوں نے اپنی خرق عادت کی دستاویز پر اس کا قصد کیا مگر سلاطین و الاک کی یاوری بغیر حسن انتظام نہیں پایا اور سوائے اس کے اس آتشیں دشت میں طلسم کار و نیرنجی و شعبہ باز بھی راہ پاسکتا ہے اور اس دریائے بے تیزی سے شورش کے طوفان اٹھے اور اٹھتے ہیں اور بہت سے اہل زباں سادہ لوحی اور کم و بیشی سے اس موج خیز ناشناسالی میں ڈوب گئے اور ڈوبتے ہیں اور جن لوگوں نے اپنی فروغ خرد سے پذیرائی سے عنان کینچکے سفر دراز کا توشہ سہرا انجام دیا وہ اس اس چار سوے پر آشوب میں چھوٹے بڑوں کی طنز بچھا دیوانگی و بیدینی کا فری کے ہوئے اس بزم ناشناسالی میں اگر خرد پر شوہ کارواں کا گذارہ ہو تو ناگزیر دیوانوں کا آئین اختیار کرے کہ فرومایوں کے طعن سے بچے ظاہر ہے کہ ہر آباد ملک میں صاحب مال بہت ہوتے ہیں اور باپ دادا کے وقت سے زمینوں کی زراعت

کرتے چلے آتے ہیں لیکن بد سگالی و تباہ اندیشی سے غبار آمو دشک ہوتے ہیں۔ اور
اینا دست بہمت اس پر دراز نہیں کرتے اگر کشاورز کو گیمان پیرائے اور زندوں
کی جان داری کا اندیشہ ہو اور تاجر پناہ پسچی سے باز رہیں اور اپنے زمانہ کی
فرمان وہ کی یاری کا اور فیض ایزدی کا خیال دل میں لائیں تو ابستہ ان کا مال
خرد گزیں ہوتا ہے۔ پس مال کا نہ شالستہ ہونا آدمی کے منشاء پر موقوف ہی اور پادشاہ
منصف نیکسار کی طرح ناپاک کو پاک کرتا ہے اور بد کو نیک بناتا ہے مگر وہ بے اخلاص گرائے
یاوروں کے اور اسباب شوکت و فزونی خزانہ کے کوئی کام نہیں کر سکتا اور جہاں
پرستاری اور فرمان پذیری کا انتظام نہیں ہو سکتا پس جو شخص تنہا ہو وہ سپاہ
گری کا پیشہ کرے اور یاوری کا خیال رکھے اور اہل جہاں کی پر اگتدگیوں کے دور
کرنے میں اپنی جان ٹاڑا دے جیسے ستور کے لئے علف کثرت سے ہے ایسے ہی کشاورز
کی روزی بہت ہے۔ اگر اس میں وہ نہیں مشغول ہو سکتا تو کسی اور طرح سے یاوروں کی
گروہ میں آئے۔ پس روزی کی روانی دو چیزوں پر موقوف ہے۔ فرمان دہون کی
داد گری پر اور سعادتمندوں اور فرمان پذیروں کی اندیشہ آبادی پر طبیعت پرست
فرمایہ فرمان معقول کو نہیں سمجھتے۔ ہمیشہ محسوس سے آگے نہیں بڑھتے۔ اس شورہ زمین
میں آب شمشیر کام میں آتا ہے زلال دلیل نہیں۔ اسکی شکوہ سے سخت فروش گجرا
چھپ جلتے ہیں اور انصاف پر وہ نیکوں کو روتی ہوتی ہے۔

پس چار گوبرے ہما جان و مال و ناموس و دین کی پاسبانی کی دست مزد کوئی
قرار دی جائے وہ سزاوار و شالستہ ہوتی ہے اور اس کے ساتھ خدا کی رضامندی
بھی ہو جب صاحب خانہ اپنے خانہ کے نگہبانوں کی اجرت دیتا ہے تو عالم کے
نگہبان یعنی پادشاہ پاسبانوں کو اجرت دیتے ہیں اگر فقط ناموس کی پاسبانی
میں تمام مال خرچ ہو جائے تو اس کا شکرانہ قرص میں دینا چاہئے چھ جائے کہ جو چاروں

بزرگ گوہر جان مال و ناموس دین کی پاسبانی کرے۔ اس کو جو کچھ دیا جائے وہ تپوڑا ہی لیکن داؤد گوہر نامزد و انتہائی رعیت سے لیتے ہیں کہ اس کا کام چل جائے اور لاپٹ نہیں کرتے اور یہی وجہ ہے کہ زمانہ مکاں کے انقلابات ہوتے رہتے ہیں جس کا بیان آگے آتا ہے۔ اس لاؤنگھٹار سے ظاہر ہوا کہ ہیشا فرمان وہ اپنی زرف نگہی دولت افزائی سے جو کچھ رعیت سے لیتے ہیں اور زمانہ پذیر خدمت گذاروں کو دیتے ہیں وہ کمال درجہ کی شائستگی رکھتے ہیں۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ سپاہی کی روزی زیادہ فراوان اور گزیدہ تر ہوتی ہے لیکن ان کا شمار زکی اور پیر اور پیشہوروں کی یونانی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ پیشہ وری تین طرح کی ہوتی ہے۔ شریف۔ خیس۔ میانہ۔ اول تو نفس سے متعلق ہے جو تین حال سے خالی نہیں ہوتی ایک گوہر خرد سے متعلق ہے جیسے دور بینی و حسن تدبیر دوم دانش پذیری سے جیسے کتابت و بلاغت سوم نیروے دل سے متعلق جیسے سپاہ گری خیس بھی تین طرح کے اول عام آدمیوں کی مصلحت کے منافی جیسے احتکار۔ دوم فضائل میں سے کسی فضیلت کے خلاف جیسے مسخرگی سوم جس سے طبیعت کو نفرت ہو جیسے کہ حجامی۔ و باغی۔ کتاسی۔ میانہ بھی تین طرح کی ہوتی ہے۔ مکاسب و حرفے۔ بعض ناگزیر جیسے کدیوری۔ بعض ایسے کہ بغیر ان کے گزارا ہو جیسے کہ رنگ ریزی بعض بیضا جیسے درودگری و آہنگری بعض مرکب جیسے ترازوگری و کاروگری۔ اس گذارش میں بھی سپاہ گری کی بلند پائلی پیدا ہے۔ روزی کا سب سے زیادہ بہتر و نمایاں پیشہ ہوتا ہے کہ جو عدالت پارسائی و مردمی سے نزدیک ہو اور بدکاری و بد نفسی سے دور۔ نیک آدمی پیشہ میں تین چیزوں کو ناگزیر جانتے ہیں ستمگاری سے دوری۔ عار سے پرہیز اور دناوت سے یکسو ہونا۔ جس پیشہ میں عار ہوتی ہے وہ ایسا ہے جیسے مسخرگی اور خوار پیشہ اور پیشہ جس میں دناوت ہوتی ہے وہ خیس صنعت میں۔

جب آدمی کو گزیدہ روزی فراہم ہوا اہل تعلق کے لئے ناگزیر یہ ہے کہ کچھ مال کو اندوختہ

کرے۔ بشرطیکہ اہل منزل کی زندگانی میں تسکینی نہ ہو اور کوئی حاجت مند مانگے تو اس کو ناکام نہ رکھے۔ لاپچی خمیس ہونے کا طعن نہ ہو۔ مال جب جمع ہوتا ہے کہ خرچ کو دخل سے کمتر رکھے کچھ روپیہ ایسے کاموں میں لگائے۔ کہ سود چال ہو اور کچھ ایسے کاموں میں کہ وہ عمر میں قدر نقد رکھے۔ کچھ اجناس ہفتہ خریدے کچھ اوروں کے سوئے میں ملائے۔ بعض کا ضیاع و عقاربائے ایک حصہ نیک آدمیوں کو قرض کے نام سے دے۔ خرچ کو اگلی حق پیردہی و آزر م دلتے کے ساتھ قرار دے۔ وادو سند کشادہ پیشانی کے ساتھ کرے۔ دل میں یثیمانی کو راہ نہ دے۔ پیش نہاد بہت مضامندی الہی ہو۔ نہ توقع شکرو ذکر و انتظار جزائے ہو۔ بیشتر درویشوں کو پوشیدہ ندرے اور دو طرح کا بھی دینا ہوتا ہے اگر وہ اچھے طور پر ہو تو شائستگی حاصل ہوتی ہے۔ اول برسم سخاوت ایشان دین جیسے کہ امثال اور اسکے سوا۔ یہ چاہے کہ جلد و پوشیدہ ہو۔ اور اسکی افزونی اور بزرگی پر خیال نہ ہو اگر مستہ حال و بیجان نہ ہو۔ دوم آزرے ضرورت ہو بطلب ملائم و دفع مضرت جیسا کہ تسمگاروں و مضیوں کو دیتے ہیں کہ نفس مال و غرض انکے گزند سے رہائی پائے۔ یہاں میانہ روی برتنی چاہئے اور بلائم کی پیروی میں یہ بہتر ہے کہ افزونی کے نزدیک تر ہو۔ اہل جہاں کی معاشیں تین طرح کے حال سے باہر نہیں ہوتی بعض تو ایسے غافل سوتے ہیں کہ بائست معنوی انکی خاطر میں نہیں آتا۔ کارکردگی کی تو کیا نوبت آئے بعض اپنی روشن ستارگی سے ایسی حقیقی مراویں شفیقہ ہوتے ہیں کہ انکے دل میں روزی کی یاد نہیں آتی۔ بعض ہوشیار سعادتمند ایسے ہوتے ہیں کہ وہ شناسائی کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ظاہر کو باطن کی آبادی کا سرمایہ بناتے ہیں۔ آدمی جب تک دنیا کے ساتھ وابستگی رکھے تو سوم درجہ سے سعادت حاصل کرے اور اگر دشت دارستگی میں قدم رکھے تو دوم کے ساتھ آرام پائے۔

جہانیاں کی مزد کا ذکر اوپر ہوا۔ نیک فرہنگ آرا اور ننگ نشینوں کی دادگر پیر اور اس کے سعادت مند دستیاروں کی نیک پسچی کے ہاتھ میں روزی کی رونق ہے۔ اس سبب کہ ہر ملک میں سامان شکوہ و فرمائندہی اور طرح کا ہوتا ہے اور زمینوں میں تغاوت ہوتا ہے

کہ بعض میں کمتر کوشش سے بہت کچھ پیدا ہوتا ہے اور بعض اسکے بالکس ہوتی ہیں۔ اور پانی اور آبادی کی نزدیکی و دوری سے بھی ان میں اختلاف پیدا ہوتا ہے ہر ملک کا پادشاہ اس کا اندازہ کرتا ہے اور اس کا پاس رکھتا ہے۔ ہندوستان کی فراخانی میں ہر زمانے میں بہت سے کاراگاہ پادشاہ ہوتے تھے اسلئے وہ چھٹا حصہ لیتے تھے۔ رومستان توران ایران میں پانچواں و چھٹاں ایک دسواں پہلے زمانہ میں ہر آدمی پیچھے کچھ لیتے تھے اور اسکو خراج کہتے تھے۔ قباد نے اسکو مکروہ جانا اور یہ ارادہ کیا کہ زمین کشتمند کو تاپ کر اس سے بازخواست کرنی چاہئے مگر اس کا یہ ارادہ پورا نہ ہوا کہ اسکا زمانہ آخر ہو گیا نوشیرواں نے جربیب قبضہ درودہ قبضہ بنایا کہ وہ شصت در شصت گز کسری گز سے تھی۔

پاریخ فرماندہی (بادشاہ کا حق) اس نے سوم حصہ مقرر کیا اور ایک تفریق کی ایک چوتھائی اسے درہم لیتا تھا۔ تفریق ایک پیانہ ہے اس کو صلح بھی کہتے ہیں اس کا وزن آٹھ رطل ہے اسکے بعض اور وزن بھی بتاتے ہیں۔ درہم کا وزن ایک مثقال کی برابر تھا جب حضرت عمرؓ کی وفات کا زمانہ آیا تو دانشوروں کی گزارش سے انہوں نے نوشیرواں کا طریقہ اختیار کیا پھر زمانہ کے انقلابوں سے اور روشیں مقرر ہوئیں جن کا بیان تاریخ میں موجود ہے۔

اجیدی کش میں اراضی گرفتہ کی تین قسمیں کرتے ہیں۔ عشری۔ خراجی۔ صلی اور پھر اول و دوم کی پانچ قسمیں اور پچھلی کی (یعنی صلی) کی دو قسمیں کرتے ہیں اول زمین تمامہ جس میں مکہ و طائف و یمن عمان و بحرین و ربہ تھی۔ دوم وہ زمین کہ جس کا مالک دل کی خوشی سے مسلمان ہو ا ہو سوم وہ زمین جو بزور لی گئی ہو اور حصہ کی گئی ہو چارم جس وقت کسی شخص نے اسلام قبول کر لیا ہو وہ زمین میں اپنا گھر بنائے یا تاک لگائے یا باغ بنائے یا آب باران سے شاداب کرے یا نہج زمین خرابہ کہ مرزبان کی منظوری سے آباد ہو۔ خراجی کی تقسیم اول زمین فارس و کرمان دوم ذی اپنے گھر کو باغ بنائے سوم مسلم جو خراب زمین کو آباد کرے اور چشمہ سے پانی دے۔ جسکی نیابت المال سے ہوئی ہو چارم وہ کثور کہ صلح سے لی گئی ہو پنجم ایسی زمین کہ آب خراج سے ہوئی گئی ہو۔ صلی اول زمین بنی بخران و بنی تغلب اس کی شرح

پہلی کتابوں میں لکھی ہے۔

بعض کتابوں میں زمین چار طرح کی لکھی ہے اول یہ کہ مسلمان نے آباد کی ہو اور اس کو عشری کہتے ہیں دوم زمین کے مالک مسلمان ہو گئے ہوں وہ بعض کے نزدیک عشری بعض اماموں کے نزدیک عشری ناخراجی ہوتی ہے سوم یہ کہ بزور لی ہو اسکو ایک گروہ عشری کہتا ہے ایک طائفہ خراجی۔ اس کو امام کی رائے پر چھوڑتے ہیں چہارم زمین جس پر دین کے بیگانوں نے صلح کی ہو اسکو خراجی کہتے ہیں۔

خراجی زمین کا خراج دو طرح کا ہوتا ہے مقاسمہ پانچویں حصہ سے لیکر چھ حصہ تک خراج وظیفہ یہ کہ توانائی اور دہمندی کے موافق قرار پایا ہو ایک طائفہ اصل مال ارتقاعی کو خراج کہتے ہیں۔ جب اس گروہ کا حصہ ان کے خرچ سے زیادہ ہوتا ہے تو چند شرائط کے ساتھ اس سے زکوٰۃ لیتے ہیں اور اس کا نام عشری رکھتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں بڑا اختلاف ہو رحمت عمر نے اپنے عہد میں اپنے مذہب کے بیگانوں سے اعلیٰ ۴۸ درہم و اوسط ۲۴ درہم اور ادنیٰ بارہ درہم لیا تھا اسکو جزیہ کہتے تھے۔

ہر ملک میں سوار کشت و کار کے آدمیوں کے مال میں سے کچھ اور بھی لیتے ہیں اسکو متغنا کہتے ہیں اور اضیٰ ضروری پر از راہ رلیج جو قرار پاتا ہو اسکو مال کہتے ہیں اور انواع گزیدہ محرقہ سے جو حاصل ہوتا ہو اسکو جات کہتے ہیں۔ اور باقی کو سائر جات اور جو مال پر متفرع ہوتا ہو اسکو وجوات کہتے ہیں اگر وہ دیوان میں جاتا ہو ورنہ انکا نام فروعات ہوتا ہو۔

ہر سرزمین میں ایسی خواہشوں سے آشوب پھیلتا تھا اور لوگوں کو آزار پہنچاتا تھا اس لئے بادشاہ نے جو بے حساب باز خواہشیں تھیں ان سب کو موقوف کر دیا اس نے آدمیوں کی اس طرح کی ستمگاری کی جو کو پسند نہیں کیا۔ اول گز۔ طناب بیگہ کا عیار مقرر کیا۔ اور پھر زمینوں کی اقسام کیس اور وجہ پاسبانی کا اندازہ کیا اگر مقدار کا پیمائش کرنے والا اور حال کا گذارش کرنے والا ہے چھوٹے بڑو کو اس سے

کام پڑتا ہے نیک بدار کے آرمند ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے وسیع ملک میں تین طرح کامریج تھا
 اول دراز و مہیانہ سوم کوتاہ اور ہر ایک گز کے چوبیس حصے کے تھے۔ چھ حصے کو طسوج کہتے تھے دراز
 گز کا ایک طسوج آٹھ معتدل جوؤں کی برابر تھا جن کی چوڑائی کو ملا کر برابر کریں اور میانہ کا
 طسوج برابر سات جو کے اور کوتاہ کا طسوج برابر چار جو کے پڑے گز سے کشت زار و کر وہ شہر قطعہ
 حوض و گیند یواروں کی پیمائش ہوتی۔ میانہ سے سنگین چوبیس عمارت و نہ بست خانے و پترش جاب
 و کنوئیں باغ پیمائش ہوتے اور چھوٹے سے پارچہ و سلاخ و پلنگ سنگاسن چوڈول ڈولی و صندلی
 و عرابہ اور اوران کی مانند چیزیں۔ اگرچہ اور دیاریں گز کو ۲۰ طسوج کا بتاتے ہیں مگر طسوج کو دو حصہ
 کی برابر گنتے ہیں۔ اور ہر حصہ دو جو کی برابر اور ہر جو چھ خول کی برابر اور ہر خول بارہ فلس کی برابر
 اور ہر فلس ۶ فیتہ ہر فیتہ ۶ تقیر اور ہر تقیر آٹھ قظیم کی اور ہر قظیم بارہ ذرہ کی اور ہر ذرہ آٹھ مہا اور ہر مہا
 ۱۰۰ ذرہ کی برابر اعتبار کرتے ہیں۔

چار طسوج کو ایک دانگ کہتے ہیں چھ دانگ کو ایک گز اور بعض گز کو ۲۰ انگشت (انگل)
 قرار دیتے ہیں اور ہر انگل برابر چھ معتدل کے خلی چوڑائی ملا کر برابر رکھی جائے اور ہر جو برابر
 ٹیو کی ایال کے چھ بال کے۔ پرانی کتابوں میں گز دو شیر و گیرہ (پور) انگشت ابہام کی برابر
 گنتے ہیں اس کی پیمائش سولہ گز سے کرتے ہیں اور ہر گز کے چار حصے اور ہر حصہ کا نام چار پیر
 اور ہر گز کے ۶۴ پیر ہوتے ہیں۔

سلطان سکندر لودی نے ایک گز بنایا جس کا اندازہ ۱۱ ۱/۲ اسکندری بنا اور اسکندری ایک
 تانبہ کا نقد گول نقرہ آمیز تھا۔ جنت آشیانی نے اس پر ایک نیم اور زیادہ کر کے ۲۲ قرار
 دیا اس کی مقدار ۳۲۔ انگشت کی تھی۔ پہلے حکیموں نے بھی ایسا ہی گز بنایا تھا شیر شاہ سلیم شاہ
 کے زمانہ میں کہ ہندوستان میں غلہ بخشی و مقطعی ضبط میں آئی تو اس گز سے پیمائش ہوئی
 سہ ماہی تک اگرچہ کراپاس میں گز اکبر شاہی جو ۳۰۔ انگل تھا کام میں آتا تھا۔ مگر
 زراعت و عمارت میں اسکندری گز کام میں آتا تھا۔ پادشاہ نے یہ سوچ کر کہ طسوج کے

گزوں سے خلعت کے دلوں کو پریشانی ہوتی ہے اور بدکاروں کو ذہوکہ دینے کا موقع ملتا ہے۔ سب گزوں کو دور کیا اور ایک معتدل گز کو رواج دیا جو ۸۱۔ انگشت کا تھا۔ اور باد الہی کے لئے اسکا نام الہی گز رکھا اور اب سب کاموں میں وہی دست آور رہی۔

پادشاہ نے پرانی جریب شصت و شصت کی رکھی مگر گز اسکے الہی کر دئے اس ملک میں طنہ پیمائش رسن سے جسکو سن کہتے ہیں بٹتے ہیں وہ خشکی وزمی میں دراز کو تاناہ ہوتی ہے اسکو اس میں رکھ دیتے یا بہا لے بنا کے پانی میں بہگو جیتے۔ بسا اوقات صبح کو جب کام شروع ہوتا تو وہ تری سے سکر جاتی اور آخر روز میں خشک ہو کر دراز ہو جاتی۔ اول صورت میں دست مزد جہاں باقی میں کمی ہوتی ۱۹۔ الہی میں ایک جریب لے کی بنائی گئی اور اس کو آہنی حلقوں سے پیوستہ کیا کہ کم و افزوں نہ ہو خلعت کو اس سے آسودگی حاصل ہوئی اور خیانت گروں کے ہاتھ کو تاناہ ہوئے۔

بیگہ جریب کو کہتے ہیں۔ جو قطعہ زمین ساٹھ گز سے ساٹھ گز ہوتا ہے وہ بیگہ کہلاتا ہے۔ اگر طول یا عرض میں کمی ہو اور دوسرے میں افزونی تو وہ حساب میں کمسر ہوتی ہے۔ کل بیگہ میں زمین ۶۰۰ گز ہوتی ہے۔ ہر بیگہ کے بیس حصے کرتے ہیں اسکو بیسوہ کہتے ہیں اور اسکے پھر بیس حصے کرتے ہیں اسکو بیسوہ انسہ کہتے ہیں اور پیمائش میں اسکے بعد پھر حصے نہیں شمار کرتے اگر زمین ۹ بیسوہ ہو تو اس سے مال نہیں طلب ہوتا اگر دس ہو تو ایک بسوہ شمار کرتے ہیں بعض بیسوہ کے بھی بیس حصے کرتے ہیں اس کو تسوہ انسہ کہتے ہیں اور پھر تسوہ کے بھی بیس حصے کرتے ہیں اسکو پونسوہ کہتے ہیں اور پھر اسکے بیس حصے کرتے ہیں اسکو انوہ انسہ کہتے ہیں۔

ایک بیگہ طناب سن کا طناب بانس کے بیگہ سے دو بسوہ بارہ بیسوہ کم ہوتا ہے اور ہر بیگہ میں تیرہ بیگہ کا تفاوت ہوتا ہے۔ اگر چہ طناب سن بھی شصت گزی ہوتی ہے لیکن تاب زدگی میں ۵۶ گز ہوتا ہے اور الہی گز سکندر گز سے ایک بسوہ ۱۶۔ بیسوہ ۱۳۔ تسوہ ۸۔ پونسوہ ۴۔ انوہ ۲۔ زیادہ ہوتا ہے اس سے بیگہ میں ۱۸۔ بسوہ ۲۰۔ بیسوہ ۱۳۔ تسوہ ۸۔ پونسوہ ۴۔ انوہ ۲۔ نقصان ہوتا ہے اور ہر بیگہ میں

(۱۱) زمین طناب

(۱۲) زمین بیگہ

ان دونو طرح کی گزوں کی پیمائش سے ۲۲ بیگہ ۳ لیوہ - ۷ لیوہ کا فرق ہوتا ہے۔

پادشاہ نے جگنپٹ ٹناب بیگہ مقرر کر دیا تو زمینوں کی یہ اقسام مقرر کی۔

اول پوچ۔ وہ زمین جس میں سال اوفصل فصل زراعت ہو اور اسکا زور کم نہ ہو۔

دوم پردی۔ کچھ دنوں بوئیں کچھ دنوں نہ بوئیں جسکے سبب اس میں پھر زور آجائے۔

سوم خیر۔ جس میں پانچ سال سے زیادہ گزر گئے ہوں کہ زراعت نہ ہوئی ہو۔

اول دو قسم کی زمینوں کی پیداوار کے لحاظ سے تین قسمیں ہوئیں۔ گزیدہ۔ میسانہ۔ زبون

ان تینوں قسموں کی پیداوار کو جمع کر کے تین پر تقسیم کریں تو اس اوسط کا نام محصول کھا

گیا اور اس کی تہائی دست مزد جمانا بی قرار پایا۔ ریلج جو شیر خاں نے لیا تھا او

آج کل تمام صوبوں میں اس سے کمتر نشان نہیں دیتے اسکو اکبر شاہ نے منظور کیا۔ سپاہ

ورعیت کی آسودگی کے لئے قیمت میں زر خالص کی بازخواست ہوتی ہے۔

ریلج پوچ

ہندی زبان میں اسکو اسٹپی کہتے ہیں۔

گندم ایک بیگہ میں اعلیٰ ۸ من میا نہ ۱۲ من زبون میں ۸ من ۲۵ سیر کل ۳۸ من

۳۵ سیر تھائی اس کی ۱۲ من ۳۸ سیر دیک پاؤ محصول قرار پایا اور اسکی ایک تہائی

۴ من ۱۲ سیر ۳ پاؤ پانچ جمانا بی۔

نخود۔ ۳ من ۱۰ پاؤ من ۷ پاؤ من ٹکٹ ۱۰ من ۱۳ پاؤ سیر اس میں سے ۳ من ۸ سیر

لیتے ہیں۔

عدس (دوبہ من) ۱۰ سیر ۱۲ من ۱۰ سیر ۲۵ سیر ۱۸ من ۸ سیر یک پاؤ ۲ من ۶ سیر طلب کرتے ہیں۔

جو ۸ من ۱۲ پاؤ من ۱۵ سیر ۱۸ من ۱۲ پاؤ سیر۔

کناں (آسی) ۶ پاؤ من ۵ من ۱۰ سیر ۳۰ من ۳۰ سیر ۲۹ سیر لیتے ہیں۔

تخم منصفہ (کڑا) ۸ من ۳۰ سیر ۶ من ۳۰ سیر ۵ من ۱۰ سیر ۲ من ۱۲ سیر کی خواہش ہوتی ہے

دست مزد جمانا بی قرار پایا اور اسکی ایک تہائی

ارزن (چینیہ) ۱۰ پامن و ۸ پامن و ۵ من ۵ سیر۔ وامن ۲۷ پیر دیتے ہیں۔

شرقت (سرسول) ۱۰ پامن و ۸ پامن و ۵ من ۵ سیر ۲ پامن ۷ پیر۔

مشنگ (مٹر) ۳ من و ۱۰ پامن ۸ من ۲۵ سیر ۳ پامن ۳ سیر دیوان میں پہنچاتے ہیں۔

ستلیت۔ (دھتھی) عولی میں علیہ کہتے ہیں ۴ من و ۱۱ پامن ۵ سیر ۳ پامن ۵ سیر لیتے ہیں

شالی کور ایک زبون قسم ہے ۴ من و ۸ من و ۴ من ۱۰ سیر ۶ من ۱۰ سیر لیتے ہیں۔

خربوزہ و نان خورہ (اجواین) و پیاز اور سبز یوں (ترکاری) کور بچ نہیں قرار دیا
دستور العمل نقدی کار کھا ہے جس کا بیان ہوگا۔

خریفی ریلج

اس کو ہندی میں سانوئی کہتے ہیں۔

نقد سیاہ ۳ من ۱۰ پامن و ۷ پامن ۳ من ۱۸ سیر لیتے ہیں۔

پنبہ۔ ۱۰ من ۷ پامن و ۵ سیر ۲ پامن۔

شالی کشکس ریزہ دانہ بہت سفید خوشبودار زود پز و گوارا ۲ من ۸ من ۸ من ۱۰ سیر
۶ من و اسیر قرار پایا۔

شالی سادہ۔ اس طرح کانیں ہوتا ۷ من ۹ پامن و ۹ من ۱۵ سیر ۴ من ۱۳ سیر
لیتے ہیں۔

ماش ہندی۔ (مونگ) ۱۰ پامن و ۷ پامن و ۵ من ۱۰ سیر ۲ من ۲۳ پیر قرار
پایا۔

ماش سیاہ (اڑو) بدستور مونگ۔

موٹھ۔ ماش مونگ سے بدتر و اڑو سے بہتر ۶ پامن و ۵ پامن و ۳ من ۳ من ۱۱ من
۲۹ سیر لیتے ہیں۔

جرت (جوار) ۳ من و ۱۰ من ۷ پیر ۳ من ۱۸ سیر لیتے ہیں۔

شامخ (ساوان) ۱۰ پ من ۸ پ من ۵ من ۵ سیر ۲ من ۲۷ پ سیر لیتے ہیں۔
 کو دین (سانوان کی مانند) لیکن اس کا پوست مائل بہ تیرہ سرخی ۷ من ۱۲ پ من ۹ من
 ۵ سیر وجہ دیوان ۴ من ۱۲ سیر۔

کنجد (تل) ۸ من ۶ و ۴ من ۲ من لیتے ہیں۔
 کال (کنگنی) ۶ پ من ۵ من ۵ پ سیر ۳ پ من ۱ من ۲۹ سیر لیتے ہیں۔
 توریا سرسون کی مانند لیکن سرخی مائل ہوتا ہے ۶ پ من ۵ پ من ۳ پ من ۱ پ من لیتے ہیں
 ارزان اکثر بیج میں ہوتا ہے۔ ۱۶ من ۱۳ پ من ۱۰ من ۲۵ سیر ۴ من ۱۸ پ سیر
 لیتے ہیں۔

لہڈرہ - خوشہ ودانہ اس کا کنگنی کی مانند ہوتا ہے ۱ پ من ۷ پ من ۵ پ من ۲ من ۳ پ سیر
 منڈرہ - اس کا خوشہ سانوان کی مانند ہوتا ہے اور اس کا دانہ سرسون کا سا لیکن کچھ سرخی
 دانے کچھ سفید دانے ہوتے ہیں ۱۱ پ من ۹ من ۶ پ من ۳ من لیتے ہیں۔
 تو بیا - بانے کی مانند ہوتا ہے مگر اس سے کچھ چھوٹا۔ ۱۰ پ من ۷ پ من ۵ پ من
 ۲ من ۲۰ پ سیر۔

کو دہری سرسون کی مانند مگر اس سے زبون ۶ پ من ۵ پ من ۳ پ من ۱ من ۲۹ سیر
 لیتے ہیں۔

کلت - مسور کی مانند کچھ سیاہ زیادہ اس کا پانی اونٹ کو کاندہ مند ہوتا ہے پتھر کو اس سے
 تر کرتے ہیں تو اس کا کٹنا آسان ہوتا ہے ۱۰ پ من ۷ پ من ۵ پ من ۲ من ۲۰ پ سیر
 برٹی - سانوان کی مانند مگر اس سے سفید زیادہ ہوتا ہے ۶ پ من ۵ پ من ۳ پ من ۱ من
 ۲۹ سیر مزد پاسبانی کی بازخواست میں بعض جگہ پاؤ سیر گھٹا دیتے ہیں اور
 بعض جگہ بڑھا دیتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

نیل د کو کنار و پان وزد و جوب و سنگھاڑ و سن و کچا لو و کد و خنا و خیار و باد رنگ و باد نچان

دترب وزردک و کرید و گورہ و ٹینڈس و کچرہ کوریج نہیں تہا ر دیتے اور ان پر نقدی کا دستور العمل ہے اس آئین سے پروئی کی کھیتی پرشل پوٹچ کی جمع لی جاتی ہے۔

پادشاہ نے مال میں جو نوازش کی اس کا بیان اوپر ہوا جہات میں ایک دسواں حصہ معاف کر دیا اور بیسواں حصہ تہا ر دیا۔ دو فیصدی میں ادھی پٹواری کو اور ادھی قانونگو کو دینا ٹھہرا۔ پٹواری کسانوں کی طرف سے ہوتا ہے جو گاؤں کا خرچ و دخل لکھتا ہے اور کوئی گاؤں ایسا نہیں ہوتا جس میں وہ نہ ہو۔ قانونگو کشا درزوں کی پناہ ہوتا ہے اور ہر پرگنہ میں ایک ہوتا ہے اس زمانہ میں قانونگو کا حصہ موقوف کر دیا گیا ہے اور خدمت گزینی کی شرط میں تین طرح کی تنخواہ اسکی مقرر ہوئی ہے اول ماہوارہ پچاس روپیہ دوم ۳۰ روڈ سوم ۲۰ روپیہ اور اسی کے موافق جاگیر میں ہوتی ہیں ایسا آئین تھا کہ شہدار نے گماشتہ و کارکن و امین ہر روزہ ۵ دام ضابطہ مانے لیتے بشرطیکہ ربیع میں ۲۰ بیگہ سے کم اور خریف میں ۲۵۰ بیگہ سے کم نہ ناپتے۔ پادشاہ نے یہ بخشش کی کہ اس کی جگہ پر ہر بیگہ پچھنے ایک دام مقرر کر دیا۔

پہلی وجوہات جو محصول ہندوستان کی برابر تھی پادشاہ نے ازودی سکرا نہ میں معاف کر دی جیسے کہ جزیرہ و میر مجری و کر (یعنی گردہ گردہ آدمی جو معابد میں حاضر ہوتے ان میں ہر ایک سے کچھ لیا جاتا و گاؤں شماری۔ دسہ و فقی۔ پیش کش۔ قروق۔ اقسام پیشدور۔ دار و عکاہ۔ تحصیل داری و فوطہ داری۔ سلامی۔ وجہ کرایہ۔ خرلیہ۔ صرائی۔ حاصل بازار۔ نخاس۔ سن۔ کنبیل۔ روغن۔ ادھوڑی۔ کپالی و دڑانی۔ قصابی۔ دباغی۔ قمار بازی۔ قنغلہ۔ ساوری۔ راہ داری۔ پک۔ رستار کی عوض میں کچھ لیے) دودی (جو شخص آگ روشن کرے وہ کچھ دے) اسم خانہ (جو بچہ یا جس پر دین ہر ایک میں سے کچھ لیا جائے) نسکی (شورہ اس سے بنائیں) و بلکٹی (یعنی کھیت کاٹنے کی اجازت جو کسان کو دین تو اس سے کچھ زرین۔ پتی۔ نہ۔ چونہ گرمی۔ خاری۔ ولالی۔ ماہی گیری۔ حاصل

درخت آل۔ اس طائفہ کی اصطلاح میں جسکو سائر جہات کہتے تھے ان سب کو پادشاہ نے بخش دیا۔

بارش کی کثرت سے وسیلاب کی شورش ہے جس زمین میں کھیتی نہ ہوتی اور اسکے بونے جوڑے میں کسانوں کو مشکل پڑتی تو اسکے لئے یہ دستور مقرر ہوا کہ ان سے سال اول میں دو پانچویں حصے اور دوسرے سال میں تین پانچویں اور چوتھی سال میں چار پانچویں بدستور لئے جائیں اور جگہ کے اندازہ کے موافق نقد یا جس طلب کیا جائے۔ بعد ازاں سال سوم میں ۱۰ ۱/۲ حصے مانگے اور پھر ایک دام زیادہ کرے۔

چونکہ سیلابی ہونے سے اس زمین کا حال مختلف رہتا ہے اس لئے بہت شاہی مقرر ہوا کہ چوتھی گندم سیلابی میں سال اول میں بیگ سے آدھ من دوم میں ایک من سوم میں دو من چارم میں تین من اور پنجم میں بدستور۔ اور اسی طرح اور ناچون کے لئے دستور مقرر تھے۔

تب طرح کی زمینوں میں کشاورز کو اختیار تھا کہ نقد یا غلہ دے جس میں اسکو آسانی ہو دامن وسیلابی پر گناہت مستقبل و بھڑانچ میں نہج نہیں ہے۔ سیلابوں میں خاک اتنی نمی آجاتی ہے کہ پوچ سے اس میں زراعت آسان ہوتی ہے اور زیادہ پیداوار ہوتا ہے۔ پادشاہ اس میں کو پوچ کی برابر شمار کرتا ہے۔ کشاورز کے اختیار میں یہ امر تھا کہ نقد یا کنکوت یا بھاد کی جمع کر کے مال ادا کرے۔

ہیشہ کاروان پٹے اور ملک کے نر خنامے لینے اور بہت غور کر کے غلہ کی قیمت مقرر کرتے زمین پوچ پر جس کا ذکر اوپر ہوا زر قرار دیتے تگراب سال ششم ۹۶۵ ہجری سے ۲۴ سال تک نہایت کاوش سے نر خنامے جمع کئے گئے اور ان کی جدولیں بنائی گئیں اور ہر سال پر ہندسہ کا نشان کیا گیا اور اوسط کے موافق نرخ قرار دے کر غلہ کی قیمت لیجاتی۔ اگر کسان زر نقد نہ دیتا تو غلہ لے لیا جاتا اور بازار کے بھاد و پچھا لایا جاتا۔

پادشاہ کی آغاز سلطنت میں یہ دستور تھا کہ ہر سال کاروان نر خون کو دریافت کر کے پادشاہ

(۱۳۱) زمین پوچ

(۱۵) زمین پوچ

(۱۶) زمین نر خنامہ

(۱۷) زمین نر خنامہ

پاس لاتے اور ریج جنس اور اسکی قیمت مقرر کر کے جمع مقرر کرتے جس میں بہت بڑی ٹھکانا
پڑتا۔ مگر جب خواجہ عبدالحمید اصف خان وزارت سے سب بند ہوا تو جمع ولایت رقی ہوتی
جو کچھ دل میں آتا۔ قلم سے جمع بڑھادی جاتی۔ اس سبب سے کہ ملک فراخ نہ تھا اور خدمت گزار
کو کردار کا ہر وقت عروج ہوتا جاتا تھا تو ان کی رشوت ستانی اور غرض پرستی سے جمع کم
بیش ہوتی رہتی تھی۔ مگر جب یہ خدمت مظفر خان اور راجہ توڈل کو سپرد ہو گئی تو شاہ
الہی میں قانون گو یوں سے ملک کی تقسیمات دریافت ہوئیں۔ محصول کو قیاس و تخمینہ سے
مقرر کر کے ایک تازہ جمع مقرر ہوئی۔ جس قانون کو مقرر ہوئے کہ وہ خرد قانون گو یوں
کاغذات لے کر دفتر خانہ میں سپرد کرین۔ اگرچہ پہلے کی نسبت اس سے کچھ رشوت وغیرہ کا تسد
ہوا مگر ابھی حاصل کی راہ دور تھی اب ملک بہت فراخ ہو گیا تھا۔ ہر سال بہت سی ارج
شناسی کی تلاش میں تکلیف ہوتی تھی اور دیر میں سامان بہم پہنچتا۔ اس سے طرح طرح
کی خرابیاں پیدا ہوئیں کہ مزارع و دہاقین افسردہ و ناخواہی سے فریاد کرتے اور اقطاع دار
زربقایا کی ناش کرتے۔ پادشاہ نے ان برائیوں کے دور کرنے کے لئے علاج کیا کہ جمع
دہ سالہ مقرر کی جس سے خلقت آسودہ اور سپاس گزار ہوئی شاہ الہی سے مسئلہ تک
محصول دہ سالہ کو جمع کیا اور اس کا دسواں حصہ ہر سال کے لئے جمع مقرر کیا گیا مسئلہ سے
مسئلہ تک تحقیق کے ساتھ جمع دریافت ہوئی اور باقی پانچ سال کی جمع راستی منشون کی
گزارش پر مقرر ہوئی۔ ہر سال میں جنس کامل اعتبار کی گئی غرض بندوبست دہ سالہ ہوا

احوال دوازدہ صوبہ

ابو الفضل نے لکھا ہے کہ مسئلہ الہی میں پادشاہ کی قلمرو میں ۳۷۷ قصبہ اور ایک سو پانچ سرکار
تھیں۔ جب جمع دہ سالہ یعنی بندوبست دہ سالہ ہوا تو سارے ملک کی آمدنی تین ارب
۶۲ کروڑ ۹ لاکھ ۵۵ ہزار ۲ سو ۴۶ دام تھے اور بارہ لاکھ برگ تنبول پادشاہ نے ملک کے

بارہ حصے کئے اور ہر ایک کا نام صوبہ رکھا اور اس کو کسی ملک و شہر کے نام سے موسوم کیا جیسی تفصیل یہ ہے (۱) الہ آباد (۲) آگرہ (۳) اودھ (۴) اجپیر (۵) احمد آباد (۶) بہا (۷) بنگالہ (۸) دہلی (۹) کابل (۱۰) لاہور (۱۱) ملتان (۱۲) مالوہ۔
جب برابر بنائیں واحد مگر فتح ہو گئے تو یہ تین چھوٹے صوبہ اور زیادہ ہو کر سپردہ صوبے ہو گئے۔

نمبر	نام صوبہ	محصول زمین دامون میں	محصول زمین حال کے روپے میں
۱	الہ آباد	۲۱۲ ۴۲ ۲۱۱۹	۵۳۱۰۴۶۷
۲	آگرہ	۵۴۶۲۵۰۳۰۴	۱۳۶۳۶۲۵۷
۳	اودھ	۲۰۱۷۵۸۱۷۲	۵۰۴۳۹۵۴
۴	اجپیر	۲۸۰۶۱۳۷۹۶۸	۷۱۵۳۲۴۹
۵	گجرات (احمد آباد)	۴۳۶۸۰۲۳۰۱	۱۰۹۲۴۱۲۲
۶	بہار	۲۲۱۹۸۹۴۰۴	۵۵۴۷۹۸۵
۷	بنگال	۵۹۸۳۵۹۳۱۹	۱۴۹۶۱۴۸۲
۸	دہلی	۶۰۱۶۱۵۵۵۵	۱۵۰۴۰۳۸۸
۹	لاہور	۵۵۹۴۵۸۴۲۳	۱۳۹۸۶۴۶۰
۱۰	ملتان	۳۸۴۰۳۰۵۸۹	۹۶۰۰۷۶۴
۱۱	مالوہ	۲۴۰۶۹۵۰۵۲	۶۰۱۷۳۷۶
۱۲	کابل اور قسم کے سکے جنگلی تحويل ہندوستانی دامون میں کی گئی	۲۷۲۷۱۷۷۸۶ ۵۰۱۲۳۲۰۰	۸۰۷۱۰۲۴

نمبر	نام صوبہ	محصول زمین دامن میں	محصول زمین چال کے روپیہ میں
	پرانے صوبوں کی جیسے		
۱۲	برار	۶۹۵۳۴۸۲	۱۷۳۷۱۱۷
۱۳	خاندیس	۳۰۲۵۲۹۳۸۸	۷۵۶۳۲۳۷
۱۵	احمد نگر	کچھ زمین لکھا	x
۱۶	ٹھٹھہ (سندھ)	۴۴۲۵۱۳۹۳	۱۶۵۶۲۸۴
	نئے صوبوں کی جمع	۱۰۶۳۸۲۵۵۶۳	۱۳۳۸۲۸۵۵۲
	کل جمع	۵۵۶۷۳۸۳۳۸۳	
		۲۸۳۸۱۹۱۶۹ روپے	

نظام الدین احمد نے اپنے طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے کہ ہندوستان کا طول بدخشان کی سرحد ہندو کوہ سے اڑیستہ تک جو بنگال کی سرحد پر ہے مغرب سے مشرق تک ۱۶۸۰ آہی کو س ہے اور اس کا عرض کشمیر سے لیکر بروچ کے پہاڑوں تک جو سورت اور گجرات کی سرحد پر ہیں ۸۰۰ کو س آہی اور دوسرے طور سے یون بیان کیا جاتا ہے کہ کوہستان کمالوچا وکن کی حدود تک ۱۰۰ کو س آہی کو س۔ بالفعل سندھ بحری میں ہندوستان میں ۳۲ قصبہ جن میں ۱۲ بڑے شہر ہیں اور پانچ لاکھ دھات ہیں جنکی آمدنی ۶۰ ارب چالیس کروڑ ٹیکہ ہیں اس مختصر میں ان شہروں کے نام لکھنے کی گنجائش نہیں ہے ان کو میں حروف تہجی کی ترتیب سے جدا لکھوں گا معلوم نہیں کہ اُسے لکھے یا نہیں۔

زمین کا محصول ۱۵۹۳ اسٹریس سو کہ کروڑ روپیہ فی صری تھا۔ اور اکبر کی وفات کے وقت سترہ کروڑ بیس لاکھ روپیہ اور کل آمدنی ۳۲ کروڑ روپیہ کی اور خرچ سپاہ کے لئے یعنی یومی کے لئے دس کروڑ روپیہ لیا جاتا تھا کل آمدنی یا بیس کروڑ روپیہ فی صری کی ہوئی۔

پادشاہ کے باقی حالات

تاریخوں میں پادشاہ کی آٹھ بیویوں کا ذکر آیا ہے اول سلطان رقیہ بیگم جو مرزا ہندال کی بیٹی تھی وہ اگرچہ ۸۴ برس کی عمر میں ۱۷۳۷ء کو اس دنیا سے سدھاری وہ شہنشاہ اکبر کی زن کلان یعنی پہلی بیوی تھی۔ اس کے کچھ اولاد نہیں پیدا ہوئی۔ اس کو پادشاہ نے جب شاہزادہ خرم (شاہجہان) پیدا ہوا تو اس کو اس بیگم کے حوالہ کیا اور اسی نے اس شاہزادہ کو پالا پوسا اور تربیت کیا۔ شیر افغن خان کے مرنے کے بعد نور جہان اس بیگم کے پاس رہتی تھی۔ دوم سلطان سلیمہ بیگم تھی وہ بابر کی بیٹی گلبدن بیگم اور مرزا نور الدین محمد کی بیٹی تھی۔ ہمایوں نے اس کا نکاح بیرام خان کے ساتھ ٹھہرایا تھا جو اکبر کی ابستار سلطنت میں ہوا بعد بیرام خان کے مرنے کے پادشاہ نے خود ۱۶۱۷ء میں اس سے نکاح کیا۔ ازلیقہ ۱۶۱۷ء کو اس نے انتقال کیا۔ وہ شاعرہ تھی۔ مخفی اس کا تخلص تھا۔ یہی تخلص اور نگ زیب کی بیٹی زیب النساء کا بھی تھا جس کا دیوان مخفی چھپا ہوا ہے۔ سوم راجہ بہاری ل کی بیٹی اور راجہ بھگوانداس کی بہن کی شادی پادشاہ سے سانجھ میں ۱۶۱۷ء میں ہوئی۔ چہارم عبدالواسع کی حسین بیوہ سے بیاہ ۱۶۱۷ء میں ہوا۔ پنجم جودہ بائی۔ یعنی جودہ پور کی رانی جہانگیر کی ماں تھی۔ اس کا نام تاریکون میں نہیں بیان ہوا۔ مگر پادشاہ کی والدہ مریم مکنی پاس رہتی تھی اور مریم زبانی کہلاتی تھی ۱۶۱۷ء میں اس کا انتقال ہوا تزک جہانگیری میں اسکی نسبت لکھا ہے کہ امید کہ اللہ تعالیٰ ایشان را غریق بحر رحمت خویش گرداناد گو وہ ہندو تھی جس کا دوزخ میں جانا مسلمانوں کو نزدیک ضرور تھا مگر وہ جہانگیر کی ماں بھی تھی اسلئے دوزخ میں کیونکر جاسکتی تھی اسلئے خدا سے یہ امید کی گئی تھی ششم شادابی بی بی جس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ہفتم عبداللہ خان مغل کی بیٹی ۱۶۱۷ء میں نکاح ہوا ہفتم میران مبارک شاہ خاندیس کی بیٹی۔ پادشاہ کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں ان میں سے جس میں توام پیدا ہوئے اور ایک بیہینہ جی کر مر گئے۔ پھر شاہزادہ سلیم پیدا ہوا جسکی ولادت

پادشاہ کی بیویاں

پادشاہ کے بیٹے

کا حال ہم نے اوپر بیان کیا خواصوں وہ خدمتگاروں میں ایک سے پادشاہ کے بیٹا مراد پیدا ہوا۔ وہ کوہستان فچور میں پیدا ہوا تھا۔ اس کو پادشاہ پہاڑی کہتا تھا۔ جب وہ دکن کی تسخیر کو گیا ہے تو نا جسون کی مصاحبت سے شہزادہ خوارسی کی کثرت سے ۳۰ سال کی عمر میں جالنا پور کی نواح میں رحمت حق سے پیوستہ ہوا۔ علیہ اس کا یہ ہے کہ سبزنگ۔ لاغزادہ قد بزرگی بائل اسکے اوضاع سے تکلیف و وقار ظاہر اور اسکے اطوار سے شجاعت و مردانگی باہر ہم محرم سے کو پیدا ہوا اور ستلہ میں مگر گیا اسکی ایک بیٹی تھی جسکی شادی جہانگیر نے اپنے بیٹے پرویز سے کی۔

سہ چار شنبہ جمادی الاول ۹۷۹ء کو ایک اور خواص سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام دانیال اس سبب سے رکھا کہ وہ اجیر میں خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے مجاوروں میں سے شیخ دانیال کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔ جب شاہزادہ مراد کا انتقال ہوا تو شاہزادہ دانیال کو دکن کی تسخیر کے لئے پادشاہ نے بھیجا تھا اور اس کے بعد خود بھی دکن روانہ ہوا تھا جس کا مفصل حال مہات دکن میں بیان ہوا کہ بادشاہ نے جب دارالخلافہ کو مراجعت کی ہے تو ولایت دکن دانیال کو سپرد کی ہے اسنے بھی اپنے بھائی مراد کا طریقہ ناپسندیدہ سے خوارسی کا تخت یا کیا۔ جب پاپ کو اس بادیدہ پیمانی کی خبر ہوئی تو اس نے خانخانان کو فرمان بھیجا کہ جس طرح ہو سکے اس بلائے جانستان سے شہزادے کو بچائے۔ خانخانان نے شراب بندی اور ان کا کارو کو جو مخفی شاہزادے کو شراب پہنچاتے تھے فیڈ کر کے انکی خوب لکد کو ب کی۔ جہانگیر نے شاہزادہ دانیال کی وفات کا حال یہ لکھا ہے کہ دانیال کو بندوق و شکار کا بہت شوق تھا اور اپنی بھنگوں میں سے ایک کا نام اسنے لیکہ وجہ ازہ رکھا تھا اور یہ بیت اپنی تصنیف سے اسپر نقش کرائی تھی

از شوق شکار سو تو شود جان ترو تازہ
بر ہر کہ خور تیسر تو لیکہ وجہ ازہ

جب باپ کے حکم سے شراب بالکل مسدود ہوئی تو مرزا نے اپنے نزدیک کے خدمتگاروں کو بہ اصرار بلکہ نہایت زاری سے کہا کہ جس طرح ممکن ہو میرے لئے تو لاؤ اس نے

اُس نے مرشد علی تغلچ کی کونسل دیا کہ اسی تغنگ یکہ وجہ ازہ کی نال میں شراب ڈال کر لا۔ اس
بے سعادت نے تغنگ میں جو مدت سے باروت اور اسکی بومین پرورش یافتہ تھی عرق دوا
بھرا جس میں لوہے کا رنگ بھی تحلیل ہو کر آمیختہ ہوا اسکے پیتے ہی دانیال کا انتقال ہوا۔
کسے باید کہ فائے بد نہ گیرد و گر گیرد برائے خود نہ گیرد

دانیال چالیس روز تک سبتر پر سے نہ اٹھ سکا مگر شراب نہ چھوڑی جس دن شراب نہ ملتی
وہ زندہ رہنے کو مرنے سے بدتر سمجھتا اور بیماری کا کچھ خیال نہ کرتا سچ ہے مصرع
حریص بادہ کجا فکر دردمد دارد۔ دانیال جوان خوش قد اور نہایت خوش ترکیب اور خوش نما تھا۔
گھوڑے اور ہاتھی کا ایسا شوقین تھا کہ جب سنا کہ کسی پاس اچھا گھوڑا اور عمدہ ہاتھی ہے تو اس کو
لئے بغیر نہیں رہتا۔ نعمہ ہندی سے مسلمان رکھتا تھا اور کبھی کبھی اہل ہند کی زبان اور محاورہ
میں شعر کہتا۔ وہ بدلتہ ہوتا۔ ۳۲ سال ۶ ماہ اس دیر فانی بادہ زندگی پیا۔ ۲۸ شوال ۸۸۸ھ
پھر خمار مرگ میں گرفتار ہوا۔ ۸۸۸ھ کی ابتدا میں دانیال کی شادی قلیچ خان کی بیٹی سے ہوئی
اور ستہ کے آخر میں خانخانان کی بیٹی خانخانان بیگم سے پادشاہ نے نکاح پڑھا کر دکن کے
ساتھ بھیجا تھا۔ بیجا پور کے پادشاہ عادل شاہ کے بیٹے کے ساتھ نکاح کا حال اور پڑہ چکے ہو
اس کے تین بیٹے تھے۔ اول طہورث دوم ہوشنگ۔ سوم بایسنغر۔ اور چار لڑکیاں تھیں
اول سعادت بانو۔ دوم بولاقی بیگم جو خضر قلیچ خان سے پیدا ہوئی تھی سوم ماہی بیگم ہمیشہ
ہوشنگ۔ چارم ربانی بیگم خواہر طہورث۔ طہورث کی جہانگیر کی بیٹی سلطان بہار بیگم
سے اور ہوشنگ کی خسر کی بیٹی ہوشنگ بانو بیگم سے شادی ہوئی تھی۔ جہانگیر کے مرنے
کے بعد طہورث اور ہوشنگ کو آصف خان نے مار ڈالا تھا۔ سلطان دانیال اپنی بیوی
خانخانان بیگم کو بہت چاہتا تھا یہ بیوی بھی ایسی وفادار تھی کہ خاوند کے مرنے کے بعد
جینا نہیں چاہتی تھی۔ مگر خود کشی بھی نہیں کر سکتی تھی اس لئے خاوند کا سوگ تادم مرگ
ایسا ہی تازہ رکھا کہ وہ ابھی مرا ہے۔

شہنشاہ اکبر بیٹوں کی طرف سے بد نصیب تھا۔ ۲۸ برس کی عمر تک کوئی بیٹا جیا نہیں۔
 پھر تین بیٹے جیسے تو ان میں سے دوما اور دانیال جوان مر گئے۔ جس سے اسکے دل پر
 داغ لگے۔ تیسرا بیٹا سلیم جو زندہ رہا اُسے اپنے کو تکون سے باپ کی زندگی کو آخر عمر میں تلخ کیا۔
 پادشاہ کے تین بیٹیاں تھیں ایک شہزادہ خانم جو سلیم سے تین مہینے بعد ۹۷۹ء میں پیدا ہوئی
 دانیال کے تولد ہونے کے بعد بی بی دولت شاد سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام شکر النساء
 بیگم رکھا گیا اُسے باپ کے پاس ہی پرورش پائی تھی اس میں نیک ذاتی اور عام خلعت کے
 ساتھ رحمہ فطری اور جبلی تھی اپنے ایام خرد سالی سے وہ جہانگیر سے ایسی بے اختیار محبت
 رکھتی تھی کہ بہن بھائیوں میں کمتر ہوتی ہے۔ دستور ہے کہ لڑکوں کی چھاتیوں میں سے
 اول دود نکالتے ہیں اور ایک قطرہ شیر اس میں سے نکلتا ہے جب اس بہن کی چھاتی میں قطرہ
 شیر نکلا تو باپ نے جہانگیر سے فرمایا کہ بابا اس شیر کو پی کہ حقیقت میں یہ تیری بہن بجائے ماں کے
 ہو جائے جہانگیر لکھتا ہے کہ خدا گواہ ہے کہ جس روز سے میں نے یہ قطرہ شیر پیا تو علاوہ بہن سے
 کی محبت کے مجھے اس سے وہ الفت ہو گئی تھی جو اولاد کو ماں کے ساتھ ہوتی ہے اسکی شادی
 مرزا شاہ رخ سے ہوئی تھی بعد ازاں کچھ مدت کے بعد بی بی دولت شاہ سے ایک لڑکی
 پیدا ہوئی اس کا نام آرام بانو بیگم رکھا گیا۔ اسکے مزاج میں گرمی اور تندگی تھی۔ باپ کو وہ ایسی
 عزیز تھی کہ اسکی بے ادبیان بھی باپ کو غایت محبت کے سبب سے بُری نہ معلوم ہوتی تھیں۔
 انکی شرح بھی وہ ایسی کرتا تھا کہ ادب میں وہ داخل ہو جاتی تھیں اس لئے جہانگیر کو وحیت
 کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری اس لاڈلی بیٹی سے ایسا سلوک کرنا جیسا میں کرتا ہوں اسکی
 بے ادبیوں اور شوخیوں پر کچھ خیال نہ کرنا۔ وہ چالیس برس کی عمر میں اسہال کے مرض میں
 مبتلا ہو کر دنیا سے انتقال کر گئی۔

پادشاہ کا جلیہ جہانگیر کی توڑک جہانگیری میں لکھا ہو کہ قد بلند بالائی حد وسط میں گندمگون چشم و
 ابرو سیاہ۔ صباحت سے ملاحظت زیادہ۔ شیر اندام۔ کشادہ سینہ۔ دست و بازو دراز پر پھنی

کے بائیں طرف آدھے چنے کی برابر مسہ نہایت خوشنما جس کو ارباب علم قیافہ دولت عظیم اور اقبال
جسیم کی علامت جانتے ہیں۔ آواز نہایت بلند، کلمہ و بیان نمکین۔ اہل عالم سے وہ اوضاع و اطوار
میں مناسبت نہیں رکھتا تھا بلکہ فرہ ایزدی اُس سے ظاہر ہوتا تھا۔ پادشاہ ایسا قوی تھا کہ
کہ بہت کم بیمار ہوتا اور اگر کبھی ہوتا تو جلد تندرست ہو جاتا۔ کسی دفعہ شکار کرنے میں اس کے جسم پر
ضرر پہن گئیں مگر وہ اچھی ہو گئیں ایک دفعہ دکن میں ایک کفار نمودار ہوا۔ اس سنگ
الاح میں پادشاہ نے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ گھوڑا سر کے بل گرا۔ پادشاہ کا منہ پتھرون پر
لگ کر زخمی ہوا وہ خود کھڑا ہوا اور اپنے زخموں کو باندھا۔ یہ زخم حکیم علی نے ہندوستانی تیل
کو مل کر اچھے کئے اس نے زخموں کو اچھا ہونے کا انتظار نہیں کیا اور اپنا دورہ شروع کیا سکھیاں
میں سفر کیا۔

ایک دفعہ پادشاہ ہرنوں کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ ایک ہرن دوڑ کر پادشاہ کی طرف سینک کر کے آیا۔
پادشاہ نے اُس کے دلوں میں گائے ہاتھ سے پکڑ لیے جس سے اس کے بیضوں میں خراش آئی۔ پھر آفتاب
کی ٹھیس سے اُپر آنا س ہوا۔ ایک ماہ میں روز میں اچھا ہوا اور غسلِ صحت کا جشن ہوا۔ طرح خوشنما
ہوئی اور قیدیوں کی رہائی ہوئی۔ مفلسوں کو زمینیں دی گئیں۔

پادشاہ کے روبرو ہر روز پہلوان لڑتے تھے ایک دفعہ جگ سو بھاو ہیبت دو پہلوان کشتی لڑتے
تھے کہ ہیبت نے اپنے حریف کی انگلیوں کو چیر ڈالا پادشاہ نے اس کے ایک گھونٹہ ایسا مارا کہ وہ بہوش
ہو گیا۔

پادشاہ کے سفروں کا حال تم نے پڑھا کہ وہ اپنی قلمرو میں دور دور کے مقاموں میں دو دو تین تین دفعہ
تختِ موسموں میں گیا۔ کابل دو دفعہ شہر تین دفعہ گجرات دو دفعہ بنگال و بہار و مالوہ وغیرہ میں گیا۔ یہ
اس کے قوائے جسمانی کی خوبی تھی کہ ان سفروں میں اس کو کبھی تھکان نہ ہوا۔

شہنشاہ اکبر لڑکپن میں نوشت خواند سے دل چراتا تھا اور مکتب سے چھپتا تھا۔ ایام طفلی میں علم
سے بے بہرہ رہا۔ بڑی عمر میں لکھنے پڑھنے سے ماہر ہوا۔ اس کے پڑھنے کی کتابیں مدتوں

اس کی اولاد نے تبرکاً اپنے پاس رکھیں۔ گو وہ علم کے اعتبار سے امی تھا مگر اس کو ارباب علم کی مصاحبت کا شوق ایسا تھا کہ علماء کبار کو چاروں طرف گھیرے رہتے تھے وہ ان کے دائرہ کار میں رہتا تھا۔ ان کی باتیں اور مباحثے سننے سے اور اپنی خدا داد ذہانت اور جودت طبع سے ایسا صاحب استعداد ہو گیا کہ جب علمی مجلسوں میں وہ سخن آرائی اور نکته پیرائی کرتا تو کبھی سہ ماہی کا گمان نہ ہوتا۔ نظم و نثر کے دقائق کو وہ خوب سمجھتا تھا۔ ایک دن اس کی مجلس آراستہ تھی کہ اس میں یہ شعر پڑھا گیا۔

مسیحا یار و خضرش رہناؤ ہمغان یوسف

فغانے آفتاب من بدین اعزازی آید

اس شعر کو سنکر پادشاہ نے فرمایا کہ آفتاب کی جگہ شہسوار بہتر معلوم ہوتا ہے اسی طرح ایک اور دن ملاطالب صفابانی کی یہ رباعی پادشاہ کے سامنے پڑھی گئی جو اس نے حکیم ابو الفتح کے مرثیہ میں اور حکیم ہمام کے آنے کی تہنیت میں لکھی تھی۔

رباعی

مہر دو برادر دم و مساز آمد

اور شد بسفر وین ز سفر باز آمد

اور رفت بدنبالہ اور رفت عمر

تو اس نے منہ مایاکہ ونبالہ کا لفظ دل میں کھٹکتا ہے اگر مصرعہ یہ ہو تو خوب ہوس

اور رفت و دور رفتش مرا عمر رفت۔ سخن شناسوں نے اس اصلاح کی ذاد دی۔

چو شاہنشاہ دور بینی کند

کسانے کہ دانا دلی خواستند

پادشاہ علم کا قدر شناس بڑا تھا اس نے اپنی اولاد کی تعلیم کے لئے بڑے بڑے منتخب علم مقرر کئے

سلطان سلیم کا معلم مولانا میر کلان کو اور سلطان مراد کا استاد ابو الیفض فیضی کو اور سلطان

دانیال کا سعید خان کو مقرر کیا تھا۔

اب ہم شہنشاہ اکبر کے مقولات کو نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دماغ کیسا روشن تھا۔

دلاویز مقولات شہنشاہ اکبر

اور اسکے یکسے خیالات بلند فلسفیانہ تھے ان کے پڑھنے سے آدمی کی عقل کی انہزائش ہوتی اور
اور نیکی کی طرہ ہدایت ہوتی ہے۔ یہ سارے مقولے اسکے فرمائے ہوئے ہیں۔ ہر مقولے کے
اول یہ الفاظ لگا لو کہ وہ فرماتا ہے۔

(۱) آفریدہ کو آفرینندہ کے ساتھ وہ پیوند نہیں کہ کوئی اس کو بیان کر سکے۔

(۲) قاعدہ ہے کہ ہر چیز کی ایک خاصیت ہوتی ہے جو اسکی ذات سے ناک ہین ہوتی ہے۔ دل
کی بھی ایک خاصیت تعلق ہے جو ناگزیر کسی نہ کسی کے ساتھ دوستداری کا ہوتا ہے اور اسی پر
اسکی خوشی و رنج کا مدار ہوتا ہے جو شخص کہ اپنی خوش نصیبی سے دنیا سے اپنے تعلقات کو دلے
اٹھا دیتا ہے وہ خدا کی محبت سے تعلق پیدا کرتا ہے جس میں کچھ چون و چرا نہیں ہے۔

(۳) اس پیوند خاص کے سوا مخلوق کی ہستی کا ظہور نہیں ہوتا جو اس پیوند کو جان لیتا ہے وہی
بند پایہ ہوتا ہے۔

(۴) جو شخص اس پاک انتساب کی پاسبانی کا جو گر ہو جاتا ہے تو پھر کوئی شغل اسکو اس سے بار نہیں کھتا۔
(۵) ہندو نیاں دریا تال۔ کنوئین سے گھڑوں کو پانی سے بھر کر سرون پر کئی کئی اور پتلے کھتی
ہیں اور تیز چلتی ہیں اور نشیب و فراز پر گزرتی ہیں اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ باتیں کرتی
جاتی ہیں مگر ان کا دل گھڑوں کی نگاہداشت میں لگا رہتا ہے بس جب عورتوں کا حال گھڑوں کے
ساتھ یہ ہو تو پھر مرد کیوں خداوند کے ساتھ پیوند رکھنے میں ان سے کم ہو۔

(۶) جبوقت کہ مجرد اور مادی کا پیوند معنوی استوار ہو جاتا ہے تو ایزد بیہال کے ساتھ نفس
ماطفہ کی پیوستگی کو کوئی الگ نہیں کر سکتا۔

(۷) فائدہ یازد جوئی کے لئے در یوزہ گرمی میں ناحق تگاپو ہوتی ہے ہر چیز اپنے ضد سے پہچانی
جاتی ہے اس لئے اس کو بھی دوست رکھے۔

(۸) عقل اس کو نہیں قبول کرتی کہ دستگی (جاننے) میں خدا کے فرمان کے خلاف تجردی
کوئی کام کرے۔ لیکن بعض آدمی ایسے ہیں کہ وہ کتب سماوی کو نہیں مانتے اور خدا کی ذات کو

بے زبان سمجھ کر اس کو حرف سراہنیں جانتے اور بعض انکے قبول کرنے میں اختلافات کرتے ہیں۔

(۹) سب پر کیسان خدا کا فیض جاری ہے لیکن بعض وقت کی نارسیدگی کے سبب سے اور بعض اپنی بے استعدادی کی وجہ سے کامروا نہیں ہوتے۔ اس گفتار کی راستی کو کوزہ گر کے کردار سے دیکھ سکتے ہیں۔ کھار اپنے سارے برتنوں کو آؤسے میں کیسان گرمی پہنچاتا ہے ان میں بعض برتن اپنے وقت کی نارسیدگی کے سبب سے اور بعض اپنی نااہلیت کی جہمت سے خام دیتے ہیں۔

(۱۰) ظاہری پرستش جبکہ نو آئین الہی کہتے ہیں وہ عاشقوں کے ہشیار کرنے کے لیے ہجو ورنہ ایزدی نیایش دل سے ہوتی ہے نہ تن سے۔

(۱۱) بندگی کا اول درجہ اس کو حاصل ہوتا ہے جو امر ناملام کے پیش آنے سے تیوری میں بل نہ ڈالے اور طیب کی کرٹومی دوا سمجھ کر شگفتہ رونی سے اس کو پی لے۔

(۱۲) خواب و بیداری میں بے صورت کو نہیں دیکھ سکتے مگر اس کے خیال کے غلبہ میں اس کی نمود ہوتی ہے۔ خواب میں خدا کے دیکھنے کے معنی بھی ہوں گے۔

(۱۳) بہت سے خدا پرستوں کو اپنی خواہش روائی پریش نظر ہوتی ہے نہ ایند پرستی۔

(۱۴) سیاہ بالوں کے سفید ہو جانے سے یہ امید بڑھتی ہے کہ جیسی یہ سیاہی جس کا ازالہ کسی طور سے نہیں ہو سکتا تھا دور ہو گئی ایسے ہی دل کی تیرگی دور ہو جائے گی۔ اور بینش میں ایک اور سر و رخ آجائے گا۔

(۱۵) ایک گروہ کہتا ہے کہ خدا کی مرضی کے برخلاف آدمی کام کر سکتا ہے اور اس بطور سے بازگشت کرنے میں اس کی رستگاری ہے۔ مگر آگاہ دل جانتا ہے کہ خدا کے فرمان سے کوئی ستر بابی نہیں کر سکتا اور اسی بات سے حکیموں نے رنج و رن کے لیے دوا میں تجویز کی ہیں۔

(۱۶) ہر شخص اپنے حال کے اندازہ کے بقدر ایزد پہنچون کا نام لیتا ہے ورنہ اس بے نشان کا نام کہاں ہے۔

(۱۷) اشتباہ کے دور کرنے کے لئے تقسیم ہونا ہے اور اس کی ذات قدسی میں راہ نہیں۔

(۱۸) ایزد توانا سب جگہ موجود ہے اس لئے خلا کے محال ہونے میں گفتگو عبث ہے۔
(شاعرانہ مضمون ہے)

(۱۹) اہل عالم نے جن باتوں کو نیک و بد خیر و شر قرار دیا ہے وہ عنایت ایزدی کی نیرنگیان ہیں ان میں آدمیوں نے یہ اختلاف پیدا کیا ہے۔

(۲۰) شیطان کو یہ جاننا کہ وہ بُرے کام کرنے والا ہے اس کو خدا کا شریک بنانا ہے۔ اگر وہ راہ زن ہے تو اسکی رہ زدگی کس نے پیدا کی ہے۔

(۲۱) شیطان کی پُرانی داستان معیار موز ہے۔ کس کا مقدر ہے کہ خواہش ایزدی کے موافق کام نہ کرے۔

(۲۲) ایک کسان کے دل میں خدا طلبی کا درد پیدا ہوا اس کے پیر کو یہ معلوم ہوا کہ گائے سے اس کو بڑی محبت ہے تو اسے اس کو ایک کوٹھری میں بند کیا اور نہر مایا کہ گائے کے خیال کی ورزش کیا کہ کچھ دنوں کے بعد امتحاناً اُسے باہر نکالیا تو وہ گائے کے خیال میں ایسا مستغرق تھا کہ اپنے تئیں شاخدار سمجھ کر کہہ کہ مجھے بڑی شاخیں (سینگ) باہر آنے نہیں دیتیں۔ رہنما نے یہ نیک اندیشی دیکھ کر اس کو بہتر تیج آگے بلند مرتبہ پہنچایا۔

(۲۳) انہماں کی برتری گوہر خرد سے ہے اس لئے آدمی کو چاہیے کہ اُس کی رنگ زدائی میں کوشش کرے اور اس کی نیرمان پذیری سے سزائی نہ کرے۔

(۲۴) ہر آدمی اپنی خرد کا مرید ہوتا ہے اگر خرد میں عمدہ تابش ہے تو وہ خود پیشوا ہے اور اگر وہ اپنے خرد کی تابش کو کسی اپنے سے نریدہ مباحثہ کی مریدی سے بڑھاتا ہے تو خود رہنما ہے۔

(۲۵) عقل پُر وہی کی ستائش کی اور تقلید کی نکو ہش کی اس سے زیادہ کیا حجت ہو سکتی ہے کہ اگر تقلید شائستہ ہوتی تو انبیا اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے۔

(۲۶) بہت سے آدمی ایسے خود بیمار ہوتے ہیں کہ اپنے تئیں دستاں سرے سے نموند دکھاتے ہیں مگر طبیب مغوی انکی نقش پشانی سے یہ بیماری پہچان جاتے ہیں۔

(۲۷) جیسا آدمی کا بدن ناساز گاری سے بیمار ہوتا ہے ایسے ہی عقل بیمار ہوتی ہے شنائی ایسی اس کی جاتی رہتی ہے کہ کسی دوا کو قبول نہیں کرتا۔

(۲۸) عقل کی بیماری کا علاج اس سے بہتر کوئی نہیں ہے کہ نیک آدمیوں سے ملے جلے۔

(۲۹) آدمی کا پہچانا نہایت ہی مشکل کام ہے ہر شخص اس کو نہیں کر سکتا۔

(۳۰) نفس باوجود گزیدہ ہونے کے طبیعت کی ہمنشین سے اسی کا ہمرنگ اور اس کا گوہر تباہک خاک پوش ہو جاتا ہے۔

(۳۱) جب آدمی کی عقل تاریک ہو جاتی ہے تو دل کا کام جس سے یہ روزی ہوتی ہے وہ چھوڑ دیتا ہے اور بدن کی فرہی جس سے جان نزار ہوتی ہے لگا پکڑتا ہے۔

(۳۲) آدمی اپنے ہمنشین کے ساتھ غمت کرنے سے اسی کا بخو ہو جاتا ہے اور اس میں بغیر اپنی خواہش کے بہت سی نیکیاں اور بدیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۳۳) آدمی کے شعور کا آغاز جب ہوتا ہے تو وہ بروقت اپنا ایک رنگ دکھاتا ہے سرور سرا میں خوش۔ تاہم کہہ میں دل تنگ ہوتا ہے مگر جب اسکی بنش بلند ہو جاتی ہے تو اندوہ و شادی اس سے کنارہ کرتے ہیں۔

(۳۴) بہت سے آدمی اپنے خیال کے پندار میں اور نقل کے غار زار میں اپنے تئیں عقل کا پیرو جانتے ہیں مگر غور سے دیکھے تو وہ عقل کے گرد بھی نہیں گئے۔

(۳۵) بہت سے آدمی تقلید پرست قریبی بات کو عقل کی باتوں پر ترجیح دیتے ہیں اور نقصان اٹھاتے ہیں۔

(۳۶) خود آرزو۔ خوشم۔ کے سبب سے طرح طرح کے کردار اور گفتار پیدا ہوتے ہیں۔ اور

انصاف کی پردہ نشینی سے مخالفت باتون کی شورش ہوتی ہو۔

(۳۷) سونا بھی مرنے کا نمونہ ہے جب آدمی سونے سے اٹھے تو تازہ زندگانی کا شکر نہ بھیجے اور نیک خیالی اور ستودہ کرداری میں کوشش کرے۔

(۳۸) میرادل چاہتا ہے کہ راستی و درستی کہ سب کی پیشگاہ میں شائستگی رکھتی ہے کردار کی ہمدوش ہو۔

(۳۹) اول آدمی اپنے نبیٰ آراستہ کرنے میں کوشش کرے اور پھر دانش اندوزی پر متوجہ ہو تو امید ہے کہ آگہی کا چراغ روشن ہو اور اختلاف کی شورش بیٹھ جائے۔

(۴۰) مجھے افسوس ہے کہ میری جوانی شائستگی کے ساتھ نہیں گذری مگر آئندہ امید ہے کہ برگزیدگی کے ساتھ بسر ہو۔

(۴۱) عادت و رسم کے خلاف کام کرنے سے عام آدمیوں کا دل آزرہ ہوتا ہے اور دانا جب تک کسی کام کے لئے برگزیدہ دلیل نہیں ہوتی اس کو وہ نہیں قبول کرتا۔

(۴۲) اگرچہ نیایش ایزوی میں صورت و سنی کی کارروائی ہے مگر فrenz دون کی بہ روزی باپ دادا کی رضامندی میں ہے۔

(۴۳) مجھے افسوس ہے کہ میرے باپ جنت آشیانی کا انتقال جلد ہو گیا اور میں اس کی پسند خدمت نہ کر سکا۔

(۴۴) آدمی کے غم کا سبب یہ ہے کہ وہ وقت سے پہلے اور روزی سے زیادہ چاہتا ہے۔

(۴۵) ایک شہزادہ سے مخاطب ہو کر اسے فرمایا کہ اپنے بھائی کو بزرگ سمجھو۔

(۴۶) حکیم مرزا جنت نشانی باپ کی یادگار ہے گو وہ ناشناس ہو مگر ہم کو اسپر مہربانی کرنی چاہیے۔

(۴۷) بعض دلاور اجازت چاہتے تھے کہ گھات لگا کر مرزا حکیم کا کام تمام کریں مگر میرے دل نے یہ نہ چاہا اور خدا دانی سے اسے دور جانا جس سے اس گزین یادگار کے بھی گزشتہ

رہائی پائی اور مخلص جان سپار کی بھی پاس بانی ہوئی۔

(۴۸) آدمی کے سارے کام اپنے ساتھ ہیں شمع و آذکے سبب وہ درون سے لڑتا ہے۔
(۴۹) دنیا دارون کو چاہیے کہ وہ کسی پیشہ میں سرگرم ہوں کہ بیکاری میں اور ناسزا خواہشوں
میں گرفتار نہ ہوں۔

(۵۰) میرا یہ ارادہ ہوا کہ میری قلم و سے گدائی موقوف ہو۔ بہت آدمیوں کو بہت مال دیا مگر
حرص کی بیماری ایسی آدمی کے پیچھے لگی ہوئی ہے کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔
(۵۱) قالب مہستی میں سو اُچر کے کوئی اور چیز نہیں آتی۔ کوئی آفریدہ نہ کہ ہمیشہ کا سزاوار
نہیں ہے

(۵۲) خودی کی طرح حرص کی خواہش بھی ہمت میں نہیں سماقی اس لیے وہ سزاوار نہیں ہے وہ برباد
کرتی ہے یا آموزش کرتی ہے۔

(۵۳) پیری کے معنی درد پہچاننے اور چارہ گرمی کرنے کے ہیں نہ یہ کہ ٹھوڑی پر بال لگائیں اور
خرقہ میں پیوند لگائیں اور بناوٹ کی باتوں سے ہنگامہ آراستہ کریں۔

(۵۴) رہنمونی سے مراد رہنمائی ہے نہ مریدوں کی گردآوری۔

(۵۵) مرید کرنے کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو خدا کی بندگی سے آگاہ کرے نہ یہ کہ کسی کو اپنا بندہ بناؤ۔

(۵۶) پیشتر میں اپنے مذہب میں لوگوں کو بزور لانا تھا اور اس کو مسلمانی سمجھتا تھا جب میرا علم بڑھا تو
مجھے اس اپنے کام سے شرمندگی ہوئی کہ آپ خود مسلمان نہ ہونا اور درون کو مسلمان پر مجبور کرنا
ناسزا ہے۔ زبردستی دین میں لانے کا نام دینداری کب ہو سکتا ہے۔

(۵۷) دولت افزائی اور عمر افزائی کا سرمایہ کم آزاری اور خیر سگالی ہوتا ہے باوجودیکہ گو
سال بھر میں ایک دو پٹے سے زیادہ نہیں جنتی مگر اسکے ریوڑ کے ریوڑ موجود ہیں اور کتے باوجود
بہت بچے جھنے کے کم ہیں۔

(۵۸) کیا تعجب کی بات ہو کہ لوگ ربہ سمانی کے لیے بیٹھیں اور رہزنی کے لئے کھڑے ہوں۔

(۵۹) کار یہ ہے کہ آدمیوں میں افسان رہے اور مالائق کاموں سے بچے ورنہ عزت گزینی
تو تن آسانی ہے۔

(۶۰) اگرچہ تنہا علم کو لوگ کمال شمار کرتے ہیں لیکن علم جب تک عمل میں نہ آوے پسندیدہ
ہنیں ہوتا بلکہ نادانی سے بھی فرتر ہوتا ہے۔

(۶۱) جب آدمی اکثر کم بینی کے سبب سے زائدہ تر اپنا فائدہ اپنے نقصان میں دیکھتا ہے وہ غیر
کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

(۶۲) آدمی اپنی نایابی کے سبب سے اپنے ہی گرد دیکھتا ہے یا تنہا ہے اور اپنے ہی فائدہ کی
سوچتا ہے۔

(۶۳) بلی جب بکوتر پر پنجہ بارتی ہے تو آزدہ ہوتی ہے اور جب چوہے کو پکڑتی ہے تو خوش
ہوتی ہے بھلا اس پر نہ نے کیا خدمت کی اور اس بیچارہ نے کیا ناہنجاری کی۔

(۶۴) دنیا کی راہ دراز کا دل قدم یہ ہے کہ آرزو شہم کو مطلق الغنان کرے اور کردار کی اساس کو
باست کی گونیا لے کر رکھے۔

(۶۵) جب آدمی کی عقل میں روشنی آتی ہے تو وہ جانتا ہے کہ میں چیزوں کو اپنی ملک سمجھتا ہوں
وہ سب عاریت ہیں

(۶۶) جس گھر میں بلی وچڑیا اور جانور شریک رہتے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی تباہ
سگالی سے اس کو اپنا گھر سمجھتا ہے

(۶۷) ناپسندیدہ ملنے والوں سے آدمی پرہیز کرے اور خدا کی ناخوشنودی کو دل کے گرد ہنیں آنے دے۔

(۶۸) ہم کو سب کے ساتھ اشتی کرنی چاہیے۔ جو خدا کی رضامندی کی راہ پر چلتے ہیں ان سے لڑنا
یقینی ناستودہ ہے اور اگر وہ راہ پر ہنیں چلتے وہ نادانی کے بیمار ہیں اور مہربانی کے

سزاوار۔

(۶۹) جو پیشہ دل اپنے کام میں سرآمد ہوتا ہے اسکے ساتھ فیض ایزدی ہوتا ہے اسکی

بزرگداشت پرستش ایزدی ہے۔

(۷۰) خواب و خوراسیے ہے کہ رضا ایزدی کی جستجو کی ضرورت ہو مگر آدمی انہیں کو اپنا مقصود جانتا ہے۔

(۷۱) اگرچہ سونے سے تنومندی ہوتی ہے زندگی خدا تعالیٰ کی بڑی بخشش ہے بہتر یہی ہے کہ وہ بیداری میں بسر ہو۔

(۷۲) دور میں سختی روزگار کو اپنے اوپر ستم نہیں جانتا بلکہ اپنے اعمال کی سزا جانتا ہے۔

(۷۳) خردمند روزی کا غم نہیں کھاتا بلکہ بندہ اور نوکر سے پسند لیتا ہے۔

(۷۴) چمن زار ہستی کے نورس خورد سال ہوتے ہیں انکی طرف رغبت کرتا وادار جان آفرین کی جانب منہ کرتا ہے۔

(۷۵) جس نقد پر کہ خدا کا نام لکھا ہو اس کو صدقہ کرنا مکوہیدہ ہے۔

(۷۶) نیایش گری میں چاہیے کہ اپنی جس سودمندی میں دوسرے کی شرمندگی ہو اس سے دور رہے۔

(۷۷) جو لوگ خواہش نفس کے خلاف کام کرنے کو ایزد پر وہی جانتے ہیں وہ زیادہ تر اس روش سے کشائش پاتے ہیں ورنہ بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ کامروانی کو اپنی زبان جانتے ہیں۔

(۷۸) عالم معنی کا نمونہ جہان صورت ہو جیسے اس عالم میں جو اس کو سپرد کرتے ہیں وہی اس سے

پھر مانگ لیتے ہیں ایسے ہی اس عالم میں بھی آدمی کو جلتی خوردی ہے اسکے اندازہ کے

موافق کردار مانگتے ہیں۔

(۷۹) پسند پذیری میں سال و ثروت پر نظر نہیں پڑتی۔ یہ نہ جانے کہ خورد اور تہید ست

اور زون سے حق نیوشی میں باز رہتے ہیں۔

(۸۰) پیغمبر امتی تھے ان کے معقدون کو چاہیے کہ اپنے فرزندون میں سے کسی ایک کو امتی

رکھیں۔

(۸۱) شاعر کی بنیاد ناراست گذاری پر ہوتی ہے اس لئے وہ اپنی خاطر کو پسند نہیں۔

(۸۲) بازی گر کے اصول دست دیا ہوتے ہیں شاعر کی زبان۔
 (۸۳) جو شخص دوسرے کے شعر کو تضمن اچھی طرح کرتا ہے یا بر محل اس کو پڑھتا ہے وہ شاعر کا اور اپنا مرتبہ علم میں دکھاتا ہے۔

(۸۴) ایک خدا جو بیان خواری کی بیماری میں مبتلا ہوا وہ ایک کار آگاہ پاس گیا اس نے کدو کا ایک ظرف اس کو دیا کہ ہر روز اس کو بھر کر کھایا کرے اور کچھ اُس کے کنارہ میں سے گھس کر قشقہ لگایا کرے اور غلط اندازی کے لیے اس کو ایک دو چاڑھنے کو بتلادی۔ تھوڑے عرصہ میں اس بیماری کا علاج ہو گیا۔

(۸۵) کاشکے میں رسمی علوم کے خواندوں سے اس قدر اختلافات نہ سننا اور تفاسیر اور احادیث کے اختلافات مجھے حیرانی میں نہ ڈالتے۔

(۸۶) حکمت کی باتیں ایسی دلربا ہوتی ہیں کہ سب کاموں سے باز رکھتی ہیں۔ میں ان کے سننے سے زبردستی کنارہ اس لیے کرتا ہوں کہ ضروری کاموں کا وقت (ناگزیر وقت) نہ جاتا رہی۔
 (۸۷) اختلافات تین سیبوں سے پیدا ہوتا ہے۔ نارسائی دریافت۔ دوست نما۔ دشمنوں کی آمیزش۔ طامع دوستوں کی دروغ سازی۔

(۸۸) کاشکے ناموں کی نوشت اور خواند میں پسندیدہ والا دانش کے سوا کسی اور کو اجازت نہ ہوتی جبکہ سبب سے فسر و مایوں کو کامروائی کے واسطے داستانیں بنائے۔ اور کوتاہ بین مکار سادہ لوحوں کی نگارش کا موقع نہ ملتا۔

(۸۹) بناوٹ کی باتوں کی شناخت کرنا بہت دشوار ہے لیکن گونیدہ کے سنجیدہ کرنے سے وہ ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۹۰) اگرچہ میں نے بہت سی قلم و میں نسخ کر لیں اور سامان جہانگیری مہیا کر لیا۔ مگر حقیقی بزرگی خدا کی رضا مندی میں ہے۔ مذہب و کیش کے اختلافات سے میرا دل آسودہ نہیں ہوتا اور ظاہری شکوہ سے ملال ہوتا ہے پھر دل کی کسی خوشی کے لیے کشور کشانی اختیار

کی جائے امید ہے کہ کوئی صاحبِ دل ایسا آجائے کہ میری خاطر کو کشائش سے چھٹا دو۔
(۹۱) بیسواں سال مجھے تھا کہ میں اپنی باطنی امارت کی طرف مشغول ہوا اور واپسی راہ کی زاد
کی ہتیدستی نے ایک عجیب طرح کا درد میرے دل میں پیدا کیا۔

(۹۲) اب راوی کے دوسرے کنارہ پر ایک درویش حجرہ میں بیٹھا اور لوگوں کی آمد و رفت
کو اپنے پاس بند کیا۔ جب اس سے یہ حال پوچھا تو اسے جواب دیا کہ میں ایک خاص عبادت
کرتا ہوں۔ جب تک عبدالمدخان دالی تو ران نہ آجائے گا میں خود نہ باہر آؤں گا نہ کسی اور کو
اپنے پاس آنے دوں گا۔ تو اس سے یہ کہا گیا کہ اگر تیری دعا قبول ہوتی ہے تو ہمارے بہنو
کے دروازہ کے بند ہونے کی دعا مانگ اور اس بہتان سے باز آ۔

(۹۳) اگر میں کسی اور شخص میں جہان بینی کی نیرودیکھتا تو اس گراں بار کو اسکے کندھے پر رکھ کر
کنارہ گزین ہو جاتا۔

(۹۴) اگر میں کسی پر پیدا کرتا ہوں تو خود اپنے سے لڑتا ہوں پھر زندون اور خوشون کا تو
کیا ذکر ہے۔

(۹۵) دادار کام بخش نے بہت سے قلعے میرے حوالے کئے ہیں مگر میرے دل نے کسی کے سامان
کی طرف رغبت نہیں کی۔ دل میں خلک کا خوف ایسا سمایا ہوا ہے کہ کسی اور خوف کے آنے
کی گنجائش ہی اس میں نہیں ہے۔

(۹۶) مجھ سے جو شخص ترک دنیا کی اجازت چاہتا ہے میں یکشادہ پیشانی اس کو اجازت دیتا
ہوں اگر اس کا دل اس نادان فریب جہان سے برگزنت ہے تو اس کو ترک دنیا سے باز
رکھنا گناہ ہے اور اگر وہ اپنی خود فروشی کے لئے یہ ارادہ ظاہر کرتا ہے تو وہ اپنے کئے کو
بُھگتے گا۔

(۹۷) امراض جسمانی ظاہر ہیں اور انکی دوائیں وافر۔ ان کے علاج میں اطباء کس قدر
خطائیں کرتے ہیں اور کرینگے۔ امراض نفسانی ناپدید اور ان کا چارہ نایاب پھر کنویں اس کا

مداوا ہو سکتا ہے۔

(۹۸) یہ خدا کی عنایت تھی کہ مجھے کوئی وزیر برگزیدہ نہیں ملا۔ ورنہ میری ساری تحقیقاتیں اور دریافتیں اس سے منسوب ہوتیں۔

(۹۹) جس روز خدا ہمارا جینا نہیں چاہتا، ہم بھی علاج کی تدبیر نہیں کرتے۔

(۱۰۰) میں ہمیشہ خدا سے یہ دعا مانگتا رہتا ہوں کہ اگر میرے خیال اور کردار تیرے مقبول نہ ہوں تو میری جان لے لے تاکہ دم بہ دم تیری نارضا مندی زیادہ نہ ہو۔

(۱۰۱) ایزدی نوازش کے ساتھ کشائش کا رد البتہ ہے اور نیک مرد اسکے ملنے کو اسکی نشانی جانتا ہے مگر اسکی نیافت سے بہت سے آدمیوں کی استعداد خاک اندود ہو جاتی ہے۔

(۱۰۲) ایک رات کو بارہستی سے میرا دل عاجز ہوا تھا کہ خواب و بیداری میں اس سے شگرت نہائی ہوئی کہ خاطر کو کچھ آرام ہو گیا۔

(۱۰۳) جو شخص کہ دل اخلاص گزین یا صاف درونی سے ہمارا آئین قبول کرتا ہے اس کا کام خواہ صورت کا ہو یا منہ کا دیکھا نہ کل آتا ہے۔

(۱۰۴) خوشی میں بنی اور ناہنجار خواہی سرمایہ زیانکاری ہے۔

(۱۰۵) وہ طائفہ سعادت مند ہے کہ والا شکوہ فرمان و ہون کی درگاہ میں سوائے نیکوئی اور خیر اندیشی کی سخن نہیں کہتے اور خوشی میں بنی اور غرض آرائی نہیں کرتے خاص کر خشنما کی کے وقت اگر گرفتار دلاویز نہیں کر سکتے تو خاموش رہتے ہیں۔

(۱۰۶) فرمان روایوں پر خورشید والا کو خاص عنایت ہے اور اس سبب اسکی نیایشگری وہ کرتے ہیں اور یہی پرستش سمجھتے ہیں کوتاہ بین اسپر بدگمانی کرتے ہیں۔

(۱۰۷) سیہ درون مالداروں کو عام لوگ نفع کے خیال سے کیوں بزرگ جانتے ہیں۔ اور نابینائی سے اس چشمہ نور کے استلام میں کو ہتی کرتے ہیں اور اسکے نیایش گر پر طعن و طعن کرتے ہیں۔ اگر عقل پر آفت نہیں آئی تو پھر کس لیے سورہ والشمس بھول گئے ہیں۔

(۱۰۸) پہلے سر کے بال اس سبب سے سفید ہوتے ہیں کہ وہ دائرہ صحریٰ اور مونچھوں سے پہلو نکلنے ہیں۔

(۱۰۹) ناقوس بن جانے اور بوق سے آواز نکالنے کی کوئی وجہ معقول میں نے ہندوؤں سے اب تک نہیں سنی۔

(۱۱۰) ابر کی ریزش کے وقت مغرب میں روشنائی نمودار ہونے سے ہوا صاف ہوتی ہے۔ تحقیق چشمہ تاریکی کا فروغ ہر طرف کی روشنی کا حال بتلاتا ہے۔

(۱۱۱) احمدی کیش میں جوڑ کی کو میراث کم ملتی ہے باوجودیکہ وہ اپنی کم نیروی کے سبب سے زیادہ میراث کی مستحق ہے اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر چلی جاتی ہے اس بیگانہ کو مال پہنچتا ہے

(۱۱۲) استخوان سے جو گوشت پیوستہ ہوتا ہے وہ لذیذ اس سبب ہوتا ہے کہ خلاصہ غذا اس کو پہنچتا ہے۔

(۱۱۳) سب سال میں میوہ زیادہ ہوتا ہے۔ وہ شیریں و شاداب اس سبب نہیں ہوتا کہ شادابی اور شیرینی کے بہت سے حصے ہو جاتے ہیں۔

(۱۱۴) یہ جو پرائی کتابوں میں لکھا ہے کہ فلان معبد میں آسمانی آتش تھی اس کو لوگ باور نہیں کرتے اور جھوٹ بتلاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ آئینہ کو یا سنگ سورج کرانت کو آفتاب کے مقابل رکھتے تو اس میں آگ لگ جاتی ہے۔

(۱۱۵) گرد و گروہ جانوروں میں نرمادگی کی عشرت کا وقت معین ہے مگر انسان کے لئے نہیں۔ ہمیشہ وہ اس کا شیفہ رہتا ہے اس میں خدا کی حکمت یہ ہے کہ اس سبب سے پیوند دوستی اس میں استوار رہتا ہے اور دولت سرے تعلق کی بنیاد اس پر قائم ہوتی ہے۔

(۱۱۶) مردہ کا کھانا اس سبب سے نارد ہے کہ اس کا مزاج کچھ اور ہو جاتا ہے۔

(۱۱۷) آدمی کے مارے ہوئے کا کھانا اس کی خواری کی پاداش ہے۔

(۱۱۸) جس کو خدا مارتا ہے اور اس کا سبب نہیں معلوم ہوتا ہے اسکی حرمت بوجہ اسکی بزرگداشت کے ہے۔

(۱۱۹) خون میں جان کا مایہ ہوتا ہے اس لیے اسکی خویش سے پرہیز کرنا اس کا گرامی رکھنا، (۱۲۰) خوبرویوں کی اولاد کا بد صورت پیدا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ بلکہ اگر آدمی کے کوئی جانور پیدا ہو تو کچھ دور نہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ غنیلہ سے صورت لے کر مصورہ کا رفرما ہوتا ہے جس کو خیال میں جگہ ہوتی ہے اسی کی صورت زائیدہ کی صورت ہوتی ہے۔

(۱۲۱) اگر عورت کو مرد زیادہ عزیز رکھتا ہے تو وہ خویش متن پرستی ہو جاتی ہے تو لڑکی پیدا ہوتی ہے اور اگر مرد کو عورت زیادہ عزیز رکھتی ہے تو ہر وقت اسکے خیال میں شوہر رہتا ہے بیٹا پیدا ہوتا ہے۔

(۱۲۲) اندر ز ناموں میں لکھا ہے کہ دشمن کو خرد نہ گننا چاہیے۔ دوستی و دشمنی ایندوی تقدیر کی نیزنگی ان ہیں پس دشمن کو درمیان نہ دیکھے اور دادار بین ہو جائے۔ (۱۲۳) اگر استاد سے شاگرد ڈرہ جائے تو بھی اسکو سوائے نیاز مندی اور نیایش کے کچھ اور زیبا نہیں۔

(۱۲۴) ہندو ہب کی پرستش گاہ میں چند خارق عادات چہرہ افروز ہوتی ہیں آمین صرف لگی وابستگی کا رگر ہوتی ہے وگرنہ حق ایک سے زیادہ نہیں ہوتا۔

(۱۲۵) امانت گذاری اور وام دیرین کی سبکداری کا نام بخشش ہے۔ (۱۲۶) زنا ربندی کی وجہ یہ ہے کہ پہلے گردن میں ریشمال ڈال کر نیایش کی جاتی تھی پچھلے لوگوں نے اس کو دین شمار کر لیا۔

(۱۲۷) ہندوستان میں کسی نے پیغمبری کا دعوے نہیں کیا اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں خدائی کا دعوئے پہلے ہوتا تھا۔

(۱۲۸) یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص نیک ذات یا بد ذات ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے

کہ اُس کے خاندان میں سے کوئی صورتی یا معنوی بزرگی کو پہنچا تھا یا کسی ہنر اور پیشہ میں زبانِ روزگار ہوا تھا مگر میرے نزدیک نیک سرشت وہ ہے جو آباد کردار ہو۔

(۱۲۹) بعض کہتے ہیں کہ بخشندہ سے ستاندرہ زیادہ دوست ہوتا ہے میرے دل میں یہ ہے کہ وہندہ تو ایسی ذات ہوتی ہے کہ جب تک وہ شاکستہ کسی کو نہیں جانتا نہیں دیتا اور گیرندہ سے بخشش کا ظہور ہوتا ہے۔

(۱۳۰) سنسکرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ہنر کے سیکھنے میں اور مال کے جمع کرنے میں ایسی کوشش کرے گا کہ اس کو کبھی بڑھا پا اور مرنا پیش نہیں آئے گا ان دونوں کے خوف سے جو سرمایہ نوامیدی ہیں تن آسان لگا پوسے باز رہتے ہیں میری رائے یہ ہے کہ ان دونوں ضروری چیزوں کے جمع کرنے میں فردا کے تعلق کے نشان کو روز واپس جان کر آج کی کارکردگی کو کل پر نہ ڈالے۔

(۱۳۱) ہندی حکیم کہتے ہیں کہ نیک کاری کی گرد آوری میں ہمیشہ مرگ کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے جوانی اور زندگی پر بھروسہ نہ رکھے اور ایک دم آسودہ نہ ہوئے میری رائے یہ ہے کہ نیکی کی جو بانی میں مرنے کا خیال ہی نہ کرتے تاکہ بے بیم و امید نیکی کو اس شاکستگی کے لیے جو وہ رکھتی ہے کام میں لگائے۔

(۱۳۲) تعجب ہے کہ ہمارے پیغمبر کے زمانہ میں کوئی تفسیر ایسی تیار نہ پائی کہ اس میں اختلاف تھا (۱۳۳) پہلے لوگ کہہ گئے ہیں کہ سخت ترین بلائیں پیغمبروں پر اور بعد ازاں اولیاء پر اور پھر مرتبہ بڑبڑ نیک آدمیوں پر آتی ہیں مجھے اس کا یقین نہیں ہوتا کہ خدا کی درگاہ کے مقبول اس شخص پر سوائے آئین۔ رسمی ملائوں نے مجھ سے کہا کہ یہ آزمائش الہی ہے اس پر مجھے تعجب ہوا کہ پوشیدہ اور آشکارا جاننے والے کو امتحان کب سزاوار ہے۔

(۱۳۴) ہر گروہ جو اپنی روش کا آشنا ہے اس کو نیک جانتا ہے اور حقیقت میں وہ نیک ہوتی ہے۔ اگر دنیا سے وابستہ ہے تو راستی اور درستی اور ناگزیر وقت کی فراہمی میں اپنی سسر

کرتا ہے اور اگر وارس نہ ہے تو اپنے نفس سے لڑتا ہے اور اوروں سے آشتی رکھتا ہے اور
آفرین اور نذرین میں تمیز نہیں کرتا ہے

(۱۳۵) بعض یہ رائے رکھتے ہیں کہ جو بیدہ ورسندہ کو فیض اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے جتنے ان کے
میانجی زیادہ ہوتے ہیں حقیقت میں یہ نہیں بلکہ کشش معنوی اور نیک کرداری پر رسیدگی
موقوف ہے۔

(۱۳۶) تعجب کی بات ہے کہ امام خاک کر بلا کی تسبیح اس لیے بناتا ہے کہ لوگ اس کو یہ سمجھیں
کہ اس میں امام کا خون ملا ہوا ہے۔

(۱۳۷) جو شخص نروایون و بازی گرون اور مسخرون کو اپنی پوشش دیتا ہے گویا اس طرح
کرنے سے وہ اپنے تئیں کچال بناتا ہے۔

(۱۳۸) کسی کی تصنیف کا انتخاب کرنا اس شخص کو سزاوار ہے جس کے علم کا رتبہ مصنف سے
زیادہ ہو ورنہ وہ انتخاب نہیں کرتا بلکہ اپنی نمائش کرتا ہے۔

(۱۳۹) فور کے ساتھ سکندر کے فریٹے کی داستان سچ نہیں ہے جس کو خدا بزرگ بنانا
ہے وہ اس راہ پر نہیں چلتا۔ خاص کر جب وہ مرنے کو تریب جانتا ہے۔

(۱۴۰) میسر نزدیک خواجہ حافظ کی ہر غزل کے بعد عمر خیام کی ایک رباعی لکھنی چاہیے ورنہ
حافظ کا پڑھنا شراب بے گزرک کا حکم رکھتا ہے۔

(۱۴۱) لوگ بزرگوں کے نام پر اپنی اولاد کے نام رکھتے ہیں اگرچہ اس میں تغاؤل کا خیال
ہوتا ہے مگر وہ ادب سے دور ہے۔ تعجب یہ ہے کہ فقہا جو تہناسخ کے قائل نہیں ہیں زیادہ تر اس طرح
کے نام رکھتے ہیں اور اہل ہند جو تہناسخ کے قائل ہیں اس سے پرہیز کرتے ہیں (یہ خیال غلطی
(۱۴۲) آدمیوں کی اس حرکت پر حیرت ہوتی ہے کہ چون کی جو بارفرائض سے سبکدوش
ہوتے ہیں خستہ کی سنت ناگزیر سمجھتے ہیں۔

(۱۴۳) تکفین کی رسم قدیم سے چلی آتی ہے ورنہ مرنے والے پر کیوں یہ بوجھ لادتے ہیں جس طرح

سے آیا تھا اسی طور سے جانے دین۔

(۱۴۴) کسی شخص سے خواہش کرتی بُری ہوتی ہے۔ خاص کر عالی ہمت والا فطرتوں سے اس لڑکے یہ لوگ سوائے ناگزیر کے کسی کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ پس ان سے چاہنا ان کی اور اپنی آبرو ریزی ہے۔

(۱۴۵) آدمیوں میں استعداد کا اختلاف انکی پائندگی کا سبب ہے۔

(۱۴۶) کلمہ حق وہی ہوتا ہے کہ ادھر کان میں گیا ادھر دل نے قبول کیا اس کا قبول کرنا لازمی ہوتا ہے۔

(۱۴۷) بچوں کا سخت بیمار ہونا تناسخ پر کچھ آگاہ کرتا ہے۔

(۱۴۸) آسمانی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ پہلے زمانہ میں گناہگاروں کی صورت مسخ ہو کر سب در اور سور کی شکل ہو گئی تھی اس کا یقین ہوتا ہے۔

(۱۴۹) اگر یہ سوچیں کہ خدا نے چند سپیکر بنا کے اُن کے اندر نفوس کو پیوند دے دیا ہے اور اس آگے کچھ نہیں کیا ہے۔ تو یہ امر کموہیدہ معلوم ہوتا ہے ورنہ نیرنگ ساز تقدیر اگر جمادِ ستینی و جاندار میں پایہ بہ پایہ پیوند دیوے اور والا پایہ بنائے تو تعجب نہیں ہے۔

(۱۵۰) بعض پہلے لوگ کہہ گئے ہیں کہ ہر ایک کے اعمال کی مکافات چند چوٹوں میں بدلتے ہوئی ہے۔ اور ہر چوٹ میں اس کے کیفر کردار کے مناسب بدن بنایا جاتا ہے اس بات کی ہم تائید کرتے ہیں۔

(۱۵۱) چراغ روشن کرنا آفتاب کو یاد کرنا ہے جس کے ہاں آفتاب چھپ گیا ہو۔ اگر چرخ نہ جلانے تو کیا کرے۔

(۱۵۲) دھواں ناخلفی اور نور سے دور ہونے کے سبب سیاہ ہوتا ہے۔

(۱۵۳) جب مرنے کا وقت قریب آتا ہے تو آدمی کچھ غوطہ میں جاتا ہے۔ اور پھر کچھ خستی ہوتی ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ خدا کی قدرت میں جان کا لینا دینا ہے۔

(۱۵۳) آواز کا دیدبان کان ہے۔ جب گانے والا بھرا ہوا وہ بے سُر ہوا۔

(۱۵۵) اس سبب سے کہ دفنوں ابتداء شعور و پیرانہ سالی میں آدمی دزدی کر سکتا ہے وہ زنا سے بدتر ہے مگر اس سبب سے کہ زنا میں آدمی اپنے تئیں اور دوسرے کو بھی گناہگار بناتا ہے تو یہ سخت تر ہے۔

(۱۵۶) معدہ کو جانوروں کا گورستان بنانا سزاوار نہیں۔

(۱۵۷) بے گناہ کی جان کا شکار کرنا اس کی خیر سگالی اور خدا کی رحمت سے ملانا ہے۔

(۱۵۵) جان کا شکار کرنا اُسی کو سزاوار ہے جو جان دے سکے۔ جو کوئی خرد کے موافق یہ کام کرتا ہے تو وہ بھی خدا ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

(۱۵۹) باوجود بیٹی کے ہونے کے جو عمراد کو میراث پہنچتی ہے وہ کسی طرح سزاوار نہیں۔ مگر اس حال میں کہ مردہ کو پدر سے میراث ملی ہو تو گنجائش ہے۔

(۱۶۰) مشہر اُسی کو کہتے ہیں کہ اُس میں طرح طرح کے پیشہ درہتے ہوں یا اس قدر آدمی اس میں بستے ہوں کہ رات کو معتدل آواز اُس سے باہر نہ سنائی دیتی ہو۔

(۱۶۱) دریا وہ ہے کہ جو سب سال جاری رہے۔

(۱۶۲) ملک آپس میں کیا دریا سے یا کوہ سے یا بیابان سے یا زریں سے جدا ہوا کرتے ہیں۔

(۱۶۳) سرد سیر ملکوں میں جیسے کابل و کشمیر ہیں بندہ ق کچھ موٹی ٹنائی چاہیے تاکہ خشکی و سردی سے پھٹ نہ جائے۔

(۱۶۴) ہوا میں اعتدال کا ہونا عوام میں یہ مشہور ہے کہ چراغ اس میں جھجھ جائے مگر وہ کشتی و جہی کے لحاظ سے کچھ اور ہے۔

(۱۶۵) تعبیر بھی تفاؤل کی قسم میں سے ہے اس لیے خواب کو دانائے نیک سگال کے آگے بیان کرے کہ وہ فال نیک موند سے نکالے۔

(۱۶۶) بلاغت یہ ہے کہ سننے والے کے انداز کے موافق بات کہی جائے اور بہت سے معانی تھوپی

سی عبارت میں اس طرح ادا ہوں کہ بے تکلف سمجھ میں آئیں اور فصاحت یہ ہے کہ زبان کج منج نہ ہو۔

(۱۶۶) مرزاں مصر اور چین منصور کا مقولہ یہ ہے کہ خود بینی اور خدا نگر سی جدا جدا ہیں۔

(۱۶۷) استقامت احوال کا نام کرامت ہے۔

(۱۶۸) ایک دانش ور سے گرگس کی درازی عمر اور بازی کو تازہ زندگی کا سبب پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ پہلا کسی کو ستانا ہنر اور دوسرا شکار کرنا ہے۔

(۱۶۹) جب باز کو جبکی خورش سوائے جانور کے ہنر ہے یہ کم زندگی بآفسراہ ہو تو آدمی کا حال کیا ہوگا کہ جس کے لئے باوجودیکہ بہت سے کھانے کی چیزیں موجود ہیں مگر اس کو گوشت کھائے بغیر صبر نہیں آتا۔

(۱۷۰) جاندار کم آزار کے حلال ہونے میں اور آزار زندہ کے حرام ہونے میں سرایت کا اندیشہ کیا گیا ہے۔

(۱۷۱) ہم نشینی سے زبان آموزی پیدا ہوتی ہے ورنہ زبان بستگی رہتی ہے۔

(۱۷۲) کسی کے لئے خدا سے دعائے بد مانگنی قبول نہیں ہوتی اسی سبب سے بین ایک شخص کے لئے دعائے بد مانگنا تھا وہ چھوڑ دی۔

(۱۷۳) جب سے میں شورہ کو استعمال کرتا ہوں تو پانی میں بھی حق نمک ظاہر ہوا ہے۔

(۱۷۴) آدمی گوشت کھانے کا خوگر ایسا ہو گیا ہے کہ اگر اس کو تکلیف نہ ہوتی تو اپنا گوشت کھاتا۔

(۱۷۵) کاشش میراجم ایسا تنومند ہوتا کہ اس سے گوشت خواروں کا کام حل جاتا اور کسی جاندار کو شکار نہ کرتا یا ان کے کھانے کے واسطے میں جتنا گوشت جدا کرتا تو اس کی جگہ وہ اور پیدا ہو جاتا۔

(۱۷۶) کاشش ہاتھی کا گوشت حلال ہوتا کہ وہ اکیلا بہت سے جانوروں کا بدل ہوتا۔

(۱۷۷) اگر لوگوں پر بغیر گوشت کھانے کے زندگی دشوار ہوتی تو میں ان کو گوشت کھانے سے

منع کر دیتا اور مین خود جو اس کو بالکل نہیں چھوڑتا اس کا سبب یہی ہے کہ مجھے دیکھ کر اور لوگ خواہی نہ خواہی اُسے چھوڑ دین گئے جس کے سبب سے وہ غمگین ہونگے۔

(۱۷۸) اب تارے شعور سے جب مین نے کسی جانور کو خورش کے لئے پکڑا تو اس میں دیکھا وہ مزہ نہ پایا جان پروری کی طرف مضمونی ہوئی اور مین نے جاندار کے کھانے سے دست کشی کی۔

(۱۷۹) ہر سال اپنے ماہ ولادت میں آدمی گوشت نہ کھائی نہ تاکہ سپاس الہی ادا ہوا ورسال بخیر و خوبی گذرے۔

(۱۸۰) قصاص دماہی گیر اور مثل ان کے جو جان شکاری کا پیشہ رکھتے ہیں ان کے مکان اور آدمیوں کے مکان سے جدا ہوں اور جو ان سے ملے اس سے تادان لیا جائے۔

(۱۸۱) جب ایک سوداگر کا وقت آخر آیا اور اسکے مال پر اسکے چار بیٹوں نے جھگڑنے کا ارادہ کیا تو اس نے سب کو نصیحت کی اور کہا کہ مین نے دور بینی سے تمہارے لئے برابر حصہ کر کے مکان کے چاروں کونوں میں دبا دیئے ہیں۔ جب مین مرجاؤں تو ہر ایک اپنا حصہ لے لے جب اسکی وصیت پر عمل ہوا تو ایک کو زر ملا اور دوسرے کو غلہ۔ باقی دو کو کاغذ اور استخوان۔

کم فہمی سے ان میں شورش ہوئی۔ ہندوستان کی فرمانروا سالیباہن نے کہا کہ استخوان کا اشارہ ملیشی کی طرف اور کاغذ کا اشارہ قرض کی طرف ہے جو اردن پر لینا ہے۔ جب ان کا حساب ہوا تو سب کو برابر حصہ پہنچا۔

(۱۸۲) حسن صباح بہت آدمیوں کے ساتھ دریائے رودی کرتا تھا۔ ناگاہ طوفان کا آشوب اٹھا اور آدمی سراسیمہ ہوئے وہ شگفتہ اور خوف زان تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے سب کے بچنے کا مشورہ سنایا۔ جب کنارے پر اترے تو سب اسکی غیب دانی کے معتقد ہوئے تحقیق یہ ہے کہ اس سبب سے وہ آشفتنہ ہوا کہ وہ جانتا تھا کہ خدا کی خواہش میں تغیر نہیں ہوتا اور زمانی کی نوید اس سبب سے سنائی کہ وہ جانتا تھا کہ اگر سب سیلاب فنا میں بھی رہے تو کوئی میرا دھن نہیں بگڑے گا۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو سادہ لوح میری نیایش گرمی کرینگے۔

(۱۸۳) مجھ سے علی کہتا تھا کہ میں نے بلیہ میں ایک آدمی دیکھا جس کے اوپر کے دھڑ دھڑاتے اور اُن میں سرد آنکھیں اور ہاتھ جدا جدا تھے اور نیچے کا دھڑ ایک بٹھا یہ آدمی کہ خدا اور زرگری کرتا تھا۔

(۱۸۴) جس سال میں کہ یرم خان حجاز کو گیا ہے سکندرہ کے قریب ایک ہرنی کو چھتہ نے پکڑا۔ زندہ بچا سکے پیٹ سے نکلا۔ میں خود ہرنی کا گوشت ہڈیوں سے جدا کر کے چھتہ کو کھلاتا تھا ایک پریشان نکلا یقینی چھوٹی عمر میں اسکے یہ پریشان لگا تھا خدا نے اسکی حفاظت کی کہ اس سے کچھ گزند اس کو نہ پہونچا۔ اور تنومنت رہی اور بچہ جننے سے باز نہ رکھا۔

(۱۸۵) چوہا بیضہ کو غسل میں لے کر پیٹھ کے بل سو جاتا ہے اور اوپر چوہے اس کی دم پکڑ کر سوراخ میں لے جاتے ہیں۔ اور چوہا اپنی دم کو بل دے کر شیشہ میں لے جاتا ہے اور اس سے خشکاش وغیرہ چیزوں کو نکال لیتا ہے اور اسی طرح چوہا عجیب عجیب کام کرتا ہے۔

(۱۸۶) بیٹھریا اگر منہ کھول کر سہلہ کرتا ہے تو شکار کو پکڑ لیتا ہے اور ہنہن تو پھر اس کا منہ ہنہن کھلتا اور جب وہ پکڑا جاتا ہے تو پھر آواز ہنہن کرتا۔

(۱۸۷) سنگ و سنگ میں یون تیز ہو سکتی ہے کہ پہلا پانی میں گل جاتا ہے اور دوسرا ہنہن گلتا۔

(۱۸۸) شکار گاہ میں خانگی اور دشتی ہرنوں میں کشتی ہوئی انھوں نے چابک دستی کر کے صحرائی کو پکڑ لیا تو میں نے یہ مصرع پڑھا۔

کس ندیدم کہ آ ہو بدویدن گیرد

آ ہو فارسی میں عیب کو کہتے ہیں وہ تگاپو اور کوشش سے ہاتھ ہنہن آتا۔

(۱۹۰) چھوٹی عمر میں کہ خدا کرنے سے خدا ناخوش ہوتا ہے اس کام سے جو اصل مقصود ہے وہ بہت دور ہوتا ہے اور اسکی گردن نزدیک۔ جس آئین میں کہ عورت کا دوسرا نکاح کرنا

جائز نہیں اس سے بڑی دشواریاں ہوتی ہیں۔

(۱۹۱) بیگانوں میں زنا شوقی پسندیدہ ہوتی ہے اس لیے کہ بیگانگی خوشی ہو جاتی ہے اور خوشیوں میں جتنی دوری زیادہ ہوتی ہی آرزو نزدیکتر ہوتی ہے اور یہ لکھا ہے کہ آدم کے زمانہ میں ہر شکم سے ایک دختر و ایک پسر پیدا ہوتے تھے اور ایک کا بیٹا دوسرے کی بیٹی سے بیاہا جاتا تھا اس سے بھی اوپر کی بات میں کچھ آگاہی ہوتی ہے۔

(۱۹۲) احمدی کیش میں جو دختر کم سے اور اس کی بہن سے خوشی جائز رکھی گئی ہے وہ اسکا استدائی زمانہ آدم کی مانند تھا۔

(۱۹۳) خواہش طبیعت پر عورت سے نزدیک کرنا بہت ناسزا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ سر چشمہ ہستی اسکے گلے میں اٹ نہ جائے۔

(۱۹۴) جیسا کہ چھوٹی عمر کی عورت سے نزدیک کرنا خا کو ناراض کرتا ہے ایسے ہی بڑھیا سے جس کی جتنے کی عمر نہ رہی ہو یہ اکشر بچپن سالہ کے بعد ہوتا ہے۔

(۱۹۵) حاملہ عورت کے ساتھ نزدیکی سے خدا خوش نہیں ہوتا لفظ ناچیز ہو جاتا ہے اور بان نیست ہو جاتی ہے۔ بار آور کو بھی گزند پہنچتی ہے۔

(۱۹۶) ایام سرنی میں عورت سے پرہیز رکھنا چاہیے۔ اس میں بعض ناخوشیاں ہوتی ہیں۔

(۱۹۷) ایک زوجہ سے زیادہ زوجہ کرنی اپنے خون میں نگاہ کرنی ہے اگر وہ بلخ ہو یا بیابان جہ تو البتہ اسکی گنجائش ہے۔

(۱۹۸) اگر مجھے یہ علم پہلے سے ہوتا تو میں اپنی قلمرو میں سے کسی کو حرم سرا میں نہ لاتا اس لیے کہ رعیت فرزند کا حکم رکھتی ہے۔

(۱۹۹) ہندوستان میں عورتوں نے اپنی جان بے بہا کو کم قیمت کر رکھا ہے۔

(۲۰۰) ہندوستان میں عورتوں کے سستی ہونے کی رسم قدیم سے چلی آتی ہے وہ مردہ شوہر کے

ساتھ جل کر کشادہ پیشانی سے جان دے دیتی ہے اور اپنے شوہر کی رستگاری کا سبب جانتی ہے۔ مردوں کی ہمت پر افسوس ہے کہ وہ عورتوں کی دستاویز سے اپنی رہائی ڈھونڈتے ہیں۔

(۲۰۱) فرمانروائی بہت بڑی نعمت ہے اسی کے کارکرد میں ہر کار کی شائستگی ہے پادشاہوں کو سپاس گزاری اور قدر دانی اور اردن کو انکی فرمان پذیری اور نیایش گری ضرور ہے۔

(۲۰۲) فرمان دہوں کا دیکھنا خدا کی پرستش ہے۔ اہل زمانہ اسکو ظل اللہ کہتے ہیں۔ اور صاحب سایہ کو سایہ بلماتا ہے اس لیے بادشاہ کا دیدار خدا کی یاد کا سرمایہ ہے۔ (۲۰۳) جہان بانی بڑی عنایت ہے اس کا فائدہ بہت آدمیوں کو پہنچتا ہے اور رستہ نیکیان انھیں کو پہنچتی ہیں۔

(۲۰۴) جو کام بندے کر سکتے ہیں وہ پادشاہ کو نہیں کرنے چاہئیں اس لیے پادشاہ اور انکی خطاؤں کا چارہ کرتا ہے اسکی لغزش کو کون درست کرے گا۔

(۲۰۵) پائیشناسی کا نام پادشاہی ہے کہ اسکے اندازے کے موافق مطلق وقہر پر آمادہ ہو۔

(۲۰۶) پائیشناسی ہی پیرایہ سعادت پر وہی دستاویز کامروائی ہے۔

(۲۰۷) یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ پادشاہوں کے قدم سے اپنی اور آسودگی ہوتی ہے۔ سچ ہے

جب جہاد اور رستی خاصیتیں رکھتی ہیں تو برگزیدہ آدم کیوں نہ رکھے۔ خاص کر وہ شخص جس کا کردار اہل جہان کی پاسبانی ہے

(۲۰۸) کارنامائی اور فرمان پذیری بین بیم و امید ناگزیر ہیں جسے ہنگامہ صورت

آراستہ ہوتا ہے اور خلوت گاہ معنی شروع پاتی ہے۔ لیکن زبردست گرانبار شمع

سبک سرنہ ہو کر ہر ایک کے اندازہ اور مقام کو خورد سے تخمینہ کرے۔

(۲۰۹) جو بیم اور امید کے درمیان راہ چلتا ہے اسکی دین و دنیا آباد ہوتے ہیں اسکے

فروگذاشت سے گزند پہنچتی ہے۔

(۲۱۰) بیکاری تمام برائیوں کا سر ہے۔ سعادت پڑوہ کا کام یہ ہے کہ کوئی ہنر سیکھے اور اسکے کارکرد میں مشغول ہو اور واروغون کو ناگزیر ہے کہ دید بانی میں سونہ جائیں۔

(۲۱۱) دادگر کا خشم اسکے لطف کی مثل جہاں آبادی کا سایہ ہے۔

(۲۱۲) کسی شخص کو ستم کرنا روا نہیں ہے خاص کر بادشاہ کو کہ وہ پاسبان جہاں ہے۔

(۲۱۳) فرماندہوں کی پرستش دادگرمی اور جہاں آرائی میں ہے اور وارستوں کی عبادت

جان و تن کی گذارش میں ہے ساری شورش اس سبب سے برپا ہوتی ہے کہ آدمی اپنی ناگزیر کو چھوڑے اور دن کی کارکرد میں مشغول ہوتے ہیں۔

(۲۱۴) پادشاہ کو چار چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ زیادہ شکار کرنے سے۔ ہمیشہ کھیلنے

سے۔ رات دن مست رہنے سے۔ عورتوں کے ساتھ سخت آمیزش سے۔

(۲۱۵) اگرچہ شکار میں ملکی تدابیر بھی بہت ہیں لیکن مقدم یہ ہے کہ جان شکاری ایک بنجا کے ساتھ ہو۔

(۲۱۶) سب کا جھوٹ بولنا بُرا ہوتا ہے اور پادشاہ کا اور زیادہ تر بُرا ہوتا ہے۔ اس گردہ

کو سائیہ خدا کہتے ہیں۔ اور سایہ ہمیشہ سیدھا ہوتا ہے۔

(۲۱۷) واروغون کو دید بانی کرنی چاہیے کہ کوئی شخص اپنی خواہش سے اپنے پیشہ کو نہ چھوڑے

(۲۱۸) ایران کے پادشاہ طہاسپ ایک مصرعہ بھول گیا مشعلی نے وہ پڑھ دیا۔ پادشاہ نے

اُس کی کچھ بالاش کی اور فرمایا کہ جب شاگرد پیش علم جانیں گے تو بہت سے کاموں

کی کارروائی ہنیں ہوگی۔

(۲۱۹) پادشاہ اپنے نزدیکوں سے خندہ و بازی کا خوگر نہ ہو۔

(۲۲۰) پادشاہ کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ ملک گیری کا قصد کرتا رہے۔ ہنیں اسکے ہم سایہ سپر

غالب ہو جائینگے۔

(۱۲۱) سپاہ کو لڑائی کے کام میں مشغول رکھنا چاہیے۔ کہ وہ کم و زرشمی سے تن آسان نہ ہو
 (۲۲۲) پادشاہ کو چاہیے کہ آدمیوں کے مال و جان و ناموس و دین کی نگہبانی میں مبالغہ
 کرے۔ آرزو شہم کے گمراہوں کو جب نصیحت رہ نمون نہ ہو تو مالش کرنی چاہیے۔
 (۲۲۳) جو شخص پادشاہ کو شائستگی کے ساتھ یاد دہن کرنا تو اسکی نکو ہش ہوتی ہے۔
 (۲۲۴) پادشاہوں کی باتیں دُر کا حکم رکھتی ہیں ہر کان آویزہ کا سزاوار نہیں ہوتا۔

نصائح اکبری

پادشاہ کی عادت تھی کہ شائستہ خیر سگالوں کو منتخب کرتا تھا اور زیر دستوں کی تیمارداری
 خاص کر جو بزرگ نژاد سائنتہ کاری کے پیروا یہ سے آراستہ ہوتے یہ اسکی خوی ستودہ
 تھی کہ خویش و بیگانہ کو کسوٹی پر کستا۔ نیک مردوں کو برتر کرتا اور نیک نیتی کے ساتھ
 ہمسایہ کے مرز بانوں کو غور سے دیکھتا۔ اگر وہ خلق کے غم خوار ہوتے تو انکی داد گری اور
 آباد زندگی میں کوئی گزند نہ پہنچاتا اور انکی یادری پر دل نہاد ہوتا۔ ورنہ لا بہ گری کے
 سبب سے ان کے سزا دینے سے باز نہ رہتا۔ مگر اول ان کو نصیحت کرتا اور بیم و امید
 کی داستان سُنا تا۔ جب دکن کے سرداروں نے ناہنجاری اختیاری کی تو ننگر گزاری
 کے لئے کارا گہوں کو ان پاس بھیجا اور شاہزادہ سلطان مراد کو یہ نصیحتیں کر کے روانہ کیا۔
 اول رضائے آہی کی جستجو میں اندیشہ کو آباد کرے تاکہ اعمال نیک سرزد ہوں پھر بیٹنی
 نمائش کرے اور وقت اور اندازہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ہر عضو سے ایک
 پسندیدہ کام لے۔ بہت باتیں کرتے سے اور ہنسنے سے باز رہے۔ رات دن کے
 تہائی حصے سے زیادہ نہ سوئے۔ اور ملک کی سپاہ و آبادی میں اور راہ کی ایمنی میں
 اور سرتابوں کے فرمان پذیر بنانے میں اور دزد و ہزنوں کے پامال کرنے میں کوشش
 کرے۔ اس پیرایش بیرونی کے بعد اندر ویش ورونی کرے۔ خواہش و خشم کو اپنی فرمان

بین رکھے کہ خدا نے اس بڈیوں کے کاخ کے یہی دو پہاں مقرر کیے ہیں۔ اول سے جو درخور ہودہ
 حاصل کرنے اور دوم سے جو ناسزا ہواؤں سے پرہیز کرے۔ آدمی اپنے خود کو ایسا سٹلا دیتا ہے کہ جس سے
 یہ دونوں عنان گست ہو جاتے ہیں اور پیرایہ زندگی مردگی کا سامان ہو جاتا ہے۔ شائستہ
 کی شناسائی کو نہ چھوڑے اور کار فرمائی کی نیسہ کو شائستگی سے تو مندی دے۔ آن رو
 باتوں میں اعتدال کی طرف رغبت کرے اور کمی اور فزونی سے کہ سرمایہ کو ہیدگی ہے
 دور رہے۔ اس زمانہ میں تقلید و دوروی کے بازار کو رونق ہو رہی ہے اس میں انصاف
 اور ہوشمندی کو کام میں لائے۔ گوشہ نشین تارک الدنیا کی پرستش اور ہے اور دنیا کے
 دل بستوں کی نیایش اور ہے اگرچہ دونوں کو اندیشہ کی آبادی ضرور ہے لیکن اول کو لاگھی
 اور دوم کو غفلت سزاوار ہے۔ ہر ایک کار کے پایہ کو دریافت کرے اور نا ملائم کے دیکھنے
 سے اپنی جگہ پر قائم رہے۔ مہر و کین و بیم و امید کو اندازہ اور مقام سے نہ گذرانے
 دے۔ بہت آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر فقط چین پیشانی وہ کام کرتی ہے جو دوسرے پر
 شمشیر و خنجر کرتے ہیں۔ اختلاف مذہب کے سببے کار سازی سے باز نہ رہے اور
 غرض لینے میں شورش نہ برپا کرے۔ راز گوئی کی انجمن کو کار دانوں سے آراستہ کرے
 اگر کوئی سحر کرے تو قبول کرے۔ اپنی رائے پر غرہ نہواور سوائے دور بین خیر سگال کے
 جو خود لرزان نہو مشورہ کے لائق نہ جانے خوشخونی کو اپنی عادت بنائے۔ اور دستگیری کو
 ناکامی کے روز پر موقوف نہ رکھے اور اسکی فزونی سے اپنی مشکوہ کو شکستہ نہ کرے۔
 پیمان کے پاس کو سب فائدوں پر ترجیح دے۔ اسی طرح زندگی بسر کرے کہ گروہا گروہ
 بیگانے آدمیوں کے خاص کر سنو اگر دن کے دل اس سے آزدہ نہوں اس سے نیکنامی کا
 آوازہ بلند ہوتا ہے اور آدمی سے اسکی قوت کے موافق خدمت کی امید رکھے۔ شناسائی
 میں چرب زبانی پر فریفتہ نہ ہو۔ ان چار چیزوں میں سے ہر ایک سے دوستداری پیدا
 ہوتی ہے۔ اول دنیا کا فائدہ اگرچہ گمان میں آتا ہے لیکن وہ دیر میں مانتھم آتا ہے اور

اور جلد ہاتھ سے جاتا ہے۔ دوم دینی بہرہ جو اول سے برعکس ہے۔ سوم نیک ذاتی۔ وہ جان کے ساتھ لگی رہتی ہے۔ اسکی پابندگی اور ناپائنداری اپنے ساتھ ہے۔ چہارم اخلاص۔ یہ چاروں باتیں اپنے عقیدت گزینوں میں غور سے دیکھنی چاہیے اور شناسائی کے اندازہ کے موافق کارکردگی کی بنیاد رکھنی چاہیے آگہی ناموں کی آموزش میں کوشش کرے اور دانش کو کردار میں لائے۔ جو خورسند گوشہ نشین اور برہنہ ژولیدہ موہن انکے دل کو ہاتھ میں لائے اور خدا کے جلال کے جوہر بودہ ہیں انکے دیکھنے میں دلبری نہ کرے سپاہ کی عکساری میں ہمت لگائے اور ان کا ماہوار وقت پردے اور ہر شخص سے اسکے موافق دستور و خیمہ طلب کرے۔ نیکو خدمت کا پایہ بڑھاوے اور قدیمی نوکروں کو نظر انداز نہ کرے اور کشادہ رزون کی آبادی سے غافل نہ ہو راستی منش و آگاہ دل گوہر شغل پر معین کرے جو بغیر اپنی بزرگی کے اظہار کرنے کے اور ستائش کے آرزو کے کاموں کو شائستگی سے انجام دین اور اپنی دید بانی بھی ان سے باز نہ رکھے حق سگالوں کا مرتبہ بڑھاوے اور باطل سپیچوں کو نصیحت و مالش سے پریش دے۔ داوری میں سگندہ گواہ پر بس نہ کرے طرح طرح کی پرسش کرے اور پیشانی کے نامہ کو پڑھکر اپنا یاد بنائے کوئی تازہ رسم ایسی نہ قائم کرے جس کا فائدہ تھوڑا اور نقصان بہت ہو۔ ملک کی سرحدوں کو آزمودہ جوان مردوں کے سپرد کرے اور راہ کے ایمنی کے فکر میں ایک لمحہ صبر نہ کرے۔ عافیت کے وقت میں ناکامی کے زمانہ کو یاد کرتا رہے اور ہر چیز کا چارہ تیار رکھے اور شائستہ کار ہمنشین منتخب کرے کسی کی راست گوئی سے برہم اور دل گرفتہ نہ ہو اور اپنی طبیعت کو اپنے اختیار میں رکھے اور شورش طبیعت سے بچتا رہے۔

جہاں قوم کی قوت و استعداد کسی خاص شے کے ہاتھ میں ہوتی ہے وہاں آخر کو آزادی باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ راجستان کا یہی حال ہوا کہ وہاں کے راجاؤں میں سے ایک جماعت دہلی کے پادشاہوں کو اپنا حاکم اعلیٰ ماننے لگی اور اپنے تئیں ان کو حاکم کیا کہ اس کا اقتدار

شہنشاہ اکبر کی رشتہ مندرجہ ذیل چوتھوں کے ساتھ اور پوتوں کے مناصب

اور اختیار قائم رہے اس نے برائے نام اپنی ریاستیں مسلمان بادشاہوں کو تفویض کیں۔
 بادشاہوں نے پھر اس کو واپس دے دیں اور اس کو اسناد لکھ دیں کچھ عرصہ کے بعد ان اسناد
 کی تجدید ہوتی رہتی تھی۔ اور اسناد کے ساتھ راجاؤں کو خلعت ہاتھی۔ گھوڑا۔ اسلحہ و جواہر
 بھی دیئے جاتے تھے اور ان کے موروثی خطابوں پر اور القابوں کا اضافہ ہوتا تھا اور جدید منصب
 ملتے تھے۔ اور علم شاہی و نقارہ اور امارات شاہی عطا ہوتے تھے۔ یہ راجہ سوائے اطاعت
 شاہنشاہی کے معمولی نذرانہ اور پیشکش دیتے تھے خصوصاً نوروز کو اور اس کا عہد و سپاہ
 کرتے تھے کہ جب پادشاہ ہم کو طلب فرمائے گا ہم مع تعداد معینہ تابعین کے حاضر ہوں گے
 ہمایوں بادشاہ کی چند راجاؤں نے ملازمت اختیار کی تھی مگر ان کی اعانت و امداد پر
 اعتماد نہ تھا اس کے دانشمند عالی و ماغ فرزند شنشاہ اکبر ہی کا یہ حصہ تھا کہ اس نے
 اپنی سلطنت کی زمینت اور اپنے تخت کا پایہ رچوتوں کو بنایا۔ اس نے اپنی سلطنت کا
 اس خوش اسلوبی سے انتظام کر کے مستحکم کیا کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ جو
 ملک اس نے اپنی قوت سے فتح کیا اس کو اپنی نیک سیرتی اور خوش انتظامی سے برقرار
 رکھا وہ خوب جانتا تھا کہ اگر میں اپنی حکومت کو دکھا کر رچوتوں کو ہمیشہ دباؤں کا تو وہ
 اثر پذیر نہیں ہوگی بلکہ خطرناک ہوگی اس لئے ان کو خود سلطنت کے کاموں میں ایسا
 جیل کر دیا کہ وہ اس کی حفاظت و اعانت میں خود بدل مسخر و ساعی ہو گئے۔

اس نے یہ عزم مصمم کر لیا تھا کہ جو چنگیز و تیمور و بابر کی رگوں میں اوغزخان کے
 خون کی نہر بہن جاری ہوئی تھیں ان کو رچوتوں کے خاص خون سے خلوط کروں کہ جس کے
 سبب آپس میں وہ ملوث پیدا ہو کر رچوت میری فرمان برداری پر زیادہ تر جلد تیار
 ہو جائیں نہ نسبت اسکے کہ وہ خالص تارسی ہوتے۔ ان کے ساتھ مشتمل ہونے
 سے رچوت راجاؤں کے عزیز و اقارب بڑے اعانت و مدد پر مستعد ہوں گے جس سے
 سارے کے سارے رچوت دوستانہ ہو جائیں گے۔ یہ خیال اس کا بالکل صحیح نکلا

اس کام کی ابتدا میں جو دشواریاں پیش آئیں ان کا حال نہ نسبت ان مشکلوں کے غیر معلوم ہے جن کا مقابلہ اسکو آخر میں کرنا پڑا۔

پتھورا کے خاندان میں نہ اکبر کا نہ اسکی اولاد کا کوئی بیباہ ہوا۔ اس خاندان نے کبھی شاہان دہلی سے اپنی لڑکیوں کی شادی کرنے کو نہیں پسند کیا۔

دہلی کے ترمیب امیر (جے پور) تھا اول اس نے شاہان دہلی سے اپنی لڑکیوں کے بیاہنے کا طریقہ اختیار کیا۔ راجہ بھگوان داس نے اپنی لڑکی ہمایون پادشاہ سے بیاہی۔ پھر اس طریقہ کا رواج اکبر نے ایسا دیا کہ راجاؤں کی لڑکیوں سے بڑے بڑے نامور شہنشاہ اور شہزادے پیدا ہوئے جنکی تفصیل یہ ہے۔ کہ سلطان سلیم جو تخت نشین ہو کر جہانگیر شہنشاہ دہلی ہوا اور اس کا بیٹا شاہجہان جو باپ کو بہت عزیز تھا اور بد نصیب بیٹا خسرو اور شہنشاہ اورنگ کا سرکش بیٹا اکبر۔ سلطنت کے زوال کی حالت میں فرخ سیر نے جیت سنگھ راجہ مارواڑ کی لڑکی سے شادی کی۔ اس کے بعد اس قسم کا بیاہ اور نہ ہوا گو ہندو امرا کی لڑکیوں سے مسلمانوں کی یہ رشتہ مندی مغلوں کی سلطنت سے پہلے بھی ہوتی تھی مگر ان ہندو امیر زادیوں کو مسلمان ہو کر رہنا پڑتا تھا۔ مگر مغل پادشاہوں سے اس رشتہ مندی کی صورت میں وہ اپنے مذہب پر قائم رہتی تھیں وہ مسلمان نہیں ہوتی تھیں۔ بلکہ پادشاہوں کو کچھ ہندو بنا لیتی تھیں۔ یہ ہندو راجہ پادشاہوں کے سسرے ہو کر اپنے خرد سال بھانجنوں کے حامی ہوئے تھے اور ان کی سلطنت کی ترقی کے خواہان اور ان کے ساتھ سارے خوف و خطر میں شریک رہتے تھے۔

شہنشاہ اکبر نے جو اس رشتہ مندی کا رواج دیا اس پر باب الرائے مختلف رائیں رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے اکبر کو دو فحش حاصل ہوئے اول یہ کہ ہندو اسکی نسبت نیک رائے رکھنے لگے۔ دوم راجاؤں کی تلو اور اس کی حمایت کرنے لگی۔

اور ان کی پرچھیوں کی نوکین اس کے تخت کو سہارنے لگیں۔ اگر خاندان تیموریہ کے پادشاہ اکبر کے ان اصول پر جیسے رہتے تو ان کی سلطنت لازوال ہو جاتی مگر اکبر و جہان گیر و شاہ جہان کے اصول کے خلاف اورنگ زیب نے سلطنت کو بگاڑا گو وہ خود اپنی زندگی میں فرہن عالی کی وجہ سے سلطنت وسیع کا انتظام کرتا تھا۔ مگر اس نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا جنہوں نے سلطنت کو معراج پر پہنچایا تھا۔ اورنگ زیب کی قوت و سطوت کے قائم مقام اسکے قائم مقاموں کا ضعف و حقن ہوا اور ہندوؤں سے غیر موافقت ہوئی جس سے سلطنت کی خاک اڑ گئی۔

دوسرے باب الراسے کہتے ہیں کہ ترکوں کی عادت میں داخل تھا کہ جہاں وہ فتح کرتے وہاں کی عورتوں سے رشتہ مندی پیدا کرتے۔ انہوں نے یہاں بھی اپنی عادت کے موافق یہی کیا مگر اور ملکوں میں اس عقد و پیوند سے فائدہ ہوا کہ انکی شکلیں خوبصورت ہو گئیں۔ اور ہند و شائستگی حاصل ہوئی مگر اس ملک میں ترک کی خون کے ساتھ ہندی خون کے پیوند پانے سے انکی نسل کی جلالت اور شہامت میں فرق آیا اور وہ جو پادشاہوں کی سطوت و شجاعت و عظمت کا رعب داب ہندو راجاؤں کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا وہ اس رشتہ مندی کی وجہ سے اٹھ گیا۔ اس رشتہ مندی سے بھائی بنی اور ہم سہری کا دعویٰ وہ کرنے لگے۔ اور سلطنت کے کاموں میں برا بر کے مدعی ہو گئے۔ اس لیے اس رشتہ مندی کے پیوند مسلمانوں کی سلطنت میں زوال کا بیج بویا گیا۔ اور آخر کو ہندوؤں نے مسلمانوں کی سلطنت کو چھین لیا۔

تیسرے باب الراسے یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں بچوتوں کی قوم جو ان مرد بہادر اور غیر متدد اور اپنی عزت کے لیے جان نثار ایسی ہے جیسی کہ دنیا میں اور بہادر قومیں ہیں وہ مسلمانوں کی عملداری سے پہلے آپس میں لڑا کر اور کٹ کٹ کر ضعیف ہو گئی تھی۔ پھر ان کی قوت غر نولیوں اور غوریوں کی لڑائیوں میں صرف ہوئی پھر افغانوں سے انکی

جد کتاب کی ضرورت ہے۔ پادشاہ اس مہیب سیکر بدیع میکیل کو دیکھ کر اسپر فرغیتہ ہو گیا
اسپر چڑھنے کی مشق ایسی بڑھائی کہ مست آدم کش بدخو فیل رہا ہاتھیوں پر سوار ہونے لگا
اس بدست بدخو ہاتھی پر کہ جس نے اپنے فیلبان کو مارا ہوا اور کئی خون کیے ہوں اور شہر
میں شورش چائی ہو اسکے دانتوں پر پاؤں رکھ کر چڑھ جاتا اور ہنستا دکھیلتا بدست
عربہ جو ہاتھی سے لڑتا تھا اور ان بدست ہاتھیوں کی لڑائی میں کہ جن کے پاس جاتے
ہوئے بڑے بڑے بہادروں کی جان نکلتی تھی وہ ایک ہاتھی سے دوسرے ہاتھی
اچھل جاتا ہاتھی پر نہ گدی سے نہ جھول ہے فقط کلاوہ میں اسکے پاؤں اور پیٹھ پر
اسکی جما ہوا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ دہلی میں پادشاہ بدست ہاتھی مکھنہ پر سوار ہو
دوسرے ہاتھی سے لڑتا تھا۔ مکھنہ ہاتھی نے دوسرے ہاتھی کو جھگا دیا اور اسکے پیچھے
بے تحاشا بھاگا وہ ایک گڈھے میں گرا اور ایسی حرکتیں کیں کہ بھولی جو امکی پیٹھ پر بیٹھا تھا
زمین پر گرا اور پادشاہ بھی اسپر سے گرا اگر پاؤں کلاوہ میں اٹکا رہ گیا۔ لوگوں نے کلاوہ
سے پاؤں کو نکالا۔ جب ہاتھی گڈھے سے نکلا تو اسپر پھر وہ سوار ہو گیا۔ سو دفعہ سے زیادہ
پادشاہ نے مست ہاتھیوں کو لڑایا ہوگا کبھی پادشاہ درخت یا چھت پر ہو بیٹھا جب ہاتھی
برابر آتا تو اسپر اچھل کر آن بیٹھا۔

پادشاہ بڑا محقق تھا اس نے ایک دفعہ ایک گروہ کو بھیجا کہ گنگا کے سر شہر کو تحقیق کرنے اس نے
ایک عجیب تجربہ کیا کہ انسان کی طبعی زبان کیا ہے یعنی اول انسان کو کسی زبان بولتا تھا مسلمانوں
کو دعویٰ تھا کہ اول عربی زبان بولی گئی۔ یہودی کہتے ہیں کہ عبرانی سب زبانوں کی اصل
ہندو اپنی سنسکرت کو سب زبانوں کی مان بتاتے ہیں۔ اس تحقیقات کے لیے اس نے
شہر سے باہر بہت دور ایک مکان عالیشان سب ضروریات سے آراستہ کیا اور
گنگا محل اس کا نام رکھا بہت سے لڑکے لڑکیاں پیدا ہوتے ہی مان باپوں سے لیکر
اس محل میں داخل کیں۔ دایوں کو دودھ پلانے کا حکم دیا۔ مگر ان کے سامنے بولنے

سے منع کیا۔ غرض ایسا اہتمام کیا کہ ان کے کان میں انسان کی آواز نہ پہنچے۔ جب یہ لڑکے پانچ پانچ سات سات برس کے ہوئے تو ان کو اپنے سامنے بٹوایا تو سوائے عابین بایں کے ان کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلتا تھا ہر زبان کے فضلا مقرر تھے کہ جو لفظ اول انکی زبان سے نکلے اس کو امتحان کریں کہ کس زبان کا ہے مگر انکی زبان سے کوئی لفظ ہی نہیں نکلتا بلکہ وہ اشاروں میں باتیں کرتے تھے۔ غرض تجربہ میں ناکامی ہوئی۔ ہیرودوٹس ایک قدیمی مؤرخ نے لکھا ہے کہ کسی فرعون مصر نے بھی تجربہ کیا تھا مگر اکبر کے تجربہ میں یہ زیادہ خوبی تھی کہ پھر ان بچوں کو بولنا سکھایا گیا تو مشکل سے انھوں نے سیکھا۔ بدایونی پادشاہ کے اس تجربہ کو بھی بڑی حقارت سے اس طرح لکھا ہے کہ بچوں کو گنگی دیا یوں سے چار برس تک دودھ پلایا گیا مگر اسکے بعد ان کو ایک لفظ بولنا نہیں آیا۔ ابوالفضل یوں لکھتا ہے۔

سکہ میں پادشاہ کی محفل میں ہر طرح کے علم کا ذکر ہوتا تھا اس نے فرمایا کہ ہر گروہ کی زبان دانی پیانے شنوائی سے ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کی بات یاد کرتے ہیں اگر ابتدا پر ادب سے وہ اس طرح پلیں کہ آدمی کی گفت گو ان کے کان میں نہ جائے تو ضرور ان میں بولنے کی قوت نہوگی اگر ان میں سے کوئی بولے تو اس کو ایزدی گفتار ہونے کا یقین کرنا چاہیے مگر بعض سامعین کی پیشانی سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس سے انکار کرتے ہیں لہٰذا دل نشینی کے واسطے ایسی سرزمین میں کہ اور مکان کی آواز کوئی وہاں نہ پہنچے ایک سرائے آباد کی اور وہاں نوزادوں کو رکھا راستی نشوں کو پاسبانی کے لئے مقرر کیا کچھ زمانہ تک دائیان ان بچوں کو دودھ پلائیں۔ مگر اپنی زبان کو بند رکھیں۔ عام لوگوں نے اس سرائے کا نام گنگ محل رکھا۔ پادشاہ اس عبرت سیرا میں خود گیا کوئی آواز اس خاموش خانہ سے برآمد نہوئی اور اس آرام گاہ میں کوئی گفتار نہ سنی۔ باوجودیکہ اس پر چار سال گزر گئے تھے مگر بچوں کو گویائی سے کچھ بہرہ نہ تھا۔ ایسی آوازیں نکالتے تھے جیسے گئے نکالا کرتے ہیں۔

حالات اسدیگ۔ ایک تاریخ مرزا سدیگ کی تصنیف سے ہے، اس میں مرزا نے تباکو کا حال یہ لکھا ہے کہ مجھے بیجا پور میں کچھ تباکو ہاتھ لگا۔ میں نے ہندوستان میں اسکو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ میں نے اسکو لیا اور خوبصورت پائپ بنایا۔ اجین سے آئے سنگائی دو تین ہاتھ لمبی تھی اور اچھی طرح خشک کیگئی تھی اور اسپر رنگ کرایا اس کے دونوں سروں میں جواہر اور زمرہ لگائے۔ عقیق یمنی کی مہنال گاؤم بہم پہنچائی اور اس کو نے پر لگایا اور سونے کا آتش افروز بنایا۔ عادل خان نے مجھے ایک پاندان دیا تھا جس پر نہایت عمدہ کام کیا ہوا تھا اس میں نے ایسا عمدہ تباکو بھرا کہ اگر اس کے پتے کو آگ لگائیے تو سارا جلنے لگے۔ ان سب کو میں نے ایک کشتی میں رکھا اور تے کے رکھنے کے واسطے میں نے ایک چاندی کی نلی بنوائی اور نلی کے اوپر سرخ لکڑی کا غلاف چڑھایا۔ جب پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تحائف پیش کیے تو پادشاہ نے مجھ سے پوچھا کہ اتنے تھوڑے دنوں میں ایسی عمدہ شہیاں کس طرح بہم پہنچائیں۔ جب کشتی اور تے اور اسکے سامان پر اسکی آنکھ پڑی تو اس کو تعجب ہوا اور تباکو کو جو چلم میں تھا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کہاں سے تجھے ہاتھ لگا ہے۔ خان زمان نے کہا کہ میں نے کہا کہ مجھے تباکو ہے کہ مدینہ میں اس کا بہت رواج ہے۔ یہ حکیم حضور کے لئے بطور دوا لے لایا ہے۔ پادشاہ نے اس کے تیار کرنے کا مجھے حکم دیا میں نے اس کو بھر کر تیار کیا۔ پادشاہ اس کا دم بھرنے کو تھا کہ اس پاس ایک طبیب دوڑ آیا اور اس کو پینے سے منع کیا مگر پادشاہ نے کہا کہ میں یہ خوش کرنے کے لئے وہ تھوڑا سا ہی پئے گا اور اس نے منہال کو منہ میں لے کر دو تین دم کھینچے۔ طبیب نے بتایا ہو کر کہا کہ میں اب زیادہ پینے کی اجازت نہیں دیتا پادشاہ نے منہال منہ سے نکال کر خان زمان کو دی اس نے بھی دو تین دھوئیں کے بقیے اڑائے پھر اس نے اپنے حکیم پاس اسکو بھیجا کہ وہ اسے خواص کی تحقیق کر کے اطلاع دے۔ حکیم نے جواب دیا کہ ہماری کتابوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں ہے۔ وہ کوئی نیا ایجاد ہے اور نے چین کی ہے۔ انگریزی ڈاکٹر دن نے تباکو کی بہت

تعریف لکھی ہے۔ امیر الحکمار نے کہا کہ یہ ایک دوا ایسی ہے کہ جس کا امتحان نہیں ہوا اور
اطباء نے اس کے باب میں کچھ نہیں لکھا ہم کس طرح سے حضور سے اس مجھول شے کے
خواص عرض کر سکتے ہیں۔ مناسب نہیں ہے کہ حضور اس کا استعمال فرمائیں۔ میں نے
امیر الحکمار سے کہا کہ اہل فرنگ ایسے احمق نہیں ہیں کہ وہ تمباکو کا حال نہ جانتے ہوں اور یونہی
پینے لگے ہوں۔ ان میں بعض ایسے بافرہنگ ہیں کہ کبھی خطا و غلطی نہیں کرتے۔ تم گس طرح کو
ایک چیز پر بغیر اسکے خواص دریافت کرنے کے اور امتحان کے رائے دے سکتے ہو جس کا
اطباء اور سلاطین اور امار کو اعتبار نہوا پیشا پر انکی برائی اور بھلائی تحقیق کر کے حکم لگانا
چاہیے۔ حکیم نے جواب دیا کہ ہم کو اہل فرنگ کی تقلید کرنی نہیں چاہیے اور ایک رسم کو
حسب کو ہمارے عقلا نے حکم نہیں دیا بغیر امتحان کے نہیں جاری کرنا چاہیے۔ میں نے جواب دیا
کہ کیا عجیب بات آپ نے کہی ہے۔ آدم کے وقت سے اس دم تک ہر رسم کسی نہ کسی زمانہ
میں نئی تھی وہ بتدریج ایجاد ہوتی گئی۔ جب کوئی نئی چیز داخل ہوتی ہے اور دنیا میں
مشہور ہوتی ہے تو ہر ایک آدمی اس کو اختیار کرتا ہے۔ دانشمندان اور حکیموں کو چاہیے کہ
کسی چیز کے بڑے بھلے خواصوں کی تحقیق کر کے اسکی تشخیص کریں۔ اچھے خواص مدتوں میں
تحقیق ہوتے ہیں۔ چین کی چار کو دیکھو جو پہلے زمانہ میں لوگوں کو نہیں معلوم تھی اس زمانہ
میں دریافت ہوئی ہے وہ بہت بیماریوں کی دوا میں کام آتی ہے۔ جب پادشاہ نے اس
مباحثہ اور میرے دلائل کو سنا تو خان زمان سے کہا کہ تو نے دیکھا اسد کیا فرزانگی و زبردگی
کی باتیں کرتا ہے۔ اب حکیم کچھ اور عرض کرنے کو تھا کہ پادشاہ نے اس کو چپکا کر کے مولوی حضا
کو بلایا۔ مولوی نے تمباکو کی بہت تعریف کی مگر حکیم صاحب کو کوئی نہ منواسکا اس کے
عمدہ طیب ہونے میں شبہ نہ تھا۔

میں بہت سائنیا کو لایا تھا اور بہت سی پٹینیں۔ میں نے ان کو امار میں تقسیم کیا پھر تو
اسکی سب کو چاٹ ایسی لگی کہ مجھ سے تمباکو کے طلبگار ہونے لگے اور تمباکو کا رواج بہت

جلد ہو گیا۔ مگر پادشاہ نے اس کو نہیں پایا۔ اس تمباکو کا بیان پرتگیزوں کی کتابوں سے ایک اور طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک نوجوان پرتگیز نے پادشاہ سے عرض کیا کہ اگر حضور کی مرضی ہو تو میں عجیب و غریب تماشا دکھاؤں۔ پادشاہ نے فرمایا کہ میں ہر عجیب و غریب چیز کے دیکھنے کا شائق ہوں تو ضرور تماشا دکھا۔ اس نے روشنی منگائی اور چھپ کر تمباکو کو روشن کیا اور پاپ کی حلیم پر ہاتھ رکھ کر منہ سے دھواں نکالنے لگا پادشاہ نے یہ دیکھ کر ناک پڑھا کہ کہا کہ یہ کیا تماشا ہے ایسے تماشے تو ہمارے مداری کرتے ہیں کہ ناک کو تھنوں سے دھواں کیا شعلے نکالتے ہیں اور خوب روپیہ کماتے ہیں۔ تو تو اپنے تماشے سے ایک پیسہ مہینہ بھی نہیں کما سکتا۔ اس پر پرتگیز نے کہا کہ میں نے تماشا نہیں دکھایا۔ بلکہ یہ دھواں کھانا ہے جو خوش ذائقہ ہے اور اس سے انسان کا دل خوش اور صاف ہوتا ہے اُس نے ہاتھ اٹھا کر مٹی کا پاپ اور تمباکو نکال کر دکھایا۔ پادشاہ نے حلیم میں ابوالفتح گیلانی کو تمباکو دکھایا۔ عبدالقادر بدایونی نے حکیم سے کہا کہ یہ شیطان نے بہکانے کی تدبیر کی ہے تو ہرگز تمباکو کا امتحان نہ کرنا وہ شیطان کالا یا ہوا ہے۔ جاسوسوں اور نوکروں کے ذریعہ سے پادشاہ پاس پہنچا ہے۔ حکیم نے آنکر دیکھا کہ پادشاہ بہت کھانس رہا ہے وہ پاپ کے کئی دم کھینچ چکا تھا اس لیے کھانا تھا۔ حکیم نے تمباکو کو سنجیدگی سے آزمایا کہ وہ خوش ذائقہ اور صاف ہے مگر اس کا دھواں پہلے صاف ہونا چاہیے پانی میں پہلے گدزنا چاہیے۔ پادشاہ نے اسکی رائے سے اتفاق کیا۔ خیر اس طرح حقہ ایجاد ہوا۔

شہنشاہ اکبر کی عادت تھی کہ وہ بھیس بدل کر رعایا کے ضروری حالات کو دریافت کیا کرتا تھا۔ بازاروں میں جا کر نرخ اجناس معلوم کرتا تھا ایک دن وہ اس طرح چلا جاتا تھا کہ ایک شخص نے اُسکو پہچان لیا اور ایک دو سکر آدمی سے کہا کہ یہ اکبر جاتا ہے پادشاہ نے اُسے سن لیا۔ جب وہ اسکے پاس آیا تو ایسا منہ ٹیڑھا کر لیا کہ اس آدمی نے دیکھ کر کہا کہ یہ اکبر نہیں ہے کوئی ٹھٹھا ہے۔

۹۹۹ء میں پادشاہ نے راجہ بے مل کو گھوٹے کی ڈاک میں بھیجا تھا۔ تیز روی کی ناہنجاری اور افسرونی تابش سے حدود و جوسا میں اس کا چراغ زندگی منسوخ ہوا اس کی بیوی راجہ اودے سنگھ سپہ سالار کے والد یوسف موٹا راجہ کی بیٹی تھی وہ سستی ہونے پر راضی نہیں ہوتی تھی اس کا بیٹا اور چند اور جاہل راجپوت اپنی جہالت کے سبب سے زبردستی اس کو سستی کرنا چاہتے تھے۔ محل میں پہرون چڑھے پادشاہ کو اس کی خبر ہوئی زندان میں پادشاہ کو ترس آیا اور سوچا کہ اگر کسی اور امیر کو بھیجتا ہوں تو اس کے سینہ میں اپنا دل اور دل میں یہ درد کیونکر ڈال سکتا ہوں مبادا وہ تاخیر کرے۔ اس لئے وہ اسپ باد پاپر سوار ہو کر اس سرزمین کو روانہ ہوا۔ لوگوں کو اہل حقیقت پر آگہی نہ تھی۔ پادشاہ کے اس طرح غائب ہونے سے ایک شور و شغب برپا ہوئی اور شوریدہ سراپیوہ گویوں نے خیال پرستی سے طرح طرح کی روشیں سے دستان بنائیں اخلاص مند فدویوں نے ہتھیار بندی کی۔ لڑائی کا سامان کیا۔ پادشاہ کے ساتھ اس دوڑ اور ڈر میں کشاکش کے آدمی بھی نہ پہنچ سکے۔ چند جان نثار اور کئی خدمتگار رکاب میں رہے جب پادشاہ اس ہنگامہ کے قریب آیا تو گھنٹا بجا اور راسال آگے گئے اور آشفقہ لائے سرگرد ہوں کو گرفتار کر کے حضور کے روبرو لائے۔ پادشاہ نے کہا کہ ان کی پیشانی سے پشیمانی ظاہر ہوتی ہے۔ جوش خشم کی حالت میں جان بخشی کی مگر مقید کیا۔ پھر تھوڑے زمانہ میں پادشاہ اپنی یہ عدالت سترگ اور رافت والا دشجاعت بزرگ دکھا کر اپنے آرام گاہ میں آیا جس سے ترانہ شادی بلند ہوا۔

شہنشاہ اکبر کے مذہبی خیالات

اس پادشاہ کے مذہبی خیالات معلوم کرنے کے خازن میرے پاس یہ ہیں۔ اکبر نامہ آئین اکبری۔ خافی خان کی منتخب اللباب۔ توزک جہانگیری۔ منتخب التاریخ عبدالقادر بدایونی دہستان المذاہب۔ ایشی ایٹک سوسائٹی کلکتہ کے مختلف جوائنریزری محققین نے لکھیں ہیں

بادشاہ کے مذہب کا اصل حال ابو الفضل اور عبدالقادر بدایونی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے جن کو بلوک میں صاحب نے بالترتیب لکھا ہے۔ باقی تحریرات انہیں دو اہل علم کی تحریروں پر مبنی ہیں جن پر محقق کی رائے کے گل پھول لگے ہوئے ہیں۔

عبدالقادر بدایونی اکبر کا دشمن تھا اور ابو الفضل کا دوست تھا پس جب کسی شخص کو حال لایق دوست اور قابل نفع نہ لکھیں تو پھر کوئی اس کی بُرائی بھلائی چھی نہیں رہتی گو دونوں کے بیان میں مبالغہ ہوتا ہے مگر عقل سلیم ان دونوں کی تحریروں میں ثالث بالخیر بن کر اصل حال کا استنباط کر سکتی ہے کہ کیا ہے۔ اول ہم مذہب کے باب جو کچھ منتخب التاریخ میں عبدالقادر نے لکھا ہے وہ لکھتے ہیں اور پھر ابو الفضل نے جو لکھا ہے وہ تحریر کرتے ہیں۔ دونوں کی تحریر سے جو نتائج محققین نے نکالے ہیں ان کو زیر قلم لاتے ہیں اور خطوط و حدانی کے اندر بعض الفاظ یا رمزوں کی تشریح کرتے ہیں اور دلبتان المذہب کو بھی زیر نظر رکھتے ہیں۔

ان ایام میں آخر ۸۸۰ھ میں شیخ ابو الفضل خلف شیخ مبارک ناگورنی بادشاہ کی درگا میں دوبارہ آیا (پہلی ملاقات ۸۷۰ھ میں ہو چکی تھی) اب اس کو علامی کہتے ہیں۔ اس نے ایک جہان میں آگ لگا دی۔ اس نے صبا جوں (حن صباح ایک مذہبی مشہور کار) کا چراغ روشن کیا یعنی روز روشن میں چراغ جلایا اور مقبضائے من تحالف نصرت (جو مخالفت کرتا ہے قوت پاتا ہے) اسنے کل امم کی مخالفت پر مکر خوب درست اور چہت کی اسکو درگاۃ الالہ میں منشی کی خدمت ملی۔ آیۃ الکرسی جس میں دقایق و نکات قرآنی بہت سے مندرج ہیں اس کی تفسیر پیش کی کہتے ہیں کہ یہ تفسیر اسکے باپ کی تصنیف سے تھی مگر اسنے اسکو تذکرہ تحمیں کی عزت حاصل کی اور تفسیر اکبری (۹۸۳) اسکی تاریخ تصنیف تھی۔ بادشاہ نے اس کو ان ملائوں کی گوشمالی کے لئے خاطر خواہ پایا جو فرعون تھے۔ یہ توقع بادشاہ کو بچھ سے نہ تھی۔

ابو الفضل کو جوان ملائوں سے مخالفت تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ جی اہل بدعت اور اسی قبیل

کے لوگ جیسے کہ میر جیشی اور مثل ان کے تھے گرفتار ہوئے تو شیخ عبدالبنی اور مخدوم الملک اور کل علمائے متفق اللفظ والمعنی ہو کر پادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ مبارک فرقہ مہدویہ میں سے ہے اور ضال و مضل (خود گمراہ اور اور دن کو گمراہ کرنے والا) ہے ایک طرح کی پادشاہ کی اجازت اس کے رفع و دفع کرنے کے لیے لے کر پادشاہ کے سامنے اس کے حاضر کرنے کے لیے محسبون کو بھیجا۔ شیخ اپنے دو بیٹوں سمیت مخفی ہو گیا تو اس کی مسجد کے منبر کو ان محسبون نے توڑ ڈالا۔ اس زمانہ میں شیخ سلیم چشتی فچوری کا جاہ و جلال اوج پر تھا ان کے پاس اول شیخ التجا لایا کہ وہ پادشاہ سے التماس کر کے اس کی شفاعت کرادیں۔ شیخ سلیم نے بعض اپنے خلیفوں کے ہاتھ کچھ روپیہ شیخ مبارک کے پاس بھجوایا اور اس سے کہا کہ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ اس دیار سے فرار کرو اور گجرات میں چلے جاؤ جب شیخ کو یہاں سے ناامید ہوئی تو اس نے مزارعہ بیز کو کہ اپنا متوسل بنایا اس لیے پادشاہ سے شیخ مبارک کی درویشی اور اس کی اولاد کی فضیلت کی تعریف کی اور عرض کیا کہ شیخ مرد متوکل ہے اس لیے کوئی زمین بھی انعام میں نہیں لی۔ ایسے فقیر کو رنجیدہ کرنا بین نہیں جانتا کہ کس لیے ہے اس سفارش سے پادشاہ نے شیخ کے ایذا پہنچانے کا خیال بالکل چھوڑا اور غلطی مدت میں زمانہ اس کے موافق ہوا۔ شیخ ابوالفضل کو اپنی خدمت کے زور سے اور پادشاہ کی حمایت سے اور زمانہ ساز و بے دیا نئی و مزاج شناسی اور غایت درجہ کی خوشامد سے ایسے موقعے ملے کہ اس نے اس جماعت کو جس نے سعایت اور سعی نامشکور کی تھی نہایت برہی طرح سے رسوا کیا اس نے فقط انہیں تجربہ کار عالموں کا استیصال نہیں کیا بلکہ کل ان خدا کے بندوں کو خراب کیا جو مشائخ و علماء و عوام صلحاء و ضغفاء و یتیم تھے ان کی مدد و معاش و وظائف کو بند کیا اور حال و حال کی زبان سے یہ کہتا۔

رباعی

مزدان راجویشہ پہلے بفرست

موسیٰ و عصاو رو نیلے بفرست

یارب بجا نیان دلیلے بفرست

فرعون و شان دست بر آور ستند

جب اس وضع سے ان علماء کے حال میں خلل پیدا ہوا اور جنہوں نے اس کے باپ کو ستایا تھا تو یہ رباعی اکثر وہ پڑھا کرتا تھا۔

رباعی

آتش بد دوست خویش در خرمن خویش	چون خود ز وہام چہ نا لہ از دشمن خویش
کس دشمن من نیست نم دشمن خویش	اے داسے من دوست من دشمن خویش

جب بحث میں اسکے سامنے کسی مجتہد کا قول پیش کرتے تو وہ کہتا کہ فلاں حلوائی - فلاں کھنڈ دوز فلاں چرم گر کا قول میرے لیے حجت نہیں ہو سکتا۔ وہ سب مشائخ و علماء کا منکر تھا۔

۹۸۲ء میں عبادت خانہ کی عمارت تمام ہو گئی۔ پادشاہ نے فختہ رسمگیری میں ایوان شاہی کے پاس یہ عمارت بنوائی تھی۔ ان تعمیرات کا منشا بیان ہو گا ان چند سالوں میں (۹۸۳ء سے

پہلے) فتوحات عظیمہ و غریبہ پے در پے حاصل ہوئی تھیں دائرہ ملک روز بروز فراخ ہو جاتا تھا مراد کے موافق کام برآتے تھے۔ کوئی مخالف جہان میں باقی نہ تھا۔ اسے فقراء سے اور

حضرت معینہ کی آستانہ کے مجاوروں سے دوستی پیدا کی تھی۔ اکثر اوقات اس کے قال السد و قال الرسول میں گزرتے تھے۔ تصوف کے مسائل حکمی و فہمی وغیرہ میں وہ مصروف

رہتا تھا اور اکثر راؤن کو جاگ کر خداے عز و جل کے اسموں یا اہادی کا ذکر کرتا تھا یہ اس کو اتنا ہوا تھا کہ ان دو ناموں کے ذکر سے معرفت حاصل ہوتی ہے فقراء ان کو ہزاروں

دفعہ پڑھتے ہیں۔ منعم حقیقی کی تعظیم نے اسکے دل میں جگہ پکڑ لی تھی وہ بعض نعمتوں کے شکرانہ کے لیے بطریق نیاز مندی و دردمندی صبح کو ایک چوڑی سل پر بیٹھتا۔ یہ سل ایک پرانے حجرہ

کی تھی جو پادشاہی محلوں کے سایہ میں آبادی سے ایک طرف تھا۔ اس پر وہ مراقبہ کرتا اور فیض سحری حاصل کرتا اسے مننا تھا کہ سلیمان کرانی جس کا ذکر بہت کچھ ہو چکا ہے کہ وہ ۹۷۱ء

سے ۹۸۱ء تک حاکم بنگالہ تھا) کا ذکر سنا تھا کہ وہ سحر کو ڈیڑھ سو مشائخ و علماء نامدار کے ساتھ تہجد کی نماز جماعت سے پڑھتا ہے اور صبح تک ان کے ساتھ بیٹھ کر تفسیر و تذکیر سنتا ہے

صبح کی آغاز کے بعد محلات ملکی اور سپاہی و رعیت کی داؤستد میں مشغول ہوتا ہے اور تقسیم اوقات کر کے تصنیع اوقات نہیں کرتا مگر اسلیمان جو ایک بادشاہ صوفی مشرب صاحب حال تھا اور مرید کرتا تھا اس کے آنے کی بھی خبر بدخشاں سے تھی غرض ایسے باعث تھے کہ شیخ عبداللہ نیازی سہرندی نے حجرہ کا نام عبادت خانہ رکھا (یہ شیخ پہلے شیخ الاسلام چشتی کامرید تھا) اور پھر فرقہ مہدویہ میں آگیا تھا (اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) اس حجرہ کے چاروں طرفوں میں ایوان بنائے۔ اور بیچ میں ایک تالاب بنایا جس کا نام انوپ تالاب رکھا اور اس حجرہ کا نام عبادت خانہ رکھا کہ آخر فرقہ رفتہ رفتہ وہ عبادت خانہ ہی ہو گیا ملا شیری نے اس عمارت کے باب میں قصیدہ کہا ہے جسکی ایک بیت یہ ہے۔

دریں ایام دیدم مجمع باموال فاروقی عبادت خانے فرعون عمارتہاں شدادی
بادشاہ ہر نماز جمعہ کے بعد خانقاہ جدید شیخ الاسلام سے آکر اس عبادت خانہ میں ایک مجلس کرتا جس
سوائے مشائخ وقت علماء و فضلاء اور حیدر مخصوص بادشاہوں کے مقررین ندیموں کے کوئی اور طلبہ
ہوتا اور اسیں افادت اور استفادت کی باتیں ہر قسم کی ہوتیں۔

ہر شب جمعہ کو سادات مشائخ علماء و امراء کے گروہوں کو بادشاہ بلاتا جب اس جماعت نے پیشانی کے
مقام میں اور تصدیم تاخیر میں بھی ہفتی کمالی۔ اور جگہ کے کھڑے کھڑے کو تو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ امر اجانب
شرقی میں اور سادات جانب مغربی میں اور علماء جانب جنوبی میں اور مشائخ جانب شمالی میں بیٹھیں ان
صفوں میں خود بادشاہ نوبت بہ نوبت پہرتا اور اس جماعت سے باتیں کرتا اور مقاصد کی تحقیق کرتا۔ طرح
طرح کی خوشبوؤں سے مکان کو معطر کرتا۔ بے شمار زرائع اہل استحقاق کو دیا جو مقرروں
کے ذریعہ سے عبادت خانہ میں چلے آتے تھے۔ فتح گجرات میں اعما و خاں گجراتی کے کتب خانے
سے جو نفیس کتابیں ہاتھ لگی تھیں وہ ان علماء کو خود اپنے ہاتھ سے تقسیم کیں اور جو کتابیں
فاضل پچی تھیں وہ امراء کو وجہ اجناس میں کہ جسکو ارماس یعنی زوال دشمن کہتے ہیں دیتا
تھا ایک دن رات کو علماء گردن کی رگیں پہلا پہلا کر اور غل مچا چاکر باتیں کرنے لگے۔

نہایت
پرکاش

یہ بات بادشاہ کو ناگوار گزری اسنے عبدالقادر سے کہا کہ ایسے آئندہ جو اس جماعت میں نامعقول بات کہے اس کی مجھے اطلاع دے میں اسکو مجلس سے اٹھا دوں گا اوس نے آصف خاں سے آہستہ سے کہا کہ اس طرح تو اکثر علماء مجلس سے اٹھائے جائینگے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اسنے کیا کہا تو آصف خاں سے جو اسنے کہا تھا وہ عرض کیا تو بادشاہ خوش ہوا اور اس کا ذکر اپنی مجلس میں اپنے مقربین سے کیا۔

ایک ن حاجی ابراہیم سرہندی نے فتویٰ دیا کہ سرخ وزعفرانی لباس پہنا مباح ہو اور اس بات کے ثبوت میں ایک حدیث بھی نقل کی۔ اسکو میر عدل نے منکر مجلس بادشاہی میں اسکو بد بخت ملعون لکھ کر گالیاں دیں اور عصا لیکر اوسکے مارنے کو چلا اوسنے اپنے تئیں جیل کر کے بچایا اب شہنشاہ کو علماء اور مفتیوں سے نفرت ہو گئی وہ کسی آدمی کے قصور غرور و تکبر کو معاف نہیں کیا کرتا اور تمام تکبر کی باتوں میں اسکو علم میں تکبر کرنے سے نہایت نفرت تھی اب اسنے ان علماء عظیم کو ایذا پہنچانے کا قصد کیا اور جب اس کے مقربین کو بادشاہ کی نیت یہ معلوم ہوئی تو پھر علماء پر سب طرح کے الزاموں کا طومار باندھ دیا۔

اس واسطے بادشاہ نے مجلس میں مخدوم الملک مولانا عبداللہ سلطان پوری کو بلایا کہ اسکو ایذا پہنچائے اور اسکے مقابلہ کے لئے حاجی ابراہیم و شیخ ابوالفضل کو اور نئے آدمیوں کو بلایا۔ ابوالفضل نیا نیا مجلس میں آیا تھا وہ نئے مذہب دین کا مجتہد تھا اور مرشد حق اور داعی مطلق تھا۔ اور مباحثہ میں مخدوم الملک کی ہر بات میں بادشاہ دخل دیتا تھا۔ پھر بعض مقربین بھی بادشاہ کے اشارہ سے اس سے کاوش و کاہش و تراش کے مقام میں آکر اس کی عجیب و غریب تقلیل کرنے لگے۔

خاندانوں نے کہا کہ مخدوم الملک نے فتویٰ دیا ہے کہ اس زمانہ میں حج فرض نہیں ہو بلکہ گناہ ہے جب اسکی وجہ اس سے پوچھی تو اس نے دلیل یہ بیان کی۔ کعبہ کی دوراہیں ہیں ایک عریقی دوسری گجرات سے پہلے خشکی کی ذریعہ تزلزلات کی ناسزا باتیں سننی پڑتی ہیں اور دوسری دیوانگی

راہ میں غیر ملکوں سے قول اور عہد لیا جاتا ہے اور عہد نامہ پر اس عہد نامہ پر حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر منقش ہوتی ہے۔ وہ بت پرستی کا حکم رکھتی ہے۔ دونوں طرح سے حج ممنوع ہے اور خان جہان نے یہ بھی کہا کہ زکوٰۃ کے باب میں ایک اور جلیلہ مخدوم الملک نے یہ نکالا ہے کہ آخر سال میں جو خزانہ پاس ہو وہ اپنی منکوٰۃ کو بخش دے اور پھر اس پر ایک سال نہ گزرنے پائے کہ اس سے لے لے۔ اہل سنت کے پاس جو سال کے آخرین بحث ہوتی ہے اس پر زکوٰۃ دی جاتی ہے۔ بس اسی طرح نہ میان پر نہ بیوی پر زکوٰۃ فرض ہوگی اس کے حیلوں کے سامنے نبی موسیٰ کے حیلہ بھی شرمندہ ہوتے تھے۔ اس نے مشائخ و فقراء کے ساتھ خصوصاً پنجاب کے ائمہ اور اہل استحقاق کے ساتھ سخت رزالت۔ نجاشت۔ جہالت۔ مکاری۔ دنیا داری۔ ستمگاری کی۔ اور ایسی طرح طرح کی حکایات اسکی امانت و انتہا و تدبیر کی تقریر میں آتی تھیں جو قیامت کے دن سب کھلینگے۔ جبراً نہ اس کو مکہ معظّمہ جیسا جب اس سے پوچھا کہ تجھے حج فرض ہے تو اس نے کہا کہ ہنیں (یعنی مفلس ہوں) ان لوگوں میں شیخ عبدالبنی کا عین جاہ و جلال تھا اور مخدوم الملک کے بیٹوں کا اور زوال کا آغاز تھا۔ پادشاہ شیخ کی تعظیم و احترام کرتا تھا اور کبھی کبھی علم حدیث کے سننے کے لئے اس کے گھر جاتا اور ایک دو دفعہ انکی جو تیان اسکے پائوں کے سامنے رکھیں تھیں۔

انہیں مجلسوں میں سے ایک مجلس میں پادشاہ نے پوچھا کہ کتنی اصل عورتوں سے نکاح کرنا درست ہو۔ علماء نے جواب دیا کہ چارہ عورتوں سے زیادہ عقد نکاح باندھنا جائز نہیں ہو اس پر پادشاہ نے فرمایا کہ میں عنفوان جوانی میں اس مسئلہ کا مفید نہیں تھا جتنی آزاد و بندہ عورتیں چاہیں میں نے جمع کر لیں اب اسکا علاج کیا ہو سکتا ہے ہر ایک شخص نے کچھ کچھ عرض کیا۔ پادشاہ نے فرمایا کہ ایک دن میں نے شیخ عبدالبنی سے سنا کہ مجتہدوں میں سے ایک نے نبیویان کوئی جائز رکھی تھیں لوگوں نے عرض کیا۔ ابن یسے مجتہد نے یہ لکھا ہے کہ اس آیت فأنکحوا طائفة من النساء یعنی ثلاث وربع کی عبارت سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارہ بیویاں کرنی

علامہ رابع صدیق مظہر کا واقع ہونا

جائزہ پن (جس طرح چاہو نکاح کرو۔ عورتوں میں سے دو دو یا تین تین یا چار چار (جس نے نویں یا) کہیں اسے ۲+۳+۴ = ۹ کا حساب لگایا اور جس نے اٹھارہ کہیں (۲+۲+۲+۲+۲) یعنی اٹھارہ کا حساب) مگر یہ روایتیں مرحوم پن عمل کے لائق نہیں۔ پادشاہ نے آدمی بھیج کر شیخ عبد البنی سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ میں نے اختلافات کا بیان کیا تھا کوئی ابا کا فتوے نہیں دیا۔ یہ بات پادشاہ کو گراں معلوم ہوئی اور فرمایا کہ شیخ نے ہماری ساتھ نفاق کی بات کی کہ اُس وقت کچھ اور کہا اور اس وقت کچھ اور کہتا ہے یہ بات اُس کے دل میں بیٹھ گئی۔ اس مسئلہ میں بہت سے رو و بدل اور روایات متوعہ کے جمع کرنے کے بعد علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ بطریق متعہ کے جسد قدر عورتیں کہ میسر ہوں مباح ہیں اور یہ امام مالک کے مذہب میں جائز ہے اور شیعہ اس فرزند کو کہ متعہ سے پیدا ہو بہ نسبت منکوحہ اولاد کے زیادہ عزیز رکھتے ہیں برخلاف اہل سنت و جماعت کے اس مسئلہ میں بہت سی اور باتیں ہوتی ہیں جن کا بیان عبدالقادر نے نجات الرشید میں بالا جمل لکھا ہے۔ موطا امام مالک کی نصیحت اٹھالایا جس میں امام مالک نے ایک حدیث نقل کی تھی جس سے متعہ کا منع ہونا ثابت ہوتا تھا۔ ایک رات کو قاضی یعقوب و شیخ ابوالفضل و حاجی ابراہیم اور ایک دو اور علماء حجرہ انوپ میں پادشاہ کی خدمت میں بلائے ہوئے آکر بیٹھے شیخ ابوالفضل مشائخ کے معارض مقرر ہوئے جو روایتیں کہ متعہ کے باب میں ابوالفضل کے پاس جمع کی تھیں اسے پیش کیں۔ اس اثناء میں پادشاہ نے ملا عبدالقادر کو بھی بلا کر پوچھا کہ اس باب میں متہاری رائے کیا ہے اس نے عرض کیا کہ ان ساری روایات مختلف و مذاہب گونا گوں کا مال اس ایک بات پر تمام ہوتا ہے کہ امام مالک اور شیعہ کے نزدیک بالاتفاق متعہ مباح ہے اور امام شافعی اور امام اعظم کے نزدیک حرام اگر کوئی قاضی مالکی حکم اسکے اقتضا کرے تو امام اعظم کے مذہب میں بالاتفاق متعہ مباح ہوتا ہے اس بات کے سوائے سب قبل و قال و جنگ و جدال ہے۔ پادشاہ کو یہ بات بہت سخت معلوم ہوئی اس باب میں قاضی یعقوب نے چون و چرا کی عبدالقادر نے کہا کہ کوئی جو مختلف فیہ ہوتا ہے

وہ قاضی کی قضا سے مجمع علیہ میں فیصل ہو جاتا ہے اس حوال کی مثال سے توضیح کی کہ قاضی یعقوب معقول ہو گیا اور عجز کے ساتھ کہا کہ اب میں کیا کموں مبارک ہو کہ منہ مباح ہے۔ بادشاہ نے قاضی حسین عرب لکھی کو اس سرشت میں قاضی مقرر کیا اور قاضی یعقوب کو معزول کیا۔ فوراً قاضی حسین نے اپنے مذہب کے موافق متوہ کے جواز کا حکم دیدیا جس سے سائے مذہبوں کے صدر سے لیکر مخدوم الملک قاضی ملک کے چہرے بگڑ گئے اس سے اب انکی خزاں شروع ہوئی اور خلیفہ کا زمانہ آگیا۔ اس اقلوہ کے چند روز بعد مولانا جلال الدین لمٹانی کو کہ مدرس متبحر تھا اگر وہ سے طلب کر کے قضا، ممالک پر منصوب کیا اور قاضی یعقوب کو صوبہ گور کا قاضی مقرر کر کے وہاں بھیج دیا جہاں کچھ دنوں بعد وہ گور میں گیا اس دن سے جب تک بادشاہ خود مجتہد ہوا اس باب میں خلاف و اختلاف کا دروازہ بند نہ ہوا ان دنوں میں بادشاہ نے پوچھا کہ اگر لفظ اللہ اکبر کا مہر میں کندہ اور سکے میں نقش کرائیں تو کیسا ہے۔ اکثر نے کہا کہ خوب ہے حاجی ابراہیم نے اس کے خلاف کہا کہ اس ترکیب میں اور احتمال بھی ہے (اللہ اکبر کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ خدا بڑا ہے دوم یہ کہ اکبر خدا ہے) اگر یہ آئیہ ول ذکر اللہ نقش فرمائیں تو بہتر ہوگا اس سے وہ احتمال قطع ہو جائیگا۔ یہ بات اسکی بادشاہ کو پسندیدہ نہ ہوئی اور فرمایا کہ یہ بات ظاہر ہے کہ بندہ کمال عاجزی کے سبب خدائی کا دعویٰ نہیں کر سکتا مقصود ہمارا فقط مناسبت لفظی سے ہے نفس مدعا کو دوسری جانب لیجانا کیا معنی رکھتا ہے (اکبر نے گو خود اس اپنے مدعا کو بیان کر دیا مگر بلوک میں صاحب نے اپنی آئین اکبری کے ترجمہ میں اس پر حاشیہ چڑھا دیا کہ بادشاہ اللہ اکبر اس کو ذوالمعین ہونے کے سبب پسند کرتا تھا۔ وہ مہر شاہی میں سکے میں کتابوں کی پیشانی پر فرمانوں وغیرہ پر اسکو استعمال کرتا تھا)

ستھ میں حکیم ابوالفتح گیلانی اور حکیم ہایوں و نور الدین تین بھائی آئے۔ حکیم ہایوں نے اول نام اپنا حکیم ہایوں قلی بدلا اور پھر حکیم ہام۔ قراری اس کا تخلص تھا۔ یہ تینوں بھائی گیلان سے آئے۔ بڑے بھائی نے ندی کے زور سے پادشاہ کے

حکیم ابوالفتح و حکیم ہایوں کا بادشاہ پاس آنا

پیدا کیا اسکی صریح خوشامد کر کے دین و مذہب کی راہ میں اسکے ساتھ چلا اور آگے چل کر جلدی سے اعلیٰ درجہ کا تقرب حاصل کیا چند مدت کے بعد ملا محمد یزدی ایران سے آیا جس کو یزدی بھی کہتے تھے اور ان کے ساتھ مل گیا اس نے شان صحابہ میں بر ملا مطاعن کرنے شروع کیے اور اصحاب کی تعلین عجیب عجیب بنا کر پادشاہ کو چاہا کہ شیعہ بنائے لیکن میر برادر شیخ ابوالفضل وحکم ابوالفتح نے اس سے آگے قدم بڑھایا کہ دین سے اسکو مخرف کر دیا۔ وحی و نبوت و اعجاز و کرامت و شریعت سے مطلق انکار کر دیا یہاں تک نبوت پہنچائی کہ عبدالہی انکی رفاقت میں نہ رہ سکا۔

انہیں دنوں میں قاضی جلال الدین اور اور علماء کو حکم ہوا کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھیں علماء کے درمیان اس کا بڑا غوغا اٹھا۔

دیب چند رائے مجھولہ نے مسخرہ پن سے یہ کہا کہ اگر خدا کے نزدیک گائے منظم نہیں ہوتی تو قرآن کی اول سورہ بقرہ کیوں ہوتی اس پر سارا دربار ہنسنا۔

پادشاہ کے سامنے تاریخ اسلام پڑھی جاتی جس سے روز بروز اس کا اعتقاد اصحاب کے ساتھ فاسد ہوتا جاتا تھا۔ ان اصحاب سے گذر کر پادشاہ نے اور قدم بڑھایا کہ نماز روزہ اور تمام مسائل جو نبوت سے متعلق تھے ان کا نام تقلید رکھا یعنی غیر معقول اور دین کا مدار عقل پر رکھا نہ نقل پر فریگیوں (پرتگیزیوں) کی آمد و رفت تھی انکے بعض اعتقادات کو اسے مان لیا اس سے متعصب عیسائی یہ سمجھتے ہیں کہ اکبر عیسائی ہو گیا تھا مگر دیونی نے جو فقرہ یہ لکھا ہے کہ بعض اعتقادات ایشان را فر اگر غنہ اس سے مطلب یہ ہو کہ جو عقائد عیسائیوں کی عقل کے مطابق تھے ان کو اسے مان لیا وہ ہر مذہب کے اعتقاد کو جو مطابق عقل کے ہوتا مانا تھا کچھ عیسائیوں کی خصوصیت نہ تھی)۔

ہر خیال کہ عقل شان بندد چرخ بر عقل اہل آن خندد

اسی سال میں ایک رات شیخ بدرالدین خلع صدق و سجادہ شیخ اسلام چشتی بلائے گئے وہ

نوکری سے نائب اور نائب منائب باپ کا ہو کر اور توفیق پا کر گوشہ نشین ہوا تھا یا صنعت
مجاہدت و ذکر و فکر و تلاوت میں مشغول رہتا مگر اب آداب جو یہاں وضع کئے گئے تھے ان کا
وہ پاس نہ ہوا اس لیے اسکی نشست و برخاست و کلام پر ایسی باتیں بنائی گئیں کہ اس کو
ایذا ہوئی۔

شروع ۹۰۰ میں جب پادشاہ مالوہ میں دیبال پور میں تھا شریف آملی اس پاس آیا
اس مردود کا حال جلے پانوں کے کتے کا ساتھ ایک دیار سے دوسرے دیار میں جاتا اور
ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں آتا۔ جدل کے بعد اتحاد پر وہ جما۔ کچھ مدت تک
بلخ میں روشن مقصوفہ مبطل و سب سے صفا پر چلا۔ مولانا محمد زاہد کی خانقاہ میں درویشوں کے
ساتھ مولانا محمد می اعظم شیخ حسین خوارزمی کا بھتیجا بنا۔ مگر اسکو درویشی کے ساتھ مناسبت ذاتی
نہ تھی اور ہرزہ گوئی اور پریشان بائیں بہت کرتا تھا اس سبب مولانا نے اپنی خانقاہ سے اس کو
نکال دیا اور اسکی شان میں یہ چند بیتیں کہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

ہست یک ملحدے شریف بنام ناتمام بطور خویش تمام

وہ کوکن میں سیر کرتا ہوا پہونچا۔ مذہب میں بقیہ ہونے سے اس کا خبث ظاہر ہوا حکام کو کن
اس کو مارنا چاہا لیکن اسکو گدھے پر سوار کر کے شہر میں تشریف کی۔ ہندوستان ایک وسیع ملک
ہے اور یہاں میدان اباحت فراخ ہے کسی کو کسی سے کچھ کام نہیں ہو شخص جس طور کو چاہے اختیار
کرے وہ افغان خیران مالوہ میں پادشاہ کی منزل گاہ سے پانچ کوس پر اتر آج نہل باتون کو وہ
منہ سے اگلتا وہ بجائے نوش کے زہر مار ہو تین اور عام آدمیوں کی مجلس میں اسکا ذکر ہوتا عوام
کا لانعام نے خصوصاً عراق کے ملحدوں نے اسے گھیرا یہ ملحد حقیقت ایمان سے ایسے نکالے گئے تھے
جیسے کہ خمیر سے بلال اور لفظی عبارت انھیں سے ہو رہی و جال کی سب سے اول پرستش کرنے والوں
میں ہونگے اور اسکے اشارہ سے انھوں نے یہ شہرت دی کہ وہ زمانہ عاشق رہا رسال جہیں حضرت
عیسیٰ زمین پر نیکے کا مجد ہے اس شہرت کی خبر جب پادشاہ کو ہوئی تو اس کو ایک رات کو مجلس

شریف آملی کا پادشاہ پاس آنا

مین بلایا اور ایک مسجد میں جو کپڑے کی طولانی بنائی گئی تھی اور اس میں پادشاہ پنجگانہ منار
 پڑھتا تھا آئین سے خلوت کی باتیں کرتا اول دفعہ وہ ایسی صورت ہیأت سے آیا کہ دیکھنے
 سے ہنسی آتی تھی۔ گردن ٹیڑھی کیے ہوئے وہ کورنش بجالایا۔ دست بستہ دیر تک
 کھڑا رہا۔ اسکی چشم ارزق (کیرمی آنکھیں) تھیں جن کو آنحضرت کی دشمنی کی علامت کہتے
 ہیں۔ کذب و ریاء و نفاق ٹپک رہا تھا جب پادشاہ نے اُسکے بیٹھنے کا حکم دیا تو وہ سجدہ کر کے
 اونٹ کی طرح دو زانو بیٹھا پھر اسے پادشاہ کی دوبہ دو صحبت خلوت ہوئی اور اس سے
 پادشاہ نے باتیں پوچھیں۔ سوار مخدوم الملک کے یہاں کوئی بھی کھڑا رہ نہ سکتا تھا کبھی
 کبھی کہ آواز بلند ہوتی تھی مین علم کا لفظ سننا تھا وہ بہت خرافات بکتا تھا اور حقیقۃ الحقائین
 اور اصل الاصول اس کا نام رکھتا تھا۔ رباعی

تو مے نہ ز ظاہر نہ ز باطن آگاہ	آنکہ ز جہالت بہ بطالت آگاہ
مستغرق کفر و حقیقت گویند	لاحول ولا قوۃ الا باللہ

تمام اس کا مدار محمود سخاوی کی روش پر تھا۔ گیلان کے توابع مین سے سخاوی ایک گائون کا
 نام ہے۔ صاحبقران امیر تیمور کے زمانہ مین محمود تھا۔ اُسنے تیرہ رسالے جدا جدا لکھے ہیں
 جن مین وہ مکر کی باتیں لکھی ہیں کہ کسی مذہب مین درست و راست نہیں سوا از تبتال کے
 جس کا نام علم و لفظ و جال رکھا ہے کچھ اصل نہیں ہے۔ اس شقی الاشقیاء کی تصنیفات کا
 خلاصہ کتاب محرو کو زہ ہے جو فضلات کہ اُسنے اسپین دکھائے ہیں کان کو اُسکے سننے سے
 تھے آتی ہے اگر شیطان بھی اسے سننے تو ہنسی کے مارے لوٹ جائے اس کثیف شریف نے
 ایک اور کتاب ترشح ظہور لکھی ہے جیمین سوامی مہلات کے کچھ اور نہیں ہے اسپین میرعب اللادل کی
 جماعت کی تقلید کی تھی۔ ہر فقرہ نامربوط عام فریب کا عنوان می فرمودند بنایا وہ ایک عجیب کشت گاہ اور
 طرفہ منزل اور عریب مضحک ہے باوجود اس جہل کے ضرب اٹل کے موافق ان اللہ ملکاً یسوق الابل
 لے اہل اہل اہل سے ملتے ہیں) اسکا کام ایسا بنا کہ اسنے زمانہ کے مزاج مین اپنا دخل پیدا کیا اور

امرار ہزاری کے گروہ میں داخل ہوا اور ولایت بنگ میں مذہب حق (مذہب الہی کا) کے
 اعیان میں سے ہے اور صاحب مراتب چہارگانہ ہے۔ اور اس ملک میں پادشاہ کی بنیاد
 کر کے مریدوں و معتقدوں کو ان مراتب اخلاص پر پہنچاتا ہے ان مراتب کا مذکور عنقریب
 ۹۷۹ میں زیادہ تر اوقات عبادت خانہ میں علماء و مشائخ کی صحبت میں پادشاہ بسر کرتا خصوصاً
 جمعہ کے دن ساری رات جاگتا اور تحقیق مسائل دین کے اصول و فروع میں مصروف رہتا
 علماء نے ایک دوسرے پر اپنی زبان کی تلوار سونتی اور تنافی و تقابل کرنے لگے اور اختلاف
 مذاہب کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کرنے لگے۔ عبدالبی
 کے برخلاف سنی و شیعہ و حنفی و مشافعی بحث اپنی حد سے گزری اور اصل اصول میں خلل انداز
 ہونے لگے مخدوم الملک نے رسالہ لکھا اور اسپر یہ ہمت لگائی کہ اسے خضر خان شروانی کو
 نبی علیہ السلام کے گالی دینے پر مستہم کر کے اور میر جیشی کو رافضی ہونے کی ہمت لگا کے دونوں کو
 ناحق قتل کروایا اسکے پیچھے ناز پڑہنی جائز نہیں ہے اس واسطے کہ اسکے باپ نے اس کو عاق
 کیا ہے اور خوفی بوا سید اس کو ہے۔ شیخ عبدالبی نے پھر اسکی تمہیل و تفسیل کی اور ملا نے کچھ
 اسطرن اور کچھ اسطرن ہو کر دو گروہ سبطی و قطبی بن گئے۔ اہل بدعت بمقتضائے آراء فاسدہ
 اور شبہات باطلہ باطل کو صورت حق میں اور خطا کو صواب کے لباس میں دکھانے لگے پادشاہ ایک
 نفیس جوہر اور طالب حق مطلق تھا اسکی خود تسلیم اچھی طرح نہیں ہوتی تھی اسکے گرد اراذل و
 دکانہ و اہل بدعت و جہالت جمع ہوئے۔ انھوں نے اسلام کی صداقت میں پادشاہ کو
 مشتبہ کر دیا۔ حیرت پر حیرت اسپر طاری ہوتی گئی اور جو اس کا اصل مقصود تھا وہ مفقود ہو گیا
 شرع مبین و دین متین کی مضبوط دیوار شکستہ ہوئی اور پانچ برس بعد اس میں کوئی دین کا اثر باقی
 نہیں رہا قضیہ منعکس ہو گیا۔

پانچ چھ برس سے یہ برابر دستور تھا کہ ایمان درگاہ میں ایک شخص کو امیر حجاج بناتا اور آدمیوں کو
 اذن عام ہوتا کہ پادشاہی خرچ سے حج کو جائے اور زرقہ و عیش و بیش قیمت۔ فلا کھون پڑے

کے مکہ معظمہ میں مستحقین میں تقسیم کیے جاتے۔ چنانچہ اسے ایک دفعہ خواجہ خاوند محمود کو میر حاج بن کر
۶ لاکھ روپیہ نقد و جنس حریریں شریفین کے مستحقین میں تقسیم کرنے کے لئے اور حرم میں مکان بنانے
واسطے بھیجے اور خواجہ کی رخصت کے وقت خود مجرموں کے طریق پر سرور پابرہنہ احرام باندھ کر
چند قدم اسکے ساتھ گیا چہرہ آدمیوں میں ایک غل ہوا اور بہت رقت ہوئی اسی زمانہ میں خیرآئی کہ
شاہ طہاسپ اس عالم سے رخصت ہوا شاہ اسماعیل نامی اسکی جگہ جانشین ہوا جسکی تاریخ جانشینی
مصر عہد اول دولت و فتح و ظفر ہوئی (دہم - ف - ۸۰۰ = ۹۰۰ کل ۹۸۴) اسے حکم عام دیا کہ
جس کا جی چاہے حج کو جائے اور خیر سراج راہ خزانہ شاہی سے لے ایک خلیق کیشرج کی سعادت
سے فائز ہوئی مگر یہاں یہ حال ہو گیا کہ کوئی حج کا نام نہیں لے سکتا تھا اور جو اسکے لیے رخصت
مانگتا مجرم و واجب القتل ہوتا تھا۔

۹۸۵ء میں خیرآئی کہ شاہ طہاسپ کا بیٹا شاہ اسماعیل کو اسکی بہن پری خانم نے امیر دان کے ساتھ
سازش کر کے مار ڈالا۔ میر حیدر معاشی نے اس پادشاہ کی تاریخ جلوس شاہنشاہ رومے زمین اور تاریخ
وفات شہنشاہ زیر زمین لکھی اور ایران میں فروز نامہ (دہ پارستارہ) نکلا اور اس کا اثر وہاں ظاہر
ہوا کہ عراق میں ہرج مرج عظیم ہوا تبریز و مشردان و ماژندران کو رومیوں نے لے لیا۔ بعد اسکے
سلطان محمد خدا بندہ ولد شاہ طہاسپ ہو دوسری مان سے تھا پادشاہ ہوا اور صحابہ کبار
پیر عمر طعن ہزار برس سے چلے آتے تھے اور بنی امیہ کو ناسزا باتیں کہی جاتی تھیں ان کی
مدت پوری ہوئی یعنی تبرا مو تو ثبت ہوا مگر اس بلاد سے اتحاد ہندوستان میں منتقل ہوا۔

نفاق آمدہ در ہند از بلاد عراق عراق قایمہ میدان برگذار نفاق

پادشاہ کے بے دین ہونے کے باعث بہت سے مگر اس سبب سے کہ قلیل کثیر پر دلالت کرتا ہی
ان کا مختصر بیان تحریر و تفسیر میں آتا ہے۔ ہر دیار کے طرح طرح کے دانانا اور ارباب مذہب
وادیان پادشاہ کے دربار میں آنے شروع ہو کر پادشاہ کی ہمزبانی سے مخصوص ہوئی جن کا
شیوہ و پیشہ شب و روز تحقیق و تعقیب کے سوا کچھ اور نہ تھا انھوں نے بعد تحقیق و تعقیب کے غوا مض

پادشاہ کے جہیز ہونے کے واسطے جو دیوانے بنائے گئے

علوم و دقائق حکم و عجائب و غرائب آثار بادشاہ کے روبرو بیان کیے کہ انکے محل و مفصل بیان کو دفاتر مطول بھی ادا نہیں کر سکتے۔ بادشاہ نے ہر ایک کی رائے کو جمع کیا خصوصاً ان آدمیوں کو جو مسلمان نہ تھے ان میں سے جو بائین اس کو اپنی طبیعت کے موافق پسند آئیں انکو انتخاب و القاب کیا۔ جنکو اپنی مرضی کی خواہش کے خلاف دیکھا اسے احتراز و اجتناب کیا۔ لڑکپن سے جوانی تک اور جوانی سے بڑھاپے تک کل مذاہب متوعہ و مشارب مختلفہ سے بادشاہ کی ممنوعہ حالتیں ہون کتابوں میں جو متعارف بائین و یکمی اور پڑھی جاتی ہیں انکے سوا سے بادشاہ کو ایک معرفت جادگانہ جو اسکی ذات کے ساتھ مخصوص تھی حاصل ہونی تھی اور ایک اعتقاد کی ہیولانی سپیکر اسکے مرآۃ حمیرا اور بخینہ خیال میں مرسم تھی اور کل رایوں سے اسکے دل میں نفیٹش کا کچھ ہوا تھا کہ کل ادیان میں عقلا موجود ہیں اور ارباب ریاضات و کشف و کرامات کل طوائف انام میں پیدا ہوتے ہیں جب حق سب جگہ دائر ہے تو اس کا انحصار اس ایک دین و ایک ملت پر کہ نو پیدا ہوا ہوا اور ہزار سال بھی اسپر نہ گزرے ہوں کیا لازم ہے ایک کا اثبات اور دوسرے کی نفی تریجی بلامرج کیوں ہو۔

رسمانی سندہ میں ایک فرقہ ہے جو ناسخ کا قائل ہے اور برہمن جو بادشاہ کی خلوت و جلوت میں ادراک ملازمت و دولت صحبت میں سب پر سبقت رکھتے تھے اور کتب فضائل و علوم رسمی و حقیقی و حالات و مقالہ و کمالات انسانی میں جمیع وجوہ باعتبار معتبر کل و اناؤن و مترادفون پر فائق تھے انہوں نے اپنے دین کے صدق پر اور اوروں کے دین کے بطلان پر دلائل عقلیہ و شواہد نقلیہ بیان کیں اور نظریات کو بدیہات حکم میں کر دیا اور اس نے بادشاہ میں ایسا اعتقاد راسخ پیدا کیا کہ وہ کسی مشکل کی تشکیک سے رائل نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر پہاڑ چور چور آسمان شق ہو جائیں حشر زلزلہ اور شعبات و نقلیات جن کا خد مشکاہ نبوۃ تھا سب کو بالائے طاق رکھا ملت بیضا و خضیہ غرا پر بعض مطاعن اہل کلام کی کتابوں میں مذکور ہیں وہ ہمیشہ حریفوں نے اسکے گوش زد کیے اور اپنی زبان حال و قال سے اپنے مسلک پر سوک کرنے کی تحریس و ترغیب دی۔

رباعی

میداد و رقیب آن سہی قدر ایند	کاندر رخ ہر کس چو گل از باد مخند
از حد چو شد نصیحت آن شوخ گروہ	بر گوشہ ابرو زد و سر پیش فگند

یعنی مذہبی تحقیقات آدمی کو ایسا برباد کرتی ہے جیسا کہ گل کو باد (جو اسکی پیمان گرا دیتی ہے) پادشاہ نے پرکھو تم برہمن (معبر خردنامہ یعنی سنگھاسن بتیسی کے مطلب بتلانے والے) کو خلوت میں بلا کر یہ فرمائش کی کہ تمام اشیاء موجودات کے نام وید کے خاص زبان میں استخراج کرے بعض اوقات اپنے قصر کے قریب جو اسکی خواجگاہ تھی دیہی برہمن کو چار پائی پر بٹھا کر اوپر چھتیا دیہی ملن کرنا اس سبب سے شاید تھا کہ خواب میں زنانہ کے سبب وہ بلا نہیں سکتا تھا یا یہ کہ وہ اوپر چیزوں کے چھونے سے نا پاک نہ ہو جائے اس سے اسرار و افسانہ ہندوؤں کے مذہب کی پوچھتا۔ اور بتوں اور آگ و آفتاب کے پوجا کے اور کو اکب کے تعظیم کے اور ساطین ہنود کے احترام کے طریقے پوچھتا۔ اساطین ہنود برہما دیو ویشن و کشن رام و مہامانی ہیں۔ جن کا بنی نوع انسان سے ہونا تو موہوم ہے اور نہ ہونا متیقن۔ ان میں سے ہندو اپنے زعم میں بعض کو الہ بعض کو ملائک مانتے ہیں اس دیار کی رسوم و عادات کا اعتبار سنکر پادشاہ اختیار کرتا اور تناسخ کے اعتقاد میں وہ راسخ ہوا اور اس قول کو وہ صحیح سمجھتا کہ کوئی مذہب نہیں ہے جس میں تناسخ اپنا راسخ و تم نہیں رکھتا۔ خوشامدی جو پادشاہ کا کلمہ بھرتے تھے انھوں نے رسالے لکھے جس میں اس مسئلہ تناسخ کو دلائل سے ثابت کیا۔ ہندوؤں کے مذہبی فرقے نامعد ہیں اور انکی کتابیں بے شمار ہیں مگر باوجود اسکے وہ اہل کتاب (یہود عیسائی مسلمان) نہیں ہیں۔ پادشاہ کو ان کے مذہب کی تحقیقات کا مزہ پڑ گیا تھا۔ روز بروز اس خبیث شجر میں ایک دیا پھل لگتا تھا اور تازہ شکوفہ کھلتا تھا شیخ تاج الدین دہلوی ولد شیخ زکریا جو دھنی جسکو اعیان میں سے تاج العارفین کہتے تھے۔ وہ شیخ زمان پانی پتی کے رشید شاگردوں میں سے تھا۔ یہ شیخ صاحب شرح لوائح اور بہت سی تصنیفات لائق فائق کا علم تصوف میں تھا اور علم توحید میں۔

وہ شیخ ابن عربی کا ثانی تھا اسے نہ ہمت الارواح کی شرح بسوٹا لکھی ہے کہتے: دنوں تک راتوں کو
 اسی برہمن کی طرح جس کا بیان اوپر ہوا اس کو معلق اپنے پاس بلاتا ساری رات اہل نصرت کے
 شطحات و ترہات سنتا تھا وہ چند ان شرعی باتوں کا مفید نہ تھا اس نے وحدت الوجود کے مقدمات
 کو جو جھوٹے طصوفیوں کے اعتقاد میں داخل ہیں اور آخر کو وہ اباحت و الحاد کو پر مغر ہوتے ہیں
 پادشاہ کے روبرو بیان کیے اور فرعون لغتہ السد علیہ کے ایمان کا مسئلہ کہ کتاب فصوص الحکم میں
 مذکور ہے (فرعون نے دعویٰ خدائی کیا تھا اس واسطے وہ ملعون ہے مگر فصوص الحکم میں اور بعض اور
 کتابوں میں لکھا ہے کہ فرعون نے موت کے وقت توبہ کی اور حضرت موسیٰ پر ایمان لایا اس لیے
 وہ دوزخی نہیں ہے) بیان کیا اور رجا کو خوف پر ترجیح دی (اسلام کا عقیدہ ہے کہ الایمان
 بین الخوف والرجا) ایمان خوف ورجا کے درمیان ہے اس سبب سے گناہ ہے کہ خوف کو رجا پر یا
 رجا کو خوف پر ترجیح دین) اور اسی طرح کے مسئلے کہ چیز آدمی بالطبع زاجر عقلی و مانع شرعی سے
 قطع نظر کر کے اہل ہوتے ہیں پادشاہ کی خاطر نشان کے اسلئے وہ باعث عظیم پادشاہ کے اعتقاد
 کے فتور کا احکام شرعی میں ہوا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ کفار کا نار میں ہمیشہ رہنا تحقیق لیکن ان کو دوام
 عذاب کا ہونا مشتبہ و نامشخص اور نصوص متضاد فی اور حدیث نبوی میں تاویلات کین اور انسان
 کامل عبارت خلیفۃ الزمان سے بتلائی اور اس کی تعبیر سے یہ نتیجہ نکالا کہ پادشاہ کی ذات اقدس
 اسی طرح کی جو بایتن عین واجب یحقین انکو عکس کر کے سمجھایا اور اس باب میں بہت خرافات بکا
 اور پادشاہ کے واسطے سب سے بڑا کیا اور اس کا نام زمین بوس رکھا اور ادب پادشاہی کی
 رعایت کو فرض عین شمار کیا اور اسکے منہ کو کعبہ ادرات اور قبلاً حاجات قرار دیا اور اس باب
 میں بعض روایات مجروحہ اور بعض منہاج ہند کے مریدوں کے عمل کو منسک کیا بعد ازاں کہ پادشاہ
 عادل ذمی شوکت و ذی شان انسان کامل کی فرد مطلق قرار پایا تو مشائخ عظام میں سے
 بعض نے جیسے کہ شیخ یعقوب کشمیری تھا کہ صاحب تصانیف مشہورہ و مرشد و مقتدا عصر
 تھا۔ ایسی ہی بایتن بنائیں اور عین القضاۃ ہمدانی کی ہتیدات

باتوں کو نقل کیا کہ آنحضرت نظر اسم الہادی تھے اور شیطان اسم المضل کا منظر ہوا اس دنیا کے
کارخانہ میں دو توں نظروں کا طور ہوا۔ ان دونوں منظر کا ہونا ضرور تھا (اسلام میں خدا کو
خالق خیر و شر مانتے ہیں ایسے خدا ہی کو ہادی اور مضل سمجھتے ہیں) اور اسی طرح ملا محمد نیز دی بھی
مطابق یاد شاہ پاس پہنچے وہ طعن صریح اور ناسر لے قبیح خلفاء ثلاثہ پر کہتا اور صحابہ کبار و تابعین
و تبع تابعین و سلف و خلف صاحبین متقدمین و متاخرین کی تکفیر و تفسیق کرتا اور اہل سنت و
جماعت کی تحقیر کرتا اور مذہب شیعہ کے سوا سب مذہبوں کو خیال و مضل بتلاتا۔ علمائے یہ
اختلاف تھا کہ اگر ایک فعل کو ایک ملا حرام کہتا تو دوسرا اُس کو حلال کہتا اس سبب سے
بھی پادشاہ منکر مذہب ہوا۔ پادشاہ اپنے عہد کے علماء کو بہ اعتبار جاہ و عظمت امام غزالی
اور امام رازی سے بہتر جانتا تھا۔ جب انکی ان رکاکتوں کو دیکھا تو اس نے سلف پر بھی یہ قیاس
کیا اور اس سے منکر ہوا۔

ملک فرنگ کے بھی مرتاض و انا جنکو پادھری اور انکے مجتہد کامل کو پوپ کہتے ہیں پادشاہ
پاس آتے تھے۔ یہ پوپ حکام مذہبی کو مصلحت و وقت کی رعایت کر کے بدلتے رہتے تھے اور
پادشاہ بھی انکی عدول حکمی نہیں کر سکتا تھا وہ بھی انجیل گو لا کر ثالث ثلاثہ کی دلائل گزارش
کرنے لگے اور نصرانیت کی حقیقت کو ثابت کر کے ملت عیسوی کو ترویج دیتے تھے شاہزادہ
مراد کو حکم ہوا کہ چند کلے انجیل کے تینا پڑھے۔ شیخ ابوالفضل اسکے لیے مترجم مقرر ہوا۔ پہلا فقرہ
جو بطور بسم اللہ کے تھا اس کا ترجمہ یہ ہوا مصرعہ لے نام دے ز ثرو و کرسٹو۔ (ز ثرو جنس اور کرسٹو یعنی
عیسیٰ مسیح) یعنی لے وہ کہ نام تیرا مہربان اور بسیار بخش ہے شیخ فیضی نے اسپر دوسرا مصرعہ لگایا
مصرعہ سبحانک لا سواک یا ہو ہم تیری تعریف کرتے ہیں تیرے سوا کوئی خدا نہیں ہے (یہ
طالعین عیسائی آنحضرت کو دجال بتاتے اور اسکی صفات کو انکی ذات میں بتاتے جو دجالین سے
ضد رکھتی تھیں۔ بے ریل ملعون نے پادشاہ کی خاطر نشان کیا کہ آفتاب خدا کا منظر تام ہے۔ غلہ کا
بکنا و زراعت و میوہ و سبزہ اسی کی تاثیر سے ہوتے ہیں اور عالم کی روشنی اور اہل عالم کی زندگی

اسی سے وابستہ ہیں تعظیم اور عبادت کے لائق وہ ہیں۔ نیازش میں اس کے طلوع کی جانب
منہ کرنا چاہیے نہ اس کے غروب کی طرف فیضی نے شعر کہا ہے۔

شعر

قسمت نگر کہ درخورد ہر جوہر عطا است آئینہ باسکندرو با اکبر آفتاب
ایسی ہی دلیلوں سے میر بل نے بتلایا کہ آتش آفتاب سنگ و رخت اور تمام مظاہر کی یہاں تک
گلائے اور اس کے گوبر کی بھی پرستش کرے اور شفقہ لگائے اور زنا رہنے۔

حکمران و فضلار جو پادشاہ کے مقرب و درخدا کے مقہور تھے ایسے دلائل بیان کرتے جس سے
اور اوپر کی باتوں کو تقویت ہوتی وہ کہتے تھے کہ آفتاب نیز اعظم ہے اور تمام عالم کا عطیہ بخش اور
پادشاہوں کا مربی ہے اور وہی پادشاہوں کی قدرت کی اصل ہے۔ یہی سبب تھا کہ نوروز جلالی
کی تعظیم ہوتی تھی۔ جب سے پادشاہ تخت پر بیٹھا تھا ہر سال اس روز پادشاہ جشن کرتا تھا ہر روز
پادشاہ لباس اُسی خاص رنگ کا پہنتا تھا جو اُس دن کے ستارہ کا ہوتا تھا۔ ہر ستارہ ایک
دن سے منسوب ہوتا ہے۔ ہندوؤں نے اسکو تسخیر آفتاب کا عمل سکھایا تھا اسکو بطور وظیفہ کے
آدھی رات (یا شام) کو ہر روز طلوع آفتاب کے وقت پڑھتا تھا اسکو یہ بھی یقین تھا کہ گائے
کا مارنا گناہ ہے جسکی ہندو تعظیم کرتے ہیں۔ وہ اس کے گوبر کو پاک اور اس کے گوشت کو حرام جانتے
ہیں۔ گایوں کی عوض میں آدمیوں کو خوب مارتے تھے۔ حکمران اسکی تائید میں کہتے ہیں کہ
علم طب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ گائے کے گوشت کھانے سے امراض پیدا ہوتے ہیں اور وہ
رومی المصنم ہے۔

ملک گجرات کے شہر نوساری سے آتش پرست بھی پادشاہ پاس آئے تھے انھوں نے
زردشت کے دین کو حق دکھلایا آتش کی تعظیم کو عبادت تعظیم بتلایا اور پادشاہ کو اپنی طرف
مائل کر کے کہانیوں کی اصطلاحوں و راہ روش سے ایسا واقف کیا کہ پادشاہ نے ابوالفضل کو
اسکا مہتمم مقرر کیا کہ شاہان عجم کی طرح پر آتش کدہ میں رات دن آگ روشن کرے کبھی بجھنے پائے۔

آتش پرست کی دہوم۔

بادشاہ عفو ان شباب سے حرم میں ہوم کیا کرتا تھا۔ ہوم بھی ایک قسم کی آتش پرستی ہے۔ یہ کام اس کا اس سبب ہوتا تھا کہ اسکو اپنی ہندی بیویوں سے محبت بہت تھی پچیسویں سال کے جلوس کے روز میں بادشاہ نے آفتاب و آگ کو سجدہ علانیہ کیا اور مقربوں نے سماع و چراغ روشن ہونے کے وقت انکی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا اپنے اوپر لازم جانا جب سورج کنیا میں جاتا تو اسٹی کو پوجکے بعد ماتھے پر بادشاہ قشقہ لگا کے دولتانہ میں آتا اور برہنہ راکھی جیسے جواہرات پہنے ہوتے اسکے ہاتھ میں باندھتے امرار اپنی حالت کے موافق موتی اور جواہر اس روز پیش کرتے اور بادشاہ کی طرح راکھی باندھتے۔ راکھی باندھنے کا رواج عام ہو گیا تھا (راکھی کے معنی لٹہ کو لپیٹ کر ہاتھ میں باندھنے کے ہیں) اسلام کے برخلاف جو حکم کہ اورندہ ہوں کے آدمی بیان کرتے اسکو بادشاہ نص قاطع گنتا۔

اسلام کے تمام احکام کو نامعقول اور حادث جانتا اور فقہار عرب کو جانکے واضح تھے بہت مفید اور اقطاع الطریق سمجھتا اسکے نزدیک ہل اسلام مطعون قرار پائے اور آخر کو وہ ان لوگوں میں سے ہو گیا جنکی نسبت قرآن میں آیا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے (وہ اپنی پھونک سے خدا کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں مگر خدا اپنے نور کو کامل کرے گا گو کافراس سے کارہ ہوں) بتدریج یہاں تک نوبت پہنچی کہ اسکی ضرورت کچھ نہ رہی کہ اگر کوئی اسلام کی بات باطل ٹھہرائی جائے تو اسکی دلیل لائی جائے۔

۹۹۷ء بادشاہ اس کا طالب ہوا کہ ریاست دینی کو اپنی ریاست دنیوی کے ساتھ جمع کرے اسکو دوسرے کی تبعیت سخت تکلیف دیتی تھی اس نے سنا تھا کہ آنحضرت اور خلفاء راشدین اور بعض سلاطین دومی الاقدار مثل امیر تیمور اور مرزا ابغ بیگ خاں گورکان وغیرہ بھی خطبہ خود پڑھا کرتے تھے۔ غرہ جمادی الاول ۹۹۷ء فتح پوری کی جامع مسجد میں کہ محل شاہی کے نزدیک تھی ممبر پر خطبہ پڑھنے بادشاہ بیٹھا اور ایک بارگی لے سکے بدن پر لہزہ آیا اور بہت پریشان ہو کر شیخ فیضی کنی یہ تین بیتیں اوروں کی بدو

اسکی مخالفت اسلام

بادشاہ کا خطبہ پڑھنا

سے آدمی پڑھ کر منبر سے نیچے آیا اور حافظ محمد امین خطیب کو حکم فرمایا کہ امامت کرے اور وہ
بتیس یہ ہیں۔

ایات

خداوندیکہ مارا خسرویی داد دل داناؤ و بازی قوی داد
بعدل و داد مارا رہنموی کرد بجز عدل از خیال مایروں کرد
بود و صفش ز حد قسم برتر تعالیٰ شانہ اللہ اکبر

عقائد اسلام پر طعن اور مسائل فرعیہ شائع ہو رہے تھے۔ چند بد بخت ہندو اور ہندو
مزاج مسلمان نبوت پر قدح صیغ کر رہے تھے۔ علماء دین اپنی تصنیفات میں خطبہ پر تبراً
کرنے لگے اور فقط توحید پر اکتفا کر کے پادشاہ کے القاب نکھنے لگے اور حضرت رسالت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لینے کے برخلاف کذابین (بدایونی کی مراد کذابین سے
ابو الفضل اور فیضی تھے) ابو الفضل نے تو آئین اکبری کا خطبہ اس طرح لکھا ہی جس طرح اس نے
بیان کیا ہے۔ مگر فیضی پر یہ تہمت رکھی ہے کہ من میں نعت جسکا جی چاہے پڑھ لے (مجال نہ
تھی اور یہ بدنامی عالم کا باعث ہوا۔ ملک میں فتنہ و فساد ہونے لگا مگر باوجود اس کے
خواص و عوام میں سے ردیل اور کینے آدمیوں نے اسکی ارادت کا بیٹھ گلے میں ڈالکر اپنا نام
مرید رکھا امید و ترس سے مرید ہوتے تھے اور کلمہ حق زباں پر جاری ہونا ممکن نہ تھا۔

۹۸۷ء میں ایک محضر نظر آیا کہ جبر دستخط ان عالموں کے لیے ہوئے تھے۔

مخدوم الملک شیخ عبدالنبی کہ صدر الصدور تھا قاضی جلال الدین ملتانی کہ قاضی القضاۃ تھے۔
صدر جہاں مفتی کل و شیخ مبارک کہ علماء زماں میں اعلم تھا اور غازی خاں بخشی کہ علم معقول
میں منظر تھا۔ اس محضر میں امام عادل کو مطلقاً مجتہد پر تفضیل دی گئی تھی اور اسکی ترجیح کی تجویز
کو مسئلہ مختلف فیہ نہیں ضعیف روایتوں سے درست کیا تھا تاکہ کسی کو مجال نہ ہے کہ اس کے
احکام سے انکار کرے۔ خواہ شرعی ہوں یا ملکی اور خود ہی اپنے تئیں ملزم کرے مگر محضر بننے

کتابوں کے خطوط میں لغت کا مورخ ہونا

پادشاہ کا بخت ہونا

اس بات میں طول بہت ہو گیا۔ بحث یہ تھی کہ اجتہاد و مجتہد کا اطلاق کس پر ہو سکتا ہے اور
امام عادل و انصاف مصلح ملکی کو کہ مبرا تب مجتہد سے بہتر ہوتا ہے یہ منصب حاصل ہے کہ بحسب
مصلحت وقت و اقتضای زمان مسئلہ مختلف فیہ (جس مسئلہ میں اختلاف آرا ہو) کو جاری
کرے آخر کو اس تحریر پر جب کا مجتہد ترجمہ کیا جاتا ہے۔

بعض نے رغبت سے بعض نے کراہت سے ہر کردی۔ اس مباحثہ کی تشہید سے اور اس
معانی کی تمہید سے مقصود یہ ہے کہ عدالت سلطانی اور تربیت جہان بینی کی برکتوں سے ہندوستان
امن امان کا مرکز اور عدل و احسان کا دائرہ بن گیا ہے اس میں طوائف نامہ کے خواص عوام
نے خصوصاً علماء عرفان شہار و فضلار و قائل و آثار کے جو باوہ نیجات کے ہادی ہیں عرب
عجم سے اس یار میں آنکر اپنا وطن اختیار کیا ہے اور علماء نے کہ جامع فروع و اصول اور حاوی
معقول و منقول ہیں اور دین و دیانت و ضیانت سے موصوف ہیں اس آئینہ کریمہ اطیعوا اللہ و
اطیعوا الرسول واولی الامر منکم (اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اطاعت
کرو انکی جو تم میں اولی الامر (صاحب حکومت ہیں) کے خواص میں اور اس حدیث صحیحہ میں
ان احب الناس الی اللہ یوم القیامۃ امام عادل من بطیع الامر فقد اطاعنی ومن بغض الامر
فقد عصانی (تحقیق خدا قیامت کے دن سب سے زیادہ دوست رکھتا ہے امام عادل
کو اور جو امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو کہ اُس سے پھرتا ہے وہ مجھ سے
پھرتا ہے) اسی طرح کی اور حدیثوں کے معنی میں تامل کافی کر کے اور شواہد عقلیہ و دلائل نقلیہ سے
یہ حکم دیا کہ سلطان عادل کا مرتبہ عند اللہ مجتہد سے زیادہ ہے اور حضرت سلطان الاسلام کمہار امام
امیر المومنین ظل اللہ علی العالمین ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر شاہ پادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ
ابدانہایت عادل نہایت عاقل اور نہایت عالم بالہدایہ ایسے اگر مسائل دین میں مجتہدین کے
درمیان اختلاف واقع ہوا اور وہ اپنے ذہن ناقب فکر صاحب اختلافات میں سے ایک
جانب کو کبھی آدمی کی تسہیل معیشت کے لیے اور کبھی انتظام عالم کی مصلحت کے واسطے اختیار

کر کے اس جانب کا حکم فرماتے تو وہ متفق علیہ ہو جائینگے اور اتباع اس کا عوام برپا اور کافر عایا پر لازم اور فرض ہو گا اور ایسی ہی اگر اپنی رائے صواب نما کے بموجب کوئی حکم جو مخالف نص قرآنی کا نہ ہو اپنے احکام میں قرار دیں اور اس سے اہل عالم کی ترفیہ ہوتی ہو تو اسپر عمل کرنا سب دمیوں پر لازم اور فرض ہے اور اس سے مخالفت کرنی عذاب خردی اور خسران دنیوی کا سبب ہو گا یہ سچی تحریر حسبہ اللہ اور حقوق اسلام کے اجراء کے اظہار کے لیے بموجب محضر علماء دین اور فقہار ممتدین کے تحریر پایا حررہ شہر رجب ۱۲۸۵ھ اس محضر کا مسودہ شیخ مبارک کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور وہ نے اسپر کرامت سے تحریر کی تھی مگر شیخ مبارک نے رغبت سے اُسکے نیچے یہ لکھا تھا کہ یہ ایک ایسا امر ہے کہ میں اس کا دل جان سے خواہاں اور برسوں سے منتظر تھا جب پادشاہ کو یہ فتویٰ ہاتھ لگا تو اجتہاد کی راہ اسکے لیے کھل گئی اور امام کا زیادہ عاقل ہونا متحقق ہو گیا اور کوئی اس کا معارض نہیں رہا اور تحلیل و تحریم یعنی (حلال و حرام ہونا) موقوف ہوئی اور حکم شرع پر امام کی عقل کو ترجیح ہو گئی۔ اسلام کا نام تقلید ہو گیا اور شیخ ابوالفضل کا حال بعینہ حیرتی شاعر سمرقندی کا سا ہو گیا کہ جب وارالہرہ لو سے ایذا پائی تو وہ ان سے مخالف ہو کر عراق کی پرانی لومڑیوں میں مل گیا راہ بیراہ چلنے لگا۔ یہ ضرب المثل اسپر صادق آنے لگی آخرت النار علی العار (دوزخ کی آگ کو اختیار کیا اور دنیا کی عار نہ اٹھائی)

اسی سال کی ۱۶ رجب کو پادشاہ اجمیر روانہ ہوا اسکے بعد اتنا کہ چودہ سال ہوئے پھر وہاں نہیں گیا۔ ۲۵ شعبان کو وہ اجمیر سے پانچ کوس پر پیدل ہو کر زیارت کے لیے گیا۔ عاقل ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ کیا تعجب کی بات ہے کہ پادشاہ کو خواجا اجمیری سے تویہ اعتقاد ہو اور جو اصل المصوب (پیغمبر) اسے انکار جبکہ گوشہ دامن سے لاکھوں لی کامل مکمل مثل خواجہ قدس سرہ اٹھے اور ہر گوشہ میں جود تھا

قطعہ

بسوخت دیدہ حیرت کہ اس چہا لاجی است
چراغ مصطفوی باشرار بولہبی است

پری نہفتہ دیو در کرمشہ و ناز
دریں چمن گل بے خار کش چیداے

پادشاہ کی ہنسی اجمیر میں چلنے پانچ کوس پر

جب شہزادہ محمد دم الملک اور شیخ عبدالبنی مکہ کو چلے گئے تو اُس نے خلق کا امتحان کیا خلق قرآن
 و استحلالہ وحی کے توغل میں اور نبوات و امامات (جو باتیں امامت سے تعلق رکھتی ہیں) کی تشکیک
 میں جن و ملک و تمام مغیبات (جو چیزیں دکھائی نہیں دیتی) و معجزات و کرامات کا صریح
 انکار کیا اس نے ایمان کی متواتر شہادتوں اور قرآن کی صداقت کے ثبوت سے انکار کیا
 اور اضمحلال بدن کے بعد بقا روح اور اسکے عذاب ثواب کو بغیر از طریق تناسخ محال کہا
 اور ان ابیات کو دستاویز بنایا:

شعری

از حقیقت بدست کوئے چند مصحفی ماند و گوئے چند
 گوز بانس سخن نے گوید سر ستران کسے نے جوید
 ایضاً مستزاد

عید آمد و کار ہا نکو خواہد کرد چوں روئے عروس
 ساقی می ناب در سو خواہد کرد چوں خون خسرو
 افسار مناز و یوز بند روزہ یک بار و گر
 از گردن اسیران فرو خواہد کرد افسوس افسوس

یہ قرار پایا کہ علانیہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ۔ مگر اس نے اسمیں
 دیکھا کہ بڑا خلل پیدا ہو گا۔ اس نے اپنی حرم میں چند آدمیوں کے کہنے پر اکتفا کی۔ لوگوں نے
 فتننا است اسکی تاریخ لکھی۔ پادشاہ نے قطب لدین خاں و شہباز خاں اور انکے امتثال
 کو دین مبین کی تقلید ترک کرنے کی ترغیب دی۔ مگر انھوں نے سختی کے ساتھ انکار کیا۔
 قطب لدین خاں نے کہا کہ پادشاہان مغرب جیسے کہ سلطان قسطنطنیہ اور پادشاہ ہیں
 جب یہ حال سنیں گے تو کیا کہیں گے سب یہی دین رکھتے ہیں خواہ تقلید ہو یا نہ ہو۔ پادشاہ نے
 از روئے اعراض و تعرض کے فرمایا کہ تو سلطان روم کی طرف سے غائبانہ یہ دشتی کرتا ہی تو بنے

کیا کوئی جگہ اپنے لیے وہاں جوئیر کی ہو کہ جب ہاں جائیگا تو جھکو بجائیگی اور اس سے تیرا اعتبار پیدا ہو جائیگا تو ابھی وہاں چلا جا۔ شہباز خاں نے بھی اس باب میں تیزی و تندہی اختیار کی۔ بیربر سگ جتہی نے بھی دین پر صریح طعن کی تو اس نے اسکو فحش گالی دیکر کہا کہ لے کافر ملعون اب تو بھی ایسی باتیں کہنے لگا تجھ سے تو میں بھی سمجھ لوں گا۔ غرض بڑی بیخبری ہوئی۔ پادشاہ نے عموماً اور شہباز خاں سے خصوصاً بطور اجمال فرمایا کہ ہم حکم دیتے ہیں کہ تمھاری بستر پر نجاست بھری جوتی لگانی چاہیے۔

اسی سال میں تمنا و جز یہ سبکی آمدنی کئی کروڑ دھاموں کی تھی پادشاہ نے موقوف کر دیا اور ملک میں اسکے باب میں تاکید و قرائین بھیج دیئے۔

اس سال میں محمد معصوم خاں فرخزادی جو پتھر میں حاکم اور ملا محمد نیر دی یہاں کا قاضی لقضا مقرر ہوا۔ یہ ملا صوبہ جو پتھر میں آیا اس نے پادشاہ کے خارج کرنے کا اور اُس سے بغاوت کرنے کا فتویٰ دیا تو معصوم خاں کا بلی و محمد معصوم خاں فرخزادی و میر مغر الملک دنیا بیگ خاں و عرب بہادر تلوار میں سونٹکر ہر جگہ لڑنے کو کھڑے ہوئے (جنکی بڑی بڑی لڑائیوں کا ذکر ہم نے پہلے لکھا ہے) ائمہ کہتے تھے کہ پادشاہ نے ہماری مدد و معاش کی زمین میں دخل دیا۔ خدا نے اُسکے ملک میں دخل دیا رحم ترحم۔ جب پادشاہ کو ملا نیر دی کے فتوے کی حقیقت معلوم ہوئی تو اُس نے اس کو اور مغر الملک کو جو پتھر سے آکر ہ بلایا اور ان کو جہان میں ایک کشتی میں بٹھا کر ڈبوایا۔ جن ملازموں سے اسکو بد اخلاقی کا توہم پیدا ہوا اور ان کو نہا نہ خانہ عدم میں بھیجا۔ علماے لاہوری کو جلاوطن کیا۔ قاضی صدر الدین لاہوری کو جسکی تحقیق محمد دم الملک سے بڑھی ہوئی تھی بڑھ کی قضا پر اور ملا عبدالشکور کو جو پتھر اور ملا محمد معصوم کو بہار میں نامزد کیا شیخ غفور کو مالوہ میں جلاوطن کیا اس صوبہ کی صداقت اس کو دی۔ یہی قیاس اوروں پر کرنا چاہیے کہ ہر ایک کو غریب مقضی المرام بنایا۔ مگر ہاں شیخ معین الدین بنیرہ مولف معین و اعظ شہر کو کہ مقلد محض تھا

ملا و جز یہ و جز یہ کے حالات۔

بسبب کبر سن کے بدستور رہنے دیا۔

حاجی ابراہیم سرمندی نے ایک سالہ جیس بزرگان دین کی جھوٹی تقلید بتیں خوشامد کے
ملے پادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اس کا جعل ظاہر ہو گیا۔ حال یہ تھا کہ اس پُرانی کیڑے
کھائی ہوئی کتاب میں ایک عبارت خطی شیخ عربی کی طرف سے بخط جھول لکھی ہوئی تھی
کہ صاحب ماں (امام ہمدی) بہت سی بیویاں کرینگے اور ڈاڑھی منڈائیں گے۔ اور چند
اور صفیق جو خلیفہ الزماں (اکبر) میں تھیں انکو لکھا (اس نے پادشاہ کو امام ہمدی بنایا)
پادشاہ نے اس پر بہت عنایت کی۔ اس لیے یہ ایک حدیث موضوع کی کہ کسی صحابی کا
بیٹا ڈاڑھی منڈا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر سے گذرے گا تو آنحضرت نے فرمایا
کہ اہل بہشت کی یہی بیات ہوگی۔ مگر شاہ نسخ اللہ اور شیخ ابوالفضل اور حکیم ابوالفتح سے
وہ دلیرانہ گفتگو کرتا تھا۔ اسکو پادشاہ پاس انھوں نے ٹھہرنے نہیں دیا قلمہ ریتبھو میں بھیجا گیا وہاں
۹۹۳ء میں مر گیا۔

آطراف کے علماء و مشائخ و معتد پاس فرمان بھیجے گئے کہ وہ پادشاہ کی درگاہ میں آئیں
کہ خود پادشاہ انکی مدد معاش اوقات کی تحقیق کرے ان سب سے موافق قاعدے کے پادشاہ کی
تسلیم و تسلیم کی اور اسکے ساتھ خلوت و جلوت میں صحبت رکھی اور اپنی رائے کے موافق انکے لیے بیانیہ
مقرر کی اور جس کسی کو اس نے یہ جانا کہ مرید کرتا ہو یا مجلس سماع یا کسی اور نوع کی قلبانی کرتا ہو تو
اسکا نام و کانداری رکھا اور انکو قلعوں میں چڑھا دیا یا بنگالہ کی جانب بھیج دیا۔

۹۸۸ء میں پادشاہ پاس علماء و مشائخ و صوفی بہت سے ایسے خوشامدی و لاپچی آئے
کہ جن پر یہ رباعی صادق آتی تھی۔

رباعی

بگرفت بطامات والہ المے چند

پوشیدہ مرتع اندایں خامے چند

بدنام کنندہ نگو نامے چند

نارفتہ ہے صدق و صفا گامے چند

انکی حرکات دیکھ کر پادشاہ پہلے بزرگوں پر بدگمان ہو گیا۔ اسی سال میں ذیل کینے جاہل عالم نام نے دلائل باطل کو اتنا بلند کیا کہ یہ کہا کہ صاحب ماں (امام مہدی) ہندو اور مسلمان کے بہتر فرقوں کے خلاف و اختلاف کا دور کر نیوالا ہے وہ پادشاہ ہی محمود سخوانی کے رسالوں سے شریف یزدی نے استہزاء کر کے یہ تصحیح کی کہ سنیہ میں ایک باطل بردار زندہ پیدا ہو گا اسکی تعبیر سب نے صاحبین حق شخص کی ہے۔ جو بحساب جل نوسو نو میں پیدا ہوا ہے خواجہ مولانا شیرازی ملخص جفر داں مکہ معظمہ سے وہاں کے شرفا کا ایک سالہ اس باب میں لایا کہ حادثہ صبح کے موافق دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہوا ہے سپہری ہوئی اب مہدی موعود کے ظہور کا وقت ہے اور خود بھی ایک سالہ تصنیف کر کے پادشاہ کے روبرو پیش کیا اور اسی طرح کے خرافات شیعوں نے حضرت علیؑ سے نقل کیے اور بعض نے یہ رباعی پڑھی جو حکیم ناصر (ناصر خسرو) پانچویں صدی کا شاعر ہے وہ شیعہ آزاد خیال تھا اسکے اشعار اکبر کے زمانہ میں بہت پڑھے جاتے تھے) سے یا کسی اور شاعر سے منسوب کی جاتی ہے۔

رباعی

آیند کو اکب از جو انب یک جا در نہ صد و ہشتاد و نہ از حکم قضا

ازیر وہ بر دں خواہ آں شیر خدا در سال اسد ماہ اسد روز اسد

غرض اس پادشاہ کو نبوت کا خیال ہوا اور پھر اس آگے بڑھ کر خدا ہونے پر نوبت پہنچی۔

پادشاہ نے ایک دن مجلس میں اہل مجلس سے پوچھا کہ اس زمانہ میں سب سے زیادہ عاقل کون ہے اس میں پادشاہوں کا نام نہ لیا جائے کہ وہ مستثنیٰ ہیں۔ ہر ایک شخص نے اپنے عقیدہ کا نام لیا حکیم بہام نے خود اپنے تئیں سب سے زیادہ عاقل بتلایا اور ابوالفضل نے اپنے باپ کو۔ انھیں دونوں میں یہ چار مراتب خلاص پادشاہ نے مقرر کیے ترک مال و جان و ناموس و دین۔ جو ان چاروں کو پادشاہ پر قربان کرے اسکو چار مرتبہ دیئے جائیں جو ایک کرے اسکو ایک درجہ اور علیٰ ہذا القیاس کل اہل مجلس نے اپنا نام لکھا یا کہ ہم پادشاہ کے مرید مخلص ہیں۔

شیخ قطب الدین جلسری کو کہ ایک مجذوب خراباتی تھا پادشاہ نے شیخ جمال نختیار کو بھیجا کہ بلایا
فرنگیوں سے اسکی بحث کرائی اور ارباب عقل و اجتہاد زبانوں کو بھی بلایا کہ حاضر کیا شیخ نے
کہا کہ آگ خوب بھڑکتی ہوئی روشن کر دجسے اندر میں مع اپنے معارض کے داخل ہوں جو کوئی
اس آگ سے سلامت نکل آئے وہی حق پر سمجھا جائے۔ آگ روشن ہوئی شیخ نے ایک فرنگی کی
کمر میں ہاتھ ڈالا اور کہا کہ بسم اللہ ہم تم آگ میں چلیں مگر کسی فرنگی کی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ شیخ
کے ساتھ آگ میں جاتا پادشاہ کو اس فقیر پر رشک آیا تھا کہ اُس کو مع اور چند فقروں کے بھر
میں بھجوا دیا جہاں وہ سب مر گئے اسی طرح بہت سے مشائخ اور فقراء کو اور مقاموں میں بھیجا
اور اکثر کو قذہا بھیجا۔ اور انکی عوض میں گھوٹے منگوائے اسی زمانہ میں ایک جماعت تھی کہ مرید
کرتے تھے اور المیان مشہور تھے۔ چھوٹے بڑے بیہودہ لغو مہمل باتیں کہتے تھے اسکو گرفتار کر کے
پادشاہ کے روبرو لائے جب پادشاہ نے پوچھا کہ تم نے ان خرافات سے توبہ کی ہے تو انھوں
کہا کہ توبہ ہماری لوٹدی ہے اسی طرح شریعت دین اسلام اور روزہ کے جدا جدا نام اختراع
کر کے رکھے وہ پادشاہ کے حکم سے بھکر و قذہا بھیجے گئے اور سودا گروں سے انکی عوض میں
ترکی نثر ادب پھرے گھوڑوں کے لیے گئے۔

پادشاہ نے اپنے زعم میں یہ ٹھہرایا تھا کہ آنحضرت کے بعثت کے زمانہ سے ہزار سال گزر گئے یہی
مدت اس دین کے بقا کی تھی وہ تمام ہوئی اور اب مخفی دعوے جو اسکے دل میں تھے انکے اظہار
کا مانع کوئی نہیں ہے۔ وہ مشائخ علماء کہ صلابت و ہیبت رکھتے تھے اور جنگا پاس و ملاحظہ کرنا ضرور
تھا انکی بساط بھی خالی ہو گئی تھی ایسے فراغ خاطر سے احکام و ارکان اسلام کے ابطال کے دپے
پادشاہ ہوا اور نئے ضوابط و قواعد مہمل و مختل مقرر کیے اعتقاد کے افساد کو برواج دیا۔ سب سے
اول یہ حکم دیا کہ سکے میں تاریخ الف (ہزار) لکھی جائے اور آنحضرت کی وفات سے تاریخ الف یعنی
ہزار سال رحلت (ہجرت) سے لکھائے جائیں نصاب و حکم کے لیے عجیب غریب اختراع ہوتے
تھے اس نے جو حکم ابداع کیے انہیں عقل حیران ہوتی ہے۔ انہیں سے ایک یہ تھا کہ پادشاہوں کے

پادشاہ کا نہ سب کے باب میں کل جہان ۹۹

آگے سجدہ کرنا لازمی ہو مگر اس سجدہ کا نام زمین بوس لیا جائے۔ دوسرا شراب گردن کی
 آسودگی کے لیے بطریق اہل حکمت پنی جائے اور کوئی اس سے فتنہ و فساد نہ پیدا ہو تو مباح ہو
 برخلاف اسکے اگر کوئی شخص شراب پیکر بدست ہوتا اور اسکے گرد بیٹھ لگتی اور غوغا ہوتا
 تو اسکو بڑی سیاست دہ کرنا عدالت کی رعایت سے ایک شراب فروش کی دکان برابر
 کے دروازہ پر مقرر کی اور اس دربان کی خاتون کو اس دکان کا اہتمام سپرد کیا کہ اصل
 نسل میں تھارتھی۔ شراب کا نرخ مقرر کیا تاکہ جو شخص بیماری کے علاج کے لیے شراب خریدے
 تو اپنا نام اور بابت ادا کا نام مشرف سے لکھا کر دکان پر لیجائے آدمی اس حیلہ سے نام لکھا کر
 شراب لیجاتے تھے سچ جھوٹ کی کون تحقیق کرتا تھا شراب کی ایک کانٹا شرابیوں کے لیے
 کھولی گئی۔ کہتے ہیں شراب کی ترکیب جزائیں کھم خنزیر (سور کا گوشت) بھی داخل تھا
 واللہ اعلم۔ باوجود اس احتیاط کے فتنہ و فساد برپا ہوتے تھے۔ بہر حال ایک جماعت کو نبو
 اس جرم میں عقوبت و ایذا دی دیجاتی تھی مگر کوئی اس کا نتیجہ مرتب نہیں ہوتا تھا۔ یہ از
 قبیل کج دار و مرزبانی اور ممالک محروسہ کی فحش جو بادشاہ کے تخت کے نیچے جمع ہوتی
 وہ حد و حد کے حصر سے باہر تھیں انکو شہر سے باہر آباد کیا اور انکی آبادی کا نام شیطان پورہ رکھا
 اور وہاں بھی محافظ داروغہ اور مشرف مقرر کیے تاکہ جو شخص اس جماعت سے صحبت رکھے
 یا اپنے گھر بلائے اول اپنا نام اور نسب لکھائے غرض آدمی اس جماعت کے ساتھ جماع کر سکتے
 تھے بشرطیکہ تمغاچی (سائر کے محصول لینے والے) کو معلوم ہو۔ جب تک داروغہ کو خبر نہ ہو۔ رات کو
 اہل طرب (ناچنے والی عورت) کو اپنے گھر بلا کر اپنے تصرف میں کسی صورت سے نہیں لاسکتا تھا اور
 اگر کوئی چاہتا کہ کسی عورت کا ازالہ بکارت کرے اور یہ خواستگار نامی مقربوں سے ہو تو
 اسکے واسطے داروغہ بادشاہ سے اجازت حاصل کرتا اور کسی طرح یہ کام نہ ہوتا مگر جو بوند تھے وہ اس
 کام کو اور لباس میں کرتے اور بدستی اور سفاہت سے خونریزیاں ہوتیں اگر ایک گروہ کا
 قصاص ہوتا تھا تو دوسرا گروہ اس امر کو فخر کے ساتھ کرنے لگتا تھا۔

ملیت

حسن سے پایاں لے چند آنکہ عشق می کشد زمرہ دیگر به عشق از عیب سر نہ بکشد
 چند فوجش جو مشہور تھیں پادشاہ انکو خفی بنا کر تحقیق کرتا کہ کس نے انکا ازالہ بکارت کیا ہے۔ انکا
 نام دریافت کرتا اگر وہ امرائے نامدار معتبر ہوتے تو انکی تعذیب تینہ کرتا۔ مدتوں تک مقید
 رکھتا۔ اس جماعت میں سے ایک سربر تھا کہ اپنے تئیں مرید باخلاص گنتا تھا اور مراتب چہارگانہ
 میں پیش رو تھا (الہیات اور فضائل اربعہ حکمت عدالت شجاعت عفت) سے اپنے تئیں متصف
 ظاہر کرتا تھا مگر اپنی نبات تک نہیں چھوڑتا تھا۔ اس مانہ میں اپنی جاگیر کو روہ میں تھا۔ جب اس کو
 اپنی پرودہ دری کی خبر پہنچی تو اس نے چاہا کہ میں جوگی ہونے کی اجازت مانگوں۔ مگر پادشاہ نے
 اسکی طلب کافران بھیجا اور اسکی استمالت کی وہ ورگاہ میں آیا۔

گائے کا گوشت حرام تھا اسکا چھوٹا گناہ تھا۔ وجہ اسکی یہ تھی کہ پادشاہ خرو سالی سے ہنود ورنود
 کی صحبت میں رہا تھا ہندو گائے کو قوام عالم کا سبب سمجھتے تھے ایسے گلے کی تعظیم پادشاہ کے
 دلیں ٹیٹھ گئی تھی۔ ہندوستان کے بڑے بڑے راجاؤں کی بیٹیاں پادشاہ کے گھر تھیں انھوں
 پادشاہ کے مزاج میں یہ تصرف پیدا کیا تھا کہ گائے کا گوشت اور لہسن و پیاز کا کھانا اور ڈاڑھی
 کا رکھنا (یہ تین چیزیں بوسہ بازی میں خلل ڈالتی ہیں) چھوڑ دیا تھا وہ اس طرح کی چیزوں سے کمال
 احتراز کرتا تھا۔ اور مجلس میں ہندوؤں کی بدعتوں رسموں کو اپنے طور پر کرتا تھا۔ تاکہ اس سے
 ہندوؤں کی دلجوئی اور انکے قبائل کی خاطر کی پیروی ہو۔ ہندو جن چیزوں سے نفرت طبعی رکھتے
 تھے پادشاہ ان سے پرہیز کرتا تھا۔ پادشاہ ڈاڑھی منڈانے کو اپنے ساتھ نہایت مرافقت کرنا
 سمجھتا تھا ایسے اسکا رواج ہو گیا۔ مفاعیل و تفاعیل (قوم ساق بھڑو دن) نے ڈاڑھی منڈانے
 کی وجہ یہ بیان کی کہ ڈاڑھی حصتین سے پانی پیتی ہے اس وجہ سے کسی خواجہ سرا کی ڈاڑھی تئیں
 ہوتی۔ ڈاڑھی کے رکھنے میں نہ کچھ ثواب ہے نہ کچھ خطر ہے آجکل کے نادان فقہار ڈاڑھی منڈانے کو
 عیب جانتے ہیں۔ اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ بات مدعا کے خلاف ہے۔ جھوٹے جیلہ ساز

منیتوں نے یہ ایک دایت بھول نقل کی کہ یفعلہ بعض القصات کے یہ معنی بیان کیے کہ عراق کے بعضے قاضیوں نے اڑھی منڈائی تھی۔ حالانکہ اصل میں قصات کی جگہ عصات ہر جسکے معنی گنہگار کے ہیں۔ عصات کی تحریف کر کے قصات بنالیا۔

نصار کا ناقوس (گھنٹہ) بجانا اور صورت ثالث ثلثہ (صلیب) کا تماشہ اور انکے بلبان (موجچنگ) کا بجانا اور تمام لہو و لعب انکے یہاں روز ہونے لگے اسکی تیاریخ کفر شائع بشد ہوئی دس بارہ برس کے بعد یہاں تک نوبت آئی کہ اکثر گمراہوں نے جیسے مرزا جانی حاکم ٹھٹھہ اور اور مردودوں نے اس مضمون کا خط لکھ کر دیا جسکی صورت یہ ہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں اپنے طوع و رغبت و شوق قلبی سے دین اسلام مجازی و تقلیدی جو میں نے اپنے باپ ادا کا دیکھا تھا اور ان سے سنا تھا اسپر اب تبر اچھٹا ہوں اور اکبر شاہی دین الہی کو اختیار کرتا ہوں اور مراتب چہارگانہ اخلاص کہ ترک مال و جان ناموس دین ہیں قبول کرتا ہوں یہ خطوط کہ جو بعثت نامہ سے زیادہ تھے مجتہد جدید (ابوالفضل) کو سپرد ہوتے تھے اور وہ انکے اعتماد اور تربیت کا سبب ہوتے تھے۔ قریب ہے کہ اس آسمان بھٹ جائیں در زمین شوق ہو جائے اور پہاڑ چوراہو کر خاک ہو جائیں۔ اسلام کے خلاف سوراہے کتے تجس نہ ہے حرم و قصر میں وہ پلنے لگے صبح انکی زیارت عبادت سمجھی جاتی تھی ہندوؤں نے جو حلول کے قائل ہیں یہ خاطر نشان کیا کہ سور بھی ان دس مظہر الہی میں سے ایک ہے جنہیں خدا نے حلول کیا ہے تعالیٰ شانہ عمالیقو لون۔ خدا تعالیٰ کی بڑی شان ہے مگر وہ نہیں ہے جو وہ کہتے ہیں یہ جو بعض عرفا سے منقول ہے کہ کہتے ہیں دس صفات حمیدہ ہیں اگر ایک ان میں سے آدمی میں ہو تو ولی ہوتا ہے اس سے بھی انھوں نے کہتے کی عظمت ثابت کی۔ بعض مقربوں نے کہہ جو شطہ طبعی کے سبب سے ملک شرعی میں ضرب المثل ہیں (فیضی) ہیں دسترخوان پر کتوں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھانا شروع کیا۔ بعض مردود ہندی و عراقی شاعروں کی ایک جماعت نے اسکی تبعیت کی وہ کتوں کی زبانوں کو منہ میں لیتے اور اس پر کچھ اکراہ نہ کرتے بلکہ اسپر فخر کرتے۔

غسل جنابت کی فرضیت بھی مطلقاً ساقط ہوئی اور اسکی دلیل یہ بیان ہوئی کہ انسان کا خلاصہ
 لطفہ منی ہے کہ وہی نیکوں، پاکوں کا تخم آفرینش ہے اس کے کیا معنی ہیں کہ بول و براز کے
 خروج پر غسل واجب نہ ہو اور اس لطیف کے خروج پر غسل واجب ہو۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ
 اول غسل کرے اور بعد ازاں جماع کرے ایسے ہی میت کہ جہاد کا علم رکھتی ہے اسکی روح کے
 واسطے طعام پکانا کوئی حظ نہیں رکھتا بلکہ آدمی جس روز پیدا ہوا ہو اُس دن جشن عالی کریں اور
 اس کا نام آتش حیات رکھیں۔ ایسے ہی سوز اور شیر کا گوشت مباح ہے اسیں شجاعت کی صفت
 ہوتی ہے۔ وہ آدمی میں سراپت کرتی ہے۔ ایسے ہی چچا ناموں اور قرابت قریبیہ کی بیٹی سے شادی
 نہ کریں اس سے طرفین میں محبت و رغبت کم ہوتی ہے۔ ایسے ہی بیٹے کا سولہ برس سے پہلے اور
 اور لڑکی کا چودہ سال سے پہلے نکاح ناجائز ہو اس سے اولاد ضعیف پیدا ہوتی ہے سونا اور
 ابریشم پہننا عین فرض ہے۔

پہلے اس سے نماز روزہ و حج بھی ساقط ہو چکے تھے بعض اولاد الزنا جیسے کہ لیسر ملا مبارک
 شاگرد رشید شیخ ابوالفضل نے رسالے اس باب میں لکھے اور ان میں ایک عبادات کا مسح اور قدح
 بذائل بیان کیا اور وہ پادشاہ کے مقبول ہوئے اور ترقیاں پائیں۔ تاریخ ہجری عربی کو بدل
 دیا اور اسکی جگہ سال جلوس کی ابتدا تاریخ مقرر ہوئی جو ۹۲۳ ہجری اور نام مینوں کے اہل عجم کی
 رسم کے موافق مقرر کیے۔ ان تینوں کے نام کتاب نصاب میں لکھے ہیں۔ زردشتیوں کی عید دن
 کی طرح سال بھر میں چودہ عیدیں مقرر ہوئیں۔ مسلمانوں کی عیدیں بے رونق اور موقوف ہوئیں
 مگر خطبہ جمعہ ان لوگوں کی خاطر سے برقرار رہا کہ بڑھے فلک جاہل اسیں جاتے ہیں برس در مینے
 کا نام سال و ماہ الہی ہوا سکوں اور مہروں میں تاریخ الف (سنہ) لکھا گیا جس سے یہ معلوم
 ہو کہ دین متین محمد صلعم ہزار سال کے بعد قائم ہو گیا اور عربی کا پڑھنا اور جاننا عیب میں داخل
 ہوا۔ فقہ و تفسیر و حدیث اور انکا پڑھنے والا مرد و مطعون ہوا علوم نجوم و حکمت و طب
 حساب شعر و تاریخ و افسانہ رائج ہوئے اور انکی تحصیل فرض ہوئی۔ عربی زبان کے مخصوص

حرف مثل ثا و حا و عین صا و ضا و طاء ملفظ میں برطرف ہوئے۔ عبد اللہ کو اب اللہ واحدی کو
اہدی اور مثل انکی کہنا افضل سمجھتے تھے اور اس طرح کہنے سے خوش ہوتے تھے اور شاہنامہ فردوسی
کی یہ دو بیتیں اہل عرب کی توہین میں اکثر زبان پر لاتے تھے۔

ابیات

ز شیر خور دن و سوسمار عرب را بجای رسید است کار
کہ ملک عجم را کند آرزو تفو باد بر چرخ گرداں تفو
جو بیت اشعار تثنیہ آمیز اپنے مشرب کے موافق اساتذہ کے کلام میں سنتے ان کو
پسند کرتے۔ جیسے آنحضرت صلعم کے دو دانتوں کے شہید ہو جانے کے باب میں سچ
کے اشعار ہیں۔ علی ہذا القیاس ارکان دین کے ہر رکن میں اور عقائد اسلامیہ کے
ہر عقیدہ میں خواہ وہ اصول میں ہو یا فروع میں مثل نبوت و کلام و رویت و تکلیف
و تکوین و حشر و نشر میں طرح طرح کے شبہ پیدا کرتے اور اس کو مسخر اپن بناتے
(رویت کے معنی دیدار الہی کے) جنت میں ہیں سستی اس مسئلہ کے قائل ہیں اور
شیعہ انکار کرتے ہیں اور تکلیف اس آدمی کو مکلف بالشرع کہتے ہیں کہ اول وہ
مسلمان ہو دوم وہ عقل صحیح رکھتا ہو سوم وہ بالغ ہو۔ مگوین کے معنی دو معدوم کے
درمیان پیدا ہونا۔ یہ ہستی معدوم اول اور معدوم ثانی کے درمیان ہو یعنی یہ عالم
معدوم ہوگا اکبر اس کا منکر تھا وہ قیامت کا قائل نہ تھا اگر کوئی ان مسئلوں
کے معرض جواب میں آتا تو منع کیا جاتا۔ معلوم ہے کہ ایسی حالت میں کون مسئلہ
یا مانع ہو سکتا تھا خصوصاً جبوقت کہ مقابل کی جانب توجہ نافذ بالامری اور قاہری ہو
مباحثہ میں مواسات ضرور ہے۔

بیت

آنکس را کہ بقرآن و خیر و نہ رہی آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی

بہت سے خان و مان ان مباحثوں میں غارت ہو گئے اسکو ہرگز مباحثہ نہیں کہنا چاہیے
بلکہ وہ مکابرہ و مشاعیہ تھا پادشاہ کی خوشامد کے ماتے دین فروش شلوک متروک تو
ہر جگہ سے پیدا کر کے بطور تحفہ کے پادشاہ پاس لاتے تھے لطیف خواجہ کہ ماوراء النہر کے
بزرگوں اور بزرگ زادوں میں تھا اس نے شمائل ترمذی میں اس حدیث پر کہ کاناہ جید
شہ۔ آنحضرت کی گردن شل بت کے ہی) شبہ کیا کہ پیغمبر کی گردن کو بت کی گردن سے
تثبیہ دینے کے کیا معنی ہیں؟ اور ایسی ہی حدیث ناقہ قصویٰ جو سیر میں مشہور ہے اور قافلہ قریش
کالوٹ مار کر نا ابدار ہجرت میں اور آنحضرت کا چودہ ازواج کا کرنا اور کسی عورت کا اپنے
خاوند کا زوجہ نہ رہنا اگر آنحضرت اسکو اپنا زوجہ بنانا چاہیں اور اسی کی طرح اور باتیں بنا کے
مذہب کے ساتھ مسخر کرتے تھے جنکی تفصیل کے لیے زمانہ دراز چاہیے۔

راتوں کو اپنی مجالس انس میں پادشاہ اپنے مقربین کو حکم دیتا کہ وہ چالیں ابدال کی طرح بیٹھیں
اور جو شخص جانتا ہو وہ کہوے اور جو چاہے پوچھے۔ اگر کوئی مسئلہ علمی پوچھتا تو پادشاہ فرماتا
کہ یہ تکلانوں سے جا کر پوچھ جو بات عقل و حکمت سے متعلق ہو وہ ہم سے پوچھ۔ کتب سیر کے
پڑھنے کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں باتیں بنائی جاتیں۔ خلفاء ثلاثہ کی خلافت
کے عزت میں قیضہ فدکا و جنگ صفین وغیرہ کا ایسا ذکر ہوتا کہ کان انکے سننے سے ہر
ہوں ان کو اپنی زبان پر نہیں لاسکتے۔ شیعہ غالب سستی مغلوب اور اختیار سب جگہ
خائف اور اشرار ایمن تھے ہر روز ایک تازہ حکم اور نیا شبہ ایک جدید قدح ظہور
میں آتا اور اپنا اثبات اوزوں کی نفی میں دیکھتے اور اس نکتہ کو بھول گئے کہ ہر نافی
منفی ہوتا ہے اس سبب سے مقبول مردود اور مردود مقبول تھے۔ عام کلام انعام کی
زبان پر اللہ اکبر کے وظیفہ کے سوار کچھ اور مذکور نہ تھا۔ ملا شیریں نے دس شعر
کا قطعہ کہا ہے جس کے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں۔

شورش مغربست اگر در خاطر آر جائے کز عمال بقہر پیغمبر جدا خواہ شدن

خندہ می آید مرا ازیں بیت کز بس طرنگی
نقل بزم منعم و دروگدا خواہد شدن
پادشا اسال دعوی نبوت کردہ است
گر خدا خواہد پس از سالے خدا خواہد شدن

مجالس نوروزی میں اکثر علماء و صلحا بلکہ قاضی و مفتی بھی قیاح نوغنی کو تے تے۔ آخر مجتہدوں نے
خصوصاً ملک الشعراء (فیضی) نے کہا کہ اس پیالہ را بکوری فقہامی خورم (فقہا اندھے ہیں
لنکے لیے یہ پیالہ پیتا ہوں) حل کے ۱۹ درجہ پر کہ شرف الشرف اور روز آخر جن شب نوروز
کا ہی اسکی تعظیم اور سب نوں سے زیادہ کرتے اور اسی دن امرا کو منصب جاگیر کا اضافہ ہوتا
اور اسب خلعت مناسب مہمانی و پیش کش کے عنایت ہوتا تھا۔

اس سال میں گلبدن بیگم و سلطہ سلطان بیگم نے حج سے مراجعت کی اور انھیں نوں میں
ابو تراب اعتماد خاں گجراتی سفر حجاز سے آئے اور ایک پتھر بڑا بیماری جسکو ایک فقیہ سہیل
ہاتھی اٹھا سکتا ساتھ لائے اسپر ایک نقش یا معلوم تھا۔ ابو تراب کہتا تھا کہ نقش قدم رسول
ہے۔ پادشاہ نے چار کوس تک اسکا استقبال کیا اور امرا کو حکم دیا کہ باری باری سے چند قدم
اسکو سر پر اٹھا کر چلیں اس طرح وہ قدم شہر میں پہنچ گیا (ابوالفضل نے لکھا ہے کہ پادشاہ نے اس
قدم کو کندھے پر رکھا اور اسکے سبب مسلمانوں کو پادشاہ کے مذہب کی طرف جو وہم پیدا ہوا تھا
وہ کم ہو گیا)

اسی سال میں غلوت میں پادشاہ کے روبرو بربر سے شیخ مبارک ناگوری نے کہا کہ جیسے
کہ تمہاری کتابوں میں تحریفات ہوئی ہیں ایسی ہی ہمارے دین میں بھی بہت سی تحریفات
ہوئی ہیں ایسے دونوں اعتماد کے قابل نہیں۔

اسی سال میں بے عفت اور بے عافیت گمراہوں نے پادشاہ سے کہا کہ ہجرت سے
مدت ہزار سال کی ختم ہوئی گو اسطے شاہ اسمعیل اول کی طرح برہان قاطع (تلواری) کو کام
میں نہیں لاتے لیکن آخر کو یہ قرار پایا کہ پادشاہ کا دلی ارادہ مرد زماں میں تدبیرے شمشیر
سے ظہور پانگانی الواقع اگر پادشاہ کچھ رد یہ خرچ کرتا تو عوام تو کیا ملکہ خواص بھی اس کے

قاضیوں کی قیادت میں

قدم رسول

شیطان دامن میں پھنس جاتے حکیم ناصر خسرو کی یہ رباعی اکثر پڑھی جاتی۔
رباعی

دہن صد تسعین دوستوں می بینم . دزد می دو جال نغاں می بینم
یا ملک بدل گردیا گرد دیں . سرے کہ نہان ست عیاں می بینم

جب احداث دیں کا مشورہ ہو تو راجہ بھگوانداس اُس سے کہا کہ میں خوش ہو کر یہ قبول کرتا ہوں کہ دونوں ہندوؤں اور مسلمانوں کا دین بدھ ہی مگر ان کے سوار اور کونسا تیسرا طائفہ ہے اسکو فرمائیے کہ میں اس دین کو قبول کروں۔ پادشاہ نے کچھ مقبولیت اختیار کر کے راجہ کو اس شدت سے باز رکھا۔ مذہب اسلام کے احکام کا تغیر وقوع و شروع ہوتا جاتا تھا۔ احداث بدعت۔ اسکی تیاج ہوئی۔ انہیں دنوں میں دربار میں جو پانچ وقت اذان اور نماز جماعت کے ساتھ ہوتی تھی موقوف ہوئی۔ نام احمد و محمد مصطفیٰ اور مثل انکے باہر کے کافروں کے اور گھر کے اندر اہل حرم کی ہندو دختروں کے خاطر سے پادشاہ کو گراں معلوم ہوئے اور مدتوں میں اس نے اپنے مقربوں میں سے بعض کے نام جو ان ناموں سے موسوم تھے موقوف کر دیئے۔ مثلاً یار محمد خاں اور محمد خاں کا نام رحمت بولا جاتا اور لکھا جاتا۔ ان گمراہ اشقیاء پر ایسے شریف نام کا اطلاق حیف تھا اور اسکا بدلہ لانا ضرور کیا بلکہ واجب تھا اسلئے کہ سور کے گلے میں جو اس کا باندھنا ستم ہے۔ یہ آگ آگرہ سے اٹھی جس نے چھوٹے بڑوں کے گھر جلائے۔ اور آخر کو یہی آگ آتش زنوں کے گور میں گئی خذلہم الہ۔

ربیع الاول ۹۹۹ھ میں میر فتح اللہ شیرازی کہ الہیات و ریاضیات و طبیعیات و تمام اقسام علوم عقلی و نقلی و فلسفیات و نیز نبات و جبرائیل میں اپنا نظیر اس زمانہ میں نہیں کھتا حکم کے موافق عادل خاں حاکم دکن کے پاس سے فوج میں آیا۔ اس کو سنا تھا کہ میر غیاث الدین منصور شیرازی کا شاگرد بیوا سطرہ ہے اور یہ استاد چند ان نماز و عبادت کا معین نہ تھا اس سے گمان ہوتا تھا کہ شاگرد بھی ایسا ہی ہوگا۔ وہ مذہب و دین

نماز پنجگانہ کا دربار میں موقوف ہونا

میر فتح اللہ شیرازی

بادشاہ کا ہمد و ہوا گھر اس نے باوجود کمال حب جاہ و دنیا داری اور امرار پرستی کے اپنے مذہب میں اپنے تعصب میں کوئی بات اٹھانیں رکھی وہ عین دیوانخانہ خاص میں علانیہ امامیہ طریقہ پر اداے نماز کرتا تھا کسی اور کا مقدمہ نہ تھا کہ اس طرح نماز پڑھتا اس سبب بادشاہ نے اسکو ارباب تقلید کے زمرہ میں شمار کیا اور اپنے مذہب میں اس سے اغماض کیا۔ اسکے علم و حکمت و تدبیر کی رعایت کر کے اسکی پرورش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ایک ات کو بادشاہ نے میر فتح اللہ کی موجودگی میں بیر بر سے کہا کہ یہ بات کیونکہ عقل قبول کرتی ہے کہ ایک شخص ایک خطہ میں باوجود گرانی جسم کے خواجگاہ سے آسمان پر جائے اور تو سے ہزار باتیں خدا سے کرے اور ہنوز اس کا بستر گرم ہو اور وہ الٹا چلا آئے۔ اور ایسے ہی شق القمر اور اسکی مثل اور باتیں ہیں پھر ایک پاؤں اپنا اٹھا کر سب کو دکھایا اور یہ فرمایا کہ جب تک دوسرا پاؤں اپنی جگہ پر نہ ہونا ممکن ہے کہ کھڑا ہوں یہ احتمالہ حکایتوں کو لوگ یقین کرتے ہیں۔ بد بخت بیر بر اور گنہام بد بخت آمنا و صدقائے تھے اور اسکی تائید میں باتیں بناتے تھے۔ بادشاہ فتح اللہ کی طرف بار بار دیکھتا تھا مگر وہ گردن نیچے ڈٹے ہوئے کچھ نہیں کہتا تھا۔ سراسر گوش بنا ہوا تھا۔

۹۹۱ میں تمام ممالک محروسہ میں حکم جاری ہوا کہ اتوار کو جو اقباسے مخصوص ہے اور اٹھارہ روزہ آبادان میں جو بادشاہ کے میلاد کا مینہ ہے اور بعض ایام مہود میں مطلق جانور فوج نہ کیے جائیں۔ یہ حکم ہندوؤں کی خاطر سے دیا تھا جو کوئی ان دنوں میں جانور فوج کرتا اسکی بڑی سیاست ہوتی اور اسکا خاندان تاراج ہوتا اور خود بادشاہ تمام سال میں اور ایام متفرقہ کی تقریب میں چھ مینے گوشت نہیں کھاتا تھا اور ایسا ارادہ رکھتا تھا کہ گوشت کھانے کو بالکل ترک کر دے سوچ کی پوجا کو دن میں چار دفعہ صبح و شام دوپہر آدھی رات کو اپنے اوپر لازم کیا تھا اور سوچ کے ایک ہزار ایک نام سن کر تگے دوپہر کو سوچ کی طرف متوجہ ہو کر حضور قلب سے پڑھتا اور دونوں کان پکڑ کر چکر کھاتا اور کانوں کے اوپر کے نگاتا و زل اسکی

گشتی طاقت
دائرہ کی

اور حرکتیں کرتا۔ ماتھے پر تھلک لگاتا اور آدمی رات اور سو بج نکلنے کے وقت نوبت بجاتا۔ مساجد
معابد ہندوؤں کے فراشتخانے اور چوکی خانے ہو گئے جماعت کا نام جماع اور جمی اعلیٰ کا تیل لٹا رکھا۔
شہر میں گورستان اوکھڑنے کا حکم دیا۔

آہنیں دنوں میں شہر سے باہر مسلمان و ہندو فقرار کے کھانا کھلانے کے لیے دو محل تعمیر
کرائے۔ ایک کا نام خیر پورہ اور دوسرے کا نام دھرم پورہ رکھا۔ شیخ ابوالفضل کے
چند آدمی موکل مقرر ہوئے کہ وہ زرباد شاہی سے فقرار کو کھانا کھلاتے تھے۔ جوگیوں کے گروہ
کے گروہ آتے تھے اُنکے لیے ایک سرے آباد کی گئی اُس کا نام جوگی پورہ رکھا گیا۔ جوگیوں
میں بعض کو خلوت میں پادشاہ بلا کر باتیں کرتا تھا۔ حقائق مختلفہ کے مہولات و اعتقادات
و اشتغال و مراقبہ و سلوک و اطوار و جلسات و حرکات و سکناات و خلع بدن و کیمیا و سیمیا
و ریمیا ان سے معلوم کرتا کیا گری خود سیکھی اور سونا بنا کر لوگوں کو دکھایا۔ شیوات کو جوگیوں
کا مجمع عظیم اطراف سے آتا اور پادشاہ اُن جوگیوں میں جو بزرگتر ہوتے اُنکے ساتھ ہم پیالہ
اور ہم نوالہ ہوتا۔ ان جوگیوں نے پادشاہ کو بشارت دی کہ عمر طبعی سے تین چار گئے.....
زیادہ جئے گا۔ اسکا پادشاہ کو یقین تھا۔ ان مقدمات کو اور قرآن سے بھی ایسا منتظم کیا جس سے
یہ یقین اُسکے دل پر پتھر کی بکیر ہو گیا اور حکمران پیش میں اسکی تائید کرتے تھے کہ عمروں میں نقصان
و دوری کے سبب سے ہے اور وہ اب ختم ہوئے والا ہے زحل کا دورہ شروع ہو گا اس کے بعد
اطوار و ادوار مجدد طول اعمار کے مورث ہونگے۔ چنانچہ کتب سماوی میں بھی یہ امر مذکور ہے۔
بعض آدمیوں کی عمر ہزار سال لکھی ہے۔ اور کتب ہندی میں آدمی کی عمر دس ہزار برس لکھی
ہے اور بالفعل کوہِ ہبت میں ایک طائفہ لامہ ہے اُنکے زہاد و عباد دو سو سال اور اس سے
زیادہ جیتے ہیں اس طائفہ کی تقلید کرنے کے لیے پادشاہ معاشرت و اکل و شرب
خصوصاً ٹھم میں تغلیل کرتے اور سر کی چندیا کے بال اُس نے منڈوا ڈالے مگر اُسکے گرد
بال رکھے۔ پادشاہ کو ایسا لگان تھا کہ کاملان مکمل کی روح چندیا سے نکلے باہر جاتی

جوگیوں کی طاقت اور ابدی عبادات

ہزارویہ جیم انسانی کا دسواں منفذ (دروازہ) ہے۔ اور اس وقت بجلی و گرج کی ایک واز ہوتی
 ہے یہ دلیل میت کی سعادت کی اور گناہوں سے نجات کی ہے اور نہ اسب تناسخ میں یہ علامت
 حلول روح کی پادشاہ ذی شوکت و صاحب نافذ الامر میں ہے۔

پادشاہ نے اپنے روش (مذہب) کا نام توحید الہی رکھا اور جوگیوں کی اصطلاح کے
 موافق اپنے مریدان خاص کا نام چلیہ رکھا اور ایک در طائفہ ارادل کا مکار مردار تھا
 کہ وہ دولت خانہ کے اندر نہیں جاسکتا تھا وہ اس وقت کہ پادشاہ سدوسی کو سوچ
 کی پوجا کرتا تھا جھوکے میں آتا اور جب تک پادشاہ کا درشن نہ کر لیتا مسواک و طعام و آب
 اس پر حرام تھا۔ رات کو بہر صاحب حاجت خواہ ہندو ہو یا مسلمان اور طرح طرح
 کے طوائف مرد اور عورت صبح و شام کو اس جگہ بار عام کا حکم ہوتا وہ طرفہ کار و بار
 اور گرمی تنگناہ اور ازو حام عظیم ہوتا۔ پادشاہ آفتاب کے ایک ہزار ایک نام کی تسبیح
 پڑھ کر پردہ سے باہر آتا اور یہ ساری جماعت اس کو سجدہ کرتی اور مکار اور طرار بہمنوں
 نے سوچ کے ایک ہزار ایک اور نام پادشاہ کے لیے ترتیب دیئے تھے وہ کہتے
 تھے بطریق حلول جیسے رام اور کرشن اور اور سلاطین ہندو اوتار ہوئے ہیں ایسے ہی یہ
 خود صاحب عالم پادشاہ اوتار کی صورت میں نمودار ہوا ہے تاکہ وہ اس زمین پر بازی
 کرے اور خوشامد کے مائے سنسکرت کے اشلوک (شعر) پہلے عالموں کے اس مضمون
 کا نقل کرتے کہ ہندوستان میں ایک پادشاہ عالمگیر پیدا ہوگا۔ بہمنوں کا احترام
 اور گائے کی حفاظت اور دنیا کی عدالت سے نگہبانی کرے گا اور پرنے کاغذوں میں اپنی
 خرافات کو لکھ کر پادشاہ کو دکھلاتے تھے۔ پادشاہ کو ان سب باتوں کا یقین ہوتا تھا
 مصرع خوشامد ہر کراگفتی خوش آمد۔ ان دنوں میں پادشاہ کے فتح پور کے
 دیوانخانہ خاص میں خفے کے وہ وردہ اور شیعوں اور شافعیوں کے قلیتین کو پانی سے
 بھر دیا اور اسکو تلوا یا تو خفیوں کے وہ وردہ کا پانی باقی دو قلیتین سے زیادہ نکلا۔

جلد و بھر و کہ در کشن

پادشاہ کا اوتار ہونا

پادشاہ نے حکم دیا کہ سنی اور شیعہ جدا جدا ہو جائیں۔ ہندوستانی بالکل سنی گری اور اوقاتی
تسلیع کو قائل ہوئے۔

پادشاہ پاس ۹۹۲ء ملا الہ داد امر دہوی اور ملا شیری آئے وہ صدارت میاں
دواب پنجاب پر مقرر تھے۔ خوشامد کے مانے ملا شیری نے ایک نظم ہزار شعاع
جسم آفتاب کی تعریف میں ہزار قطعہ تھے پیشکش کی پادشاہ اس سے نہایت خوش ہوا
۹۹۳ء کے جشن میں بیلان (بیلون) ایک چادر بصورت گنبد اختر اع کی ہوئی فنگیوں
کی بھی برپا ہوئی اور پادشاہ کے اخلاص میں اور بہت آدمیوں نے مال و جان و ناموس
و دین فدا کیا اور اس قدر رواج مقدس کا امتحان اس راز میں ہوا کہ انکا حصر نہیں ہو سکتا
آدمیوں کا گروہ مرید ہوتا اور مذہب مشرف میں پادشاہ کے ساتھ موافقت کرتا پادشاہ
بجائے شجرہ (جو پیر مریدوں کو دیا کرتے ہیں) کے اپنی شبیہ دیتا وہ رسد و دولت میں
اخلاص کی علامت ہوتی اور اسکو غلاف میں جو جواہر سے مرصع ہوتا پلیٹ کر سر پر رکھتے
ناموں کی پیشانی پر اللہ اکبر لکھے جانے کا حکم ہوا۔ قمار و سود حلال ہوا۔ اور علی ہذا القیاس
اور محرمات۔ دو بار میں قمار خانہ بنایا گیا جواریوں کو خزانہ سے روپیہ سودی ملتا اور سود
ہنشل (جواری) جو اپنے جیت کے مال میں سے کچھ مال مجلس قمار کے حاضرین میں تقسیم کرتا
کفایت میں داخل تھا۔ لڑکی کے نکاح کو چودہ برس کی عمر سے پہلے اور لڑکے کی شادی کو
سولہ برس سے پہلے منع کا حکم دیدیا اور قصہ زفاف حضرت صدیقہ سے بالکل منکر ہوئے
اور مطاعن کا ذکر تو کیا کیا جائے۔ جو کوئی اسپر نوحہ کرے وہ نوحہ پارہ کی طرح اڑ جائے
میں نہیں جانتا کون شخص ایسی باتیں سن سکتا ہو عموماً تمام رسوں سے انکار اس سبب سے
کیا گیا کہ وہ گنہگار تھے خصوصاً حضرت داؤد اور ادریا کے قصہ سننے اور اسی کی مثل
جس کسی کو اپنے اعتقاد کے موافق نہ پاتے اس کو مردود و مطرود ایدی جانتے اور
اس کا نام فقیہہ رکھتے۔ اور دشمن شاہی کا دشمن حکم ہے۔ انچہ بکارند ہماں بدرونہ

سنو ہی ہزار شعاع دیا پادشاہ کا دین اختیار کرنا

وہ خود عالم میں کفر و گمراہی میں شہر ہوئے اور انکا جتند و مرشد (ابوالفضل) ابو جہل مشہور ہوا۔ پادشاہ بد و وزیر بدتر بہ ریاست دینی کے لئے ریاست دنیوی تیج بنی اور تمام جماعت میں سے ریاست دین کے مٹانے کو اہم جانا اور باقی اور جماعت کو طفیلی ناموس دین کی دکان بگاڑنے کے لئے پادشاہ نے حکم فرمایا کہ نوروز کو جو بازار لگا کرے وہ خاص عام سے خالی کیا جائے اور سبکیں اور اہل حرم اور صاحب عفت عورتیں اس میں تماشہ دیکھیں وہاں پادشاہ زرخشی کرتا اور جو باہر سے عورتیں آتیں انکو عہمان بناتا اور اسی مجلس میں لڑکے اور لڑکیوں کے نئے رشتے ٹھہراتا۔ پادشاہ کے مرید لوگ اس خیال سے ہوتے تھے کہ جاہ و منصب پائیں اور اخلاص مند ٹھہریں مگر پادشاہ نے انکے دماغ سے اس خیال کو دفع کیا۔ ہندوؤں کو جو اسکے نزدیک ناگزیر تھے جاہ و منصب تیا۔ نصف لشکر اور نصف ملک ہندو کے ہاتھ میں تھا۔ ہندوستان میں انکی برابر صاحب شوکت نہ ملتا تھا نہ ہندوستانی مسلمان اور سوائے ہندوؤں کے ہر گروہ کی مالش اور کوش جس طرح پادشاہ چاہتا تھا کرتا تھا انہیں سے تعمیر و ناموس و اتفاق بالکل مسلوب ہو گیا تھا۔

اسی سال میں سلطان خواجہ نے کہ وہ خاص انخاص مریدوں میں سے تھا انتقال کیا اور اسکے دفن کرنے کے بعد قبر میں یہ اختراع ہوا کہ سورج کے مقابل ایک جالی لگائی گئی کہ صبح کو سورج کی روشنی جو گناہوں کی پاک کرنے والی ہوا اسکے منہ پر پڑے کہتے ہیں کہ اسکے منہ پر زبانی آتش بھی لگا دیا تھا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

یوسف زئی سے جو شکر شاہی کو شکست ہوئی اس میں بیر بر مارا گیا تھا۔ پادشاہ کو اُسکی برابر کسی امیر کے مرنے کا غم نہ ہوا وہ افسوس کرتا تھا کہ اُس کا جسم نہ ہاتھ لگا کہ آگ میں جلایا جاتا۔ مگر اپنے دل کو اس طرح تسلی دیتا تھا کہ وہ سب قیود سے آزاد اور مجرد تھا اُسکے لئے تیرا عظم کی تابش پاک کرنے والی کافی ہے۔

۹۹۰ء میں یہ ضوابط اور احکام جاری ہوئے کہ کوئی شخص ایک عورت سے زیادہ

نکار کرے مگر اس صورت میں کہ بیوی بائخ ہو ورنہ خدایکے درود کے لیے جب عورت کو ایام
منقطع ہو جائیں تو وہ شوہر کی نیکی خواہش نہ کرے۔ بیوہ عورتوں کو شوہر کرنے کی ممانعت
نہ کی جائے جیسے کہ ہندو کرتے ہیں اور ہندوؤں کی خورد سال لڑکی جس نے شوہر سے تمتع
نہ اٹھایا ہو وہ سستی نہ ہو اگر ہندوؤں کو یہ امر دشوار معلوم ہو تو منع نہ کریں جب آپس میں بدو
کی ملاقات ہو تو ایک لٹڈا کر کے دوسرا جل جلالہ کہے یہ بمنزلہ سلام اور جواب سلام کے
ہو۔ راجہ بکرماجیت نے یہ اختراع کیا تھا۔

ہندی مینے کی ابتدا ۱۳ تاریخ سے ہو مگر بادشاہ نے اسکی ابتدا ۲۸ تاریخ سے مقرر کی اور
ہندوؤں کے تیمار اس تاریخ کے موافق ہوا کریں اگرچہ اس باب میں گجرات و بنگالہ میں
۹۹۰ء میں فرمان جاری ہوئے تھے مگر اس پر عمل نہیں ہوا۔

ارزال کو حکم ہوا کہ وہ شہر کے اندر عربی نہ پڑھیں کیونکہ اس سے فساد کھڑے ہوتے ہیں۔
ہندوؤں کے مقدمات و معاملات کو بہمن پنڈت فیصلہ کیا کریں۔ مسلمان قاضی نہ فیصلہ کیا
کرے اگر حلف کی احتیاج ہو تو منکر کے ہاتھ میں گرم آہن رکھیں اگر ہاتھ جلے تو وہ جھوٹا
ہو والا نہیں تو سچا یا جلتے تیل میں اسکا ہاتھ ڈالیں یا وہ پانی میں غوطہ کھائے اگر اتنی دیر
میں کہ تیر پھینکا جائے اور کوئی اسکو اٹھا لائے۔ وہ پانی سے سر نکالے تو مدعا علیہ کو حق مدعی دلایا جائے۔
مردہ جو دفن کیا جائے تو اسکا سر مشرق کی طرف اور پاؤں مغرب کی طرف رکھے جائیں
(مسلمانوں کے قاعدہ کے برعکس ہے) سونے میں بھی یہ روش اختیار کی جائے۔

۹۹۶ء میں حکم ہوا کہ کل قوین علوم عربیہ کی تحصیل ترک کریں اور علوم نجوم و حساب و
طب و فلسفہ پڑھا کریں اسکی تاریخ کا وہ فصل ہوئی۔

عاشورہ محرم ۹۹۶ء کو بادشاہ نے مان سنگھ کو جو بہار و پٹنہ کی حکومت پر مامور ہوا
تھا اور خانخانان کو خلوت میں بلایا اور مذہب کے امتحان کے لیے باتیں ہونے لگیں۔
مان سنگھ نے بے تکلف عرض کیا کہ اگر مریدی عبارت جان سپاری سے ہو تو جان کو

مصور کے لیے اس کو ہتیلی پر لیے پھرتا ہوں اس کے امتحان کی ضرورت کیا ہو اور اگر اس کے سوائے کچھ اور بات دین کے معاملہ میں ہر تو میں ہندو ہوں اگر فرمایے تو مسلمان ہو جاؤں ان دونوں کے سوائے کسی اور مذہب کو میں نہیں جانتا کہ کوئی ہر میں اسی پر خیر گزری آگے کچھ اور گفتگو نہیں بڑھی۔

اسی جتنے میرزا فولاد بیگ برلاس نے آدھی رات کو ملا احمد رافضی کو جو صحابہ کو گالیاں دیتا تھا کسی بہانہ سے گھر بلا کر خجرا راجکی ایک تیانج۔ آن زہی خجرفولاد۔ اور دوسری خوف ستر ہوئی جبوقت وہ نزاع کی حالت میں تھا تو عبدالقادر نے اُس کا چہرہ ستور کا سادیکھا تھا۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ مرزا فولاد کو ہاتھی کے پانوں میں باندھ کر شہر لاہور میں جب تک چلایا کہ وہ شہید ہوا۔ حکیم ابوالفتح کی معرفت اُس سے پوچھا کہ تو نے ملا احمد کو مذہب کے تعصب کے سبب مارا تو اُس نے جواب دیا کہ اگر مجھے تعصب ہوتا تو اس سے کسی بڑے (ابوالفضل یا خود اکبر) کو مارتا۔ حکیم نے یہی بات پادشاہ سے عرض کی تو پادشاہ نے کہا کہ یہ بڑا حرام زادہ ہے اس کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ورنہ اسکی مردانگی اور اہل حرم کی شفاعت کے سبب پادشاہ اسکی جان بخشی کر دیتا مقتول تین چار روز بعد قاتل سے مرا غسل کے وقت شیعوں نے اپنے مذہب کے قاعدہ کے موافق میخ اسکی مقعد میں کی اور دریا میں غوطے دیئے اور اور دفن کے بعد اس قبر پر شیخ فیضی و شیخ ابوالفضل نے محافظ مقرر کئے باوجود اسکے جس سال پادشاہ کشمیر کی سیر کو گیا اسکے جسم کو اہل لاہور نے نکال کر جلایا۔

۹۹۹ میں یہ امر قرار پایا کہ گلے کا بھینس کا۔ بھڑکا گھوٹے کا اونٹ کا گوشت حرام سمجھا جائے۔ اگر کوئی ہندی اپنی خوشی سے سستی ہو تو کوئی مانع نہ ہو مگر کوئی جبر و اکراہ سے سستی نہ ہونے پائے۔

بارہ برس سے پہلے کسی لڑکے کا ختنہ نہ ہوا اور بعد اسکے لڑکے کو اختیار دیا جائے چاہے وہ کرے یا نہ کرے اگر کوئی شخص قسائی کے ساتھ کھائے تو اُس کا ہاتھ

کا نا بھائے اور اگر کوئی اہلخانہ اسکے ساتھ کھائے تو جس انگلی سے کھایا ہو وہ قطع کیا جائے۔
سنہ میں ریش تراش کے لئے تلاش ہوئی تھی۔

سنہ میں کو تو ال کو وہ حکم دئے گئے جو دقبر سوم میں آئین ۵ میں لکھے ہیں اور سوائے اس کے یہ نئے حکم تھے۔

اگر دو شنبہ کو مریدوں میں سے مر جائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو تو کچا اناج اور کچی اہٹ اس کی گردن میں باندھ کر پانی میں ڈبو دیں اور اگر پانی نہ ہو تو جلا دیں۔ یا بطور اہل خطا کے درخت میں باندھ دیں یہ حکم ایک اصول پر مبنی تھا جو پادشاہ نے قرار دیا تھا مگر میں اس کو یہاں نہیں بیان کرتا۔

پسرو و خرقہ عوام الناس جب تک کو تو ال کے چوتھرہ پر کو تو ال کے گماشتوں کے رو بردہ نگذریں اور دونوں کی عمروں کی تحقیق نہ ہو وہ کہ خدا انہوں۔

عورت جو خاوند سے عمر میں بارہ برس بڑی ہو اس سے شوہر جماع نہ کرے وہ جوان عورت کہ شہر کے کوچہ و بازار میں پھرتی ہو اور اپنا منہ نہیں ڈھاسکتی ہو یا منہ کھلی پھرتی ہو اور ایسی ہی وہ عورت جو خاوند سے جھگڑا رکھے وہ محلہ فواحش میں بھیجی جائے وہاں اس کا بوجھ چاہے کرے قحط سالی اور اور مصائب میں ماں باپوں کو اولاد کے بچنے کا اختیار ہو مگر جب انکو مقدور ہو تو وہ قیمت واپس کر کے اپنی اولاد کے لئے سکتے ہیں۔ جس ہندو کے لڑکے کو اس کی نارضامندی سے مسلمان کر لیا ہو۔ اگر وہ چاہے تو پھر اپنے دین آباہی کو اختیار کرے کسی کو مذہب کے سبب تکلیف نہ دی جائے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرے۔ اگر ہندو کسی مسلمان پر فریفتہ ہو کر مسلمان کا دین اختیار کرے تو اسکو جبراً دقبر اٹھا کر اسکے اہل کو حوالہ کریں۔ اپنے اپنے مذہب کے معبد بنانے کا سب کو اختیار ہے۔ بت خانہ۔ گر جا۔ و خمر جو بنائے اس کا کوئی مانع نہ ہو یہ دینی احکام ہیں جن کا تھوڑا بیان کیا گیا ہے۔

انہیں دنوں میں اعظم خاں جسے شرفاؤ ملک کے ہاتھ سے بہت آزار ادا تھا اے تھے حج کر کے باؤشا کی خدمت میں آیا جو کہیں حج سے حاصل ہوئیں تھیں انکو چھوڑ کر پادشاہی مریدوں کے سلسلہ میں داخل ہوا۔ سجدہ اور تمام لوازم مذہب شاہی بجا لایا اور ڈارٹھی کو بھی رخصت کیا مصاحبت اور ہمزبانی میں سیٹے آگے ہوا۔ صوبہ غازی پور و حاجی پور اسکو جاگیر میں ملے اور خدمت غلامی (ابو الفضل) میں احکام مذہب یاد کئے۔

محرّم سنہ ۱۰۱۵ میں صدر جہاں مفتی ممالک محروسہ مع اپنے دو بیٹوں اپنے حصول مقاصد کے لئے حلقہ ارادت میں آیا اور جیسے کچھ جلی جال میں شصت (کنا جس سے مچھلی پکڑتے ہیں) لیکر گرفتار ہوئی اس طرح اس نے شصت ارادت قبول کی اور ہزاری کا منصب پایا۔ اور عرض کیا کہ ڈارٹھی کیلئے کیا حکم ہوتا ہے اس پر حکم ہوا کہ آرڈو اور اس دن ملائی شہسری آیا کہ اپنے تئیں علم العلماء سمجھتا تھا اور ان دنوں میں پادشاہ کے حکم سے شاہنامہ کو نثر میں لکھا تھا اس جہاں آفتاب کا نام آیا وہاں غلطہ شائے و عرشائے اور اسی طرح کے الفاظ لکھے شیخ زادہ گو سالہ خاں شاری اور ملا محمد شاہ آبادی اور صوفی احمد کہ اپنے تئیں غوث الاعظم کے فرزندوں میں بتلاتا تھا مریدوں میں شامل ہوئے اور مراتب چار گانہ اخلاص کے مقلد ہوئے اور ایک صدی سے پانچ صدی تک منصب پایا اور ڈارٹھی کو موافق قاعدہ کے منڈایا اور بہشت کے نلمان معلوم ہونے لگے۔ موتراش چند تیار ہوئی۔ ان نو مذہبوں کا حال ایسا تھا جیسے کہ نو مسلم ہندوؤں کا نیا نو کرشیر مارے نیا مسلمان اللہ اللہ پکارے ان میں سے جو شیخ پکڑ پکڑا اترائے ہوئے اپنے خلیفوں میں جاتے تھے تو وہ کہتے تھے اے مرد کہ یہ کپڑے کل پڑائے ہو جائیں گے اور ملاتی تیری گردن میں رہیں گی۔ احمد صوفی کہ جو اپنے تئیں مرید شیخ احمد مصری احمد اللہ کا لکھ خلیفہ کامل و مکمل شیخ کا کہتا تھا اسکا یہ بیان ہے کہ میں اپنے مرشد وقت کے اشارے سے دیار ہند میں آیا ہوں میرے مرشد بار بار فرماتے تھے کہ سلطان ہند کو زفت ہوئی ہے تو اسکی دستگیری کر کے تملک سے نجات دیکھا مگر یہاں قضیہ اس کے برعکس ہوا۔

م نے اب ملا عبد القادر بدایونی نے جو اپنی تاریخ میں لکھا ہے اسکو ختم کیا ہے اس کے تحریر کے
 موافق بادشاہ کے مرید اٹھارہ تھے جن میں ایک ہندو بیرل تھا باقی مسلمان جن کے نام یہ ہیں (۱) ابو الفضل
 (۲) فضی اسکا بیانی ملک الشعراء (۳) شیخ مبارک ناگوری اسکا باپ (۴) جعفر بیگ آصف خاں قزوینی
 شاعر و مورخ (۵) قاسم علی شاہ (۶) عبد الصمد صوفی شاعر شاہی (۷) غلام خاں کو کہ مکہ سے مرجت کے
 (۸) ملا شاہ محمد شاہ آبادی مورخ (۹) صوفی احمد (۱۰) صدر جہاں میر صدر اور اسکے دو بیٹے (۱۱) میر غلام
 آملی بنگال میں پادشاہ کا خلیفہ (۱۲) سلطان خواجہ صدر (۱۵) مرزا جانی حاکم ٹھٹہ (۱۶) نقی شستری
 (۱۷) شیخ زادہ گوسالہ بنارس (۱۸) بیرل نمبر (۲) سے (۶) تک کا بیان آئین اکبری
 میں ہے اور باقی کا بیان بدایونی میں ہے۔ اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ پادشاہ
 کے مریدوں میں اہل علم بہت سے تھے۔

اب ہم منتخب تاریخ ملا عبد القادر بدایونی کو زیادہ تکلیف نہیں دیتے جو کچھ ہم کو شہنشاہ
 اکبر کے مذہبی خیالات و معاملات میں انتخاب کرنا تھا وہ منتخب کر لیا کوئی بات چھوڑی
 نہیں اس مضمون کو ملانے ایسی خوش ترتیبی سے لکھا ہے کہ کسی اور تاریخ میں اس طرح نہیں
 تحریر ہوا اسنے اول سے کہ شہنشاہ کو اسلام کی حقیقت میں کیوں شبہات پیدا ہوئے اور
 کیوں کر انہوں نے بڑھ کر یہ نوبت پہنچائی کہ اکبر کے دل میں اسلام کا نام باقی نہیں رہا
 اور اسنے بتدیج اپنا ہی مذہب قائم کر لیا خوب توضیح سے بیان کیا جواب اس تاریخ کے
 بعد ہم دستان المذاہب کو جو شہنشاہ اکبر کی وفات سے ستاسی برس بعد تصنیف
 ہوئی ہے اور اس میں مذہب الہی کی طول طویل داستان لکھی ہے ہاتھ میں لیکر مطالعہ
 کرتے ہیں۔ تعلیم و ہم اس نے عقائد الہیہ میں لکھی ہے اور وہ چار نظر پر مشتمل ہے نظر
 اول میں ظہور خلیفہ اللہ اور بعض اس کے معجزات جن کو برہاں کہتے ہیں تحریر ہیں۔ نظر
 دوم میں ارباب ادیان و مذاہب کے بحثیں جو حضرت خلیفہ اللہ کے رد و رد ہوں
 اور برہا میں خلیفہ اللہ نظر سوم کو اکبر کے فضائل میں نظر چارم دستور الہی

کتاب کے مصنف نے اپنا نام نہیں ظاہر کیا اسکا حال کچھ معلوم نہیں کہ کون ہو مگر اسکا رجحان
اٹش پرستی کی طرف معلوم ہوتا ہے اسے مذہب الہی کے بیان میں بہت کچھ منتخب تاریخ ملاحظہ فرمادو
بدیوئی سے اور ابو الفضل کی آئین اکبری اور اکبر نامہ سے نقل کیا ہو جو باتیں کچھ زائد اُسے لکھی ہیں
صرف انکو نقل کرتے ہیں۔ باقی بیانیوں کے نقل کی ضرورت نہیں سمجھی کہ ہم انکو اصل سے نقل
کر چکے ہیں نقل کی نقل سے تحصیل حاصل ہوگی اس سے کیا فائدہ ہوگا۔

نظر اول میں دو معجزے خلیفۃ الحق کی پیدائش کے باب میں وہ بیان کرتا ہے۔ خواجہ مسعود
ابن محمود ابن خواجہ مرشد الحق کہ مرتاض صاحب حال تھے اُسے دبستان المذاہب کے
مصنف سے بیان کیا کہ میرا باپ کہتا تھا کہ میں نے بڑے بڑے اولیاء سے سنا تھا کہ صاحبِ نبی و نیا
کا ظہور ہو گا میں نہیں جانتا تھا کہ صاحبِ فضل پیدا ہو گیا یا آئندہ پیدا ہو گا میں نے رات کو وہ واقعہ کیا
تو میں خواب سے بیدار ہو کر وقفۂ اٹش زمین میں پہنچا جہاں وہ عاقل و مند پیدا ہوا تھا یعنی تاریخ
روز یکشنبہ شہر رجب ۱۰۳۱ھ میں حضرت جلال اکبر فرزند سعادتمند ہمایوں بادشاہ حمید بانو بیگم
سے متولد ہوا۔ دوسرا معجزہ یہ ہے کہ مرزا شاہ محمد مخاطب بہ غریب خاں خلیفہ شاہ بیگم
مخاطب بہ خان دہراں خاں ارغون سے مصنف دبستان سنے لاہور میں ۱۰۳۱ھ میں
سنا کہ نواب عزیز خاں کو مخاطب بہ خان اعظم سے اس نے پوچھا کہ آپ اس باب میں
کیا فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی طرح اکبر نے اپنی ماں سے باتیں کیں تو اس نے یہ جواب
دیا کہ میری والدہ کہتی تھیں کہ سچ ہے۔

نظر دوم شیعہ سنی کا مباحثہ لکھا ہے مگر یہ مباحثہ عالمانہ نہیں ہے جو ایک دو باتیں
اس میں قابلِ لحاظ ہیں وہ بدیوئی کے بیان میں اوپر آگئی ہیں پھر عیسائی اور مسلمان کا
مباحثہ ہے جس میں کوئی لطف کی بات نہیں پھر اسی مباحثہ میں نصرانی اور یہودی کی تو تو
میں میں داخل کر دی ہو پھر ایک حکم اور مسلمان و نصرانی و یہودی کا مباحثہ ہے اور آگے
اس مذہب کے مباحثے لکھے ہیں۔ حکیم نے جو باتیں لکھیں ہیں انہیں سے اکثر جہنم بدیوئی کی

کی کہتے اور نقل کی ہیں چند مضامین جو اوپر نہیں بیان ہوئے وہ یہ ہیں کہ (۱) شہنشاہ اکبر نے ایرانی روپیہ بیچ کر دیشیز زر دہشتی عالم کو ہندوستان میں اپنے پاس بلایا (۲) ابوالفضل نے جو آیتہ الکرسی کی تفسیر تالیف کی تھی اسکے برعکس ایک خطبہ و دوا کا مہابھارت کے اول لکھا۔

(۳) بدایونی نے تو صرف یہ لکھا ہے کہ کوئی ہندی کسی مسلمان پر فریفتہ ہو کر مسلمان ہونا چاہے تو اس کو بالجبر پکڑ کر اسکے اہل کو حوالہ کریں۔ و بستان میں یہ اسپر اور اضافہ کیا کہ اگر کوئی مسلمان عورت ہندو پر فریفتہ ہو اور ہندوؤں کا مذہب اختیار کرے تو اس کو منع کریں اور ہندو نہ ہونے دیں (مگر مسلمان عورت ہندو مذہب کسی طرح نہیں اختیار کر سکتی) (۴) ملا ترسون بدخشی سے کہ مسلمان حنفی مذہب تھا مشنہ میں مصنف و بستان نے سنا کہ ایک روز میں سکندرہ میں کہ مرقد حضرت عرش اشیا نی کا ہے زیارت کو گیا اسکے ساتھ اور رفیق تھے جن میں سے ایک نے مقبرہ مطہر میں جانے سے انکار کیا اور خلیفہ الحق کی فصیحت کی یاروں نے کہا کہ اگر حضرت عرش اشیا نی کو علم باطنی ہو گا تو ضرور اس منکر کو ضرر پہنچے گا اس وقت اسکی پانوں کی انگلی ایک پتھر کے شکاف میں گھس گئی جس سے وہ ٹوٹ گئی (۵) شاہ اسلام اللہ سے ملتان میں صاحب بستاں کی ملاقات ہوئی تھی وہ ایک مرد مجرد و موحد و مرتاض ہے خلقت سے باگتا ہے وہ کہتا تھا کہ جلال اکبر سے میری بہت صحبت رہی ہے میں نے مکر اس کو کہتے ہوئے یہ سنا کہ جو علم اب مجھے حاصل ہوا اگر پہلی حاصل ہوا ہوتا تو کسی عورت سے بخت نہ ہوتا اسلئے جو عورتیں مجھ سے بڑی ہیں وہ میری ماں اور ہمسال خواہر اور خور و سال و خور اور یہی بات ایک میرے عزیز نے نواب ابو الحسن مخاطب بہ لشکر خاں مشدی سے نقل کی کہ حضرت جنت اشیا نی بھی فرماتے تھے (۶) شاہ اسلام اللہ یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت خلیفہ الحق (اکبر) ارشاد کرتے تھے کہ کاش میرا جسم ایسا بڑا ہوتا کہ اہل جہاں اُسے کھاتے اور جانوروں کو آزار نہ دیتے (۷) اس نادر پادشاہ کی ایک دور بینی یہ تھی کہ ہر قسم کے آدمی فرنگی و یہودی و

دیرانی و تورانی کو وہ نوکر رکھتا تھا۔ اگر پادشاہ ایک ہی قسم کے گروہ کو نوکر رکھتا وہ فساد
 میں جیسے کہ اوزبکوں اور قزل باشوں نے اپنے سلاطین کو مغول کیا۔ شاہ عباس اس سلطان
 خدا بندہ صفوی نے اکبر کا اقتدار کے گرجیوں و اہل جارجیا کو ترتیب فرمایا۔ شہنشاہ اکبر کو
 میراث کی دولت پر نظر نہ تھی اور نہ وہ حسب نسب کا لحاظ کرتا تھا جس میں فرہنگ و ادب کی حیثیت
 دیکھتا اسکی پرورش کرتا۔ ابو الفضل نے اول دفتر کے آئین ۲۶ و آئین ۷۲ و ۷۳ و ۷۴ میں اور
 دفتر دوم کے آئین ۸ و ۱۹ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵۔ اور دفتر سوم میں آئین ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴
 میں اکبر کے خیالات مذہبی بیان کئے ہیں مگر بعض مضامین اکبر نامہ سے نقل کرتے ہیں جو
 اس کے مذہبی خیالات ظاہر کرتے ہیں۔

۸۲ء میں بہت دنوں تک بارش نہیں ہوئی۔ کسانوں پر سخت مصیبت آئی قحط
 کے مارے ایک خلقت نے دہائی چھائی۔ سب نے ایک دل و یک زبان ہو کر
 بادشاہ سے عرض کیا کہ وادار تو اناسے حضور رحمت کے دروازوں کے کھلنے کے
 لئے دعا فرمائیں۔ اس پر بادشاہ نے ارشاد کیا کہ چاہنا و عا مانگنا ظاہر پرستوں
 کی رسم و عادت ہے۔ پروردگار مہربان سب کچھ جانتا ہے اور ہماری خواہش سے
 پہلے لوح تقدیر پر جو ہونا ہے لکھا ہے۔ بزرگان دین جو دعا مانگتے ہیں ان کی
 غرض یہ ہوتی ہے کہ نادان ہوشیار ہو جائیں اور نیاز مندی کو جو پیرایہ عبادت
 ہے اختیار کریں۔ بندوں کے حق میں خدا کی شفقت الہی ہماری طلب کی محتاج
 نہیں ہے کہ ہم اسکو یاد دلائیں یا تعلیم کریں۔ ع خدا را رہ رحمت آموختی
 اس حال میں بارش ہونے لگی۔

ابو الفضل نے جو عبادت خانہ کا حال اکبر نامہ میں لکھا ہے اسی میں بادشاہ کے مذہبی
 خیالات کا چرچہ آتا رہا ہے اس میں سے اصل مطلب کو اخذ کر کے لکھتے ہیں باقی مضامین
 کو ترک کرتے ہیں۔ بادشاہ نے رموز حق جوئی اور فرط معدلت پڑوہی سے ایک

انجمن اعلیٰ کے لیے ایک نیشن عالی بنایا۔ بادشاہ کا اندیشہ الایہ تھا کہ میرے عہد سلطنت میں شرفیہ
 نکاحی اور انصاف طرازی کے سبب سے جو ملک صورت کے کارواں تھے اُن کا ظہور ہو گیا اور بھانہ و بکر
 اور سفارش گزینی کا بازار گرم نہیں ہا ہی طرح جو اہل علم و عمل اور اہل باطن ہیں اُن کا امتحان بھی کیا جائے
 اویان و اہل کی حقیقت و مذاہب و مشارب کی تشخیص کا ظہور ہو۔ ہر ایک کی دلائل و براہین کی تفتیح
 ہو اور خالص ہونا غلط انداز کوٹ سے جدا ہو جائے دلوں میں اس کی نیت صافی کی برکت سے
 ایک نہایت گاہہ جدا گانہ نے حُسن انجام پایا اور حیلہ آرا اور ترفیر فروش نہان خانہ میں چھپ گئے
 اور جہاں معنی کی عجیب بارگاہ لگائی گئی اور پایہ شناسی بندی گرا ہوئی۔

۲۰۔ ماہ مہر ای ۱۳۹۹ء کو اس عبادت خانہ میں بزم تعلق میں خلوت تجرد کا چراغ روشن
 ہوا۔ اور مدرسہ خانقاہ کے دانش اندوزوں کا نقد عیار گاہ میں آیا در دسے صاف اور مکدر
 سے خالص جدا ہونا شروع ہوا۔ نطل الہی کی فراخی حوصلہ چہرہ آرا ہوئی۔ صوفی حکیم مکمل فقیہ
 بہتشی شیعہ۔ برہمن جستی سیوڑا چارباک نصاریٰ۔ یہود۔ صابی۔ زردشتی اور سب طرح
 کے آدمی اس مجلس میں آئے اور جنگ پور خاش کنوں کے خوف بغیر وہ راز کے گنجینہ کشا ہوئے ہر گروہ
 کے حقیقت میں انصاف طراز رعونت و خوب رستی سے کلک کر کام کرنے لگے اور زرف نگاھی
 اور تامل گزینی سے سند بزرگی سے نشاط جاوید جمع کرنے لگے خود آرا الحاح میشوں نے بدگوہری
 اور کم اندیشی سے گلزار اپنہ راز میں اپنے تئیں داخل کیا اور اپنا سود زیان میں دیکھنا نادان ہنشینوں
 کی رہنمائی سے اُن کی رسوائی ہوئی۔ بادشاہ کے سبب سے ہنگام تقلید میں جو تار یک دوست
 تھے اُن کے لیے شمع تحقیق روشن ہوئی اور مدرسہ خانقاہ کا دودمان کسوٹی پر چڑھا اور اس سے
 بہت لوگ غنی ہو گئے۔ بادشاہ دنیا بخش دین آراے کی ایسی شہرت ہوئی کہ طالبوں کو وطن
 میں رہنا تلخ معلوم ہونے لگا اور اُنہوں نے سفر اختیار کیا اور درگاہ شاہنشاہی میں سہت
 اقلیم کے مستعدوں کا موطن اور اہل و نخل کے دانایوں کا مجمع ہونے لگا جو جماعت کے گریزی و
 حیلہ اندوزی کے وسیلہ سے اہل دانش کے لباس میں آگئی تھی اس کی قلعی کھل گئی۔

بعض بے شرم حیلہ اندوز باوجود ظہور حق اور متواتر ملزم ہونے کے زبان درازی اور سبب
 زوری اس خیال سے کرتے تھے جیسے پہلے فرمانروایوں کی بے تمیزی سے مقاصد علی و سلطان
 حکمی کی کثیر تخصیص ہوتی تھی اور دانا نمابید انشوں اور بیناک دانیوں کے حوالہ ہوتے تھے شاید
 اس محفل میں بھی ہمارا کام یوں چل جائے مگر اس محفل حق جو بادشاہ کے روبرو شرمسار ہو کر گناہی
 کے گوش میں بیٹھے اور جو خرد پز وہ دلیل کے بندہ تھے وہ گوشہ نشینی سے نکل کر سر بلند ہو
 اور کل دین و مذہب و عقل کا پایہ بلند ہوا اور دانش اندوزوں کا ستارہ چمکا۔ علی تعصب
 اور فقہائے مقلد کا کام دشوار ہوا۔ وہ نقل آرائی اور چرب زبانی کے سبب اپنے تئیں حکماء کا کلمہ
 کہتے تھے ان کا پردہ فاش ہو گیا قلب کا رتبہ رے کا گھر ہزاروں تہمت و بہتان کا گھر بن گیا۔
 ان کچ منشوں شورش ایچیزوں نے اس خدا پرست بادشاہ کی نسبت لائڈہی کا الزام لگایا
 مگر بادشاہ باوجود سطوت ظاہری و باطنی کے اس گروہ کے پاداش کا درپے نہوا اپنی زبان
 کو ان پر نفرین کرنے سے اور دل کو ان سے نفرت کرنے سے باز رکھا اور اپنی خاطر کو ان سے
 ملول نہیں کیا۔

ایک ات کو عبادت خانہ کے اندر انجمن میں حقیقت کی روشنی چمک ہی تھی پادری بون
 (ردلف) کہ نصاریٰ کے دانشوروں میں فہم و فطرت میں یکتا تھا۔ اس علمی بزم میں کتبہ طراز
 تھا۔ بعض تعصب اندیش نادارست مغالطہ آرائی اور پاسخ گوئی کرتے تھے محفل کی نور افرا
 انصاف سے روشن ہوا کہ ان میں سے کوئی شاہراہ دلیل پر نہیں چلتا تھا وہی متقدمین
 کی مافی ہوتی باتوں کا تانا بانا تھا اور معمار حقیقت کی کنش پر کوئی توجہ نہیں کرتا تھا
 قریب تھا کہ ایک بار پردہ روئے کار سے اٹھ جائے شرمسار ہو کر اس گفتگو کو چوڑا کر انجیل
 کی تحریف کے باب میں گفتگو کرنے لگے اس کے اثبات میں خصم ہو کر خاموش نہ کر سکے پادری
 نے اپنی آرمیدہ خاطر اور یقین پیرادل سے کہا کہ حاشا یہ امور فروغ صدق نہیں رکھتے۔
 اگر واقع میں یہ گروہ ہماری کتاب کی نسبت یہ اعتقاد رکھتا ہے اور کہن کریم کو کلام

ایزہ کی خالص جانتا ہے تو چاہئے کہ آگ روشن کی جائے ہم اپنی انجیل کو اور علماء اپنے قرآن کو ہاتھ میں لیکر اس عیار گاہ رستی میں چلیں ہر ایک اپنی رشکاری کو نشان حق جانے۔ سیاہ دلوں نے اس کا جواب متعصبانہ لمجاہت کے ساتھ دیا۔ بادشاہ کو علماء کی پیشتر دلی اور بے آزرگی ناگوار خاطر ہوئی اور اس کی نکتہ آرائی سے علم کی بزم نور آگس ہوئی بادشاہ ہمیشہ ان آلوں میں دلاویز نکلتے اور باتیں کرتا۔ اس نے ایک رات کو یہ بیان کیا۔ زیادہ تر خراب دروں طاہر آریوں کی ہمسنبانی سے میرے دل میں بھخیال پیدا ہوا تھا کہ صورت آرائی اور حرف مسلمانہ بغیر پذیرائی اندرونی کے فائدہ دیتی ہے اس سبب سے بہت سے برہمنوں کو نیم افزائی اور زور آوری سے اپنے بزرگوں کے دین میں لایا تھا مگر اب باطنی حقیقت کھلی تو علم کی روشنی میں بھ نظر آیا کہ آشوب گاہ اختلاف میں پندار کی تیرگی اور خود بینی کی تاریکی تیرہ تیرہ چڑھی ہوئی ہیں بغیر دلیل کی مشعل کے کوئی قدم نہ رکھنا چاہیے اور وہی روش سودمند ہوتی ہے کہ خود کی صوابدید سے اختیار کی جائے۔ بادشاہ کے خوف سے کلمہ شہادت منہ پڑھنا اور ختنہ کرانا اور سر کو زمین پر رکھنا خدا جونی نہیں ہے۔

طاعت آن نیست کہ برخاک نہی پیشانی - صدق پیش آرا کہ اخلاص بہ پیشانی نیست
اس بادینہ خطرناک کا اول قدم یہ ہے کہ اپنی ہمت عالی اور فطرت والا سے اپنے نفس سے لڑے جو طرح طرح سے خود آرائی کرتا ہے اور اپنے خواہش و شہ کو بزرور علم سلطان خرد کا فرمان پذیر بنائے اور اپنے دل کو ناستودہ خیلوں سے خالی کرے ممکن ہے کہ برہان کی روشنی پر وہ مغالطہ سے باہر نکال لائے اور حق پرست بنائے جب سے دینداری کی حقیقت مجھے معلوم ہوئی تو ہم میں اپنے آئیں پیشین کی نگوہش کرتا ہوں۔ جہاں کو تند باوبے تیزی نے گہر رکھا ہے مختلف مذہبوں کے آئین بیان ہوتے ہیں اور ان کی سنجیدگی بادشاہ کی محفل میں مذکور ہوتی ہے۔ بادشاہ کے نزدیک دورانی عامہ کی کچھ قدر نہیں وہ ہر مذہب میں جو پسندیدہ بات ہے تحسین کرتا ہے اور بارہا اس نے فرمایا ہے کہ آدمی وہ ہے کہ

انصاف کو اپنی راہ طلب کا پیش و بنائے اور ہر گروہ کی جو بات پسندیدہ خود ہو اس کو اختیار کرے شاید اس سے وہ فعل جس کی کبھی کم ہو گئی ہو کھل جائے۔ اس تقریب میں ہندی نژادوں کی حقیقت گروہی کی ستائش اس نے اس فصاحت سے بیان کی کہ وہ وفاداری کے لیے ان چار چیزوں مال و جان و ناموس و دین کو دیدیتے ہیں اور چار چیزوں کے سوا دنیا میں کچھ اور نہیں ہے۔ اس ملک کی عورتوں کے سستی ہونے کی اس حالت میں بھی کہ اسکا زمانہ ناکامی سے گذرا ہو روشن بیانی سے گواہی کر کے عبرت افزا ہوا۔

نصارا کے پادریوں سے بادشاہ نے کہا کہ تمہارے دین میں عورت کا احترام داخل ہے اور سوائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنی روا نہیں ہے اس لیے اگر وفاداری اور جانفشانی اس گروہ کی عورتوں میں ہوتی تو چنداں تعجب نہ تھا۔ تعجب تو یہ ہے کہ برہمن اپنے مذہب کے موافق کتنی ایک بیویاں کرتے ہیں اور ان میں بہت سی کم پروائی اور بے باکی اور قدر نشاہی سے خلوت سرائے میں ناکام رہتے ہیں اور باوجود اس سچ زندگی کے بھی وہ مشغلہ دوستی میں گرم اور ہمتا می ہوتی ہیں

بیت

سوزند بہم ز عشق سیراب ہیمچوں دقتیلمہ خوردہ یک تاب

۲۰۔ شہر یورماہ عہدہ کو ایک انجن کار آگہوں کی جمع ہوئی اور اس میں یہ قرار پایا کہ بادشاہ امام وقت و مجتہد روزگار پر پہلے علماء میں جو مختلفات ہیں ان کے باب میں جو بادشاہ فیصلہ کرے اس کو تسلیم کرنے میں سب لوگ خوشنودی ایزدی جلیں ایک محضر اس مضمون کا تیار ہوا۔ مولینا عبداللہ سلطان پوری جس کا خطاب مخدوم الملک تھا و شیخ عبدالبنی صدر نے کہ شیخ الاسلام تھا و غازی خاں بدخشی و حکیم الملک اور اور بزرگ دانشمندی نے اس پر اپنی مہر کی بادشاہ نے سنا تھا کہ اللہ ہدی اور خلفا راشدین مہر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا کرتے تھے اور اس عبادت کو کسی اور کے

بادشاہ کا مقصد ہونا

سپر دہنیں کرتے تھے اس لیے وہ سیر پر چڑھا اور اُس نے وہی شعر فیضی کے جن کا بیان اوپر کیا ہے پڑھا۔

قدیم سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ ہمیشہ حق جو خدا کے بندوں کی نسبت نادان بہودہ باتیں بنایا کرتے ہیں اور اپنے خرف ریزوں کو پیش قیمت جو اہر جانتے ہیں اور اپنے سنگ سیہ کو شب چراغ روشنائی اور گیتی نمائے خدا کا گنی جانتے ہیں بادشاہ کی نسبت بھی داننا نادانوں نے باتیں بنانی شروع کیں۔ ہر طرف ایک شورش ہوئی اور بدگوئی کی انہیں جمع ہوئیں۔ کسی طائفہ نے یہ کہا کہ بادشاہ خدا کی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بعض آدمی بادشاہ کی ایک جہتی میں ایسے پیش قدم تھے کہ نصیر کے مشرب میں اور حسین کے ذوق میں آنکر بادشاہ کو مظہر حق جانتے تھے۔ بادشاہ کا مذہب صلح کل تھا اس لیے اُس نے ان آشفہ عقلوں کو سزا نہ دی۔ ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ بادشاہ خدا کی پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ دین دنیا کے تئیں نئے آئین ایجاد کرتا تھا اور پہلے لوگوں کی باتوں پر اعتراض کرتا اور انہوں نے بادشاہ کو دیکھا تھا کہ برخلاف آئین کے اُس نے خطبہ پڑھا۔ بادشاہ ان سب باتوں کا تماشا دیکھتا۔ اپنی فراخوصلگی سے کچھ اُن کے گزند کے درپے نہوتا اور بار بار یہ کہتا کہ سبحان اللہ ان نادانوں کے دل میں یہ بات کیونکر آتی ہے کہ میں ایک امکانی حدوث آمود در ماندہ طبائع الوہیت کا دعویٰ کروں وہ گروہ کہ ہادیان آفاق سے ہوا اور اُس نے اپنے اعجاز کی شکر فکری دکھا کر نبوت کا اظہار کیا ہو۔ اور اس پر ایک زمانہ گزر گیا ہوا اور کئی دور ہو چکے ہوں کہ اس حسنی نے پرورش پائی ہو اور وہ اب بھی افروز ہوتا جاتا ہو تو میرے دل میں کب یہ خیال آسکتا ہے کہ میں ان میں ہوں۔ صورت پرست ظاہر نگاہوں کو معلوم نہیں یہ خیال کیوں سر اسیمہ کرتا ہے۔ ملامت کشی وطن پروری صفائی ذلوں کو فروغ دیتی ہے وہ ان تیرہ رایوں کی سزائیں نہیں کرتے ایک طائفہ کو یہ خیال تھا کہ بادشاہ

دین حمیدی کو ناستودہ جاتا ہر اور اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ اپنی فراخ مشربی کے سبب سے اور عہد مہر افزائی کی جہت سے اور ظل الہی ہونے کی وجہ سے گروہاڑوہ آدمیوں سے دوستی رکھتا تھا خصوصاً ہرکیش کے دانش اندیشوں کو اور ہر دین و مذہب کے ریاست اندوزوں سے ہمیشہ مطالبہ نبی و مقاصد حقیقی کے دلیل پوچھتا تھا مگر ان کی بیدار نشی اور کم تر وہی ہے جو اب پسندیدہ کافی کبھی نہ پایا خصوصاً اس زمانہ میں کہ نصاریٰ کے فیلسوف بادشاہ کی محافل میں آئے اور متفقوں کی داروگیر اور دانش گزاری کا زمانہ آیا و دومان آہگی کے بدنام کرنے والے کہ حیلہ سازی سے باوجود علم نہونے کے اپنے تئیں دانشمند جھلاتے ہیں سورشس برپا کرنے لگے اور دادگری کے روز بازار ہونے سے اور تمیز کے ہنگامہ کے گرم ہونے سے خجلت زدہ ہو کر نادانی کے حیب میں سر چھپانے لگے اور خلوت کدو میں اپنے و مسازوں سے کہنے لگے کہ ہم کو دین کا غم کھائے جاتا ہر اور بادشاہ وقت جانب ازی کے سبب سے ہمارے جواب کو نہیں سنتا غرض بادشاہ پر انہوں نے یہ تمہت جھوٹی تھوپی انہوں نے اس پر کچھ خیال نہیں کیا کہ وہ خاندان نبوت کا احترام اور بزرگداشت ایسی کرتا ہر کہ پہلے کسی بادشاہ نے کمتر کی ہوگی۔ بادشاہ کی توجہ سے بہت سے سادات سعادت اندوز مراتب عالی اور مناصب والا پر سر بلند ہوئے ہیں اور ہمیشہ ان کی آرزوئیں برآتی رہتی ہیں اور بادشاہ نے منع کر دیا ہر کہ اس خاندان میں سے کوئی اس کے قدموں پر سر نہ رکھے اور اس کے آستانہ پر ناصیبہ فرسانہو۔ ایک طبقہ نے اپنی کج بینی اور بندیتی سے بادشاہ کو کہدیا کہ تشیع سے دل اُس کا آلودہ ہوا ہر اور سادہ لوح سیمینوں کو انہوں نے بھکا دیا اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ دو نو فریق کے دلائل اپنی محافل میں سنتا اور ان دلائل میں سے جس کو راجح دیکھتا اُسے قبول کرتا ہے

بیانے کہ باشد بخت قوی

زنا فرخی باشد ارشتمی

بادشاہ کے دربار میں ایرانیوں کے اعتبار پانے سے یہ بدگمانی شیعہ ہونے کی اور زیادہ ہو گئی مگر اس کے ساتھ وہ تعصب کے سبب سے یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ تورانیوں نے بھی بزرگی پائی ہر ایک گروہ بادشاہ پر برہمن کیش ہونے کی ہمت رکھتا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ اپنے فراخی حوصلہ کے سبب دانشمند برہمنوں کو اپنے قریب جگہ دیتا اور طوائف ہنود کا درجہ صحت ملکی کے لیے اور افزونی حقیقت کے واسطے بڑھاتا اور تمدن کی شائستگی کے واسطے اُن سے گرم خونی کر کے عاطفت کرتا۔ ان شبہات کے تین سبب تھے۔ اول بادشاہ کی افزونی شائستگی کی وجہ سے اس کی بارگاہ میں مل و نخل کے دانشوروں کا مجمع تھا اس وجہ سے کہ براہمن کے ساتھ چند شائستگیاں ہوتی ہیں بادشاہ ان سے بہرہ یاب ہوتا تھا اور انصاف گزینی کی کثرت کے سبب سے وہ کسی طائفہ کے ہجو کرنے سے دوسرے طائفہ کی نگوئی پر پروہ نہیں ڈالنے دیتا تھا۔ دوم بادشاہ کی پیشگاہ میں صلح کل کے ہنگامہ نے رونق پائی تھی اور گروہا گروہ مردم مختلف الحال کامروائی صورت و معنی ہوتے تھے۔ سوم زمانہ کے تباہ سرشت کج گرافروماہ بادشاہ خیر پسچی و حق سگالی سے تھوڑے عرصہ میں نادانی سے شرمسار ہو کر اپنی بیدارشی کے زمانہ کی چارہ گری کے لیے تگاپو کرنے لگے اور بہت شکجہ ناکامی میں گرفتار ہو کر اپنے کیف کردار کو پھینچے۔

ہم نے کب سے کد مذہبی خیال کوئی چھوڑا نہیں بلکہ بعض خیالات کو مکر مختلف پیرایوں میں لکھا، مگر اُن کو عبد القادر یدایونی کی منتخب التاریخ اور ابو الفضل کی تصنیفات سے بالترتیب نقل کیا ہے اور کتابوں سے بھی اخذ کیا ہے۔

اکبر نے سلسلہ امیں وفات پائی اور ملا عبد القادر کی تاریخ سنہ ۱۵۵۵ء کے حالات پر ختم ہوئی ابو الفضل نے سلسلہ امیں وفات پائی اور اکبر کے مرنے سے پہلے اس کی آئین اکبری اور اکبر نامہ ختم ہو گئے بس اکبر کے مذہبی خیالات کے تغیرات کا ذکر آخر دس برس میں کسی مورخ نے نہیں لکھا۔

شنشہا و اکبر کے خیالات مذہبی ہمیشہ بدلتے رہتے تھے معلوم نہیں کہ اس خسہ دس سال میں ان
 میں کیا تغیر و تبدل ہوا۔ جہانگیر کی توزک جہانگیری کا ترجمہ انگریزی زبان میں میجر پرائس نے
 کیا ہے۔ ترجمہ میں یہ فقرہ لکھا ہے کہ شنشہا نے سب سے بڑے مولوی کے ہاتھ پر توبہ کی اور کلہ
 پڑھ کر جنتی مسلمانوں کی طرح وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ مگر اس مضمون کا کوئی فقرہ اس توزک
 جہانگیری میں موجود نہیں ہے جو سر ڈاکٹر سید احمد خاں بہادر نے ۱۸۶۱ء میں چھپوایا ہے اکبر ایسا
 ہر دل عزیز تھا کہ عوام کو اس طرح مرنے کا یقین تھا جو اسلام کہ اُس کے زمانہ میں مروج تھا اُس
 اُس زمانہ میں ترک کیا تھا کہ اُس کی عقل میں قوت اور سلامتی و صحت تھی اگر اُس نے پیرانہ
 سالی میں پھر اپنے ایام طفلی کی اسلام پر مراجعت کی ہو تو اس میں تعجب نہیں ہے۔ اکثر مصلحان
 دین کی نسبت یہ بات کہی گئی ہے اور بعض اوقات وہ صحیح ہوئی ہے کہ جب عقل میں بسبب
 کس سالی کے ضعف آجاتا ہے تو وہ پھر اپنی ابتدائی حالت پر عود کرتی ہے اور ایام طفلی میں جو دن
 نقش جے ہوئے تھے وہ پھر اپنا رنگ چمکا کے تازہ ہو جاتے ہیں اس لیے اکبر کے مرنے کا
 حال جو اس کے بیٹے جہانگیر نے تحریر کیا ہے غالباً وہ سچ ہو گا۔ عبدالقادر بدایونی کی تحریر
 سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ اول شنشہا اپنے تئیں ان تمام حقوق کا مستحق سمجھتا جو بادشاہ کے خدا
 کی طرف سے مقرر ہیں بعد ازاں مجتہد بنا پھر مغربی کا دعویٰ کیا اور پھر خدا بنا ہم نے ابو الفضل
 کی تحریر جو اوپر نقل کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکبر نے نہ کبھی خدا ہونے کا دعویٰ کیا نہ پیغمبر
 ہونے کا۔ دونوں باتوں کے باطل ہونے کو خود اکبر کی ربانی بیان کیا ہے۔ وہ مجتہد اس
 معنی کر اپنے تئیں جانتا تھا کہ مسلمان قرآن شریف کی غلط بیانی شکر غلط کام کرتے ہیں جو کہ
 خدا نے اس کے صحیح معنی سمجھانے کے لیے مقرر کیا ہے۔

بادشاہ کی طبیعت حق جو تھی وہ ہمیشہ حق کی تلاش کے سوالات کیا کرتا تھا۔ مگر
 کبھی اس کو جواب با صواب نہ ملا کہ وہ حق کو ایسا پاتا کہ اُس کے دل کی تسلی و تسفی ہوتی
 گو اس کا دماغ دل حق پر وہ ہو مگر وہ ایسا قوی نہ تھا کہ اس کو ہم ان اعلیٰ درجہ کے

حق پرہوں میں شمار کریں جنہوں نے دنیا میں اپنی حق یابی سے حق پرستی کا ہزاروں لوں میں
نقش جما دیا۔

سب کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے بادشاہ علماء تعصب آمین کے فتوؤں کے موافق مخالفان
مذہب اسلام کو ایذا اور ضرر پہنچاتے تھے اور اس کو ہزاروں اجر اور ثواب کا منتج جانتے تھے
بیگانوں سے ان جمالت کیشوں کے فتوؤں سے اخذ و جرر و اموال و عیال و اطفال عظم
عمادات بت لارباب میں سے شمار ہوتی تھی مگر فی الحقیقت یہ اطاعت نفس و ہوا پرستی تھی
اس بادشاہ نے کہ طریقہ معاش و معاد میں عقل خدا درکھتا تھا صلح کل کا بساط بچھایا اور
طوائف انام و طبقات خلایق کو یکساں شمار کیا اور اس نے کہا کہ خالق جہاں آراتے
مختلف المشارب و متنوع المذہب پر اپنا در فیض کو لایا اس کا لطف عام سب پر شامل ہے
بس بادشاہ پر کہ از دستمال کا سایہ ہو واجب و لازم ہے کہ وہ تحالف و تنازع دینی منظور
نظر نہ کرے اور خدا کے بندوں کو ایک نظر سے دیکھے اور اپنی عنایت کے پر تو کو آفتاب کے
نور کی طرح نیک و بد پر یکساں چمکا دے اور ہندو مسلمان و گہر و ترسا اور مذہبوں سے صلح کل اختیار
کرے اور کسی دین و مذہب میں تعرض نہ کرے۔ وہ اپنے قدیم دستور کے موافق پرستش
کریں۔

در حیرت کہ دشمنی کفر و دیں چہرست از یک چراغ کعبہ تجانہ روشن بہت
ملاؤں اور درباریوں نے جو مذہب کا مقابلہ کیا اس میں ٹھہر ہی غالب آیا مگر اس کا
مذہب عوام الناس میں نہ پھیلا چند حکیمانہ طبیعت والوں اور لاپچی ملاؤں اور خوشامدی
درباریوں کے سوا مذہب الہی کسی نے نہیں اختیار کیا۔ اکبر نے ان میں نہ اپنے مذہب
پھیلانے کی سعی کی اور نہ اس کی اشاعت میں وہ اپنے اختیارات کو کام میں لایا
نہ کسی کو مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ یہ مذہب الہی اس کا اتنا بھی نہ چلا کہ جیسا کہ
کیرتیوں کا بیٹھ چلایا بعض اور فقہروں کا طریقہ جاری رہا البتہ کے مرتے ہی دین الہی بھی

مرگیا۔ اس کے مذہب میں کوئی نئی بات تھی فقط اس کا اصل اصول ضلع کل اور توحید الہی تھا اور وہ بقول عربی یہ چاہتا تھا کہ
 جہاں بانی کے بعد عربی بسر کن کر پس من
 مسلمانیت بزمزم شوید و ہندو بوزاند
 انفس ہر کہ یہ مذہب ہندوستان میں شائع ہوا اگر وہ رواج پاتا تو اہل ہند کے سرتر تہذیب
 کا تاج لگ جاتا۔

ابو فضل نے جو عیسائیوں اور مسلمانوں کا مباحثہ لکھا ہے وہ اور مسلمان موزوں اور
 خود پیرگیری موزوں کے خلاف لکھا ہے۔

گبن ایک مشہور نامور بے نظیر مورخ سلطنت روم کی تنزل کی تیاج کا گذر ہے۔ وہ
 کچھ عیسائی مذہب کا ادب نہیں کرتا تھا ہمیشہ وہ اسلام کے مقابل میں عیسائی مذہب کی
 توہین اس طرح کرتا جس طرح ابو فضل مذہب اسلام کی توقیر اور مذہبوں کے مقابل
 نہیں کرتا۔ اب ہم اگر کے مذہب کی نسبت جو پیرگیریوں نے اپنی تاریخوں میں لکھا ہے اور
 اکثر اس کی نقل انگریزی تاریخوں میں ہوتی ہے اس کو لکھتے ہیں۔

ابن سیر کی سلطنت میں مغلوں کے دربار میں ایک فرنگستانی مشن مذہبی آیا۔ اگرچہ
 اگر خود کسی خاص مذہب کا پابند نہ تھا مگر اس کو دلی شوق تھا کہ وہ دنیا کے انسانوں کے
 مختلف مذاہب کی تحقیق کرے اور ان کی طرز عبادت اور اعتقاد ایمان سے
 واقف ہو۔ جب اس نے سنا کہ زمین کے بعد ایک بعید فاصلہ سے نئی طرح کے آدمی آئے
 ہیں اور ان کا مذہب ہندوستان کے کل مذہبوں سے نرالا ہے تو اس نے ان کے
 بلانے کا اور ان سے بحث کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے ایک خط گواہیں پیرگیریوں کو
 لکھا کہ وہ اپنی مشنریوں کو مع اپنی شریعت کے کتابوں و انجیل کے یہاں بھیج دیں یہ ان کا
 اطمینان کر دیا کہ ان کی بڑی خاطر کی جائے گی۔ اس زمانہ میں مغلوں کے نام سے خوف
 کے مارے اہل فرنگ کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ مگر جو خدا پرست اس کام

پیرگیریوں نے جس طرح سے دربار اہل یہی اپنا نام لکھا ہے اور وہ اکثر انگریزی تاریخوں میں نقل ہوتا ہے

کے واسطے منتخب کیے گئے۔ انہوں نے اس خوف کا کچھ خیال نہ کیا اور بید ہڑک یہ فیصلہ کیا کہ ایسے کام کے لیے جس میں نتائجِ اعظم کی امید ہر خوف کے اندیشہ سے انکار کرنا نہیں چاہئے۔ ۳۔ دسمبر ۱۹۰۵ء میں لے کوئے کو بے وا۔ مون سو ریٹ ان ریلوی کو پس سورت کو روانہ ہوئے۔ جب مشنری سورت میں آئے تو ان کے ساتھ بادشاہی سوار ساتھ ہوئے اول وہ دریا تاپتی سے اترے پھر دریا، زربدا سے پھر مانڈہ میں وہ آئے جس کے پندرہ میل میں کھنڈرات دیکھنے سے یہ خیال ان کو پیدا ہوا کہ دنیا کے بڑے شہروں میں سے یہ ہو گا پھر وہ جین کے بڑے شہر میں آئے راہ میں انہوں نے بنیوں کے توہمات کو دیکھا کہ نہ وہ کسی جانور کو مارتے ہیں اور نہ کسی زندہ کو مردہ ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے ضعیف اور علیل بھائی بندوں کی تیمارداری میں غفلت کرتے ہیں مگر پرندوں اور حیوانوں کے واسطے انہوں نے بڑے بڑے دارالشفایت کھلے ہیں ایک پرتگیزی کپتان نے روپیہ مارنے کی کچھ ترکیب نکالی کہ وہ بہت سے کتوں کو جمع کر لیتا اور بنیوں سے کہتا کہ اگر ان کے چھٹانے کے واسطے روپیہ نہ دو گے تو میں انہیں مار ڈالوں گا ہر شہر میں انہوں نے مختلف قد و قامت کے چتر یوں کے مینار دیکھے جو عورتوں کے ستی ہونے کی جگہ پر بنائے گئے تھے۔ مشنریوں کی صورت شکل لباس وضع پر بھی لوگ طنز کرتے تھے اور کبھی بے تحاشا تمقے لگاتے تھے مگر مغلوں کی حراست کے سبب سے کوئی ان کو ستا نہیں سکتا تھا۔ بہت سے گنگا کے جاتری ان کو بالکل بھدرا کیے ہوئے راستے میں ملتے تھے۔ ۱۹ فروری کو یہ مشنری فچیو سیکری میں جہاں بادشاہ رہتا تھا لے ان کا استقبال سواروں اور شتر سواروں اور سانڈنی سواروں نے کیا فوراً وہ شہنشاہ اکبر کے رویہ و پیش ہوئے وہ کتے میں اکبر کا رنگ و چہرہ اہل رنگ کا تھا اس کے بشرہ سے فرہنگ و فراست برستی تھی عمر اس کی پچاس برس کی ہو گی اُس نے ان کی تعظیم و تکریم کی اور اجناس نقد ان کو پیش کیا، تو انہوں نے لینے سے انکار کیا جس سے اُس کے دل میں ان کی طرف نیک خیال پیدا ہوا۔ جب پادریوں نے

حضرت عیسیٰ کی تصویر صلیب پر چڑھی ہوئی پیش کی تو اُس نے اپنا بے تعصب ہونا اس طرح ظاہر کیا کہ اُس کی تعظیم و تکریم اپنے مذہب اور عیسائیوں کے مذہب کے موافق کی اُس کے آگے سر جھکایا کینوں کو ٹیکا۔ سجدہ کیا اور جب حضرت مریم کی تصویر جو زریور سے آراستہ تھی پیش کی تو بادشاہ کی آنکھیں چمکا چوند ہو گئیں اور اُس کو وہ کئے لگا کہ یہ ملکہ آسمان کی کیا اچھی شبیہ ہو پھر بائبل چار زبانوں میں پادریوں نے پیش کی تو بادشاہ نے اُسے چوما اور سر پر رکھا۔ پھر بادشاہ نے مشنریوں سے درخواست کی کہ وہ علماء اسلام سے مباحثہ کریں اس کو انہوں نے قبول کیا اور وہ اس بات کو بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں کہ اُن کو اپنی دلائل میں کامل فتح پائی ہوئی مگر اس کے ساتھ مجبوری اُن کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ اُن کی دلائل نے اُن کے کور دل مخالفوں پر کوئی اپنا اثر نہیں کیا۔ شہنشاہ نے ایسی باتیں بنائیں کہ جن سے اُن کو یہ امید نہ ہوئی کہ وہ عیسائی ہو جائے گا۔ مدتیں گز گئیں کہ اُس نے پادریوں کے ساتھ خوش خلقی کا برتاؤ رکھا مگر اُن کو بہانے بتاتا رہا۔ کبھی عیسائی ہونے پر ثابت قدم نہ رکھا۔ آخر کو بادشاہ کے درباریوں میں سے ایک نے ان مشنریوں کو سمجھایا کہ ان کو بادشاہ کے عیسائی ہونے کی توقع عبث ہے۔ بادشاہ تو فقط اس سے خوش ہوتا ہے کہ اُس کے دربار میں مختلف خصلت اور رائے کے آدمی جمع ہوں خاص کر وہ لوگ جو قدیمی اور نرالی ہوں اُس کو ان کے مذہب اختیار کرنے کا خیال ذرا بھی دل میں نہیں ہے بے شک بہت سے حالات جو انہوں نے بیان کیے ہیں اس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شہنشاہ فقط اُن سے اپنا دل بہلاتا تھا گو مسخرانہ بناتا ہو۔ شہنشاہ نے اُن سے کہا کہ مسلمانوں کا بڑا عالم یہ چاہتا ہے کہ وہ ہاتھ میں قرآن لیکر جلتی جھٹی میں جائے اور اُس سے بغیر گزند اٹھائے اپنے مذہب کی راستی اور بزرگ عہدگی ثابت کرے آپ کو بھی چاہئے کہ اس طرح اپنی بائبل کی راستی کا ثبوت دیں یہ پادری جو خرق عادات و کرامات کے قابل تھے وہ اس سوال سے نہایت متحیر و وق ہوئے پادریوں نے یہ کہا کہ ہم نے متواتر مجلسوں میں اپنے دلائل کی راستی کو ثابت کیا اس کے بعد ہم اپنے تئیں

ایسے عقل کے خلاف اور مضرتحان میں اُلٹا نہیں چاہتے پھر ایک دفعہ اور یہی قصہ پیش ہوا اور
 شہنشاہ نے کہا کہ پہلے مسلمانوں کا تلا آگ میں کو دیگا بشرطیکہ اس کے بعد آگ میں ایک
 پادری اپنے جانے کا وعدہ کرے اور اُس نے یہ بھی اشارہ کیا کہ وہ فقط یہ دیکھنا چاہتا ہے
 کہ پادری جو بہادرانہ دعویٰ کرتے ہیں وہ اس طرح اُن کو کیونکر ثابت کرتے ہیں۔ پادریوں نے
 بہت سوچ بچکر عقائد اپنا عرض مسمم کیا کہ وہ اپنے ایمان و عقائد مذہبی کو اس شبہ امتحان
 میں نہ لائیں۔ جب شہنشاہ مایوس ہوا کہ یہ تماشا آگ اور پھیل اور سہلن کا دیکھنے میں
 نہیں آئے گا۔ اور نیز پادریوں کی باتوں کے سننے شوق بھی کم ہو گیا تو اس نے پادریوں سے ملنا
 بہت کم کر دیا کابل اور بنگال کے فسادوں کے سبب سے بھی ان پادریوں کو وہ بالکل
 بھول گیا پادریوں نے بھی اپنی اقامت کو یہاں بیفائدہ جانا وہ مئی ۱۸۵۷ء میں اٹنے لگا کو
 چلے گئے۔

۱۸۵۷ء میں بادشاہ نے پھر دوسری دفعہ مشن کی درخواست کی اس مشن پر بھی وہی
 واقعات گزے جو پہلے مشن پر گزے تھے ابتدا میں خوب آؤ بھگت ہوئی پھر آخر میں اُس کی
 پوچھ گچھ نہ ہوئی وہ بہت دلوں میں نہیں بھڑے چار برس بعد پھر شہنشاہ نے اُن کو خط
 لکھ کر بلایا اور اس میں بہت وعدہ کیے اور کلمات شفقت آیات لکھے کہ تیسری دفعہ گوئنت
 مشن کو بھیج کر میرے مسرور کرنے میں درین نہیں کرے گی اس وقت شہنشاہ لاہور میں تھا
 لاہور جانے میں مشن کو دریاؤں سے کھنسات جانا اور بڑا مغربی جنگل طے کرنا پڑا کھنسات
 کے قریب مشن نے میں ہزار آدمیوں کو دیکھا کہ وہ گنگا کا شہنشاہ کرنے جاتے ہیں جن کی
 بنجیدگی اور تین وضع سے پادریوں کے دلوں میں اُن کی نیکی کا خیال پیدا کیا ۲۲۰ لیگ
 کا سفر خشکی میں طے کر کے وہ ایک دل فرزا دریا پر پہنچے اور وہاں سے دس لیگ طے کر کے
 لاہور میں آئے اس شہر کو وہ دلکش اور جان افزا بتاتے ہیں دریا میں ایک جزیرہ تھا جس
 میں شہنشاہ کے روبرو گئے وہاں اُن کا استقبال اچھی طرح ہوا حضرت مریم کی تصویر جو

نہایت خوبی سے آراستہ کی گئی تھی اور پہلی تصویر سے وہ زیادہ خوبصورت تھی بادشاہ کو نذر کی گئی
 اس کی بادشاہ نے بہت تعریف کی مشنریوں کو بادشاہ کے عیسائی ہونے کی امید تھی اس
 سبب سے ہوئی کہ انہوں نے دیکھا کہ اس میں مذہب اسلام کی پاسداری ذرا نہیں ہے۔
 جب وہ یہ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ مسجدوں میں سے روپیہ لوٹ لیتا ہے (یہ محض غلط لکھا ہے)
 اس لیے کہ مسلمانوں کی مسجدوں میں کوئی خزانہ نہیں رہتا، مگر اس کے ساتھ ان کو یہ یاہوسی
 نہوئی کہ انہوں نے بادشاہ کو دیکھا کہ وہ آفتاب پرستی بڑی مشقت سے کرتا ہے اور حماقت
 سے اپنی ذات میں ایک قسم کی الوہیت جانتا ہے وہ ہر صبح کو جھروکے میں بیٹھتا ہے اور
 گروہا گروہ آدمی اس کے آگے سجدہ کرتے ہیں بیازبجوں پر وہ دم کرتا ہے مشنری مشرقی
 تعظیم سے ناواقف تھے اس لیے انہوں نے غلطی کی کہ اس تعظیم کو عبادت جانا شہنشاہ
 اس وقت دکن کی مہم پر جاتا تھا وہ اس کے لشکر کے ساتھ کچھ دور گوا کی طرف گئے۔ لفسن
 صاحب اپنی تینچ ہند میں اکبر کے مذہب کا خلاصہ یہ لکھتے ہیں کہ اس کے مذہب میں
 خالص توحید تھی۔ انسان کی ضعیف خلقت کے سبب سے اس نے اس توحید پر چند
 رسوم ظاہری کے اضافہ کی بھی اجازت دی تھی وہ حامی اس کا تھا کہ ہم پر لازم ہے کہ
 خدا کی عبادت اس علم کے موافق کریں جو ہمارے عقل سے حاصل ہوا ہو عقل سے خدا کی
 وحدانیت اور محنت کافی طور سے خوب ثابت ہوتی ہے خدا کی بندگی اور عاقبت کی مسرت
 کی تلاش اس طرح کرنی چاہئے کہ آدمی اپنی نفسانی خواہشوں کو مائے اور ایسے کام کرے
 کہ جس سے انسان کا بھلا ہوا اور ہم کو کوئی عقیدہ یا عمل و رسم وہ اختیار کرنی نہیں چاہئے
 جو کسی آدمی نے بنائے اور تہائے ہوں کیونکہ اس میں بھی ہماری طرح سہو و غلطی و خطا بھول
 چوک کی قابلیت ہوتی ہے۔ اگر یہ امر قطعی ضروری سمجھا جائے کہ ظاہری پرستش کے
 واسطے ایسی علامتیں اور نشانیاں مقرر کی جائیں جو انسان کے دل کو خدا کی طرف
 لے جائیں تو اس کے نزدیک یہ علامتیں آفتاب و ستاروں اور آگ میں موجود بھیس

اکبر کے مذہب میں کوئی مرشد و پیر نہ تھا۔ عام عبادات کا طریقہ کوئی نہ تھا۔ کھانے پینے کی قید کچھ نہ تھی مگر پیر کرنا ایسا ضرور تھا کہ جس سے روح کو سہر بلندی حاصل ہو اس کا دستور تھا کہ آفتاب کو سلام بہت کیا کرتا تھا۔ صبح اور آدھی رات کو عبادت کیا کرتا تھا اور دوپہر کو سورج کی طرف دھیان گیان کرتا تھا۔ بادشاہ یہ عبادت اپنی رعیت کے تعصب کے سبب سے کیا کرتا تھا اس کو خود اس پر کسی اثر کا اعتقاد نہیں تھا ابو الفضل نے جو بارش کے لیے دعا کے باب میں لکھا ہے وہ ہم نے اوپر نقل کیا۔ اکبر حق رسوم کا مقید تھا اور وہ اوروں کو بھی ان کے پابند ہونے کی اجازت دیتا تھا۔ یہ امر شبہ ہے کہ ان کو وہ اپنے خیال میں مستحکم جگہ دیتا ہو۔ اکبر بالطبع زاہد عابد تھا۔ باوصف فلسفی اور عقل و حکمت پر چلنے کے وہ یہ نسبت اس مذہب کے جو اس کی عقل نے قائم کیا تھا زیادہ تر ایسے توہمات میں مبتلا تھا جن کو وہ جانتا تھا کہ ان کے سبب سے خدا سے قربت ہوگی۔ اسی وجہ سے پادریوں نے جو حضرت عیسیٰ اور جناب مریم کی تصاویر پیش کیں ان کی پرستش کی۔

امراء دربار اکبری

اس شہنشاہ کی تاریخ کے ساتھ ضرور ہے کہ ہم ان امراء والاکے گروہ پر شکوہ بلند پایہ مہر مند شناسا کا ذکر کریں جو اس کے دربار میں جمع ہوئے تھے۔ یہ بیان ایسی ستائش گری نہ ہو جو لوگوں کو گراں معلوم ہو اور یہ بھی نہ کہ ان کی خوبیاں دکھائی جائیں اور برائیاں چھپائی جائیں اگرچہ ان دونوں باتوں کے بیان کرنے پر جرات کرنے کو یہاں کے لوگ شرم و حیا کے خلاف خیال کرتے ہیں مگر میں اس کو ایسا نہیں سمجھتا جو جیسا ہے ویسا بیان کرتا ہوں۔ ہم ان امراء کا بیان بہ ترتیب مناصب اول بیان کرتے ہیں مگر ان کا حال جو پہلے مہمات ملکی میں بیان ہو چکا ہے وہ فروگذاشت اس لیے کیا گیا کہ ایک بات کو مکرر لکھنا محسوس حاصل ہے۔

وہ ہزاری (۱) شاہزادہ سلیم۔ جو سلطان اکبر کا بیٹا سب سے بڑا تھا اس کی سلطنت کے

بیان میں ہم نے جدا کتاب لکھی ہے۔

ہفت ہزاری

(۱۲) شاہزادہ سلطان مراد فرزند دوم شہنشاہ اکبر جس کا بیان پہلے اس اقبال نامہ میں لکھا گیا

ہفت ہزاری

(۱۳) شاہزادہ سلطان دانیال فرزند سوم اس کا حال بھی اقبال نامہ اکبری میں لکھا ہے۔

پنچ ہزاری

(۱۴) سلطان خسرو۔ جو شہنشاہ جہانگیر کا بڑا بیٹا تھا اس کا حال جہانگیر نامہ میں لکھا ہے۔

(۱۵) میرزا سلیمان بن خان مرزا بن سلطان محمود بن ابوسعید۔ (۱۶) میرزا ابراہیم پسر مرزا سلیمان ان مرزاؤں کا حال مہمات بدخشان میں اچھی طرح بیان ہوا۔ (۱۷) شاہرہ پسر ابراہیم۔

شہنشاہ اکبر نے سنہ ۱۵۸۱ میں مرزا شاہرہ سے اپنی بیٹی شکر النساء بیگم کا نکاح کیا اور اس کو مالوہ کا حاکم مقرر کیا۔ مالوہ اور دکن میں جو جو کام اُس نے کیے وہ اقبال نامہ میں ہم نے بیان کیے ہیں۔ اکبر کے آخر عہد میں اس کو منصب ہفت ہزاری کا عنایت ہوا اور وہ

جہانگیر کے عہد میں بھی قائم رہا۔ سنہ ۱۵۹۵ میں جہین میں اس کا انتقال ہوا اور شہر کے باہر دفن ہوا۔ کالی بیگم کہ مرزا محمد حکیم کی دختر تھی اور اُس کی زوجہ تھی وہ نقش کو لیکر چاؤروانہ ہوئی کہ مدینہ منورہ میں دفن کرے مگر بدوں نے اسے لوٹ لیا نقش کو مکاری کی جماعت کو

پسرد کر کے مدینہ پہنچا اور خود بصرہ میں آئی اور وہاں سے شیراز گئی۔ الہ وردی خاں حاکم

فارس نے اس کا اعزاز و احترام کیا اور صفہاں پہنچا سنہ ۱۵۹۵ میں شاہ عباس مامنی دارا

ایران نے اس کا نکاح مرزا سلیمان علی کھول اپنے چچا سے کر دیا۔ لیکن ان دونوں بیویوں میں

سلوک نہ ہوا۔ جہانگیر اپنی توزک میں لکھتا ہے کہ اگرچہ دنیا میں کوئی بے حقیقت زیادہ بد محشی

سے نہیں ہوتا مگر مرزا شاہرہ بد محشی سے نہیں معلوم ہوتا تیس سال سے ہندوستان میں ہے

مگر اصل ہندی زبان نہیں جانتا۔

اس کی رحلت کے وقت چھ بیٹے اس کے تھے (۱) حسن حسین دو بیٹے تو ام تھے خسر کے ہمراہ
حسن بھاگا تھا کہ دوسرے روز جہانگیر نے دستگیر کر کے قید کیا (۲) مرزا سلطان اس کو جہانگیر بہت
عزیز رکھتا تھا اس سے اپنی بیٹی بیاہنی چاہتا تھا کہ محل کے لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے گھر
میں بیویاں اس کی بہت ہیں جیساں سے پوچھا تو اس نے پادشاہ کے قدم کی قسم کھا کے انکار کیا
خواجہ سر اس کے گھر میں جا کر اس کی بیویوں کو لے آئے عجب سے وہ پایہ اعتبار سے گرگید غازی پور میں
اس کی جاگیر مقرر ہوئی اور وہیں مرگیا (۳) مرزا بروج الزمان معروف مرزا نقیو دی وہ جہانگیر کے
عمدین بخشی دکن ہوا بعد ازاں پٹن گجرات میں جاگیر پائی وہ شہت استخوان شہرات اور قلعہ
بھرا ہوا تھا یہاں تک بھائیوں کو تنگ کیا کہ اس کو پٹن میں انہوں نے قتل کر ڈالا اس کی
مان پادشاہ کی حضور میں فریاد لے کر آئی مگر جو خون کے مدعی ہونے کا حق تھا وہ نہ ادا کر سکی۔
اس کے بھائی کچھ دنوں مجبوس رہے (۴) مرزا نعل کے گھر میں داراب خان کے بیٹے تھے اور
بیسواڑہ میں پرگنہ سمکار جاگیر میں رکھا تھا (۵) مرزا محمد زمان بدخشان میں جاگیر رکھتا تھا
اور بیکہ کی شورش میں اس کا روزگار ختم ہوا۔ مرزا توں تک جعلی محمد زمان ادباشون کی دستاویز
شورش تھی (۶) مرزا شجاع کو شاہ جہان کے زمانہ میں بڑا اعزاز حاصل ہوا اور اس کی نجات ملے
لقب اس کو دیا۔ جہانگیر اپنی توڑک میں لکھتا ہے کہ مرزا شجاع کے چار بیٹے اور تین لڑکیاں جو
میرے باپ پر ظاہر نہیں کئے گئے تھے میرے پاس آئے میں نے لڑکوں کو اپنے بندہ بے اعتبار کے
حوالہ کیا اور لڑکیوں کو محل کے خدمہ کے سپرد کیا کہ ان کی محافظت میں قیام و اقدام کریں۔
(۸) مرزا مظہر حسین پسر سلطان حسین ولد بہرام مرزا ابن شاہ اسماعیل صفوی ۹۶۵ھ میں
شاہ طہاسپ صفوی کے تصرف میں قلعہ قندھار آیا اس نے قندھار اور زین دادر و گرم سیکو
آب ہیرمند تک اپنے بھتیجے سلطان حسین مرزا کو دیا۔ بیس برس تک وہ اپنے چچا کے سایہ عاطفت
میں رہا اور ۹۸۲ھ میں شاہ اسماعیل ثانی ایران کا پادشاہ ہو گیا تو سلطان حسین کی طرف سے
وہ متوہم اور دوسو سہ ناک تھا وہ بنی اعمام کے قتل کو مرکز خاطر رکھتا تھا مگر قوت سے فعل میں

نہیں لایا سلطان حسین کا انتقال ہوا تو وہ ان اپنے رشتہ داروں کی جانتانی کے درپے ہوا۔
 سلطان حسین کے پانچ بیٹے تھے ان میں سے محمد حسین مرزا ایران گیا تھا مقتول ہوا۔ باقی چار بھائی
 کی جان لینے کے واسطے شاہ قلی سلطان کہ حاکم قندھار مقرر ہوا تھا مامور ہوا اُس نے بدراغ بیگ کے
 ان بے گناہوں کی جان لینے کے لئے بھیجا۔ صبح کو اس نے ان کی جان لی ہوتی کہ ناگاہ پادشاہ
 ایران کے مرنے کی خبر آئی جس نے ان کی جان بچائی جب ایران کا پادشاہ خدا بندہ ہوا تو اس نے
 مظفر حسین مرزا کو جو سب بھائیوں میں بڑا تھا قندھار کی حکومت دی اور زمین داد رکنا رہ
 ہمیشہ تک اس کے دوسرے بھائی رستم مرزا کو تفویض کی اور باقی دو بھائیوں ابو سعید مرزا
 اور سخر مرزا کو اس کے ساتھ کیا اور حمزہ بیگ ذوالقدر مشہور کو حمزہ کو کہ سلطان حسین کا وکیل تھا
 ان مرزاؤں کے ساتھ کیا حمزہ بیگ نے ایسا استیلا پایا کہ مرزا یوں کی حکومت برائے نام تھی
 مظفر حسین مرزا نے تنگ ہو کر حمزہ بیگ کا قصد کیا چند دفعہ صلح و جنگ کے بعد مظفر حسین نے
 وکیل حمزہ بیگ کو محمد بیگ کی اعانت سے مارڈالا محمد بیگ کو مرزا نے وکالت کا امیدوار کیا تھا
 اس سبب سے مرزا رستم نے قندھار پر حملہ کرنے کا قصد کیا مگر مظفر حسین مرزا کی کمک اس کے خسر
 ملک محمود سیدی نے کی اس لئے رستم سے کچھ کام نہوسکا اور زمین داد کو چلا گیا۔ مظفر حسین مرزا تلوٹوں
 مزاج تھا۔ محمد بیگ بھی آزدہ خاطر ہو کر سیستان کو چلا گیا۔ ملک محمود سے لڑ کر شکست پائی ملک محمود
 یہ آدمیت کی کہ مرزا کو گھر میں اتارا اور اس کے سب سے محمد بیگ نے عذر خواہی کر کے مرزا کو قندھار میں
 طلب کیا مرزا نے فرصت پا کر محمد بیگ کو مارڈالا اور خود مستقل حاکم قندھار ہو گیا۔

خراسان کے امرا اور بکیر نے خصوص دین محمد سلطان اور باقی سلطان خواہ زادہ
 عبداللہ خان والی توران کہ خراسان کی تسخیر کے لئے مامور تھے انہوں نے مکر قندھار کی
 حدود میں افواج بھیجی اور مرزا سے آویزشیں کیں اور بک کی سپاہ کو شکست ہوئی
 لیکن اس کے نتیجے غارت سے کبھی امن نہ ہوا۔ اور بکوں کی لڑائیوں میں چونکہ اکثر اعیان
 و عمدہ قزلباش مارے گئے تھے شاہ ایران نے مدد و اعانت کے وعدے کئے مگر

کبھی ان کو پورا نہ کیا کہ دفعۃً ہندوستان کی فوج کی آمد آمد کی خبر گرم ہوئی تو لوگ سر اٹھ ہوئے۔
 رستم مرزا ہندوستان میں گیا تھا اور اس کو صوبہ ملتان تفویض ہوا تھا اس سے اور ہر اس ہوا
 اس لئے مرزا نے ہند کا قصد کیا ہر چند عبدالمد خان نے استمالت نامہ لکھا کہ ایرانوں اور
 تورانیوں کی عداوت قدیم سے چلی آتی ہے لیکن اس وقت تم ہم سے کچھ نہ ڈرو اور زہنا
 اپنا ملک موروثی حقیقتاً یوں کو نہ دو مرزا نے اس کو آلودی پر محمول کیا اس زمانہ میں
 مظفر حسین کے باپ کا ایک نوکر قیدی قزاقیگ جو ہندوستان کو بھاگ گیا تھا اور اکبر نے
 اس کو فراش بیگی مقرر کیا تھا وہ قندھار میں آیا اور دولت خواہی کے پردہ میں اس نے
 مظفر کی مان اور اس کے بڑے بیٹے کو اس پر راضی کر لیا کہ غفریب قندھار کا اسحاق
 ہندوستان سے ہو جائے۔

شہنشاہ اکبر نے شاہ بیگ خان ارغون حاکم بنگش کو لکھا کہ ایذا کر کے قلعہ قندھار پر تضرع
 ہو اور مرزا کو یہاں بھیج دے جب شاہ بیگ قندھار میں داخل ہوا تو مرزا الشکر آراستہ کر کے
 باہر آیا مگر مرزا اپنی اس حرکت سے پشیمان ہوا اور شاہ بیگ خان کو کہلا بھجوا یا کہ آپ باہر آنکر میرے
 جہان ایک دن ہو جائے مجھے نوابہ میں کچھ باتیں کہنی ہیں بغرض اس کی تیجھی کہ قلعہ میں چھپ کر
 عذر خواہی کرے۔ شاہ بیگ ایک مرد کمسن اور کار دان سپاہی تھا بھلا وہ اس کام کو کہ آسانی سے
 ہو سکتا تھا کب شوری میں ڈالتا اس نے یہ عذر کیا کہ نیک ساعت میں داخل ہوا ہوں اس لئے
 باہر آنا مناسب نہیں جانتا جو کچھ آپ کو کہنا ہو مراسلات کے ذریعہ سے لکھئے نا چارستان میں
 مرزا مع چار بیٹوں بہرام مرزا۔ مرزا حیدر القاس مرزا۔ طہماس مرزا ہزار قزلباشوں
 کے ساتھ شہنشاہ اکبر کی خدمت میں آیا اس نے فرزند کا خطاب پر بیچ ہزادی منصب
 پایا اور اقطاع سنبل کہ قندھار سے کہیں بڑی تھی اس کو ملی لیکن زمانہ کے مزاج سے مرزا
 کم آشنا تھا اور معاملہ نافتم تھا اس نے اپنے کام میں سہل بخاری اور بے پردائی ایسی کی
 کہ آزمند مستکرون کو اپنا کام سپرد کیا رعایا بار بار اور کچھ سوداگر داد خواہ ہوئے

مرزا کو پند کی گئی مگر سودمند نہ ہوئی آخر کار داور سی سے ایسا تنگ ل ہو کہ حجاز کی رخصت مانگی وہ قبول ہوئی پھر کچھ دنوں بعد شیمان ہوا شہنشاہ نے پھر اس کا اقطاع و منصب بحال کر دیا پھر آئی مین مرزا کے آدمیوں کے ظلم کی شکایت ہوئی کہ وہ موقوف ہوا اور نقدی اس کی مقدار ہوئی۔ مرزا حجاز روانہ ہوا مگر اول ہی منزل سے واپس چلا آیا شہنشاہ کی ملازمت کی مگر پھر اس نے اس کی خبر کچھ نہ لی پایہ اعتبار سے وہ سا قظ ہوا اور ہر روز زیادہ خفیف ہوتا جاتا تھا مرزا ہندوستان کی کسی چیز سے خوش نہ ہوتا تھا سادہ لوحی سے کبھی ایران کا لڑاؤ کرتا تھا کبھی حجاز کا۔ روحانی غصہ رنج کے سبب سے امراض جسمانی میں گرفتار ہوا شہنشاہ میں انتقال کیا بہر انگریز عیسویں میں اس کی لڑکی سے شاہزادہ سلطان خرم مخاطب بہ شاہجہان سے نکاح ہوا۔ قندھاری محل وہ مشہور ہوئی شہنشاہ میں نواب پرنسز بانو بیگم اس سے پیدا ہوئی اس کے بیٹوں میں بہرام مرزا اور حیدر مرزا اور اسماعیل مرزا ہندوستان میں آئے اور حیدر مرزا شاہجہان کے عہد میں بلند مرتبہ پر پہنچا اور شہنشاہ میں مر گیا اور بہرام مرزا کا بھی درجہ بلند ہوا۔

(۹) مرزا رستم صفوی مظفر حسین قندھاری کا بھائی عمر میں چھوٹا مگر عقل و فہم میں بڑا تھا۔ پہلے لکھ چکے ہیں کہ سلطان محمد خدا بندہ داراے ایران نے قندھار مظفر حسین کو اور زمین داد رستم مرزا کو تفویض کی تھی جس میں اس کے بھائی ابو سعید مرزا و سبخر مرزا بھی شریک تھے مگر یہ ملک ایسا حقیر تھا کہ مرزا کی اور اس کے بھائیوں کی معاش کو دفا نہیں کرتا تھا اس لئے اس نے ملک محمود حاکم سیستان پر حملہ کیا کہ اس کے ملک کو اپنے ملک پر اضافہ کرے اول مظفر حسین نے اس کی مدد کی مگر اس نے آویز دستیز کے بعد ملک محمود کی لڑکی سے نکاح کیا اور اس کا طرف دار ہو گیا اس سبب سے قندھار پر مکرر لشکر کشی کی مگر کچھ فائدہ رستم نے حمزہ بیگ لہ (محافظ) کی اعانت سے قندھار پر مکرر لشکر کشی کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اندون خراسان پر اوذبک حملہ کر رہے تھے مرزا نے فراہ کو جا کر فتح کیا اور کئی دفعہ اوذبکوں سے لڑ کر لوٹے مرزا انکی اور شجاعت بلند کیا پھر اس نے سیستان کی فتح کا

ارادہ کیا اور اس نے یا پرا یلغار کر کے چڑھ آیا۔ ملک محمود نے بعد تحصیل اور لوازم قادیاری کے مرزا کی ملاقات کی اور مراسم خدمت بجا لایا مگر مرزا کو تہ خرد و ن کے بہکانے سے ایسا عالم مستی میں مغرور ہوا کہ ملک محمود کو مجبور کر دیا۔ گو اس کے بیٹے جلال الدین نے ایک جماعت کو فراہم کر کے لڑنے کا قصد کیا اس نے مرزا ملک محمود کو مار ڈالا مگر جلال الدین کا مقابلہ نہ کر سکا اس لئے دادر کو بھاگ کر آیا دشمن نے اُس کا تعاقب کیا اور مرزا کو شکست دی پھر خلق کی نظروں میں اس کی وقعت کچھ رہی بڑا بھائی اس کا منتظر فرصت تھا اس نے غلبہ کر کے زمین دادر کو چھو لے لیا رستم مرزا نے تیزی کر کے قذات کو لے لیا ایک دن وہ شکار کو گیا تھا کہ لوگوں نے چاہا کہ قلات قابض ہوں۔ مرزا کی مان نے قلعہ قادیاری کی لیکن کسی نمک حرام نے اس ضعیفہ کی طرف بندوق چھوڑی جس سے وہ مر گئی۔ اگرچہ مرزا نے بہت آدمیوں سے انتقام لیا اور ان کو مار ڈالا مگر اس نے اوضاع زمانہ کو حسبِ لحاظ نہ دیکھا تو سلسلہ میں ہندوستان میں وہ مع اپنے بھائی سبھ مرزا اور چار بیٹوں مراد شاہ رخ حسن۔ ابراہیم کے آیا شہنشاہ اکبر نے اس کو بخاری کا منصب عطا کیا اور اقطاع ملتان اور بلوچستان کے بہت سے پرگنوں تفویض کئے جو قندھار سے کہیں بڑے تھے بعد ازاں علم و لقاء بھی عنایت ہوا۔ مرزا کے آدمیوں نے ملتان میں داد و دستد کو اعتدال سے بڑھایا تو سلسلہ میں جیتور کی جاگیر اس کے لئے مقرر کی گئی مرزا اس طرف جاتا تھا کہ کسی وجہ سے پادشاہ نے اُسے سرہند سے بلا لیا۔ راجہ باسوا اور شمالی کوہسار کے زمیندار سرکش ہو رہے تھے اس لئے اُنہی میں مرزا کی تیول میں پٹھان مقرر کر کے ان حدود میں بھیجا اور آصف خان کو اس کی قادیاری کے لئے ہمراہ کیا مگر ان دونوں میں ناسازی ہوئی راجہ باسو نے نو کو استوار کر کے نخوت فروشی کی پادشاہ نے جگت سنگھ پور راجہ مان سنگھ کو وہاں بھیجا اور مرزا کو اپنے پاس بلا کر سلسلہ میں رائے سین اور اس کے حوالی میں جاگیر مقصد رکی اور وہاں بھیج دیا پھر اس نے مرزا دینال کے ماتحت دکن میں خدمات کیں سلسلہ میں جہانگیر نے اُس کو ٹھٹھہ کا حاکم مقرر کیا مگر اس سبب کہ اُس نے ارغونیوں کے ساتھ بدسلوکی کی وہ مغرور

ہوا جہانگیر نے اس کی لڑکی سے شانہزادہ پرویز کا نکاح کیا منصب شہزادی غایت کیا اور
 الہ آباد کا صاحب صوبہ بنایا جب شاہ جہان نے بنگال اور بہار کو مسخر کیا ہے تو عبداللہ خان
 قصبہ جھوسی میں الہ آباد کے مقابل گنگا کے دوسری طرف لشکر آرا ہوا مرزا قلعہ میں متحصن ہوا
 عبداللہ خان پاس سامان خوب تھا تو پتہ تفنگ مارتا ہوا دریا سے گذر کر شہر میں آیا۔ ہر چند
 رومی خان میر آتش شاہی وعدہ کرتا تھا کہ تھوڑی دیر میں قلعہ مفتوح ہوتا ہے مگر عبداللہ خان کو
 ایسا بجا اضطراب ہوا کہ وہ جھوسی میں چلا گیا کچھ دن نہ گذرے تھے کہ پادشاہ کی آمد آمد کا
 آواز بلند ہوا۔ مرزا محنت سے چھوٹا اور آسائش و آرام میں پڑا۔ اکیسویں سال میں بہار کی
 صوبہ داری پر تعین ہوا اور شاہ جہان کے اول سال جلوس میں حکومت بہار سے معزول ہو کر
 پادشاہ کی خدمت میں آیا بوڑھا بہت ہو گیا تھا اور نقوس کا عارضہ تھا اس لئے نوکری کی
 تکلیف سے معاف کیا گیا اور ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ سالانہ اس کا وظیفہ مقرر ہوا۔ فراغت سے اگر ہیز
 زندگی بسر کرتا تھا سلسلہ جلوس میں شانہزادہ محمد شجاع کی شادی مرزا کی بیٹی سے ہوئی مصرعہ
 مد بلقیس سر نزل جمشید آمد۔ تاریخ ہے۔ اگر ہیز ۲۷ برس کی عمر میں افسانہ میں جہان سے مرزا
 رخصت ہوا کہتے ہیں کہ جب مرزا مرنے کو ہوا تو اگر ہیز کے مقصدیوں نے چاہا کہ ضبط اموال کریں
 تو مرزا نے اپنی عمدہ عمدہ لونڈیوں کو لباس مردانہ پہنا کر تفنگ ہاتھ میں دی اور آمادہ جنگ
 اور کہا کہ وہ ہمارے ساتھ اور امار کی طرح سلوک نہیں کر سکتے۔ مقصدیوں نے احتیاطاً
 پادشاہ سے عرض کیا۔ پادشاہ نے سوائے ہاتھیوں کے سب اسباب معاف کر دیا۔ مرزا مرد دنیا
 تھا۔ زمانہ کے مزاج سے خوب آشنا تھا اپنے بڑے بھائی کی نسبت زیادہ ضابطہ دان تھا۔
 شاعر تھا فداائی تخلص تھا یہ رباعی اس کی ہے۔

رباعی

کج باختہ ام زرد خدا دانی را
 بر طاق نہادہ ام سلمانی را

بر چید دلم با ایمانی را
 ابرو سے نبی قبلہ خود ساختہ ام

(۱۰) بیرام خان خاٹخانان۔ ترکان قراقویلو ترک کی احاطہ طوائف میں سے بہار لو ایک قبیلہ
 اور علی شکر بیگ بہار لو تک تین واسطہ سے بیرام خان پہنچا ہے جب قرا یوسف اور اس کے بیٹوں
 قرا سکندر و مرزا شاہ جہان کے سلسلہ ولایت کا ارتقاع تھا تو عراق عرب و آذربائیجان میں
 ان کی سلطنت تھی اور علی شکر بیگ پاس ولایت ہمدان و دینپور و کردستان اقطاع میں
 تھی اب تک یہ ولایت قلمرو علی شکر مشہور ہے۔ قراقویلوں کے استیصال میں پادشاہ
 قراقویلو مصروف ہوا۔ اور حصار شادمان میں آیا تو سلطان محمود مرزا پاس علی شکر کا بیٹا
 پیر علی سپدرہ روز مقیم رہا اور پھر فارس کو چلا گیا اور حاکم شیراز سے لڑا اور نہایت پائی اور
 انہیں دنوں سلطان حسین مرزا کے آدمیوں کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ بعد ازاں اُس کا بیٹا
 یار علی بیگ نے شاہ اسماعیل صفوی کے عہد میں عراق سے نکل کر بخشان میں سکونت اختیار کی
 اور وہاں سے امیر خسرو شاہ پاس قندھار میں گیا اور بعد اُس کی انفصار دولت کے اپنے بیٹے
 سیف علی بیگ کے ساتھ بابر پادشاہ کا ملازم ہوا۔ بخشان میں سیف علی بیگ کے بیٹا پیدا ہوئے
 جس کا نام بیرام خان رکھا۔ باپ کے مرنے کے بعد وہ بلخ میں گیا اور یہاں تحصیل علم کی اور
 سولہ برس کی عمر میں جنت آشیانی (ہمایون کی خدمت میں آیا اور روز بروز اس پر عنایت
 زیادہ ہوتی گئی اور مصاحبت و امارت پر نوبت آئی اس کا باقی سب حال شکر نامہ ہمایون
 اور اقبال نامہ میں مفصل لکھا ہوا ہے۔ باقی یہ حال در ہے۔

بیرام خان شعر میں بہت درست سلیقہ تھا اور قصائد و غزلیں لکھتا تھا استادوں کے اشعار میں
 دخل بجا دیتا تھا ایسے اشعار جمع کئے جن میں دخل دیتا تھا اور اس مجموعہ کا نام دخلیہ کھا
 بیرام خان جب قندھار میں تھا تو ہمایون نے اس کو یہ رباعی لکھی تھی۔

رباعی

اے آنکہ انیس خاطر محرونی	چون طبع لطیف خولیتن معزونی
بنے یاد تو من نیم زمانے ہر گر	آیا تو بیا و من محزون چونی

بیرام خان نے یہ جواب لکھا۔

رباعی

از ہر چہ ترا وصف کنم افسر و نی
چون می پرسی کہ در فسر اقم چونی

اے آنکہ بذات سایہ پیچونی
چون میدانی کہ بے تو چون میگردد

کہتے ہیں کہ ایک رات اس سے پادشاہ مخا طب تھا کہ اس کو غفلت آگئی پادشاہ نے کہا کہ میں
تجملہ سے باتیں کرتا ہوں تو وہ متنبہ ہو کر بولا کہ میں بھی حاضر ہوں لیکن میں نے سنا ہے کہ ملازمت
سلاطین میں جسم کی اور درویشوں کی خدمت میں دل کی اور علماء کے آگے زبان کی یا سبانی
کرنی چاہئے میں اس فکر میں تھا کہ حضرت میں یہ تینوں باتیں جمع ہیں میں کس کس کی نگہبانی
کروں پادشاہ اس لطیفہ سے بہت خوش ہوا اور تحسین کی۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے
کہ بیرام خان کے بچپن میں ملازم پنجہزاری کے منصب پر پہنچے اور صاحب علم و نقارہ ہوئے جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ عمدہ آدمیوں کے انتخاب کرنے میں اس کو کیسا ملکہ تھا سچ یہ ہے کہ
بیرام خان فضل و کمال و صلاح و تقویٰ و ہمت و کرم سے آراستہ تھا مدبر و شجاع کا ذات
قوی دل تھا اس نے خاندان تیمور پر اپنے بڑے بڑے حق ثابت کئے تھے اس تحلیل ایام میں کہ
ابھی سلطنت کا انتظام نہیں ہوا تھا کہ ہمایوں مر گیا اور پادشاہ زادہ خور د سالانہ تہذیب کے
پاس پنجاب کے سارا ملک تصرف سے نکل کر افغانوں کے پاس تھا اور دعویٰ سلطنت کے لئے
ایک گروہ انا لاغیری کا لوا بلند کرتا تھا اور ہر گوشہ میں کنارہ میں واقع طلب مخالفت کا
نقارہ بجا رہے تھے اور امرار چغتائی کہ ہندوستان کی اقامت کا دل سے
ارادہ نہیں رکھتے تھے کابل جانے کے لئے شورش کرتے تھے مرزا سلیمان کابل میں اپنے نام کا
خطبہ پڑھوایا تھا بیرام خان ہی کی جگر داری اور ثبات پائی و حسن تدابیر و فکر صاحب سے
آب فتنہ بچو آمد سلطنت کو استقرار ہوا اکبر پادشاہ نے بھی طرح طرح کی دل جوئی و نوازش کے
ساتھ کھل مہمات اس کو تفویض کیں اور قہر میں کھا کر کہا کہ جو کچھ مناسب صلاح کا رہو

عمل میں لائے اور مدد بہت اور کسی کی مراعات منظور نہ رکھے اور کسی کی ملالت سے نہ ڈرے اور یہ مصر پر چڑھا۔ دوست کو دوست شود ہر دو جہان دشمن باش جب روز بروز اس کا تسلط اقتدار بڑھتا گیا حد پریشہ ناتوان بنیوں کے دلوں میں خار چھتا گیا۔ جھوٹی سچی باتیں لگا لگا کے پادشاہ کا دل اس سے پھیر دیا۔ خانخانان بھی اپنے اقتدار اور استقلال میں دوسرے کو حشم اعتبار سے نہ دیکھتا تھا اس کی خوشنیت و حب جاہ نے روز بروز دکھایا اور ممالک آفات میں پھنسیا یا سچ ہے حبال دنیا را سل خطا۔

(۱۱) نعم بیگ خانخانان۔ یہ عزت آشیانی کے امراء دولت میں سے تھا اس کے باپ کا نام بیرام بیگ ہے وہ مجہول الحال۔ جب ہمایون پادشاہ کے پاس سے بھاگنے کا اور اکبر کے پاس سے بھی فرار ہونے کا حال اور مہمات ممالک شرقیہ میں اس کا ذکر مفصل بیان کیا گیا۔

(۱۲) تروبی بیگ خان ترکستانی۔ وہ ہمایون کے قدیم خدمت گزاروں میں تھا۔ ہمایون اور اکبر کی سلطنت میں جو اس نے کام کئے وہ سب بیان ہوئے۔

(۱۳) خان زمان علی قلی۔ اس کے باپ کا نام حیدر سلطان اوزبک شیبانی تھا۔ جام اور فرلباش میں جو لڑائی ہوئی تھی اس میں اس نے امارت کا درجہ پایا تھا جب ہمایون پادشاہ نے عراق سے حرات کی ہے تو وہ مع اپنے دو بیٹوں علی قلی اور بہادر کے اسکی ملازمت میں آیا تھا قندھار کی تسخیر میں اس نے بہت سے کام کئے تھے جب پادشاہ کا بل آیا تو راہ میں اس کے لشکر میں وبا آئی جس میں حیدر سلطان مرگیا علی قلی خان نے کابل میں اور ہندوستان کی فتح میں کارہائے نمایاں کئے۔ شکر فائدہ اقبال انہ میں اس کے کاموں کا اور بغاوت کا اور مارے جانے کا حال مفصل لکھا ہے۔

خان زمان امراء پنجزاری میں نامور اور صاحب شکوہ تھا ہمت و جود و سپاہ گری و سرداری میں ممتاز تھا اگرچہ وہ اوزبک تھا مگر اس نے ایران میں نشوونما پایا تھا اور اس کی ماں ایرانی تھی اس لئے اس کا مذہب امامیہ تھا اور وہ ذرا تقیہ نہیں کرتا تھا طبع اس کی موزوں تھی اور سلطان تخلص رکھتا تھا۔ رمانیا جہان ایسٹ انڈین ریلوے کا سٹیشن ہی اس کا آباد کیا ہوا ہے۔

(۱۴) عبدالرحمان ابن بک۔ یہ ہمایون پادشاہ کے امراء میں سے تھا۔ بہموئی شکست کے بعد اس کو شجاعت خان کا خطاب ملا۔ اقبال نامہ میں مالوہ کی نہات میں اس کا حال لکھا ہے۔

(۱۵) شمس الدین محمد اننگ خان۔ اس کے باپ کا نام میر محمد غزنوی تھا۔ وہ ایک درویش منس دہقان تھا۔ غزنین میں بیس سال کی عمر میں اس نے خواب دیکھا کہ ماہ اس کی بغل میں آیا جس کی تعبیر صحیح ہوئی کہ دولت عظیم اس کو وہ یا تھ آئی کہ خاندان کی رفعت ہوئی اول وہ مرزا کا مران کا نوکر ہوا۔ وہ قنوج کی لڑائی میں جوشیر شاہ اور ہمایون کے درمیان ہوئی موجود تھا جب ہمایون کو شکست عظیم ہوئی اور وہ ہاتھی پر سوار ہو کر دریا کے پار گیا۔ دریا کا کنارہ بلند تھا پادشاہ جا نہیں سکتا تھا تو ایک سپاہی نے پادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچ لیا جب پادشاہ نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا نام شمس الدین ہے اور مولد سیرا غزنین میں ہے اور مرزا کا مران کا نوکر ہوں جب وہ پادشاہ کی ملازمت میں لاہور پہنچا اور پادشاہ کے ہمراہ ہوا اور خدمت مذکور کے صلہ میں اس کی بیوی کو شہزادہ اکبر کی اننگہ (انا) بنایا اور جیجی اننگہ کا خطاب اس کو دیا جب ہمایون ایران گیا تو شہزادہ اکبر کی خدمت میں شمس الدین رہا اور جب ہمایون کو سلطنت پھر ہاتھ لگی تو اس نے اس کو خطاب اننگہ خان کا دیا جب ہمایون نے شہزادہ اکبر کو جاگیر میں سہرا جھار دی تو شمس الدین کو اس پاس بھیجا۔

جب اکبر تخت نشین ہوا تو اننگہ خان اور امراء کے ساتھ مریم مکانی اور بیگم کو کابل سے لانے کے لئے مقرر ہوا جب پادشاہ بیرام سے خفا ہوا تو اننگہ خان کو جو اپنی تیوں ہمیشہ خوشاب میں تھا حکم بھیجا گیا کہ وہ لاہور کو اپنے بڑے بھائی میر محمد خان کو سپرد کر کے اس کے پاس حاضر ہو جب وہ آیا تو بیرام خان کا علم و نقارہ و تومان و توغ اس کو مرحمت ہوا اور پنجاب کی حکومت اس کو تفویض ہوئی اس نے بیرام خان کو جالندھر کے قریب اس سے پہلے کہ اکبر آئے شکست دی اور پادشاہ کی خدمت میں سر ہند میں آیا پادشاہ نے اس کو اعظم خانی کا خطاب عطا کیا۔ منعم خان اور شہاب الدین نے ادھم خان کو

اٹھ کر ۱۲ رمضان ۹۶۹ء کو اس کے ہاتھ سے اٹکھ خان کو قتل کروادیا۔ پادشاہ نے
خان کے بیٹوں اور بھائیوں کی بہت تسلی اور تسکین کی اور ان کے درجے بڑے بلند
کر دیئے۔ پنجزاری سے لیکر صدی تک اُن کو منصب دیئے اس خاندان کا ایک گروہ تھا
جس کو اٹکھ خیل کہتے تھے اُس کی برابر کسی اور خاندان کے ارکان بلند درجہ نہیں ہوئے۔
(۱۶) اٹکھ خان کلان میر محمد شمس الدین محمد خان اٹکھ کا بڑا بھائی ہے اس نے مرزا کا مران اور
ہمایون پادشاہ کی بہت عمدہ خدمتیں کی ہیں اور دُور اکبری میں اس نے کارہائے نمایاں کیں
وہ مدتوں تک مملکت پنجاب میں صاحب صوبہ تھا اور اکثر اس صوبہ کے محالات اٹکھ خیل
ہی کے پاس تھیں کابل کے معاملات میں اس کا ذکر اقبال نامہ میں کیا گیا۔

پہلے عقلمندوں نے پادشاہی کو باغبانی سے نسبت دی ہے جیسے باغبان باغ کی
آرائش کرتا ہے اور درختوں کی پیرائش۔ ان کو ایک جگہ سے اکھیرتا ہے اور دوسری جگہ
لگاتا ہے اور ان کا انبوہ ایک جگہ نہیں ہونے دیتا بلکہ اعتدال ان کو شاداب
رکھتا ہے اور بمقدار صلاح ان کے نشو و نما میں کوشش کرتا ہے اور بدسیرت درختوں کو
بڑی پیر سے اکھیرتا اور ناز است اخضان کو تراشتا ہے اور اشجارِ عظیمہ کی تفریق کرتا ہے اور
بعض کا بعض سے پیوند لگاتا ہے اور میوے گونا گوں اور گلہائے رنگارنگ سے متمتع
کرتا ہے جو علمِ فلاح میں مقرر ہیں ایسے ہی پادشاہان دور میں اپنے ملازموں کے احوال کی
تہذیب و تادیب و سیاست میں مراعات کر کے حکمت کے چراغ کو روشن کرتے ہیں جن جگہ
ایک جماعت یا ہم یک دل و یک زبان فراہم ہوتی ہے اور کثرتِ نجوم و دوزاد دھام
ہوتا ہے تو اول ان کے اصلاحِ احوال کے لئے اور دوم اہل ملک کی رہا ہیت کے واسطے
اس اجتماع کو متفرق کرتا ہے گو اس کثرت سے کوئی امر نالام معلوم و منظون نہ ہو اس
تفرقہ کو سرمایہ جمعیت جانتے ہیں اس لئے کہ دنیا بادۂ مردافکن ہے تنگ مشربوں کو
وہ بدست کرتی ہے ان سے ایمن نہیں ہونا چاہئے خصوصاً ایسے وقت میں کہ فتنہ اندوز

وسخن ساز و تبہ کار بہت سے ہوں اس سبب امرار نے اخلاص منس انگہ خیل کو کہہ دیا
 پنجاب میں فراہم ہو رہی تھی اور ان حد و دین انتظام بخش تھی ^۳الہی میں متفرق کر کے
 پادشاہ کے حضور میں بلایا وہ ^{۱۹}۱۹۱۹ء میں دارالخلافہ آگرہ میں آئے پادشاہ نے ان میں سے
 ہر ایک کو جاگیر سیر حاصل عنایت کی سرکار سنبھل خان کلان کو مرحمت ہوئی اور حسین قلی خان
 پنجاب میں مقرر ہوا ^{۱۹}۱۹۱۹ء میں گجرات کے دوبارہ فتح کرنے کے لئے اکبر نے خان جہاں کو
 بطور منتقلہ بھیجا۔ سر وہی (اجمیر) میں اس کو ایک اچھوت نے بغیر کسی وجہ کے زخمی کیا
 مگر وہ پندرہ روز میں اچھا ہو گیا جب گجرات فتح ہو گیا تو وہ میں کہ نہروالہ مشہور ہے
 مردبان مقرر ہوا ^{۱۹}۱۹۱۹ء میں اس کی روح نے بدن سے تعلق نہ رکھا بدایونی اس کے
 علم کی بہت تعریف کرتا ہے۔ خان کلان صاحب کمال تھا ترکی و فارسی میں شعر کہتا تھا
 اس کا ایک دیوان مرتب ہے جس میں قصائد و غزلیں ہیں غزنوی تخلص کرتا تھا موسیقی
 میں بھی مہارت رکھتا تھا کسی وقت اُس کی مجلس فضلدار اور شعرا سے خالی نہیں ہوتی تھی
 رنگین سخنوں اور دلنشین نغموں سے وہ اہل ذوق کا حلاوت بخش و طرب افزا تھا اس کا
 شعر ہے۔

درجوانی حاصل عمر مبنادانی گذشت	انچہ باقی بود آنم در پشیمانی گذشت
--------------------------------	-----------------------------------

اس کا بیٹا فاضل خان ہزاری منصب رکھتا تھا جب مرزا کو کہ احمد نگر میں محصور ہوا ہے
 تو وہ مارا گیا اور اس کا دوسرا بیٹا فرخ خان تھا اس نے ^{۱۹}۱۹۱۹ء میں پانصدی کا منقبت
 (۱۹) مرزا شرف الدین احراری ولد خواجہ معین۔ یہ مرزا بڑا عالی خاندان ہے اس کا باب
 خواجہ معین بیٹا خاند محمد کا تھا جو پسر دوم خواجہ کلان کا تھا جس کا نام خواجہ خواجگان
 مشہور ہے اور خواجہ کلان بڑا بیٹا خواجہ نصیر الدین عبداللہ احرار کا تھا اس سبب سے
 شرف الدین حسین کو احراری کہتے ہیں مرزا کا دادا خاند محمد و ہندوستان میں گیا تھا
 ہمایوں نے اس کی بہت تعظیم و تکریم کی اس نے کابل میں وفات پائی۔

مرزا کا باپ خواجہ معین اپنے باپ کی جہالت میں کاشفر گیا اور عبداللہ خان والی کاشفر کے
 ہاں اعتبار پیدا کیا اور دو خانہ نشیب کا حاصل اس کو قویض ہوا وہ علم معاش
 خوب جانتا تھا وہ بڑا متمول ہو گیا مگر اس کی طبیعت میں بخل و اساک غالب تھا۔
 خواجہ معین کا نکاح کچھ تک بیگم دختر علار الملک ترندی سے ہوا تھا اور وہ فخر جہان بیگم
 صبیحہ سلطان ابو سعید مرزا کے بطن سے پیدا ہوئی تھی اس لئے مرزا شرف الدین کی رگوں
 میں خون تیموری بھی تھا۔ باپ سے مرزا کی بنتی نہ تھی اس لئے وہ اکبری خدمت میں آیا
 ماہم انگہ اور ادہم خان کی سعی سے تھوڑی مدت میں مرتبہ امارت اور منصب پنجزاری پر
 اس کی ترقی ہو گئی اور اجیر اور ناگور کا تمول دار ہو گیا اپنی شجاعت و کار دانی کی قوت سے اس نے
 ان اضلاع کے متمرّدوں کو مٹایا۔ پادشاہ نے شہ اکبری میں اپنی بہن بخشی بانو بیگم کا نکاح
 اس سے کیا باقی اور حال اقبال نامہ میں لکھا گیا کہ کیا کیا ناشائستہ حرکتیں اس نے کیں۔
 (۱۸) یوسف محمد خان کو کلکٹاش۔ یہ خان اعظم انگہ کا بڑا بیٹا ہے اور شہنشاہ اکبر کا کوہ یاکو کلکٹاش
 ہے اس نے بارہ برس کی عمر میں اپنے باپ کے ساتھ بیرام خان کی خدمت میں لڑائیوں میں
 کارہائے نمایاں کئے تھے اس لئے اس کو خانی کا خطاب ملا جب اس کا باپ ادہم خان کے
 ہاتھ سے مارا گیا تو وہ مسلح ہو کر ادہم و ماہم انگہ سے انتقام لینا چاہتا تھا مگر سیاست
 شاہی نے اس کی تسلی کر دی باپ کے مرنے کے بعد اس پر اور اس کے بھائی عزیز محمد
 کو کلکٹاش پر پادشاہ نے غزایات خسر والی کی اور بزم و رزم میں اپنا مقرب بنایا علی قلی خان
 زمان و بہادر خان و اسکندر خان کی فتنہ پر دازی میں پادشاہ نے اسکندر خان کی
 سرکوبی کے لئے لکھنؤ یوسف خان کو بھیجا اس نے پادشاہ کی غنایت سے پنجزاری کا خطا
 پایا۔ عین نوجوانی میں بادہ پیمائی کی کثرت سے بیمار ہوا ۹۹۳ھ میں فنا ہو گیا۔

انتباہ حکمرانے آب انگور میں انسان کی تقویت مزاج کے لئے مناسب تجربے کر کے فوائد کثیر
 دیکھے اور اس کے استعمال کو جائز رکھا ہے لیکن اس کی مقدار اور تقدیر وقت کی ہے

مگر نہ ہوں میں وہ منزل جو ہر عقل و مورت امراض کثیرہ قرار پائی ہے اس کے پینے کے لئے منع شدید و تمہید بلیغ کی گئی ہے نہ بہب مصطفوی نے اس کی نہ بہت نہ تھوڑی پینے کی اجازت دی ہے۔

(۱۹) ادہم خان کو کہ۔ یہ چھوٹا بیٹا ماہم انگہ کا ہے اس کی ماں مشہور و معروف تھی مگر باپ اس کا مجھول تھا۔ غالباً وہ پادشاہی لطفہ سے پیدا ہوا تھا۔ ماہم انگہ اکبر کے ساتھ درستی اخلاص میں نسبت قوی رکھتی تھی آسائش گوارہ سے آرائش تخت تک اس کی ملازمت میں ہمیشہ رہی حرم میں وہ بہت با اعتبار تھی اس کا سب بیان اقبال نامہ میں لکھا (۲۰) پیر محمد خان شروانی۔ اس کے باپ کا حال کچھ معلوم نہیں وہ پنجزاری امرار میں تھا پہلے وہ ملا تھا۔ قندھار میں وہ بیرام خان کا ملازم ہوا۔ اسی کی بدولت مرتبہ امارت پر پہنچا اور اسی کی جانب سے وکالت پر مقرر ہوا۔

پیر محمد خان نے ایسی ثروت ہم پہنچائی کہ اس کے دسترخوان پر پانسو قاب چینی جاتی تھیں۔ تختہ و نحوٹ کے ساتھ کریم و فزع بھی تھا۔ کئی دفعہ اس نے ہر یک دفعہ میں پانچ پانچ سو گھوڑے انعام میں دیدیئے اس میں غرور سپاہ گری اور تعصب ملانی دو نو جمع تھے۔ (۲۱) خان اعظم مرزا عزیز کو کہ۔ یہ چھوٹا بیٹا شمس الدین انگہ کا ہے وہ شہنشاہ اکبر کا ہم عمر تھا اور اس کے ساتھ کھیلا تھا۔ پادشاہ اس پر بہت عنایت کرتا تھا۔ ماں اس کی جی جی بیگم تھی جس کی خاطر داری پادشاہ اپنی سگی ماں سے بھی زیادہ کرتا تھا یہی سبب تھا کہ مرزا ہمیشہ پادشاہ کے ساتھ گستاخان کرتا تھا اور وہ ان پر کچھ خیال نہیں کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میرے اندر عزیز کے درمیان جوے شیر ہے جس سے میں گزر نہیں سکتا۔ ۳۹ میں سلطان مراد نے اس کی بیٹی سے نکاح کیا۔

۳۹ میں اکبر نے مرزا کو کہو اپنے پاس بلایا کئی برس سے وہ اس سے ملانہ تھا۔ مگر اس کو پادشاہ کی نہ ہی بدعتیں جیسی کہ پادشاہ کو سجدہ کرنا اور دارھی منڈانا پسند نہ تھا اس نے پادشاہ پر

جانا ناگوار تھا جانے میں عذر کے پادشاہ کو مذہب کی بابت صاف صاف لکھا کہ عثمان علی کریم
جگہ توفیقی و ابو الفضل کو اپنے مقرر کیا ہے شہین کی جگہ کس کو مقرر فرمائیں گے۔ حاصل یہ ہے
کہ الہی جہاز میں بیٹھ کر حجاز روانہ ہوا اس نے چھ چھوٹے بیٹے خورم و انور و عبد اللہ و عبد اللطیف
و میر تقی و عبد الغفور اور چھ بیٹیاں اور ان کی بایں اور سولہ ملازمین ساتھ لئے۔ پادشاہ کو
اس کے جانے کا افسوس ہوا اس کے بڑے بیٹوں شمس اور شادمان کو منصب جاگیر عنایت
ہوئے شیخ عبد القادر بدایونی نے اس کے حج جانے کی یہ تاریخ لکھی ہے

و لے در زعم شہنشاہ کج رفت
بگفتا میسرزاکو کہ بر حج رفت

بجائے راستان شد خان اعظم
چو رسیدم بدل تاریخ این سال

کہتے ہیں کہ اس نے حرمین میں بہت روپیہ خرچ کیا۔ روانہ مبارک کا خرچ پچاس سالہ
شریف کو حوالہ کیا وہاں حجرے خرید کر کے وقف کئے جب اس کو اپنے حال پر پادشاہ کی
تازہ عنایتوں کا حال معلوم ہوا تو وہ ہندوستان کی طرف آیا اور پندرہ بلاول میں اتر
شروع ۳۰ سالہ میں پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اپنے منصب پر بحال ہوا اور صوبہ بہار کا
تمول دار ہوا ۱۰ سالہ میں وکالت کا عہدہ ملا اور مر شاہی عنایت ہوئی اور ۱۰ سالہ میں
صوبہ ملتان جاگیر میں ملا ۱۰ سالہ میں محاصرہ آسیر میں پادشاہ کے ساتھ تھا انہیں دنوں
میں مرزا کی والدہ کا انتقال ہوا جس کے تابوت کو پادشاہ نے اپنے کندھوں پر اٹھایا
اور سوگواروں میں بھدرا کیا۔ سر و موچھوں کے بال منڈائے اگرچہ یہ کوشش کی گئی کہ سوگوار
اس کے فرزندوں کے کوئی اور بھدرانہ کرے مگر بہت آدمیوں نے اپنا بھدر کر لیا۔

سلطان خسرو پسر گلان شاہزادہ سلیم نے کہ راجہ مان سنگھ کا ہمیشہ زادہ تھا مرزا کی بیٹی سے
نکاح کیا۔ یہ سلطنت کے دور کن کہیں دولت خسروی کے ارتفاع میں بڑی کوشش کرتے تھے
خصوصاً مرزا کو کہ کو ایسی محبت تھی کہ وہ کہتا تھا کہ میں اس سے خوشی ہوں کہ میرے ایک کان میں
خسرو کی سلطنت کا فردہ پہنچے اور دوسرے کان سے میری جان نکل جائے جب کہ بڑا ہو کر مرزا کو

ہوا ہی تو ان دونوں نے خسر کے پادشاہ بنانے میں سعی کی مگر ناکامیاب ہے ابھی پادشاہ میں رتق جان
باقی تھی کہ شیخ فرید بخاری اور امیر نے جہانگیر کو بلا کر شہنشاہ کر دیا۔ مارہنگہ نے آگرہ کے قلعہ خسر کو
لیکر بنگالہ چلے جانے کا قصد کیا مزارعہ نے بھی اس کے ساتھ ارادہ کیا اور اپنے سارے کنبے کو راجہ
پاس بھیج دیا اور خود پادشاہ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوا خزانہ کا پہنچانا ضرورت تھا بار برداری موجود
نہ تھی راجہ نے بھی عذر کیا ناچار مزارعہ قلعہ میں رہا اور پادشاہ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوا۔
جب سال اول جہانگیری میں خسر واپسے بغاوت کر کے بھاگا تو یہ گمان تھا کہ مزارعہ کے انہواور ہونو
سے اس نے یہ حرکت کی اس لئے مزارعہ عرض غتاب میں آیا۔

کہتے ہیں کہ مزارعہ نے ہنس کر دربار میں جاتا تھا اور جانتا تھا کہ میں ماراجا ونگازبان اس کے
اختیار میں نہ تھی یہودہ بکتا تھا امیر الامار سے بیدھڑک گفتگو کرتا تھا پادشاہ دربار سے
اٹھا خلوت میں مشورہ کیا۔ امیر الامار نے کہا کہ اس کے مارنے میں ذرا توقف نہیں کرنا
چاہئے حمایت خان نے عرض کیا کہ میں مشورہ میں تو کچھ دخل نہیں دیتا سپاہی ہوں شمشیر
میرے پاس ہے اس کی کمر میں مارتا ہوں اگر اس کے دو ٹکڑے نہ ہوں تو میرے کمر ہاتھ
کاٹ ڈالے جب خان جہان لودی پر نوبت آئی تو اس نے کہا مجھے اس کے طالع پر حیرت
ہے کہ جہان حضرت کا نام شہرت رکھتا ہے وہاں اس کا نام بھی مشہور ہے بظاہر کوئی حرکت
اُس نے ایسی نہیں کی کہ وہ واجب القتل ہو اگر وہ مارا جائیگا تو خلق یہ کہیگی کہ بے گناہ
مارا گیا اس سے پادشاہ کا غصہ کچھ فرو ہوا کہ سلیم بیگم والدہ پادشاہ نے پس پردہ
فریاد کی کہ اے حضرت مزارعہ کو کی شفاعت کے لئے سب بیگمیں حاضر ہیں اگر آپ شریف
لائیں تو بہتر ہے ورنہ ہم سب باہر آتے ہیں۔ ناچار پادشاہ محل میں گیا ان کے بمبالغہ سے
اس کی عفو و تقصیر کی اور انہوں نے معاذ مزارعہ نے نہیں کھائی تھی اپنے پاس سے دی اور اس کو
اپنے گھر نصبت کیا انہیں دنوں میں ایک دن خواجہ ابوالحسن ترسی نے مزارعہ کو کا خط جو
اُس نے راجہ علی خان مرزبان خاندیس کو لکھا تھا اور اس میں اکبر کی نسبت ایسے الفاظ

لکھے تھے کہ کوئی نہیں لکھتا اور آسیر کی فتح کے بعد راجہ علی خان کے اسباب میں یہ خط خواجہ
 ہاتھ لگا تھا اور برسوں سے اُس کے پاس تھا آخر کو اس کا ضبط نہ کر سکا جہانگیر کی نظر سے
 گذرنا۔ پادشاہ نے خان اعظم کو دیا اس نے بے محابا پڑھنا شروع کیا۔ باریابان حضور نے
 ہر جانب سے اُس پر لعن طعن کی۔ پادشاہ نے فرمایا کہ اب تک محبت جو میرے باپ کو تیرے
 ساتھ تھی وہی مانع تھی کہ میں تیرے سر کا بوجھ تیرے کندھوں سے ہلکا نہیں کرتا میں مجھے
 جاگیر اور منصب سے معزول کر کے نظر بند کرنا ہوں۔ مگر پھر ستمہ جلوں جہانگیری میں گجرات کی
 صوبہ داری اُس کو دی گئی اس کا بڑا بیٹا جہانگیر قلی ملک کی حراست کے واسطے نائب مقرر ہوا
 جب مہم دکن میں امرا کی بے التفاتی سے کامیابی نہ ہوئی خان اعظم دس ہزار سواروں کے
 ساتھ ملک کے لئے بھیجا اس نے برہان پور سے رانا کی مہم میں جانے کی درخواست کی
 اور کہا کہ اگر اس جنگ میں مارا جاؤنگا تو شہید ہوں گا حسب خواہش اس کی مہم کا سارا
 سامان اس کے سپرد ہوا جب برسہا برس کا ہوا تو عرضداشت بھیجی کہ جب تک پادشاہ
 خود نہیں آئیں گے یہ عقدہ دشوار حل نہ ہوگا اس لئے پادشاہ ۲۲ سالہ میں اجیر میں آیا اس کی
 التماس سے شاہزادہ شاہجہان رانا کی مہم میں مقرر ہوا مگر دارکار اُس کی صوابت پر
 منحصر رہا۔ مگر اس شاہزادہ نے اس کے ساتھ ناپسندیدہ سلوک کیے کیونکہ اس کو خسر و کا
 طرف رجحان تھا مابت خان بھیجا گیا کہ اس کو اودے پور سے پادشاہ پاس لائے۔
 ۴۹ میں وہ آصف خان کے حوالہ ہوا کہ قلعہ گوالیار میں مجبوس رکھے۔ مرزا کی زبانی
 نقل کرتے ہیں کہ آصف خان نے پادشاہ سے عرض کی مرزا میرے مرنے کے لئے دعا مانگا تھا
 اور اس دعا کے لئے خلوت و تبرک حیوانات و جماع شرط ہے اور یہ سب باتیں جس میں موجود
 ہیں اس لئے حکم ہوا کہ مرزا کے لئے اطعمہ گزیدہ گوشت مرغ و دراج کے لگائے جایا کریں۔
 مصرعہ عدد شود بسبب خیر گرخدا خواہد مرزا کو بالکل اس کی خبر نہ تھی۔ ایک سال کے
 بعد وہ زندان سے پھر آزاد ہوا اور اسے نوشتہ کیا گیا حضور میں کوئی حریف

ناپرسیدہ نہ کہے۔ زبان اس کے اختیار میں نہ تھی۔ اس سبب سے جہانگیر نے کہا کہ باپ کا ضامن ہو
 اس نے عرض کیا کہ میں باپ کی سب باتوں کا ضامن ہو سکتا ہوں مگر زبان کا نہیں ہو سکتا
 جب پادشاہ نے اس کا بیخبراری منصب بحال کرنا چاہا تو اس نے شاہ جہان سے یہ نقل کی
 کہ جب عرش آستینانی (اکبر) نے خان اعظم کے منصب میں دو ہزاری کا اضافہ کیا شیخ فرید بخش
 وراجہ رام داس کو اس کے گھر بھیجا کہ مبارکباد دیں وہ حمام میں تھا پھر بھرتک یہ امر اس کے
 دروازہ پر بیٹھے ہے بعد ازاں وہ دیوانخانہ میں آیا اور اس کو بلایا۔ ان سے مبارکباد
 سنی اور بیٹھے بیٹھے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کو بغیر کسی مدارات کے رخصت کیا۔ یہ بات
 مجھے یاد ہے مجھے شرم آتی ہے کہ مرزا کو کہ اپنی بجالی منصب کے لئے گھر ہو کر تسلیم کرے
 اب بابا تم اس کی نیابت میں آداب بجالاؤ۔ شاہ میں داؤد بخش پسر خسر و گجرات کی صورت پر مبنی
 نامزد ہوا مرزا کو کہ اس کا اتالیق مقرر ہوا۔ احمد آباد میں ۱۳۳۰ء کو اجل طبعی اس کو آئی۔ جدت
 ذہن سلامت بیان میں اس کو کمال تھا۔ تاریخ دانی میں مستثنیٰ تھا۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتا تھا
 خط نستعلیق خوب لکھتا تھا۔ مدعا نویسی میں پڑھائی رکھتا تھا۔ عربی زبان نہیں جانتا تھا۔
 مصاحبت میں بے نظیر تھا۔ سخنمبارکین کہتا تھا۔ اس کا قول تھا جب کوئی شخص کوئی بات
 کہتا ہے تو میں اس کو سچ جانتا ہوں جب وہ اس میں مبالغہ کرتا ہے تو مجھے شبہ ہوتا ہے
 اور جب وہ سوگند کھاتا ہے تو اس کو دروغ جانتا ہوں۔ اس کے لطائف و ظرائف میں
 ایک یہ ہے کہ دولت مند آدمی کو چار بیویاں کرنی لازم ہیں ایک عوامی مصاحبت و ہمزبانی
 کے لئے دوم خراسانی سامان خانہ کے واسطے سوم ہندی زناشوی کے واسطے چہارم
 ماوراء النہر شلاق (تازیانہ زنی) کے لئے کہ اوروں کو عبرت ہو مگر جنت و نفاق و دروغ گوئی
 میں سب پر سبقت لے گیا تھا۔ بہت مغلوب الغضب تھا۔ پادشاہ نے جو نذر ہب لکھی بنایا تھا
 اس کو لغو و ہیو وہ جانتا تھا۔

خان اعظم کی اولاد بہت تھی (۱) سب میں بڑا بیٹا شمسی تھا جس کا حال اوپر بیان ہوا

اُس کو جہانگیر کے عہد میں جہانگیر قلی کا خطاب ملا (۲) مرزا شادمان اسکو شاد خان کا خطاب ملا
(۳) مرزا خورم۔ اس کو اکبر نے گجرات میں جوگڑھ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ جہانگیر نے اُس کو
کامل خان کا خطاب دیا اور وہ شاہزادہ خورم (شاہجہان) کے ساتھ دکن گیا (۴) مرزا عبد اللہ
اس کو جہانگیر نے سردار خان کا خطاب دیا وہ اپنے باپ کے ساتھ گوالیار میں مقید ہوا تھا۔
(۵) مرزا انور۔ اس کی شادی زین خان کوکہ کی بیٹی سے ہوئی (۶) ان سب کو منصب
پنجنزاری سے لیکر دہنزاری تک ملے۔

مرزا عزیز کی ایک بہن کی شادی عبدالرحیم خانخانان سے ہوئی۔

(۲۲) بہادر خان شیبانی۔ برادر خور د خان زمان۔ اصل نام اس کا محمد سعید ہے وہ پنجنزاری
امرا میں سے ہے طبیعت موزون رکھتا تھا۔ شعر کہتا تھا۔ باقی حالات اس کے اقبال نامہ میں لکھے گئے
(۲۳) راجہ بہاری مل پسر پتھی راج کچھواہہ۔ بعض تاریخوں میں راجہ پہاڑا مل لکھا ہے
کچھواہہ کی قوم میں دو گروہ ہیں۔ ایک راجاوتہ دوسرا سیکھاوت (شیخاوت) یہ راجہ
راجاوت تھا۔ صوبہ اجمیر کے مضاف میں اور مارواڑ کے جنوب میں انیر اس کے باپ ادا
بوم شین تھے۔ گومارواڑ کی برابر انیر نہ تھا مگر اُس سے سیر حاصل زیادہ تھا۔
بہاری مل ہی راجپوتوں میں اول ہے جو اکبر کی خدمت میں آیا ہے۔ اس کا ذکر شگرف نامہ
اور اقبال نامہ میں مذکور ہے۔

اس سرزمین میں سب سے بڑا ہی تھا۔ قصبہ سنگا نیر میں راجہ اپنے اکثر رشتہ داروں کے
ساتھ پادشاہ کا بساط بوس ہوا۔ پادشاہ نے اس پر مہربانی کر کے اس کی قدر
و شرافت کو بڑھایا۔ راجہ نے یہ چاہا کہ میں زمینداروں کے زمرہ سے نکل کر درگاہ
پادشاہی کا مخصوص ہوں اس لئے پادشاہ سے درخواست کی کہ اس کی بیٹی سے
وہ بیاہ کرے۔ پادشاہ نے قبول کیا جب پادشاہ نے اجمیر سے مراجعت کی ہو تو
سانجھ میں راجہ نے اپنی بیٹی کا دولہ بھجوا دیا۔ منزل رتن میں راجہ اپنے بیٹے بھگونت داس

اور پوتے کنور مان سنگھ کے پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پادشاہ نے ہندوستان کے تمام راجاؤں اور رایوں سے راجہ کی اور اس کے فرزندوں اور پوتوں کی قدر و منزلت بڑھائی اور مراتب بزرگ اور مناصب رجسند عنایت کئے راجہ کو پنچہاری کا منصب یکروطن کو رخصت کیا اور راجہ بھگو انداس اور کنور مان سنگھ پادشاہ کے ساتھ آگرہ گئے اور تندر بیج مذاہج علی سرفراز ہوئے۔ راجہ بہاری مل نے آگرہ میں انتقال کیا۔

کہتے ہیں کہ ۱۷۹۱ء میں دھولا رائے سپر سورانے انبیر کو آباد کیا تھا۔ بہاری مل اس کی اٹھائیویں پڑھی میں تھا۔

(۲۴) خانبھان جین قلی خان یا بیگ پسرو لی بیگنہ والقدریہ بیرام خان کا بھانجا ہوا اس کا باپ لی بیگنہ والقدریہ تھا کہ بیرام خان کے زمانہ میں سب مرار پر اعتبار میں تفوق و برتری رکھتا تھا خانبھان کے سارے کام اقبال نامہ میں تحریر ہیں۔

(۲۵) سعید خان چغتیه بن یعقوب بیگ بن ابراہیم جابوق۔ مدتوں سے اس کے باپ دادا خاندان تیمور کے نامور ملازموں میں چلے آتے ہیں اس کا دادا ابراہیم بیگ جابوق امرار ہمایون میں سے تھا جس نے بنگالہ کی یورش میں ناموری حاصل کی جو پور کے قریب اس کے بیٹے یوسف بیگ پر جلال خان (سلیم شاہ) نے حملہ کیا اور مار ڈالا اس کا دوسرا بیٹا یعقوب بیگ جو سعید خان کا باپ تھا ہمایون کے نامور میروں میں تھا طبقات اکبری میں لکھا ہوا کہ ہمایون کے عہد میں جہانگیر قلی بیگ جو حاکم بنگال تھا اس کا بھائی تھا۔

عہد اکبری میں سعید کی ترقی عظیم ہوئی وہ دولت اعتبار و سرداری اور نام آوری میں اپنے باپ دادا سے بڑھ گیا۔ مدتوں تک ملتان کا حاکم رہا ۱۶۰۲ء الہی میں وہ شاہزادہ سلطان دانیال کا اتالیق مقرر ہوا۔ جب پنجاب کے باشندوں نے شاہ قلی کی شکایتیں متواتر کیں وہ اس کی جگہ صوبہ دار پنجاب میں مقرر ہوا پھر راجہ بھگو انداس اس کی جگہ مقرر ہوا اور اس کو سرکار سنبل تپول میں کی ۱۶۰۳ء الہی میں پادشاہ نے

اس کو اپنے پاس بلایا اور منصب سہ ہزاری عنایت کیا پھر وہ حاجی پور میں مرزا کو کہ کی جگہ مقرر ہوا۔ ۳۲۲ الہی میں جب بنگال میں وزیر خان مر گیا تو سعید خان بنگالہ کا صوبہ دار مقرر ہوا اور اس عہدہ پر وہ سنہ ۱۱۰۱ الہی تک وہ قائم رہا اس کی ترقی پنجہزاری منصب پر ہوئی پھر مکران سنگہ اس کی جگہ مقرر ہوا ۱۱۰۲ سنہ میں ٹھٹھہ میں مرزا غازی نے اپنے باپ جانی بیگ کے مرنے کے بعد خود سری اختیار کی تو پادشاہ جاگیر میں ملتان دھکڑا تنخواہ میں دی اس نے یہاں کے باغیوں کو مطیع کیا۔

جب جہانگیر پادشاہ ہوا تو اس کو پنجاب کی حکومت یہ چمک لیکر دی گئی کہ اگر اس کے خواجہ سرا ظلم کریں تو اس کا سر کاٹ لیا جائے مگر موت نے اس کو اپنے اس کو اپنے اس عہدہ پر پہنچنے نہیں دیا۔ ۱۱۰۳ سنہ کے باغ میں دفن کر دیا۔

کتنے ہیں اس نے اپنی ساری مہمات کا اختیار چتر بھوج کو حوالہ کیا تھا خود خواجہ سرا یون پر شیفٹہ تھا بارہ سو خواجہ سرا خوش چہرہ اور مقطع اس نے جمع کئے تھے ان میں سے زیادہ برگزیدہ تین تھے وہ چار چار سو خواجہ سرا یون کو زیرب زینت دیکرات کو چوکی تے تھے اس کے بھولے پن کی حکایت لکھی ہے کہ جب وہ ملتان میں آیا تھا اس کے خزانہ میں سونا غیر مسکوک منظر دے تھا نو کروں نے عرض کیا کہ بنگالہ کی زمین میں سیلابی تھی اس لئے سونے کا وزن بڑھ گیا تھا اب ملتان میں آفتاب میں کمال حرارت ہے اس وزن میں سیر کم ہو گیا ہے سعید خان نے کہا کہ بہت کم تفاوت ہو اہم کو اس سے زیادہ کا گمان تھا عہد اکبری میں یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ اس کے امرا میں جو بہت درجہ مراتب اعلیٰ پر پہنچے ہوں ایسے احمق ہوں۔ شاید اس نے اپنی امارت کے سبب سے اغماض کیا ہو اس کے ایک خواجہ سرا یکدل نے آگرہ سے چھ کر وہ پر قلعہ اور سر کر بنا کر بلال آباد کیا۔ دو سرا خواجہ سرا اس کا اختیار خان اس کا وکیل تھا تیسرا خواجہ سرا اعتبار خان اسکی جاگیر کا فوجدار تھا (۲۶) شہاب الدین احمد خان۔ وہ سادات نیشاپور سے تھا وہ باہم انگہ سے

خوشی اور اخلاص رکھتا تھا وہ ہیرام خان کا بڑا بھائی تھا اس کے تباہ کرنے میں وہ بڑا سہم رکھتا تھا۔
 جب شہاب الدین احمد دہلی میں حاکم تھا تو اس نے فیروز شاہ کی نہر جو پرگنہ خضر آباد سے
 سفیدان تک بنی تھی مرمت کرائی اور اس کا نام نہر شہاب رکھا اس نہر کی دوبارہ مرمت
 شاہ جہان کے حکم سے اس کے سلسلہ جلوس میں حکومت خان نے کی اور فیض نہر اس کا
 نام رکھا گیا اور رنگ زیب کے عہد میں پھر وہ آٹ گئی پھر اس کی مرمت انگریزوں نے کی
 (۲۷) راجہ بھگوان داس پسر راجہ بہاری مل کچھواہہ - سسٹھے میں گجرات کی تسخیر کے
 بعد جنگ سرنال میں اس نے اپنی شجاعت سے شہنشاہ اکبر کی جان بچا دی تھی
 راجہ نے سسٹھے میں اپنی بیٹی کا بیاہ سلطان سلیم سے کیا۔ پادشاہ خود راجہ کے گھر بیٹے کو
 بیاہنے کو گیا۔ بہو کے چوڑوں کو خود اور شہزادہ اٹھا کر لایا۔ سسٹھے میں سلطان خسرو
 اس سے پیدا ہوا۔ سسٹھے میں پنجزاری کے منصب پر بلند ہوا۔

وہ راجہ تو دہلی کی ارحی کے ساتھ گیا تھا جب گھر آیا تو استفرغ کیا جس بول ہوا
 پارنچ روز میں مر گیا اس کے اعمال خیر میں سے لاہور کی مسجد جامع کی تعمیر ہے اس میں
 اکثر آدمی نماز جمعہ پڑھتے ہیں۔

(۲۸) قطب الدین خان - شمس الدین خان اتکہ کا بھائی ہے۔ پنجاب میں وہ تیولدار تھا یہاں
 اس نے بقاع خیر تعمیر کرائیں۔

خاندان تیموریہ میں داقو (گرم کپڑا) سے زیادہ کوئی خلعت گرانمایہ نہیں بلکہ بیگی کا
 خطاب اعظم القاب میں سے ہے۔ یہ دونوں اس کو مرحمت ہوئے اس خوشی میں اس نے
 ایک جشن عالی ترتیب دیا جس میں پادشاہ خود گیا اور شاہزادہ سلیم کو اپنے ہاتھوں سے
 اس کے کندھے پر سوار کیا۔

قطب الدین خان کے بیٹے نحرنگ خان نے مرزا خاں خاندان کے ماتحت گجرات میں
 کام کیا اور مالوہ میں جاگیر پائی اور بعد ازاں گجرات میں وہ سسٹھے میں مر گیا۔ طبقاً اکبری میں

لکھا ہے کہ نورنگ خان چار ہزاری منصب رکھتا تھا اسلئے میں جو ناگڈھ کا حاکم تھا۔
پسروم افس کا گوجر خان ہفت صدی تھا اور مرزا اعظم خان کو کہ کے ماتحت کام کرتا تھا اور
جگات میں قبول رکھتا تھا۔

(۲۹) خانخانان مرزا عبدالرحیم پسر پیرام خان۔ اس کی مان جمال خان میواتی کی بیٹی تھیں
جب ملک سندھ سلطنت شاہی میں اس کی کوشش سے شامل ہوا تو بلاشبہ کسی نے جو خانخانان
نوکر تھا فتح سندھ کی بابت ایک شنوی کہی جس کی ایک بیت نیچے لکھی ہے اس فتح میں جاکر
مرزا جانی بیگ آزاد ہوا تھا۔

گرفتگی و آزاد کردی زدام

ہمائے کہ برچرخ کردے خرام

خانخانان نے شعر کے صلہ میں ہزار اشرفی دیں اور مرزا جانی نے بھی ملا کو ایک ہزار اشرفی
انعام دی اور کہا کہ رحمت خدا مرا ہماگفتی اگر شغال میگفتی زبانت کہ می گرفت
خانخانان قابلیت استعداد میں یکساں روزگار تھا۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ ہندی
(سنسکرت) میں لکھنے پڑھنے کا ملکہ رکھتا تھا۔ شعر خوب سمجھتا تھا اور کہتا تھا تخلص رحیم
کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ بہت سی مروج زبانیں وہ بول سکتا تھا۔ شجاعت میں وہ ضرب المثل تھا
اس کی عجیب و غریب حکایتیں مشہور ہیں کہ ایک دن چھٹیوں پر دستخط کرتا تھا کہ ایک
پیادہ کی چٹھی میں غلطی سے ہزار ٹککہ کی جگہ ہزار روپے لکھے گئے دستخط کر کے اس چٹھی کو
بحال رکھا۔ کئی دفعہ شعرا کو زور سرخ ان کے وزن کی برابر تول کر دیا ملا نظیری نے ایک دفعہ
کہا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ ایک لکھ روپیہ کا تو وہ کتنا بڑا ہوتا ہے۔ خانخانان نے خزانہ سے
ایک لاکھ روپیہ منگا کر اس کا ڈھیر لگایا ملا نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے آج خواب کی
بدولت اس قدر زکا تو وہ دیکھا۔ خانخانان نے یہ روپیہ اُسی کو دیدیا وہ ہمیشہ
علم اور دولیثوں کو ظاہر و پوشیدہ بہت روپیہ دیتا تھا۔ اور دور دور
سایانہ بھیجتا تھا۔ ہر فن کے اہل کمال کا اجتماع اس کے زمانہ میں ہوا اصل یہ کہ وہ

سخاوت و شجاعت و دانش و تدبیر میں سوا در روزگار تھا لیکن کینہ و رسی اور دنیا دوستی
 و زمانہ سازی بہت کیا کرتا تھا اور دشمن کے ساتھ دوستی کے لباس میں دشمنی کرتا تھا بدعتا
 تین برس دکن میں رہا جو کوئی شاہزادوں اور امیروں میں سے اس کی ملک کو آیا اور اس کے
 ساتھ سلاطین دکن کا اخلاص اس نے دیکھا تو اس کی نسبت نفاق کے منصوبے کرنے لگا۔
 شیخ ابوالفضل نے بھی اس کے حق میں فتویٰ بغاوت دیا عہد بھانگیری میں ملک عبیر کے ساتھ دوستی
 میں مہم ہو کر بلا گیا اس کے نوکر محمد معصوم نے یہ کورنگی کی کہ بادشاہ سے عرض کیا کہ کاتب ملک عبیر
 شیخ عبد السلام لکھنوی ملازم خانخانان پاس ہیں۔ مہابت خان نے اس کی پرورش میں اس
 بچہ پر ایسی تعذیب کی کہ وہ جان سے گیا مگر افشائے راز میں لب نہ کھولا۔

عہد اکبری میں خانخانان کی خدمات ثلاثہ میں یہ تین کا رہنمایان تھے (۱) فتح گجرات
 (۲) تسخیر سندھ (۳) شکست سہیل خان بجا پوری۔ مگر بھانگیر کے عہد میں اس نے
 کوئی بڑا کام نہیں کیا اور باوجود درست دانائی اور فہمید پسندیدہ کے ذلتیں اٹھائیں
 مگر جب جاہ سے ہاتھ نہیں اٹھایا ہمیشہ دربار کے اخبار کا جویان رہتا تھا۔ ڈاک چوکی میں
 وہ تین ہزار آدمی ہر روز روزنامہ لکھ کر بھیجتے تھے۔ عدالت خانہ کچہری و چوڑہ میں ہر ایک
 کہ کوچہ و گلی و بازار دن میں جاسوس مقرر تھے کہ جو کچھ افواہ عوام میں سنتے تھے وہ تحریر
 میں لاتے تھے اور خانخانان پاس بھیجتے تھے وہ شام کو سب کو پڑھ کر آگ میں جلا دیتا
 تھا۔ باوجودیکہ خانخانان کا باپ امامیہ مذہب رکھتا تھا مگر وہ اپنے تسنن کا اظہار
 کرتا تھا لوگ اس پر تقیہ کا گمان کرتے تھے۔ مگر اس کے بیٹے متعصب سنی تھے۔
 خانخانان کے عہد ملازموں میں میان فہم تھا۔ اگرچہ کینزک زادہ یا وہ غلام مشہور تھا
 مگر اصل میں وہ ایک راجپوت کا لڑکا تھا اس کو مشل فرزندوں کے خانخانان نے
 پالا تھا کمال صلاح و تقوے رکھتا تھا دم واپسین تک نماز تہجد و چاشت و اشراق
 قضا نہیں کی۔ درویش دوست تھا۔ سپاہ سے برادرانہ ملاقات کرتا تھا۔ لیکن

تذمر ارج تھا۔ کوڑے ہمیشہ بجاتا رہتا تھا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ شاہجہانی راہہ بکرماجیت
 داراب خان کے ساتھ نیکہ لگائے ہوئے ایک مسند پر بیٹھے ہیں۔ تو اُس نے داراب سے کہا کہ
 بیرام خان کے پوتے کی برابر رہیں بیٹھے۔ کاش مرزا ایرج کے عوض تو مرا ہوتا دو نوٹے
 اُس سے عذر خواہی کی۔ آخر خانخانان کی طبیعت اُس سے مخوف ہو گئی تھی اس نے سرکار
 بیجاگڈہ کا محاسبہ لیا تو اُس نے خانخانان سے بہت درستی کی اور حافظ نصر اللہ کہ دیوان
 صاحب اختیار تھامنے پر طمانچہ مارا اور شہر سے باہر نکال دیا۔ کہتے ہیں کہ آدھی رات کو خانخانان
 خود اس کو مناکر لے آیا۔ وہ شجاعت و تہور میں غضب تھا جب خانخانان کی قید کی فکر پڑ
 مہابت خان ہوا تو اول اُس نے یہ چاہا کہ فیہم کو منصب کی طمع دیکر اور وعدے کر کے فریقہ
 کرے مگر وہ راضی نہ ہوا۔ مہابت خان نے اُس سے کہا کہ کب تک اپنی سپاہ گری پر ناز کریگا۔
 فیہم نے ہر چند خانخانان سے کہا کہ یہاں غدر و مکر معلوم ہوتا ہے مبادا کہین ذلت
 و خواری کی نوبت نہ آئے مستعد ہو کر حضور کا عزم کرنا چاہئے مگر اس نے قبول نہ کیا
 جب اس کا آقا نظر بند ہوا اور مہابت خان نے پہلے پادشاہی آدمی فیہم پاس بھیجے
 اس نے اپنے بیٹے فیروز خان سے کہا کہ اتنی ویرنگ آدمیوں کو روکے رہ کہ میں وضو کر کے سلامتی
 ایمان کا دو گانہ پڑھوں اس سے فراغت پا کر اس نے مع سپر اور چالیس ملازموں کے جان فدا کی۔
 (۳۰) راہہ مان سنگہ۔ یہ راہہ بھگونت داس کچھواہہ کا بیٹا ہے وہ آبیسر میں پیدا ہوا
 تھا۔ فرنگستانی مورخ اس کو راہہ بھگونت داس کا بیٹے بتاتے ہیں لیکن مسلمان مورخوں نے
 کہیں اس کا ذکر نہیں کیا شاید اس کا سبب یہ ہو کہ ہندو حقیقی بیٹے اور بیٹے میں ذرا فرق بھی
 نہیں کرتے شہنشاہ اکبر کبھی اس کو فرزند کہتا تھا کبھی مرزا راہہ ہندوؤں کے مذہب میں پالیا
 نے پارجانا منع ہے جب راہہ کو اس دریا کے پار جانے کا حکم دیا تو یہ ہندی شعریاد شاہ نے
 لکھ کر بھیجے۔

سب بھوم ہے گو پال کا جس میں اٹک کیا	جس کام میں اٹک سے سو من اٹک ہوئے گا
-------------------------------------	-------------------------------------

سال نہم جہانگیری میں راجہ اجل طبعی سے مرگیا پسندہ سوراہیوں میں سے ساٹھ سستی ہوئیں اس کے بہت سے بیٹوں میں سے فقط ایک بیٹا بھاؤ سنگہ زندہ تھا۔ راجہ نے حکومت بنگالہ میں عجب ثروت و دولت و طرفہ ساز و سامان بہم پہنچایا تھا اُس کے نوکر سری و سرداری کرتے تھے۔ ایک فصیح پسندہ پنچہاری اس کی ماتحتی میں کام کرتے تھے۔ بالا گھاٹ میں غلہ کا قحط ایسا ہوا کہ ایک روپیہ کے آٹے میں بھی آدمی کا پیٹ نہیں بھرتا تھا ایک دن اس نے بکھری سے اٹھ کر کہا کہ اگر میں مسلمان ہوتا تو ایک وقت طعام ہزار مسلمانوں کے ساتھ کھاتا مگر میں سب کی ریش سفید ہوں۔ مجھ سے سب بھائی برگ قبول قبول کریں۔

اول خان جہان لودھی نے ہاتھ سر پر رکھ کر کہا کہ مجھے قبول ہے پھر اوروں نے بھی قبول کیا۔ راجہ نے پوچھا کہ ایک سو روپیہ پنچہاری کا اور اس حساب سے اوروں کا مقرر کیا۔ ہرات کو ایک خلیفہ میں شخص پاس یہ روپیہ جاتا اس کا نام اس پر لکھا ہوتا۔ لشکر کے سپاہیوں کو رسد پہنچنے تک جفا سستی قیمت پر وہ دیتا تین چار مہینے میں یہ سفر اسی طرح طے ہوا۔ راہ میں مسلمانوں کے واسطے حمام و کپڑے کی مسجد بنا کر ایستادہ کرتا۔

(۳۰) محمد قلی خان بلاس۔ یہ نرادر بونق یا بونق سے ہے۔ ہاپون کی خدمت گزاری سے اس نے ترقی پائی اور ملتان اس کو جاگیر میں ملا۔ اکبر کی ابتدا سے سلطنت میں وہ شمس الدین خان انگہ کے ساتھ ملا۔ اہل و عیال کو کابل سے ہندوستان میں لایا اس کی جاگیر ناگور میں منتقل ہوئی کچھ ٹھوسے نوں تک مالوہ میں بھی حاکم رہا اور اس کے کام اپنے مقام پر بیان ہوئے ہیں۔ ۱۱۵۹ھ میں اس نے انتقال کیا۔

(۳۲) ترسون محمد خان۔ شاہ محمد خان سیف الملوک کا خواہر زادہ ہے۔ سیف الملک غر جستان مضاف خراسان کا خود مختار حاکم تھا مگر شاہ ظہا سنے اس کو اپنا مطیع بنایا۔ ابستداری میں ترسون محمد خان بیرام خان کا ملازم ہوا۔ اس کی خدمات کا حال قبیل نامہ میں لکھا ہے۔

۱۱۹۹ھ میں معصوم خان نے اس کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔

(۳۳) قیا خان گنگ۔ (قیاس کے معنی ترکی زبان میں زیب کے ہیں اور گنگا کے معنی فارسی

زبان میں گنگنے کے پین) یہ امر ہمایوں میں سے ہو۔ ہمایوں کے آخر محمد میں وہ کول جلالی کی حد میں لوازم خدمت بجالایا تھا وہ بیرام خان کا دوست تھا مگر سب سے اول وہ اُسے چھوڑ کر اکبر سے آن ملا تھا اور وہ ۹۸۹ء میں مارا گیا۔ اُس کا بیٹا تردی خان منصب یک ہزار پانصد ہی کھتا تھا وہ شاہزادہ دانیال کے ساتھ دکن گیا وہاں وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہوا مگر شہ میں پھر وہ بحال ہوا اور منصب دو ہزار و پانصدی اور پانچ لاکھ روپیہ انعام ملا۔

امیر چار ہزار و پانصدی

(۳۴) زین خان کو کہ اس کی مان کا نام بیچہ جان تھا اور وہ اکبر شہنشاہ کی ایک انگہ تھی اس کا باپ مقصود علی ایک پاک طینت صدق و دیانت کے ساتھ متعفف تھا اور مریم مکانی کا ملازم تھا اور اس کے ہودج کے حوالی سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا اس کے بھائی خواجہ حسن یعنی زین خان کی چچا کی بیٹی سے شاہزادہ سلطان سلیم کا نکاح ہوا جس کے بطن سے ۹۹۷ء میں پرویز پیدا ہوا۔ مہمات یوسف زئی اور سواد و بچور کی مہمات میں زین خان کی خدمتوں کا حال پڑھو۔ زین خان کی بیٹی پر سلطان سلیم عاشق ہوا اور اس سے شادی کرنے کا ارادہ کیا شاہزادہ کی بیراہی سے پادشاہ راضی نہ تھا۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ بیٹے کا عشق بڑھتا گیا تو جشن ازدواج انعقاد پایا۔ کامروائی کی کثرت کے ساتھ اس کی بادہ پیمائی کی بھی شدت ہوتی گئی جس سے اگرہ میں شہ میں پیمانہ زندگی لبریز ہوا۔ زین خان کو گیتون اور راگ کا بڑا شوق تھا اکثر باجے خوب بجاتا تھا۔ شعر بھی کہتا تھا۔ اس نے ایک دفعہ پادشاہ کو بلا کر ایسے تکلف سے صیافت کی کہ سب امیرون کو اس پر رشک تھا۔ طوس کی شالین جو اس وقت بہت کمیاب تھیں ان کا چوترا ۲۶ گز طول و عرض میں بنایا اور تین حوضوں میں سے ایک کو گلاب سے دم کوہ و عرفان سے سوم کو ارگجہ سے بھرا اور طوائف کو کہ ہزار سے زیادہ تھیں ان حوضوں میں نہلایا شیر و شکر کی ندیاں بہائیں۔ صحن میں گلاب کا چھڑکاؤ کر دیا پیش کش میں جو اہر و مرصع آلات ہاتھیوں کے ساتھ دیئے جیسے قلیج خان گھوڑوں کی اور

اور سعید خان خواجہ سرا یون کی کثرت میں مشہور تھے ایسے ہی زمین خان ہاتھیوں کی کثرت میں مشہور تھا۔

(۳۵) مرزا یوسف خان سپہ سالار احمد رضاوی مشہور مقدس کے سادات معجم النسیب تھے۔ شہنشاہ اکبر سے بہت چاہتا تھا سلسلہ میں اس کو دو ہزار پانصدی کا منصب پاسبان کا حال مہمات کشمیر اور دکن میں دیکھو اس کو جالور میں سلسلہ جلوس میں جادی الاخریٰ میں سفر آخرت پیش آیا اس کی نفی مشہور کو روانہ ہوئی وہ اکثر سلطان پور میں رہا کرتا تھا ہندوستان میں اس نے اپنا گھر اور وطن یہیں بنایا تھا اس کی سپاہ میں اکثر روہیلے تھے جن کو وہ باہوار تنخواہ دیتا تھا۔

چار ہزاری منصب دار

(۳۶) ممدی قاسم خان۔ وہ ابتداء میں عسکری فرزند سوم فردوس مکانی کا نوکر تھا۔ اور اس کا کوکہ بھی تھا۔ اس کا بھائی غضنفر تھا اس کا حال ہم نے مرزا عسکری کے احمد آباد کی حکومت میں لکھا ہے جب ہمایون عراق سے واپس آیا ہے تو ممدی قاسم خان اسے ملا تھا۔ عہد اکبری کے آغاز میں اس کو منصب چار ہزاری ملا سلسلہ میں اکبر نے اس کو جوہر کا حاکم مقرر کیا اور عبد المجید آصف خان کو گرفتار کرنے کے لئے اس کو حکم دیا۔ اس کے تعاقب میں گیا مگر پھر اس کے مزاج پر ایسی وحشت پیدا ہوئی کہ وہ بے اجازت شاہی مکہ شریف چلا گیا۔ یہاں سے وہ ایران و قندھار پہن آیا سلسلہ میں پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ پادشاہ نے اس کو تیول میں اودھ دیا وہ سلسلہ میں مر گیا حسین خان ترکیہ اس کا بھائی اور داماد تھا۔ اس نے لاہور میں ایک باغ لگایا جس کا نام باغ ممدی قاسم خان ہے۔

(۳۷) مظفر خان تربتی۔ تربت خراسان کی ایک لوس (قوم) کا نام ہے اس کا پورا نام خواجہ مظفر علی خان تربتی ہے وہ بیرام خان کا دیوان تھا جب شیر محمد دیوانہ نے بیرام خان کے اموال پر قبضہ کر لیا اور اس کے متعلقین کی امانت کی تو بیرام خان نے اس پاس مظفر خان کو

اس کی استقامت کے لئے ویساں پور سے بھیجا تھا۔ شیر محمد دیوانہ نے اس کو مفید کر کے پادشاہ پاس بھیج دیا۔ اگرچہ بعض اعیان سلطنت نے بدلائل و وجوہ اس کے قتل کرنے کی صلاح دی مگر پادشاہ نے اُس کو پرگنہ پر سرور کا عملدار بنایا۔ پھر اس کی حسن کفایت کے سبب دیوانہ میوات مقرر کیا جب اس کی کاردانی و بلند استعدادی پادشاہ کے ذہن نشین ہوئی تو اس کو منصب دیوانی اور لقب مظفر خانی عطا ہوا۔ راجہ تو ڈرل اس کا نائب تھا۔ بدایونی لکھتا ہے کہ ان دونوں میں ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا۔ خلقت یہ کہتی تھی کہ راجہ کو مال کا کام مظفر سے اچھا آتا ہے لوگوں نے مظفر خان کی تاریخ اس عہدہ پر مقرر ہونے کی ظالم کی تھی۔

اس نے ۱۳۰۰ء میں قلمرو کی جمع رقی کو دور کیا۔ بیرام خان کے زمانہ میں آدمیوں کی کثرت اور ولایت کی قلت کے سبب سے جمع کو برائے نام زیادہ کر کے مزید اعتبار کے لئے تنخواہیں دیتے تھے اُس نے اُس کو دفتر سے نکال کر اور قانون گو یوں کا اظہار لیکر مالک محروسہ کی جمع کو تشخیص کر کے پیش کیا اس کا حال آئین وہ سالہ میں مفصل لکھا ہے۔ داغ قانون جاری نہ تھا۔ مظفر خان نے سپاہیوں کی تعداد ۱۰ ہزار اور پادشاہ کے ملازمین کی تعداد مقرر کی اور سپاہیوں کی تین قسمیں مقرر کیں۔

۹۱۲ء میں معلوم ہوا کہ قطب پر مظفر عاشق ہوا اس معشوق کو پادشاہ نے زبردستی جدا کیا تو مظفر فقیر ہو گیا۔ پادشاہ نے پھر اس کے معشوق کو اس پاس بھیجا دیا۔

۹۱۹ء میں وہ پادشاہ کے سامنے چوڑ کھیل رہا تھا جب بہت سی بازیان ہارا تو حضور میں نامناسب حرکات کرنے لگا جس کے سبب سے پادشاہ نے پایہ اعتبار سے اس کو قضا کر کے رخصت کیا۔ مگر جب پادشاہ سورت کا محاصرہ کر رہا تھا تو وہ پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ پادشاہ نے اس کا قصور معاف کیا وہ کچھ دنوں مالوہ میں خدمات کرتا رہا کہ ۹۲۰ء میں وہ وکیل سلطنت مقرر ہوا۔ جملہ الملک کا خطاب ملا اس کے حسن خدمات کا بیان حمات مالوہ میں ونگال و بہار میں بیان ہوا۔ وہ ربیع الاول ۸۷۰ء میں بارالیا اگرچہ اس کی ایک جامع مسجد بنائی ہوئی ہے جو گھنڈر پڑی ہے اور نواب مظفر خان کی

مسجد کھلاتی ہے۔

(۳۸) سیف خان کو کہہ یزین خان کا بڑا بھائی ہے کہتے ہیں کہ اس کی ماں کے ہمیشہ لڑکیاں پیدا ہو کر تکی تھیں۔ کابل میں وہ حاملہ تھی تو اس کے باپ نے کہا تھا کہ اگر اس دفعہ لڑکی جنے گی تو خانہ داری دلاقات سے موقوف ہوگی وہ غصہ میں آکر مریم مکانی کی خدمت میں گئی اور یہ حال بیان کیا اور اسقاط حمل کی اجازت چاہی اکبر باوجودیکہ چھوٹی عمر کا تھا اس نے کہا کہ میری خاطر سے یہ کام نہ کر خدا تجھ کو بیٹا دیگا۔ اس نے اس شہزادہ کے کہنے کو مردہ غیبی جانا اپنے ارادہ سے باز رہی اتفاقاً سیف خان پیدا ہوا ماں باپ کو بہت خوشی ہوئی انہوں نے شہزادہ کا شکریہ ادا کیا۔ اکبر اس کے حال پر بہت عنایت کرتا تھا پادشاہ نے بھی سیف خان کو باوجودیکہ آغاز شباب تھا منصب چار ہزاری دیدیا وہ جوانمرد بڑا تھا سوار کے محاصر میں اس کو گولی لگی۔ ایک مہینہ میں اچھا ہوا۔ احمد آباد کی لڑائی میں دوزخم کھا کر پادشاہ کی تلاش میں گیا اور دشمن سے لڑ کر ملک بقا کو سدھارا۔ پادشاہ کو ایسے مخلص راسخ قدم کے مرنے کا بڑا افسوس ہوا جب پادشاہ کو معلوم ہوا کہ وہ قرضدار مراہے تو اس کا سارا قرض اپنے پاس سے چکا دیا اور اس کے بیٹوں شیر افغن خان اور امان الد کو اچھے منصب عنایت کئے۔

(۳۹) راجہ توڈر مل کھتری۔ وہ لاہور میں پیدا ہوا کہتے ہیں کہ ابتدائے میں اس کو شیر شاہ نے تسلیم کیا تھا ۹۷۸ء میں وہ مظفر خان کے ماتحت مقرر ہوا ۹۷۹ء میں وہ پادشاہ کے ساتھ خان زمان کے فسادوں کے مٹانے میں پادشاہ کے ہمراہ تھا ۹۸۰ء میں وہ گجرات کی جمع کی تشخیص کے لئے بھیجا گیا جب پٹنہ فتح ہو گیا تو ۹۸۱ء میں اس کو علم و نقارہ مرحمت ہوا اور منعم خان کے ساتھ بنگال بھیجا گیا ہر چند سرداری و کار فرمائی خانخانان سے تعلق رکھتی تھی لیکن فوج کشی و دلہی سپاہ میں مردانہ یورشون میں سرتابوں اور خالفون کی تنبیہ میں اصل میں وہی اس مهم کی جان تھا جب داؤد خان کرانی کی جنگ میں خان عالم کشتہ اور خانخانان رنجی ہوا تو راجہ جنگ میں ایسا ثابت قدم رہا کہ جس سے شکست فتح کی

صورت بن گئی جب راجہ پاس خانخانان اور خان عالم کی خبرنا خوش اور ناخواستنی پہنچی تو براشتفتہ ہو کر کہا کہ اگر خان عالم مرا تو کیا غم اور اگر خانخانان چلا گیا تو کیا باک ہے اقبال شاہی ہمارے ساتھ ہے اس ولایت کا بند و بست کر کے حضور میں آیا اور بدستور سابق مقدمات مالی اور ملکی میں دخیل ہوا جب خانخانان بنگال کو گیا راجہ کو اُس کے ہمراہ جانے کا حکم ہوا اس دفعہ بھی اس کی یادری سے گیا ہوا ملک ٹیٹھ لگا اور اس نے داؤد کو پکڑ کر عدم خانہ میں بھیجا اور ۳۳۳ھ میں چار سو ہاتھی اور غنائم کے ساتھ پادشاہ کی خدمت میں بھیجے۔ سال آئندہ میں وہ وزیر خان کی جگہ دوبارہ گجرات بھیجا گیا جس سے یہاں کا کام نہیں چلا تھا وہ احمد آباد میں وزیر خان کے ساتھ انتظام کر رہا تھا کہ مظفر حسین نے ہر علی کو لابی کے اغوا سے سرکشی کی وزیر خان چاہتا تھا کہ قلعہ میں جلے مگر راجہ تو ڈر مل لڑنے پر آمادہ ہوا اور ۳۳۳ھ میں دھولقہ کے حدود میں احمد آباد سے بارہ کوس پر مظفر کو شکست دیدی۔ وزیر خان کا قریب تھا کہ کام تمام ہوتا اگر راجہ اُسکی ملک کو نہ آتا مظفر اس شکست کے بعد جو ناگدھ کو بھاگ گیا۔

اسی سال میں تو ڈر مل وزیر مقرر ہوا جب پادشاہ اجیر سے پنجاب کو روانہ ہوا تو راجہ کے وہ بت جن کی ہر روزہ خاص طرح پر پرستش نہیں کر لیتا تھا کوئی اور کام نہیں کرتا تھا گم ہو گئے راجہ نے اس غم میں خواب آشام کو چھوڑا مگر پادشاہ کی نصیحت سے اس تقلید دوست کی کچھ تسلی نہ ہوئی دارالوزارت کا کام اس کا منافقون نے قرار واقع نہ ہونے دیا۔

۳۳۹ھ میں تو ڈر مل دیوان شہرف کا اشراف یعنی وکیل مقرر ہوا اس نے از سر نو ملکی و مالی معاملات کی بنیاد تازہ رکھی اور چند نئے ضابطے بنائے جو فرمان شاہی سے جاری ہوئے۔ اور جو سگون کے باب میں قوانین بنائے تھے آئین الہی میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے قوانین کا بیان اقبال نامہ میں ہے سب سے بڑی بات اصلاح کی جو تو ڈر مل نے

داخل کی وہ یہ ہے کہ اس نے مال کے حسابوں کی زبان اور خط کو بدل دیا پہلے یہ سارے حساب ہندی میں ہندی محرر رکھتے تھے تو ڈرل نے حکم دیدیا کہ اب سے تمام حسابات فارسی میں لکھے جائیں سب سے اس نے ہندون کو فارسی زبان سیکھنے پر مجبور کیا۔ فارسی زبان کے داخل ہونے کا حال بعینہ ایسا ہے جیسا کہ برٹش گورنمنٹ میں دفنوں میں انگریزی زبان کے داخل ہونے کا۔ فارسی زبان کی تحصیل ہندون کے لئے سرمایہ دولت بنی پہلے ہندو فارسی نہ پڑھنے کے سبب سے مسلمانوں کی طرح اعلیٰ اعمدے نہیں پاتے تھے اب پانے لگے ہندون کے فارسی پڑھنے کے سبب اردو زبان پیدا ہو گئی۔

۲۹ء میں پادشاہ نے راجہ کے گھر جا کر اس کی عزت کو بڑھایا۔ ۳۲ء میں ایک کھتری نے اپنی ذاتی دشمنی کے سبب رات کو ایک تلوار لگائی اور اپنے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جب راجہ سیر بر یوسف زئی کی لڑائی میں مارا گیا تو ڈرل کو مان سسنگ کے ساتھ جو سپہ سالار مقرر ہوا تھا جانے کا حکم ہوا تھا۔

۳۲ء میں جب راجہ کشمیر میں گیا ہے تو لاہور میں اس کو منتظم مقرر کیا جب پادشاہ کا بل کو جانے لگا ہے تو راجہ نے پادشاہ پاس عرضداشت بھیجی کہ پیری و بیماری نے مجھ پر غلبہ کیا ہے موت قریب آگئی ہے اگر اجازت ہو تو سب چیزوں کو چھوڑ کر گنگا کے کنارہ پر خدائی یاد میں اپنی باقی زندگی بسر کروں۔ پادشاہ نے اس کو اجازت دیدی لاہور سے وہ ہردوار میں آیا کہ پادشاہ کا منشور واپسی کے لئے آیا اس میں لکھا تھا کہ کوئی ایزدی پرستش زیر دستوں کی تیمارداری سے بہتر نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ وہ آدمیوں کے کام میں مشغول ہو ناگزیر وہ واپس آیا مگر جلدی سے ۳۹ء کی گیارہویں تاریخ کو زندگی اس کی ختم ہوئی۔ ابوالفضل نے اس کی نسبت لکھا ہے کہ تیز دہشتی و درستی خدمت گزینی اور بے طمعی اور مہمت کی مردانگی و بے ہمتوں کی ہمت افزائی و معاملہ شناسی و کار طلبی و سربراہی میں وہ ہندوستان میں یگانہ روزگار تھا مگر کینہ و اور انتقام کش تھا تھوڑی سی نا ملائی بھی اُس کے دل میں نشوونما پاتی تھی۔ فیصلت دور میں خرد گزینوں کے نزدیک نہایت

ناپسندیدہ ہے خصوصاً ریاست منڈی میں جب کہ اہل عالم کی محامات اسکو سپرد ہوں اور پادشاہ عالم کی وکالت موقوف ہو۔ اگر تعصب دینی اسکے چہرہ فطرت کا غارہ نہ تھا تو اسکی خصلت میں چندان نکو میدگی نہ ہوتی سچ یہ ہے کہ اگر تعصب سازی و تقلید دوستی و کینہ توری نہ کرتا اور اپنے یکے پر اصرار نہ کرتا تو صورت میں اس معنی کر بزرگوں میں سے ہوتا مگر باوجود ان سب باتوں کے وہ بے طمع کار شناسی میں کم نظیر کیا بے عدیل تھا۔ بادشاہ فرماتا تھا کہ ٹوڈرل امور مالی و ملکی میں تند و ذہین سا رکھتا ہے لیکن متغنا و خود پسندی اسکی مجھے خوش نہیں معلوم ہوتی۔ ابوالفضل سے اسکی نبی نہ تھی۔ ایک دن پادشاہ سے اس نے راجہ کی شکایت کی تو پادشاہ نے فرمایا کہ نواختہ راجہ تو ان بر انداخت۔

غرض راجہ ٹوڈرل کی سپہ سالاری میں اور باقی کاموں میں کمال کی شہرت اکبر کے تمام اُمراء میں سبقت لے گئی ہے۔ ابوالفضل و مان سنگھ کی طرح وہ ہندوستان میں مشہور اسکا بیٹا دھورام نصب ہفت صدی رکھتا تھا۔ سندھ کی مہم میں وہ مارا گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ گھوڑوں کے نعل سوئے چاندی کے لگواتا تھا۔

ٹوڈرل کے نام میں ٹ و ڈ و ڈ کتابوں میں لکھی جاتی ہے اور پرانی تاریخوں میں اسکا نام تو رل مل لکھا جاتا ہے۔ تفریح الامارات میں لکھا ہے کہ ٹوڈرل کا باپ جب ماہے تو اسکی بہت کم عمر تھی و اسکی ماں بڑی مفلوکہ حال تھی۔ کم عمری میں عقل و شعور کے آثار نمودار تھے۔ اول اسنے محرابی کا ادب عہدہ قبول کیا اور اس کتر درجہ سبکدہ مرتبہ پہنچا۔ راجہ ٹوڈرل اپنے مذہب میں بڑا کٹا و پکا تھا اسنے جو دفاتر شاہی میں ہندی کی جگہ فارسی کو رواج دلایا۔ ظاہر اپنے قوم کے خلاف معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ کام اسکا بڑا اپنی قومی خیر خواہی کا تھا۔ ہندوؤں میں اسنے فارسی زبان کے سیکھنے کا رواج دلا کر انکو اہل قلم کے صیغہ ملازمت میں مسلمانوں کی برابر کر دیا وہ ہندی لکھک سے ابلا وڑے بڑے عہدوں پر سرفراز ہونے لگے۔

(۴۰) محمد قاسم خان نیشاپوری - وہ اعظم نیشاپور سے ہے۔ جب یہاں اورنگزبوں نے ہنگامہ شورش برپا کیا تو خان مزبور وطن کو چھوڑ کر بیرام خان کی رفاقت میں آیا۔ اسکند سور کے ساتھ جنگ میں نیک خدمات کیں اور جنگ میور میں علی قلی خان نے ان کے ساتھ ہارول میں ناموری حاصل کی۔ اجمیر و ناگور کو فتح کیا۔ کچھ دنوں ملتان میں اور کچھ دنوں مالوہ کی حکومت پر سرفراز رہا اور سارنگ پور میں مر گیا۔

(۴۱) وزیر خان برادر عبد المجید آصف خان ہراتی۔ جب ان دنوں بھائیوں نے خانانان و بہادر خان سیستانی کی قید سے ہائی پائی تو وہ کڑ مانک پور میں آئے مظفر خان کے توسل سے وزیر خان نے اپنا اور اپنے بھائی کا قصور بادشاہ سے معاف کرایا۔ جب مرزا کو کہ ناظم گجرات معرض غائب میں آیا تو وزیر خان گجرات بھیجا گیا اور وہاں سپہ سالار مقرر ہوا۔ پھر ۲۲ء میں توڑیل نے اس سے کام لے لیا۔ وزیر خان دربار میں بلایا گیا کوئی کام اسے یہاں اچھا نہیں کیا۔ پھر وہ ۲۵ء میں دہلی میں حاکم مقرر ہوا۔ پھر ہم بنگال میں وہ کام کرتا رہا۔ ۳۱ء میں وہ اور محب علی خان دونوں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ۳۹ء میں وزیر خان نے انتقال کیا۔ اسکے بیٹے محمد صالح کو شہزاد خان بخشی فوج نے باپ کی جگہ مقرر کیا مگر اس نے ایسی سرکشی کی کہ اسکو مفید کر کے بادشاہ پاس بھیجنا پڑا۔

(۴۲) قلیچ خان اندجانی۔ اندجان ضلع فرغانہ میں دریا ریحون کے جنوب میں ہے سلطان چغتایہ کی خدمت میں اسکے باپ دادا خدمت کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ صاحب نسب تھا۔ اسکا دادا سلطان حسین مرزا کے ہاں عہدہ عہدہ رکھتا تھا۔ ۳۱ء میں بادشاہ نے قلعہ آہنیں بنیاد سوئے کو ایک مہینہ ترہ روز میں فتح کیا تھا۔ اس قلعہ کی حراست صیانت قلیچ خان کے پڑپوتی وہ آستی برس کی عمر میں ۲ رمضان ۳۱ء میں پیشاور میں مر گیا۔ مرنے کے زمانہ میں وہ منصب شہزادہ ہاری رکھتا تھا اور پانچ ہزار سوار کا افسر تھا۔ قلیچ خان صلاح و تقویٰ بہت رکھتا تھا۔ سن میں متعصب تھا۔ درس علوم و افادہ طلب

میں شتعال کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ لاہور کی صوبہ اری میں وہ ایک پھر دسہ کے اندر فقہ و فقیہ
و حدیث کے درس میں قیام کرتا تھا۔ علوم شرعیہ کی ترویج میں کمال کو شش کرتا تھا۔
طبع موزون رکھتا تھا۔ الفتی تخلص کرتا تھا۔ اسکے دو بیٹے مرزا سیف اللہ خان و مرزا حسین
قلیچ اکبر بادشاہ کے عہد میں مناصب مناسب پر ممتاز ہوئے قلیچ کے
معنی ترکی زبان میں شمشیر کے ہیں پس قلیچ خان یا سیاہی نام ہے جیسے کہ شمشیر خان۔

(۳۳) صادق خان۔ یہ محمد باقر مرہڑی کا بیٹا ہے جو قراخان حاکم خراسان کا وزیر تھا
جس نے پادشاہ طہماسپ کے بغاوت کی تھی صادق خان اول ہندوستان میں آیا۔ اور
بیرام خان کا نوکر ہوا۔ رکاب اری کی خدمت پائی۔ تھوڑی مدت میں منصب پادشاہی پایا۔
بیرام خان کے بعد امیر ہو گیا۔ پادشاہ کا ہاتھی لعل خان اسکی غفلت سے غرق ہو گیا تھا
اس لیے عتاب شاہی میں آیا۔ مگر جب چند ہاتھی جرمانہ کے طور پر پادشاہ کی نذر کیے
تو قصور معاف ہوا اور ولایت گدھ و ولایت شرق بنگال و ملتان و تیراہ و دکن کی
مہمات میں اس نے خدمات نمایاں کیں۔ دکن میں ۸۰ سالہ شاہزادہ مراد کا اتالیق
مقرر ہوا۔ اس میں اس نے منصب پنجزاری پایا۔ ملک کن میں سپہ را مقرر ہوا۔ ۱۰۰ سالہ
میں شاہ پورا سہال کے مرض سے ملک بقا کا مسافر بنا۔ آگرے سے آٹھ کروہ پڑھو لو
میں اس نے وطن بنایا تھا۔ یہاں اس نے عالی شان سرا عمارت مقبرہ بنایا اور اسکے گرد دہات
آباد کیے۔ بڑا بیٹا اسکا زاہد خان ہے جسکا ذکر جدا بیان ہوگا اور بیٹے اسکے دوست محمد
یار محمد تھے۔ انہیں سے کوئی شاہجہان کے عہد میں زندہ نہ تھا۔

(۳۴) رے رے سنگھ پسرے کلیان مل۔ کلیان مل بیکانیر کا زمیندار قوم کارے
ٹھور رجپوت تھا وہ ملہ یو کی چوتھی پڑھی میں تھا۔ بیرام خان کا دوست تھا۔ ۱۰ سالہ میں
اکبر کی خدمت میں ۱۰۰ مع اپنے بیٹے رے سنگھ کے اجیر میں آیا اور اپنی بھتیجی کو پادشاہ سے
بیاہا۔ وہ اپنی چالیس برس کی عمر میں منصب و نہراری رکھتا تھا۔ ۱۰ سالہ میں لے سنگھ نے

جو دھپو وطن لدیوین توقف کر کے گجرات کی راہ رو کی کہ باغی ممالک محروسہ میں داخل ہوں۔ ابراہیم حسین کی و محمد حسین مزاراکی و چند سین سپہا را جہا لدیو کی لڑائیوں میں اور سوانہ کی فتح میں جالور و سروہی و نادوٹا و رکابل و بلوچون کی و ٹھٹھ و رانا کی ہمت میں اچھی اچھی خدمتیں کیں بعض اوقات پادشاہی عتاب میں آیا۔ مگر اسکے قصور معاف ہو گئے۔ اگر کے عہد میں تو اسکو منصب چارہزاری ملا۔ مگر جہانگیر کے عہد میں وہ پنجہزاری ہوا۔ جب جہانگیر خسر و کے تعاقب میں پنجاب چلا رہا تھا تو وہ محل کے ہمراہ مامو ہوا تھا۔ مگر اٹارہ راہ میں وہ بے حکم اپنے وطن کو ہیکانیر چلا گیا۔ شریف خان نے اسکا یہ قصور معاف کرایا۔ ۱۶۲۱ء میں وہ عہد آباد کو سدھارا اسکے بیٹوں کا حال جہانگیر کی سلطنت میں بیان ہوگا۔

منصب ارشد ہزار و پانصدی

(۳۵) شاہ قلی محرم بہار لو۔ یہ بیرام خان کا عہدہ نوکر تھا ایمو کو باہتی پر سے پکڑ کر اور ہاتھ پاؤں باندھ پادشاہ کے روبرو لایا تھا۔ قبول خان پر عاشق ہوا۔ اسکا بیان اقبال نامہ میں لکھا گیا۔ وہ بیرام خان کا آخر وقت تک دست ہا۔ بیرام خان کے مرنے کے بعد بہت جلد وہ امیر بن گیا۔ پنجاب کا حاکم مقرر ہوا۔ وہ پادشاہ کا ایسا منظور نظر تھا کہ ہسکو پادشاہ اپنے محل میں لگیا۔ شاہ قلی نے اپنے گھر جا کر اپنے تئیں محبوب کیا یعنی فوطے اپنے نکال کر پھینک دیے۔ جب پادشاہ کو اس پر علم ہوا تو اسکو محرم کا خطاب یا ۱۶۲۲ء میں پادشاہ ایک ہتھنی پر سوار ہوتا تھا کہ ایک بدست باہتی اپر آن چڑھا جس سے پادشاہ گر کر بیہوش ہو گیا۔ خبر آر گئی کہ پادشاہ مر گیا اس لیے بہت سے پرگنوں میں لٹس مچ گئی میوات سے یواری تک راجپوتوں نے لوٹ لیا شاہ قلی نے خوب انکی مالش کی ۱۶۲۳ء میں منصب چہارہزاری لے ملا۔ پھر منصب پنجہزاری و علم و تقارہ پہلے میں را اختلاف آگرہ میں رضہ سال میں انتقال کیا۔ بیماری کی حالت میں سپاہ کو دو سال کی تنخواہ پیشگی دی اور مستحقوں کو بہت خیرات دی

نار تول میں اسنے اپنا وطن بنایا تھا وہاں عالیشان عمارتیں اور بڑے تالاب بنائے اسکے
اولاد نہیں تھی اس لیے تمام مال اسکا خزانہ شاہی میں آیا۔

(۴۴) اسماعیل قلی خان برادر خور و خان جہان - وہ جالندھر کی لڑائی میں گرفتار ہوا
تھا۔ وہ اپنے بھائی کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں سرفراز ہوا وہم بلوچستان میں گیا۔
ہوا۔ زابلستان کی حکومت میں افعال نامز کا مرتکب ہوا۔ بھکر سے مکہ روانہ ہونیکا حکم
ہوا۔ مگر قرضع و زاری کے سبب وہ یوسف زئی کی مالش کے لیے متعین ہوا۔ یہاں بھی
اُسنے کچھ کام نہیں کیا۔ پھر وہ ۳۶ھ میں مالوہ میں جاگیردار مقرر ہوا۔ پھر کاپلی بنی جاگیر میں گیا
اور ۳۸ھ میں اسکو منصب پنجنزاری ملا وہ عیش و وسعت بڑا تھا۔ کھانے پینے لباس و فرش و
ظروف میں بہت تکلف کرتا تھا۔ بارہ سو عورتیں اسکے پاس تھیں۔ جب بارہین جاتا تو
اسکے ازار بندوں کو قفل لگا جاتا۔ آخر ان عورتوں نے عاجز ہو کر اسکو زہر دیکر مار ڈالا۔
اسکے تین بیٹے (۱) ابراہیم قلی (۲) سلیم قلی - (۳) خلیل قلی تھے۔ اول کو منصب
سہ صدی اور باقی دو میں سے ہر ایک کو منصب و صدی ملا تھا۔

منصب اران سہ ہزاری

(۴۵) مرزا جانی بیگ ارغون حاکم ٹھٹہ۔ ارغون کا حال تاریخ سندھ میں بیان ہوگا۔
ستلہ خانخانان نے مرزا جانی بیگ کو شکستیں دے کر مطیع کیا۔ ۳۸ھ میں وہ بادشاہ پاس آیا۔
منصب سہ ہزاری پایا۔ ملتان کی صوبہ داری کے ساتھ مخصوص ہوا۔ مگر پھر اسکو سندھ ملگیا۔
۳۹ھ میں منصب سہ ہزار پانصدی پایا۔ مرزا فرست و نانی سے آراستہ تھا اسکے گفتار
و کردار سے راستی و درستی اور شناسائی و آبتکی اسکی نشست و برخاست سے نمایان تھی
چھوٹی عمر سے شراب پینے کا شوق تھا مگر اس حالت میں کوئی ناہنجار حرکت نہیں کرتا۔
کا کر دو گفتگو میں اپنا پاسبان ہوتا۔ مگر شراب کے بڑھنے سے بیمار ہوا۔ رعشہ و سر میں

گرفتار ہوا۔ ۵۸ سالہ میں برہان پور میں قلعہ آسیر کی فتح کے بعد فدا ہوا۔

ایک دن پادشاہ کی مجلس میں کہتا تھا کہ آسیر جب قلعہ میرے پاس ہوتا تو سوال تک اسکو میں نہ دیتا۔ معاذوں نے پادشاہ سے کہا۔ پادشاہ کے دل میں عجز و شکی طرف سے آیا ہی تھا کہ موت گئی طبعیت اسکی موزوں تھی طبعی تخلص کرتا تھا مرزا جانی بیگ کا بیٹا مرزا غازی بیگ تھا۔ جب اسے تو اسکی عمر ۷۰ سال کی تھی۔ پادشاہ نے اسکو ملک سندھ کا حاکم مقرر کر دیا۔ مگر اسکے پاس سپاہ اتنی جمع ہو گئی تھی کہ اسنے پادشاہ سے بغاوت کی۔ مگر سید خان بھکر جاکر اسکو دربار میں لایا۔ پادشاہ نے اسکو ملک سندھ دیدیا۔

بھانگیر جب تخت پر بیٹھا ہے تو اسکو سوا ۵۰ سالہ کے ملتان بھی اور ہفت ہزاری منصب بلگیا اور قندھار کی کمک کو بھیجا گیا۔ جسکو حسین خان شاملو حاکم ہرات لگھیرکھا تھا اسکو فرزند کا خطاب ملا۔ عباس اسکو اپنی طرف پر جاتا تھا اور کئی دفعہ اسکو خلعت بھیجتے تھے۔ وہ ۸۰ سالہ میں فوت ہو گیا۔ اسکے مرنے کی تاریخ لفظ غازی ہے۔ اسکے کچھ اولاد نہ تھی۔ باپ کی طرح وہ بھی شاعر تھا۔ اپنا تخلص قاری کرتا تھا۔ سب طرح کے ساز بجاتا تھا شاعروں کو بہت انعام دیتا تھا وہ صرف شراب نہیں پیتا تھا بلکہ ہر روز ایک باکرہ عورت سے مباشرت کرتا تھا۔ سب جگہ سے یہ باکرہ اسکے لیے جمع کی جاتی تھیں۔ ٹھٹھ میں کوئی بڑی باقی نہ تھی جو اس سے اپنا رشتہ نہ بتائی ہو۔

(۴۸) اسکندر خان وزیر ایک۔ اور ایک کے سلاطین نے ادون میں سے تھا اکبر شہنشاہ کی خدمات بجالایا۔ خانی کا خطاب پایا۔ اگر وہ کی حکومت ملی۔ ہیو کے ساتھ مکرمر سرہند کو پادشاہ پاس بھگا گا۔ پھر وہ پنجاب میں مظفر خان کی کمک کو گیا۔ پھر او دھ کا تیوں اور مقرر ہوا خان مان کی بغاوت میں شریک ہوا۔ پھر توبہ کر کے بادشاہ کے پاس بازگشت کی اور سرکار لکھنؤ کا تیوں دار مقرر ہوا جب لکھنؤ میں آیا تو بیمار پڑا اور ۹۰ سالہ میں دنیا سے گیا۔

(۴۹) آصف خان خواجہ عبد المجید مہرے شیخ ابو بکر تالبادی کے فرزند میں سے ہے جو

اپنے زمانے کے صاحب کمالوں میں سے تھا۔ ۸۲ء میں امیر تیمور ہرات کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا تو ملک غیاث الدین بہان فرمان دیا تھا تاہم وہاں جب وہ آیا تو اسے شیخ پاس پناہ دی بھیجا کہ آپ کس واسطے تیمور سے ملاقات نہیں کرتے تو اس نے کہا کہ مجھے امیر سے کیا کام ہے تو میرے خود شیخ پاس گیا اور اس سے کہا کہ آپ نے ملک غیاث الدین کو نصیحت کیوں نہیں کی تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے نصیحت کی تھی مگر اس نے نہیں سنی۔ خدا تعالیٰ نے تم کو اس کے مقرر کر دیا۔ اب میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ عدل کرو اگر عدل نہ کرو گے تو خدا تم پر کئی دوسرے کو مقرر کرے گا۔ امیر کہتا تھا کہ مجھے ہر قسم کے درویشوں کے ساتھ صحبت کا اتفاق ہوا ہے سب کے دل میں خود غرضی کو دیکھا مگر شیخ کو اس سے خالی پایا۔

خواجہ عبد المجید کے بھائی وزیر خان کا ذکر اوپر ہو چکا ہے وہ ہمایوں کی سرکار کا دیوان تھا۔ اکبر کے عہد میں وہ دیوان سے سردار ہوا اور جامع سیف و قلم ہوا۔ اس کو آصف خان کا خطاب ملا۔ وہیں کی حکومت ملی اور تہذیب و علم و طبع ہوا منصب سہ ہزاری ملا۔ چار اور ٹھٹھ اور مانڈھو و گڈھ کنگہ کی مہمات میں جو کام خواجہ نے کیے وہ قبائلیہ میں مرقوم ہیں۔ ۹۰۰ء میں وہ باغی ہو کر خان مان کے ساتھ میں گیا پھر اسکے جرائم معاف ہوئے ۹۰۵ء میں وہ اناس کے گڈھ کی ساتھ لڑائیوں میں شایتہ خدمت بجالایا اور جب قلعہ چنوق فتح ہوا تو صفت خان کو وہ عنایت ہوا۔ اسکے مرنے کی تاریخ نہ ماثر الامراء میں نہ طبقات میں لکھی ہے۔

(۵۰) مجنون خان قاشال۔ عہد ہمایوں میں وہ مارنول کا تیولدار تھا۔ جہان سے شیر شاہ کے غلام حاجی خان نے اسے نکال دیا۔ عہد اکبری میں وہ کڑاہ مانک پور کا جاگیردار ہوا خان مان اور اسکے بھائی کی بغاوتوں میں اس نے کار ہائے نمایاں کیے۔ کابنجر کو تسخیر کیا گورکھپور کو خلاص کیا۔ گجرات میں کچھ بے عنوانی کی۔ پھر بہار و بنگال کی مہمات میں شایتہ خدمات بجالایا۔ گھوڑا گھاٹ کو فتح کر کے عدم کو سدھارا۔ سہ ہزاری منصب کھتا تھا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ وہ بیچ ہزاری منصب کھتا تھا اور پانچ ہزار سوار اس کے

نوکر تھے۔ اسکا بیٹا جباری خان چند سال مرا سم نوکری اور کارگزاری میں سرگرم رہا۔ جب داغ کا آئین جاری ہوا تو گروہ قاتل لیلہ سے متوحش ہوئے کہ بغاوت کے آثار ظاہر کرنے لگے وہ بھی اس کام میں شریک ہوا۔ مگر پھر اسکو خانبھان کا خطاب ملا۔ پھر اسکو مدت تک زندان میں رہنا پڑا۔ پھر ۹۳۰ھ میں رہا ہوا۔

(۵۱) شجاع خان عرف مقیم خان عرب۔ یہ تروی بیگ کا بھانجا اور خویش ہے۔ ہمایون پادشاہ نے اسکو مقیم خان کا خطاب یا تھا وہ ہمایون کی خدمت چھوڑ کر مرزا عسکری سے جا ملا تھا۔ پھر سنہ پادشاہ سے قصور معاف کرایا۔ منعم خان کے ساتھ شہنشاہ اکبر کی خدمت میں آیا۔ ۹۳۵ھ میں مالوہ کی یورش میں شایستہ خدمات بجالایا۔ شجاع خان کا خطاب پایا۔ ۹۳۵ھ میں پادشاہ اسکے گھر میں مہمان ہوا۔ ایلغار نہ روزہ میں پادشاہ کے ساتھ تھا۔ ایک دفعہ بزم شاہی میں اسنے کچھ کلمات نامناسب منعم خان خنان کی نسبت کہے تھے۔ اسکو سزائے زبانی ہوئی اور خان خنان پاس بھیجا گیا۔ جس نے اسکا قصور معاف کیا۔ ۹۳۷ھ میں منصب سہ نہراری اسکو ملا۔ مالک شرقیہ میں وہ سپہ سالار اور حاکم ہو۔ ۹۸۸ھ میں اسکے نوکروں نے شہید کیا۔ اکبر نے اسکے قاتلوں کو سخت سزا دی۔ ایک دفعہ جنگل میں پادشاہ نے اسکی جان بھی بچا دی تھی۔

اسکا ایک بیٹا قویم خان باپ کے ساتھ مارا گیا وہ نوجوان تھا علم موسیقی سے خوب ماہر تھا۔ دوسرا بیٹا مقیم خان تھا اسے منصب ہفت صدی ملا تھا۔

(۵۲) شاہ بداع خان ہویماق کال کی اولاد میں تھا (فراترک کی قوم کے دو فرقے یاد کیا کہلاتے تھے وہ ہندستان میں شہسوری میں مشہور تھے۔ مغلوں کے موخ ایماق لکھتے ہیں اس سے شہسور مراد لیتے ہیں اس کی لفظ کے معنی ہندستان میں کچھ سے کچھ ہو گئے (بداع کے معنی ترک زبان میں شاخ کے ہیں۔ کال کے معنی کسی فرقہ کے بانی کہ ہیں) ہمایون کے عہد میں اپنی خدمات پسندیدہ کے سبب امیر ہو گیا اور عہد کبریٰ میں بیجا بادشمنوں سے لڑتا تھا۔ اس کی

عوض میں پے در پے اُسکے منصب اضا فہوتے گئے اور وہ امیر ہو گیا اور منصب ہزاری
 اُسکو مل گیا پہلے میں جب بہادر خان سے لشکر شاہی نے شکست پائی تو بدیع خان نہیں بھاگا۔
 گھوڑے پر سے گر کر گرفتار ہوا۔ پھر وہ اس قید سے رہا ہوا۔ مالوہ میں اسکو جن خدمات کے
 سبب سازنگ پور تبول میں ملا۔ اسنے مانڈو میں تہغال کیا۔ قلعہ مانڈو میں اسنے عمارت
 مطبوع اور تکریم بنائی اور نیل کٹھ اسکا نام رکھا اور اس پر یہ بیت کندہ کرائی۔
 تو ان کروں تمامی عمر اصراف و تبذیر و بکل کہ شاید کدے صاحب دے ابخاکند منزل
 اسکے بیچے میر معصوم بھکری نے جسکا تخلص نامی تھا یہ رباعی کندہ کی۔

رباعی

چندے دیدم شکستہ در جج گاہ بر کنگرہ مقبرہ شروان شاہ
 فریاد کنان ز روئے عبرت گفت کو آن ہر شہر شہرت کجا آن ہر جاہ
 عہد جمائگیری میں ان عمارات کو رونق تازہ حاصل ہوئی۔

(۵۳) حسین خان ٹکریہ۔ ہندی قاسم خان کا بھانجا اور داماد ہے اولاد ہیرم خان کا لازم
 تھا۔ ماہ صفر ۹۶۵ء میں لاہور کی حراست اُسے سپرد ہوئی کوئی ہندو بلٹی اڑھی کا آیا اسکو
 مسلمان سمجھ کر اسنے تعظیم دی جب اسکو معلوم ہوا کہ وہ ہندو ہے تو اسنے حکم دیا کہ کوئی ہندو
 اس پس جب تک آئے کہ کندھے پر بخار نہ لگائے۔ بخار ایک روپیہ اور بیوی متیاز کے
 واسطے کندھے پر لگایا کرتے تھے۔ اسکا ہندی ترجمہ ٹکریہ ہے اسلئے اسکے نام کے ساتھ
 ٹکریہ لکایا جاتا ہے۔ ہیرم خان کے ساتھ وہ ورشاہ قلیخان اسوقت تک ساتھ رہے کہ کوئی غریب
 میں اسکی ہمدانہ رہا تھا۔ جب ہندی قاسم خان گڈھ سے دل برداشتہ ہو کر اراہ دکن سے حجاز
 کو روانہ ہو تو وہ کچھ دور اسکے ساتھ کیا جب قصبہ تنواس پر آیا تو یہاں مرزاؤں کا غوغا جمع ہوا تھا
 ناچار وہ قصبہ نرگور میں مقرب خان کے ساتھ کہ یہاں کا تبول ارتھا تحقیق ہوا جب مقیم خان بھاگ گیا
 تو حسین خان بہر ٹکریہ براہیم حسین مرزا سے ملا۔ ہر چند اسنے اسکو فاقہ کے لیے کہا مگر اسنے

قبول نہیں کیا۔ ۲۰ سالہ میں یہ پادشاہ پاس یا قدر دانی کا بازار گرم تھا تو جلالت و خدمت
 گزینی اور کار طلبی کی پادشاہ کے دلنشین تھی باوجودیکہ وہ سپاہ کثیر کے کسی انتظام کو اچھی طرح
 نہیں جانتا تھا اسل میں دیکر وہ اس سے شناسا ہو جائیگا اسکو منصب سہناری عنایت ہو
 اپنے قبول محال میں دست تعدی دراز کیا اور اندازہ سے بائون بائیں نکالا۔ ۱۹ سالہ پادشاہ شرفی
 ولایت میں گیا تو وہ پادشاہ کی خدمت میں نہ آیا۔ پادشاہ نے لوگوں سے اسکا سبب پچھا
 تو لوگوں نے عرض کیا کہ اسکے خشک مزاج پر سودا غالب ہوا ہے اور زیر دستوں پر سخت
 اور رعایا کو تاراج کرتا ہے۔ پادشاہ نے اسکی جاگیر ضبط کر لی۔ جب پٹنہ فتح کر کے پادشاہ
 معاودت کر کے آگے رہا تو اثناء راہ میں پادشاہ پاس آیا۔ پادشاہ نے اسکو مجرے کی اجازت
 نہ دی اسنے دینا کو چھوڑ کر قلندری اختیار کی۔ پادشاہ نے پھر تازہ مہرائی کی کہ اپنی ترکش میں سے
 ایک تیرے کر حکم دیا کہ اپنی جاگیر میں جو خالصہ میں داخل ہو گئی تھی جائے اور سرانجام سپاہ کا
 سامان کرے جب اس تقریب سے پادشاہ سے رخصت ہوا تو پھر اپنا وہی شیوہ استودہ
 اختیار کیا اور اس نواح کی غارت تاراج میں دست جرات دراز کیا۔ بسنت پور سرکار کمایوں
 کو غارت کرتا ہوا پہنچا۔ یہاں سنا تھا کہ بہت سے دولت اور جواہر و رسوئے کی کانین ہیں۔
 یہاں جنگ لے آئیں کر کے شکست پائی۔ ہندون کی گولی سے زخمی ہوا۔ وہاں سے پھل اسکی
 شورش کے دفع کرنے کے واسطے صادق خان پادشاہ کی طرف سے روانہ ہو چکا تھا۔ اس
 سبب آدمی جو اس پاس جمع ہوئے تھے وہ پرگنڈہ ہوئے ہو انھوں نے مصلحت بتلائی
 کہ شمع خان خان پاس جا کر اسکے وسیلہ سے اپنے جرائم معاف کروا کر اسکو راہ میں قصبہ بارہ کے
 نزدیک بٹو لیا حسب حکم آگرہ میں آیا اپنے گھر میں آ کر آتے ہی زخم جانکاد سے مر گیا۔ اس کا
 بیٹا یوسف خان عہدہ جاگیر میں اس کے جگہ میں داخل ہوا۔

حسین خان عبدلہ قادری بایونی کامرینی و محسن تھا۔ اسنے اپنی تاریخ میں اس طرح
 ستائش کی ہے کہ وہ سنی مذہب پاک اعتقاد تھا۔ ہمت میں بعدیل و شجاعت میں یگانہ

اور خورد و بزرگ کی تواضع میں کیسان تھا جب وہ لاہور میں تھا تو حضرت ختم النبیینؐ کی بستی کے سب سے رونق مٹی اسے ہزاروں مساجد و مقبروں کی از سر نو مرمت کرائی۔ ایک دن ایک ہندو مسلمان کی صورت بنا کے آیا سپر اسلام کا گمان کر کے قیام کیا تحقیق حال کے بعد انفعال ہوا جس پر وہ حکم جاری کیا جسکا اوپر مذکور ہوا۔ پھر اسے حکم دیا کہ ہندو زین سوزنوں پالان پر بٹھیں کبھی چار پائی پر نہ سوتا نشست برخواست میں سادات کا پاس کراجمت و تہجد کی نماز کبھی اسکی باختیار قوت نہیں ہوتی۔ باوجود دلاکھوں اور کروڑوں کی جاگیر کے اسکے طویلہ میں ایک گھوڑا تھا کبھی وہ بھی دیدیتا تو سفر و حضر میں جب تک غلام ملازم کوئی اپنا گھوڑا اسے نہ دیتا وہ پیادہ پا پھرتا۔ یہ مصرع اسکے حال پر صادق آتا تھا مصرع خان مغلس غلام با سامان پخترا نہ جمع کرنے کی اسنے قسم کھائی تھی۔ روز جنگ میں فاختہ جو پڑھتا اسکی عبارت یہ تھی۔ یا شہادت یا فتح۔ لوگ کہتے کہ فتح مقدم کیجیے۔ یا فتح۔ یا شہادت کیسے۔ تو وہ کہتا کہ مجھے اپنے مردہ عزیزوں کے دیکھنے کا شوق بہت زیادہ ہے بہ نسبت محاذیم باقی ماندہ کے۔ بارہا اسنے پندرہ ہزار روپیہ سے چالیس ہزار روپیہ تک کی چھٹی سپاہ کو لکھ دی۔ اسنے نیز کی تھی کہ جو غلام اسکے ملک میں آئے وہ اول ہی دن سے آزاد ہو۔ جب مرے تو ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا قرض اڑھا وہ قرض خواہوں کے ساتھ نیک معاملہ ایسا تھا کہ انھوں نے خوشی سے صولی دستاویزوں کو چاک کر کے قرض معاف کیا اور وارثوں سے کچھ دعویٰ نہیں کیا اور سلام و درود سپر بھیجا عبد القادر لکھتا ہے کہ خلاصہ عمر کہ عثفوان جوانی ہے بخلاف سن وال العمر کے کہ تنگام روزالت پیری اور سرگردانی ہی میں اسکی خدمت میں گذرانی ہے اور اسی کی تقریب لتفات سے مستحسن نشوونما پاتا ہوں شہر زمان و انگشت نمائے جہاں ہوا ہوں اسکے احسان و نعمتوں کا شکر نہیں ادا کر سکتا۔

(۵۴) مراد خان سپر امیر خان بغل بیگ۔ ۱۰۰۰ میں اسنے گدھ لکھنے کی مہم میں آصف خان کے ماتحت عمدہ خدمات کیں۔ ۱۰۰۰ میں مالوہ اسکو جاگیر ملی اور مرزاؤں سے شہاب الدین خان کے

مختت خوب لڑائیوں اور مالوہ میں جہیں اسکو جاگیر ملی۔ سترہمین مرزاؤں نے خاندان
پر حملہ کیا۔ قلیچ خان کی مدد سے اُسے مرزاؤں کو زبردستی پارنا تار دیا۔ سترہمین میں پٹن کی لڑائی میں
امراؤں کی لڑائی کا تماشا دیکھتا رہا۔ کوئی کام مردانگی کا اسے نہیں کیا۔ سترہمین وہ
منعم خان کے ساتھ بنگال کی مہم میں گیا۔ بنگال کے جنوب شرق میں اُسے فتح آباد کے کار
بوگلا کو فتح کیا اور اڈیسہ میں جلسہ (جلی سور) میں حاکم مقرر ہوا۔ سترہمین میں منعم خان خانان
کی وفات کے بعد ڈاٹھہ میں آیا اسے بنگال کی آخری مہم میں کوئی کار نمایاں نہیں کیا۔
اسکا پردہ فاش ہونے کو تھا کہ سترہمین میں جل طبعی سے مرگیا۔ اس کے مرنے کے بعد فتح آباد کے
زمینداروں نے اُس کے بیٹوں کو دعوت میں بلا کر وہاں سے مار ڈالا۔

(۵۵) حاجی محمد خان سیتانی۔ یہ بیرام خان کا چھوٹا بھائی تھا وہ ہمیشہ اس کے ساتھ مصاحبت
و مشاورت رکھتا تھا۔ سترہمین میں جب بہاؤن قندھار گیا ہے حاجی محمد خان کو یہاں
اپنے ساتھ لے گیا۔ آدمیوں کو اس کی طرف سے یہ گمان تھا کہ وہ غنیمت برپا کرے گا ہندوستان میں
آن کرے بیرام خان کی سفارش سے اسکو خانی کا خطاب ملا اور مراتب علی پر ترقی ہوئی۔
اول ہی سال جلوس اکبری میں وہ لاہور کا صوبہ دار مقرر ہوا اس نے ناصر علی شاہ محمد شاہ
اس سبب سے شگبہ میں کھینچی کہ بادشاہ سے وہ باخلاص تھا اور افغانوں سے وہ سازش
رکھتا تھا۔ جب بیرام خان حج کو روانہ ہوا تو ایک دن بیرام خان نے اس سے کہا مجھے کسی
شخص کی مخالفت سے ہقد رکھتے ہیں چاہے وہی کہ جس قدر تیری بیوفائی سے تو نے
سارے حقوق قدیم کو فراموش کر دیا۔

حاجی محمد خان نے جواب دیا کہ تو نے باوجود دعویٰ اخلاص و رافرونی تربیت
بہاؤن اور مراحم و شفاق اکبری کی بغاوت اختیار کی اور تلوار کھینچی۔ اگر میں نے تیری
صحبت کو ترک کیا تو کیا بڑ گیا۔ تو بیرام خان شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا
حاجی ہمیشہ بادشاہ کی خدمت میں رہا۔ معاذک یہی چاہیے مردانہ کام کرتا رہا سترہمین

منصب پایا۔ مرزاؤں کی بغاوت بائے گیا۔ سرکار ماطو میں جاگیر پائی۔ سن ۱۰۲۵ میں
 منعم خان کا مکمل ہو کر بنگال گیا اور شہر گورنر میں باپھلی اسی شورش فنائین ۱۰۲۵ میں فنا ہوا۔
 (۵۶) افضل خان خواجہ سلطان علی ترقی۔ ابتدا میں سرکار بہاؤن میں مشرف خزانہ تھا۔
 ۱۰۵۶ء میں اسکی ترقی مشرف بیوتات کے عہدہ پر ہوئی۔ ۱۰۵۹ء میں جب زاکامران نے
 کابل پر تسلط پایا تو اسکو قید کیا اور اس سے جبر و تعدی کر کے نقد و جنس بہت لیا جب
 بہاؤن نے ہندوستان کو معاہدت کی تو اسکو میر بخشی بنا دیا۔ جب ہیمو نے دہلی پر حملہ
 کیا ہے تو خواجہ تردی بیگ کے ساتھ تھا اور قول کا افسر تھا۔ لڑائی میں اپنی جگہ نہیں
 ٹھہر سکا اور اشرف خان زین محمد خان کے ساتھ بھاگ گیا۔ پیرام خان نے تردی بیگ
 کو ہلاک کیا اور خواجہ اور میر منشی کو نفاق اور زرداری کے سبب سے نظر بند کیا یہ دونو
 بھاگ کر حج کو چلے گئے۔ ۱۰۵۹ء میں اکبر کا آستان بوس ہوا اور مرتبہ امارت اور منصب
 سہ ہزاری پایا۔ اس کے اسکا حال معلوم نہیں۔

(۵۷) شاہ بیگ خان رخنو مخاطب بہ خان و ران خان پسر ابراہیم بیگ حرکیہ۔
 ابتدا میں ۱۰۵۹ء مرزا محمد حکیم کا نوکر تھا اور پشاور کا حاکم۔ جب مرزا مرگیا اور اس کے رہ و زاد کے
 لینے کے لیے راجہ مان سنگھ گیا ہے تو وہ مرزا کے بیٹوں کو لے کر پادشاہ کی خدمت میں
 آیا۔ سواد اور بجور میں یوسف زئی کی بالش میں اپنی مردانگی کے سبب سے نام پیدا کیا۔
 خوشابا سکوا قلعہ میں ملا۔ ٹھٹھہ کی فتح میں خان خانان کے ساتھ کار ہائے نمایاں
 دکھائے۔ دو ہزار پانصدی منصب پایا اور ۱۰۶۹ء میں قندھار میں حاکم مقرر ہوا۔ اور
 اوس کا کر کو جو اس سرزمین میں مدتوں سے زنی اور رعیت آزادی کر رہے تھے۔
 خوب تاخت و تاراج کیا۔ ۱۰۷۲ء میں منصب سہ ہزاری و پانصدی پایا اول سنہ
 جہانگیری میں حسین خان شاملو حاکم بہرات نے اکبر کی وفات کے بعد قندھار کا محاصرہ
 کیا۔ شاہ بیگ نے تل قوی اور بہت درست۔ سیدن کو لڑتا اور رات کو دشمنوں کی

آنکھوں کے سامنے بزم نشاط آراستہ کرتا۔ ایک دن حسین خان کا اچھی قلعہ میں آیا۔ کوغلہ تمام ہو چکا تھا۔ مگر حسب قدر باقی تھا اس کے توڑے راستہ اور بازار میں لگوا دیے کہ دشمن کو عبرت ہو۔ کچھ دنوں کے بعد شاہ عباس شاہ ایران کا عتاب حسین خان پر ہوا کہ کیوں ہمارے حکم بغیر قندھار پر حملہ ہوا۔ اس لیے وہ یہ نیل مقصود قندھار سے چلا گیا۔ سالہ میں حسب الحکم جہانگیر کی خدمت میں قندھار سے کابل میں آیا۔ منصب خنزاری اور خاندان خان کا خطاب پایا۔ کابل کا صاحب صوبہ وراقانستان کا منتظم مقرر ہوا۔ مدتوں تک یہاں نظم و نسق کرتا رہا۔ کبر سن سے ایسا کم قوت ہو گیا تھا کہ سوار نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے پادشاہ نے اُسے بلا کر ٹھٹھہ کا صوبہ اڑ کیا۔ سالہ میں پیری سال خوردگی سے متعفا دیانوشا نے پرگنہ خوشاب جو اس کی قدیمی جاگیر تھی اُسکا حاصل پچھتر ہزار روپیہ بطریق مدخرج کے مرحمت کیا۔ کہتے ہیں جب وہ ٹھٹھہ جاتا تھا تو آصف خان سے رخصت ہونے آیا۔ اس نے ملا محمد ٹٹٹی کی بھائیوں کی جو اس کے مصاحب تھے سفارش کی۔ شاہ بیگ نے سنا تھا کہ ملا کے بھائی آصف خان کی حمایت کے سبب سے حکام کو خاطر میں نہیں لاتے ہیں تو اُسے جواب میں کہا کہ اگر کچھ حساب ہوں گے تو بہتر ہوگا۔ ورنہ میں انکی کھال کھچواؤں گا۔ اُس سے آصف جاہ نہایت ناخوش ہوا اور اُس کے کاموں کو ایسا برہنہ کر دیا کہ منصب جاگیر چھوڑ کر گوشہ نشین ہوا۔ شاہ بیگ ایک ترک سادہ سپاہی تھا جب کبر نے اُس کو علم و تقارہ دیا تو اُس نے کہا کہ یہ کس کام میں آئیں گے منصب بڑھایا جائے۔ جاگیر دی جائے تو میں پادشاہی کام کے واسطے عمدہ سوار ہم پہنچاؤں۔ جہانگیر سے اس نے ایک دفعہ برسرِ لیان کہا کہ حضرت آپ کے باپ کے ذہن میں اتنے جوان کھڑے ہوتے تھے کہ شاہ بیگ ان کے لشیم کی برابر تھا اور اب جو جوان کھڑے ہیں وہ شاہ بیگ کی لشیم کی برابر نہیں۔

سالہ میں اس نے ایک ہزار سپاہ مغلوں کی ایسی راستہ دکھائی کہ جہانگیر کو دیکھ کر دنگ لگ گیا۔ وہ دایم انحر تھا۔ بنگ ایفون کو کونا رو شراب کو ملا کر پیتا تھا اُس کا نام چار مغزا

رکھا تھا۔ اس لیے چار مغز خور اس کا نام مشہور ہو گیا تھا اسکے بیٹوں میں اول شاہ محمد خان تھا جس کا خطاب غزنین خان تھا۔ صاحب کمال تھا۔ ہزاری کا منصب پایا تھا کہ مرگیا۔ دوم یعقوب بیگ اماد مرزا جعفر آصف خان کا تھا۔ ارزل برشت تھا۔ ترقی نہوئی۔ اسد بیگ منصب سہ صدی رکھتا تھا۔ پچاس گھوڑوں کا سردار تھا۔

(۵۸) خان عالم علیہ بیگ سپر سہم کو کہ۔ یہ مرزا کامران کا کوکلتاش تھا۔ ہمایون کا سفر چلی تھا۔ ۹۱۰ء میں مرزا کامران کی آنکھوں میں میل کھینچی گئی اور وہ حج کو روانہ ہوا تو یہ فادار اس کے ساتھ گیا۔ کامران کی وفات کے بعد وہ اکبر کی خدمت میں آیا۔ تھوڑے دنوں منصب ہزاری اور خطاب خان عظم پایا حاجی پور کی فتح اور بنگال و اڑیسہ کی مہم میں کارہائے نمایاں کئے اور ۹۱۵ء میں جنگ اودافغان میں مارا گیا کتہہ میں کہ وہ جنگ سے پہلے کتا تھا کہ اس لڑائی میں اپنی جان دینا لگا۔ دوستوں سے توقع ہے کہ وہ میرزا جانفشانی پادشاہ سے عرض کر دینگے طبع موزون تھی شعر کہتا تھا اور ہمدی تخلص کرتا تھا۔ باپ کے نام کے سب سے یہ تخلص سے اختیار کیا تھا۔

(۵۹) محمد قاسم خان میر بکر چمن رائے خراسان۔ خاندان تیموریہ کے قدیمی امرا میں دو مرزا تھا۔ اس کا یہ بھانجا تھا۔ ۹۱۵ء میں جب مرزا کامران کا محاصرہ ہمایون نے کوہ عقابین سے کیا ہے تو قاسم حسین مع اپنے چھوٹے بھائی خواجہ محمد حسین کے قلعہ کے آہنیں دروازہ میں سے نکال کر ہمایون کی خدمت میں چلا آیا پھر اکبر کے عہد میں اس نے بدلتیج منصب ہزاری پر ترقی کی اور قلعہ آگرہ کو اس نے اپنے اہتمام سے آٹھ سال میں سات کروڑ ٹیکے یعنی ۳۵ لاکھ روپیہ میں تعمیر کرایا اور ۹۲۳ء میں آگرہ کا حاکم ہوا پھر ۹۲۵ء میں کشمیر کی تسخیر میں کارہائے نمایاں کئے کشمیریوں کی شرارت کے سب سے اس نے یہاں کی حکومت سے استعفا دیا۔ ۹۳۲ء میں وہ ارالملک کابل کا مرزا بن مقرر ہوا اسے شاہ رخ مرزا کے چلی بیٹے کو اپنے پاس رکھا تھا جس نے اس کی خواہگاہ میں جا کر اسے مار ڈالا..... اس قاتل کو قاسم خان کے بیٹے

نے ہلاک کیا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۰۱۰ء کا ہے۔

(۶۰) باقی خان کوکہ۔ اکبر کا کوکہ اور ادھم خان کا بڑا بھائی اور راجہ اننگہ کا بیٹا ہے۔ پادشاہ نے خود اسکی شادی کرانی اور اُس میں خود گیارہ سالہ نہراری منصب عینیت کیا۔ تیار بیچ شیخ عبد قادر بابونی سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۰۱۰ء میں لایت گدھ کنگنہ میں جاگیر رکھتا تھا اور وہ یہیں مر گیا۔

(۶۱) میر مفر الملک موسوی مشہدی۔ وہ موسوی مشہدی سیدن میں تھا۔ یعنی حضرت موسیٰ رضا امام شہتم کی اولاد میں۔ انہیں سیدون کا ایک شعبہ جو ایک اور مان سے پیدا ہوا ہے رضوی کہلاتا ہے۔ وہ سہ نہراری منصب رکھتا تھا۔ سنہ ۱۰۱۰ء میں پادشاہ جو پنور روانہ ہوا ہے تو مفر الملک کو بہادر اور اسکندرخان سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا ان سے لڑنے کا اور بھاگا۔

بہادر کے فتح ہونے کے بعد اسکو پرگنہ آ رہ جاگیر میں ملا تھا مگر یہاں وہ اور اُس کا بھائی دونو باغی ہو گئے۔ اسدخان اسکو کپڑ کرشتی میں بھاگے پادشاہ پاس لایا تھا کہ اٹا وہ کے قریب اسکی کشتی ڈوب گئی اور وہ مر گیا۔

(۶۲) میر علی اکبر۔ یہ چھوٹا بھائی میر مفر الملک کا ہے اور عہد اکبری میں اسکو سہ نہراری کا منصب ملا۔ وہ تقدیم خدمات میں اپنے بڑے بھائی کا شریک تھا اُس نے شہنشاہ اکبر کا مولود نامہ لکھا تھا جسکے صلہ میں ایک پرگنہ پادشاہ نے انعام دیا وہ اپنے بھائی کے ساتھ باغی ہو گیا تھا اس لیے مقتد ہوا۔

(۶۳) شریف خان سپر اننگہ خان۔ شمس الدین محمد خان اننگہ کا چھوٹا بھائی تھا سہ نہراری منصب رکھتا تھا۔ اول پنجاب میں پھر سنہ ۱۰۱۰ء میں سرکار قنوج میں جاگیر رکھتا تھا۔

ستخیر کو تھلیر میں بڑی دولتخواہی کی۔

سنہ ۱۰۱۰ء میں شاہزادہ مراد کا اتالیق مقرر ہوا۔ اسی سال میں مالوہ کا حاکم مقرر ہوا۔ گجرات اور دکن میں شائستہ خدمت بجالایا۔ سنہ ۱۰۱۵ء میں مالوہ سے پادشاہ کی خدمت میں آیا

اور اپنے وطن مالوت غزنین میں جہان وہ پیا۔ ہوا تھا قلعہ دار مقرر ہوا۔ شاہ بیگ اسکی جگہ گیا پھر اس کا حال نہیں معلوم۔
 اُس کا بیٹا ناز بہادر گجرات میں جاگیر رکھنا تھا۔ پھر وہ مالوہ میں بدلا گیا۔ اسپر اور احمد نگر کی لڑائیوں میں خدمات بجالایا۔ ستمہ میں تلنگانہ میں لڑائی میں پکڑا گیا۔ ابوالفضل نے اُسے چھڑالیا۔

منصب ان دو ہزار و پانچ صدی

(۶۴) ابراہیم خان اوزبک یاشیبانی۔ امرے ہمایونی میں سے تھا جس سال ہندوستان فتح ہوا ہے وہ شاہ ابوالمعالی کے ساتھ لاہور میں مقیم ہوا کہ اگر کوہستان سے نکل کر سکندر سورملک پر دست انداز ہو تو وہ اس کا تدارک کرے اس کلام کو اس نے حسن وجہ سے انعام دیا پھر جون پور میں وہ خان زمان کے ساتھ آیا۔ جب خان زمان نے اول دفعہ بغاوت کی ہے تو وہ اسکی معافی قصور کے لئے ضامن ہوا دوسری دفعہ خان زمان کی بغاوت میں وہ خود شریک ہوا پھر اس کا خان خانان کی وساطت سے قصور معاف ہوا اور وہ خان خانان کے معینوں میں مقرر ہوا۔ اسکے مرنے کی تاریخ معلوم نہیں۔ طبقات اکبری میں اس کا منصب چار ہزاری لکھا ہے اس کا بیٹا اسماعیل خان تھا کہ خان زمان نے اسکو سندیلہ جاگیر میں دیا تھا جب پادشاہ کی طرف سے سلطان حسین جلائر کو قصبہ مذکور ملا تو اُس سے وہ لڑا اور شکست پا کر بھاگ گیا۔

(۶۵) خواجہ جلال الدین محمود بھوق (بھوق کے معنی ترکی زبان میں مینی بریدہ کے ہیں) جلال الدین مرزا عسکری کا نوکر تھا وہ قندھار اور گرم سیر میں تحصیل مال کے لئے آیا تھا کہ ہمایوں کا گزیر ایران جانے کے لئے اس صلح میں ہوا اُس نے اپنا تمام نقد و جنس اُسکو نذر کیا۔ ہمایوں اُسکو میرساں کا خطاب دیا جب ہمایوں ایران سے پھر کر آیا ہی تو اُس نے شاہزادہ اکبر

کے ساتھ غزنین بھیجا کہ وہ اس ولایت میں حکمرانی کرے۔ خواجہ پادشاہ قلی تھا وہ کسی کے ساتھ بے تقریب تواضع کے پیش نہیں آتا تھا اور ہزل و مزاح سب سے کرتا تھا اس لئے امرا میں کوئی اس کا دوست نہ تھا۔ اکبر کے عہد میں اسکو منصب دو ہزار پانصدی مل گیا اور غزنین کو رخصت ہوا۔ بیرام خان اور منعم خان کی عداوت کے سبب سے مقتید ہوا انھوں میں سلامتی پھری مگر کچھ بینائی باقی تھی کہ وہ ان سے بھاگ کر ہندوستان کو بھاگا مگر راہ میں منعم خان پکڑوا کے اس کو اور اس کے چھوٹے بھائی مسعود کو مروا دیا۔ منعم خان نے ان بیگناہوں کو مار کر بدنامی کا داغ اپنے اوپر لگایا۔

(۶۶) حیدر محمد خان اختہ بنگی۔ ہمایون پادشاہ کے قدیم نوکر وں میں تھا اور ان اسکے ساتھ گیا تھا بلج میں جب گھوڑا اس کا مارا گیا تو اسے اپنا گھوڑا دیدیا تھا جب مرزا کامران نے ہمایون کے لشکر پر شب خون مارا ہو تو حیدر نے زخمی ہو کر بھی اپنی جگہ پر کھڑا۔ قندھار اور ہندوستان میں پادشاہ کے ساتھ رہا۔ بیانہ اس کو جاگیر میں ملا یہاں غازی خان پد سلطان ابراہیم فرماؤا تھا اسے اس کو دفاع سے مار ڈالا پادشاہ اس پر خفا ہوا۔ میمو بقال کی لڑائی میں شکست پائی پھر کسی تقریب سے کابل گیا۔ گجرات کی مہم میں شریک ہوا اور دو ہزار پانصدی کا منصب پایا جنت آباد گورنرین و باکے زمانہ میں ۹۳۵ء میں وہ اور اس کا بھائی دونوں مر گئے

(۶۷) اعماود خان گجراتی۔ سلطان محمود والی گجرات کا ایک ہندی غلام تھا۔ سلطان کو اسپر سیا اعتماد تھا کہ اس نے اپنی حرم کا محرم بنایا اس نے احتیاط کا فور کھا کر قطعہ رجولیت کیا اس سبب سے کہ عقل معاش و منانت و وضع و صلاح ظاہری کی صفات رکھتا تھا وہ گجرات کے امرا کبار میں تھا اور جب اکبر نے گجرات کو فتح کر لیا تو اس کا دو لختہ ہوا بنا پادشاہ نے اس کو منصب ہزار پانصدی دیا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ چار ہزاری منصب دیا۔ ۹۹۵ء میں اس دنیا سے رخصت ہوا (۶۸) پائندہ خان مغل۔ برادر زادہ حاجی محمد خان کو کی۔ حاجی محمد خان اور اس کے بھائی شاہ محمد ہمایون نے قتل کیا تھا۔ حاجی جرات میں مفرد تھا۔ ہمایون پادشاہ نے بار بار یہ کہا کہ پادشاہ ہوں

کے ایسے نہ منگوا ہونے چاہئیں شہ اکبری میں وہ شہنشاہ کی خدمت میں منعم خان کے ساتھ آیا مالوہ کی فتح میں شریک ہوا ۱۹۱۰ء میں بنگالے بھیجا گیا ۱۹۱۲ء میں رانا کی تہیجہ کے لئے روانہ ہوا۔ پھر مظفر گجراتی کی لڑائی لڑا ۱۹۱۵ء میں گھوڑا گھاٹ جاگیر میں ملا۔ ۱۹۱۸ء میں ہیرانہ سالی کی وجہ سے اسکی پنشن ہوگئی تھی ۱۹۲۰ء میں وہ مرگیا۔

(۶۹) جگننا تھپ راجہ بہاری مل - وہ شرف الدین حسین (۱۷۷۰ء) کے اٹھ میں بطور اول کے تھا۔ کچھ مدت کے بعد لٹے رہائی پائی اور جہازان اسپر پادشاہ کے الطاف ہوئے۔ وہ اکثر مان سنگھ کے ساتھ ہماٹ میں شریک رہا ۱۸۱۵ء میں جب رانا پر تاب سنگھ نے پادشاہ سپاہ کا مقابلہ کیا ہے تو اس نے رام داس پر جے مل کو کوٹھالغون میں نامور تھا اپنے ہاتھ کی ضرب سے مارا تھا ۱۸۱۵ء میں پنجاب میں نیول پانی ۱۸۱۵ء میں پنجاب میں مرزا حکیم کے حملہ روکنے کے لئے ہر اول مقرر ہوا ۱۸۱۹ء میں رانا سے وہ لڑا۔ پھر مرزا یوسف خان کے ساتھ کشمیر گیا ۱۸۲۰ء میں پادشاہ کی خدمت میں آنکر سلطان مراد کے ساتھ کابل کی طرف گیا۔ ۱۸۲۱ء میں شاہزادہ کے ساتھ مالوہ گیا پھر اسی کے ساتھ وکن کی ہماٹ میں شریک رہا ۱۸۲۳ء میں وہ شاہزادے کی اجازت بغیر پادشاہ کی خدمت میں چلا آیا اس لیے کچھ دن عتاب شاہی میں رہا جب پادشاہ نے وکن سے مراجعت کی ہے تو رتبہ ویر میں وہ پادشاہ سے ملا اپنی کمر پر بحال ہوا اور وکن بھیجا گیا۔

سال اول جلوس جہانگیری میں پادشاہزادہ سلطان پرویز کے ہمراہ ہمایون متین ہوا اور جب پادشاہ نے خسرو کے ہنگامہ کے سببے پرویز کو بلایا تو وہی کل سپاہ کا سپہ سالار تھا اسی سال میں ضلع ناگور میں ولایت ہنگامہ پرواز ہوا تو وہ اسکے دفع کرنے کے لئے مامور ہوا سکے جہانگیر میں اس کو پنجہزاری کا منصب اور تین ہزار سوار ملے اور اسکے بیٹے رام چند کو دو ہزاری منصب اور پندرہ سو سوار ملے اور صوبہ وکن کو بھیجا گیا۔

رام چندر کا بیٹا راجہ من روپ تھا۔ جب شاہزادہ شاہ جہان نے بغاوت کی ہے تو وہ اسکے

ساتھ رہا اسکی تخت نشینی پر منصب دو ہزار سی اور دو ہزار سوار اور علم و اسب پازین نقرہ و فیل اور
پانچ ہزار روپیہ انعام بلا ستمہ میں راجہ گج سنگھ کے ساتھ تعلقہ نظام الملک کی تحریک کے لئے
متعین ہوا اور اسی سال میں عدم کارستہ لیا۔ گوپال سنگھ بیٹا چھوڑا۔

(۷) مخصوص خان سید خان کا چھوٹا بھائی ہے ملتان میں اپنے بھائی کے ساتھ مسلمہ
میں ہم گجرات میں شہباز خان کے ماتحت کام کرتا رہا شاہزادہ مراد کے ساتھ کابل گیا
وہاں اکبر جبر گیا تو اسکی خدمت بھی کرتا رہا اس کے بھائی کا قصور پادشاہ نے معاف کیا
شاہزادہ سلیم کی بھی خدمات کرتا رہا وہ جہانگیر کی ابتداء سے سلطنت میں زندہ تھا۔
تاریخ وفات معلوم نہیں اس کا بیٹا مقصود باب سے برگشتہ تھا اس لئے پادشاہ نے اسکو
منصب نہیں دیا۔

(۱۱) شیخ ابو الفضل۔ شیخ نے جو اپنا حال آئین اکبری میں لکھا ہے پہلے اس سے خلاصہ
کے طور پر لکھتے ہیں پھر تاثر الامرا اور تاریخ عبدالقادر بدایونی میں اور اور مورخوں نے جو اسکی
نسبت لکھا ہے اسے بیان کرینگے۔ وہ لکھتا ہے

تہیدستی کے سبب نسب سرا ہو بابا دادا کی ہڈیوں کی تجارت کرنی ہے اور اپنی نادانی
کا ظاہر کرتا ہے اور شوریدہ مغربی سے اوروں کے ہنر پر نازش کرنی اور اپنے عیبوں کو نہ دیکھنا
ہے۔ میں اس باب میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا تھا اس و نیابین سلسلہ خاندان کا پابند مقصد
پر نہیں پہنچتا اور آبیاری انتساب صورتی نہ ہنگامہ معنوی میں کام نہیں کرتی۔

ابیات

چونا نامان نہ در بند پدر باش	پدر بگزار و فرزند ہنر باش
چو دود از روشنی نبود نشان مند	چھ حاصل ز انکہ آتش راست فرزند
زمانہ کے محاورہ میں نسب کو تخمہ۔ نژاد۔ ذات اور انسی طرح کے الفاظ سے تعبیر	

کرتے ہیں اور اسکو عالی و سافل سے پابند کرتے ہیں۔ ہشیار و اناجانتا ہے کہ عالی خاندان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اسکے ابا سے ابا کے معانی میں کوئی ظاہری ثروت میں یا شناسائی حقیقت میں غالب ہوگا۔ نام میں لقب میں حرفہ میں مسکن میں شہرت پائی ہوگی۔ ورنہ عالم جو انسان کو آدم صفی کی اولاد سمجھتے ہیں اور داستان گذاروں کی گفت و گو کے سبب کوئی اور احتمال اُنکے دین بناد نہیں ہے تو خوب ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں وہ دوری راہ کے سبب بہک جاتے ہیں اور اس گوہر گرامی کا اعتبار نہیں کرتے پس بیدار دل کب اس افسانہ سے خواب میں آتا ہے۔ اور اس پر بھروسہ کر کے حقیقت پر وہی سے ماتحتہ کو اٹھاتا ہے۔ پس روح کو ایزد شناسی پر سے کیا فائدہ اور ابراہیم خلیل السلام کو بت پرستی سے کیا زیان۔

بندہ عشق شو ترک نسب کن جامی کہ درین راہ فلان بن فلان خیرستے

لیکن سر نوشت آسمانی سے صورت پرست ریمون سے کام پڑا اور اس طائفہ سے آمیزش ہوئی۔ چون نسب کو حسب پرترجیح دیتا ہے اس لئے کچھ نسب کا حال بیان کر کے ان لوگوں کے آگے اپنا نمادہ بچھاتا ہوں۔

آبا کے کرام کی داستان دراز ہے اس میں کیوں وقت اپنا ضائع کروں ان میں بعض لباس ولایت میں ایک گروہ علوم رسمی میں ایک طائفہ عمارت کے جامہ میں ایک جماعت معاملہ گذاری میں اور ایک طبقہ تجرد و تنہائی میں بسر کرتا تھا۔ مدت سے ان بزرگوں کی وطن گاہ زمین میں مٹی شیخ موسے پنچین جد کو اہل حال میں خلق سے وحشت ہو گئی گھر بار چھوڑ چھاڑ مسافرت اختیار کی علم و عمل کے ساتھ جہان کی سیر کی نو صدی میں یل میں کہ سیدستان (دشت) میں ایک نرنگا ہو عزت قبول کی خدا کیش حقیقت پر وہوں کی صحبت و دوستی میں رہا اگرچہ حوالہ سے مدینہ آیا مگر تجرد سے تعلق میں نہیں دوڑا وہ اپنے نفس تو قلموں کے آراستہ کرنے میں مصروف رہا۔ اسکے بیٹے پوتے اسی کی آئین پر چلتے رہے اور تحصیل علم میں مصروف رہے۔

دسویں صدی کے شروع میں شیخ خضر کے دل میں یہ آرزو آئی کہ بعض اولیا و ہند کی

زیارت کرے اور دیار حجاز میں جائے اور اپنی قوم کو جاگرد کیجے وہ اپنے چند خوشیوں اور دوستوں کے ساتھ ہند میں آیا اور شہر ناگور میں پہنچا۔ پچھلے بخاری اچھی خدمت جہانیاں کا جانشین تھا اور ولایت معنوی سے بہرہ رکھتا تھا و شیخ عبدالرزاق قادری بغدادی کہ سید عبدالقادر جیل کی اولاد میں تھا اور شیخ یوسف سندی جس نے صورت و منہ کی سیر کی تھی اور بہت سے کمالات حقیقی جمع کیے تھے اور خلق کی رہنمائی اور ارشاد میں بسر کرتا تھا اور خلقت اُسکی رہ اور دسے ذخیرے لیتی تھی ان کا رآگاہ بزرگون کی گرم خونی اور دجونی کے سبب شیخ خضر نے یہاں توطن اختیار کیا۔

شیخ خضر کا بڑا بیٹا ۱۱۸۰ھ میں شیخ مبارک پیدا ہوا۔ چار سال کی عمر میں آگہی کے آثار نمایاں رہتے۔ نو سال کی عمر میں سرسرایہ سترگ اس نے حاصل کیا چودہ سال کی عمر میں علوم متداولہ حاصل کر لیے۔ ہر علم میں اس کو ملن یاد تھے۔ شیخ سطن کی خدمت میں وہ زیادہ رہتا تھا اور اپنے باطن کی پیاس کو اُس نے بجھاتا تھا۔ شیخ ترک شراوت تھا ایک سو بیس کی عمر میں مرا سکندر لودی کی سلطنت میں یہاں وطن بنایا اور شیخ سالار ناگوری کی خدمت میں علم کا پایہ والا پایا۔ شیخ نے توران اور ایران میں دانش کو حاصل کیا تھا القصبہ شیخ خضر سندھ میں اس اراد سے گیا کہ وہاں سے کچھ اپنے اقربا کو اس دیار میں لے آئے مگر اس سفر میں ہی سفر آخرت پیش آیا ناگور کی حدود میں بڑا قحط پڑا وہاں عام پھیلی اور مادر والدہ کے سوائے سب مر گئے۔

شیخ مبارک پیر ابو الفضل کا ارادہ ہمیشہ جہان گردی کا اور ہر زین کے بزرگون کے دیکھنے کا اور فیض ایزی کی حریو زہ گری کا دل میں جوشش کرتا تھا۔ لیکن کدبانو سے خاندان عاجز بنتی تھی اور خاطر سعادت میں سرکشی نہ تھی اس کشاکش باطنی میں وہ شیخ فیاض بخاری سے ملا تا اور دل میں شورشیں بڑھی پھر خواجہ احرار سے چار ہینے تک سعادت حاصل کی اور دل کو طرح طرح کے حقائق سے پُر کیا۔

اسی اثناء میں مادر والدہ کا انتقال ہوا۔ وہی پدر بزرگوار کی تربیت کرتی تھی مالدیو کا

حادثہ برپا ہوا۔ پدر بزرگوار نے مجردانہ دربار شور کی طرف کوچ کیا۔ قصد یہ تھا کہ اس راہ سے
 مہمورہ عالم کی سیر کیجے اور طرح طرح کے آدمیوں سے فیض حاصل کیجے۔ احمد آباد گجرات
 میں بڑے بڑے عالموں سے ملاقات ہوئی اور ہر فن بزرگ میں ان سے سزا عالی حاصل کی
 ابن مالک۔ شافعی۔ ابو حنیفہ۔ حنبلی امامیہ میں اصولاً و فروعاً طرح طرح کا علم حاصل کیا اور سخت
 ننگا پوک کر کے اجتہاد کا درجہ حاصل کیا اگرچہ باپ دادا کا طریقہ ابو حنیفہ کی روش پر تھا لیکن
 شیخ مبارک تقلید سے کنارہ کر کے دلیل کی بندگی کرتا اور علم ظاہر سے حقائق معنوی پر عبور کرتا اور
 نثر نگاہ صورت سے ملک حقیقت کا رہنما ہوتا۔ تصوف و اشراق کے اسالیب کو پڑھا اور بہت
 سی کتابیں خاص کر شیخ ابن عربی و شیخ ابن فارض و شیخ صدر الدین قونیوی کا مطالعہ کیا سب بڑی
 نعمت اسکو یہ ملی کہ خطیب ابوالفضل گارونی کی خدمت سے مشرف ہوا اس نے قدر دانی اور
 آدم شناسی کے سبب اس کو فرزند بنایا اسی شہر میں پدر بزرگوار شیخ عمر ٹٹوی کہ اکابر اولیاء زمانہ
 میں تھا اور شیخ یوسف سے کہ ہوشیاران سرست و ربودگان آگاہ دل میں تھا، ہمنشین ہوا
 اسی بزرگ نے شیخ کو سمجھایا کہ سفر دریا کا دروازہ بند ہے دار الخلافہ اگر وہ کی طرف جانا چاہیے وہاں
 اگر کار کشائی نہ ہو تو توران و ایران جانا چاہیے حضرت کے اشارہ سے وہ ۶ خرمن ۹ کو اگر وہ میں آیا
 یہاں شیخ علاء الدین مجذوب اتفاق صحبت ہوا اسے اپنی مستی سے ہوشیاری میں انکر کہا کہ فرماں بردار
 ایسا ہو کہ اس شہر میں توفیق کر گردش کو ترک کر۔ اور بہت سی خوشخبریائیں سنائیں اور خاطر جو سفر پر آمادہ
 تھی اس کو آرام دیا۔ دریا کو جہن کے کنارہ پر میر رفیع الدین صفوی کے جوار میں وہ فوکش ہوا اور اسی
 گھرانے میں اس نے اپنا نکاح کیا

جب ۹۵۹ میں میر کا انتقال ہوا تو والد بزرگوار نے اپنا گوشت عافیت اختیار کیا باطن کی شست
 شویں اور ظاہر کی پاکیزگی میں بہت صرف کی گونا گون علوم کے درس میں مشغول ہوا کسی سے کچھ
 ہنہیں مانگتا جو کوئی اہل ارادت برسم اخلاص کچھ لاتا تو بقدر ضرورت اس میں سے لے لیتا۔
 اور آدمیوں سے لینے میں عذر کر دیتا۔ تھوڑے دنوں میں اسکی نشہ گاہ دانشور کی پناہ

اور بزرگ و کوچک کی بازگشت ہو گئی گوگون نے حسد سے انجمن اور دوستی سے خلوت میں آرا
 لیکن اس کو نہ اول سے کچھ اندوہ ہوا نہ دوسرے سے خوشی۔ شیرخان و سلیم خان (شیرشاہ
 سلیم شاہ) اور بزرگوں نے چاہا کہ وجہ سلطانی سے کوئی قبول مناسب مقرر ہو مگر اس مہلت
 نے انکار کیا اور اس سے اپنی منزلت کو انفرائش دی۔

شیخ مبارک کی نہاد میں رہنمائی سرشت ہوئی تھی اپنی مجلس کے آنے والوں کو اور آگہی دہونڈ
 والوں کو وہ ہدایت کرتا اور بدخویوں کی سرزنش کرتا۔ ظاہر پرست خوشبین دوست اس سے
 رنجیدہ ہوتے اور ناسزا اندیشے کرتے اپنی ہنگامہ آرائی اور معرکہ گیری اور دکانداری اس کے
 دل کے پاس بھی نہیں آئی تھیں اس لئے نہ وہ حق سرائی میں نہ بدکاروں کی نکوہش میں
 تخفیف کرتا اور پر خاش جویوں کی چارہ سگالی پر توجہ کرتا یہی سبب تھا کہ خدا نے اس کو سعادت
 گرین فرزند عنایت کیے اگرچہ وہ اپنی اوقات کو علمی گفتگو میں صرف کرتا افغانوں کے زمانہ
 میں حقیقی دانشمند بیان کہتے تھے۔ مگر جب ہالیوں پادشاہ ہندوستان میں آیا تو چند ایرانی و
 تورانی دانشمندوں نے ان کو یہاں انجمن دانائی کو رونق دیدی جب شہنشاہ اکبر تخت پر بیٹھا تو اول ہی
 سال جلوس میں بڑا قحط پڑا اور تفرقہ آدمیوں میں ہوا اور آبادی کی ویرانی بنی کچھ گھر ہی باقی رہے
 اور پھر وبا کو عالم نے اور خلقت کا کام تمام کیا۔ اکشر بابا دہندوستان میں تلکدستی اور جانگزیائی نے پانچو
 پھیلائے مگر شیخ مبارک نے اپنے گوشہ عزلت کو نہ چھوڑا۔ جب ابوالفضل پانچویں سال میں تھا اس عمر
 میں اس کی وہ بیاقت تھی جس کا یقین کسی کو نہیں آئیگا سختی روزگار نے خاندانوں کو برا فائدہ کیا
 اور ہزاروں کو مار ڈالا مگر شیخ مبارک کے گھر میں سب عورت مرد چھوٹے بڑے بہتر آدمی رہتے
 تھے انکی فراخ حالی و نشاط در دیشی کو دیکھ کر لوگ متحیر ہوتے تھے اور شیخ پر کیا گرد و سحر خوان ہو گیا
 گمان کرتے تھے کبھی ایسا میر علی ہم پہونچا وہ مٹی کی ہنڈیوں میں جوش ہوتا اس کا آئینہ
 ان سب آدمیوں میں تقسیم ہوتا مگر اسپر بھی روزی کا غم اس گھر میں قدم نہ رکھتا اور سوا خدا کی
 عبادت کے کوئی اور خیال دلون میں نہ آتا۔ سختی سے اور شادمانی ہوئی اب شیخ مبارک

پر یہ افرا بانڈھا کہ وہ فرقہ مہدویہ میں ہے اور اس باب میں بہت پریشان داستانیں گھڑی گئیں
ہند میں ایک گروہ ہے کہ میر سپد محمد جو پوری کو مہدی موعود سمجھتے ہیں اور اس میں مبالغہ کرتے
ہیں سلیم شاہ کے عہد میں شیخ علانی ایک جوان جس کا ظاہر و باطن آراستہ تھا وہ اس وطن
میں پڑا۔ وہ شیخ مبارک سے ملنے آیا۔ فتنہ اندوز ہمانہ جو نے ہرنہ سرائی شروع کی۔
زمانہ کے علماء کہ نادان دانش فروش اور زبرگیاہ نوش نماہیں شیخ علانی کے مارنے پر مستعد
ہوئے اور فتویٰ درست کئے شیخ مبارک نے ان کے ساتھ موافقت نہیں کی اور عقل و نقل کو
انکی معاضدت میں نہ پایا۔ ہندوستان کے پادشاہ کے روبرو یہ معرکہ پیش ہوا۔ پادشاہ نے رما
کے علماء کو جمع کیا اور حکم شرعی کا استفسار کیا۔ شیخ مبارک کو بھی اس میں بلایا۔ اس نے سب برطان
ارشاد کیا۔ اس دن سے لوگوں نے شیخ کو مہدویہ ہونے سے مہتم کیا۔ پھر اس سبب سے اسپر شیعہ ہونے
کی تہمت لگائی کہ ایک شخص سادات عراق سے آیا تھا وہ زمانہ یگانہ تھا۔ علم کو عمل کے ساتھ تھرو
رکھتا تھا اور گفتگو کو کردار کے ساتھ یکتائی دیتا تھا علماء نے ایک دن اکبر سے کہا کہ میر کا
پیش نماز ہونا روا نہیں ہے جب اسکی گواہی مردود ہے تو اس کا اقتدار کیسے سزاوار ہو سکتا
خفی کتابوں کی چند روایتیں استشاد کے لئے پیش کیں کہ عراق کے اشرف کی شہادتیں
نہیں سننی چاہئیں مرزا پر بربری بنی مگر شیخ مبارک سے اسکی اخوت تھی اس نے خوب ان
روایتوں کو رد کیا اور ثابت کیا کہ اس عراق سے عجم مراد نہیں ہے بلکہ عراق عرب مراد ہے۔
اس وجہ سے شیخ پر شیعہ ہونے کی تہمت تھوپی یہ نہیں سمجھے کہ شناسائی اور پھر ہے اور
پزیرائی اور ہے۔

۹۳۰ میں شیخ مبارک گوشہ انزوا سے باہر آیا اور عجیب مصیبتوں میں مبتلا ہوا جنہیں سے
بچنے کچھ لکھی جاتی ہیں۔ اگرچہ ہمیشہ حسد کے زہور خانہ میں شورش تھی اور بار بار سوز و غم جویش
میں تھا اور دوستی کا شب چراغ بیفروغ اور زمانہ کے نیکون کا دل بدی سے لبتہ اور بیگانگی
کا دروازہ کشادہ تھا لیکن اس وقت میں کہ شیخ مبارک کے پایہ دانش کی بلندی نے بلند سی

نے بندی پانی اور بزرگان زمانہ اس کے شاگرد ہوئے اور اس کے پاس آدمیوں کا ہنگامہ گرم ہوا اور اس نے اپنی آئین کے موافق دوستوں اور نیک خواہوں کو بُری عادتوں اور خویوں سے باز رکھا تو علماء زمانہ و مشائخ روزگار کہ وہ شیخ مبارک کو اپنے عیبوں کا آئینہ جانتے تھے اس کے آزار کے دریے ہوئے۔ ان کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر پادشاہ تک اس کی سبائی ہوگئی تو ہماری قلعی کھل جائیگی اور کچھ ابر و باقی نہیں رہیگی غرض انھوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کے ایک شخص کو جسکو شیخ مبارک نیک جانتا تھا سکھاڑھا آدھی رات کو بھجوا دیا اس اندھیری رات میں کانپتا لرزتا بسوڑا روتا ہوا شیخ فیضی پاس آیا اور اس نے اُس سے کہا کہ لوگوں نے نجوم کر رکھا ہے اور ہیت سے مدعی پیدا کر رکھے ہیں شیخ پر بہت سے بہتان باندھے ہیں۔ یہ لوگ صاحب اقتدار ہیں۔ میں یہ حال دیکھ کر آدھی رات کو آیا ہوں ایسا نہ ہو کہ دن ہو جائے اور پھر علاج نہ ہو سکے بہتر یہی ہے کہ کچھ دنوں کے لیے شیخ کو بغیر اس کے کہ کسی کو خبر ہو ایک گوشہ میں لے جائے اور جب تک کہ دوست جمع ہوں اس کو کتارہ کرنا چاہیے۔ فیضی بیتاب ہو کر باپ پاس گیا اس نے تنوکلانہ صوفیانہ باتیں بنائیں فیضی کی عقل و ہوشن بجا نہ تھے اس نے کہا کہ معاملہ کی بات اور ہوتی ہے اور داستان تصوف اور ہے اگر اس وقت آپ نہیں جاتے ہیں تو میں اپنے تئیں مارتا ہوں کہ روزنامی کو نہ دیکھوں جب بیٹے نے یسٹانی تو باپ نے اس کا کہنا مانا ابو الفضل کو سیدار کیا پھر اندھیری رات میں باپ اور دونوں بیٹے گھر سے پیادہ نکلے نہ کوئی رہبر معین تھا نہ رفتار کے لئے پاؤں استوار تھے شیخ صاحبِ نیکی تقدیر کا نشانہ دیکھ رہے تھے بیٹے دونوں آپس میں تقریر کرتے تھے جو ایک کہتا تھا دوسرا اس کو روکنا تھا ابو الفضل کہتا تھا کہ گھر چلو باپ اس کے ساتھ اتفاق رہے کرتا تھا مگر فیضی کسی طرح ہمیں ماننا تھا آخر کو جب دن ہوا تو شیخ کے دشمنوں نے پادشاہ کے سپاہیوں کو اُس کے گھر بھجوا کہ اُس کو لے آئیں جب یہ سپاہی گھر آئے اور شیخ کو نہ پایا تو شیخ ابو البرکات کو کھڑک لے گئے اور شیخ کے بھاگنے کی داستان بنانے کے پادشاہ سے کہہ دی پادشاہ اُس کو چھو

لڑکے کو چھوڑ دیا اور گھر پر سے سپاہیوں کو بلالیا اور کہہ دیا کہ شیخ کہیں سیر نہ تماشے کو گیب ہوگا
ان دشمنوں نے شیخ کو گھر سے تنہا لایا ہی تھا اب اُس کے درپے ہوئے کہ کسی نہ کسی طرح
مے اُس کو پادشاہ کے روبرو لے کر بلانا چاہیئے پادشاہ کی طرف سے چھوٹی ٹمونی یا تین شیخ
کی نسبت مشہور کر دیں۔

شیخ اور اُس کے دونوں بیٹے مارے مارے پھرے کوئی ان کو گھر میں جگہ نہ دیتا تھا جن
بہت دنوں تک مصیبت اٹھا کر اگرہ میں گئے وہاں پادشاہ پاس کچھ ایسے دوست ان کے
جمع ہو گئے تھے کہ شیخ پادشاہ کی خدمت میں گیا اور وہاں اسکی تعظیم و تکریم کی گئی اور اس کے
دشمنوں کو ذلت ہوئی جب پادشاہ دارالسلطنت میں لاہور میں آیا تو اس نے ۹۹۵ھ میں
شیخ کو یاد فرمایا وہ پادشاہ پاس گیا جب شیخ وہاں سے واپس آیا تو اس دنیا سے رحلت ہوا
عبدالقادر بدایونی لکھتا ہے کہ اس مخالفت اور دشمنی کا سبب یہ تھا کہ جب اہل بدعت گرفتار
ہوتے تھے تو اس سے پہلے میر حبشی اور اسکے سوا شیخ عبدالنبی و مخدوم الملک اور سائر علما اپنے
متفق اللفظ والمعنی ہو کر پادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ مبارک مہندی اہل بدعت سے ضال و
مضل ہے یعنی خود گمراہ اور اور دن کا گمراہ کرنے والا ہے۔ پادشاہ سے ایک طرح کی اجازت
لے کر اسکے دفع رفع کے درپے ہوئے تختیوں کو شیخ کی حاضری کے لیے بھیجا۔ شیخ اپنے بیٹوں
سمیت ردپوش ہو گیا تھا ان تختیوں نے اُسکی مسجد کا منبر توڑ ڈالا۔ شیخ نے شیخ سلیم چشتی
فچوری سے کہ جن کا جاہ و جلال اوج پر تھا التجا کی کہ وہ پادشاہ سے اسکی شفاعت کے لیے
اتماس کریں۔ شیخ نے بعض خلفاء کے ہاتھ کچھ خرچ اس پاس بھجوا دیا اور یہ پیغام دیا کہ تمہارے
لئے بڑی مصلحت یہی ہے کہ گجرات چلے جاؤ۔ جب شیخ یون نامید ہوا تو مرزا عزیز کو کہ کا متول
ہوا۔ اُس نے شیخ مبارک کی ملائی اور درویشی کا اور اسکی اولاد کی فضیلت کا حال پادشاہ
سے عرض کیا اور کہا کہ وہ مرد متوکل ہے کچھ زمین بھی پادشاہ ہی اُسے نہیں ملی یہ فقیر کیوں
رنجیدہ کیا جاتا ہے۔ پادشاہ اُسکی اپنا سے دست بردار ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد زمانہ اُسکا

موافق آگیا۔

بدایونی اس کا اور حال یہ لکھتا ہے کہ وہ روزگار کے علماء کبار میں سے تھا۔ اصلاح و تقویٰ و توکل میں اپنے زمانہ و خلائق دوران سے ممتاز تھا۔ ابتدائے حال میں ریاضت و مجاہدہ بہت کرتا تھا۔ امر معروف و نہی منکر میں اس طرح مجتہد تھا کہ اگر اسکی مجلس و عظیم سونے کی انگوٹھی یا حریر یا سرخ موزہ یا سرخ زرد پاجامہ کوئی پہنکر آتا تو خود کھڑکتا کہ اُس کو اتار دو اور کوئی ازرا بخون سے نیچے پیسے ہوئے ہوتا تو فوراً اُس کے پاجامہ کترنے کا حکم دیتا۔ اگر نف کی آواز گلی میں سنتا تو بھاگ جاتا مگر آخرین وہ نعمت میں مشغوف ہوا کہ ایک دم بے استماع صوت و راگ و سر و دوسانے کے آرام نہ لیتا۔ غرض اطوار مختلف اور اوضاع متلون کا مسالک تھا۔ کچھ بزرگ افغانوں کے عہد میں شیخ علانی کی صحبت میں رہا۔ اوائل عہد اکبری میں جماعت نقشبندیہ کو استیلا ہوا تو اُس نے اپنی نسبت سلسلہ کے ساتھ درست کی کچھ دنوں مشائخ ہمدانیہ میں داخل رہا جب دربار کو عراقیوں نے گھیرا تو ان کے رنگ میں ہو گیا نکلمہ و الناس علی عقولہم اس کا شیوہ تھا۔ بہر حال وہ علوم دینیہ کے درس میں اشتغال رکھتا تھا۔ علم شعر و فنون و سائر تفصائل خصوصاً علم تصوف کو خوب جانتا تھا وہ اور علماء ہند کی طرح نہ تھا شاہی دعلم تجوید میں یعنی قرآن کی قرات میں ایک کتاب ہی حفظ تھی حفظ اس کو پڑھانا تھا۔ قرآن مجید کو دسوں قراتوں میں پڑھ سکتا تھا۔ پادشاہوں کے دروازہ پر کبھی نہیں جاتا تھا بہت خوش صحبت تھا آخر عمر میں ضعف بصر ہوا۔ مطالعہ سے باز رہا گوشہ نشین ہوا۔ اس نے تفسیر کبیر کی مانند ایک تفسیر لکھی جسکی چار جلدیں ضخیم ہیں۔ منبع فرائس العیون۔ اس کا نام ہے جب اس نے تفسیر تمام کی تو وہ قصبہ قرصی تائبہ کو جسکی سات سو بیٹیں ہیں اور قصبہ نہشت بن زبیر اور اور قصبہ کو حفظ و رد کے طور پر پڑھتا تھا۔ ہمارے قصبہ سنہ کو اس جہان سے رخصت ہوا۔ اس جامعیت کے تقہ کوئی ملاحظہ نہیں آیا۔ مگر افسوس ہے جب دنیا و جاہ کی شومی سے لباس فقر میں کوئی جگہ نشینی دین اسلام کی نہیں چھوڑی۔ جامع اوراق یعنی عبدالقادر نے عنقوان مشابہ میں آگرہ میں جنید

سال اسکی ملازمت میں رہ کر اس سے سبق پڑھا ہے اس کا بڑا حق مجھ پر ہے لیکن بعض امور دنیاوی اور دینی اور مال و جاہ کی حرص و زمانہ سازی و مکر و فریب اور تغیر مذہب و ملت میں غلو اس سے ایسے ظہور میں آئے کہ کوئی حق اس کا مجھ پر باقی نہیں رہا۔

یہ حال تو ابوالفضل کے بزرگوں کا خطاب وہ اپنا حال لکھتا ہے کہ اگر محرم ۱۲۵۷ء کو میں پیدا ہوا ایک سال سے کچھ عمر بڑھی تھی کہ میں پیاری پیاری باتیں کرنے لگا پانچ سال میں غیر متعارف آگاہی ہوئی اور سواد حاصل ہوا۔ ساتویں سال میں باپ کے خزانوں کا گنجوار اس کے جواہرانی کا پاسدار اور اس کے گنج کا مار بنا تعجب یہ ہے کہ میں ہمیشہ علوم مکتسبی سے اور رسوم زمانی سے بھاگتا تھا۔ اکثر اوقات میں کتاب کا مطلب نہیں سمجھتا تھا۔ باپ اپنے طور پر ہر فن میں ایک مختصر کتاب تالیف کر کے سکھاتا اور اس سے میرا علم بڑھتا لیکن کوئی علم کی بات و نشین نہیں ہوتی۔

بعض باتیں مطلقاً سمجھ میں نہیں آتیں بعض وقت اشتباہ مجھے آگے نہ چلنے دیتے زبان میری یاوری نہ کرتی کہ میں ان کو کہتا اور حجاب الکنی لاتا یا سخن گذاری کی تو مندی نہ رکھتا۔ اس مجلس میں رونما اور اپنے پرنفرتین کرتا۔ اس اشارہ میں ایک مظلوم کوئی سے علاقہ خاطر پیدا ہوا وہ مجھ کو مدرسہ میں لے گیا۔ دس سال یہاں گزارے تحصیل علم میں رات دن مصروف رہا۔ علم کے شغل میں ایسا مصروف ہوتا کہ دو دو تین تین روز نہیں کھاتا تو لوگوں کو تعجب ہوتا میں نے ان سے کہا کہ الفت و عادت سے استبعاد اٹھ جاتا ہے۔ بیمار کی طبیعت مرض کے معارضہ میں ایسی پڑتی ہے کہ کھانے سے ہاتھ کھینچتی ہے تو کسی کو تعجب نہیں ہوتا اگر توجہ معنوی سے فراموشی ہو تو کیا تعجب ہے۔ کتب متداولہ پڑھنے اور سننے سے ازہر ہو گئیں۔ کتابوں کے پڑانے و قون سے مطالب دل کے صفحہ پر نہ ہو گئے۔ میں متقدمین پر اعتراض کیا کرتا تو لوگ مجھے اڑکا سمجھ کر کچھ اسپر خیال نہیں کرتے تھے جس سے میرا دل جلتا تھا۔

ایک دفعہ حاشیہ خواجہ ابوالقاسم کا مطول میرے پاس لائے۔ میں ملا اور میر پر اعتراض کرنا تھا بعض دوست اس کا مسودہ کرتے جاتے تھے وہ بالکل اس حاشیہ میں نکلے میری

تدریس کا آغاز ہی تھا۔ حاشیہ سفافی میری نظر سے گذر کر آدھے سے زیادہ دیوک (دیوک)
 خوردہ تھا۔ طلبہ اسکے استفادہ سے ناامید تھے۔ میں نے کرم خوردہ کاغذ کو جدا کر لیا اور اسکی
 جگہ سفید کاغذ لگایا اور صبح کو تامل کر کے مسرے و منتہا کو دیرفت کر کے اس کا مسودہ مربوط
 کیا اور اس کو سفید کاغذ پر لکھایا اس اثنا میں درست کتاب ہاتھ لگی جب مقابلہ کیا گیا تو
 دو تین جگہ تغیر بالمداد اور تین چار جگہ ابراد بالمقارب ہوا مختاسب کو دیکھ کر تعجب ہوا۔

ابو الفضل کا شہنشاہ کی خدمت میں جانا

سالہ میں ابو الفضل مبارک حضرت شہنشاہ اکبر کا قدیم ہوا اسکی خود پرستی سخت کا علاج
 ہوا اس ملاقات کا حال وہ خود اکبر نامہ میں اس طرح لکھتا ہے کہ جب میں پیدا ہوا تو پانچ سال کی
 عمر میں تیز رسمی مجھے حاصل ہوئی۔ پدر صوری و معنوی کی نظر تربیت سے فنون حکمی و
 علوم نقلی میں مجھے اطلاع ہوئی۔ اگرچہ مجھ پر دانش کا دروازہ کھلا۔ پیشگاہ حکمت میں داخل
 ہوا لیکن نامساعدی نخت سے خود میں اور خوشن آرا ہوا کچھ دنوں اپنے ہنگامہ کے رونق دینے
 میں سرگرم رہا۔ طالب علموں کے ہجوم سے میری رعوت بڑھی اس گروہ کی بے تیزی و افسانی
 کی شورش سے تجرد اور اختیار علت کا نشہ سرمیں چڑھا اگرچہ دن میں درس علوم میں مشغول رہتا
 لیکن راتوں کو صحرا میں جا کر کوئے طلب کے شوریدوں سے ملتا۔ ان گنجینہ دار تنیدستوں سے درپوزہ
 ہمت کرتا۔ ظاہر بین و انایوں کے اور صورت پرست تقلیدیوں کے رواج بازار سے میں متفر
 و سراسیمہ ہوتا۔ نہ چپ رہنے کی طاقت تھی نہ حرف زنی کرنے کی قوت تھی اگرچہ پدر بزرگوار کے مقدما
 معظمت مجھے دشت دیوانگی میں نہیں لے جاتے تھے لیکن خاطر کی شورش کا علاج مفید نہیں
 ہوتا تھا کبھی مل چاہتا تھا کہ خط خطا کے دانیوں پاس چلے کبھی کوہ لبنان کے متاضوں کی
 طرف طبیعت میل کرتی تھی۔ کبھی جوگیوں کے ساتھ ہمزبانی کا شوق ہوتا تھا کبھی پڑگال کے
 پادریوں کی ہمنفسی کا خیال و امنیگر ہوتا تھا کبھی میدان فارس کی ہم نشینی اور زنداواستا

کی رموز دانی خاطر کو بے صبری کرتی تھی۔ میرا دل اپنے دیار کے ارباب صحوا اور اصحاب سکرتے
 شکستہ تھا۔ اگرچہ طلب کی ناہار باپ کی تعلیم سے شکستہ ہوتی تھی لیکن میرے درد کا دریا
 بہنیں ہوتا تھا اور اپنی نادانی سے نشاط ظاہری کو مخالف عقبتی جانتا تھا اور یہ وضع مجھے تھا
 بیقرار رکھتی تھی اور ان کی صحبت سے میں دور رہنا چاہتا تھا نصیبہ کی یادری سے پادشاہ کی
 انجمن میں میری دانش مکتبہ کی شہرت نہ گور ہوئی۔ برادر گرامی اور خیر اندیش دوست اور محبت گزین
 خویش اور شاگرد سب اسپر ہمزبان ہوئے کہ پادشاہ کی ملازمت سے میں مشرف ہوں۔ مجھے
 اس کا خیال نہ تھا اور خاطر تجر و گزین کو تعلق کا سودا سہیمہ کرتا تھا اس لیے کہ میری چشم
 دور بین بہکی نہ تھی اور سلاسل تقید کے توڑنے میں ہمت مصروف تھی اور نادانوں کی طرح
 ظاہر کو باطن کا نقیض اور قید کو اطلاق سے مغایر شمار کرتا تھا یہاں تک کہ خدا مجازی نے
 پردہ اٹھا کر حقیقت پر رہنمائی کی اور میرے پندار کو سکھایا۔ ناگزیر اُسکی رضا کو اپنی خواہش پر
 مقدم جانا گو میری خاطر معافی کی گنجینہ دار تھی لیکن متاع دنیا سے تہیست بھی درگاہ والا کی پیشکش
 کے لیے میں نے آیت الکرسی کی تفسیر لکھی اور جب پادشاہ دار الخلافہ میں آیا تو کورنش بجالایا
 اور اس تفسیر کو اپنی تہیستی کا عذر بنایا۔ پادشاہ نے حسن قبول فرمایا اور خاص نظر سے
 خوب دیکھا۔ دولت ملازمت سے کہ اکسیر اہلیت ہے میری شورش خاطر کو تسکین دی پادشاہ
 کی محبت نے یکبارگی میرے دل کو گھیر لیا پادشاہ دیار شرقی پر یورش کے لیے چلا۔ گو میں نے
 اس درگاہ کے بزرگوں سے توسل نہیں دھونڈھا۔ ملازمت سے باز رہا لیکن پادشاہ کے ساتھ
 رابطہ روحانی میرے دل میں ہمیشہ ناخن زنی کرتا تھا۔

اب تجدید ملازمت کا حال ابکسر نامہ میں اس نے یہ خود لکھا ہے کہ ملازمت کے شروع
 میں دار الخلافہ اگرہ میں سجدہ خدمت سے ناصیہ افسروں ہوا۔ دانش رسمی کی رعوت اب تک
 دماغ میں چلی جاتی تھی باوجود فطرت اخلاص و عقیدت کے دیار شرقی کے سفر سے پہلو تہی
 کی۔ اگرچہ سفر کا سامان موجود نہ تھا لیکن دل خود بینی کا ہمت پرست ایسا تھا کہ اس نے

اگر بحث کے وقت مجتہدین کا قول اس سے کہا جاتا تو وہ یہ کہتا کہ یہ سخن فلان حلوائی کا فلان
کفش دوز کا فلان چرم گر کا ہے۔ ہمارے لیے حجت میں لاتے ہو۔ تمام مشائخ و علماء کی
نفی کرتا تھا۔ ابو الفضل اور اسکے بھائی ابو الفیض فیضی کا اثر جو اکبر کے اور اور آدمیوں
کے مذہب پہ ہوا اس کا مفصل حال ہم نے اکبر کے مذہب کے بیان میں لکھا ہی۔ مہات دکن
میں جو اس نے خدمات شاہ تہ کین اس کا اور اس کے مارے جاتے کا حال ہم نے اقبال
میں بیان کیا ہے۔ تاثر الامراء میں لکھا ہے کہ خان اعظم نے اسکے فوت ہونے کی تاریخ یہ
کہی ہے۔ تاریخ تیغ اعجاز نبی اللہ سراغی برید کہتے ہیں کہ شیخ نے خواب میں آن کر کہا
کہ میری تاریخ فوت بندہ ابو الفضل ہے۔ شاہ ابوالمعانی قادری کہ مشائخ لاہور میں سے تھے
نقل کرتے ہیں کہ مجھے ابو الفضل کے کاموں سے انکار تھا ایک رات میں نے خواب میں دیکھا
کہ مجلس جناب رسالت مآب میں ابو الفضل کو حاضر کیا حضرت نے جبہ مبارک شیخ کے منہ پر
ڈال کر فرمایا کہ یہ مرد حیات چند روزہ میں افعال بد کا مرتکب ہوا تھا مگر یہ مناجات جس کل
شعراول یہ ہے ۵ ابھی نیکان را بوسیلہ کی سرفرازی بخشی با و بدان را بمقتضائے کرم
و لنوازی کنی۔ اسکی نجات کا سبب ہوئی۔ شیخ کی تکفیر زبان رد خواص و عوام ہے بعض سکو
ہندو بعض آفتاب پرست بعض دہریہ کہتے ہیں۔ غایت درجہ لوگ اس کو الحاد و زندقہ
سے نسبت کرتے ہیں۔ مگر جو لوگ انصاف دوست ہیں وہ اس کو متصوفہ کے مقلدین
میں صلح کل و وسعت مشرب اور ادعائے ہمہ اوست و جلع ربقة شریعت اور الزام طریقہ
اباحت سے منسوب کرتے ہیں ۵ یہ نام کمندہ کونامے چندہ صاحب عالم آرائے
عباسی نے لکھا ہے کہ شیخ ابو الفضل نقطوی تھا اور اس کی دلیل یہ لکھی ہے کہ اس نے
میر سید احمد کاشی کو منشور لکھا تھا۔ میر مذکور اس طائفہ کے اکابر میں سے تھا اس نے بہت
رسالے علم نقطہ میں لکھے ہیں۔

سنہ ۱۰۰۰ میں جب ایران میں محمد کشی ہوئی ہے تو کاشان میں شاہ عباس نے میر کو اپنے

ہاتھ سے قتل کیا ہے۔ علم نقطہ بھی الحاد و زندقہ و اباحت و توسیع مشرب ہے اس میں عالم کو قدیم
 مانا ہے حشر و قیامت و اعمال نیک و بد کی سزا جزا سے انکار کیا ہے دنیا کی عزت و ذلت
 کو ہی جنت و دوزخ مانا ہے ذخیرۃ النحوانین میں لکھا ہے کہ شیخ ابو الفضل راتون کو
 درویشوں کے گھروں میں جاتا تھا اور اشرافیان نذر دیتا تھا اور التماس کرتا تھا کہ
 اسکی سلامتی ایمان کے لیے دعا کریں۔ یہ اس کا نیکہ کلام تھا کہ کیا کرنا چاہیے۔ وہ
 رات پر ہاتھ مارتا اور سرد آہ کھینچتا۔ کبھی ناسنہ لفظ زبان پر نہیں لایا۔ اسکی سرکار
 میں نہ نوکروں پر غیر حاضری پر جبر مانہ ہوتا نہ کوئی معطل ہوتا جس کو وہ مقرر کرتا اس کو تا مقدر
 تغیر نہ کرتا۔ اس کا قول تھا کہ کسی شخص کو نوکر رکھ کر موقوف کرنا خفت عقل پر حمل ہوگا۔ کہ
 نادانستہ کس واسطے آدمیوں کو تربیت کیا۔ جب آفتاب برنج حل میں آتا تو اپنے
 سارے کارخانوں کو دیکھتا اور اسکی موجودات لکھ کر اپنے پاس رکھتا اور دفاتر کو جلا دیتا
 اور کل طبوسات مستعمل کو سوائے پاجامہ کے جس کو وہ اپنے سامنے جلو اتانا دوزخ کے دن کو
 میں تقسیم کر دیتا۔ اس کو اشتہا عجیب تھی کہتے ہیں کہ سوائے آب و ہمیمہ کے بائیس سیر وزن میں
 کھانا اس کے لیے پکت اس کا بیٹا شیخ عبدالرحمن سفرہ چی بن کر بیٹھتا اور باد چرخ خانہ کا مشرف
 سلمان کھڑا رہتا جس کھانے میں شیخ دو مرتبہ ہاتھ ڈالتا وہ دوسرے روز بھی پکایا جاتا اگر کوئی
 چیز بدمزہ پیتی تو وہ بیٹے کو کھلاتا بیٹا باد چرخ کو چشم نمائی کرتا۔ مگر وہ خود اس سے کچھ نہ کہتا
 مہم دکن میں شیخ جس تورہ اور ضابطہ کو کام میں لاتا تھا اس سے زیادہ تصور میں نہیں آسکتا۔
 چالیس راویوں میں شیخ کے لیے مسند چھتی اور ہر روز ہزار لنگری طعام خاصہ تمام امراء میں تقسیم
 ہوتا اور باہر نہ گزری فرش۔ برپا کر کے ہر شخص کو جو بھوکا ہو کچھ پی پکیائی ملتی تھی۔ کہتے ہیں
 کہ جب شیخ وکیل مطلق تھا۔ ایک روز خانخانان مرزا جانی بیگ حاکم ٹھٹھہ کو ساتھ لے کر
 اسکی ملاقات کو گیا۔ شیخ ملنگ پر دراز لیٹا ہوا اکبر نامہ کو دیکھتا تھا اصلاً متوجہ نہوا اسبقدر
 کہ اس کے آئیے بیٹھے۔ مرزا جانی بیگ کہ سلطنت کا دماغ رکھتا تھا بہت پیچ و تاب میں آیا

خانخان پھر دوبارہ منت و سماجت کر کے مرزا کو شیخ کے گھر پر لے گیا تو شیخ نے دروازہ پر آنکر استقبال کیا اور حد سے زیادہ تواضع کی اور مرزا سے کہا کہ میں آپ کا ہم شہر ہوں۔ مرزا فرمایا متحیر ہو کر خانخانان سے پوچھا کیا وہ نخوت یا یہ فہر و تنی۔ خانخانان نے کہا کہ اس روز وہ توڑک و کالت نظر کے سامنے رکھتا تھا سایہ بمثل اصل کام کرتا تھا آج برا درانہ ملاقات ہے قطع نظر تمام چہ زون کے شیخ فن انشا طرازی میں طرف سحر کاری کرتا تھا باوجودیکہ وہ کلمات منشیانہ اور تصنیفات مرسلانہ سے عاری ہے مگر اس کے طرز میں اس قسم کی متانت سخن و استخوان بندی کلمات و نسبت مفردات و تراکیب مستحکم و فقرات بیگانہ محمود ہیں کہ کوئی دوسرا اس کا متبع نہایت مشکل سے کر سکتا ہے اس بیان کی صداقت تاریخ اکبری سے ہوتی ہے اس نے التزام کیا ہے کہ الفاظ فارسی کا استعمال زیادہ کروں۔ اس لیے اُسے کہتے ہیں کہ شیخ نے حمہ نظامی کو نثر میں لکھا ہے۔ اس فن میں اس کا یہ کمال ہے کہ بہت سے مطالب بدیہی ابطلان کو پادشاہ کی ستائش کے لیے اسی چند ہتھیاروں کے ساتھ تحریر کرتا ہے کہ بغیر غور کے وہ سمجھ میں نہیں آتے اس سے زیادہ کیا اس کی تحریر کی تعریف ہو سکتی ہے کہ عبدالمدخان پادشاہ بخارا نے لکھا کہ جیسا میں ابو الفضل کی قلم سے ڈرتا ہوں ایسا اکبر کے قلم سے نہیں ڈرتا۔ ہندوستان میں سب جگہ وہ بڑا منشی مشہور ہے اس کے مکتوبات مدرسوں اور مکتبوں میں پڑھائے جاتے ہیں گویتی کو وہ مشکل معلوم ہوتے ہیں مگر وہ فارسی زبان کے کامل نمونے ہیں۔ اگر آدمی فارسی زبان سے خوب ماہر ہو اور ابو الفضل کی طرز تحریر کو بھی جانتا ہو تو اس کی تصنیفات پڑھنے میں عجب لطف آتا ہے اسکی انشا ایسی بے نظیر ہے کہ نہ اس کا متبع ہو سکتا ہے نہ کسی نے کیا ہے۔

ابو الفضل کی کتابوں میں مضامین کی پاکیزگی قابل تعریف ہے اس بات کو وہی سمجھتے ہیں کہ جو مشرقی علم ادیب واقف ہیں اس کی ساری تصنیفات میں کہیں فحش الفاظ نہیں۔

عورتوں کا ذکر بے حرمتی کے ساتھ نہیں فضائل و زوائل کا جہان ذکر ہے وہاں انکی تعریف اعلیٰ درجہ کی ہے اور بد اخلاقی پر لعنت ملامت کی ہے۔ بلوک میں صاحب اور کلیڈون صاحب نے اسکی بڑی تعریف یہ کی ہے کہ وہ سچ کا عاشق ہے اور راسے بڑی بلند وعدہ رکھتا ہے۔

گو ابو الفضل پر سب مصنف یہ الزام لگاتے ہیں کہ اس نے پادشاہ کو دین اسلام اور پیغمبر سے پھیر دیا مگر وہ اسپنڈرا نہیں خیال کرتے ہیں کہ اس نے پادشاہ کو بتلایا کہ وہ اپنے فرائض کے ادا کرنے کی قدر جانے جب سے وہ اکبر کی ملازمت میں آیا تب سے مختلف مذاہب اقوام پر حکومت کرنے کا وہ اصول قائم کیا جو اسلام نے چند ہی اور ملکوں میں قائم کیا تھا جس کا نتیجہ مسالمت مذہبی تھا۔ کین صاحب نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ مشرق اور مغرب میں کوئی مدبر ملکی ابو الفضل سے پہلے ایسا نہیں پیدا ہوا جو مسالمت مذہبی کے باب میں رائے اسکی برابر رکھتا ہو۔ اگر اکبر کو اس قانون مسالمت کی ضرورت خود معلوم ہوئی تھی تو ابو الفضل ہی اسکی تشریح کرنے والا اور قلم سے اسکے لئے لڑنے والا تھا۔ اگر خان خانانوں کی تلواروں نے ملک فتح کئے تو ابو الفضل کے قلم نے دلوں کو فتح کیا اور اہل ملک کو پادشاہ کی رعیت ہونے پر راضی کیا۔ اکبر کا اسلام سے پھرنا سب کو فراموش ہو گیا۔ مگر خاندان مغلیہ میں سے کسی شہنشاہ کا رعایا کا مانی باپ بنا اسکی برابر یاد نہیں۔ اورنگ زیب نے گو اسلام کی طرف معاودت کی اور اسکے نام کے ساتھ رحمت اللہ لکھا جاتا ہے مگر اسکے ساتھ ہی سلطنت کا زوال مذہبی مسالمت کے ترک کرنے سے شروع ہو گیا۔

ابو الفضل کی تصنیفات سے کتب مفصلہ ذیل ہیں

۱) اکبر نامہ مخ آئین اکبری۔ اکبر نامہ کی تین جلدیں ہیں۔ آئین اکبری اسکی چوتھی جلد ہے یہ آئین سلطنت اکبری میں ختم ہوئی پھر سلطنت میں برابر کی فتح کے سبب اس میں کچھ ترمیم کی

اسین ۴۶ سال کا حال سلطنت کا لکھا ہے باقی سلطنت کے حالات کا ذمہ عنایت اللہ
محب علی نے لکھا ہے۔

(۲) مکتوبات علامی جسکو انشاء ابو الفضل بھی کہتے ہیں اسین اور سلاطین اور امراء کے
نام نامی اور کتا بون پر رویو اور بعض اور مضامین لکھے ہیں ان کو عبدالصمد بن فضل محمد
نے جمع کیا ہے وہ ابو الفضل کا بھانجا اور داماد تھا۔ مدارس کے درس میں یہ انشا جاری ہے
اس کے تین دفتر ہیں سوانح اکبری میں دیباچہ میں امیر حمید رحیم بلگرامی نے لکھا ہے کہ
اس کتاب کے چار دفتر ہیں مگر دفتر چہارم کیا ہے شاید اس نے ابو الفضل کی انشا کو جو ہیں
خاص رشتہ داروں کے نام خط لکھے ہیں چوتھا دفتر سمجھ لیا ہوگا۔

(۳) عیار دانش جس کا بیان ہم نے عہد اکبری کی تصنیفات کے اندر لکھا ہے۔ ابو الفضل کی
تصنیفات سے ان کتابوں کے سوا اور کتابیں ہیں۔ رسالہ مناجات۔ جامع اللغات۔ مشکل
تفسیر آیت الکرسی اور تفسیر فاتحہ سورہ فتح یہ دونوں تفسیر بن پادشاہ کی نذر بین دین سنسکرت
کی کتابوں کے ترجمہ میں جو اسے حصہ لیا اس کا بیان عہد اکبری کی تصنیفات کے عنوان
میں دیکھو۔ محمد عسکری بلگرامی نے اپنی دار المنشور میں ابو الفضل کے حالات میں یہ لکھا ہے
کہ کشمیر کی مسجد پر جو کتابہ ذیل ہے وہ ابو الفضل کی تصنیف سے ہے۔

الہی بہ خانہ کہ می نگرم جو یائے تواند و بہ زبان کہ می شنوم گویائے تو۔

کفر و اسلام در رہت پویان و حذرہ لاشریک کہ گویان

اگر مسجد است بیا تو نعرہ قدوس میزند و اگر کلیسا است بشوق تو ناقوس می جنباند

کہ معتکف و بیرم و گہ ساکن مسجد یعنی کہ تزامی طلمحہ حسانہ بخانہ

اگر خاصان ترابہ کفر و اسلام کار نیست این ہر دورا در پردہ اسلام تو بارو نہ

کفر کافرا و دین دین دارا ذرہ در دے دل عطار را

این خانہ بیت ایلاف قلوب موحدان ہندوستان خصوصاً مجہود پرستان عرصہ کشمیر تہذیب یافتہ

چراغ آفرینش شاہ اکبر کمال انشراح چار عنصر	بفسرمان خدیو تخت و افسر نظام اعتدال ہفت معدن
ہر کہ نظر صدق بیند اختہ این خانہ را خراب سازد باید کہ تخت معبد خود را بنیدارد چہ اگر نظر بر دل است با ہمہ ساختنی و اگر چشم بر آب و گل است ہمہ بر انداختنی۔ ابیات	
مدار کار بر نیت نہادی بہ پیش شاہ داری نیت شاہ	خداوند اچو داد کار دادی توئی بر بارگاہ نیت آرا
<p>ابو الفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے کہ آج آخر سال ۴۲۲ الھی کلہ ہے پھر میرادل پہونڈ توڑنے کا ارادہ رکھتا ہے اور باطن میں ایک نئی شورش ہو رہی ہے۔ سفر میرغ دل من نعمۃ داؤد نخی داند آزاد کننیش کہ مرغ قفس است این</p> <p>مجھے معلوم نہیں کہ میرے حال کی نوبت کہاں تک پہونچے گی اور میرا کیا انجام ہوگا اور سفر واپسین کس منزل میں پیش آئے گا۔ مگر ابتدائے آفرینش سے اب تک متواتر محبت اکہی کی حمایت میں رہا ہوں امید ہے کہ آرام گاہ جاوید میں جاؤں۔</p> <p>خدا کی نعمتوں کا شمار کرنا ایک طرح کی سپاس گزاری ہے اس لیے آسمین کچھ لکھتا ہوں (۱) اول نعمت جو چھوٹی ہے وہ یہ ہے۔ نژاد بزرگ رکھتا ہوں امید ہے کہ میرے باپ دادا کی پاکی کے سبب میرے گناہ کا بھی چارہ ہو اور شورش درد ولی کا ایسا ہی مداوا ہو جسے کہ وہ درد کا دارو سے آتش کا پانی سے گرم کا سرد ہے عاشق کا دیدار سے ہوتا ہے۔</p> <p>(۲) سعادت روزگار اور ایسی زمانہ (۳) طالع مسعود کہ میں ایسے مبارک زمانہ میں پیدا ہوا کہ سلطنت کا پاک بسا چھپر پڑا (۴) شریف الطرفین (۵) سلامتی اعضا واعتدال قوی و تناسب اعضا (۶) مان باپوں کی امتداد ملازمت کہ درونی و بیرونی آفتوں کے لئے حصار اور حوادث انفسی و آفاقی کے واسطے پناہ ہے۔ (۷) بہت صحت اور نوٹ داروئے تندرستی (۸) منزل شائستہ (۹) روزی سے بے غمی اور</p>	

حال سے خرسندی (۱۰) والدین کی رضا جوئی کا شوق روز افزون (۱۱) باپ کی عاطفت جو صلہ سازگار سے زیادہ اور طرح طرح کی عنایتیں مجھے وہ ابوالبابائی دودمان کے ساتھ اختصاص دیتا ہے (۱۲) درگاہ ایزدی کی نیازمندی (۱۳) زاویہ نشینان حق گزین کی اور درست عیار خود پڑو ہون سے دریوزہ گری (۱۴) توفیق بردوام (۱۵) اقسام علوم کی کتابوں کی فراہمی بے مذلت خواہش کے ہر کیش کا راز دان ہونا اور دل کا کثرت سے بیزار ہونا (۱۶) باپ کا ہمیشہ علم پر تخریص دینا اور خیالات پریشان مین نہ مصروف ہونے دینا۔ (۱۷) سعادت افزا ہمنشین (۱۸) عشق صوری کا میرے لئے منزل گاہ کمال کا رہبر ہونا گودہ اور خاندانوں کی شورش کا سبب ہوتی ہے (۱۹) پادشاہ کی ملازمت کہ جس سے بیاجم اور تازہ سواہ حاصل ہوئی (۲۰) رعونت سے نکل کر پادشاہ کی ملازمت میں آنا (۲۱) پادشاہ کی برکت سے صلح کل پر رسانی کہنے سے چپ بین کچھ آنا ہر طائفہ کے نیکون سے آشتی کی۔ بدون کا عذر قبول کر کے ان سے مصاحبت کی۔ اللہ تعالیٰ آگہی کی روشنی سے نقش بدی دور کرے (۲۲) پادشاہ کے ساتھ ارادت (۲۳) بغیر کسی کی سفارش اور اپنی نگاہ کے پادشاہ کا اعتبار نبھانا (۲۴) دانش آموذ سعادت گزین رضا جوئے نیکو کار بھائیوں کا ہونا اپنے بڑے بھائی کا ذکر کیا کروں اسپن کمالات صوری اور معنوی جمع تھے وہ بغیر میری رضا کے و تم باہر نہیں رکھتا تھا۔ اس نے میری دجوئی میں اپنے تیئں وقف کر دیا تھا۔ میری سرکردگی میں وہ پامردی کرتا تھا۔ وہ میری نیک اندیشی کو دست مرد اپنی سمجھتا تھا۔ اپنی نقصانیت میں قصیدہ فخر یہ میں فرماتا ہے۔

قصید

جا نیکہ از بلبندی و پستی سخن رود	از آسمان سر آمد و از خاک کمتر
با این چنین پدر کہ نوشتم مکارش	و فضل مفتخر ز گرامی بر ادرم
بر بان علم و عقل ابو الفضل کردمش	و از زمانہ مغنہ معانی معظم

صد سالہ رومیان مین واہست کمال
در چشم باغبان نشو و قدر او بلند

در عمر گراز دو سالے فروز تنم
گراز درخت گل گز رود شاخ عرم

یہ میراجبائی شمسہ ۹۸۵ ہجری مین پیدا ہوا تھا۔ دوسرا جبائی شیخ ابو البرکات کا ۹۸۵ھ انتقال
مین پیدا ہوا تھا گو وہ علم مین پایہ والا نہیں رکھتا تھا مگر معاملہ دانی و شمیر آرائی و کار شناسی
مین پیش قدمی مین شمار ہوتا ہے۔ نیک ذاتی و درویش پرستی و خیر سگالی مین ممتاز ہے
تیسرا جبائی شیخ ابو انحر ہے ۲۲ جمادی الاول ۹۸۵ھ کو پیدا ہوا اسکی خوے ستودہ مین مکام
اخلاق و شرافت تھے۔ زمانہ کے مزاج کو خوب پہچانتا تھا زبان کو مثل اور اعضا کے قابو مین
رکھتا تھا۔ اکبر نامہ مین لکھا ہوا کہ وہ شاہزادہ دانیال کے ساتھ بھیجا گیا تھا اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ وہ پادشاہ کا ملازم تھا۔ چوتھا جبائی شیخ ابو المکارم ۲۳ شوال ۹۸۵ھ کو پیدا ہوا
ابتداءے عمر مین اسکے مزاج مین شورش تھی۔ مگر باپ کی ہدایت سے وہ راہ پر گایا۔
اور معقول و منقول کو باپ سے پڑھا۔ علم حکمت کو امیر فتح الد شیرازی سے سیکھا دل سے
راہ رکھتا ہے امید ہے کہ ساحل مقصود پر پہنچ جائے۔ ان چاروں بھائیوں اور ابو الفضل
کی مان ایک تھی جس کا انتقال ۹۹۸ھ مین ہوا۔

پانچواں جبائی شیخ ابو تراب ۲۳ ذی الحجہ ۹۸۵ھ کو پیدا ہوا۔ اسکی مان اور تھی وہ دربار مین آتا
اور کسب و کمال مین مشغول رہتا ان کے سوا دو اور بھائی ہیں شیخ ابو الحاد جو ۳ رجب ۱۰۰۰ھ
کو اور شیخ ابو راشد جو ۲ جمادی الاول ۱۰۰۰ھ کو پیدا ہوا۔ اگرچہ وہ حرم سے پیدا ہوئے ہیں
مگر آثار اصلیت ان مین ظاہر ہیں۔ ان بیٹوں کے پیدا ہونے سے پہلے باپ مر گیا مگر ان کے
نام وہ مرنے سے پہلے رکھ گیا تھا۔ اگرچہ بڑا بھائی مر گیا جس سے ایک عالم کو غم ہوا امید ہے
کہ اور بھائیوں کی عمر دراز ہو اور خیرات صوری و معنوی سے سربلند ہوں (۲۵) کہ خدائی
حالی خاندان مین جس سے کاشانہ ظاہر کو رونق اور نفس کجرا کو فہار لگی۔ تین بیویاں تھیں
جن مین سے ایک ہندی۔ دوسری ایرانی تیسری کشمیری تھی (۲۶) گرامی فرزند کا ۱۲ شعبان ۹۹۹ھ

کو پیدا ہونا۔ باپ نے پوتے کا نام عبدالرحمن رکھا۔ اگرچہ ہندوستانی نژاد ہے مگر مشرب یونانی رکھتا ہے۔ علم سیکھتا ہے۔ زمانہ کے سودوزیان سے خوب واقف ہے۔ نیک بختی کے آثار ظاہر ہیں۔ پادشاہ نے اپنے کو کون کے ساتھ منتسب کیا ہے۔

(۲۷) پوتے کا پیدا ہونا جو ۳۳ ذی قعدہ سنہ ۹۹ کو پیدا ہوا۔ پادشاہ نے اُس کا نام شوتن کھا (۲۸) کتب اخلاق کا مطالعہ (۲۹) نفس ناطقہ پر علم ہونا۔ مدتوں تک مقدمات بیانی ایحانی کا طلبگار رہا۔ ان روش کے صاحبوں سے بہت آمیزش کی دلائل ذاتی و شہودی و اکتسابی و نظری نظر میں آئے مگر شبہ کی راہ نہ بند ہوئی۔ دل کو آرام نہ ہوا۔ عقیدت کی برکت سے یہ عقدہ حل ہوا اور لنشین ہوا کہ نفس ناطقہ ایک لطیفہ ربانی سوئے بدن کے ہے اس کو خاص تعلق سپیکر عنصری سے ہے (۳۰) بزرگان صورت کو شکوہ نے مجھے پارساگو ہری کے سبب گفتار حق سے باز نہیں رکھا میری دانش و بینش میں وہ راہزن نہیں ہوئے مالی و جانی و ناموس کے گرد کے خوف نے میری عزیمت میں تفرقہ نہ ڈالا رفت آگ کر دار نے اپنی جو بیانی (۳۱) اعتبارات دنیا کی طرف بے میلی۔ (۳۲) اکبر نامہ کا لکھنا۔ اگرچہ اس میں اکبر کا حال لکھا ہے مگر وہ طرح طرح کے علم کا ایک چشمہ سار ہے اور گردہ دانش کا معدن کار گزار حدیثوں کار ہنوں۔ خذہ فروش ہزل سرایون کو اس سے فائدہ نہ خوردونکے واسطے بلکہ نشاط جوانوں کے واسطے اسباب عونت۔ بٹھے روزگاروں کے بخر بون کو اس میں ایک جگہ پائے اور زرویسیم کے بخشنے والے آئین مردی کو اس سے پہچانیں گو ہر بیت انی کے لئے خرم وزن گاہ۔ آزادی کی گیارہ کے لیے پروردہ زمین کار گاہ ہنر کا بجر۔ صبح سعادت کار وزن۔ گو ہر آفرینش کا دریائے شرف۔ سعادت نہاد۔ ناموس آرا روش اس سے سیکھتے ہیں حق پروردہ دیندار نامہ اعمال کی وید بانی سے عشرت جمع کرتے ہیں ہنر متلاع کے سودا گراں سود حاصل کرتے ہیں۔ پہلوانی کے میدان کا جان نثار محبت ناموری کا سبق اس سے پڑھتے ہیں۔ تن گداز نفس آرا نیکو کاری اس سے حاصل کرتے ہیں۔ بختار اخلاص طراز اس سے ذخائر بے منتہی جمع کرتے ہیں نرنگاہ حقیقت آرا جشن گردین

اسکی یادری سے اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں۔ ابیات

یکے نامہ س ختم پر شگفت	کہ ہر دانے زو قواں برگرفت
چنان گفتسم این نامہ نغزرا	کہ روشن کند خواند نش نغزرا

ان سخنوں کے سبب سے یہ مژدہ دل کے کان میں آتا ہے کہ فائزہ باخیر ہو اور ابدی سعادت یادری کرے۔ اگر یہ پور مبارک (مبارک کا بیٹا) مورد اصداد اور عبرت نامہ جہانیاں ہے اور اسکی مہر و کین کا ہنگامہ شورش کر رہا ہے۔ ایزد پرست حق پر وہ اسکو ابوالاحد کہتے ہیں اور دادار میہال کا یگانہ بندہ جانتے ہیں۔ عرصہ دلاوری کے پہلوان اسکو ابوالہمت کہتے ہیں۔ ہستی دشمن کے یکتاؤن میں خیال کرتے ہیں۔ خرد مندراس کو ابوالفضل کہتے ہیں اور اس دودمان عالی میں منتخب اس کو جانتے ہیں۔ دفا نزعوام میں کہ آشوب خانہ نے تمیزی ہے بعض اسکو پرستاری دینے سے نسبت دیتے ہیں اور اس گرواب میں ڈوبا ہوا سمجھتے ہیں اور بعض اسکو کفر الحاد میں منہک گمان کرتے ہیں اور اسکی نگوہش و سرزنش کے لیکو انجمن بناتے ہیں۔ صد داستان بوالعجب آید بروئے کا پھیران شوند گرد و سہ حرفے رقم نمونہ احمد کہ ان باتوں سے اس زمانہ کی شگرت کاری کے تماشے سے باہر نہیں جاتا اور جبرے بھلے کہنے والوں کی خیر سگالی نہیں چھوڑتا اور زبان و دل کو آفرین و نغزین و آلودہ نہیں کرتا۔

ابیات

شناسدہ گرسٹ شوریدہ مغز	نہ مہرہ شناسد ز دینار نغز
ہنر تابدا ز مردم گوہرے	چو نواز مہ و تابش از مشتری

شیخ مبارک کی چار بیٹیوں کا ذکر تاریخ میں آیا ہے (۱) ایک بیٹی اسکی خداوند خان کنی بیاہی ہوئی تھی جسکو بدایونی رافضی بتلاتا ہے وہ گجرات میں کری کے اندر مر گیا۔

(۲) دوسری بیٹی حسام الدین سے بیاہی گئی۔

(۳) راجہ علی خان حاکم خاندیس سے تیسری بیٹی بیاہی گئی جسکے بیٹے صفدر خان نے

سہ ماہ میں منصب ہزاری پایا۔

(۴) اسلام خان سے چوتھی بیٹی لاڈلی خاتم بیاہی گئی وہ سائنہ میں خاندان سے پانچ برس پہلے مر گئی اسکے مقبرہ کو روضہ لاڈلی بیگم کہتے ہیں وہ اکبر کے مقبرہ سکندر خان سے مشرق میں دو میل آگرہ کے قریب ہے۔ سائنہ میں وہ تعمیر ختم ہوئی۔ برٹش گورنمنٹ نے ایک ہندو کو ہاتھ اس روضہ کو بیچا الا جس نے سنگ مرمر کی سب قبریں کھود کھا دی پڑالین۔ احاطہ کے سوا روضہ کا کوئی اور نشان باقی نہیں رہا اور دروازہ پر یہ طغرا لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم و بہ تقیتی ہذا الروضہ للعالم ربانی والعارف الصدا فی جامع العلوم شیخ مبارک المقدس سرہ قد وقف بینا بہ خبر العلوم شیخ ابو الفضل سلمہ اللہ تعالیٰ فی ظل دولہ الملک العادل بطلبہ لہجہ والاقبال والکرام جلال الدین اکر بادشاہ غازی خلد اللہ تعالیٰ طلال سلطنتہ باہتمام حضرت اے البرکات فی سنہ اربع الف اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سنہ میں روضہ بنا اس میں فیضی کا انتقال ہوا تھا شیخ مبارک سلمہ میں مرا تھا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگرہ کے مقابل جینا کے بائیں کنارہ پر دونوں شیخ مبارک اور فیضی دفن ہوئے جہاں وہ اول آباد ہوئے کیونکہ ابو الفضل آئین میں آگرہ کے بیان میں یہ لکھا ہے کہ دریا کے دوسری طرف حضرت فردوس مکانی (بابر) نے چار باغ لگایا تھا۔ میں اول وہاں پیدا ہوا تھا یہیں کے باپ اور بھائی کی خواہ گاہ بنی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مبارک کو روضہ میں لجا کر دفن کیا ہو گا جو روضہ پر یہ طغرا لکھا گیا۔

ابو الفضل کا بیٹا شیخ عبدالرحمن مشہور ہے سہ ماہ اکبری میں وہ بیس برس کا تھا کہ اکبر نے اسکو سعادت یار کو کہ بھائی کی بیٹی سے بیاہا اس سے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اکبر نے پشتون رکھا (یہ نام اسفندیار کے بھائی کا تھا جس کا نام شاہنامہ میں اکثر آتا ہے) جب ابو الفضل دکن میں سپہ سالار تھا تو عبدالرحمن باپ کا تیروئے ترکش تھا جسوقت کوئی کام ایسا ہوتا کہ اس کے کرنے میں اور آدمی تامل کرتے تو وہ کرتا جہاں ضرورت ہوتی عبدالرحمن

کو شیخ بیہتجادہ اپنی ہوشیاری اور مردانگی سے اس کام کو انجام دیتا سکہ مین ملک عنبر حبشی نے علی مروان خان حاکم تلنگانہ کو لڑکر گرفتار کیا اور اس ولایت پر متصرف ہوا شیخ نے اسکو شیر خواجہ کے ساتھ اس سے لڑنے کو بھیجا عبد الرحمن نے ناندیر اور گوداوری سے عبور کر کے بالخبر کے قریب ملک عنبر کو شکست دی عبد الرحمن شجاعت و کاروانی مین درست اندیش تھا۔ گوجاگیر نے اس کے باپ کو قتل کرایا تھا مگر پادشاہ کی طرف سے اس کو عبا ر خاطر نہ تھا اور اپنی زور خدمت و حسن پرستاری سے افضل خان کا خطاب اور منصب دوہزاری پایا سکہ جہانگیری مین وہ بہار و بیٹن مین صاحب صوبہ مقرر ہوا اور گورکھ پور کا اسکی جاگیر پر اور اضافہ ہوا اور اس سلطان خسرو جلی جسے بڑا مفسدہ مچایا تھا زیر کیا۔ اس ہم مین بخشی دیوان نے غفلت کی تھی اسکو پادشاہ نے حکم دیا کہ اسکے سر اور وار ہی منڈا کر اور چادر اڑھا کر اور اٹا گدھے پر بٹھا کر ہمارے ہمارے پاس بھیج دو اور سہ راہ شہر و قصبوں مین اسکی تشہیر کرو۔ ان ہی دنوں مین افضل خان بیمار ہوا پادشاہ کے پاس آنکر ایک مدت تک ایک ونبل کے الم مین بتلاز با سکہ مین دار فنا سے ملک بھاگو گیا۔ اسکے بیٹے پشتون نے سکہ جہانگیری مین منصب ہفت صدی کا پایا۔ اور شاہجہان کی سلطنت کے دسویں سال مین وہ پانچ سو گھوڑوں کا سردار مقرر ہوا اور اسی عہدہ پر سکہ مین انتقال کیا۔

دوہزاری منصب

(۱۷۲۱) اسماعیل بیگ دولہی یا اسماعیل خان دولہی۔

دولہی قوم برلاس کا ایک فرقہ ہے۔ بیگ خان لقب خان کے لقب سے کم درجہ کا ہے اور بیگلر بیگی کا درجہ خان خانان سے کم ہے

اسماعیل بیگ امرائے بابر مین سے ہے اور دلاوری اور مدبری مین مسلم وقت تھا۔ قندھار کے محاصرہ مین مرزا عسکری کے پاس سے بھاگ وہ ہمایون پادشاہ کے پاس آیا تھا فتح قندھار کے بعد وہ ز مین دادر کا حاکم مقرر ہوا۔ محاصرہ کابل مین اس نے

۹۹۳ء میں اس کا کام تمام ہوا اور اس لڑائی میں چالیس آدمی اسکے عزیزوں خوشیوں میں ہلاک ہوئے۔

(۷۹) دستم خان پر رستم ترکستانی۔ اسکی مان خبیہ بگی یا خبیہ بگیم ماہم انگہ کی دوست تھی وہ محل شاہی میں آمدورفت رکھتی تھی پادشاہ کے ساتھ وہ کھیلنا تھا۔

۹۹۴ء میں رستم خان کے معزز الملک نے ساتھ عبداللہ خان اوزبک کے مقابلہ میں خوب کام کیے مسئلہ میں مرزا عزیز کو کہ کے ساتھ بٹن میں خدمات شائستہ بجایا یا کہ علم اس کو مرحمت ہوا مسئلہ میں رستم خان کو تیل میں ملا اور پھر اجیر کی ایالت ملی مسئلہ میں سپرد جلا بیچدر اور راجہ بہاری مل کے بھائی کے بیٹے موہن۔ سو داس۔ تلوک سے بغیر اجازت کے پنجاب سے اپنے وطن لونی میں چلے آئے دستم خان سے ان کو لڑنے کا حکم ہوا اس نے انکو شکست دی مگر خود زخمی ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوا اکبر پادشاہ نے اسکی مان سے تسلی کے لیے کہا کہ وہ تمام عمر میں صرف مجھ سے تین سال جبار رہا اور یہ تجھ سے بہت سالوں تک علحدہ رہا اس لیے مجھے اس کی مفارقت کا رنج تجھ سے زیادہ ہے۔ تاثر میں لکھا ہے کہ وہ سہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔

(۸۰) شہباز خان کنبوہ۔ قوم کنبوہ کی شان میں ایک شعر زبان زود خاص عام ہے۔
اگر قحط الرجال افتدازیں سہ انس کم گیری یکے افغان دوم کنبوہ سوم بدوات کشمیری
معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین میں سے کسی بے تمیز شاعر نے یہ شعر کہا ہے اکبر جہانگیر کے عہد تو کنبوہ مغرز عہدوں پر ممتاز تھے۔ شہباز خان کا جد ششم حاجی جمال ہے کہ مخدوم بہا الدین زکریا سے ملتان کا کام دیتا تھا کہتے ہیں ایک درویش نے مخدوم سے سوال کیا کہ اللہ ہر پیغمبر کے نام لینے پر مجھے ایک اشرفی دے اور مخدوم متفکر ہوا۔ حاجی نے کہا کہ مجھے حوالہ کیجئے وہ اسے گھر لے گیا اور اس سے کہا کہ ہر پیغمبر کے نام پر مجھ سے اشرفی لے۔ اُسے دس بیس پیغمبروں کے نام لیکر اشرفیاں لین اور کہا کہ اس سے زیادہ نام مجھے یاد نہیں جب مخدوم کو معلوم ہوا تو اسکو حق تیق دہادی کہ تیری قوم کو دیباہ کوئی

خفیف البخل نہو چنانچہ اکثر اس فرقہ کے آدمی ہند میں جدت ذہن میں مشہور ہیں۔ شہباز خان
 ابتدائے حال میں باپ دادا کی طرح زہد و ورع و پستی میں بسر کرتا تھا۔ پھر کو تو ال ہو گیا۔ اور
 مقدمات میں ایسی احتیاط کی کہ اکبر شہنشاہ کا منظور نظر ہوا۔ ایک صدی منصب و دھاری
 منصب پر نوبت پہنچی میر توڑک مقرر ہوا اسکی حسن خدمات کا بیان اقبال نامہ میں اپنی جگہ
 لکھا ہوا ہے۔ اجیر میں شہنہ میں اس کا انتقال ہوا اسکی قبر حضرت معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ
 کی قبر کے پاس ہے۔ صلاح و تقویٰ اس کا مشہور ہے۔ وہ شریعت کا پاس بہت رکھتا تھا
 رسم و رواج کے موافق وہ دار ڈھی نہیں کرتا تھا۔ شراب نہیں پیتا تھا۔ ہجرت و اشراق و
 سنت عصر بھی قضا نہوئی۔ کبھی بے وضو نہ رہتا۔ ہاتھ میں تسبیح رکھتا و خلیفہ پڑھتا رہتا عصر
 و مغرب کے درمیان کسی سے بات نہیں کرتا۔ ایک دن عصر کے قریب اکبر بادشاہ قچو سیکری
 کے تالاب پر ہوا کھارہا تھا اور شہباز خان کا ہاتھ پکڑے ہوئے اس سے باتیں کرتا تھا وہ
 ہر وقت آفتاب کو دیکھتا تھا جیکم علی سے کچھ فرق پر حکیم ابوالفتح کھڑا تھا اس سے وہ کہنے
 لگا کہ اگر آج شہباز خان نماز عصر قضا نہ کرے تو ہم جا میں آگے کہ واقعی دینار ہے جب نماز
 کا وقت تنگ ہوا ناچار بادشاہ سے نماز کے لئے عرض کیا بادشاہ نے فرمایا کہ قضا پڑھ لینا۔
 ہم کو ایک لاجپور کر کہاں جاؤ گے بے اختیار شہباز خان ہاتھ چٹپٹا کر نماز پڑھنے لگا۔ نماز کے
 بعد و خلیفہ شروع کیا بادشاہ ہر لمحہ اسکے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا کہ اٹھو حکیم ابوالفتح نے کہا کہ
 اس عزیز کے شغل میں خلل ڈالنا انصاف نہیں ہو اور آگے بڑھ کر بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور
 کا لطف انتہا کا ہے اب نے اور یہ آپ کے مراحم کا امیدوار ہے بادشاہ نے اس کو چھوڑ دیا
 اور وان کی طرف متوجہ ہوا شیخ ابوالفضل اسکے باب میں لکھتا ہے کہ ہر گونہ پرستاری میں اور سپاہ کی
 سربراہی میں کہہتا تھا اگر تعلیم پرست نہوتا تو فروہندگی کا طراز لیتا۔ بہت و بخشش میں بھی نظیر نہیں کہتا
 تھا اسکے خرچوں کو دیکھ کر لوگ متحیر ہوتے تھے اور جانتے تھے کہ سنگ پارس اس پاس ہے۔
 کہتے ہیں کہ اس کے دس نوکر ایسے تھے کہ ایک لاکھ روپیہ لیا نہ پاتا تھا۔ جنگ برہم پتر

میں اس پاس نو ہزار سوار تھے۔ ہر شب جبکہ حضرت غوث الثقلین کی فاطمہ دے کر سوا شریفین کی شیرینی تقسیم کیا کرتا تھا۔ کنبوہ کی قوم کو اس قدر روپیہ دیا تھا کہ اس قوم کا کوئی آدمی ہندوستان میں پریشان و بد حال نہ تھا۔ اس کے مرنے کے بعد بھی پچاس سال تک اشرفیان اور روپے اسکے دفائن و خزان میں نکلتے رہے تعجب یہ ہو کہ اس کے اکبر تکی اس کو دو ہزاری سے زیادہ منصب نہیں ملا۔ اس کے بیٹوں کی کچھ ترقی نہیں ہوئی۔ انعام الداس کا بیٹا بکلا نہ کا واقعہ نویس تھا اور اس میں اسکی عمر لٹ گئی اسکا بھائی اکرام الدخان سنہ ۱۰۱۸ میں بہت رشدر کھتا تھا۔ شروع سنہ ۱۰۱۹ میں اجل طبعی سے مر گیا۔ (۸۱) درویش محمد اوزبک۔ یہ بیرام خان کا دوست تھا جس کو شیر محمد نے پابہ زنجیر اکبر پاس بھیجا تھا پادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔

(۸۲) شیخ ابراہیم۔ شیخ سلیم فخر سیکری کے بڑے بھائی شیخ موسیٰ کا بیٹا اور اس کا دامادی وہ مدون تک شاہزادوں کی خدمت میں آگرہ کے اندر سرگرم رہا اور جب اکبر کا بل گیا تو آگرہ کا پاسبان اس کو مقرر کیا تھا ۹۹۹ھ میں اس نے انتقال کیا۔

(۸۳) عبدالمطلب خان پسر شاہ بدائع خان۔ ابتدا میں ادہ مرزا شرف الدین حسین خان کے ساتھ میر تھا کی تسخیر میں شریک ہوا۔ بہات عظیم میں خدمات شاہ سنہ ۱۰۱۸ میں فتح دوست پہلی دوست یاری کی کے قتل کی تہمت میں آن کر کچھ دنوں عتاب شاہی میں گرفتار ہوا سنہ ۱۰۱۹ میں کالپی میں پادشاہ اس کے گھر گیا سنہ ۱۰۲۰ میں جلالتاریکی کی لڑائی میں فکروادہام کی کثرت سے سودائی ہو کر پادشاہ پاس آیا وقت موعود نہ پہنچی کہ لوگ اس کا بیٹا شیرزاد عہد جہان گیری میں منصب پانصدی اور دو سو سواروں کی افسری پر مامور ہوا۔

(۸۴) اعتبار خان ناظر۔ اس خواجہ کا نام خواجہ عیسیٰ تھا وہ بابر کا مقرب تھا ہمایون پاس عراق کے سفر میں وہ مریم مکانی کو لایا تھا۔ ہمایون کے مرنے کے بعد اکبر نے بھی اسکو

کابل کو اپنی والدہ مریم مکانی کے لانے کے لئے بھیجا تھا سہ جلوس میں وہ اسے لایا۔ کچھ دنوں بعد وہ دہلی کی حکومت پر متنازع ہوا اور یہیں مر گیا۔

(۸۹) راجہ بیر برہمن - اس راجہ کا نام ہمیشہ اس تھا وہ برہمن اور بھاٹ تھا وہ بے لبقاعت کم مایہ تھا پریشان حالی اور خستگی میں گذرتا تھا۔ لیکن فرہنگ و دانش کا مجموعہ تھا رسائی ادراک اور درست فہم میں اپنے استر ان و امثال پر متنازع تھا۔ اکبر کی تخت نشینی پر وہ کاپی سے پادشاہ کی خدمت میں آیا اور اپنی لطیفہ گوئی اور سخن سنجی کے سبب مجلس پادشاہی کے اندیون اور مخصوصوں میں داخل ہوا اور بتدریج تمام ارباب قرب و خصوصیت پر سبقت لے گیا۔ پادشاہ اس کو مصاحب دانشور راجہ بیر برہمن کا خطاب ہوتا تھا۔ ہندی شعروں کو کہتا تھا اس لئے اس کو خطاب کب راوی ملک الشعراء کا ملا۔ نگر کوٹ کا حال اور ہمہ یوسف زئی میں اس کے مارے جانے کا بیباک اقبال نامہ میں درج ہے۔ اگرچہ راجہ کو منصب دو ہزاری تھا مگر مصاحبیت و خصوصیت کا پسند اس کو بڑا تھا۔ اس کے مرنے کے غم میں پادشاہ نے دو روز کھانا نہیں کھایا اور کیف معنہ پر مائل نہیں ہوتا۔ پادشاہ کا کسی کے مرنے پر ایسا برا حال نہیں ہوا جیسا کہ اس کے مرنے پر۔

ابو الفضل نے مرزا عبدالرحیم خان خانان کو جو فرمان لکھا، ہی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پادشاہ کے دلیں اسکی جگہ عجیب تھی اور ایک ربط خاص تھا اس کے اظہار عقیدت میں یہ عبارت لکھی ہے کہ بعض موانع اگر نہ واقع ہوتے تو میں خود جا کر اسکی نعش کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور اپنی عطوفت و مہربانی کو جو اس کے ساتھ تھی ظاہر کرتا۔

کدام دل کہ از یہ حقہ بگر خون نیست کد ام دیدہ از یہ واقعہ بگر گون نیست
راجہ بیر برہمن وجود و سخاوت میں زمانہ میں کیٹا تھا۔ بخشش و انعام میں شہرہ آفاق۔
فن موسیقی میں مہارت تمام رکھتا تھا۔ کبوت و دوہر جو اس کے مشہور ہیں اور

طوائف و نکات اس کے خلائق کی زبان پر ہیں۔ ہر مہینہ مجلس کرتا تھا اس کا بڑا بیٹا
 لالہ نام اپنے لایق منصب رکھتا تھا بد خوئی و خود کامی سے خرچ اپنے اندازہ سے زیادہ
 رکھتا تھا۔ خواہشیں و سراخ رکھتا تھا جب آمدنی زیادہ نہ ہوتی تو پادشاہ سے ۶۰
 اکبری میں اجازت لے کر جوگی ہو گیا۔ بڑا یونی اس راجہ کی نسبت یہ لکھتا ہے کہ ۹۵۰ کی
 جھوٹی ڈور پاجیانہ باتوں میں سے جو محالات سے بھی ایک قدم بڑھائے ہوئے ہیں بربر
 ملعون کے زندہ ہونے کی خبر ہے باوجودیکہ وہ جہنم کے ساتویں طبقے میں پہنچ چکا تھا اس کا
 مجمل بیان یہ ہے کہ جب ہندوؤں نے دیکھا کہ اس ناپاک سے پادشاہ کو میلان خاطر
 بہت تھا اور اسکی مفارقت سے اضطراب میں تھا تو ہر روز یہ مشہور کر لے تھے کہ نگر کوٹ
 میں کوہستان کے اندر جوگیوں اور سناسیوں کے ساتھ وہ سیر کرتا پھرتا ہے پادشاہ کو اسکا
 یقین تھا اس لئے کہ اس کو عداقت و نیا سے مجرور جانتا تھا اور اس کو دور بین جانتا تھا۔
 کہ اس نے لباس فقیری اختیار کیا ہو اور واقعہ یوسف زئی کی شرمندگی کے مارے
 یہ مان نہ آتا ہو احمقوں نے اس خبر کو سچ جان کر لاہور میں اسکی داستانیں بنانی شروع
 کیں اور ایک شخص نے نگر کوٹ میں جا کر حال تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ یہ فقط باتیں ہی
 ہیں اصل اسکی کچھ نہیں۔ بعد ازاں یہ سنا کہ کالنجر میں جو اس کتے کی جاگیر تھی وہ چلا گیا
 ہے عامل کالنجر نے اس مضمون کی عرضداشت بھیجی کہ ایک حجام نے جو مجرم اسرار تھا۔
 تیل ملنے کے وقت علامات بدنی کو دیکھ کر بیر بر کو پہچانا ہے اور وہ پوشیدہ رہتا ہے
 ہندو دروری نے یہ چل کر رکھا تھا کہ ایک بے گناہ مسافر خون گرفت کو چھپا رکھا تھا اور مشہور
 کر دیا تھا کہ وہ بیر بر ہے۔ پادشاہ نے حجام کو اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا۔ کر دروری حجام
 کو بھیج سکا ہینن مگر اس مسافر کو اخفاء حال کے لئے مار ڈالا اور پادشاہ کو کھلا بھیجا کہ وہ
 بیر بر تھا جسکی جل آگئی اور پادشاہ کی پابوسی کی سعادت نہ پائی پادشاہ نے اس کا دوبا
 ماتم کیا۔ کر دروری اور اردون کو طلب کر کے کچھ دنوں تک مین رکھا کہ سو اسٹے ہم کو پہلے خبر نہ کی

اور بہت سارے پیہ اس سے ڈنڈ اس بہانہ سے لیا۔
 بدایونی اور شہباز خان اور مسلمانوں کو راجہ پیر بر سے اس سب سے نفرت پیدا ہوئی تھی کہ انکو
 یقین تھا کہ اسی راجہ نے پادشاہ کو آفتاب پرست بنایا ہے۔

(۸۶) اخلاص خان اعتبار خواجہ سراج بھی امرا و دہزاری میں داخل تھا۔
 (۸۷) بہار خان محمد اصغر، ہمایون کا نوکر تھا دو ہزاری منصب رکھتا تھا سنانہ میں مر گیا۔
 (۸۸) شاہ فخر الدین پیر میر قاسم۔ وہ موسوی سید شہد کا تھا وہ ۹۱۱ھ میں ہمایون کے ساتھ
 ہندوستان میں آیا وہ سب لڑائیوں میں شریک ہوا۔ کفایت خان کا خطاب پایا۔
 کا حاکم مقرر ہوا پھر پٹن کا حاکم مقرر ہوا ۹۱۸ھ کے شروع میں مر گیا۔
 (۸۹) راجہ رام چند رگھوہر۔ ملک بھٹہ کا زمیندار تھا اور بارہ نے جو اپنی واقعات میں ہندوستان
 کے تین بڑے راجہ بیان کیے ہیں ان میں وہ ایک تھا اسی راجہ کے دربار میں تانہین
 کلاوت جو فنونِ نعمت سرائی میں لاجواب تھا حسن صورت میں نازک خیالی میں کوئی اسکی
 مثل نہیں ہوا۔ راجہ کمال قدر دانی کرتا تھا اور اس سے اس رکھتا تھا جب اس کے
 کمالات کے وصف اکبر شہنشاہ نے سُنے تو شہ جلالی میں جلال خان قورچی کو راجہ کے
 پاس بھیجا اور تانہین کو اپنے پاس بلایا راجہ انکار نہ کر سکا۔ تانہین کو ساز و سامان تجمل
 بدایون کے ساتھ روانہ کیا۔ پادشاہ کی خدمت میں جب وہ آیا تو اول ہی روز میں اس کو
 دو کروڑ دام کہ دو لاکھ روپے رائج الوقت ہوتے ہیں پادشاہ نے انعام دیے تقریباً بیس
 بہت کچھ انعام دیتا رہا۔ باقی حال اس راجہ کا ہم گڑھ اور قلعہ باندھو کی تسخیر میں اقبالنا
 میں پڑھو۔

(۹۰) لشکر خان محمد حسین خراسانی۔ وہ میر بخشی و میر عرض تھا سلمہ میں مظفر خان (۳۷) نے اسکو
 معزول کیا سلمہ میں وہ پادشاہ کے دربار میں شراب پی کر آیا۔ پادشاہ نے اسکو گھوڑے
 کی دم سے بندھوا کر قید خانہ میں بھیج دیا پھر وہ رہا ہو کر منعم خان کے ماتحت ہم ننگال میں بھیجا گیا۔

نگر دھکی کی لڑائی میں زخمی ہوا اور پھر مر گیا۔ دو ہزار یا ایک ہزار سپاہ اس پاس رہتی تھی
(۹۱) سید احمد بارہ۔ یہ سید محمود کا چھوٹا بھائی تھا گجرات کی مہات میں اُسے گارہے نمایان
کے ۹۵۵ء میں وہ مر گیا۔

(۹۲) کا کر علی خان چشتی۔ وہ ہمایون کے ساتھ ہندوستان میں آیا۔ گدہ کٹنگہ اور خیر آباد کی
لڑائی میں خدمات شائستہ بجالایا ستمہ میں پٹن کی لڑائی میں مارا گیا۔

(۹۳) رائے کلیان مل۔ زمیندار بیکانیر۔ رائے سنگھ کا بیٹا تھا جس کا بیان (۲۴) میں کیا گیا
(۹۴) طاہر خان میر فراغت پسر میر خور دانا لیت شاہزادہ دانیال۔ وہ امراء ہمایون میں
تھا۔ اکبر پادشاہ کا مصاحب تھا۔ اس لیے اکبر کے مامون خواجہ معظم دیوانی کے
پکڑنے میں بڑی مدد کی تھی۔

(۹۵) شاہ محمد خان قلاتی۔ قلات کا تلفظ اہل قلات کلات کرتے ہیں۔ بیرام خان
کا دوست تھا جس نے قندھار اس کے بالکل سپرد کیا تھا۔ قندھار مالوہ کی مہات
میں اس نے کام کے ستمہ میں منصب دو ہزاری پایا۔ ستمہ میں پٹن کی لڑائی میں
زخمی ہوا۔

(۹۶) رائے سرجن ہاڈا۔ اکثر اس کو رائے ہاڈا کہتے ہیں (ہاڈا چوہانوں کے ایک
فرقہ کا نام ہے) سرکار ریتھنہ کو ہاڈولی کہتے ہیں رائے سرجن پہلے رانا کی
خدمت میں تھا اپنے تئیں ریتھنہ میں محفوظ سمجھ کر مغلوں سے لڑا تھا۔ مگر جب اس
قلعہ کو اکبر نے فتح کر لیا تو اُسے پادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور خدمات شائستہ
مہات میں بجالایا ستمہ میں مر گیا۔

(۹۷) شاہم خان جلاٹر (جلاٹر ایک چغتائی قوم کا نام ہے) اس کے باپ کا نام
بابا بیگ تھا۔ جس کو ہمایون نے جوہور میں حاکم مقرر کیا تھا۔ شاہم خان نے بنگل
اور اڑیسہ کی مہات اور بعض اور مقامات میں خدمات کیں مزاج میں اس کے ظلم تھا

سنہ ۹۸۰ میں اسکو دو ہزاری منصب ملا تھا۔

(۹۸) آصف خان (مرزا قوام الدین) جعفر بیگ بدیع الزمان ولد آقائے ملات دودا
دارقزوینی کا بیٹا مشہور ہے۔ شاہ طہاسب شاہ ایران کے زمانہ میں مرزا بدیع الزمان
کا شان کا وزیر تھا۔ مرزا جعفر بیگ اپنے باپ دادا کے ساتھ مجلس شاہ میں آمد و
رفت کرتا تھا۔ ۹۸۵ء میں نوجوانی کے عالم میں عراق سے ہند میں وارد ہوا۔ اپنے چچا
مرزا غیاث الدین علی آصف خان بخشی کی ہمراہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ
نے اس کو منصب بستی داخلی آصف خان عنایت کیا اس کم منصبی پر راضی نہیں ہوا
در بار کے مجرایے اور آمد و رفت کو ترک کیا۔ یہ استغنا بادشاہ کو ناگوار نہوا۔ مگر پھر بادشاہ
سے اس نے رجوع کی اور مہمات عظیم میں شریک ہوا۔ خدمات شائستہ کیں۔ گھوڑا
گھاٹ میں اپنے اجل طبعی سے مر گیا۔ اصحف از آصف خان تاریخ ہے۔ وہ صاحب
کمال تھا۔ سب فنون میں ایک فنی تھا۔ ہر ہنر کو سمجھتا تھا۔ اسکی فطرت بلند کا شہرہ تھا
وہ کہا کرتا تھا جس بات کو میں بدیہ نہ سمجھوں وہ بے معنی ہوگی۔ ایک نگاہ میں تمام سطر
پڑھ لیتا تھا فراست و دانائی و کار دانی و اجرائے مہام ملکی و مالی میں اس کو ملکہ تھا۔ ظاہر
و باطن آراستہ تھا اسکے شعرو انشاء میں کمال مناسبت ہوتی تھی۔ گل و گلزار باغ و چمن
کا شوق بہت تھا غزل و نعل اپنے ہاتھ سے لگاتا تھا اور اپنے ہاتھ سے پیل سے دست کاری
کرتا۔ بیویان اسکی بہت تھیں اسکے بیمار زنی آپس میں ایک سے بیلیاں اسکے گھر پر آمد و رفت اسکے بیٹوں

بستی میں سکینوں کی آگے نہیں بڑھا منصب دار ہزار پانصدی

(۹۹) شیخ فرید مرتضیٰ خان بخاری۔ (۱۰۰) سامخی خان پور چلمہ بیگ (سمان ترکی زبان میں
کاہ کو کہتے ہیں۔ سامخی وہ جو کاہ کی نگہبانی کرے) (۱۰۱) بردی خان پسر قیا خان گنگ
(۱۰۲) مہر خان انیس الدین ملازم ہایون (۱۰۳) رائے درگا سی موہنہ اکبر نامی

اس کا نام رامے درگچند راوت لکھا ہے۔ پرگنہ رام پور میں جس کو اسلام پور بھی کہتے ہیں اور وہ چتور کے پاس ہے اس کے باپ دادا سب رہتے تھے چالیس برس اکبر کی خدمت میں رہا (۱۰۴) مادہ ہوسنگہ سپہ راجہ بھگوان واس (۱۰۵) سید قاسم

منصب واران پیمزاری دولیت پنجابی

(۱۰۶) رام سال درباری شیخاوت اسکے باپ کا نام راجہ سو جالسر رامے مل شیخاوت ہے، حسن خان سور پد ر مشیر شاہ اول اس کا نوکر ہوا تھا۔ کچھواہہ کے دو فرقے ہیں ایک راجاوت جس میں مرزا راجہ مان سنگہ کا خاندان ہے دوم شیخاوت جس کے راجہ لونکرن و راجہ راسال اور ان کے اقربا ہیں کہتے ہیں کہ ان کے اسلاف میں سے کسی کے ہاں بیٹا نہیں ہوتا تھا۔ ایک درویش کی دعا سے اسکے ہاں بیٹا پیدا ہوا اس کا نام شیخ رکھا گیا اس لئے یہ خاندان شیخاوت سے منسوب ہوا۔ پہلے ہزار دولیت و پنجاب کا منصب ملتا تھا مگر بعد ازاں موقوف ہوا اور یہ قرار پایا کہ ہزار سے آگے پانصدی سے کم کسی کا اضافہ نہ ہوا کرے۔

منصب واران ہزاری

(۱۰۷) محب علیخان سپہر خلیفہ۔ میر خلیفہ سلطنت بابر کا رکن اعظم تھا جس کا حال باہر نامہ میں لکھا ہے (۱۰۸) سلطان خواجہ عبدالعظیم سپہ خواجہ خاندان دوست (۱۰۹) خواجہ عبدالسید خواجہ عبداللطیف (۱۱۰) خواجہ جہان امین ہرات (۱۱۱) تاتا خان خراسانی۔ (۱۱۲) حکیم شیخ الدین ابوالفتح سپہر ملا عبدالرزاق گیلان۔ عبدالرزاق مدتوں گیلان میں صدارت کے عہدہ پر رہتا رہا ہے ۹۷۹ء شاہ ایران نے اس کو زندان میں بھیجا یہیں بند کے شکنجہ میں دم اس کا ٹکلیا۔ حکیم ابوالفتح مع اپنے دو بھائیوں حکیم ہمام و حکیم نور الدین کے ہندوستان میں آیا ان بھائیوں میں سے ہر ایک جو دت طبع و جدت فہم و علوم رسمی و کمالات صوری میں ممتاز رہا

تھانہ میں پادشاہ کی خدمت میں آئے۔ ہر ایک اپنی لیاقت کے موافق سرفراز
 ہوا بولفتح شائستہ زیادہ تھا اور مزاج روزگار سے آشنا تھا اس نے جلد ترقی کی سلسلہ
 میں صدارت و ایمنی صوبہ بنگالہ پر مقرر ہوا اگرچہ منصب میں ہزاری تھا مگر تہہ میں
 وزارت و وکالت سے بڑھا ہوا تھا وہ اجل طبعی سے و منظور کے مضافات میں مرگیا
 حسن ابدال میں دفن ہوا۔ جہان پادشاہ اسکی فاتحہ پڑھنے گیا یہ حکیم دقیقہ شناس ہوشیار و
 سیدار دل عالی فطرت تھا فیضی نے اس کا مرثیہ لکھا۔ کریم الصفات و حسن الزمان تھا
 شعراے وقت کا مدوح و محاعر فی نے اکثر قصائد اسکی مدح میں کہے ہیں۔ اس کا بھائی حکیم
 نور الدین تہارمی تخلص کرتا تھا وہ اکبر کے حکم سے بنگالہ گیا کچھ ترقی نہیں کی یہیں مرگیا
 اس کا مقولہ تھا کہ دوست سے شخص پر اظہار ہمت کرنا اظہار طمع ہے۔ ہزاری کو ملازم کرنا خود
 اپنے تئیں بڑھ کرنا ہی جبر اختیار کیجئے وہ معتد ہے۔ وہ حکیم بولفتح کو ہمہ دنیا کہتا۔ حکیم بہام
 کو مرد آخرت کہتا اور اپنے تئیں دونوں سے برکتر سمجھتا۔

(۱۱۳) شیخ جمال پسر محمد مختیار۔ اسکی بہن حرم سراے اکبری کی ہمت تھی اسی کی سفارش سے بھائی
 کو ہزاری منصب ملا تھا شراب نوشی کے سبب پادشاہ نے اسے قید میں کچھ دنوں رکھا تھا
 مگر اس نے اس اپنی بُری عادت کو چھوڑا نہیں۔

(۱۱۴) جعفر خان پسر قزاق خان (۱۱۵) شاہ فنا فی پسر میر بخشی (۱۱۶) اسد اللہ خان تبریزی
 (۱۱۷) سعادت علی خان بدخشان (۱۱۸) روپسی بیراکی برادر راجہ بہاری مل (نمبر ۲۳)
 (۱۱۹) اعتماد خان خواجہ سرا (۱۲۰) باز بہادر پسر سجاد خان سور (۱۲۱) اوسے سنگ
 پسر اسے مال دیو۔ اسی راجہ کی بیٹی جلالت گسائیہ سے جہانگیر کا بیاہ ہوا تھا جس سے شاہزادہ
 حرم پیدا ہوا (۱۲۲) خواجہ شاہ منصور شیرازی (۱۲۳) قلیق قدم خان اختہ بیگی (ترکی
 زبان میں قلیق کے معنی مبارک کے ہیں) (۱۲۴) علی قلی خان انداز بی قندز کے جنوب
 میں اندراب ایک شہر ہے اگر کابل سے ایک خط مستقیم شمال کی طرف طائفان تک۔

کھینچا جائے تو وہ اس کے قریب گزرتا ہے (۱۲۵) عادل خان پسر شاہ محمد قلاتی (۹۵) ایک دفعہ شکار میں ایک شیر اکبر پر حملہ کرنے آیا کہ عادل خان نے اس کے منہ میں اپنا ایک ہاتھ دے دیا اور دوسرے ہاتھ میں خنجر سے شیر کا منہ زخمی کیا مگر اسکے دونوں ہاتھ شیر نے پکڑ لیے اور آدمیوں نے شیر کو مارا عادل خان زخمی ہوا اور اسی سبب سے مر گیا۔

(۱۲۶) خواجہ غیاث الدین علی آصف خان قزوینی (۱۲۷) فرخ حسین خان پسر قاسم حسین خان (۱۲۸) معین الدین احمد خان فرخزادی (فرخزاد ایک شہر سمرقند کے پاس ہے)

(۱۲۹) محمد قلی توقبائی (چغتائی قوم کا ایک فرقہ توقبائی ہے۔ (۱۳۰) مہر علی خان سلدوز سلدوز چغتائی فرقہ کا نام ہے (۱۳۱) خواجہ ابراہیم بخشی (۱۳۲) سلیم خان کاکر (۱۳۳) حبیب علی خان (۱۳۴) جگ مل چھوٹا بھائی راجہ بہاری مل (۱۳۵) الغ خان بخشی (الغ خان کے معنی ترکی زبان میں خانخان کے ہیں (۱۳۶) مقصود علی خان (۱۳۷) قبول خان

منصب اراکین صدی

قبول خان

(۱۳۸) کوچک علی خان کولابی (کولاب ایک شہر بدخشان میں ہے طول ۷۰ درجے عرض

۳۸ درجے (۱۳۹) سعادت خان سنبل ہمایون کا غلام (۱۴۰) شیر محمد میر عدل

(امروہہ کا سید) (۱۴۱) رضوی خان مرزا میرک رضوی سید مشہد (۱۴۲) مرزا

نجات خان برادر سید میرک (۱۴۳) سید ہاشم پسر سید محمود بارہ (۱۴۴) غازیخان

بخشی (اس کا نام قاضی نظام تھا) اسکی تصنیف سے بہت کتابیں ہیں۔ سجدہ خواجہ کے

دربار میں ہوتا تھا اس کا موجد یہی تھا (ابو الفضل کا بہنوئی تھا (۱۴۵) فرحت خان بہتر

سکائی غلام ہمایون (۱۴۶) رومی خان استاد حبیبی رومی (۱۴۷) سماجی خان قورغوجی

(۱۴۸) شاہ بیگ خان پسر کوچک علی خان بخشی (۱۴۹) مرزا حسین خان برادر مرزا

نجات خان (۱۵۰) حکیم زنبیل برادر مرزا محمد حبیب سبزواری (۱۵۱) خداوند خان دکنی

(ابو الفضل کا بہنوئی) ایک دن ابو الفضل نے اسکی ضیافت کی اور امرائے کو بلایا۔ ہر نوکر کے آگے نو قاقین کھانے کی اور ایک لنگری گو سفند پر بیان اور زمان کی رکھی۔ خداوند خان کے آگے بہت سی رکابیان مرغ و دراج اور طرح طرح کے ساگ و سالن کی چپین تو وہ خوش ہو کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہمارے سامنے مرغ کا کباب استہزا اور مسخر بنانے کے لئے رکھا جب پادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے خداوند خان سے کہا کہ یہ چیزیں ہندوستان کے معمولی تکلفات میں ہیں مگر اس کا دل ابو الفضل سے صاف نہ ہوا اور پھر اس کے گھر نہ گیا۔ اسی سبب ہندوستان میں اہل و کن حماقت و سخافت عقل میں مشہور ہوئے

(۱۵۲) میزادہ علی خان سپر محترم خان (۱۵۳) سعادت مرزا سپر خواجہ خضر خواجہ خان (۱۵۴) شمال خان چیلہ (۱۵۵) شاہ غازی خان سید تبریزی (۱۵۶) فاضل خان سپر خانخانان (۱۵۷) معصوم خان سپر شمس الدین فرخودی (۱۵۸) تولک خان توجین (۱۵۹) خواجہ شمس الدین خوانی (خواف) ایک ضلع خراسان میں ہے اکثر نقشون میں ہرات کے مغرب میں خواف لکھتے ہیں) (۱۶۰) جگت سنگھ سپر کلان راجہ مان سنگھ (۱۶۱) نعیم خان سپر میر عبد اللطیف قزوینی (۱۶۲) میر تقی سبزواری سید (۱۶۳) شمس سپر خان اعظم مرزا کوکہ (۱۶۴) میر جلال الدین حسین سپر انجونی (۱۶۵) سپر راجہ بارہ (۱۶۶) میر شریف آملی (۱۶۷) حسین بیگ شیخ عمری (۱۶۸) شیروہ خان سپر شیر افکن خان (۱۶۹) نظربے اوزبک (۱۷۰) جلال خان سپر محمد خان بن سلطان آدم گکھر (۱۷۱) مبارک خان پور کمال خان گکھر (۱۷۲) تاش بیگ خان مغل (۱۷۳) شیخ عبد اللہ سپر شیخ محمد خوث (۱۷۴) راجہ راج سنگھ وکدر راجا اسکرن کچھوا (۱۷۵) رائے بھوج سپر رائے سرجن۔

منصب داران ہشت صدی

(۱۷۶) شیر خواجہ (۱۷۷) مرزا خرم سپر خان اعظم مرزا کوکہ

منصب داران ہفت صدی

(۱۷۸) قریش سلطان پسر عبدالرشید خان حاکم کاشغر (۱۷۹) قرا بہادر نعم زادہ مرزا حیدر پسر
مرزا محمود (۱۸۰) مظفر حسین مرزا پسر ابراہیم حسین مرزا (۱۵۱) قشودق خان اوزبک برادر
پیرام خان اوغلان (۱۸۲) سلطان عبدالمد برادر غیر مادری سلطان قریش (۱۸۳)
مرزا عبدالرحمن برادر زادہ امیرزا حیدر (۱۸۴) قیاخان پسر صاحب خان (۱۸۵) دربار
خان عنایت خان (المد) پسر مکتو خان قصہ خوان (۱۸۶) عبدالرحمن خان پسر مؤید خان
(۱۸۷) قاسم علیخان (۱۸۸) باز بہادر خان پسر شریف خان (۱۸۹) سید عبدالہن خان
پسر میرخواند (۱۹۰) دھارو پسر راجہ توڈرل (۱۹۱) احمد بیگ کابلی (۱۹۲) حکیم علی گیلانی
(۱۹۳) گوجرخان پسر قطب الدین خان آنگہ (۱۹۴) صدر جہان مفتی (۱۹۵) تختہ بیگ
کابلی (۱۹۶) راسے پتر داس کھتری (۱۹۷) شیخ عبدالرحیم لکھنوی (۱۹۸) میدنی راسے
چوہان (۱۹۹) ابوالقاسم تمکین (۲۰۰) وزیر بیگ جیل (۲۰۱) طاہر یوسف الملوک

منصب داران شش صدی

(۲۰۲) بابو منگلی

(۲۰۳) محمد قلی ترکمان (۲۰۴) بختیار بیگ گردشاہ منصور

ابو الفضل نے آئیں اکبری میں جس ترتیب سے منصب داروں کے نام اس صدی لکھے ہیں وہ نقل
کئے۔ اگر ہم سب منصب داروں کا مفصل حال لکھتے تو اقبال نامہ ہم کو دوبارہ نقل کرنا
پڑتا اس لیے کہ ان کل منصب داروں کے کارنامے عظیم کا مجموعہ اکبری سلطنت کی تاریخ
ہے اس لئے ہم نے ان منصب داروں کا فقط نام یا جو حال انکا لکھنا ضروری تھا وہ لکھ دیا ہے۔
جنکو ان کا حال مفصل دیکھنا ہو وہ اقبال نامہ کے اور ان گردانی کر کے پڑھ لیں ابو الفضل نے جو فہرست
منصب داروں کی لکھی ہے اس سے یہ دو ڈیڑی باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ ہندوستان کے

ہندوستان کے مسلمان بہت ہی کم منصب دار تھے زیادہ تر ترک و ایرانی و افغانی منصب دار
تھے دوم ہندو بھی اعلیٰ منصوبوں پر ممتاز تھے (۲۱۵) منصب داروں میں ۱۵ ہندو تھے
مگر جو منصب دار معزول ہو گئے تھے یا جنھوں نے بغاوت کی انکے نام اکثر اس فہرست خارج
ہیں جیسے شاہ ابوالمعالی خواجہ معظم برادر ابراہیم بابا خان قاقشال - معصوم خان کابلی - عرب بہا
جہاری لیکن بعض اور بھی فروگذاشت ہوئے ہیں جیسے خضر خواجہ سلطان حسین جلائر - کمال خان
گکھر - میر غوث - نورنگ خان سپر قطب الدین خان - مرزا قلی - راجہ اسکران انکے سواے اور بھی
فروگذاشت ہوئے اس کا سبب بتانا کہ کیوں فروگذاشت ہوئے مشکل ہے غرض اکبر جو فاتح ہند
تھا اس نے گو اعلیٰ درجے کے عہدے ترکوں اور ایرانیوں اور افغانوں کو دیئے مگر اسے ہندوستانی
مسلمانوں اور ہندوؤں کو بھی انکے دینے میں دریغ نہیں کیا - راجہ توڈرل کا درجہ پادشاہ کے بھٹا
مال کے کام کا وہی مختار تھا - مان سنگھ - بھگوان داس - راجہ پیر بل جگی کامون میں بڑے بھٹا
تھے اول درجہ جو منصب کا پنجہری تھا اس میں تیس میں تین ہندو اور چار ہزاری منصب میں
نویں دو ہندو ست ہزاری منصب میں سترہ میں ۸ ہندو تھے غرض تمام اعلیٰ درجے کے عہدہ دار
میں ستاون ہندو تھے علاوہ ان کے ہندوستانی مسلمان بھی تھے اور شاہ جہان کے عہد میں
ہندوؤں کے اعلیٰ عہدہ داروں کی تعداد دو چاند ہو گئی تھی
ٹوڈ صاحب اپنی تاریخ راجستان میں لکھتے ہیں کہ اکبر کے ۲۱۶ منصب داروں میں ۲۷ بچوت
منصب دار تھے جن کے پاس دوسو سے لیکر دس ہزار تک سپاہ تھی اور کل سپاہ ان پاس ۵۷
ہزار تھی جو کل منصب داروں کی سپاہ پانچ لاکھ سترہ ہزار کا دسواں حصہ تھا ان ۲۷ منصب داروں
میں ہزاری سے لیکر پنجہری تک منصب رکھتے تھے اور ۳۰ کا دوسری سے ہزاری تک منصب
تھا - امیر (جے پور) و مارواڑ و بیکانیر و بوندی و جیسلمیر و بونیل کھنڈ و شیخاوت کے راجاؤں کے
منصب تھے - ابیر کے راجہ کا منصب پنجہری تھا - بیکانیر کا راجہ رام سنگھ چار ہزاری منصب رکھتا تھا
چندیڑی و کرولی و دتیا کے خود مختار راجہ اور بڑی بڑی ریاستوں اور شیخاوت کے اعلیٰ درجہ کے زمیندار

چار صدی سے لیکر ہفت صدی تک منصب رکھتے تھے ہم اورنگ زیب سلطنت کے آخر
میں ہندو مسلمانوں کے اعلیٰ عہدوں کے پانے پر زیادہ بحث کریں گے۔

بدایونی نے لکھا ہے کہ صاحب تاریخ نظامی نے امراء اکبری کا ذکر لکھا ہے جنہیں سے اکثر
موتوفی غیر مرحوم ہیں اس لیے ان کے یہودہ حالات کے ذکر سے میں اپنے قلم کو آلود نہیں
کرنا مشایخ عصر و علماء و حکماء کا ذکر اس نے خوب لکھا ہے طبقات اکبری میں بعض اعلیٰ درجہ
پر منصب داروں کا ذکر نہایت مختصر لکھا ہے اور اس کے بیان اور ابوالفضل اور ماثلاً
کے بیانوں میں کہیں کہیں اختلاف ہے۔

دانش اندوزان جاوید و ولایت

پادشاہ نے اس گردہ کی پانچ قسمیں کیں ہیں۔ اول ان بزرگوں کی ہیں جو اپنی خوش نصیبی سے
اسرار پر فنی و اندرونی کی بینائی رکھتے ہیں اور اپنی والافطرتی سے اور فراوانی حوصلہ سے
دونوں میں کمال رکھتے اور پادشاہ کے فیض پذیر ہیں دوم وہ جو تدبیر میں صورت پر کمتر
نظر رکھتے ہیں مگر فروغ دل سے فراوان شناسائی رکھتے ہیں۔ سوم معقول و منقول دونوں
پر نظر رکھتے ہیں۔ چارم نقل میں اشتباہ رکھتے برہان کے سوا کسی کو دستاویز نہیں گردانتے
پنجم تقلید پیشگی و نقل پرستی کی تنگنا سے باہر قدم نہیں رکھتے ہر ہر قسم کے اور فرقہ بہت ہیں

طاہر و باطن شناس

راشیخ مبارک ناگوری جبکہ بیان اور ابوالفضل کے بیان میں ہو چکا ہے بدایونی نے جو انکی نسبت
لکھا ہے وہ بھی نقل کیا گیا ہے۔

(۲) شیخ نظام ایٹھے وال۔ ایٹھے ایک قصبہ توابع لکھنؤ سے ہے وہ سلوک و جذب دونوں رکھتے
تھے۔ ابتداً حال میں عام مکتبہ کے طلبہ میں داخل تھے مگر اپنی فطرت عالی کے سبب فناء

طرف رجوع تھے ہمیشہ آنکھ ورق پرستہ اور دل حق کے ساتھ پیوستہ رکھتے تھے تھوڑے دنوں میں پیر سے رخصت ہوئے اور کیل پا کر قصبہ میٹھے میں قناعت کر کے گوشہ گزین ہوئے اور کبھی اس قصبہ سے سوا کسی چیز خدا و دوست و دوستوں کے ملاقات کو نہ جاتے وہ نماز جمعہ سے پیشتر نماز ظہر کی جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے وہ اپنی کسر نفسی کے سبب سے شاذ و نادر میں کسی کو کرتے تھے وہ ملاقات میں ہر شخص سے مناسب حال اُسکے زبان سے کلمہ نکالتے پھر سو کی قرآن و حدیث اور مشایخ کبار کے سخون کے اور بات نہ کرتے وہ ہر شخص کو خواہ امیر ہو یا فقیر کچھ نقد یا نمانک دیتے تھے وہ نماز کو کہا کرتے تھے کہ بہتر فرضوں کی دوا یہی کسی کو وہ دشنام دیتے تھے تو پھر تحسین کے قابل وہ کام کرتا جبر لعنت بھیجتے تھے وہ کار رحمت کرتا ۹۴۹ء میں اس دار فنا سے رحلت کی۔

(۲) شیخ نظام الدین نارتولی سلسلہ چشتیہ میں تھے۔ نارتول ہندوستان کا مشہور سچا پسند مسند ارشاد پر استقامت رہا۔ ابتداءً جوانی سے آخر عمر تک دہلی میں حضرت قطب عالم خواجہ قطب الدین بختیاری کے عرس میں پیادہ پا جاتے تھے وہ بے کلنی و بے تعین سے نفرا اور اغیار سے برابر نہ رکھتے تھے اور سب طرح کے آدمیوں کو مرید کرتے تھے وفات اعلیٰ ۹۹۷ء میں ہوئی وہ نظام انکی تاریخ وفات ہے۔

(۳) شیخ ادھن جونپوری سلسلہ چشتیہ میں تھے۔ عمر طبعی سے بھی زیادہ عمر بانی اُنکے بیٹے پوتے پر پختہ بہت سے تھے ان کے سامنے بیٹے ایسے بوڑھے ہو گئے تھے کہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ باپ کو کون ہے اور بیٹا کون شریعت و طریقت و حقیقت کے جوامع اکٹھے فرماتے تھے کہ نہ عوام ایسی تقریر کر سکیں خواص ۹۹۷ء میں جونپور میں نقاب خفا عالم فنا سے چہرہ پر کھنچی شیخ ادھن تاریخ وفات ہے۔

(۴) میان حبیب الدین احمد بابا و نسبت اعلیٰ علوی مگر انھوں نے اس کو شہرت نہ دی وہ علما و کبار اور کار شناس سے تھے۔ صاحب صلاح و تقویٰ و مجاہدہ۔ جادہ شریعت پر مستقیم گوشہ قناعت میں مقیم ہمیشہ درس علوم میں اشتغال رکھتے تھے جمع علوم عقلی و نقلی میں اعلیٰ قدر اس مرتبہ پر تھے کہ بہت کم کتابیں ایسی تھیں جن کا وہ درس نہ دیتے تھے۔ غرض اُنکے انفس

مستبرکہ سے فیض ہر وقت پہونچتا تھا بہت آدمی ان پاس محنت زدہ وہاں دعا کے لئے آتے تھے کبھی وہ اہل دنیا کے خانہ پرہیز گئے بہت ہی کم خانہ و مسجد سے باہر قدم رکھا۔ موٹا کپڑا پہنتے جو کچھ فتوح ہوتی اسکو تقسیم کر دیتے ۹۸ھ میں اس سراسر وحشت سے چل دیئے شیخ وجیہ الدین بے الف لام کے تاریخ و وفات سے۔

(۵) شیخ رکن الدین - ولد رشید شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے ہیں۔ ارباب ذوق و جمال میں تھے۔ اہل حمت و شوکت پاس کبھی نہیں جاتے تھے عورت نشین تھے۔

(۶) شیخ جلال الدین فوجی - مجذوب سالک تھے ملتان انکے باپ دادا کا وطن تھا وہ قنوج میں رہتے تھے کبھی جذب کی حالت کو غلبہ ہوتا تھا۔ چار پانی کی ادوان گلے میں ڈالکر بازار میں پھرتے تھے اور مصیبت افزا اور درد انگیز فریادیں مچاتے تھے اور یہ دامن غیر مکرر وقوع میں آتی تھیں۔

(۷) شیخ الہدیہ خیر آباد - علماء متبحرین سے تھے۔ ابتدائے احوال میں برسوں درس و افادہ علوم ظاہری عینی سب کی پھر طریقت صوفیہ پر رجوع کی۔ توکل و تجرید و ثناء و ایثار اختیار کی۔ اہل دنیا کو ترک کیا۔ کسی کی ضیافت بھی قبول نہیں کی۔ شیخ سے محمد حسین خان نے ایک دن پوچھا کہ سالانہ مسعود کہ عوام ہند میں پرستش کرتے ہیں کون تھے فرمایا کہ ایک افغان تھا کہ شہید ہو گیا ۹۳ھ میں وفات پائی۔

(۸) شیخ عبدالغفور اعظم پوری - خاندان چشتیہ میں مرید تھے۔ کمالات صوری و معنوی رکھتے تھے۔ ہر چند طالب مناسبت کم رکھتا مگر شیخ اس کو بے اختیار اہل خدمت بنانا علوم دین کا درس دینا کلام بلاغت فرجام اس کا شورا نگیز دلون کو راحت پہونچاتا اور زبان معجز بیان اسکی مشتاق جانوں کی مرہم بنتی اسکی حسن صورت و خوبی سیرت کی شہرت الہی تھی۔ علم تصوف میں صاحب تصنیف ہیں ۹۸ھ میں دار البقا کو رحلت کی اعظم پور میں مدفون ہوئے۔

(۹) شیخ عبدالعزیز دہلوی - صاحب مکارم اخلاق تھے۔

(۱۰) مولانا حامد الدین سرخ لاہوری - وہ علماء لاہور سے اخلاف رکھتے تھے علوم دین

فلسفہ سے ناہر تھے۔

(۱۱) شیخ پنجو۔ ان کو لوگ غلطی سے بچو کہتے تھے وہ ۹۶۹ میں مر گیا۔

(۱۲) مولانا اسماعیل۔ وہ اہل عرب میں سے تھے شیخ حسین کے دوست تھے وہ ہالیوں کے مدرسہ دہلی میں درس دیتے تھے وہ بڑے دولت مند تھے ان کو چوروں نے گھر میں داخل ہو کر مار ڈالا۔

(۱۳) مادھو سستی

(۱۸) رام تیرتھ

(۱۴) مادھو سو دھن

(۱۹) نرسنگھ

(۱۵) میان اسرم

(۲۰) پرسندر

(۱۶) ہرنجی سور

(۲۱) آدات

(۱۷) دامور بھٹ

اہل باطن

(۲۲) شیخ رکن الدین محمود کمانگر۔ (۲۳) امان اللہ (۲۴) خواجہ عبدالشہید۔ خواجہ ناصرین عبداللہ احرار کے پوتے نہایت بزرگ صاحب کمال تھے۔ ہندوستان میں شاہ نے ان کو پرگنہ جمیاری و طیفہ میں دیا۔ خواجہ کے سب سے دو ہزار فقرا اور مستحقین پرورش پاتے تھے جب مرنے کے دن آئے تو سمرقند چلے گئے اور کہہ گئے کہ میں اپنی بیویوں کے لئے جاتا ہوں سمرقند میں جا کر چھ روز رحلت کی۔

(۲۵) شیخ موسیٰ۔ آہن گر تھے۔ کشف و کرامات میں مشہور تھے اکبر کی اوائل سلطنت میں مر گئے لاہور میں مدفون ہوئے۔

(۲۶) بانی بلاس۔

(۲۷) شیخ علاء الدین مجذوب تھے اگرہ میں رہتے تھے صاحب کمال تھے۔

(۲۸) شیخ یوسف ہرکن - مجذوب لاہوری کشف و کرامت میں مشہور۔

(۲۹) شیخ برہان ابن زہد و توحید و تقویٰ - ارباب عزت و تجرید و استغفار میں سے تھے۔ کاپی میں ایک نہایت تنگ و تاریک حجرہ میں رہتے تھے پچاس سال تک ترک حیوان کیا اور اکثر شیر و شیرینی پر بسر کرتے تھے آخر عمر میں پانی پینا چھوڑ دیا تھا طریقت مہدویہ رکھتے تھے اگرچہ علوم عربیہ نہیں پڑھے تھے مگر قرآن کی تفسیر خوب کرتے تھے ۹۶۷ء میں انتقال کیا۔ سو برس کی عمر تھی اپنے حجرہ میں مدفون ہوئے۔

(۳۰) شیخ گپور بابا - مجذوب گوالیاری سادات حسینی سے تھے۔ ابتداءً حال میں سپاہ گری کرتے تھے پھر نوکری کو ترک کر کے سقہ بنگلے۔ راتوں کو بیوہ عورتوں کے گھر میں پانی پہنچاتے تھے اور خلائق کو بے اجرت پانی پلاتے پھر ایسا جذبہ ہوا کہ سب کا روبرو کچھوڑ دیا اور عاویہ کے موافق بائیں نہ کرتے گوالیار کے بازار کے ایک محلہ میں کہیں رہتے تھے مراقبہ میں سرافگندہ رہتے تھے۔ جو کوئی حاضرین میں سے سوال لیتا اس کا جواب بطور ہدیہ ان کے دیتے۔ راتوں کو ہمیشہ قیام کرتے کبھی روتے کبھی ہنستے ۹۷۷ء میں رات کو نعرہ زنان اپنے دروازہ سے گر کر جان بحق تسلیم کی۔ فیضی نے تاریخ اشکی گپور مجذوب کہی ہے۔

(۳۱) شیخ ابوالفتح فرنگ یا مجذوب کالو لاہوری - ان کے باب کا نام کالو تھا لاہور کے آدمی ان کے معتقد تھے وہ دانشمند متحرک و متوکل و متورع تھے۔ ارباب دنیا کے گھر پر کبھی قدم نہ رکھا اور نہ ان سے کچھ چاہا۔ ہمیشہ درس کہتے۔ صوفی مشرب تھے جمیع علوم کے جامع تھے۔ ہمیشہ حق کے ساتھ مشغول رہتے جب تک ان سے کچھ پوچھو نہیں وہ بات نہیں کرتے تھے پھر ایک مجذوب کے مرید ہونے سے ان کا دل نفسانیت سے پاک ہو گیا۔ علماء و رسمی سے زیادہ ممتاز ہو گئے ۹۹۶ء میں انتقال کیا عمر سو سال سے زیادہ تھی۔

(۳۲) شیخ داؤد جھٹی وال - جھٹی لاہور کے قریب ایک قصبہ ہے ان کے باپ دادا عربی آنکر شیش پور میں ملتان کے اندر آباد ہوئے اور شیخ داؤد وہیں پیدا ہوئے مان باپوں کے

جلد مرنے سے وہ یتیم ہو گئے ان کے بڑے بھائی رحمت اللہ نے انکی پرورش کی لاہور
میں ان کو مولانا اسماعیل آچہ کی خدمت میں ایسی تحصیل علم کی کہ ایک علما ہو گئے۔ حضرت
غوث الاعظم کی روح نے ان میں حلول کیا۔ شیخ ہر سال کی دفعہ جو کچھ فتوح سے حاصل
ہوتا تھا سب کو ٹٹا دیتے تھے سوائے مٹی کی ہنڈیا اور پرانے بوریہ کے یہی پاس کچھ نہ چھوڑتے
باوجود اس کے حضرت غوث الاعظم کا میلاد بڑی دھوم دھام سے کرتے لاکھ آدمی اس میں
جمع ہوتے سب کو خانقاہ کے ننگر سے کھانے کو ملتا وہ صاحب کشف و کرامات تھے ریاضت
شاقہ کرتے تھے علوم ظاہری کو ابتدا میں تحصیل کیا پھر متوکل و گوشہ نشین ہو کر اہل دنیا کے
گھر بھی نہ گئے سلیم شاہ نے بلایا تو عنذ رکھا کہ دعائے غالبانہ کافی ہے دنیا داروں کی صحبت سے
بھاگتے تھے۔ الفقہ فخری ان کا شعار تھا ہمیشہ اثار اور طالبوں کو ارشاد کرتے ۹۸۰ء میں بارگاہ
وصال میں انتقال کیا۔ شیخ داؤد تاریخ وفات ہے۔

(۳۴) شیخ سلیم چشتی۔ شیخ فرید الدین گنج کی اولاد میں سے ہیں اصل انکی دہلی ہے خشکی تری
کی راہ سے دو دفعہ ہندوستان سے حرمین الشریفین طواف کو گئے۔ روم۔ بغداد۔ شام
نجف اشرف اور بلاد مغرب کی سیر کی۔ بایس حج کئے اول مرتبہ چودہ اور دوسرے مرتبہ چار
مکہ معظمہ میں اور مدینہ طیبہ میں چار سال اقامت کی۔ عرب میں اسکا نام شیخ الہند مشہور ہے
سلطان سلیم کی پیدائش اور بادشاہ کی عقیدت ان کے ساتھ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ عربی عبارت
لکھنے میں بڑی مہارت تھی۔ ایک مکتوب عربی ان کا تاریخ بدایونی میں لکھا ہوا ۹۸۰ء میں
انتقال کیا۔ شیخ ہندی تاریخ وفات ہے۔

(۳۵) شیخ محمد غوث گوالیارسی سلسلہ نظاریہ میں سے ہیں شیخ بایزید بسطامی تک ان کو
نسبت ہے۔ ابتدا میں بارہ برس چنار کے دامن کوہ میں اور اس نواحی کے اندر
ریاضت شاقہ لکھنچین۔ اور غاروں میں مسکن رکھا اور درخت کے پتوں کو غذا بنایا۔ باقی حال
اقبال نامہ میں پڑھو۔

اشقی برس کی عمر میں اگر وہ مین رحلت کی اور گویا رین مذون ہوئے۔ لفظ میں کبھی زبان پر نہیں آیا۔ لفظ فقیر سے اپنے تئیں تعبیر کرتے۔ غلہ کے دینے کے وقت یہ کہتے کہ فلان شخص کو اس قدر میمنہ و نون دیدو تا کہ لفظ من زبان پر نہ آئے۔ ایک کڑوٹنکہ مدد معائنہ تھی۔ تواضع سی تھی کہ ہندوؤں کی تعظیم سے رو قذویتے۔ اس سبب اہل فقر کچھ ان پر ملامت کرتے۔ مآثر میں لکھا ہے کہ شیخ کی نولاکھ روپیہ کی جاگیر تھی اور سو ما تھی ان کی سپاہ میں تھے۔ اکبر ان کا مرید تھا۔

(۳۵) رام بہادر۔ (۳۶) جہر روپ۔ معقول و منقول کے جاننے والے۔
(۳۷) میر فتح اللہ شیرازی۔ سادات شیراز سے تھا۔ اپنے زمانہ میں اعلم العلماء تھا۔ مدون تک فارس کے حکام و اکابر کا مقتدار ہا تھا علوم عقلی حکمت و ہیئت و ہندسہ و نجوم و رمل و حساب و فلسفات و نیز نجابت و چراغ اقبال خوب جانتا تھا ان فنون میں اسکی ایسی استعداد تھی کہ اگر پادشاہ رعد نبوائے پر متوجہ ہوتا تو وہ بنا دیتا۔ علوم عربیہ و حدیث و تفسیر و کلام سے خوب واقف تھا بہت سی اسکی تصانیف ہیں جو مستند سمجھی جاتی ہیں۔ میر اگرچہ محاسن ہیں بغایت خلیق و متواضع نیک خلق تھا۔ مگر غرور بالحد جس وقت وہ پڑھاتا تھا تو شاگردوں کو غش گالیاں دیتا اس کے سبب اسکے شاگرد بہت کم تھے اور کوئی شاگرد رشید لایں بھی نہیں ہوا۔

چند سال وکن میں عادل خان پاس رہا وہ اس کا بہت مقصد رہا۔ پھر شہنشاہ اکبر کی خدمت میں آیا۔ عہد الملکی کا خطاب پایا کشمیر میں ۹۹۹ میں وفات پائی۔ تخت سلیمان میں مذون ہوا۔ فرشتہ بود اسکی تاریخ ہے۔ طبقات میں لکھا ہو کہ اسنے ہوا چکی بنائی تھی کہ خود حرکت کرتی تھی آٹا پیستی تھی۔ ایک آئینہ بنایا جو دور اور نزدیک کی اشکال غیب دکھاتا تھا۔ ایک چرخ بنایا کہ جس سے بارہ ہندو قین سر ہوتی تھیں کچھ دنوں وہ ہمت جدال شغال دیوانی میں مشغول رہا۔ ابو الفضل اور اس حکیم کے درمیان جو مراسلت ہوئی ہے وہ ایک فخر و دانش پڑھنے کے قابل ہے۔

(۳۸) میر مرتضیٰ۔ امیر سید شریف جرجانی کے بنائے ہوئے ہیں۔ اس نے عالم متبحر ابن حجر مکی سے حدیث پڑھی تھی ۹۷۲ء میں وہ ہندوستان میں دکن میں آیا اور دکن سے آگرہ میں گیا اور یہاں عطایا کے خسر وانی سے بہرہ مند ہوا۔ دہلی میں ۹۷۴ء میں وفات پائی۔ حضرت امیر خسرو کے مقبرہ میں دفن ہوا۔ پھر نعش اسکی مشہد میں بھیجی گئی۔ علامہ زعالم رفت۔ تاریخ انتقال ہے۔ علوم عقلی خوب جانتا تھا ریاضیات و حکمت کا درس دیتا تھا۔ (۳۹) مولانا سعید ترکستانی۔ اس کو سمرقند ہی بھی کہتے ہیں ۹۷۵ء میں ماوراء النہر سے ہندوستان میں آیا اور مراحم پادشاہانہ سے ممتاز ہوا اپنے زمانہ کے بڑے دانشمندوں میں شمار ہوتا۔ پادشاہ کو اسکی صحبت بہت پسند تھی درویشی و انکسار طبعیت پر غالب تھا خوش طبع تھا تقریر فصیح و بلیغ تھی بشارت گردن پر مشفق و مہربان تھا۔ ہندوستان سے کابل گیا اور وہاں ۹۷۹ء میں رحمت خداوندی کے ہمسایہ میں آیا۔

(۴۰) حافظ تاشکندی۔ جس کو ماوراء النہر میں حافظ کہتے تھے وہ دانشمند بہت تھا کمال علوم کو خوب جانتا تھا۔ خصوصاً عربیت میں کامل تھا۔ علماء ماوراء النہر اسکی بزرگی مانتے تھے۔ سپاہی وضع تھا۔ ہمیشہ ترکوں کی طرح ترکش کمر میں باندھ کر سوار ہوتا تھا۔ ۹۷۸ء میں ہندوستان میں آیا۔ پادشاہی ملازمت سے مشرف ہوا۔ انعامات و فائز ہوا کہ گجرات کی راہ سے حرمین شریفین کی زیارت کو گیا۔ پھر روم میں گیا جہاں اسکی عزت ہندوستان سے دہ چند ہوئی۔ وزارت کے لئے اس سے کہا اس نے انکار کیا۔ اپنے وطن کو مراجعت کی اور ملک عدم کی راہ لی۔

(۴۱) مولانا شاہ محمد۔ شاہ محمد ارباب مناصب کی سلک میں داخل تھا شجاعت و شہامت کی صفت سے موصوف تھا کرم و کرامت سے کہ لازمہ عربیہ موسوم۔ حسن ادب و تواضع میں معروف۔ علوم عربیہ و ادبیہ میں بہارت ایسی تھی کہ اسکو ثانی کہانی کہنا چاہیے اسکی بہت رفتے تاریخ بدایونی میں لکھے ہیں۔

(۴۲) مولانا علاؤ الدین - وہ لارستان سے آیا تھا اس لئے اس کو لاری کہتے ہیں وہ مولانا کمال حسین کا بیٹا اور مولانا جلال دوانی شافعی کا شاگرد تھا وہ کچھ مدت تک حضرت شہنشاہی کا استاد بھی رہا۔ دربار میں ایک دفعہ وہ خان اعظم سے آگے کھڑا ہو گیا تو میر توڑک سے اُسے کہا کہ پیچھے ہٹو یہ کہہ کر کہ کس لئے احمقوں سے آگے ایک عالم نہ کھڑا ہو وہ دربار سے چلا گیا اور پھر کبھی نہیں آیا سنبل میں چار ہزار ننگ کی زمین اس کو سبوزغال میں ملی تھی یہیں وہ مر گیا۔

(۴۳) مولانا شیخ حسین اجمیری - مشہور ہے کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین بنجرمی چشتی کی اولاد میں سے ہے بعض دشمنوں کے مشائخ فچوری کی رہنمائی سے جو اپنے انباء جنس کے استیصال میں مساعی جمیل کرتے تھے نہ ثابت کیا کہ حضرت معین الدین چشتی کی اولاد نہ تھی اس لئے وہ اجمیری کی تولیت سے خروم کیا گیا۔ شیخ کو بڑا مقدور تھا اس کو بین پادشاہانہ زندگی بسر کرتا تھا اس لئے پادشاہ نے اس کے اخراج کا حکم مکہ معظمہ کی طرف دیا۔ وہ حج کو گیا اور سفر حجاز سے آن کر پھر پادشاہ کے پاس حاضر ہوا مگر شرائط آداب جو ایجاد ہوئیں تھیں وہ نہ بجا لایا۔ اس سے پادشاہ نے اُسے بے اخلاص جانا۔ قلعہ بکر میں جس کا حکم دیا۔ چند سال یہاں قید رہا شیخ کے معتمدوں کی سفارش سے بکر سے اسکی طلب کا حکم ہوا وہ اور قیدیوں کے ساتھ پادشاہ کے روبرو آیا۔

اور قیدیوں نے پادشاہ کو سجدہ کر کے خلاصی پائی مگر اس پر معمر ہفتاد سالہ نے بوضع تعلیم و تسلیم کی۔ اس لئے پھر پادشاہ نے اس کو بکر بھیجا وہاں تین سو بیگہ وجہ معاش مقرر کر دی اس کی مان بڑھیا اجمیری میں تھی بیٹے سے ملنے کے لئے بیتاب تھی مگر اس سے ملنے کی بھی اجازت نہیں دی اور کہہ دیا کہ وہ اس کو اپنے پاس بلا لے ہمیشہ اسکی ریاضت و عبادت میں گذرتی صائم الدھر و قائم اللیل تھا۔

(۴۵) مولانا میر کٹان - ملا خواجہ کہ خراسان کے مشائخ کبار میں سے تھے ان کا پوتا یہ ہے

شیخ جلال الدین ہمدانی کا مرید تھا ۹۱۵ھ میں اسی برس کی عمر میں اگرہ میں مراۓ میں مدفون ہوا۔ اس خیال سے ساری عمر مجرور رہا کہ بعد اس کی بیوی اسکی مان کی اطاعت نہ کرے۔ مان اس کی ایک برس بعد اس کے مرنے سے مری۔ جہانگیر کا اول استاد وہی تھا۔

(۴۶) غازی خان بخشی۔ اس کا نام قاضی نظام تھا۔ ملا عصام کا شاگرد تھا عقلی و نقلی دانش میں یکتاے روزگار تھا شیخ حسین خوارزمی کا مرید تھا۔ طریقہ صوفیہ صافیہ سے منسوب تمام رکھتا تھا اپنے ذہن رسا و فکر بلند سے پنجستان میں درجہ امانت حاصل کیا۔ کابل کے محاصرہ میں منعم خان اور مرزا سلیمان کی صلح اسے کرائی۔ ۹۱۵ھ میں پادشاہ کی خدمت میں جوپور میں آیا ایسی خدمات شائستہ بجالایا کہ ایک ہزار ری منصب پایا۔ غازی خان کا خطاب پایا ۹۱۹ھ میں ستر برس کی عمر میں قصبہ اودہ میں سفر واپسین پیش آیا۔ صاحب تضایف معتبر ہے۔ شیخ علانی نے اس کے حال میں لکھا ہے کہ سپاہ گری سے اپنی مانائی کا چہرہ روشن کیا اور شمشیر سے اپنی قلم کا مرتبہ بڑھایا۔ صوفیان صافی کے علم رسمی میں فروزنگی کے ساتھ نیایش کرتا اور شائستگی کے ساتھ ظاہری آزادی رکھتا۔ ہمیشہ چشم گریان اور دل تفسیدہ رکھتا کہتے ہیں کہ اول جسے اکبر کے آگے سجدہ کرنے کا طریقہ ایجاد کیا وہ یہی تھا ملا عالم کابلی کہ فضلا وقت سے تھا اس کو ہمیشہ حسرت رہی کہ کاش میں اس امر کا خیر عیاں ہوتا۔

(۴۷) مولانا صادق حلوائی۔ سمرقندی ہے مکہ سے پادشاہ کی خدمت میں چند سال ہندوستان میں رہ کر کابل گیا اور وہاں افادہ سے شغل رکھتا تھا۔ مرزا محمد حکیم کو درس دیتا تھا۔ پھر سمرقند میں چلا آیا ۱۰۱۵ھ میں زندہ تھا۔

(۴۸) حاجی ابراہیم پادشاہ نقلی کلام سے آگاہ اور عقلی کلام کا شناسا

(۴۹) مولانا پیر محمد۔ نمبر ۲ منصب دارون کا دیکھیو۔

(۵۰) مولانا عبدالباقی۔ وہ صدر تھا۔

(۵۱) مرزا مفلس اور یک - ملا احمد صنیع کا شاگرد تھا۔ علوم جدل و مناظرہ میں مستعد و مستحضر مگر تفسیر فصیح نہیں تھی۔ اثناء درس میں ایسی ادائیں کرتا تھا کہ ہنسی آتی تھی بقیانہ کو سہ تھا۔ صلاح و تقویٰ رکھتا تھا۔ مولانا ہندوستان میں آیا۔ چار سال تک آگرہ کی مسجد خواجہ معین الدین فرخودی میں درس دیا اور پھر حج کو گیا دہلی ستر برس کی عمر میں رحلت کی (۵۲) مولانا زادہ لشکر۔

(۵۳) مولانا محمد۔ وہ لاہور میں رہتا تھا سترہ ایں نوے برس کی برس کی عمر تھی بدایونی اس کو مولانا محمد مفتی لکھتا ہے۔

(۵۴) قاسم بیگ۔ وہ واحد العین قندھاری ملا تھا علوم عقلی و نقلی کا درس دیتا۔

(۵۵) مولانا نور الدین ترخان۔ جامع اقسام علوم حکمت تھا۔ شاعر تھا مگر آخر عمر میں شعر سے

توبہ کی۔ نوری تخلص تھا۔ وہ مدت تک دہلی میں مقبرہ ہمایون کا متولی رہا پہلے وہ مرگیا۔

طبقات میں لکھا ہے کہ ریاضی دان اور نجومی تھا۔ آثار میں لکھا ہے کہ وہ خراسان میں جام

بین پیدا ہوا اور مشہد میں تعلیم پائی۔ وہ بابر کے پاس آیا اور پھر ہمایون کا رفیق رہا۔

اس لئے ان دونوں کو اسطرلاب کا شوق تھا۔ وہ ہمایون کے ساتھ عراق گیا اور وہیں

برس تک اسکی خدمت میں رہا۔ اس کا تخلص نوری تھا۔ اس کو نوری سفیدون بھی کہتے

ہیں۔ کچھ دنوں سفیدون اپنی جاگیر میں رہا تھا۔ اکبر نے اس کو خطاب خان کا دیا۔

پھر ترخان کا اور سمانہ میں اس کو مقبرہ رکھا۔

(۵۶) نزائین (۵۷) مادھو بھٹ (۵۸) سری بھٹ (۵۹) بشن ناتھ (۶۰)

رام کشن (۶۱) بھدھر مصر (۶۲) باس دیو مصر (۶۳) باہن بھٹ (۶۴) بدیا

نواس (۶۵) گوزی ناتھ (۶۶) گوپی ناتھ (۶۷) کشن پنڈت (۶۸) بھیا چارج

(۶۹) بھاگیرت بھٹا چارج

(۷۰) کاشی ناتھ بھٹا چارج۔

(۷۱) حکیم مصری طب میں صاحب علم و عمل۔ علوم نقلی میں ماہر۔ علوم عربیہ میں مثل معوت اسماء و علم حروف سے واقف۔ کشادہ رو و خوش صحبت و مبارک قدم کبھی کبھی مضحک شعر بھی کہتا تھا۔ سیدھا سادہ بے غرض۔ بعض معالجات میں مسیحائی کی۔ برہان پور خاندیس میں عمر پوری ہوئی۔

(۷۲) حکیم الملک۔ اس کا نام شمس الدین تھا وہ اور اکثر حکیموں کی طرح گیلان سے پادشاہ کی ملازمت کے لئے آیا تھا حکمت و طب میں اپنے وقت کا جالینوس تھا۔ علوم نقلی و رسمی میں سب سے متینی و ممتاز۔ بندگان خدا کا خیر خواہ۔ اپنے دین میں راسخ و ثابت قدم۔ آشنا پرور۔ ہمیشہ طلبہ کامرئی ان کو بغیر پڑھائے کھانا نہ کھاتا۔ مشائخ و علماء کے معرکہ کی ویرانی ہوئی تو حسب الامکان اس نے مخالفان دین سے جدل کی آخر کو اسے تاب نہ ہوئی۔ مکہ معظمہ رخصت لے کر چلا گیا اور دہان ۹۸۵ھ میں فوت ہوا۔

(۷۳) ملا میر۔ اس کو طبقات میں ملا میر طیب ہراتی اور ملا عبدالحق یزدی کا پوتا لکھا ہے (۷۴) حکیم ابوالفتح گیلانی۔ نمبر ۱۱۲ منصب دارون کا دیکھو۔

(۷۵) حکیم زنبیل بیگ۔ مرزا محمد طیب شیرازی کا بھائی ہے۔ علم میں ممتاز اور پادشاہی مقررون میں سرفراز تھا۔

(۷۶) حکیم علی گیلانی۔ علوم و فنون میں خصوصاً طب و ریاضی میں پوری مہارت تھی اپنے وقت میں اطباء حافظین سے تھا۔ کمال پریشانی و افلاس میں اپنی ولایت سے ہند میں آیا تھا اکبر کے ملازمن میں داخل ہوا ایک دفعہ پادشاہ کے حکم سے بول مریض و صحیح و گاو و خروں کے قار و رون کو اس کے روبرو لائے۔ اس نے سب کو اپنے قیاس سے مطابق واقع کے بتلادیا اس وقت سے اس کا مرتبہ اور اعتبار زیادہ ہوا۔

پادشاہی مصاحبت و قرب کی دولت حاصل ہوئی اور ثروت و مکت میں اور امراء

کے ساتھ ہمسرو مسامی ہو گیا۔ بیجا پور میں بطور بغیر گیا۔ علی عادل شاہ والی بیجا پور نے اس کی استقبال کیا۔ سامان نفاس تیار کر کے حکیم کو روانہ کیا چاہتا تھا کہ ناگہان ۹۹۸ء میں وہ مر گیا۔ حکیم علی نے ایک عجیب حوض بنایا تھا کہ اس کے اندر سے ہو کر ایک مکان کے اندر جانے کی راہ جاتی تھی اور تعجب یہ ہو کہ اس راہ سے پانی اس مکان میں نہیں جاتا تھا شہنشاہ اکبر خود حوض میں غوطہ مار کے اور تین زینے اتر کر اس مکان میں گیا جس میں دس بارہ آدمی سماتے تھے فرش خواب و رخت پوشش تھا۔ حاضری طعام موجود چند کتابیں طاق پر رکھی ہوئی۔ ایک قطرہ پانی کا اس کے اندر نہ جاتا تھا۔ پادشاہ وہاں کچھ دیر ٹھہرا۔ آدمیوں کا عجیب حال جب تک رہا کہ وہ باہر آیا نہ تکہ تک منصفیت عدلی پر وہ پہنچا۔ جب پادشاہ اسہال کے مرض میں مبتلا ہوا اس نے علاج کیا اس کا حال پادشاہ کے علالت کے بیان میں پڑھ لو۔

سال ۱۰۰۰ء میں جہانگیر اس حوض کی سیر کو آیا اور حکیم کو منصب دو ہزاری عنایت کیا اس کے چند روز بعد وہ مر گیا وہ ہر سال چھ ہزار روپیہ کی دوائیں اور شربت غریبوں کو مفت تقسیم کرتا تھا۔

(۷۷) حکیم حسن۔ اسکی حذافت کی شہرت تھی مگر علم اس کو بہت نہ تھا صاحب مکارم خلاق و حامد اوصاف تھا۔

(۷۸) حکیم ارسطو۔

(۷۹) حکیم فتح اللہ۔ کچھ کتب طب اسنے پڑھی تھیں اور علم ہیئت واقف تھا قانون کی شرح فارسی زبان میں لکھی۔ جہانگیر کی اول سال سلطنت میں منصب ہزاری تین سو ا رکھتا تھا۔ پادشاہ نامہ میں لکھا ہے کہ وہ اپنے ملک کو چلا گیا اور خود شہی کی اس کا پوتا فتح اللہ شاہ جہان کا طبیب تھا۔

(۸۰) حکیم مسیح الملک۔ درویش و پاک اعتقاد تھا۔ طبابت میں کامل تھا وکن سے

ہندوستانی آیا شاہزادہ مراد کے ساتھ گجرات دکن میں گیا۔ مالوہ میں اجل نے رشتہ اہل کو کوتاہ کیا۔

(۸۱) حکیم جلال الدین مظفر دستانی۔ اردستان ایران میں ایک شہر کا شان اصفہان کے درمیان واقع ہے۔ کم عمری میں شاہ طہاسب کا طبیب تھا اور نوجوانی میں وہ ہندو میں آیا تو اسکی ترقی ہوئی۔ اگرچہ طبیعت بہت نہیں رکھتا تھا مگر تجربہ اس کا پورا تھا مزاج میں اس کے صلاحیت تھی اور باخدا میں شفا۔

(۸۲) حکیم لطیف الدگیلانی۔ طب میں اسکی حذاقت مشہور ہے علم اس کا خوب تھا (۸۳) حکیم سیف الملک لنگ۔ اس کو سیف الملک بھی اس سبب سے کہتے ہیں کہ اسنے کئی اپنے پادشاہی مریضوں کو مارا تھا وہ دماوند کا رہنے والا تھا فضیلت علمی وحکمی کے ساتھ رذیلیت شہر و بھو کو جمع کیا تھا شجاعت تخلص تھا۔ یہ اتفاقات سے ہمہ جس مریض کے سر پر وہ جاتا پیک اجل اس درد مند کے پاس آتا۔ اس سبب سے ظفر فاربنے سیف الملک اس کا نام مشہور کیا تھا چند سال برام خان کے عہد میں ہندو میں رہا اور پھر اپنے ملک کو چلا گیا۔

(۸۴) حکیم ہمام حکیم ابوالفتح گیلانی کا بھائی ہے اس کا نام بہایون تھا جب اکبر شہنشاہ کی خدمت میں آیا تو پاس ادبے اپنا نام بہایون قلی رکھا پھر پادشاہ نے حکیم ہمام کے نام سے مشہور کیا۔ خط شناسی و شعر بھی میں یگانہ تھا طبیعات و طبابت سے بھی آشنا تھا شگفتہ پیشانی پارسا گوہر شمیم ازبان۔ ندیم نش تھا۔ اگرچہ منصب شش صدی اور بکا ول بیگی کی خدمت رکھتا تھا مگر پادشاہی مصاحبت و قرب میں بلند پایہ تھا اسلئے میں وہ عبدالرحمان والی توران پاس بھیجا گیا اور والی توران کو پادشاہ نے لکھا کہ حکیم ہمام تخلص راست گفتار اور مرد درست کردار ہے ابتدائے ملازمت سے بسا اقبال کا ملازم رہا ہے اسکی دوری کسی وجہ سے ہم نے نہیں تجویز کی برسم رسالت اسکو بھیجتے ہیں ہماری ملازمت میں چونکہ اسکی نسبت متحقق ہے اس لئے وہ بلا تامل بے واسطہ موقف عرض میں پہنچا پڑگا اگر آپکی مجلس شریف میں یہی اسلوب مرعی ہوگا تو ہم میں اور

تم میں مکالمہ بنے واسطہ ہوگا۔ اسکی غیبت میں پادشاہ نے کئی دفعہ فرمایا کہ جب حکیم ہمام
 گیا ہے کھانے کی لذت جاتی رہی ہے حکیم ابوالفتح سے پادشاہ نے کہا کہ تیری برادری
 میں حکیم ہمام کی جدائی سے کسی کا دل ایسا نگران نہوگا جیسا ہمارا دل ہے۔ حکیم ہمام کی مثل
 کب پیدا ہوتے ہیں سلسلہ میں توران سے اس نے معاودت کی۔ ابوالفتح کی موت پر
 ایک ماہ گذرا تھا جب وہ پادشاہ پاس آیا تو اسکی تسلی کے لیے پادشاہ نے کہا کہ تیرا تو ایک
 بھائی مرا ہے اور میرے دس بھائی سکنہ احد میں تپ دق میں دوہینے تک مبتلا رہا۔
 پھر ہمایہ عمر لبریز ہوا اس کے دو بیٹے تھے ایک حکیم حاذق دوم خوشحال۔

(۸۵) حکیم عین الملک۔ علم میں رتبہ عالی رکھتا تھا اور صاحب اخلاق حمیدہ تھا۔ مان کی طرف سے
 محقق دوانی کے ساتھ اس کو نسبت تھی۔ ابتر این وہ پادشاہ کی بزم و رزم میں شہر
 ہ مصیبت ہوتا نہ جلوس میں احمد آباد میں چلیز خان پاس بھیجا گیا وہ خان مذکور سے پیشکش
 لے کر واپس آگرہ میں پادشاہ کی خدمت میں آیا سلسلہ میں اعتماد خان گجراتی پاس پادشاہ
 کا دلا سا نامہ لے کر گیا اور اس کو مع ابوتراب کے پادشاہ کی خدمت میں لایا سلسلہ میں پادشاہ کے
 ساتھ دیار شرقی میں گیا۔ عادل خان حاکم بیجا پوری کی رہنمائی کے لئے دکن میں گیا۔
 سلسلہ میں وہاں سے واپس آیا۔ پھر حدود سنبل میں فوجدار ہوا سلسلہ میں عرب بہادر و
 نیابت خان نے اس نواح میں شورش اٹھائی تو اس نے قلعہ بریلی کو نہایت مستحکم کیا۔
 اپنے حسن تدبیر سے اس نے نیابت خان کو اپنے پاس بلالیا۔ لڑکر مخالفوں کو پریشان کیا
 اسی سال بنگالہ میں صدارت پر سرفراز ہوا سلسلہ میں صوبہ آگرہ میں بخشی ہوا پھر وہ خان اعظم کے ہمراہ
 دکن گیا۔ خان مذکور نے اسکی جاگیر ہنڈیہ کو بدل دیا تھا اس لیے شہر میں بے طلب وہ پادشاہ پاس
 چلا آیا۔ پادشاہ نے دربار بند کیا۔ بعد دریافت کیفیت کو نش کی پروا لگی ہوئی اور اپنے پرگٹہ پر
 بحال ہوا سلسلہ میں عدم آباد میں گیا شعر کہتا تھا۔ دوانی تخلص کرتا تھا۔ منصب پانصدی رکھتا
 تھا۔ پرانی بریلی میں مرزائی محلہ میں ایک مسجد جس کا نام مرزائی یا پادشاہی مسجد ہو تیسری اس کے

کتابہ میں ۹۸۰ لکھے ہیں اس میں سنبل کا فوجدار تھا۔
 (۸۶) حکیم شغائی۔ اس کا تخلص شغائی تھا وہ اپنے تئیں مظفر ابن محمد الحسینی الشغائی کہتا تھا وہ صغمان
 میں پیدا ہوا تھا۔ شاہ عباس صفوی کا دوست تھا ۹۳۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اسکی تصنیف
 سے ایک شنوی ہے۔

(۸۷) حکیم نعمت اللہ۔ (۸۸) حکیم دوائی (۸۹) حکیم طالب علی (۹۰) حکیم عبدالرحیم۔ (۹۱) حکیم
 روح اللہ (۹۲) حکیم فخر الدین علی (۹۳) حکیم اسحاق (۹۴) شیخ حسن (۹۵) شیخ بلیا
 شیخ حسن طبیب سرہندی کا بیٹا ہے جراحی میں کمال تھا۔ اکبر کو جو زخم شکار میں ہرن نے لگایا تھا
 اس کا علاج اُس نے خوب کیا تھا۔

(۹۶) مہادیو (۹۷) بھیم ناٹھ (۹۸) ناراین (۹۹) سیواجی۔ طبقات میں یہ اور ہندو حکیم
 لکھے ہیں۔ بھیرون۔ جو کابل میں جراح تھا۔ درگاہ بڑا کمال تھا درگاہ بڑا جراح تھا۔

تعلیم و نقل و حرکت

(۱۰۰) میان حاتم سنبلی۔ عالم جامع معقول و منقول تھا۔ خصوصاً کام و اصول و فقہ و عربیت میں
 چالیس دفعہ اُسے مفتاح و مطول باب اسم اللہ سے تا امت تک پڑھائی۔ شیخ عبدالقادر بدایونی کا استاد
 تھا ۹۷۸ھ میں عالم فانی کو گیا۔ شیخ عبدالحلیم اس کا لایق بیٹا تھا جو ۹۸۹ھ میں پدر بزرگوار سے جا مل باقی
 اور چند پر ناخلف وارث تھے۔

چند نیاز پرورم ہنر بان شگدل یاد پدر نمی کن این سپران ناخلف

(۱۰۱) میان جمال خان۔ دہلی میں مفتی تھا اپنے باپ شیخ نصیر الدین اور اپنے بھائی شیخ لاؤن کا شاگرد
 تھا۔ قوم کا کنبہ تھا۔ اپنے زمانہ میں اعلم العلماء تھا۔ علوم عقلیہ و نقلیہ میں خصوصاً فقیہ کلام و عربیت و تفسیر
 بنظر تھا مفتاح کی دو مشحون پرچہ لکھا ہے۔ عضدی کو کہ انتہائی کتاب ہو چالیس مرتبہ اول سے
 آخر تک پڑھایا ہی۔ ہمیشہ درس کہتا۔ افادہ علوم دینی فرماتا ملوک و سلاطین کے گھر بھی نہیں جاتا

حکام کے نزدیک معزز و محترم اکثر شاگرد اسکے دانشمند تھے عمر اسکی نوے برس سے بھی کچھ زیادہ تھی ۹۸۲ء میں دارالبقا کو رحلت کی۔

(۱۰۲) شیخ عبدالقادر۔ اچہ کارہنے والا اور مخدوم شیخ حامد قادری کا بیٹا تھا جو چاند پور ضلع ملتان میں بطور امانت کے مدفون ہوا تھا۔ عبدالقادر اور شیخ موسیٰ کے درمیان سجادہ شیخت کی بابت مناسبت رہتا تھا۔ شیخ موسیٰ اکثر اوقات لشکر میں برسوں رہا کرتا تھا شیخ نے فتنہ پر میں ایک شب بادشاہ کو کوں سا رکھانے کو منع کیا اس لئے بادشاہ کے ساتھ مصاحبت راست آئی ایک دن وہ دیوانخانہ چھو میں جماعت سے فارغ ہو کر نفل پڑھتا تھا بادشاہ نے کہا کہ شیخ نماز نفل پڑھنے گھر میں پڑھنا اس جواب دیا کہ بادشاہ سلامت یہ ملک ہمیں ہے کہ اس میں آپکا حکم ہو۔ بادشاہ نے بخیرہ ہو کر کہا کہ شیخ کیا جاہل ہے۔ جب تو ہم سے ملک ہمیں چاہتا تو ہماری ملک میں بھی نہ رہو۔ اسی وقت شیخ باہر آیا۔ مدد معاش چھوڑ کر اور اپنے بھائی کے نزاع کو ترک کر کے اچہ میں چلا آیا۔ شیخ موسیٰ نے باپ کے عظام برہم کو اچہ میں لا کر دفن کیا اور اتباع شریعت کیا۔ فتوحات اتنی ہوتی تھیں کہ کسی اور مدد معاش کی حاجت نہ تھی بعد چند سال کے اسے پادشی نوکری قبول کی امرائے پانصدی میں داخل ہوا شیخ موسیٰ بادشاہ کے حضور میں نماز کے وقت آتا۔ عین دیوانخانہ خاص عام میں اذان کہہ کر نماز پڑھتا اور کوئی اسکو کچھ نہ کہتا۔ ملتان میں اسکو جاگیر ملی۔ شیخ عبدالقادر فقر کی عزت و جاہ میں کامیاب ہوئے۔

(۱۰۳) شیخ احمد۔ طبقات میں اسکو شیخ حاجی احمد لاہوری لکھا ہے۔
(۱۰۴) مخدوم الملک۔ یہ خطاب مولانا عبدالمد سلیمان پوری کا ہے وہ کتب عصمت انبیاء اور شہادۃ النبی کا مصنف ہے۔ ہمایون بادشاہ نے اس کو خطاب مخدوم الملک اور شیخ الاسلام کا دیا تھا وہ بڑا متعصب سنی تھا۔ ابو الفضل کو ابست راستے وہ جانتا تھا کہ یہ بڑا مفسد ہے۔ اکبر کے خیالات کے باب میں اس کا حال پڑھو وہ ۹۹۰ء میں گجرات میں مکہ معظمہ سے مراجعت کر کے احمد آباد میں فوت ہوا۔ بادشاہ کی عنایت سے اس پاس اتار دیا گیا کہ مرنے کے بعد تین کروڑ زر اسکے خزانہ سے نکلا۔

(۱۰۵) مولانا عبدالسلام - طبقات میں لکھا ہے کہ وہ لاہور میں رہتا تھا اور بڑا عالم تھا مرقاۃ میں لکھا ہے کہ وہ بڑا فقیہ تھا۔ بیضاوی کی شرح اُس نے لکھی ہے نوے برس سے زیادہ عمر میں شاہجہان کے سال اول جلوس میں لکھا ہے۔

(۱۰۶) قاضی صدر الدین عالم متبحر تھا۔ اہل تصوف و سلوک کا معتقد تھا بہت خوش طبع و خوش صحبت تھا۔ شیخ خندوم الملک کا مشہور شاگرد تھا۔ وسیع المشرب ایسا تھا کہ عوام امیرالحاکم ان کرتے تھے اسپر حن ظن غالب تھا جس کا شیوہ تجرید کا دیکھنا اگرچہ وہ بظاہر بدعتی ہوتا اس پاس اعتقاد آجانا اور ہاتھ باندہ کر اسکے سامنے کھڑا ہونا اور اسکی باتوں کو حجت جانتا۔ ایک دن ایک بدعتی جذوب بنکر آیا وہ حسب عادت اسکی تعظیم کے لئے کھڑا ہوا۔ اس جذوب مکار نے کہا کہ حضرت خضر میرے ساتھ رہتے ہیں۔ قاضی جی نے اُس سے کہا کہ میری ملاقات حضرت خضر سے کر دیجئے اُس نے کہا کہ اسوقت تو مجھے اپنی لڑکی کی کتھائی کا تک ہے۔ تنگہ تلاش کرتا ہوں بعد فراغ خاطر کے حضرت سے ملاقات کر ادون گا۔ قاضی جی نے اُسے سات سو ٹککہ دیدیئے وہ چند روز بعد آنکر مولانا کو دریا کے کنارہ پر لے گیا اور ایک بڑے بے قد آدمی کو دو سکر کنارہ پر دکھایا۔ اور کہا کہ یہ حضرت خضر ہیں ملے چلو قاضی کوتاہ قد تھا اس نے کہا کہ مجھے تیرا نہیں آتا اُس نے کہا کہ میں نے آپ کو حضرت خضر کو بتلادیا آپ اگر نہیں مل سکتے تو اس میں میرا قصور کیا ہے غرض ایسی ایسی حکایتیں جو قابل لکھنے کے نہیں بہت مشہور ہیں اسی حکایت سے قاضی کی سادہ لوحی کا قیاس ہو سکتا ہو۔

پادشاہ نے بندر بہر و ج کا اسے قاضی مقرر کیا یہیں مگر کیا قابل بیٹا شیخ محمد نام اس کا جانشین ہوا لاہور میں بھی کچھ تھوڑے دنوں قاضی صاحب کے قضاوت کی تھی۔

(۱۰۷) مولانا سعد الدین پوری ہنسے بیانہ میں رہتا تھا۔ اپنے زمانہ میں علم نحو میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔ نوعمری سے شیخ محمد غوث کی خدمت میں رہتا تھا پھر دعوات اسماعیلین مشغول ہوا۔ بیانہ میں ایک خانقاہ بنائی۔ وہاں مدتوں تک طالب العلم اور اہل سلوک کی تلقین اور ہدایت کرتا رہا۔

ستر برس تک سوائے دودھ و دہن پت و میوون کے افطار نہیں کیا بخشش بہت کرتا تھا۔ آخر عمر میں وہ ساکت ہو گیا اور اپنے حجرہ میں تنہا عداوت قبول کی۔ فرزندوں تک کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا ۹۸۹ء میں اس عالم سے خرامان ہوا اور اپنی خانقاہ میں مدفون اسکی نعش پر ایک چڑیا آن پڑی تھی جسے دیکھنے والوں کو بڑا تعجب ہوا۔

(۱۰۸) مولانا اسحاق - شیخ کالو کا بیٹا ہے۔ لاہور میں رہتا تھا شیخ سعد الدین شیخ منور اور شاگرد اسکے بڑے نامور ہوئے سو برس سے زیادہ عمر ہو کر ۹۹۶ء میں مر گیا۔

(۱۰۹) میر عبداللطیف قزوینی - سادات حسینی سیفی سے علوم عقلی و نقلی سے بہرہ کافی رکھتا تھا جب شاہ ظہماسپ صفوی نے اس کو اور اسکے باپ میر بیچے کو اس سبب قید کرنے کا حکم دیا کہ مذہب اُس کا سنت و الجماعت تھا۔ باپ تو قید میں پڑ کر مر گیا مگر بیٹا بھاگ گیلان کے پہاڑوں میں پڑا پھرا۔ پھر بادشاہ ہند کی خدمت میں آیا اسکے انعام و احسان سے محفوظ ہوا۔ بادشاہ نے دیوان خواجہ حافظ کے چند سبق اُس سے پڑھے۔ ۵ رجب ۱۰۳۹ء میں فوجپور میں دارالسرور کو انتقال کیا۔ فرزند رشید اس کامزایا غیاث الدین علی احمد خاں کا لقب نقیب خان تھا علم سیر و تاریخ و اسرار الرجال میں اسکی مثل نہ کوئی عرب میں تھا نہ ہند میں۔ شب و روز بادشاہ کی خدمت میں رہتا۔ اسکو فارسی ہندی تواریخ و قصص و حکایات و افسانے سنا تا وہ بادشاہ کا جزو حیات بن گیا تھا ایک لمحہ جدا ہوتا تھا۔ تھوڑے دنوں میں وہ مر گیا۔

(۱۱۰) میر نور الدین شوستری - وہ شوستر سے آیا تھا حکیم ابوالفتح کی سفارش سے اکبر تک اسکی رسائی ہوئی۔ وہ شیعہ تھا سینوں میں تقیہ کرتا تھا امام ابو حنیفہ کی فقہ سے بھی خوب فہم تھا۔ جب لاہور کے قاضی شیخ معین نے پیرانہ سالی کے سبب عہدہ قضا چھوڑا تو اسکی جگہ وہ لاہور کا قاضی مقرر ہوا اسنے رشوت کا دروازہ بالکل بند کر دیا اپنے عہدہ قضا میں سوائے گواہ کی شہادت کے کچھ نہیں کیا کسی گستاخی پر جہانگیر نے اُسے قتل کر دیا۔

(۱۱۱) مولانا عبدالقادر - مدتوں تک شہنشاہ اکبر کا استاد رہا۔ بادشاہ نے حج کا حکم اسکو دیا وہ حج کر کے لاہور

عبادت خانہ میں مشغول ہوا۔

(۱۲۰) قاضی عبدالسمیع - وہ میان کالی تھا۔ میان کالے سمرقند اور بخارا کے دو پہاڑوں کے درمیان میں ایک مقام ہے۔ بدایونی نے لکھا ہے کہ وہ روپیہ لیکر شطرنج کھیلتا تھا۔ سزا پتیا تھا۔ اکبر نے سنہ ۹۹۹ میں قاضی جلال الدین ملتانی کی جگہ قاضی القضاۃ مقرر کر دیا۔
(۱۳) مولانا قاسم - قندھاری واحد البین تھا علوم عقلی و نقلی کا درس دیتا تھا۔
(۱۴) قاضی حسن قزوین کارہنہ والا تھا اور قلعہ آسیر کے محاصرہ میں خدمات شائستہ بجالایا صورت آراستہ رکھتا تھا۔

(۱۵) ملا کمال - طبقات اکبری میں شیخ کمال کو انور کارہنہ والا خلیفہ و خلیفہ سلیم شہی کا لکھا ہے
(۱۱۶) شیخ یعقوب جمع فضائل تھا۔ حاجی تھا شیخ ابن حجر سے حدیث کی سند حاصل کی تھی۔
میشخت کے لباس میں سفر بہت کیا تھا اور اکثر عرب و عجم کے مشائخ اعظم سے ملا تھا اور ارشاد و ہدایت کی اجازت حاصل کی تھی۔ ہندو کشمیر میں اسکے بہت مرید تھے صاحب لقا بنف تھا۔ آخر عمر میں ایک تفسیر لکھی تھی پادشاہ اسکو بہت عزیز رکھتا تھا۔ شعر میں اسکا ذوق و دون مرتب تھا مگر اسکے فکر سے کبھی اس کا ذہن خالی نہ ہوتا تھا۔ صرفی تخلص کرنا تھا۔
(۱۱۷) ملا عالم - یہ وہی ملا ہیں جنکو جیسرت رہی کہ میں سجدہ اکبری کا موجد کیوں نہوا۔ یہ کابل کارہنہ والا تھا خوش طبع و سگفتہ و بے قید تھا۔ سنہ ۹۹۱ میں وفات پائی۔ فواج الولایت تصنیف کی جس میں حکماء و علماء و شعراء کا احوال لکھا ہے۔

(۱۱۸) شیخ عبدالنبی - صدر الصدور تھا وہ شیخ احمد بن شیخ عبدالقدوس لنگوہی کا بیٹا تھا چند مرتبہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں گیا اور وہاں علم حدیث پڑھا جب پھر کراپا تو آبا و اجداد کی روش کے برخلاف سماع و غنا سے منکر تھا۔ محدثین کی روش پر چلتا تھا تقویٰ و طہارت و عبادت ظاہری سے اشتغال رکھتا جب منصب صدارت پر پہنچا تو مد و معاش و وظائف و اوقات حلال بق کو ایسے دے کہ پہلے نہیں دیئے گئے تھے۔ پادشاہ کو بھی اس سے ایسا اعتقا

تھا کہ جو تین اٹھا کر اسکے رو برو رکھی تھیں مگر مخدوم الملک اور اور علماء سے یہ عظیم و مکرم باقی
نہیں رہی ایک برہمن کے قتل کرانے پر اپنے عمدہ صدارت سے معزول ہوا اقلہ میں
۹۹۲ء میں اس کا انتقال ہوا وہ اپنے تین امام ابو حنیفہ کی اولاد میں بتاتا تھا۔

(۱۱۹) شیخ بھیک - یہ شیخ کا کوری میں جو کھنڈ کے قریب رہتا تھا۔ بدایونی اس کو شیخ بھیک
کہتا ہے وہ اعلم العلماء متورع و متشرع تھا۔ برسوں درس و افادہ خلافت میں مصروف رہا۔
حافظ کلام مجید تھا اور سات قراوت میں پڑھتا تھا۔ تصوف کی کوئی بات مجلس میں نہیں کہتا
خلوت میں مخرمان راز اور اہل علم سے کہتا۔ ۹۹۷ء میں انتقال فرمایا۔

(۱۲۰) شیخ ابوالفتح گجراتی - میر سید محمد جو جو پوری کا داماد تھا سلسلہ مہدویہ کی روش پر راسخ و
ثابت قدم باسقلال تھا کہ معظیہ گجرات میں شیخ گدائی کے ساتھ بہت دوستی رکھتا تھا۔ پیر خا
کے زمانہ میں وہ کسی ضرورت کے سبب آگرہ میں آیا تھا۔ تھوڑے دنوں میں چلبہ برہم ہو گیا۔
تو وہ گجرات چلا گیا اسکے مرید ہونٹوں پر ریش لگاتے تھے ہاتھ میں سنگریزہ رکھ لیتے تھے۔
(۱۲۱) شیخ بہا الدین مفتی - آگرہ میں سکونت تھی عالم و عابد تھا۔

(۱۲۲) قاضی جلال الدین ملتانی - صل میں قلعہ بکر کے توابع کا رہنے والا تھا دشمن متحر و حق گو
و حق پرست تھا۔ ابتداءے حال میں تجارت کرتا تھا۔ واسط میں درس میں مشغول ہوا۔ چند
سال آگرہ میں افادت فرمائی۔ قاضی یعقوب کے معزول ہونے کے بعد وہ عمدہ جلیل القدر قضا
ی امور ہوا۔ دانت و دانت کی صفات رکھتا تھا مگر بیٹے کی ناخلفی سے وہ دکن بھی گیا وہاں سے
حج کو گیا اور وہیں وفات پائی۔

(۱۲۳) شیخ ضیاء الدین یا ضیاء الدین - پادشاہ نے شیخ کو آگرہ میں طلب کر کے عبادت خانہ میں جگہ دی تھی
(۱۲۴) شیخ عبدالوہاب (۱۲۵) شیخ عمر

(۱۲۶) میر سید محمد میر عدل - امرہ ہ علاقہ سنبھل کے رہنے والا تھا۔ صاحب صلاح و تقوی
و ورع تھا۔ پادشاہ کے ملازموں میں داخل ہو کر ایسا اختصاص حاصل کیا کہ میر عدل کے

منصب پر ممتاز ہوا اور اس جلیل القدر منصب میں عدالت و انصاف و صدق و ایمان کا طریق اختیار کیا جب تک وہ اس دیار میں رہا دین اسلام میں کسی کو بدعت پیدا کرنے کی قدرت نہ تھی ۹۸۴ء میں بکر کی حکومت اس کو تفویض ہوئی یہیں ۹۸۶ء میں انتقال کیا۔
(۱۲۷) مولانا جمال طبقات میں لکھا ہے مدرس ملتانی تھا۔ بدایونی لاہور کے ایک محلہ تلہ کارہنے والا بتاتا ہے۔

(۱۲۸) شیخ احمدی فیاضی بیٹھی وال۔ علماء کبار میں سے ہے صاحب تقویٰ و ریاضت و مجاہد تھا۔ شیخ نظام الدین ایٹھی وال کا ہم عصر تھا۔ ایسا ضعیف و مسن ہو گیا تھا کہ چل پھر اٹھ بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اس حال میں ایک سال میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ کتب درسیہ اس کو ایسی از بر بخین کہ اگر شاگرد کتاب غلط پڑھتا تو وہ صحیح کر دیتا۔ تفسیر وحدیث و سیر و تاریخ خوب جانتا تھا۔

(۱۲۹) شیخ علیہ الغنی بدایونی۔ بدایون میں جب طالب علمی کرتا تھا تو حال اس پر غالب ہوتا تھا اور نمونہ سننے سے بیٹھتا ہو جاتا تھا۔ روزگاری تلاش میں ہلی میں آیا۔ یہاں کا حاکم تاجران تھا۔ جو اہل جاہ کے لباس میں اہل اند تھا اس کا ملازم ہوا کتب و درسیہ کی تحصیل تمام کی مدتوں اس کا پھر سب کچھ چھوڑ چھاڑ گوشہ نشین ہوا۔ سترہ مین خانانان اسکی ملاقات کو گیا جب اس نے نصیحت کے لئے التماس کیا تو فرمایا کہ اتباع سنت محمدی کو اپنے اوپر لازم جان۔ اس کو بعض مشر یوں نے فرمان بھیج کر دہلی سے لاہور بلایا مگر اس نے غدر کیا۔

(۱۳۰) شیخ عبدالواحد بلگرامی۔ بلگرام قونج کے تواج میں تھا وہ صاحب فضائل و کمالات و ریاضت و عبادات تھا۔ اخلاق پسندیدہ و صفات رضیہ رکھتا تھا۔ خود ہندی راگ راگینی بناتا۔ اس پر اس کو حال آتا۔ سب کچھ چھوڑ کر زہمت الاواح پر بشرح محققانہ لکھی اور اصطلاح صوفیہ میں چند رسائل لکھے ان میں سے ایک کا نام سنابل ہے اور اور بھی اسکی تصنیفات ہیں۔

(۱۳۱) میران صدر جہان۔ یہ پہانی مین پیدا ہوا تھا۔ یہ ایک مقصد تو ان لکھنؤ یا قنوج سے تھا وہ مرد فاضل و خوش طبع تھا۔ اکبر شہنشاہ کی خدمت سے وہ شیخ عبدالغنی صدر کی وسط سے مشرف ہوا تھا۔ جب عبدالمدخان اوزبک والی توران نے پادشاہ اکبر کو لکھا کہ اسل رسل مین بڑا موانع یہ تھا کہ دین سے آپ کا اخراج زیان خلافت تھا۔ پادشاہ نے اسلہ میران کو حکیم ہمام کے ساتھ اٹچی گری کے لئے توران روانہ کیا۔ مذہب کے مقدمہ کی بابت یہ صرف دو شعر اپنے نامہ مین لکھے۔

قطرہ

قیل ان الرسول قد کہنا من لسان الوری فیکیف انا	قیل ان الالہ ذو ولد ما نجار الہد والرسول معا
--	---

اسلہ مین توران سے میران نے معاودت کی اور کابل مین پادشاہ سے ملا۔ اسلہ مین جشن آبان ماہ مین مجلس بادہ پیمانی مین میر صدر جہان مفتی اور میر عبدالحی میر عدل دونوں نے ساغر مے پایا تو پادشاہ نے یہ حافظ کا شعر پڑھا۔

در دور پادشاہ خطا بخش و جرم پوش حافظ قرا بہ کش شد و مفتی پایاہ نوش
اسلہ تک ہفت صدی پر پہونچا اور خدمت صدارت پر مقرر ہوا بعد ازان ترقی کر کے پایہ امارت اور منصب دو ہزاری پر پہونچا شیخ عبدالبنی صدر سے پہل حدیث کا سبق لیتا تھا تو میران بطور خلیفہ کے تھا۔ شاہزادہ سلیم اس کو بہت دوست رکھتا تھا اسنے ایک دن اس سے وعدہ کیا کہ اگر سلطنت کی توبت میری آئے تو بتاؤ کہ قرض تمہارا ادا کر دین یا جو منصب تم چاہو وہ دون۔ میران نے ادا سے قرض اپنے ذمہ لیا۔ منصب چار ہزاری کی درخواست کی۔ جہاگیر نے پادشاہ ہو کر منصب چار ہزاری دیا اور صدارت کو قائم رکھا اور قنوج جاگیر مین دیا وہ محسن نافع ملک تھا اسنے جہاگیر کے عہد مین اپنی صدارت مین مدد معاش آدمیوں کو دی کہ آصف خان جو عمر نے پادشاہ سے عرض کیا کہ عرش ایشیانی کے عہد مین جو پچاس سال کے عرصہ مین دیا گیا تھا وہ پلنچ

برس کے عرصہ میں اپنے دیا۔ ایک سو بیس برس کی عمر تھی اصلاً اسکی عقل و حواس میں
فتور نہ تھا فقط ہڈیاں باقی تھیں۔ ہمیشہ ضعف سے بستر پر پڑا رہتا تھا جب پادشاہ کے حضور
میں آتا تو جب جاہ و برتری سے بے استعانت غیر زینہ پر آمد و رفت کرتا۔

نہت گاہ نماز از ضعف قدرت بر قیام لیک پیش پادشاہ ایستاد تا شبے عصا
۲۲۰ سنہ میں و دیعت حیات سپرد کی۔ طبع موزون تھی ابتداء حال میں اشعار کہتا جا سکو
خدمت افغانی تو شریعت غرا کا پاس کر کے پھر شعر کہنا چھوڑ دیا۔ اس کا بڑا بیٹا میر بدر
عالم گوشہ نشین تھا۔ سپردوم سید نظام مرتضیٰ خان امارت کے درجہ پر پہنچا۔

(۱۲۲) مولانا اسماعیل۔ ایک وہ ہیں جن کا اوپر ذکر نمبر ۱۲ میں ہوا۔ طبقات میں ایک لڑکے
کا مفتی اور دوسرا وہ کا مفتی اسی نام کا لکھا ہے۔

(۱۳۳) ملا عبدالقادر۔ عبدالقادر سی بدائون میں ۹۴۷ھ میں پیدا ہوا۔ اس سبب سے خوش اکبر سے
پہلے وہ پیدا ہوا اسکے باپ کا نام تھا شیخ ملوک شاہ اور وہ شیخ پنجو سنبلی کا خلیفہ تھا۔ اس نے
۹۷۹ھ میں وفات پائی۔ عبدالقادر یا بدائونی میں نے جابجا اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

وہ علوم عقلی و نقلی سے واقف تھا اور بڑے بڑے کامل فاضلون و عابدون سے اس نے
ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی تھی وہ علم موسیقی اور تاریخ اور علم ہیئات سے خوب ماہر تھا
خوش آواز بڑا تھا قرات خوب جانتا تھا اس لئے وہ پادشاہ کے عبادت خانہ میں امام ہر
چار شنبہ کے لئے مقرر ہوا تھا۔ جلال خان قوری کی وساطت سے وہ اول اکبر کی خدمت میں
پہنچا تھا وہ چالیس برس تک شیخ مبارک اور فیضی اور ابوالفضل کے پاس رہا مگر کبھی انہیں باطنی
اتحاد نہ ہوا وہ ان کو بدعتی جانتا تھا اور مسلمان نہیں سمجھتا تھا اس تعصب مذہبی کے سبب ہمیشہ جان
کا دشمن ہی رہا شہنشاہ اکبر کے حکم سے راماین کا ترجمہ کیا جس کا حال ہم نے تصنیفات عہد اکبری
میں لکھا ہے ۲۴ ہزار اشلو کون کا ترجمہ کیا۔ ایک سو پچاس اشرفی اور دس ہزار اشلوک انعام پاک
مہا بھارت کے ایک حصہ کا ترجمہ کیا۔ تاریخ کشمیری کا انتخاب کیا اور بحر الاثمار علم حدیث

میں اور نجات الرشید ایک اور کتاب تصنیف کی۔ ایک تاریخ فقیہ التواریخ تصنیف کی جس
معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہنشاہ اکبر کا تخت و شہن تھا۔ اس میں اکبر کی برائیاں بھلائیوں نسبت
اکبر نامہ اور طبقات اکبری و آثار حمیری کے زیادہ لکھی ہیں خاص کر مذہبی خیالات اکبر کے زیادہ
توضیح سے بیان کیے ہیں مشائخ و فضلاء و علماء و شعراء کے حالات نہایت دلچسپ لکھے ہیں
وہ مسئلہ کی ابتداء تک یعنی اکبر کے مرنے سے گیارہ برس سے پہلے تک کی تاریخ ہے معلوم ہوتا
ہے کہ وہ اس سال میں جہان سے رخصت ہو گیا۔ یہ کتاب معنی رہی مرآۃ العالم میں
لکھا ہے کہ وہ جہانگیر کے عہد میں مشہور ہوئی۔ جب عبدالقادر کی اولاد نے بادشاہ سے
کہا کہ ہم کو اس کتاب کا علم نہ تھا تو وہ نہایت رنجیدہ ہوا۔ ترک جہانگیری میں اس کتاب کی
بابت کچھ نہیں لکھا مگر آثار حمیری میں جو یہ شکایت لکھی ہے کہ سوائے طبقات و اکبر نامہ کے
کوئی تاریخ اکبر کے عہد کی موجود نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۵۰ سنہ تک یہ کتاب
مشہور نہیں ہوئی تھی۔

(۱۳۵) شیخ جوہر

(۱۳۶) شیخ منور وہ لاہور میں پیدا ہوا اسکی قوت ہاضمہ مشہور تھی۔ نامور عالم تھا اس نے
مشارق الانوار (حدیث) بدیع البیان ارشاد قاضی پر شرحین تصنیف کیں جب علماء کا خراج
در بار شاہی سے ہوا تو وہ گوالیار کے قلعہ میں قید ہوا اور ۱۰۰ سنہ میں مر گیا۔ اس کا بیٹا شیخ کبیر
ہے بڑا عالم تھا احمد آباد میں ۲۰۰ سنہ میں مر گیا۔

(۱۳۷) قاضی ابراہیم جس کو بدایونی نے حاجی ابراہیم محدث لکھا ہے وہ اگرہ میں زہد و تقویٰ
و دین و دین علوم دینی خصوصاً علم حدیث میں بہت توجہ کرتا تھا۔

اسکے شرع و تورع کا عقیدہ آدمیوں کے ساتھ احتلاط اور ارتباط کا منع تھا امر معروف نہی منکر کرتا
تھا حبیب اللہ عبادت خانہ میں آیا تو مراستم کلمات و آداب ملوک کا مقید نہوا۔ وعظ کہتا و
نصیحت کرتا۔

(۱۳۸) مولانا جمال (۱۳۹) بچے سین (۱۴۰) بھان چند۔ اب تک تو ہم نے ابن مشائخ و علماء و فضلاء کا نام لکھا جن کا ذکر آئین اکبری میں ابو الفضل نے تحریر کیا ہے مگر اب ہم بعض مشائخ کا ذکر تاریخ بدائونی اور طبقات اکبری اور احوال کتا بون سے کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق دہلوی۔ اس عہد کے افضل الفضلاء مشہور محدثین میں سے تھے۔ کعبۃ السدین جاکر بعد اداے حج مدت مدید تک محض تحقیق و صحت احادیث کے لیے وہاں مقیم رہے۔ علوم عقلی نقلی میں سوکتا بین تصنیف کی ہیں شرح مشکوٰۃ و تاریخ مدینہ جس میں ائمہ طاہرین اور ظلم و تقدیمی مخالفین کا ذکر کمال حسن عقیدت سے کیا ہے انکی تصنیفات میں تکمیل الایمان ٹی مشہور کتاب ہے اس میں عقائد اور مشہور تالیفات کا ذکر ہے۔ سو سال سے زیادہ عمر ہوئی۔

جہانگیر کے آخر عہد میں ان کا انتقال ہوا جو علم باعمل کے لئے تقویٰ اور صلاح لازم ہیں وہ انہیں تھے۔ دم واپس تک اداے فرض و سن میں کوئی طریقت فرو گذاشت نہیں ہوا۔ کعبۃ السد سے ان کا اکثر زبان صدق بیان سے فرماتے تھے کہ بیت السد میں جاکر تحقیقات احادیث میں جیتک میں نے اوقات صرف نہیں کی مجھے معلوم نہوا کہ بہت سی مشہور احادیث وضعی ہیں ان کا مقبرہ دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین کی قبر کے پاس ہے۔

(۲) خواجہ باقی باللہ۔ اس عہد میں مقتداے زمان تھے۔ صفات ذاتی و کسبی و خوارق ان کے مشہور ہیں گوشتہ نشینی میں اکثر اوقات بسر کرتے تھے مخلوق سے کم ملتے تھے اکثر علوم عقلی و نقلی سے بہرہ تام رکھتے تھے۔ شاہ جہان آباد میں قدم شریف کے مقبل جہان آبادی تھے انکی خانقاہ تھی وہیں اب آرام کرتے ہیں۔

شعراے عہد اکبری

اس گروہ آفرین طراز و نام آراءے کا ذکر بھی حق گزاری کے لیے ناگزیر ہے نہاں خانہ معنی میں شعراء راہ رکھتے ہیں۔ ان کا ضمیر روشن فیض ایزدی کی تابش گاہ ہے لیکن وہ اپنے گوہر کی بیش قیمتی سے واقف نہیں ہوتے اور اس کو سنا پھڑاتے ہیں؛ کیونکہ میج کرتے ہیں امثال فون کی جو

وگر نہ صرت الفاظ کا پیوند دینا ہی بڑا تعجب خیر ہے چہ جائیکہ معانی والا کی دریافت ۔ ۵

قطرہ از خون جسک گم کند

آنکہ سخن را بہ سخن ضم کند

معجزہ گر نیست کرامات ہست

ہر کہ سخن را بہ سخن باز بست

تم یہ گمان نہ کرو کہ میں ظاہری پیوند دینے کو کہتا ہوں ۔ حق سے باطل دانائے نادان گوہر خرمہرہ ۔ باوجود بہت دوری کے بظاہر نزدیک ہیں ۔ پیوند معنوی صورت کی ہم ترازو ہونے کے بغیر نہیں پیدا ہوتا اس کا پہچانا مشکل ہے اور تولنا اس کا اور زیادہ مشکل ہے اس سبب پادشاہ شاعر و شاعری کی طرف متوجہ نہیں ہوا ۔ خیالی باتوں کی تھوڑی سی بھی قدر نہیں کرتا تھا نادان جانتے ہیں کہ یہ طرز گفتار پادشاہ کو پسند خاطر نہیں اس لئے شاعروں سے دل برداشتہ رہتا تھا باوجود اس حال کے بھی ہزاروں قافیہ سنج و نظم آرا ہمیشہ استثناء پر لگے رہتے ہیں اور بہت سے شاعر یہ ہیں جنہوں نے دیوان لکھے اور داستان طرازی کی ۔ انہیں سے صرف ہم ایک شاعر کا حال اور باقی بعض نامی شاعروں کے نام لکھتے ہیں ۔

۱) شیخ ابوالفیض فیضی ۔ یہ بڑا بیٹا شیخ مبارک ناگوری کا اور بڑا بھائی شیخ ابوالفضل علای کا ہے اسکے خاندان کا حال ابوالفضل کے بیان میں لکھ چکے ہیں وہ ۹۵۲ھ میں پیدا ہوا اپنے جوہر ذہن و وقت طبع سے مجمع علوم سے بہرہ وافر حاصل کیا حکمت و عربیت میں زیادہ توجہ کی ۔ طبابت اختیار کی ۔ مفلس بیماروں کا علاج شروع کیا ۔ فکر معاش سے تنگ حال تھا ۔ ایک دن باپ کے ساتھ شیخ عبد بنی صدر اکبری پاس گیا اور اپنا حال بیان کیا اور سو بیگہ کی بد و معاش کی استدعا کی شیخ نے تعصب مذہبی کے سبب اسکو اور اسکے باپ کو سزائش کی اور حقارت کے ساتھ مجلس سے نکال دیا ۔ فیضی کو غیرت آئی اور اسنے یہ ارادہ کیا کہ پادشاہ وقت سے روشناسی اور راہ خوف پیدا کیجئے فیض باریابوں کی وساطت سے پادشاہ کے زبردست شیخ کے فضل و کمال و سخن طرازی و بلاغت گستر می کا ذکر ہوا ۔ ۱۰۳۰ھ میں جب پادشاہ چتور کی فتح کو جانا تھا اسنے شیخ کی طلب کا حکم دیا ۔ ایک طائفہ اہل مدارس کا اس خاندان کا بداندیش تھا اسنے

اس طلب عافیت کو مطالبہ غیبی کا عنوان بنایا۔ حاکم دار الخلافہ کو حکم بھیجا۔ چار شنبہ ۲۰ ربیع الاول کو صبح کو ترکونکی ایک جماعت نے فیضی کے گھر کو گھیر لیا۔ دشمن یہ سمجھے تھے کہ شیخ مبارک اپنے فرزند کو چھپائے گا اور معذرت میں بھیجے گا جس سے اُس کو آرام پہونچے گا اُس وقت گھر میں فیضی نہ تھا قریب تھا کہ دشمنوں کی شورش کی شکمش شروع ہو کہ اس اثناء میں فیضی آیا۔ شورش مٹ گئی۔ اب یہاں تنگ دستی تھی۔ سفر کا سامان پاس نہ تھا آخر شاگرد ذلی سبی سے یہ مشکل آسان ہوئی اس کو خست کیا سارے گھر کو غم تھا۔ مگر اس سانحہ غم کا انجام نسا ہو کہ پادشاہ نے اسپر غریب توازی کی۔ یہ ایک لطیفہ مشہور ہے معلوم نہیں سچ ہے یا جھوٹ کہ جب فیضی پادشاہ کے دربار میں آیا تو وہ چاندی کے کھڑے سے جس کو فقرہ پنجرہ کہتے ہیں باہر کھڑا تھا کہ اس وقت اس نے یہ قطعہ پڑھا۔

قطعہ

پادشاہ درون پنجرہ ام	از سر لطف خود مرا جاوہ
ز انکہ من طوطی شکر خاتم	جائے طوطی درون پنجرہ بہ

اس قطعہ کو پادشاہ نے بہت پسند کیا اور اسی روز سے بتدریج قربت مصاحبت بڑھتی گئی۔ اسے شیخ عبدالنبی صدر کے ایسے عیوب پادشاہ کے دشمن کیے کہ وہ اپنے منصب اور رتبے سے کرا۔ جاز کو بھیجا گیا جان اور مال خواری و ذلت کے ساتھ دیئے۔ فیضی نے حسن شعر کو اعلیٰ مرتبہ پر پہونچایا تھا اسلئے میں ملک الشعراء کا خطاب پایا۔ اسلئے میں اسے ارادہ کیا کہ خمسہ نظامی کی زمین کو جولا نگاہ طبع کرے مخزن اسرار کی برابر مرکز اذوار تین ہزار اشعار کی اور خسرو شیرین کے مقابل سلیمان یقیس اور یسے مجنون کی بجائے ہر ایک چار ہزار اشعار کی اور ہفت پیکر کے وزن پر ہفت کشور اور سکندر نامہ کی بحر میں اکبر نامہ ہر ایک پانچ پانچ ہزار اشعار کا لکھے اور حقوڑے دونوں میں اس پنج نامہ کی ہر ایک کتاب کی کچھ وابستائیں لکھیں مگر ان کے تمام کرنے پر دل نہاد نہ ہوا۔

کہتا تھا کہ اب نقش ہستی کے مٹنے کا وقت آیا ہے نہ بلند نامی کے پیشطاق کے نگارین کرنے کا۔
 پادشاہ نے ۹۳۰ میں انکے انجام دینے کی سپر تغیر کی اور حکم دیا کہ اول لدن افسانہ موزون ہو
 اُسے اسی سال میں اسکو ختم کر کے پادشاہ کی نظر کے سامنے گذرانا۔ لیکن مدت سے اس کو تہنائی
 پسند تھی خموشی اختیار کی تھی دشوار پسندی کے سبب سے وہ اپنی گرامی کالا کو بازار میں نہ لاتا۔
 تارک ہمت پر دست نوازش نہ رکھتا۔ فطرت والا کو شعر کے لیے پتے نہ آتا تھا۔ اس لیے
 خمسہ ختم ہوا ضیق النفس کی بیماری شروع ہوئی اس حال میں یہ

ابیات

دیدم کہ فلک چہ زہرہ نیرنگی کرد	مرغ و ہم ز نفس شب آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمے دروے گنجید	تا نیم دے برآ و در دم تنگی کرد

ایام بیماری میں بار بار یہ شعر پڑھتا تھا۔ ۵

گر ہمہ عالم ہم آئند تنگ	بہ نشو و یکے مور لنگ
۱۰۔ اصرار سنہ ۹۳۰ میں انتقال کیا۔ فیاض عجم اسکی تاریخ وفات ہو چالیس برس کے قریب فیضی تخلص کرتا تھا۔ بعد از ان علانی کے وزن پر فیاضی تخلص کیا۔ لدن میں وہ لکھتا ہے۔	

ابیات

زمین پیش کہ سکہ ام سخن بود	فیضی رقم نگین من بود
انکون کہ شرم بعشق مراض	فیاضیم از محیطہ فیاض

شیخ کی مایع سے ایکسویک کتابین بین جو اسکے فضل پر شاہد قومی ہیں سواطع الالہام بے نقط
 تفسیر لکھی۔ جبر معانی نے سورہ اخلاص سے اسکی تاریخ سنہ انکالی ہو۔ دس ہزار روپیہ اس کو صلا
 موارد النظم اخلاق میں بھی بے نقط لکھی ہے۔ علماء عصر نے اعراض کیا کہ اب تک کسی بڑے عالم نے علم
 تفسیر میں بے نقط نہیں لکھا تو شیخ نے کہا کہ جب کلمہ طیبہ جبر ایمان موقوف ہے بے نقط ہے اس سے
 زیادہ اور دلیل اسکی فضیلت کی کیا ہو سکتی ہے۔ شیخ کی چار ہزار تین سو کتابیں صحیح و نفیس ہر کا

شاہی مین داخل ہوئیں۔ پادشاہ کے ساتھ مصاحبت شیخ کی علم و کمال کے سبب تھی
شاہزادوں کی تعلیم کے لئے اکثر وہ مامور ہوتا تھا۔ حکام دکن پاس ایک دفعہ سفارت میں بھیجا
گیا تھا۔ چار صدی منصب پایا تھا۔

اسنے مال و دولت کی زیادتی کو اپنے نیاز کی اندر ایش کا دستاویہ بنایا اور روزگار کی تنگی
کو پیرایہ نشاط۔ اس کا بھر خوش و پرگانہ و دوست دشمن کے لئے کھلار ہوتا تھا اسکے گھر میں بڑے
سامان آرام پاتے۔ حکمت ناموں کو غور سے پڑھتا اور دیدہ کی راہ سے دل کو غنا دیتا۔ اکثر
طبابت کرتا اور مجلس بیماروں کا علاج کرتا۔ فنون شعر میں دلآویز سخن اسکی یادگار ہیں۔
ابو الفضل نے اسکے مرنے کے دو برس بعد ان اشعار کو جمع کیا ہے کہتے ہیں کہ جو وقت فیضی کی
جان طلب ہونے کی خبر پادشاہ کو پہونچی تو وہ اسی وقت اس پاس آیا اور اس کا سر ہاتھ
سے اٹھایا اور کسی دفعہ کہا کہ شیخ جی تم کیوں نہیں بولتے مگر اس وقت زبان میں قباب و توان
کہان تھی جو وہ کچھ کہتا۔ اسوقت پادشاہ نے زمین پر اپنی پگڑی دے ماری اور رونے پڑے۔
لگا۔ جب ہوش میں آیا تو گھرنے لگا بلکہ ابو الفضل پاس جو ایک جدا مکان میں تھا آیا اور اس کو
تسلی و تسنی دی۔ شیخ عبدالقادر بدایونی نے جو ان دونوں بھائیوں کا سخت دشمن تھا جلیے چھوٹے
پھوڑے ہیں اور فیضی کا حال یہ لکھا ہے کہ وہ شعر کے فنون جزئیہ و معما۔ عروض و قافیہ۔ تاریخ
نعت۔ طب۔ خط انشا میں زمانہ میں اپنا عدیل نہیں رکھتا تھا۔ اوائل میں تخلص فیضی کرتا تھا
اور آخر میں اپنے چھوٹے بھائی کے خطاب علامی کے وزن پر تخلص فیاضی رکھا جس سے کہ علو
شان معلوم ہو۔ مگر وہ سازگار نہوا۔ ایک دو ہینے کے بعد دنیا سے سفر کیا اور بہت حسرت سا
لے گیا۔ وہ جد و ہزل کا مخترع۔ اور عجب و کبر و حقد۔ تفاق۔ خباثت و ریا و جب جاہ و رعوت کا
جمع تھا۔ اہل اسلام سے عناد و عداوت رکھتا اصل اصول دین پر طعن کرتا اصحابہ کرام کے
مذہب کی توہین کرتا۔ تابعین و سلف و خلف متقدمین و متاخرین و مردہ و زندہ مشائخ
کی بے ادبی کرتا۔ علماء و صلحا و فضلاء کو راست و ناطا ہر برا بھلا کہتا بر خلافت دین بھیج کرتا

کو مباح اور شرائع کو محرم جانتا تھا۔ بے نقط تفسیر بدنامی کے دور کرنے کے لئے عین عا
مستی و جنابت میں لکھی۔ کتے اسکے درقون کو پائمال کرتے تھے یہی سبب تھا کہ جب مر گیا
وقت آیا تو وہ کتے کی طرح بھونکتا تھا۔ جب اس کے آخر وقت پادشاہ عیادت کو گیا ہی
تو اس پر بھی وہ بھوکا اس بات کو پادشاہ نے خود برسر دیوان بیان کیا۔ اس کا منہ
سوچ گیا تھا اور سارے ہونٹ سیاہ تھے۔ پادشاہ نے ابو الفضل سے پوچھا کہ کیا فیضی
مسی ملتا تھا جو یہ ہونٹ کالے ہیں اس نے جواب دیا کہ خون کی ٹٹے آنے سے یہ سیاہی
ہو گئی ہے۔ اسکی تاریخین مرنے کی بھی اس نے لکھی ہیں۔ ۵

سال تارخ فیضی مردار	شد مقرر پچار مذہب ما
سال فوتش چہ سگ پستی مژد	سال تارخ خالد ا فی النسا

چالیس برس تک شعر کہا مگر درست شعر کہنا نہ آیا۔ استخوان ہندی اسکی خوب ہوتی۔ مگر
مصلح شعر کا مغز نہ ہوتا۔ وہ نہ تاپا یا ہمزہ ہوتا۔ شطیات و فخریات و کفریات میں اس کا
سلیقہ مشہور تھا۔ لیکن ذوق عشق حقیقت و معرفت و چاشنی روحانی قبول خاطر نہیں رکھتا تھا وہ
اپنی تصنیفات کو لکھا کر مفت نوگون کو دیتا تھا مگر کوئی نہیں لیتا تھا جب وہ دکن میں تھا اور
میں نے اسکو دامن کوہ کشمیر سے خط پادشاہ کی بے اتفاقی اور کونرش بند ہونے کا حال لکھا تو
اُس نے میری سفارش میں پادشاہ کو یہ خط لکھا کہ وہ اکبر نامہ میں لکھا ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے
کہ ملا عبدالقادر اہلیت تمام رکھتا ہے اور علوم رسمی جو ہندوستان کے ملا پڑھتے ہیں وہ
جانتا ہے میرے باپ کے کسب و فضیلت کی ہے اور ۳۷ برس سے میں اسکو جانتا ہوں۔

فضیلت علمی کے سوائے طبع نظم و سلیقہ انشا عربی و فارسی رکھتا ہے اور کچھ نجوم ہندی و حساب
بھی جانتا ہے نغمہ و ولایت و ہندی و شطرنج میں بھی وقت رکھتا ہے۔ باوجود ان تمام
فضائل کے بے طبعی قناعت و کم تر دور رکھتا ہے راستی و درستی و ادب اس میں اکثر رسوم تقلید کو ترک
کیا ہے۔ درگاہ پادشاہی سے اخلاص و عقیدت رکھتا ہے جب کو تھل میر کو شکرت متعین ہوا ہے تو وہ تمام

کر کے جان سپاری کے لئے گیا اور وہاں تردد کر کے زخمی ہوا اور حضور نے اس کا انعام دیا۔
 اول مرتبہ اس کو ہلالِ ثمانِ توبہ کی خدمتِ اقدس میں لایا اور عرض کیا کہ میں نے ایک
 امامِ حضرت کے لئے پیدا کیا ہے کہ جس سے حضور بہت خوش ہوں گے۔ میر فتح اللہ نے بھی اس کا
 حال عرض کیا تھا اور اسکی آخری خدمت سے بھی وہ مطلع ہے لیکن شہواری عروج کو طالعِ زخردار سے
 بہتر ہے۔ میں خود اس کے تصورِ معاف کرنے کے لئے نہیں آسکتا اس لئے عرض رسا ہوں کہ اسکی
 خطا معاف ہو۔ اب عبدالقادر خود لکھتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فیضی کی جانب سے اس قدر اخلاص
 پھر اسکی یہ خدمت کرنا کس مذہب میں جائز ہے تو یہ میں کہوں گا کہ تمام حقوق سے حقِ دین و حفظ
 عہد برتر ہے۔ آج ہم فیضی کی اس فیاضی اور اشتیاقِ درمی پر تحسین کرتے ہیں اور بداولی کی
 تجاہت پر تہنیتیں۔ اور نامور شاعروں کے نام یہ ہیں۔ خواجہ حسین ثنائی مشہدی۔ عرفی
 شیرازی۔ بلی ہر دی۔ نظیری نیشاپوری۔ عرفی شیرازی کے ان دو شعروں سے جو نیچے
 لکھے ہیں بعض آدمی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ ان دونوں بھائیوں فیضی ابوالفضل سے ناراض تھا۔

یوسف نفس مرزا سید انجمان دوردار	کامین حسودانِ ت سوز بایں گناہ
ما فریبِ عمل ہم زانند در راہ سلوک	با فسادِ گرگ انبارِ نذرِ در و دیک چاہ

لارڈ ٹینیسن انگلستان کا ملک الشعراء ہے اُس نے خواب کے طور پر نظم لکھی اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔

نواب سی سن

اکبر اور ابوالفضل۔ محلِ فخرِ سیکی کے سامنے۔

وقتِ شب

اکبر کے مورخ نے پوچھا اے قومون کے نور آج شب کو کس بات نے تجھ کو پریشان کر رکھا ہے۔ اکبر
 نے ستاروں کی طرف دیکھ کر ابوالفضل کی طرف سر پھیرا اور کہا۔ میں ایک خواب دیکھا ہے۔
 ممکن ہے کہ وہ غلط ہو لیکن میں نے اپنا دل خدا کی طرف رجوع کیا اور خواب کے خلاف دعا
 کرتا رہا۔ دعا کرنی اور دعا کے موافق عمل کرنا۔ یہ دونوں باتیں اللہ کی عبادت ہیں لیکن وہ

و عاین جن کے بعد ان کے مطابق اعمال ظاہر نہیں ہوتے انکی مثال ان خوبصورت ماؤن کی سی ہوتی ہے جو مردہ پٹے جتنے مین خود مر جاتی ہیں مین نے خدا کے سامنے استرا کیا ہو کہ اس عظیم الشان سلطنت میں جبکو شمشیر نے کہ انسان کو مغلوب کرتی ہے تاکہ اس پر قبضہ ہو فتح کر کے مجھکودیا ہے مین راستی اور انصاف سے ہمیشہ کام کروں خواجہ مجھ کو کیسے ہی خواب نظر آیا کریں اعد میرا راہ ناما ہو ہمیشہ۔

اے میرے شریف دوست اور اے میرے خیر طلب میرے پہلو میں آکر بیٹھ جب تک ہم اور تم ایک ہیں مین اس تنہا شخص کی طرح نہیں ہوتا جو پادشاہ کے باغ میں جاتا ہے اور ادھر ادھر پھر کر ہر خوشنما پودے سے خوبصورت پھول چناتا ہے تاکہ ان سے ایک تاج سجائے جو پادشاہی کے لیے صرف ہو بلکہ وقت مناسب پر اس جنگ و جدال کی سرزمین ہند میں ہر مسلمان برہمن اور بدھ مسیحی اور آتش پرست کے لیے ہو۔

تیسرے بھائی نے اللہ کی تعریف میں کیا خوب کہا ہے : اے خدا تیری شان نے عقل کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ حکمت کی راہوں نے جو تیرے کمال کا رستہ بتلاتی ہیں ریگ بیابان کے ذروں کو اندھا کر دیا ہے۔ ہم تیرے ابجد عشق کا الف تک نہیں پڑھ سکتے۔ امد اپنے تئیں جانتا ہے۔ انسان نہ اپنی اور نہ اللہ کی معرفت حاصل کر سکتا ہے کیونکہ ہر ملت و مذہب کے فرقہ کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ یہی دعویٰ رکھتا ہے کہ میں ہی صرف اس طریقت پر ہوں جو کامل ہے باقی جہد رہیں سب تباہی کے مستحق ہیں۔ کیا گلاب کنول سے کہیں گے کہ تو کوئی پھول نہیں ہے کیا کھجور رسو سے دعویٰ کریں گی کہ میں ہی صرف حق رکھتی ہوں کیا آم خرپڑہ کو ٹھکرا کر یہ کہے گا کہ صرف میرا ہی وہ پھل ہے جبکو انسان کے لئے امد نے بنایا ہو دیکھو اللہ کی زندہ بخش اس عالم کے ہر جزو میں کس طرح ترپ رہی ہے اگر آسمان کا ہر ایک ستارہ یہ دعویٰ کرے کہ میں ہی فلک پر ایک پرانچم ہوں تو افلاک پر وہ آسمانی موسیقی پیدا ہو جس کو یونانی فلسفی (فیثاغورث) نے کبھی خواب میں بھی نہ سنا ہو گا۔

سب میں نور ہے اور نور تھوڑا یا بہت چھانٹوں کے ساتھ عبادت کے انسانی طریقوں میں ظاہر ہے مگر ہمارے علماء دین جو سبز مسندوں پر بیٹھ کر ناریوں کی انداؤں پر غور و فکر فرماتے ہیں وہ سب وحشی جانوروں کی مانند ہیں جو ابھی قفس میں بند کئے گئے ہیں جسقدر قفس تنگ ہے اسی قدر ان کا غصہ اور پیچ و تاب زیادہ ہے یہ لوگ بڑے گستاخ نظروں سے میرے مقابلہ پر آتے ہیں۔ یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے میں آخر وہ ہی ہوں جس نے کہہ دیا ہے کہ کتنا تک پاک ہے۔ محض خنزیر تک چکھ سکتے ہیں اور شراب پی سکتے ہیں وہ یہ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ جب کبھی ہمارے آزاد قصر میں جہان حکمت کی باتیں اور مذہب کے مسائل آزادی کے ساتھ بیان ہوتے ہیں انھوں نے معمولی شرعی قیل و قال کی ہے تو میں نے انکی باتوں میں ایسی ہی موجوں کی آواز سنی جو تنگ پانی میں جوش کھاتی تھیں لیکن یہ آواز وہ صورت عظیم نہ تھی جو حقیقی بہتے سمندر کی ہوتی ہے۔ کسی قوم کو اپنے قدیم مذہب کے احاطے سے خارج کر کے زبردستی اپنے ملت کے حدود میں محصور کرنا عقل اور شان سلطانی کے خلاف ہے میرے عہد سلطنت کی نورانی صبح (یعنی ابتدائی زمانہ سلطنت کا) پر اس شہر مناک بادل کی سرخی ظاہر ہیں مگر یہی غلطی جب کہ میں نے (نیا مذہب جاری کرنا چاہا تھا۔

میں لوگوں کی جات اور مذہب کے جھگڑوں سے متنفر ہوں لیکن میں لوگوں کو انکی مرضی کے موافق عبادت کرنے دیتا ہوں۔ اور سیرطرح کا محصول غیر مذہب والوں سے حاصل نہیں کرتا میں ہر مذہب اور قوم والوں میں بہادر اور شجاع آدمی مشورت اور دوستی کے لئے انتخاب کرتا ہوں اور کا فر کے لفظ سے نفرت کرتا ہوں۔ قرآن اور مشیر کے نام سے مجھ میں لغزش آجاتی ہے (چکیا تا ہوں) (سیحی و صلیب کے الفاظ پر سہم جاتا ہوں) لیکن سیحون کی پاک کتاب بتاتی ہے کہ اللہ عشق ہے اور جب کہ گودا کے پادری نے اپنے پیغمبر ابن مریم کا قول نقل کیا کہ اے بچو ایک دوسرے کو پیار کرو۔ اور اچھا چاہو ان کا بھی جو تم پر ظلم کرتے ہیں "میں نے یہ سن کر خیال کیا

کہ اس قول میں ایک بادل کو ہٹا کر وہ نورانی شمع پیدا ہوئی ہے جو آفتاب اسلام سے بھی نہیں
 ملکتی۔

تجھ کو یاد ہوگا کہ غصہ و غضب کس طرح اس بوسیدہ مذہب (غالباً اسلام سے مطلب ہے)
 کے در و دیوار ہل گئے تھے جب اس پیشین گو پادری نے اپنا آقا مسیح کو پاکی اور انصاف کا سورج
 کہا۔ یعنی اس روئے زمین پر آیا اور اپنے بندوں کو سچائی اور انصاف کی عنان سے پکڑا
 (مذہبی تعصب نے یہ اشعار شاعر سے کہلائے ہیں۔)

یہ تو کیا کہتا ہے؟ کیا قدیم ایران میں اللہ کو عشق کا آفتاب اور عشق کو راستی کی کندہ نہیں کہا گیا
 کیا یہ قدیم ایران کی آواز تھی۔ نہیں بلکہ میں جانتا ہوں کہ ضعیف شیخ ابوسعید کا قول تھا شیخ پر
 عورتیں چلاتی تھیں کہ یہ ملحد و کافر ہے اور اسکے سر پر پھپھون سے غلاطت پھینکی تھی یہ شیخ وہ تھا
 کہ جو راز آہی کو گاتا تھا اور جس نے خدا کے عشق میں اپنے آپ کو محو کر دیا تھا۔

اللہ آفتاب ہے جو دنیا میں اس وقت تک دھندلا نظر آتا ہے جب تک زمین پر صبح فانی کی عبادت
 آفتاب نصف النہار کی چمک میں محو نہ ہو جائیں یہ وقت وہ ہوگا جب کہ ایک مذہب دوسرو
 مذہب کے خلاف غلط شہادت نہ دے گا۔

بلکہ نور کی تیزی میں اپنی حدود کو پہچانے اور اپنے سے گذر کر سچائی کی محبت اور محبت کی سچائی
 میں ازل تک ہمیشہ آسانی سے متحرک رہے گا۔

آفتاب۔ آفتاب۔ لوگ مجھ زرد شستی پر سلامت کرتے ہیں۔ آفتاب ہماری زمین کو
 گرم کرنا لاج اور پھیل دیتا ہے۔ ہمارے کھیتوں پر تبسم کرتا ہے۔

اس میں چاہے تیری کھیتی ہو یا میری۔ شیعہ اور سنئی دونوں کے خون کو حرارت بخشتا ہے
 اس لئے آفتاب کو ابدی و ازلی نشان مانو۔ جو سلاطین اپنی کل رعایا سے ایک سی
 محبت اور ایک سا قانون سب کے لئے رکھتے ہیں اس بناء پر کیونکہ آفتاب کی عظمت
 نہ کرین اپنے اچھے افعال نے انسان کے حق میں ایسے سلاطین نور ہوئے ہیں۔

لیکن یہ نوہ ہماری حضور سے ایک شخص کے پہرے پر چکنے نہ پایا تھا کہ کل صبح ہمارے پاس وہ آیا دونوں آنکھوں میں غصہ سے نارہنہ مشتعل تھی وہ آتے ہی چلایا کہ تو آسمان سے نیاتہ آن ہمارے لیے لایا ہے۔ کیا تو پیغمبر ہے۔ تو معجزہ دکھا سکتا ہے اس کا معجزہ غصہ چاہتا تھا کہ مجھ کو اٹھا کر کہیں پھینک دے لیکن وہ کامیاب نہوا۔ معجزہ کہہنا معجزہ معجزہ نہ بین دکھا سکتا ہوں نہ وہ۔ اور نہ کوئی اور۔ میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ جیسا انسانی کو تاریک حجرہ میں عقل کی مشعل دکھلا دوں اور متحیر ہو کر کائنات عالم کے معجزہ کو دیکھوں اُسکی عطیہ کے خیال میں مجھ ہو جاؤں جس نے یہ سب کچھ بنایا اور بناتا ہے جو ہے اور جو وہ نہیں ہے جس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ باقی سب ظاہری صورتیں ہیں اور تخفیف رسوم جو مختلف قوموں کے ساتھ اپنا رنگ جدا جدا دکھاتی ہیں۔

لیکن اے دوست تو جانتا ہے کہ یہ ظاہری صورتیں بھی میرے نزدیک ضروری ہیں۔ صرف اتنا لازم ہے کہ وہ شخص جو احتیاط اور مہربانی کے ساتھ خلق خدا پر حکومت کرتا ہے اس کو چاہیے کہ ان ظاہر صورتوں کو ایسے ساپتے میں ڈھالے جو سب کے لیے میوزون ہو جاویں۔

یہ ظاہر صورتیں کیا ہیں۔ تو بصورت لباس ہیں۔ کہیں سادے کہیں قیمتی چست یا ڈھیلے جو ادھر ادھر اڑتے پھرتے ہیں۔ ان میں جو حرارت ہے وہ دل کی حرارت ہے۔ ان میں جو حرکت ہے وہ ہاتھ پیروں کی حرکت ہے جب پرانے ہو جاویں تو انکی جگہ نئے بدلے جاسکتے ہیں یہ صورتیں فطرت کے بازار میں روحانی کہلائی جاتی ہیں۔ یہ انسان میں خدا کے ہونے کی خاموش ابجد ہیں جو بول اٹھتی ہیں۔ یہ عسل ہیں جو اس قوت کا نشان دیتے ہیں جو نظر نہیں آتی لیکن دور سے سب پر حاکم اور تادیر ہے۔ یہ صورتیں وہ ریشمین رسن ہیں جو بہشت سے لٹکائی گئی ہیں تاکہ اس وقت جب حکمت کے طریقے ناکام رہیں تو مخلوق کو زمین کی غلاطت میں لوٹنے سے بچا دے۔

سب سے زیادہ یہ ہونا چاہیے کہ جب رعایا اپنے آقا کو دیکھے جسے اسکے لئے ان صورتوں کو
 پیدا کیا ہے تو ان کی پابند ہو اور آقا کی مطیع تاکہ اس کسارہ پر بھی ایک حد تک ایسی طرح
 کی زندگی بسر ہو سکے جو پل کے اترنے کے بعد زندگی ہونے والی ہے اور اپنے مین اور اپنے
 سے باہر اس ذات نامتناہی کی خدمت ہو سکے جو سب کچھ ہے اور سب کے برتر ہے جو نہ
 بدلنے والی ذات واحد اور نہ ہمیشہ تغیر میں رہنی والی کثرت ہے جسکی حمد میں کلیسہ کا
 گھنٹہ - مسجد سے اذان - صنم پرستوں سے راز آہی کی ٹوٹی پھوٹی آوازیں بلند
 ہو کر ایک دھن میں خدا کی عبادت کا راگ گاتی ہیں مغرب کی طرف - اس آہستہ
 نعوب ہونے والے ستارہ کے نیچے مسیحی ایک روحانی سردار رکھتے ہیں اور اسے
 ابوالفضل مین بھی تیری صلاح اور مدد سے اپنے اسلام کا ایسا ہی سردار ہوں
 کیونکہ شان سلطانی کا شراب اس وقت تک پورا نظر نہیں آسکتا - جب تک اتنی
 قوت نہ ہو کہ اپنی بیشمار رعایا کو متحد کر کے ایک کر دوں - ظلم و جور کے شیر کو شکار کروں
 اور ملت آہی کو مذاہب مختلفہ کی طوفانی سطح پر تیل کی طرح ڈال کر ان مین سکون پیدا
 کروں - طوفان نے جو موج اور موج مین غار ڈال دیئے ہیں ان کو پُر کروں اپنے بچوں کو
 راستی کے دودھ پر پرورش کروں - قدیم عداوتوں کو کیمیا کے زور سے عشق کا لہذاں
 بنا کر سکھ رائج کروں - اور ان مذاہب پیشہ لوگوں کے قاتل سم کو جو انھی کی طرح پھین
 اٹھاتے ہیں کچل کر نیست و نابود کروں - ایک اللہ ہو - ایک خلیفہ - لیکن بعض اوقات
 شبہ پیدا ہوتا ہے - خوف دامن گیر ہوتا ہے - اور کل دوپہر کے وقت تو خواب ہی
 دیکھا تھا - تجھ کو معلوم ہو گا کہ میرا دل اپنے فرزند سلیم کی محبت کے لئے کیسا عیت چاہ
 ہے اور وہ ہی میرا وارث ہے مگر یہ میرا خواب کیسا وحشت ناک ہے مین دیکھتا ہوں
 کہ سلیم تیری طرف بڑی نظروں سے دیکھتا ہے گویا تو وہ ہے جس نے مجھ کو صلاح اور
 مشورہ دینے مین شرک اور لاندہی کی شراب پلا دی ہے -

مین نے یہ خواب دیکھا کہ ایک پتھر رکھکھین نے ایک مقدس معبد تعمیر کیا ہے جو نہ تباہ
ہے نہ مسجد نہ کلیسہ۔

یہ عمارت بلند اور سادہ تھی اور اسکے دروازے آسمان کی نسیم کے لیے ہر وقت کھلے
رہتے تھے۔ راستی۔ امن۔ محبت۔ انصاف۔ اس گھر میں آکر بس گئے تھے۔
ہم اور تم اس قصر عالی شان کو کھڑے دیکھتے اور خوش ہو رہے تھے کہ دفعۃً سننے
کی آواز آئی جیسے کوئی کسی کو چھیڑتا ہے اور یہ الفاظ سنائی دیے ”نیا قرآن“
اس کے بعد دفعۃً تسلیم کا نام سننا اور فوراً تجھ کو دیکھا کہ میرے سامنے مگر گرا سیاہ
پروانے عزرائیل نے مجھ کو بھی مغلوب کیا۔ لیکن چونکہ موت کے بعد ساعت و بصارت
ہے مین نے اپنے فرزند اور ان کو جو اسکے پیرو تھے دیکھا کہ میری تعمیر کے ایک ایک
پتھر کو علیحدہ کر کے اس کو کھنڈر کر دیا ہے اور اس کھنڈر سے لاکھوں مظلوموں کی چیخیں
اور کوسونوں کی آوازیں اس طرح بلند ہوئی ہیں جیسا کہ پہلے کبھی حال تھا میں اس
حالت کو دیکھ کر آہیں بھرتا تھا کہ منرب کی سمت سے ایک اجنبی قوم آئی اور اُس نے
میرے قصر کے ایک ایک پتھر کو پھر جمع کیا اور راستی۔ امن۔ محبت۔ انصاف پھر
اُس میں آئے اور آباد ہو گئے۔

میدانون میں سستی کی آگ پھر نہ نظر آئی اور نہ کم سن بیوی اور بیوہ کی پردرد آہیں
سنائی دین۔ سب تعریف اللہ کی ہے جسکے ہاتھ سے اُس نے چامیرے مقصد کو پورا
کر دیا۔ لو اب نوبت کی آواز آنے لگی ہے محل میں سب جاگ اُٹھے اور صبح نے رات
کی سیاہ پلکوں کو روز بیدار کے گلابی رخساروں سے اُٹھا دیا۔ آؤ سورج کی تعریف
گائیں وہ گارہے ہیں اب ہم کو بھی چلنا چاہیے

سورج کی تعریف

پھر تو آسمان پر چلتا ہوا بڑھا۔ پھر تجھ کو بین نے چمکتا ہوا دیکھا۔ ہر صبح تیری پیدائش کا دن ہے۔ انسان کی آنکھ اور دل کو تو خوش کر رہا ہے۔ ہر صبح ہم تجھ کو بیان کر سلام کرتے ہیں اور تیرے سامنے بہت بچکتے ہیں۔ تو مثل خدا کی ہے۔ تو ہم بدلنے والا بدلنے والے افلاک پر ہے۔

تو پرچھائیں کا پیدا کرنے والا اور تو ہی پرچھائیں کا مٹانے والا ہے ملکوں ملکوں اپنی روشنی کو تیروں کی طرح بچھتا ہے۔

بیان تیرے دربار کے لاکھوں شاعر بادشاہ پکار کر تیرے استقبال کو کھڑے ہیں

اور چمن و صحر کے راگوں میں تیری تعریف گانے بیٹھے ہیں پرند گاتے

ہیں بھول کھلتے ہیں آدمی اس گنبد نیلگون کے سایہ میں

بچھکتے ہیں اسکی عبادت میں جوازی وابدی ہے

اور جو اس شعلہ نور میں موجود ہے

جس سو وقت گواہ

کرتی ہیں

احوال دوازدہویہ

بابر کے عہد سے ہندوستان کے انتظام و بندوبست نے ایک نئی صورت پیدا کی اور شیر شاہ نے سلطنت کے تو بالکل صحیح اصول قائم کئے اُس نے ساری قوموں اور قوتوں کو انتظام سلطنت میں شریک کر لیا۔ یہ بیج جو اُس نے بویا تھا وہ اکبر کی آبیاری سے بڑا بار و درخت ہوا۔ اکبر نے اپنی ابتداء سلطنت میں شیر شاہ کے تمام ضوابط و سرشتے و صیغے بدستور قائم رکھے۔ شیر شاہ و سلیم شاہ کی قابلیتوں اور لیاقتوں کا شہنشاہ اکبر ایسا قائل تھا کہ ان کو ملائک المسلمین کہتا تھا۔ گو شیر شاہ نے ہمایون اُس کے باپ کو ہندوستان سے سکستین ویکر نکالا تھا۔ ابوالفضل نے جو سلطنت کے آئین و ضوابط بیان کئے تھے اُس کا بیان ہم لکھ چکے ہیں۔ اب دوازدہ صوبہ کا حال جو اُس نے لکھا ہے وہ نہایت مختصر بیان کرتے ہیں اور اس پر کچھ اضافہ اور ان کا نقشہ جو انگریزی تاریخوں کے ساتھ چھاپا جاتا ہے اُس کو بھی اپنے نقشوں کی جلد میں چھاپتے ہیں۔

اکبر کی سلطنت کے بعض صوبے یورپ کی سلطنت کے برابر وسعت رکھتے تھے۔

سنہ ۱۵۷۱ء میں شہنشاہ اکبر کی قلمرو میں ۲۷۳ قصبے اور ۱۰۵ سرکاریں تھیں جب سب جمع وہ سالہ مقرر ہوئی ہے تو ان صوبوں کی جمع ۳ ارب ۶۲ کروڑ ۹ لاکھ ۵۵ ہزار ۲ سو چھیالیس دام تھے یعنی ۹ کروڑ ۸ لاکھ ۴۳ ہزار ۸ سو اکیاسی روپے اور ۱۲ ہزار برگ تنبول تھے۔

پادشاہ نے اپنے ملک کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصہ کا نام صوبہ رکھا اور اس کو کسی ملک یا شہر کے نام سے موسوم کیا۔ ان صوبوں کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) الہ آباد (۲) آگرہ (۳) اودھ (۴) اجپیر (۵) احمد آباد (۶) بہار (۷) بنگالہ (۸) دہلی (۹) کابل (۱۰) لاہور (۱۱) ملتان (۱۲) مالوہ۔

جب دکن میں براہو خاندین و احمد نگر فتح ہو گئے تو یہ تین صوبے اور بڑے کہ پندرہ ضلع ہو گئے۔ ہم ان صوبوں کا بیان مشرق سے جو پائین ہند سے شروع کرتے ہیں۔ اور

نرا بلستان پر جو بالائے ہند ہے ختم کرتے ہیں۔

درازمی بندر چاٹگاؤن سے گڈھی تک چار سو کوس اور پھنشاٹالی کوہ سے سہ کار مداران تک دو سو کوس۔

جب اس صوبہ پر ملک اڈیہ کا اضافہ ہوا تو اس صوبہ کی طول ۳۴۴ کوس اور عرض ۳۳۲ کوس بڑھ گیا اسکے مشرق میں دریا شور شمال و جنوب میں کوہ مغرب میں بہار مشرق میں ایک ولایت بھائی ہے اس کو بھی اس ملک میں شمار کرتے ہیں۔ اس ولایت کے پہلو میں راجہ آشام کا ملک ہے۔ اسکی فرو شکوہ کی ٹبری پائین بنائی جاتی ہیں۔ جب راجہ مرتا ہے تو اس کے خاص مردوزن کشادہ پیشانی سے زندہ درگور ہو جاتے ہیں۔ اس سے پایاں تبت پوسنہ اور اسکے چپ میں ختا جسے مہاچین میں جاتے ہیں جسکو ماچین کہتے ہیں دار الملک خان بالغ سے دریا شور تک چالیس منزل میں ایک نہر کاٹی ہے اسکے کنارہ پتھر و چون سے بنائے ہیں۔ مشرق و جنوب کے درمیان ایک فرخ ملک ہے جس کا نام ازخا ہے۔ بندر چاٹگاؤن آسین ہی بیان کے آدمیوں کا مذہب ہندو مسلمان کے مذہب سے نرالا ہے۔ ان کے ہاں سگی مان کے سوا سب سے ازدواج جائز جانتے ہیں اسکے قریب پیگو ہے جس کو چین کہتے ہیں۔ پرانی کتابوں میں اس کو دار الملک چین لکھا ہے۔

فلزات کے کانوں پر گھ میرہ کی قوموں میں لڑائی رہتی ہے۔

بنگالہ کا اصلی نام بنگ ہے۔ پہلے زمانہ ہوں نے سارے ملک میں بیس گز چوڑی اور دس گز اونچی خیابا بن بنائی تھیں اور ان کو آل کہتے تھے۔ بنگ اور آل ملکر بنگالہ زبان زد خلایق ہوا ہر مقام میں دریا و کھی افسر لٹ ہے۔ پائین گنگا میں یہ صوبہ واقع ہے۔ یہاں کے آدمی سوامی دہوتی کے کچھ اور لباس نہیں پہنتے۔ عورتوں پر ان کے کاموں کا مدار ہے نسل و بانس کے مکانات بناتے ہیں جنہیں سے بعض پانچ پانچ ہزار روپے کی لاگت سے ہوتے ہیں وہ بہت دیر پا ہوتے ہیں اکہد و سد کشتی پر ہوتی ہے خاص کر بارش میں لڑائی و بار برداری اور تیز روی کے لیے طرح طرح کی

کشتیان بناتے ہیں۔ قلعہ گیری کے لئے ایسی کشتیان تیار کرتے ہیں کہ جب ساحل پر جابین
تو وہ ایسی بلند ہو جائیں کہ قلعہ پر آسانی سے غالب آئیں۔

اس دیار میں خواجہ سرا تین طرح کے ہوتے ہیں (۱) صندلی (۲) بادامی (۳) کانوی
اول کے تینوں عضو کو جڑ سے کاٹ دیتے ہیں ان کو اطلسی بھی کہتے ہیں۔ دوسرے بین آلت فعلی
ہوتا ہے۔ سوم خصیتین کو پچھنے سے مل کر بنا بود کر دیتے ہیں یا نکال لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ
آدمی کے سوا جس جاندار کو خضی کیجئے اُسکی سرکشی کم ہو جاتی ہے مگر اس مردم زاد کی سرکشی
بڑھ جاتی ہے۔

جنت آباد ایک پرانا شہر ہے کئی دفعہ دارالملک رہ چکا ہوا اس کا نام لکھنوتی زبان زوہلائی ہے
بعض اُسکو گور بھی کہتے ہیں جنت آیشانی ہمایون نے لکھنوتی کا نام یہ جنت آباد رکھا تھا۔
چانگانوں ایک بڑا شہر سمندر کے کنارہ پر ہے وہ ایک عمدہ بندر ہے جہاں فرنگی اور تاجر آتے
جاتے ہیں۔ ساگانا اور رگی دو اور بندر ہیں جن میں آدھ کوس کا فاصلہ ہے دونوں فرنگیوں کے پاس
ہیں اٹلیسہ ایک جدا ملک ہے وہ بنگالہ میں داخل ہے اس میں ایک سونو تختہ قلعہ ہیں اس میں ایک
عورت کئی کئی خاوند کرتی ہے تاڑرلو ہے کے قلم کو ہاتھ میں لیکر لکھتے ہیں۔ کٹاک میں ایک
سنگین قلعہ ہے اور اس ملک میں چکن ناٹھ کا بڑا مندر ہے

اس صوبہ بنگال میں ۲۴ سرکاریں ہیں ۷۸۷ محال جمع ۵۹ کروڑ ۸ لاکھ ۵۹ ہزار ۳ سوائس
دام سب نقہ ہے۔ ۳ ہزار ۳ سوتیس سوار۔ آٹھ لاکھ ایک ہزار ایک سو چاس پیادے ۱۱۷۰
ہاتھی ۴ ہزار دو سو ساٹھ ٹوپ چار ہزار چار کشتی۔

گڑھی سے رہتاس تک ۲۰ کوس تک لمبا اور ترمہت سے شمالی کو ہسار تک سو کوس چوڑا
مشرق میں بنگالہ مغرب میں الہ آباد وادہ۔ شمال و جنوب میں کوہ بنوگ دریا بہت سو
ہیں سرکار بہار میں موضع راج نگر میں سنگ مرمر کی کان ہے اس سنگ مرمر کے زیور
بناتے ہیں۔ یہاں گیا کا معبد ہے اس کو برہما سے منسوب کرتے ہیں۔ منگیر میں دریائے

گنگ سے کوہ تک ایک سنگین دیوار کچی ہوئی ہے اس کو سرحد بنگال کہتے ہیں۔ ترہت مدتوں سے دارالعلم ہے رہتاس کوہ پر ایک قلعہ ہے۔ پٹنہ بڑا شہر ہے بنگال اور بہار دونوں مل کر ملک فرانس کی برابر ہیں اس صوبہ میں ۷۷ ہزار ۱۹۹ پر گئے جمع ۲۲ کروڑ ۱۹ لاکھ ۱۹ ہزار ۴ سو ۴ دام ضبطی ۲۳۸ زمین پیوودہ ۲۴ لاکھ ۴۴ ہزار ایک سو بیس بیگہ ۷۱ کروڑ ۲۹ لاکھ ۸ ہزار ۷ سو چھتر دام نقد ہے اور اس میں سے ۴ کروڑ ۹۲ لاکھ ۷۳ ہزار ۶ سو ۳ دام سیور خال۔ بومی ۱۱ ہزار ۴ سو پندرہ سوار اور ۴ لاکھ ۴۹ ہزار ۳ سو پچاس پیادے اور کشتی ان دونوں صوبوں کی مال گذاری ڈیڑھ کروڑ روپیہ انگریزی تخمینہ ہے۔

طول میں پنجولی جون پور سے جنوبی کوہ تک ۱۶۰۰ کو س۔ عرض میں گذر چوسا سے گھام پور تک ۱۲۰ کو س۔ مشرق میں بہار۔ شمال میں اودہ۔ جنوب میں باندھہ۔ غرب میں آگرہ۔ الہ آباد کا پہلا نام پیلیاگ (پریاگ) ہے اکبر شہنشاہ نے اس کا نام الہ آباد یا الہا باس رکھا ہے اس میں قلعہ بنایا ہے اور عمدہ محل اس میں تعمیر کیے ہیں۔ پریاگ کو ہندو معابد کا بادشاہ سمجھتے ہیں۔ اُس کے قریب گنگا۔ جمناسرستی آپس میں ملتی ہیں سرستی الوپ ہو گئی ہے۔ ان تینوں دریاؤں کے ملاپ کو تریبنی کہتے ہیں بنارس اہل میں باوانسی ہے ایک بڑا شہر ہے۔ برہنہ اور اسی ندیوں کے درمیان پرانی کتابوں میں اسکو کاسی لکھا ہے کن کی شکل کا شہر ہے جب کی زد گنگا ہے یہاں ایک بت خانہ ہندوؤں کا کعبہ ہے جہاں بڑی آنکر پرکھا کرتے ہیں۔ مدتوں سے یہ شہر ہندوؤں کا دارالعلم ہے اور دور دور سے تحصیل علم کے لیے یہاں ملتا آتے ہیں اور جان و تن کی گذارش کرتے ہیں۔

جونپور بڑا شہر ہے۔ کالج بڑا قلعہ ہے۔ کاری بھیر دن جسکے اٹھارہ ماتھے ہیں کالج کی دیوی ہے۔

اس صوبہ میں ۱۰۷ ہزار ۷۷ پر گئے جمع ۲۰ کروڑ ۲۴ لاکھ ۲۷ ہزار ۸ سو ۱۹ دام اور ۱۲ لاکھ

پان اُسکے اندر ۱۳۱ ضبطی زمین پیوودہ ۳۹ لاکھ ۶۸ ہزار ۱۸ بیگہ ۳ بسوہ اس کا زر جمع

۲۰ کروڑ ۳۸ لاکھ ۱۷ ہزار ۲ سو چوبیس دھام اور ۴۶ پرگنے نقدی جنکی مال گذاری ۹۴ لاکھ
 ۵۶ ہزار ۵ سو ۹۵ دھام ان میں سے ایک کروڑ ۱۱ لاکھ ۶۵ ہزار ۴ سو سترہ دھام سیورغال
 بومی ۱۱ ہزار ۳ سو ۵۵ سوار ۲ لاکھ ۷۳ ہزار ۸ سو سترہ پیادے۔ ۳۲۳ ہاتھی۔
 سرکار گورکھ پور سے قنوج تک لمبا ۱۳۵ کو س شمالی کوہ سے سدھ پور صوبہ الہ آباد تک چوڑا
 ۱۱۰۰ یوں مشرق میں بہار شمال میں کوہ۔ جنوب میں مانک پور۔ غرب میں قنوج۔
 اودھ (راجدھیا) ہند کے بڑے شہروں میں سے ہے طول بلد ۲۸° ۴' عرض بلد ۲۴° ۲۲'
 کسی بڑے پرانے زمانہ میں ۳۸ کو س طول میں اور ۳۶ کروہ عرض میں یہ شہر آباد تھا۔
 وہ پرانے معابد میں سے ہے اب تک شہر کے گرد خاک چھانتے ہیں اور سونا پاتے ہیں۔ یہ
 شہر راجہ رام چندر کی راجدھانی ہے۔ اسکے پاس دو قبریں چھ چھ سات سات لڑکی لمبی ہیں
 جنکو عوام الناس حضرت شیدت و حضرت ایوب کی خوابگاہ جانتے ہیں فیض آباد کا شہر اسکے پاس
 بڑا چٹا شہر دریائے سر د کے کنارہ پر ہے۔ سالار مسعود اور رجب سالار کی قبریں ہیں۔
 مسلمانوں کو ان سے بہت اعتقاد ہے۔ موضع دو کون میں دارالضریع ہے۔

نیمکھار ایک بڑا قلعہ ہے۔ لکھنؤ دریا گو متی کے کنارہ پر بڑا شہر ہے۔ کھیری ایک قصبہ سی
 ندی کے کنارہ پر ہے وہاں کے آدمی کشتی میں سوار ہو کر نیزہ سے مچھلی کا شکار کرتے ہیں۔
 بلگرام ایک قصبہ خوش ہوا ہے یہاں کے اکثر آدمی خوش فہم و مسرور ہوتے ہیں ایک
 کنواں ہے اگر چالیس روز اس کا پانی کوئی آدمی پئے تو شناسائی و حسن منظر میں زیادہ ہو جاتا
 اس صوبہ میں ۵۸ ہزار ۱۳۸ پرگنے زمین ہیچو وہ ایک کروڑ ایک لاکھ ۱۷ ہزار ایک سو
 اسی لکھ جمع ۲۰ کروڑ ۷ لاکھ ۵۸ ہزار ایک سو ۷۲ دھام اس میں سے ۸۵ لاکھ ۲۱ ہزار چھ
 اٹھاون دھام سیورغال۔ بومی ۷ ہزار ۶ سو ۴ سوار۔ ایک لاکھ ۶۸ ہزار دو سو چاس پیادے
 ۵۹ ہاتھی انگریز مورخ لکھتے ہیں کہ دونوں صوبوں الہ آباد اودھ میں اکثر صوبہ دار ایک ہی
 رہا کرتا تھا ان دونوں کا رقبہ مل کر آئر لینڈ سے بڑا ہوگا مال گذاری انکی ایک کروڑ ۳۸ لاکھ

سے کچھ زیادہ ہے۔ طول میں گھاٹ پورالہا باس سے پلہل دہلی تک ۷۵ اکوس عرض میں
افنوج سے چندیری مالوۃ تک مشرقی حد گھاٹ پوریشمالی دریائے گنگا جنوبی چندیری غربی پلہل
آگرہ بڑا شہر ہے پانچ کوس تک اسکے درمیان دریا بہتا ہے۔ اکبر بادشاہ نے سنگ سرخ
سے ایک قلعہ بنوایا ہے پانچسو سے زیادہ اس میں کوشک ہنگالہ و گجرات کی وضع کے بنوا
ہیں پہلے آگرہ ایک گاؤن تھا۔ سکندر لودی نے اس کو پای تخت بنایا پھر اکبر نے اس کو
اور رونق دی اس کے نام پر اس شہر کا نام اکبر آباد مشہور ہوا۔

فتح پور ایک گاؤن بیانہ کا تھا جس کو سیکری کہتے تھے وہ دارالخلافہ سے بارہ کوس پر ہے
شاہشاہ اکبر نے اس کو ایک عمدہ شہر بنادیا۔ سنگین قلعہ بنایا۔ اس کے دروازوں پر درگین
ہاتھی بنوائے۔

بیانہ پہلے ایک بڑا شہر تھا اس میں قلعہ تھا بہت سے محل اور تہ خانہ تھے اب تک اس میں
الآت جنگ کھود کر نکالتے ہیں صوبہ آگرہ کو صوبہ بیانہ بھی کہنے لگے ہیں۔

متھرا۔ جننا کے کنارے ایک شہر ہے۔ اس میں بڑے بڑے تہ خانہ اور پرستش کدے ہیں۔

کاپلی۔ ایک بڑا شہر ہے اس میں بزرگوں کی قبریں بہت ہیں۔

افنوج پہلے زمانہ میں ہندوستان کا دارالملک تھا۔

گوالیار۔ نامور قلعوں میں سے ہو۔ دروازے پر سنگین فیل تعجب دلاتے ہیں۔ پہلے فرمان ہوئی
بڑی بڑی عمارتیں موجود ہیں۔ لوہے کی کان ہو۔ جادہ نفس خنکرا اور دلربا خوب پیدا ہوتے ہیں
اور بھی ایک شہر ہے وہاں تانبا بہت نکلتا ہے

اس صوبہ میں ۱۳ سرکاریں ۲۰۳ پرگنہ۔ زمین پیچودہ ۲ کروڑ ۸ لاکھ ۶۲ ہزار ایکسو
نوا سی بیگہ ۱۸ بسودہ۔ جمع ۴۵ کروڑ ۶۲ لاکھ ۵۰ ہزار ۳ سو ۴ دام۔ اس میں سے ایک کروڑ
۲۱ لاکھ ۵ ہزار ۷ سو ۳ ۱/۲ دام سیوزغال بومی پچاس ہزار ۶ سو اکیاسی سوار ۵ لاکھ
۷ ہزار ۵ سو ۷۰ پیادے ۲۲۱ ہاتھی۔

طول میں پایاں گدہ ہے بانسواڑہ تک ۳۴۵ کوس عرض میں چندیری سے ندر بار تک ۲۳ کوس مشرقی حد باندھو شمالی اور جنوبی بگٹانہ مغربی بحرات۔ اجیر کوہ جنوبی اُسکی آب وہوا کا اعتدال اور زمین کا پیداوار مشہور ہے ضرب المثل ہے کہ مالوہ میں کوئی بھوکا نہیں رہتا ہر قدم پر آب و نان موجود ہے۔

اچن ایک بزرگ شہر ساحل سپرائے۔ ہندو کی بڑی پرستش گاہ ہے۔ گدہ ایک ملک جداگانہ پر درخت ہے۔ چندیری پرانا شہر ہے اس میں سنگین قلعہ ہے۔ اُس میں چودہ ہزار سنگین بڑے مکان اور تین سو چوراسی بڑے چوڑے چکے بازار اور بارہ ہزار مسجد ہیں۔

منڈوا ایک بڑا شہر ہے اُسکے قلعہ کا دور بارہ کر وہ ہے۔ اس دیار میں سنگ پار سنکٹا ہے جسکی کہانیاں عجیب و غریب مشہور ہیں۔ قصبہ دھار راجہ بھوج کی تخت گاہ تھی۔

اس صوبہ میں ۱۲ اسرار ۳۰۱ پر گئے۔ زمین پیچودہ ۴۲ لاکھ ۶۶ ہزار ۳ سوا ۱۱ بیگہ ۶ سوہ جمع ۲۴ کڑوڑ ۶ لاکھ ۵۵ ہزار ۵۲ دام اسین سے ۱۱ لاکھ ۵۰ ہزار ۴ سو ۳ دام سیدوزغال ہے بومی ۲۹ ہزار ۶ سو ۶۸ سوار ۴ لاکھ ۷۰ ہزار ۳ سوا ۶۱ پیادے ۹۰ ہاتھی۔ اس صوبہ کا رقبہ بھی صوبہ اودھ کے رقبہ کی برابر ہے۔

اس آباد زمین کو خاندیس کہتے ہیں جب قلعہ آسیر فتح ہوا اور شہزادہ دانیال کو یہ ملک شہنشاہ اکبر نے عنایت کیا تو شہزادہ کے نام پر اس صوبہ کا نام داندیس رکھا طول میں بورگاؤں سے جو ہندیہ سے پیوستہ ہے لنگ تک جو دلایت احمد نگر سے متصل ہے ۷۵ کوس عرض میں جامو و برار سے پیوستہ ہے پال تک کہ مالوہ سے ملا ہوا ہے۔ ۵ کوس کہیں کہیں ۵۳ کوس مشرقی حد براہ شمالی مالوہ جنوبی گالتہ مغربی مالوہ کے کوہ جنوبی رودبار بہت ہیں آسیر ایک بہت اونچے پہاڑ پر قلعہ ہے اُسکے گرد اور تین قلعے ہیں جو استواری اور بلندی

(۶) صوبہ مالوہ

(۷) صوبہ داندیس (خاندیس)

مین کمتر نظیر رکھتے ہیں اُسکے پیچھے ایک بڑا شہر آباد ہے۔

برہان پور ایک بڑا شہر تپتی کے کنارہ پر ہے۔

اس صوبہ میں ۳۲ پرگنہ کشت و کار سے بہت کم خالی ہیں اس کے بہت سے دیہات شہروں کی مانند ہیں کشادہ زمین پر زراعت پر کار گزار بومی کولی و بھیل و گوندیہ لوگ شیر کو فرمان پذیر کر لیتے ہیں

اسکی جمع ایک کروڑ ۲۶ لاکھ ۷۴ ہزار ۴۴ ٹنکہ برآری ہے۔ جب آسیر فتح ہو گیا تو جمع ڈیڑھ لاکھ ہو گئی۔ برآری ہر ٹنکہ میں ۲۴ دام اعتبار کرتے ہیں اس لیے (۴۵ کروڑ ۵۲ لاکھ ۴۴ ہزار ۲ سو ۲۲ دام اکبری) جمع ہوئی۔ انگریزی تاریخوں میں ایک کروڑ تیرہ لاکھ روپیہ کے قریب لکھی جاتی ہے۔

اصل نام اس کا وردا سٹ ہے ورداندی ہے سٹ کنارہ کو کہتے ہیں طول میں بٹالہ سے ہیرا گڑھ تک دو سو کو سن۔ عرض میں بیدر سے ہنڈیہ تک ۸۰ کو س مشرق میں ہیرا گڑھ پیوستہ بستہ۔ شمال میں ہنڈیہ جنوب میں تلنگانہ مغرب میں مہار آباد۔ یہ ملک دو جنوبی کوہ کے درمیان ہے جنہیں سے ایک کو بندہ کہتے ہیں۔ گادیل۔ زمالہ۔ میل گڑھ اسپرہن دور سے کو س نہیا کہتے ہیں ماہور و رام گڑھ اسپرہن۔ آب و ہوا۔ زراعت نہایت عمدہ اس میں بہت سی ندیاں ہیں۔

سب میں اچھی ندی گنگا گوتی ہے اُس کو گوداوری بھی کہتے ہیں۔ ہندوستان کی گنگا کو مہادیو سے نسبت دیتے ہیں اور اُس کو گوتم سے اُسکے عجیب افسانے بیان ہوتے ہیں اسکی ٹہری پرستش ہوتی ہے کوہ سیہا سے ٹرنیک کے نزدیک سے وہ نکلتی ہے۔ احمد نگر کی ولایت میں گذرتی ہوئی برابر میں آتی ہے اور تلنگانہ میں جاتی ہے جب مشرقی اسدین آتا ہے تو آدمی دور دور سے پرستش کے لیے آتے ہیں۔ نالی اور تپتی کی بھی پوجا ہوتی ہے۔ دنول گائون کے نزدیک سے پور تاندنی نکلتی ہے۔ اس ملک میں چودہری کو دیس کہتے ہیں۔ اور قانون گو دیس پانڈیہ مقدم کو پیشل و پٹواری کو کل کرنی ایچ پور۔ ایک بڑا شہر ہے۔

وہ پاسے تخت ہے وہاں بنگشہ کا پھول بڑا خوشبودار ہوتا ہے بھوپن چنیہ اُس کو کہتے ہیں زمین سے ملا ہوا پیدا ہوتا ہے اُس سے سات کوس پر گاؤں ایک بزرگ قلعہ ہے جسکی نظیر کلم تر ملتی ہے اس میں ایک چشمہ ہے جس میں ہتھیاروں کو آب دیتے ہیں۔
پنار۔ ایک سنگین قلعہ ہے ایک پشہ پراسکے تین طرف دوندیان ہیں۔

کھیرلہ۔ زمین پر سنگین حصار ہے اُسکے درمیان ایک کوہچہ ہے اُسکی پرستش ہوتی ہے اُسکے چار کوس پر ایک چاہ ہے جس جانور کی ہڈیاں اُس میں ڈالیں پتھر ہو جاتی ہیں وہ خرمہر کی مانند ہوتی ہیں مگر چھوٹی۔ اس کے مشرق میں ایک زمیندار ہے چاتوا نام ہے پاس ۲ ہزار سوار ۵۰ ہزار پیادوں سے زیادہ ہاتھیوں کا خدیو ہے۔ اسی کی مانند ایک زمیندار دادھی رادھی ہے۔ سو سوار و پنج ہزار پیادے اُسکے زیر حکم ہیں۔ شمال میں ناہر راؤ زمیندار ہے دو سو سوار ۵ ہزار پیادے اس پاس رہتے ہیں۔ پہلے اس کے پاس ایک زمیندار ہتھیار راؤ تھا۔ اب اُس کی زمین کے اور مالک ہو گئے ہیں۔ سب زمیندار قوم کے گونڈ ہیں ہُنکی زمین میں فیل صحرائی بہت پیدا ہوتا ہے۔ ہمیشہ وہ حاکم مالوہ کے مطیع تھے پہلے مر زبان گڈہ کے اور اب سرکار ہنڈیہ کے۔

نرنالہ۔ پہاڑ پر ایک بڑا قلعہ ہے۔ بہت عمارتیں اس میں بنی ہوئی ہیں اس کے پاس بجا راؤ زمیندار رہتا ہے دو سو سوار اور پنج ہزار پیادے اس پاس رہتے ہیں دوسرا زمیندار ڈونگر خان ہے ۵۰ سوار اور ۳ ہزار پیادے اس پاس رہتے ہیں۔ یہ دونوں اوس گونڈ سے ہیں بالا پور کے نزدیک دوندیان ہیں اُسکے گرد اگر خوش رنگ پتھر طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ لوگ ان کو تراش کر اپنے پاس رکھتے ہیں اس سے چھ کوس پر شاہزادہ سلطان مراد نے اپنا بنگاہ بنایا تھا۔ شاہ پور اس کا نام رکھا تھا جو ایک عمدہ شہر ہو گیا۔

سبل گڈہ کے نزدیک ایک چشمہ ہے کہ چوب اور اُسکے سوار جو چہر اس میں ڈالودہ پتھر جاتی ہیں کلم قدیمی عمدہ شہروں میں سے ہے گاؤمیش عمدہ ہوتی ہے اُسکے پاس ایک زمین ہو سکنا نام

ب۔ جیو ہے وہ اوس گونڈے ہے چاندنام سے زبان زد خلعت ہے ہزار سوار چالیس ہزار
پیادے اس پاس ہیں۔

تیرا گدہ مین الماس کی کان ہے اس میں تصویر دار پارچہ اور اور پارچہ بھی خوب بننا جاتا ہے۔
بت جیو اسپر قابض تھا تھوڑا عرصہ گذرا کہ وہ اس سے چھین گیا۔ فیل صحرائی بہت ہوتے ہیں
باسم کے پاس بومیان رہتے ہیں ان کو ہشکران کہتے ہیں ایک لاکھ سوار پانچہزار پیادے
ان پاس ہیں ان میں زیادہ تخت فروش و قمر گزین آدمی ہوتے ہیں۔ ایک اور زمیندار
ہے جسکو بنجارہ کہتے ہیں سو سوار اور دو ہزار پیادے اس پاس رہتے ہیں۔ آج کل ایک عورت
سرداری کرتی ہے دونوں قوم کے بچوت ہیں۔

ماہور پہاڑ پر ایک عمدہ قلعہ ہے اس کے پاس ایک بت خانہ ہے دو گاسے منسوب ہے اس ملک
میں اسکو بجلد تھا کہتے ہیں۔ گاؤ میش خوب ہوتا ہے آدہ من یا اس سے زیادہ دودھ دیتا،
بومی یہاں کا اندر جیو راجپوت ہے سو سوار ہزار پیادے اس پاس رہتے ہیں اور اسکو رانا
کہتے ہیں۔

مانگ درگ پہاڑ پر ایک عمدہ قلعہ ہے اس کے گرد ایک بڑا جنگل ہے۔ چاند کے نزدیک ہے۔ ابھی
علاذری میں نہیں آیا۔

سرکار پاتھری میں جینتور ایک قصبہ ہے ہمیشہ جواہر و نفاس کی خرید و فروخت وہاں ہوتی ہے۔
ملنگانہ قطب الملک کے ملک سے متعلق تھا کچھ دنوں سے مر زبان برائے لے لیا ہے اور دینور مل میں فوج لاد
وغیرہ کی کائنات میں بنگین آوند ہاے گزین تراشتے ہیں گاؤ بہت عمدہ ہوتی ہے تعجب یہ ہے کہ یہاں
خروس ایسا ہوتا ہے کہ اسکی ہڈیاں اور خون سیاہ فام ہوتے ہیں چنپانیری ایک بومی دیس مکہ
سے اسکے فضائل عمدہ ہیں۔

رائگر (راگر) مضبوط قلعہ پہاڑ پر ہے اور اس کے گرد بہت جنگل ہے صحرائی فیل بہت ابھی وہاں عمل شاہی ہوا
کنار مہر کا پٹہ ہے اسکی بڑی پرستش ہوتی ہے یہاں اسکو بشن گیا کہتے ہیں۔ گیا تین جگہ ہیں جہاں پٹن

باپ دادا کو نجات ہوتی ہے۔ ایک پہاڑ میں گیا ہو وہ برہما سے منسوب ہے ایک اور گیا جسکو
رودر سے منسوب کرتے ہیں وہ بیجا پور کے پاس ہے اور یہ ایک حوض ہے چشمہ دار بہت گہرا
لمبان چوڑاں میں ایک کوس اسکے گرد اونچا پہاڑ ہے۔ آب شور اس میں ہوتا ہے اگر اُسکے
اندر کنارہ پر کھودیں تو شیریں پانی نکلتا ہے آگینہ و صابون و شورہ کا مایہ اس سے خوب
حاصل ہوتا ہے بہت محصول اس سے حاصل ہوتا ہے کوہ کے اوپر چشمہ ہے اس کا دہن گاؤ کی
شکل کا ہے اور تیسری گیا ایک چشمہ کوہ پر ہے اس کا دہن گائے کی شکل کا ہے۔ بندر بہت ہوتے
ہیں۔ پٹیالہ ایک استوار قلعہ پہاڑ پر ہے۔ پتال نگر میں اُسکے مصافحات سے ہے ۲۴
تختہ نمہ کوہ میں تراشے ہیں ہر ایک بت نہایت نادر ہے۔

اس صوبہ میں تیرہ سرکار ۲۲ پر گئے ہیں مدت سے یہاں بندوبست ہوا ہے اس دیار
کا ٹنکہ دہلی کے ۸ ٹنکہ کی برابر ہوتا ہے اصل میں جمع ساڑھے تین کروڑ ٹنکہ تھی جسکے ۵۶ کروڑ
دام ہوتے ہیں۔ کچھ دکنیوں نے بڑھاکر ۳ کروڑ ۷۵ لاکھ ۲۵ ہزار ۳ سو ۵۰ ٹنکہ کر دیے ہیں۔
ملطان مراد کے زمانہ میں ۲۶ لاکھ ۷۳ ہزار ۴ سو ۵۰ ٹنکہ براری کا اضافہ ہوا تھا سیب
۶۰ کروڑ ۹ لاکھ ۳ ہزار ۲ سو ۷۲ دام دہلی کے ہوئے ان میں سے ۸ پر گئے سرکار کے حکم سے
داخل چاندا کے ہیں جسکی جمع مقرر نہیں ہوئی اور سرکار کھیر لہ سے ۲۲ پر گئے چاٹوا اور بعض
اور زمین دار رکھتے ہیں۔

صوبہ گجرات

طول میں برہان پور سے جگت تک ۳۰۲ کوس عرض میں جالور سے بندر من تک ۲۶۰ کوس۔
اور اندر سے بندر کھمبایت تک ۷۰ کوس مشرق میں خلدیس شمال میں جالور۔ جنوب میں بندر
من و کھمبایت۔ مغرب میں جگت کہ ساحل دریا ٹی شور پر ہے اور کوہ جنوبی عمدہ رودبار۔ شور دریا۔
سا برمتی۔ مائرک۔ ہندری۔ زبدہ۔ پتی۔ کسرتی۔ دو چشمے ہیں جنکو جونا و گنگا کہتے ہیں۔ ہوا
اعتدال کے نزدیک پمایش کم ہوتی۔ پیشتر نسقی ہے بندوبست پہلا ہی رہتا ہو۔ کھیتی اور باغ

کے گرد و توّم لگاتے ہیں جس سے ایک عمدہ حصار بن جاتا ہے۔ اس سبب یہ ملک بڑا دشوار گزار ہوتا ہے۔ بعض آدمی پیش بینی سے چوڑی چوڑی بنیادیں رکھتے ہیں اور ان پر دیواریں جن میں کلاک ہوتے ہیں بناتے ہیں اور ان میں مخفی راہیں رکھتے ہیں۔ سوار اکثر پہلی پر ہوتے ہیں بیشمار نقاش و خاتم بناد اور پیشہ ور رہتے ہیں۔ صدف کا کام ایسا بناتے ہیں کہ خوشخط معلوم ہوتا ہو قلندران و صندوچے بناتے ہیں۔ روم و فرنگ و ایران کے طرح طرح کے قماش کی تقلید کرتے ہیں۔ شمشیر و جہد و کپھوہ و تیر و کمان خوب بناتے ہیں جو اہر کی خرید و فروخت ہوتی ہے روم و عراق اور اور مقاموں سے نقرہ آتا ہے۔

پہلے اس کا پانی تخت پٹن تھا۔ پھر کچھ دنوں چائینا نیر ہوا اور اب احمد آباد ہے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے نہایت عمدہ طرح سے آباد ہوا ہے۔ ساہر متی کے کنارہ پر ہے۔ عرض بلد ۳۲ خوش ہوائی میں اور ساتون تسلیم کا اسباب موجود رکھنے میں اپنا جواب کم رکھتا ہے اس میں دو قلعے ہیں اسکے باہر ۳۶ محصورہ ایک خاص نظر ہیں ہر ایک کا نام پورہ ہے ہر ایک پورہ میں جو شہر کے لئے ضروری چیزیں ہوتی ہیں موجود ہیں۔ اب ۸۴ پورے آباد ہیں انہیں ہزار سنگین مسجدیں ہیں اور ہر مسجد میں دو منارہ اور نادر کتابے۔ رسول آباد کے پورہ میں شاہ عالم پڑشاہ عالم بخاری کا فرار ہوا احمد آباد سے تین کوس پر ایک قصبہ تو ہے قطب عالم پڑشاہ عالم اور بزرگوں کی خواجگاہ ہوا اسکے پاس نایت عمدہ باغ ہیں ایک ہاتھ کی برابر پارچہ قطب عالم کی درگاہ میں آج جس کا کچھ حصہ چوپ و کچھ سنگ کچھ حصہ ہیں ہر عجیب عجیب داستانیں اسکے باب میں گھڑی جاتی ہیں تین کوس پر ایک موضع سرکھج ہے اس میں شیخ احمد کھٹوا کی قبر ہے سلطان احمد کی جسکے نام پر احمد آباد بسایا گیا ہے اور بہت سے سلاطین کی یہاں قبریں ہیں نیل یہاں کا عمدہ ہوتا ہے روم جاتا ہے۔ بارہ کوس پر محمود آباد ایک شہر ہے سلطان محمود نے اسے آباد کیا تھا پھر کوس مربع میں دشنین کا رخ بنائے ہیں اسکے گرد ایک دیوار گچی ہے اور ہر آدھ کوس پر ایک باغ و سر منزل بنایا ہے آہو اور طرح طرح کے شکاران میں چھوڑے جاتے ہیں۔

ایدرین ایک یہین کارہینے والامزبان ہے نراین واس اس کانام ہے بہت ریاضت کرہے
 اول غلہ گائے کو کھلاتا ہے اور اس کے گوبرین سے جو دانے نکلتے ہیں ان کو چین کر اپنی غذا
 کرتا ہے۔ اور برہمن کو بڑا مقدس سمجھتا ہے اس کو الوس راٹھورین بزرگ سمجھتے ہیں پانچویں
 سواراوس ہزار پیادے اس پاس ہیں بندر گھوگہ و کنبھایت اس سرکار میں ہیں۔ کنبھایت
 بہت بڑا بندر گاہ ہے طرح طرح کے سوداگر اور بہت سی عمارتیں اور اسباب اس میں ہیں
 گھوگہ سے جہاز روانہ ہوتا ہے اور وہیں آتا ہے بحرے و کشتیاں جن کانام ناوری سے کنبھایت
 میں لاتے ہیں۔

جھالوارہ قدیم زمانہ میں ایک ملک جدا تھا۔ اس میں بارہ سودھیات آباد تھے۔ طول میں ۷
 کوس عرض میں ۸ کوس تھا ہزار سوار اور اسی قدر پیادے اس میں رہتے تھے اب اس میں دو ہزار
 سوار اور ۳ ہزار پیادے رہتے ہیں۔ اس کا حاکم گجرات کا ماتحت رہتا ہے اسکے چار حصوں
 میں زیادہ تر الوس جھالہ رہتے ہیں اب اس کو سرکار احمد آباد کا ایک پرگنہ شمار کرتے ہیں
 پٹن میں دو قلعے ہیں ایک سنگین دوسرا نشی طول بلد ۱۰۱۷ و عرض بلد ۲۳۰۔

سدہ پور ایک قصبہ ہے سستی کے کنارہ پر بڑا معبد ہے۔

بڑنگر قدیمی بڑا شہر ہے میں سو بھانے اس میں ہیں ہر ایک بھانہ کے پاس ایک کولاب
 اور بہت برہمن اس میں بستہ ہیں۔

چانپانیر نہایت عمدہ قلعہ بہت اونچے پہاڑ پر ہے ڈھانی کوس تک دشوار گزار ہے۔ کئی
 جگہ دروازے لگائے ہیں اور ایک جگہ ۶۰ گز کاٹ کر تختہ بند کیا ہو وقت پر اس کو کام میں لاتے ہیں
 سورت۔ نامور بندر میں سے ہے اسکے قریب دیر ماتپتی گذرتی ہے۔ سات کوس پر دیر مات
 شور سے ملتی ہے۔

راینر اسٹروٹ دریا کے ایک بندر اسکے قریب میں سے ہے پہلے زمانہ میں ایک بڑا شہر تھا بندر
 کھنڈوی۔ بلسار بھی اسکے مضافات میں سے ہیں۔ زرڈشتی کشی آدمیوں نے فارس سے آن کر

یہاں اپنا گھر بنایا ہو زندہ پاژند پڑھتے ہیں اور دخی بناتے ہیں پادشاہ کے صلح کل ہونے کے سبب سے ہر طائفہ کا میاب ہوتا ہے پادشاہی کا پردازوں کی اور سرحد کے سپہ سالاروں کی بے پردائی سے اس سرکار کا بہت حصہ ابھی سے اہل فرنگ کے ہاتھ میں ہے جیسے کہ دمن۔

سنجان و ماراپور و ماہم اور بہت سے اور شہر اور بندر اہل فرنگ کے پاس ہیں ہر وجہ میں ایک عمدہ قلعہ ہو آب زندہ اسی کے کنارے جا کر شور دیا زمین ملتا ہی اسکو بڑے بندروں میں شمار کرتے ہیں بندر کاوی۔ گندھار۔ بھاجھوت۔ بھنکورا اسکے قریب میں سے ہیں اسکے نزدیک قصبہ بانسوت ایک شکار گاہ ہے۔

سرکار سورٹھ ایک ملک جدا گانہ تھا ۵۰ ہزار سوار ایک لاکھ پیادے اس میں رہتے تھے قوم گھلات اس میں بزرگی رکھتی تھی۔ طول میں بندر کھوکھ سے بندر آرام کو تک ۱۲۵ کو س اور عرض میں ۲۰ سے بندر یوت تک ۲۰ کو س شرق میں احمد آباد شمال میں ولایت کچھ جنوب و عرب میں دریاء شور ہوا اسکی سازگار۔ میوہ گل فسادان۔ اس صوبہ میں ۹ سرکار ۱۹۸ پر گئے انکے درمیان تیرہ بندر ہیں جمع ۴۳ کروڑ ۶۸ لاکھ ۲۲ ہزار میں سو ایک دام و ایک لاکھ ۶۲ ہزار ۲۸ سو ۳۲ محمودی حاصل بنادر زمین سپیوہ سوار سورٹھ کے جو نقدی ہے ایک کروڑ ۶۹ لاکھ ۳۴ ہزار ۳۳ سو ۳۲ بیکہ ۳ سو ۱۰۰ ہیں ۴۰ لاکھ ۲۰ ہزار ۲ سو چوبتر دام سیورغال بومی ۱۲ ہزار ۴ سو ۴۰ سوار اسٹھ ہزار ایک سو پیادے۔

طول میں موضع بھکر و مضافات انہر سے بیکانیر و جیسلمیر تک ۱۶۸ کو س عرض میں نہایت سرکار اجیر سے بانسواڑہ تک ۵۰ کو س شرق میں دارالخلافہ شمال میں قصبات و ہلی جنوب میں بحر مغرب میں دیپال پور۔ ملتان۔ زمین ریگستانی۔ پانی دور جا کر نکلتا ہے کشت و کار کا مدار بارش و زمستان اعتدال کے نزدیک تابستان بہت گرم۔ ربیع کم ہوتی ہے۔ جھاری اور لٹرہ موٹھ ساتوان۔ آٹھوان حصہ غلہ کا دیوان کو دیتے ہیں اور نقد کم عوام الناس پھونس بانس کے چھوٹے زمین خراگہ کی طرح رہتے ہیں اس میں کوہ جنوبی اور دشوار گزار جا ہیں۔ یہ صوبہ میواڑ و ماروار و ہاڈوئی سے بنا ہے۔ صوبہ اجیر کو یہ سمجھو کہ وہ راجپوتانہ کے ساتھ مشرق حد در کھتا ہے اس صوبہ میں سات

سرکار دہلی پر گئے۔ زمین پچودہ دو کروڑ ۱۱ لاکھ ۳۵ ہزار ۹ سو ۴۱ بیگہ بسوہ جمع نقدی ۲۸ کروڑ ۸ لاکھ ایک ہزار ۵ سو پچپن دام آئین سے ۲۳ لاکھ ۲۶ ہزار ۳ سو ۴ دام سیونرغال بومی ۸۶ ہزار ۵ سو ۳ لاکھ ۷۴ ہزار پیادے راجپوت۔

صوبہ ہلی

اقلم سوم سے طول میں ٹول سے لودھیانہ تک جو ساحل دریائے ستلج پر واقع ہے ۱۶۵ کوس اور عرض میں سرکار ریواڑی سے کوہ کیا یون تک ۴۰ کوس اور حصار سے خضر آباد تک ۳۱ کوس مشرق میں دارالخلافہ آگرہ مشرق و شمال کے درمیان خیر آباد صوبہ اودھ۔ شمالی کوہستان سے پورے جنوب میں صوبہ لکھنؤ و جمیر و غرب میں لدھیانہ۔ اسکے عمدہ دریا گنگا و جمن ہیں ان دونوں دریاؤں کا آغاز اسی صوبہ میں ہوتا ہے۔ لکھنؤ اور بہت سی ندیاں ہیں بیشتر کوہ شمالی سے وہ نکلتی ہیں آب ہوا اعتدال کے نزدیک زمین بہت سیلاب بعض جگہ زراعت سے فصلہ ہوتی ہے ایرانی و تورانی و ہندی سیوی اور طرح طرح کو کھول بہت۔ سنگ خشت کی عمارات عالی چشم کی فروغ افزا اور دل کی عشرت افروز ساتون و لایٹون کا اسباب بیان ایسا موجود رہتا ہے کہ کہیں اور کمر رہتا ہوگا۔

دہلی بہت پرانے شہروں میں سے ہے اول اُسکا نام ندرپت تھا طول بلد ۱۱۴ و عرض بلد ۲۵ و ۵۸ اُسکو جو اقلیم دوم سے بعض کہتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں اُسکے عرض بلد کو کھین کوہ جنوبی (دارولی) کا آغاز پہلے سے ہوتا ہے۔ سلطان قطب الدین اور سلطان شمس الدین قلعہ پتھورامین کہتے تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے اس قلعہ کو گورستان سمجھا۔ دوسرا قلعہ بنایا۔ عمارت دل کشا بنائی جو گنگا راہ میں جاتا رہائی پانا۔ معز الدین کے قبائلی نے چون دریا کے کنارہ پر ایک شہر آباد کیا اس کا نام کیلو کھری رکھا قران السعدین میں اس شہر و قصر کی تعریف حضرت امیر خسرو نے لکھی ہے۔ اب وہاں جنت آشیانی کی خواہنگاہ ہے یعنی ہمایوں کا مقبرہ ہے اور ایک عالیشان عمارت سی بنگی۔ ہے سلطان علاء الدین نے ایک اور شہر کی بنیاد رکھی اور اپنا قلعہ بنایا اس کا نام سیری رکھا تعلق آباد تعلق شاہ کی یاد کا ہے اُسکے بیٹے سلطان محمد نے ایک شہر اور بنایا اور بلند ایوان بنائے اور ہزار ستون سنگ

رخام کے لگائے اور منازل و مکث بنائیں سلطان فیروز نے اپنے نام سے ایک شہر فیروز آباد آباد کیا اور دریا جو ن کو کاٹ کر شہر کے قریب لایا فیروز آباد سے تین کوس پر ایک اور کوٹنگ بنایا اور جہان ناما اس کا نام رکھا تین بڑی نقبین بنائیں کہ ان میں اہل حرم کے ساتھ سوار ہو کر جاتا۔ وہ ایک دریا کی طرف ۵ جریب۔ دوسری جہان ناما کی طرف دو کوس۔ تیسری دہلی قدیم کی طرف پانچ کوس۔ جنت آشیانی (رہایون) نے قلعہ اندر پت کی تعمیر کرا کے دین پناہ نام رکھا۔ شیر شاہ نے دہلی علانی کو دیران کر کے ایک جدا شہر شیر گڑھ آرا سے کیا۔ اکثر اس شہر کے آثار شیوا زبانی کرتے ہیں اور بڑے بڑے اندر پر ٹھاتے ہیں لیکن اب پھلی دہلی سے زیادہ دیران ہے اور اس میں گورستان آباد ہیں۔ خواجہ قطب الدین اوشی و شیخ نظام الدین اولیا۔ شیخ نصیر الدین محمود چلغ دہلی و ملک یار پیران۔ شیخ صلاح و ملک کبیر اولیا۔ مولانا محمد۔ حاجی عبدالوہاب۔ شیخ عبدالقدقریشی و شیخ شمس ترک بیابانی۔ و شیخ شمس اوتاد و امیر خسرو اور بہت سے ایزد شناس۔ حق پرست اس سرزمین میں خواب واپسین میں آرام کرتے ہیں۔ سلطان شہاب الدین غوری۔ سلطان شمس الدین۔ سلطان ناصر الدین غازی و سلطان غیاث الدین۔ و سلطان سکندر لودی کی خواب گاہیں یہیں ہیں بہت سے زندہ آدمیوں نے خواب گاہ واپسین کے لیے دلگذا جائیں اور باغ بنائے ہیں طبیعت پر و ہون کو سرمایہ شا و خواب عشرت و خرد بندوں کے لیے دار وے بیداری۔ کوہ اسلام آباد میں ایک چشمہ بہت گہرا ہے اس میں ہمیشہ گرم پانی جو ٹپک رہا ہے اس کو پیر جاس کہلاتے ہیں اس کو ہندی بڑی عبادت گاہ جانتے ہیں۔ سوامتر رکھید نے پہاڑ کے تیس بیگہ کو گہرا کھود کر ایک عبادت گاہ بنائی تھی آج کے دن وہ پہلی طرح سے اپنی داستان کہتی ہے۔

باداؤن ایک بڑا شہر ہے بہت اولیا کی قبریں اس میں ہیں۔

اس صوبہ کے کوہ شمالی کے نزدیک حصہ کو کوہ کمایون کہتے ہیں۔ کان طلا۔ نقتہ۔ کرم۔ پیلیہ و آہن مس۔ ہرنج و تگنار کی اسمیں ہیں آہوے مشکین و گاؤ قسطاس۔ کرم پیلیہ و باز و

شاہین اور شکاری جانور و عمل واسط کوٹ بہت وہاں ہوتے ہیں سرکار سنبھل میں بہت شکار ہوتا ہے کرگدن (گیت ڈا) بھی ہوتا ہے۔

ہانسی ایک بڑا شہر ہے شیخ فرید شکر گنج کے خلیفہ شیخ جمال کی خواہگاہ ہے قصبہ سہنہ کے قریب ایک کولاب پہاڑ پر ہے کہ ہمیشہ اس میں گرم پانی جوش کرتا ہی کان کو گرد کی نیرنگی دکھاتا ہی حصار سلطان فیروز آباد کیا ہوا ہے۔ جتنا سے نہر کاٹ کر اُس کے اندر لایا۔ کسی آہنی پرستار اُس کو فرماندہی کی نوید دی تھی۔ اُسکی خواہش سے یہ نہر بنائی۔ تعجب یہ ہے کہ قصبہ سہنہ کے پاس ایک کولاب میں یہ نہر داخل ہو کر ناپید ہو گئی۔ اس حوض کو بھدرا کہتے ہیں۔ اس زمین پر روہ بلو کم اور آب چاہ بہت دور نکلتا ہے۔

سہنہ نامور شہر ہون میں سے ہے حافظ خرنہ کا باغ دیکھنے والوں کی نشاط افزائی کرتا ہے۔ مختا فیسر بزرگ معبد ہو دریا سے سرستی اُس کے پاس گذرتی ہے۔ ہندوؤں کو اُسکی طرف پرستش کا بہت میل ہے۔ اُس کے نزدیک کولاب کے کرکھیت اس کا نام ہے دور دور سے آدمی نہان اشنان کے لئے یہاں آتے ہیں ہما بھارت کی لڑائی یہیں ہوئی ہے۔ اس صوبہ میں ۸ سسرکار ۲۳۲ پرگنے ہیں زمین پیویدہ دو کروڑ ۸۵ لاکھ ۲۶ ہزار ۸ سو ۶۱۶ ۱۴ بسوہ۔ جمع ۶۰ کروڑ ۱۶ لاکھ ۱۵ ہزار ۵۵ دام اس میں سے ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ ۵۵ ہزار ۷ سو ۳۹ دام سیورغال۔ بومی ۳۱ ہزار سوار چار سو ۹۰ سوار ۲ لاکھ ۲۲ ہزار ۳ سو ۵۳ سیاہ طول میں آب ستلج سے دریا سند تک ۸۰ کوں عرض میں بھلیر سے چوکنڈی مضاف سنگرہ تک ۸۶ کوں مشرق میں سرہند شمال میں کشمیر جنوب میں بیکانیر۔ اجمیر مغرب میں ملتان۔ چھہ عمدہ دریا اس میں ہیں اور سب کوہ شمالی سے نکلتے ہیں ستلج کا پُرانا نام شندہ ہے اس کا سرچشمہ کوہ کاہلور ہی۔ اس دریا کے کنارہ پر روڑہ۔ ماچھیواڑہ۔ لودھیانہ ہیں۔ گذر بوہ پر بیاہ اس سے ملتا ہے۔ بیاہ کا پہلا نام بیا شاہ اس کا آغاز بیاہ کند سے ہوتا ہے۔ جو کوہ کلو کے نزدیک ہے سلطان پور اس دریا کے نزدیک ہے

راوی اس کا پرانا نام ایراوتی ہے۔ کوہ بھدرال سے نکلتی ہے۔ دارالملک لاہور اس پر ہی
 پنجاب اس کا پہلا نام حیدر بھاگا ہے۔ کوہ کھنوار کے اوپر دو خوشگوار چشمے نکلتے ہیں ایک کو
 چندر دوسرے کو بھاگا کہتے ہیں اور کھنوار کے نزدیک وہ مل کر اس دریا کے نام سے
 مشہور ہیں۔ بہلول پور سردھرو ہزارہ میں وہ گزرتا ہے۔ بہت (جہلم) پہلے لوگ اسکو
 بدستما کہتے تھے اس کا آغاز ایک حوض سے ہوتا ہے جو کشمیر میں پرگنہ دیر میں ہے۔
 وہ سری نگوار الملک کشمیر کے درمیان گزر کر ہندوستان میں آتا ہے۔

بہیرہ اس کے کنارہ پر ہے۔ سندھ کا آغاز کشمیر کا شگر کے درمیان بتلاتے ہیں بعض
 خدایان حدو سواد و اٹک بنارس و چوپارہ سے بلوچستان میں گزرتا ہے۔ شہنشاہ اکبر
 نے ستلج و بیاہ کے دو آب کا نام بیٹہ جالندھر رکھا۔ بیاہ و راوی کے درمیان کا نام باری
 و واہ راوی و پنجاب کا نام رچنا اور پنجاب و بہت (جہلم) کے درمیان کا نام جھٹ
 رکھا۔ بہت و سندھ کے درمیان کا نام سند ساگر۔ ستلج سے بیاہ تک ۵۰ کوس کا بیاہ
 راوی تک ۷۰ کوس کا۔ راوی سے پنجاب تک ۴۰ کوس کا اور راوی سے بہت تک ۲۰ کوس کا
 اور اسے سندھ تک ۶۸ کوس کا فاصلہ ہے۔ یہ ملک آباد ہے آپ ہوا اسکی بہت سازگا
 زراعت میں اپنی نظیر کمتر رکھتا ہے اکثر حصہ اس کا کنوئ کے پانی سے سیربز ہوتا ہے اگرچہ ایران
 و توران کا سا جاڑہ نہیں پڑتا۔ لیکن ہندوستان کے اور مقامات سے زیادہ سخت ہوتا ہے
 یادشاہ کی توجہ سے توران و ایران ہندوستان کا عمدہ اسباب موجود رہتا ہی بعض جا ریگ
 شوی کرنے سے طلا و نقرہ و س و ردی و جہت و برنج و شیشہ نکلتا ہے یہاں ہنرمندانہ کا
 طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ لاہور و واہ باری میں ایک بڑا شہر ہے بزرگی اور انبوہی مرم
 اسکی مثل کمتر ہیں پرانی تاریخوں میں لہار و دیکھا ہے طول بلد ۹۰۔۲۲ عرض بلد ۵۰۔۵۰
 شہنشاہ اکبر نے یہاں قلعہ وارک خشت پختہ بنایا ہے۔ چونکہ کچھ دنوں وہ اس کا پایتخت
 رہا اس لیے مالیشان کاخ بنائے گئے اور دلکشا باغون سے شاداب کیا گیا۔ ہر طرح کے

آدمی بڑا آباد ہوے اور طرح طرح کے نادر کام انھوں نے بیان کئے۔ انہوں ہی و بزرگی میں
اندازہ سے زیادہ گزر گیا۔ نگر کوٹ پہاڑ پر ایک شہر ہے اس کے قلعہ کو کانگرہ کہتے ہیں وہ پر
اوپنے پہاڑ پر ہے۔ شہر کے نزدیک مہامانی کی زیارت گاہ ہے جس کو ہندو نمودار ایزدی جانتے
ہیں۔ دور دور سے زیارت کو آتے ہیں اور اپنی مراد میں پاتے ہیں تعجب یہ ہے کہ اپنی خوش
روائی کے لئے زبان کاٹتے ہیں بعض کی چند ساعت میں اور بعض کی ایک دو روز میں زبان
درست ہو جاتی ہے۔ اگرچہ حکمت پیشہ لوگ زبان کو ردیندہ جانتے ہیں لیکن اس طرح جلد ہی سے
اس کا بڑھ جانا تعجب خیز ہے اس کو افسانوں میں ہنخوابہ مادیو کا ہندو کہتے ہیں اور اس
گروہ کے وانا اسکی قدرت کو اس نام کے سبب سے جانتے ہیں اس کا حال یوں بیان کرتے
ہیں کہ اُس نے اپنے نام لایم کام دیکھ کر اپنے تئیں ہلاک کیا اور اسکی سپیکر چار جگہ جا کر پڑی
سراور بعض اعضا شمالی کوہ کشمیر میں کامراج کی طرف اس کا نام سارو دھاپے۔ کچھ
اعضا بیجا پور دکن کے قریب اُس کو بلجا بھوانی کہتے ہیں۔ کچھ مشرق میں کامرو کے نزدیک
گئے اُس کو کانجا کہتے ہیں اور جو اپنی جگہ پر ہے اُس کو جالندھری کہتے ہیں اور اس مشرق
کو اس کا مدار سمجھتے ہیں اسکے نزدیک کی جگہ مشعل کی مانند شعلے نکلتے ہیں اور بعض مثل
لوکے اُٹھتے ہیں۔ آدمی انکی زیارت کو جاتے ہیں اور شعلہ پر طرح طرح کی چیزیں چڑھاتے
ہیں اور اُس نے جستگی کی امید رکھتے ہیں اُنکے اوپر گنبد بنایا ہے وہاں ایک عجیب گام
رہتا ہے۔ تحقیق یہاں معدن کو گرد ہو عامہ اُسکو غارق عادات جانتے ہیں سندسار کے
وسط میں شمس آباد کے نزدیک ایک ریاضت گاہ بالنا تھ جوگی کا ہو اسکو تلمہ بالنا تھ کہتے ہیں۔
ہندوستان کے اہل ریاضت اُس کو بزرگ سمجھتے ہیں اور اُس کی زیارت کو جاتے ہیں
خاص کر جوگی۔

اس نواح میں نمک سنگ بھی ہوتا ہے اُس کا پہاڑ طول میں ۲۰ کوس کم ہو اُس سے
نمک تراش کر جدا کرتے ہیں اور بعض اُٹھا کر لاتے ہیں اور اس سے جو کچھ فضل ہوتا ہے تین حصے

اسکے کھودنے والوں کو دیتے ہیں اور ایک حصہ اُسکے لانے والوں کی مزدوری بہتی ہے۔
 سوداگر آدمے دام سے لے کر دو دام تک فی من خریدتے ہیں اور دور دورے جاتے ہیں
 اور زمین دار اور ہر مرد سچھے دس دام لیتا ہے اور سوداگر امن پچھے ایک روپیہ دیوان کو دیتا
 ہیں اور بہت سے ہنرمند اس نمک کے طبق و سرپوش و کبابی و چراغدان بناتے ہیں۔
 اس صوبہ میں پانچ دو آبہ اور ۲۳ پرگنہ ہیں۔ زمین پیودہ ایک کروڑ ۶۱ لاکھ ۵۵
 ہزار ۶ سو ۳۴ بیگہ ۳ بسوہ جمع ۵۵ کروڑ ۹ لاکھ ۸۸ ہزار ۴ سو ۲۳ دام اُس کے اندر ۹
 لاکھ ۶۵ ہزار ۵ سو ۹ دام سیوزغال بومی ۵۴ ہزار ۴ سو ۱۰ سوار ۴ لاکھ ۲۶ ہزار ۸۶ پیادے
 اس سے پہلے کہ اس صوبہ میں ٹھٹھ کا اضافہ ہو طول فیروز پور سے سیدستان تک ۴۰
 کوس عرض میں خط پور سے جیسلمیر تک ۸۰ کوس۔ پچھے طول کچھ و مکران تک ۶۰ کوس
 شرق میں سرکار سہند پور سے شمال میں دریائے شور جنوب میں صوبہ اجیر مغرب
 میں کچھ و مکران۔ ملتان۔ ہندوستان کے پرانے شہروں میں سے طول میں ۶۰
 ۳۵ عرض بلد ۲۹ ۵۲ اس میں خشتین قلعہ اور بلند منار سے شہر کا حسن زیادہ ہو گیا کہ
 شیخ بہاء الدین زکریا کی اور بہت اولیا کی خواجگاہ ہے۔
 بھکار ایک عمدہ قلعہ ہے اس کو پرانی کتابوں میں منصورہ کہتے ہیں۔ چھیون دریا ملکر اُسکے
 نیچے سے گزرتے ہیں۔

سیوی و بھکر کے درمیان ایک بڑا دشت گریبون میں تین بیٹے اس میں اوجھتی ہے دریا رسند
 چند سال میں جنوب سے شمال کو بہنے لگتا ہے اور اُس سے بہت دھات بہ جاتے ہیں اس لئے
 وہاں مکان جس اورنے اور لکڑی کے بناتے ہیں۔

اس صوبہ میں ۲۳ سرکار ۸۸ پرگنہ ہیں۔ سب ضبطی۔ زمین پیودہ ۳۲ لاکھ ۷۳ ہزار
 ۹ سو ۲۳ بیگہ ۴ بسوہ جمع ۵۵ کروڑ ۹ لاکھ ۸۸ ہزار ۴ سو ۱۹ دام اس میں سے ۳ لاکھ
 ۵۹ ہزار ۹ سو ۴ دام سیوزغال ہے بومی ۸ ہزار ۷ سو ۸۵ سوار و ایک لاکھ ۶۵ ہزار

۴ سو ۵ پیادے۔

کشمیر۔ پگلی۔ بیزر۔ سواد۔ بجز۔ قندھار۔ زابلستان جس کا پاتخت پہلے غرنہ تھا اور اب کابل ہی اس صوبہ میں یہ سرکارین ہیں ہر ایک کا حال لکھا جاتا ہے۔

طول میں قندھار سے کش گنگ تک ۲۰ کر دہ۔ عرض میں دس کوس سے ۲۵ کوس تک شرق میں پرستان و دریائے چناب شرق جنوب میں ہمال و کوہ جو شرق شمال میں بہت کلاں مغرب میں پگلی و دریائے کش گنگ۔ مغرب جنوب میں ولایت لگھر۔ مغرب شمال میں بہت نردچارون طرف شمالی کوہ۔ ہندوستان سے ۲۴ راہیں کشمیر کو جاتی ہیں لیکن راہ بھنجر و پگلی سب زیادہ عمدہ راہ ہے اس میں زیادہ تر سوار جاسکتے ہیں۔ بھنجر کی راہ بہت نزدیک ہے اور اس کے کسی شعبے میں ان میں تین عمدہ دالیاں ہستی و تر پہلے اسی راہ سے لشکر و کون کی آمد و رفت تھی۔ دوم پیرنجال شہنشاہ اکبر تین دفعہ اسی راہ سے کشمیر کی سیر کو آیا۔ اگر اس کو ہمارے کھاؤ و گھوڑے کو حلال کریں تو اسی وقت ابر و باد کا جوش رہتا ہے برف و بار میں ہستیا ہی موسم تنک تلبہ۔

کشمیر ایک دلکش ملک ہے اگر اس کو ایک باغ ہمیشہ بہار مع ایک قلعہ آسمانی کے کہیں تو بجا ہی اگر اس کے سبک و چون کا عشرہ تکدہ اور گوشہ نشینوں کا خلوت کہہ کہیں تو سزاوار ہے۔ پانی خوشگوار۔ آبشار معافروں و ہوا سازگار۔ توران و ایران کی طرح برف و باران۔ ہندوستان کی برسات میں وہاں بھی مینہ برستا ہے زمین آبی خشک جنگل روح افزا۔ بنفشہ گل سرخ۔ زگر کے جنگل کے جنگل خود و پلوں کی گنتی نہیں ہو سکتی۔ بہار و خزاں دونوں بہت نادر تمام مکان چوہین چوہنزلہ اور اس سے زیادہ منزل کے مکان بناتے ہیں۔ دیوار بند کی۔ رسم نہیں۔ چھت کے اوپر لالہ بوتے ہیں بہار میں اس کی عجب نمائش ہوتی ہے۔ آئینہ پائین میں جانور و اسباب رکھتے ہیں دوسرے آئینہ میں آرام کرتے ہیں اور تیسرے اور چوتھے آئینے میں کچھ رخت خانہ رکھتے ہیں۔ لکڑی کی افراط و زلت بھی بہت آتے ہیں اس لئے سنگین و خشتی مکان نہیں بناتے

اگر برائے بھانے جو ہے ہوئے ہیں انھیں دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر ان زراون میں قائم رہے
 آج کل وہ سب خراب پڑے ہیں شہینہ کا کام طرح طرح کا ہوتا ہے خاص کر شال کا۔ ساتوں لایون
 میں شال یہاں سے ارمنان کے طور پر جاتی ہے یہاں سب سے بدتر و زبون تر چیز یہاں کے آدمی
 ہیں تعجب یہ ہے کہ باوجود آدمیوں کے زیادتی اور سرمایہ زندگی کے کمی کے فردی و در یوزہ
 گرمی بہت کم ہے سوار شاہ آلو و شاہ توت کے بہت میوے ہوتے ہیں۔ خرلوزہ و سیب و شفتالو
 اور زردالو بہت خوب ہوتے ہیں۔ انگور اگرچہ بہت ہوتا ہے لیکن اچھا نہیں ہوتا اور زیادہ تر
 وہ درخت توت پر پھل دیتا ہے توت کم کھاتے ہیں اُسکے پتے گرم پیلیہ کے کام آتے ہیں۔
 گلکٹ و تبت سے بیج لاکے بوتے ہیں تو وہ زیادہ اچھا پھل دیتا ہے زیادہ تر خوش رنگ
 و شراب ماہی اور طرح طرح کی سبزی ہے۔ سبزی تو خشک کر کے رکھ چھوڑتے ہیں۔
 برنج بچتے کورات کو باسی رکھ کر کھاتے ہیں۔ شالی بہت ہوتی ہے مگر اچھی میسر نہیں ہوتی۔
 گندم چھوٹا و سیاہ فام و کم ہوتا ہے اور کتر کھاتے ہیں۔ نخود و جوتہ بالکل ناپید ہے۔
 گدھے کی برابر گوسفند ہوتی ہے اُسکو ہڈو کہتے ہیں بہت نازک و خوش مزہ و گوارا ہوتی ہے
 آدمیوں کی زیادہ تر پوشش شہین ہوتی ہے ایک جامہ کو برسوں تک یہاں پہنتے ہیں۔ گھوڑا
 چھوٹا زور اور گریوہ کذا بہت ہوتا ہے فیل و شیر نہیں ہوتا۔ گاؤں سیاہ رنگ بدستھی ہوتی ہے
 مگر دودھ و روغن بہت عمدہ ہوتا ہے۔ بڑے شہر میں جتنے ہنر پیشہ ہوتے ہیں وہ یہاں
 ہیں۔ بازار کی رسم کمتر ہے اپنے گھروں میں خرید و فروخت کا ہنگامہ گرم ہوتا ہے پھو اور اوتار
 جان آزار شہر میں نہیں ہوتے۔ ایک پہاڑ مہادیو ہے جہاں تک اُسکی چوٹی دیکھی جائے
 کہیں سانپ نظر نہیں آتا۔ کبک و سپش و پشہ و گس بہت۔ بند و توکھی کثرت کے سبب
 غیل نہیں دکھائی دیتی اس کو ایک زہ کا بناتے ہیں کشتیوں میں سوار ہو کر کولابون کی
 سیل کرتے ہیں۔ سکاری جانور ہوا میں مرغابی کو شکار کر کے کشتیوں میں لاتے ہیں اور کبھی
 پانی کے اندر اپنے پانوں کے نیچے سے اس کو دبا کر اُسپر بیٹھ جاتے ہیں تو بہت تعجب ہوتا ہے

گوزن و کبک کا بھی شکار ہوتا ہے۔ پلنگ کا بھی شکار کرتے ہیں بارشی کا مدار سنتی پر ہے آدمی
بھاری بھاری بوجھ بیٹھ پر لا کر گریوہ نوردی کرتے ہیں۔ ملاح اور دروگر کی دکان خوب گرم
رہتی ہے۔ برہمن کی قوم بہت ہے۔

اگرچہ اہل ملک کی زبان خاص ہو لیکن علمی کتابیں انکی سنسکرت میں ہیں ان کا خط بھی جدا لکھا
ہے۔ اس میں کتابت کرتے ہیں اور توڑ ایک درخت کا پوست مڑتا ہے کہ تھوڑی سی کاریگری سے
اُسکے ورق ورق ہو جاتے ہیں اُسپر لکھتے ہیں اور وہ برسوں رہتے ہیں۔ پُرانی کتابیں اسپر
لکھی ہوئی ہیں سیاہی ایسی بناتے ہیں کہ شست و شو سے نہیں مٹتی۔ اگرچہ قدیم زمانہ میں
یہاں سنسکرت کے علم کا رواج تھا لیکن اب طرح طرح کے علم اور دانائے روزگار یہاں
موجود ہیں۔ ہند کی مانند طبابت و اختر شناسی ہے۔ چار دیوار تقلید کے رہنے والے یہاں بہت
ستی اور کچھ امامی و نو بخشی ہیں ان میں ہمیشہ دشمنی کے سبب لڑائیاں رہتی ہیں۔ زیادہ
تر یہاں ایرانی و تورانی آدمی ہیں۔ خیناگر بہت ہیں لیکن ایک آہنگ میں گاتے ہیں اور پتی
ہر ایک تال سے ہر ایک کے جگر پر ناخن لگاتے ہیں۔ اس ملک میں سب سے زیادہ شائستہ برہمن
ہیں اگر تقلید گزینی و عبادت پرستی سے ان کو رہائی نہیں ہونی مگر خدا تعالیٰ کی عبادت میں خوشگی
کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں اور اپنے مخالف مذہب پر طعن و طنز نہیں کرتے نہ زبان سے سول
کرتے ہیں نہ گاپوسے میں پاؤں رکھتے ہیں میوہ دار درخت لگاتے ہیں۔
یہی ان کا سرمایہ روزی ہو گوشت نہیں کھاتے عورت نہیں کرتے دو ہزار آدمی اس گروہ کے
ہونگے تو لچ اس ملک میں ۱۶ ماشہ کا ہوتا ہے ہر ماشہ میں ۶ سرخ مہر طلا کا وزن ۱۶ دانہ اور ہرنی
میں ۶ سرخ دہلی کے متعارف مہرون سے چار سرخ اس میں زیادہ ہوتے ہیں۔ ساسنوا ایک چاندنی
کا سکہ ۵ ماشے کا ہے پنجو ہوس کا سکہ ہوتا ہے دام کے چوتھائی حصہ کے برابر اسکو کسیرہ کہتے ہیں
اسے آدھی بارہ کافی ہوتی ہے۔ چوتھائی حصہ اس کا شکری ہوتا ہے۔ کسیرہ کہہ رہے ہیں کہ بہت
کہتے ہیں۔ ہم کسیرہ کو ساسنو۔ ڈیڑھ ساسنو کو سکہ و سو ساسنو کو ایک شہنشاہی تیار کے

موافق وہ ایک ہزار دام ہوتے ہیں۔ ساری ولایت کو ہندی حکیم پرستش گاہ جانتے ہیں۔ انہیں ۴۵ خاص بہادیوکے نام شمار کرتے ہیں ۶۴ بٹن کے نام ۳۰ برہما کے نام ۲۲ درگائے نام سات سو جگہ سانپ کی پیکر بنائی ہے اور اُس کو پوجتے ہیں اور اسکی عجیب عجیب داستانیں کہتے ہیں سری نگر دارا سلطنت ہے طول میں چار فرسنگ ہو دریا بھت دیار و کچھ کل اُسکے اندر گرتے ہیں۔ پچھلا دریا خشک ہو جاتا ہے دوسرے میں پانی اتنا کم ہو جاتا ہے کہ کشتی نہیں چل سکتی۔ مدت سے یہ شہر آباد ہو اور بہت کاریگروں کا گھر ہے۔ شال سنایت عمدہ بنتے ہیں۔ پشم سے سقا بہت کم بناتے ہیں۔ ورمہ و پٹو اور شچینہ تیار کرتے ہیں لیکن یہ پشینہ تبت کا عمدہ ہوتا ہے۔ میر سید علی بہانی چند روز اس شہر میں آیا اُسکی خانقاہ یادگار ہے مشرق میں ایک کو پچھ ہے جس کا نام کوہ سلیمان مشہور ہے۔ شہر سے ملے ہوئے دو بڑے کولاب ہیں سارے سال پر آب رہتے ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ باوجود لطافت و گوارائی آب کے مدتہائے دراز سے گندہ نہیں ہوتے۔ تحقیق یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اگر اوگتا ہے۔ ساری زمین نسقی غلہ بخش ہے۔ ضبط زمین و زرو سیم کی داد و ستد فی رسم نہیں ہے۔ سائر جہات میں سے ایک جزو نقدینہ ہے۔ نقد حبش کا حساب خروار شالی سے کرتے ہیں۔ اگرچہ مدت سے تو وہ کا نام لیا جاتا ہے لیکن دو حصوں سے زیادہ اٹھاتے ہیں بادشاہ کی داوگری کے سبب سے ادھا باز یافت ہوتا ہے قاضی کے قرار کے موافق ۳۰ لاکھ ۶۳ ہزار ۵۰ خروار ۱۱ ترک جمع تھی۔ ہر خروار میں ۳ من ۸ سیر اکبر شاہی ایک وزن پل ہے جو دو دام کی برابر وزن رکھتا ہے اُسکا آدھا چوتھائی بھی کلم میں آتا ہے ۷ پل آدھے پل کو سیر کہتے ہیں اور دوسیر کو نیم من اور چار سیر کو ایک ترک اور ۱۶ ترک کو ایک خروار اور اکبر شاہی ۸ سیر کا ایک ترک ہوتا ہے قاضی نے چند سالوں کا نرخ جمع کر کے اوسط نکالا۔ تو خروار کی قیمت ۲۹ دام ہوئی اور خروار نقدی ۱۳ ۱/۲ دام آئین پشین کے موافق برسر رکھی۔ پس جب مبلغ ۷ کروڑ ۶۴ لاکھ ۷۰ ہزار ۴۴ سو ۱۱ دام ہوئے اُسکے اندر ۹ لاکھ ۱ ہزار ۶ سو ۴۳ خروار اور ۸ ترک جسکے نقدیہ حساب کے موافق ایک کروڑ ۲۰ لاکھ ۲۳ ہزار

ایک سو ۸۳ سو ۸۳ دام ہے اور آصف خان نے بیچ مقرر کی ۳۰ لاکھ ۷۹ ہزار ۴ سو ۴۳ خروار منجملہ اسکے ۱۰ لاکھ ۱۱ ہزار ۳ سو ۳۳ خروار نقدی۔ بادشاہ نے زرباج تغا معاف کر دیا اس سبب سے ۶۷ ہزار ۸ سو ۲۲ خروار کی کمی ہوئی۔ یا یہ کہو کہ ۸ لاکھ ۹۸ ہزار ۴ سو ۴۳ دام گھٹ گئے آصف خان کی کساد رز کے لئے ۵ دام خروار کی قیمت میں گھٹا دیئے۔ اگرچہ خروار میں جمع آصف خان کی ۱۶ ہزار ۳ سو ۹ خروار ۵۰ ترک جمع قاضی علی سے زیادہ ہے لیکن یہ سبب بخشش کے حساب نقابین ۸ لاکھ ۶۰ ہزار ۴ سو ۳۲ دام کی کمی ہوئی اسی سبب سے اس نے خروار نقدی پر کہ کم بہا ہے بہت خیال رکھا جو جمع قاضی علی نے دفتر خانہ کو سپرد کی اسپین ۴۸ پر گئے تھے اور آصف خان کے نسخہ میں ۳۸ پر گئے تھے اصل میں بھی ۳۸ پر گئے تھے قاضی علی نے پرگنوں کی تقسیم کچھ اور طرح سے مواضع کو ادھر ادھر کر کے کی تھی۔

پہلے لوگوں نے ملک کے دو حصے کئے تھے مشرقی حصے کو مراج کہتے تھے اور مغربی کو
کامراج اب کہ کشمیر سے بہت سی سپاہ نکل آئی ہے اس کا یہ حال ہے کہ ہر آدمی ۴ ہزار ۹۲ سو
سوار ۹۲ ہزار ۴ سو پیادے ۔

طول میں ۳۵ کمرہ عرض میں ۵ کمرہ مشرق میں کشمیر۔ شمال میں کنور۔ جنوب میں بنگالہ۔
الوس لکھنؤ۔ مغرب میں اٹک۔ بنارس۔ اسکے کوہستان میں ہمیشہ برف برستی ہے دشت گاہ
میں کبھی کبھی۔ گرماسے سرما زیادہ ہوتا ہے۔ برسات ہندوستان کی سی ہوتی ہے۔ مین
وریا کشن گنگا، بہت ہندہ اس میں بہتے ہیں۔ زبان میان کی کشمیر کی نہ ہندوستان
کی نہ زابلستانی کی مانند ہے۔

اس سرکاریں تین ولایت ہیں۔ بنیر۔ سواد بجز اول طول میں ۱۶ کروہ عرض میں
۱۲ شرق میں گچلی۔ شمال میں کتور و کا شغز۔ جنوب میں اٹاک بنا کہ۔ غرب میں سو
ہندوستان سے دورا جاتی ہیں۔ گریو شیرخانہ کو قتل بلندرے۔ اگرچہ دو ہزار
گزار ہے۔ مگر ادراخت تر ہے۔ دوم طول میں ۴۸ کروہ عرض میں ۵۰ کروہ مشرق

مین بئیر شمال میں کنور کا شجر جنوب میں بگرام مغرب میں بکھر بہت سے درے ہیں۔ دیوہ و منور کے نزدیک کہ کا شجر سے ملتا ہے قصبہ کنکور حاکم نشین ہے۔ ہند سے دوراہین جاتی ہیں گزیوہ ملکنڈ پنج شیرخانہ گرمی سردی بہت ہین ہوتی برف برستا ہے لیکن دشت میں تین چار روز سے زیادہ ہنین کہسار میں تمام سال زمستان۔ ہندوستان کی بارش کے موسم میں وہاں بہار ہوتی ہے۔ ریزش ابر ہوتی ہے۔ بہار و خزان دونوں عجیب۔ ہندوستان و تورانی کے پھول دونوں ہوتے ہیں۔ بنفشہ و زنگ کے جگل کے جگل خود رو۔ طرح طرح کے میوے خود رو۔ باز جڑ شاہین گزیوہ ہوتے ہیں۔ لوہے کی کان یہاں ہے۔ ستوم طول میں ۲۵ کردہ۔ عرض میں ۵ سے ۱۰ کردہ۔ شرق میں سواد۔ شمال میں کنور کا شجر جنوب میں بگرام۔ مغرب میں گنیر۔ نور کل۔ کابل سے زیادہ درے اسین ہیں۔

کہہ ایک پرانا قلعہ استوار ہے اور اس کو حاکم نشین کہتے ہیں۔ امیر علی ہمدانی نے یہاں انتقال کیا۔ وصیت نہ کئے موافق ختلان میں اسکی لاش گئی۔ اسکی بہو اسواد کی سی ہے لیکن سردی گرمی کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ تین راہوں سے زیادہ راہیں ہیں۔ ایک ہندوستان سے جاتی ہے اس کو راہ دوش کول کہتے ہیں اور دو کابل سے جاتی ہیں ایک کو سمج اور دوسری کو کبر و نور کل کہتے ہیں۔ زیادہ آسان راہ دوش کول ہے۔ اسکے ایک متصل دشت ہے کوہ و دریائے کابل و سندھ کے درمیان طول میں ۳۰ کردہ عرض ۲۰ سے ۲۵ کردہ۔ اس سرکار میں کوہ و دشت ہین یوسف زئی کی بنگاہ ہے شہنشاہ اکبر کے عہد میں اس ملک کے بدگوہر کچھ مارے گئے کچھ اسیر ہوئے کچھ تاج ہوئے۔

ایک ولایت ہے جنوب و مشرق میں کابل سب میں افغان رہتے ہیں زیادہ قوم شرانی کرانی۔

طول ۶۶ ت۔ بخارہ سے غور و عربستان تک ۳۰ کردہ عرض میں سندھ سے فرہ تک ۶۶ عرض میں سندھ۔ شمال میں غور و عربستان۔ جنوب میں سیوی مغرب میں فرہ

بہار و یون و کج

کرانی

شرق و شمال کے درمیان کابل وغیرہ میں شہر میں برف کم رہتا ہے مگر کہسار میں ہمیشہ رہتا ہے وہ ادنیٰ مال
تومان کہتے ہیں۔ ہر تومان ۸۰۰ درم کا ہوتا ہے خراسان کا تومان ۳۰ روپیہ کا تومان عراق کا ۴۰
روپیہ کا۔ بیشتر جنوب کا خروار سے حساب کرتے ہیں۔ اس میں ۴۰ من قندھار کے اور دس من
ہندوستان کے ہوتے ہیں۔

قندھار دارالملک ہے۔ طول بلد ۴۰ درجہ عرض ۳۰ درجہ۔ دو قلعے ہیں سخت گرم سرما کم لیکن
دھی و بہن میں بیخ واولون سے بھر جاتے ہیں۔ تین چار سال کے بعد برف کی ریزش ہوتی ہے۔
ہوتی ہے۔ گل و میوہ بہت گیہوں بہت سفید دور دور تک ارغمان میں جاتا ہے پانچ کوس پر
ایک پہاڑ ہے اس کو اژدر کہتے ہیں۔ ایک غار اس میں خاجر شید مشہور ہے۔ چراغ روشن
کر کے اٹھیں جاتے ہیں دم ایسا گھٹتا ہے کہ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ قلات سے ۸ کردہ پر
ایک بڑا پہاڑ ہے اس کی کمر میں ایک غار ہے اس کو عار شاہ کہتے ہیں۔ گندم و جو کو سفید بری
کہتے ہیں اور ۶۰ گز جرب سے ناپتے ہیں لیکن ۲۰ گز کی جرب کو محال سے اعتبار کرتے ہیں۔ ہر
ایک ۲۴ پانگشت مجموع ۴۵ گز قندھاری خالصہ میں دس خروار سے دو دیوان صیفہ مال جہا
کو دیتے ہیں اور کشت و کار سات طرح کی ہوتی ہے۔ دفتر میں اعلیٰ کا نشان عین کرتے ہیں
اور ہر جرب کا حاصل ۳ خروار دیوان کے ۲۴ من لیتے ہیں اعلیٰ و اوسط کا نشان عین و طا کرتے
ہیں ۲ خروار میں من لیتے ہیں اور اوسط کا نشان طا کرتے ہیں جرب میں ۲ خروار سولہ من لیتے
ہیں اوسط اوئے کا خروار مال نشان کرتے ہیں جرب میں ۱۲ خروار ضبط کرتے ہیں بارہ من
لیتے ہیں ادنیٰ کو وال سے نشان کرتے ہیں جرب میں ایک خروار خیال کرتے ہیں اور دس من
لیتے ہیں ادنا و ادناے ادنا کا وال اور دالین نشان کرتے ہیں جرب میں بیس من گمان کرتے
ہیں چھ من لیتے ہیں ادناے ادنیٰ کا دالین نشان کرتے ہیں جرب میں ۵ من تصور کر کے مہن
لیتے ہیں اگر زرگر کو غیر سے ضبط نہیں ہوتی تو وہ پر عمل کرتے ہیں دوسرے زرعت کو
اور سیوم میں حصے کرتے ہیں ایک حصہ سرکار دیوان میں دوسرے کو اخراجات و مصلحتوں کے لئے

طول میں ایک ہزار سوسے کہ ساحل سندھ پر ہے ہندو کوہ تک ۵۰ اکروہ۔ عرض میں قریب ۱۰۰۰ میل ہے۔
 چھان سرزمین سوکروہ مندر بین ہندوستان غرب شمال میں کوہ غور اسکے درمیان شمالی اندراب بے نشان و
 ہندو کوہ درمیان جنوب میں قریل و نغز۔ آب ہوا کی تعریف نہیں ہو سکتی اگرچہ جاڑا اعتدال سے باہر ہوتا ہی
 مگر گزند نہیں پہنچاتا۔ گرم سیر و سرد سیر ایسا کہ ایک ہی دن میں ایک عالم سے دوسرے عالم میں پہنچا جا
 باوجود اس بے لانی و قشلاق کا نشان محسوس نہیں کم ہے۔ دشت و کوہ میں کرنش برف ہوتی ہے۔ دشت
 کے نام راج قوس میں آتا ہوا کوہ میں جب آفتاب راج میزان میں آتا ہے۔ موسم گرمیاں میں بھی میو
 طرح طرح کے مخریزہ بہت اچھا نہیں ہوتا۔ زراعت بھی زیادہ نہیں بڑھتی ہر جا پر پٹ پٹ بلبلین
 کہ وہاں غنیم کا جلد جلد آنا و شمار ہے۔ کابل و بے نشان و بلخ کے درمیان ہندو کوہ واسطہ ہے۔ سات
 جہین سے تورانی آمد و شد کرتے ہیں۔ ہندوستان سے پنج راہیں (۱) کرہ و دو کوئل طے کرنے کے بعد
 جلال آباد آتا ہے (۲) راہ خیبر یہ راہ ایسی ٹنگی ہے کہ عرابہ جاتا ہے (۳) بگلش (۴) راہ نغز (۵) راہ قریل
 اس ملک میں ہوتا ہے ہی بولی بولتا ہے گیارہ زبانیں مروج ہیں (۱) ترکی (۲) مغولی (۳) فارسی
 (۴) ہندی (۵) افغانی (۶) پشاور (۷) پراچی (۸) گبری (۹) ترکی (۱۰) المغانی (۱۱) عربی
 پہلے عقلن کابل و قندھار کو ہندوستان کا دروازہ کہتے ہیں۔ ایک توران کو جاتے ہیں اور پھر
 سے ایران کو۔ ان دو فرخائے کی نگہبانی سے ہندوستان بیگانوں سے ایمن رہ سکتا ہے اس دیار میں
 سم قند و بخارا کی طرح پرگنہ متضمن بٹھاوت قریات پر ہوتا ہے اس کو توران کہتے ہیں۔
 غرض اقلیم سوم سے ہی زابل عبارت اس سے ہو وہ سلطان محمد و سلطان شہنشاہین اور بادشاہوں کا
 پاسے تخت تھا۔ پہلے اس ولایت کو زابلستان کہتے تھے کچھ قدم ار کا حصہ بھی اس میں شامل کرتے تھے۔
 حکیم سنائی اور بہت سے اولیا کی خواجگاہ ہے ایک ہندی شمال سے جو ب کو جاتی ہے زراعت اس سے
 سرسبز ہوتی ہے کسان بہت محنت کرتے ہیں ہر سال نئی خاک لاتے ہیں تاکہ زراعت وہ آراضی کابل
 زیادہ پھل دیتی ہے۔ رو میں یہاں بہت ہوتا ہے۔ ہندوستان میں یہاں سے جاتا ہے فقط

جلد ہستم۔ نظرائے شاہجہاں جس میں شاہجہاں کا حال از اول تا آخر مندرج ہو قیمت ... ۱۲
جلد ہشتم۔ باوٹہ نامہ عالمگیر یعنی شہنشاہ عالمگیر کا حال اول سے آخر تک درج ہو قیمت ... ۱۲
جلد نہم و دہم۔ زوال سلطنت تیموریہ عالمگیر کے عہد سے آخر بادشاہ بہادر شاہ تک اور خاتمہ مسلمانوں
کی سلطنت ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور ان کا کیا حال ہو ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے
فائدہ پہنچایا نقصان دہلی میں پایہ تخت کا بدلنا اور اس کی عمارت کی مفصل کیفیت قیمت ہر جلد یعنی ہجرت
مکمل تاریخ کی قیمت (۵۰) ہوئی، مگر ہر حصہ بجائے خود تاریخ ہو کچھ اور حصوں پر موقوف نہیں ہو اگر علی
کوئی خریدے گا تو تفصیل بالا اس کے ہاتھ بیچے جائیں گے یکمشت دس حصوں کے خریدار کو ان کی قیمت
بلا جلد (۵۰) علاوہ محصول۔

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیسر ہند مولفہ جناب خان بہادر سلسلہ علماء مولوی محمد زکاء اللہ صاحب
یہ تاریخ پانچ حصوں میں لکھی گئی ہے (حصہ اول) میں بطور تمہید ۱۸۷۳ء تک لکھا ہے کہ مغلینہ کو ہندوستان
سے کس طرح تعلق پیدا ہوا اور انگریزوں نے فرنیسیوں وغیرہ کو کیوں کر نکالا اور اپنی زبان و ادبی کا سلسلہ کس طرح
(دوسرے حصے) میں ۱۸۷۳ء سے ۱۸۷۴ء تک کے حالات لکھے ہیں جس میں دلیان ہند سے جنگ و
پیکار میں برٹش گورنمنٹ کو فتح پانے کے حالات تفصیلی درج ہیں۔

(تیسرے حصے) میں ۱۸۷۴ء سے ۱۹۰۱ء تک کے جس میں ملکہ وکٹوریہ نے وفات پائی حالات لکھے
ہیں اور وفات عظیمہ ۱۸۷۵ء کے غدر و بغاوت کو تفصیل بیان کیا ہے دہلی کا بیان مولف نے اپنی چشم دید لکھا ہے۔
(چوتھے حصے) میں ان محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے جو مغلستان کے اور ملکوں سے یورپ، ایشیا، افریقہ
سوائے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے جنگ کریمیا، جنگ ٹرانسوال، جنگ سوڈان اور مصر میں۔

پانچویں حصے کا نام آئین قیسری ہے اس میں مفصلہ ذیل مضامین ہیں۔
ساری دنیا میں قیسر ہند کی سلطنت کہاں کہاں ہے ہند اور مغلینہ میں گورنمنٹ کیوں کر منتقل ہوئی وقتاً فوقتاً
کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں ہندوستان کے لئے قوانین کیوں کر مدون ہوئے عدالتیں کیوں کر مقرر ہوئیں ہجرت کیوں
حد و کس طرح منتظم ہوئیں سپاہ کیوں کر مرتب ہوئی وغیرہ وغیرہ تعداد صفحات (۲۱۳۰) قیمت پرنج حصہ ۱۲ جلد ۱۲
ملی کا پتہ: آنریریہ منیجر بک چورسہ علوم علی گڑھ

بفضل خدا

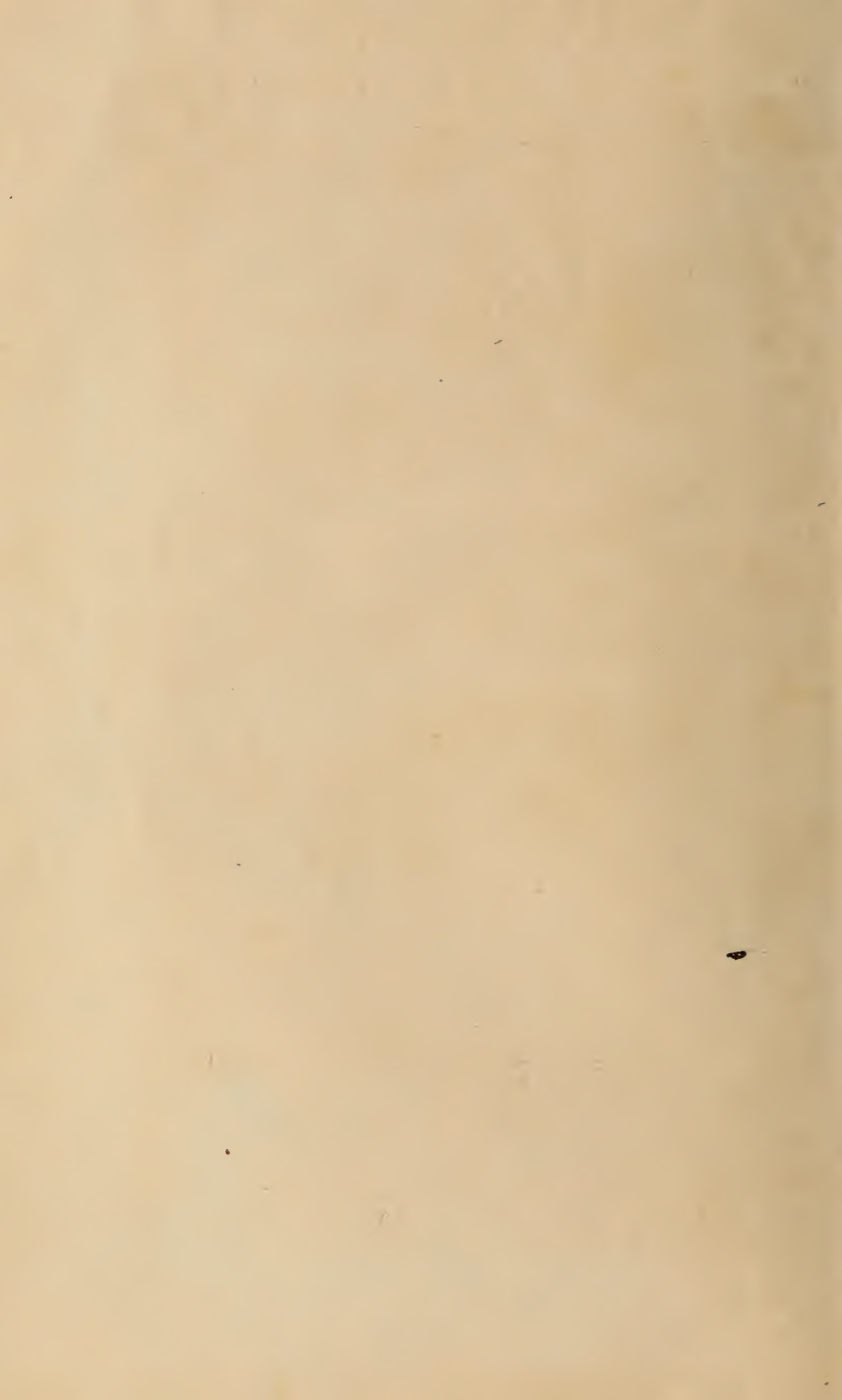
انسٹی ٹیوٹ پریس (جو سرسید علیہ الرحمۃ کا قائم کیا ہوا اور محمدن کالج کی ملک ہونے کی وجہ
حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہے) لوہے اور پتھر دونوں قسم کے چاپوں میں اردو اور
ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور وقت پر دیا جاتا ہے۔ اہل ذوق ضرور
کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نثر زبان یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔

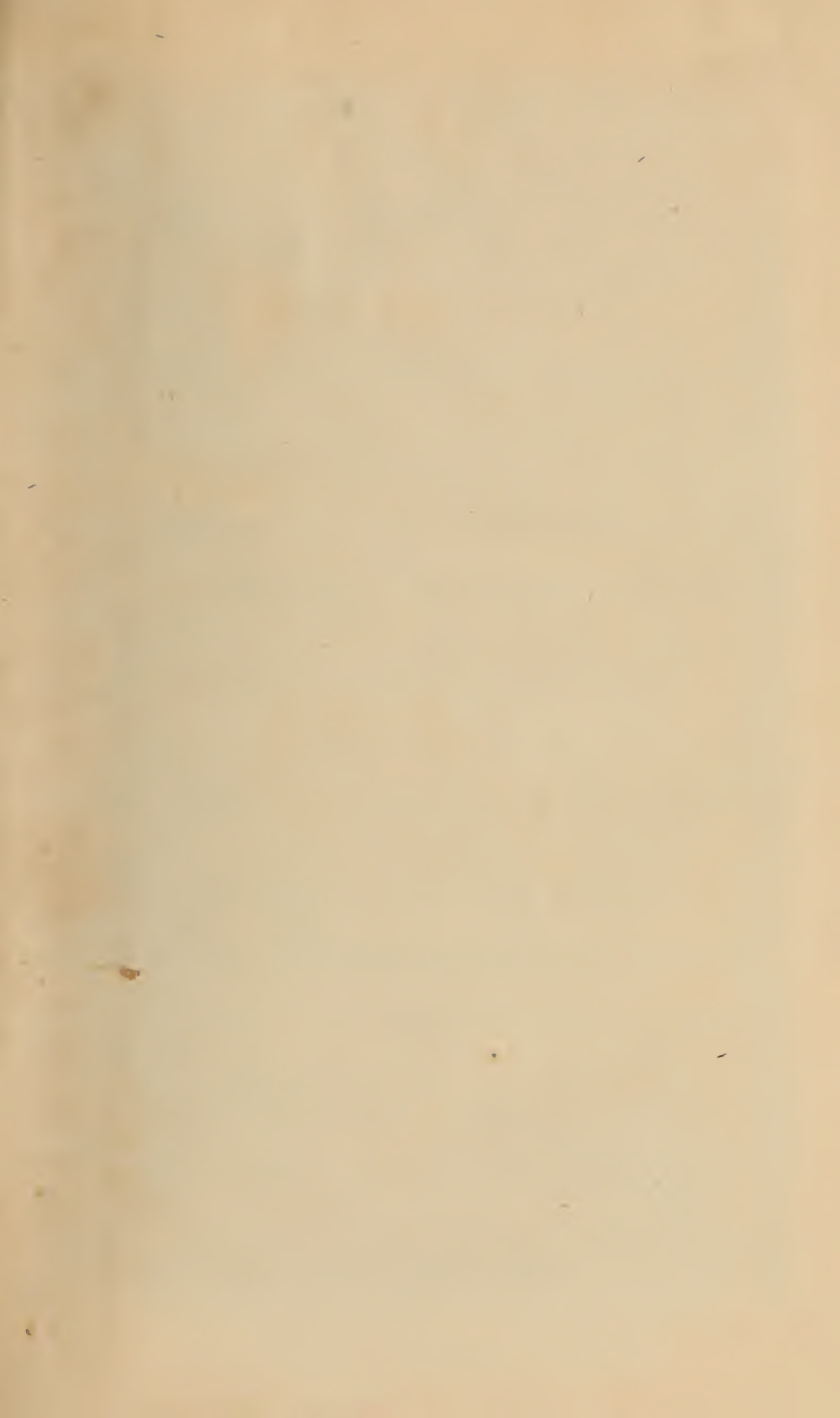
مطبع کو اس کے قدیم و اہل نظر سرپرستوں کی جانب سے جو طعینان نجس اسناد
ہوتی ہیں ان کے نقائص و اہل طلبہ و انہ کی جاسکتی ہے۔

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہے جو کالج کا سرکار
اخبار ہے اور جو سرسید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بنیاد سے ہی قبل جاری کرنا شروع کیا تھا۔
کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں قیمت سالانہ مبلغ
ششماہی دو روپیہ آٹھ آنے۔ نمونہ مفت۔

اشتکارات کا نثر زبان یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔
ہر قسم کی خط و کتابت کے لئے پتہ :-

مینج صاحب انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ کالج







PURCHASED FOR THE
UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY
FROM THE
CANADA COUNCIL SPECIAL GRANT
FOR
ISLAMIC STUDIES

UNIVERSITY OF TORONTO



3 1761 00120241 5